



شَرْمُ الْفُقَرَا



تصنيف لطيف

سلطان العاشقين حضرت سجى
سلطان محمد نجيب الرحمن



كتاب شرم الفقرا
كتاب شرم الفقرا
كتاب شرم الفقرا
كتاب شرم الفقرا

٢٠١٣

شَهْرُ الْفُقْرَا



تصنيف لطيف

سلطان العاشقين

حضرت سخنی سلطان محمد نجیب الرحمن

مدظلہ القدس

© All Copy Rights reserved with
SULTAN-UL-FAQR PUBLICATIONS (Regd.)
Lahore-Pakistan

شمس الفقرا

نام کتاب

سلطان العاشقین

تصنیف اطیف حضرت سخنی سلطان محمد نجیب الرحمن مدظلہ القدس

سلطان الفقر پبلیکیشنز (رجزہ) لاہور

صاحبزادی مشعل نجیب سرویری قادری

دسمبر 2012ء

جولن 2016ء

ماچ 2022ء (نظریاتی، ترجمہ اور اضافے کے ساتھ)

500

تعداد

ISBN: 978-969-2220-13-2



4-5/A - ایکٹھینش ایجوکیشن ناؤں وحدت روڈ ڈاکنارہ منسورہ لاہور۔ پوسٹ کوڈ 54790

Ph: 042-35436600, 0322-4722766

www.sultan-ul-ashiqeen.com

www.sultan-ul-ashiqeen.pk

www.sultan-ul-faqr-publications.com

E-mail: sultanulfaqrpublications@tehreekdawatefaqr.com

انساب

اُن صادق جذبوں کے نام
جو
تلashِ حق میں
طالبِ حق کو
بامُراد کرتے ہیں

فہرست

نمبر شار	باب	عنوانات	صفحہ نمبر
1		پیش گفتار (بازسوم)	7
2		پیش گفتار (بازدوم)	8
3		حدیث دل	9
		 حصہ اول سوانح حیات	15
4		سوانح حیات حضرت بخشی سلطان باہمودی	16
		 حصہ دوم تعلیمات	93
5		حضرت بخشی سلطان باہمودی کی اصطلاحات فقر	94
6	1	فقر	121
7	2	طالب مولی	146
8	3	عرفان نفس	166
9	4	اکرم اللہ ذات	187
10	5	مرشد کامل اکمل	245
11	6	عشق حقیق	309
12	7	مجلس محمدی	340
13	8	دیدار اہلی	346
14	9	انسان کامل - فقیر کامل	372

صفحہ نمبر	عنوانات	باب	نمبر شمار
421	شان سلطان الفقر	10	15
433	توحید	11	16
506	الہام	12	17
514	کشف	13	18
520	و حشم	14	19
532	علم دعوت	15	20
550	فضائل اہل بیت علیهم السلام	16	21
572	فضائل صحابہ کرام علیهم السلام	17	22
613	سیدنا غوث الاعظم علیہ السلام	18	23
639	سلسلہ سروری قادری	19	24
664	شریعت	20	25
668	نفس	21	26
677	ترک دنیا	22	27
687	ریا کاری	23	28
695	اخلاص نیت	24	29
701	تلیم و رضا	25	30
708	توکل	26	31

صفحہ نمبر	عنوانات	باب	نمبر شمار
714	حضرت قلب	27	32
718	تکبیر، فخر و غرور اور عجز و انکساری	28	33
731	وفا اور قربانی	29	34
737	توفیق الہی	30	35
740	کلمہ طیب	31	36
747	فکر، تفکر اور مرائقہ	32	37
763	استقامت	33	38
766	مرتبہ فنا فی اشیخ، فنا فی اسم مخدوم، فنا فی اللہ	34	39
773	تجھی	35	40
778	جمعیت	36	41
781	علم	37	42
797	تحقیق خیرو شر	38	43
802	یقین	39	44
808	ظاہر و باطن	40	45
811	غناہیت	41	46
814	شہوات اور نفس کے امراض	42	47
846	استقادة کتب		48

پیش لفظ

(بارسوم)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ كَمْ سَتَرَ عَنِّي جُنُونِي بَحْرِي بَهْرِي اُورِ حِيمِ بَحْرِي

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالظَّلَوَةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ أَكْبَرُ
”بیش لفظ“ کا بارسوم ہماری حیات میں نئے سائز میں شائع ہو رہا ہے۔ اس میں بہت سی ترانیں کی گئی ہیں۔ سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان باخور حمدۃ اللہ علیہ کی تعلیمات ان کتب سے لی گئی ہیں جو سلطان الفرقہ ملکیہ شہر نے شائع کی ہیں کیونکہ ان کا فاری متن اور ترجمہ ہماری مگر انی اور موجودگی میں تیار ہوا ہے اور زیادہ قابل اعتبار ہے۔ آخری ہب ”متفرق“ کے حصہ اول کو ”شہوات اور نفس کے امراض“ کا نام دے دیا گیا ہے جبکہ متفرق حصہ دوم کو ”حضرت حقیقی سلطان باخوڑ کی اصطلاحات لفظ“ کے نام سے تعلیمات کے آغاز میں منتقل کر دیا گیا ہے تاکہ تعلیمات کے مطابع سے قبل قاری ان تمام اصطلاحات فقرے سے آگہ ہو جائے جو کتاب میں جا بجا ہیں کی گئی ہیں۔

اس کے علاوہ متن میں جہاں ضرورت تھی اصلاح بھی کی گئی ہے اور اضافہ اور ترجمہ بھی کی گئی ہیں جس سے کتاب میں اللہ کے فضل سے نہ صرف مزید بہتری آئی بلکہ کتاب تقریباً مکمل طور پر تبدیل ہو گئی ہے۔

بارسوم کی اشاعت کے ساتھ ہی بار اول اور بار دوم کو منسوب کر دیا گیا ہے۔ بار اول، بار دوم کی کسی عمارت یا عبارت کے کسی حصہ کو نہ تو قانونی طور پر کسی عدالت میں پیش کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی تحقیقی حوالہ یا مقابلہ کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اب بارسوم کا حوالہ ہی مقابلہ قبول ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس ایڈیشن (بارسوم) کا انگلش ترجمہ Sufism - The Soul of Islam کے نام سے اکتوبر 2020ء، میں شائع ہو چکا ہے۔ یعنی لفظ و تصویف کا انگلیکانی پیدا یا اب اردو کے ساتھ ساتھ انگلش میں بھی دستیاب ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عاجزانہ کا دش کو قبول فرمائے۔

فتیر

سلطان محمد نجیب الرحمن

لاہور

ماہ مارچ 2022ء

پیش گفتار

(بارہومن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللّٰه کے نام سے شروع ہو جس میں بھی ہے اور رحیم بھی

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰالَمِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالظَّلَوَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَآخْرَاهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ أَكْبَرُ تَعَالٰى
”خش الفقرا“ کا بار اول دسمبر 2012ء میں شائع ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور فضل ہے کہ اسے صرف حضرت علی سلطان باخور حضرت اللہ علیہ کے
محبین اور معتقدین میں بلکہ علمی اور عمومی حلقوں میں بھی بہت پذیرائی حاصل ہوئی اور اسے سلطان العارفین حضرت علی سلطان باخور حضرت اللہ علیہ
کی حیات و تعلیمات کا انسائیکلو پیڈیا قرار دیا گیا۔

بارہومن میں کتابت، عبارت اور حوالہ جات کی اثنا طاکو درست کرو دیا گیا ہے اور نظر ثانی کے ساتھ ضروری اضافی اور ترمیم بھی کر دی گئی ہیں۔
بار اول کی اشاعت کے وقت ایات باخو پر تحقیق کا کام جاری تھا اس لیے دستیاب تحقیقی کتب میں جوابیات مناسب اور درست معلوم ہوئے،
 شامل اشاعت کردیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایات باخو پر فقیر کی تحقیق تکمل ہو کر ”ایات باخو کامل“ کے نام سے شائع ہو چکی ہے
اس لیے خس الفقرا کے بارہومن میں تمام ایات اب ”ایات باخو کامل“ سے شامل کیے گئے ہیں جو متن اور صحت کے لفاظ سے درست ہیں۔

اللّٰہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس عاجزانہ کا دش کو قبول فرمائے۔

فقیر
سلطان محمد نجیب الرحمن مدرسی قادری

لاہور

مئی 2016ء

حدیثِ دل

پُسْوَالُ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الله کے نام سے شروع جو رحمٰن بھی ہے اور رحیم بھی

الْخَتَدُرِيَّةِ الْكَوَافِرِ الْعَلِمِيَّنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَقْبِلِنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٌ وَآلِهِ وَآخْرَاهُ وَأَهْلِ بَيْتِهِ أَجْمَعِينَ

تمام حمد و شناخت درب العالمین ہی کے لیے ہے جو وحدۃ الاشريك ہے اور جس کا کوئی ہمسر نہیں اور جس کی شان لئیس گیشلہ شیعہ و ہو الشیعیع البیصلہ ہے۔ جس کا ہم پر فضل و کرم ہے کہ ہم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احتی بنا یا اور اسم اللہ ذات کے وسیلے سے اپنی پیچان اور دیدار کی نعمت عطا فرمائی۔

لامحمد و وہ بے حساب درود وسلام رحمت العالمین خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بارکات پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزخر کے حرم اور میام احمدی کا راز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ اس کا بیانات کو ای تحقیق نہ فرماتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب آدم علیہ السلام ابھی مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ہی تمام موجودات کا ظہور ہوا اور ہورہا ہیں اور ہوتا رہے گا۔

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید کہ آرہی ہے دماد صدائے کن تیکون آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اذل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی آخر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ظاہر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی باطن ہیں۔ فقر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وراثت اور آپ ملکہ کے اندرا کا نور ہے۔ جو اس نور تک پہنچ گیا وہ آپ ملکہ کے پہنچ گیا اور جس نے فقر کو پالیا وہی آپ ملکہ کا وارث ہے۔

اگر پہ اوس خوبیش را کہ دین ہے اوسست ^{پ مصطفیٰ بر سار خوبیش را کہ دین ہے اوسست} (ارہان جاز) تو حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام تک خود کو پہنچا کر حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام ہی مکمل دین ہیں۔ اگر تو ان تک نہیں پہنچتا تو تیرسا را دین ابوالعب کا دین ہے۔

لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اطہار پر جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے درج سے پاک و ظاہر فرمادیا ہے، جو امت کے لیے امان اور نینتوخ کی مانند ہیں۔ جوان سے وابستہ ہوا وہ فلاخ پا گیا۔

لاکھوں کروڑوں درود وسلام ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کہاں پر جو ستاروں کی مانند ہیں اور امت میں سے جو کوئی ان میں سے کسی ایک ستارہ سے بھی وابستہ ہو انجات پا گیا۔ ان کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ نور تھا جس کا نام فقر ہے۔ اور جس نے ان سے یہ نور حاصل کر لیا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نکل پہنچ گیا وہ اللہ تعالیٰ نکل پہنچ گیا۔ یہی صراطِ مستقیم ہے اور یہی کامیابی ہے۔

لاکھوں کروڑوں سلام ہوں محبوبِ سبحانی، غوثِ صدایی، شہبازِ امکانی، شاہِ جیلانی، حقیقتِ الحق، غوثِ انتظین، ہیرانِ شہسوار فقر غوثِ الاعظم حضرت شیخ سیدِ علی رضی اللہ تعالیٰ عزت پر، جو امام الاولیاء ہیں اور جن کا قدم ہر دل کی گردان پر ہے۔ آپ کی تکالیف کرم کے بغیر کوئی فقر تو کیا فقر تو کی خوبیوں کیجی نہیں ہٹکی سکتا۔ اے فقر کے شہسوار! اس عاجز پر بھیش کی طرح ٹکڑا کرم رکھنا۔ کیونکہ یہ عاجز جانتا ہے کہ آپ کی تکالیف کے بغیر کوئی کچھ بھی نہیں۔

لاکھوں سلام ہوں سلطانِ العارفین حضرتِ حقیقی سلطان پا ہنورِ رحمتِ اللہ علیہ کی ذاتِ برکات پر جو عارفین کے سلطان اور مرتبہ سلطانِ المقرر پر فائز ہیں۔ آپ رحمتِ اللہ علیہ کے درست کروڑوں کو فیض اور ولایت ملی اور فقر تو ہوتا ہی آپ کے درست عطا۔ آخر میں یہ عاجز لاکھوں سلام اپنے مرشد پاک سلطانِ الفقرِ ششم حضرتِ حقیقی سلطان محمد اصغر علی رحمتِ اللہ علیہ کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے جنہوں نے اس عاجز کو ذرہ سے سورج بنایا۔ میں اپنی مثال کو میاں محمد بخش رحمتِ اللہ علیہ کے الفاظ میں یوں بیان کر سکتا ہوں کیونکہ میرے پاس اس سے بہتر الفاظ نہیں ہیں:

کوئی خشن نہ ہو ر تماں، جو فتحت میں پائی اوے مرد پچے دا صدقہ، اپنی صیسِ کمالی
خشیش بھتا قدر نہ میرا، میرے صاحبِ نوں وڈیاں میں گھیاں دا روزا کوڑا محل چڑھایا سایاں

میں کون ہوں؟ کچھ بھی نہیں! میں تو اپنے مرشد کی روح کا عکس ہوں اور یہی عکس مجھے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ میں تو کچھ نہیں، میرے مرشد کی ذات ہی سب کچھ ہے۔ میرا مشن تو اپنے مرشد کی تعلیمات کو عام کرتا ہے۔ بھی جتوں مجھے دوڑائے پھرتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ اپنے مرشد کی عطا کی ہوئی روشنی سے پورے جہاں کو متور کر دوں۔ یہ جتوں مجھے قرار نہیں لینے دیتا۔ مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں کہ کون کیا کہتا ہے؟ اور میں تو یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کامیاب ہوں گا یا نہیں۔ میری مثال تو اس باتیں کی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے دہکائی گئی آگ کو اپنی چوچی کے پانی سے بچانے کی کوشش کر رہی تھی اور جانتی تھی کہ وہ اس آگ کو نہیں بچا سکتی۔ لیکن اللہ پاک نے جو بہت اور استطاعت اُسے عطا کی تھی وہ تو اس کے مطابق ہی اللہ پاک کی بارگاہ میں جو اباد تھی سو اپنی ہست اور استطاعت کے مطابق وہ کامیاب رہی۔

میرے مرشد پاک کی تعلیمات حضرتِ حقیقی سلطان پا ہنور کی ہی تعلیمات ہیں بس آپ محقق یا مقرر نہیں تھے بلکہ آپ رحمتِ اللہ علیہ کے پاس وہ لگاہ تھی جس کے ذریعہ آپ رحمتِ اللہ علیہ ان تعلیمات کو لوگوں کے سینوں میں منتقل کرتے تھے اور زنگِ آلوہ قلوب کو نور سے متور فرمادیتے تھے۔ لاکھوں لوگوں نے آپ سے فیض پایا۔ آپ رحمتِ اللہ علیہ کی یہ خواہش رہی ہے کہ آج کے تیز رفتار اور مصروفیت کے دور میں سلطانِ العارفین

حضرتؐ سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ کی تمام تعلیمات کو موضوعات اور عنوانات کے اعتبار سے ایک کتاب میں جمع کر دیا جائے تاکہ لوگوں کو سمجھنے میں آسانی اور سہولت ہو، سالکین کو تمام کتب کے مطالعہ کی بجائے ایک ہی کتاب سے آسانی سے راہنمائی مل جائے اور طالب کو راہ فخر کی منازل سے آگاہی رہے۔ یہ کتاب اسی حکم کی ہیروی میں لکھی گئی ہے۔

سلطان العارفین حضرتؐ سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ نے ظاہری علم حاصل نہیں کیا، آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦ گرچہ نیت ما را علم ظاہر و علم باطنی جاں گئے ظاہر

ترجمہ: اگرچہ ظاہری علم میں نے حاصل نہیں کیا تاہم علم باطن حاصل کر کے میں پاک و ظاہر ہو گیا۔

عنین المفتر میں آپ فرماتے ہیں ”محمد مصطفیٰ عربی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و مراد علم ظاہر حق نہ ہو۔ از علم حضور است و ظاہر و باطن علم چندیں واردات فتوحات کشادہ است کہ ففتر بابا ید۔“

ترجمہ: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور میرے پاس علم ظاہر نہ تھا۔ ہمیں علم حضوری عطا کیا گیا ہے جس کی واردات فتوحات سے ظاہر اور باطن میں اتنا وسیع علم نصیب ہوا جس کو لکھنے کے لیے کئی کتابیں درکار ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی زبان الہامی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦ حق تایلی نہ در تصنیف ما ہر خن تصنیف مارا از خدا

علم از قرآن گرفتم و از حدیث ہر کہ مکر میشوو اہل از خبیث

ترجمہ: میری تصانیف میں کسی بھی فہم کی کوئی تایف نہیں ہے۔ میری تصنیف کا ہر جن اللہ کی طرف سے ہے۔ میرے تمام علم کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے۔ جو قرآن و حدیث کا مکر ہے وہ خبیث ہے۔ (نورالحمدی کتاب)

”مناقب سلطانی“ سلطان العارفین حضرتؐ سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ کے حالات و مناقب پر یہی کتاب ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساتویں پشت میں آپ کی اولاد میں سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی۔مناقب سلطانی کے مصنف کی تحقیق کے مطابق حضرتؐ سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ نے تقریباً ایک سو چالیس کتب عربی و فارسی میں تصنیف فرمائیں۔ فارسی زبان میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۰۴ تصنیف اور مشنویاں بھی لکھیں اور پنجابی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ایات تو دنیا بھر میں مشہور ہیں۔ لیکنمناقب سلطانی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کی جو فہرست وہی گئی ہے ان کی تعداد صرف تیس (30) ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہمناقب سلطانی کی تحریر کے وقت ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا کثیر حصہ یا تو شائع ہو چکا تھا یا پھر سلطان حامد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود ہونے کی وجہ سے انہیں علم نہ تھا۔ اس وقت تیس (36) کے قریب کتب کے تراجم و محتیاہ میں۔

سلطان العارفین حضرتؐ سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ مرشد کامل اکمل جامع نورالحمدی ہیں اور مرتبہ سلطان الفخر پر فائز ہیں اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے کہ اگر کوئی طالب اس کا مطالعہ صدق ویل سے اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لیے کرنے تو اس کی راہنمائی ہو جاتی ہے یا مجھر آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ”حقیقی روحاںی وارث“ کی طرف نشاندہ ہو جاتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد مبارک کچھ الفاظ کی کمی

بیشی کے ساتھ ہر کتاب میں موجود ہے:

”یہ کتاب ایک کامل مرشد کی طرح فیضِ رسان ہے، اگر کوئی صدق اور خلوص سے اس کتاب کا مطالعہ کرے گا تو وہ مشاہدہ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہو گا۔“

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان پا ہمودۃ اللہ علیہ کا اسلوب نشر خالصتاً عارفانہ ہے اور عارف کی تحریر میں ایک اخفا کا پہلو بھی ہوتا ہے تاکہ اسرارِ الہی نا اہلوں پر ظاہر نہ ہوں اسی لیے حضرت حقیقی سلطان پا ہمودۃ الفقر کے کسی ایک موضوع کو لے کر اس کے تمام پہلوؤں کا مکمل اور ہیک وقت احاطہ نہیں کرتے۔ وہ یہ مناسب نہیں سمجھتے کہ ایک جگہ پر کسی ایک ہی موضوع پر مکمل روشنی ڈالیں اور اس موضوع پر ابتداء سے انجام کے مکمل انہصار کریں۔ اس لیے بھت مناسب سمجھتے ہیں اس موضوع پر انہصار خیال کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں اور کسی اور جگہ یا دوسری کتاب میں اسی موضوع پر دوبارہ انہصار خیال فرماتے ہیں۔ بعض اوقات یہ تکرار عام قاری کو گران بھی گزرتی ہے اس لیے آپ کی کتب کا ٹھی نظر سے مطالعہ کرنے والا پریشان ہو کر مطالعہ چھوڑ دیتا ہے لیکن یہ تکرار ہو بھوپیں ہوتی۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب کا گہری نگاہ ہر بار اس کے ساتھ ہے اس اور موزب بھی بیان فرماتے ہیں اس لیے کسی ایک موضوع کو سمجھنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب کا گہری نگاہ سے مطالعہ ضروری ہے۔ کچھ محققین کے نزد یہ ہے کہ جب تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کو بار بار نہ پڑھ جائے، ان کے اسرار و موزب تک رسائی نہیں ہوتی لیکن اس نقیر کا مشاہدہ یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص یا سالک آپ کے مسلسلہ کے حقیقی روحانی وارث صاحب مسکی سروری قادری مرشد کا مکمل کادست بیعت نہ ہو اور تصورِ اسم اللہ ذات کا عامل نہ ہو اس وقت تک حضرت حقیقی سلطان پا ہمودۃ اللہ علیہ کی کتب کی کذ اور حقیقت کی سمجھ نہیں آ سکتی۔ اس لیے علمی لحاظ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب پر محققین اور ترجیح کرنے والے محققین اور متزوجم تو ہو سکتے ہیں عارف نہیں کیونکہ عارف کی بات سمجھنے کے لیے عارف ہونا ضروری ہے۔

عارف دی گل عارف جانے، کیا جانے نفسانی ہو

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب، فقر کے عملی سلوک کے لیے ہیں نہ کہ صرف مطالعہ کے لیے۔ اس لیے جو طالب یا سالک را فقر پر چنانچاہتا ہے اس کے لیے راہ سلوک پر راہنمائی کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا مطالعہ بہت اہم ہے۔ اسی لیے یہ ضروری تھا کہ موجودہ زمانہ میں جب انسانوں کے پاس مطالعہ کے لیے وقت نہیں ہے اور ہر کوئی ہر بات کو جلدی جلدی سمجھنا چاہتا ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو آسان انداز میں راہ فقر کی تمام منازل کے مطابق موضوعات اور عنوانات کے ساتھ ترتیب دیا جائے تاکہ موجودہ تیز رفتاری کے دور میں ایک ہی کتاب کے مطالعہ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات راہ سلوک کے سافر پر واضح ہو جائیں اور آسانی کے ساتھ سمجھ بھی آجائیں۔ پھر قرآن و حدیث اور دوسرے عارفین کی تعلیمات کے ساتھ موازنہ کر کے ایک تو یہ ثابت کیا جائے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات قرآن و حدیث کے میں مطابق ہیں اور دوسرے یہ کہ مشاہدہ حق تعالیٰ کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے راہ سلوک اور تعلیمات کا اس زمانہ میں کوئی ثانی بہر حال نہیں ہے کیونکہ آپ کا راہ سلوک راہبانیت نہیں بلکہ دنیا میں رہنے کی تعلیم دیتا ہے اور کسی خاص لباس جپہ و دستار کا قائل نہیں۔ اور نہ ہی ریاضت،

مشقت، چند کشی آپ کے راہ سلوک کا حصہ ہے بلکہ آپ کے راہ سلوک کی بنیاد ذکر و تصور ام الله ذات ہے بشرطیکہ یہ کسی صاحب مسٹی مرشد کامل اکمل سے حاصل ہوا ہو۔

میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت حقی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے نومبر 2001 میں اس فقیر کی زیر گمراہی حضرت حقی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو عام کرنے کے لیے مکتبہ العارفین قائم کیا۔ اس مکتبہ کے زیر انتظام اپریل 2002 اور 4 جولائی 2004 میں اسی ترتیب اور موضوعات پر میری تحریر کردہ کتاب "مکدت اپیات و تعلیمات حضرت حقی سلطان باخو" کے نام سے شائع ہوئی لیکن اس کتاب میں کافی تفصیلی محسوس کی گئی اور ارادہ ہنا کہ حضرت حقی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تعلیمات کو ایک کتاب میں جمع کیا جائے۔ 2004ء میں اس پر کام شروع ہوا اور 17 نومبر 2010ء (10 ربیع الاول 1431ھ) برداشت پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس دوران میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت حقی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی راہنمائی ہر لمحے میسر رہی۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی مہربانی ہی ہے کہ سند رکوکوں سے میں بند کیا گیا ہے ورنہ اس فقیر کے بس میں یہ کہاں تھا۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ یہ کتاب میری نہیں بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تالیف ہے لیس نام میرا ہے اور کام آپ کا۔ قلم میرا ہے تو یہ آپ کی۔ یہ میرے مرشد کریم کی اس فقیر پر خاص عنایت ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تصرف اپنی لکھوں فیض و کرم سے نوازا بلکہ ان تعلیمات کو عملی اور علمی طور پر عام کرنے اور لوگوں کی راہ سلوک پر راہنمائی کا بھاری بوجھ بھی ان ناقتوں کو حسون پر رکھ دیا۔ میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فقیر کو عام کرنے کے لیے مجھے بھی کام آسکتے ہیں "یہ تو اس کا فضل ہے چون لیتا ہے وہ جس کو چاہتا ہے"۔

میں تو ہقص ہی کی اے کاملو مابیت قدرے کی آخر نم میں یہ سے کم نہیں

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور کلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے فلسفہ فقیر، تعلیمات فقیر اور اصطلاحات فقیر پر حضرت حقی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے بہت گہرے اثرات ہیں اس لیے اس کتاب میں قارئین کو ہر موضوع اور مضمون میں سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اقبال کا کلام بھی نظر آئے گا جس کے مطالعہ سے قارئین کو اس کا بخوبی علم بھی ہو جائے گا کہ حضرت حقی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے اقبال پر کتنے گہرے اثرات مرجب ہوئے ہیں جس کا انکھیaran کے کام میں جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ البتہ امدازیاں زمانہ کے لحاظ سے ذرا مختلف ہے لیکن اگر حقیقت تک رسائی حاصل کی جائے تو عالمہ اقبال کا کام حضرت حقی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی ہی توسعہ ہے۔ ذاکر سلطان الفاضل علی "اپیات باخو" (مع ترجمہ و شرح) میں تحریر فرماتے ہیں:

علامہ اقبال کے کام میں جا بجا اس قسم کے خیالات اور بعدہ اسکی اصطلاحات کو دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ علامہ اقبال صاحب نے جہاں رومنی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی فیض حاصل کیا ہے اس کے ساتھ تھی لازماً انہوں نے افغانستان، ایران و ہندو پاکستان کے صوفیاً کرام کے کام کا بھی گہرائطالعہ کیا ہو گا چنانچہ اسی خیال کی تصدیق کے لیے میں نے لاہور میں شورش کا شیری صاحب سے 1964 میں ان کے دفتر "ہفتدار چنان" میں ملاقات کی۔ میرے اختصار کرنے پر شورش صاحب نے فرمایا "علامہ صاحب نے یقیناً حضرت حقی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کے

کلام کا مطالعہ کیا ہے اور اس سے اثرات بھی حاصل کیے ہیں۔“ اس کے بعد شورش صاحب نے واقعہ سنایا کہ ایک بار علامہ صاحب حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کے پنجابی ایات پڑھ رہے تھے اور جب یہ مصروف پڑھا ”تازی مار آذانہ با ٹھو، اسماں آپے اُون بارے ھو“ تو علامہ صاحب بے تحاشا شارو نے لگے۔

فرزند اقبال جس سے اکثر جاویدا اقبال فرماتے ہیں:

”میرے والد اپنی زندگی کے آخری ایام میں حضرت سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کا کلام اپنے ایک ملازم دیوان علی سے سناتے تھے جو ہار موسم پر خصوصی طور پر سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کا کام انہیں سنایا کرتے تھے۔“^۲

سلطان العارفین حضرت تھی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقتی بھی سوائچی حیات اب تک منتظر عام پر آئی ہیں ان سب کی بنیاد ”مناقب سلطانی“ ہے۔مناقب سلطانی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ کے کچھ پہلوؤں پر معاویا تو موجود نہیں ہے یا پھر وہ ظاہری اور حقیقتی حالات و روایات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ ”مس الفقرا“ میں آپ کی سوائچی حیات بھی شامل ہے اور کوشش کی بھی ہے کہ جدید تحقیق سے آپ کی کامل اور کامل سوائچی حیات بھیں کے سامنے پیش کی جائے اور تعلیمات کے ساتھ ساتھ حیات مبارکہ کا بھی کامل احاطہ ہو جائے۔

یاد رہے کہ یہ کتاب اُن طالبانِ مولیٰ کے لیے مرتب کی گئی ہے جو راہ فقر پر چانا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب علمی راہنمائی کے لیے ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد عملی راہنمائی کے لیے کسی مرشد کا ملک اکمل تک پہنچا جاسکے۔ سلطان العارفین حضرت تھی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی کتب میں اسرار الہی ظاہر کرنے کا مدعا صرف مطالعہ نہیں بلکہ مطالعہ کرنے کے عملی طور پر راہ سلوک پر چل کر عارف بننا ہے۔

حضرت تھی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ عارفین کے سلطان ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور تعلیمات فقراء کے لیے ”مس“ کی ماہنده ہیں اس لیے اس کتاب کا نام ”مس الفقرا“ رکھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقراء کے لیے یہ کتاب مس بنائے اور اس فقیر کے لیے ذریعہ نجات۔ (آمین)

فتییر

سلطان محمد تجیب الرحمن
لَا ہو ر

حصہ اول

سوانح حیات

سلطان العارفین

حضرت سخنی سلطان باضوبت

حضرت سخنی سلطان باضویہ

سلطان العارفین

سلطان الفقر، سید الکوئین، سلطان العارفین، برہان الوالصین، حضرت سخنی سلطان باضویہ فقیر ماںک امکلی اور مرشد کامل اکمل جامع نور الہدی ہیں۔

آپ ہی سے فرماتے ہیں:

اکمل کامل کامل جامع نم نور الہدی مالک امکلی مراتب فقیر فی اللہ پا خدا

ترجمہ: میں کامل اکمل و جامع نور الہدی فقیر ہوں اور مالک امکلی فقیر فنا فی اللہ کے مرتبے پر فائز ہوں۔ (نور الہدی کاون)

لفڑا میں "فقیر ماںک امکلی" سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اور صاحبان تحقیقیں دارشاویں مرشد کامل اکمل جامع نور الہدی سب سے آخری مرتبہ ہے اور انسان کامل کا یہ اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ یہ مرتبہ سب مراتب کا جامع ہے، اس کے بعد کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

آپ ہی سے عارفین کے سلطان ہیں۔ آپ ہی سے کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ ہی سے سلسلہ قادری کو سلسلہ سروی قادری کے نام سے مشتمل کیا اور اس کے لیے ترقیات اپنی کتب کی صورت میں فکری اتنا شہریا کیا اور یوں حق تعالیٰ کے متاثر طالباں مولی کے لیے راہ حق کو آسان سے آسان تر بنادیا۔

فقیر کامل کی زندگی اللہ تعالیٰ کی خلوق پر جوت ہوتی ہے۔ فقیر جہاں بھی زندگی گزارتا ہے جامع صفاتِ الہی ہونے کی وجہ سے نور حق سے منور کرتا ہے۔ اسی طرح فقیر کامل کی خانقاہ حیات بخش مرکز ہوا کرتی ہے جہاں سے لوگوں کا ترقیہ لئیں اور تصفیہ قلب ہوتا ہے اور علم و عرفان کی ندیاں معاشرے کو سیراب کرتی ہیں۔ انسان دنیا اور حیثیت دنیا میں جتنا ہو کر سیکھوں جبابات میں غرق ہو کر حق تعالیٰ کے نور سے محروم ہو جاتا ہے۔ فقیر کامل کی خانقاہ اور حلقوں کے زمک آسودہ قلوب کو نور حق سے منور کرتا ہے اور اس طرح ترقیہ لئیں سے قربِ الہی نصیب ہوتا ہے۔ طالب اور سماں کی روح کی غذا فقیر کامل کی محبت اور قرب ہوا کرتی ہے۔

انسانیت کے لیے فقیر ماںک امکلی اور مرشد کامل اکمل جامع نور الہدی حضرت سخنی سلطان باضویہ کی خدمات بے شش اور بے مثال ہیں۔ آپ ہی سے تمام زندگی سفر اور سیاحت میں رہ کر لوگوں کے باؤں کو معرفت حق تعالیٰ اور عشقِ الہی سے زندگی بخشش رہے۔ سفر کے دوران آپ نے جہاں بھی قیام فرمایا وہاں رشد و بدایت کا مرکز قائم ہو گیا۔

آپ بھی کے فیض کا سلسلہ وصال کے بعد بھی جاری چلا آ رہا ہے۔ آپ بھی کادر بار مرکز تجلیات الہی ہے۔ کتب، شاعری اور سلسلہ سروری قادری کی صورت میں آپ بھی نے ایک عظیم درج چھوڑا ہے جو قیامت تک طالبان حق کے لیے راہنمائی کا کام کرتا رہے گا۔

سلسلہ نسب سلطان باہو

سلطان العارفین حضرت حق سلطان باہو بھی اعوان قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اعوانوں کا شبرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چاہتا ہے۔ اعوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر فاطمی اولاد ہیں۔

سلطان العارفین حضرت حق سلطان باہو بھی نے اپنے دور کے دوسرے مصنفین کی طرح یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی تصانیف کے شروع میں پیش لفظ کے طور پر اپنے متعلق صرف تعارفی سطور تحریر فرماتے ہیں اور پھر کتاب یاد رسانے کی غرض تصنیف پر روشنی والے ہیں۔ انہوں نے جہاں کہیں بھی کسی تصنیف کے پیش لفظ میں اپنے ذکر فرمایا ہے وہاں اپنے نام کے ساتھ اعوان ضرور لکھا ہے۔ جیسے نور البدنی کا اس میں آپ بھی فرماتے ہیں۔

”حق کہتا ہے مصنف تصنیف سروری قادری فقیر باہو، حق فی خود باز یہ محمد عرف اعوان ساکن قلعہ شور (الله تعالیٰ اسے ہر قوم کے نتوں اور علم، علم سے محفوظ رکھے)۔“

ای طرح کی عبارت تھوڑی سی ردود بدل کے ساتھ آپ بھی کی ہر تصنیف کے آغاز میں متنی بجھے جس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آپ بھی کا تعلق اعوان قبیلہ سے تھا۔ اعوان کون ہیں؟ اور کہاں سے آئے ہیں؟ اس سلسلہ میں سلطان حامد علی مصنف ‘مناقب سلطانی’ رقم طراز ہیں۔ اعوان حضرت علی بھٹک کی نسل پاک سے ہیں۔ جب ساداتِ عظام نے مختلف مصیبتوں اور پریشانیوں کی وجہ سے وطن پچھوڑا اور ایران اور ترکستان کے مختلف حصوں میں بودو باش اختیار کی، قبیلہ اعوان چونکہ ساداتِ کرام کا قریبی اور سبقت تھا اس لیے اس مصیبتوں اور کھنڈ دور میں وہ سادات کے دریثیں و معاون بنے اس وجہ سے ان کی نسبت اعوان میں تبدیل ہو گئی یعنی سادات بنی فاطمہ کی مدد کرنے والے۔ علویت اور ہاشمیت کا لقب بدل کر اعوان بن گیا۔ ساداتِ عجم میں آ کر بدستور یادِ الہی میں مشغول رہے لیکن قبیلہ اعوان نے جنگ و جدل اور معرکہ آرائی جاری رکھی اور ہرات پر قبضہ کر لیا اور قطب شاہ نے ہرات کے تخت پر ہی وفات پائی۔ شاہ کا لقب سادات اور قریش کے ناموں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے لیکن اعوان بھی اپنے نام کے ساتھ شاہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جب ساداتِ خراسان سے بسبب تفرقہ، مصیبتوں اور پریشانی بھرت کر کے ہندوستان میں داخل ہوئے تو قبیلہ اعوان اس سفر اور بھرت میں ان کے دریثیں سفر بنے اور کالا باخ کے پہاڑوں، دریائے امک پا دریائے سندھ کے راستے پنجاب میں داخل ہوئے۔ ساداتِ کرام حسب معمول دنیاوی جاہ و حشمت کو چھوڑ کر عبادتِ الہی میں مشغول

ہو گئے اور گوشہ نشینی اختیار کی چنانچہ ادج شریف میں بخاری، بحوث مبارک میں گیلانی، چوآ سیدن شاہ میں شیرازی اور دندشاہ باداول میں ہمدانی سادات خلق خدا کی رہبری اور فیض رسمانی کا ذریعہ بنے۔ لیکن اخوان قبیلے نے کا ابا شیر قبضہ کر کے دریائے ایک کے مشرقی کنارہ کے راست سے جلد ہی ہندوؤں کے مضبوط قلعوں، ملک دھنی و پٹھوہار، کوہ پکھڑو، وادیِ سون سکیسر، کوہ پیاؤ، کوہ تاواہ، کوہ کھون وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور ان علاقوں میں آباد ہو گئے۔ یہاں کے ہندوؤں نے اخوان قبیلے کے غلبہ اور اسلام کے زورگی وجہ سے اسلام قبول کر لیا۔ آج اخوان ان علاقوں میں کثرت سے آباد ہیں۔“

احمد سعید ہمدانی لکھتے ہیں:

سلطان محمود غزنوی جب سومنات پر حملہ کرنے کے لیے ہندوستان روانہ ہوا تو اس کے ساتھ علویوں کے ایک ڈست نے ہماری کی اجازت چاہی جس کی قیادت میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر کر رہے تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے بخوبی اجازت دے دی اور اس ڈست کو ”اخوان“ کا خطاب دیا۔ بعد ازاں اس قبیلے کے لوگ اسی لقب سے موسوم ہوئے۔

اخوانوں نے سومنات کی لڑائی میں بہادری کے جو ہر دکھائے اور سلطان محمود غزنوی ان سے بہت خوش ہوا۔ جب لشکر واپس ہوتے تھے تو میر قطب شاہ یا میر قطب حیدر نے سلطان سے درخواست کی کہ انہیں اور ان کے ساتھیوں کو ملک کے دوسرے علاقوں میں حکمران راجھوت سرداروں اور جاگیرداروں کی سرکوبی کے لیے مامور کیا جائے۔ سلطان نے یہ درخواست قبول کی۔ چنانچہ میر قطب حیدر اخوانوں کے لشکر کو لے کر موجودہ پٹھوہار کے گرد و نواح اور کوہستان نمک کے علاقوں میں بر سر اقتدار بخوبی اور چھپان راجھتوں پر حملہ آور ہوئے اور ان کو پیسا کر کے انہیں پہاڑوں سے نیچے دھکیل دیا اور اخوان قبائل ان پہاڑوں کی خوبصورت وادیوں پر قابض ہو کر ان میں آباد ہو گئے۔ اب یہ قطب شاہی اخوان کہلائے۔ (اخوان و مقامات سلطان باضو)

میر قطب شاہ

میر قطب شاہ وہی ہستی ہیں جن کی سر پرستی میں اخوان سلطان محمود غزنوی کی فوج میں شامل ہوئے اور وادیِ سون سکیسر اور پٹھوہار میں قیام پنپر ہوئے۔ احمد سعید ہمدانی لکھتے ہیں ”میر قطب شاہ کا شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ و جہد کے صاحبزادے حضرت امام محمد بن حنفیہ سے ملتا ہے۔ ان کے آبا اجادہ اسادات فاطمی کی حیات میں حکمرانوں سے لڑتے ہوئے اور سادات کو اپنی حفاظت میں لیے ہوئے افغانستان پڑھ آئے تھے اور ہرات میں آباد ہوئے۔ بعد ازاں سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں اس کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ پٹھوہار کے علاقے میں میر قطب شاہ کی اولاد خوب پھیلی اور انہیں نے نکست خور وہ راجاوں کی بیٹیوں سے شادیاں بھی کیں جنہیں اسلام قبول کیا اور ان سے اولادیں بھی ہوئیں۔ میر قطب شاہ کے ساتھ آنے والے قبائل اور نو مسلم باشندوں کے درمیان و دھیال، تھیال کے لحاظ سے مناکحت اور اولاد کا باہمی سلسلہ شروع ہوا تو بالآخر چونکہ ان کی معروف بھی پیچان کے لیے میر قطب شاہی مقتدر اور مشہور شخصیت تھے لہذا انہی سے منسوب ہوئے۔ اب بھی

یہ لوگ کہیں بھی ہوں خود کو قطب شاہی اعلیٰ اعلیٰ کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ جناب قطب شاہ وادی سون (انگل) میں اقامات پذیر رہے البتہ جائے قیام اور عرصہ قیام، وفات، آمدہ سن، وفات کا سن اور مزار یا قبر کے بارے میں تذکرہ نہیں تھا موجود ہیں۔ (اعمال، مقامات سلطان بادشاہ سلطان حامد علی ہبیبیہ نے مناقب سلطانی میں کالا باعث کے اعلیٰ دریسموں کے کتب خانہ میں کسی کتاب سے حاصل کردہ حوالہ کی رو سے حضرت سلطان بادشاہ ہبیبیہ کے خاندان کا شجرہ نسب نقل کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باعور حست اللہ علیہ بن حضرت بازید محمد بن شیخ اللہ عزیز بن شیخ محمد قمیم بن شیخ محمد منان بن شیخ محمد مونغا بن شیخ محمد پیدا بن شیخ محمد سکھرا بن شیخ محمد انون بن شیخ محمد علاء بن شیخ محمد بہاری بن شیخ محمد جیمون بن شیخ محمد ہرگن بن شیخ اور شاہ بن شیخ امیر شاہ بن شیخ قطب شاہ بن حضرت امام شاہ بن حضرت سلطان حسین بن شاہ بن حضرت فیروز شاہ بن حضرت محمود شاہ بن حضرت شیخ فریض کش فریض کش شاہ بن حضرت شیخ نواب شاہ بن حضرت شیخ دراب شاہ بن حضرت ادھم شاہ بن حضرت شیخ عینی شاہ بن حضرت شیخ سکندر شاہ بن حضرت شیخ احمد شاہ بن حضرت جبر شاہ بن حضرت امیر زیر بن اسد اللہ الفاسی امام امیر المؤمنین حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ امیر کیرم بن ابی طالب۔ (مناقب سلطانی)

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باعور ہبیبیہ کا شجرہ نسب میر قطب شاہ تک بالکل درست اور صحیح ہے۔ میر قطب شاہ یا میر قطب چیر کے بعد اعلیٰ انوں کے نسب نامہ میں اختلاف شروع ہوتے ہیں جیسا کہ قبلہ اعلیٰ اعلیٰ کا ایک نسب نامہ اور بھی دستیاب ہے جو کہ کالا باعث خاندان کے ہی ایک فرد ملک شیر محمد نے اپنی کتاب "تاریخ الاعوام" میں درج کیا ہے۔ مناقب سلطانی کے بیان کردہ نسب نامے اور تاریخ الاعوام کے مصنف ملک شیر محمد کے بیان کردہ نسب نامے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ سلطان حامد کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک نسب کا سلسلہ ان کے بیٹے امیر زیر کے ذریعے پہنچتا ہے جبکہ ملک شیر محمد کے نزدیک مسلسل نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ کے ذریعے پہنچتا ہے۔ ملک شیر محمد "تاریخ الاعوام" کا شجرہ نسب ملاحظہ ہو:

میر قطب شاہ بن شاہ عطاء اللہ عازیزی بن شاہ طاہر بن شاہ طیب عازیزی بن شاہ محمد عازیزی بن شاہ ملک آصف عازیزی بن شاہ بطن عازیزی بن عبد المناں عازیزی بن محمد بن حنفیہ بن علی المرتضی کرم اللہ وجہہ بن ابی طالب۔

"مناقب سلطانی" کے مصنف سلطان حامد ہبیبیہ نے جو شجرہ نسب دیا ہے اس میں لکھا ہے کہ سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باعور ہبیبیہ اخیائیں واسطیوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند امیر زیر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے اور امیر زیر رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حسن درج کیا ہے جو حسن پہلوان کی اولاد سے تھیں۔ مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زیر نام کے کسی بیٹے کا ذکر نہیں کی جس کی مشہور کتاب (معارف اہل تنبیہ، تاریخ طبری و تبریز) میں تھیں کیا گیا اور نہ ہی حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے کسی بیٹے کا نام "جبر شاہ" منقول ہے۔ بعض لوگوں نے اس مشکل کو یوں حل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان کے علم کے مطابق حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو زیر تھی۔ اس لیے صرف زیر بھی لکھ دیا گیا۔ صرف "انس الوعظیں" کے مصنف شیخ ابو بکر سندھی نے حضرت امیر زیر رضی اللہ عنہ کا مختصر ادا کر کیا ہے وہ لکھتے ہیں "حضرت امام

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے امیر زیر رضی اللہ عنہ باہر آئے۔ اس وقت امیر المؤمنین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں بھائی موجوہ تھے زیر علی، طلحہ علی، جعفر علی، جبکہ یہ زیر رضی اللہ عنہ ماں کے اکتو ج فرزند تھے۔ جب باہر آئے تو امیر المؤمنین حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ”اے بھائی! تو ماں کا دل مت جلا کیونکہ اس کا تو کوئی فرزند ہی نہیں ہے۔ ماں نے وہاں سے ہی زوردار آواز دی اور کہا ”اے حسین (رضی اللہ عنہ)! یہ بات مت کبوہ، میری جان اور میرے بیٹے کی جان آپ (رضی اللہ عنہ) پر قربان ہو جائے۔ آپ (رضی اللہ عنہ) کے بغیر ہماری زندگی کس کام کی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے زیر رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگایا اور زار و قطار رونے لگے۔ ”صاحب انسیں الاعظین لکھتے ہیں کہ اس کے بعد زیر رضی اللہ عنہ نے زوردار حملہ کیا اور شہید ہو گئے۔

محمد سرور خان اخوان ان دونوں شجوں سے اختلاف کرتے ہوئے ”وادی سون سیسر (تاریخ تہذیب، ثافت)“ میں لکھتے ہیں:

یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ اخوان قوم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک ان کا سلسلہ نسب آپ کے فرزند حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی وساطت سے ملتا ہے۔ بعض موئیین یا تذکرہ نویسوں نے ان تاریخی شوابد کو نظر انداز کرتے ہوئے محض عین تجھیں سے کام لے کر اخوانوں کو حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جس سے (اخوانوں کی) قومی تاریخ پر شکوہ و شہادت کے سامنے پڑ گئے ہیں۔ ذیل میں ان خواہ جات کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے ثابت ہو گا کہ اخوان قوم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں اور اس کے مورث اعلیٰ قطب شاہ بغدادی ہیں نہ کہ ملک قطب صیدر۔

1۔ موئیین کی تصریحات کے مطابق حضرت علیؑ کے صرف پانچ بیٹوں سے نسل چلی ہے باقی فرزند یا تولاد نبوت ہوئے یا شادی سے پہلے فوت یا کسی معزک میں شہید ہو گئے تھے۔ چنانچہ کتاب روندہ الشہداء (فارسی، مطبوعہ نول شور) فصل نامم کے صفحہ 377 پر مرقوم ہے ”از پنچ پر ان امیر عقب ماند حسن و حسین و محمد اکبر کے محمد بن حنفیہ کو یہ دعیاں شہید و عمر اطرف نہ تھی۔“

2۔ مناقب الحججیین (فارسی، مطبوعہ حجری) ذکر حضرت علیؑ (صفحہ 11) پر ہے ”وامسل علی الرضا از پنچ پر ان باقی ماند لیعنی امام حسن و حسین و محمد بن حنفیہ و محمد ابوعفضل عباس و عمر اطرف۔“

3۔ کتاب تسب الاقوام (عربی، مطبوعہ ایران) و کتاب ذکر العیاس اور کتاب مرآۃ الامرار کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان پانچ فرزندوں سے نسل چلی؛ امام حسن و حسین، عباس علمدار، محمد بن حنفیہ اور عمر اطرف۔

مندرجہ بالا خواہ جات کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ان پانچ صاحزوں سے اولاد چلی ہے اور کتاب الحجیہ کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے پانچوں فرزندوں کی اولاد کو علوی کہا جاتا ہے تاہم دیاں جند میں ایک امتیاز ہے کہ حسین کریمیں کی اولاد کو سید اور باقی فرزندوں کی اولاد کو علوی کہا جاتا ہے۔

کتاب میزان ہاشمی و میزان قطبی و خلاصہ الانساب کے مطابق اخوانوں کے مورث اعلیٰ قطب شاہ اولاد عباس بن علی ہیں۔ چنانچہ کتب مذکورہ کی اصل عبارت اس طرح ہے:

ومن العلوين الاعوان وشیر لهم هؤلئهون بن علي بن حمزه ابن طيار بن قاسم بن علي بن جعفر بن حمزه ابن حسن
بن عبد الله بن عباس بن علي بن ابي طالب هاشم القرىشي وعون بن المشهور على بن قاسم وعبد العلى وعبد الرحمن
وابراهيم وقطب شاه كآل من البغدادياء الهندي قائد فصادي اولاده اكثيرهم المشهورون بالعلويين ولبقائهم
الاعوان

ترجمہ: علویوں سے اخوان ہیں اور ان کا شگر و نسب اس طرح ہے: خون بین علی بین حمزہ، بن طیار بین قاسم بین علی بین جعفر بین حمزہ، بن حسن بین عبد اللہ، بن عباس بین علی بین ابو طالب بیشام قریشی۔ خون بین علی جو علی بین قاسم، عبد الرحمن، ابراہیم اور قطب شاہ کے نام سے بھی معروف ہیں، بغداد کے دریچے والے تھے۔ انہوں نے اور ان کی اولاد نے بیہاں سے ہند کا سفر کیا اور وہاں پر کچھ عرصہ قیام کیا۔ ان کی اولاد میں کچھ لوگ علوی اور کچھ اخوان مشہور ہو گئے۔ (واہی سون سیسر۔ تاریخ تہذیب، ثافت)

نام مبارک محمد بن عباس بن علیؑ کی اولاد ہیں۔ ان کی زوجہ محترمہ عائشہ حضرت شیخ عبدالقدور جیلانیؑ غوث الاعظمؑ پیر کی والدہ ماجدہ حضرت فاطر رحمۃ اللہ علیہا کی حقیقی بہن تھیں۔ جناب عونؓ پہلے امامیہ عقائد کر کتے تھے۔ جب ان کا بینا گوہر علی پیدا ہوا تو ان کے دل میں شیعہ مذہب کے بارے میں شکوہ و شبہات پیدا ہو گئے۔ انہوں نے ماہر علماء سے ان کے بارے میں کافی بحث و تجویض کی لیکن کہیں سے تسلی نہ ہوئی پھر امامیہ عقائد کے مطابق علماء شیعہ سے اپنے شکوہ و شبہات کو اہل سنت کی طرف منسوب کر کے جوابات طلب کیں ان جوابوں سے ان کی وقتی پرانگندگی اور قلمی خلجان میں اور اضافو ہوا یہاں تک کہ 471ھ میں ان کی زوجہ کی بہشیر و حضرت فاطر رحمۃ اللہ علیہا کی گود میں حضرت غوث الاعظمؑ جلوہ قلن ہوئے۔ ایک دن جناب عونؓ پر اپنی اہلیہ عائشہؑ کے ہمراہ ان کی بہن کے گھر کسی کام کی غرض سے گئے تو ان کی نظر حضرت غوث الاعظمؑ کے جمال پر پڑی تو ان کے دل سے امامیہ عقائد جز سے بکل گئے۔ اسی دن اہل سنت کے طریقہ پر نماز ادا کی اور بیشتر اسی طریقہ پر نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت غوث الاعظمؑ کی تجوییت کا ذکر اچارہ ایک عالم میں بنتے رہا اور لوگ اطراف و اکناف سے حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہونے لگے۔ جناب عونؓ حضرت غوث پاکؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپؓ کی بیعت کی معاہدات سے بہرہ مند ہوئے لیکن اس بات کو اپنے ساتھیوں سے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ وہ قطب مدار کے درجہ پر فائز ہوئے۔ اپنے بڑے فرزند گوہر علی کو اس راز سے آگاہ کر کے حضرت غوث پاکؓ کی خدمت میں حاضر کیا اور وہ بھی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد مذہب اہل سنت کو اعلامیہ اختیار کر لیا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ جناب عونؓ اور ان کا سارا خاندان شیعہ عقائد سے تاب ہو کر غوث پاکؓ کا حلقوں بن چکا ہے۔ اب جناب عونؓ اپنے تمام اقارب و رشتہ داروں کو ساتھ لے کر بارگاہ غوثیت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت غوث پاکؓ نے بعض کو بنداد میں سمجھنے اور بعض کو بند کی طرف سفر کرنے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ حسب ارشاد

عون بیہنے اپنے میلوں عبید اللہ اور محمد کو لے کر ہندوستان روانہ ہوئے اور پچھلے لوگوں کو غوث الاعظم بیڑا کی خدمت میں چھوڑا۔ عون بیہنے چند سال ہندوستان میں قیام کر کے سلسلہ قادری کی خوب اشاعت کی۔ وہند میں قطب شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے کیونکہ وہ قطب مدار کے مرتبہ پر فائز تھے۔ اسی وجہ سے حضرت غوث پاک بیڑا کے مرید انہیں قطب کہتے تھے اور ہندوستانیوں نے اس کے ساتھ لفظ ”شاہ“ کا اضافہ کر دیا۔ پھر قطب شاہ، حضرت غوث الاعظم بیڑا کے فرمان پر واپس بغداد پہنچے اور پہنچتے ہی مرض اسہال میں بنتا ہوا کر صاحب فراش ہو گئے۔ حضرت غوث پاک بیڑا ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے یہاں تک کہ شب جمعہ 3 رمضان 506ھ کو داشی اجل کو بیک کہا۔ حضرت غوث الاعظم بیڑا نے نماز جاہزادہ پڑھائی۔ مقبرہ قریش میں مدفن ہوئے۔ تحریقی رسومات سے فارغ ہو کر ہر کوئی اپنے کار و بار میں لگ گیا۔ اس وقت آپ کے بیٹے گورہ علی کی اولاد سے چار افراد تھے۔ گورہ علی غوث بیڑا، حضرت غوث الاعظم بیڑا کے فرمان کے مطابق اپنی اولاد کے ہمراہ ہند میں اقامت پذیر ہو گئے۔ ان کی اولاد انہی تک ہندوستان میں موجود ہے۔ (من 106-105)

محمد سرور خان اعوان مزید لکھتے ہیں:

﴿ بیزان قطبی، میزان ہاشمی اور خاصۃ الانساب کے مطابق قطب شاہ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں، بغداد میں پیدا ہوئے۔ وہاں سے ہند اور ہرات کا سفر کیا۔ واپس بغداد پہنچ کر وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ ان کی اولاد آج بھی ہند میں موجود ہے۔ اس نظریے کے بر عکس کچھ اعوان تذکرہ نویسوں نے محض سنی سانی سے سروپاروایات کی بنیاد پر نظریہ قائم کرنے کی کوشش کی کہ اعوان حضرت محمد بن حنفیہؑ اولاد ہیں اور اعوان کا لقب انہیں سلطان محمود غزنوی نے فوجی خدمات کے صدیں دیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مستند تاریخی کتب سے کوئی حوالہ نہیں کیا بلکہ ہاستان گواور قصہ گو لوگوں کی مبالغہ آمیز باطل پر اپنے نظریے کی بنیاد رکھی۔ ”(وادی سون سیمسن ہارن اہنڈ ب، گاہات) ڈاکٹر نیمن عبد الجید سندھی ”پاکستان میں صوفیان تحریکیں“، میں تحریر فرماتے ہیں کہ سید قطب شاہ بغدادی غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی بیڑا کے خلیفہ ہیں اور انہوں نے براہ راست سیدنا غوث الاعظم بیڑا سے خرق خلافت حاصل کیا تھا۔ پھر مزید تفصیل اس طرح سے تحریر فرماتے ہیں:

﴿ حضرت سید عون قطب شاہ علوی بغدادی بیہنہ کئی ناموں سے مشہور ہیں مثلاً علی، عون، عبد الرحمن، عبد العلی، ابراہیم، قطب شاہ وغیرہ۔ شجرہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اس طرح ملتا ہے: سید عون بیہنہ بن قاسم بن حمزہ ہاشمی بن خیار بن قاسم بن علی بن حمزہ الاکبر بن حسن بن عبد اللہ مدینی بن عباس علمدار بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت قطب شاہ بیہنہ سن 419ھ (1028ء) میں تولد ہوئے اور 3 رمضان

۱۔ محمد سرور خان اعوان نے قطب شاہ بیہنہ کا سال 506ھ درج کیا ہے لیکن یہ درست معلوم نہیں ہوا کیونکہ غوث الاعظم سیدنا عبد القادر جیلانی بیڑا نے 506ھ میں ائمۃ تقلیل و ارشاد بیہنہ سنبھالی تھی جبکہ ڈاکٹر نیمن عبد الجید سندھی نے سال 552ھ درج کیا ہے جو درست معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ ناشر اک ورنہ کا قوی اوارہ اسلام آپا دا وار اشتعل ناشران اردو بازار لاہور
جے ہلیٹر سینک میں پھیلی ہے لاہور۔

552ھ (1161ء) میں فوت ہوئے اور مقبرہ قریش میں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد عرب، ایران اور ریشمیر پاک و ہند میں کثیر تعداد میں موجود ہے۔ پاکستان میں اعوان خود کو آپ کی اولاد ظاہر کرتے ہیں۔ (صفحہ 78)

ہم نے اعوانوں کے تمام شجوں کو درج کر دیا ہے۔ اصل مقصود یہ ہے کہ خاتم کو سامنے لایا جائے لیکن اس بات کو بھی مر نظر کھیں کہ مناقب سلطانی حضرت اُنی سلطان باہو ہیں کے حالات زندگی پر اولین کتاب ہے جو آپ ہیں کی ساتوں پشت میں سلطان حامد علیؑ نے تحریر کی اور اعوانوں کا شجرہ کالاباغ کے رسیسوں کے کتب خانہ کی کسی کتاب سے نقل کیا ہے۔ دوسرا شجرہ و نسب ملک شیر محمد نے اپنی کتاب "تاریخ الاعوان" میں درج کیا ہے، ان کا تعلق بھی کالاباغ سے ہے لیکن یہ دونوں شجرے تحقیق سے خالی ہیں اور محض کتب سے نقل کردی یئے گئے ہیں البتہ محمد صرور خان اعوان کا شجرہ تحقیق سے پہلے ہے اور انہوں نے اسے ثابت بھی کیا ہے۔ اہل تحقیق کے لیے دروازے اب بھی کھلے ہیں۔

اعوانوں کے نسب نامے میں اس الجھاؤ اور اختلاف کے باوجود جو خاتم مصدق اور مسلمہ ہیں وہ یہ ہیں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ تمام شجوں کا اختتام قطب شاہ ہیں پر ہوتا ہے جن کی شخصیت پر کسی کو اختلاف نہیں۔ اعوان جہاں بھی ہوں اپنا شجرہ نسب میر قطب شاہ سے ہی ملاتے ہیں اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اعوان حضرت علیؑ کرم اللہ و جد کی غیر فاطمی اولاد ہیں۔ لیکن جہاں تک حضرت اُنی سلطان باہو ہیں کا تعلق ہے وہ نسلی تفاخر کے قائل نہیں اور آپ ہیں نے اپنی کتاب میں کہیں بھی اعوان قوم کی برتری کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کہیں اپنی فضیلت آں علیؑ کے حوالے سے بیان کی ہے بلکہ آپ ہیں فرماتے ہیں:

نقیری کا تعلق سید یا قریشی یا مشہور ہونے سے نہیں بلکہ اس کا تعلق اللہ کی معرفت سے ہے، جسے چاہے اللہ عطا فرمائے۔ (ابوالبدن خور)

فخر کسی کی سات پشتی میراث نہیں ہے۔ (بن المقر)

معرفت و دیدار کا یہ مرتبہ فیض و فضل الہی اور بخشش و عطاۓ الہی ہے، اللہ جسے چاہتا ہے اس سے نواز دیتا ہے۔ درویشی کے ان مراتب کا تعلق حرب و نسب، شہرت یا سید و قریشی ہونے سے نہیں بلکہ درود، ہمت اور صدق سے ہے۔ (ابوالبدن کاہان)

حضرت سلطان باہو ہیں کے اجداد

سلطان العارفین حضرت اُنی سلطان باہو ہیں کے اجداد و اوی سون سیمسر (عاصیل بو شہرہ ضلع فوشاب) کے گاؤں انگلہ میں رہائش پذیر رہے اور آپ ہیں کے آبا و اجداد کے مزارات اور مختلف مقامات کے آثار اب تک انگلہ اور اس کے گرد و نواحی میں موجود ہیں۔ انگلہ کے قبرستان میں سلطان العارفین حضرت اُنی سلطان باہو ہیں کے دادا حضرت سلطان فتح محمد ہیں کا مزار ہے۔ اس کے ساتھ ہی سلطان العارفین ہیں کی دادی محترمہ کا مزار مبارک بھی ہے۔ اس قبرستان سے ذرا آگے درمیان میں مرگ کے اور اس مرگ کے ساتھ ہی پرانا قبرستان ہے جہاں پر آپ ہیں کے نناناگی تربت مبارک موجود ہے۔

والدین

سلطان العارفین حضرت فتحی سلطان باخو بیہد کے والد محترم کا اسم گرامی حضرت سلطان بازید محمد بیہد تھا۔ سلطان العارفین حضرت فتحی سلطان باخو بیہد اپنی کتب کے شروع میں اپنا تعارف جن الفاظ سے کرتے ہیں اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے لیکن "تصنیف فتحی باخو ولد بازید محمد عرف احوال" ۱

حضرت بازید محمد بیہد پیشہ ور سپاہی تھے اور شاہجہان کے لشکر میں ایک متاز عہدے پر فائز تھے۔ آپ بیہد صاحب شریعت کے پابند اور حافظ قرآن تھے۔ آپ بیہد نے اپنی جوانی لشکر کے ساتھ بسر کی اور تمام جوانی جہاد کی نذر کر دی۔

عقلی عمر میں شاہی دربار چھوڑ کر چب چاپ والپیس اپنے علاقے میں چلے آئے اور ایک رشتہ دار ہم کفو خاتون حضرت بی بی راستی رحمت اللہ علیہ سے نکاح فرمایا۔ آپ بیہد کی اہلیہ بی بی راستی رحمت اللہ علیہا عارف کاملہ تھیں اور پاکیزگی اور پارسائی میں اپنے خاندان میں معروف تھیں۔ اکثر ذکر اور عبادت میں مشغول رہتی تھیں۔ وادی سوانح سعیر کے گاؤں انگد میں وہ جگہ اب تک معروف و محفوظ ہے جہاں آپ رحمت اللہ علیہا ایک پیارا زی کے دامن میں چشمہ کے کنارے ذکر اسم اللہ ذات میں محور ہا کرتی تھیں۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باخو بیہد اپنی تصانیف میں اپنی والدہ محترمہ سے عقیدت و محبت کا بارہا تجھہار فرماتے ہیں "ماں راستی صاحبہ (رحمت اللہ علیہا) کی روح پر اللہ تعالیٰ کی صدبار رحمت ہو کہ انہوں نے میرا نام باخور کھو رکھا"۔ آپ بیہد عین الفقر میں فرماتے ہیں:

✿ راشی از راستی رحمت و غفران بود بر راشی

ترجمہ: حضرت بی بی راستی رحمت اللہ علیہا سچائی سے آ راستہ ہیں۔ یا اللہ! تو حضرت بی بی راستی رحمت اللہ علیہا پر رحمت نازل فرمادی اور ان کی مغفرت فرم۔

آپ بیہد کی والدہ کا پایہ فقر میں بہت بلند تھا اور وہ فقائی خوا کے مرتبہ پر تھیں۔ اپنے بچے کا نام باخور کھاتواں ہتا پر کہ آپ رحمت اللہ علیہا کو بارہا وحق تعالیٰ سے سلطان العارفین حضرت سلطان باخو بیہد کی والدات اور بلند مرتبہ کی اطاعت مل پچھلی تھی اس لیے آپ رحمت اللہ علیہا نے حکم الہی کے تابع آپ بیہد کا نام باخور کھا۔ سلطان العارفین حضرت فتحی سلطان باخو بیہد کی ابتدائی تربیت بی بی راستی رحمت اللہ علیہا نے کی اور آپ بیہد نے اپنی والدہ سے ہی ابتدائی باطنی تربیت بھی حاصل کی۔

محک الفقر (کاں) میں آپ بیہد فرماتے ہیں:

✿ میری والدہ کو ایسا ذکر حاصل تھا کہ آنکھوں سے خون نکلتا تھا۔ یہ حال مجھ پر بھی وارد ہوا۔ اس کو حضور حق کہتے ہیں۔

حضرت سلطان بازید محمد بیہد نکاح کے بعد جب اپنی اہلیہ محترمہ حضرت بی بی راستی رحمت اللہ علیہا کے ساتھ درب بننے لگے تو ان کی پارسائی اور عبادت گزاری سے بہت متاثر ہوئے۔ اب وہ خود عمر کے اس مرحلے پر تھے جب آدمی اپنے اندر تجزیے میں معروف ہوتا ہے کہ زندگی میں کیا کھویا، کیا

پایا۔ کچھ فیض از لی نے آپ کو متوجہ کیا تو آپ بیسے نے دنیا ترک کر دی اور طے کیا کہ آئندہ اسباب دنیاداری سے الگ رہ کروہ بھی صرف یاددا میں زندگی بسر کریں گے۔ دل میں یہ قصد لے کر ایک دن آپ بیسے کسی کو بتائے بغیر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور ملان پہنچ۔ چونکہ آپ بیسے فوج چھوڑ کر گئے تھے اور سلطنت دہلی سے آپ بیسے کا حلیہ مشتہر کیا جا دکا تھا اس لیے سرکاری اہلکار آپ بیسے کی تلاش میں تھے۔ ملان میں آپ بیسے پہچان لیے گئے اور حاکم ملان کے سامنے پیش کیے گئے۔ جب ملان کے حاکم نے حضرت بازید محمد بیسے کا چھرہ مبارک، لباس، آلات جنگ اور سواری کی گھوڑی (شین) دیکھی تو آپ بیسے سے بہت مندرجہ اور آپ بیسے کا دور و پیغمبریہ مظہر کیا۔ آپ بیسے ملان میں ایک مکان کے اندر تھائی میں یادا گئی میں مشغول ہو گئے اور بالآخر ولی اللہ اور بارگاہ اُنہی کے مقابل بندے ہوئے۔

”پس جس شخص کو بادی مطلق ظاہری و ملیہ (یعنی سب) کے بغیر خود فیض و فضل سے اپنے قرب کی طرف کھینچ لے اسے جاذباتی کیا ضرورت ہے اور وہاں دیرہ کیا ہے۔ اس راہ میں عقل کا گھوڑا انتکڑا ہے۔ یہ فضل اُنہی ہے جسے چاہے عنایت کروے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔“ (ابن حماد الحنفی)

آپ بیسے کے ملان میں قیام کے دوران حاکم ملان اور راجہ مرودت کے درمیان جنگ چڑھ گئی۔ چونکہ آپ بیسے تجماً ملازم تھے اس لیے اس خدمت کے لیے آپ بیسے کو کسی نے یاد نہیں کیا۔ آپ بیسے خود بخود گھوڑی پر ضرورتی اسباب باندھ کر اور تھیار لگا کر ملان کے حاکم کی خدمت میں پہنچ اور کار خدمت کی درخواست کی۔ حاکم نے پوچھا ”آپ لشکر میں کس برادری کے جھنڈ میں شریک ہو کر جنگ کریں گے؟“ عرض کیا ”چونکہ میں اکیلا تھوڑا کھاتا رہا ہوں اب جو کچھ مجھ سے ہو گا اکیلا ہی خدمت کروں گا۔“ آپ بیسے کی یہ بات سن کر دربار کے تمام امرا اسکرا دیئے۔ حاکم نے کہا ”کوئی معاشر نہیں جس طرح یہ مرد کہے اسی طرح کرنا چاہیے۔“ پھر آپ بیسے نے عرض کی ”ایک شخص راست کا واقف اور ایک تصویر راجہ مرودت کی عنایت ہو۔“ پھر اپنے دلوں چیزیں مجبوری کر دی گئیں۔ آپ بیسے سلام کر کے روانہ ہوئے اور جب قلعہ مرودت کے قریب پہنچے تو ساتھی کو رخصت کیا اور خود شہر کی راہی۔ ایک ہی چھلانگ میں آپ بیسے کی گھوڑی قلعہ کی فصیل پار کر گئی۔ قدرت دیکھی کہ آپ بیسے سیدھے راجہ مرودت کی پکھری میں جا چکھرے اور سب دربار یوں کی موجودگی میں راجہ کا سر کاٹ کر قربوں سے لے ہوئے تو بڑہ میں رکھ لیا۔ اس اچانک افتاؤ سے تمام دربار یوں پر حالت سخت طاری ہو گئی اور کسی کو آپ بیسے کی طرف ہڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ شہر کے تمام دروازے بند کر دیئے گئے تاکہ آپ بیسے فرار نہ ہو سکیں لیکن آپ بیسے کی شہین گھوڑی پھر ایک ہی چھلانگ میں قلعہ کی فصیل پھلانگ میں گئی۔

حضرت بازید محمد بیسے جب ملان کے حاکم کے دربار میں راجہ مرودت کا سر اکیلے لے کر داخل ہوئے تو آپ بیسے کی یہ کرامت دیکھ کر حاکم جہران رہ گیا۔ آپ بیسے کے اس کارنامے کی شہرت جب دہلی کے دربار تک پہنچنے تو پہچان لیے گئے اور شاہ بھajan نے آپ بیسے کو واپس بولایا۔ آپ بیسے نے مذکورت کی اور کہا کہ باقی عمر یاد خدا میں بس رکنا چاہتا ہوں۔ لہذا ان کی سابقہ خدمات کے پیش نظر یہ درخواست نہ صرف منحصر ہوئی بلکہ شور کوٹ کی جا گیر بھی انہیں عطا ہوئی جس کا رقم 25 ہزار ایکڑ میں پر مشتمل تھا۔ آپ بیسے نے اپنی اہلیہ کے ساتھ انہوں کو چھوڑ کر

شورکوت میں رہائش اختیار کر لی۔ تاریخ میں حضرت بازیہ محمد بیہدی اور حضرت بی بی راستی رحمت اللہ علیہا کے درست سن وفات کا تذکرہ نہیں ملت۔ مناقب سلطانی سے بس اتنا معلوم ہوا ہے کہ حضرت بازیہ محمد بیہدی کا انتقال سلطان العارفین حضرت تجی سلطان باہو بیہدی کے پچھن میں ہی ہو گیا تھا۔ لیکن ماں صاحب رحمت اللہ علیہا اس وقت بھی زندہ تھیں جب سلطان العارفین حضرت تجی سلطان باہو بیہدی کی عمر مبارک 40 سال تھی۔ سلطان العارفین حضرت تجی سلطان باہو بیہدی کے والدین کے مزار مبارک شورکوت شہر میں ہیں اور مزارات مائی باپ حضرت تجی سلطان باہو بیہدی کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

سلطان العارفین حضرت تجی سلطان باہو بیہدی کے والدین کے مزارات، جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، شورکوت ضلع جھنگ میں ہیں لیکن مناقب سلطانی میں ایک سہوئی وجہ سے سلطان العارفین حضرت تجی سلطان باہو بیہدی کی والدہ محترمہ بی بی راستی رحمت اللہ علیہا کے مزار کی جگہ کے بارے میں کچھ احتلاف پایا جاتا ہے۔ صاحب مناقب سلطانی کے نزدیک بی بی راستی رحمت اللہ علیہا کا مزار مبارک ملتان میں ہے تک شورکوت میں۔ سلطان حامد تحریر کرتے ہیں ”جتاب (سلطان باہو بیہدی) کے والدہ بزرگوار کا مزار قصبه شورکوت میں ہے جو آنحضرت کی جائے پیدائش ہے۔ قصہ مذکورہ کے شہاب مغربی گوشہ میں قربی صاحبان کی مسجد کے سجن میں شیخ طلحہ قریشی کی قبر کے پاس مزار اور خانقاہ ہے۔ جتاب کی والدہ ماجدہ کے مزار کے بارے میں احتلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ یہیں مسجد میں جو دو مزار ہیں آنحضرت کے والدین کے مزار مبارک ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ملتان کے گرد و نواحی میں الٹف آباد کے قریب بی بی پور کے سادات عظام کے قبرستان میں ہے جو کہ ان توں کلاں نامی گاؤں میں ہے جو سلطنت وہلی کی طرف سے آنحضرت کے والدہ کو بلور جا گیرا تھا اور یو وہ باش بی بی پور مذکورہ میں نیک لوگوں، شریفوں اور سادات عظام کے پڑوں میں اختیار کی تھی وہیں وفات پائی اور سادات شریف کے مقبروں کے پاس جگد پائی۔“ (منابع سلطانی۔ جتاب (وال۔ فصل ۲۴))

”تذکرہ اولیائے جھنگ“ کے مصنف بلال زیری بھی صاحب مناقب سلطانی سے مختص نظر آتے ہیں، لکھتے ہیں:

﴿ اس پاک خاتون (بی بی راستی رحمت اللہ علیہا) کا انتقال شاہ جہان کے آخری سال حکومت 1068ھ میں ہوا۔ آپ کا جسد قبرستان ہیجاں ملتان میں پر دھاک کیا گیا۔ ﴾

جب تذکرہ اولیائے جھنگ کے پہلے، دوسرا اور تیسرا ایڈیشن میں اس عمارت کی اشاعت پر بہت زیاد تحریق اور اعتراضات ہوئے تو بلال زیری صاحب نے پوچھتے ایڈیشن میں ان اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

۱۔ مصنف ”تذکرہ اولیائے جھنگ“ نے حضرت بازیہ محمدی مدرس الحسینی سالم بیان کی ہے اور وہ ادالت کا سال 987ھ اور سال 1056ھ درج فرمایا ہے۔ اس صاحب سے آپ بیہدی کے مصال کے وقت حضرت سلطان باہو بیہدی کی عمر مبارک 17 سال تھی ہے یہ کیونکہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ 17 سال کی مر بچپن کی اُسی شاپ کی ہوتی ہے جو بزرگ روایت کے مطابق آپ بیہدی کا اصل سلطان العارفین حضرت تجی سلطان باہو بیہدی کے پچھن میں ہی ہو گیا تھا۔

مصنف ”تذکرہ اولیائے جھنگ“ نے حضرت بی بی راستی رحمت اللہ علیہا کا سن وصال 1068ھ درج فرمایا ہے یہ بھی درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ حضرت بی بی راستی رحمت اللہ علیہا اس وقت زندہ تھیں جب سلطان العارفین حضرت تجی سلطان باہو رحمت اللہ علیہ ظاہری وفات بیہت کے لیے وہلی تحریف لے گئے تھے اور اس وقت سلطان العارفین حضرت تجی سلطان باہو رحمت اللہ علیہ کی عمر مبارک تقریباً 40 سال تھی اور سن بھری اس وقت 1078ھ تھی۔

”حضرت سلطان العارفین سلطان محمد باخوہ بیہد کی والدہ محترمہ کے مزار کے بارے میں اختلاف پیدا ہوا۔ میری تالیف میں ان کا مذہن قبرستان یہیاں ملتان میں نکور ہے مگر بعض بزرگوں نے اسے غلط بتایا ہے۔ ان کی خدمت میں دست بست گذارش ہے کہ مزار کے متعلق واضح ترین سند کوئی نہیں ہے صرف کتاب مناقب سلطانی سے ہی مزار کے مقام کا تھیں ہو سکتا ہے۔ حضرت بی بی رحمت اللہ علیہا کے حالات کے تحت مذکورہ صدر کتاب کا پورا خواہ موجود ہے جس سے غلط فہمی کا ازالہ ہو سکتا ہے۔“ (صل 10۔ اشتہر پیغمبر)

اب ہم تحقیق کے مطابق اس اختلاف کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صاحب مناقب سلطانی نے بی بی رحمت اللہ علیہا کے مزار مبارک کی جگہ ملتان میں کیوں تحریر کی۔ پہلے وہ مخفی و لاکل تحریر کیے جاتے ہیں جو ہر صاحب تصنیف نے اپنی تصنیف میں اس لیے تحریر کیے ہیں کہ ثابت کیا جاسکے کہ آپ کے والدین پاک کے مزارات وہی ہیں جو شورکوت میں ”مزارات مائی باپ“ کے نام سے مشہور و معروف ہیں نہ کہ ملتان میں ہیں:

1۔ سلطان حامد بیہد مناقب سلطانی میں ہی تحریر کرتے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باخوہ بیہد کی والدہ کا انتقال تو بھیں میں ہی ہو گیا تھا لیکن آپ رحمت اللہ علیہ کی والدہ محترمہ بی بی رحمت اللہ علیہا اس وقت بھی حیات تھیں جب سلطان باخوہ بیہد کی عمر 40 سال تھی یعنی 1078ھ تک سلطان العارفین حضرت گنجی سلطان باخوہ بیہد کی والدہ محترمہ بیہد حیات تھیں اور یہ اور انگریز ریب کا دور حکومت ہے نہ کہ شاہ جہاں کا۔ پھر آپ جب سید عبد الرحمن جیلانی دہلوی بیہد کی بیعت کے لیے دہلی تشریف لے گئے تو آپ بیہد کی والدہ محترمہ اس وقت بھی زندہ تھیں اور شورکوت میں ہی قیام پڑی تھیں۔

2۔ کوئی ایسی روایت موجود نہیں ہے کہ حضرت بی بی رحمت اللہ علیہا اگہر سے شورکوت منتقل ہونے کے بعد سے اس کا پہنچنے شوہر کی حیات میں یا وصال کے بعد شورکوت سے باہر تشریف لے گئی ہوں۔

3۔ سلطان العارفین حضرت گنجی سلطان باخوہ بیہد کے والد نے شورکوت میں ایک وسیع جا گیر چھوڑی تھی۔ حضرت گنجی سلطان باخوہ بیہد تو اس طرف توجہ نہیں دیتے تھے اس لیے تمام جا گیر کی دیکھ بھال بی بی رحمت اللہ علیہا کی ہی ذمہ داری تھی۔ اس ذمہ داری کی وجہ سے آپ رحمت اللہ علیہا کو بھی شورکوت سے باہر نکلنے کی فرصت ہی نہیں ملی۔

4۔ والدہ محترمہ کے وصال کے وقت سلطان العارفین حضرت سلطان باخوہ بیہد چالیس سال یا اس سے زائد عمر کے تھے اور بوقت وصال حیات بھی تھے اور موجود بھی تھے۔ انہوں نے یقیناً اپنی والدہ محترمہ کو اپنے آپاں شہر اور اپنے والدہ محترم کے پہلو میں ہی دفن کیا ہو گا نہ کہ کسی دور دراز علاقوں میں لے گئے ہوں گے۔

مندرجہ بالا تمام دلائل یہ حقانیت ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ والدہ محترمہ سلطان باخوہ بیہد کا مزار مبارک شورکوت میں ہی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قبرستان یہیاں جواب ملتان شہر کے رملے عینیں کے جنوب میں واقع ہے اور بی بی پاک دامن یا پاک مائی کے قبرستان کے

نام سے مشہور ہے اس میں ”بی بی راستی“ کا فیروزی رنگ کی کاشی کی خوبصورت اینٹوں کا تعمیر شدہ قدیم مزار مبارک موجود ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر سلطان العارفین حضرت شیخی سلطان باہو بیوی کی والدہ مختارہ بی بی راستی رحمت اللہ علیہا شورکوٹ میں مدفن ہے تو یہ بی بی راستی کون ہے جو یہاں مدفن ہے؟

تحقیق کے مطابق حضرت بی بی راستی رحمت اللہ علیہا جو یہاں مدفن ہے وہ فرنانی کی شہزادی تھیں اور اپنے والد سلطان جمال الدین محمد الفرنانی کے بھراہ سہروردی سلسلہ کے مشہور بزرگ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمت اللہ علیہ کی زیارت کے لیے آئی تھیں۔ سلطان جمال الدین محمد الفرنانی نے حضرت بہاؤ الدین زکریا بیوی کے دست مبارک پر بیعت کر لی اور ان کے طبق ارادت میں شامل ہو گئے۔ ان کی صاحبزادی شہزادی بی بی راستی کی شادی حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمت اللہ علیہ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت صدر الدین عارف رحمت اللہ علیہ سے کر دی اور عصمت مآب اور پاک دامن کا القب عطا فرمایا۔ آپ پاک مائی بی بی پاک دامن کے لقب سے مشہور ہوئیں اور انہی بی بی راستی رحمت اللہ علیہ کے بطن مبارک سے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح بیوی کی ولادت با سعادت ہوئی۔ شہزادی بی بی راستی رحمت اللہ علیہ کا وصال 695ھ میں ہوا اور قبرستان یہیاں میں دفن ہوئیں۔

ذاکرہ میں عبدالجید سندھی ”پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں“ میں ان بی بی راستی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت رکن الدین ابوالفتح عظیم المرتبت ہیر طریقت تھے۔ حضرت صدر الدین عارف کے فرزند اور حضرت خوشنہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے بھتے تھے۔ آپ بیوی کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی راستی تھا جو زبد و تقویٰ کی وجہ سے اپنے وقت کی رابع بھری کہلانی تھیں۔ انہوں نے اپنے سر حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمت اللہ علیہ سے روحانی و باطنی تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت سے انہیں خاص شفف تھا۔ روزانہ کام مجید ختم کرتی تھیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم 389)

قبرستان یہیاں (قبرستان بی بی پاک دامن یا پاک دامن) میں مدفن بی بی راستی رحمت اللہ علیہا حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمت اللہ علیہ کی بھو۔ حضرت صدر الدین رحمت اللہ علیہ کی زوج مختارہ اور حضرت رکن الدین ابوالفتح رحمت اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

یہ کو صاحب مناقب سلطانی سلطان حامد صاحب سے کیوں کہا جائے؟ اس سلسلہ میں عرض ہے کہ مناقب سلطانی کی تصنیف کے دوران سلطان حامد ملتان تشریف لے گئے تھے اور بی بی راستی رحمت اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دی تھی جس کا ذکر انہوں نے مناقب سلطانی میں بھی فرمایا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ نام کی مہماںگت کی وجہ سے ان سے یہ سہو ہو گیا ہو۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو بیوی کے متعدد سوائیں نگار اس پر تحقیق ہیں کہ

۱۔ سید جنم احسن فضلی نے اشرف حرب میں بی بی راستی الحنفی بی بی پاک دامن رحمت اللہ علیہا زوج صدر الدین عارف بیوی کا ٹھہر و اب یوں درج فرمایا ہے بی بی راستی الحنفی بی بی پاک دامن بنت شیخ جمال الدین محمد الفرنانی بن سلطان عبد الرحیم احمد بن سلطان عبد العالیٰ مخدوم بن سلطان عبدالعزیز خالد بن سلطان عبد المطلب بن سلطان عبد الحمید قاسم بن سلطان عبد الصمد عجیب بن سلطان عبد الرؤوف تاج الدین علی بن عبد الشارم محمود بن عبد الغنی محمود بن عبد الرحیم زین العابدین بن ابوالنور علی بن ابوالقاسم محمد بن عبد اللہ عزیز بن حضرت علیان غنیٰ پیغمبر۔

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باہمتو بیہید کے والد اور والدہ مختار مد کے مزارات وہی ہیں جو شور کوٹ میں "مزارات مائی باب" کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔

ولادت باسعادت

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باہمتو بیہید کیم جہادی الٰہی 1039ھ (17 جون 1830ء)، بروز جمعرات بوقت غیر شاید جہاں کے عہد حکومت میں تقبیہ شور کوٹ ضلع جہانگیر میں پیدا ہوئے۔ صاحب مناقب سلطانی کے بیان کے مطابق حضرت بی بی رحمۃ اللہ علیہا جب انگہ (وادیِ سون عیسیٰ) سے شور کوٹ پہنچیں تو آمید سے تھیں اور انہیں الہاما و کھفا معلوم ہو چکا تھا کہ یہ پیغمبر عارفین کا سلطان ہو گا اور اس کی ولادت وادیِ چناب میں ہو گی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہا چونکہ پیدا ہوئے والے پیچے کے مقام سے آگاہ تھیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہا کو نام بھی بتا دیا گیا تھا اس لیے بھکم خداوندی آپ بیہید کا نام "باہمتو" رکھا گیا۔ آپ بیہید خود فرماتے ہیں:

❖ نام باہمتو مادر باہمتو تھا زانکہ باہمتو داعی باہمتو نہاد
ترجمہ: باہمتو کا ماں نے نام باہمتو کھا کیونکہ باہمتو بیش خو کے ساتھ رہا۔

آپ بیہید سے قبل تاریخ میں کسی بھی شخص کا نام باہمتو نہیں ہے۔ سلطان باہمتو بیہید اس کھوکے عین مظہر ہیں اور اپنی تمام کتب میں ہر جگہ اپنے آپ کو نقیر باہمتو فی خوکہ کر کر فرماتے ہیں اور جا بجا پی فنا اور بہا اس کھوکے عین فرماتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

❖ اگر بائے بشریت حاصل نہ ہوے باہمتو میں باہمتو است

ترجمہ: اگر بشریت کی ہادری میان میں حاصل نہ ہو تو باہمتو میں یا ہو ہے۔

صاحب مناقب سلطانی سلطان باہمتو بیہید کا پورا نام "سلطان باہمتو بیہید" لکھتے ہیں اور آج کل کچھ مصنفین آپ بیہید کا نام محمد باہمتو بیہید یا سلطان محمد باہمتو بیہید بھی لکھ رہے ہیں جیسا حالانکہ آپ بیہید نے اپنی تمام اتساقیت میں اپنا نام "باہمتو" تحریر فرمایا ہے۔ آپ بیہید فرماتے ہیں:

❖ باہمتو والدہ نے اس کا نام باہمتو (بیہید) اس لیے کہا کہ وہ بر لمحہ خو کے ساتھ رہتا ہے۔ (صحیح الفرقہ)

صد آفرین ہو باہمتو (بیہید) کی والدہ پر۔ باہمتو (بیہید) جو بی بی رحمۃ اللہ علیہا کا بیٹا ہے ذکر یا خوکے میں سرور رہتا ہے۔ (صحیح الفرقہ)

جبکہ تک "سلطان" کے آپ بیہید کے نام کا حصہ ہونے کا اعلان ہے تو انسان کامل کے بارے میں شیخ اکبر گی المدین ابن عربی بیہید فرماتے ہیں "انسان کامل سے مراد قطب زمان ہے اور وہ اپنے وقت کا سلطان ہے۔" (ترمذی، تفسیر قرآن)

میرے مرشد پاک سلطان الفقر ششم حضرت گنی سلطان محمد اصغر علی بیہید کا فرمان ہے "ذکر خو سلطان الاذ کار ہے اور جو خو میں فنا ہو کر فنا فی خو ہو جائے وہی سلطان ہے۔" حضرت گنی سلطان باہمتو بیہید تو سلطانوں (مارثین) کے سلطان ہیں یعنی سلطان العارفین ہیں اور مرتبہ آپ بیہید

کا سلطان الفقر ہے اس لیے 'سلطان' آپ بیہدہ کے نام کا حصہ بن گیا۔ بعد میں بعض مصنفین اور محققین نے عقیدت کے طور پر 'محمد' آپ بیہدہ کے نام کے ساتھ لکھن شروع کر دیا۔ عوام الناس آپ بیہدہ کو 'حق باہمتو' کے نام سے پکارتے ہیں۔ رسالہ رحمتی شریف میں آپ بیہدہ فرماتے ہیں:

الملقب من الحق بالحق

ترجم: حق کی طرف سے اُسے (باہمتو) یا لقب ملا ہے کہ وہ (باہمتو) حق کے ساتھ ہے۔

یعنی بارگاہ حق تعالیٰ سے آپ بیہدہ کو 'حق باہمتو' کا لقب عطا ہوا ہے۔ اسی نسبت سے عوام الناس میں آپ بیہدہ 'حق باہمتو' کے نام سے مشہور ہو گئے۔

آپ بیہدہ کا فیض بچپن سے جاری ہو گیا

سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باہمتو بیہدہ کی آنکھوں میں بچپن سے ہی ازلی نور چک رہا تھا اور پیری شانی توہن حق سے منور تھی۔ یہ نور ازل زمانہ شیرخواری میں ہی اپنے جوہر دکھانے لگا۔ آپ بیہدہ کی والدہ ماجدہ عبادت یاذ کردہ تصور اسم اللہ ذات میں مجھ ہوتیں تو اس یقین کے ساتھ کہ یہ معصوم بچہ ان کی عبادت میں حارج نہیں ہو گا۔ آپ رحمت اللہ علیہ کا یہ عالم تھا کہ آپ بیہدہ بھی محظوظ بجانی سیدنا غوث الاعظم ہیں ہو گی طرح رمضان المبارک کے دونوں میں دو دفعہ نہیں پیتے تھے۔ آپ بیہدہ کی خصیت بچپن میں ہی اتنی پرکشش تھی کہ جس پر نظر ڈالتے اس کی زندگی کو یہ بدلتے اور وہ خود بخوبی تغییب اور تبلیغ کے لئے شہادت پڑھ کر وائزہ اسلام میں آ جاتا۔ یہ ایک بیویب و غریب صورت حال تھی جس سے غیر مسلم حدود چھٹا کاف ہو گے۔ چنانچہ انہوں نے باہمی صلاح مشورے کے بعد آپ بیہدہ کے والد ماجد حضرت بازیہ محمد بیہدہ سے درخواست کی کہ جب بھی آپ کا بچہ اکیا یا کسی کے ساتھ گھر سے باہر نکلے تو بر امیر بانی منادی فرمادیا کریں تاکہ ہم خود کو اس بچے کی نظر سے دور رکھ سکیں۔ پھر شورکوٹ کی فضا میں بیویب مظفر دیکھتیں کہ جب بھی آپ بیہدہ کے باہر نکلنے کا اعلان ہوتا تو غیر مسلم اپنے گھروں، دکانوں اور فضلاؤں میں بچپ جاتے لیکن جس پر آپ بیہدہ کی نظر پڑ جاتی وہ فوراً گھر پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔ آپ بیہدہ کی یہ کرامت آخر عمر تک جاری رہی کہ جس ہندو پر بھی حضرت حقی سلطان باہمتو بیہدہ کی نظر پڑتی وہ مسلمان ہو گیا۔ ایک دفعہ آپ بیہدہ کی طبیعت بہت ناساز ہو گئی تو آپ بیہدہ کے حکم سے برہمن طبیب سے علاج کے لیے رابطہ کیا گیا۔ برہمن طبیب نے جواب دیا میں ذرتا ہوں کہ اگر میں ان کی نگاہ کے سامنے گیا تو مسلمان ہو جاؤں گا۔ ان کا قاروروہ (وہ برتن جس میں پیشہ ذوال کریم مرضی تشخیص کرتے ہیں) یہاں بیکھج دو۔ جب آپ بیہدہ کا قاروروہ اس طبیب کے ہاں پہنچا یا گیا تو طبیب اسے دیکھتے ہی مسلمان ہو گیا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ صاحب مناقب سلطانی نے قاروروہ کا ذکر کیا ہے لیکن سیدنا پیر سید ردا یات کے مطابق اور میرے مرشد پاک حضرت حقی سلطان محمد اصلی بیہدہ نے فرمایا تھا کہ قاروروہ کی بجائے آپ بیہدہ کا کرتا بھجوایا گیا تھا۔

اوائل عمری میں ہی آپ بیہدہ واردات تھیں اور فتوحات لارجی میں مستقر رہتے۔ ایک دفعہ آپ بیہدہ ایک راست میں لینے ہوئے تھے کہ ہندو

شیعیوں کا ایک گروہ وہاں سے گزرا۔ ان میں سے ایک نے بطور حقارت پاؤں کی ٹھوکر سے آپ پیسیدہ کو اٹھا کر کہا "جیسیں راستے ہتاو۔" آپ پیسیدہ نے ائمۃؑ کی فرمایا "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُنْهَدَارُ سُوْلُ اللَّهُ۔" شیعیوں کا یہ گروہ آپ پیسیدہ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی گلہ طیبہ کی ایک ضرب اور ایک نگاہ سے گلہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ اس گروہ کا بعد میں اولیاء اللہؑ میں شمار ہوا۔

حصول علم ظاہری

حضرتؑ سلطان باہمود پیسیدہ نے کسی قسم کا کتابی اور ظاہری علم حاصل نہیں کیا۔ آپ پیسیدہؑ میں افقر میں فرماتے ہیں:

❖ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور میرے پاس علم ظاہری تھا۔ ہمیں علم حضوری عطا کیا گیا ہے جس کی واردات و فتوحات سے ظاہر اور باطن میں اتنا سچے علم نصیب ہوا جس کو لکھنے کے لیے کوئی کتاب میں درکار ہیں۔
آپ پیسیدہؑ فرماتے ہیں:

❖ گرچہ نبیت ما را علم ظاہر نہ علم بالغی جاں گشت ظاہر
ترجمہ: اگرچہ ظاہری علم میں نے حاصل نہیں کیا تاہم علم بالغی حاصل کر کے میں پاک و ظاہر ہو گیا اس لئے جملہ معلوم میرے جسم میں ہاگے۔

❖ ہمیں مکاشفات اور تجلیات انوار ذاتی کے سبب علم ظاہری کے حصول کا موقع نہیں ملا اور نہیں ظاہری وردو و ظائف کی فرصت ملی ہے۔

اس قدر استغراق کے باوجود آپ پیسیدہ شریعت محمدؐ اور سنت نبویؐ پر اس قد رثابت قدم رہے کہ زندگی بھر آپ پیسیدہ سے ایک منتخب بھی فوت نہیں ہوا۔ آپ پیسیدہؑ فرماتے ہیں:

❖ باہم تو این مرتب از شریعت یافتہ پیشوائے خود شریعت ساخت
ترجمہ: باہم نے یہ مرتب شریعت کی پیروی سے پائے اور اس نے شریعت کو ہی اپنا پائیا ہے۔ (کیونکہ میرے کا ان)

تلاش حق۔ بیعت

سلطان العارفین حضرتؑ سلطان باہمود پیسیدہؑ مادرزادوں کی تھے اور پھر علوم بالغی کے حصول کے لئے والد و مختار مکا سایہؑ کی کافی تھا کیونکہ حضرتؑ نبیؐ کی راستی رحمت اللہ علیہا عارف کامل تھیں۔ آپ پیسیدہؑ فرماتے ہیں "میں تین (30) سال تک مرشد کی تلاش میں سرگردیں رہا یعنی مجھے اپنے پائے کام مرشد نہیں مل سکا۔"

ایک دن دیدار الہی میں مستغرق آپ پیسیدہؑ شورکوٹ کے نواحی میں گھوم رہے تھے کہ اپاںک ایک صاحب نور، صاحب حشمت اور ہار عرب سوار

نہ مواد رہوا جس نے اپنا بھیت سے پکڑ کر آپ بیہدہ کو قریب کیا اور بڑے دلشیں بنداز میں آگاہ کیا کہ میں علی اہن اپنی طالب (جیتن) ہوں۔ آپ بیہدہ نے موافقی کرم اللہ و جہد کو دیکھا تو قریب تھا کہ خود کو آپ بیہدہ پر شکار کرو گتے۔ حضرت علی کرم اللہ و جہد نے آپ بیہدہ پر توجہ مرکوز کی اور فرمایا "فرزند آج تم رسول اللہ علیہ السلام کے دربار میں طلب کیے گئے ہو۔"

پھر جیسے وقت چشم گیا ہر شے ساکت ہو گئی اور آپ بیہدہ نے ایک لمحے میں خود کو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پایا۔ اس وقت اس بارگاہ عالیہ میں حضرت صدیق اکبر بیہدہ، حضرت عمر بیہدہ، حضرت عثمان بیہدہ اور تمام اہل بیت بیہدہ حاضر تھے۔ آپ بیہدہ کو دیکھتے ہی پہلے حضرت صدیق اکبر بیہدہ نے مجلس سے انٹھ کر آپ بیہدہ سے ملاقات کی اور توجہ فرمائی کہ رخصت ہوئے۔ بعد ازاں حضرت عمر فاروق بیہدہ اور حضرت عثمان بیہدہ بھی توجہ کے بعد مجلس سے رخصت ہو گئے تو مجلس میں صرف اہل بیت اور رسول محبوب ﷺ ہی رہ گئے۔ آپ بیہدہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بیویت حضرت علی کرم اللہ و جہد کے پر فرمائیں گے لیکن باظاہر خاموش تھے۔ مگر آنحضرت علی کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں دستیں مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا "میرے ہاتھ پکڑو" اور مجھے دونوں ہاتھوں سے بیعت فرمایا۔

آپ بیہدہ فرماتے ہیں "جب آنحضرت ﷺ نے ایک مرتبہ بکش لے لالہ لالہ محمد دئے سو نبیوں کو تلقین فرمایا تو درجات اور مقامات کا کوئی حجاب نہ رہا۔ چنانچہ اول و آخر یکساں ہو گیا۔ جب آنحضرت ﷺ سے تلقین سے مشرف ہوا تو خاتونِ جنت سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ زہرا بنت ابی قحافی نے مجھے فرمایا "تو میرا فرزند بنے۔"

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں نے حضرت امام حسن بیہدہ اور حضرت امام حسین بیہدہ کے قدم پر چڑھے اور اپنے گلے میں ان کی غلامی کا حلہ پہننا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خوتی خدا کو ناقش کا نات کی جانب بناو اور انہیں تلقین وہ دلت کرو۔ تمہارا درجہ دن بدن بلکہ گھری بے گھری ترقی پر ہو گا اور اب ادا بادتک ایس ہوتا رہے گا کیونکہ یہ حکم سروری و سرمدی ہے۔" بعد ازاں آپ بیہدہ کو آقا نے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غوث الاعظم محبوب سماںی یہ دیکھیر شیخ عبد القادر جیلانی بیہدہ کے پر فرمایا۔ حضرت دیکھیر بیہدہ نے آپ بیہدہ کو بالطفی فیض سے مالا مال کرنے کے بعد خلقت کو تلقین و ارشاد کا حکم دیا۔ آپ بیہدہ فرماتے ہیں "جب فخر کے شہزادے مجھ پر کرم کی نیکاہ ذاتی تو ازال سے اب تک کا تمام راست میں نے طے کر لیا۔"

آپ بیہدہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "جو کچھ میں نے دیکھا ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا اور اس ظاہری بدن کے ساتھ دیکھا اور شرف ہوا۔"

رسالہ روحي شریف میں آپ بیہدہ فرماتے ہیں:

❖ دست بیعت کرو مارا مصلحتی
خواندہ است فرزند مارا مجتی
شہ اجازت باہم را از مصلحتی
غلق را تلقین بکن بہر غدا

ترجمہ: مجھے مصطفیٰ علیہ السلام نے دست بیعت فرمایا، حضرت مجتبی علیہ السلام نے مجھے اپنا فرزند بیایا ہے۔ فقیر باہم کو مصطفیٰ علیہ السلام سے یا اجازت ملی ہے کہ خلقت خدا کو جنس اللہ کی خاطر تلقین کروں۔

عقل بیدار میں آپ یہ فرماتے ہیں:

خواجہ فرزند من زان قابل معرفت فرق است بر من خاتمه

ترجمہ: حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے مجھے اپنا فرزند بیایا ہے اس لیے معرفت فخر کی مجھ پر اچھا ہو گی۔

اس باطنی مہربانی کے بعد جب آپ یہیہ وابس گھر پہنچ تو والدہ مختار مدکی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا آپ رحمت اللہ علیہا کے گوش گزرا کیا۔ آپ رحمت اللہ علیہا نے سارا ماجراس کو فرمایا "آپ تمہیں کسی مرشد کامل سے ظاہری دست بیعت کر لئی چاہیے۔" "بیعت تو میں کر چکا ہوں" آپ یہیہ نے جواب دیا "اویسی طریقہ کے مطابق مجھے حضور سالات ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براءہ راست فیضان حاصل ہوا ہے، سیدنا غوث الاعظم یہیہ نے مجھے باطنی فیض سے مالا مال کیا ہے اور تلقین و ارشاد کی اجازت بھی عطا فرمائی ہے۔" لیکن آپ یہیہ کی والدہ مختار مد نے فرمایا کہ یہ باطنی بیعت ہے را فخر میں ظاہری بیعت ضروری ہے اور اس کیلئے مرشد کامل تلاش کرو۔ آپ یہیہ نے فرمایا "تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے آپ ہی میری مرشد ہیں۔" آپ یہیہ کی والدہ مختار مد نے جواب دیا "بیٹا عورتوں کو بیعت اور تلقین کرنے کا حکم نہیں کیونکہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت رابعہ بصری رحمت اللہ علیہا نے بیعت و تلقین تھیں کی۔" حضرت گنی سلطان باہم یہیہ نے عرض کیا "کہاں تلاش کروں؟" فرمایا "روئے زمین پر ڈھونڈو" اور اشارہ مشرق کی طرف فرمایا۔ یوں آپ یہیہ مرشد کامل کی تلاش میں ایک بار پھر گھر سے نکل چکے۔ آپ یہیہ تمہیں کی مسافت کے راستوں کو طے کرتے مختلف درویشوں اور فقیروں سے مل چکیں کوئی بھی آپ یہیہ کی طلب پوری نہ کر پا رہا تھا۔ آپ یہیہ نے لا تعداد فقراء سے گزرا بخداود (میاں چتوں خلیج خانہ) (راوی کے کنارے ایک گاؤں میں رہا کش پر یہ شاہ جیب اللہ قادری یہیہ کا شہرہ سناؤ ان سے ملاقات کی خواہش دل میں پیدا ہوئی۔ چنانچہ حضرت شاہ جیب اللہ قادری یہیہ سے ملاقات کیلئے

۱۔ شاہ جیب اللہ قادری حضرت خوشنام رضی اللہ عنہ کی اولادیاں سے تھے اور شاہ جہان کے دار میں بھروسہ حسن تحریف کا کرسیدہ عبدالرحمن، ہلوی رحمت اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کی۔
2۔ شاہ جیب اللہ قادری کا تھرہ بانہ اس طرز سے ہے: شاہ جیب اللہ قادری بن سید حافظ بن جمال الدین بن عطاء اللہ بن جیاں عالم بن القاسم الدین الحنفی بن حضرت مجتبیؑ اسرارِ حمد بن سلطان رہن بن حضرت تائی الدین بن حضرت سید علیؑ بن شاہ عبدالجلیل بن شاہ الدین بن حضرت امین بن داؤد بن الضریوری بن سید علیؑ بن حمد الرضاؑ جلالی رشی اللہ عنہ۔

شیعہ جیب اللہ قادری کے بارے میں ٹیل (Beale) نے Oriental Biographical Dictionary میں لکھا ہے کہ اس دم کے اعلیٰ افسوس ملدوں یہ آگوئے شاعر اور دوسرے اونٹی کتاب براہما علیق کے مصنف، Beale کی یہ نہیں ہے اسی دوست گھنی ہی۔ بدھ و حتیٰ مصطفیٰ کی کتب "آغا رہنی" اور "تاہن مثلاں" قادری جلد سامنے کے مطابق تین حصیب اللہ قادری، اسی میں طبلہ قادری کے ایک مشہور نامہ گزی ہے۔ 14 نومبر 1856ء (1068ھ) میں ان کا دسال ہوا، لہذا مقام تولد ہو کر تکریبی تاریخ (ول) کے نام سے مشہور ہے، میں مذکون ہوئے اور وہیں ان کا جزو ہے۔ راہنمائے مزارات و ولیٰ کے مصطفیٰ کے مطابق ان سید جیب اللہ قادری کا طبلہ اسی طبقت نام ہے، تمام حضرت نام تھیں رضی اللہ عنہ میں مذکون ہے اور آپ یہیہ کے بیوی مرشد کا نام سیدہ شادیہ مطہری قادری الہڑی ہے۔ لاہور، پشاور، وکری آپ یہیہ نے بیوی مرشد سے دعائی فیضی حاصل کی اور مرچہ کمال کو پہنچے۔ 14 نومبر اکتوبر کا نام ہے آپ کا جزو کرکوئی شادی اسی تاریخ، ولیٰ ہیں ہے۔ ابتداء سید جیب اللہ قادری یہیہ وکیل ہیں جن سے مطابق احادیث حضرت گنی سلطان باہم یہیہ کی وجہت ہوں گے۔
آن سید جیب اللہ قادری کا ذکر اور تفصیل سے ہو چکا ہے اور ان کا جزو اور ایسے راوی کے کارے گز جو احمد ابی یحییٰ میاں چتوں خلیج خانہ کا اکستان میں ہے۔

آپ گزہ بغداد تشریف لے گئے۔ جیسے ہی خانقاہ میں داخل ہوئے تو دیکھا خانقاہ درودیشون، فقیروں اور خدام سے پڑتا ہے۔ لوگ جو حق ایک جانب آگ پر کجی پانی سے بھری دیگر میں ہاتھ دالتے جاتے ہیں اور مرادیں پلتے جاتے ہیں۔ آپ ہمیشہ نے خاموشی سے یہ منظر دیکھا اور چپ چاپ ایک طرف بیٹھے گئے۔ فتح شاہ حبیب اللہ قادری ہمیشہ کی نظر آپ بارہ پر پڑتی تو انہوں نے حضرت سلطان باہمتو ہمیشہ سے کہا ”شیری ظاہری حالت سے تو ایسا دکھائی دیتا ہے کہ تو طویل مسافت طے کر کے یہاں تک پہنچا ہے پھر اب خاموش اور علیحدہ کیوں بیٹھا ہے؟“ انہوں نے بھی دیگر میں ہاتھ دال کر اپنی مراد پا۔ ”فقر کے شہزاد اور حضرت سلطان باہمتو ہمیشہ خاموشی سے ان کی بات سنی اور ادب سے بولے“ مجھے کشف و کرامت کے یہ کھلونے متاثر نہیں کرتے اور نہ میری مراد ایسی ہے جو اس طرح برآئے۔ ”حضرت شاہ حبیب اللہ قادری ہمیشہ نے چونکہ کر آپ ہمیشہ پر نظر ڈال اور کہا“ بے شک تمہاری مراد اور طلب بلند تر ہے لیکن تو یہ بھی جانتا ہے کہ بلند آرزو کی تکمیل کیلئے کمکن مراحل طے کرنا پڑتے ہیں۔ ”حضرت سلطان باہمتو ہمیشہ نے جواب دیا“ بیک! اور میں نے یہ طویل مسافت بے سبب طے نہیں کی، آپ حکم دیجیئے۔“ شاہ حبیب اللہ ہمیشہ کچھ دیر آپ ہمیشہ کے چہرہ مبارک پر نظریں بھائے آپ ہمیشہ کو دیکھتے رہے پھر بولے“ اچھاںی الحال تو حوض میں پانی بھر۔“ یہ کہہ کر انہوں نے ایک خادم کو بیان کیا جس نے ایک مشکنہ لائے اور آپ ہمیشہ کے حوالے کر دیا۔ حضرت سلطان باہمتو ہمیشہ نے وہ مشکنہ اٹھایا، اسے پانی سے بھرا اور لے جا کر حوض میں ڈالا، حوض ایک ہی مشکنہ پانی سے لہاپ بھر گیا۔ شاہ حبیب اللہ ہمیشہ سمیت تمام حاضرین نے حیرت سے آپ ہمیشہ کو دیکھا۔ پھر شاہ حبیب اللہ ہمیشہ حضرت گنجی سلطان باہمتو ہمیشہ سے مخاطب ہوئے:

”کیا تو آزمائش کیئے خود کو آمادہ پاتا ہے؟“ آپ ہمیشہ نے فوراً آمادگی ظاہری۔ شاہ حبیب اللہ ہمیشہ نے پوچھا“ شیرے پاس کوئی دنیاوی مال و اسباب بھی ہے؟“ آپ ہمیشہ نے اثبات میں سرہا یا۔ شاہ حبیب اللہ ہمیشہ برجستہ بولے“ درویش اور دنیاوی مال کا آپس میں کیا تعلق؟ ایک میان میں دو تکواریں کیسے رکھی جاسکتی ہیں۔ تو ایک دل میں دو محیں جمع کرنا چاہتا ہے۔“

یہ سن کر حضرت سلطان باہمتو ہمیشہ فوراً گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر جا کر انہوں نے تمام مال اکٹھا کیا اور باہر پھینک دیا جسی کہ پنگوڑے میں سوئے ہوئے اپنے شیر خوار بچے کی انگلی سے سونے کی انگوٹھی بھی اتار کر باہر اچھاں دی۔ انگلی صبح طویل مسافت طے کر کے گزہ بغداد پہنچے اور سید ہمیشہ شاہ حبیب اللہ ہمیشہ کے سامنے پیش ہو گئے۔ شاہ حبیب اللہ ہمیشہ نے انہیں دیکھتے ہی اُنہوں کا استقبال کیا اور بولے“ بے شک تھے نے دنیاوی مال سے تو محاجت حاصل کر لی مگر ابھی عورتوں سے آزادی حاصل نہیں کر پائے۔ دونوں میں سے کس کا حق ادا کرنے کا ارادہ ہے؟ خدا کیا یہ یوں کا؟“

یہ سننا تھا کہ حضرت گنجی سلطان باہمتو ہمیشہ کچھ کہے اور کچھ آرام کے بغیر ایک بار پھر طویل سفر کیلئے تیار ہو گئے۔ ایک بار پھر گھر جا پہنچے۔ آپ ہمیشہ کی والدہ ماجدہ الجہانما جانی تھیں کہ آج یہاں کس غرض سے گھر واپس آیا ہے مگر انہاں بننے ہوئے ہوئے بولیں“ کیوں باہمتو ہمیشہ اب کیسے آنا ہوا؟“ آپ ہمیشہ نے نری سے سر پھک کر مقحمد بیان کیا۔ آپ ہمیشہ کی والدہ حضرت بی بی رحمۃ اللہ علیہا نے آپ ہمیشہ کو اپنے قریب بھایا اور آہنگی سے مخاطب ہوئیں“ اے یہاں باہمتو ہمیشہ ایسے تھا کہ جو حقوق تم پر ہیں آج سے تم ان سے آزاد ہو اور تمہارے جو حقوق یہ یوں

کے ذمے ہیں وہ بدستورِ قدر ہیں گے۔ اگر تم حقیقی معرفت کے حصول میں کامیاب ہو گئے تو بہتر ہے لیکن محض یہ یوں کے حقوق پورے کرنے کی خاطر گھر آنے کی ضرورت نہیں۔ لہذا اب طلاق کا خیال بھی دل میں نہ لانا۔“

والدہ مختار مدد کی یہ قابل تجویز سن کر آپ بیسیہ پر سکون اور مطمین انداز میں دوبارہ شاہ جیب اللہ بیسیہ کے پاس جا پہنچے۔ شاہ جیب اللہ بیسیہ نے آپ بیسیہ کا بڑا تپاک استقبال کیا اور انظر سے ان پر توجہ کی پھر پر چھا۔“اے ہاصو! مطمین بھی ہو؟ کچھ مشاہدہ بھی کیا؟“ آپ بیسیہ نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔“شیخ جو کچھ آج جوچھ پر منکشف ہوا اس سے تو میں پچھوڑے میں ہی آشنا ہو گیا تھا، میری تمنا اس سے زیادہ کی ہے۔“ شاہ جیب اللہ بیسیہ نے جواب تو نہ دیا البتہ بیٹھے میختے ان کی نظر وہ سے اچھل ہو گئے۔ آپ بیسیہ بھی خوب سمجھتے تھے کہ اس عمل کا مقصد امتحان ہی ہے۔ چنانچہ آپ بیسیہ بھی جھجٹ ان کے قلب میں پہنچے اور ایک کھیت میں ضعیف کاششکاری کی شکل میں شاہ جیب اللہ بیسیہ کو محنت مشقت کرتے پایا۔ آپ بیسیہ نے نزدیک جا کر فرمایا۔“خطیفی اور یہ مشقت؟ آپ آرام کریں میں کام کرتا ہوں۔“ شاہ جیب اللہ بیسیہ اپنے اصل روپ میں آئے اور نہ کر انہیں ساتھ لیا اور آگے بڑھے مگر چند قدم چلنے کے بعد پھر غائب ہو گئے۔ آپ بیسیہ نے بھی ان کا تعاقب نہ چھوڑا اور اب کی مرتبہ انہیں ایک آبادی میں ایک بوزہ ہے برہمن پنڈت کی شکل میں لوگوں کو تک لگاتے پایا۔ سلطان ہاصو بیسیہ مکرا کر تو جوان کی شکل میں ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور فرمائے گئے۔“بابا میرا ماتھا تو خالی ہے۔ کیا یہ میرے بھاگ میں نہیں کہ میرے ماٹھے پر بھی آپ جنک لگا کیس؟“ دوسرے لمحے شاہ جیب اللہ بیسیہ پکڑا پہنچی اصلی شکل میں حضرت سلطان ہاصو بیسیہ کے سامنے کھڑے مکرارہے تھے۔ انہوں نے حضرت سلطان ہاصو بیسیہ کا باتھ تھاما اور آگے بڑھ گئے مگر تیری مرتبہ پھر وہی عمل کیا یعنی نگاہوں سے اچھل ہو گئے لیکن حضرت سلطان ہاصو بیسیہ کہاں پہنچا پچھوڑنے والے تھے۔ ان کے پہنچے لپکے اور ایک مسجد میں انہیں جاؤ جو نہ اجہاں شاہ جیب اللہ بیسیہ ایک محرماں مسجد کے روپ میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دے رہے تھے۔ چنانچہ سلطان ہاصو بیسیہ بھی جھجٹ ایک پچھے کے روپ میں قاعدہ پکڑنے ان کے سامنے جا گئے اور ایک حرف پر انکی رکھتے ہوئے مخصوصیت سے پوچھنے لگے۔“بaba کیا ہے؟“ اس بار شاہ جیب اللہ بیسیہ کی آنکھوں میں آنسو جھر آئے۔ انہوں نے آب دیدہ ہو کر حضرت سلطان ہاصو بیسیہ کو گلے سے لگایا اور کہنے لگے۔“بس ہاصو بہت ہو چکا۔“ لیکن سلطان ہاصو بیسیہ نے اپنی حالت شدہ لی۔ آپ بدستور اسی حرف پر انہی جھائے پوچھنے لگے۔“بابا تاؤ یہ کیا ہے؟“ شاہ جیب اللہ بیسیہ بیچارگی سے بولے۔“باہو میں تجھے کیا بتاؤں یہ تو میرے بس کا کام نہیں۔ تمہارا نصیب حضرت شیخ عبدالرحمن جیلانی قادری کے پاس ہے جو دہلی میں ہیں۔“

ایک اور روایت کے مطابق غوث العاظم حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی بیسیہ نے حضرت تھی سلطان ہاصو بیسیہ کو بالطفی تربیت کی تکمیل کے بعد سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی بیسیہ کی دست بیعت کا حکم دیا۔ سلطان العارفین بیسیہ حکم ملے ہی فوراً دہلی کی طرف روان ہو گئے۔ ابھی آپ بیسیہ دہلی سے دور ہی تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آپ بیسیہ کے پاس آیا اور آگے بڑھ کر حضرت سلطان ہاصو بیسیہ کے پاؤں عزت سے چھونے کے بعد عرض کیا کہ اس کو شیخ سید عبدالرحمن قادری نے ان کے استقبال کیلئے روانہ کیا ہے۔ 29 ذی القعده 1078ھ (11 جنوری 1668ء)، بروز جمعۃ المبارک آپ بیسیہ حضرت شیخ سید عبدالرحمن جیلانی قادری بیسیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ بیسیہ ہی آپ بیسیہ حضرت شیخ سید عبدالرحمن قادری بیسیہ کی

بارگاہ میں پہنچے، وہ آپ بیہدہ کو پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔ پس آپ بیہدہ نے مرشد کامل سے اپنا اذلی نصیبہ اسم اللہ ذات کی صورت میں ایک قدم میں ہی ایک دم میں پالیا۔ جو چاہتے تھے مل گیا اور اسی وقت آپ بیہدہ کو خست کیا گیا۔ آپ بیہدہ استقی فیض سے مستفیض، نعمت سے بہرہ اور فیض رسانی کے جذبات سے لبریز تھے۔ ہر خاص و عام پر توجہ کرنے لگے۔ غلق خدا کیلئے آپ نے فیض عام کر دیا اور آپ بیہدہ کے ارد گردہ خلقت کا اس قدر تہوم ہو گیا کہ راستے بند ہو گئے، شہر میں سورج گیا۔ حتیٰ کہ یہ معاملہ حضرت شیخ سید عبدالرحمن قادری بیہدہ کی بارگاہ میں پہنچا۔ آپ بیہدہ کو بیان کیا۔ حضرت شیخ سید عبدالرحمن قادری بیہدہ نے جواب طلبی فرمائی "ہم نے تجھے یہ خاص نعمت عنایت کی اور تو نے عام کر دی۔"

عرض کیا؟" یا یہ ومرشد! جب بڑھیا عورت روٹی پکانے کا تو بازار سے خریدتی ہے تو اسے جھوٹ بجا کر دیکھتی ہے کہ کیسا کام دے گا، آیا درست ہے یا نہیں اور جب ایک لڑکا لکڑی کی کمان خریدتا ہے تو اسے کھینچ کر دیکھتا ہے کہ اس میں پچ کافی ہے کہ نہیں۔ پس آپ سے جو نعمت غنیٰ حاصل کی میں نے بھی اس نعمت کی آزمائش کی کہ مجھے آپ سے کس قدر نعمت حاصل ہوئی ہے۔ پس حضرت سید المرسلین احمد مجتبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سے مجھے حکم ہوا ہے کہ غلق خدا کو تلقین کروں اور فیض کو عام کروں۔ انشاء اللہ قیامت تک یہ نعمت ترقی پر ہو گی۔"

حضرت شیخ سید عبدالرحمن قادری بیہدہ یہ دلیل سن کر مسکرا آئی ہے اور کہنے لگے "بماہیں تجھے منع نہیں کرتا مگر اس کا ذیال رکھا کر کہ ہر شخص اس کا محمل نہیں ہو سکتا۔" اس کے بعد آپ بیہدہ دلیل کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور انگر زیب ارکان حکومت سمیت جمع کی لہاز کی ادائیگی میں مشغول تھا۔ مسجد میں اس قدر بھیز تھی کہ اُن دھرنے کی جگہ نہیں تھی اس لئے حضرت شیخ سلطان باہمتو بیہدہ سب سے پیچے جہاں جوتیاں رکھتے ہیں، کھڑے ہو گئے۔ جب آپ بیہدہ نے توجہ کی تو تمام مسجد میں شور اور وجہ برد پا ہو گیا۔ یہاں تک کہ صرف تین آدمی اور انگر زیب، قاضی اور کوتواں جذبہ کی تاشیر اور نگاہ کے اڑ سے جھوپ رہے۔ جیسے ہی حضرت سلطان باہمتو بیہدہ نے توجہ منتقطع کی اور مجھ اپنی حالت میں واپس آیا تو وہ تینوں حضرت شیخ سلطان باہمتو بیہدہ کے پاس آئے اور پوچھنے لگے "ہمیں کیوں نعمت سے محروم رکھا گیا؟" آپ بیہدہ نے فرمایا "ہم نے توجہ یکساں کی تھی۔ تم پر اس واسطے اُرنہیں ہوا کہ تمہارے دل نعمت تھے۔" انہوں نے دست بست ہو کر فیض کیلئے انتباہ کی تو آپ بیہدہ نے فرمایا "اس کیلئے یہ شراہا ہیں کہ تم اور تمہاری اولاد، ہماری اولاد اور پس مانندگان کیلئے دنیاوی مال و متاع سے مرمت نہ کریں اور ہمارے مکان اور گھر نہ آئیں تا کہ تمہارے دنیاوی امور کے سبب ہمارے عیال اور اولاد میں دنیاوی جھگڑے اور فساد نہ پڑ جائیں۔"

آپ بیہدہ نے اور انگر زیب سے یہ اقرار لیکر اس پر توجہ کی اور خاص فیض بھک پہنچایا۔ بعد ازاں جب وہاں سے روائی کا ارادہ کیا تو اور انگر زیب نے آپ بیہدہ سے یادگار کیلئے انتباہ کی تو آپ بیہدہ نے وہیں کھڑے کھڑے کتاب "اورنگ شاہی" تصنیف فرمائی جسے شاہی محرروں نے اسی وقت تحریر کر لیا۔

اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقاتیں

حضرت شیخ سلطان باہمتو بیہدہ کی اور انگر زیب عالمگیر سے یہ تیسری ملاقات تھی جو 1078ھ میں سلطان العارفین بیہدہ کی ظاہری دست بیعت

کے بعد دہلی کی جامع مسجد میں ہوئی۔

تذکرہ اولیاً نے جنگ اور تاریخ جنگ کے مصنف کے مطابق اس سے قبل حضرت علی سلطان باخوہ بیہی کی وادی فتح مہاراجہ میں شہزادہ اور بیگ زیر عالمیر سے ملاقات ہوئی۔ پہلی ملاقات تقریباً 1059ھ میں ہوئی جب شہزادہ عالمیر قلعہ خارکی جنگ سے لوٹ چکا تھا اور شاہجہان نے ملکان، سندھ، بھکر اور سیوطان لے کی حکومت شہزادہ اور بیگ زیر عالمیر کے حوالے کی ہوئی تھی۔ دوسری ملاقات تقریباً 1062ھ میں ہوئی جب شہزادہ عالمیر قلعہ خارکی جنگ کے لیے گیاتروادا پسی پروریاً نے چاہب سے گزر۔ یہ دونوں ملاقات میں شہزادہ عالمیر کی تخت نشانی سے قبل شاہجہان کے دور حکومت میں ہوئیں۔ یہ سلطان العارفین حضرت علی سلطان باخوہ بیہی کی عمر مبارک کے وہ ایام ہیں جب آپ بیہی تالش حق کے لیے سیر و سیاحت اور رعوت قبور میں مصروف رہا کرتے تھے۔

سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی بیہی کی سوانح حیات پر تحقیق

سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی بیہی سلطان العارفین حضرت علی سلطان باخوہ بیہی کے ظاہری مرشد ہیں۔ آپ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقدار جیلانی بیہی کی اولاد پاک میں سے ہیں۔ آپ بیہی کی ذات پر اسرار کے وہی پردے پڑے ہوئے ہیں جو سروری قادری مشائخ کا خاصہ ہیں یعنی دنیا سے تخلی اور پوشیدہ رہنا۔ صاحب مناقب سلطانی کے مطابق ”سید عبدالرحمن دہلوی بیہی“ سلطنت دہلی میں منصب دار تھے اور شاہی خزانہ کے امانت دار اور کلید دار تھے جس کے باعث مخفواً اور مناسب عمارت کے ساتھ کمی مسلح پھرہ داروں کا انتظام آپ بیہی کو حاصل تھا۔ آپ بیہی جب مریدین سے ملاقات کے لیے تشریف لائے تو پھرہ مبارک پر ایک تقبہ ذال لیۃ تھے کیونکہ آپ بیہی کے پھرہ مبارک پر جو جمال و جمال الہی کے انوار تباہ ہے لوگ ان کو دیکھنے کی تاب نہ کہتے تھے۔ گویا آپ بیہی فخر کے ساتھ ساتھ اعلیٰ دنیاوی منصب پر بھی ناز نہ تھے۔

مناقب سلطانی کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل انجمنیں جنم لیتی ہیں:

1۔ چونکہ سید عبدالرحمن جیلانی بیہی فخر کے اعلیٰ مراتب پر فائز تھے اس لیے ادنیٰ والی طالبانِ مولیٰ فخر کی نعمت کے لیے آپ بیہی بھک و پنچھے ہوں گے اور آپ بیہی کی صحبت عالیہ سے بھی مستفید ہوتے ہوں گے۔ ہندوستانی مصنفوں کے مطابق لاکھوں لوگوں نے آپ بیہی سے فیض پایا۔ اگر آپ بیہی اعلیٰ شاہی منصب پر فائز ہوتے تو ایسا ممکن نہ ہو پاتا کیونکہ پھر آپ بیہی اپنے اس دنیاوی منصب کے فرائض کی ادا۔ جنی میں زیادہ معروف رہتے۔ پھر شاہی منصب دار کی حیثیت سے آپ بیہی کا تذکرہ کسی مؤرخ نے نہیں کیا۔ ہندوستانی مصنفوں نے بھی آپ بیہی کا تذکرہ صرف آپ بیہی کے مزار کے ٹھمن میں کیا ہے جو صرف چند طروں پر مشتمل ہے۔ اگر آپ بیہی اعلیٰ دنیاوی منصب پر فائز تھے اور شاہی خزانہ کے اچھارج و گران تھے تو شاہی خاندان کے ہر فرد اور دربار کے ہر ملازم کا آپ بیہی سے واسطہ رہتا ہوگا۔ شاہجہان اور اورنگزیب زیر

عالیگیر کے دور میں درجنوں موئیں تاریخ کا ایک ایک لور قلمبند کرنے پر مأمور تھے لیکن کسی نے بھی آپ بھی کا تذکرہ نہیں کیا جو عجیب سی بات محسوس ہوتی ہے۔

2۔ جب سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باخو بھی آپ بھی سے ملاقات کے بعد، ملی کی جامع مسجد میں تشریف لے گئے اور سب پر نگاہ فرمائی، سب پر اس کا اثر ہوا لیکن اور نگز زیر عالیگیر اور کوتوال پر نہیں ہوا جس پر اور نگز زیر عالیگیر نے فیض کی درخواست کی اور آپ بھی نے "رسال اور نگاشتی" تصنیف فرمایا۔ کیا اس ملاقات میں اور نگز زیر عالیگیر نے سلطان باخو بھی سے یہ سوال نہیں کیا ہو گا کہ آپ بھی دہلی کیسے تشریف لائے؟ اور جواب میں آپ بھی نے سید عبدالرحمن دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ فرمایا ہو گا، اگر سید عبدالرحمن دہلوی بھی شای ملازم ہوتے تو اور نگز زیر عالیگیر نے سید عبدالرحمن جیلانی بھی کو پہچان جاتا اور پھر سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی بھی سے مسلسل ملاقات رکھتا اور آپ بھی کو اپنے مشیروں میں شامل کرتا۔

3۔ چھرے پر نقاب ڈالنا سروی قادری مشائخ کی خصوصیت نہیں ہے۔ اس طرح سے انسان زیادہ مشہور اور معروف ہوتا ہے اور اس کی شہرت جلد پھیلی ہے جبکہ سروی قادری شیخ گنائی اور تحمل کو پسند کرتا ہے اور بھائیوں سے دور بھاگتا ہے اور عوام میں رہتا ہے۔

4۔ آپ بھی کامزار مبارک پرانی دہلی میں لاہوری دروازہ سے کافی فاصلے پر باہر واقع ہے اور ساتھ ہی قدیم مسجد شاہ عبدالرحمن بھی ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپ بھی تھامہ کے اندر نہیں بلکہ باہر عوام الناس میں رہے اور عوام الناس ہی آپ بھی سے فیض یا ب ہوتے رہے۔ مندرجہ بالا اکیل کی روشنی میں ثابت بھی ہوتا ہے کہ صاحب مناقب سلطانی نے تحقیق نہیں کی اور نہ ہی اس غرض سے دہلی کا سفر کیا۔ جو روایت خاندان میں کسی سے سنی درج کر دی۔ 1934ء میں سید جل شاہ نقوی اچھوی کی کتاب "بانی سادات" شائع ہوئی۔ 1947ء میں پارسیم شائع ہوا۔ اب یہ کتاب نایاب ہے، اس کتاب کا بار اول 1934ء تھا میں شائع ہوا کیونکہ "شرف انوار" 1934ء میں شائع ہوئی تھی، میں اس کتاب کا حوالہ موجود ہے اس کتاب کے صفحہ 61 پر سید عبدالرحمن دہلوی بھی کا شجرہ نسب اس طرح درج کیا گیا ہے:

خوشنده حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی

سید عبدالعزیز جیلانی

ابو صالح نصر

سید نعیم

سید احمد شاہ

سید عبدالقدیر

سید عبداللطیف

سید عبدالرحمن عرف بجہلو شاہ مدفن دہلی، پیشوا سلطان بالحویں

یہ شجرہ نسب آگے اس طرح چلتا ہے:

قریب شاہ

پیر رجب شاہ

عبدالله

محمد شاہ

پیر الدین شاہ

پیر کریم شاہ

حضرور شاہ

نور شاہ

زمان شاہ^۱

اس نسب نامہ پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ سید عبدالرحمن دہلوی ہبھی کا لقب بھی بجہلو شاہ ہبھی رہا۔ بجہلو شاہ ہبھی دہلی میں 1200ء میں ایک اور قادری بزرگ گزرے ہیں جن کا مزار سید عبدالرحمن دہلوی ہبھی کے مزار سے دو یا تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور ان کا ذکرہ ہندوستان کی موجودہ اور قدیم کتب میں ملتا ہے۔ ان کو تمام محققین نے بجہلو شاہ ہبھی مگر غلام سعیٰ احمد نے تاریخ مشائخ قادریہ (جلد سوم) میں شاہ کہلن ہبھی عرف بجہلو شاہ لکھا ہے۔ بجہلو شاہ ہبھی ایک بہذوب قادری بزرگ تھے اور پنجاب سے ہجرت کر کے دہلی تشریف لے گئے تھے۔ سلسلہ قادریہ میں آپ عبدالحمید کے مرید و خلیف تھے۔ ”واقعات دار الحکومت دہلی“ (جلد دوم) میں ہے:

﴿ بجہلو شاہ ہبھی کا مزار 1201ء۔ کابلی دروازہ تواب نہیں رہا مگر اس کی جگہ سب کو معلوم ہے، اسی کے پاس آپ ہبھی کا مزار ہے۔ آپ سلسلہ قادریہ کے بزرگ تھے۔ 1201ء میں انتقال کی، مست روز استخارت وفات ہے۔ آپ ہبھی کے مزار کے پر ابر ہی آپ ہبھی کے خاص مرید شاہ محمد حفیظ صاحب کا مزار ہے جن کے پر ابر ان کے صاحبزادے شاہ غلام محمد دوفون ہیں۔ 19 محرم کو بجہلو شاہ صاحب ہبھی کا عرس ہوتا ہے۔ (صفحہ 473)﴾

محمد عالم شاہ فریدی کی کتاب ”مزارات اولیاء دہلی“ اولین کتاب ہے جو 1927ء میں دہلی کے مزارات کے بارے میں شائع ہوئی۔ اس کا

ان کا مزار موقع تھی خیل ضلع میانوالی میں ہے۔ مزار اور ان اور بے آباد ہے کوئی صحادہ نہیں اور جادہ موجود نہیں ہے اور انہی متأمی اور گون کو ان کے بارے میں کوئی معلوم ہے۔ زمان شاہ صاحب کے تین فرزند تھے (۱) قاسم شاہ، (۲) دولت شاہ، (۳) نادر شاہ۔ باقی سادات کے باوجود 1947ء میں دینے گئے ان تینوں بنوں کے نجروں کے مقابر ان کی بارہ بیٹیں گزر بھی تھیں اور ظفر وال بنکانے صاحب، لیا اور اس کے گرد دوسری میں آباد تھیں۔

دوسرالیٰ یشن 1930 میں طبع ہوا۔ 1947ء میں مصنف اور جلیلیش پاکستان بھرت کر آئے۔ 2006ء میں ذاکر حفیظ الرحمن صدیقی نے اضافہ صحیح کے ماتحت اسے دوبارہ دہلی سے شائع کیا ہے۔ اس میں درج ہے:

بھولو شاہ 1789ء نزد کابلی دروازہ پرانی دہلی۔ آپ بیہنہ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ سلسلہ قادریہ رضا قیہ میں شاہ عبدالحمید بیہنہ کے خلیفہ ہیں اور مولانا فخر الدین چشتی و شاہ نافو کے صحبت یافتہ ہیں۔ آپ بیہنہ مجدد سالک تھے۔ آپ بیہنہ نے 20 محرم 1204ھ بہ طلاق 1789ء کو بعد شاہ عالم ہانی انتقال فرمایا۔ آپ بیہنہ کا مزار کابلی دروازہ کے پاہر ہے۔ (صفحہ 158-157)

"راہنمائے مزارات دہلی" میں ہے:

آپ (حضرت بھولو شاہ بیہنہ) سلسلہ قادریہ رضا قیہ میں حضرت شاہ عبدالحمید بیہنہ کے مرید و خلیفہ ہیں۔ آپ بیہنہ کا اصل ولٹن پنجاب تھا اور حضرت شیخ نانو و حضرت شاہ فخر الدین رحمۃ اللہ علیہم کے صحبت یافتہ تھے۔ 20 محرم 1204ھ میں وفات پائی۔ آپ بیہنہ کا مزار محلہ پل پر دامنی طرف نیچے اتر کر ریلوے لائن کے پاس ہے (1 ہوئی گیٹ 4۔ پرانی دہلی 6)، قریب میں مسجد بنی ہوئی ہے۔ حضرت شاہ حفیظ الرحمن بیہنہ حضرت شاہ بھولو بیہنہ کے خاص مریدوں میں تھے۔ آپ بیہنہ نے اکبر شاہ ہانی کے درود حکومت میں 30 یا تعداد 1236ھ میں وفات پائی اور اپنے مرشد کے پہلو میں مدفن ہوئے۔ حضرت شاہ غلام محمد آپ بیہنہ کے فرزند اور خلیفہ تھے، ان کا مزار اپنے مرشد والد کی پائیتی کی طرف ہے۔

(صفحہ 286-284)

غلام سعیجی اثغم "تاریخ مشائخ قادریہ" (جلد سوم) میں رقمطر از ہیں:

حضرت شاہ بہمن عرف بھولو شاہ بیہنہ۔ آپ کا تعلق سلسلہ قادریہ رضا قیہ سے ہے۔ اس سلسلہ میں آپ بیہنہ شاہ عبدالحمید بیہنہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ مولانا فخر الدین چشتی بیہنہ سے بھی فیض حاصل کیا تھا۔ آپ بیہنہ کی کیفیت مجدد سالک کی تھی۔ 19 محرم 1204ھ (1789ء) کو وصال ہوا۔ مست روز است تاریخ سن وفات ہے۔ دہلی میں کابلی دروازہ سے متصل "سعیجی بھولو شاہ" میں فنی ہوئے۔ مزار مقدس پر موسم بہار میں بست کا میلہ بڑی دھوم دھام سے آپ بیہنہ کے عقیدت مند مناتے ہیں۔ (صفحہ 291)

ان تمام تحریروں سے واضح ہوتا ہے کہ صاحب باغی مادوں نے سید عبدالرحمٰن دہلوی جیلانی بیہنہ کا جو شجرہ نسب بھولو شاہ کے نام سے درج کیا ہے وہ سید عبدالرحمٰن دہلوی بیہنہ کا نہیں بلکہ بھولو شاہ بیہنہ کا ہے جن کا تعلق پنجاب سے تھا۔ آپ بیہنہ پنجاب سے بھرت کر کے دہلی تشریف لے گئے اور شاہ عبدالحمید بیہنہ سے قادریہ سلسلہ کا فیض حاصل کیا۔ آپ بیہنہ کی اولاد پنجاب میں ہی رہی اس لیے آپ بیہنہ کے خلیفہ شاہ محمد حفیظ صاحب اور اس کے بعد ان کے صاحبزادے شاہ غلام محمد صاحب سجادہ نشین ہوئے جن کے مزارات حضرت بھولو شاہ صاحب بیہنہ کے ساتھ ہی ہیں۔ سید عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی بیہنہ کا مزار مبارک ان کے مزار سے تقریباً دو کلومیٹر کے فاصلے پر لاہوری گیٹ صدر بازار ریلوے سٹیشن ریلوے کا اونی مسلم وقف یورڈ کو اڑر ز پرانی دہلی 6 میں واقع ہے۔

ہندوستانی کتب میں سید عبدالرحمٰن جیلانی دہلویؒ کا تذکرہ

”مزارات اولیاء دہلی“ میں ہے:

﴿ آپ بہبیہ مسند اولیائیں سے ہیں۔ قادریہ خاندان میں سید عبدالجلیلؒ کے مرید و خلیفہ ہیں اور سلطان باخوہؒ بہجات کے مشہور بزرگ کے پیروی و مرشد ہیں۔ صاحب تصرف و کرامات تھے۔ آپ بہبیہ کا مزار دریلوے شیخ صدر بازار کے صافر خانہ کے پیچے ایک احاطہ میں ہے۔ آپ بہبیہ کا انتقال آخر زمان شاہجهان یا شروع زمان عالمگیر میں ہوا، ان وفات معلوم نہیں۔ (طبع دلی 1927،) ۱

”راہنمائے مقامات مقدس دار الحکومت دہلی“ میں درگاہ سید عبدالرحمٰن دہلوی جیلانیؒ کے بارے میں درج ہے:

﴿ یہ درگاہ محصل صدر شیخ دہلی ہے۔ آپ بہبیہ اولاد سیدنا عبد القادر جیلانیؒ سے ہیں۔ اعظم اولیاء اللہ ہوئے ہیں۔ سلطان باخوہؒ بہبیہ جو بڑے اولیاء اللہ بہجات میں مشہور ہیں آپ بہبیہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ یہ آپ بہبیہ کا تصرف ولایت ہے کہ گورنمنٹ نے آپ بہبیہ کی درگاہ کو سرک اور ریل سے بچایا بلکہ اس کا احاطہ بہت پختہ ریختہ کا اور بہنگلہ آہنی اور درگاہ و شریف میں جانے کا راستہ بنوایا ہے۔ (طبع دلی 1914،) ۲

ڈاکٹر غلام سعیجی احمد ”تاریخ مشائخ قادریہ“ (جلد سوم) میں تحریر کرتے ہیں:

﴿ حضرت سیدنا شیخ عبدالرحمٰن جیلانیؒ کا شمار دہلی کے اہم مشائخ میں ہوتا ہے۔ آپ بہبیہ کا اسی رشتہ سیدنا شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا بھوک اولاد سے ہے۔ تقویٰ، تدین اور زہر و یاضت میں ممتاز تھے، کشف و کرامات میں آپ بہبیہ کا پایہ بہت بلند تھا۔ حضرت سید عبدالرحمٰن جیلانیؒ بہبیہ کو سلسلہ قادریہ کی دولت سید عبدالجلیلؒ سے حاصل ہوئی تھی اس سلسلہ میں آپ بہبیہ انجی کے مرید و خلیفہ تھے۔ دہلی اور اس کے اطراف و نواحی میں آپ بہبیہ کی ذات سے سلسلہ قادریہ کو بے حد فروغ حاصل ہوا۔ بے شمار بندگان خدا آپ بہبیہ کے دامن ارادت سے وابستہ ہوئے اور کتنوں کو اجازت و خلافت کا منصب عطا ہوا۔ مشہور بزرگ حضرت سلطان باخوہؒ بہبیہ آپ بہبیہ ای کے خلیفہ تھے۔ (طبع دلی 2006،) ۳

”راہنمائے مزارات دہلی“ میں آپ بہبیہ کے مزار کے ضمن میں تذکرہ ہے:

﴿ حضرت عبدالرحمٰن جیلانیؒ بہبیہ بہجات کے مشہور بزرگ حضرت سلطان باخوہؒ بہبیہ کے پیروی و مرشد ہیں۔ آپ بہبیہ صاحب تصرف و کرامات اور خاندان قادریہ کے مسند بزرگ تھے۔ (طبع دلی 2007،) ۴

بیل (Beale) نے اورنل بائیوگرافیکل دیکشنری (Oriental Biographical Dictionary) میں تحریر کیا ہے کہ سید عبدالرحمٰن

۱۔ اس کتاب کے بعد شائع ہونے والی کتب میں آپ بہبیہ کے حالات زندگی اسی طرح نقل و درقل ہوتے چکار ہے ہیں۔

گیلانی بیوی وہی ہیں جو عبد العزیز قشیدی کے فرزند تھے اور جن کی بیٹی کی شادی دارائیکوہ کے بیٹے سلیمان شکوہ سے ہوئی۔

ڈاکٹر راما کرشنا کا بھی بھی موقف ہے لیکن یہ بات قیاس بھتی ہے کیونکہ ایک تو سید عبد الرحمن جیلانی بیوی بھی جیلانی سادات ہیں اور وہ سرے آپ سلسلہ فقری میں پشت ہاپٹ سے قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ ان کے والد قشیدی سلسلہ سے ہوں۔ یہ بات بھتی ہے کہ آپ بیوی ہی بند تشریف لائے تھے آپ بیوی کے والدین آئے تھے۔ بیل (Beale) کی اس رائے کو کسی نے بھی مسترد نہیں کیا۔ اور نہ ہی یہ سلسلہ سروری قادری یا قادری سلسلہ میں کوئی اہمیت رکھتی ہے۔ قدیم اور جدید مصنفوں میں سے کسی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ سید عبد الرحمن جیلانی دہلوی بیوی کے بارے میں ہندوستانی اور پاکستانی مصنفوں کی تمام تحقیق ہم نے واضح طور پر بیان کر دی ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی مصنفوں وہی درج کرتے چلے آ رہے ہیں جو 1914ء میں آہاروہی یا 1927ء میں مزارات اولیا دہلی میں شائع ہو چکا ہے اور پاکستانی مصنفوں وہی درج کرتے چلے آ رہے ہیں جو مناقب سلطانی میں شائع ہو چکا ہے۔ تحقیق کرنا تو دور کی بات ہے کسی نے آپ بیوی کے مزار مبارک تک جانے کی کوشش نہیں کی۔

سید عبد الرحمن جیلانی دہلوی بیوی کے متعلق حقائق سے پرہد احمدانے کے لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ مزید تحقیق کی جاتی ہے کہ سید عبد الرحمن جیلانی دہلوی بیوی کی درست سوائیں حیات مرتب کی جاسکے۔ اس سلسلہ میں سب سے مشکل کام ہندوستان آنے جانے اور وہاں تحقیق کرنے کا تھا۔ نومبر 2008ء میں فقیر نے محمد اسد خان سروری قادری سے اس سلسلے میں ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ میرے ایک دوست محمد عاصم الیاس ہیں جن کی لاہور میں آنوار کشاپ ہے، ان کی شادی پرانی دہلی میں ہوئی ہے اور ان کے برادر سعیتی مجبوب الرحمن اکثر پاکستان آتے جاتے رہے ہیں اگر ان کے ذریعے کوشش کی جائے تو شاید کوئی حل ممکن نہ ہے۔ مجبوب الرحمن سے محمد اسد خان نے فون پر بات کی تو انہوں نے حامی بھر لی۔ سب سے پہلا مرحلہ سید عبد الرحمن جیلانی دہلوی بیوی کے دربار پاک کی عاش کا تھا کیونکہ دہلی اب بہت پھیل چکا ہے۔ پہلے تو مجبوب الرحمن نے دہلی کے مزارات کے متعلق کچھ کتب بھجوائیں اور انہیں مزار کا محل و قوع سمجھایا گیا لیکن اس کے پا وجود دربار کی عاش میں دو ماہ کا عرصہ لگ گیا۔ مزار مبارک کا پہلا چلا تو معلوم ہوا کہ اس علاقہ میں تو داخلہ مشکل ہے۔ غیر ملک کے لوگ آباد ہیں اور 1947ء سے تغیر گروپ دربار اور اس سے ملحقہ زمین پر بقدر قبضہ کرتا چلا آ رہا ہے۔ پھر وہ اپنی والدہ کو ساتھ لے کر گئے اور مزار مبارک سے ملحقہ مسجد شاہ عبد الرحمن میں چلے گئے۔ وہاں ان کی ملاقات سنی سید یحییٰ الزماں باشی ولد حافظ قاری سید احسان اللہ باشی ولد حکیم سید عبد الرحمن باشی سے ہوئی جو کہ مسجد شاہ عبد الرحمن کی امامت اور دربار کی دیکھ بھال اور خدمت رضا کار ان طور پر سرانجام دیتے تھے۔ تحسیل معاون کے گوش مزار کیا گیا اور موبائل پر محمد اسد خان کی بات بھی کروائی گئی۔ انہوں نے یہ گلہ کیا کہ کوئی بہاں آکر حالات کی تحقیق نہیں کرتا اور لوگ گھروں میں بیٹھ کر پرانی کتنا ہیں دیکھ کر کتنا ہیں لکھ دیتے ہیں۔ ان کو تازہ ترین کتاب ”راہنمائے مزارات دہلی“ ذکھائی گئی جو 2007ء میں طبع ہوئی تھی تو انہوں نے بتایا کہ کتاب میں سید عبد الرحمن دہلوی جیلانی بیوی کی تربت مبارک کی جو تصویر دی گئی ہے وہ چالیس سال پرانی ہے۔ خیر انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ اپنی خاندانی یاداشتیں اور کاغذات جو عربی یا فارسی میں ہیں، تلاش کریں گے اور پھر کچھ تحریر کر کے دے سکیں گے۔ اسی دوران ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔

انہوں نے موبائل پر تو محمد اسد خان کو سب کچھ بتا دیا تھا لیکن انہوں نے کچھ بھی تحریر کرنا شروع نہیں کیا تھا کہ 2009ء میں ان پر فرانچ کا شدید یہ جملہ ہوا اور ان کے جسم کے دامن میں حصہ نے کام کرنا بند کر دیا۔ اس دوران ان کا علاج وغیرہ ہوتا رہا اور ہم لوگ ان کے تمنورست ہونے کا انتظار کرتے رہے۔ 2010ء کے اوائل میں انہوں نے مجیب الرحمن کو کہا کہ لگتا ہے میرا آخری وقت ہے میں نے جو کچھ تم لوگوں کو بتایا ہے خود لکھو۔ مجیب الرحمن کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ اردو نہیں لکھ سکتے تھے صرف ہندی لکھ سکتے تھے۔ آخر فیصلہ یہ ہوا کہ تمام معلومات کو اردو میں لکھو۔ مجیب الرحمن نے تمام معلومات کو ہندی میں لکھا اور فروردی 2010ء میں پاکستان تشریف لے آئے۔ بیہاں پر تمام معلومات کو اردو میں تاپ کروایا گیا اور سید عبدالرحمن دہلوی بھی کے مزار مبارک کے لیے خصوصی طور پر تیار کروائی گئی چادر جس پر اسم اللہ ذات کنند تھا، ان کے حوالہ کی گئی۔ مجیب الرحمن 21 فروردی 2010ء کو یہ دونوں اشیاء کر انہیاں پڑھنے کے اور 23 فروردی 2010ء کو سید سلیم الزمان باشی کے پاس پہنچے۔ سید سلیم الزمان باشی صاحب کو بڑی مشکل سے مزارتک لایا گیا۔ انہوں نے اپنے وسیت مبارک سے بڑی مشکل اور تکلیف سے دستخط اتم لکھ کر یہ نسخہ اس وصیت کے ساتھ مجیب الرحمن کے حوالہ کیا کہ تحقیق کے لیے جو طلب کرے وہ دینا۔ 25 فروردی 2010ء کو سید سلیم الزمان باشی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ مجیب الرحمن نے نسخہ میں یہ لکھا ہے کہ شاید آخری دو دن وہ یہ نسخہ میرے حوالہ کرنے کے لیے ہی زندہ تھے۔ 13 مئی 2010ء کو مجیب الرحمن لا ہور تشریف لائے اور سید سلیم الزمان باشی صاحب کا دستخط شدہ نسخہ گواہان کی موجودگی میں محمد اسد خان صاحب کے حوالے کیا اور اس نسخہ پر ہی وہ تمام حالات و واقعات جو اس نسخہ کو ترتیب دینے کے دوران پڑیں آئے تھے گواہان کے سامنے ہندی میں قلمبند کیے گئے۔ اب پر مجیب الرحمن نے تصدیق کے طور پر دستخط کیے اور ان کی راہنمائی میں ہندی کی اس عبارت کا اردو ترجمہ بھی قلمبند کیا گیا۔ اب یہ نسخہ محمد اسد خان سروری قادری صاحب کے پاس محفوظ ہے۔ اس نسخہ کے مطابق سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی بھی کی سوانح حیات درج کی جا رہی ہے۔

سوائی حیات سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی سید

سلانہ

سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی بھی خوٹ الاعظم حضرت شیخ عبدالقدور جیلانی علیہ السلام کی اولاد پاک سے ہیں۔ آپ بھی کا شجرہ نسب اس طرح حضرت خوٹ الاعظم علیہ السلام سے جاتا ہے:

سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی بن سید عبد القادر بن سید شرف الدین بن سید احمد بن سید علاء الدین ثانی بن سید شباب الدین ثالثی بن سید شرف الدین قاسم بن سید مجتبی الدین سیفی بن سید بدر الدین حسین بن علاء الدین بن علیش الدین بن سیف الدین بن مجتبی بن ظہیر الدین بن مسعود بن ابی نصر

محمد بن ابو صالح تصریح میں سیدنا عبد الرزاق جیلانی بیہدہ بن غوث الاعظم حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی بیہدہ۔

ولادت سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی بیہدہ

سید عبدالرحمن جیلانی بیہدہ شام کے شہر حماہ میں 1024ھ (1615ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ بیہدہ کے والد سید عبدال قادر بیہدہ درویش منش انسان اور ولی کامل تھے، ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد سے ہی حاصل کی۔ آپ بیہدہ 35 سال کی عمر میں حماہ سے بغداد تشریف لائے اور جدا احمد غوث الاعظم حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی بیہدہ کے مزار شریف پر مختلف ہو گئے۔ تین سال بعد آپ بیہدہ مزار شریف پر مختلف رہے۔ تین سال بعد آپ بیہدہ کو غوث الاعظم بیہدہ کی جانب سے باطنی حکم مل کر ہندوستان میں سید عبدالجلیل بیہدہ کے پاس چلے جاؤ۔ آپ بیہدہ 38 سال کی عمر میں شاہ جہاں کے دور حکومت میں 13 ذی القعده 1062ھ (15 اکتوبر 1652ء) برلنگ براست ایران اور افغانستان ہندوستان تشریف لائے اور سید عبدالجلیل بیہدہ کے دست مبارک پر 10 ذوالحجہ 1062ھ (10 نومبر 1652ء) کو بیعت ہوئے جو بربان پور انڈیا، عادل پور سندھ یا دریائے سندھ کے کنارے کسی جگہ پر تعمیم تھے، دوست معلوم نہیں ہے۔ سید عبدالجلیل بیہدہ کے حکم پر آپ صفر 1063ھ (28 نومبر 1653ء) برلنگ بدھ دہلی تشریف لائے اور اب جہاں آپ بیہدہ کا مزار مبارک ہے، وہاں اپنا مکان اور خانقاہ تعمیر کرائی اور ادوگردی زمین خرید کر ساکھیں کے لیے جھرے بنائے اور ایک مسجد تعمیر کروائی جو اب بھی مسجد شاہ عبدالرحمن کے نام سے موجود ہے۔ موجودہ صدر شیخیں پرانی دہلی اور سلم و قاف بورڈ کو ادارہ آپ بیہدہ کی زمین پر بنائے گئے ہیں۔

تلقین و ارشاد

سید عبدالرحمن جیلانی بیہدہ نے خمول و گناہ کی زندگی گزاری۔ شہرت سے آپ بیہدہ کو محنت نظرت تھی۔ کبھی شاہی دربار اور درباری حکام سے ملاقات کے لیے نہیں گئے۔ آپ بیہدہ صاحب تصرف قادری فتنہ تھے۔ دہلی اور اس کے گرونوں میں لاکھوں لوگوں نے آپ بیہدہ سے فیض پایا اور لاکھوں لوگ آپ بیہدہ کے دہن ارادوت سے واپس ہوئے۔ آپ بیہدہ تمام مقام فتنہ تھے یعنی وہ فتنہ جو ایک ہی جگہ تعمیر کر فیض حکیم کر رہا ہے۔ اس بات کے کوئی شواہد نہیں ہیں کہ دہلی آمد کے بعد آپ بیہدہ کبھی دہلی سے باہر تشریف لے گئے ہوں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ بیہدہ کی دہلی آمد کے دو مقاصد تھے، ایک تو سلسہ کو ظاہری طور پر سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باہمتو بیہدہ کے حوالہ کرنا تھا کیونکہ اس سلسہ نے قیامت تک جاری رہتا تھا اور سلطان العارفین بیہدہ سے اسے عروج حاصل ہونا تھا۔ دوسرے اور نگز زیب عالمگیر کی باطنی امداد کرنا تھا تاکہ اور نگز زیب عالمگیر کو بر سر اقتدار لے کر شریعت محمدی کو زندہ اور قائم کیا جاسکے۔ عالمگیر کو فتوحات دلانے اور اس اس شجرہ نسب کی تعداد سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باہمتو بیہدہ کے شجرہ نسب سے ہو جاتی ہے جو سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی کے پڑھتے اور سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باہمتو بیہدہ کے بعد سلسہ سروری قادوی کے شیخ کامل ہیں۔ ان کا شجرہ نسب صفحہ 76 پر ملاحظہ فرمائیں۔

دور میں رانچ بدعات کو ختم کرنے کے پیچھے آپ ہبیتی کی بالخنی قوت کا فرمائجی۔ آپ ہبیت کے وصال کے بعد یہ فریضہ سلطان العارفین حضرت قی سلطان باہمتو ہبیت کے حوالے ہوا اور نگز زیر عالمگیر نے مقید خاندان کی سب سے بڑی سلطنت قائم کی اور شریعت محمدی کو زندہ دو قائم کیا۔

حسن و جمال

سید عبدالرحمن جیلانی دہلوی ہبیت کا رنگ گندی، قد میانہ اور آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔ آپ ہبیت کے چہرہ مبارک پر اتنا نور ہوتا تھا کہ طالبان مولیٰ کے لیے زیادہ دیر آپ ہبیت کے چہرہ مبارک پر لگا ہیں جماں رکھنا ممکن نہ تھا۔

ازواج واولاد

سید عبدالرحمن جیلانی ہبیت نے 6 جادی الثانی 1065ھ (12 اپریل 1655ء)، یروز سو موادر دہلی میں جیلانی سادات میں سیدہ زاہدہ خاتون سے نکاح فرمایا۔ 1070ھ (1660ء) میں آپ رحمت اللہ علیہ کے باں پہلے فرزند سید تاج العارفین کی ولادت ہوئی جن کا 1075ھ (1665ء) میں مرغ اسپاں سے وصال ہو گیا۔ 1082ھ (1671ء) میں آپ ہبیت کے ہاں دوسرے فرزند سید عبدالعزیز ہبیت کی ولادت ہوئی۔ سید عبدالرحمن دہلوی ہبیت کے وصال کے بعد آپ ہبیت کی زوجہ محترمہ سیدہ زاہدہ خاتون رحمت اللہ علیہا 10 سال حیات رہیں، ان کا وصال 1098ھ (1687ء) میں ہوا۔

سید عبدالرحمن جیلانی ہبیت کا سلسلہ فقر

سید عبدالرحمن جیلانی ہبیت کا سلسلہ فقر حضرت غوث الاعظم ہبیت تک اس طرح پہنچتا ہے:

آپ مرید تھے سید عبدالجلیل ہبیت کے، وہ مرید تھے سید عبدالقاہر ہبیت کے، وہ مرید تھے سید عبدالفتاح ہبیت کے، وہ مرید تھے سید محمد الدین برہان پور والے کے، وہ مرید تھے سید محمد صادق سیکھ جیلانی ہبیت کے، وہ مرید تھے سید عبدالجبار بن ابو صالح نصر کے، وہ مرید تھے سید عبدالرازاق جیلانی ہبیت کے اور وہ مرید تھے سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقاہر جیلانی ہبیت کے۔

۱۔ آپ ہبیت اہل عمری میں تن چار تکrif لے گئے اور مدینہ شریف میں مستقل سکونت اختیار کی۔ سید عبدالعزیز ہبیت کی اولاد میں سے سلطان الدار کین حضرت قی سلطان سید محمد عبداللہ شاہ مدین جیلانی ہبیت کا مزار مبارک احمد پور شریق میں مرچ خلاقت ہے۔ صفحہ 76 پر ان کے حالات زندگی کا مطالعہ فرمائیں۔

خلفا

سید عبدالرحمن جیلانی بیہدہ کے خلیفہ اکبر سلطان العارفین حضرت آنی سلطان باخو بیہدہ ہیں۔ خلیفہ اصغر سید محمد صدیق بیہدہ ہیں جو پہلے سجادہ نشین ہوئے اور لا ولہ فوت ہوئے۔

وصال مبارک

دور عالمگیری میں 21 رمضان المبارک 1088ھ (16 نومبر 1877ء) شبِ جحد وصال فرمایا اور اپنے تحریک میں محفوظ ہوئے۔

عرس مبارک

آپ بیہدہ کا عرس مبارک 21 رمضان المبارک کو ایک عرصہ تک بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوتا رہا ہے اور اب بھی عقیدت مندر ہر سال 21 رمضان المبارک کو آپ بیہدہ کا عرس مبارک مناتے ہیں۔

مزار مبارک

آپ بیہدہ جس مجموع میں رہائش پذیر تھے وصال کے بعد آپ بیہدہ کو دین کیا گیا۔ آپ بیہدہ کے خلیفہ سیدہ محمد صدیق دربار کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے لیکن دور عالمگیری میں ہی وہ لا ولہ فوت ہو گئے۔ ان کا کب وصال ہوا اور تربت مبارک کہاں ہے کچھ پتہ نہیں چل سکا۔ برطانوی دور حکومت میں جب اس علاقہ سے سڑک اور ریل کی پڑی گزاری کی اور صدر ریلوے شیشن بنایا گیا تو آپ بیہدہ کے مزار کو محفوظ بنانے کے لیے پڑی کارخانہ بنا اور ایک احاطہ بنا کر آپ بیہدہ کے دربار کو اس نظام سے علیحدہ رکھا گیا۔

1947ء میں تقسیم ہند کے بعد پاکستان سے ہجرت کر کے آئے والے آہستہ آہستہ آپ بیہدہ کی زمین پر مسلم وقف بورڈ کے عملکری ملی بھگت سے قابض ہوتے چلے گئے۔ یوں تو ان کی دست بر سے کوئی بھی مزار اور خانقاہ محفوظ نہ رہی لیکن آپ بیہدہ کے مزار کے ارد گردی و سعیج زمین بھی ان لوگوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ اب ایک محض کرہ میں آپ بیہدہ کا مزار اور اس کے ساتھ مسجد شاہ عبدالرحمن موجود ہے باقی تمام زمین ناجائز قابضین کے قبضہ میں جا چکی ہے۔ مزار سید عبدالرحمن دہلوی بیہدہ کی تمام زمین پر اور دیگر مزارات اور مسلم املاک پر یا لوگ کس طرح قابض ہوئے اس کا تذکرہ ہندوستانی کتب ہی سے کرتے ہیں۔

حضرت فرید الدین شاہ بلند شہریو۔ پی انڈیا "راجہماۓ مزارات دہلی" میں تحریر کرتے ہیں:

افسوس ہے کہ تقسیم وطن کے مضر اثارات سے عبادت گاہوں، خانقاہوں کا تقدس بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ مسلمان کیش تعداد میں پاکستان چلے

گئے۔ ہزاروں درگاہوں اور موقوفہ جانیدادوں پر عاصبانہ قبضہ ہو گئے اور ان کی شکل و صورت بھی تبدیل کر دی گئی۔ رفتار فتنہ ان کی سچی تاریخ اور نام و نشان کو بھی اہل دنیا نے فراموش کر دیا۔ (راہنمائے حوارات دہلی، طبع 2007ء، صفحہ 7)

ڈاکٹر محمد حنفیۃ الرحمن صدیقی "مزارات اولیاء رحمی" میں بیان کرتے ہیں:

1947ء کے بعد دہلی میں جو افرانظری پنجی تو زیادہ تر مسلمان پاکستان چلے گئے اور دہلی پر پاکستان سے آئے ہوئے پناہ گزینوں کا قبضہ ہو گیا۔ مسلمانوں کے نہایتی مقامات کا بہت بر احوال ہوا اور ان کا کوئی پر سانح حال نہ رہا۔ درگاہوں کو قدم شریف، درگاہ شاہزادیوں اور چاندیوں کا اور قطب الدین بختیار کا کی بیسیہ کی درگاہ کی فصیل پر پاکستان سے آئے ہوئے پناہ گزینوں نے قبضہ کر لیا۔ کسی طرح سے حکومت نے ان درگاہوں کے خاص مقام کو خالی کر دیا، باقی پوری فصیل پر آج بھی انہی کا قبضہ ہے۔ باقی درگاہوں پر خود مسلمانوں نے قبضہ کر کے اپنے گھر بنا لیے ہیں۔ ان درگاہوں کی چاروں بیاریاں جو بہت وسیع تھیں اور ان میں بھی بڑے بڑے اولیا کرام دفن تھے ان سچی مزاروں پر لوگوں نے قبضہ کر کے گھر، دکان اور دکانیں بنائی ہیں۔ آج بھی شیخ صلاح الدین بیسیہ کی درگاہ جو سوتھی تھی مگر، شیخ سراءے میں ہے اس میں دکان چل رہی ہے۔ اسی گھر ان کے خاندان کے ایک بزرگ کی درگاہ میں بڑھنی کا کام چل رہا ہے۔ درگاہ شیخ سلیمان دہلوی بیسیہ جو ظفر محل سے پورب تندو فروٹ والے کے مکان کے سامنے ہے، اس میں دکان کھول دی گئی ہے اور قبر کا تھویر اکھاڑ دیا گیا ہے۔ اس کے قریب دو اور مزاروں پر گنبد تعمیر ہیں جو کسی ہندو کے قبضہ میں ہیں اور رہائش کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔ اسی طرح حضرت ظلام الدین اولیا بیسیہ کی درگاہ کے چاروں طرف آرام فرمائے صوفی کرام کے مزاروں پر دکان تعمیر ہو گئے ہیں۔

ان مزاروں اور درگاہوں کی اپنی الگ الگ چاروں بیواری اور وسیع زمین تھی جو قبرستان کے طور پر استعمال کے لیے تھی۔ ان ساری زمینوں پر حکومت نے قبضہ کر لیا اور دہلی کے زیادہ تر مزاروں اور قبرستان کی زمینوں پر ڈی۔ ٹی۔ اے کا قبضہ ہے اور کچھ پر ایک سی۔ ڈی۔ ٹی۔ نے قبضہ جما رکھا ہے اور باقی پر بڑے بڑے سرمایہ داروں کا قبضہ ہے۔ اوپرائے ہوٹل (دہلی کا مشہور ہوٹل)، دہلی پیک سکول یہ سب قبرستان کی زمین پر واقع ہیں۔ سید محمود تجاہر کیلوکھری بیسیہ کی درگاہ کی زمین جو قبرستان کے استعمال کے لیے وقف تھی وہاں مزارات فتحم کیے جا رہے ہیں جبکہ یہ وقف بورڈ کی گھرانی میں ہے۔ افسوس اب وقت بورڈ کی گھرانی میں بھی مزارات اور ان کی زمینیں محظوظ نہیں ہیں۔ (مزارات اولیاء دہلی، طبع دہلی، 2006ء)۔

اسی کتاب میں خواجہ سید اسلام الدین نظامی سجاد و شیخ و امام علمی مسجد دربار حضرت شیخ نظام الدین اولیا تحریر فرماتے ہیں:

دہلی کی زیادہ تر پرانی آبادی پاکستان چلی گئی اور دہلی کی درگاہوں، مزاروں اور دیگر مسلم عمارتوں پر پاکستان سے آئے ہوئے مهاجرین کا قبضہ ہو گیا۔ بعد میں ان میں سے کچھ مقامات کو مولانا ابوالکلام آزاد نے خالی کرایا۔ اس دوران زیادہ تر مزارات کے کتبے تو زد ہی گئے جس

Municipal Corporation of Delhi Development Authority میں مسلم وقت بورڈ کو مسلمانوں کی نہیں املاگ، درگاہوں، مزارات، مساجد، قبرستانوں و دیگر اماکن کی حفاظت اور انتظام کے لیے قائم کیا گی تھا جیکن یہ بورڈ خود بہت بڑا مافیا ہے ایسا کی زیر گھرانی مسلمانوں کی نشانیاں، مزارات، مساجد کی وقت چاہیدہ ادوں اور قبرستانوں تک پر قبضہ کر لیا گی اور انہیں مسارک رکایا گی۔

گی وجہ سے ان بزرگوں کے مزاروں کو پیچانالا شوار ہو گی۔ بہت سارے مزاروں پر قبضہ کر کے مکان بھی بنایے گے۔ (مزارات اول و دلی) ان عبارات سے آپ نے اندازہ لگایا ہو گا کہ تفہیم بر صیرت کے بعد ہندوستان میں مزارات کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ مسلمانوں کی چھوڑی ہوئی زمینوں کی حفاظت کے لیے مسلم وقف بورڈ قائم کیا گیا جس پر مسلمانوں کے اس نہ ہی طبقہ کا قبضہ تھا جس کا سیاسی تسلط اور غلبہ ہندوستان میں کامگیری کے اتحادی ہونے کی وجہ سے قائم تھا۔ یوگ اپنے ٹکری اور اعتقادی نقطہ نگاہ کے لحاظ سے تصوف و روحانیت سے نہ صرف نابدد تھے بلکہ ذاتی طور پر اس کے خلاف بھی تھے۔ انہوں نے اپنوں میں درگاہوں اور مزاروں کی زمینیں ریویوں کی طرح تفہیم کیں اور یوں یہ طبقہ سلم و رشد کی چالی کا باعث تھا۔ سید عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی ہبیتہ کے دربار سے ماحقہ بھی وسیع زمین تھی جہاں تاجازہ قابضین نے اپنے مکانات کی تغیرات شروع کر دیں۔ یوں یہ پورا علاقہ ”مسلم وقف بورڈ کوارٹر ڈیلی نمبر 6“ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اب آپ کا ایک چھوٹا سا مزار اور ماحقہ مسجد شاہ عبدالرحمٰن ہے۔ باقی تمام زمین ان قابضین کے قبضہ میں جا چکی ہے۔ اب مزار کی جگہ پر قبضہ کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ مزار اب بھی مسلم وقف بورڈ کی تحریک میں ہے اور مزار کی تحریکی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ سید سالم الزمان باہمتو خود مخطوط میں لکھتے ہیں:

﴿ یہ خادم سادات سید سالم الزمان باہمتو ولد حافظ قاری سید احسان اللہ باہمتو جو کے دربار سید عبدالرحمٰن جیلانی کے گرد و نواحی میں رہائش پذیر ہے، اب تو یہ آخر اکیلا ہی قبضہ گروں کے درمیان اس دربار کی حفاظت پر مامور ہے، کمزور اور ناتوان عمر کے اس حصہ میں فتوؤں میں گمراہ ہوا ہے۔ تفہیم ہند کے بعد اس علاقہ پر قبضہ گروں اور قبضہ گروپوں نے قبضہ کر لیا ہے اور ان کے ذریعے وجہ سے کوئی بیہاں نہیں آتا اور پھر کوئی سجادہ اٹھنے بھی نہیں ہے جو لوگوں کو معلومات مہیا کر سکے۔ دربار پر قبضہ پر ور قبضہ کرنے اور اسے ختم کرنے کی عرصے سے کوشش کر رہے ہیں اور دربار کی کافی زمین پر قابض ہو چکے ہیں لیکن اللہ کے خاص فضل و کرم سے کسی کی تحریکی اور سجادگی نہ ہونے کے باوجود آپ ہبیتہ کا دربار محفوظ ہے۔ مزار کا پتہ: پرانی دلی 6۔ لا ہوئی دروازہ سے شرق کی جانب نزد صدر ریلوے ٹیشن ریلوے کا اونی مسلم وقف بورڈ کوارٹر ڈیلی 6۔

سلطان العارفین حضرت تھی سلطان باہمتو ہبیتہ کی ظاہری بیعت کے بارے میں اختلاف

»»»»»

سلطان العارفین حضرت تھی سلطان باہمتو ہبیتہ کی حیات مبارک پر تحقیق کرنے والوں میں سب سے زیادہ اختلاف آپ ہبیتہ کے سید عبدالرحمٰن دہلوی ہبیتہ کے دست مبارک پر ظاہری بیعت کے معاملہ پر پایا جاتا ہے۔ اس معاملہ میں سب سے بڑی دلیل یہ ہی جاتی ہے کہ آپ ہبیتہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بیعت فرمایا اور آپ کو خوٹ العظیم حضرت شیخ محبی الدین سید عبدال قادر جیلانی ہبیتہ کے پر فرمایا۔ انہوں نے آپ ہبیتہ کی تربیت فرمائی اور آپ ہبیتہ نے اپنی کتب میں حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی ہبیتہ کوہی ”شیخ ما“ فرمایا ہے، اس بات کا تذکرہ ہم بھی بچھلے صفات میں کر رکھے ہیں۔ وہ سری دلیل یہ یوگ یہ لاتے ہیں کہ سلطان باہمتو ہبیتہ نے خود اپنی کسی کتاب میں بھی اس ظاہری بیعت کا تذکرہ نہیں کیا اور آپ ہبیتہ سے یہ بات بھیداز قیاس ہے کہ آپ ہبیتہ کسی سے فیض حاصل کریں اور اس کا تذکرہ بھی نہ کریں۔ یہ دلیل تصوف میں

کوئی اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ اسکی بہت سی اور مثالیں بھی موجود ہیں جیسے کہ شاہ حبیب اللہ قادری بیہدہ نے بھی اپنی کتاب سر الحجیب میں کہیں بھی اپنے مرشد سید عبد الرحمن دہلوی بیہدہ کا تذکرہ نہیں فرمایا۔ اسی طرح شیخ عبد القادر جیلانی بیہدہ نے بھی اپنی کسی کتاب میں اپنے مرشد حضرت شیخ ابو سعید مبارک مخروقی کا ذکر نہیں فرمایا۔ سید عبد الرحمن دہلوی بیہدہ سے سلطان العارفین حضرت تغلی سلطان باخوہ بیہدہ کی ظاہری بیعت کا ذکر ”مناقب سلطانی“ میں ثقہ طریقت کے ساتھ مذکور ہے اور چونکہ حضرت تغلی سلطان باخوہ بیہدہ کی حیات پر یہ اولین تصنیف ہے اس لیے اس پر یقین کرنا چاہیے اور اختلاف قوبی کیا جائے جب کوئی دوسرا وجد یا ثبوت موجود ہو۔ اب ہم اس سلسلہ میں اختلافات کا ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ سب سے زیادہ حیرانگی نہیں نور محمد کا چوہی پر ہے کہ وہ محض مختلق نہیں تھے اور ان کے مطابق انہیں بر او راست فیض حضرت سلطان باخوہ بیہدہ سے ملا اور ان کے بقول وہ حضرت سلطان باخوہ بیہدہ کے روحاںی وارث ہیں۔ اس سلسلہ میں اپنی کتاب میں بہت سی روحاںی ملاقاتوں کا ذکر بھی کرتے ہیں اور کسی کتاب میں اپنی ظاہری بیعت کا ذکر نہیں کرتے لیکن ان کے صاحبزادے عبد الحمید سروری قادری ”حیات سروری“ میں نور محمد کا چوہی کی ظاہری بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿ابتداء میں آپ (نور محمد کا چوہی) نے سلطان العارفین بیہدہ کے سجادہ نشین سوم حضرت صالح محمد بیہدہ سے بیعت کی۔ ابھی آپ کم من اسی تھے کہ آپ کے والد صاحب آپ کو دربار شریف لے گئے اور اپنے بیوی مرشد حضرت صالح محمد بیہدہ کے حضور پیش کر کے بیعت کرنے کی درخواست کی۔ حضرت صالح محمد بیہدہ نے بڑی شفقت سے آپ کو بیعت کیا۔ اس والد کے کافی عرصہ بعد جب آپ کا لجی چھوڑ کر درویش کی صورت میں دربار پر قیام پنڈیر ہوئے تو حضرت صالح محمد بیہدہ وفات پا چکے تھے اور حضرت نور محمد بیہدہ صاحب سجادہ نشین تھے۔ حضرت نور محمد بیہدہ صاحب اکثر دورے پر دامان کے علاقے میں آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ موضع مذکور تشریف لائے۔۔۔۔۔ نور محمد صاحب کا چوہی سے زیارت کے لیے اپنے والد صاحب کے ہمراہ مذکور گئے اور وہیں آپ سے بیعت کی تجدید پر کر لی۔ (صفحہ 56)

اب اگر نور محمد کا چوہی کو بر او راست فیض اولیٰ کی طریقہ سے سلطان العارفین سلطان باخوہ بیہدہ سے مل گیا تھا تو ان کو ظاہری بیعت، وہ بھی ایک دفعہ نہیں بلکہ دو دفعہ کرنے کی ضرورت کیوں پوچش آئی؟

نور محمد کا چوہی مخزن الاسرار میں سلطان العارفین سلطان باخوہ بیہدہ کی ظاہری بیعت سے متعلق لکھتے ہیں:

”حضرت سلطان العارفین قدس سرہ العزیز کی ظاہری بیعت کا کہیں سرانجام نہیں ملا اور نتیجہ پر معلوم نہیں ہوتا۔“ (مخزن الاسرار صفحہ

(259-260)

لیکن نور محمد کا چوہی مرحوم ہی اپنی کتاب ”انوار سلطانی پنجابی شرح اشعار سلطانی“ میں صفحہ 8 پر سلسلہ سروری قادری کا جو ثقہ طریقت درج کرتے ہیں اس میں حضرت تغلی سلطان باخوہ بیہدہ کے مبارک نام سے پہلے ”بیوی حسن“ (سید عبد الرحمن دہلوی بیہدہ) کا نام موجود ہے۔ یعنی دوسرا کتاب میں خود اپنی ہی بات کو رد کر رہے ہیں۔

اسی طرح نور محمد کا چوہی کے صاحبزادے عبد الحمید سروری قادری (جو ان کے جانشین بھی ہیں) نے حیات سروری کے صفحہ 132، 133

اور 219 پر جو شجرہ طریقت قادر یہ سرو دیا ہے اس میں بھی سید عبدالرحمن دہلوی کا نام ”بیر تجن“ کے نام سے موجود ہے۔ راہ سلوک کے مسافر جانتے ہیں کہ شجرہ طریقت بیعت کرتے وقت مرشد پڑھتا ہے۔ اب سورج کا اچھی کی بات کو ان کے جانشین فرزند ہی رکھ رہے ہیں۔

2۔ ڈاکٹر سلطان الافق علی ہن کا تعلق خانوادہ سلطان باخو ہے سے ہے ”دیوان باخو“ میں سلطان باخو ہی سے کو ظاہری مرشد سے بے نیاز فرماتے ہیں اور ”شرح ایمات باخو“ کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ حضرت سلطان باخو ہی کے شیخ وہی تھے جن کو آپ ہی نے اپنی کتب میں جا بجا ”شیخ ما“ لکھا ہے یعنی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ہی ہیں، لیکن اپنی کتاب مرآت سلطانی (بامنامہ کامل) میں اپنی اس بات سے مراجعت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

﴿ شاہ حبیب اللہ قادری ہی سے فرمایا ”اے نقیر اتو جو کچھ چاہتا ہے میرے پاس نہیں۔ البتہ میرے مرشد کے پاس دہلی چلے جاؤ جن کا نام بیر سید عبدالرحمن گیلانی ہی ہے۔ ”حضرت سلطان العارفین ہی سے جب دہلی پشتہ تو سید السادات حضرت بیر عبدالرحمن دہلوی ہی سے کوچنہ مختار پایا، انہوں نے سلطان العارفین ہی سے کوفور آتی فیض از لی عطا فرمادیا۔ (صفحہ 114) ﴾

ڈاکٹر سلطان الافق علی صاحب اسی کتاب کے صفحہ نمبر 120 اور 121 پر سلسلہ قادر یہ کے جو شجرہ ملتے طریقت درج کرتے ہیں ان میں سلطان العارفین حضرت سلطان باخو ہی سے کے نام مبارک سے پہلے سید عبدالرحمن دہلوی ہی سے کا نام لکھتے ہیں۔ اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ ہی سے ظاہری بیعت سید عبدالرحمن دہلوی ہی سے کے وست مبارک پر کی تھی۔

3۔ اس سلسلہ میں سب سے سخت موقف احمد سعید ہمانی کا ہے۔ انہوں نے ”شیخ ما حضرت سلطان العارفین ہی سے کے مرشد“ کے عنوان سے اپنی کتاب ”سلطان العارفین حضرت سلطان باخو ہی سے (حیات و تحسیمات)“ میں تفصیلی بحث کی ہے۔ اس بحث سے پہلے مناقب سلطانی کی عبارت کا خواہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿ دریائے راوی کے کنارے واقع گزہ بخارا میں ایک شیخ حضرت شاہ حبیب اللہ قادری ہی سے مشہور تھے۔ ان کی خدمت میں آپ ہی سے حاضر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے مختلف انداز سے حضرت سلطان العارفین ہی سے کو آزمائے کی کوشش کی مگر ہر بار حضرت سلطان العارفین ہی سے کو قوت وہم میں خود سے بڑھ کر پایا۔ آخر کو آپ ہی سے درخواست کی کہ میرے شیخ حضرت بیر سید عبدالرحمن قادری دہلوی (ہی ہی) کی خدمت میں تشریف لے جائیے۔ وہ آپ ہی سے کلینہ بھی تھے۔ آپ ہی سے حضرت بیر عبدالرحمن قادری ہی سے کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بیر صاحب آپ ہی سے کا با تھوک پکڑ کر خلوت میں لے گئے۔۔۔ پس آپ ہی سے مرشد کامل سے اپنا از لی انصیہ ایک قدم سے ایک ہم میں پالا۔ جو چاہتے تھے مل گیا۔ ﴾

پھر احمد سعید ہمانی صاحب مناقب سلطانی سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿ ”مناقب سلطانی“ کے مصنف نے انجی عبدالرحمن قادری ہی سے کو حضرت سلطان العارفین ہی سے کا ظاہری مرشد مانا ہے اور ایک شجرہ

طریقت بھی نقل کر دیا ہے۔ مگر مذکورہ واقعہ بیان کرنے سے قبل انہوں نے حضرت سلطان باہمتو بیٹے کا ایک کشف بھی لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت سلطان العارفین کو سب مطلوب فیض اور ایسی طور پر مل پکا تھا اور پارگاہ نبوی ﷺ سے بولیہ حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ خلق خدا کو بدایت دینے کا حکم صادر ہوا کا تھا۔ کشف کا یہ واقعہ مصنف مناقب سلطانی حضرت سلطان حامد صاحب نے اپنے بزرگوں سے سید بہیڈہ سنائے۔ یہ کشف عین بیداری میں ہوا۔ آپ بہیڈہ ایک دن شور کوت کے آس پاس کہیں کھڑے تھے کہ اچانک ایک صاحب اور صاحب حشمت اور پارع سوار خود اور ہوا جس نے آپ بہیڈہ کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے بخالیا۔۔۔۔ یہ حضرت امیر المؤمن حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے۔۔۔۔۔ (بعد ازاں جو پہنچ پڑیں آیا اس کی تحصیل گذشت سطور میں نقل کی جائی گی ہے۔) رسول کریم ﷺ کی مجلس میں حاضری اور صحابہ کبار اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی برکت سے ملبوہ کر آپ بہیڈہ کو حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پروردی گیا۔ ”رسالہ روحي شریف“ میں حضرت سلطان العارفین بیہیہ جب ارواح سلطان الفقر کا ذکر کرتے ہیں تو غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی بہیڈہ کے بارے میں فرماتے ہیں ”یک روح شیخ ما، حقیقت الحق، نور مطلق، مشہود علی الحق، حضرت محبوب بھائی“ (ایک روح ہمارے شیخ، حقیقت الحق، نور مطلق، مشہود علی الحق حضرت محبوب بھائی ہیں)۔ اب اگر اس کشف کے بیان اور پیر عبدالرحمن قادری بیہیڈہ کی ملاقات کی روایت کا موازنہ کیا جائے تو تضاد ظاہر ہو جاتا ہے۔ جب اس ”فتح کبیر“ کے بعد حضرت سلطان العارفین بیہیہ پر تجلیات ذاتی وارد ہوئے لگیں اور خود ارواح جلیلہ نے آپ بہیڈہ کو رسیدہ بہادیت کی اجازت سے سرفراز کر دیا تھا پھر کسی بیہیہ سے ”ازلی نصیہ“ پالینے کا کیا سوال ہے؟ آپ تو خود ہی شروع سے مرشد کامل کے مقام پر قائم ہو چکے تھے۔

اس کے بعد احمد سعید بہادی مزید لکھتے ہیں:

مناقب سلطانی میں یہ بھی لکھا ہے ”چونکہ حضرت سلطان العارفین قدس سرہ مادرزادوںی تھے اس لیے روز پیدائش سے ہی صاحب اسرار تھے۔“ نیز آپ خود فرماتے ہیں ”مجھے انوار ذات کی تجلیات کے مکافات کے سب کافات کے سب طاہری علم اور ورود وظیفہ کے لیے فرصت ہیں، میں ہر وقت وحدانیت میں مستغرق اور سرینی الذات میں رہتا ہوں۔“ اگر طاہری علم یا اور وظیفہ کی فرصت و ضرورت نہ تھی تو پھر خاہری مرشد کی ضرورت سے بھی آپ بہیڈہ اسی طرح بے نیاز تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح ہمارے تہذیبی زوال کے دور میں مختلف حلتوں اور شعبوں کے متاخرین کے ہاں صرف خاہری نظام اور اس کی غیر ضروری تاکید ہی باقی رہ گئی تھی، اسی طرح طریقت میں بھی روایت کی خاہری صورت کی اہمیت پکھڑ زیادہ ہی بڑھا دی گئی تھی۔ شاعری میں اگر کوئی کسی کو اپنا استاد طاہر بیہیں کر سکتا تھا تو اس کو بے استاد ہونے کا طعنہ دیا جاتا تھا، اسی طرح طریقت میں جو اپنے تیس کسی بیہی سے نسلک خاہر نہ کر سکتا تھا وہ بے بیہی کھلا تھا۔ جہاں تک حضرت سلطان العارفین سلطان باہمتو بیہی کا تعلق ہے، انہوں نے تو اس کی ہر گز پرواہ بیہی کی اور اپنے رسائل و کتب میں کسی حبیب اللہ شاہ اور پیر سید عبدالرحمن قادری کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس کے برعکس اپنے اویسی فیض اور مذکورہ کشف کا اکثر ذکر کیا ہے مگر شاید بعد میں آئے والوں نے ضروری سمجھا کہ اس دور کے مخصوص تہذیبی پس منظر میں اپنے جدا مجدد کو کسی نہ کسی روایتی شجرہ طریقت سے نسلک و بیکھیں اور دکھائیں۔ یوں خاہری مرشد کا حوالہ ان کے نزدیک لازمی

ٹھہرا۔ (صفحہ 50-46)

4 ممتاز بلوچ "بھو" کے بیت "میں لکھتے ہیں:

﴿حضرت عبدالرحمن دہلویؒ ہیں ہو اس دے تھیں آپؒ بھی دی بیعت دا تذکرہ مجھن قیاس اے جیسا حقیقت نال کوئی تعلق نہیں بن دا تے ناہی اجیہا کوئی تعلق نظر آ ندا۔﴾ (صفحہ 61)

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن دہلویؒ کے دست مبارک پر آپؒ بھی کی بیعت کا تذکرہ مجھن قیاس آ رہی ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق بنتا ہوا نظر نہیں آتا اور نہ ہی ایسا ممکن دکھائی دیتا ہے۔

ممتاز بلوچ صاحب ایک تو صرف محقق ہیں اس لیے ان کی کتاب میں فقر کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ علم کی حد تک ہے۔ پھر اس عبارت کے سلسلہ میں بھی انہوں نے نور محمد کا پیو، سلطان الافعلیٰ اور احمد سعید ہمدانی کی آن تحریریوں کا سیارا لیا ہے جن میں وہ لوگ اس ظاہری بیعت کے خلاف نظر آتے ہیں۔

مولوی محمد دین گجراتی نے سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ پر ایک رسالہ 1927ء میں طبع کرایا تھا۔ شدید کوشش اور تلاش کے باوجود نہیں کیا کہ اس کی عبارت جس کی تلاش تھی وہ احمد سعید ہمدانی کی کتاب "سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ (حیات و تعلیمات)" کے صفحہ 49 پر مل گئی۔ وہیں سے ہو بہلکل کہا ہے ہیں اور سبی عبارت ہمارے موقف کی تائید کرتی ہے جس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔

مولوی محمد دین گجراتی نے پیر عبدالرحمن قادریؒ سے حضرت سلطان العارفینؒ کے تعلق کو مجھن "بشارت" وینے کی حد تک مانا ہے۔ انہوں نے روایت کی ہے "پیر عبدالرحمن قادریؒ نے آپؒ بھی کا ہاتھ پکڑا اور جھرے کے اندر لے گئے اور فرمایا 'تو تو ماں فیضان توحیدی سے ہے اور تمیرے ہاتھ پر ہاتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے اور حضرت پیر ان پیر دشیرؒ کا تو تربیت یافت ہے'۔ پس حضرت سلطان باہوؒ نے یہ بشارت پا کر بازارِ دہلی میں تشریف لا کر بازارِ دہلی پر توجہ فرمائی۔ پس دکاندار، خاص و عام کو ایک عالم جذب کا ظہور میں آیا۔

میرے مرشد پاک سلطان محمد اصغر علیؒ بھی جو صاحب مسٹکی ایم ڈاٹ مرشد، امانت الہی کے حامل اور سلطان الفقر کے مرتبہ پر فائز ہیں اور ان کا تعلق بھی خانوادہ سلطان باہوؒ سے ہے، فرمایا کرتے تھے:

"سلطان العارفین حضرت تھی سلطان باہوؒ کی سید عبدالرحمن جیلانی دہلویؒ کے دست مبارک پر ظاہری بیعت فقر کی ضروریات کی تکمیل تھی۔ پس آپؒ بھی ایک دن حاضر ہوئے، بیعت کی اور واپس آگئے۔ آپؒ بھی کافر مانا تھا کہ فقر میں ظاہری بیعت غوث الاظلہم حضرت شیخ عبدالقدوس جیلانیؒ سے سید عبدالرحمن دہلویؒ تک پہنچتی ہے، وہ لوٹ جاتی اور آپؒ بھی مرشد اتصال نہ رہتے۔ سلطان محمد اصغر علیؒ بھی جو والدبا کہ سید محمد بہادر علی شاہؒ بھی کو تمام فیض اور فخر ازہر فقر چالیس سال تک دربار حضرت سلطان باہوؒ پر قیام

کے دوران مل گیا پھر جب علوم بالطہی میں آپ بیسیہ کی تکمیل ہو گئی تو آپ بیسیہ کو حکم ہوا کہ ظاہری بیعت جا کر ہیر محمد عبد الغفور شاہ صاحب بیسیہ کے ہاتھ پر کرو۔ سلطان محمد اصغر علی بیسیہ فرمایا کرتے تھے ”ای طرح میرے مرشد سلطان محمد عبد العزیز بیسیہ اخذ و جا کر حضور غوث پاک بیسیہ کی آل کے ہاتھ پر بیعت ہونا چاہتے تھے۔“ ہیر سید محمد بہادر علی شاہ کاظمی صاحب بیسیہ نے سلطان باخو بیسیہ کی بارگاہ میں بالطہی عرض بھی کی کہ حضور یہ آپ کی آل ہیں اور آپ ہی ان کو بیعت فرمائیں لیکن سلطان العارفین بیسیہ نے سلطان محمد عبد العزیز بیسیہ کو سید محمد بہادر علی شاہ بیسیہ کی ظاہری بیعت کا حکم دیا۔ فقر میں ظاہری بیعت اور مرشد ضروری ہے۔“ میرے مرشد سلطان محمد اصغر علی بیسیہ جو سلسہ شریف بیعت کرتے وقت پڑھا کرتے تھے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شروع ہو کر سیدنا غوث الاعظم بیسیہ تک پہنچتا ہے پھر کڑی درکڑی حضرت سید عبد الرحمن دہلوی بیسیہ تک پہنچتا ہے پھر وہاں سے آگے چلتا ہوا ان کے مرشد سلطان محمد عبد العزیز بیسیہ تک پہنچتا ہے۔ اس میں سلطان باخو بیسیہ سے پہلے سید عبد الرحمن دہلوی بیسیہ کا نام آتا ہے اور یہ فقیر بھی وہی سلسہ پڑھتا ہے۔ صرف داشعار کا اضافہ کیا ہے جو میرے مرشد کے بارے میں ہیں۔

ہندوستان سے شائع ہونے والی تمام کتب آثار دہلی، راجہنماے مزارات دہلی، مشائخ قادری، مزارات اولیا دہلی اور بہت سی کتب میں جہاں سید عبد الرحمن دہلوی بیسیہ کا تذکرہ آیا ہے اس میں بھی یہ فقرہ موجود ہے کہ آپ (سید عبد الرحمن دہلوی) بیسیہ ہنگاب کے مشہور صوفی حضرت سلطان باخو بیسیہ کے مرشد ہیں۔

جن لوگوں نے حضرت سلطان العارفین بیسیہ کی ظاہری بیعت سے اختلاف کیا ہے یہ ان کی تحقیق ہے جو انہوں نے اپنے علم اور موجود کتب سے کی یا ان ہماری تحقیق کا مقصد ان کی مخالفت نہیں ہے بلکہ ان کے کام کو مزید آگے بڑھانا ہے۔ اس سلسہ میں اتنا عرض ہے کہ تحقیق صرف تحقیق ہی کر سکتا ہے اور اس میں غلطی کا امکان روکنیں کیا جاسکتا۔ اصل بات راوی فقر میں عملی طور پر کسی مرشد کا مل اکمل صاحبِ منشی کی راہبری میں تصوراً ملک اللہ ذات کے ذریعہ فخر کے سفر کو طے کرنا ہے۔ اصل تحقیقت غرضی تکمیل کے بعد سمجھو میں آتی ہیں جو صرف ظاہری علم سے نہیں آ سکتی۔ یہ فقیر اپنی ایک مثال پیش کرتا ہے کہ جب یہ فقیر 1998ء میں بیعت ہوا تو یعنی الفقر کا پہلا صفحہ پڑھا تو پچھا اور پچھہ آیا لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ ایک صفحہ ہی نئے سے نئے معارف واکرتا چلا گیا، باقی کتب کا تذکرہ تو چھوڑ دیں۔ اسی لیے سلطان العارفین بیسیہ نے اسی صفحہ پر فرمایا ہے ”یہ کتاب مبتدی اور منتهی دونوں کے لیے کامل راہبر ہے۔“ لہذا عقل اور علم اس راہ میں لکڑا نگھوڑا ہے۔ اگر صرف علم ہی راہ فخر میں رازِ عطا کر دیا کرتا تو مرشد اور فخر کی ضرورت ہی نہیں تھی، پھر ظاہری علم اور شریعت ہی کافی ہوتے۔

لیکن پھر بھی ان محققین کی بات علم کی حد تک درست ہے کیونکہ سلطان العارفین حضرت علی سلطان باخو بیسیہ فرماتے ہیں:

◆

سروری قادری اسے کہتے ہیں جسے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیعت فرماتے ہیں۔ اس کے وجود سے بد غلطی کی خوبی تم ہو جاتی ہے اور اسے شرع محمدی کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ (محض الفخر کا اس)

◆

ایک اس (اعلیٰ) مرتبے کے سروری قادری ہوتے ہیں جنہیں خاتم النبیین رسول رب العالمین، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مہربانی سے توازکر باطن میں حضرت مجی الدین شاہ عبدال قادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے پروردگریں اور حضرت ہیر دیگر بھی اسے اس طرح

نو ازتے ہیں کہ اسے ایک لمحہ بھی خود سے جدا ہونے نہیں دیتے۔ (محمد انقرہ کاوس)

جنہوں نے ظاہری بیعت کو رد کیا ہے انہوں نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے اویسی سلسلہ یا طریقہ کا سہارا لیا ہے۔ اویسی سلسلہ یا طریقہ موجود ہے اور اس سے انکار نہیں کرتے۔ اویسی طریقہ وہ ہے جس میں شیش برآہ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی ولی کامل جو وصال پا چکا ہو، سے ملتا ہے۔ اس میں تین طریقے ہیں:

1۔ جن عظیم ہستیوں کو تحقیقیں وارشاو کی مند پر فائز کیا جاتا ہے ان کے لیے اویسی طریقہ سے برآہ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض حاصل کرنے کے باوجود ظاہری بیعت ضروری ہے کیونکہ ان کا مرشد اتصال ہونا ضروری ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ چیر ان چیر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقدور جیلانی ہبھی جن کا قدم ہرولی کی گرون پر ہے، جن کو مراجع کے دوران حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت فرمایا، مادرزادو ولی ہیں اور جن کی مہربانی اور کرم کے بغیر کوئی فخر کی خوبصورت نہیں پاس کتا، جن کو اویسی طریقہ سے سب کچھ عطا ہو چکا تھا جیسا کہ نعمات میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں "حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد اولیا کرام اور اصحاب طریقت کا سلسلہ چلتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ قوی الارث بزرگ جنہوں نے راہ جذب کو باحسن طے کر کے نسبت اویسی کی اصل کی طرف رجوع کیا اور اس میں نہایت کامیابی سے قدم رکھا وہ حضرت شیخ عبدالقدور جیلانی ہبھی کی ذات گرامی ہے۔" یعنی سیدنا غوث الاعظم ہبھی نے سب کچھ اویسی نسبت سے حاصل کیا اور سلطان العارفین ہبھی ان ہی کو اپنا مرشد مانتے ہیں اور "شیخ ما" فرماتے ہیں۔ اگر سیدنا غوث الاعظم ہبھی کو سب کچھ اویسی طریقہ سے مل چکا تھا تو انہیں پھر ظاہری بیعت کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ حضرت شیخ عبدالقدور جیلانی ہبھی کی حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزوں ہبھی سے ظاہری بیعت مندرجہ و ایات کے ساتھ کتب سیر و تصوف میں منقول ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ آپ ہبھی کی بیعت اس طرح ہوئی کہ آپ ہبھی اپنے مرشد حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزوں ہبھی کی بارگاہ میں گئے، انہوں نے آپ ہبھی کو کھانا کھلایا، خرد پہنایا اور بس۔ اسی دن سے آپ ہبھی نے تحقیقیں وارشاو کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باہمتو ہبھی کی ظاہری بیعت بھی اسی طرح ہے اور مولوی محمد دین گھرائی کی عبارت سے ہماری اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ ہمارا موقف بھی یہی ہے کہ آپ ہبھی اپنے ظاہری مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے، بیعت کی اور تمام فیض یک دم پالیا کیونکہ فخر کی تمام منازل تو آپ ہبھی اویسی طریقہ سے طے کر چکے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ تحقیقیں وارشاو کی مند کے لیے ظاہری بیعت ہونا کیوں ضروری ہے تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ فخر میں سالسلہ کا ایک اقسام قائم کیا گیا ہے جو درجہ بدرجہ حضور اکرم ہبھی تک پہنچتا ہے۔ ہر مرشد کامل کو "شیخ اتصال" ہونا چاہیے لیکن حضور اکرم ہبھی تک شجرہ طریقت پہنچنے تک سلسلہ کا کہیں "قطع" نہیں ہونا چاہیے اور شجرہ طریقت باب علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے گزر کر دینے اعلیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سلسلہ چینچنے تک درمیان سے کوئی کڑی نوٹے نہ پائے ورنہ ہر بڑے ہرے ہرے قتوں کے قوئے پذیر ہونے کا خداش ہے۔ اگر لوگ جھوٹے نبی اور جعلی مہدی ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں تو کوئی گمراہ کسی گدی پر بینچ کریے بھی کہہ سکتا ہے کہ اسے برآہ راست فیض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی ولی سے مل گیا ہے اور اسے ظاہری بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کوئی ایسا کہے تو وہ گمراہ ہے اور اسے جوتے مارو۔ آج کل گلی گلی جو جعلی چور پھیلے ہوئے

ہیں اُن سب کا کہنا ہے کہ اُن کو رہا راست فیض ملا ہوا ہے اور ظاہری بیعت سے انکاری ہیں اور کچھ جدی اور پیدائشی ہونے کے دعویدار ہیں۔ سیدنا غوث العظیم ہبیت اور سلطان العارفین ہبیت کی ظاہری بیعت رسم اسی نسبت سے ہے۔ تلقین و ارشاد کی منند پرفائز ہونے کے لیے ان کی ظاہری بیعت ضروری تھی کیونکہ انہوں نے تلقین و ارشاد کے فرائض ادا کرنے تھے اور ایک زمانے کو فیض پہنچانا تھا اور آپ ہبیت کے سلسلے نے تاقیامت قائم رہتا ہے۔ دوسرا وجہ آپ ہبیت کی ظاہری بیعت کی یہ ہے کہ سلسلہ میں کوئی گمراہ آپ مجھی ہستیوں کو مثال بنا کر اوسی طریقہ کا سہارا لے کر منند تلقین و ارشاد پر نہ ہبیج جائے۔ سیدنا غوث العظیم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ہبیت فرماتے ہیں ”وہ مشائخ اہل سنت جن کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ باب علم حضرت علی کرم اللہ وجہ سے علم کے فیض (حضرت علی اصلہ و اسام) تک پہنچتا ہے، لوگوں کو حکمت سے اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔“ (درالامرا، ص ۵) اس عبارت سے ہمارے موقف کی تائید ہوتی ہے کہ صاحب تلقین و ارشاد ہونے کے لیے ”مرشد اصال“ ہونا ضروری ہے۔

روحانی سلسلہ میں کبھی بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سلسلہ کے شیخ کو اپنی زندگی میں ایسا شخص نہیں ملتا ہے سلسلہ منتقل کیا جائے اس لیے سلسلہ کو منتقل کیے بغیر اس کا وصال ہو جاتا ہے۔ بعد از وصال وہ اپنے مزار سے سلسلہ منتقل کرتا ہے اس طرح سلسلہ میں کوئی انقطاع یا منتقل نہیں ہوتا اور سلسلہ جہاں سے رکا ہوتا ہے وہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ تصوف یا طریقت میں ایسی دو مثالیں اہم ہیں، ایک سلسلہ نقشبندیہ میں اور دوسرا سلسلہ سروری قادری میں۔ سلسلہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت ابو الحسن شرقانی ہبیت اپنے مرشد حضرت بایزید بسطامی ہبیت کے وصال کے ساتھی سال بعد پیدا ہوئے اور بلوغت کے بعد میں سال حضرت بایزید بسطامی ہبیت کے مزار مبارک پر ریاضت کے بعد ان کو سلسلہ منتقل ہوا اور یوں سلسلہ نقشبندیہ دوبارہ جاری ہوا۔ سلسلہ سروری قادری میں سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باخو ہبیت 1102ھ میں سلسلہ منتقل کیے بغیر ہی وصال فرمائے۔ اُن کے وصال کے پھر اسی سال بعد سلطان التارکین سید محمد عبد اللہ شاہ مدفنی جیلانی ہبیت کی ولادت با سعادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ وہ بارہ سال تک روضہ رسول پر معنکف رہے، سیدنا غوث العظیم ہبیت سے تربیت کے بعد 1241ھ میں مزار سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باخو ہبیت پر حاضر ہوئے، امامت الہبی اور سلسلہ سروری قادری کی امانت حاصل کی اور سلسلہ سروری قادری جہاں رکا تھا وہیں سے دوبارہ شروع ہو گیا۔

2۔ دوسرا ایسی طریقہ ہے جس میں طالب سے تلقین و ارشاد کا کام نہیں لیا جاتا بلکہ صرف دین کا کوئی کام لینا مقصود ہوتا ہے۔ اس کی مثال علامہ اقبال ہبیت کی ہے جن کو مولانا روم ہبیت کی روح سے ایسی طریقہ سے فیض ملا جائے اور اسکے مطابق مولانا روم کو ہبیت اپنام مرشد قرار دیتے ہیں۔

3۔ تیسرا ایسی طریقہ ہے جس کے تحت ابتدائے حال میں کسی طالب کی راہ حق میں تربیت کی جاتی ہے۔ اس طالب کو اس کا علم ہو یا نہ ہو یہ ضروری نہیں۔ پھر ظاہری مرشد کی بارگاہ میں مکمل تربیت کے لیے بیشج دیا جاتا ہے۔

امید ہے اس تحریر سے سلطان العارفین حضرت شیخ سلطان باخو ہبیت کی ظاہری بیعت کے بارے میں بہت سی غلط فہمیاں دور ہو گئیں

ہوں گی۔ اگر میری تحریر سے کسی کی دل آزاری ہوئی ہے تو محاذی چاہتا ہوں لیکن کسی کی دل آزاری سے زیادہ حضرت سلطان باہمو بیسی کی زندگی کے کسی بھی پہلو یا گوشے کے بارے میں خطا فہمبوں کا ازالہ ضروری ہے۔

تلقین و ارشاد

دست بیعت کے بعد ولی سے واپس تشریف لا کر حضرت حقیقی سلطان باہمو بیسی نے رشد و ہدایت کا آغاز فرمایا۔ اس روز سے آپ بیسی پر ذات الہی کے جذبات و انوار اس طرح متعجب ہونا شروع ہوئے کہ سینکڑوں لوگوں کو ایک ہی نکاح سے ایک ہی قدم میں واصل بالا نہ کر دیتے۔

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان باہمو بیسی نے رجی بیہر یا سجادہ نشین شیخ کے مقابلے میں آزاد فقیر کی تعریف یہی ہے "آزاد فقیر مصلحتوں اور آداب و رسوم کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ آزاد فقیر ایک توکی جگہ کا پابند ہو کر رہنے پر مجبوہ نہیں ہوتا وہ مرے اس کا فیض ہر حال اور ہر صورت چاری رہتا ہے۔ عام طور پر وہ سیر و سفر میں رہتے ہوئے فقیر کی نعمت لوگوں کے گھروں اور دروازوں پر لانا تا پھرتا ہے۔"

حضرت حقیقی سلطان باہمو بیسی بھی لوگوں کو معرفت اور فقیر کی تعلیم و تلقین کیلئے بیش غرضی رہے اور ساری عمر گھوم پھر کر محبت اور معرفت الہی کا خزانہ بنانے پھرے۔ یہ سب کچھ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا جیسا کہ آپ بیسی فرماتے ہیں:

﴿ لَهُ رَسْوَا كُنْمٌ بِهِرِّ ازْ خَدا ۚ بِهِرِّ وَرَے قَدَے زَمْ بِهِرِّ ازْ خَدا ۚ ﴾

ترجمہ: میں اپنے لئوس کو رضاۓ الہی کی خاطر رسوا کرتا ہوں اور ہر در پر اللہ کی خاطر قدم رکھتا ہوں۔ (قرآنہ بھی کاں)

تلقین رشد و ہدایت کے لیے آپ بیسی نے زیادہ تر سفر و ادبی سوون سکسر، ملتان، ذیرہ عازی خان، ذیرہ اسماعیل خان، سندھ اور بلوجھستان کی طرف کیے۔ آپ بیسی کا تذکرہ کسی کتاب، مجموعہ یا مخطوطات میں اس لیے نہیں ملتا کہ آپ بیسی اس زمانہ کے تہذیب و ثناافت اور علوم کے مرکز سے دور ہے اور آپ بیسی کی ملاقات کسی صاحب تصنیف سے بھی نہیں ہوئی۔ ولی جانے کا ذکر بھی ایک بارہی ملتا ہے۔ آپ بیسی دیہاتوں کے سید ہی سادے لوگوں میں اسم اللہ ذات کا خراز اذلاتے رہے اور پھر انہی دیہاتی لوگوں نے آپ بیسی کے کام کو آگے بڑھایا۔

سفر میں آکٹھا ایسا ہوتا کہ آپ بیسی کسی پر لگاہ فرماتے اور اسے خدار سیدہ ہوادیتے۔ آپ بیسی کے والد حضرت بازید محمد بیسی کو شہنشاہ شاہ جہان کی طرف سے ایک بہت بڑی جائیگیری ہوئی تھی جس میں ایک ایشوں کا قلعہ اور کئی آپوں کوئی بھی تھے۔ گو خاصی و سیع جائیگیر تھی اور ہر وقت انتظام اور نگرانی کی متفاوضی تھی لیکن حضرت سلطان باہمو بیسی کا یہ معمول تھا کہ جب جذہ بنے غلبہ کیا گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ مصنف "مناقب سلطانی" لکھتے ہیں کہ آپ بیسی نے عمر بھر کسی دنیاوی تعلق یا شغل سے دست بہارک کو آلو دنہ فرمایا۔ ہاں دو دفعہ میل لکھ رائے ہاتھ سے ہل چلا یا اور کھیتی باڑی کی لیکن دونوں مرتبہ عشق الہی کے جذبات کے سبب آپ بیسی نے ہیلوں کو بجتے جاتے کنویں پر چھوڑا اور خود تخلیات اور

مکاشفات دیدار میں مست ہو کر پہاروں اور جنگلوں کی سیر کو نکل گئے۔ آپ بھی مرشد کامل نور الہدی تھے اور مرشد کامل نور الہدی سالک (طالب اللہ) کو تعلیم، توجہ اور تلقین کے ذریعے عین العیان کے مرتبہ پہنچا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اسے ذکر، فکر اور درود و خاتم کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ آپ بھی کی ساری زندگی شہر شہر قریب قریب گوم پھر کر طالبان مولیٰ کو خلاش کرنے اور انہیں وصول بالله کرنے میں گزری۔ غلق خدا کو تلقین کی یہ مدداری آپ بھی کو بارگہ نبوی سے عطا ہوئی تھی۔

سلطان باہو کا لقب

”سلطان العارفین“ اور مرتبہ ”سلطان الفقرا“

تمام دنیا خصوصاً فقر اور اولیا میں حضرت گنی سلطان باہور حمدۃ اللہ علیہ ”سلطان العارفین“ کے لقب سے مشہور ہیں اور آپ بھی مرتبہ ”سلطان الفقرا“ پر فائز ہیں۔

لقب ”سلطان العارفین“ کے دعویدار

حضرت گنی سلطان باہو بھی جب دنیا میں لقب سلطان العارفین سے مشہور و معروف ہو گئے تو تمام دنیا، خاص طور پر پاک و ہند جموں کشمیر میں کچھ جعلی بیرونی نے اور کچھ اولیا کے مریدوں اور جیروکاروں نے اپنے بیرونی کے نام کے ساتھ ”سلطان العارفین“ کے لقب کا استعمال شروع کر دیا۔ یہ بات اچھی طرح جان لی جائے کہ ”سلطان العارفین“ کا لقب پوری دنیا میں صرف حضرت گنی سلطان باہو بھی کے لیے خصوص ہے، وہی اس لقب کے صحیح حقدار اور اصل املاقب ہیں، باقی سب ان کی تلقی کرتے ہیں۔

مصطفیٰ ثانی مجتبی آخر زمانی

جس طرح غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے دوران و عذاء، بحکم خداوندی یہ اعلان فرمایا: قدَّهی هذیہ علی رقبۃ کُلِّ ولی اللہ (سرای قدم تمام اولیاء اللہ کی گروہ پر ہے)، اسی طرح سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باہور حمدۃ اللہ علیہ نے اعلان فرمایا ہے:

◆ تا آنکہ از لطف ازلی سرفرازی میں عیاذت حق امتحن حاصل شد و از حضور فرانکن النور اکرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکمران شاہ و خلیق شدہ،
چہ سلم، چہ کفر، چہ بالصیب، چہ بے نصیب، چہ زندہ و چہ مردہ۔ بزم ان گور فرشاں مصطفیٰ ثانی مجتبی آخر زمانی فرمودہ۔ (رسالہ وحی شریف)

¹ مکمل تصدیقات کے لیے باب 10 ”شان سلطان الفقرا“ ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ: جب سے لطف ازی کے باعث حقیقت حق کی صن نوازش سے سر بلندی حاصل ہوئی ہے اور حضور فاطمہ النور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمام مخلوقت، کیا مسلم، کیا کافر، کیا بائیں نصیب، کیا زندہ کیا مروہ سب کو بدایت کرنے کا حکم ملا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان گوہر فشاں سے (نجہ) مصطفیٰ ہانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔

مصطفیٰ اور مجتبیٰ: دونوں کے لغوی معانی چنان ہوا، انتخاب کیا ہوا، پسندیدہ اور برگزیدہ کے ہیں لیکن یہ دونوں القاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے خاص ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلطان باخو مجتبیٰ کو مصطفیٰ ہانی اور مجتبیٰ آخر زمانی فرمایا ہے۔ اس سے مراد ہے کہ آخری زمانہ میں جب گمراہی عام ہوگی تو آپ مجتبیٰ کی تعلیمات روشنی کا بینار ہوں گی اور آپ مجتبیٰ کی تعلیمات کو لے کر کھڑا ہونے والا کوئی فرد لوگوں کی بدایت کا موجب بنے گا اور اس کا آپ مجتبیٰ کی روحانی راہنمائی حاصل ہوگی کیونکہ آپ مجتبیٰ کا تو وصال ہوئے تین سو تیس سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ آپ مجتبیٰ کا یہ ارشاد بھی سیدنا یہ سید منتقل ہوتا آیا ہے: "جب گمراہی عام ہو جائے گی، باطل حق کوڈھانپ لے گا، فرقوں اور گروہوں کی بھرمار ہوگی، ہر فرقہ خود کو حق پر اور دوسروں کو گمراہ سمجھے گا اور گمراہ فرقوں اور گروہوں کے خلاف بات کرتے ہوئے لوگ جھبرا میں گئے اور علم بالمن کا دعویٰ کرنے والے اپنے چہروں پر دلایت کا نقاب چڑھا کر درباروں اور گدویوں پر بیٹھ کر لوگوں کو لوت کر اپنے خزانے اور جیسیں بھر دے ہوں گے تو اس وقت میرے مزار سے نور کے فوارے پھوٹ پڑیں گے۔"

اس قول سے بھی بھی مراد ہے کہ گمراہی کے دور میں آپ مجتبیٰ کا کوئی غلام آپ کی روحانی راہنمائی میں آپ مجتبیٰ کی روحانی تعلیمات حق کو لے کر کھڑا ہو گا، گمراہی کو ختم کرے گا، دین حق کا بول بالا کرے گا اور دین حنفی پھر سے زندہ ہو جائے گا۔

سلطان باخو مجتبیٰ نے پنجابی ایات کے ذیل کے مصروفوں میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:

چڑھ چنان تے کر رُشناٰی، ذکر کریدے تارے خو
گلیاں دے وچ پھر نمانے، اعلاندے ونجارے خو

مفہوم: اے میرے فخر کے چاند! تو جلد طاوع ہو اور اپنی نگاہ کامل سے اس دنیا کو جو ظلمت و تاریکی میں داوب چکی ہے، نور الہی سے متور کر دے۔ طالبان مولیٰ حق تعالیٰ کی طلب میں اس گمراہ دور میں بھکر رہے ہیں۔ تیرے جیسے ہادی کا انتقال کر رہے ہیں۔ تیرے منتظر یہ طالبان مولیٰ جو معرفت الہی کے خواص اور جو ہر شناس ہیں، در بدر تیریٰ حلش اور جنگوں میں بھر رہے ہیں۔ یعنی حق کی حلش میں کسی راہنماء کی ہی ووی کر تے ہیں تو کچھ عرصہ بعد تھی وہ حوكہ باز اور جعل ساز نکل آتا ہے یعنی ہے تو لومزی لیکن شیر کی کھال پہن کر لفظی شیر بنا ہوا ہے اس لیے ہر شخص تیرے جیسے ہادی اور راہنماء کا انتقال کر رہا ہے جو امت کی کشی کو پار لگا دے۔

چڑھ چنان تے کر رُشناٰی، تارے ذکر کریدے تجرا خو
تیرے جیسے چن کئی سے چڑھے، سانوں بجان بجاہ بجاہ خو
جنگے جن اسماً چڑھدا، اوتحے قدر جیں کچھ تیرا خو

مظہم: اے فقر کے چاند (انسان کاں، فتحیر کاں)! تو جلد طلوع (فناہ) ہو کر اس خلمت کدہ کو اللہ کے نور سے مخور کرو۔ طالبان مولیٰ اور مومنین تیریں انتفار کر رہے ہیں۔ سیکھوں مصنوی چاند تیریار و پ دھار کر طلوع ہو چکے ہیں اور امت کو دھوکہ دے چکے ہیں لیکن تیرے بغیر اے محبوب! دنیا خلمت کدہ ہے۔ جہاں ہمارا چاند (محبوب) طلوع ہو گا وہاں دوسرا (مصنوی) چاند وہی روشنی جو اصل میں خلمت ہے، فرم ہو جائے گی اور یہ جو دھوکہ بازراہنمائیں کر امت کو دھوکہ دے رہے ہیں، بھاگ جائیں گے۔

دوسری شرح ان القاب کی یہ ہے کہ آپ پیغمبر کے دربار پاک سے لاکھوں لوگ فیض حاصل کر چکے ہیں اور آپ پیغمبر کے دربار سے ہر لوگ فیض فخر جاری ہے۔

تصانیف

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باہمتو نے ظاہری علم حاصل نہیں کیا اس کے باوجود آپ پیغمبر کی تصانیف کی تعداد 140 ہے۔ ایات پاہمتو پیغمبر میں ہیں، کے علاوہ تمام تصانیف فارسی میں ہیں۔

”شرح ایات پاہمتو پیغمبر“ اور ”مراۃ سلطانی (باہمتو مکاں)“ کے مؤلف داکٹر سلطان الطاف علی جن کا تعلق خانوادہ سلطان باہمتو پیغمبر سے ہے، نے دو قوں کتب میں یہ عبارت تحریر کی ہے کہ ان کو حضرت گنی سلطان باہمتو پیغمبر کے دست مبارک سے لکھا ہوا اسی کتاب کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہوا۔ صرف خلفاً اور درویشوں کے نسخہ جات ہی ملے ہیں۔ مگر باہت حضرت گنی سلطان باہمتو پیغمبر کی کتب کے مترجم سید امیر خان نیازی نے آپ پیغمبر کی کتاب اسرار القادری کا ترجمہ کرتے ہوئے پیش لفظ میں لکھی ہے۔ لکھتے ہیں ”ایک مترجم کی حیثیت سے میرے لیے سب سے بڑی پریشانی سبی ہے کہ قلمی نسخہ جات میر نہیں ہو پاتے تاکہ قابلی جائزے کے بعد صحیح فارسی متن اخذ کر کے ترنتے کا صحیح حق واکیا جاسکے۔ اگر سلطان باہمتو پیغمبر کے اپنے ہاتھ مبارک کا لکھا ہوا ایک بھی نسخہ جائے تو باقیوں کی ضرورت تر تھے کہ لیے نہیں رہتی۔ بد صحتی سے کسی ایک کتاب کا نسخہ بھی آپ پیغمبر کے ہاتھ کا لکھا ہوا مو جو نہیں۔ وہ بھی اس طرح خالع ہو گئے کہ خلافے عقام نے انہیں عام کرنے کی بجائے اپنے صندوقوں میں محفوظاً کر دیا۔“ (صفحہ 40)

قارئین آپ پچھلے صفحات میں حضرت گنی سلطان باہمتو پیغمبر کا یہ فرمان پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے اور محمد عربی دلیلیتم نے ظاہری علم حاصل نہیں کیا یعنی آپ پیغمبر بھی حضور اکرم ﷺ کی طرح اُنی تھے اور لکھ پڑھنیں سکتے تھے۔ جس طرح حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی کوئی آیت، حدیث یا تحریر دستیاب نہیں ہے اسی طرح حضرت گنی سلطان باہمتو پیغمبر کے دست مبارک کی بھی کوئی تحریر دستیاب نہیں ہو سکتی۔ آپ پیغمبر جو کچھ مکاشفات الہیہ سے بیان فرماتے درویش یا غذا سے قلم بند کر لیتے تھے اور وہی نسخہ جات دستیاب ہیں۔ اس لیے

اگر سلطان الظاف علی یا صاحب مناقب سلطانی یا کسی دوسرے کو حضرت حق سلطان باہمتو بیہدہ کے دست مبارک سے لکھا ہو اسی کتاب کا کوئی نسخہ نہیں ملا تو اس میں جو اپنی کی کوئی بات نہیں ہے۔ جن کتب کے تراجم ہوئے ہیں ان کے نسخہ جات خانوادہ سلطان باہمتو بیہدہ کے درش سے ہی مترجمین نے پہنچے ہیں پھر اکثر مترجمین نے ایک ہی کتاب کے مختلف نسخہ جات کا تقابل کر کے ہی ان کا ترجیح کیا ہے اس لیے تقریباً دستیاب تمام تراجم میں تعلیمات کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

حضرت سلطان خادم بیہدہ نے ”مناقب سلطانی“ میں کتب کی جو فہرست دی ہے وہ بہت کم ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ”مناقب سلطانی“ کی تصنیف کے وقت ہی اکثر ویژہ تر کتب زمانہ کی دست برداشتی نذر ہو چکی تھیں یا ان کے پاس موجود نہ تھیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت حق سلطان باہمتو بیہدہ کے علوم اور کتب کی اشاعت کیلئے کوئی ادارہ قائم نہ ہوا۔ جس کی وجہ سے ان کتب کی وسیع پیجانہ پر اشاعت ممکن نہ ہو سکی۔ آپ بیہدہ کی کتب کی اشاعت کے سلسلہ میں جتنی بھی کوششیں ہو سکیں وہ انفرادی تھیں۔ ان کتب کے لمبا عرصہ تک پرداز اخفا میں رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ بیہدہ یہ ”کیجاۓ عجیب“ ناہلوں سے دور رکھنا چاہتے ہوں یا پھر ان کے ظاہر ہونے کا ایک خاص وقت اور زمان مقرر ہو۔ اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ بیہدہ کو آخری زمانہ کی پڑائیت کیلئے مصطفیٰ نامی اور مجتبیٰ آخر زمانی کا لقب عطا فرمایا ہے۔ آپ بیہدہ کی کتب علمِ لدنی کا شاہکار ہیں۔ آپ بیہدہ کا یہ فرمان مبارک ہے کہ جس کو کوئی مرشد کامل اکمل نہ ملتا ہو وہ میری کتب کو دیلہ بنائے۔ رسالہ روحی شریف میں آپ بیہدہ فرماتے ہیں:

❖

اگر کوئی ولی و اصل عالم روحاںی (کے مراتب سلوك) یا عالم قدس (ملکوت) کے مراتب میں رجعت کھا کر اپنے مقام سے گرجائے تو اس پاک کتاب کو دیلہ بنائے تو یہ اس کے لیے مرشد کامل ہے۔ اگر وہ اسے دیلہ بنائے تو اسے قسم ہے، اگر ہم اسے اس کے درج تک نہ پہنچائیں تو ہمیں قسم ہے۔

آپ بیہدہ کا یہ اعلان آپ کی ہر کتاب میں کسی نہ کسی بیکل میں موجود ہے۔ حضرت حق سلطان باہمتو بیہدہ کی تصانیف کی عبارت بہت سادہ اور سلیس ہے جسے عام اور معمولی تعلیم یا فتنہ آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ آپ بیہدہ کی تصانیف کی عبارت میں اسکی روانی اور تاثیر ہے جو دورانِ مطالعہ قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ ان کتب کو اگر یا ادب اور یا مخصوص پڑھا جائے تو فیض کا ایک سمندر کتب سے قاری کے اندر منتقل ہوتا ہے۔ اگر قاری صدق دل سے مطالعہ جاری رکھے تو آپ بیہدہ کے حقیقی روحاںی وارث سروری قادری مرشد تک را ہتمانی ہو جاتی ہے۔ آپ بیہدہ نے اپنی کتب میں ضرورت کے مطابق آیات قرآنی، احادیث مبارکہ اور احادیث یہودی کا استعمال فرمایا ہے۔ ان کتب میں جہاں کہیں بھی عبارت میں ان کا ذکر ہے وہاں سے اگر ان کو نکال دیا جائے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس جگہ آیات قرآنی یا احادیث کو درج نہ کیا جاتا تو مطلب کامل بیان نہ ہو پاتا۔ حضرت سلطان باہمتو بیہدہ عبارت میں اشعار کا بُرگل اور خوبصورت استعمال کرتے ہیں جس سے عبارت کا اثر دوچند ہو جاتا ہے۔

آپ بیہدہ کی جو کتب بازار میں تراجم کی صورت میں دستیاب ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

- ۱۔ ایات سلطان باخو (بخاری)
- ۲۔ دیوان باخو (فارسی)
- ۳۔ عین الفقر
- ۴۔ مجالس الہمی
- ۵۔ کلید التوحید (کلاں)
- ۶۔ کلید التوحید (خورد)
- ۷۔ شمس العارفین
- ۸۔ امیر الکوئین
- ۹۔ حق برہن
- ۱۰۔ رسالہ رحمتی شریف
- ۱۱۔ شمس الاسرار
- ۱۲۔ حکم الفقر (خورد)
- ۱۳۔ حکم الغفران (کلاں)
- ۱۴۔ اسرار قادری
- ۱۵۔ اور نگ شاہی
- ۱۶۔ جامع الاسرار
- ۱۷۔ عقل بیدار
- ۱۸۔ قرب دیدار
- ۱۹۔ فضل المقا (خورد)
- ۲۰۔ مذہب العارفین
- ۲۱۔ نور الہدی (خورد)
- ۲۲۔ نور الہدی (کلاں)
- ۲۳۔ توفیق بہارت
- ۲۴۔ قرب دیدار
- ۲۵۔ عین العارفین
- ۲۶۔ کلید جنت
- ۲۷۔ حکم الغفران
- ۲۸۔ سلطان اوصم
- ۲۹۔ دیدار نگش (خورد)
- ۳۰۔ دیدار نگش (کلاں)
- ۳۱۔ کشف الاسرار
- ۳۲۔ محبت الاسرار
- ۳۳۔ طرفۃ الحمیں
- ۳۴۔ جوہت الاسرار (یہ کتاب وہ مول سے معرفہ ہے)
- ۳۵۔ تکمیل الرحمن
- ۳۶۔ سیف الرحمن
- ۳۷۔ حجۃ الدین

سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باخو بیہی کی کتاب "حجۃ الدین" کے قلمی نسخہ کی نقل ہمارے پاس موجود تھی۔ یہ کتاب بہرہ چین شمع جھنگ سے حضرت سلطان باخو بیہی کے خلیفہ علی شاہ ہمدانی کے خاندان سے میں 1988ء میں دریافت ہوئی تھے حضرت گل شاہ غافر شید حضرت قبلہ پیر سید محمد حسین شاہ ہمدانی کی فرمائش پر تحریر کیا گیا۔ سن کتابت 17 ذی القعڈہ 1383ھ ہے۔ اس کا اولین ترجمہ خانوادہ سلطان باخو کے ذاکر سلطان الطاف علی نے مجع فارسی متن 2020ء میں شائع کیا اور دوسرا اردو ترجمہ اسن علی سروری قادری اور نگش ترجمہ ممتاز عزیزین مفتی صاحب نے کیا ہے۔

مشائخ العارفین دراصل سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باخو بیہی کی کتب کلید التوحید (کلاں)، قرب دیدار، مجموعۃ الفضل، عقل بیدار، جامع الاسرار، نور الہدی اور فضل المقا سے منتخب شدہ اسماق پر مشتمل ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے صاحبزادے سلطان ولی محمد بیہی نے ترتیب دی تھی۔ اب سلطان باخو بیہی کی تصنیف کے نام سے مشہور ہے۔

مناقب سلطانی اور شمس العارفین سے آپ بیہی کی چند ایسی تصنیف کے نام بھی ملتے ہیں جواب تک نایاب ہیں (۱) مجموعۃ الفضل (۲) عین النجاح (۳) مذہب العارفین (۴) فطب الاقناب (۵) شمس العارفین (۶) دیوان باخو بیہی (فارسی) (۷) دیوبندی

آپ بیہی کی واحد کتاب جو بخاری شاعری پر مشتمل ہے ایات باخو کے نام سے مشہور اور دستیاب ہے۔

تعلیمات

حضرت حقی سلطان باخو بیہی نے اپنی تعلیمات کو نہ تو تصوف اور نہ ہی طریقت بلکہ "فقر" کا نام دیا ہے اور راہ فقر انتیار کرنے پر زور دیا ہے۔ راہ فقر میں صاحب مسٹی مرشد کامل اکمل نور الہدی سروری قادری کی راہبری اور اہمیتی بہت ضروری ہے۔ آپ بیہی فرماتے ہیں کہ مرشد بھی وہ

جو پہلے دن ہی طالب مولیٰ کو شہری گرد سے اس کے ذکر و تصور اور مشق مرقوم وجود یہ کا حکم دے۔ مرشد کی توجہ، کرم اور ذکر و تصور اس کے ذات یا تصور اس کے متعلق سے طالب پر باطن میں دو اعلیٰ ترین مقامات دیدار حق تعالیٰ اور مجلسِ محبویٰ مذکورہ کی حضوری ٹھلتے ہیں۔ باطن میں ان سے اعلیٰ کوئی اور مقامات نہیں۔ یہ مقامات صرف ان کو منصیب ہوتے ہیں جو اخلاص اور استقامت سے مرشد کی ایتباع اور رضا کے مطابق راہ فتح میں اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔ آپ ہبھی کی تعلیمات کے مطابع کے لیے حصہ دوم "تعلیمات" ملاحظہ فرمائیں۔

فقہی ملک اور سلسلہ فقر سلطان باہو

فقہی ملک

سلطان العارفین حضرت ہجتی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت و اجماعت سے تھے۔ فتنہ میں امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہؓ کے بیوی و تھے۔ آپ ہبھی فرماتے ہیں:

◆ میں امام اعظم حضرت نعمان کوئی کے مذهب پر ہوں جو ایک صوفی تھے اور شرک، کفر، بدعت اور سرود سے تارک فارغ تھے۔ (عبدالرحمٰن)

سلسلہ فقر سروری قادری

سلطان العارفین حضرت ہجتی سلطان باہو ہبھی کا سلسلہ فقر سروری قادری ہے۔ شاید ہی کوئی تصنیف اسی ہو جس میں آپ ہبھی نے اپنے قدری ہونے اور سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی چشتی اور ان کی فضیلات اور فیض روحانی کا ذکر کیا ہو۔ آپ ہبھی سلسلہ سروری قادری کی دو شاخیں بیان فرماتے ہیں ایک سروری قادری اور دوسرا زادبی قادری۔ آپ ہبھی نے اپنی نسبت اول الذکر سے ظاہر کی ہے۔

ازواج اور اولاد

ازواج

سلطان العارفین حضرت ہجتی سلطان باہو ہبھی نے اپنی زندگی میں چار نکاح فرمائے۔

لے یا ب 19 "سلسلہ سروری قادری" ملاحظہ فرمائیں۔

- ۱۔ آپ بیہی کی ایک بیوی حضرت محمد مرحوم برہان الدین احمد سلسلہ کن لٹکر مندوم والا ضلع جھنگ کے خاندان سے تھیں۔
- ۲۔ دوسری بیوی اپنی ہم کنفولیجنی قوم اخوان سے تھیں۔
- ۳۔ تیسری بیوی بھی قریبی رشتہ دار تھیں۔
- ۴۔ پچھی بیوی ملتان کے ایک ہندو ساہو کا رخاندان سے تھیں جو کہ آپ بیہی کے دست القدس پر مسلمان ہو کر آپ کے نکاح میں آئیں۔ اس واقعہ کو صاحب مناقب سلطانی نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ دوران سفر آپ بیہی ملتان تشریف لے گئے اور دعوت قبور کیلئے حضرت بہاؤ الدین زکریا بیہی کے مزار مبارک پر سوار ہوئے۔ پہلے تو قبر جنگش میں آئی تیکن فی الفور پھر ان پروردگار محبوب بجانی بیہی کی طرف سے حکم ہوا ”اے بہاؤ الدین یہ ہمارا محبوب ہے اس سے الفت کرنا۔ جو کچھ یہ کہے جا لانا۔“ پھر حضرت بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے مزار سے نکل کر ملاقات کی اور فرمایا ”جو حکم ہو فرمائیں تاکہ میں بجالا دوں۔“ اس حالت جذبہ میں سلطان باخو بیہی نے فرمایا ”ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔“ جب آپ بیہی سے بار بار اصرار کیا گیا تو سلطان باخو بیہی نے فرمایا کہ اپنے شہر میں سے ایک پاکیزہ (سید) آدمی کا بازو دو۔ اتنا کہ کہ اس مسٹی اور جذبہ کی حالت میں مزار مبارک سے نکل کر شہل کی جانب روانہ ہوئے۔ جب ظہر کی نماز کیلئے دریا کے کنارے پر دھونکر کے نماز کیلئے کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کنوار کی لڑکی ہوں، جب آپ حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ مبارک میں گئے اور وہاں سے نکلے تو میں اسی وقت مسلمان ہو گئی کیونکہ حضرت بہاؤ الدین زکریا بیہی نے آپ کی خدمت کرنے بلکہ اونچی ہونے کا حکم دیا ہے۔ آپ بیہی نے اسی گلہ نزو دیکی گاؤں میں لوگوں کی موجودگی میں ان سے نکاح فرمایا۔

اولاد

مناقب سلطانی میں حضرت علی سلطان باخو بیہی کے صاحزادوں کی تعداد آجھے بیان کی گئی ہے جن کے ام گرامی درج ذیل ہیں:

- ۱۔ حضرت سلطان تو ز محمد صاحب بیہی
- ۲۔ حضرت سلطان ولی محمد صاحب بیہی
- ۳۔ حضرت سلطان اظیف محمد صاحب بیہی
- ۴۔ حضرت سلطان صالح محمد صاحب بیہی
- ۵۔ حضرت سلطان اسحاق محمد صاحب بیہی

۱۔ حضرت مخدوم برہان الدین احمد سلسلہ سیوطیہ سے صاحب ارشاد تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپ بیہی حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ بیہی کے خلیفہ اور دوسری روایت کے مطابق آپ بیہی ان کے صاحزادے تھے۔ (ذکرہ اولیاء جمل)

- ۶۔ حضرت سلطان شریف محمد صاحب
 - ۷۔ حضرت سلطان شریف محمد صاحب
 - ۸۔ حضرت سلطان حیات محمد صاحب
- ﴿آپ ہیں کی ایک صاحبزادی مانی رحمت خاتون بھی تھیں۔﴾

حضرت سلطان بادشاہ کے تمام صاحبزادگان میں سے صرف تین صاحبزادوں حضرت سلطان اور محمد بیوی، حضرت سلطان ولی محمد بیوی اور حضرت سلطان اطیف محمد بیوی سے اولاد کا سلسلہ چلا جکہ باقی صاحبزادگان لاولد فوت ہوئے اور ایک صاحبزادہ سلطان حیات محمد صاحب کا انتقال ہجپن میں ہی ہو گیا تھا۔

سب سے پڑے صاحبزادے حضرت سلطان اور محمد صاحب بیوی، حضرت سلطان بادشاہ کے وصال کے بعد مزار مبارک کو چھوڑ کر دیا ہے سندھ کے مغربی کنارے پر علاقہ گر انگ خاں لیہ چلے گئے اور وہ ہیں رہائش اختیار کی۔ حضرت سلطان بادشاہ کے وصال کے میں سال بعد واپس تشریف لائے اور یہیں وفات پائی اور مزار مبارک میں دفن ہوئے۔ آپ بیوی کی اولاد بھتی قاضی نزد شیریہ میں آباد ہے۔ دوسرے صاحبزادے سلطان ولی محمد صاحب بیوی سجادہ نشین ہوئے۔ آخری سفر میں ذیرہ عازی خان (اب رحیم یار خان) کے قریب شہر مرد میں حضرت غیاث الدین نقی ہرال عادل عازی شہید کی خانقاہ کے قریب وصال فرمایا اور وہ ہیں مدفون ہوئے۔ آپ بیوی کی اولاد چاہ و سمندری (پراہ) در بار سلطان بادشاہ کے وارث ہوئے۔ آپ بیوی کی اولاد میں سے بعض بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز ہوئے اور بعض نے سیاست کے میدان میں بھی بڑا نام لکایا۔

سلطان اطیف محمد بیوی کی اولاد بہت تھوڑی تعداد میں بیزل کوٹ (صادق آباد) میں آباد رہی۔ اس خانوادوں نے گناہی اور تنکدستی میں وقت گزارا اور بالآخر ان کا سلسلہ منقوص ہو گیا۔ اب صرف دو صاحبزادوں سلطان اور محمد اور سلطان ولی محمد سے اولاد کا سلسلہ چل رہا ہے۔

کرامات

اصطلاح شریعت میں کرامت وہ خلاف عادت قوت ہے جس کا ظہور اولیاً کرام سے ہو۔ دراصل کرامت ایک روحانی قوت ہے جو عطاۓ الہی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کو یہ قوت عطا فرماتا ہے۔ کرامت اور مججزہ میں فرق یہ ہے کہ مججزہ نبی سے صادر ہوتا ہے اور کرامت نبی

کی ایجاد کرنے والے اولیاء اللہ سے صادر ہوتی ہے۔

کرامت و خشم کی ہوتی ہے، ایک مادی یا ظاہری و دوسری روحانی یا باطنی۔ مادی یا ظاہری کرامت عوامِ الناس کیلئے ہوتی ہے کیونکہ ظاہر ہیں ظاہری کرامت کو مانتے ہیں۔ روحانی یا باطنی کرامت خواص کیلئے ہوتی ہے اور اس کرامت کو خواص ہی جانتے ہیں۔ مادی یا ظاہری کرامت میں شیطانی استدراج بھی ہو سکتا ہے اور یہ کافر جو گیوں اور مشرکوں سے بھی ظاہر ہو سکتی ہے مثلاً پانی پر چلنے، ہوا میں اڑنا، کسی بیمار کو اچھا کر دینا، کسی تدرست کو بیمار کر دینا، دیوانہ بنادینا، غیب کی باتیں بتادینا وغیرہ۔ عارف ان کرامتوں کو تسلیم نہیں کرتے اور انہیں راہ فخر میں جیض و نفاس کا درجہ دیتے ہیں۔ روحانی اور باطنی کرامت یہ ہے کہ کسی کے قلب کو بدل دینا، ذکرِ اللہ سے قلب کو جاری کر دینا، ایک ہنگامہ سے واصل بال اللہ کر دینا، کسی جاہل کو عالم بنا دینا، کسی شخص کو ایسا طبع عطا کر دینا جو اسے پہلے حاصل نہ ہو، قنافی اشیخ، قنافی الشاہ اور بیقاۃ اللہ کے مرتبہ پر پہنچا دینا، دنیا دار کو ایک ہنگامہ سے عارف بنا دینا، بے رنج و ریاضت اور بغیر چد کشی کے مشابد و حق تعالیٰ اور دیدارِ الہی میں غرق کر دینا۔ یہ عارفین کی کرامات خواص کیلئے ہیں اور ان میں شیطانی استدراج نہیں ہوتا۔

سلطان العارفین حضرت حقی سلطان بادشاہؒ کی بشار ظاہری و باطنی کرامات ہیں جن کو مختصر ایمان کی وجہ پر ہے:

﴿ آپ ہبیتؒ کی ایک کرامت جس کا ذکر پہلے بھی آپ کا ہے، بہت مشہور ہے کہ آپ ہبیتؒ بھین سے ہی جس کا فریز نگاہ ڈالتے وہ کلمہ چڑھ کر مسلمان ہو جاتا اور آپ ہبیتؒ کی یہ کرامت آخر عمر تک جاری و ساری رہی۔ ﴾

﴿ آپ ہبیتؒ کی دوسری کرامت آپ ہبیتؒ کی کتب ہیں۔ آپ ہبیتؒ اُنیٰ تھے اور آپ ہبیتؒ نے کسی مدرسے تعلیم حاصل نہیں کی اس کے باوجود آپ ہبیتؒ نے اس وقت کی مروجہ زبان فارسی میں 140 کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ ہبیتؒ کی کتب کا اعجاز ہے اور میر امشابہ بھی ہے کہ باوضو ہو کر صدق، اخلاص اور ادب سے آپ ہبیتؒ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے تو قلب منور ہونے لگتا ہے۔ آپ ہبیتؒ کی کتب سراسر القای نوری اور کلمات حضوری پر مشتمل ہیں۔ آپ ہبیتؒ کا یہ اعلان آپ کی ہر کتاب میں موجود ہے ”اگر کسی کو حکش کے باوجود مرشد کامل نہ ملتا ہو وہ ہماری کسی بھی کتاب کو مرشد اور وسیلہ ہتے تو ہمیں قسم ہے کہ اگر ہم اسے اس کی منزل تک نہ پہنچائیں۔“ اس فقیر کا یہ مشاہدہ ہے کہ صدق دل سے آپ ہبیتؒ کی کتب کا مطالعہ کرنے والا اپنی طلب کے مطابق مرشد کامل اکمل تک پہنچ جاتا ہے۔ دل کے انہوں کیلئے آپ رحمۃ اللہ طیکا یہ فرمان بھی ہے ”ہماری کتاب معرفت سے ازلی محروم اور کوچشم خوم کو ہرگز پسند نہیں آئے گی۔“ آپ ہبیتؒ کی کتب کا یہ اعجاز بھی ہے کہ عارفین کیلئے آپ ہبیتؒ کی کتب خواہ وہ عارف ابتدائی مقام پر ہو یا متوسط یا انتہائی مقام پر وحدت میں غرق ہو، ہر ایک کیلئے عیمہ ملیحہ ملیحہ اسرار کا خزانہ رکھتی ہیں، وہ جس مقام پر ہو گا اسی مقام کے مطابق ان کتب سے راہنمائی پائے گا۔

﴿ جب آپ ہبیتؒ شور کوٹ میں کاشمکاری کرتے تھے ان دنوں افلاس اور ناداری سے بچنے کیلئے ایک سفیر پوش عیال دار سید صاحب بزرگوں اور فقیروں کی خلاش میں مارے مارے پھر اکرتے تھے کہ کہیں سے کوئی اللہ کا بندہ مل جائے اور اس کی دعا سے میری خربت اور حنکڑتی دور ہو جائے۔ اسی طلب میں وہ ایک فقیر کی خدمت میں رہنے لگے اور اس کی جان تو خدمت کی۔ ایک دن فقیر کو ان کے حال پر تم آیا اور پوچھا ”تیری

مرا اور حاجت کیا ہے؟" سید صاحب نے عرض کی کہ میرا بڑا بھاری کہنے ہے اور قرض بہت ہو گیا ہے، جو ان لڑکیاں اور لڑکے ہیں افلاس اور تحدیتی کی وجہ سے ان کی شادی بھی نہیں کر سکتا۔ ظاہری اسباب ختم ہو چکے ہیں اب تو فتحی مدد کے سوا میری تحدیتی کا اعلان ناممکن ہے۔ تب اس فقیر نے کہا "میں تجھے ایک مرد کامل کا پتہ تباہیا ہوں، سو اے اس کے تیر اعلانِ حکم کے پاس نہیں ہے۔ تو حضرتِ حقیٰ سلطان باخو (بیہد) کے پاس شور کوٹ (جھنگ) چلا جاؤ اور ان کی بارگاہ میں عرض پیش کر۔" وہ پریشان حال سید صاحب حضرت سلطان باخو (بیہد) کے پاس پہنچ گئے لیکن ان کی مایوسی کی کوئی حد نہیں رہی جب دیکھا کہ آپ بیہد کھنقوں میں مل چلا رہے ہیں اور پھر انہیں اردو گرد سے پتہ چل پڑا تھا کہ وہاں کے لوگ آپ بیہد کو فقیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ کسان کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر مایوس ہو کر واپس مزمنے ہی والے تھے کہ حضرت سلطان باخو بیہد نے، جو ان کی فتحی کیفیت سے آگاہ ہو چکے تھے، ان کو آواز دی۔ آپ بیہد کی آواز من کر ان سید صاحب کی پکھڑہ حماری بندگی اور دل میں کہنے لگے کہ اب خود بدلایا ہے تو عرض پیش کرنے میں کیا حرج ہے؟ سید صاحب نے قریب آ کر سلام کیا، آپ بیہد نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کہ کس ارادے سے یہاں آئے ہو۔ سید صاحب نے اپنی ساری سرگزشتِ نادی۔ آپ بیہد نے فرمایا "شاہ صاحب! مجھے پیشتاب کی حاجت ہے آپ میراں پکڑ کر رکھیں میں پیشتاب سے فارغ ہوں۔" عرض آپ نے پیشتاب کیا اور مٹی کے ڈھیلے سے استخراج کرنے کے بعد وہ ڈھیلہ باخھ میں لیے سید صاحب سے مخاطب ہوئے "شاہ صاحب! آپ نے بلاوجہ تکلیفِ انجامی، میں تو ایک جت آدمی ہوں۔" سید صاحب کا دل پہلے ہی سفر کی محنت اور مایوسی سے جلا ہوا تھا، طیش میں آکر بولے "ہاں یہ میری سزا ہے کہ سید ہو کر آج ایک جت کے سامنے سائل کی حیثیت سے کھڑا ہوں۔" حضرت سلطان باخو بیہد کو جلال آیا اور اپنی زبان مبارک سے یہ شعر پڑھتے ہوئے وہ پیشتاب والا ڈھیلہ از میں پر دے مارا۔

نظر جہاں دی کیا، سوتا کرے وہ قوم آتے موقوف نہیں کیا سید کیا جت

آپ بیہد کے پیشتاب والا ڈھیلہ اسی بھتی ہوئی زمین پر درستک لڑکتا چلا گیا اور زمین کے جن جن مٹی کے ڈھیلوں سے لگتا گیا وہ سونے کے بنے چلے گئے۔ سید صاحب یہ حالت دیکھ کر دم بخوردہ گئے اور آپ بیہد کے قدموں پر گر کر رونے لگے اور معافیاں مانگنے لگے۔ آپ بیہد نے فرمایا "شاہ صاحب یہ وقت رونے کا نہیں، یہ ڈھیلہ چککے سے انکا لواہ اور چلتے بخورنے لوگوں کو پیدا لگ گیا تو نہ تمہی خیر ہے اور نہ میری۔" چنانچہ اس سید صاحب نے ان سونے کے ڈھیلوں کو جلدی سے اپنی چادر میں پیٹ لیا اور آپ بیہد کے پاؤں چوتھے ہوئے وہاں سے چل دیئے۔ (مناقب سلطانی)

ایک دفعہ آپ بیہدِ مشرقیِ ریختان کے علاقہ تھل میں چند طالبوں اور درویشوں کے ساتھ جو سفر تھے۔ راست میں کسی نے آپ بیہد سے دریافت کیا کہ اکیرا نظر کے کہتے ہیں؟ اس وقت پاس ہی ایک شخص لکڑیوں کا ایک گھٹا جمع کر کے اسے انکانے کوی تھا۔ آپ بیہد نے اس کی طرف نگاہ ڈالی تو وہ شخص آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ آپ بیہد نے سوال کرنے والے سے کہا "سفر سے واپسی پر جس وقت ہم اس جگہ آئیں گے جہاں یہ لکڑیاں انکانے والا ہمیں ملا ہے تو تمہارے سوال کا جواب یہی شخص دے گا۔" چنانچہ آپ بیہد سفر سے لوٹے اور آپ کا گزر اسی جگہ سے دوبارہ ہوا جہاں وہ لکڑیاں انکانے والا آدمی ملا تھا تو ایک طالب نے آپ بیہد کو اس سوال کے جواب کی یاد دلا کر عرض کی

کے جناب ہم واپس اسی جگہ پر آگئے ہیں آپ میربائی فرمائے کہ میں اس سوال کا جواب دے دیں کہ اکیر نظر کیا ہے؟ آپ یہی تمام طالبوں، درویشوں اور مریدوں کو اس آدمی کے پاس لے گئے تو اس کو اسی حالت میں پایا جس حالت میں چھوڑ گئے تھے کہ لکڑیوں کا گنجائش کے سامنے پڑا ہوا ہے اور وہ آنکھیں پھاڑ کر آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ آپ یہی نے اپنے ہمراہ طالبوں سے کہا کہ اس آدمی سے اپنے سوال کا جواب پوچھو۔ جب انہوں نے اس آدمی کو بلایا تو وہ بہت کی طرح ساکت کھڑا رہا اور کوئی جواب نہ دیا۔ باہر بار بار بلانے پر بھی جب اس نے کوئی توجہ نہ دی تو انہوں نے عرض کی "حضور آپ خود بنائیں۔" آپ یہی نے فرمایا کہ جس روز ہم یہاں سے گزرے تھے تم نے اس شخص کو سے حال میں دیکھا تھا؟ انہوں نے عرض کی "حضور یہ شخص لکڑیوں کا گنجائش نے کوئی اور جس وقت آپ نے نظر فرمائی تو یہ آسمان کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔" آپ یہی نے فرمایا کہ یہ شخص اس روز سے اسی حالت میں کھڑا رہے۔ پھر آپ یہی نے دوسرا دفعہ اس کی طرف توجہ کی تو وہ ہوش میں آگیا اور آپ یہی کے قدموں پر گزر کر زار و قطار رونے لگا اور فریاد کرنے لگا کہ خدا کیلئے مجھے پھر اسی حالت میں پہنچا دیں۔ آپ یہی نے فرمایا کہ ان لوگوں کو اپنی حالت بتاؤ۔ اس نے عرض کی "حضور جس روز آپ یہاں سے گزر رہے تھے میں یہ لکڑیوں کا گنجائش نے کوئی تھا کہ آپ نے میری طرف باطنی لگاہ ڈالی اور میں آپ کی اسی ایک لگاہ سے اللہ تعالیٰ کے دیدار میں غرق ہو گیا اور آج تک میں اسی لذت دیدار میں جو اور مد ہوش رہا کہ آپ نے ایک بار پھر مجھے اس حالت سے نکال لیا ہے۔ مجھے صبر اور قرار نہیں آ رہا، مجھے پھر اسی حالت میں پہنچا دیں۔" آپ یہی نے درویشوں اور طالبوں سے فرمایا یہ اکیر نظر کی اونٹی اسی مثال ہے جو تم نے دیکھی ہے۔ پھر آپ یہی نے اس شخص سے فرمایا "جاپنے لکڑیوں کے گنجائے کو اٹھائے، پہلے تو مہذوب ابن الوقت تھا اب تو سالک ابو الوقت ہو گا۔ اب یہ تیرے اختیار میں ہے کہ جب چاہے اس حالت میں چلا جائیا کہ اور جب چاہے واپس آ جائیا کر۔" (مناقب سلطانی)

⊗ حضرت سلطان بابو یہی کے محل پاک (مزار پاک) کے دروازے کے سامنے یہ کا ایک درخت ہوا کرتا تھا۔ یہ درخت دروازے کے وسط میں تھا اس لئے جو لوگ زیارت کرنے جاتے انہیں بڑی تکلیف ہوتی اور پھر دروازے کے سامنے ہونے کی وجہ سے درمیان میں پر وہ سا حاکل رہا کرتا۔ خلقاً اور بھاوار ادب کے سبب یہ کے اس درخت کا کامنا جائز خیال نہ کرتے تھے۔ ایک روز ایک نایبِ شخص زیارت کے لئے محل پاک کے اندر را خلی ہوتے لگا کہ اس کی پیشانی درخت کے ایک مضبوط منٹ سے گلگانی جس سے وہ شدید رُخی ہو گیا اور پیشانی سے خون بننے لگا۔ خلقاً اور بھاواروں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اگلے دن تماز فخر کے بعد اس درخت کو کاٹ دیا جائے۔ اسی زمانہ میں ایک فقیر حضرت محمد صدیق یہی ذریہ اس اعلیٰ خان سے آکر دربار پاک پر ملکف ہوئے تھے، بڑے صاحب حال فقیر تھے، وہ بھی اس مشاورت میں شامل تھے۔ چنانچہ رات کو حضرت سلطان بابو یہی نے خواب میں محمد صدیق یہی کو فرمایا "نہاری بھری کے درخت کو کیوں کاٹنے ہو، وہ خود بخود یہاں سے دور جا کھڑا ہو گا۔" صبح دیکھا گیا کہ واقعی وہ درخت اپنے اصلی مقام سے وہ قدم کے فاصلہ پر کھڑا ہے۔ یہ مبارک درخت محل پاک کے دروازے کی دہمیز کے وسط سے میں تھاں کی طرف یعنی زیارت کرنے والوں کے دامن میں با جھوٹ خود بخود جا کھڑا ہوا۔ اس روز سے اس درخت کا نام حضوری بھری ہے۔ اس کا میہدہ زیارت کرنے والے ہزار بیکوں تک بطور تبرک لے جاتے ہیں۔ اسے بیاروں کی شفایا، حصول اولاد اور تبرک کیلئے کھاتے ہیں، اگرچہ میر

نہ ہو تو اس کے پتے ہی تحرک کیلئے لے جاتے ہیں۔ اس کرامت سے خواب میں حضرت سلطان باخو بیہدہ نے محمد صدیق رہبؑ کو مطلع فرمایا تھا اس لیے ان خلیفہ موصوف کا اقب "پیر والا صاحب" اور "نحوہم صاحب پیر والا" پڑھا گیا اور ان کے مرید ان کو اسی نام سے پکارتے تھے۔
(مناقب سلطانی)

ایک دفعہ حضرت سلطان باخو بیہدہ چند درویشوں کے ہمراہ ذیرہ غازی خان کے علاقہ میں سفر فرم رہے تھے۔ راستے میں جیری نامی گاؤں سے آپ بیہدہ کا گزر ہوا۔ آپ بیہدہ کے ہمراہی درویشوں نے عرض کی کہ حضور اگر اجازت مرمت فرمائیں تو وہ پھر کا وقت قریب ہے یعنی روئیاں پکالیں۔ آپ بیہدہ نے اجازت عطا فرمادی۔ اس گاؤں میں ایک عورت درویشوں کی خدمت کیا کرتی تھی، آپ بیہدہ اس کے گھر تعریف لے گئے۔ آپ بیہدہ کے ہمراہی درویش اس عورت کے ساتھ مل کر کھانا پکانے میں مصروف ہوئے۔ اس عورت کی ایک شیرخوار بچی جو چکوڑے میں سوئی ہوئی تھی، جاگ کر رونے لگی۔ وہ عورت حضرت سلطان باخو بیہدہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی "اے درویش! اے درویش! اے درویش! یہ چکوڑے کو بلادے تاکہ یہ چپ ہو جائے۔" حضرت سلطان باخو بیہدہ چکوڑے کو بلانے لگے اور ساتھ ہی توجہ فرمائی تاکہ قلب اسم اللہ ذات سے روشن کر دیا۔ پھر آپ بیہدہ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "اے عورت! اس بچی کے چکوڑے کو ہم نے ایسی جنبش دی ہے کہ تا قیامت یہ جنبش ترقی پذیر ہوگی۔" اس بچی کا نام حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہ بہے، یہ قوم بلوچ مستوی سے تھیں اور ان کا مزار ذیرہ غازی خان کے علاقہ "دھوآ" کے مقام پر فتح خان کے ہم سے مشہور دیہات کے علاقہ "کاٹھر" میں ہے۔ اس مزار پاک پر لاکھوں زائرین اور سیکنڑوں طالب اللہ فیض حاصل کرنے کیلئے جاتے ہیں۔

سلطان باخو بیہدہ ایک دفعہ وادی سون سکیسر کی سیاحت کو نکلے، آپ بیہدہ کے خلینہ سلطان نورنگ کھیران آپ بیہدہ کے ہمراہ تھے۔ وہاں گلریکار کی ایک خوبصورت پہاڑی کے پاس رکے (یہاں آج کل حکومت نے ایک تفریخ گاہ بنادی ہے اور لوگ پچک منانے لیجاں آتے ہیں)۔ اس پہاڑی کے عار میں رمضان شریف کی پہلی تاریخ کو حضرت سلطان باخو بیہدہ مراقب ہو گئے اور دیدار اپنی میں غرق ہو گئے۔ جب شام کا وقت ہو گیا تو حضرت سلطان نورنگ صاحب کو گلری امن گیر ہوئی کہ خدا جانے حضور کب تک حالت استفزاق میں رہیں گے اور یہاں اس جنگل میں ہمارے کھانے پینے کا بندوبست کیا ہوگا۔ شام کو جب افطار کا وقت ہوا تو ایک نیچی موکل ہرلن کی صورت میں پہاڑ سے اتر کر حضرت سلطان نورنگ بیہدہ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اس کے سینکلوں پر کھانا اور پانی موجود تھا، اس نے اپنا سر جھکا دیا۔ حضرت سلطان نورنگ صاحب نے اس کھانے کے ساتھ روزہ افطار کیا اور برتن اور دستر خوان اس نیچی ہرلن کے سینکلوں کے ساتھ باندھ کر رخصت کر دیا۔ اسی طرح تمام ماوراء رمضان حضرت سلطان نورنگ صاحب کو سحری اور افطاری کے وقت وہ رزق پہنچا رہا۔

غرض حضرت سلطان باخو بیہدہ تمام ماوراء رمضان حالت استفزاق میں رہے۔ عید کی رات جب چاند نظر آیا اور آس پاس کی آبادیوں میں عید کی خوشی میں ڈھول اور نقارے بجھنے لگے تو حضرت سلطان باخو بیہدہ مراقبہ سے باہر آئے اور سلطان نورنگ سے پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے؟ عرض کی کہ حضور عید کا چاند نظر آگیا ہے؟ آپ بیہدہ نے فرمایا "نورنگ اکیا سارا رمضان گزر گیا؟ اور ہمارے روزوں، نمازوں اور تراویح کا کیا ہے؟"

عرض کی کر حضور بہتر جانتے ہیں۔ حضرت قلنی سلطان باہمتو نے باوجود اس قدر استغراق اللہ کے تمام نمازوں، روزوں اور تراویح کو قضا کر کے ادا کیا۔ جب بھی ہر ہن آپ بیسی کے سامنے نظر ہوا تو اس کی انتباہ پر آپ بیسی نے لگاہ فرمائی جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور واصل بحق ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت وہاں ایک اور درویش بھی موجود تھا، اس نے عرض کی کہ میں ایک عرصہ سے خدمت میں موجود ہوں مگر مجھ پر ایک توجہ نہ کی گئی۔ حضرت سلطان باہمتو نے اس پر توجہ فرمائی تو وہ بھی جانب نہ ہو سکا اور واصل بحق ہوا۔ آپ بیسی نے دلوں کے مزارات ساتھ ساتھ بنادیے۔ آپ بیسی سے نسبت کی وجہ سے وہ جگہ ”آخو باظو“ کے نام سے مشہور ہو گئی اور بہت مشہور زیارت گاہ ہے، ہن گئی۔ اس فقیر نے کئی بار اس جگہ کی زیارت کی ہے اور حضرت سلطان باہمتو کی چلدگاہ کی بھی زیارت کی ہے کیونکہ میرے مرشد پاک ہر سال گریوں میں وادی سون سکسر (اوچوال) تشریف لے جاتا کرتے تھے اور اس فقیر کو آپ بیسی سے ملاقات کیلئے براست موڑوے گلر کبار سے گزر کر اوچوال جانا پڑتا تھا اس لئے ہر سال بارہ چدرہ بار اس جگہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔ 2001 تک تو یہ جگہ ”آخو باظو“ کے نام سے ہی مشہور تھی لیکن 2002ء میں جب میرا گزرو بیاس سے ہوا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ کا نام تبدیل ہو چکا ہے اور ”آخو باظو“ کو ”بوبہو“ میں بدلتا گیا ہے اور کسی نے ان مزارات کو حضرت غوث الاعظم (صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صاحبزادے سید عبد الرزاق بیسی کے فرزندوں شیخ سید محمد یعقوب شہید اور شیخ سید محمد اسحاق شہید کے نام سے موسوم کر کے اپنے حلقوں میں لے لیا ہے اور تاریخ کا رخ ہی بدلتا گیا ہے۔

اس جگہ سے منسوب حضرت سلطان باہمتو حست اللہ علیہ کی ایک کرامت اور مشہور ہے کہ اس جگہ میٹھا پانی نہیں تھا اس لئے گلر کبار کے رہنے والوں کو بہت دور دراز سے پینے کیلئے میٹھا پانی لانا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ کچھ عورتوں پانی بھر کر لا رہی تھیں کہ اللہ کے ایک ولی (حضرت شفیع الدین سعیج علیہ السلام) کا قریب سے گزر ہوا اور انہوں نے ان سے پینے کیلئے پانی مانگا تو عورتوں نے جواب دیا کہ بابا تی پانی پیا تو وہ گزرا ہے تو اس اللہ کے بندے نے فرمایا ”اچھا لگا ہے تو گزرا ہی سی!“ ان عورتوں نے گلر جا کر جب گھروں کا پانی پیا تو وہ گزرا لگا۔ لوگ اس جھٹے پر گئے جہاں سے پانی بھر کر لاتے تھے، وہ بھی گزرا ہو چکا تھا۔ تمام گلر کبار کے لوگ ان بزرگ کی خلاش میں لگاے اور ان کے پاس جا کر عرض کی کہ عورتوں سے غلطی ہوئی وہ آپ کو پہچان نہ سکیں اس نے معاف فرمادیں اور پانی کو پھر سے میٹھا کر دیں کہ یہ چھوٹا سا چشمہ ہی ہمارا پانی کا واحد ذریعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ پانی تو گزرا ہو چکا کا بہم اس سے میٹھا نہیں کر سکتے لیکن ایک وقت بیان سے عارفین کا سلطان گزرے گا اس سے عرض کرنا، گزوی چیزوں کو میٹھا اور ناکارہ کو کاراً مد بناتا اسی کی صفت ہے۔

لی ہیرے مرشد پاک سلطان المقر حضرت قلنی سلطان محمد احتسابی (صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اپنے مرشد اور والد حضرت قلنی سلطان محمد عبدالعزیز بیسی سے روایت فرمائی ہے کہ اس درویش کا نام فقیر نلام گلر تھا جو لوگ پورے سختی صبح پہوال بکار رہی تھا۔

۱۔ اس فتح نے بیت سے قلی بھی مارچ 1994ء میں ایک سفر زیارت کے وہاں ان مزارات کی زیارت کی تھی۔ اس وقت مولودے کی تحریر کے لیے انہیں کھدائی ہو رہی تھی اور یہ مزارات ”آخو باظو“ کی کے نام سے معروف تھے۔ لوگوں کا یہی کے فرزند عبد الحمید ”حیات سروی“ میں حجر کرتے ہیں کہ ان کے الدلوں کو کائی یعنی رمضان کے مہینے میں اکثر سون سکسر کی پیازیوں پر بھی جاتے رہے اور وہاں آخو باظو کا رقمی بیان کرتے تھے۔ خود لوگوں کا یہی نام ”خون السرار“ میں مزارات آخو باظو کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ بھطائی مزارات سلطانی (باظو ہر کامل)

جب حضرت سلطان باہمبو بیوی ہرن کو دفن کر چکا تو آبادی کے لوگوں کو پڑتے چلا کہ ایک مرد حق یہاں پر ایک ماہ سے موجود ہے اور ویران پہاڑی پر مسروف عبادت ہے۔ وہ لوگ آپ بیوی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور پانی کے منڈل کے متعلق عرض کیا، آپ بیوی نے چل دیا، میں بیٹھے بیٹھے ایک پتھر آنکھا کر پہاڑی کے دامن میں زور سے دے مارا تو وہ بار سے پانی کا پتھر پھوٹ لکا۔ آپ رحمت اللہ علیہ نے فرمایا ”یہ چشم قیامت تک جاری رہے گا۔“ آپ بیوی کا جاری کر دیں یہی پتھر کلر کہار کے لوگوں کیلئے زندگی کا سبب ہے اور پانی کی تمام ضروریات یہی اکیلا پتھر پوری کرتا ہے۔ اس پانی کی وجہ سے ایک قدر تی ہجیل کلر کہار میں بن چکی ہے اور اب تو یہ جگہ بہت بڑی تفسیع کا ہے، بن گئی ہے۔

منتقلی امانت الہیہ اور سلسلہ سروری قادری

امانت الہیہ

امانت الہیہ

امانت الہیہ

امانت الہیہ کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمُونَ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَكْبَرَنَّ أَنْ يَحْمِلُنَّهَا وَأَشْفَقُنَّ مِنْهَا وَخَلَقْنَا الْإِنْسَانَ إِنَّهُ كَلَّ

ظَلُومًا جَاهِدُوا لَهُ (سرور الاحزاب: 72)

ترجمہ: ہم نے بار امانت (امانت الہیہ) کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا ہے اس کے انعام سے عاجزی ظاہر کی یعنی انسان نے اسے انعامیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) خالم اور نداداں ہے۔

فتراء کاملین کے نزدیک اس امانت سے مراد حضور علیہ اصلوٰۃ ولہم کی حقیقی و راثت اسم اللہ ذات الحی امانت فقر (امانت الہیہ) ہے۔ جس انسان میں امانت الہیہ یا امانت فقر منتقل ہونا ہوتی ہے وہ ادائیۃ الفقر فہمہ للہ (ترجمہ: جہاں فقر کی تعلیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے) کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔

جب طالب یا سالک فقر کی امانت بابا اللہ پر بیٹھی جاتا ہے تو جملہ صفات الہی سے متصف ہو کر ”انسان کامل“ کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور وہی امانت الہیہ کا حامل ہوتا ہے۔ اس کا نکات کے کامل ترین انسان خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم ہیں۔ حضرت جنی سلطان باہمبو بیوی فرماتے ہیں:

❖ انسان کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور دیگر تمام (فتراء کاملین) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے مراد براتب اس مقام تک پہنچے۔ (سین افقر)

انسان کامل ہی امانت الہی کا حامل اور اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت جنی سلطان باہمبو بیوی کا فرمان ہے:

❖ جمیعت جو کو لطفِ حسن ہے انسان کامل کو نصیب ہوتی ہے۔ کامل انسان صرف انہی اور فقراء ہیں۔ (فضل اللہ)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الْمَنِعُ فَتَنَّلَ بِهِ حَبِيبًا (سرہ البقر، آیہ ۵۹)

ترجمہ: دو محنت ہے سو پوچھا اس کے بارے میں اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہے۔

انسان کامل اللہ تعالیٰ کا مظہر اور مکمل آئینہ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار ذات و صفات و اسما و افعال کا اپنے اندر انکاس کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جمیع صفات سے متصف اور اس کے جملہ اخلاق سے متعلق ہو جاتا ہے۔

فقرکی اسی منزل پر حرب حضرت علیٰ سلطان بالخطو پیغمبر پنچے تو آپ نے فرمایا:

❖ فخرکی منزل پر بارگاہ کبریا (حق تعالیٰ) سے حکم ہوا "تو ہمارا عاشق ہے۔" اس نصیر نے عرض کی "عاجز کو حضرت کبریا کے عشق کی توفیق نہیں ہے۔" پھر فرمایا "تو ہمارا معشوق ہے۔" یہ عاجز پھر خاموش ہو گیا تو حضرت کبریا کے انوارِ جلی کے فیض نے بندے کو ذرے کی طرح استغراق کے سند ریں مستفرق کر دیا اور فرمایا "تو ہماری ذات کی عین ہے اور ہم تمہاری عین ہیں، حقیقت میں تو ہماری حقیقت ہے اور معرفت میں تو ہمارا یار ہے اور خطو میں یا خطو کار اڑ ہے۔" (رسالہ و نقش شریف)

یہاں خطو سے مراد ذات حق تعالیٰ ہے اور یا خطو سے مراد "حقیقت محمد" ہے اور "راز" سے مراد تجھیں باطن، وصال الہی ہے عین مقام فنا فی اللہ بقاۃ اللہ ہے جہاں پر انسان کامل ہو کر حامل امانت الہی کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔

عقل بیدار میں انسان کامل کے بارے میں حضرت علیٰ سلطان بالخطو پیغمبر فرماتے ہیں:

❖ چونکہ اللہ تعالیٰ کے نور مبارک سے جناب سرو رک نات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ظاہر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے تمام مخلوق کا تبلور ہوا اس لئے انسان کی اصل اور ہے اور عمل کے مطابق جب نفس، قلب اور روح تینوں نور بن جاتے ہیں اس کو انسان کامل کہتے ہیں۔ (عقل بیدار)

آپ پیغمبر اپنی کتاب تواریخ بدیعی کا لاس میں فرماتے ہیں:

❖ پس انسان کامل کا وہ جو دو ایک طسمات اور اس تم و مسٹی کا سچن معنے ہوتا ہے۔

یہاں آپ پیغمبر نے انسان کامل کے وجوہ کو طسمات فرمایا ہے۔ انسان کامل 'اسم (الله)' اور 'مسٹی (ذات الہی)' کو پالینے کا راز جانتا ہے۔ یہ ایک خزان (سچن) ہے اور جس طرح کسی خزان تک مدد کو حل کر کے پہنچا جا سکتا ہے اسی طرح انسان کامل کو جانا بھی ایک معنے ہے۔ جو اس مدد کو حل کر لیتا ہے وہی انسان کامل کی حقیقت تک پہنچتا ہے۔

شیخ اکبر بخش الدین ابن عربی پیغمبر انسان کامل کے بارے میں فرماتے ہیں:

❖ چونکہ اسم اللہ ذات جامع جمیع صفات و مفعیج جمیع کمالات ہے لہذا وہ اصل تجلیات و رب الارباب کو جلاتا ہے اور اس کا مظہر جو میں غانیہ ہو گا وہ عبد اللہ میں الاعیان ہو گا۔ ہر زمانے میں ایک شخص قد محمد علیہ السلام پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبد اللہ ہوتا ہے، اس کو قلب الاقظاب یا

خوٹ کہتے ہیں جو عبد اللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے۔ وہ بالکل بے ارادہ تھت امر و قرب فرائض میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اس کے قوتوسا سے کرتا ہے۔

جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَكُلُّ شَيْءٍ أَخْصَنَّاهُ لِإِلَهٍ أَيْضًا مُّنْهَىٰ (سورة ناس، 12)

ترجمہ: اور ہر چیز کو جمع کر رکھا ہے ہم نے امام نین میں۔

اس آیت میں امام نین سے مراد "انسان کامل" ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر امر حکم اور اپنی پیدا کردہ کل کا کائنات کو ایک لوح حفظ جو کہ انسان کامل کا دل ہے، میں حفظ کر رکھا ہے۔ انسان کامل کا دل وہ جگہ ہے جہاں انوار ذات نازل ہوتے ہیں اور اس کی وحشت کا بیان و اندازہ بھیں کیا جاسکتا۔

* لوح بھی تو، قلم بھی تو، تمرا وجود الکتاب گندید آجیدہ لگ تیرے محیط میں حباب (بل جبل)

حضرت شیخ موسیٰ الدین جندی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں:

اسم اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کی خبر چار سو پھیل گئی ہے وہ حقیقت و معنا عالم حقائق اور معنی سے ہے اور سورۃ والنفای عالم صورت والفاظ سے ہے۔ جمیع حقائق کمایہ سب کی سب احادیث کا نام حقیقت ہے اور اس کے معنی وہ انسان کامل ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ قطب الاقظام اور امانت البریۃ کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اسم اعظم کی صورت وہی کامل (انسان کامل) کی ظاہری صورت کا نام ہے۔ (ص 41، بدواول)

حضرت سید عبد الکریم بن ابراہیم الحنفی اپنی تصنیف انسان کامل میں فرماتے ہیں:

وجود ایجادات میں جس کمال پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متعین ہوئے ہیں کوئی شخص متعین نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق، احوال، افعال اور اقوال اس امر کے شاہد ہیں کہ آپ ﷺ ان کمالات میں منفرد ہیں۔ آپ ﷺ انسان کامل میں اور باقی انبیا و اولیاء کمل صلوٰۃ اللہ علیہم آپ ﷺ سے ایسے ملحق ہیں جیسے کامل اکمل سے ملحق ہوتا ہے اور آپ ﷺ کے ساتھ وہ نسبت رکھتے ہیں جو فاضل کو افضل سے ہوتی ہے لیکن مطلق اکمل انسان حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارک ہی ہے اور آپ ﷺ بالاتفاق انسان کامل ہیں۔ (ص 379)

انسان کامل وہ ہے جو بمحضہ حکم ذاتی بطور ملک و اصالت اسماے ذاتی و صفات الہی کا مستحق ہو۔ حق کیلئے اس (انسان کامل) کی مثال آئینے کی ہے کہ سوائے آئینے کے کوئی شخص اپنی صورت نہیں دیکھ سکتا اور نہ انسان کیلئے ممکن ہے کہ سوائے اسم اللہ کے آئینے کے، کہ وہ اس کا آئینہ ہے، اپنے نفس کی صورت دیکھ سکے اور انسان کامل بھی حق کا آئینہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ سوائے انسان کامل کے اپنے اسم و صفات کو کسی اور چیز میں نہ دیکھے۔ (ص 391)

﴿حقیقت محمد یہ ہر زمان میں اس زمان کے اکمل کی صورت میں اس زمان کی شان کے مطابق ظاہر ہوتی ہے۔ یہ انسان کامل اپنے زمانہ میں حضور اکرم ﷺ کا خلیفہ ہوتا ہے۔﴾

﴿انسان کامل وہ قطب ہے جس پر اول سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں اور وہ جب وجود کی ابتداء ہوئی، اس وقت سے لے کر ابدا آباد تک ایک ہی ہے۔ پھر اس کے لیے رنگ بیاس ہیں اور باعتبار بیاس اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے کہ وہ سرے بیاس کے اختیار سے اس کا دوہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد ﷺ ہے۔ اس کی کنیت ابو القاسم اور اس کا وصف عبد اللہ اور اس کا اللقب علیٰ السلام ہے۔ پھر باعتبار وہ سرے بیاسوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمان میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمان کے بیاس کے لائق ہوتا ہے۔ (سن 388)﴾

﴿اس حقیقت کو مرید و مصافت سے شیخ اکرمی الدین ابن حربی ہبہ فضیل صاحب میں بیان کرتے ہیں:

﴿ہر زمان میں آپ ﷺ ازل سے لے کر اب تک اپنا بیاس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر حضور ﷺ ہی جلوہ نہ ہوتے ہیں۔﴾

﴿پس ازل سے اب تک انسان کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحب لوگ سرورِ کوئین ﷺ کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک کے تمام رسولوں، انبیاء اور خلفاء کی صورت میں ظاہر ہوتی رہتی ہے اور ختم نبوت کے بعد غوث، قطب، ابدال اور اولیاء اللہ کی صورت میں اعلیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہتی گی۔﴾

حضرت شاہ سید محمد ذوقی نقشبند فرماتے ہیں:

﴿انسان کامل تمام موجودات کا ظاہر ہے۔ باعتبار اپنی عقل اور روح کے ام الکتاب ہے، باعتبار قلب کے اور حکمت ہے اور باعتبار اپنے شخص کے کوہ اثبات کی کتاب ہے۔ انسان کامل ہی حجت کردار اور سبیل وہ کتاب مطہر ہے جس سے کوئی چیز نہیں چھوٹی۔ اس کے اسرار و معانی کو سوائے ان لوگوں کے جو جبابات خلائق سے پاک ہوں کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔﴾

مولانا جلال الدین رومی ہبہ فرماتے ہیں:

﴿جس طرح خزانے ویرانوں میں ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی "امانت" (امانت الہی) بھی ایسے شخص کے دل میں وہی بیعت کرتا ہے جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔ (عشوی مزاد ناروم۔ فخر سهم)﴾

ہر دور میں ایسا انسان موجود ہوتا ہے جو امانت الہی کا حامل یا امانت فقر کا وارث ہوتا ہے۔ جی اکرم ﷺ خزانہ فقر کے مالک اور مختار کل ہیں اس لئے اپنی سے یہ امانت اور خزانہ فقر متعلق ہوتا رہتا ہے۔ آپ ﷺ کے اذن کے بغیر کسی انسان کو امانت الہی متعلق نہیں ہو سکتی۔ حضور اکرم ﷺ سے خزانہ فقر خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو متعلق ہوا اور آپؓ نبھی امانت محمد یہ میں فقر کی بھی سلطان (سلطان الفقر اول)

ہیں۔ یہی خزانہ فقر حضرت علی کرم اللہ و جب کو منتقل ہوا جن سے تمام مسلمان کا آغاز ہوا اور فقرامت کو منتقل ہوا اور اہل بیت عزیزہ میں خزانہ فقر حسنین کریمین علیہم کو منتقل ہوا۔ پھر یہ منتقل در منتقل ہوتا ہوا شہزاد فقر غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ السلام تک پہنچا، پھر خزانہ فقر حضرت علی سلطان باخو بیہقی تک پہنچا۔ اب جب بھی امانت الہی منتقل ہوتی ہے تو آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منتخب انسان کو تربیت کے لیے سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ السلام کے حوالہ کرتے ہیں اور پھر وہاں سے اُسے امانت الہی یا خزانہ فقر کیلئے حضرت علی سلطان باخو بیہقی بارگاہ میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ قیامت تک یہ خزانہ، خزانہ فقر کے مقام کل صاحبِ اولاًک ملکہ طہری کی اجازت اور مہر سے اسی درستے منتقل ہوگا۔

امانت الہی کا حامل ہے صاحبِ سُنّتی مرشد کہا جاتا ہے، ہی مرشد کامل اُنکل نور الہدی ہوتا ہے۔ اگر طالب کو ایسا مرشد مل جائے تو فقر کی انتہا پر پہنچنا کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔ اس کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پہلے دن ہی طالب کو سلطان الاذکار اسم اعظم "خو" عطا کر دیتا ہے اور اسم اللہ ذات تصور کے لیے عطا فرماتا ہے۔ اگر ایسا مرشد مل جائے تو فرماں پکڑ لینا چاہیے لیکن اس کو حلاش کرنا مشکل ہے کیونکہ یہ غیر معروف ہوتا ہے۔ سیدنا ہبید امانت الہی کی منتقلی کا یہ سلسلہ قیامت تک چاری رہے گا لیکن اس مرشد تک صرف وہی طالب پہنچتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پیغمباں، دیدار حق تعالیٰ اور مجسوس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری کی طلب لے کر گھر سے نکلتے ہیں۔

یہی انسان کامل صاحبِ سُنّتی مرشد کامل اُنکل نور الہدی، حامل امانت الہی، خزانہ فقر کا ماک اور نائب رسول علیہ السلام ہوتا ہے۔ اس کی حلاش اور علمائی فقرانے فرض قرار دی ہے اس لیے طالبِ مولیٰ پر اس کی حلاش فرض ہے۔

منتقلی امانت الہی اور سلسلہ سروری قادری

منتقلی امانت الہی یا منتقلی امانت فقر سے مراد مرشد کامل اُنکل کا اپنے خاص اخاص طالب جسے مجلس محمدی سے امانت فقر کے لیے منتخب کیا گیا ہو، کو اپنا تمام روحانی و رشد منتقل کرنا ہے۔ یہ طالب مرشد کا محروم راز یادوں کا محروم ہوتا ہے اور اس کے بعد سلسلہ کا سربراہ اور امام ہوتا ہے۔ حضرت علی سلطان باخو رحمۃ اللہ علیہ منتقلی امانت الہی، امانت فقر یا محروم راز، دل کا محروم کے بارے میں فرماتے ہیں:

دل دا محروم کوئی نہ ملیا، جو ملیا سو غرضی خو

ترجمہ: مجھے کوئی ایسا طالب مولی زندگی میں جیسی ملا جو میرے پاس صرف طالب مولی لے کر آیا ہو۔ میرے پاس تو جو بھی آیا وہ کسی نہ کسی تقسی، دنیاوی اور دلی خواہش اور غرض کی تمحیل کے لیے آیا۔

میں الفقر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦

یہ فقیر باخو کہتا ہے کہ میں تین سال مرشد کی حلاش میں رہا اور اب سال بھا سال سے طالبِ مولی کی حلاش میں ہوں لیکن مجھے کوئی طالب مولی نہیں ملا۔

۱۔ کس نہ پر سد ز من خدا پری ۲۔ رسمیم بعرش د با کری
 ۳۔ یق پرده نیامد راو خدا گشیکت شوی ز غیر خدا

ترجمہ: (۱) کسی نے مجھ سے قرب خدا کی طلب نہیں کی ورنہ میں اسے عرش اور کرسی تک پہنچا دیتا۔ (۲) پھر اس کے اور اللہ کی راہ کے درمیان کوئی پردوہ نہ رہتا اور وہ غیر اللہ سے جدا ہو کر اللہ کے ساتھ یکتا ہو جاتا ہے۔

آپ ہبہ امیر الکوین میں فرماتے ہیں:

❖ کس نیام طالبے حق حق طب میر سامن باحضوری راز رب
 ترجمہ: میں کوئی بھی طالب حق نہیں پاس کا جو (مجھ سے) حق طب کرے اور میں اسے راز رب عطا کرتے ہوئے حضور حق میں پہنچا دوں۔

❖ باختو کس نیام طالبے لائق طب حاضر کنم باصطھ توجید رب
 ترجمہ: اے باختو! میرے پاس کوئی بھی اللہ کی طلب لے کر نہیں آتا جسے میں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری عطا کر کے وحدت حق تک لے جاؤں۔

آپ ہبہ نور الہدی کاں میں فرماتے ہیں:

۱۔ ہم طالب مطلوب ہم مرشد تمام ہر کمی را وکھم د از ہر مقام
 ۲۔ در طب طالب بظہم سالہا کس نیام طالبے لائق لقا

ترجمہ: (۱) میں طالب بھی ہوں مطلوب بھی اور ہر مرتبے و مقام سے واقف کامل مرشد ہوں۔ (۲) میں سالہا سال سے ایسے طالب کی تلاش میں ہوں جو لائقے الہی کے لائق ہوں گے اسی طالب نہیں۔

❖ میں سالہا سال سے طالب ایں مولیٰ کا متاثری ہوں لیکن مجھے ایسا وسیع جو سطہ والا لائق تلقین اور صاحب یقین طالب صادق نہیں ملا جسے معرفت و توحید الہی کے ظاہری و باطنی خزانوں کی نعمت و دولت کا نصاب بے حساب عطا کر کے تمہارا کات الہی کی زکوٰۃ کی ادائیگی کے فرض سے سکدوش ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ کے حق سے اپنی گردون چھڑا لوں۔ (نور الہدی کاں)

علام اقبال ہبہ فرماتے ہیں:

❖ اقبال! کوئی محروم اپنا نہیں جہاں میں معلوم کیا کسی کو درو نہیں ہمارا (ہبہ،)
 مندرجہ بالا جو احوال جات سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت سلطان باختو ہبہ کو اپنی زندگی میں کوئی ایسا طالب نہ ملا جس کو امانت الہی متعلق کی جائی اس لیے آپ ہبہ امانت الہی اور سلسلہ مخلص کیے بغیر ہی وصال فرمائے۔

اس امانت اور سلسلہ کو بعد از وصال آپ ہبہ نے طالب حق سلطان التاریخ حضرت علی سلطان سید محمد عبد اللہ شاہ مدینی جیلانی ہبہ کو خوش کیا جو آپ ہبہ کے وصال کے چورا سال بعد مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور آپ ہبہ کے وصال کے ایک سو اتنا پس سال بعد آپ ہبہ کے مزار

مبارک پر آکر امانت الہی اور سلسلہ فخر حاصل کیا۔ یوں سلسلہ سروری قادری جہاں پر رکا تھا وہیں سے شروع ہو گیا۔

سلطان التارکین

حضرت سخنی سلطان سید محمد عبداللہ شاہ مدفن جیلانی

سلطان العارفین حضرت سخنی سلطان باہمتو بیہی سے امانت فخر (امانت الہی) سلطان التارکین حضرت سخنی سلطان سید محمد عبداللہ شاہ مدفن جیلانی بیہی کو خفظ ہوئی اور سلطان العارفین حضرت سخنی سلطان باہمتو بیہی کے بعد آپ بیہی سلسلہ سروری قادری کے شیخ کامل ہیں۔

سلطان التارکین حضرت سخنی سلطان سید محمد عبداللہ شاہ مدفن جیلانی بیہی 29 رمضان المبارک 1186ھ (24 دسمبر 1772ء) جمعۃ المبارک کی شب مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور نواب بہاول خان سونم کے دور میں 29 رمضان المبارک 1241ھ (6 مئی 1826ء) بروز یہفتہ احمد پور شریقہ بہاول پور تشریف لائے۔ آپ بیہی کا شجرہ نسب غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقدوس قادر جیلانی بیہی کے دریے حضرت علی کرم اللہ وجہ تک اس طرح پہنچا ہے:

سید محمد عبداللہ شاہ مدفن جیلانی بن سید عبد الرحیم بن سید عبد العزیز بن سید عبدالرحمٰن جیلانی وہلوی بن سید عبدالقدوس قادر، بن سید شرف الدین بن سید احمد، بن سید علاء الدین ٹالی بن سید شہاب الدین ٹالی بن سید شرف الدین قاسم، بن سید مجھی الدین مجھی بن سید بدر الدین حسین، بن علاء الدین، بن شمس الدین، بن سیف الدین مجھی بن ظہیر الدین مسعود، بن ابی نصر محمد بن ابو صالح نصر، بن سیدنا عبد الرزاق جیلانی بیہی، بن غوث الاعظم سیدنا حضرت شیخ عبدالقدوس قادر جیلانی بیہی۔

آپ بیہی کی والدہ ماجدہ سیدہ مومنہ امام سید محمد تقیٰ طیبہ السلام کی اولاد پاک میں سے تھیں اس لیے آپ بیہی والدہ محترمہ کی طرف سے صیمنی سیدی ہیں، شجرہ نسب اس طرح سے ہے:

سیدہ مومنہ بنت سید محمد زکی الدین بن سید عبداللہ بن سید محمد بنین بن سید امیر اخوند بن سید امام الدین بن سید حیدر بن سید محمد، بن سید فیروز، بن سید قلب الدین، بن سید امام الدین، بن سید فخر الدین، بن سید کمال الدین، بن سید بدر الدین، بن سید تاج الدین، بن سید مجھی، بن سید عبدالعزیز، بن سید ابراہیم، بن سید محمد نبود، بن سید زید شہوار، بن سید عبداللہ رخکش، بن سید یعقوب، بن سید احمد، بن سید محمد اعرج، بن سید احمد، بن سید محمد موسیٰ البرقی، بن امام سید محمد تیغی، بن امام سید علی رضا، بن سید امام موسیٰ کاظم، بن سید امام حضرت صادق، بن سید امام محمد باقر، بن سید امام زین العابدین علی بن سید الشہداء حضرت امام حسین، بن سید علی بن حضرت علی کرم اللہ وجہا، بن ابی طالب۔

حضرت سخنی سلطان باہمتو بیہی کے مرشد سید عبدالرحمٰن جیلانی وہلوی بیہی سید محمد عبداللہ شاہ بیہی کے پرداویں۔ سید محمد عبداللہ شاہ بیہی کے والد سید

عبدالعزیز 1107ھ (1696ء) میں دہلی سے بغداد تشریف لے گئے، پھر 1109ھ (1698ء) میں مدینہ منتقل ہو گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

سید محمد عبداللہ شاہ مدینی جیلانی بیہدہ کی پیشانی بیچپن سے ہی نور حق سے درخشش تھی۔ جو بھی آپ بیہدہ کو دیکھتا آپ کا دیوانہ ہو جاتا۔ آپ بیہدہ کو بیچپن سے ہی عبادات الہی سے خصوصی شفف تھا۔ بارہ سال کی عمر میں آپ بیہدہ نے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ آپ بیہدہ کی طبیعت میں بے چین بہت تھی، جب تک تلاوت قرآن پاک یا عبادت میں معروف رجت سکون رہتا، جیسے ہی فارغ ہوتے ہے چینی اور بے سکونی دل پر چھا جاتی۔ آپ بیہدہ کو اپنے نانا سید محمد زکی الدین سے خاص محبت تھی کیونکہ انہوں نے ہی نکد سے لے کر مدینہ تک آپ بیہدہ کویرت و حیات نبوی ملکیتیم کے متعلق ہر تفصیل نہ صرف سنائی بلکہ بیہل چل کر آپ بیہدہ کو ہر وہ جگہ خود دھکائی اور ہر اس مقام پر لے گئے جہاں جہاں حضور علیہ اصلوۃ والسلام نے وقت گزار یا چند لمحے بھی تھے۔ ایک رات نماز مغرب کے وقت آپ بیہدہ کے نانا حضرت سید محمد زکی الدین آپ بیہدہ کو لے کر پہلے جنت البیتع تشریف لے گئے اور آپ بیہدہ کو سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا علیہ السلام عنہا اور سیدنا حضرت امام حسن عسکری کے پر فرمایا اور عرض کی "یا آپ کی جد ہے اور اس غریب الظن کا نواسہ ہے۔ میرے بعد اس کا خیال رکھنا۔" پھر آپ بیہدہ کو لے کر بارگاہ نبوی ملکیتیم میں حاضر ہوئے اور درود کر عرض کی "آ تای آ پ ملکیتیم کا نواسہ ہے، اس کو آپ ملکیتیم کے خواں کر رہا ہوں اس کو اپنی دراثت (فتر) سے محروم نہ رکھنا۔" رات گئے آپ بیہدہ کے نانا نے آپ بیہدہ کو گھر چھوڑ اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ صحابی آپ والدین کے ہمراہ نماز فجر کا حضور کریمی کا اطلاع میں کر آپ بیہدہ کے نانا سید محمد زکی الدین کا وصال ہو گیا ہے۔ اس وقت سید محمد عبداللہ شاہ بیہدہ کی عمر مبارک صرف چودہ سال تھی۔ نانا کے وصال سے آپ کے دل کو شدید صدمہ پہنچا کیونکہ نانا کے پاس رہ کر تھوڑا بہت جو سکون ملتا تھا وہ بھی جاتا رہا۔ والد کے کار و بار میں آپ بیہدہ کا دل نہیں لگتا تھا۔ آپ بیہدہ اکثر ویرانوں میں لکھ جاتے۔ بھی بھی تو بے چین اور بے سکون ہو کر دوڑتے دوڑتے مدینہ منورہ سے کئی میل و دریکل جاتے تھے اور آپ بیہدہ کے پاؤں ایولہمان ہو جاتے۔

والدین کی وفات کے بعد آپ بیہدہ کا دل دنیا سے بالکل اچھا ہو گیا اور آپ نے گھر بار چھوڑ کر روضہ رسول پر مستقل سکونت اختیار کر لی۔ آپ بیہدہ نو تک کسی سے کوئی غرض رکھتے اور نہ سوال کرتے، چپ چاپ اپنے کام میں گھن و رافت فتر کی ایجاد کرتے رہتے۔ یہاں آپ بیہدہ کی بے قراری کو قرار بھی آگیا اور دل کو سکون بھی مل گیا تھا۔ عرصہ چھوٹ سال کی خدمت اور غایی کے بعد حضور علیہ اصلوۃ والسلام نے خواب میں دیدار کی اور پوچھا! تو اس خدمت کے بد لے میں کیا چاہتا ہے؟ سید محمد عبداللہ شاہ بیہدہ نے عرض کی "حضور ملکیتیم جانتے ہیں کہ یہ غلام فقر چاہتا ہے۔" اس پر حضور علیہ اصلوۃ والسلام نے فرمایا "فتر کے لیے تھے ہند سلطان بخو (بیہدہ) کے پاس جانا ہو گا۔"

جب سید محمد عبداللہ شاہ بیہدہ خواب سے دیدار ہوئے تو بہت جی ان اور پریشان ہوئے کہ رشد و بذایت کا مفعع تو آپ ملکیتیم خود ہیں پھر مجھ سلطان بخو بیہدہ کے پاس کیوں بھیجا جا رہا ہے؟ لہذا وہ بارہ خدمت اور غایی کا سلسلہ شروع فرمادیا۔ مزید چھوٹ سال کے بعد حضور علیہ اصلوۃ والسلام نے دیدار سے مستفید فرمایا اور پھر پوچھا "اس خدمت کے بد لے میں کیا چاہتے ہو؟" تو آپ بیہدہ نے پھر عرض کیا "حضور علیہ اصلوۃ

والسلام جانتے ہیں کہ یہ غلام فقر چاہتا ہے۔ ”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا“ تجھے فقر سلطان باہمو (بیوی) سے ہی ملے گا۔“ اس مرتبہ سید محمد عبداللہ شاہ نے عرض کی ”یا رسول اللہ تعالیٰ! میں تو اس علاقے کی زبان، رسم و رواج، رہنمائی اور کھانے پینے تک سے ناواقف ہوں۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”ہم تجھے اپنے محبوب شیخ عبدالقدار جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے پروردگر تے ہیں، تمہاری تربیت کرنا اور وہاں تک پہنچانا اب ان کی ذمہ داری ہے۔“

خواب سے بیدار ہوتے ہی سید محمد عبداللہ شاہ بیویہ حکم کے مطابق بغداد شریف سیدنا غوث العظیم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مزار مبارک پر پہنچا اور وہاں ان کی بالٹی راہنمائی میں تمام سروری قادری مشائخ کے مزارات سے ترتیب و اរیش حاصل کرتے ہوئے جھنگ ہندوستان (موجودہ پاکستان) حضرت قمی سلطان باہمو (بیویہ) کے مزار مبارک پر 12 ربیع الاول 1241ھ (24 اکتوبر 1825ء) سووار کے وں حاضر ہوئے۔ حضرت قمی سلطان باہمو (بیویہ) نے بالٹی طور پر انہیں امانت فقر، امانت البری خلخل فرمائی۔ سید محمد عبداللہ شاہ و مولیٰ جیلانی (بیویہ) نے مزار حضرت قمی سلطان باہمو (بیویہ) پر ہی رہائش اختیار کر لی جاں چہ ماں تک حضرت قمی سلطان باہمو (بیویہ) نے ان کی بالٹی تربیت فرمائی اور پھر حکم دیا کہ ریاست بہاول پور کے شہر احمد پور شرقیہ چلے جائیں، وہیں مستقل سکونت اختیار کریں اور طالباں مولیٰ کو اسم اللہ ذات کا فیض عطا فرمائیں۔ آپ (بیویہ) نے اس حکم پر عمل کیا اور تمام زندگی احمد پور شرقیہ میں گزار دی۔

امحمد پور شرقیہ میں آپ (بیویہ) سے ہزاروں لوگوں نے فیض حاصل کیا۔ آپ (بیویہ) کے عقیدتمندوں میں ریاست بہاول پور کے نواب بہاول خان سوم بھی شامل تھے۔

لقب

۲۰۶

سید محمد عبداللہ شاہ بیویہ کا لقب ”سلطان الترکین“ ہے جو آپ (بیویہ) کو بارگاونبوی (بلیکل) سے عطا ہوا کیونکہ آپ (بیویہ) نے ترک دنیا میں کمال حاصل کیا اور آپ (بیویہ) میں سے تھے جن کے بارے میں حدیث قدیم ہے ”میرے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جو میری قباقے کیچے ہیں اور جن کو میرے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔“

سید محمد عبداللہ شاہ بیویہ کے خلیفہ اکبری محمد عبدالغفور شاہ بیویہ کے مخطوطات میں ہے:

”آپ (بیویہ) نہایت آزاد طبع عارف کامل محلل اکمل اولیاء اللہ الاتقیاء الاخیاء، ہو جب حدیث قدیم تھے۔ شہرہ عالم سے بے نیاز ہر وقت خلوت نہیں میں متوجہ ای اللہ مرابتہ میں بحالت استغراق رہتے تھے۔“

آپ (بیویہ) اپنے آپ کو ریاست، دربار اور شہرت سے دور رکھتے تھے۔ کبھی چل کرن تو کسی نواب کی محلل میں گئے اور نہ ہی کسی سردار کے پاس۔ ہمیشہ اپنی خانقاہ میں قیام پذیر ہے اور بھو طالباں صادق آپ (بیویہ) کے پاس تعریف لاتے ان کو فیضان الجی اور مقین بالٹی سے مشرف فرماتے اور ان کا ترکیہ لئیں اور تصفیہ تکاب فرماتے۔

نحوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور سلطان العارفین حضرت گنجی سلطان باہو بیہدہ بالطفی طور پر آپ کو "شاہ صاحب" کے نام سے مخاطب فرمایا کرتے تھے اس لیے آپ بیہدہ اس لقب سے بھی مشہور ہوئے۔ سلطان العارفین حضرت گنجی سلطان باہو بیہدہ کے سلسلہ سے نسلک ہونے کی وجہ سے "گنجی سلطان" اور جیلانی نسب کی وجہ سے "جیلانی" اور مدینہ متورہ میں ولادت کی وجہ سے "مدینی" آپ بیہدہ کے نام کا حصہ ہے۔

حلید اور لباس مبارک

بیرون محمد عبدالغفور شاہ بیہدہ کے مخواحتات جوان کے فرزند بیرون محمد عبدالحق بیہدہ نے سرچ فرمائے، میں بیرون محمد عبدالغفور شاہ بیہدہ اپنے مرشد سید محمد عبد اللہ شاہ بیہدہ کے متعلق فرماتے ہیں "آپ بیہدہ بالکل سادہ مزاج تھے اور سادہ لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ یہ اکن وکلاہ و پاجامہ شریعی اکثر آپ بیہدہ کا لباس ہوتا تھا۔ آپ بیہدہ نے سبز، نیلی اور سفید و تار استعمال فرمائی ہے۔ سفید ستار کا شلد و تین ہاتھ دا پر انکلا ہوتا تھا۔"

خوشی یا عید و نیمہ کے موقع پر جھوہ اور کرتہ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ آپ بیہدہ نہایت ہی حسین اور حسن و جمال میں بے نظر تھے بلکہ احسن الصورت، چہرہ فراخ، نورانی اور درخشش معلوم ہوتا تھا اور کشاہ بیہدہ پیشانی تھے، پشمانت مبارک بہت مولیٰ تھیں۔ اکثر مراقبہ میں مشغول رہتے تھے اور کمال استغراق کی وجہ سے آنکھوں میں سرخی معلوم ہوتی تھی۔ آپ بیہدہ کا بینی (ناک) مبارک بلند تھا، سر کے بال کا نوں تک رکھتے تھے۔ ریش مبارک بالکل سفید، متور، گھنی اور طول و عرض میں نہایت خوش نیت تھی، قد و رعنیان تھا۔ جو لوگ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں کسی غرض سے حاضر ہوتے تھے وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار مبارک میں ایسے بے خود ہو جاتے تھے کہ ان کو گھر پار اور سب کام بھول جاتا تھا۔ جتنی کوکھیں کو مصروف لے کے اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں کسی وقت حاضر ہو جاتے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دیدار میں گھو ہو جاتے تھے اور ان کو کھیلن کو دنا بھول جاتا تھا۔ بیرون محمد عبدالحق بیہدہ اپنے والد بیرون محمد عبدالغفور شاہ بیہدہ سے روایت کرتے ہیں "ظاہری صورت میں حسین اور حسن و جمال میں بے مثال میں بے کسی کو اپنے مرشد حضرت بیرون محمد عبدالله شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر اپنی تمام عمر میں نہیں دیکھا۔"

فقہی مسلک

حضرت گنجی سلطان سید محمد عبداللہ شاہ مدینی جیلانی بیہدہ حنفی مسلک اور اہل سنت والجماعت سے تھے۔

سلسلہ فقر

سلطان التارکین حضرت گنجی سلطان سید محمد عبداللہ شاہ بیہدہ کا سلسلہ فقر سروری قادری ہے اور سلطان العارفین حضرت گنجی سلطان باہو بیہدہ کے

بعد آپ بہبیہ سلسلہ سروری قادری کے شیخ کامل ہیں۔

ملفوظات میں ہے:

﴿ حضرت حنفی سلطان سید محمد عبداللہ شاہ بہبیہ کا طریقہ سلوک سروری قادری تھا۔ طالبانِ مولیٰ کو اسی طریقہ میں داخل فرمایا کرہدایت و تلقین فرماتے تھے۔ مشائیج سے طریقہ قادری دو طرح سے جاری اور معروف چلا آ رہا ہے، ایک زاہدی قادری دوسرا سروری قادری۔ سروری قادری طریقہ میں بغیر ریاضت، محنت و مشقت اور حجابت کے طالبانِ خدا فی الفور حضن نظر فیض اثر، تلقین حقیقی خاص اور تو پڑھنے کامل سے داخل بالمھسوو ہو جاتے ہیں اور طریقہ زاہدی قادری میں محنت و ریاضت، حجابت و مشقت کثیر سے مدت دراز کے بعد مکمل و کشائش رازِ حقیقت ہوتی ہے۔ جناب حضرت شاہ صاحب بہبیہ کا طریقہ سروری قادری تھا کہ بغیر از ریاضت، حجابت، محنت و مشقت طالبانِ خدا پر ان کا فیضانِ جاری ہو جاتا تھا اور محض نظر فیض اثر سے کشائش کمال ہو جاتی تھی اور گاہے خاص تلقین بھی طالبانِ حق کو فرمادیا کرتے تھے۔ ﴾

اولاد

سید محمد عبداللہ شاہ بہبیہ کی اولاد نزدیکی میں کاملاً صاحبزادی نوری بی بی کا وصال سات سال کی عمر میں ہو گیا اور دوسری صاحبزادی صاحل بی بی جو بی بی پاک دامن کے نام سے معروف ہوئیں، ولیہ کاملہ اور صاحب نگاہ خاتون تھیں۔ ان کا وصال سید محمد عبداللہ شاہ بہبیہ کے وصال کے بعد ہوا۔ ان کا مزار ندر جہانگیر ہے مہاراجہ ضلع جھنگ میں سلطان الصابرین حضرت حنفی سلطان بہبیہ عبدالغفور شاہ بہبیہ کے مزار کے قریب ہے۔ ان سے اولاد کا سلسلہ نہیں چلا۔

وصال

29 رمضان المبارک 1276ھ (20 اپریل 1860ء) بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر احمد پور شرقیہ میں اپنی خانقاہ میں وصال فرمایا اور ویسے مدفن ہوئے۔

مزار مبارک

سید محمد عبداللہ شاہ مدینی جیلانی بہبیہ کا مزار مبارک قائمی چوک، قائمی محلہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور پاکستان میں ہے۔ آپ بہبیہ کی سوانح حیات کے تفصیلی مطالعہ کے لیے مصنف کتاب بہبیہ کی تصنیف "بہبیہ آخر زمانی" کے باب دوم کا مطالعہ فرمائیں۔

خلاف

راغ فقر میں خلافت سے مراد مرشد کامل نور الہدی (انسان کامل) کا مختلف سالکین کی تربیت فرم اکر اور انہیں اپنی کسی ایک صفت یا چند صفات سے متصف فرم اکر علیق خدا کو تقدیم کے لیے مختلف جگہوں یا علاقوں میں معین کرتا ہے۔ ان کو خلیف، جس کی جمع خلفاء ہے، کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ہم فرقہ کی اصطلاح میں اس کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ امانت فرقہ جس طالب و مختل ہوتی ہے وہ ذات شیخ میں کامل فنا ہوتا ہے لئن اپنے شیخ کی ذات میں مع کامل صفات کا مظہر ہوتا ہے اور اس کے لباس میں شیخی ملتبس ہوتا ہے۔ اصطلاح تصوف میں اسے خلیف اکبر کہتے ہیں اور یہ ایک ہی ہوتا ہے جبکہ خلیف اپنے شیخ کی ایک صفت میں فنا ہوتا ہے اور اپنے شیخ کی کسی نہ کسی صفت کا مظہر ہوتا ہے۔ اصطلاح تصوف میں اسے ظلیف اصغر یا خلفا اصغر کہا جاتا ہے، ان کی تعداد میں نہیں ہے۔ اصل بدایت کا منبع تو امانت الہیہ کا حامل ”انسان کامل“ ہی ہوتا ہے۔ خلفاء اس کے نمائندوں کے طور پر کام کرتے ہیں اور مخلوق خدا کی راہبری کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ خلافت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ سالک فنا فی اللہ یا بقا باللہ یا کے مقام پر فائز ہو بلکہ ضرورت کے مطابق اس کی تربیت کر کے اس کی ذوبی پر متعین کرو یا جاتا ہے۔ انسان کامل اور اس کے خلفاء کو ہم ایک مثال کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک بجلی گھر پورے شہر کو بجلی سپلانی کرتا ہے لیکن شہر کے ہر علاقے کا ایک ٹرانسفر مرن ہوتا ہے، اصل کرنٹ اور بجلی تو بجلی گھر سے آرہی ہوتی ہے لیکن ٹرانسفر مرن اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اسے اپنے علاقوں میں سپلانی کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اصل بالغی قوت تو مرشد کامل اکمل نور الہدی کی ہوتی ہے جو خلفاء کے تحکوم سے منقص ہو کر سالکین تک پہنچتی ہے۔ خلافت میں کسی غلطی پر باطنی قوت سلب کر لی جاتی ہے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ مرشد کامل اکمل نور الہدی کے قلب سے جو نور ظلیف کے قلب میں آ رہا ہوتا ہے وہ بند ہو جاتا ہے یا اسے کسی غلطی کی وجہ سے رجعت ہو جاتی ہے لیکن انسان کامل چونکہ خلافت الہیہ کا حامل اور محبوبیت کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اس لیے اس کی قوت سلب نہیں ہوتی یا اسے رجعت نہیں ہوتی۔ سلسہ ضروری قادری میں خلافت بہت کم عطا کی جاتی ہے۔ اس سلسہ میں مرشد کامل اکمل چونکہ انسان کامل کے مرتبہ پر فائز اور امانت الہیہ یعنی تصور اسم اللہ ذات کا حامل ہوتا ہے اس لیے طالب کو اللہ تعالیٰ کی پیچان کے لیے اس کی محفل میں رہ کر اسم اللہ ذات کا تصور کرنا ضروری ہے کیونکہ خلافت میں چیز عطا نہیں ہو سکتی جو اسے یہاں سے ملا۔ مط عطا ہو جائے گی۔ البتہ مرشد کامل نور الہدی کے ظاہری وصال کے بعد خلفاء کی باطنی قوت کی گناہ تک بڑھ جاتی ہے کیونکہ عام طور پر انسان کامل ایک ہی جگہ وہ بار ظاہر نہیں ہوتا اور پھر سالکین کو اس کی پیچان نئی جگہ پر کافی دری کے بعد ہوتی ہے۔

اسی طرح سجادہ نشینی یا گدمی نشینی کی اصطلاح آج کل عام ہو گئی ہے اور عام طور پر لوگ اسی کو اہل مزار کا روحانی اور باطنی جانشین یا نائب سمجھتے ہیں جو گدمی پر بیٹھا ہو۔ انگریزوں کے دور سے قبل توبہ یا بت بالکل درست تھی کہ سجادہ نشین یا گدمی نشین عام طور پر اہل مزار کا

روحانی اور باطنی نائب یا جانشین ہی ہوا کرتا تھا لیکن انگریزوں نے مسلمانوں کے اس عظیم خانقاہی نظام کو تجاہ کرنے کے لیے اس کو درافت میں شامل کر دیا۔ اب قانون و راست کے تحت دوسری جانبی اوکی طرح بطور و راست ظاہری اول اور گندی یا سجادہ نشانی ملتی ہے خواہ وہ اس کے اہل ہوں یا نہ ہوں۔ اگر اہل مزار اپنے وصال سے قبل اپنے دل کے محروم یا روحانی و باطنی چانشین کو گندی نشان مقرر کر دے تو عدالت کے ذریعہ چند ماہ کے اندر اندر اسے بے غسل گردی یا سجادہ نشانی اول اور بطور و راست منتقل ہو جائے گی۔ عدالتون کے اندر گندی یا سجادہ نشانی کی جگہ اکثر لوگوں نے دیکھی ہو گئی یا اخبارات میں پڑھی ہو گئی بلکہ اب تو اس کے حصول کے لیے قتل و غارت گری تک نوبت آگئی ہے کیونکہ گندی کے ساتھ چاندیدا و مرزا کی آمدن نسلک ہوتی ہے اور اب تو گندی کی وجہ سے سیاست میں بھی اعلیٰ مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت تجھی سلطان باہوؒ کے چند مشہور خلفاء

سلطان العارفین حضرت تجھی سلطان باہوؒ کے دربار پاک سے لاکھوں لوگوں نے فیض پایا اور صاحب حال ہوئے لیکن ہم اس ضمن میں صرف ان خلفا کا ذکر کریں گے جنہوں نے برادر است آپؒ سے خلافت پائی۔

حضرت سلطان نورنگ کھیرانؒ

ایک مرتبہ حضرت تجھی سلطان باہوؒ سیاحت کی غرض سے پنجاب میں دامان کوہ مغربی جبل اسود تشریف لے گئے جہاں آپؒ نے ایک چھوٹے سے بچے کو گئے چراتے ہوئے دیکھا۔ اس بچے کے فیض از لی نے آپؒ کے فیض کو جنتیں دی اور آپؒ نے ایک ہی نگاہ سے اسے مجدوب الی اللہ کر دیا۔ نور نے بچے کے جسم مطہرہ کو منور کر دیا اور پھر وہ بچہ پرواہنہ وار حضرت سلطان باہوؒ کے گرد فدا ہونے لگا۔ اس بچہ کا نام سلطان نورنگ کھیرانؒ تھا۔ آپؒ تیس سال تک اپنے مرشد حضرت سلطان باہوؒ کی خدمت میں رہے، اس کے بعد شرف خلافت سے مشرف ہو کر رخصت ہوئے۔ ان کا مزار مبارک جبل اسود کے دامن میں ڈیرہ عازی خان کے نزدیک قصبه ”جھوا“ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے اور آپؒ کے دربار کو ”سلطان صاحب کا دربار“ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ حضرت سلطان نورنگؒ نے اپنے چیر و مرشد کے فیض کو عام کرنے کیلئے ہزاروں لوگوں کو تلقین و ارشاد سے مشرف فرمایا اور آج بھی آپؒ کے مزار مبارک سے فیض روحانی جاری ہے۔

حضرت لعل شاہؒ

حضرت تجھی سلطان باہوؒ کے دوران فیض روحانی کو عام کرتے ہوئے علاقہ سنگھر کے قبہ جنگ میں تشریف لے گئے اور ایک مسجد میں قیام فرمایا۔ اتفاقاً ایک بچہ جس کا نام ”لعل شاہ“ تھا اور عمر سات آٹھ سال تھی مسجد میں آپؒ کی نظر وہ کے سامنے سے گزرا۔

اس پنچے پر آپ بیوی کی توجہ مبارک کا ایسا اثر ہوا کہ اس میں جذبہ عشق الہی پیدا ہو گیا اور وہ ساری رات آپ بیوی کی خدمت میں بیٹھا رہا، اس کو گھر گیا اور ن آپ بیوی سے جدا ہوا۔ اس پنچے کےوارث جب تلاش کرتے ہوئے صحیح مسجد آئے تو اُسے حضرت سلطان باخو بیوی کی خدمت میں پایا۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ پنچے کو گھر لے جائیں مگر وہ بیچ کسی طرح بھی گھر جانے پر راضی نہ ہوا۔ لوگوں نے جا کر محل شاہ بیوی کے والد بدھ سن شاہ کو آگاہ کیا تو بدھ سن شاہ اپنے مریدوں اور دیگر معزز دوستوں کے ہمراہ حضرت سلطان باخو کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی "حضرت اس پنچے کو اجازت دیں کہ یہ اپنے گھر چلا جائے اس کی ماں بہت پریشان ہے۔" حضرت سلطان باخو بیوی نے بدھ سن شاہ سے فرمایا کہ یہ بیچ تمہاری ملکیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا فیض اور نصیبہ میرے پر فرمایا ہے لہذا اس پنچے کی روحانی تربیت اب میری ذمہ داری ہے۔ یہ سن کر بدھ سن شاہ پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس نے ہاتھ بامدھ کر عرض کیا "یا حضرت اعلیٰ شاہ اب آپ ہی کے پردا ہے۔" بدھ سن شاہ امیر کبیر ہردوں کے خاندان سے تھا، اس نے دوسری شادی کی ہوئی تھی اور محل شاہ اور محلی یعنی (محل شاہ صاحب کی والدہ) کو لاوارثوں کی طرح رکھا ہوا تھا اور ان ماں بیٹے کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا۔ جب اعلیٰ شاہ بیوی کی والدہ کو معلوم ہوا تو اس پاک بازخورت نے حضرت سلطان باخو بیوی کی بارگاہ میں پیغام بھیجا کہ میرا صرف ایک ہی بینا محل شاہ ہے اور اسی کی امید پر جی رہی ہوں۔ آپ اجازت فرمائیں تو باپر وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں اور اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ کی بارگاہ میں ہی رہوں۔ بدھ سن شاہ نے بھی اپنی بیٹی یعنی کو پرداہ میں حضرت سلطان باخو بیوی کی بارگاہ میں حاضری کی اجازت دیدی۔ آپ رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ باپر وہ خاتون گھر میں ہی بیٹھی رہے اور بے پرداہ ہو کر باہر نہ آئے۔ اس عورت نے جب یہ سنا تو زار و قطار رونے لگی اور عرض کرنے لگی کہ یا حضرت مجھے کیوں فیض اور نعمت ازی سے محروم رکھتے ہیں، آپ بھیتے لگی اور فیض کے فیض سے میں کیوں محروم رہوں۔ یہ سن کر حضرت سلطان باخو بیوی نے ہیں بیٹھے بیٹھے توجی کی اور اسے گھر بیٹھے ہی نواز دیا۔ یہ ماں صاحب اتنی صاحب حال ہو گئیں کہ کسی دنیاوی کام میں مشغول نہ ہوتی تھیں، اگر کبھی روئی پکانی پر چالی تو توے پر روئی ڈال کر سکر مسقی میں چلی چاتیں اور روئی توے پر ہی جل جاتی۔

حضرت سلطان باخو بیوی اعلیٰ شاہ کو اپنے ہمراہ لے گئے اور اسی وقت اپنے خادم، جو آپ بیوی کے ساتھ رہتا تھا، سے فرمایا کہ میرا وضو کا لوہا، جائے نماز اور مسواک لعل شاہ کے حوالے کرو۔ اعلیٰ شاہ بیوی اس کے بعد تین سال تک حضرت سلطان باخو بیوی کے ہمراہ رہے اور اس ساری مدت میں ان کی گل متعار ایک سیاہ کسل تھا جو آدھا نیچے بچھا لیتے اور آدھا اوڑھ لیتے۔ جب تین سال کے بعد حضرت سلطان باخو بیوی نے خلافت عطا کر کے رحمت فرمایا اور گھر تشریف لے گئے تو بدستور اسی سیاہ کسل کا لباس زیب تر فرمائے رکھا صرف سوتی کپڑے کی ایک گلزاری کا اضافہ فرمایا۔ اپنے دہن سکھر میں قیام فرمائے اور تکلیف و ارشاد کا سلسہ جاری فرمایا۔ آپ بیوی نے تینیں وصال فرمایا اور تینیں پر آپ بیوی کا مزار ہے۔

حضرت سلطان طیب بیوی

حضرت اتنی سلطان باخو بیوی ایک ہار بھر تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت عطی بیوی کے فرزند حضرت شیر شاہ بیوی کے ایک مرید اور خلیف حضرت

سلطان طیب ہیں۔ درہاکش پڑ رہتے، ان کے ہاں اولاد فرینڈ تھی۔ سلطان طیب کو جب آپ ہیں کی تشریف آوری کا پتہ چلا تو خدمت میں حاضر ہو گرد عاکے طالب ہوئے۔ اس وقت حضرت سلطان باہمتو کے پاس دو سبب پڑے تھے۔ حضرت سلطان باہمتو ہیں دنوں سب سلطان طیب کو دیے دیئے اور ارشاد فرمایا۔ اپنی بیوی کو کھانے کیلئے دے دو۔ انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ ہمیں دو فرزند عطا فرمائے گا، ان میں سے ایک تو تمہارے کام کا ہوگا اور ایک ہمارے کام کا۔ پس اللہ تعالیٰ نے سلطان طیب ہیں کو دو فرزند عطا کیے۔ ایک کام انہوں نے سلطان عبد اور دوسرا کام سلطان سوبھارا کھا۔ سلطان عبد پیدا اٹھی مجد و ب تھے۔ جب حضرت سلطان طیب ہیں کے پیر و مرشد حضرت شیر شاہ ہیں کو معلوم ہوا کہ ان کے خلیفہ نے حضرت سلطان باہمتو کی خدمت میں پیش ہو کر اپنی حاجات عرض کی ہیں تو انہیں اپنے مرید پر سخت رنج اور غصہ آیا اور اپنے خلیفہ کا سارا فیض اور بالطفی نعمت سلب کر لی اور سلطان طیب گوئے لٹکوئے ہو کر گھر میں پڑ رہے۔ جب حضرت سلطان باہمتو کو بالطفی طور پر سلطان طیب ہیں کا حال معلوم ہوا تو آپ ہیں حضرت شیر شاہ ہیں پر بہت ناراض ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی۔ اس پر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فیصلہ ہوا کہ حضرت شیر شاہ ہیں اپنے مرید سلطان طیب کو پہلے سے سامنگھنا زیادہ فیض اور نعمت عطا فرمائیں۔

حضرت سلطان حمید ہیں

سلطان حمید ہیں حضرت اُنی سلطان باہمتو ہیں کے اہم خلافیں شمار ہوتے ہیں۔ عشق مرشد میں آپ ہیں کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ ہیں کے حالات زندگی بہت کم معلوم ہیں۔ ”مناقب سلطانی“ سے صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ سلطان حمید ہیں حضرت سلطان باہمتو ہیں کے ہمراہ بھر تشریف لے گئے اور بھکر کے نواحی میں سیر کیئے تھے۔ سلطان باہمتو ہیں میدان چول میں ایک دیران لیلے پر پہنچے، ابھی آپ ہیں نے یہی کہ ارادہ ہی کیا تھا کہ فوراً انہوں کھڑے ہوئے اور فرمایا ”حید! اس نیلے سے جلدی یخچے اتر و یہ کسی ظالم کا مکان ہے۔“

بعد ازاں آپ ہیں ایک اور جگہ ریت کے میدان میں سونے اور اپنا سر سلطان حمید ہیں کے زانو پر رکھا اور ایک گھری آرام کیا جس سے آپ ہیں کا میدان خاک آلو ہو گیا۔ آپ ہیں کی یہ حالت دیکھ کر سلطان حمید ہیں کا دل بہت رنجیدہ ہوا اور سوچنے لگے کہ کاش میرے پاس دنیا کی دولت ہوتی تو آج میں بھی اپنے مرشد اور بادی کا بستر رشم اور محل کا بنواتا۔ میری غربت کی وجہ سے میرے مرشد کا جسم خاک آلو ہوا ہے۔ اتنے میں حضرت سلطان باہمتو ہیں نے اپنا سر ان کے زانو سے اٹھایا اور فرمایا ”حید! تو نے کیا خیال کیا؟“

انہوں نے عرض کر دیا۔ فرمایا! ”آنکھیں بند کرو۔“ سلطان حمید ہیں نے آنکھیں بند کیں تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک باغ ہے جس میں ایک خوبصورت محل آرست ہے اور اس میں ایک خوبصورت عورت جزاً اوزیور اور رشی کپڑے پہنے سلطان حمید ہیں سے رغبت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ سے نکاح کرو۔ سلطان حمید ہیں نے اسے اشارے اور نرم زبان سے اپنے سے دور رہنے کو کہا اور کہا کہ یہ ادب کا مقام ہے میں اپنے بادی اور مرشد کی خدمت میں حاضر ہوں۔ اسی اثنامیں مراقبہ سے سامنگھنا تو آپ ہیں نے ان سے پوچھا ”حید تو نے کیا دیکھا؟“ انہوں نے جو

پنجدیکھا تھا عرض کر دیا۔

حضرت سلطان باہمتو نے فرمایا ”تو جو دنیاوی مال کے نہ ہونے کی اپنے دل میں وکایت اور غم کر رہا تھا، یہ ہی دنیا تھی کیوں اسے قبول نہ کیا؟“ اگر اس کو قبول کر لیتے تو مال و دولت بھی تمہارے گھر سے ختم نہ ہوتا۔“ سلطان حیدر نے عرض کیا ”حضور امیں اللہ تعالیٰ سے اس کی ذات کا نور چاہتا ہوں، میں مال و دولت نہیں چاہتا۔“ حضرت سلطان باہمتو نے فرمایا ”فخرِ محمدی کا اثر تیرتے خاندان سے نہیں جائے گا“ اور یہ بات بھی ثابت ہوئی۔ سلطان حیدر کا مزار بھکر کے ٹھال کی طرف دامن چول پر میاں مٹھان کے قبرستان میں ہے۔

حضرت سیدِ موئی شاہ جیلانی

آپ ہمتو کا اصل نام سید محمد موئی شاہ ہے لیکن موسن شاہ کے اقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب سید عبدالجبار ہمتو کے ذریعہ غوثِ الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ہمتو تک پہنچتا ہے۔ آپ ہمتو کا سلسلہ نسب اس طرح سے ہے:

سیدِ موئی شاہ بن سید عابد بن سید کمال الدین شاہ بن سید مبارک شاہ بدخدادی عادل پوری بن سید حسین دہلوی بن سید محمد بن العربی بن سید یوسف بن سید احمد بن سید جعفر بن سید عبد القادر رثائی بن سید ابو الفتحان بن سید حیدر الدین بن سید عبدالجلیل بن سید عبدالجبار ہمتو غوثِ الاعظم مجی الدین بن سید عبد القادر جیلانی۔

آپ ہمتو گھوگھی (سندھ) کے رہائشی تھے۔ آپ ہمتو کے والد سید عابد آپ کی کم عمری میں ہی وفات پاچکے تھے۔ ایک درویش کمبار حضرت گنجی سلطان باہمتو سے ملاقات کی غرض سے چنگاپ گیا تو آپ ہمتو بھی اس کے ہمراہ سلطان باہمتو کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ہمتو کو حضرت گنجی سلطان باہمتو نے حصول علم کی تلقین کی اور ان کی والدہ محترمہ کو فضیلت بھیجی کہ اس کمن پچے کو پہلے خاہری علموں کی سمجھیل کرائیں اور پھر میرے پاس آئیں۔ چنانچہ آپ ہمتو اپنی تشریف لے گئے اور حصول علم کے بعد دوبارہ اسی درویش کے ہمراہ حضرت سلطان باہمتو کی ملاقات اور زیارت کو آئے۔ اس وقت حضرت سلطان باہمتو وصال فرمائے تھے مگر آپ ہمتو نے وصال سے ایک روز قبل اپنی اگاثت مبارک سے اسم اللہ لکھا اور اپنے فرزندوں کے حوالے کیا اور وصیت فرمائی کہ جنوب کی طرف سے موسن شاہ آرہے ہیں ان کو دے دیں۔ موسن شاہ ہمتو نے جیسے ہی اس اسم اللہ ذات کو لکھا کامل و مکمل ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کو پانی میں حل کیا اور پی لیا۔ ایک اندازہ کے مطابق سیدِ موئی شاہ ہمتو نے سندھ میں تقریباً ایک لاکھ لوگوں کو فیض سے نوازا اور آپ ہمتو کی تعلیمات اور فیض کی بدولت سندھ سے بہت سی بدعات کا خاتمہ ہوا۔ صوبہ سندھ میں روہڑی اور گھوگھی کے دریاں اوسا جہاں کو آپ ہمتو نے مرکز بنایا اور 1148ھ (1735ء)، میں یہاں ایک شاندار مسجد تعمیر کروائی۔ اب یہ علاقہ ”موسن شاہ“ کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا وصال 8 ذوالحجہ 1173ھ (21 جولائی 1760ء)، بروز سموار ہوا، آپ ہمتو کا مزار آپ کی تعمیر کردہ مسجد کے قریب ہی مر جن خلائق ہے۔

سید احمد و سید محمود شاہ

ان دونوں بھائیوں کے مزارات خوشاب میں "در بار شاہی" کے نام سے مشہور ہیں اور ان کے بارے میں زیادہ تفصیلات و تیاب نہیں ہیں بلکہ اتنا معلوم ہے کہ حضرت گنی سلطان باہو ہمپیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ایک روایت کے مطابق دونوں بھائی عالمگیر کے لکھر میں تھے۔ عالمگیر اور دارالشکوہ کے درمیان جب خوشاب میں جنگ ہوئی اور جنگ کے دوران دارالشکوہ کا پلہ بھاری نظر آنے لگا تو اس موقع پر عالمگیر نے دونوں بھائیوں سے دعا کی تھا کہ دلوں بھائیوں کی دعا سے عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی مگر اس واقعہ کے بعد دونوں بھائی لکھر میں نہ رہ سکے۔ انہوں نے خوشاب میں ہی ربانش اختیار کر لی اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔

خلیفہ ملا معالی

ملا معالی ہمپیہ قندھار بلوچستان کے علاقہ ڈھاڑر سے حضرت گنی سلطان باہو ہمپیہ کی زیارت کے لیے آئے اور تحقیق حاصل کر کے خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ نے حضرت گنی سلطان باہو ہمپیہ کی زندگی میں ہی صوبہ بلوچستان میں تحقیق و ارشاد کا آغاز کر دیا تھا۔ آپ کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ آپ ہمپیہ بلوچستان میں حضرت سلطان باہو ہمپیہ کے پیٹے خلیفہ تھے۔ آپ ہمپیہ کا مزار بسی شہر کے قریب گرک میں ہے اور انہونہ معلی کی زیارت کے نام سے معروف ہے۔

علام شاہ

علام شاہ ہمپیہ بھی ملا معالی ہمپیہ کے ہمراہ سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باہو ہمپیہ کی ملاقات کو تشریف لائے اور فیض حاصل کیا۔ آپ ہمپیہ کا مزار مبارک قندھار (بلوچستان) کے نواحی میں ہے۔

ملا مصری

ملا مصری ہمپیہ بھی ملا معالی ہمپیہ کے ہمراہ سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باہو ہمپیہ کی زیارت کو تشریف لے گئے اور فیض حاصل کیا۔ آپ ہمپیہ کا مزار بلوچستان کے شہر ڈھاڑر میں ہے۔

شیخ جنید قریشی

شیخ جنید قریشی ہمپیہ مatan کے نواحی میں دریائے راوی کے مشرقی گاؤں سردار پور کے رہنے والے تھے۔ سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باہو

بیہدہ ایک مرتبہ سفر کے دوران گاؤں سردار پور پہنچ توہاں آپ بیہدہ کی شیخ جنید قریشی بیہدہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ بیہدہ کے اعزاز میں دعوت کی۔ شیخ جنید بیہدہ نے جنڈ کے درخت کا پھل جسے عرف عام میں غیری کہتے ہیں، پکانے کے لیے دردشوں کے حوالے کیا۔ یہ پھل باریک اور لمبا ہوتا ہے، اس کا گودا سخت اور سوپوں کی طرح ہوتا ہے۔ جب وہ پک گیا تو سلطان باخو بیہدہ کے تصرف سے سوپوں میں تبدیل ہو گیا۔ جب یہ سوپاں حضرت حقی سلطان باخو بیہدہ کے پاس لائی گیں تو آپ بیہدہ نے پاک منٹی اور پاک پانی طلب کیا اور ان سوپوں پر ڈال دیا تو وہ خاک اور پانی چینی اور سگنی میں تبدیل ہو گئے۔ آپ بیہدہ نے شیخ جنید بیہدہ کو فیض سے نواز۔ ان کا مزار مبارک اسی گاؤں سردار پور میں واقع ہے۔

شیخ کا لواب

شیخ کا لواب شیخ جنید بیہدہ کے فرزند تھے۔ طلب حق لے کر سلطان باخو بیہدہ کی ملاقات کو آئے تو حضرت سلطان باخو بیہدہ کے مجرہ سے "خنو" کی آواز سنی۔ بڑے شوق اور استیاق سے مجرہ میں داخل ہوئے توہاں کسی کو موجود نہ پایا۔ پھر مجرہ سے باہر "خنو" کی آواز سنی تو فوراً دو ذکر باہر لٹکے توہاں بھی کوئی نہ تھا۔ پھر سے مجرہ کے اندر سے "خنو" کی آواز آئی تو دوستے ہوئے مجرہ کے اندر گئے۔ مجرہ میں پہلے والی کیفیت تھی، مجرہ خالی تھا۔ اسی طرح وہ کمی بار مجرہ کے اندر اور باہر آتے جاتے رہے۔ آخر کار شوق دیدار انجام کوئی نہیں گیا، بے قراری میں بے خود ہو گئے تو سلطان باخو بیہدہ نے آپ بیہدہ کو دیدار کی نعمت عطا فرمائی۔ بیعت فرمایا بعد میں خلافت بھی عطا فرمائی۔ ان کا مزار اپنے والد شیخ جنید بیہدہ کے مزار کے ساتھ واقع ہے۔

حضرت اعلیٰ شاہ ہمدانی بیہدہ

حضرت اعلیٰ شاہ ہمدانی بیہدہ کا مزار شریف سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باخو بیہدہ کے مزار کے عقب میں ہے۔ آپ شریف شاہ ہمدانی دنما شاہ وہاول کے فرزند ہیں۔ سلطان باخو بیہدہ کے مزار مبارک پر ایک دفعہ آئے، سلطان باخو بیہدہ نے مہربانی فرمائی تو، ہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ساری زندگی مزار شریف پر ہی گزار دی، وہیں محبوب کے قدموں میں 1328ھ کو جان دی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ بیہدہ کے بارے میں پھرے مرشد پاک سلطان الفرقہ ششم حضرت حقی سلطان محمد اصغر علی بیہدہ فرمایا کرتے تھے کہ سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باخو بیہدہ نے اعلیٰ شاہ ہمدانی بیہدہ سے فرمایا تھا:

"تو میرا مشتوق ہے۔ میں زندگی بھر مزار سے بچتے دیکھتا رہوں گا اور مرنے کے بعد قبر بھی اپنے پاس ہواؤں گا اور قبر میں بھی تا قیامت بچتے دیکھتا رہوں گا۔"

وصال

وصال

حضرت عجی سلطان باہضور حستہ اللہ علیہ نے تریسٹھ برس کی عمر بیانی اور کم جمادی الثانی 1102ھ (بطابن کم مارچ 1691ء) پر جمراۃ بوقت عصر و صال فرمایا۔

حضرت سلطان باہضور حستہ اللہ علیہ کی ولادت اور صال کی تاریخ، ماہ اور سال پر تحقیق

چند متفق امور

اس بات پر تقریباً تمام سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باہضور حستہ اللہ علیہ کی عمر مبارک بھری سال کے مطابق تریسٹھ برس تھی۔

سلطان محمد نواز فرماتے ہیں:

شست و س سال کرد در دنیا رسول نور محمد باہض را شد اس حصول ترجیح دنیا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 63 سال گزارے۔ سلطان باہضو ہبید کو بھی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے اتنی ہی عمر حاصل رہی۔ (سلطان محمد نواز۔ حیات و تعلیمات)

میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت عجی سلطان محمد اصفر علیہ السلام نے ایک مرتبہ سلطان باہضو ہبید کی ولادت اور صال پر نشکوکرتے ہوئے فرمایا کہ آپ ہبید کی عمر مبارک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایجاع میں تریسٹھ سال تھی، نہ ایک دن کم نہ ایک دن زیادہ۔ اور آپ ہبید کی تاریخ ولادت اور تاریخ صال اور دن ایک ہی ہے۔

سلطان العارفین حضرت سلطان باہضو ہبید کے مختلف سوانح نگاروں کی تحقیق

1۔ سلطان حامد نے 'مناقب سلطانی' میں حضرت عجی سلطان باہضو ہبید کی تاریخ ولادت تو درج نہیں کی البتہ صال کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شب جمعہ اول جمادی الثانی 1102ھ کو ہوا۔

2۔ سیداحمد سعید جدادی 'حضرت سلطان باہضور حیات و تعلیمات' میں آپ ہبید کی ولادت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ ہبید شاہجهان

کے دور میں پیدا ہوئے۔ شاہ جہان 1628ء کو تخت نشین ہوا اور سلطان بادشاہی ولادت اس سے پہلے کچھ دیر پہلے یا بعد میں ہوئی۔ لیکن تاریخ وصال 1690ء درج کی گئی ہے۔ اپنی کتاب ”شیعہ جمال“ میں سال ولادت 1627ء اور 1631ء کے درمیان اور سالی وصال 1690ء جبکہ احوال و مقامات سلطان باہمتو میں سال ولادت 1631ء اور سالی وصال 1691ء (1102ھ) تحریر کرتے ہیں۔

3۔ نور محمد کا چوہی نے ”مخزن الاسرار“ میں سال ولادت 1039ھ اور وصال کیم جہادی اللہی 1102ھ تحریر کیا ہے۔ ”نور الہدیٰ کا اس کے ترجمہ میں بھی حضرت سلطان باہمتو بیہدی کے حالات پر مضمون میں سال ولادت 1039ھ اور وصال کی تاریخ کیم جہادی اللہی 1102ھ شیعہ درج کی ہے۔

4۔ سید امیر خان نیازی نے حضرت سلطان باہمتو بیہدی کی کتب مکح الفقر کلاں، عین الفقر، کلید التوحید کلاں اور نور الہدیٰ کلاں کے ترجمہ میں سلطان باہمتو بیہدی کے حالات پر مضمون میں سال ولادت 1039ھ اور وصال کی تاریخ کیم جہادی اللہی 1102ھ شیعہ درج کی ہے۔

5۔ طارق امام میں ساگر نے صاحب اولاد کی میں سال ولادت 1631ء اور سالی وصال 1691ء درج کیا ہے۔

6۔ ڈاکٹر سلطان الحفاف علیؒ ”مرات سلطانی (باہمتو نام کامل)“ میں سال ولادت 1039ھ درج کر کے ماو ولادت کے متعلق لکھتے ہیں ”شعبان المعلم کے اوآخر میں یقیناً اسی سال مذکورہ میں ولادت ہوئی کیونکہ شیر خوارگی میں رمضان المبارک کے ایام میں والدہ کا دودھ پینے سے احتساب فرماتے تھے۔“ اگر ان کی اس بات کو درست مان بھی لیا جائے تو سلطان باہمتو بیہدی کی عمر مبارک تریسٹھ برس کی بجائے باسٹھ برس سات ماہ اور پانچ دن تھی تھی ہے جو بالکل حقائق کے برخس ہے اور پھر رمضان المبارک میں دو دو حصے پینا شعبان میں ولادت کی کوئی موڑ دیل نہیں تھی۔ اگر آپ بیہدی شعبان سے قبل کسی ماہ میں پیدا ہوئے ہوں تو بھی رمضان میں دو دو حصے جیکس ہیں گے۔ اگر ان کی اس بات کو مان لیا جائے تو انہوں نے ایک متفق علیہ منسلکہ کہ سلطان باہمتو بیہدی کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی، کو متاز عد بنا دیا ہے۔ اس لیے ان کی اس بات سے قطعاً اتفاق نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ وصال کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال کیم جہادی اللہی 1102ھ بروز جمعرات بوقت عصر ہوا۔

﴿ اس بات پر تمام سوانح نگاروں کا اتفاق ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی، ناایک دن کم اور نہ ایک دن زیادہ تمام سوانح نگار سال ولادت 1039ھ پر تھیں ہیں اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال کیم جہادی اللہی 1102ھ کو ہوا، اگر 1102ھ میں سے 63 کو منفقی کریں تو سال ولادت 1039ھ ہی لکھتا ہے۔ اب مسئلہ رہ گیا تاریخ ولادت اور وقت ولادت کا۔ سید ہمی بیہدی کی ولادت کیم جہادی اللہی 1039ھ کو ہوئی ہوگی تو جب ہی عمر مبارک سنت نبوی ﷺ کے مطابق تریسٹھ برس مکمل ہوتی ہے۔ اس لیے حضرت سلطان باہمتو بیہدی کی ولادت مبارک کیم جہادی اللہی 1039ھ جمعرات کو ہوئی اور وصال مبارک کیم جہادی اللہی 1102ھ بروز جمعرات ہوا اور سنت نبوی ﷺ کے ایک دن آپ بیہدی کی ولادت اور وصال کا دن اور تاریخ ایک ہی ہے اور عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔

مزارِ نور

حضرتؒ سلطان باخو ہبیبؒ کوشکوت میں دریائے چناب کے مغربی کنارہ پر واقع قلعہ قیرگان میں دفن کیا گیا۔ یہاں آپ ہبیبؒ کا مزار مبارک 78 سال 1102ھ (1691ء-1767ء) تک رہا۔ جب جہنڈا سنگھ اور گند اسٹکھ نے لاہور پر قبضہ کیا تو حضرت سلطان باخو ہبیبؒ کی اولاد بخار کے مختلف اطراف میں بھرت کر گئی۔ چند ایک فقیر اور خلفاء مزار پر بہتے تھے۔ 1180ھ (1767ء) میں دریا قلعے تک آپ بچا اور اسے گردادیا اور پھر قبروں تک جا پہنچا۔ فقیروں اور خلفائے باقی مزاروں کو نکال لیا اور صندوقوں میں رکھ لیا۔ حضرت سلطان باخو ہبیبؒ کا مزار بدستورہ کیونکہ آپ ہبیبؒ کا صندوق نہ مل سکا۔ فقیر اور خلفائے امید ہو کر دنے لگے۔ فقیروں اور خلفاء کو سلطان باخو ہبیبؒ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ ہمارا صندوق ضرور ملے گا مگر جو شخص ہمارے جسم کو چھوٹے کے لائق اور قابل ہو گا وہ کل صحیح سوریے سورج نکلنے کے قریب یہاں آئے گا اور وہ ہی ہمارا صندوق نکالے گا، اس وقت تک دریا نلبہ بھیں کرے گا۔ درویشوں کو اس اشارے سے تسلی ہوئی اور حکمت نبی کے ظہور کا انتظار کرنے لگے۔ جب مقرر و وقت آیا تو ایک بزر قاب پوش شخص ظاہر ہوا۔ اس نے چہرہ پر سے نقاب ناخانی اور آتے ہی بلا تامل اس مٹی میں سے جو فقیروں اور خلفائے کھو دکھی حضرت سلطان باخو ہبیبؒ کا صندوق نکالا۔ مزاروں لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے زیارت کی۔ دیکھا تو حضرت سلطان باخو ہبیبؒ گویا سوئے ہوئے تھے اور ریش مبارک سے غسل کے پانی کے قطرے پکڑ رہے تھے۔ جب صندوق کھولا گیا تو میلوں تک خوبیوں پھیل گئی، اکثر حاضرین کو جذب اور جد ہو گیا۔ میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرتؒ سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتب مجھ سے منتقلی مزار کے متعلق سچتو فرماتے ہوئے فرمایا ”جانتے ہو وہ نقاب پوش کون تھا؟“ میں نے عرض کیا ”حضور بکتر جانتے ہیں۔“ آپ ہبیبؒ نے فرمایا ”وہ خود حضرت سلطان باخو ہبیبؒ تھے۔“

دریائے چناب کے مشرقی کنارہ پر گزہ مبارکہ کی طرف بھتی سندھی میں ایک دیران کنوں اور جو یہی تھی اور کنوں پر بیپیل کا بہت قدیم درخت تھا۔ جو شخص اس جو یہی میں قدم رکھتا ہے بھوٹ ہو جاتا۔ یہاں تک کہ بال مویشی بھی اس میں داخل نہ ہو سکتے تھے۔ لوگ خوفزدہ ہو کر اس جو یہی اور کنوں کو دیران چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ وہ جو یہی پاک اور منزہ تھی۔ سلطان باخو ہبیبؒ کی طرف سے حکم ہوا کہ ہمارا مزار اب بیپیل والی جیسی بنا لایا جائے کیونکہ یہی جگہ ہمارے لئے مقرر اور محسن ہے۔ پس درویشوں نے جو یہی کے وسط میں جو نہ کوہہ بالا کنوں کے مغرب کی طرف تھی، آپ کا مزار بنایا۔ صندوق مبارک زمین کے اندر فتنہ کیا گیا بلکہ زمین کے اوپر رکھ کر مزار مبارک بنایا گیا۔ اس جگہ آپ ہبیبؒ کا مزار 157 برس (1180ھ-1336ھ-1767ء-1917ء) تک رہا۔ حسب پیشگوئی حضرت سلطان باخو ہبیبؒ دریا پھر در بار مقدس کے قریب آپ بچا۔ یہ واقعہ 1336ھ کا ہے۔ اس دریا بردی کے وقت سلطان حاجی نور احمد ہبیبؒ سجادہ نشین تھے۔ جب دربار شریف کے فقیر حضرت سلطان باخو ہبیبؒ کا صندوق مبارک تربت مبارک سے نکالنے لگے تو آپ ہبیبؒ کے ساتھ آپ ہبیبؒ کی اولاد کے جتنے مزارات تھے سب کے صندوق ملے

چلے گئے مگر حضرت سلطان باہمتو پیر کے مزار انور سے صندوق مبارک بصرہ کو شش اور بعد از کمال جنتو کے ایک بار پھر نمل سکا جس سے تمام حاضرین کو خفت پریشانی ہوتی۔

مگر چونکہ آپ پیر کو اللہ تعالیٰ نے تخلوق خدا کی راہنمائی کیلئے پیدا فرمایا ہے اور ہر کافر اور مومن، بے نصیب اور بآنصیب، زندہ اور مردہ کیلئے فیض زماں بنا کر بھیجتا ہے، اس نازک دور میں دیئی خدمات سرانجام دینے اور تخلوق خدا کی راہنمائی کیلئے خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ اور صحیح چانشیں مقرر فرمایا ہے اس لئے آپ پیر نے لازمی ظہور فرمانا تھا۔ اس وقت کی پوشیدگی میں کوئی مصلحت تھی۔ چنانچہ آپ پیر نے خواب میں حضرت سلطان دوست محمد پیر کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا کہ اس بے چینی کو دور کر دیا اور اسی مقام سے زمین کو کھو دنے کا حکم فرمایا۔ دوسرے روز اسی مقام سے علی الحجہ زمین کھو دنے پر صندوق کے آثار نمایاں ہوتے گئے۔ تجوہی ہی ہٹائی گئی تو خوبصورت کے طے آنے شروع ہو گئے۔ اس خوبصورتی مثال دنیا میں نہیں ملتی تھی۔ آپ پیر کا صندوق تو مل گیا مگر کثرت خوبصورت کے سبب اب وہاں تھہرنا مخالف ہو چکا تھا۔ قبر شریف کے اندر کوئی شخص پورے پندرہ میٹ بھی نہیں تھہر سکتا تھا۔ بخشک صندوق باہر نکالنے کا کام سرانجام دیا گیا۔ اس خوبصورتی کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ اس کام میں شریک ہونے والے لوگوں کے لباس پختے پھٹ گئے مگر خوبصورت میں جوں کی توں باقی رہی۔

آپ پیر کا صندوق مبارک 1336ھ (اکتوبر 1917ء) کو دسمبر سے پہلے پہلے نکال کر حفظ کر لیا گیا۔ اس دربار شریف سے شمال مغربی گوشہ میں ایک میل کے فاصلہ پر موجودہ محل شریف کی تعمیر شروع کی گئی اور چھ ماہ کے عرصہ میں محل شریف، مسجد شریف اور ارد گرد جو متعدد جگہات موجود ہیں، تیار ہو گئے۔ اس محل شریف میں آپ پیر کا صندوق مبارک اپریل 1918ء، ہروز جمعہ فتن کیا گیا۔

موجودہ دربار شریف اسی جگہ واقع ہے جس کے چاروں طرف اچھی خاصی آبادی ہے۔ یہاں سے دو میل کے فاصلہ پر شہر گزہ مباراکہ ہے، جنوب کی طرف احمد پور سیال، مشرق کی طرف دیائے جبلم اور چتاب کو جبور کر کے شہر شور کوت اور مغرب کی طرف ذیزہ میل کے فاصلہ پر مظفر گزہ و ڈائزہ تھی ہے۔ آج کل دربار شریف جانے والے زائرین کو بڑی سہولت ہے کیونکہ دربار شریف تک پنج سڑکیں ہوتی ہوئی ہے۔ احمد پور سیال اور گزہ مباراکہ دونوں طرف سے آنے والے زائرین رات دن میں جب چاہیں دربار شریف پہنچ سکتے ہیں۔ اب تو شور کوت تک موردو تعمیر ہو چکی ہے جو شور کوت کو پورے ملک سے ملا تی ہے۔ اس کے علاوہ شور کوت اور دربار شریف کے درمیان دریائے چتاب پر بل کی تعمیر سے سفر بہت آسان ہو گیا ہے۔ دریائے چتاب پر نو تعمیر شدہ اس بل کے ذریعے جھنگ کی طرف سے آنے والے زائرین بھی اب براست شور کوت دربار تک بہت آسانی سے اور کم وقت میں پہنچ جاتے ہیں۔

مزار مبارک سے لاکھوں طالبوں حق فیض پاتے ہیں۔ سلطان باہمتو پیر کے مزار پاک کی یہ کرامت بہت مشہور ہے کہ دربار پاک کے اندر داخل ہوتے ہی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اس مزار مبارک سے جہاں بھر کو فیض ہنچتا ہے۔ ہزار بار زیارت کرنے والے اور سائل اپنی مرادیں پاتے ہیں اور ہزاروں عاشقان الہی حاضری دیتے اور فیض پاتے ہیں۔ ہزاروں لوگ آپ پیر کی توجہ سے آپ پیر کے مزار پاک سے صاحب احوال اور صاحب تلقین وارثا ہوئے ہیں۔ اس مزار پاک کی لاکھوں کرامات محفوظ ہیں۔

یہ دن بار پاک ہر حرم کی بدعت والی رسم سے بھی پاک اور محفوظ ہے۔ سیکلروں صاحب حال فقیر اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ اور دید ارکینے مختلف رہتے ہیں۔ مزار پاک کے اندر داخل ہونے کے بعد باہر نکلنے کو دل نہیں چاہتا اور جو اس در بار پر طلب حق کا سوال کرتا ہے اسے تو کبھی خالی لوٹایا جائی نہیں جاتا۔

نام فقیر تھاں وا پاھو، قبر تھاں وی جوے خو
در پاک موجود و پتہ؛ موضع سلطان باہمتو، گڑھ عہدا راچ، براستہ شور کوٹ، تحصیل احمد پور سیال، ضلع جھنگ، پاکستان۔

عرس

ہر سال بحدادی الثانی کی پہلی جمعرات کو آپ نبیت کا عرس منایا جاتا ہے جس میں دو دراز سے لوگ شرکت کرتے ہیں۔ یہ حضرت قمی سلطان باہو نبیت اہل بیت کی محبت میں غرق تھے اور ہر سال کیم محروم سے دس محرم تک شہدائے کربلا کا عرس منایا کرتے تھے۔ یہ سلسہ تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود آج تک جاری ہے۔ عاشورہ محروم کے دس دنوں کے اندر از ارین کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔ ہزاروں آرہے ہیں تو ہزاروں زیارت گر کے واپس چارہ ہوتے ہیں۔ عاشورہ کے آخری تین لیام میں تو تعداد لاکھوں سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اس طرح آپ نبیت کے مزار پاک پر ہر سال دو بڑے اجتماعات ہوتے ہیں جن میں لاکھوں لوگ حاضری دیتے اور فیض پاتے ہیں۔

حصہ دو م

تَعْلِيمات

حضرت سلطان باہو کی اصطلاحات فقر

ہر عارف اپنی تعلیمات سمجھانے کے لیے اپنی تحریروں اور تصنیفات میں کچھ خاص اصطلاحات استعمال کرتا ہے اس لیے کسی بھی عارف کی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے پہلے ان اصطلاحات کو سمجھنا بہت ضروری ہوتا ہے، ان اصطلاحات کو سمجھنے بغیر اس عارف کی تعلیمات سمجھنیں آسانی نہیں۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتب میں فخر کی کچھ خاص اصطلاحات استعمال فرمائی ہیں۔ ہم نے ضروری سمجھا کہ ان کی شرح کتاب کے آغاز میں ہی کرداری جائے تاکہ قارئین کو حضرت سلطان باہو کی تعلیمات کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ فیقیر اس راہ سے گزر چکا ہے اس لیے احساس ہے کہ ان کو سمجھنے میں خالب کوئی مشکل ہوتی ہے۔

تزلیات ستہ

تمام اولیاء اللہ خصوصاً حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں تزلیات ستہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ ان سے مراد وہ چھ ہجومیں ہیں جن میں تزلیل فرمایا کردہ ذات حق تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کی اور اسے تمام رکھا ہوا ہے۔ یہ چھ عالم درج ذیل ہیں:

۱۔ **حاصویت (احدیت)**: یہ وہ مرتبہ ہے جس کے متعلق فرمایا گیا کان اللہ و لَهْ تَكُونْ مَعْهَدَ شَيْءٍ ترجی: "اللہ تھا اور اس کے ساتھ کوئی نہ تھی۔" اس مرتبہ پر اللہ کی ذات تھا اور بطور دوستی جسے جانتا اور پیچونا کسی کے لیے ممکن نہیں کیونکہ یہاں نہ ذات کا اظہار ہوا نہ اس کی صفات کا۔ محض سمجھانے کی غاطر یہاں ذات حق تعالیٰ کو ملحوظ کرنے ہیں۔

۲۔ **یاًخوت (وحدت)**: یہ اللہ کا ظہور اول ہے جہاں ذات مُحمدی کا نقاب اوڑھ کر نورِ مجیدی کی صورت میں ظاہر ہوئی۔

۳۔ لاہوت (واحدیت): یہاں ذات حق تعالیٰ نے تو مجھی سے روح قدسی کی صورت اختیار کی۔ اس مرتبہ کو حقیقت انسانی بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں سے انسان کی تخلیق کا آغاز ہوا۔ یہی عالم انسان کا حقیقی طن ہے۔ دیدار الہی اس عالم تک عروج کے بعد حاصل ہوا ہے۔ یہ تین عوالم یعنی عالم حادیث، عالم یا حالت اور عالم لاہوت اصحاب کے مراتب ہیں یعنی تخلیق سے قبل کے مراتب اور مشترک طور پر عالم امر، مراتب الہیہ یا مراتب حقیقی کہلاتے ہیں۔

۴۔ جبروت (عالم الروح): اس عالم میں روح قدسی سے تمام ارواح انسانی کی تخلیق ہوئی۔ فرشتوں کی تخلیق بھی اسی عالم میں ہوئی اس لیے یہاں روح کی وہی صفات ہیں جو فرشتوں کی ہیں۔

۵۔ ملکوت (العالم مثال): یہاں ارواح کا اصحاب مثالی صورتوں میں ہوا جو دیکھی تو جاسکتی ہیں لیکن چھوٹی یا پکڑی نہیں جاسکتیں۔ چچے خواب عالم ملکوت سے آتے ہیں۔

۶۔ ناسوت (العلم اجسام): ارواح کو جسم عطا کر کے اس مادی دنیا میں بیچج دیا گیا جسے عالم ناسوت کہتے ہیں۔ جبروت، ملکوت اور ناسوت تخلیق کے مراتب ہیں اور مشترک طور پر عالم غلق، مراتب غلقی یا مراتب کوئی کہلاتے ہیں۔ ان تمام مراتب کا جامع مرتبہ انسان کامل ہے جس میں یہ تمام عوالم جمع ہیں۔ (تحصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب "توحید")

سیر الہد

جب طالبِ مولی صدق دل سے اللہ کی طرف سفر شروع کرتا ہے تو اسے سیر الہد کا نام دیا جاتا ہے۔ اس سفر میں وہ مرشد کا مل اکمل کی مہربانی اور ذکر و تصور ام الہ ذات کی قوت سے عالم ناسوت سے لفکل کر کے عالم لاہوت تک پہنچتا اور اللہ کی پیغام حاصل کرتا ہے۔ عالم لاہوت میں اللہ کا دیدار اور پیغام حاصل کر لینے کے بعد سیر الہد کامل ہو جاتی ہے۔

سیر فی اللہ

سیر الہد کامل ہونے کے بعد سیر فی اللہ شروع ہوتی ہے جو قرب و معرفت الہیہ کا دامگی سفر ہے۔ چونکہ اللہ کی ذات و صفات لاہدو دہے اس لیے اس کے قرب و معرفت کا سفر بھی لاہدو دہے۔

تجزیہ و تفریہ

تجزیہ یہ ہے کہ طالب (سالک) ہر ایک مقام اور تعلق سے لفکل کر تباہ ہو گیا، نفس، شیطان اور تمام ماسوئی اللہ سے اس نے خاصی پالی اور بارگاہ والی میں منظور ہو کر نفس مطمئن حاصل کر لیا ہے۔ مقام حضور ہمیشہ اس کے مذہبی نظر ہوتا ہے، اس مقام پر شیطان نہیں پہنچ سکتا۔

سیدنا غوث الاعظم فرماتے ہیں:

﴿ تحریم سے مراد صفات بشریت سے مکمل فنا ہے اور اس عالم میں صفات الہی سے متصف ہو کر بقا حاصل کرنا ہے۔ (سردار فصل 15) تحریم یہ ہے کہ طالب اغیار کے ساتھ ساتھ اپنے وجود کی بھی نفی کرے۔ اپنے ذاتی ارادہ اور اختیار سے بھی فنا حاصل کرے اور اپنے اندر بھی ذات ایجی کو کی موقکل پائے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ﴿

تحریم کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اعمال کو نفسانی تحریک کا نتیجہ نہ کیجئے بلکہ ان کو اللہ کا احسان سمجھے۔ تحریم میں اغیار کی نفی ہے اور تحریم میں اپنے نفس کی نفی ہے۔ (عارف العارف)

تحریم فرد سے مشتق ہے۔ فرد کے حقیقی واحد (single, one) کے ہیں۔ یہ مقام ہے جہاں طالب دوئی سے بکل کر وحدت میں قدم رکھتا ہے۔ بظاہر وہ عام لوگوں کی طرح رہتا ہے اور ان سے تعلق رکھتا ہے لیکن درحقیقت وہ مقام فردیت اور بیویت میں غرق ہوتا ہے۔ تحریم میں طالب کو دنیا و عرصی کی تمام خواہشات و تعلقات کی نفی کر کے ان سے نجات حاصل کرنی ہوتی ہے جبکہ تحریم میں اسے اپنی ذات کی نفی کرنی ہوتی ہے۔ تحریم پسلے ہے تحریم بعد میں اور توحید (قافی اللہ بتقا بالله) تک پہنچنے کے لیے یہ وہ مقامات طے کرنے لازم ہیں۔

قافی اللہ

لکھنؤی - ۴۰۰۶۰

راونقر میں یہ آخری مقام ہے جہاں طالب تمام صفات الہی سے متصف ہو جاتا ہے۔ قافی اللہ سے مراد طالب کا اپنی بشریت اور روحانیت (لکھنؤی لسان) میں اس طرح قافی ہوتا ہے کہ عقل، نفس، دنیا و عرصی اور احوال و مقامات سب قافی ہو جائیں اور ما سوی اللہ کا مکمل طور پر نیا نیا ہو جائے۔ یعنی بندہ مقام ربویت میں اس طرح غرق ہو کر تو اپنا اور نہیں موجودات کا وجود اس کی نظر میں باقی رہے۔ اسی کو غرق توحید بھی کہتے ہیں اور ایسے سالک کو عارف اللہ کہا جاتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت امیر مسیح بن امام علامہ احمد فرماتے ہیں:

❖ قافی اللہ سے کہتے ہیں جو وحدانیت حق میں اس طرح غرق ہو جس طرح انگارہ آگ میں نہک کھانے میں اور پانی و دودھ میں شامل ہوتا ہے۔ یہ سر غالب، روشن ضمیر اور قافی اللہ فقیر کے مراد ہیں۔ (لکھنؤی لسان)

❖ وصال مکمل قافی اللہ اور غرق فی النور کا مرتبہ ہے جو مکمل توحید تک پہنچاتا ہے۔ (امیر الکوئین)

آپ ہر زید فرماتے ہیں:

❖ اے عزیز! کیا تو جانتا ہے کہ فنا کیا ہے؟

الفَّاتُهُ الْخَرْقُونُ عَنْ صِفَاتِهِ

ترجمہ: قافی صفات سے فارغ ہو جانے کا نام ہے۔

طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کو دونوں جہانوں میں بیمار کھٹکتا کہ اپنے دل میں کسی بھی چیز کو موجود نہ دیکھئے اور نہ سمجھئے سوائے واجب الوجود (الله)

کے، اور تمام مخلوقات کو واجب الوجود کی تجییات کی بدولت ہی قائم کرے۔ (کینڈا جن)

کیا تو جانتا ہے کہ فتا کیا ہے؟

الْفَقَاءُ هُوَ الْخَرُوْجُ عَنِ دَائِيَّهِ هُوَ لَا فَاعِلٌ فِي الْوُجُودِ إِلَّا لِلَّهِ إِذَا بَلَغَ الظَّالِمُ فِي هَذِهِ الْمَذَلَّةِ فَلَا يَنْفَعُ بِقَائَةً إِلَّا هُوَ
 ترجمہ: قیامتی ذات سے فارغ ہونے کا نام ہے کہ وجود میں اللہ کے سوا کوئی فاعل نہ ہے۔ جب طالب اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے وجود میں کچھ باقی نہیں رہتا اور وہ بخوبی ساتھ بقاپا یافتتا ہے۔ (کینڈا جن)

بِقَايَا اللَّهِ

اس مرتبہ میں طالب فنا سے بھی فانی ہو جاتا ہے۔ جب طالب مقام فنا فی اللہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو کر دوبارہ بدّ کی حالت میں آتا ہے تو اس مقام کو بقا باللہ اور اسے عارف باللہ کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر طالب مولیٰ باطن میں مقامِ ربوبیت پر اور ظاہر میں مقامِ عبودیت پر ہوتا ہے۔ پس یہاں پر انسان کامل ہو کر تلقین و ارشاد کی مندرجہ فائز ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی سماحت سے سنتا اور اللہ کی بصارت سے دیکھتا ہے۔ یہی مقام ”عَيْدُكَ“ اور انسان کا کامل ترین مرتبہ ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب ”انسان کامل“)

فَنَانِي التَّوْحِيدِ

مقامِ فنا فی اللہ ہے۔

وَحْدَتِ، وَصَلَّى، وَصَالَ الْجَيِّ

مقامِ فنا فی اللہ بقا باللہ ہے جہاں انسان کامل ہو کر تلقین و ارشاد کی مندرجہ فائز ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب ”انسان کامل“)

عَارِفٌ

عارفین کے تین درجات ہیں:

- ۱۔ **عارف**: وہ طالب مولیٰ جو دیوارِ الہی میں غرق ہو، تمام عبادات اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر کرتا ہو اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری اسے حاصل ہو۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب ”دیوارِ الہی“ اور ”مجلسِ محمدی“)
- ۲۔ **عارف اللہ**: وہ طالب جو اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو کر اپنی حقیقت ختم کر چکا ہو، یہ مقامِ فنا فی اللہ ہے۔
- ۳۔ **عارف باللہ**: یہ فنا کے بعد مقام بقا ہے جہاں انسان کامل ہو کر تلقین و ارشاد کی مندرجہ فائز ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب ”انسان کامل“)

تجھی

تجھی اور حق کی تائیں ہے جو اللہ پاک کے مقبول بندوں کے قلب پر وارد ہوتی ہے اور جس کے اثر سے وہ مختلف روحانی احوال سے گزر کرنا نئے انس، صفات، قلب اور حیات روح حاصل کر کے دیدار حق تعالیٰ کے درجہ تک پہنچتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب "تجھی")

حال اور مقام (احوال اور مقامات)

طالب کے قلب (ہن) میں مرشد کی توجہ و تلقین یا تصویر اسم اللہ ذات کی تجلیات سے جو کیفیت وارد ہوتی ہے اس کو حال کہتے ہیں اور یہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلتی رہتی ہے۔ احوال کا یہ تغیر سالک کاذبی اختیاری فعل نہیں ہے بلکہ "لا قبض ولا بسط ولا حمس ولا انس ولا صحو ولا حنق ولا عجز ولا جهل ولا عین اللہ" یعنی "ہندے کا قبض اور بسط، مٹا اور محبت کرنا، مدھوش ہونا اور ہوشمند رہنا، وصال حاصل کرنا اور عاجز و جامل رہنا نہیں ہے مگر اللہ کی طرف سے"۔ ان احوال سے گزرنے والا سالک صاحب حال کہلاتا ہے۔ جب کوئی حال طاری ہوتا ہے تو وہ اپنے اختیار سے اسے دور نہیں کر سکتا اور جب وہ حال گزر جائے تو اپنی کوشش سے اسے دوبارہ حاصل نہیں کر سکتا۔ احوال سے وارد ہونے والی یہ کیفیت مستقل نہیں ہوتی۔ جو کیفیت طالب کے قلب پر وارد ہو اور قائم رہ جائے تو وہ حال کی بجائے مقام کہلاتی ہے مثلاً ابتداء میں کبھی کبھی طالب فنا کی حالت میں چلا جاتا ہے لیکن پھر فوراً اصلی حالت پر لوٹ آتا ہے یعنی حالت فنا فتحم ہو جاتی ہے تو یہ حال اور جب صفات بشریت فنا ہو جائیں اور طالب مستقل فنا کی حالت میں چلا جائے تو یہ مقام ہے۔

دل، قلب، باطن

حضرت علی سلطان باخواضی تعلیمات میں جہاں بھی "دل" کا لفظ استعمال فرماتے ہیں وہاں ان کی مراد جسمانی دل نہیں ہوتا جو محض گوشہ کا لوگرا ہے اور جانوروں میں بھی موجود ہے بلکہ ان کی مراد قلب یا باطن ہوتا ہے جو انسان کا رو حاصل وجود ہے اور ایک تکمیل جہاں ہے۔

شوق و ذوق

دیدار حق تعالیٰ کے لیے طلب کا بڑھنا اور بڑھتے ہی چلے جانا اور دیدار ذات کے بعد بھی اس میں کی ن آنا اصطلاح فخر میں شوق کہلاتا ہے اور دیدار حق تعالیٰ سے طالب کا بے خود (قابض اللہ) ہو جانا ذوق ہے۔

درود

حضرت اُن سلطان باہو کی تعلیمات فخر میں درود عاشق (حاب صادق) کی اس کیفیت کا نام ہے جو شوق دیدار میں اس قدر بڑھ جائے کہ اس کی برداشت سے باہر ہو جائے۔ اس حالت میں طالب پر بے قراری طاری رہتی ہے اور وہ کسی شے سے سکون نہیں پاتا۔ اس لیے عاشق کو درود مند بھی کہا جاتا ہے۔

خاتم

وہ طالب جو کسی مرشد کامل سے بیعت ہو کر اس کے حلقہ علمی میں تو آجائے لیکن طالب مولیٰ کی بجائے دنیا اور عین کی طرف رغبت رکھتا ہو یعنی اس کی طالب، طالب مولیٰ نہ ہو۔

جلال اور جمال

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

◆ قَالَ يَلِيلِنِسْ مَا مَنْعَكَ أَنْ تَسْجُدَ إِلَيْهَا خَلْقُكَ بِيَدِنِي (سورة حج - 75)

ترجمہ: (اللہ نے) فرمایا، اے الہیں! تجھے کس نے اس (ستی) کو وجودہ کرنے سے روکا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ یعنی انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے۔ صوفی اولیا کے مطابق یہاں دونوں ہاتھوں سے مراد اللہ کی جلال اور جمال کی صفات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہر اس کی متعلقہ صفت کے مطابق ایک خاص جگہ یعنی اثر رکھتا ہے۔ ان اسامیں سے کچھ جلائی اثر رکھتے ہیں اور کچھ جمالی۔ جمال سے مراد الحفظ و رحمت کی صفات ہیں اور جلال سے مراد غضب و قبر کی صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصرف ہونے کے لیے سارکو مخالف اثرات رکھنے والی ان تجلیات کے زیر اثر مختلف روحانی احوال و مقامات سے گزرنا پڑتا ہے۔ جلائی اثر رکھنے والی تجلیات کے ذریعے نفس کو فنا کیا جاتا ہے جبکہ جمالی تجلیات بنا عطا کرتی ہیں۔ کشف الچوب میں حضرت واثق بن نجاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ حَقُّهُ عَالَى أَپِنَّ جَلَالِ كَجْلِي سَدِ دَوْتُوْنَ كَلْسَ كُوفَنَ كَرَتَنَهُ اَوْرَ أَپِنَّ جَمَالِ كَجْلِي سَدِ اَنَّ كَدِ دَلِ اَوْ بَاطِنَ كَوَآ بَادِ كَرَنَهُ اَبَهُ ﴾

علامہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فصوص الحکم میں فرماتے ہیں:

﴿ هر کچھ ایک خلق جدید عطا کرتی ہے اور ایک خلق کو لے جاتی ہے۔ اسی "میت" ہر شے کو فنا کر دیتا ہے اور اسی "مجی" اسی آن ہر شے کو بنا دیتا ہے۔



سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف سرالسرار میں لکھتے ہیں:

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

إِنَّ قُلُوبَ يَقِينٍ أَقْدَمَتْ بَعْدَ أَصْبَعَتِي مِنْ آصْبَاجِ الرَّحْمَنِ يُقْلِبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ

ترجمہ: بنی آدم کے قلوب اللہ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ جیسے چاہتا ہے (قلوب کو) پھیرو دتا ہے۔

دو انگلیوں سے مراد قبر (جلال) اور الطاف (جمال) کی صفات ہیں۔ (سرالسرار ص 14)

جمال و جمال کی ان وصفات سے طالبِ مولیٰ کی طبیعت مختلف اثرات قبول کرتی ہے۔ چذب جمالی سکون و قرار بخشندا اور جمیعت عطا کرتا ہے جبکہ چذب جمالی بے قراری عطا کرتا ہے۔

جمعیت

حضرت علیہ السلام باہمی کی تعلیمات میں جمیعت سے مراد تمام مراتب و درجات ذات و صفات کا طالبِ مولیٰ میں جمع ہو جانا ہے۔ اصل میں آپ جمیعت مقام فدائی اللہ تعالیٰ بالله کو مانتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

◆ جمیعت کے کہتے ہیں؟ جمیعت سے مراد ہے کہ ہر مطلوبہ چیز اور مرتبہ خواہ اس کا تعلق مرتبہ ذات سے ہو، سب درجات بغیر منعت ورثت کے پالیں اور تمام خواہ ان الہی پر تصرف حاصل کر لینا۔ (دورالہدی کاں) (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب نمبر 36 "جمیعت")

غنایت

حضرت علیہ السلام باہمی غنایت کی اصطلاح اپنی تعلیمات میں اکثر استعمال فرماتے ہیں اور اس سے مراد دنیا و عینی کی تمام نعمتوں سے دل کی سیری اور طلبائیت ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب نمبر 41 "غنایت")

اطائف ستہ

موجود و دور میں اطائف ستہ کو بڑی اہمیت حاصل ہو گئی ہے اور کچھ سلاسل میں اطائف کی مخصوص بحبوہ پر ذکر کی ضربات لگا کر انہیں بیدار کیا جاتا ہے۔ یہ چھ اطائف نفس، قلب، روح، بزر، ذہنی اور رحمتی ہیں۔ صوفیان نقشبندی رہ سے انسانی وجود میں کچھ ایسے طفیل مرکز ہیں جن کا اپنا اپنا رنگ اور اپنی اپنی تاثیر ہے۔ ان کے تجلیے کے لیے مختلف ریاضتیں اور مشقتوں بھی تجویز کی گئی ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ میں اگر تمام اطائف جاری ہو جائیں تو اُسے سلطان الاذکار کے نام سے موسم کرتے ہیں۔ سلطان العزیزم حضرت علیہ السلام باہمی کی تصنیفات میں نہ لو

۱۔ عربی میں چہ (6) کے عد دوست کہتے ہیں۔

ان لھاکف کا اتنی تفصیل سے ذکر کیا ہے نہ ہی ان کے مقام اور رنگ کی نشاندہی فرمائی ہے اور نہ اسی انہیں بیدار کرنے کے لیے کوئی درود و نظائر، ریاضتیں اور مشقیں تجویز کی ہیں۔

سلطان العارفین حضرتؒ سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ فقری میں تجھی لھاکف کے لیے مرشد کامل اکمل صاحب مسٹی کی بیعت اور اس کی زیر گرفتاری سلطان الاذکار اسم خوکا پاس انفاس سے ذکر، تصور اسم اللہ ذات اور مشق مرقوم وجود یہی کافی ہے۔ حضرتؒ سلطان باخور اسم خوکے ذکر ہی کو سلطان الاذکار قرار دیجے ہیں اور یہ ذکر اور تصور اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور مرشد کی توجہ بالطفی سے خود بخود لھاکف در لھاکف منتقل ہوتا رہتا ہے اور انہیں نور میں تبدیل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ تمام لھاکف یعنی نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی لورہن کریکتا ہو جاتے ہیں اور طالب انسان کامل کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

✿ جب نفس، قلب، روح اور سر ایک ہو جاتے ہیں تو انسان کامل (یا باش) ہو جاتا ہے۔ (رض بدار)

حضرتؒ سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ لھاکف شش کی بجائے بالطفی ہفت اندازم^۱ کا ذکر کرتے ہیں یعنی نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی اور سخنی (ا۔) چونکہ دیگر سلاسل میں سخنی (ا۔) تک رسائی ممکن نہیں اس لیے وہ صرف چوہ لھاکف کا ہی ذکر کرتے ہیں اور انہیں بیدار کرنے کو ہی کامیابی سمجھتے ہیں جبکہ حضرتؒ سلطان بالطفی کے سلسلہ سروری قادری میں اصل کامیابی ذات حق تعالیٰ سے وصال ہے جس کے لیے اُن تک رسائی ضروری ہے جو صرف سروری قادری مرشد کامل اکمل صاحب مسٹی کی مہربانی، تصور اسم اللہ ذات اور سلطان الاذکار خواکے ذکر سے ممکن ہے۔

نور

اور ایک غیر مخلوق بالطفی قوت ہے۔ اسم اللہ ذات کے ذکر اور تصور سے جو انوار پیدا ہوتے ہیں ان سے بالطفی ہفت اندازم نور مطلق ہو جاتے ہیں اور ہر عضو سے نور پیکتا ہے۔ اسی نور سے بالطفی آنکھروشن ہوتی ہے اور ذات حق کا دیدار اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔

توجہ

توجہ سے مراد مرشد کامل اکمل کی وہ بالطفی نکاہ ہے جس سے وہ طالب یا مردی کا تزکیہ کرتا ہے جیسا کہ علام اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے

تمرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں ہے

اور فرمایا:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جائی ہیں تقدیریں

سلطان العارفین حضرتؒ سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہزار برس کے زہد و ریاضت اور چند کشی سے مرشد کی ایک نکاہ بہتر ہے۔

^۱ سات بالطفی اعضا

مرشد کامل کی توجہ کے بغیر طالب خواہ ساری عمر ریاست کر کے سوکھ کر کا نا ہو جائے اور عبادت کی کثرت سے اس کی پیٹھے کمزی ہو جائے اس کی محنت و ریاست بار آؤ رہیں ہوتی۔ مرشد اپنی توجہ سے اپنی طالب کو معرفت اور قربِ الٰہی کی منازل طے کرواتا ہے اور علمِ لدنی عطا کرتا ہے۔

حضرت اُنیس بن عاصی (رض) محدث اسلامی فرماتے ہیں:

✿ توجہ کی تین اقسام ہیں:

1. **توجہِ محنت**: یہ دنیا کی خاطر کی جاتی ہے۔ طالبِ دنیا محنت (لکھرا) ہوتا ہے اور اس کا مرشد بھی محنت ہوتا ہے اس لیے اس کی توجہ بھی محنت ہوتی ہے۔
2. **توجہِ مونث**: یہ عقلي (آخرت) کی خاطر کی جاتی ہے۔ طالب عقلي مونث (جورت) ہوتا ہے اور اس کا مرشد بھی مونث ہوتا ہے اس لیے اس کی توجہ بھی مونث ہوتی ہے۔
3. **توجہِ مذکور**: یہ مولیٰ کیا کرتے ہیں محض مولیٰ کی خاطر۔ طالب مولیٰ مذکور (مرد) ہوتا ہے، اس کا مرشد مرد مولیٰ مذکور ہوتا ہے اور اس کی توجہ بھی مذکور ہوتی ہے۔ (اسرارۃ دری)

غريب

حضرت اُنیس بن عاصی (رض) محدث اسلامی کی تعلیمات میں غریب کے معنی ہیں "وَفَقِيرٌ (انسان بہل)" کہ جس کے وجود سے غیر اللہ کل لگایا ہوا اور اس کے اندر رکھو (اندھوں) کے سوا کچھ بھی نہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

✿ غریب وہ ہے جس کے وجود میں حضطی، غیرت، غصب و غصہ کی غالقت نہ ہو۔ (قرب دیوار)

مسکین

حضرت اُنیس بن عاصی (رض) محدث اسلامی کی اصطلاحات فخر میں مسکین کے معنی ہیں "سَاكِنٌ مَعَ اللَّهِ" یعنی ہر کو اللہ تعالیٰ کی معیت میں رہنا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک ہے:

✿ اللَّهُمَّ أَخْيُّنِي مَسْكِينًا وَآمْشِنِي مَسْكِينًا وَأَخْلُقْنِي فِي زُمْرَةِ الْمَسَاكِينِ

ترجم: یا اللہ! مجھے مسکین و ملی زندگی، مسکین جیسی موت عطا کرو اور میرا حساب بھی مسکین کے ساتھ کرو۔

حضرت اُنیس بن عاصی (رض) محدث اسلامی فرماتے ہیں:

✿ تصوف کے معنی ہیں توحید اور توحید کے کیا معنی ہیں؟ توحید کے معنی ہیں اللہ ہی اللہ۔ جو آدمی اس مرتبے پر پہنچ جائے کہ اس کی لگاہ میں اللہ ہی اللہ سماں یا رہے وہ ماسوئی اللہ سے لا اتعلق ہو جاتا ہے اور اس کے وجود میں بجز ذکر کلہ طیبات لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُمْ دَرَسُوْلُ اللَّهِ کوئی اور ذکر

قرائیں پکوتا۔ یہ ہیں مراتب مسکین غریب فقیر کے۔ (محفظ القرآن)

❖ مسکین کا خطاب سب اولیاء اللہ کو رب الارباب کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ (قبیلہ دیوار)

ترک و توکل

ترک سے مراد اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے، سپارا اور موجود سے چھکارا اور نجات حاصل کرنا ہے اور توکل صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کا نام ہے۔ جب تک طالب "ترک" کی منزل سے نہیں گزرتا کامل توکل حاصل نہیں ہوتا۔

تلقین

ظاہری علادری تعلیم، قیل و قال، لکھنگو اور ولائل سے لوگوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن مرشد کامل اکمل حضور علیہ اصلوۃ والسلام کی سنت مبارکہ کے مطابق ایک آئی نگاہ سے روشن ضمیری بخش کر طالبِ مولیٰ کا قلب زندہ کر دیتا ہے اور اسے اصطلاح فخر میں تلقین کہا جاتا ہے۔ مرشد کامل نگاہ سے اپنے مریدوں کے قلوب کا ترکیہ کرتا ہے اور انہیں معرفت کے لور سے روشن کرتا ہے۔ یعنی مرشد کامل دعوٰ و فصحت اور تعلیم کے ساتھ ساتھ تلقین سے کام لے کر طالب کا ظاہر و باطن درست کرتا ہے۔ تعلیم عام طور پر درسی انداز میں ہوتی ہے یعنی زبانی یا تحریری جبکہ تلقین کا تعلق القاء ہے یعنی علم ذات حق تعالیٰ و قلب میں اتنا رتا۔ مریدوں کو تعلیم و تلقین دونوں سے نوازا مرشد کی ذمہ داری ہے۔

ہمت

راہ فخر میں بہت سے امتحانات اور مشکلات پیش آتی ہیں، طالبِ مولیٰ کا کام ہے کہ ان سے نہ کر آگے بڑھتا جائے۔ حضرت اُن سلطان بارہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ ان مشکلات، امتحانات اور ناموافق حالات کو اپنے موافق کرنے اور تمام منفی قوتوں سے رخ پھیبر کر اپنی پوری قوتوں اور جملہ قوائے روحانیہ کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ رہنے کو ہمت کرتے ہیں۔

صاحبِ مسٹی

صاحبِ مسٹی سے مراد فنا فی اللہ بقا اللہ فقیر (انسان کامل) ہے جو مندرجہ تلقین و ارشاد پر فائز ہوتا ہے۔ سبی وہ ذات ہے جو مرشد کامل اکمل ہے اور اسی اللہ ذات عطا کرنے پر من جانب اللہ مأمور ہے۔ حضرت اُن سلطان بارہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ اسم اور مسٹی میں کیا فرق ہے؟ صاحبِ اسم (محض) ذکر کرنے والا ہوتا ہے اور صاحبِ مسٹی اللہ تعالیٰ کی ذات میں غرق ہوتا ہے۔ صاحبِ اسم مقامِ مخصوص پر ہوتا ہے اور صاحبِ مسٹی مقامِ غیر مخصوص پر ہوتا ہے۔ صاحبِ مسٹی پر ذکر حرام ہے کیونکہ صاحبِ مسٹی ظاہر اور باطن

میں ہر وقت حضوری فنا فی اللہ میں مکمل طور پر غرق ہوتا ہے۔ (ین الحقر)

❖ ایم اعظم اسے نصیب ہوتا ہے جو صاحبِ مسٹی ہو۔ جو صاحبِ مسٹی ہو جاتا ہے وہی صاحبِ ایم اعظم ہوتا ہے۔ (ین الحقر)

❖ مسٹی آں کے باشد لازوالی نہ آں جا ذکر و فکر نہ وصالی
بود غرض پر وحدت عین دلی فنا فی اللہ شود بزرگ نہای

ترجمہ: مقامِ مسٹی لازوال مقام ہے جہاں پر ذکر فکر اور وصال کی حریم گنجائش نہیں رہتی کیونکہ یہاں طالبِ عین وحدت میں غرق ہوتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر طالبِ اللہ فنا فی اللہ فقیر ہو جاتا ہے اور اس پر رازِ نیساں ظاہر ہو جاتا ہے۔ (محکمۃ القراءات)

دھوت

دھوت دعا سے ہے جس کے معنی یہں پکارنا۔ دھوت پڑھنا ایک روحانی عمل ہے جس میں مرشد کامل اکمل کی اجازت اور اس کی گھرانی میں انجیاہ اولیا کی ارواح سے بالطفی رابطہ کیا جاتا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب نمبر 15 "غمہ و محنت")

وہم

حضرت اُنیس بن عاصی کی تعلیمات میں وہم ایک اعلیٰ مرتبہ ہے اور اس سے مراد اللہ کے مقرب بندوں کا باطن میں اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے۔
(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب نمبر 14 "وہم")

مقامت

راویوں میں پیش آنے والے مختلف مقامات و درجات کے حصول کو مقامت کہتے ہیں۔ حضرت اُنیس بن عاصی سلطانِ باخور وحدتِ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
❖ استقامت کرامت و مقامت سے بہتر ہے۔ (ین الحقر)

رجعت

اپنے مرتبے سے گر جانے کو رجوع کہتے ہیں۔ طالبِ مولیٰ کے لیے رجوع عارضی سزا ہوتی ہے۔ جیسے ہی وہ اپنی قلطی پیچان کر اللہ پاک کی بارگاہ سے رجوع کرتا ہے تو مرتبے پر بحال کر دیا جاتا ہے۔ اگر بھذر رہے تو مستقل طور پر درجے سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ طالبِ دنیا جو دنیا وی اغراض و مقاصد کے لیے دھوت پڑھتا یا اور دو وظائف کرتا ہے مستقل طور پر عزیزی کی سزا پاتا ہے اور بعض اوقات اس کا شیشہ عشق بھی نوٹ جاتا ہے۔

وَمِنْ أَنْسَانٍ

وَمِنْ أَنْسَانٍ سے مراد روح انسانی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَيَسْتَلُوْكَ عَنِ الرُّؤْجُ قُلِ الرُّؤْجُ وَمِنْ أَنْسَانٍ (سورة نی ابراہیم۔ ۸۵)

ترجمہ: اور (دہلوگ) آپ سے روح کے متعلق حوال کرتے ہیں۔ تو کہہ دیجئے کہ روح امر رہی ہے۔

روح ایک ایسی چیز ہے جس کے جسم میں آنے سے جسم زندہ ہو جاتا ہے اور نکل جانے سے جسم کو موت آ جاتی ہے۔ حرکت حیات کا سبب قریبی یہی روح ہے۔ ہر چیز میں روح جاری و ساری ہے۔ جو روح بیانات کی حیات کو قائم رکھتی ہے، اس سے وہ روح ارفع ہے جو بیانات کی حیات کو قائم رکھتی ہے اور اس سے وہ روح ارفع والی ہے جو حیات انسانی کو قائم رکھتی ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل حالتیں ہیں:

روح قدسی: اللہ تعالیٰ نے روح قدسی کو عالم لاموت میں عمدہ اور حسین صورت میں تھیلیں فرمایا۔ یہی وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ کا راز ہے اور اسی روح کے متعلق ارشاد ہے:

♦ الْإِنْسَانُ يَرْبِّي وَأَكَايِذُهُ

ترجمہ: انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

اس روح کی طرف حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اشارہ ہے:

♦ أَكَاوِنْ نُورِ اللَّهِ تَعَالَى وَ كُلُّ خَلَائِقِ مِنْ نُورِنِي

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

یہ روح وجود حق تعالیٰ سے ایک خاص امر ہے جو احاطہ کرنے سے خارج ہے اور تقویات میں شامل نہیں اس لیے تمام فناں کو نیہ اور خلقی سے پاک ہے۔ یہی روح وسیلہ دیدار پروردگار ہے۔ یہی روح آدم علیہ السلام میں پھونگی گئی اور یہی محبود ملائکہ بنی۔ اسی کے متعلق فرمانِ الٰہی ہے:

♦ وَنَفَعْتُ فِيْكُو مِنْ رُّؤْجِنِي (سورة الجرہ۔ 29)

ترجمہ: اور اللہ نے اپنی روح اس میں پھونگی۔

مندرجہ ذیل آیات مبارکہ میں بھی لفظ ووجہ (چہرہ) سے اسی روح کی جانب اشارہ ہے:

♦ فَأَلْيَجَ أَنْوَلُوْ افْخَمُ وَجْهُ لِلَّهِ (سورة البقرہ۔ ۱۱۵)

ترجمہ: تم جس طرف بھی اپنا رخ کرو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کا چہرہ نظر آئے گا۔

♦ وَلِكُلٍّ وَجْهَهُ هُوَ مُولِّيْهَا (سورة البقرہ۔ ۱۴۸)

ترجمہ: اور ہر ایک کے لیے ایک چہرہ ہے اور وہ اسی طرف رخ کرتا ہے۔

بھی وجہہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی روح ہے۔ اسی بنا پر یہ روح القدس کہلاتی ہے اور اسی کو روح الارواح، سر الہی اور روح حق تعالیٰ کے ساتھ بھی تعبیر کیا جاتا ہے اور بھی امامت الہی ہے۔ اسے روح اعظم بھی کہتے ہیں۔ روح اعظم روایت ذات الہی ہے اس لیے ممکن نہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی اس کی کہنہ بھک پہنچ سکے۔ روح قدسی کو کسی جہاں یا عالم میں جانے کے لیے اسی جہاں یا عالم کے لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔

روح سلطانی: روح قدسی کو جروتی لباس پہننا کر عالم جبروت میں اتار دیا گیا۔ بخاطر لباس جروتی اس کا نام روح سلطانی ہے۔

روح سیرانی یا روح حادثی: پھر اسے ملکوٹی لباس پہننا کر عالم ملکوت میں محفوظ رکھا جاتا ہے تاکہ وقت مقرر ہے اسے عالم ناسوت میں پہنچایا جاسکے۔ بخاطر لباس ملکوٹی اس کا نام روح سیرانی یا روح حادثی ہے۔

روح جسمانی یا حیوانی: پھر اسے عالم ناسوت کا جامہ پہننا یا جاتا ہے جسے روح جسمانی یا حیوانی کہتے ہیں اور اس کے لیے عالم ناسوت میں جامہ غصڑی یعنی گوشت پوست کا جسم جواریع عنصر (ہوا، ہلکا، پانی اور آگ) سے بنا ہے، تیار کیا جاتا ہے اور اس میں اس روح کو داخل کیا جاتا ہے تاکہ روح عالم ناسوت (الم خلق) میں جلنے شروع ہے۔ اس روح کے دو حصے ہیں (۱) روح حیوانی جو جسم میں قبولیت حیات کی صلاحیت پیدا کر کے اس میں حس و حرکت پیدا کر دیتی ہے۔ یہ روح گوشت و پہلوں میں اس طرح سراہیت کیے ہوئے ہے جس طرح آگ کوئی میں۔ اسی کے ذریعے روح اصلی بدنه سے تعلق قائم رکھتی ہے اور اسی کے لکل جانے سے بدنه مر جاتا ہے کیونکہ روح حیوانی ہی کے قلب سے بے تعلق ہو جانے کا نام موت ہے۔ اس بے تعلقی سے انسان کی وہ کیفیت ہو جاتی ہے جو دور دست کی جزاں کاٹ دینے کے بعد ہو جاتی ہے یعنی وہ خلک ہو جاتا ہے اور مر جاتا ہے۔ اس روح کا اصلی معدن و مرکز دل، دماغ اور جگہے اور طلب یا میڈی یہکل کی ساری تدبیریں صرف اسی روح تک چلتی ہیں۔ روح کی دیگر صورتوں تک نہ سائنس کی نظر پہنچ سکتی ہے اور ان پر کوئی بس چلتا ہے۔ اس لیے روح حیوانی کو روح طبعی بھی کہتے ہیں۔ (۲) روح جسمانی جو روح حیوانی پر ایک اضافی چیز ہے اور اللہ کا ایک توہی ہے جس کا پرتو انسانی وجود پر ڈالا جاتا ہے۔ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ نور حضرت علیم (اللہ) کی شعاع علم ہے جو نطفہ انسانی پر پہنچتی ہے اور رحم ماوریں تخلیق انسانی کی تکمیل کا باعث ہوتی ہے اس لیے اسے روح انسانی بھی کہا جاتا ہے۔

طالب مولیٰ کا اپنے روحانی سفر کے دوران روح کے یہ تمام پرست (لبس) اُتار کر عالم لاہوت میں روح قدسی تک پہنچنا اور اس کے وسیلہ سے دیدار الہی کرنائی کامیابی ہے۔ سیدنا نبوث العظیم حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب سرالسرار میں اس کو یوں بیان فرمایا ہے:

✿

جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے روح قدسی کو عالم لاہوت میں احسن صورت میں تخلیق کیا تو اس کو پست ترین مقام (یعنی عالم ناسوت) کی طرف بھینجنے کا ارادہ بھی فرمایا تاکہ مقام صدق میں عظمت والے باوشاہ (الله تبارک و تعالیٰ) کے لیے اس کی محبت اور قربت میں اضافہ ہو اور یہ مقام اولیاً کرام اور انبیاء علیهم السلام کا ہے۔

پس سب سے پہلے اس (روح قدسی) کو عالم جبروت میں توحید کے بیچ کے ساتھ منتقل فرمایا یعنی عالم نور انتیت سے اس عالم میں رکھا اور

آسے اس عالم (عالم جرودت) کا بس پہنچا۔ اسی طرح آسے عالم ملک (ہسوت) میں بھیجا اور اس کے لیے غصی بس یعنی یہ کیف جسم تخلیق کیا تاکہ وہ عالم ملک (ہسوت) میں جل نہ جائے۔ جو روتوی بس کے اعتبار سے اس (روح قدری) کا نام روح سلطانی رکھا اور ملکوتی (بس کے) اعتبار سے روح سیرانی و روح روانی رکھا اور ملکی اعتبار سے اس (روح قدری) کا نام روح جسمانی رکھا۔

اصل سلفین کی طرف اونٹے کا مقصد یہ تھا کہ قلب و جسم کے میلے سے (انسان) زیادہ قرب و درجات حاصل کرے اور اپنے قلب کی زمین پر توحید کا نیچ بولے تاکہ اس سے توحید کا درخت اگے جس کی جڑ ہوائے سورہ میں قائم ہوا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے (حصول کے) لیے توحید کا پھل لگے۔ (سرالسرار فصل 2)

اس کو شیخ اکبری الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بیان فرمایا ہے:

﴿ انسان کا ظاہر اس کی صورت اور جسد (جسم) ہے اور انسان کا باطن اس کی روح ہے۔ جسد اور ہے روح اور ہے حالانکہ انسان مخلوم واحد ہے۔ اسی طرح جملہ اضداد انسان میں جمع ہیں۔ یہاں یہ اشارہ بھی ہے کہ اضداد میں جو ضد نالب آجائے اس کی ضرورت مقابلہ مغلوب ہو جاتی ہے۔ انسان کے جسد (جسم) کی پروردش کی جائے اور شجرہ روح کو پیائی (ذکر، تصویر اسم اللہ ذات کا نور) نہ ملے تو روح کا پودا لختگ ہو جائے گا اور جسم کا درخت تازہ اور فربہ ہو جائے گا، صفات حیوانیت غالب آجائیں گی اور صفات روح مغلوب ہو جائیں گی۔ اسی طرح جب روح کی پروردش (ذکر و تصویر اسم اللہ ذات سے) کی جاتی ہے تو صفات روح صفات بشریت پر غالب آجائی ہیں۔ (شرح فضیلہ الحکم والایمان) ﴾

﴿ دین قیم دراصل روح کے جسم پر غالب آنے کا نام ہے۔ (ایضاً) ﴾

عالم ناسوت سے عالم لامحتت تک روح کی پرواز کا ایک ہی نسخہ ہے اور وہ ہے ذکر و تصویر اسم اللہ ذات بشر طیکہ مرشد کامل اکمل صاحب منشی سے حاصل ہوا ہو۔ اقبال نے روح کو طائز لامحتت کہا ہے:

﴿ اے طائز لامحتت اس رزق سے موت اچھی بھس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی ﴾

رزق سے یہاں مراد روح کا رزق ہے نہ کہ جسم کا۔ روح کا رزق ذکر اسم اللہ ذات ہے جو اسے ناسوت سے نکال کر لامحتت تک پرواز کی قوت دیتا ہے۔ دیگر عادات اور وظائف روح کو جسم کی قید سے رہائی دلا کر عالم لامحتت تک نہیں لے جاسکتے بلکہ تکمیر پیدا کر کے اللہ اور بندرے کے درمیان جاہب ہن جاتے ہیں۔ اقبال انجی کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”اس رزق سے موت اچھی۔“

امتحان اور بیان

امتحان دراصل اولیاء اللہ اور طالبان مولیٰ کے قلوب کا مختلف مصائب و شدید کیفیات میں جتنا ہو نہ ہے جو من جانب اللہ ظہور میں آتی ہیں جیسا کہ خوف، غم، بیعت اور قبضہ وغیرہ۔ قرب الہی یقیناً شدت مصائب حاصل ہوتا ہے۔ امتحان اور مصائب اولیاء اللہ کا بس، طالبان مولیٰ کا گہوارہ اور انہیا کی غذا ہیں۔ یہ درجہ بڑا اعلیٰ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ اولیاک اللہ ذین افتخعن اللہ فلُوْبَهُمْ لِلشَّقْویٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَآجْرٌ عَظِيمٌ ◆ (سر ۱۹ سورت ۳)

ترجمہ: وہ لوگ جن کے قلوب تقویٰ کے لیے امتحان میں مبتلا ہیں بڑی بخشش اور اجر کے سخت ہیں۔

بانے سے مراد اولیا اللہ کا اذیت ہوں، تیار یوں، غلوں اور جسمانی تکلیفوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ دراصل بلا و آزمائش اور ابتلا ہے جو مومن کی روح کے ساتھ ساتھ جسم پر بھی نازل ہوتی ہے، اس کی اصل حقیقت ثابت قرب حن ہے اور یہ ایک پوشیدہ راز ہے۔ اس ابتلا کو برداشت کرنا حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر سر تسلیم ختم کر کے دیدارِ الہی تک پہنچتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

◆ جماعت انجیا سب سے زیادہ مبتلا ہے بل انجیا ہوتے ہیں پھر اولیا اور پھر جو تقویٰ والے ہوتے ہیں۔

◆ سب سے زیادہ مبتلا ہے بل انجیا ہوتے ہیں پھر اولیا اور پھر جو تقویٰ والے ہوتے ہیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مردی ہے کہ ایک مرد بھم پکھو خواتین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عیادت کے لیے حاضر ہوئیں تو دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب ایک مشکلہ ایکہ ہوا ہے اور اس کا پائی آپ ﷺ پر تکمیل پر تکمیل رہا ہے کیونکہ آپ ﷺ کو بخار کی حرارت شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔ ہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ! اگر آپ اللہ سے دعا کرتے تو وہ آپ کو شفادے دیتا۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مصیبیتیں انجیا کرام علیہم السلام پر آتی رہی ہیں، پھر درجہ بدرجہ ان کے قریب لوگوں پر آتی ہیں" (مسند 19276)

اہل دنیا، کفار اور منافقین پر نازل ہونے والی مصیبیتیں بل ایک ہوتیں، وہ ان کی بد بخشنی ہوتی ہے۔

یاد رہے بل اکامتمام امتحان سے بلندتر ہے کیونکہ امتحان کا اثر فقط باطن پر ہوتا ہے اور بل اک جسم اور باطن دونوں پر۔

خوف و رجا

مستقبل میں کسی ناپسندیدہ چیز کی توقع کی وجہ سے دل میں جو الم و حزن اور جلن پیدا ہوتی ہے اسے خوف کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

◆ الْإِيمَانُ يَنْهَا الْخُوفُ وَالرِّجَاءُ

ترجمہ: مقام ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔

یہ خوف جو ایمان کا حصہ ہے قبلی کیفیات میں سے ایک شدید کیفیت ہے۔ یہ بھی تو حنابوں کے ارٹکاب کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور بھی اللہ تعالیٰ کی جلالی صفات کی معرفت کی وجہ سے۔ خوف کی قسم اکمل و اتم ہے کیونکہ جس کو اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جائے یقیناً اس میں خوف کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ محبت کو جامِ محبت اسی وقت پایا جاتا ہے جب اس کا دل خوف کی بھٹی سے گزر کر پہنچ ہو جائے۔

رجا کے معنی امید کے ہیں یعنی اللہ کے فضل و کرم کی آس رکھنا۔ شیخ احمد زروق فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان پر اختداد کرنے

سے دل میں جو سکون کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اسے رجا کہتے ہیں۔ ”لیکن رجا کے ساتھ عمل بھی ضروری ہے کیونکہ عمل کے بغیر فضل کی امید رکھنا خود فرمی ہے۔ رجا و مقام ہے جس میں سماں کے دل میں سکون وطمینان پیدا ہوتا ہے اور وہ کلہ شکوہ کرنے یا چیختنے چلانے سے باز رہتا ہے اور امید رحمت پر رہتا ہے۔ حضرت ابن عجیب رحمۃ اللہ علیہ نے رجا کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں:

1۔ عوام کی رجا: عوام کی رجا یہ ہے کہ وہ حصول ثواب کے ساتھ صحن خاتمه کے امیدوار ہوتے ہیں یعنی ایسے طالبان عقیل جن کی عبادات کا مقصود ثواب و درجات پانی اور صحن خاتمه ہوا اور وہ اسی کی طلب و امید رکھتے ہوں۔

2۔ خواص کی رجا: خواص کی رجا یہ ہے کہ وہ رضاۓ الہی اور اس کے قرب کے طالب اور امیدوار ہوتے ہیں۔ وہ التدقیق کی رضاہر کام میں قبول کرتے ہیں۔

3۔ خاص الخواص کی رجا: خاص الخواص وہ لوگ ہیں جن کو نہ تو ثواب سے غرض ہے اور نہ عقیلی کے درجات کی طلب۔ ان کا مقصود ذات حق اور مشاہدہ حق تعالیٰ ہے اور وہ اسرار خداوندی میں ترقی کے امیدوار ہوتے ہیں۔

حضرت بابا فرید الدین حنفی شکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اللہ کا خوف اس کے عدل سے ہے اور رجا اس کے فضل سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں عزیز ترین آدمی وہ ہے جس میں یہ دونوں چیزیں موجود ہوں۔“

قبض و بسط

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْطِحُ (سورہ البقرہ، 245)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی قبض کرتا ہے وہی بسط کرتا ہے۔

قبض و بسط کی کیفیات صاحب حال کے لیے ہیں جو امامے الہی الْقَابِضُ اور الْبَاطِنُ کی تجلیات سے وارد ہوتی ہیں۔

شیخ ابو الحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ قبض کے ذریعے تمہاری ذات کو سینیتا (کم کرتا) ہے اور بسط کے ذریعے اپنے ذاتے تم کو بڑھاتا ہے۔“ یعنی قبض کا مقصد انسانی نفس اور اس کی بشری صفات کو فنا اور مغلوب کرنا ہے جبکہ بسط جاپ نفس کے فنا ہونے کے بعد اللہ کی جانب ایک قدم بڑھتے پر وار ہونے والی کیفیت ہے۔ چونکہ نفس بندے اور اللہ کے درمیان جاپ ہے، دوران قبض جب شدید ہے چونکی کی خالت میں نفس مغلوب ہوتا ہے تو نیچا بندے اور اللہ کے درمیان ایک جاپ دور ہو جاتا ہے۔ اس جاپ کے دور ہونے پر حاصل ہونے والی خوشی اور قرب کی خالت بسط سے عبارت ہے۔ قبض کے معنی تھک کرنے اور بسط کے معنی کشاوہ کرنے یا کھولنے کے ہیں۔ چنانچہ دوران قبض افس کا نکل ہونا اور دوران بسط جاپ کا کھلانا، بھی ان احوال کی نایت کو بیان کرتے ہیں۔ حضرت علی بن عثمان بھوری بیہقی فرماتے ہیں:

لَمْ يَكُنَ اللَّهُ تَعَالَى سَبَقَ جَاهَبَ كَيْ صُورَتْ مِنْ دَلْ كَيْ بَندَ هُوَ جَانَنَ كَانَمْ قَبْضَ بَهَ اور بَسطَ عَبَارتْ هَيَّ حَالَتْ كَشْفَ وَمَشَاهِدَهَ مِنْ دَلْ كَي

کشادگی سے۔ (کشف الحجب)

قبض کا وجود صفات نفس کے غلبہ کے باعث ہوتا ہے۔ ابتدائے سفر میں سالک پر بشری صفات یا صفات نفس کا غلبہ ہوتا ہے جس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ سے "مکل فراق" یعنی دوری یا خلماقی حباب میں ہوتا ہے۔ مکل فراق اور حباب ہی اس کی بے چینی کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہو کر اپنے اسم "اقابض" کی تجلیات کے ذریعے اس نفسانی تاریک حباب کو سینتا یا فنا کرتا ہے۔ سالک اس دوران ویسے ہی بے قراری کی کیفیت سے دوچار ہوتا ہے جیسے مریض علاج کے دوران۔ جیسے ہی نفس کا ایک پردوہنہ کر سالک اللہ کی معرفت و قرب کی جانب ایک قدم بڑھاتا ہے اس پر خوشی و سرشاری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جسے صوفیاً مکل و محل سے بھی تعمیر کرتے ہیں۔ اس دوران سالک پر اللہ کے اسم "الباطل" کی تجلیات کشف و مشاہدہ کی راہ بھی کھولتی ہیں۔

حضرت بازیز یہ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قبض القلوب فی بسط النفس و بسط القلوب فی قبض النفس"۔

ترجمہ: "قلوب کا قبض ہونا نفسوں کی کشادگی میں ہے اور قلوب کی کشادگی نفسوں کے قبض ہونے میں ہے۔"

نفس کی قبض اور قلب کی بسط و اصل الی اللہ ہونے کے لیے ناگزیر ہے۔ حضرت دامت علیہ مختصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قبض ہونے والا نفس ہر قسم کے خلل سے محظوظ ہوتا ہے اور بسط والا دل، ذلت اور خطا سے محظوظ ہوتا ہے۔"

قبض و بسط کی کیفیات تب تک جاری رہتی ہیں جب تک نفس کے جہات کا وجود رہتا ہے لیکن جب سالک مرشد کی مہربانی اور توفیق الہی سے تمام جہات سے نکل کر ترقی کرتا ہے تو پھر وہ حال کی قید میں نہیں رہتا۔ اس جگہ پہنچ کر وہ قبض و بسط کی قید سے بھی نکل جاتا ہے۔ اب وہ تمام جہات نفس سے آزاد ہو کر ہارگاہ قرب میں رہتا ہے۔ شیخ فارس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ قبض پلے ہے اور بسط بعد میں، پھر ایسا حال آتا ہے کہ نہ قبض رہتا ہے نہ بسط۔ اس لیے کہ قبض و بسط کا ظہور اس وقت تک ہوتا ہے جب تک وجود کی حالت پائی جائے اور فنا و بقا کی حالت میں نہ قبض ہوتا ہے نہ بسط۔ (عارف العارف) ﴾

عوام: جس نشاط کو بسط اور جس رنج و آلام کو قبض سمجھتے لگتے ہیں وہ نفس امارہ کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

وجد اور غلبہ

وجد ایک ایسا روحانی جذبہ یا تکلی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب انسانی پر واڑہ ہو، اس کا نتیجہ خواہ خوشی ہو یا غم، اس تکلی کے وارد ہونے سے قلب کی حالت تبدیل ہو جاتی ہے اور اس کے اندر رجوع الی اللہ کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ وجد ایک قسم کی فرحت ہے اور یہ اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جس کی صفات نفس مغلوب ہوں۔ حقیقی وجد کی کیفیت ذکر و تصور اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتی ہے۔ جب وجد کی حالت متواتر طاری رہے تو اسے اصطلاح تصوف میں غلبہ کہا جاتا ہے۔ وجد بر قی کی طرح محمود ارہو کر فنا ہو جاتا ہے لیکن غلبہ کی صورت میں بر قی تکلی متواتر نمودار ہوتی رہتی ہے۔ وجد بہت جلد نہ اکل ہو جاتا ہے لیکن غلبہ باقی رہتا ہے اور وہ اسرار الہیہ کے تحفظ کے لیے ایک منسوب قلعہ بن جاتا ہے۔

سکر و مستی اور صحو

سکر و مستی اللہ تعالیٰ کی ناصِ جلیٰ کے نتیجے میں پیدا ہونے والے روحانی خلایب کا نام ہے۔ سکر و مستی میں اللہ تعالیٰ اپنے طالب کو پہلے اپنی طلب اور بعد ازاں قرب کی تجلیات سے نوازتا ہے جس کے نتیجے میں طالب اس جامِ محبت کو پی کر مست و بے خود ہو جاتا ہے۔ اسم اللہ ذات کے ذکر و تصور سے دل میں مشقِ الہی کا جوش اور اس کے وصال و دیدار کے لیے اٹھنے والی تڑپ "سکر" کہلاتی ہے۔ سکر کے انوی معنی "جسم میں زہر یا نئے کا اثر پھیل جانے" کے ہیں۔ چنانچہ حالت سکر میں قرب و دیدارِ الہی کی شدید خواہش جسم کے رگ و پے میں سا جاتی ہے۔ اس حالت میں طالب شدتِ بذات سے مغلوب ہو جاتا ہے اور محبوبِ حقیقی کو پالنے کے سوال سے کسی چیز کی طلب نہیں رہتی۔ وہ دیوانہ دار اپنے رب کی طرف بڑھتا ہے۔ سکر کی ان کیفیات کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اپنے طالب کو اپنے قرب کی تجلیات اور دیدار سے نوازتا ہے۔ اللہ کے قرب کو پا کر طالب مرشار اور بے خود ہو جاتا ہے اور ان کیفیات کو "مستی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چسیں حالت سکر میں اللہ اپنے بندے کو اپنی طرف متوجہ کرتا اور سمجھتا ہے اور بندہ اللہ کی طرف بڑھتا ہے جبکہ "مستی" اللہ کے بندے کی طرف بڑھنے کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ غمیٰ حقائق کا اکشاف بھی دورانِ سکر و مستی ہوتا ہے۔

سکر و مستی سے سکون کی حالت میں واپس آنے کا نام عجو ہے۔

سکر و مستی ارباب قلوب کے لیے ہے اور غمیٰ حقائق کے اکشاف کے بعد ان کو سخونیب ہوتا ہے۔

خناس

خناس کے لفظی معنی ہیں "چھپ کر جمل کرنے والا" سورۃ الاناس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ (اے محبوبِ سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمادیجیئے جگر میں پناہ میں آتا ہوں انسانوں کے رب کی، تمام انسانوں کے باوشاہ کی، تمام انسانوں کے معبودو کی اس وہو سے ڈالنے والے خناس (چھپ کر جمل کرنے والے) کے شر سے جلوگوں کے جنون میں ہوسے ڈالتا ہے۔ خدا وہ "جنتات" میں سے ہو یا "انسانوں" میں سے۔ (سورۃ الاناس)

❖ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا "شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔"

حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا "کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بائیں بالکل۔" (مسند احمد 21608)

❖ تفسیر طبری میں ہے کہ آئندہ ہیں فرماتے ہیں "انسانی شیطان جن شیطان سے زیادہ نظرناک ہوتا ہے۔"

وہو سے کے معنی دل میں آنے والے ہرے خیال، شبہ یا گمان کے ہیں۔ اس کی جمع و سماوں یا وہو سے ہے۔ قلب میں دو دروازے ہیں، ایک اوپر ایک نیچے۔ اور پر کا دروازہ جسم سے منفصل ہے اور نیچے کا روح سے۔ خناس ان دو دروازوں کے ارد گرد نکڑی کا جالا ساختا ہے اور وہ سماوں کو

اڑھے کی صورت میں دل میں پھونکتا رہتا ہے۔ خناس کی صورت اڑھے کی ماندہ ہوتی ہے، اس کی دم پر زہر میلے کانتے ہوتے جس سے وہ دل کو مسموم کرتا رہتا ہے اور دل میں سیاہی پیدا کرتا ہے۔ ذکر و تصور اسم اللہ ذات سے خناس مٹھل ہو جاتا ہے اور اس طرح رفتہ رفتہ تصفیہ قلب ہو جاتا ہے لیکن ذکر و تصور اسم اللہ ذات سے غفلت سے خناس فربہ ہو جاتا ہے اور اس کی ضرر سانی بڑھ جاتی ہے۔ وساوس کی کئی اقسام ہیں لیکن رواۃ فقر میں خناس (جن کی صورت میں ہو یا انسان کی) کا سب سے بڑا حملہ مرشد کامل اور راہ فقر سے بدگمانی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ وہ دل میں مرشد اور راہ فقر کے بارے میں طرح طرح کے وسو سے چھوڑتا ہے تاکہ طالب کو راہ فقر سے بڑھن کیا جاسکے۔

جیسا کہ سورۃ الناس اور من در جمہ بالاصح شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ خناس جن شیطان کی ڈھنک میں بھی ہو سکتا ہے اور انسانی شیطان کی ڈھنک میں بھی۔ جس شیطان نے آدم کو جدہ کرنے سے انکار کیا اور انہوں درگاہ ہو اس کا نام اٹھیں ہے۔ ویکر شیاطین انہیں اللہ کی اواد ہیں۔ اٹھیں نفس کی جہت جلائی و مگر ابھی کا مظہر ہے اور اسے انسان پر نفس ہی کے وسیلہ سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اٹھیں نے نفس امارہ پر قابو پا کر عادات حیوانیہ کی دنیا میں دل کی شبوانی آگ سے بکاج کیا تو شیاطین جن و انس پیدا ہوئے اور انسانی شیاطین جن شیاطین سے زیادہ قوی اور خطرناک ہوتے ہیں۔ اٹھیں کے وجود کے ننانوے (99) مظہر ہیں، ان مظاہر کے کمی رنگ ہیں جن کا شمار نہ ممکن ہے اور پورے طور پر اس کے تمام مظاہر کی تشریع بھی بڑی بھی چوڑی ہے۔ ہم صرف اس کے سات مظاہر بیان کریں گے جو اس کے باقی تمام مظاہر کی اصل ہیں۔ اٹھیں جب کسی ایک انسان یا انسانوں کے گروہ کو اپنے کسی مظہر شیطانی کا اظہار بنا لیتا ہے تو وہ انسان یا گروہ اس دنیا میں انسانوں کو گراہ کرنے والے انسان اقلاب شیطان ہوتے ہیں۔ انہی کے بارے میں فرمایا گیا ہے ”انسانی شیطان جن شیطان سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔“

پہلا مظہر: اس مظہر میں اٹھیں کفار اور مشرکین پر ظاہر ہوتا ہے اور انہیں غیر اللہ کی عبادت اور شرک پر آمادہ کرتا ہے اور اس میں انہیں پہنچ کر دیتا ہے۔

دوسرा مظہر: دنیا کی شہوات اور لذتیں بھی اٹھیں کا مظہر ہیں جن کے ذریعے وہ عام مسلمانوں کو گراہ کرتا ہے۔ اولاد انہیں امور شبوانی کی محبت اور لذت حیوانی کی رغبت، جن کا طبیعت فلکی تھا کرتی ہے، میں جتنا کر کے گراہ کرتا ہے حتیٰ کہ ان کو انہما کر دیتا ہے۔ وہ دنیا کی محبت میں غرق ہو جاتے ہیں اور بیشد کے لیے اس کی طلب میں گھن ہو جاتے ہیں اور شیطان کے چیلے یا اس کے مظہر بن جاتے ہیں۔

تیسرا مظہر: اس میں وہ صالحین کے اعمال میں ظاہر ہوتا ہے، ان کے اعمال و کردار کو ان کی نظر میں مزین کرتا ہے جس سے ان کے دلوں میں بھبھ (خود پندی) پیدا ہوتا ہے۔ جب ان کو اپنے لفوس اور اعمال اپنے معلوم ہوتے ہیں تو وہ اپنی حالت پر مغزور ہو جاتے ہیں اور کسی نصیحت کو قبول نہیں کرتے نہیں اپنی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں۔

چوتھا مظہر: اس مظہر میں اٹھیں نیتوں پر ظاہر ہوتا ہے اور نیتوں کو بگاؤ دیتا ہے کیونکہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ جو عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جا رہا ہوتا ہے اس میں وہ دکھاوے اور ریا کاری کی حالت پیدا کر کے اسے اللہ کی بارگاہ میں ناقابل قبول بنا دیتا ہے۔ یہ شیطانی مظہر عابدوں اور زابدوں پر ظاہر ہوتا ہے، ان کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ تیرے اعمال اچھے ہیں، لوگوں میں ان کا اظہار کرتا کہ لوگوں میں

بھی نیک عمل کی رغبت پیدا ہوا وہ تیرے معتقد بخیں اور تیری بیج دی کر کے ہدایت پائیں۔ رفتہ رفتہ ان کی نیت کو فاسد کر کے انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔

پانچواں مظہر: اٹیس کا پانچواں مظہر علم ہے جو اس کی اصل ہے، اس لیے اس دار سے پنجاہرا مشکل ہے۔ یہ مظہر عالم پر خصوصاً ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اٹیس کو عالم پر مقابله آن پڑھ کے بڑی جلدی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ وہ قسم کھاتا ہے کہ ایک آن پڑھ کے مقابلے میں ہزار قوی الائیمان عالم کو بہکانا اس کے لیے آسان ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال فرقوں اور ممالک کی ہے کہ ہر فرقہ اور گروہ کی ہمیاد کسی عالم نے ہی تو رکھی ہے۔

چھٹا مظہر: اس میں وہ صادق سالکین، خالبوں اور مریدوں پر ظاہر ہوتا ہے، ان کو آرام ٹھیکی طرف مائل کر کے ان کی ہمتون کو پست کرتا ہے تاکہ وہ راہ فقر میں پست ہوتا ہو کر غلطات میں جتنا بوجائیں۔

ساتواں مظہر: اس میں وہ صد لیتین و اولیا اللہ و عارفین پر ظاہر ہوتا ہے سوائے ان کے جن کو اللہ حفظ رکھتا ہے۔ مقررین اس کی مکاریوں کو پیچان لیتے ہیں اور اس کے اثر سے بالکل محفوظ ہتے ہیں بلکہ جب یہ لوگ اس کا مکر پیچان لیتے ہیں تو یہ شادیت آن کی مزید ترقی کا باعث ہوتی ہے۔

اٹیس ہرادی و اعلیٰ پرموت کے وقت تک ظاہر ہوتا رہتا ہے اور اعتقادات میں وسعتِ امار ہوتا ہے۔

ختاس کے مندرجہ ذیل تھیار ہیں:

۱۔ غفلت اس کی تکوار ہے۔ ۲۔ شبوث اس کا تیر ہے۔ ۳۔ ریاست اس کا قاد ہے۔ ۴۔ چبیل اس کی سواری ہے۔ ۵۔ ہبودعب، عیش و عشرت، شراب و شباب اور فضول قبھے کی بیان اس کے تھیار ہیں۔ ۶۔ عورتیں اس کا گروہ ہیں جس سے زیادہ زبردست تھیار اس کے پاس اور کوئی نہیں۔ اٹیس کے حملہ کرنے کے خاص خام موسم اور واقعات ہیں جن میں اس کی مصروفیات بڑھ جاتی ہیں اور اسے کامیابیاں زیادہ ہوتی ہیں۔ آن میں رات کا وقت، غدر کا وقت، تہمت اور جھلکے کا وقت زیادہ اہم ہیں۔ گراہ کرنے میں اٹیس کسی خاص روٹ کا پابند نہیں۔ وہ کسی خاص معصیت پر منصر نہیں ہوتا، کسی متعین و مخصوص گمراہی کی طرف کسی کو کھینچ کر لانے کی وہ مسلسل کوشش نہیں کرتا۔ ایک گناہ میں پھانے کی کوشش میں اسے ناکامی ہوتی ہے تو دوسرے، دوسرے میں ناکامی ہوتی ہے تو تیسرے میں پھانے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ زندگی بھروس کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ انسان گراہ ہو خواہ کسی طریقے سے بھی ہوا اور معصیت میں بھلا ہو خواہ کوئی بھی معصیت ہو۔

یاد رہے کہ اُس بھی چھپ کر حملہ آرہو ہتا ہے اور نہایت خدی ہے، جس لذت کی چاٹ اسے پڑ جاتی ہے یا جو خواہش اس میں پیدا ہو جاتی ہے اس پر اڑ جاتا ہے اور ہر طرف سے انسان کو گھیر کر اسی خواہش اور لذت کی طرف لانے کی کوشش کرتا ہے۔ چونکہ اُس کی اصل خراب اور گراہ نہیں ہے اس لیے ناکامیوں کی مسلسل تھوکریں اور ہدایت کے نور سے اس کی اصلاح کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے جبکہ خtas (جن ہو یا انسان) کے نصیب میں یہ نہیں ہے۔ اُس کے بارے میں مکمل بیان باب ”اُنھیں“ میں ہے۔

خرطوم

خرطوم کے لفظی معنی تیز نہیں وہی انگوری شراب کے ہیں۔ حضرت اُنیس بن عاصم (رض) سے مراد کوئی بھی خلاف شریعت و طریقت و فقر ایسا خبیث ہے جو ذہن پر اس طرح چھا جائے کہ ہر روحانی اور اخلاقی احساس کو ختم کر دے۔ شریعت اور فقر کے اپنے اصول و ضوابط اور قاعدے تو انہیں ہیں جن پر جمل کرنی انسان اپنی منزل تک پہنچتا ہے۔ اگر ان اصول و ضوابط کے خلاف کوئی خبیث ذہن پر سورج ہو کر پہنچتا ہو جائے تو اسے خرطوم کہتے ہیں۔

خواطر (خطرات)

خواطر خاطر کی جمع ہے جس کے لفظی معنی دل، دماغ یا دل میں آنے والی بات اور یاد کے ہیں۔ اصطلاح تصوف میں خاطر سے مراد ایک تمہارا خطاب ہے جو قلب اور ضمیر پر وار ہوتا ہے اور اسے خطرہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل اقسام یا ذرائع ہیں:

۱۔ **خطرہ نفسانی:** اگر یہ خطاب نفس کی طرف سے ہے تو اسے خطرہ نفسانی کہیں گے۔ خطرہ نفسانی سے لذات منوع کا شوق ابھرتا ہے اور شہوت پر آمدگی پیدا ہوتی ہے۔ یہ خطرہ دری پا ہوتے ہے کیونکہ نفس ضدی ہے۔

۲۔ **خطرہ شیطانی:** یہ خطرہ معصیت کی خواہش دل میں پیدا کرتا ہے۔ یہ دری پانچیں ہوتا۔ اگر انسان اس پر عمل نہ کرے تو یہ جلد چلا جاتا ہے کیونکہ شیطان انسان کو کسی ایک معصیت میں جتل کرنے پر اڑتا نہیں بلکہ اگر انسان ایک پر عمل نہ کرے تو یہ بعد میگرے متعدد اور مختلف خطرات والا رہتا ہے تاکہ انسان کسی بھی معصیت میں جتل ہو جائے۔ خطرہ شیطانی کو ہی دسویں بھی کہتے ہیں۔ حضرت اُنیس بن عاصم (رض) سے محدثین کی تعریف میں جن خطرات (خواطر) سے بچنے کی توجیہ فرماتے ہیں وہ خطرہ نفسانی اور خطرہ شیطانی ہیں جیسا کہ آپ کی اہم تصنیف "سلطان الوضم" میں ہے:

بِعْدَةُ الْفَقْرِ تَعَلَّمُ الْخَوَاطِرِ

ترجمہ: فقر کی عبادت خواطر کی غلی کرنا ہے۔

۳۔ **خطرہ ملکی:** فرشتوں کی طرف سے ہونے والا خطاب خطرہ ملکی کہلاتا ہے جو بد اعمال سے روکتے اور اطاعت الہی و نیک اعمال کی طرف را بکرنے کے لیے ہوتا ہے۔ یہ بھی دری پانچیں ہوتا اس لیے جب کوئی خطرہ ملکی وار ہو تو اس پر فوراً عمل کرنا چاہیے ورنہ یہ جاتا رہے گا۔ اگر بندہ اس پر اخلاص سے عمل کرے تو یہ اسے قدمِ اللہ کی طرف لے جائے گا۔

۴۔ **خطرہ عقل:** عقل کے دو رخ ہیں، کبھی اس جانب انسان کو راغب کرتی ہے جو نفس اور شیطان چاہتے ہیں اور کبھی ان امور کی طرف را ہمای کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ ان میں تجزیہ کرنا طالب کا کام ہے۔

۵۔ خطرہ قلب: اس کا منشاء قرب و دیدار اور معرفت الٰہی کی جانب متوجہ کرنا ہے اس لیے اس خطرہ کو صحیح اور محمود کہا گیا ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب قلب ہر لمحہ کرالٰہی میں موجود ہو۔

۶۔ خطرہ رحمانی: یہ خطرہ محبت الٰہی دہکانے اور ہمیشہ مشاہدہ حق میں رہنے کا شوق پیدا کرتا ہے۔ یہ خطرہ اس شان سے وارد ہوتا ہے کہ بندہ کو مغلوب کر لیتا ہے اور دل میں مستقل قیام کر لیتا ہے۔ یہ خطرہ کسی بھی طرف دل سے نہیں جاتا اور دل کو غیراللہ کی جانب متوجہ نہیں ہونے دیتا۔

۷۔ خطرہ یقین: یہ بہت بڑا سر اور راز ہے، اس کو روح الایمان کہا جاتا ہے۔ یہ خطرہ فقراء، صدیقین، اولیاء، اصنیع اور صالحین کو ان کے درجے کے مطابق حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بھی تین درجے ہیں: علم یقین، عین یقین اور حق یقین۔ ان کا مکمل بیان باب 'یقین' میں موجود ہے۔

کسی بھی امر کے متعلق جو خطرہ سب سے پہلے دل میں وارد ہوتا ہے اسے خاطر اول کہتے ہیں۔ جب یہ خطرہ مضبوط ہو کر دل میں جم جاتا ہے تو اسے ارادہ کہتے ہیں۔ جب مزید غور و خوض سے اس میں پہنچی پیدا ہو جاتی ہے تو اسے عزم کہتے ہیں۔ جب اس عزم کو عمل میں لانے کا خیال پیدا ہوتا ہے تو اسے تصدیق کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور جب اس کا مکمل کوشش کرنے لگتے ہیں تو قصد نیت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

تقویٰ

تقویٰ کے لغوی معنی تو پرہیز گاری اور اللہ تعالیٰ سے ذرخ کے ہیں لیکن تقویٰ اصل میں قلب (بطن) کا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا نام ہے۔ جس قدر کسی کا قلب (بطن) اللہ تعالیٰ کے قرب میں ہوتا ہے اسی قدر وہ متقویٰ ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک بار تقویٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی سے دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "تقویٰ بیساں ہوتا ہے۔" (مسلم 6541)

حضرت علی سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ تقویٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

تکلی ہونا ظاہری ریاضت سے تعلق نہیں رکھتا کہ ظاہری ریاضت تو کافر اور منافق بھی بہت زیادہ کرتے ہیں۔ لیکن اس کے خلاف چنان ہے کہ مومن عارف راز الٰہی کی راہ پر چلتا ہے جو اسم اللہ ذات سے مخلوق ہے اور تقویٰ اسم اللہ ذات کی طے میں ہے۔ تصور اسم اللہ ذات و تصور اسم عظیم کے بغیر تقویٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری ہرگز حاصل نہیں ہوتی خواہ سنگ ریاضت سے سرہی کیوں نہ پھوڑ لی جائے۔

✿ باخثو! بھر از خدا تقویٰ نما بے ریا تقویٰ ہے بود جانب خدا

ترجمہ: اے باخثو! ارشادے الٰہی کی خاطر تقویٰ کی راہ دکھا کر بے ریا تقویٰ ہی بارگا و حق میں پہنچا ہاتا ہے۔

جسے بھی تقویٰ نصیب ہو اسم اللہ ذات ہی سے ہوا۔ اسم اللہ ذات سے چار اسم ظاہر ہوتے ہیں، اول اسم اللہ جس کا ذکر بہت ہی افضل ہے۔ جب اسم اللہ سے " جدا کیا جائے تو یا اسم بله، بن جاتا ہے، اسم بله کا ذکر قبیض الٰہی ہے۔ جب اسم بله کا پہلا جد اکیا جائے تو یا اسم لہ بن جاتا ہے، اسم لہ کا ذکر عطاۓ الٰہی ہے۔ جب دوسرا جد بھی جدا کر دیا جائے تو یہ بھو، بن جاتا ہے اور اسم بھو کا ذکر عنایت الٰہی ہے۔ چنانچہ

فرمان حنفی تعالیٰ ہے: اللہ لا إلہ إلا هُوَ (سرہ اقرہ، 255) ترجمہ: "جسیں ہے کوئی معبد و مسائے خو (ذات حق تعالیٰ) کے، اللہ بن ماسوی اللہ ہوں۔ (عکس الفرقان)

نبوت اور ولایت

سلطان العارفین حضرت علی سلطان باخور حضرت اللہ علیہ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قلم فرمائی ہے:

﴿الْوِلَايَةُ أَفْضَلُ مِنِ النُّبُوَّةِ﴾

ترجمہ: ولایت نبوت سے افضل ہے۔

اس حدیث شریف کو پڑھ کر بیان یوں لگتا ہے کہ اولیاً کرام کو انبیاء سے افضل کر دیا گیا ہے لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ تمام میں نوع انسان میں انبیا کرام کا مرتبہ سب سے بلند ہے، کسی امت کا کوئی ولی کسی حجی کے مرتبے کی گز بکھری نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت علی سلطان باخور حضرت اللہ علیہ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی مصطفیٰ کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس حدیث کریم کی شرح اس طرح سے ہے کہ انبیا کرام کا انتساب طالبان مولیٰ ولی اللہ سے کیا گیا ہے، اگر کوئی نبی پہلے سے طالب مولیٰ ولی اللہ سے ہوتا تو وہ نبی بھی نہ ہوتا۔ اس حدیث کا مطلب ہے کہ ولایت نبوت کی بنیاد ہے۔

شیخ اکبر عجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ہر دو نبی یا رسول نہیں جبکہ ہر نبی دو رسول ولی ضرور ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ ولی نبی سے افضل ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ کوئی ولی اللہ نبی سے افضل ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی یا رسول باعتبار ولایت کامل تر ہے اس اعتبار سے کہ وہ نبی یا رسول ہے۔ بالغاظ و مگر نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہے کیونکہ نبوت کی اصل اور حقیقت ولایت ہے۔ (شرح فضیل الحکم والراہیان)

تکوین و تکمیل

تکوین کے لغوی معنی ہیں "رنگ برنگ بنانا، گونا گون بنانا۔" طریقت میں تکوین سے مراد تحریر پذیر ہونا اور ایک حال سے دوسرے حال کی طرف جاتا ہے۔ تکوین سالک کی ابتدائی حالت ہے جس میں شخص کی موجودگی اور شدت طلب کی وجہ سے اس پر مختلف احوال طاری ہوتے ہیں۔ تکوین ایک راہ کی طرح ہے جس میں کبھی نشیب اور کبھی فراز سے گزرنا پڑتا ہے جبکہ تکمیل قرار گا اور مقام استقرار ہے۔ جب احوال و مقامات تکوین سے گزر کر سالک بارگاہ خداوندی میں قرار پاتا ہے تو اسے مقام تکمیل کہتے ہیں۔ اس مقام پر طالب صاحب مقام ہونا ہے اور احوال سے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس کی سب سے بڑی مثال زمان مصر جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر بد ہوشی میں اپنے باتحک کاٹ ڈالے تھے کیونکہ وہ مقام تکوین پر تھیں۔ زیجاً بھی اس وقت موجود تھی، حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی بھروسی اور ان تمام محرومتوں سے زیادہ ان کی

ماں تھی حضرت یوسف علیہ السلام کے مسلسل مشاہدے نے اس کا متحمل بنا دیا تھا چنانچہ وہ نہ بے ہوش ہوئی نہ اس نے اپنے ہاتھ کا نے اور نہ ہی اس کی زبان سے بے ساختہ کوئی کلمہ انکا حال انکے اس کا عشق روز افسوس ترقی پر تھا اور ترقی پر رہا۔ زیجا مقام حسین پر تھی۔ مقام حسین پر سالک انہیاً علیہم السلام کے کمالات معنی سے فیض یاب ہوتا ہے لیکن مقامِ تلوین میں وہ ان کمالات سے محروم رہتا ہے۔

مرتبہ فتح البدل

سلطان العارفین حضرت اگر سلطان بالحق رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں کئی مقامات پر فرماتے ہیں "مرشد طالب کو مرتبہ فتح البدل عطا کرتا ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ مرشد طالب کی فطرت کو تبدیل کرتا ہے حالانکہ مشہور ہے کہ فطرت کسی بدقیق نہیں ہے لیکن فخر میں ایسا نہیں ہے۔ فخر میں تربیت کا آغاز باطن سے ہوتا ہے اور باطن ہی فطرت ہے۔ سروری قادری مرشد کامل امام اللہ ذات کے ذکر اور تصور کے ذریعے اپنی وجہ سے طالب کے باطن کو خصالیں رذیلہ سے پاک کر کے خصالیں حمیدہ سے منور کر دیتا ہے۔ فتح البدل کا پہلا مرتبہ ہے اور اس مرتبہ کی احتجای ہے کہ طالب اور مرشد کی ذات یکتا ہو جاتی ہے۔ مرشد کامل کی اولاد تین طرح کی ہوتی ہے:

۱۔ اولاد صلبی: نسبی یا عصی اولاد مراد ہے اور یہ نسبت ہر بیٹے اور بیٹی کو اپنے باپ سے حاصل ہے۔

۲۔ اولاد معنوی: یہ وہ طالب ہیں جو اپنے قلوب کو اپنے مرشد کے تابع کر کے مرشد کے قلب کی طرح بنا لیں اور اپنی اپنی طلب کے مطابق فتوت فخر حاصل کر لیں۔ ایسے طالب اپنے مرشد کی معنوی اولاد ہوتے ہیں۔

۳۔ فرزند حقیقی: اس سے ودود کا حرم طالب مولی مراد ہے جو حسن متابعت مرشد کی برکت سے کمال کو پہنچ جائے اور مرشد کی ذات میں مکمل فقا ہو جائے حتیٰ کہ مرشد اور طالب کی ذات یکتا ہو جائے۔ سیکی اصل مرتبہ فتح البدل ہے جو مرشد طالب کو اپنے جیسا ہنا کر عطا کرتا ہے۔ یہاں پر مرشد کی ذات طالب کی ذات بن جاتی ہے۔ بقول بخش شاہ:

جیساں سانوں سید سے دوزخ ملن سزا ہے جو کوئی سانوں اراگیں آکے بہت پونگاں پا یاں

بہت شاہ صاحب کے مرشد ارائیں تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سید تھے۔ جب آپ کو مرتبہ فتح البدل ملاؤ آپ نے فرمایا "جو ہمیں سید کہ کر پکارے اُسے دوزخ کی سزا ملے اور جو ہمیں اراگیں کہے اللہ تعالیٰ اُسے بہشت عطا فرمائے۔"

سلطان العارفین حضرت اگر سلطان بالحق علیہ اس مرتبہ کو یوں بیان فرماتے ہیں:

جے توں چاہیں وحدت رب وی۔ علی مرشد دیاں ٹلیاں ھو

مرشد لطفوں کرے نظارہ۔ گل تھیوں سمجھ کلیاں ھو

انہاں ٹلیاں وچوں بک لالہ ہوئی۔ گل نازک گل چھلیاں ھو

آپ رحمۃ اللہ علیہ تمام سالکیں کو تاکید فرمادے ہیں کہ اگر وحدت حق تعالیٰ (وصال الہی) حاصل کرنا چاہتے ہو تو ظاہر و باطن سے مرشد کی اجماع

کرو۔ اگر مرشد کامل نے تو چہ فرمائی تو تمام طالب جو کیوں کی مانند ہوتے ہیں، بھول بن جائیں گے یعنی اپنے کمال کو چھی جائیں گے (اولاً معنوی ہوں گے) اور ان میں توحید کی خوبی ہوگی۔ ان تمام پھولوں (طالبوں) کا سرتاج ایک خاص پھول (فرزندِ حقیقی) ہو گا جو لاہ کی مانند ہوگا۔ لال ایک ایسا پھول دار پودا ہے جو سید حا اور پر کوئی جاتا ہے اور دیگر پھولدار پودوں کی طرح زمین کی طرف ہرگز نہیں جھلتا۔ آپ رحمت اللہ علیہ کے فرمائے کا مقصد یہ ہے کہ طالب اعلیٰ میں ایک طالب ایسا ہوتا ہے جو بالکل مرشد ہی کی ذات ہوتا ہے یا مرشد ہی اس کے لباس میں ملکیت ہوتا ہے۔ وہ دوسرے تمام طالبوں کے مقابلے میں علم توحید میں خاص اور تمایاں مقام رکھتا ہے اور فرزندِ حقیقی یعنی مرشد کا روحانی وارث ہوتا ہے۔ حدیث پاک مج سلک علی ضریق فہو اُنی (جریا میری راوی وہی میری آل ہے) میں اسی طرف اشارہ ہے۔

امانت

اولی اللہ کی تعلیمات میں امانت سے مراد امانت الہی، خلافت الہی، نیابت الہی یا خزان فخر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امانت کے متعلق قرآن میں فرماتا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمُونَ وَالْأَرْضِ وَالجَبَالِ فَلَمَنِي أَنْ تَحْمِلْنَاهَا وَأَشْفَقْنَاهُنَا وَخَلَلَهَا إِلَانْسَانٌ ۖ إِنَّهُ كَلَّ
كُلُومًا جَهْوَلًا ۝ (سورہ الحجہ آیہ 72)

ترجمہ: ہم نے بار امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اختانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اختالیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔

وہ بار امانت جس کے متحمل ہونے کی صلاحیت آسمان و زمین نے اپنے میں ش پائی اور جس کی تاب پہاڑ نہ لاسکے اور جو لو جھنے صرف آسمان بلکہ آسمان والوں سے بھی ناخواست کا اور حضرت انسان نے اس بوجو کو ناخالیا وہ ظہور و وجود یعنی "ظہور ذات من الاسماء وصفات" ہے۔ اس کو اسم اللہ ذات بھی کہا گیا ہے کیونکہ اسم اللہ ذات عین ذات پاک ہے اور بصورت بشریت وہ انسان کامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی امانت کو زمین، پہاڑ، آسمان اور آسمانوں میں رہنے والے کیوں قبول نہ کر پائے؟ اس کی توجیہ یوں بیان کی جاسکتی ہے کہ اگر ہم ایک کثیف دیوار کے سامنے کھرے ہوں اور اپنے چہرہ کو اس کے سامنے کریں تو وہ دیوار ہمارے چہرہ کے عکس کو قبول نہیں کرتی۔ اگر ہم اپنا چہرہ ایک شفاف شیشہ (جس کے آرپا دریکجا جائے) کے سامنے کرتے ہیں تو وہ بھی پرتو کو قبول نہیں کرتا۔ لیکن جب ہم اپنے چہرے کو ایک ایسے آئینہ کے سامنے لاتے ہیں جو ایک طرف سے تو نہایت اجلا، صاف اور چمکدار ہے اور اس کے دوسرا طرف زنگاری ہوتی ہے تو وہ فوراً اسے قبول کر لیتا ہے اور ہمارے چہرے کا عکس اس میں نہایت صفائی اور سچائی کے ساتھ آ جاتا ہے۔ قبول کر لینے کے معنی یہ ہیں کہ زنگاری آئینہ میں عکس کو تمیاں کرنے کی صلاحیت ہے جس کا اظہار اس نے ہمارے چہرے کے سامنے آتے ہی کر دیا۔ شفاف شیشہ یا دیوار میں یہ صلاحیت نہ تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے پرتو کوئہ آسمان نے قبول کیا ان آسمان والوں نے کیونکہ وہ شفاف شیشوں کی مثل تھے۔ زمین اور پہاڑوں

نے بھی اسے نقول کیا کیونکہ وہ کثیف دیوار کی ملٹ تھے۔ انسان نے اسے فوراً قبول کر لیا کیونکہ انسان زنگاری آئینہ کی ملٹ ہے، اس کے ایک جانب اطاعت نورانی اور دوسری جانب کثافت قلمباقی ہے یعنی انسان میں خیر و شر و نوں ہیں۔ مندرجہ بالا آیت میں انسان کے لیے گلُوْمَاجَهْوُلَا کا مرکب استعمال ہوا ہے، گلوما سے یہاں مراد صرف ظلم نہیں بلکہ خلنت بھی ہے اور خلنت ضد ہے تو کی۔ تخلیق کا نات میں انسان سب سے آخری حقوق ہے اور تزلیات کا یا اپنا مرتजہ ہے، انسان کے بعد کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔ اس کے ایک جانب کثافت (خلنت) ہے جو زنگار کا کام دیتی ہے دوسری طرف نور اطاعت ہے جو آئینہ کا کام دیتا ہے اسی لیے انسان نے وجود حق کو قبول کر لیا۔

جَهْوُلَا سے مراد یہ ہے کہ وہ (انسان کامل) غیرحق سے جاہل ہے بوجہ اللہ کی معرفت تائید کے جو کہ نتیجہ ہے اس کے وجود میں اللہ کی ذات و صفات کی جماعت کا۔ وہ ماسوی اللہ سے روگروال ہے اور ہر چیز کو حق کی جانب سے پہچانتا ہے اور حق ہی کی روشنی سے دیکھتا ہے اور تخلیقات کو قابل و عارضی جانتا ہے۔ گویا انسان (انسان کامل) کو گلُوْمَاجَهْوُلَا کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے ظیفد کے حق میں اپنا کی مدح فرمائی ہے۔

اب جب یہ بھولایا گیا کہ وہ امانت کیا ہے جس کا انسان حامل ہے تو یہ بھی بھولے لینا چاہیے کہ امانت جمیش پر انی ہوا کرتی ہے اور امین کو یہ حق حاصل نہیں کر دے پر انی امانت میں اپنا کوئی ذاتی تصرف کرے۔ ماں ک امانت کی رضاکے مطابق اس امانت کا استعمال تو جائز ہو گا مگر ماں کی رضاکے خلاف اسے استعمال میں لانا ضریح خیانت ہو گی۔ پرانی چیز کو اپنی بھولے لینا خیافت ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ امانت کو اس کی اس اصل حالت میں اونا نالازم ہے جس حالت میں وہ عطا کی گئی ہو۔ اب انسان کو امانت تو احسن تقویم میں عطا کی گئی اور اسے امانت کو سنبھالنے کے لیے اسفل سفلین میں بھیج دیا گیا۔ یہاں امانت کو قلب کے پردوں میں پچھائے کا اہتمام بھی کر دیا گیا اور اس پر فس کی تاریکی کا پردہ ڈال دیا گیا۔ اس امانت میں خیانت کروانے کے لیے شیطان اور دنیا مصروف کار ہیں۔ اب انسان اگر امانت کو اسی حالت میں جس حالت میں اسے ملی تھی، واپس لے جائے گا تو وہ کامیاب ہو گا ورنہ امانت کو ضائع کر دیتے گا اور روز قیامت خیانت امانت کا مجرم ہو گا۔ اس امانت کو کامیابی سے واپس لے جانے کا طریقہ اس کتاب میں باب 1 سے باب 42 تک ترتیب ہارہیان کیا گیا ہے۔

نظمِ تکوین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ظاہری دنیا میں جو کچھ ہے وہ سب درحقیقت باطنی دنیا کا پرتو ہے۔ احباب تصوف سے یہ بات ثابت ہے کہ باطنی خور پر بھی ایک نظام حکومت موجود ہے جسے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے چلا رہے ہیں اور دنیا میں جو کچھ وقوع پذیر ہونا ہوتا ہے وہ اس نظامِ تکوین کے تحت باطن سے ظاہر میں منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت علی سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ کوئی تفصیل اپنی تصانیف میں بیان نہیں فرماتے لیکن اس کی طرف اشارہ ضرور فرماتے ہیں:

۱۔ حضرت حضرت علی بن ابی اوس اور حضرت موسیٰ بن ابی اوس کا واقعہ سورۃ الکافر میں بیان ہوا ہے۔ حضرت علی سلطان بالخور ہبہ حضرت حضرت علی بن ابی اوس کا نام اندازہ اور حضرت موسیٰ بن ابی اوس کو ظاہر کا نام اندازہ بتلاتے ہیں۔

2. آپ ہیئت اس حدیث مبارکہ کا حوالہ بھی اپنی کتاب میں الفقر اور وسری کتب میں دیتے ہیں جس میں چالیس ابدال کا ذکر ہے جن میں سے بائیس شام اور اخبارہ عراق میں ہوں گے۔

3. یہ حدیث مبارکہ بھی آپ ہیئت نے کچھ کتب میں درج فرمائی ہے: ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ کے تین سو بندے ایسے ہیں جن کے قبور آدم علیہ السلام کی مائند ہیں، چالیس ایسے ہیں جن کے قبور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مائند ہیں، سات ایسے ہیں جن کے قبور حضرت ابراهیم علیہ السلام کے قلب پر ہیں، پانچ ایسے ہیں جن کے قبور حضرت جبرايل علیہ السلام کے قلب پر ہیں، تین ایسے ہیں کہ جن کے قبور حضرت میرايل علیہ السلام کے قلب پر ہیں اور ایک بندہ ایسا ہے جس کا قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے۔" ان کی تعداد 356 ہوتی ہے۔

نظام تکوین کے متعلق جامع تذکرہ آپ کی کتاب محب الفقیر کا اس میں ملتا ہے۔ آپ ہیئت فرماتے ہیں:

"منافع" میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت نقل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میری امت میں چالیس ابدال ہیں جو موجود ہیں گے، بائیس شام میں اور اخبارہ عراق میں۔ ان میں سے جب کوئی فوت ہو گا تو اس کی جگہ خلق میں سے کسی کو ابدال بناویا جائے گا، یہ سلسہ قیامت تک جاری رہے گا۔" ابدالوں کی یہ تعداد چالیس سے ہرگز کم نہ ہو گی اور جب قیامت قائم ہونے کو آئے گی تو انہیں دنیا سے یکبارگی اٹھایا جائے گا۔ اس کے علاوہ تین سو چھپن اسمی اولیاء اللہ بھی ہیں جو ہر زمانے میں موجود رہتے ہیں، زمانہ ان سے کبھی خالی نہیں رہتا۔ ان میں سے تین سو ابطال ہیں، چالیس ابدال ہیں، سات سیصین ہیں، پانچ افتاد ہیں، تین قطب ہیں اور ایک غوث ہے۔ پہنچ معلوم ہوا کہ اس مرتبے کے اولیا کی تعداد کسی وقت بھی تین سو چھپن سے کم نہیں ہوتی البتہ آفات کے موقع پر اس تعداد میں اضافہ کرو یا چاتا ہے۔ ان میں سے پہلے درجے پر تین سو اولیاء اللہ ہیں جنہیں اصطلاح سلوک میں ابطال کہتے ہیں۔ انہوں نے راوی ہوا ہوں کو باطل کر رکھا ہے۔ وسرے درجے پر چالیس اولیاء اللہ ہیں جنہیں ابدال کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اخلاقی ذمہ کو خالقی تحریک میں تبدیل کر رکھا ہے۔ تیسرا درجے پر امدادیات ہیں جن کی تعداد سات ہے، ان کا کام سیر و سفر اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضی و ارادہ کے مطابق خلق خدا کی کار سازی ہے، وہ اسی کام میں مشغول رہتے ہیں۔ ان مذکورہ بالاتین سو سینتائیں حضرات میں سے کوئی بھی مقام ارشاد (مرشد کامل اکمل کے مرتبے) پر فائز نہیں ہوتا۔ ان کے علاوہ نو اولیاء اللہ اور ہیں جو صاحب ارشاد ہیں۔ ان کی حقیقت تجلیات ذاتیہ و امامت صفاتیہ کے بوجھ سے دب کر مضمحل و تاچیز ہو جاتی ہے اور حضرت واجب الوجود (ذات حق تعالیٰ) تکمیل ناقصاں کی خاطر بار بار ان کی تسلی فرماتا ہے جس سے ان کے مراقب میں تفاوت پیدا ہوتا رہتا ہے۔ ان میں سے پہلے پانچ حضرات وہ ہیں جنہیں اوہ کہتے ہیں، پھر تین حضرات وہ ہیں جنہیں اقطاب کہتے ہیں اور ایک قطب الاقطب ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانشین ہوتا ہے۔

بَاب١

فقر

سلطان العارفین حضرت جنی سلطان باحور حمت اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات کو نہ تو تصوف اور نہ طریقت بلکہ فقر کا نام دیا ہے۔ عرف عام میں فقر افلان، غربت، تندھتی اور عسری حالت کو کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی احتیاج کے ہیں لیکن عارفین کے نزدیک فقر سے مراد وہ منزل حیات ہے جس کے متعلق خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿الْفَقْرُ الْفُرِيقِيُّ وَالْفَقْرُ مِيقِيُّ﴾

ترجمہ: فقر میر اختر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

﴿الْفَقْرُ الْفُرِيقِيُّ وَالْفَقْرُ مِيقِيُّ فَإِنْتَعْجِزَ عَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُزَسْلِينَ﴾

ترجمہ: فقر میر اختر ہے اور فقر مجھ سے ہے اور فقری کی بدولت مجھے تمام انبیاء و مرسیین پر فضیلت حاصل ہے۔

﴿الْفَقْرُ كَذُورٌ مِنْ كُنُوزِ اللَّهِ تَعَالَى﴾

ترجمہ: فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

فقر وہ مرتبہ ہے جہاں پر انسان ہر قسم کی حاجت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اُس کے مد نظر رہتی ہے اس لیے ہر حال میں اقدر پائی سے موافقت اختیار کیے رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کے سوانح وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے کچھ مطلب رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشا و رضا میں مداخلت کو کہناہ سمجھتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے قرب و حضور کے علاوہ اس کی کوئی طلب یا خواہش نہیں ہوتی۔

سلطان العارفین حضرت جنی سلطان باحور حمت اللہ علیہ فقر کے بارے میں فرماتے ہیں:

فقر "عین ذات" ہے۔ (عین الفقر) ❖

اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کے قرب اور دیدار کی خواہش ہے تو وہ راہ فخر اختیار کرے۔ (مین انقر)

فخر اللہ کا بزر (راز) ہے اور اللہ فخر کا بزر ہے۔ (مین انقر)

جان لے کر تمام پیغمبروں نے مرتبہ فخر پر چکنچ کی التجا کی لیکن نہ پاسکے۔ وہ تمام فخر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے خدا پی امت کے پر فرمایا۔ یہ فخرِ محمدی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فخر ہے۔ فخرِ فیض ہے۔ (بیر الکوئین)

تمام انبیاء کرام نے مرتبہ فخر کی خاطر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہونے کی التجا کی لیکن انہیں یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا۔ جس نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیا اس نے فخرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا فیض بنایا۔ فخر سے بڑھ کر قابل فخر اور بلند تر مرتبہ کوئی ہونے ہو سکتا ہے۔ فخرِ رائیٰ حیات ہے۔ (اور الہمنی بگاں)

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فخر کے بارے میں فرماتے ہیں:

◆ کے خبر کے ہزاروں مقامِ رکھتا ہے
◆ د، فخر جس میں ہے بے پودہ 'روحِ قرآنی'
◆ خودی کو جب نظر آتی ہے قاهری اپنی
◆ بھی مقام ہے کہتے ہیں جس کو 'سلطانی'
◆ بھی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عمار اسی مقام سے آم ہے 'ظلِ سبحانی' (ضربِ شیر)

فقر ازالی نصیبہ

فقر دراصل ان لوگوں کا ازالی نصیب ہے جو روز است دنیا عقیلی کی تمام نعمتوں کو نکلا کر اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہے اور کائنات کی تمام لذتیں بھی ان کے پائے استقامت میں لغزش پیدا نہ کر سکیں۔ اس واقعہ کو سلطان العارفین حضرت علی سلطان باصومیہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

اے عزیز ای جان لے جب اللہ تعالیٰ نے کن قیکون کا اٹھما کرنا چاہا تو فرمایا:

كُنْتَ كَثُرًا فَقِيلَ أَفَأَخْبَيْتَ أَنَّ أَغْرِقَ فَلَقَتَ الْخَلْقَ لَا يَعْرِفُ

ترجمہ: میں ایک چھپا ہوا خزانِ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے اپنی پہچان کی خاطر مغلوق کو پیدا فرمایا۔ اس مقصود کی خاطر اللہ تعالیٰ نے بالکل طرف تھر اور جلالت سے دیکھا تو نار شیطانی پیدا ہو گئی اور داکیں طرف کرم، اظہف، جمعیت، رحمت، شفقت اور انفات سے دیکھا تو سورج سے زیادہ روشن نورِ محمدی پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے گن فرمایا تو تمام حکومات اور موجودات کی ارواحِ اللہ کے حکم سے مراتب براتب، جماعت بجماعت، صفت صفت اپنی اپنی جگہ پر اللہ کے سامنے متوجہ ہو کر ادب سے کھڑی ہو گئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللَّهُ يَرِيكُمْ ترجمہ: کیا میں تمہارا رب (یعنی جسمیں پالنے والا) نہیں ہوں۔ (سورہ الاعراف۔ ۱۷۲)

تو تمام ادنیٰ اور ارواح نے یک زبان ہو کر جواب دیا:

◆ **قالوا بَلِّي** ترجمہ: سب نے کہا بے شک (تو یہ جارارت ہے)۔ (سورہ الاعراف۔ ۱۷۲)

اس اقرار بدلی پر بعض ارواح تو اسی وقت پیشان ہو گئیں جو کہ کافروں، مشرکوں، منافقوں اور کاذبوں کی ارواح تھیں۔ اور بعض ارواح آئندہ پڑھنے کے جواب میں تہلی کہہ کر بہت خوش اور مسرور ہو گئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اے ارواح! ماگ لو مجھ سے جوت مانگنا چاہتی ہوتا کہ میں تمہیں وہ عطا کر دوں۔“ ان تمام ارواح نے عرض کی ”یا اللہا ہم تجھ سے تھجی کو مانگتے ہیں۔“ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارواح کی بائیں طرف دنیا اور دنیا کی زینت کو پیش کیا تو خنزیر شیطان نمرود نفس امارہ کی مدد سے اس دنیا میں واپس ہو گیا۔ جب شیطان دنیا میں پہنچا تو اس نے باؤز بلند چوپیں بالگیں دیں (چوپیں باغوں سے مراد گمراہی کے چوپیں تھے جاتے ہیں)۔ تو (9) حصہ ارواح شیطان کی ان خوش آواز اور بلند باغوں کوں کر شیطان کی راہ پر چل پڑیں۔ شیطان کی چوپیں بالگیں یہ ہیں:

1- خوش آواز شیطانی سرود (کانا بجا) کی بالگ

2- حسن پرستی کی بالگ

3- انسانیت اور ہوس کی مسٹی کی بالگ

4- شراب نوشی (تمام شاش اور اشیا) کی بالگ

5- بدعت کی بالگ

6- ترک نماز کی بالگ

7- سرود و موسیقی کے آلات مثلاً طبرو، رباب و قانون و سرنا، دف، ڈھول جیسے آلات کی بالگ

8- دیگر نشاائرتہ امور کی بالگ

9- ترک جماعت کی بالگ

10- غلطات کی بالگ

11- سُجُب کی بالگ

12- دریا کی بالگ

13- حرص کی بالگ

14- حسد کی بالگ

15- کبر کی بالگ

16- نفاق کی بالگ

غبیت کی بائگ

شرک کی بائگ

کفر کی بائگ

بھالت کی بائگ

کذب کی بائگ

بدگانی کی بائگ

بدنظری کی بائگ

طبع کی بائگ

جس شخص میں یہ صفات پائی جاتی ہیں وہ انہی ارواح میں سے ہے جنہوں نے شیطان کی بائگ سنی (اور اس کی راہ پر چل لئے)۔ الآن گھٹا گھان
ترجمہ: جیسا وہ (پسل) تھا اب بھی (دیما) ہے۔

ارشا و باری تعالیٰ ہے:

♦ الْفَيْضُ يَعْدُ كُمُّ الْفَقْرِ وَيَأْمُرُ كُمُّ الْفَخْرِ (سورہ البقرہ، 268)

ترجمہ: شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا ہے اور فواحش کا حکم دیتا ہے۔

جس نے شیطان سے تعلق رکھا اور اسکی اپیال کی وہ دنیا کے مرائب پر پہنچا، دنیا کو پسند کیا اور اسی میں غرق ہو گیا۔ ان تو (۹) حصہ ارواح کے علاوہ ایک حصہ ارواح اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے فرمایا "اے ارواح! اما بائگ لو مجھ سے جو تم مالکنا چاہتی ہوتا کہ میں چھینیں وہ عطا کر دوں۔" ان ایک حصہ باقی رہنے والی ارواح نے عرض کی "یا اللہ! ہم تم سے جھوپ کو ملتے ہیں۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے ان ارواح کی دائیں طرف جنت، اس کی لذات اور فیضیں، حور و قصور اور تمام زیست و زیبات کا ظاہر کی۔ ان ارواح میں سے تو (۹) حصہ ارواح جنت کی طرف چلی گئیں۔ سب سے پہلے جوار ارواح جنت میں داخل ہو گئیں وہ مقیٰ اور پر بیزگار لوگوں کی تھیں۔ وہاں انہوں نے بلند آواز سے تقویٰ کی بائگ دی ہے سن کر (ان تو حصہ ارواح میں سے) باقی مقیٰ ارواح جنت میں داخل ہو گئیں اور انہوں نے شریعت محمدی پر استقامت اختیار کر لی۔ چنانچہ یہ علماء، فضلاؤ رحمۃ الرحمٰن حقیقی کی ارواح تھیں جو ہر حالت میں تقویٰ پر قائم رہیں۔ باقی ایک حصہ ارواح اللہ تعالیٰ کے رو برو کھڑی رہیں۔ ان کے کافوں نے نہ دنیا کی بائگ سنی اور نہ ہی جنت کی بائگ۔ وہ اشتیاقِ الہی کی بدولت نورِ الہی میں غرق ہاں اللہ کے مرتبہ پر رہیں۔ یہ مجلسِ محمدی ﷺ کی متابعت اور حضوری رکھنے والے عارف بالله فقرا کی ارواح تھیں جن کے ہمارے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

♦ الْفَقْرُ فَقْرٌ وَالْفَقْرُ مِيقٌ。 الْدُّنْيَا حَرَامٌ عَلٰى ظَالِمٍ الْعَفْنٰ وَالْعَفْنٰ حَرَامٌ عَلٰى ظَالِمٍ الدُّنْيَا وَالْدُّنْيَا وَالْعَفْنٰ

حَمْرَأْفُ عَلَى طَالِبِ الْمَوْلَىٰ مَنْ لَهُ الْمَوْلَى فَلَهُ الْكُلُّ

ترجمہ: فقر میر اختر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ دنیا طالب عقیل پر حرام ہے اور دنیا عقیل دنیا طالب مولیٰ پر حرام ہے۔ جسے مولیٰ مل گیا اسے سب کچھ مل گیا۔ (شیعہ الفارفین، بکید جنت، بکید اتوحید کاں، بکید افتخار کاں)

علم ارواح میں بھی ان لوگوں کی ارواح نے مولیٰ سے نظر نہیں ہٹائی تھی اور دنیا میں بھی یہ مولیٰ ہی کی طرف متوجہ رہتے ہیں جیسا کہ فرمایا گیا:

﴿الآن كَمَا كَانَ﴾

ترجمہ: جیسا وہ (پہلے) تھا بھی (اوپر) ہے۔

قرآن پاک میں سورۃ الواقد میں اللہ تعالیٰ نے انجی تین گروہوں اور آخرت میں ان کے انعام و ممتاز کا ذکر فرمایا ہے:

♦ ۚ وَكُلُّهُمْ أَرْوَاجًا لِّلَّهِ ۝ فَمَا أَخْبَتِ الْمَيِّنَةُ ۝ مَا أَخْبَتِ الْمَلِئَةُ ۝ مَا أَخْبَتِ الْمَشَّيَةُ ۝ وَ الشَّيْقُونُ الشَّيْقُونُ ۝ أَوْلِيَكُ الْمُقْرَبُونُ ۝ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ۝ (سورۃ الواقد ۱۲-۷)

ترجمہ: اور تم لوگ تین قسموں میں بٹ جاؤ گے۔ سو (ایک) دائیں جانب والوں کا کیا کہنا۔ اور (دوسرے) باکیں جانب والے، کیا (ای) برے حال میں ہوں گے) باکیں جانب والے۔ اور (تیسرا) سبقت لے جانے والے، (یہ) پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ بھی لوگ (اہد کے) مقرب ہوں گے۔ فتح کے باغات میں (ریج گے)۔

ان آیات میں دائیں باتھو والوں سے الی عقیل مراد ہیں، باکیں باتھو والوں سے الی دنیا مراد ہیں اور سابقوں سے مراد طالب مولیٰ ہیں۔ سورۃ الواقد کا بیشتر حصہ انجی تین گروہوں کے متعلق ہے۔

حضرت چینید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "محالِ الْحُمُم" کے باب دوم میں سورۃ الواقد کا حوالہ دیتے ہوئے اسی میثاق کا ذکر فرمایا ہے جو حضرت گنی سلطان پاٹھو نے روز است ارواح کی تین گروہوں میں تقسیم کے متعلق بیان کیا۔

فقر عطاۓ الہی

"فقر" ایک توازنی نسبہ ہے لیکن کچھ لوگوں کو اللہ پاک ان کے جذبہ محبت و عشق کی بدوافات اپنے فضل و کرم سے عطا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُرِيُّهُ مَنْ يَشَاءُ ۝ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمُ ۝ (سورۃ الحجۃ ۲۱)

ترجمہ: یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کا، عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم فضل کا مالک ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ قَلْفَرُوا إِلَيْ اللَّهِ ۝ (سورۃ النَّدْب ۵۰)

ترجمہ: پس دوڑ واللہ کی طرف۔

سلطان العارفین حضرتؒ سلطان باحوبیہؒ فرماتے ہیں:

جو بھی اللہ کی جانب قدم بڑھاتا ہے اللہ تعالیٰ کا فضل و عایت اسے قوت جذب سے اپنی جانب بخشی لیتا ہے اور دونوں جہان عطا کر کے آئے آزماتا ہے۔ اگر طالب دونوں جہان کی طرف توجہ کیں کرتا تو وہ مردہ فقر پر بخی کر فتیہ بن جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَاتِلُ الْبَطْرَزٍ وَمَا أَطْلَفَ (سورہ الجم - ۱۷)

ترجمہ: بیکی نہیں نگاہ اور نہ صد سے بڑھی۔ (اور الہم کاں)

صوفی اکرام، میثاق فقر کا راست اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہے ہیں۔ الرسالۃ الخوییہ میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے غوث الاعظم! اپنے اصحاب اور اپنے احباب سے کہہ دو کہ تم میں سے جو کوئی میری محبت چاہتا ہے وہ فقر اختیار کرے۔

سلطان العارفین حضرتؒ سلطان باحور حمد اللہ علیہ فخر کے بارے میں فرماتے ہیں:

فقر اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے یہ بخش دے۔ (مین الفخر)

حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ جو بادشاہت کو خوکر مار کر فقر کے راہی بنے تھے فرماتے ہیں:

فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ ان کو عطا کرتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے۔

حضرت سید شاہ مکال قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں فخر سے بڑا کوئی اتباع نہیں۔

فقر کی منزل پر دنیاوی مال و دووات، منصب و تحریک، رہشان و شوکت، آرام و آسائش، خواہشات اور عزت و جان اللہ کے عشق میں ختم ہو جاتے ہیں اور بندہ اللہ کی محبت اور محبت میں دونوں جہانوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

فقر اضطراری و فقر اختاری

کچھ لوگ مجبوری کی حالت میں یا لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے راہ فقر اختاری کرتے ہیں۔ زندگی میں کچھ حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی زندگی کے کسی شعبہ میں کامیاب ہو سکتے ہیں اس لیے شہرت، مال و دولات اور ضروریات زندگی کے حصول کے لیے کسی صاحب فقر کی بارگاہ میں بخشی کر فقر کی چادر اوڑھ لیتے ہیں۔ مقصد ان کا دیدار الہی نہیں بلکہ دنیا ہوتا ہے۔ کچھ لوگ کسی دنیوی پریشانی، تکلیف اور بیماری سے گھبرا کر یا جذباتی ہو کر

فقر کی را و اختیار کر لیتے ہیں۔ کسی ولی کمال (صاحب فقر) کی وفات کے بعد اس کی خانقاہ و مزار کی گدی نشینی اختیار کرنے والے لوگ، جو عموماً صاحب مزار کی اولاد میں سے ہوتے ہیں، بھی فقر کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ انہیں فقر کی ہوا بھی نہیں تھی ہوتی۔ ان کا مقصد زندگی صرف مزار کی آدمی سک یا صاحب مزار کے مریدوں کے نذر ان تک محدود ہوتا ہے یا پھر مشائخ بن کر مقام عز و جاه حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ ایسے فقر کو ”فقر اضطراری“ کہتے ہیں۔ اقبال نے اسی فقر کے بارے میں کہا ہے:

♦ میں ایسے فقر سے اے اہل حلقہ پاڑ آیا تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری (ہل جمل)
طالبان حق خواہ وہ بادشاہ، امیر، حاکم، دولت مند، دنیا میں معروف، غیر معروف یا غریب ہوں، صرف دیدار الہی کے لیے اپنا سب کچھ داد پر کا کر فقر احتیار کرتے ہیں۔ ان کی طلب فقط دیدار الہی ہوتی ہے جس کے لیے وہ سارا عالم پجوہ کر کوئے یا رکا پناہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں ”ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔“ وہ اللہ سے اللہ کو ہی مانگتے ہیں اور اس متصدد کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں فقیر ہوتے ہیں۔ انہی کے بارے میں ارشاد یا ری تھالی ہے:
♦ وَاللَّهُ أَعْنَى وَأَنْشَطَ الْفَقْرَاءِ (سرہ ۲۷: ۳۸)

ترجمہ: اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو۔

یہ فقر احتیاری ہے۔ فقر احتیاری کے لیے دل کو دنیا اور خواہشات دنیا سے بے رہبست کرنا ضروری ہے۔ فقر احتیاری اور فقر اضطراری میں تین آسمان کا فرق ہے۔ فقر اضطراری روح کی موت کا باعث بتتا ہے جبکہ فقر احتیاری سے روح کو زندگی حاصل ہوتی ہے۔ فقر اضطراری انسان کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے مگر فقر احتیاری انسان کو وہ شوکت و قوت عطا کرتا ہے کہ پوری کائنات اس کے تصرف میں دے دی جاتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی فقر کو پانچ فقر اور دیا ہے۔

حضرت علیٰ سلطان باحصہ فرماتے ہیں:

جان او کفر کے دو طریق ہیں، ایک فقر احتیاری ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

❖ الْفَقْرُ فَقْرٌ مُّنْجَنِيٌّ وَالْفَقْرُ مُنْجَنِيٌّ ❖

ترجمہ: فقر میراث ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

فقر احتیاری کے دو مراتب ہیں، اذال خزانہ، دل اور تمام خزانہ، دل اور تمام خزانہ اور پھر ان دونوں سے غنایت۔ فقر احتیاری کا دوسرا مرتبہ والا یہ، ہدایت، معرفت اور قرب الہی حاصل کرنا ہے۔ مرتبت غنایت مرتبہ ہدایت حاصل کر لینے سے حاصل ہوتا ہے۔ فقر کا دوسرا طریق فقر اضطراری ہے جس میں در در بھیک مانگنے کی خواری ہے اور یہ مرتبہ غنایت سے محروم ہے۔ اس فقر کو احتیار کرنے والا دن رات فقر کی شکایت ہی کرتا رہتا ہے۔ فقر اضطراری فقر ملک ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

۱۔ غنایت کے بارے میں تفصیل کے لیے باب ”غنایت“ کا مطالعہ کریں۔

﴿تَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ فَقْرِ الْمَكْبَطِ﴾

ترجمہ: میں فقر مکبٹ سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

فقر اختیاری کی بنیاد تصور اسم اللہ ذات ہے جس کے تصور کی مشق سے اللہ کا قرب اور حضوری حاصل ہوتی ہے۔ (امیر الکوین)

❖ فقیر (صاحب فقر) جو کچھ کہتا ہے حساب کی راہ سے کہتا ہے جس میں بے صاب قواب ہے۔ اس کا باطن صاف ہے، وہ نفس کے ساتھ انصاف کرنے والا اور لاف زلی کے خلاف ہے۔ اس مقام پر فقر اختیاری ہو جاتا ہے کہ بدایت غنایت کی قید میں ہے اور بدایت کا اعتبار غنایت سے ہے جوغم بردار ہے۔ غنایت کے مرتبہ کے بغیر لوگ گدھ اور حکایت باشکایت کرتے ہیں۔ قوله تعالیٰ:

﴿وَوَجَدَكَ عَانِلًا فَأَغْنَى﴾ (سورہ الحجہ - 8)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو حتمند دیکھ کر غنی کر دیا۔

پس غنایت کا حاصل کرنا اور لانہایت قرب خدا میں داخل ہونا الفاظ و عنایت الہی سے ہی ہو سکتا ہے۔۔۔ فقر کے تین حروف یہ: ف، ق، در۔ طالب کو حرف 'ف' سے فقر، حرف 'ق' سے قرب اور حرف 'در' سے رحمت حاصل ہوتی ہے۔ پیشہ یت کے لباس میں اختیاری فقر ہے۔ حدیث:

﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الْفُقَرَاءَ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فقر اسے محبت کرتا ہے

﴿الْفَقْرُ فَقْرٌ وَالْفَقْرُ مِيقٌ﴾

ترجمہ: فقر میر افسر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی:

﴿رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيلَ﴾ (سورہ القصص - 24)

ترجمہ: (ایے صرے دب) اُ تو میری طرف جو خیر نہ زل فرمائے میں اس کا فضیر ہوں۔

طالب حق مرشد تحقیق نہ ہوتا ہے اور جو کوئی تصور اسم اللہ ذات کرتا ہے اس کو حسن اور سرو دا چھا معلوم نہیں ہوتا اگرچہ حسن مثل یوسف علیہ السلام تی کیوں نہ ہوا اور سرو دخوش آوازی میں حضرت ابو دا علیہ السلام کے گلکی طرح ہو۔ کیونکہ وہ آئٹ کی آواز سنتا ہے اور تھیلی پر ورگا رکے انوار کے حسن کا دیدار کرتا ہے۔ پس اسے مخلوق کا حسن دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ طریقہ قرآن کے موافق اور شیطان کے خلاف ہے۔ جو اسم اللہ ذات کا تصور کرتا ہے اس کے لیے جیات، ممات، نفس، دنیا، شیطان کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ حدیث:

﴿كُلُّ إِنْدِحَانٍ تَرْجُحُ بِنَافِدٍ﴾

ترجمہ: ہر ایک برتن سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

ل مکبٹ کے معنی اوندھائیں۔

اللہ تعالیٰ کو واحد و ای جانتا ہے جو ہمیشہ قید تو حید میں رہتا ہے۔ جو کوئی دریائے تو حید میں آ جاتا ہے وہ تو حید کے ان مراتب سے باہر نہیں کٹی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

﴿الْغَافِيَةُ عَنْهُ أَجْزَاءٌ تَسْعَةٌ فِي السَّكُونِ وَأَجْدُونَ الْوَحْيَةَ﴾

ترجمہ: غافیت کے دس حصے ہیں جن میں سے نو خاموشی میں ہیں اور ایک وحدت میں ہے۔

﴿السَّلَامَةُ فِي الْوَحْيَةِ وَالْأَفَاقَاتُ بَيْنَ الْأَقْنَبِ﴾

ترجمہ: سلامتی وحدت میں ہے اور آفاتِ ذہنی میں ہیں۔

فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

﴿رَحْمَةُ اللَّهِ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ (سورہ الرعد، آیہ ۱۰۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ پر راضی ہیں۔

دوسری فقرِ مکتب ہے جس کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

﴿تَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ فَقْرِ الْمَكَبِ﴾

ترجمہ: میں فقرِ مکب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

یہ اظہر ارای فقر ہے جس میں حرف 'ف' سے فضیحت، حرف 'ق' سے قبر اور حرف 'ر' سے مراد رہ ہو جاتا ہے۔ قولِ تعالیٰ:

﴿الشَّيْطَنُ يَعِدُ لَهُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُ لَهُمُ بِالْفَحْشَاءِ﴾ (سورہ البقرہ، آیہ ۲۶۸)

ترجمہ: شیطان تمہیں فقر سے ڈرا را اور فوادش کا حکم دیتا ہے۔

اور یہ بدعت ہے۔ پس جو کوئی طریقہ اہل سنت والجماعت سے قدم باہر نکالتا ہے وہ منزل و مقام پر نہیں پہنچتا۔ تمام مطالب اسی کو حاصل ہوتے

ہیں جو غم بردار ہے اور مونس و دخواہیار ہے۔ کیونکہ یہ راہ پر وردگاری ہے۔ باطل بدعت سے استغفار کی ہے۔ شریعت میں شاہسواری کی ہے۔

آفتاب کی مانند صاحبِ نظر ہماری ہے۔ (رسالہ، تفسیر شاہی)

❖ فقیر و مطرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو شہوت و نفسانی خواہشات کو پکل کر مترب رہن بن چکے ہوتے ہیں۔ ان فقراء (صاحب فقر)

کے مراتب اس قدر عظیم الشان ہیں کہ ان کی شرح بیان نہیں کی جاسکتی۔ ایسے فقیروں کو فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت حاصل ہوتی ہے

جس کی بدولت وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم صحبت، ہمدم اور ہمقدم ہوتے ہیں۔ نہی کسی سے آرام کی

التجاکرتے ہیں اور نہی مال و دولت کی امید رکھتے ہیں کیونکہ وہ فقر نورانی کے گراں قدر مرتبے پر ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان

ہے:

﴿الْفَقْرُ فَقْرٌ وَالْفَقْرُ مِنْيٌ﴾

ترجمہ: فقر میر اختر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔

ایسے فقیر (صاحب فقر) مشکل کشا اور اللہ کی راہ کے رہنماء ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کے فقیر ہو، ہیں جو مطلق مردود اور بے حیا ہیں، سر اور دارجی مند و اتے ہیں اور معرفتِ الہی سے محروم ہوتے ہیں۔ ان کے فقر کو فقر مکب کہتے ہیں کیونکہ نہ وہ شرعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار کرتے ہیں نہ قدِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوتے ہیں۔ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

﴿نَعُوذُ بِاللَّهِ عَنْ فَقْرِ الْمَكْبَتِ﴾

ترجمہ: میں فقر مکب سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

فقر مکب (فقر اخطراری) اختیار کرنے والا دو دنیا اور دوست دنیا کی حکایتیں بیان کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ برادرانِ اسلام کا دشمن اور بخیل ہوتا ہے۔ یا انکو میں ہر وقت فقر کی حکایتیں بیان کرتا ہے لیکن دل میں اللہ سے فکایت رکھتا ہے۔ جو فقر مکب کو چھوڑ دیتا ہے وہ فقر محبت کو پالیتا ہے۔ فقر محبت کے کہتے ہیں؟

﴿الشَّغْطِيمُ لِأَكْثَرِ النَّاسِ الشَّفَقَةُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِ اللَّهِ وَخَلْقُوا إِلَيْهِ الْحَلَاقِ﴾

ترجمہ: ادکامِ الہی کی تعظیم اور خلقِ خدا پر شفقت کرو اور اخلاقِ الہی سے متعلق ہو جاؤ۔ (اور ابھی کا ان)

✿ جان لو کہ فقر کے تین حروف ہیں: ف، ق، ر۔ حرف 'ف' سے نئے لفاس، حرف 'ق' سے قوت روح اور حرف 'ر' سے رجمِ دل حاصل ہوتا ہے۔ یا پھر حرف 'ف' سے فخر، حرف 'ق' سے قرب اور حرف 'ر' سے رحمت حاصل ہوتی ہے۔ جو فقر کے اس عظیم راستے پر چلے گیں پھر فقر سے من موز کر ملبوون دنیا کے قرب کی طرف رجوع کر لے اس کے لیے حرف 'ف' سے فضیلت، حرف 'ق' سے قبر خدا اور حرف 'ر' سے رحمہ ہوتا ہے (یہ فقر اخطراری ہے)۔ (کلیداں تو جیسا کاں)

✿ فقر حضرتؐ سلطان باہوؑ کی تعلیمات کی روشنی میں

سلطان العارفین حضرتؐ سلطان باہوؑ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ معراج کی رات حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام بر ارق پر سوار ہوئے، جبراًکل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آگے پایا وہ دوڑے، عرش سے فرش تک دنوں جہاں آ راست کیے گئے اور اخبارِ ہزار عالم کو پیر است کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا۔ جبراًکل علیہ السلام (سردہ انتہی سے) آگے بڑھنے سے رُک گئے۔ اس سارے اہتمام کے باوجود حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے اپنی نگاہ دالتِ حق تعالیٰ سے نہ بھائی چنانچہ فرمان حق تعالیٰ ہے:

✿ ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا أَطْلَقَيْ﴾ (سورہ الحج - 17)

ترجمہ: بھکی نجیس (آپ کی) لاکھ نہ حد سے بڑھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تمام اہتمام پر توجہ نہیں دی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المحتشمی کے مقام پر پہنچ تو باہ صورت فقر کا مشاہدہ کیا اور مراحت سلطان الفقر کی لذت سے لطف انداز ہوئے، فقر نور الہی سے باطن کو معمور فرمایا اور قاب قوسین کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے قرب وصال سے مشرف ہو کر ذات حق تعالیٰ سے ہم کام ہوئے۔ پھر اس سے آگے بڑھ کر مقام فقر فتنی اللہ میں داخل ہوئے، ملاقات فقر سے غرق فنا فی اللہ میں اذات ہو کر فتن فقر ہوئے اور محبت، معرفت، عشق، شوق، ذوق، علم، حُمَّم، جود و کرم اور خلق سے متعلق ہوئے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

﴿تَخْلُقُوا إِلَيْهِ بِالْخَلَاقِ﴾

ترجمہ: اخلاق الہی سے مخلوق ہو جاؤ۔

اس طرح کمال فقر پر پہنچ کر جب سارا دریائے توحید آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں جمع ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان فریشان سے اس کا انکھار کرتے ہوئے فرمایا "فقر میر اختر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔" جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس صحابہؓ میں پہنچے اور دریائے فقر سے حقیقت فقر موجز ہوئی تو فقر و معرفت کے احوال سن کر صحابہ کرام کی ایک کثیر العدد اختر محمدؓ کی طلبگار ہو گئی جس پر اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ہر وقت ان فقرا پر اپنی توجہ مرکوز رکھیں اور ان سے اپنی لاکاہیں نہ ہٹا نہیں کہ یہ ہر وقت ذکر اللہ میں غرق رہنے والے لوگ ہیں۔" اس پر حضور علیہ الصلوات والسلام شکر بجالائے اور فرمایا: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ اب ہم اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی قیل سے ہم بھر کے لیے بھی فارغ نہیں ہوں گے۔ (محک الفتن کوں)

❖ ابتدائے فقر تصویر اسم اللہ ذات ہے۔ (محک الفتن کوں)

❖ ایم اللہ ذات کے تصویر کا یہ سک سلوک خاص فقر کی راہ ہے۔ (کلید جست)

❖ جان لے کر طلب فقر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلب ہے، صحابہ کرام کی طلب ہے، اولیاء اللہ کی طلب ہے۔ (محک الفتن کوں)

❖ فقر کے تین درجات ہیں۔ پہلا درجہ لا إِلَهَ مِنْهَا هُو نہ ہونا ہے، دوسرا درجہ إِلَّا اللّٰهُ مِنْهَا هُو مال کی طرف رہنمائی کرنے والا درجہ مُحَمَّدَ رَسُولُ اللّٰهِ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یگانہ فقیر (صاحب فقر) وہ ہے جو تمام غیر ماسوئی اللہ سے بیگانہ ہے۔ جو شخص غیر اللہ اہل دنیا سے بیگانہ ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بیگانہ ہے، یا گانی اور بے گانی دونوں ایک جگہ نہیں رہ سکتیں۔ جب تک فنا حاصل نہ ہو کوئی بیگانہ نہیں بھی سکتا۔ (مین الفتن)

❖ باطن میں را فقر پر گامزن ہونا آسان کام نہیں کہ اس میں طبقات ذات و صفات کا ہر مقام آفات سے پڑے ہے۔ اس راد میں ہزاروں ہزار بلکہ بے شمار طالب گم ہو گئے۔ اس راد میں ایسے صاحب توفیق مرشد کامل اکمل کی رفاقت ضروری ہے جو طالب کو ظاہر و باطن میں کسی وقت

بھی اپنی نظر سے دور نہ ہونے دے۔ (مکاں الفتن کا)

❖ فقر کا پہلا مرتبہ مُؤْتُوا قَتْلَ آنَ تَمْتُوا (ترجمہ مرے سے پہلے مر جاؤ) ہے اور یہ مرتبہ اسم اللہ ذات کے ذکر اور تصور سے حاصل ہوتا ہے۔ فقر کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ اسم اللہ ذات کے تصور سے قاتی اللہ ہو کر طالب کا وجود نور ہو جاتا ہے اور سر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں مقام لیں مَعَ اللَّهِ وَقْتٌ لَا يَسْعَى فِيهِ مَلَكٌ مُّقْرَبٌ وَلَا يَنِي مُّرْسَلٌ (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیرا ایجادت بھی ہے جس میں دُکی مقرب فرشتی بھی اس ہے اور دُنیا میں مسیح ایمان کی) میں صاحب حضوری ہوتا ہے۔ یہ راحب فنا فی اللہ فتحیر کے ہیں جو تو حید و انوار الہی میں غرق ہوتا ہے، اسے مشاہدہ با قرب حاصل ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا منتظر فخر اور حرم راز ہوتا ہے۔ (امراۃ دری)

۱۔ فقر فرشتے گئے قدش سنج بہ فقر لایخان شد صاحب فخر

۲۔ فقر گندرد از بر مقام خاص و عام شرط شرح فخر را کرم تمام

۳۔ میں با میں است میں از میں یافت میں را با میں عارف میں ساخت

ترجمہ: ۱۔ فخر کی نظر بھی خزانہ ہوتی ہے اور اس کے قدموں میں بھی خزانہ ہوتا ہے۔ جسے مرتبہ فقر حاصل ہو جائے وہ لایخان اور صاحب نظر ہیں جاتا ہے۔ ۲۔ اگر میں مراثیب فخر کی شرح بیان کروں تو اس کا خلاصہ یہ ہے کہ فقر ہر خاص و عام مقام سے گزر جانے کا نام ہے۔ ۳۔ فخر میں کے ساتھ میں ہونے اور میں سے میں کوپانے کا نام ہے۔ جو عارف میں کو میں سے پالیتا ہے وہ خود بھی میں ہیں جاتا ہے۔ (نور الہی کا)

❖ جان لے کر فخر کے تین حرف ہیں: ف ق ر ف سے فیض و فضل بخش اور فیاض حق حق سے قیامت کو ول سے فراموش نہ کرے، لیں پر قوی و قادر، وقت و قرب اللہ سے اور حرف ر سے رتبہ اختیار نہ کرے، بھروسے حق کے۔ (مکاں الفتن کا)

❖ جان لو کر فخر محمدی اور معرفت تو حید الہی تک مکمل طاعت و بندگی ہے جبکہ مرتبہ دنیا اور عز و جاود دنیا سراسر مردار اور گندگی ہے کیونکہ فتحیری اور درویشی انبیا کی ست ہے۔ (مکاں الفتن کا)

❖ فخر کی ابتداء شیاق و مشتق ہے اور فخر کی انتہا قاتی اللہ استغراق ہے۔ فخر کی ابتداء ہے اور فخر کی انتہا غلِمُ الْغَنِيٍّ وَ الشَّهَادَةِ هُوَ الْأَخْمَنُ الرَّجِيمُ (ترجمہ: وہ مرتبہ اور ظاہر کا سم رکھتے ہیں وہی حسن ہے اور حرم ہے) ایک پہنچا ہے۔ فخر کی ابتداء فَقِرُّو إِلَى اللَّهِ (ترجمہ: وہ اللہ کی طرف ہے اور فخر کی انتہا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ) (ترجمہ: کہہ دو اللہ واحد ہے) ہے۔ فخر کی ابتداء ازل ہے اور انتہا البد ہے۔ فخر کی ابتداء خاموشی اور انتہا

1. حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ ایک رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفر کے لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ تھس کے باعث ان کے تعقیب میں چلی گئیں۔ وہ کماں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جلت ایقاغ میں جا کر بینچے گئے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے پلنگ لکھن اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آہت پا کر فرمایا "کون ہے؟" حضرت عائشہؓ نے عرض کی "میں عائشہ ہوں۔" فرمایا "کون عائشہ؟" عرض کی "ابو بکر کی بیوی۔" فرمایا "کون ابو بکر؟" عرض کی "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا نلام۔" فرمایا "کون محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟" اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ تھس ہو کر واپس آگئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واہیتی اس معاملہ پر بات ہوئی تو حضور فخر کی بھاش ہے اور دُنیا میں مسیح ایمان کے ساتھ ہیرا ایجادت بھی ہے جس میں دُکی مقرب فرشتی بھی اس ہے اور دُنیا میں مسیح ایمان کی۔ جس سورۃ الحشر، آیت 22 جس سورۃ الذریات، آیت 50 جس سورۃ اخلاص، آیت 1

خون جگر نوشی ہے۔ فقر کی ابتدائیت و جوہ ہے اور انجما طفیل وجود ہے۔ فقر کی ابتدائیت ہے اور انجما انہیات ہے۔ فقر کی ابتدائیک ہے، فقر کا وسط (حق، مطلب کے، دیناں) فرق ہے اور فقر کی انجما توحید غرق ہے۔ فقر کی ابتداء طالب کی (اللہ کے لیے) طلب ہے، فقر کا وسط تمام مطالب (رازوں) کا مطلب جان لینا ہے اور فقر کی انجما قاب کا قاب بن کر قس پر غالب ہو جانا ہے۔ فقر کی ابتدائی محظوظ ہے، فقر کا وسط محذوب ہے اور فقر کی انجما محظوظ ہے۔ فقر کے راز کی حقیقت نجاح کی کتاب میں ہے جسے مرشد کے بغیر دریافت کرنا ممکن ہے۔ یہ راز نہ تو کسی کتاب کی کسی سطر، حرف یا ورق میں لکھا ہے اور نہ ہی ذکر، بلکہ اور حال کی مستی میں غرق رہنے سے حاصل ہوتا ہے۔ فقر کی ابتدائی فنا ہے۔ فقر کا وسط دو را ہے جو دونوں جہانوں سے جدا ہے اور فقر کی انجما اللہ عزوجل کے ساتھ یکتا ہو جاتا ہے۔ (میں الفقر)

♦ جان لے کر عالم تین قسم کے ہیں: اول الہ دنیا جو دنیا کی خبر دیتے ہیں، دوم الہ عقیبی جو حور و قصور، میوه جات اور جنت کی لذات کی خبر دیتے ہیں، سوم فقر (صاحب فقر) جو اللہ تعالیٰ کی خبر دیتے ہیں۔ دنیا کی حرث آخرين کا عذاب ہے۔ فقر کی انجما پر چکنچکے والے کے لیے عقیبی کی فکر سراسر جا ب ہے۔ دنیا و عقیبی دونوں کو ترک کر دے، سبکی اللہ سے جواب با صواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ پہلے حقوق کے تعلقات سے چھکارا حاصل کرنا چاہیے پھر خاتم حق تعالیٰ کو حاصل کرنا چاہیے۔ فقر کا ایک دم کے لیے توحید میں غرق ہونا حضرت مولیٰ کلام اللہ چیز ہزاروں محروم کلام کے ہزاروں مراتب سے بہتر ہے کیونکہ توحید میں غرق ہونا خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتب ہے۔ فقر مکمل مراجح ہے، اسی لیے دنیا و عقیبی دونوں فقیر پر حرام ہیں۔ فقر کی ابتدائیوودیت ہے اور فقر کی انجما بوبیت ہے۔ (میں الفقر)

♦ فقر کی ابتدائیک ہے اور فقر کی انجما حشیق ہے۔ فقر کی ابتدائی صورت ہے اور فقر کی انجما تصرف ہے۔ (میں الفقر)

♦ فقیر (صاحب فقر) وہ ہے جس کے وجود میں شریعت پہنچا ہو اگرچہ وہ روز است سے مت ہوا اس کا مکان لا مکان میں ہو۔ فقر کی ابتدائیں ایقین اور میں ایقین ہے جبکہ فقر کی انجما ایقین ہے۔ فقر کی ابتدائیا ہونا ہے اور فقر کی انجما فنا ہونا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے:

﴿مَوْتُوا قَبْلَ أَنْ تَمْوَتُوا﴾

ترجمہ: مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

پس جب کوئی مر جاتا ہے تو اس سے ہر چیز ساقط ہو جاتی ہے۔ فقیر وہ ہے جو فرائض میں کوئی نہ کرے چاہے وہ فرض داعی، وقت، مای، فصلی یا سالی ہی کیوں نہ ہوں۔ تمام فرائض میں سے افضل تین فرض اللہ کو حاضر ناظر جانا ہے اور سب سے بڑی سنت اللہ کی راہ میں اپنے گمراہ کو صدقہ کرنا ہے۔ فقر کی ابتدائی اور ایقین ہے اور انجما اللہ تعالیٰ کی بہم شیخی ہے۔ (میں الفقر)

♦ سن! فقر (صاحب فقر) کا وجود اللہ کی قدرت ہے۔ جس کی مثال شاہقت الوجوہ^۱ ہے۔ فقر کا راز سدرۃ المشتبی سے آگے ہے۔ فقیر باحوج (بیوی) کہتا ہے کہ فقر فنا فی اللہ کا مقام تمام اتفاقی، عقبا، نجبا، ابدال، اوتاد، اختیار، عمداء، غوث، قطب، شیخ مشائخ، عابد، زابد اور متعینوں کے مقام

^۱ حضور علی الحسن علیہ السلام نے کفار کی شکست کے لیے، عاصمیٰ شافعی تلویحہ ترجمہ "ان کے چیزے سچ ہو جائیں"۔ پس جیسا انہوں نے فرمایا ویسا ہی: "وَإِن

مثال سے یہ بات واضح کرنا مقصود ہے کہ فقر ابوجہ کہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔

سے منفرد اور ان سب سے بالاتر ہے کہ فقیر دلائیت وحدت کا والی ہوتا ہے۔ وہ منفرد مذکور مرد ہوتا ہے اور صرف صاحب قاب قوستین آؤ اکٹی کے حکم کے تالیخ ہوتا ہے۔ اللہ کے کرم سے فقیر کا مقام اعلیٰ ترین ہے اور اس کا منفرد نام ”نور الهدی“ ہے۔ (میں انقر)

جان لے کر حضوری فقر کی کیا نشانی ہے؟ اس جگہ نہ خود ہے نہ ورد، نہ ذکر ہے نہ فکر۔ اس جگہ صرف سرخ طور پر مذکور کی آواز ہے۔ جس طرح ظاہری بادشاہ کے دربار میں بلند آواز اور شور نہیں ہوتا کیونکہ بادشاہ شور اپنے نہیں کرتے اسی طرح جس جگہ تھیzel ہے اس جگہ کوئی شور و غونا اور خلل نہیں ہوتا۔ جہاں سلطان خیس کا تاہے وہاں عام لوگ خلل اندرا نہیں ہو سکتے۔ جان لے کر وہ فقیر نہیں ہے جو نام و ناموس کے چکر میں پر کر خلل کا شکار ہو۔ (میں انقر)

فقر چوت؟ یعنی خود فی از علم خود می شو کبر و ریا
ترجمہ: فقر کیا ہے؟ فقر سے مراد ہے خود کو (اندی ہجت میں) فی کرو یا جبکہ علم سے اس میں تکبر اور یا پیدا ہوتے ہیں۔

فقر دانی چوت؟ دانم در لاخته فقر را ہر دم بود بہتر سکوت
ترجمہ: کیا تو جانتا ہے کہ فقر کیا ہے؟ بیش احolut میں رہتا۔ فقر میں ہر وقت سکوت کی حالت میں رہنا بہتر ہے۔ (میں انقر)

فقر شاہے ہر دو عالم بے نیاز و باخدا احتیاط کس نہ باشد مذکورش مصلحتی
ترجمہ: فقر بادشاہ ہے جو خدا کے قرب میں ہونے کی بنا پر دونوں جہاں سے بے نیاز ہے۔ اسے کسی کی احتیاج نہیں کہ وہ ہر وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذکور ہتا ہے۔ (محکم انقر کاں)

۱۔ راو فقر فیض است فیض عام راو دنیا شرک است مطلق تمام
۲۔ ترک دنیا دہ بیا راو خدا فقر راو ہدایت بادی مصلحتی

ترجمہ: ۱۔ راو فقر فیض ربانی ہے بلکہ فیض عام ہے جبکہ راو دنیا سراسر امر شرک ہے۔ ۲۔ راو دنیا کو ترک کر کے راو خدا اختیار کر لے یعنی راو فقر جو بدایت ہے اور جس کے بادی حضور علیہ اصلوۃ والسلام ہیں۔ (محکم انقر کاں)

جادو دانی الجمال با فقر باشد تمام احتیاج از کس نہ باشد فقر لایحتاج ہام
ترجمہ: فقر جب کامل ہو جاتا ہے تو اسے الجمال و التماں کی حاجت قطعاً نہیں رہتی اور وہ کسی سے غرض رکھتا ہے کہ اس کا نام ہی لایحتاج فقر ہے۔
(محکم انقر کاں)

فقر از نور است نور از نور شد قلب قاب نور و جان محفوظ شد
ترجمہ: فقر نور سے ہے اس لیے خود بھی نور ہے۔ اس نور کے طفیل قلب و قاب نور ہو گئے اور وہ جو محفوظ ہو گیا۔ (قرب دیوار)

فقر سری از خدا اسرار راز با حضوری قلب قاب با تماز
ترجمہ: فقر اللہ کے رازوں کا راز ہے جو قلب و قاب کو حضوری والی نماز سے مشرف کر دیتا ہے۔ (قرب دیوار)

۱۔ فقر بزر از راز وحدت حق نظر فقر خاص ایاں از حق باخبر
 ۲۔ نیت فقرش با زمین، آسمان فقر را فقرش شامد از عیان
 ۳۔ فقر بزر فیض، فضلش کرم و جود روز و شب فقرش بود با حق بخوبی
 ۴۔ باخوا برکات فقر از ذات جو هر چه باشد بغیر حق از دل بشو
 ترجمہ: ۱۔ فقر وحدت کا راز ہے اور فقر کی نظر بیشتر حق پر رہتی ہے۔ خاص ایاں فقر وہ ہے جو ذات حق سے باخبر ہو۔ ۲۔ فقر کی سماںی زمین اور آسمان میں فیض۔ فقر عیاں کو صاحب فقر (نقیح) ہی پہچان سکتا ہے۔ ۳۔ فقر فیض و فضل اور جود و کرم کا دریا ہے۔ فقر رات دن ذات حق کے سامنے سر پنجوں درجات ہوتا ہے۔ ۴۔ اے باخوا برکات فقر کو ذات حق میں تلاش کرو اور جس چیز کا تعلق غیر حق سے ہو اسے اپنے دل سے نکال دے۔ (محمد انقر کاں)

﴿۹﴾ گر آفتاب گم شود عالم خراب فقر فیض و فضل بخش آفتاب
 ترجمہ: آفتاب اگرچہ پڑ جائے تو سارے عالم میں خرابی آ جاتی ہے اور فقر وہ آفتاب ہے جو فیض و فضل بخشاتے۔ (محمد انقر کاں)

﴿۱۰﴾ فقر را دریاب پر یکدم قدم ابتدا و ابنا فقرش ختم
 ترجمہ: اے طالبِ مولی! ادولت فقر کو ایک ہی دم میں اور ایک ہی قدم پر حاصل کر لے کر فقر کی ابتدا اور ابنا کو ایک ہی دم پر ملے کیا جاسکتا ہے۔ (محمد انقر کاں)

✿ جان لے فقر کے تین حروف ہیں: ف، ق، ر۔ حرف 'ف' سے نفس کو فنا کرنا، حرف 'ق' سے قبر کو قریب سمجھنا اور حرف 'ر' سے مراد مُؤْتَوْ اقبال
 آن مُؤْتَوْ کی روحاںیت حاصل کرنا ہے۔ (مین انقر)

✿ آخر عالم فقیر کے لیے کامل معرفت کی ابتدا اور مرتبہ فقر کیا ہے؟ کیا کوئی نین کے انہار وہ ہزار عالموں کی ہر خاص و عام چیز کو اپنے تصرف اور حکم میں لے آتا؟ نہیں امیں نے غلط نہیں کہا کیونکہ یہ مراتب ناٹص و خام ہیں۔ ابتدائے فقر انسانیت اور اپنی خواہشات کا ترک کرنا اور فنا فی اللہ بقا بالله ہو کر عین بعین مشاہدہ کرنا ہے جس کی بدولت باطن نور سے معمور ہو جاتا ہے۔ یہ فقیر (صاحب فقر) کے مراتب ہیں جسے قرب حضور سے حق ایقین کے مراتب حاصل ہوں۔ ان مراتب کو اہل نفس اور بے دین طالب کیا جائیں۔ (کلید اتحادیہ کاں)

✿ فقر کے مراتب سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جو فقر تک پہنچا ہو، جس نے فقر کی لذت چھپی ہو، فقر اختیار کیا ہو اور سلطانِ الفقر کو اپنی آنکھیوں سے دیکھ لیا ہو۔ (سرارۃ قادری)

✿ پس فقر حق ہے اور دنیا باطل ہے۔ (کلید اتحادیہ کاں)

✿ فقر اہل تعالیٰ کے سو اکی کا محتاج نہیں ہوتا۔ (محمد انقر کاں - مین انقر)

✿ معرفت فقر کی ابتدائی ہے اور معرفت فقر کی ابتدائی کیا ہے؟ معرفت فقر کی ابتدائی عوام ذکر، فکر، مراقبہ، مکافہ، منزل، مقامات، کشف و

کرامات میں درجات کو سمجھا جاتا ہے کہ ان کا تعلق بھی تجیالت نور سے ہے اور ان مراحل سے گز نا خون جگر پینے سے بھی زیادہ مشکل و دشوار ہے تاہم یہ سب کچھا ابداء معرفت ہے چنانچہ قبضہ برط، سکر و حمو کے مراحل سے گز نا، خون جگر پنا، ہر وقت آنس عشق میں جلتے رہنا، محبت مولیٰ کے اشتیاق میں بے جمعیت و بے قرار رہنا، دیدار پرور و گارکی طلب میں دن رات مختصر ب رہنا، آخرت میں دیدار الہی کے وعدہ پر موت کی تمنا میں اللہ تعالیٰ کے وصال و ملاقات کا حد سے زیادہ اشتیاق رکھنا اور اس پر اپنی جان وار دنیا وغیرہ فقر معرفت الہی کے ابتدائی احوال ہیں۔ فقر معرفت الہی کی انجامی ہے کہ نور ربویت میں غرق ہو کر توحید الہی کا مشاہدہ کیا جائے اور ذوق و شوق وصال الہی میں غرق تو حیدہ کو رفتانی اللہ ہو جائے۔ (محکمۃ الفتاوی)

❖ قسمت بھی چار ٹرم کی ہے۔ فقر (صاحب فقر) کی قسمت یہ ہے کہ وہ جو کچھ کھاتے پیتے ہیں اس سے ان کے وجود میں معرفت الہی کا نور پیدا ہوتا ہے۔ ان کا رزق توکل کی راد سے آتا ہے۔ توکل اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جس ذریعے سے بھی رزق پہنچاتا ہے وہ اے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ رزق کب سے آتا ہے، بعض حصول رزق کے لیے علم حاصل کرتے ہیں اور بعض خلم و تحدی سے غریبوں سے رزق حمیں کر حاصل کرتے ہیں۔ الفرش فقر ہی ایک ایسی دولت ہے جس میں سعادت و هنر و انجام کے مراتب پائے جاتے ہیں۔ فقر کے مراتب عظیمی اللہ تعالیٰ اس صاحب عظمت کو عطا فرماتا ہے جو اس سے یگانہ ہو جاتا ہے، بیگانے تو فقر کا منہ بھی نہیں دیکھ پاتے۔ (محکمۃ الفتاوی)

❖ اگر تجھے فقر کی نگاہ حاصل ہے تو اللہ کے دیدار کی طرف رخ کر۔ ورنہ اہل دیدار اور اہل فقر کا گہر اور ان کا انکار مرت کر کیونکہ ایسا کرنا تیر سے لیے دونوں جہان میں ذلت و خواری کا باعث ہو گا۔ (قرب دیدار)

❖ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ فقر جہاد اکبر ہے کیونکہ غص کے خلاف جہاد ہے، کفار کے ساتھ جو جہاد ہے وہ چھوٹا جہاد ہے اور ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آ رہے ہیں۔ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ”ہر نبی کا ایک حرف (پیش، پڑ، کسب) ہے اور میرے دو حرفے ہیں، ایک حرف فقر کا اور دوسرا جہاد کا۔ جس نے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بعض رکھا اس نے مجھ سے بعض رکھا۔“ (محکمۃ الفتاوی)

❖ فقر کی چیز ہے؟ فقر کے کہتے ہیں اور کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ فقر نور الہی سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ تمام عالم کا ظہور نور فقر سے ہوا ہے۔ فقر ہدایت ہے، فقر نور حق کی ایک صورت ہے جو اس درجہ خوبصورت ہے کہ دونوں عالم اس کے شید اور اس پر فریاد نہیں لیکن فقر کسی پر توجہ نہیں کرتا مگر حکم الہی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے۔ (تبلیغ الہدایت)

❖ فقر کے پاس تمام الہی خزانے ہوتے ہیں۔ دنیاوی خزانے کو زوال ہے اور دنیا خواب و خیال ہے۔ فقر کا خزانہ معرفت اور توحید لازوال ہے جو عینہ وصال ہے۔ دنیاوی لذت چند روزہ ہے، آخر معاملہ اللہ تعالیٰ ہی سے پڑتا ہے۔ (تبلیغ الہدایت)

❖ فقر را دریافت من فقر فقر حاصل گشت با فقرش نظر

ترجمہ: میں نے فقر کو فقر کے مقام سے دریافت کیا اور فقر کی نظر سے مجھے فقر حاصل ہوا ہے۔ (کلید انواع کاں)

❖ فیض اور فضل فقر کی روح ہے۔ فقر رحمت ہے، فقر لطف ہے، فقر دمایت ہے، فقر رہا ایت ہے، فقر غنایت ہے، فقر فدا و بقا ہے، فقر رضا و قضا ہے، فقر قدرت ہے، فقر جمعیت، جمال اور جلال ہے، فقر علم ہے، فقر بزرگ اسرار ہے۔ فقر حضوری عطا کرنے والا نور اور عقل کامل با شور ہے۔ فقر ہی مالک الملک، مقرب ربانی اور ملک سلیمانی کی بادشاہی ہے۔ فقر علم کیمیا پر تصرف کا خزانہ ہے۔ فقر حیات و ممات ہے۔ (کلید اسرار)

❖ دل فقر دو نظر اللہ پاک ذات ذات دل کے باشد نظر اللہ چاک چاک

ترجمہ: جس دل میں فقر ہو وہ اللہ کی پاک ذات کے مد نظر رہتا ہے اور ایسا دل اللہ کی نظر کی بدلت شکستہ ہوتا ہے۔ (کلید انواع کاں)

❖ فقر را ہر روز شد یوم الحشر با حساب عرصہ گاہی در نظر

ترجمہ: فقر میں ہر روز یوم الحشر ہوتا ہے جس میں حساب گاؤں نظر وں کے سامنے رہتی ہے۔ (کلید انواع کاں)

❖ فقر ہار بس گران و ز جادوان فقر را برداشت فرش بجان

ترجمہ: فقر ایک بار گران اور دولت جادوان ہے۔ اس کے بار کو صاحب فقر ہی اپنی جان پر اٹھا سکتا ہے۔ (کلید انواع کاں)

❖ ہر کہ فرش بار بر ولدار بر فقر را احتق چہ دامد گاؤخ

ترجمہ: جو فقر کے ہار کو اٹھا لیتا ہے وہ اللہ کا ولدار ہن جاتا ہے۔ فقر کی حقیقت کو احتمق اور جانوروں کی مشکل لوگ کیا جائیں۔ (کلید انواع کاں)

❖ جاننا چاہیے کہ ہر ایک مرتبہ کا نام ہے جیسا کہ مراتب عالم، مراتب اولیا، مراتب ذاکر، مراتب صاحب مرائقہ، مکاٹی، محابی، محابیہ،

مراتب عارف، مراتب داخل، مراتب قرب، مراتب مشاہدہ، مراتب نور، مراتب حضور، مراتب دعوت، مراتب ابدال، مراتب اوتاد،

مراتب اخیار، مراتب غوث، مراتب قلب اور مراتب درویش۔ یہ تمام مراتب طبقات کی طیبیہ اور خواہشات نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور

مراتب فقیر (صاحب فقر) کی ابتداء کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ (کلید انواع کاں)

❖ باخون فقر کیا ہے؟ فقر ایک حد سے زیادہ خوب و حمورت ہے جو صحیح نہ ہے۔ یہ صورت فقر غیر ماسوئی اللہ سے پاک ہے۔ دونوں جہان اس

کو دیکھنے کے خواہشند اور مشتاق ہیں۔ جس نے اس کو دیکھا اسے حق حاصل ہو گیا۔ (میثاق اسرار)

جو کوئی فقر محمدی گو خانی سمجھتا ہے وہ اس دنیا سے خانی با تھج جاتا ہے۔ (امیر الکوئین)

❖ جان لوک فقر پر ثابت قدم وہی رہتا ہے جس کی نظر میں (اللہ کے) ٹھیک خزانے دنیاوی بادشاہ کے خزانوں سے کہیں زیادہ ٹھیک ہوں۔ (کلید

انواع کاں)

اے عزیز! اے فقر میں غیر ماسوئی اللہ تو جو کچھ بھی دیکھتے ہے وہ راہزن ہے۔ (کلید انواع کاں)

❖ او نہ پند فقر را آں زرد رو زانکہ او را زر کند با خل سے

ترجمہ: جو زرد چیرے والے ہیں وہ فخر نہیں پاسکتے کیونکہ زرنے ان کے چیرے کو (زردگر کے) شرمند کر دیا ہے۔ (کلید انواع کاں)

اکثر لوگ صرف فقر کے نام تک ہی پہنچتے ہیں اور بعض فقر کے مرتبہ الہام تک اور بعض تحفظ مرتبہ اقتدار تک پہنچتے ہیں۔ بعض لوگوں نے (فقر کا نام استعمال کر کے) دینی اور ترقی اور عز و جادہ کی خاطر طالب و مرید ہوتے ہیں اور روضہ و خانقاہ تعمیر کر کے عوام میں مشہور ہو گئے ہیں۔ لیکن ہزاروں میں سے کوئی ایک ایسا ہوتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد سے فقر کی تمامیت تک پہنچتا ہو۔ میرا یہ قول میرے حال کے مطابق ہے کہ جو علماء م تمام علوم حاصل کر چکا ہوا سے ہی فقیر (صاحب فقر) کہتے ہیں کیونکہ اس کے تصرف میں انہمارہ ہزار عالم ہوتے ہیں اور وہ صفت کریم کا حامل ہوتا ہے۔ فرمائی حق تعالیٰ ہے:

إِنَّ أَكْثَرَ مَكْنُونَ عِنْدَ اللَّهِ عِنْ تَفْكِيرِهِ

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا ہو ہے جو تم میں زیادہ متنقی ہے۔ (کعبہ المحراب کا اس)

آخر فقر کی انتہا کیا ہے؟ میرا کہنا میرے حال کے میں مطابق ہے وَ كُفَى عَلَيْهِ بِخَالِيٍّ تَرْجِعُ "اس (الله) کا علم میرے حال کے لیے کافی ہے۔" پس معلوم ہوا کہ یہ فقر کا دعویٰ کرنے والے جھوٹے ہیں جن میں سے بعض قابل فقر تک پہنچتے ہیں اور بعض حال فقر تک بعض احوال فقر تک اور بعض اعمال فقر تک بعض اقوال فقر تک عکھتے ہیں۔ ہزاروں میں سے کوئی ایک ایسی ہوتا ہے جو سلطان الفقر کی لازوال معرفت حاصل کرتا ہے اور میں ہمال حق کے وصال سے فقر کی انجام تک پہنچ کر فقر کا مشاہدہ کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو فقر کا بادہ اور ڈھنے ہوئے ہیں لیکن ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی فقر کی تمامیت تک پہنچتا ہے۔ (ایم الکوئن)

فقر دارگی حیات ہے۔ (درالبدقی کا اس)

فقر خدا کا سر ہے۔ (جنت السرار)

- ۱۔ فقر راست راز وحدت قور حق زیر پائے فقیر باشد ہر طبق
- ۲۔ ہر کے بیند فقر را عارف شود فقیر را از فقر وحدت می شود
- ۳۔ فقر یک نظر است نظرش با خدا فقر یک خن است خن از مصطفیٰ

ترجمہ: ۱۔ فقر راست ہے، وحدت کا راست ہے اور اللہ کا نور ہے۔ فقیر (صاحب فقر) کے پاؤں کے پیچے زمین و آسمان کا ہر طبق ہے۔ ۲۔ جو فقر کے مقام کو دیکھ لیتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ فقر سے ہی فقیر کو وحدت حاصل ہوتی ہے۔ ۳۔ فقر اس نظر کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہو۔ فقر اس بات کا نام ہے جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے لگتی ہو۔ (مناج العارفین)

حضرت علی سلطان پا�و یہیں بخاتی ایات میں فرماتے ہیں:

خام کی جانن سار فقر دی، جیہرے محروم ناہیں دل دے خو
آب منی تھیں پیدا ہوئے، خاتی بجاندے گل دے خو

لعل جواہر اس دا قدر کی جان، جو سو اگر بل دے ھو
ایمان سلامت ہوئی لے ویں باخو، جیزے بیج فقیر اس ملدے ھو
طالبان ناقص جو دل کے محروم نہیں ہیں اس لئے راہ فقر کی انہیں خبر نہیں ہیں۔ ان کی مثال قائمی کے کچھ برخوبیوں کی سی
ہے جو صرف پانی اور مٹی سے بنائے گئے ہیں اور آتش عشق کی بھی میں انہیں پختگی حاصل نہیں ہوئی۔ یہ تو بیور اور کافی کے سو اگر ہیں اس لئے
تو حید و معرفت کے لعل و جواہرات (طالبانِ مولی) کی قدر و منزرات نہیں جانتے (کیونکہ جو ہر شایی تو جو ہری کا کام ہے)۔ اس دنیا سے صرف وہی لوگ
ایمان سلامت لے کر جائیں گے جو دنیا میں فقر (صاحب فقر) کی ہم شنی اختیار کرتے ہیں۔

راہ فقر دا پرے پریے، اوڑک کوئی نہ دستے ھو
تاں اوتھے پڑھن پڑھاون کوئی، تاں اوتھے مسلے قصے ھو
ایہہ دنیا ہے بت پرستی، مت کوئی اس تے پتے ھو
موت فقیری جیس سر آوے باخو، معلم تھیوے تے ھو

راہ فقر بہت دور بے اور اس کی کوئی اپنا نظر نہیں آتی۔ عالم احمد یت میں جہاں فقر کی سمجھیں ہوتی ہے نہ تو وہاں علم اور تعلیم ہے اور نہ ہی شرعی مسائل
اور قصے کہانیاں ہیں۔ یہ دنیا تو ہت پرستی کی دنیا ہے اس پر تو کوئی بھی بھروسہ کرنے۔ فقیری مُؤْمُنَة اقبال آن مُؤْمُنَوں کے بعد حاصل ہوئی ہے۔
فقیری نہ تو عالمانہ گفتگو میں ہے نہ مسئلہ مسائل اور قصہ خوانی میں ہے بلکہ یہ تو اللہ کے ساتھ عشق اور غرق فی التوحید ہونے میں ہے اور جس کو یہ
حاصل ہوتی ہے اسی کو اس کے حال اور قدر کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔

نمہباد دے دروازے اچے، راہ ربانیاں سوری ھو
پنڈتاں تے ملوانیاں کولوں، چچپ چچپ لکھیئے چوری ھو
اؤیاں مارن کرناں بکھیرے، درد منداں دے کھوڑی ھو
باخو چل آتھیں دیئے، جتنے دعوئی تاں کس ہو روی ھو

یہاں نہب سے چاروں فنقة اور خاہی علوم مراد ہیں۔ نہب کے دروازے معروف ہیں اور عوام کے لئے ہیں جبکہ راہ فقر تو ایک چھوٹے سے
دریچپ کی مثل ہے جو خواص کے لئے مخصوص ہے۔ اس دریچپ سے بھی نہب کے علمبرداروں سے فتح بخ کرو اور چچپ چچپ کر گزرنا چاہیے جو علم
کے تکبری وجہ سے خود جاپ میں ہیں اور راہ فقر کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ یہ لوگ راہ عشق کے مسافروں کا مذاق اڑاتے ہیں، ان پر فتوے
لگاتے ہیں اور ان سے حسد اور شخص رکھتے ہیں۔ آخر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے باخو! وہاں چل کر بیسا کرتے ہیں جہاں ایسے
لوگوں کا گزرنیک نہ ہو۔

علمون باجھ فقر کمادے، کافر مرے دیوانہ ھو
سے ورہیاں دی کرے عبادت، ربے اللہ کنوں بیگانہ ھو

غسلت کنوں نہ کھلیس پر دے۔ دل جاں بت خانہ ٹھو
میں قربان تباہ توں باخچوں جنہاں ملیا یار یگان ھو

حضرت اُن سلطان ہا خور حمت اللہ علیہ نے اس بیت میں تلقین و ارشاد کی مند کے تقاضوں کو بیان کیا ہے۔ آجکل یہ روانج اور دستور بن گیا ہے کہ ہر کوئی تلقین و ارشاد کی مند پر بیٹھ کر ذکر اور تصور اسم اللہ ذات عطا کرنا شروع کر دیتا ہے یا ہر بن کر لوگوں کی روحانی تربیت کا کام شروع کر دیتا ہے۔ راہ فقر میں یہ دستور ہے کہ جب مرشد کامل اکمل نور الہدی کا اس عالم ناسوت سے رخصت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ اپنے تمام طالبان مولیٰ میں سب سے پچھے اور اعلیٰ طالب کو باطن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خدا نے فقر کے حق رکل ہیں آپ طالب (دل کا محروم) کو علم لد لئی عطا فرماتے ہیں اور مرشد کامل اکمل نور الہدی کو اجازت عطا فرماتے ہیں کہ اب وہ طالب کی تربیت تلقین و ارشاد کی مند پر بیٹھنے کے لیے کرے۔ مرشد باطن میں اس طالب کی تربیت کا آغاز کرتا ہے، جب طالب کی تربیت کامل ہو جاتی ہے تو مرشد اس عالم ناسوت سے چلا جاتا ہے اور اپنی مند تلقین و ارشاد طالب کے حوالے کر دیتا ہے جب لوگوں کو تعلیم و تلقین کرنا اور ذکر و تصور اسم اللہ ذات عطا کرنا اس طالب پر فرض ہو جاتا ہے۔ جو اس طریقہ کار کے علاوہ خود بخوبی کام شروع کر دیتا ہے وہ آخر کار دیوانہ، مرتد اور کافر ہو کر مرتا ہے اور اس کا انعام بڑا بھیاں کم ہوتا ہے۔ ہمارے اروگردائی بہت سی مثالیں بکھری ہیں۔ آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خواہ سیکھوں سال عبادت کرتا رہے لیکن یہ عبادت و ریاضت اس کے دل کے جہابات دور نہیں کر سکتی کیونکہ اس نے اپنی خواہشات کو اپنالہ بنا کر ہے اور اس نے تو لوگوں سے مال و دولت اکٹھا کرنے کے لیے راہ فقر اختیار کی ہے اور مند تلقین و ارشاد بجا رکھی ہے۔

وسری شرح اس بیت کی یہ ہے کہ جو شخص علم کے بغیر راہ فقر پر سفر کرتا ہے وہ کافر اور دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی مرشد کامل کے بغیر سو سال تک بھی عبادت کرتا رہے تو اُسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہیں ہو گی، تمام عبادات کے باوجود اس کے دل سے جہابات دور نہیں ہوں گے اور وہ جاں کا جاں ہی رہے گا۔ آخری مصرع میں آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایسے طالبان مولیٰ کے قربان جاؤں جن کو وصالِ اُبھی تنصیب ہو گیا ہے اور وہ اپنی منزل تک پہنچ گئے ہیں۔

اقبال اور فقر

علام اقبال رحمت اللہ علیہ فقر کے بارے میں فرماتے ہیں:

جب تک مومن فقر کے مقام تک نہ پہنچو وہ حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی صفات کا حامل نہیں ہو سکتا۔

سوچا بھی ہے اے مرد مسلمان کبھی تو نے کیا چیز ہے فولاد کی شمشیر جگر وار اس بیت کا یہ مصرع اول ہے کہ جس میں پوشیدہ چلے آتے ہیں توحید کے امراء ہے فقر مجھے مصرع ثانی کی زیادہ اللہ کرے مجھ کو عطا "فقر" کی تکوار

قبسے میں یہ تکوار بھی آجائے تو مومن یا خالد جانباز ہے یا حیدر کرلا (ضرب بھیر) جب مسلمانوں نے فقر کی دولت کو ادا کی تو ان کا زوال شروع ہو گیا۔

کیا گیا ہے غایمی میں جتنا تجھ کو کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی تکبیانی (ضرب بھیر)
یہ فقر مرد مسلمان نے کھو دیا جب سے رہی نہ دولتِ سلمانی و سلیمانی (ضرب بھیر)
آپ پہنچ فرماتے ہیں کہ اگر جہاں ہانی حاصل کرنی ہے تو پہلے فقر کی دولت حاصل کرنا پڑے گی۔

ہمت ہو اگر تو ذہونہ وہ فقر جس فقر کی اصل ہے چجازی
اس فقر سے آدمی میں بیٹا اللہ کی شان ہے نیازی
یہ فقر غیور جس نے پایا ہے حق و نیاز ہے مرد عازی
مومن کی ای میں ہے اہمی اللہ سے مانگ یہ فتحی (ضرب بھیر)
آپ مستقبل سے مایوس نہیں بلکہ مستقبل کے بارے میں نوید دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

اپ ترا دو رہ بھی آنے کو ہے اے فقر غیور کھا گئی روح فرجی کو ہوانے زر و سیم (ضرب بھیر)
علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر یورپ کو اسلام کے نام سے دشمنی ہے تو اس کا دو مرانا نام فقر ہے اور یہی اصل اسلام ہے۔

لفظ "اسلام" سے یورپ کو اگر کہ ہے تو خیر دوسرا نام اسی دین کا ہے فقر غیور! (ضرب بھیر)
فقر میدان جنگ میں بے سرو سامان آتا ہے کیونکہ اس کے پاس قلبِ سلیم کی دولت ہوتی ہے اور قلبِ سلیم دیوارِ الہی کے بعد میر آتا ہے۔

فقر جنگاہ میں بے ساز و براق آتا ہے شرب کا رہی ہے، اگر سینے میں ہے قلبِ سلیم
اس کی بڑھتی ہوئی بے باکی و بے تابی سے تازہ ہر عہد میں ہے قصہ فرعون و کیتم (ضرب بھیر)
فقر کی انتہا پر مومن اس وقت پہنچتا ہے جب وہ خودی کا حرم ہو جاتا ہے اور خودی کیا جائے؟ خدا! ا!

محرم خودی سے جس دم ہوا فقر تو بھی شہنشاہ میں بھی شہنشاہ (ضرب بھیر)
فقر کے بارے علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

ایک پاہی کی شرب کرتی ہے کار پاہ (بال جریں)
اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے بیمری (بال جریں)
اک فقر سکھاتا ہے سیاد کو ٹھیکری (بال جریں)
نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا (بال جریں)

یعنی حکمران اسلام کی بدولت علاقہ فتح کرتا ہے اور صاحب فقر نگاہ سے بلوں کو فتح کرتا ہے۔

♦ فقر مون جوست؟ تسبیح جہات بندہ از تائیم او، مولا صفات (مشنی) ترجمہ: موسمن کا فخر کیا ہے؟ تمام جہات کی تسبیح اور اس فقر سے بندہ صفات حق تعالیٰ سے منصف ہو جاتا ہے۔

♦ فقر کے بیٹے مجذرات تاج و سریرو پاد فقر بے شاہوں کا شاہ (بان جرج) روش کسی کی گدایاں ہو تو کیا کیے؟ (ضرب بھیر)

♦ مقام فقر ہے لکنا بلند شاہی سے کچھ اور چیز ہے شاید ترمی مسلمانی ترمی نگاہ میں ہے ایک فقر و رہنمائی (ضرب بھیر)

♦ فقر کا ہے سینہ بیٹھ طوفانی (ضرب بھیر) سکون پرستی راہب سے فقر ہے بیزار فقیر کا ہے سینہ بیٹھ طوفانی آپ اپنے فاری کام میں فرماتے ہیں:

♦ فقر ذوق و شوق و تسلیم و رضاست ما انہیم ایں معانع مصطفیٰ است (مشنی) ترجمہ: فقر ذوق و شوق اور تسلیم و رضا کی کیفیت کا نام ہے۔ یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث ہے اور ہم اس کے امانت دار ہیں۔

♦ بر مقام دیگر اندازو ترا از زجاج الماس می سازو ترا (مشنی) ترجمہ: وہ (فقر) تجھے ایک اور ہی مقام پر لے جائے گا۔ اگر تو شیشہ ہے تو وہ تجھے الماس بنادے گا۔ فقر انسان کو صفات الہی کا مظہر بنانا کرائے نیابت الہی کے مقام پر پہنچا دیتا ہے۔

علم اور فقر میں فرق کو واضح کرتے ہوئے علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں:

♦ علم کا حصہ ہے پاکی عقل و فرد فقر کا حصہ ہے خفت قلب و نگاہ علم فقیر و حکیم فقر مسیح و کلیم علم ہے جو یائے راہ، فقر ہے دلتے راہ فقر مقام نظر، علم مقام خبر فقر میں مستی ثواب، علم میں مستی گناہ علم کا موجود اور، فقر کا موجود اور آتھہد آن لَا إِلَهَ، آتھہد آن لَا إِلَهَ (بان جرج) آخری شعر میں آپ نے اہل علم اور اہل فقیر میں فرق کو بیان فرمایا ہے کہ اہل علم کا ایمان اقرار بالہسان تک محدود ہوتا ہے اور اہل فقر تھدید یعنی قلب کے مرتبہ پر ہوتے ہیں۔

فقر اور سلطان الفقر ششم حضرت حنفی سلطان محمد اصغر علیہ السلام

سلطان الفقر ششم حضرت حنفی سلطان محمد اصغر علیہ رحمۃ اللہ علیہ فقر کے بارے میں فرماتے ہیں:

♦ فقر حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کی حقیقی و راست ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی و راست وہی ہے جو اس دراثت کا وارث ہے۔

فقر راہ مشق ہے۔

فقر در اصل اللہ تعالیٰ کے دیدار و مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کا علم ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے **الفقر فقری و الفقر عینی** (فقر بر فقر ہے اور فقر بھت سے ہے)۔ ہر اتنی پر یہ فرض میں ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر یعنی فقر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کرے کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی بارگاہ سے حاصل ہوتا ہے۔

فقر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے سب سے اعلیٰ خزانہ ہے اور یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تقدیم فرماتے ہیں۔

اصل صراط مستقیم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اور جو فقر کی منازل کو طے کرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں پہنچ گیا اس نے صراط مستقیم کو پالیا۔

فقر اللہ تعالیٰ کا بزر (راز) ہے۔ جس نے اس کو فاش کر لیا وہ راز پہنچ سے باخبر ہو گی اور اس راز کا محروم ہو گیا۔

فقر کی حقیقت اور اس راز کرنے سے وہی واقع ہوتا ہے جس نے فقر احتیار کیا ہو، اس کی منازل سے گزر ہو، لذت آشنا کی حاصل کر چکا ہو اور جس نے باطن میں سلطان الغقر کا دیدار کیا ہو اور اس کی پیچان حاصل کی ہو۔

فقر کی منزل پر دنیاوی مال و دولت، منصب و تکریم، شان و شوکت، آرام و آسانش، خواہشات و دنیا و عینی اور عزت و جان اللہ تعالیٰ کے مشق میں ختم ہو جاتے ہیں اور بندہ اللہ کی محبت میں دونوں جہانوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

راہ فقر میں تمام منازل و مقامات مرشد کامل اکمل کی نگاہ، باطنی توبہ، ذکر، تصور اور مشق مرقوم وجود یہ ایم اللہ ذات سے طے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ فقر کی انجمناں کی پہنچ کا کوئی اور راست نہیں ہے۔

جب کوئی بندہ حمادت کرتا ہوا اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ دنیا و عینی (جنت) کو تھکرا کر اللہ سے اللہ تعالیٰ کو ہی طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اسے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اسے باطنی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پر درکردیا جاتا ہے۔ باطن میں اس کے سامنے دنیا اور اس کی آسانیات اور عینی اور اس کی نعمتیں پیش کر کے اس کا امتحان لایا جاتا ہے۔ اگر بندہ (طالب) ان دونوں سے منزدہ ریت ہے تو اسے فقر کی منازل سے گزارنے کیلئے باطنی طور پر کسی مرشد کامل اکمل کی طرف اس کی راجہنما کر دی جاتی ہے۔ مرشد کامل اکمل کی تربیت کے بعد بندہ (طالب) اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ اس کی نظر و قلب اللہ تعالیٰ کے سوا اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

فقر کی راہ پر چلنے والے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں اور انہی کی برکت کی وجہ سے دنیا پر عتاب نازل نہیں ہوتا، آسمان بارش بر ساتا اور زمین اجتناس اگاتی ہے۔ جیسے جیسے قیامت نزدیک آتی جائے گی ان کی تعداد کم ہوتی چلی جائے گی اور جب قیامت برپا ہو گی تو ان میں سے کوئی بھی زمین پر موجود نہ ہوگا۔ جس خطہ پر اللہ تعالیٰ کا مذکوب یا عتاب نازل ہوتا ہے اس خطہ سے اللہ تعالیٰ ان کو اٹھایتا ہے اور وہ خطہ ان کے وجود سے خالی ہو جاتا ہے۔ ان کا وجود دنیا کے لئے رحمت ہے۔ اے لوگو! ان کو تلاش کرو اور پیچان لو اس سے پہلے کہ وہ بے نیاز ذات توبہ

کے دروازے بند کر دے۔ یہ لوگ دنیا سے اپنے آپ کو بچائے اور چھپائے رکھتے ہیں اس لئے کہم ان کی حقیقت سے آشنا نہیں ہوا وران سے بے ادبی اور گستاخی جیسی کہیں مصیبت میں نہ والدے۔ اب جوزمان گزر رہا ہے اس میں تو یہ اور پوشیدہ ہو گئے ہیں کیونکہ تمہارے والد میں ان کی طلب ہی نہیں ہے۔ اللہ تبارے حال پر حرم فرمائے۔

نقر کا نظام تربیت

نقر کے نظام تربیت میں ابتداء باطن سے ہوتی ہے۔ یوں تو ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اور باطن ظاہر کو متاثر کرتا ہے لیکن نقر میں ظاہر کو باطن کے ماتحت کر دیا جاتا ہے۔ جوں جوں طالب ذکر و تصور اسم اللہ ذات کرتا جاتا ہے توں توں مرشد کی بالغی توج سے اس کے باطن میں تہذیبیاں وقوع پذیر ہونے لگتی ہیں۔ پہلے خیالات اور نظریات تبدیل ہوتے ہیں اور باطن میں طالب کی شخصیت نے سرے سے قیصر ہونا شروع ہو جاتی ہے اور آخر کار باطن میں وہ نمرنے سے قبل مرجاد کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح سب کچھ باطن میں وقوع پذیر ہوتا ہے اور ظاہر خود بخود ایسی موافقت افتخار کر لیتا ہے۔ جب ہمارا باطنی وجود تبدیل ہو جاتا ہے تو ظاہر کو اس کی قابل کے سماں کوئی چاروں نہیں رہتا چنانچہ صوفی کرام نے ہمیشہ باطنی تربیت کو اولیت دی ہے، باطن نہیک ہو جائے تو ظاہر کو بدلتے درینہیں لگتی۔

نقر میں مرشد کی زیر گرفتاری طالب کی تربیت یوں ہوتی ہے کہ اس کا ظاہر اور باطن یکساں ہو جائے تاکہ اس کے قول و فعل اور خیال و عمل میں اتساع باقی نہ رہے کیونکہ منافقت و صرف فساد پیدا کرتی ہے بلکہ معاشرے کے لیے بھی مضر ہے۔ جمارے علاج کل صرف ظاہری علم اور تربیت پر زور دیتے ہیں جس سے فرقہ پرستی کی راحت عام ہو کر فساد چاروں طرف بھیل چکا ہے۔ نقر کو ”اخلاص فی العمل“ کہا گیا ہے اور یہ ظاہر و باطن کی یکسانیت سے حاصل ہوتا ہے۔

حضرت گنی سلطان با انہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جب تک ظاہر و باطن تنقی نہ ہوں تب تک عاشقی، معمتوںی، محبوی، مرنغوی اور محبوب القلوبی حاصل نہیں ہوتی۔ (حصہ بیدار)

باطن حاصل ہے کہ اس میں معرفت اور وصال الہی ہے۔ اس کے برکت ظاہری دنیا سردی گرمی بھار و خزاں کے موسوں کی طرح بدلتی رہتی ہے۔ (تورابہ تی کاں)

ظاہر کے تقوی سے لوگوں میں غلظاً اور نام بلند ہوتا ہے جس سے خود پسندی پیدا ہوتی ہے، نفس زندہ اور فربہ ہوتا ہے، ریا و نظر ہاتھ آتا ہے اور شرک دامن گیر ہوتا ہے۔ شیطان مصاحبہ ہتھا ہے اور دنیا مہربان ہوتی ہے، اس سے زوج پر مژده اور نفس لوازم، ملکہ اور مطمئنہ پر یثیان رہتا ہے۔ جو باطنی ریاضت کرتا ہے اس کے وجود میں معرفت الہی کا آفتاب طلوع ہوتا ہے اور اس کا نفس امار و خراب ہو کر مر جاتا ہے۔ زوج زندہ ہوتی ہے، نفس ملکہ صدقہ قبول کرتا ہے، اولاد جمعیت بنتا ہے اور مطمئنہ قبول کرتا ہے۔ یہ راتب حقیقی تقوی کے ہیں۔ حقیقی صاحب معرفت عارف بالذرہ اُن ضمیر ہوتا ہے۔ (حصہ المتقى کاں)

کیا فقر و راثت ہے؟

نفر ایک فیض تربیت ہے۔ یہ ایک پاکیزہ جذبہ ہے اور کسی فرد، جماعت یا خاندان کی میراث نہیں ہے۔ راہ فقر کے صاف وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں دنودنیا کی طلب ہوتی ہے نہ آخرت کی بلکہ یہ طالبِ مولیٰ ہوتے ہیں اور ان کی نظر اور دل ایک لمحے کے لیے بھی اپنے اللہ سے غافل نہیں ہوتے اور ہر وقت ذکر اور تصور میں رہتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی جان، مال، رشتہوں اور نفسانی خواہشات سے من موز کر صرف اللہ کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ یہ خواص کا گروہ ہے اور ان کی حیثیت پارس کی ہے جو لوہے کو سونا بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں یعنی فاسق اور فاجر شخص ان کے پاس آئے تو اسے بھی نورِ ایمان سے منور کر دیتے ہیں۔ انہی کی وجہ سے دنیا قائم ہے اور دنیا کی ساری نعمتیں اور برکتیں ان ہی کے طفیل دنیا والوں کو مل رہی ہیں اور ان ہی کے صدقہ میں اہل دنیا کو رزق دیا جاتا ہے۔ قرب قیامت میں ان لوگوں کو دنیا سے اخالیا جائے گا اور دنیا قند و فساد کا شکار ہو جائے گی۔

حضرتؐ سلطان با محترمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ فقیری کا اعلاق سید یا قریشی یا مشہور ہونے سے نہیں بلکہ اس کا اعلاق اللہ کی معرفت سے ہے، جسے اللہ چاہے عطا فرمائے۔ (نو رابدی خود)

❖ فقر بکس ورش بہت کری نیت در گفتگو حقیقت پری نیت ترجمہ: فقر کسی کی سات پشتی میراث نہیں ہے اور نہ ہی گفتگو سے فقر کی حقیقت حاصل ہو سکتی ہے۔ (مین الفقر)

❖ فقر موج دریا کی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک عطا ہے۔ فقیر اس موج کے حصول کی خاطر انتخاب میں پہنچے رہتے ہیں کہ کب اللہ انہیں یہ پہنچے۔ (مین الفقر)

فقر اور شریعت

حضرتؐ سلطان با محترمت اللہ علیہ باطنی تربیت کے دوران شریعت پر کار بندہ ہنے کے بحث سے پابند ہیں۔ آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ فقر کیا ہے؟ فقر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ورشہ ہے جس کی بنیاد اور ابتدا بھی شریعت ہے اور انتہا بھی شریعت ہے۔ پہنچ کا مل مردود ہے جو کسی بھی حالت میں شریعت سے باہر ہو گز قدم نہ کر کے خواہ وہ اللہ کے تمام رازوں سے واقف اور یوم الحساب سے ہی سکرے مستی، قبضی و بیط اور شوق و عشق کے احوال میں کیوں نہ ہو۔ اگر وہ شریعت سے باہر قدم رکھے گا تو اس کے تمام خاص مراتب سلب کر لیے جائیں گے۔ (مین الفقر)

راہ فقر طلبِ مولیٰ کی راہ ہے۔ راہ فقر کے راہی کو عام اصطلاح میں "طالبِ مولیٰ" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ طالبِ مولیٰ بھی وہ کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طلب کے سوا کچھ نہ ہو۔ انگلے باب میں ہم "طالبِ مولیٰ" پر ہی بحث کریں گے۔

بَاب٢

طالب مولی

دل میں کسی خاص چیز کے حصول کی خواہش اور ارادہ کا نام طلب ہے اور حصول طلب کا جذبہ دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ جو انسان اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی پیچوان، دیدار اور معرفت کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کی خواہش کو ”طلب مولی“ اور اسے طالب مولی یا ارادت مند کہتے ہیں جسے عام طور پر سالک، طالب یا مرید کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

دنیا میں تم حجم کے انسان یا انسانوں کے گروہ پائے جاتے ہیں:

1. **طالبان دنیا:** جو انسان اپنے علوم و فنون، کمالات اور کوشش و کاوش دنیا کو حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور اسے ہی اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتے ہیں، جتنی کہ ان کا ذکر فکر، عبادات و ریاضت، چلسی، ورود و خائن کا مقصد بھی دنیا وی مال و متعہ کا حصول یا اس میں اضافہ ہے۔ وہ دنیا وی آسانی کے حصول اور دنیا وی ترقی و غزوہ جاہ کوئی کامیابی گردانے ہے۔

2. **طالبان عقیقی:** جن کا مقصود آخرين کی زندگی کو خوشنودوار بنانا ہے۔ ان کے نزدیک ہر جنم سے پہنا اور بہشت، حور و قصور اور نعمت ہائے بہشت کا حصول زندگی کی کامیابی ہے۔ اس لیے یہ عبادات، ریاضت، زندگی و تقوی، صوم و صلوٰۃ، حج، زکوٰۃ، نوافل، ذکر اذکار اور تسبیحات سے آخرين میں خوشنود اور زندگی کے حصول کی روشنی کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی زندگی کا مقصد اور کامیابی ہے۔

3. **طالبان مولی:** جن کی عبادات اور جدوجہد کا مقصود دیدار حق تعالیٰ اور اس کا قرب وصال ہے۔ یہ نہ تونیا کے طالب ہوتے ہیں اور نہ بہشت، حور و قصور اور نعمت ہائے بہشت کے۔ ان کا مقصد ذات حق تعالیٰ ہوتا ہے جتنی یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے طالب اور عاشق ہوتے ہیں۔ اس طلب کے لیے یہ دونوں جہا توں کو قربان کر دیتے ہیں اور دنیا و عینی کو ٹھکر کر ذات حق کے دیدار کے مختصی رہتے ہیں۔

عارفین ہمیشہ طالب مولیٰ بنے کی تلقین کرتے ہیں۔

ان نوں کی ان تین اقسام کی بیان و باب فقرت میں بیان کردہ روزِ است کے واقعہ یا حق اور سورہ واقعہ کی ان آیات پر ہے جن میں ان کا آخرت میں انجام اور مقام بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ وَكُلْتُمْ أَزْوَاجًا لَّتَقْدَدْ ◦ فَأَخْبَطْ الْمَيْتَةَ ◦ مَا أَخْبَطْ الْمَيْتَةَ ◦ وَأَخْبَطْ الْمَقْتَلَةَ ◦ مَا أَخْبَطْ الْمَقْتَلَةَ ◦ وَالشَّيْقُونَ الشَّيْقُونَ ◦ أَوْلَىكَ الْمُقْرَبُونَ ◦ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ◦ (سورہ ابو القاسم ۱۲-۷)

ترجمہ: اور تم لوگ تین قسموں میں بٹ جاؤ گے۔ سو (ایک) دائیں جانب والے، دائیں جانب والوں کا کیا کہنا۔ اور (دوسرے) بائیں جانب والے، کیا (ای) برے حال میں ہوں گے) بائیں جانب والے۔ اور (تیسرا) سبقت لے جانے والے، (یہ) پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ بھی لوگ (ادھ کے) مقرب ہوں گے۔ نعمت کے باغات میں (رہیں گے)۔

❸ حضرت ابو دروار حنفی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو بیدا کیا تو ان کے دائیں کندھے پر باتھمار کرایک روشن مخلوق چنیوں کی طرح باہر نکالی، پھر بائیں کندھے پر باتھمار کو نکل کی طرح سیاہ ایک اور مخلوق نیکالی اور دائیں باتھروں والوں کے لیے فرمایا کہ یہ جنت کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اور بائیں باتھروں والوں کے لیے فرمایا کہ یہ جنم کے لیے ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔" (مسند احمد 28036)

سورہ قاطر کی آیت 32 میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان تین گروہوں کا ذکر فرمایا ہے:

♦ ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكَلْبَ الَّذِينَ اضْطَهَنُوا مِنْ عِبَادِنَا ◦ فَيَنْهُمْ قَالَحُ لِنَفْسِهِ ◦ وَمِنْهُمْ مُفْتَصِدٌ ◦ وَمِنْهُمْ سَايِقٌ ◦ يَا لَيْلَيْزِبْ يَا لَيْلَيْنَ اللَّهُ ذَلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ◦ (سورہ القاطر ۳۲)

ترجمہ: پھر ہم نے اس کتاب (قرآن) کا وارث ایسے لوگوں کو بنا لیا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چھن لیا۔ سوان میں اپنی جان پر خلکم کرنے والے بھی ہیں، اور ان میں سے درمیان میں رہنے والے بھی ہیں اور ان میں سے اللہ کے حکم سے نیکیوں میں آگے بڑھ جانے والے بھی ہیں، بھی (آگے نکل کر کامل ہو جانا) سب سے بڑافضل ہے۔

حضرت جنید بغدادی اپنی تصنیف معالی الحُم میں اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہیں:

❹ قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر بیوں ہے کہ بنی آدم میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی جانب صرف طلب دنیا کے لیے رجوع کرتے ہیں اور ان کی ہر عبادت اور دعا کی غرض صرف دنیا اور اس کی آسانیوں کا حصول ہوتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنے پروردگار کی جانب دنوں جہانوں یعنی دنیا کے ساتھ ساتھ عقبی کی طلب لے کر بڑھتے ہیں۔ ان لوگوں کی طلب بھی ایک متعدد مقصد اور ان کی ذاتی غرض کی خاطر ہے۔ لیکن ایک تیراگرہ بھی ہے، وہ دنیا طلب کرتا ہے نہ آخرت اور نہ عاقبت کے خوف سے عقبی طلب کرتا ہے۔ وہ دن بھی نہیں مانتا، جنت کی طلب و آرزو بھی نہیں کرتا۔ وہ گروہ اللہ سے صرف اللہ کو طلب کرتا ہے، اس کا قریب، دیدار اور رضا مانگتا ہے جو اس کا سب سے بڑافضل

ہے۔ (معالیٰ الحمد)

ان تینوں گروہوں کو اس حدیث قدسی میں بھی بیان کیا گیا ہے:

• طالب الدُّنْيَا فَقِنْتَ وَ طالبُ الْعُقْنِي مُؤْنَّ وَ طالبُ التَّوْلِي مَذْكُورٌ

ترجمہ: دنیا کا طالب مختث (نکروہ) ہے، عقیقی کا طالب مؤنث (مرد) ہے اور طالب مولیٰ مذکور (مرد) ہے۔

ہمارے ایک قول کے مطابق "مرد" کی تعریف کچھ یوں ہے:

﴿ "مرد" لفظ ایک صفت کا نام ہے نہ کہ تم اس کو جسمانی خدمصال یا حکم و صورت سے جانتی بلکہ "مرد" ایک شان اور اعلیٰ صفت ہے جو ہر مرد اور مرد میں پائی جاتی ہے۔ طلب حق کا راست مرد ہی اختیار کرتے ہیں۔ اس بنا پر بہت سے مرد گورنمنس ہیں اور بہت سی گورنمنس مرد ہیں۔

سلطان الغارفین حضرت آنی سلطان با خور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ مرد مذکور کے کہتے ہیں؟ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی طلب نہ ہو۔ نہ دنیا زندگی، نہ حوروں اور جنت کے محلاں اور میوں کی، نہ برائق اور ترقی جنت کی کسی اور لذت کی۔ اہل دیوار کے نزد یہ کسی سب کریمہ، بد صورت اور بے حیثیت ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے دل میں اسم اللہ کو بسایا ہے اور وہ ازل سے اس کی مستی میں غرق ہیں۔ جس نے اسم اللہ کو اپنا جسم اور جان بنا لیا وہ دونوں جہانوں کے غم سے آزاد ہو گیا۔ (بعین الفتن)

حضور علیہ اصلوۃ والسلام نے طالب مولیٰ کے بارے میں فرمایا ہے:

⊕ منْ طَلَبَ شَيْئًا فَلَا تَمْجِدْهُ خَيْرًا وَ مَنْ طَلَبَ التَّوْلِي فَلَهُ الْكُلُّ

ترجمہ: جو شخص کسی چیز کی طلب کرتا ہے وہ اس میں بھی بھلا کنیں پاتا اور جو شخص مولیٰ کی طلب کرتا ہے اس کے لئے سب کچھ ہے۔

⊕ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا فَلَهُ الدُّنْيَا وَ مَنْ طَلَبَ الْعُقْنِي فَلَهُ الْعُقْنِي وَ مَنْ طَلَبَ التَّوْلِي فَلَهُ التَّوْلِي فَلَهُ الْكُلُّ

ترجمہ: جو دنیا طلب کرتا ہے اسے دنیا ملتی ہے، جو عقیقی (آخرت) کا طلب کر رہتا ہے اسے عقیقی ملتی ہے اور جو مولیٰ کی طلب کرتا ہے اسے سب کچھ ملتا ہے۔

⊕ طَلَبُ الْخَيْرِ طَلَبُ اللَّوْدَ وَ ذِكْرُ الْخَيْرِ ذِكْرُ اللَّهِ

ترجمہ: بیترين طلب اللہ تعالیٰ کی طلب ہے اور بیترين ذکر اللہ "یعنی اسم اللہ ذات" کا ذکر ہے۔

⊕ الدُّنْيَا حَرَامٌ عَلَى طَالِبِ الْعُقْنِي وَ الْعُقْنِي حَرَامٌ عَلَى طَالِبِ الدُّنْيَا وَ الدُّنْيَا وَ الْعُقْنِي حَرَامٌ عَلَى طَالِبِ التَّوْلِي وَ مَنْ

لَهُ التَّوْلِي فَلَهُ الْكُلُّ

ترجمہ: دنیا طالب عقیقی پر حرام ہے، عقیقی طالب دنیا پر حرام ہے اور طالب مولیٰ پر دنیا و عقیقی دونوں حرام ہیں۔ جسے مولیٰ مل کیا اسے سب کچھ مل گیا۔

حدیث میں طالب مولیٰ کی یہ نشانی بیان کی گئی ہے:

⊕ أَجْسَامُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَقُلُوبُهُمْ فِي الْآخِرَةِ الْحَلُوَةُ الَّتِي آمَنُوا بِهَا يُصْلَوُنَ فِي قُلُوبِهِمْ

ترجیح: ان کے اچانکہ نیامیں اور ان کے دل آخوندگی میں ہیں، وہ دو اچانکی نیمازوں میں ادا کرتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مِنْ كَانَ يُلْهُو كَانَ اللَّهُ لَهُ

ترجمہ: جو اللہ کا ہو گی اللہ اس کا ہو گیا۔

حضرت علی کرم اللہ و چہ کافر مان ہے:

﴿ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت جنت کی طلب یا دوزخ کے خوف سے نہیں کرتا بلکہ میں اللہ کی عبادت اس لیے کرتا ہوں کیونکہ وہی عبادت کے لائق ہے۔ ﴾

ایک دن حضرت رابعہ بصریؑ ایک ہاتھ میں پانی کا پپال اور دوسرے ہاتھ میں آگ کے انگارے لیے جا رہی تھیں کہ لوگوں نے پوچھا "اے رابعہ! یہ کیا ماجرا ہے؟" آپ نے جواب دیا "میں چاہتی ہوں کہ آگ سے جنت کو جلا دوں اور پانی سے جہنم کو بجاووں کی ان دونوں نے لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر رکھا ہے اور طلبِ الٰہی کی طرف کوئی تو چنیں کرتا۔"

﴿ حضرت امام احمد بن حبیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے تھا ”طالب دنیار سوا اور ذمیل ہوتا ہے۔“ جب میں نے اپنے لیے کچھ فتحت کرنے کے متعلق عرض کیا تو فرمایا ”خادمِ بونخودوم نہ ہو کیونکہ خادمِ بنا یہی وہ سعادت ہے۔“ (باب ۱۰ کے کریڈوں) ﴾

سید ناگوت العظیم حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی طالب مولیٰ کے ہارے میں فرماتے ہیں:

❖ دنیا کے طالب بہت ہیں اور عجیبی کے کم اور طالبِ مولیٰ بہت ہی کم ہیں لیکن وہ اپنی کمی اور نایابی کے باوجود اس کا حکم رکھتے ہیں۔ ان میں تابنے کو زر خاص بنانے کی صلاحیت ہے۔ وہ بہت ہی شاذ و نادر پائے جاتے ہیں۔ وہ شہروں میں ہٹنے والوں پر کوتوال مقرر ہیں۔ ان کی وجہ سے علیق خدا سے بلا کمیں دور ہوتی ہیں، انہی کے طفیل اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش نازل کرتا ہے اور انہی کے سبب زمینِ قسم کی اجتناس اور پھل بیدا اکرتی ہے۔ ابتدائی حالت میں وہ شجر در شہر اور ویران در ویران بھاگتے پھرتے ہیں۔ جہاں پہچانتے جائیں وہاں سے چل دیتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ ان کے اردو گرو خدائی قلعے بن جاتے ہیں۔ الٹافِ ربانی کی نہریں اسکے دلوں کی طرف جاری ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا لکھر انہیں اپنی حنایت میں لے لیتا ہے اور وہ بکرم و محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اب خلقت پر توجہ کرنا ان پر فرض ہو جاتا ہے اور وہ طبیب بن کر محفوظ خدا کا علاج کرتے ہیں لیکن یہ تمام پاتنی تہماری عقول اور فہم سے باہر ہیں۔ (انجمن اربابی)

۱۷ اے طالبِ دین اور اے ورثم و دیغار (دفات) کے خواہشِ مند! یہ دلوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں قدرت میں ہیں پس تو ان کو مخلوق سے

طلب نہ کر اور نہ تخلوق کے دینے سے ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بھجو اور ان کے اساب پر اعتماد کرنے کی زبان مانگ۔ (الحق اربابی)

✿ جب میں صادق مریدوں (طالبان مولیٰ) کا چروہ دیکھتا ہوں جنہوں نے میرے ہاتھ پر فلاں حاصل کی تو سیر ہو جاتا ہوں۔ (الحق اربابی)

✿ شیخ اکبر عجیٰ الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ معرفت الہی کے قابل وہ شخص ہے جس کی ہمت بلند ہو یعنی نہ وہ دنیا کا طالب ہو نہ آخرت کا طالب بلکہ شخص حق تعالیٰ کی ذات کا طالب ہو۔ (شرح ضمیر الحسن والایمان)

✿ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں جا بجا طالب مولیٰ سے خطاب کیا گیا ہے اور عبادت کے بد لے میں کسی جزا اور اجر کی تمنار کھنے کو آپ نے سوادرگی قرار دیا ہے۔ آپ ہر عمل اور عبادت بے غرض ہو کر صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کرنے کی تلقین فرماتے ہیں:

✿ سوادرگی نہیں، یہ عبادت خدا کی ہے اے بے خبرا جزا کی تھنا بھی چھوڑ دے (ہنگامہ)

✿ واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقیقی بھی چھوڑ دے (ہنگامہ)

✿ جس کامل ہے بے غرض، اس کی جزا کچھ اور ہے حور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر (ہنگامہ)

✿ جنت کی حوروں کی طلب میں عبادت کرنے والوں سے آپ مخالف ہو کر فرماتے ہیں:

✿ امیر حور نے سب کو سکھا رکھا ہے واعظ کو یہ حضرت ویکھنے میں سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں (ہنگامہ)

✿ آپ فرماتے ہیں کہ جنت عبادت و ریاضت کرنے والوں کو مبارک ہو، میں تو دیدار چاہتا ہوں۔ میں ہوں تو ایک ذرہ کے برابر لیکن شوق اتنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح سوال کر بیٹھا ہوں۔

✿ یہ جنت مبارک رہے زابدوں کو کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں ذرا سا تو دل ہوں مگر شوخ اتنا وہی لئن تو اپنی سا چاہتا ہوں (ہنگامہ)

✿ آپ زبورِ ہم میں دنیا اور عقیقی کا تقبل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ ایں ہم جانتے، آں ہم جانتے، ایں بکھارتے، آں بکھارتے!

۲۔ ہر دو خیالے، ہر دو گمانے از شعلہ من موج دخانے!

۳۔ ایں یک دو آنے، آں یک دو آنے من جاؤانے، من جاؤانے!

۴۔ ایں کم عمارے، آں کم عمارے من پاک جانے، انقدر روانے!

۵۔ ایں جا ملتے، آں جا ملتے ایں جا زمانے، آں جا زمانے!

۶۔ ایں جا چہ کارم، آں جا چہ کارم آہے فخانے، آہے فخانے!

۷۔ ایں رہن بنے، آں رہن بنے ایں جا زیانے، آں جا زیانے!

۸۔ ہر دو فروزم، ہر دو بوزم اسی آشیانے، آں آشیانے!

ترجمہ: (۱) یہ دنیا بھی ایک جہاں ہے اور بہت وسیع و عریض ہے اور عقلي بھی ایک جہاں ہے اور وہ بھی وسیع و عریض ہے۔ (۲) دنیا عقلي دونوں ہی خیال اور مگان ہیں اور دونوں کا وجوہ انسان ہی کی بدولت ہے۔ اگر انسان نہ ہوتا یہ بھی نہ ہوتی۔ (۳) یہ دنیا بھی عارضی ہے اور وہ عقلي بھی عارضی ہے۔ میں (انسان) جاؤ داں ہوں۔ یعنی دونوں عارضی اور قابلی ہیں لیکن انسان بقاۃ اللہ کے مقام پر پہنچ کر (انسان کامل ہن کر) جاؤ داں ہو جاتا ہے۔ (۴) دنیا اور عقلي دونوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے یعنی دونوں جذبہ عشق سے عاری ہیں اور میں ہمیشہ رہنے والا ہوں کہ میں جذبہ عشق کی بدولت بقاۃ اللہ کے مقام پر پہنچا ہوں۔ (۵) دنیا میں بھی میرا قیام عارضی ہے اور عقلي میں بھی میرا قیام عارضی ہوگا، مجھے دونوں (دنیا و عقلي) سے کوئی غرض نہیں۔ (۶) دنیا میں میرا کیا کام اور عقلي میں میرا کیا کام؟ میں تو عشق کی بدولت یہاں بھی تصریح ہوں اور آہ و فخاں کر رہا ہوں، عقلي میں بھی میرا حال یہی ہوگا۔ یعنی اگر مجھے جنت میں بھیج دیا گیا اور دیوارِ الہی تھیب نہ ہوا تو میرا حال عقلي میں بھی وہی ہوگا جو یہاں ہے۔ (۷) دنیا بھی لیری ہے اور عقلي بھی لیری ہے، یہاں بھی نقصان ہے وہاں بھی نقصان ہے یعنی دونوں میرے محظوظ حقیقی کی راہ کاٹنے والی ہیں۔ اصل میں آپ کا دعا یہ ہے کہ یہاں دنیا کی لذتیں انسان کو اللہ تعالیٰ کی طلب سے دور کرتی ہیں تو وہاں جنت کی لذتیں دیوارِ الہی سے محروم کر دیں گی۔ (۸) میں دنیا اور عقلي دونوں کو روشن کرتا ہوں یعنی دونوں میں رہنا، انہیں ترقی دینا اور ان سے واسطہ رکھنا میری مجبوری ہے لیکن ان میں کوئکو محظوظ حقیقی کو بھول جانا میرا شدید نہیں ہے اس لیے میرے عشق کی ایک آواں کو جلا دیتی ہے۔

علام اقبال رحمۃ اللہ علیہ پیامِ شرق میں فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں ہر کسی کو اس کی طلب کے مطابق عطا کیا جاتا ہے، یعنی اور جسمی کسی کی طلب ہوگی اسے اس کے مطابق ہی ملے گا۔

﴿ هست ایس میکدہ و دھوت عام است انجا ﴾

ترجمہ: یہ دنیا ایک میکدہ ہے اور ہر کسی کو (لذت و دیوار کی) سے اپنے کی دھوت عام ہے۔ تاہم ہر کسی کے حسے کی شراب اس کے جام (طلب) کے مطابق ہوتی ہے۔

﴿ دل عاشقان بنحو ہ بہشت جاؤ دے ن غم نغم سارے ﴾

ترجمہ: عاشقوں کا دل ہمیشہ رہنے والی بہشت میں مر جاتا ہے (کیونکہ بہشت میں زندگی ہمیشہ ایک ہی؛ اگر پر ہے گی اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوگا)۔ وہاں نہ کسی درد مند (عاشق) کی پر سوز آواز سنائی دیتی ہے نہ اس میں کوئی غم ہے اور نہ کوئی غم کسار محظوظ۔

﴿ جاؤ دینامہ میں آپ نہ لڑا (طالب عقلي) اور عاشق کی جنت کا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴾

۱۔ مرو آزادے کے دلند خوب و زشت ی ٹکنجد روح او اندر بہشت

۲۔ جنت لڑا سے و خور و غلام جنت آزادگاں سیر دوام

۳۔ جنت لڑا خور و خواب و مرو جنت عاشق تماشے وجود

۳۔ حشر نلا عشق قبر و باگ صور عشق شور انگلز خود صح نشور
 ترجمہ: (۱) ایک مرد آزاد (طالب مولیٰ، عاشق) جو جنگ اور غلط کو اچھی طرح جانتا ہے، اس کی روح بہشت میں نہیں ہماجتی کیونکہ وہ محبوب حقیقی کے لیے ترپ رہی ہوتی ہے۔ (۲) نلا (طالب عقیقی) کی جنت تو شراب طہور اور حور و غلامان والی جنت ہے جبکہ عاشقتوں کی جنت سیر دوام (دیواریں) میں مصروف رہتا ہے۔ (۳) نلا (طالب عقیقی) کی جنت میں صرف کھانا پینا، سونا اور عیش آرام ہے لیکن عاشق کی جنت محبوب حقیقی کا دیدار ہے۔ (۴) نلا (طالب عقیقی) کے مطابق قیامت قبر کے محلے اور سورا سرافیل پر مردوں کے اٹھنے کا نام ہے لیکن ہنگامہ خیز عشق تو خور و زمشر ہے۔

❖ زاہد اندر عالم دنیا غریب عاشق اندر عالم عقیقی غریب

ترجمہ: زاہد (طالب عقیقی) اس دنیا میں اجنبی کی طرح رہتا ہے (بہشت، حور، قمر و رخت ہائے بہشت کے لیے عبادت میں مصروف رہتا ہے) جبکہ طالب مولیٰ (عاشق عقیقی) کو اجنبی سمجھتا ہے اور اللہ کے دیدار کی طلب میں رہتا ہے۔

❖ گرچہ جنت از جنگی ہائے اوست جاں نیاساید بجز دیدار دوست
 ترجمہ: اگرچہ جنت اللہ تعالیٰ کی تخلیقیں (نعمتوں، انعامات) میں سے ہے لیکن روح محبوب کے دیدار کے بغیر سکون نہیں پاتی۔

❖ در گذشتہ زان ہم حور و قصور زورق جاں باختم در مح نور
 ترجمہ: میں نے جنت کی سب آسانیوں یعنی حور و قصور کو چھوڑ دیا اور اپنی روح کو نور کے سمندر (حدائق اللہ تعالیٰ) میں غرق کر دیا۔
 علامہ اقبال اللہ تعالیٰ کی طلب کوہی دین قرار دیتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

❖ دین سراپا سوختن اندر طلب انجیاں عشق و آغازش ادب
 ترجمہ: دین کیا ہے؟ یہ اللہ کی طلب اور محبت کی آگ میں خود کو جانا ہے۔ اس کی انجما عشق اور ابتدا (مرشدنا) ادب ہے۔
 سلطان الفقر ششم حضرت فتحی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ طالب مولیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

طالب مولیٰ کو اپنی طلب میں اسی طرح صادق ہونا چاہیے جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب صدق۔

❖ صدق میں طالب مولیٰ کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل ہونا چاہیے کہ مرشد پر اپنی جان، ماں اور اولاد قربان کرنے سے دریغ نہ کرے۔

طالب مولیٰ دنیا اور لذات دنیا اور عقیقی کے درجات اور اس کی نعمتوں کا طلب گار نہیں ہوتا اس کی طلب تو بس دیدار ہوتی ہے۔

❖ تو کیسا طالب ہے! عبادات اور نیکیوں کے بد لے اللہ تعالیٰ سے ثواب اور درجات کا طلب گار ہے، یہ تو عبادت کر رہا ہے یا کاروبار؟ دنیا اور عقیقی اللہ تعالیٰ کی تحقیق ہیں اور ان کا مالک و مختار اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر تو ان کے حصول کے لئے عبادت اور جدوجہد کرتا ہے تو تو نے تو ان کو خدا ہنالیا اور شرک میں جتنا ہو گیا۔ سرف اللہ تعالیٰ کی رضاۓ پیچاں اور معرفت کے حصول کیلئے عبادت کر، دنیا و عقیقی کے درجات کا خیال دل سے نکال دے۔ اگر تو اللہ کی پیچاں اور معرفت میں کامیاب ہو گی تو وہ دنیا و عقیقی کو تیرے قدموں میں ڈیکھ کر دے گا۔ انعامات کے لئے نہیں

النعامات عطا کرنے والے کے لئے عبادت کر۔ اس بات کو بحث کی کوشش کر۔

❖ طالب مولیٰ کی کوئی طلب نہیں ہوتی، وہ طرح کی طلب سے بے نیاز ہوتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت ہنگامہ سلطان باحور حجۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں تمام گنگو طالبان دنیا، طالبان عقیقی اور طالبان مولیٰ کے معاملات پر کی ہے۔ آپ کی نگاہ میں عوام طالبان دنیا ہیں، خواص یعنی علمائے حق، عابد، زائد اور تحقیقی پر ہیزگار طالبان عقیقی ہیں اور خاص اخلاص لوگ یعنی انہیا، اولیاً کرام، صدیقین اور صالحین طالبان مولیٰ ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

❖ جان لے کہ طالب مولیٰ کے لیے فرض میں ہے کہ پہلے مرشد کامل تلاش کرے خواہ اسے مشرق سے مغرب اور قاف سے قاف تک ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ ناقص مرشد کی راہ ناقص تکمیل پر ہوتی ہے اور اس راہ کی تاثیر کے آثار خود اس کے ہقص ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ مرشد کامل کی ابتدا اور انجما ایک ہوتی ہے۔ وہ صراط مستقیم پر ہوتا ہے اور اسے حضوری، نور الہی کی تجلیات کا مشاہدہ، قرب الہی، توحید کی معرفت اور سلک سلوک تصور کے تمام مرابت اور ان پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔ ناقص مرشد کے مریدوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی وہ قرب اور معرفت الہی سے دور اور دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ (قرب دیدار)

❖ علماء سے کہتے ہیں جو عین طالب حق ہو اور مولانا سے کہتے ہیں جو طالب مولیٰ ہو۔ (میں الفرق)

❖ مولیٰ کے چار حروف ہیں، ان چاروں حروف کی تاثیر سے طالب مولیٰ میں چار اوصاف پائے جاتے ہیں۔ حرف 'م' سے طالب مولیٰ اپنے نفس کو اس کی مراد اور لذت نہیں پہنچاتا اور معرفت میں غور ہتا ہے۔ حرف 'و' سے طالب مولیٰ وحدانیت میں غرق رہتا ہے۔ حرف 'ل' سے دنیا مدار کے تعلقات کو پچھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے دیدار کے لائق ہتا ہے۔ حرف 'ن' سے یادِ حق میں اس قدر محور ہتا ہے کہ اسے دوست (اللہ) کے سوانح مال یاد رہتا ہے شاولا دا درستہ ہی اپنا آپ۔ (میں الفرق)

آپ طالب مولیٰ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ لفظ طالب کے چار حروف ہیں: ط، ا، ل، ب۔ حرف 'ط' سے طالب خواہشات نفس کو ایک ہی بار میں تین طلاق دے دیتا ہے اور ہواۓ لذت نفس اور دنیا کو تین طلاق دے دیتا ہے جو کہ بوڑھی راہنماں گورت کی ٹھیک ہے اور محیثت شیطان کو بھی تین طلاق دے دیتا ہے جو کہ دنیا انسان ہے۔ جب طالب ان تمام ناشائست صفات کو طلاق دے دیتا ہے تو تمام علائق اور مشکلات سے پاک ہو کر تاب ہو جاتا ہے۔ نیز حرف 'ل' سے طالب طالب مولیٰ رکھتا ہے جو اسے اس کے مطالب تک پہنچاتی ہے اور طالب معرفت الہی کے لائق ہتا ہے۔ حرف 'و' سے طالب کا راہ و صادق ہوتا ہے اور وہ صدیق با تقدیم طالب مولیٰ ہوتا ہے جو طریق تحقیق سے ظاہری و باطنی عبادت کرتا ہے اور سونے کے لیے یعنی تکمیل نہیں۔ وہ توفیق الہی سے مرافق و استغراق میں محبو بیش اللہ کی ذات میں مشغول رہتا ہے اور راہ راستی سے اپنے قدم غلط راستے کی طرف نہیں لے جاتا بلکہ اپنی جان تک راہ حق میں قربان کر دیتا ہے۔ حرف 'ن' سے طالب حیا کے لائق ہوتا ہے جو نفس کو فنا کر کے تکبر اور خواہشات نفسی سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی روح بھا حاصل کر لیتی ہے۔ ایسے طالب کو اللہ کی طرف خوش آمدید۔ حرف 'ب' سے طالب حق کا بار الحانتے والا اور

باطل کوڑک کرنے والا با ادب اور بزرگ ہوتا ہے جو مرشد کے سامنے بے اختیار اور اس کا حکم مانئے میں ہوشیار ہوتا ہے۔ اسی صفت کے حوالے طالب کے بارے میں حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

⊗ **الْمَرِيدُ لَا يُرِيدُ**

ترجمہ: مرید لا یرید ہوتا ہے۔ (کعبیۃ التوحید کا ان)

◆ طالب کے چار حروف ہیں: ط، ا، ل، ب۔ حرف 'ط' سے (طالب) مولیٰ کی طلب کرے، حرف 'ا' سے اپنی ارادت صادق رکھے، حرف 'ل' سے لاف زنی نہ کرے اور حرف 'ب' سے خود بے اختیار ہو کر مرشد پر اپنا اعتبار قائم رکھے۔ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

⊗ **الظَّالِبُ عِنْدَ الْمَرِيدِ كَالْمُيَتْ بَقِينَ يَدِ الْغَاسِلِ**

ترجمہ: طالب مرشد کے نزد یک ایسے ہوتا ہے جسے میت قتل دینے والے کے ہاتھ میں۔ (محمد بن حنبل)

◆ جان لے کر طالب کے چار حروف ہیں: ط، ا، ل، ب۔ حرف 'ط' سے طالب اطاعت زیادہ کرتا ہے اور جان کی طبع نہیں کرتا، حرف 'ا' سے ارادہ صادق رکھتا ہے اور صادق صدق و صناداب وفا ہوتا ہے، حرف 'ل' سے لائق لقاۓ رب العالمین ہوتا ہے، لاجتاج ہوتا ہے، لفڑی نہیں کرتا اور نفس سے انصاف کرتا ہے اور حرف 'ب' سے با ادب ہوتا ہے، بڑی بات مذمے نہیں لکھتا اور آئینہ کی مانند چہرہ دکھانے والا ہوتا ہے۔ حرف 'ط' سے طالب کو طیب وجود پر قادر ہونا چاہیے کہ جو آدمی طیب وجود پر قادر ہو جاتا ہے وہ واجب الوجود کے ساتھ یک وجود ہو جاتا ہے، حرف 'ا' سے طالب امان الہی میں آجائے، حرف 'ل' سے طالب لاجتاج ہو جائے اور حرف 'ب' سے بہرومندی کرے نفس کو سوائے اس کے کو اسے اپنے وجود کا گوشت کھانے کی لذت سے آشنا کرے۔ (جعفر التتری کا ان)

◆ حق کا طالب حق لے کر آتا ہے اور حق حق لے کر جاتا ہے۔ اس کے قدم دنیا اور غیر ماسوئی اللہ کی طرف نہیں ہڑھتے۔ (کعبیۃ التوحید کا ان)

سلطان العارفین حضرت عین سلطان پاٹھو طالب دنیا کے بارے میں فرماتے ہیں:

◆ یقین برآئیو کہتا ہے کہ طالب دنیا و حکمت سے خالی نہیں ہوتا یا و منافق ہو گایا ریا کار۔ دنیا شیطان ہے اور طالب دنیا شیاطین ہیں۔ دنیا فتنہ اور فساد ہے اور طالب دنیا فتنہ آنکھیں۔ دنیا نفاق ہے اور اس کے طالب منافق ہیں۔ دنیا جیپ کا خون ہے اور طالب دنیا جانخیں ہیں۔ دنیا جھوٹ ہے اور طالب دنیا جھوٹے ہیں۔ دنیا شرک ہے اور طالب دنیا شرکیں ہیں۔ دنیا بخث ہے اور طالب دنیا بخیث ہیں۔ دنیا بخخت ہے اور اس کے طالب بخختی ہیں۔ جان لے کر دنیا کے مال کو جان سے عزیز وہ رکھتا ہے جو بے دین، بے عقل اور بے تیز ہو۔ دنیا جہل ہے اور اس کے طالب جاں ہیں۔ دنیا فاجرہ اور بدکار رخورت ہے اور اہل دنیا اس کے شورہ دیوبث (یوئی کی دلائی کر کے دلست حق کرنے والے) ہیں جو پوشیدہ و ظاہر اپنی ہی گورت کو دوسروں کے ساتھ زنا اور فاشی کرتے ہوئے، بیکھتے ہیں۔ (میں الفقر)

آپ طالب مولیٰ کی مزید خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

طالب مولیٰ کے کیا معنی ہیں؟ ول کا طواف کرنے والا اہل بُدایت، ول سے حضرت ابو بکر صدیق رض کی طرح صدق اختیار کرنے والا، حضرت عمر بن خطاب رض کی طرح صاحب عدل، حضرت عثمان غنی رض کی طرح صاحب حیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح صاحب فخر، اوصاحب رضا اور تمام اخیاء و اصنیا کے سرتاج خاتم النبیین امین رسول رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صاحب شریعت اور صاحب برکت یہ سب حقیقی طالب مولیٰ نہ کمزور ہیں۔ (مین انقر)

جب تک طالب اُمرنے سے پہلے مر جاؤ کے مرابت کو نہیں پہنچتا وہ محروم اسرار ہی نہیں ہوتا اور جو طالب بے جمعیت اور دنیا کا طالب ہے وہ بیشہ خوار ہے۔ طالب عقیل اور خور و قصور کے طالب بے شمار ہیں۔ ہزار میں سے ایک طالب مولیٰ ایسا ہوتا ہے جو مرشد والدار کے موافق ہوتا ہے اور لائق خسرو پروردگار ہوتا ہے۔ جو طالب معرفت مولیٰ اور وصال کا طلب گار ہے اس کو چاہیے کہ وہ سارا مال اُس کے حصول میں خرق کر دے۔ (قرب دیدار)

مرد طالب مولیٰ کے قلب و درج ہر لمحہ اور ہر دم دیدار کے مشتاق رہتے ہیں۔ مرد مطلوب هل مَنْ فَزِيَّ بِالْمُشَتَّاقِ
إِلَى الْمُفَاهِدَةِ ترجمہ: ”ہم تیرے مشاہدے کے مشتاق ہیں۔ کیا اور ہے؟ کیا اور ہے؟“ کی فریاد کرتا رہتا ہے۔ (قرب دیدار)

طالب مولیٰ کے لیے فرش میں ہے کہ مرشد کامل اُکمل سے قدیم صراحتاً مستقیم طلب کرے۔ اپنا مال وزر، لند و جنس اور گھر پار را وہ خدا میں قربان کر دے کہ بھی بھی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم سنت ہے۔ (قرب دیدار)

اسے جان عزیز! جانتا چاہیے کہ طالب صادق جان سے بھی زیادہ پیار اور عزیز ہوتا ہے جبکہ جھونٹا اور جاسوس طالب جان کا دشمن مل شیطان ہے بلکہ شیطان سے بھی بدتر کیونکہ شیطان تو لا حول پڑھنے سے بھاگ جاتا ہے لیکن طالب کاذب سو بار لا حول پڑھنے سے بھی نہیں جاتا بلکہ جان لیٹنے کے در پر رہتا ہے۔

باخو گر طالب صادق چو مرشد راز بر می رساند طالبان را با نظر

ترجمہ: باخو! اگر طالب صادق صاحب راز مرشد تک پہنچ جائے تو مرشد ایک ہی نگاہ سے اسے راز (اللہ) تک پہنچا دیتا ہے۔
جان سے کہ عز و جاہد نیا کا طالب نہیں، محبوب، منیث اور بے تقصود ہے۔ طالب عقیل مجدد و مردو ہے۔ طالب مولیٰ محبوب ہوتا ہے اور اس کی عاقبت گھوڈ ہے۔ جو طالب اور ذات کی معرفت اور عین بھین دیدار اور قرب سے مشرف ہوتا ہے وہ قاضی بن کر بیشہ اپنے نفس کو حساب گاہ میں کھڑا کر کے اس کا محاسبہ کرتا رہتا ہے۔ شریعت کی رو سے اللہ کے قرب دیدار کے دو گواہ ہیں۔ ایک بے مثال نظر و نگاہ اور دوسرا قوت توفیق سے ازی آگاہی۔ یہ دونوں طالب کو بیشہ اللہ کے حفظ و امان میں رکھتے ہیں۔ (قرب دیدار)

طالب دیدار ہی اپنے صادق ارادہ سے صاحب اقبال رہتا ہے ورنہ طالب دنیا تو اپنے مردو و مردار مطلب میں غرق رہتا ہے۔ اہل دیدار کو اہل مردار کی مجلس راس نہیں آتی۔ (محب الفقرا)

طلب دنیا جہالت اور طالب دنیا جاہل ہیں۔ طلب مولیٰ علم ہے اور طالب مولیٰ اس علم کا اکابر ہیں۔ علم طالب مولیٰ کو عین حق عطا

کرتا اور حق دکھاتا ہے، تکمل پا کیزگی عطا کر کے میں حق کا وصال عطا کرتا ہے جس سے وہ طالب ہمیشہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر رہتا ہے۔ (ابن القوین)

◆ طالبِ مولیٰ و قسم کے ہیں۔ اول مردک دوم غازی۔ مردک کون ہے اور مرد غازی کے کہتے ہیں؟ مردک وہ ہے جو دون راتِ اللہ تعالیٰ کے شہنوں یعنی قصر و شیطان کے ساتھ جگ کرتا ہے اور مرد غازی وہ ہے جو تصورِ اسمِ اللہ ذاتِ کی تواریخ سے اخیر کا سرگردان سے اڑا دیتا ہے تاکہ ان بڑائیوں سے بے خوف ہو جائے یعنی استقامت بہتر ہے کرامت و مقامت سے۔ (ابن القوین)

◆ اے عزیز! طالب کو چاہیے کہ اپنے وجود کی غارت یعنی جسم کو معیشت تصور کرے اور اپنے اقوال و افعال، احوال و مکانات، کھانے پینے اور سونے جانے کے دورانِ اللہ کے ساتھ رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

♦ وَهُوَ مَعْنَكُمْ أَيْنَا كُنْتُمْ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَعْمَلُونَ تَبَصِّرُونَ ۝ (سرہ العنكبوت۔ ۴)

ترجمہ: اور تم جہاں کہیں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ حدیث قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

♦ نَمَّ عَنِي إِلَّا كَنْتُمُ الْعَوَامَ وَنَمَّ عَنِي إِلَّا كَنْتُمُ الْعُرُوْبِ مِنْ عِنْدِي شَيْئًا مَا تَضَعُ لِغَيْرِي إِلَّا أَنْتُ عَنْقُوفٌ

ترجمہ: میرے پاس سو جاؤ، عموم کی نیزد کی مثل نہیں بلکہ وہیں کی نیزد کی مثل۔ میں نے بچھے غیر کے لیے تخلیق نہیں کیا لیکن توہر طرف سے گمراہوا ہے۔

طالب کو چاہیے کہ اپنے اقوال، افعال اور احوال میں استقامت اختیار کر کے اپنے وجود کو فاعلِ حقیقی کے مطابق ڈھال لے اور یہ باتِ جان لے کر:

♦ لَا فَاعِلٌ فِي الْوُجُودِ إِلَّا اللَّهُ

ترجمہ: وجود میں اللہ کے سوا کوئی بھی فاعل نہیں۔

طالب کو چاہیے کہ ہمیشہ دریائے اقرب میں رہ کر اللہ کی محبت حاصل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

♦ وَلَخَنِي أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ خَنْبِلِ الْوَرَيْدِ (سرہ ق۔ 16)

ترجمہ: اور ہم تو انسان کی شرگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

حدیث قدسی میں فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

♦ لَتَعْمَلُ فِي وَتَرِيٍّ وَأَنَا خَيْرُكُمْ مِنْ كُلِّ مَا يَسْعَى

ترجمہ: تیری ہر آسودگی اور خوشی مجھ سے ہی ہے اور میں تیرے لیے ہر شے سے بہتر ہوں۔

اے عزیز! طالب کو چاہیے کہ اپنی زبان کو جیشِ ذکرِ اللہ میں مشغول رکھے اور اپنے دل میں سوائے ذکرِ اللہ کے کسی اور شے کو داخل نہ ہوئے

دے۔ طالبِ دکایت و دکایت بیان نہیں کرتا مگر حضنِ اللہ کی خاطر۔

بیت:

﴿خواهم کہ غم جب اغیار برکشم در باع دل رہا علم جز نہال دوست
ترجمہ: میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے اغیار کی محبت کو جس سے نکال بھی گوں تاکہ دل کے باع میں دوست کے پودے کے سوا کچھ نہ ہو۔
طالب کو صحیح شام ہلکہ بیشہ ذکر کرنا اللہ میں اس طرح مشغول ہوتا چاہیے کہ خود سے ہی فتنی ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ تُرْكُوا الظُّرُفَةَ ذُكْرًا تَغْيِيرًا وَ سَجْنًا كَبُرَةً وَ أَصْنِيلًا﴾ (سورہ الحجہ آیات 41-42)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا ذکر کرو اور کثرت کے ساتھ ذکر کرو اور صحیح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔
اگر تو عظیم درد ہے تو ہر سانس کے ساتھ ذکر کر کر، تاکہ تو ایک ہی سانس میں دونوں جہان کا ملک بن جائے۔ (تمیید الرحمن)

اے عزیز طالب کے کہتے ہیں؟

﴿الظَّالِبُ هُوَ الْمُسْتَغْفِي عَنِ الدُّنْيَا وَ مَا فِيهَا﴾

ترجمہ: طالب وہ ہے جو دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جائے۔

دوسرہ مرتبہ یہ ہے:

﴿الظَّالِبُ هُوَ الْمُسْتَغْفِي عَنِ الدُّنْيَا﴾

ترجمہ: طالب وہ ہے جو اپنی ذات سے (بھی) بے نیاز ہو جائے۔ (تمیید الرحمن)

اے عزیز طالب کو چاہیے کہ خود کو خلوق سمجھے جس کی اقتدری، مقصد اور رزق لکھا باچکا ہے اور جان لے کر اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اس لیے احمد الفیصلین کے حکم پر راضی اور خوش رہے کیونکہ رضاۓ حق تعالیٰ خلوق کی رضاۓ مختلف ہے۔ کبھی قسم ساتھ دیتی ہے کبھی نہیں، کبھی تجھی پیش آتی ہے اور کبھی آسانی، اس لیے چاہیے کہ ہر چیز کو اللہ کی طرف سے سمجھا جائے اور جو کچھ بھی اللہ کی طرف سے عطا ہو اسے دل و جان سے قبول کیا جائے اور اس پر قیامت کرتے ہوئے خوش رہا جائے۔ ایسا کرنے پر طالب کو اللہ کا قرب نصیب ہو گا اور روز قیامت اس کا شمار صابرون میں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (سورہ الحجہ آیت 153)

ترجمہ: بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

سید مغربی: جمال ملوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلوك میں ہے کہ اگر کوئی اللہ کے سوا کسی شے کا ارادہ کرے تو وہ موجب شرک ہے۔

﴿وَإِنْ تَمْسِكَ اللَّهَ بِيَمْرُثَ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ﴾ (سورہ یونس آیت 107)

ترجمہ: اور اگر اللہ کی طرف سے تمہیں کوئی تکلیف آئے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں۔ (تمیید الرحمن)

اے عزیز اجان! لوگ طالب کے لیے کھانا پینا تکن طرح سے ہے؛ اول شریعت کے لحاظ سے، دوم طریقت کے لحاظ سے اور سوم حقیقت کے لحاظ سے۔ شریعت کے لحاظ سے کھانے سے مراد ہے کہ رحمتِ اللہ کی یاد کے لیے کھانے اور معیودگی طاعت میں زندگی گزارے۔ طریقت کے لحاظ سے کھانے سے مراد یہ ہے کہ اپنی ذات میں تکلیر کرے اور حقیقت کے لحاظ سے کھانے پینے سے مراد یہ ہے کہ اپنی ذات میں مشاہدہ حق کرے کیونکہ وجود کی حقیقت حق کے سوا کچھ نہیں۔ اس مقام پر کھانا اور کھانے والا دونوں حقیقت میں واحد ہیں۔

فرود:

فَقَدْ شُوئَ فِرَارُ زَبُونَ أَصْلَ فَانِي
جَوَدْ دُرِيَا هُرْ جَهْ بَاشِي مِيدَانِكَ مِنْ آنِي
ترجمہ: فتاہو جاؤ کیونکہ پبلے سے یہ تمہاری حقیقت فتاہ ہوتا ہے۔ جان لوگ جو بھی پیغمبر دُرِیا میں جاتی ہے وہ فتاہو کر دیا ہتی بن جاتی ہے۔

إِذَا أَبْلَغَ الطَّالِبَ فِي هَذِهِ الْمَذْلَةِ لَا مَوْجُودٌ إِلَّا هُوَ

ترجمہ: جب طالب اس مقام تک پہنچتا ہے تو خود کے سوا کچھ موجود نہیں ہوتا۔ (محمد احسن)

اے عزیز اطالب! کوچا یہی کہ ہمیشہ ذکر اللہ میں مشغول رہے اور ذکر سے کبھی بھی فارغ نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے قرب کے لیے خلوت شنی اختیار کرے تاکہ استقامت کے ساتھ ذکر اللہ جاری رکھ سکے اور شیطانی خیالات سے ان کی نفس کے ذریعے نجات پا سکے، دنیاوی زندگی کی لذات اور شبوتوں کو کم کرے تاکہ ذکر اللہ کی شیرینی سے اللہ کی برہان عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ معروفت اور غلامی نصیب ہو۔

الَّذَا كَرُوهُ الْخَارِجُ عَنِ ذِكْرِ قَاسِوَيِ اللَّوَّاتِ

ترجمہ: ذا کروہ ہے جو غیر ماسوی اللہ کے ذکر سے فارغ ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَأَذْكُرْ رَبَّكِ إِذَا أَنْسِيْتُ (سورہ الحجہ۔ 24)

ترجمہ: اپنے رب کا ذکر (اس قدسیت سے) کرو کہ خود کو بھی فراموش کرو۔ (محمد احسن)

سلطان العارفین حضرت اُنیٰ سلطان با محترمۃ اللہ علیہ اپنے فاری کو اس مقام میں طالب مولیٰ کے ہارے میں فرماتے ہیں:

- ۱۔ سر بریدہ شو بیا ای طالباً اشتیاقی گر ترا دیدن خدا
- ۲۔ بی سران را سر وحدت پیشوا بی سران بینند دیدار خدا
- ۳۔ سر بریدہ بی سری سرتاج شد بی سران را وائی معراج شد
- ۴۔ بی سران را سیر باشد ذات نور بی زبان خواتند ورد یا غفور
- ۵۔ ہر کہ بی سری بیند خدا دیدن روا کس نہ بیند ہا چشم سر خدا

ترجمہ: (۱) اے طالب! اگر تو دیدارِ الہی کا شوق رکھتا ہے تو سر کنو اکرم بھری جانب آ۔ (۲) جو طالب را و خدا میں اپنا سر قرباً کر دیتے ہیں انہیں

دیدار اُنیں نصیب ہوتا ہے اور سر وحدت ان کا پیشواد ہوتا ہے۔ (۳) سر بریدہ طالب کوئی داعیٰ صرایح کے تاج سے نواز جاتا ہے۔ (۴) بے سر طالبوں کو فوزادات کے مشاپدے کی سیر حاصل رہتی ہے اور وہ بغیر زبان کے "یاخور" کا درکرتے ہیں۔ (۵) دیدارِ خدا اُسی کے لیے رہا ہے جو راہ حق میں بے سر ہو جائے۔ سر کی آنکھوں سے کسی نے خدا کو نہیں دیکھا۔ (اور الہمی کاں)

طلبِ اگنِ اللہ با مطلبِ شوی بے طلبِ اللہ بے مطلبِ روی
ترجمہ: اپنے دل میں طلبِ اللہ پیدا کرتا کہ تجھے اصل مقصد حاصل ہو جائے۔ طلبِ اللہ کے بغیر تو بے مطلوب رہے گا۔ (محفظۃ القارئین)

م ہ م دیوانہ یہ ہوشیار باش طلبِ مولی طلبِ دیدار باش
ترجمہ: اے طالبِ مولی! انہا ہر میں دیوانہ مگر باطن میں ہوشیار بن کرہ اور طلبِ مولی میں طالبِ دیدار بن کرہ۔ (محفظۃ القارئین)

طالباں را با طلب مطلوب خویش ہر مطالب آئینہ پر محمودہ خیش
ترجمہ: طالباں مولی! ہر وقت اپنے مطلوب کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ان کے دل کا آئینہ ان کا ہر مطلب ان کے سامنے رکھتا ہے۔ (محفظۃ القارئین)

- ۱۔ کم کے طالب ز بہر راز رب ذکر قلر و غرق وحدت راز رب
- ۲۔ ہر ک ک طالب خو با خو یار شد رفت غلب لائق دیدار شد
- ۳۔ ہر ک ک طالب خو با خو می رسید ماسوئی اللہ خیر را ہرگز نہ دید

ترجمہ: (۱) بہت ہی تھوڑے طالب ہوتے ہیں جو راز رب کے محتاطی ہوتے ہیں اور ہر وقت راز وحدت رب تک پہنچنے کے لیے ذکر قلر میں غرق رہتے ہیں۔ (۲) جو بھی طالب ہو ہتا ہے وہ ہو (ذات حق تعالیٰ) کا یار بن جاتا ہے، اس کے وجود سے غروہ تکریل جاتا ہے اور وہ دیدارِ الہی کے لائق بن جاتا ہے۔ (۳) جو بھی ہو کا طالب ہتا ہے وہ اس تک پہنچ جاتا ہے پھر وہ غیر ماسوئی اللہ کی طرف ہرگز نہیں دیکھتا۔ (محفظۃ القارئین)

- ۱۔ طالباں را از طلب معلوم کن
- ۲۔ طالباں مردار دنیا جیسے بس
- ۳۔ طالب مولی بود ہم چوں خاک
- ۴۔ خاک پائے مرشد بہوگاں چوں کشید
- ۵۔ گرن باشد طالب حق جان فشاں

ترجمہ: (۱) طالبوں کے احوالِ آن کی طلب سے معلوم کر کے آن کی ہر بات آن کی طلب کا پہنچتی ہے۔ (۲) دنیاۓ مردار کے طالب بہت زیادہ ہیں اور انہیں ہوں طالب بھی بکثرت ہیں۔ (۳) طالبِ مولیٰ مٹی کی طرح ہر بار ہوتا ہے کہ وہ مردِ خاک و زندہ جان و پاک روح ہوتا ہے۔

(۳) جب وہ مرشد کامل کی خاک پا کا سرہ اپنی آنکھوں میں لگایتا ہے تو مرشد اس کے نفس کو اپنی نگاہ سے مار دیتا ہے۔ (۵) اگر طالبان حق جان فشاں نہ ہوتے تو طالب مطلوب ایک دیدار گئی کے راجح ہوتے۔ (جگ لفڑی کاں)

• طالب از مرشد طلب دیدار گئی دیدار حاصل میشواد از انوار گئی ترجمہ: اے طالب امرشد سے دیدار کی طلب کرو اور یہ دیدار گئی کے انوار سے حاصل ہوتا ہے۔ (امیر الکوین)

• طالب از مرشد طلب ذکر خدا سبق خوانی از خدا وحدت اقا ترجمہ: اے طالب امرشد سے ذکر اللہ طلب کرو اور اللہ تعالیٰ کے اقا اور وحدت کا سبق پڑھ۔ (امیر الکوین)

• طالب صادق بود برحق انگار طالب کاذب بود خدمت شمار ترجمہ: صادق طالب کی نظر بہیش حق پر ہوتی ہے جبکہ کاذب طالب مرشد کی خدمت کے دن شمار کرتا ہے۔ (امیر الکوین)

• بی سرش طالب بود اسرار میں بی سرش حاضر شود اہل یقین ترجمہ: جو طالب اس راہ میں اپنے سرکوٹ العیات ہے وہی اسرار کا مشاہدہ کرتا ہے اور بے سرحضوری میں بقیٰ کر اہل یقین نہ تاہے۔ (امیر الکوین)

• طالب کو در طلب قرب حضوری رحمان سرفدا کن تصرف مال و جان ترجمہ: جو سچا طالب اللہ تعالیٰ کی حضوری اور قرب کی طلب میں ہے اُسے اپنا سرماں و جان اللہ پر فدا کرو جانا چاہیے۔ (تعجبہ)

• طالب عاشق بود جان سرفدا این طریقہ طالبان طالب خدا ترجمہ: طالب صادق عاشق اپنی جان اور سرفدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پی طالبوں کا یہی طریقہ ہے۔ (تعجبہ)

سلطان العارفین بخاطب ایمیات میں فرماتے ہیں:

پاتا دامن ہویا پر اتا، کچھک سیوے درزی خو
دل دا محروم کوئی نہ ملیا، جو بلیا سو غرضی خو
یا جو غریب کے ن لذھی، کبھی روز اندر وی خو
اوے راہ ول جائے ہاٹھو، جس تھیں خلقت ذرودی خو

آپ فرمادیں کہ طالب صادق کو تلاش کرتے کرتے میرا دامن تارتا رہو چکا ہے۔ اب تک توں کا محروم (صادق طالب مولیٰ جس کو مرشد امانت الیہ خلقت کے مند تلقین و ارشاد پر فائز کرتا ہے) نہیں ملا۔ اللہ تعالیٰ کی طلب دل میں لے کر کوئی بھی میرے پاس نہیں آیا کہ میں اُسے اللہ سے ملا دوں۔ جو بھی آیا وہ اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے حصول کے لئے آیا۔ بغیر مرشد کامل اکمل کے کوئی بھی دل کے اندر پوشیدہ راز حق تعالیٰ کو نہیں پا سکتا۔ دیدار ذات کے راستے پر چلانا چاہیے لیکن لوگ اس راہ پر چلنے سے ڈرتے ہیں اور بعض تو خوف کی وجہ سے اس راہ کا ہی انکار کر دیتے ہیں۔

طالب بن کے طالب ہوویں، اُسے نوں پیا گانوں خو
سچا لڑ بادی دا پھر کے، اوہو تو ہو جانوں خو
کلے دا ٹوں ذکر کمادیں، کلے تال نہانوں خو
اللہ تینوں پاک کرسی بانخون جے ذاتی ام کمانوں خو

اے طالب! تو مرشد کامل کا صادق طالب بن جا اور ظاہر و باطن میں اس کی کامل اور مکمل انتباہ کر جتی کر خود کو مرشد کی ذات میں فنا کر دے۔ کلمہ طیبہ کے ذکر سے نفعی، اثبات اور حقیقت محدثی کی کندہ اور حقیقت کو پا کر بہیش کے لئے پاکیزہ ہو جا۔ جب تو اپنے آپ کو اسم اللہ ذات میں فنا کر دے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ سے ہر حرم کی نجاست دور کر کے تجھے بھی پاک اور صاف کر دے گا۔

پاک پلیت نہ ہوندے ہرگز، توڑے رہندے وچ پلیتی خو
وحدت دے دریا اچھے، بک دل صحی نہ کمیت خو
بک بہت خانیں واصل ہوئے، بک پڑھ پڑھ رہن مسیتی خو
فضل سے فضیلت بیٹھے بانخو، عشق نماز جاں نیقی خو

ازی طالبان مولیٰ اگر دنیا، شیعی اور شیطان کے جاں میں پھنس بھی جائیں تو سدا ان کے چندے میں نہیں رہتے اور بھی نہ کبھی اپنی اصل (الله تعالیٰ) کی طرف پلٹتی آتے ہیں۔ روحاںی طور پر پاکیزہ لوگ اگر گناہ آلو، شرک، بے دین اور لبوب ایج و ای جگہ پر بھی رہیں تو اس کا ان کے باطن پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ وحدت کا دریا تو موج زدن ہے اور بھائیں مار رہا ہے لیکن دل کے اندر ہے اسے پہچان نہیں پا رہا ہے اور اس نعمت سے یہ لوگ محروم ہیں۔ بعض لوگ بت خانہ جا کر (عبادت کا ہوں کے حادثہ کی اور جگہ) بھی معرفت حق تعالیٰ حاصل کر لیتے ہیں اور بعض مساجد میں بیٹھ کر بھی اپنے تکبر، بیجب، اتنا نیت اور نور بھیرت سے عاری ہونے کے سبب اس سے محروم رہتے ہیں۔ جب عشق دل پر تبظہ کر لیتا ہے تو کئی عالم فاضل اپنی فضیلات اور مراتب چھوڑ کر عاشق ذات ہیں جاتے ہیں۔

تکمیل دا تو کسی ہو یوں، ماریں دم ولیاں خو
من دا منکا اک نہ پھیریں، گل پائیں ٹھیں ویہاں خو
ڈین لگیاں گل گھونو آؤے، لیں لگیاں جھٹ شہاں خو
پتھر چٹ جہاندے بانخو، اوئھے زایا وسنا مینہاں خو

تو ورد و ونائیف میں بڑا ماہر ہو گیا ہے اور اپنے آپ کو ولی سمجھنے لگا ہے۔ گلے میں ٹو نے سو (100) دانوں والی شیعی لکار کھی ہے لیکن ان وردو و نیافر کا تیرے دل پر تو کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا۔ وہاں تو ابھی تک شیطان، شیعی اور دنیا کا بیسر اے۔ خدا کی راہ میں مال خرچ کرتے وقت تو کہیں نظر نہیں آتا مگر جہاں کہیں مال و زرنظر آتا ہے اسے حاصل کرنے کے لئے بڑی پھرتی اور پھستی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ جن لوگوں کے ہل انکی

منافقت اور ہوسی دنیا سے پتھر ہو چکے ہوں وہاں تجلیاتِ الہی کا نزول نہیں ہوتا۔

نجری دیلے وقت سویلے، بت آن گرن مزدوری خو
کانواں ہلاں، لکسی گلاں، تر بھی رلی چندوری خو
مارن چیخاں تے کرن مشقت، پٹ پٹ شش انگوری خو
ساری عمر پلیندیاں گزری پاخو، کدی نہ پئی آپری خو

طالبان عقیص صحیح انکھ کرو دو و نطاں اور چلکشی میں مصروف ہو جاتے ہیں لیکن ان دخانکے کا ان کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ طالبان دنیا تو ان سے بھی گئے گزرے ہیں جو صحیح بیدار ہو کر ہر جائز اور ناجائز طریقے سے مال آنکھ کرنے کے لئے نکل پڑتے ہیں۔ یہ تو حرص کی چیلیں اور کوئے ہیں اور انہی کی طرح مال حرام کی حلاش میں رہتے ہیں۔ لیکن اتنی محنت اور مشقت کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم رہتے ہیں اور ساری عمر جزو و جهد کرنے کے باوجود ان کی نیت کوئی اور دامن خالی رہتا ہے۔

کر عبادت پچھوتاں، تینڈی عمر چار دھاڑے خو
نکھنی سوداگر کر لے سودا، جاں جاں بہت ناں تازے خو
مکت جانی دل ذوق نئے، موت مریدی دعاڑے خو
پوراں سادھاں تل پور بھریا پاخو، رب سلامت چاڑے خو

اے طالب! اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے قرب و وصال کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ زندگانی بہت کم ہے۔ اس سے پہلے کہ تیری زندگی کی دکان بند ہو جائے تو اپنا مقصد حیات یعنی اللہ تعالیٰ کی پیجان اور معرفت حاصل کر لے ورنہ موت کے وقت بہت پیشان ہو گا۔ موت تو ہر وقت سر پر منڈلاتی رہتی ہے۔ خدا کرے محبوب حقیقی تجھ سے راضی ہو جائے مگر دینا، نفس اور شیطان نے تحد ہو کر تیری کشی حیات پر قبضہ جایا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہی اس کو سلامت پار پہنچا سکتا ہے۔

لک دم جن تے لکھ دم ذیری، لک دم دے مارے مردے خو
لک دم پچھے جنم گوایا، چور بنے گھر گھر دے خو
لائیاں دا اوه قدر کی جانن، جیہڑے محروم ناہیں بتر دے خو
سو کیوں ذمکے کھاؤن پاخو، جیہڑے طالب چے ڈر دے خو

جب سے ایک محبوب حقیقی سے دل لگایا ہے سارا جہاں ہمارا دشمن ہن گیا ہے۔ ہم نے تو جان اسی محبوب کے حوالے کر دی ہے اور اسی کے عشق کو دل میں بسا کر عالم ارواح کو مجموع کر عالم غلط میں آگئے ہیں۔ یہ اہل دنیا و عقیقی رازِ مشق سے بے خبر ہیں اس لئے ہمیں طعن و تشنج کا نشانہ ہاتے رہتے ہیں لیکن جن کا مرشد کامل ہوتا ہے وہ پریشان حال در بذریعہ ہوتے بلکہ منزل تک پہنچتی ہی جاتے ہیں۔

جاسوس، ناقص اور خام طالب

سلطان العارفین حضرت کنی سلطان باحور حمت اللہ علیہ جاسوس، ناقص اور خام طالب کے بارے میں فرماتے ہیں:

جس کی نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی محبت، وقعت اور عزت ہے وہ ملعون طالب ہے۔ (محبت الہرار)

طالبِ جاسوس و دشمنِ صد ہزار طالب حق یک وہ کس طالب شمار

ترجمہ: جاسوس اور دشمن طالب تو ہزاروں ہوتے ہیں لیکن طالب حق ایک وہی ہوتے ہیں۔ (کیدا توحید کا ان)

جو طالب مولیٰ منافق اور جھوٹا ہے اس کے ساتھ مرشد بھی پیار نہیں کرتا اور نہ بھی معرفت الہی عطا کرتا ہے۔ طالب کو حق صفا اور حلقہ ہونا چاہیے۔ (فضل اللہ)

کامل مرشد پر لازم ہے کہ وہ سمجھے اور حلقہ طالب کو اپنا مرید بنائے۔ بے یقین طالب کو تکفیر کرتا ہی بے سود ہے کیونکہ وہ بھی بھی وحدانیت (الہ تعالیٰ) کی طرف راغب نہیں ہوتا بلکہ بیشد دنیا اور نفس کی قید میں رہتا ہے۔ (فضل اللہ)

طالب مرد کون ہے؟ نام مرد طالب وہ ہے جو مرشد سے دنیاوی مال و زر طلب کرتا ہے اور مرد طالب وہ ہے جو جان و مل را حق میں صرف کر کے را حق کو جلاش کرتا ہے۔ (توثیق اہدیت)

بے اخلاق، بے ادب، بے وفا اور بے حیا طالب سے کہا بہتر ہے۔ جو مرید (طالب) دنیا مردار سے محبت کرتا ہے وہ طلب معرفت میں مردار رہتا ہے۔ (فضل اللہ)

خبر و ابد خصلت طالب پر فریب شیطان ہوتا ہے جو لا حخل و لا فوْلَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ پڑھنے سے بھی دفع نہیں ہوتا۔ بد کردار طالب اور فاحشہ عورت باعث خرابی ہوتے ہیں کہ یہ دونوں دشمن جان ہیں بلکہ دشمن ایمان و شیطان ہانی ہیں۔ (حجت القرآن)

نام مردار طالب کون ہے؟ طالب کی کیا طاقت کو مرشد کے مرتبے کی تحقیق کرے تو قیکل مرشد طالب سے یکنانہ ہو جائے۔ طالب کی کیا ہستی ہے کہ مرشد کے مرتبے تک پہنچ سکتا تو قیکل خود مرشد سے عطا نہ فرمائے اور اسے وصال و عطا نے الگی کے احوال سے واقف نہ کرائے۔ جو طالب مرشد کو اپنے قبیلے میں لا کر اس کے نیک و بد کی نوہ میں رہتا ہے وہ دونوں جہان میں نام مردار رہتا ہے۔ (فضل اللہ)

جو طالب لا اُن و نالائق مرشد میں تیز نہیں کر سکتا وہ خود حمقی ہے اور ایسا طالب آخر کا محروم رہ جائے گا۔ طالب ہونا بڑا مشکل کام ہے۔ بے حیا اور بے ادب طالب سے ایک دن کا آشنا تر ہے۔ (فضل بیوار)

مجھے ایسے طالبوں پر تعجب آتا ہے کہ زبان پر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا ذکر ہے اور دل میں فرعون کا سانقاً ہے، زبان پر تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساکلام جاری ہے اور دل میں نمرود کا ساکلام جبراہوا ہے اور زبان پر تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے اور دل میں ابو جہل کی تی غیریت۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

◆ فی قُلُوبِهِ مَرْضٌ لَفَرَادَهُمُ اللَّهُ مَرْضًا (سورہ البقرہ، ۱۰)

ترجمہ: ان کے دل میں بیماری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اور بھی یہ حادیا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

◆ طالب مولیٰ سراسر وصال ہے اور طلب دنیا و درجات سراسر وصال ہے۔ اہل سوال اور اہل وصال کا باہم بیٹھنا درست نہیں۔ طالب مولیٰ مسرور ہے، طالب دنیا بخور ہے اور طالب عینی مزدور ہے۔ (معک الفتن کاں)

۱۔ علم سے حرف است سے از ہے ہر سے الف اللہ ب با توکل ترک ت

۲۔ ہر کہ خواہد غیر ازیں دنیا طلب طالب دنیا بود اہل از کلب

ترجمہ: (۱) علم کے تین حروف (ابت) ہیں، یہ تین حروف تین اشارے ہیں اس بات کی طرف کر لے سے اللہ ب سے با توکل اور ترک سے ترک ماسوئی اللہ۔ (۲) جو آدمی طلب دنیا کی خاطر ان تین حروف کے علم کے علاوہ کوئی اور علم پڑھتا ہے وہ طالب دنیا ہے اور طالب دنیا کتا ہے۔ (معک الفتن کاں)

◆ طالبوں میں سب سے بدجنت، بے اخلاق اور بدکار مرشد کی خدمت میں بے ادب اور مدقی ہو۔ خدمت کے سال، صینے اور دن گئے اور عمر بھر یا ادب نہ رہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

◆ صادق طالب کی دو علامتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مرشد کے نیک و بد اعمال کا خیال نہ کرے ووسرے ثواب و گناہ کو نہ دیکھے۔ ایسے طالب کو مرشد یکبارگی معرفت و قرب الہی میں پہنچا دیتا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

◆ طلب، محبت اور شوق ایکوں مراتب ہیں۔ محبت منصب ہے۔ طلب مرتبہ ہے اور شوق عحایت۔ پس طالب طلب میں قدم رکھتے تو اسے چاہیے کہ لذتِ نفس، حرص دنیا اور محسیت شیطانی کو تین طلاق دے دے۔ کیونکہ یہ تینوں مصاحب ایسے ہیں جن کا جدا ہونا مشکل ہے۔ نفس اپارہ سے اہل دنیا میں فرمومی غرور، قارونی بغل، شد اوری شامت اور نمرودی رسولی اور قند آ جاتا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

◆ طالب مولیٰ ہمیشہ اپنے کی طلب میں ہوتا ہے جبکہ طالب دنیا بے حیا ہوتا ہے۔ اہل اقما اور بے حیا کو ایک ووسرے کی مجلس راس نہیں آتی۔ (امیر المؤمنین)

◆ دلوگ طالب کہلانے کے مستحق نہیں جو اپنی رضا مندی چاہتے ہیں اور خود پسند ہیں۔ نفسانی خواہشات ان کی جا سوں ہیں۔ ایسے بے ادب، بے حیا کس طرح طالب ہو سکتے ہیں جو بمزلمہ یہو ایات ہیں۔ (تقریب)

◆ طالبی بی طلب حق ذور کن چشم و دل در نور کن با ہر حق

ترجمہ: ایسے طالب جنہیں حق کی طلب نہیں، ان کو اپنے سے دور کر دے اور اپنے ہر کلام کے ساتھ اپنے چشم و دل کو نور میں مستفرغ کر دے۔ (تعجب)

◆ جس طالب کو اسم اللہ ذات پر اعتماد نہ آئے نہیں وہ مرشد بزرگوار کے فرمان پر اعتماد کرے تو معلوم ہوا کہ وہ طالب خود پسند ہے جو ہوا نفس کی قید میں ہے اور اوس نہیں پار ہے۔ ایسا طالب بے ادب و بے حیا بلکہ بے نصیب ہے جو معرفت الہی سے محروم ہے۔ یہ طالب توحید

سے دور ہیں۔ (امیر الکوئین)

آپ پنجابی ایات میں فرماتے ہیں:

ناس کوئی طالب ناں کوئی مرشد، سب دلائے منجھے ہو
راہ فقر دا پرے پریے، سب حرص دنیا دے منجھے ہو
شوق الہی غالب ہویاں، جد مرنے تے اوچھے ہو
باخوں جیسیں تھیں بھڑکے بھاہ بر ہوندی، اودھ مرن ترہائے منجھے ہو

اس زمانہ میں نہ تو کوئی صادق طالب مولیٰ ہے اور نہ ہی کوئی کامل مرشد، سب جھوٹیں تسلی اور دلائے ہیں۔ فقر کا راست بہت دور ہے اور یہ خام طالب اور ناقص مرشد دنیا کی حرص اور ہوس میں بھلا ہیں۔ جن کو ذات حق تعالیٰ سے عشق ہو جاتا ہے وہ راہِ عشق میں جان دینے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ جس دل کے اندر عشق کی آگ بھڑک احتیٰ ہے وہ دیدارِ الہی کے شوق میں بھوکا پیاسا سامنے کو ترجیح دیتا ہے۔

نال کوئی سنگ نہ کریے، گل نوں لاج نہ لایے ہو
لٹھے تربوز مول نہ ہوندے، توڑے توڑے مکنے لے جائے ہو
کا نواں دے پچھے بھس نال تھیندے، توڑے مولیٰ چوگ چھاپنے ہو
کوڑے کھوہ نال منجھے ہوندے باخوں، توڑے سے مناں ہختند پائیے ہو

طالب مولیٰ کو چاہیے کہ راہِ فقر میں کسی بے دقا، کم ظرف، کمینے اور ماتفاق آدمی کو اپنا ساتھی یا رفیق نہ بنائے کیونکہ اذلی فطرت کبھی بھی تبدیل میں ہوتی۔ پھر آپ ملتیں دے کر اس بات کو تمجھاتے ہیں کہ تم (ایک کڑا پھل) کبھی تربوز نہیں بن سکتا خواہ اسے مکرہ مہمی لے جائیں اور کوئی کے پچھے کبھی بھی بھس نہیں بن سکتے خواہ انہیں اصلی و قیمتی مولیٰ ہی کیوں نہ کھائے جائیں۔ جن کنوں اس کا پانی کڑا ہوتا ہے اُن میں اگر منوں کے حساب سے چینی ڈالی جائے تو بھی پیٹھے نہیں ہو سکتے۔

اخضریات صرف ایک نکدی کی ہے، اگر وہ نکتہ بھاہ جائے تو تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ تمام کائنات شامل ہشمول دنیا و عقلی اللہ تعالیٰ کی ہے، ان کا مالک و خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر کیوں نہ دنیا اور عقلی جو اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہیں، کو چھوڑ کر دنیا و عقلی کے مالک کے دیدار اور پیچان کے لئے اس کی عبادت کی جائے۔ جب مختار گل اللہ تعالیٰ کی پیچان اور معرفت حاصل ہو جائے گی اور وہ راضی ہو جائے گا تو دنیا و عقلی کا حصول معمولی بات ہے۔ اگر کوئی یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف قدموں سے چل کر پیچا جا سکتا ہے تو وہ گمراہی پر ہے۔ اللہ تعالیٰ جہات، زمان، مکان، اوان، دن رات، حدود، اقطار اور مقدار سے مزدہ، اور مبڑا ہے۔ قرب دیدارِ الہی کا سفر انسان کی اپنی حقیقت کی پیچان یا "نفس کے عرفان" یا خود اس کے قلب و ہاطن کا سفر ہے۔ راہ قلب پر چل کر حق وہ نورِ بصیرت حاصل ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے۔ نفس کے عرفان سے اللہ کا عرفان کیسے حاصل ہوتا ہے؟ آئیے اگلے باب میں اس پر بحث کرتے ہیں۔

بَابُ ۳

عرفانِ نفس

جب سے انسان نے اس سیارہ تھے زمین کتے ہیں، پر قدم رکھا ہے اس کے ذہن میں ہمیشہ ایسے سوالات جنم لیتے رہتے ہیں:

میں کون ہوں؟

میری ابتداء کیا ہے؟

میری انتہا کیا ہے؟

میری حقیقت کیا ہے؟

میری پہچان کیا ہے؟

اگر مجھے تحقیق کرنے والا خالق کوئی بے تو وہ کون ہے؟ اس کی پہچان کیا ہے؟

میرا مقصد حیات کیا ہے؟

ان جوابات کی تلاش کے لیے انسان نے جب بھی کوشش کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہنمائی کے لیے ہر دور میں اور اس زمین کے ہر خلطے میں اپنے نبی اور رسول تجھیے جو انسان کو ان سوالات کے جوابات سے مطلع فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ زمانہ آپنے جب روئے زمین کے انسان ایک دوسرے کے اتنے قریب آگئے کہ دنیا کے ایک سرے پر بیٹھا ہوا انسان دنیا کے دوسرے سرے پر بیٹھے ہوئے انسان سے باخبر رہنے لگا۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب، باعث تحقیق کا نات خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مہجوب فرمایا کہ نوح انسان پر اپنی راہنمائی کی جگت تمام کر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری نسل انسانی کے لیے تاقیم قیامت ہادی ہیں۔ انسانوں کی بہادیت کے لیے اللہ

تعالیٰ کی بارگاہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیلے سے قرآن مجید کی صورت میں مکمل ضابطہ حیات عطا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا يَنْظِقُ عَنِ الْهُوَى (سورة النجم۔ ۳)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ و حق اینی کی ہی ایک صورت ہے لہذا قرآن مجید کے ساتھ ساتھ احادیث قدیم اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں یہ ضابطہ حیات قیامت تک کے لیے محفوظ کر لیا گیا۔ جس خوش قسمت نے اس ضابطہ حیات سے رجوع کیا اُسے راہنمائی اور اس نے اپنا مقصد حیات حاصل کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس حدیث قدسی میں انسان کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے:

كُنْتَ حَتَّىٰ أَنْتَفَهْيَا فَأَخْبَتْنَاهُ أَنْ أَغْرِفَ فَخَلَقْتَ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لیے میں نے خلوق کو پیدا کیا۔

اس حدیث قدسی سے واضح ہو گیا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کیسے حاصل ہوگی۔ تو اللہ کی پہچان کا طریقہ اس حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو (یعنی خود) پہچان لیا ہے جسک اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اسکی شرح اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو عالم لا محنت میں روح مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا فرمایا۔ اس مقام پر روح کو ”روح قدسی“ کا نام دیا جاتا ہے اور سبھی روح کی وہ حالت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

إِلَّا إِنَّسٌ يَرِيْدُهُ وَآكَابِرُهُ

ترجمہ: انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

اس مقام پر ارواح اللہ تعالیٰ کے دیدار میں محبوبیت اور اسی عالم میں انسانی ارواح سے وعدہ تکمیل لیا گیا۔ سورۃ الاعراف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللَّهُ أَنْتَ يَرِيْدُكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟)

تمام ارواح نے جواب دیا:

قَالُوا إِنَّا (ہاں تو ہی دیدار ہے۔) (سورۃ الاعراف۔ ۱۷۲)

علام اقبال اسی وعدے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اللَّهُ ازْ خُلُوتِ نَازِيَّةٍ كَرِبَّاً سَازَهُ كَرِبَّاً سَازَهُ﴾ ترجمہ: اللہ نے خلوت پر بڑی گذشتگی آواز کس کے نازیکی خلوت سے بلند ہوئی اور ”نبلی“ کا نونہ کس کے سازے کے نمر سے بلند ہوا؟

عالیٰ لاموت و عالم ہے جہاں پر انسان (انسانی روح) کے سواتھ ممکن کا داخلہ منوع ہے۔ اسی عالم کی مرحد پر حضرت جبرايل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے معراج کی رات فرمایا تھا کہ اگر میں اس مقام سے ذرا سما بھی آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے روح کو عالم جبروت میں اتارا اور اسے جبروتی لباس پہننا پکی نکہ روح جہاں میں بھیجی جائے گی اسے اس جہاں کے لباس کی ضرورت ہوگی۔ یہاں پر روح کا نام روح سلطانی یا نورانی ہوا۔ پھر اسے عالم ملکوت میں اتارا گیا اور ملکوتی لباس پہننا پایا گیا۔ یہاں پر روح کا نام روح سیرانی یا روحانی ہوا۔ پھر اسے عالم ناسوت میں اتارا گیا اور بشری جسم میں داخل کر کے لباس بشرط پہننا پایا گیا۔ یہاں پر روح کا نام روح جسمانی یا حیوانی ہوا۔ اس لیے فرمایا ”روح اسررتی ہے“ اور اسی لیے کہا گیا ہے ”ہرچچھ فطرت سلیمان پر پیدا ہوتا ہے۔“ یعنی اس کی روح پا کیزہ اور تور سے متور ہوتی ہے کیونکہ دل الذات دنیا اور آلات ایجاد دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتی ہوتی۔ اب انسانی عروج یہ ہے کہ دو عالم ناسوت سے روحانی طور پر ترقی کرتا ہوا عالم لاموت میں قدس صورت میں ظاہر ہو جائے۔ اسی مقام پر پہنچ کر انسان کو عرفان فلسفہ حاصل ہو جاتا ہے اور بھی عروج انسان کا مقصد حیات ہے۔ روح قدسی کو مختلف ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔

بعض احادیث میں روح کو قلب، دل یا مسن کا نام دیا گیا ہے۔ صوفی کرام نے بھی انسان کے اس روحانی وجود کو باطن، اندر کا انسان، روحانی انسان، انسان کا باطنی وجود، قلب، دل یا مسن کا نام دیا ہے۔

اصطلاح تصوف میں دل، قلب یا مسن سے مراد گوشت کا وہ لمحہ نہیں ہے جو سینے کے اندر باکس جانب دھڑک رہا ہے۔ گوشت کا یہ لمحہ اتو جانوروں اور مزدوں کے سینے میں بھی موجود ہوتا ہے اور ظاہری آنکھ سے اسے دیکھا بھی جا سکتا ہے۔ جس چیز کو ظاہری آنکھ دیکھ کے اور جس کا تعلق ظاہری دنیا سے ہو اور جسے حق بھی ہوتا ہو اسے عالم باطن کی کیا خبر ہو سکتی ہے؟ روح کو یہ نام اصطلاحی طور پر دیا گیا ہے۔

اقبال نے اسے ”خودی“ کا نام دیا ہے اور عرفان فلسفہ کو آپ ”خودی کی پیچان“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اقبال کے زیادہ تر مفہموں نے ”خودی“ کو روح، سمجھنے کی بجائے آنا، سمجھ کر بہت بڑی زیادتی اور غلطی کی ہے۔ انہیں شاید یہ بات سمجھنے اسی کرن آنا (غمبر بیب) سے انسان خدا تعالیٰ سے دور ہوتا ہے اور روح سے اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ ویسے علام اقبال نے مسن، دل اور روح کی اصطلاحیں بھی استعمال کی ہیں۔ عام انسان اسے ضمیر کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ جب انسان کوئی گناہ یا غلط کام کرتا ہے تو روح یہ اسے ملامت کرتی ہے کیونکہ اس کی فطرت میں نہیں۔ انسان یہ کہتا ہے کہ میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔

روح کی پیچان کوئی اصول میں عرفان فلسفہ کجا جاتا ہے اور سبی دین ہے۔ دین کے معنی ہیں ”جوہر انسان (روح) کی شناخت اور اس کی تحقیل“ یعنی مرتبہ انسان کی پیچان اور اس کے حصول کا نام دین ہے۔ دوسرے لحاظ میں خود شناسی و خود بینی و خود بانی کا نام دین ہے اور خود شناسی یہ ہے کہ انسان کی تحقیق و چیزوں سے عمل میں لائی گئی ہے، ایک چیز تو ظاہری وجود ہے جسے جنم یا تن بھی کہتے ہیں، جسے آنکھ سے دیکھا اور ہاتھوں سے

چھواجا سکتا ہے۔ دوسری چیز باطن ہے جسے روح، قلب یاد بھی کہتے ہیں، جس کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ اسے نہ ظاہری آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے اور نہ ظاہری ہاتھوں سے چھواجا سکتا ہے۔ اسے صرف باطن کی آنکھ سے دیکھا جا لے جاسکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق اس ظاہری جہان سے ہرگز نہیں بلکہ اس کا تعلق عالم غیب ہے۔ یعنی انسان کا اصل وجود ہے۔ اگر اس سے ظاہری جسم چھپ بھی جائے تو اس باطنی وجود کو قائم رہنا ہے کہ اسے فانگیں ہے۔ معرفت الٰہی اور جہاں خداوندی کا مشاہدہ اس باطنی وجود کی خاص صفت ہے۔ عبادات کا حکم اسی کو ہے، ثواب و عذاب اسی کے لئے ہے، سعادت و شکایت اسی کا مقدار ہے اور اس کی حقیقت سے آگاہ ہوتا ہی معرفت الٰہی کی چانپی ہے اور یہی دین کی حقیقت ہے۔ موجودہ دور میں مشکل یہ آن پڑی ہے کہ جب علم باطن کا کوئی مسئلہ ساختے آتا ہے تو انقرآنی آیات کو جن میں علم باطن کے متعلق واضح اور روشن ہدایات موجود ہیں، ان سے استفادہ کرنے کی بجائے کچھ لوگ انہیں متابرات کہہ کر آگے گزر جاتے ہیں۔ آج کل کے دور میں بھی ہماری گمراہی کی بڑی وجہ ہے کہ ہم نے اپنے باطن کو فراموش کر دیا ہے اور صرف ظاہری طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔ آج کا انسان آفاق میں گم ہے، اگر وہ اپنی سستی کو پہچان لے تو آفاق اس کو اپنے اندر رکھا ہی دیں۔

قرآن مجید میں بھی یاد ریاضان کے باطن کی طرف توجہ لائی گئی ہے:

وَقِيَ الْفَيْضُمُ أَفَلَا تَبْعِرُونَ (سورة النمل۔ 21)

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم غور سے جیسی دیکھتے۔

وَكُنْ أَقْوَبِ الْيَوْمِ مِنْ حَتَّلِ الْوَرَيْدِ (سورة ق۔ 16)

ترجمہ: اور ہم تو انسان کی شرگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

كَتَبَ فِي قُلُوبِهِ الْإِيمَانُ (سورة الحوار۔ 22)

ترجمہ: ان کے قلوب (باطن) میں ایمان لکھا۔

أَفَرَأَيْتَ مِنْ أَخْذَ اللَّهَهُوَ أَدْبَرُ (سورة البقرۃ۔ 23)

ترجمہ: (اے محبوب حلی اللہ علیہ آل وسلم) کیا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی انسانی خواہشات کو اپنا اللہ (مجدود) ہالیا ہے۔

أَوْلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي الْفَيْضِمِ (سورة الرعد۔ 8)

ترجمہ: کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے۔

حدیث قدیم میں اللہ تعالیٰ نے باطن کی طرف متوجہ کیا ہے:

لَا يَسْعَى إِلَى حِصْنٍ وَلَا سَقَائِيٍّ وَلِكُنْ يَسْعَى فِي قُلُوبِ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ

ترجمہ: زمین میں سماں ہوں اور نہ آسانوں میں لیکن بندہ مومن کے قلب میں ہو جاتا ہوں۔

احادیث نبوی میں بھی باطن کی طرف اشارہ موجود ہے:

⊕ انَّ اللَّهَ لَا يَنْتَظِرُ إِلَى صُورَكُمْ وَلَا يَنْتَظِرُ إِلَى أَخْتِالِكُمْ وَلَكُنْ يَنْتَظِرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَنَيَّارِكُمْ (سلم)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور نہ تمہارے اعمال کو بیکھردا ہے اعمال کو بیکھردا ہے اور نہ توں کو دیکھتا ہے۔

⊕ إِنَّمَا إِلَّا عَمَالٌ بِالنِّيَّاتِ (بخاری 6953)

ترجمہ: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

⊕ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ تَعَالَى (المریٹ)

ترجمہ: مؤمن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

اسی سے شمار آیات و احادیث موجود ہیں جن میں قلب و باطن کی طرف بندے کی توجہ دلائی گئی ہے۔ اسی قلب و باطن میں ایمان خبر لایا گیا ہے،

یعنی تخلیل و تصور کا مرکز ہے اور شیطان ایمان بھی اسی باطن میں وسے ڈالتا ہے۔

♦ الَّذِي يُوَسِّعُ فِي صُدُورِ النَّاسِ (بخاری 6953-5)

ترجمہ: وہ لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی شناسے حقیقت، راز پہاں سے واقف نہیں یا کوئی منکر پیدا ہوا ہے اس نے اس حقیقت کا پروہ ضرور فاش کیا ہے کہ عرفان انس سے ہی اصل آجگی حاصل ہوتی ہے۔ ساتھ ساتھ اس قرآنی حقیقت سے بھی پر وہ اخالیا ہے کہ نہ صرف اللہ اور اس کا تخلیق کر وہ یہ عالم بکھر پوری کائنات (یعنی تمام عالمیں) انسانی قلب میں لطیف صورت میں موجود ہے۔ یہ شخص کوئی فلسفیانہ اصول نہیں جو وہنی لطف یاد و مانی سکرت کی تخفی کے لیے گھرا کیا ہو، یہ زندگی کی وہ حقیقت ہے جو قرآن و حدیث، انبیا کرام اور فقراء کے ملین کی تعلیمات اور تحریب کی مضبوط بنیاد پر کھڑی ہے۔

⊗ مولا ناروں میں اس حقیقت سے پر وہ اخالیت ہوئے انسان سے فرماتے ہیں:

❖ بُنْ بِصُورَتِ غَالِجٍ صُغْرَى تَوْلَى لِپِسْ بِعْنَى غَالِجٍ غَنِيمَى تَوْلَى

ترجمہ: شکل سے تو جہاں صغری ہے گر حقیقت میں تو جہاں بکیر ہے۔

❖ آوِيْ رَا بَتْ حِسْ تَنْ عَقِيمْ يِيكْ دَرْ بَاطِنْ يِيكْ فَلَقْ عَظِيمْ

ترجمہ: انسان جسمانی حواس کے نظریہ سے تحریر و تیج ہے گر باطن میں "عالم عظیم" ہے۔

⊗ خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ يَارِ بَا مَاتَ رَوْزَ وَ شَبَ حَافِظاً تَبَوَّلْ جَانَ كَهْ بَسْ دَرَ رُكْ وَ پِ

ترجمہ: اے حافظا! یار دن رات ہمارے ساتھ ہے جیسے زندگی ہماری رُک و پِ میں ہے۔

⊗ حضرت بولی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یار در تو پس چائی بے خبر

ترجمہ: یا بار تیرے اندر ہے تو کیوں بے خبر ہے۔

﴿ حضرت محبین الدین پیغمبرؐ مجھی جتوئے باطنی کی اہمیت نہایاں کرتے ہوئے انسان کو مطالب کرتے ہیں: ﴾

﴿ آب حیات است اندر قلمت ہستی تو مای شو، خویش را در آب حیات گلن

ترجمہ: تیری استی کی تاریکی میں آب حیات موجود ہے۔ تو پھلی بن چا اور خود کو اس آب حیات میں ڈال دے۔

ایک اور جگہ آپ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ باعین لفت ہر نو تا پہ کے خواہی دویں ہم ز خود جو ہر چہ خواہی تا بدالی سستی

ترجمہ: اس نے محبین الدین سے کہا تو کب تک ہر طرف دوڑتا پھرے گا؟ تجھے جو بھی چاہیے اسے اپنے اندر جلاش کرتا کہ تجھے پہ چلے کر تو کون ہے۔

﴿ حضرت پیغمبر ﷺ کے مطابق جس نے رازِ حق پایا ہے، راوی باطن حلاش کر کے ہی پایا ہے۔ جس نے یہ راز پا لیا وہ مکونِ حقیقی کا حقدار بن گیا اور خوشی و غم، گناہ و ثواب، حیات و موت اور ہر طرح کے امتیاز سے آزاد ہو گیا۔

﴿ جس پایا بحیث قلندر وا راو کھوجیا اپنے اندر وا

اوہ واکی ہے سکھ مندر وا جنت کوئی نہ چڑھدی لہندی اے

منہ آئی بات نہ رہندی اے

ایہہ تلکن بازی ویکرا اے تھم تھم کے نہ اندر اے

وز اندر ویکھو سیکرا اے کیوں خلت باہر ڈھونڈی جدی اے

منہ آئی بات نہ رہندی اے

﴿ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ متن عزف نفسہ فَقُدْ عَزْفَ رَبِّكَ کی شرح میں فرماتے ہیں:

اے انسان! تجھ سے قریب ترین اگر کوئی چیز ہے تو تیری اپنی اسی ذات ہے اس لیے اگر تو اپنے آپ کوئی بیچانا تا تو کسی دوسرے کو کیوں کر پچان سکے گا؟ فقط یہ جان لینا "یہ میرے ہاتھ ہیں، یہ میرے پاؤں ہیں، یہ میری ہڈیاں ہیں اور یہ میرا جسم ہے" اپنی ذات کی شناخت تو کہیں ہے۔ اتنی شناخت تو اپنے لیے ویگر جانور بھی رکھتے ہیں۔ یا فقط یہ جان لینا کر بھوک گئے تو کچھ کھالینا چاہیے، خصہ آجائے تو جھٹکا کر لینا چاہیے، شہوت کا غلبہ ہو جائے تو جماع کر لینا چاہیے، یہ تمام باتیں تو جانوروں میں بھی تیرے برادر ہیں پھر تو ان سے اشرف و فضل کیوں بکر ہووا؟ تیری اپنی ذات کی معرفت و پیچان کا تقاضا یہ ہے کہ تو جانے کہ تو خود کیا ہے؟ کہاں سے آیا ہے اور کہاں جائے گا؟ اور جو تو آیا ہے تو کس کام کے لئے آیا ہے؟ تجھے پیدا کیا گیا ہے تو کس غرض کے لئے پیدا کیا گیا؟ تیری نیک بخشی و سعادت کیا ہے؟ اور کس چیز میں ہے؟ تیری بد بخشی و شقاوت کیا ہے اور کس چیز

میں ہے؟ اور یہ صفات جو تیرے اندر جمع کردی گئی ہیں جن میں سے بعض صفات حیوانی ہیں، بعض جسمی درندوں کی، بعض شیطانی، بعض جنتی اور بعض ملکوتی ہیں، تو ڈرام خور تو کر کر تو ان میں سے کون یہی صفات کا حامل ہے؟ تو ان میں سے کون ہے؟ تیری حقیقت ان میں سے کس کے قریب تر ہے؟ اور وہ کون کوں یہی صفات ہیں جن کی حیثیت تیرے باطن میں غریب و اجنبی اور عارضی ہے؟ جب تک تو ان حقائق کو نہیں پہچانے کا اپنی ذات کی شناخت سے محروم رہے گا اور اپنی نیک بخشی و سعادت کا طلب گارجیں بنے گا کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی غذا علیحدہ علیحدہ ہے اور سعادت بھی الگ الگ ہے۔ پیو یا یوں کی غذا اور سعادت یہ ہے کہ کھائیں، بینیں، سوچیں اور جماعت میں مشغول رہیں۔ اگر تو بھی سبکی پکھے ہے تو ان رات اسی کوشش میں لگا رہ کر تیراپیٹ بھرتا رہے اور تیری شہوت کی تسلیم ہوتی رہے۔ درندوں کی غذا اور سعادت لڑنے بڑنے، مرنے مارنے اور غیظ و غصب میں ہے، شیطانوں کی غذا اور سعادت شر انگیزی اور سر و حیلہ سازی میں ہے۔ اگر تو ان میں سے ہے تو ان یہی بھیے مشاغل اختیار کر لے تاکہ تو اپنی مطلوبہ راحت و نیک بخشی حاصل کر لے۔ فرشتوں کی غذا اور سعادت ذکر و صحیح و طواف میں ہے جب کہ انسان کی غذا اور سعادت قرب الہی میں اللہ تعالیٰ کے انوار جمال کا مشابہہ ہے۔ اگر تو انسان ہے تو کوشش کر کر تو ذات باری تعالیٰ کو پہچان سکے، اس کے انوار و جمال کا مشابہہ کر سکے اور اپنے آپ کو غصہ اور شہوت سے رہائی دلا سکے اور تو طلب کرے تو اس ذات کیلما کو کرے تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے اندر ان حیوانی و نیکی صفات کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اور تجھے پیر یہ حقیقت بھی منکشف ہو جائے کہ پیدا کرنے والے نے ان صفات کو تیرے اندر جو پیدا کیا ہے تو کیا اس لیے کہ وہ تجھے اپنا اسیر بنا لیں اور تجھے پر غایبی حاصل کر کے خود قاتح ہن جائیں؟ یا اس لیے کہ تو ان کو اپنا اسیر و مکفر بنا لے اور خود ان پر غالب آجائے اور اپنے ان اسیروں اور مفتوقین میں سے کسی کو اپنے سفر کا گھوڑا بنا لے اور کسی کو اپنا اسلحہ بنا لے تاکہ یہ چند دن جو تجھے اس منزل گاؤں و قافی میں گزارتا ہیں، ان میں اپنے ان غلاموں سے کام لے کر اپنی سعادت کا نیج حاصل کر سکے اور جب سعادت کا نیج تیرے ہاتھ آجائے تو تو ان کو اپنے پاؤں تلے رومندا ہوا اپنی اس قرار گاؤں و سعادت میں داخل ہو سکے جسے خواص کی زبان میں "حضورت" کہا جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں تیرے جانے کی ہیں۔ جس نے ان کو نہ جانا وہ راہ دیں سے دور رہا اور لا حمالہ وین کی حقیقت سے جواب میں رہا۔

(کیجاۓ سعادت)

شیخ اکبر گنجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿اے طالب! تو پہچان اپنی ذات کو۔ کون ہے تو اور کیا ہے حقیقت تیری اور کیا ہے تیری نسبت حق تعالیٰ کی طرف اور کس وجہ سے تو حق ہے اور کس وجہ سے تو عالم (جان) ہے۔ (شر نہیں اکام، الاجان)

واعف علی و اصف فرماتے ہیں:

﴿آپ کا حصل ساتھی اور آپ کا صحیح شخص آپ کے اندر کا انسان ہے۔ اسی نے عبادت کرنی ہے اور اسی نے بغاوت۔ وہی دنیا والا نہ تھا ہے اور وہی آخرت والا۔ اسی اندر کے انسان نے آپ کو جزا اور سزا کا مستحق بنانا ہے۔ فیصلہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ کا باطن ہی آپ کا بہترین دوست ہے اور وہی بدترین دشمن۔ آپ خود ہی اپنے لیے دشواری سفر ہو اور خود ہی شادابی منزل۔ باطن محفوظ ہو گیا تو ظاہر بھی محفوظ ہو گیا۔

٭ عرفان نفس کے بارے میں علام اقبال کا نظریہ سلطان العارفین حضرت ہنگی سلطان باخو رحمۃ اللہ علیہ سے ممتاز رکتا ہے۔ آپ ہبھائے اپنے کلام میں روح کو خودی اور عرفان نفس کو خودی کی پہچان کا نام دیا ہے لیکن آپ ہبھائے اپنے کلام میں موقع کی مناسبت سے روح، من اور دل کی اصطلاحات بھی استعمال کی ہیں۔

حضرت علامہ اقبال ہبھائے فرماتے ہیں کہ اصل انسان روح ہی ہے، وہی موجود ملائکہ تھی۔

♣ سجدہ کہ کیت ایں از من پرس بے خرا روواز جاں از تن پرس (زبور)

ترجمہ: یہ (روح) کس کی سجدہ کا ہے؟ یہ تو مجھ سے مت پوچھ۔ اے بے خبر روح کی کہانی جسم سے نہ پوچھ۔ فرشتوں نے انسانی روح کو سجدہ کیا تھا، یعنی انسانی بدن میں جو روح ہے وہی موجود ملائکہ تھی۔ الہم اس انسانی وجود کو پہچان لے، اس نے انسان کو سمجھی گارے کا معمولی پتکا سمجھا، مگر اس ہو گیا اور مرد و خیر۔ جرایل علیہ السلام نے انسان کے اندر موجود حقیقت کو پہچان لیا اور سب سے پہلے سجدہ میں گر گئے الہم اسرار ملائکہ بنے۔

رحم مادر میں جب پنج کا جسم تیاری کے مرحل میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں روح کو داخل کرتا ہے جس کی بدولت جسم حرکت کرنے لگتا ہے اور اس وقت تک حرکت میں رہتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ موت کے وقت پھر روح کو جسم سے علیحدہ کر لیا جاتا ہے۔ اقبال فرماتے ہیں:

۱۔ بجاس پوشیدہ رمز کائنات است بدن حالے ز احوال حیات است
۲۔ عروی معنی از صورت حنا بت محمود خویش را ہیجا یہا بت
۳۔ حقیقت روئے خود را پرده باف است کہ او را لذت در اکشاف است (زبور)

ترجمہ: (۱) کائنات یعنی اللہ تعالیٰ کا راز روح میں پوشیدہ ہے جبکہ جسم تو زندگی کے حالات میں سے صرف ایک حال ہے۔ (۲) روح نے صورت (خارجی جسم) کی مہندی لگائی اور اپنے اظہار کے لیے مختلف قسم کے لباس پہنے۔ (۳) حقیقت (اللہ تعالیٰ) اپنے چہرے کے لیے پرده پھینکتی ہے یا پر دوپٹنے والی ہے۔ اس کے لیے اکشاف میں لذت ہے۔ گویا روح جسم میں پوشیدہ رہ کر ہی اپنے اظہار کی لذت حاصل کرتی ہے تاکہ اس کے راز کو علاش کیا جاسکے۔

♣ خن از بود و نابود جہاں با من چہ می گوئی من ایں دام کر من ہستم، نداہم ایں چہ نیز نگ است (زبور)

ترجمہ: مجھ سے اس دنیا کے ہونے یاد ہونے کے بارے میں کیوں بات کرتے ہو۔ مجھے تو بس یہ معلوم ہے کہ میرے وجود (روح) کو بقا ہے، میرے ارگرد یہ ظاہری رنگارنگی کیسی ہے یہ مجھے معلوم نہیں۔

یعنی پہلے خود کو جانا اور پہچانا ضروری ہے۔ دنیا میں کیا ہو رہا ہے، اسے دیکھنا بعد کی بات ہے۔ پہلے اپنی خودی کو پہچان اور پھر دنیا کے لیے کام کر۔ تب تیرا کام اللہ کی رضا کے مطابق ہو گا۔

علام اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے پورے کلام میں خودی کی حقیقت بیان کرتے اور خودی کی پہچان (عرفان نفس) حاصل کرنے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں کیونکہ خودی کی پہچان کے بغیر انسان کی مثال حیوان کی ہی ہے۔

دل بیٹھی کر خدا سے طب
اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
من کی دنیا من کی دنیا سوز و مسقی، جذب و شوق
من کی دولت با تحد آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
دل میں ہو سوز محبت کا وہ چھوٹا سا شر
خودی کی شوونی و تندی میں کبر و ناز نہیں
عرش کا ہے کبھی کجھے کا ہے دھوکہ اس پر
ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
یہ یام دے گئی ہے مجھے باد شیخ گھاہی
تری زندگی اسی سے، تری آبرہ اسی سے
خودی میں گم ہے خدائی، خلاش کر غافل
تو اے اسیر مکاں! لامگاں سے دور نہیں

اے بشری جسم میں مقید انسان! اللہ تعالیٰ کی ذات تجوہ سے دور نہیں بلکہ اے خاکی انسان! خور کر اللہ تعالیٰ کا جلوہ تجوہ ہی میں ہے۔

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
زمین و آسمان و گردی و عرش
خودی کے زور سے دنیا پہ چھا جا
حکیمی، ناصلانی خودی کی کلیسی، رمز پہنانی خودی کی
تجھے مگر فقر و شایدی کا بتا دوں فرمی میں تکہانی خودی کی (ہل جریں)

خودی کی پہچان سے محروم انسان کو اقبال مردہ تصور کرتے ہیں۔

ترانیں روح سے نا آشنا ہے عجب کیا! آہ تیری نارسا ہے
تن بے روح سے بیزار ہے حق خدائے زندہ، زندوں کا خدا ہے (ہل جریں)

جب تو جوانوں کو خودی کی پہچان حاصل ہو جاتی ہے اور روح کو طاقت پر واصل جاتی ہے تو ان کو اپنی منزل عالمِ اصوات میں ذات حق کے دیدار کی صورت میں نظر آتی ہے۔

• عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں (الجہل) خودی کی پہچان کی منزل (دیدارِ الہی) تک بتردیج کسی مرشد کامل کی زیرِ گرانی پہنچا جاسکتا ہے۔

• دل زندہ و بیدار اگر ہو تو بتردیج بندے کو عطا کرتے ہیں چشمِ نگران اور احوال و مقامات پر موقوف ہے سب کچھ ہر لمحہ ہے سائک کا زمان اور مکان اور جرأت ہے تو انکار کی دنیا سے گزر جا ہیں ہر خودی میں ابھی پوشیدہ جزیرے کھلتے نہیں اس قلزمِ خاموش کے اسرار جب تک تو اسے ضربِ کلینی سے نہ چھڑے کر تو خودی کو سمجھتا ہے میکرِ خاکی (عربیم) تری نجاتِ غمِ مرگ سے نہیں ملکن اقبال بشری اور روحانی جسم میں سے روحاں کی زندگی کو ہی زندگی گردانتے ہیں۔

• دل کی آزادی شہنشاہی، علمِ سماں موت فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے، دل یا گلکم! (الجہل) خودی کا سر نہاں لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (عربیم) روحِ اسلام کی ہے نورِ خودی، نارِ خودی آپ فرماتے ہیں کہ انسانی وجودِ خودی کی پہچان کے بغیر یہ کارہے اور اس سے محرومیتی انسانی زوال کا باعث ہے۔

• نہ ہے ستارے کی گردش نہ بازیِ افلاک خودی کی موت ہے تیرا زوالِ نعمت و جادہ (الجہل) و وجود کیا ہے، فقط بوہر خودی کی تمود کر اپنی غدر کہ جوہر ہے بے تمود ترا (عربیم) اگر زبان نے لاَ إِلَهَ كَمْ بَحِي دِيَا تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اصل مرحلہ تو تصدیقِ قلب کی منزل پر پہنچتا ہے۔

• خود نے کہہ بھی دیا لاَ إِلَهَ تو کیا حاصل دل و نکاح مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں (عربیم) دل مردہ دل نہیں ہے، اسے زندہ کر دوبارہ کہ یہی ہے امتوں کے مرض کہن کا چارہ (عربیم) دنیا کے مدرسون، مسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے ہارے میں آپ فرماتے ہیں:

• اقبال! یہاں نام نہ لے علمِ خودی کا موزوں نہیں سخت کے لئے ایسے مقالات بہتر ہے کہ یتھارے ممولوں کی نظر سے پوشیدہ رہیں باز کے احوال و مقامات (عربیم) مسلمانوں میں خودی کی پہچان کا جذبہ نہ رہا۔ اب توجہ صرف ظاہر اور بشری وجود پر ہی رہ گئی ہے لہذا روح مردہ ہو گئی۔ خودی کی موت سے مغرب کا اندرزوں بے نور خودی کی موت سے شرق ہے جہانےِ جذام

خودی کی موت سے روح عرب ہے بے تب و تاب
 خودی کی موت سے ہندی شکست بالوں پر
 خودی کی موت سے پھر حرم ہوا مجبور
 کہ نئے کھانے مسلمانوں کا جامہ احرام (حرب گیم)
 ♦ اے ترا ہر لمحہ فکر آپ و گل از حضور حق طلب یک زندہ دل (شوی)
 ترجمہ: توہر لو فکرِ معاش میں ہی جتنا رہتا ہے، حضور حق سے ایک زندہ دل طلب کر۔

♦ روح با حق زندہ و پاکنہ الیت ورنہ این را مرد و آن را زندہ الیت (زیارت)
 ترجمہ: حضور حق میں رہنے والی روح ہی زندہ ہے ورنہ تو خدا کے نزد یک مرد ہے۔
 حضرت علام اقبال انسان سے خاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ اپنی خودی کو زندہ کر کیونکہ خودی ایک ایسا راز ہے جو کائنات کے ہر راز سے واقع ہے۔

♦ تو شیری ز کام خود بروں آ از نیام خود بروں آ
 نقاپ از مکنات خوش برگیر مه و خوشید و احمد را پ برگیر (زیارت)
 ترجمہ: تمیری خودی اگر ظاہر ہو جائے تو تکوار ہے، اپنی نیام سے باہر آئی بشری جسم کے جال سے نکل۔ خودی کی پیچان کے لیے اپنے بشری
 جبابات سے نقاپ ہٹادے اور یوں چاند سورج اور ستاروں کو اپنے پہلو میں لے لے۔

۱۔ خودی از کائنات رنگ و بو نیست جواس ما میان ما او نیست
 ۲۔ نگہ را در حریمش نیست راہے کنی خود را تماش بے نکاہے (زیارت)
 ترجمہ: (۱) خودی کا اطلاق اس ظاہری اور مادی دنیا سے نہیں ہے۔ ہمارے جواس (جواس شری) اس (الله تعالیٰ) کے اور ہمارے درمیان رابطہ کا
 ذریعہ نہیں ہے۔ (۲) ہماری ظاہری آنکھ خودی کے جبابات کو پیچ کر جریم کریا تک نہیں پہنچ سکتی۔ تو اپنی خودی کا انداز اظاہری آنکھ کے بغیر (باطنی
 آنکھ سے) کر۔

♦ اگر جسے کشانی بر دل خوش درون سینہ بینی منزل خوش (زیارت)
 ترجمہ: اگر تمیری باطنی آنکھ کھل جائے اور اس سے تو اپنے دل پر نگاہ ڈالے تو یہ میں ہی اپنی منزل (الله تعالیٰ) کو پا لے گا۔

۱۔ خودی تا مکناتش وا نمایه گرہ از اندر وون خود کشاید
 ۲۔ ازاں نورے کہ وا بیند نداری تو او را فانی و آنی شماری
 ۳۔ ازاں مرگے کہ می آید چ باک است خودی پچان پختہ شد از مرگ پاک است (زیارت)
 ترجمہ: (۱) خودی اپنے اظہار کے لیے اپنے اندر کی بندشوں کو توڑ رہا تھا ہے۔ (۲) خودی وہ نور ہے جس سے ہر چیز واضح نظر آتی ہے لیکن تو اس

نور سے محروم ہے کیونکہ تو خودی کو عارضی اور فانی سمجھتا ہے ایسیں تجھے خودی کی حقیقت ہی معلوم نہیں ہے۔ (۳) وہ موت جو اس بشری جسم کو آتی ہے اس موت سے کیا ذرنا۔ جب خودی کو اپنی پیچان حاصل ہو جاتی ہے تو وہ موت سے آزاد ہو جاتی ہے ایسی وہ چادری ہو جاتی ہے (اگر یعنی نہیں بے قدر کے حزاوں پر جلتے ہوئے چڑھ دیکھ لے)۔

- ۱۔ چوں از خود گرد مجبوری فشامد جہان خویش را چوں ناق راند
 - ۲۔ نگردو آسان ہے رخصت او نہ تاہد اخترے ہے شفقت او
 - ۳۔ قطار نوریاں در رہ گذار است پے دیدار او در انتخار است
 - ۴۔ شراب افرشد از هاش گیرد عبار خویش از خاکش گیرد (ربورم)
- ترجمہ: (۱) جب خودی اپنی پیچان حاصل کر لیتی ہے تو وہ بشری جسم کی طرح مجبورہ بے بس نہیں رہتی، پھر وہ دنیا کو اونٹی کی طرح ہائی ہے ایسی دنیا کو اپنی مرضی کے مطابق چلاتی ہے۔ (۲) آسان بھی اس کی اجازت کے بغیر گردش نہیں کرتا اور کوئی ستارہ اس کی شفقت کے بغیر نہیں چکتا ایسی تمام کائنات اس کے تابع فرمان ہو جاتی ہے۔ (۳) فرشتے اس کی راہ میں قطار و قطار دیدار کے انتخار میں کھڑے رہتے ہیں۔ (۴) فرشتے اس کے تک سے شراب حاصل کرتا ہے اور اپنی قدر و قیمت اس کی خاک (بھری دجور) سے حاصل کرتا ہے۔

اسی مقام کے بارے میں اقبال نے فرمایا:

- ❖ خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر لکھر سے پبلے خدا بندے سے خود یوچھے بتا تمیری رضا کیا ہے (ہل جرس)
 - ❖ خودی ز اندازہ ہائے ما فروون است خودی زال کل کہ تو بینی فروون است (ربورم)
- ترجمہ: خودی ہمارے اندازوں سے بڑا کر ہے۔ خودی اس کل کائنات ہے تو وہ یکجا ہے، سے بھی بالاتر ہے۔
- ❖ تو می گوئی مرا از "من" خبر کن چے معنی دارو "امدر خود سفر کن"؟
 - ❖ ترا گفتہم کہ ربط جان و تن چست سفر در خود کن و نگر کہ "من" چوت (ربورم)
- ترجمہ: تو کہتا ہے کہ مجھے من کے بارے میں بتا اور پوچھتا ہے کہ اپنے اندر سفر کرنے سے کیا مراد ہے؟ میں نے تجھے بتایا تھا کہ درج و جسم کا باہمی ربط کیا ہے۔ تو اپنے اندر سفر کر اور دیکھ لے کہ "من" کیا ہے۔
- ❖ خودی توبیدہ حلظ کائنات است نخستیں پتو ذات حیات است (ربورم)
- ترجمہ: خودی کائنات کے تحفظ کا توبیدہ ہے اور اس (الله تعالیٰ) کی ذات کا پہلا اظہار حیات ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے جب اللہ تعالیٰ میں اظہار کا شوق پیدا ہوا تو سب سے پہلے ذور مصطفیٰ میں خود کو ظاہر کیا اور نور محمدی سے مخلوق کو پیدا کیا۔
- ❖ بینی جہاں را خود را نہیں تا چند ناداں غافل نہیں؟ (ربورم)
- ترجمہ: تو دنیا کو دیکھتا ہے لیکن خود کو نہیں پیچانا تا۔ ناداں اتوکب تک اپنی استی سے غافل رہے گا!

- ۱۔ جہاں من کے جاں نقشِ تنِ انجیت ہوائے جلوہ، ایں گل را دو رو کرو
۲۔ ہزاراں شیوه دارو جان بے تاب ہدن گرد چو با یک شیوه خو کرو (یامِ شرمن)
ترجمہ: (۱) میری روح نے جب خود سے جسم کا نقشِ ابھارا تو جلوہِ حق کے ائمہار کی خواہش نے اس پھول کو دروغ (جسم اور روح) عطا کر دیئے۔
یوں جسم اور روح دو الگ الگ وجود نظر آنے لگے جبکہ دنوں کی بیاند ایک ہی ہے یعنی روح۔ گویا بدن روح اسی کی بدلتی ہوئی صورت ہے۔
(۲) اس بے تاب روح کے ائمہار کی ہزاروں صورتیں ہیں۔ جب اس نے ایک صورت کو اپانایا تو وہ جسم بن گئی۔
- ♦ در جہاں دل ما دو قر پیدا نیست انتقالیت ولے شام و سحر پیدا نیست (یامِ شرمن)
ترجمہ: ہمارے دل (باطن) کی دنیا زمان و مکان (Time and space) سے آزاد ہے۔ اس میں شام و سحر نہیں ہے لیکن ہر روح ایک انقلاب ہے۔
اقبال فرماتے ہیں کہ دل جب بیدار اور زندہ ہو جاتا ہے تو وہ صفات فاروقی عظیم اور صفات حیدر کرائی سے منصف ہوتا ہے۔
- ♦ دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراں میں آدم کے حق میں کیا ہے دل کی بیداری دل بیدار پیدا کر کے دل خوابیدہ ہے جب تک شیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری (ایں جسے)
سلطان الفقر ششم حضرت عجی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ عنوانِ نقش کے بارے میں فرماتے ہیں:
♦ اے انسان! کیا تو نے اپنے اندر اس حقیقت کو تلاش کیا ہے کہ اصل میں یہی حقیقت کیا ہے؟ تو کہاں سے آیا ہے؟ تیرا اس دنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے؟ اور تو نے واپس لوٹ کر کہاں جاتا ہے؟
♦ اپنے اندر اپنی حقیقت تلاش کر۔ تیری حقیقت تو وہ ذات ہے جو تیری شرگ سے بھی قریب ہے۔ تیری اپنی ہی ذات کی تلاش میں بچھے وہ ذات مل جائے گی۔
♦ اپنی ذات کو پہچان۔ جب تو اپنی ذات کو پہچان لے گا تو تجھے اللہ تعالیٰ کی پہچان بھی حاصل ہو جائے گی لیکن اس حقیقت تک پہنچنے کیلئے پہلے اپنے دل سے زنگ دو کر اور نفسانی جوابات سے چھکا را حاصل کر۔ اس کے بعد تیرا دل ایک ایسا آئینہ بن جائے گا جس میں وہ ذات بے جواب نظر آئے گی۔
♦ انسان کا باطن ایک عظیم الشان نوری جوہر اور حق کا آئینہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نور سے منور ہوتا ہے اور اس کی دععت اتنی زیادہ ہے کہ پوری کائنات اس میں رائی کے دانے کے برابر نظر آتی ہے۔ سبی وہ حقیقی انسان ہے جو اللہ کی طرف سے آتا ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر چلا جاتا ہے۔ گوشت پوست کا یہ ظاہری جسم نتوالہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور نہ ہی اس کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔ یہ اسی دنیا میں پیدا ہوتا ہے، سیکن دن ہوتا اور یہیں فنا ہو جاتا ہے۔
♦ اپنے باطن کو بیدار کر کوئک وہی اصل انسان ہے، اسی کا کام عبادت ہے کیونکہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "حضور قلب کے بغیر نہ مازٹیں ہوتی۔" وہی جنت والا اور دروزخ والا ہے۔ جس کا باطن درست ہو گیا اس کا ظاہر بھی درست ہو گیا۔

* اگر تو باطن کا بند قفل کھونا چاہتا ہے تو اس کی کلید کسی مرد کامل (مرشد کامل) سے حاصل کر۔ باطن کے قفل کو کھونے والی چابی اسم اللہ ذات ہے۔

سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باحُو

تمام عارفین اور فقرا کی طرح حضرت حقی سلطان باحُو بھی انسان کو اپنے من میں جھانکنے اور اپنی ذات پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ آپ پیونک صوفی کرام میں عظیم مرتبہ کے حامل اور سلطان الفقیر کے مرتبہ پر فائز ہیں اس لئے آپ کا انداز بھی سب سے منفرد اور جدا گانہ ہے۔

سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باحُور حمت اللہ علیہ کی تمام تر تعلیمات خواہ نشر کی شکل میں ہوں یا شاعری کی شکل میں، قرآن و حدیث کی خوبصورت شرح ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور ہم تو انسان کی شرگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں" (سورہ ق- ۱۸) کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ اس حقی کی تلاش کے لئے پہلے اپنے اندر رسمائی ضروری ہے۔ باطن میں اللہ پاک کی موجودگی پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کے لئے لفظ قریب کا استعمال بھی موزوں نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ بھی علیحدگی اور دوستی کا مظہر ہے بلکہ وہی تو ہماری حقیقتی ہماری حقیقت ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

* قرب حق نزدیک من جل الورید تو جماش را نہ بنی بے نظر

ترجمہ: اللہ پاک کی ذات شرگ سے بھی قریب ہے مگر تو اندھا ہے کہ اس کے جمال کا دیدار نہیں کر سکتا۔ (دیوان بافق)

سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باحُور حمت اللہ علیہ میں عَرْفَ نَفْسَةَ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ کی شرح میں فرماتے ہیں:

جان لے کر امارہ کی قوت و نقد اگنا و معصیت ہے بلکہ یوں کہیے کہ نفس امارہ کا تو پیشہ ہی گناہ و معصیت ہے۔ اگر آدمی رات دن نمازو و روزہ مجسمی طاعت و بندگی میں مشغول رہے اور بھیشہ قائم اللہ و صاحم الدہر رہے تو اس کے یاد جو بھی نفس امارہ گناہ سے باز نہیں آتا کہ اس کی تو خصلت ہی گمراہی ہے۔ آدمی چاہے رات دن سائل فتنہ کے مطالعہ میں مشغول رہے یا ریاضت تقویٰ و تلاوت قرآن اور نص و حدیث کے مطالعہ میں مصروف رہے، نفس امارہ گناہوں سے باز نہیں آتا کہ اس کا یاد ران شیاطین سے ہے۔ آدمی چاہے خانہ کعبہ کا طواف و حج کرتا رہے یا مسیدان جنگ میں جہاد و قیال کرتا رہے یا ذکر قلر، هرماقہ، محاسپہ، مکاشف، کشف القلوب اور کشف القبور کے مراتب حاصل کرے غوث و قطب بن جائے پھر بھی نفس امارہ گناہوں سے باز نہیں آتا بلکہ ہر وقت گناہوں کی طرف مائل رہتا ہے کہ اس کی نظر بھیشہ مردار گناہ پر گئی رہتی ہے لیکن جب تصور امم اللہ ذات سے اس کے ول میں قرب و وصال اُنہی کی تھیات کا شعلہ پھرگزتا ہے تو وہ وحدانیت اور حضور کے دریا میں غرق ہو کر عارف باللہ فانی اللہ کے انتہائی مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام پر نفس امارہ عاجز ہو کر گناہوں سے رک جاتا ہے اور اسے قدرت اُنہی کی طرف سے بے کام و بے زبان الہامات کے ذریعے حکم ہوتا ہے کہ اے نفس امارہ! حیا کرو اور با ادب ہو جا۔ قدرت اُنہی کے ان الہامات کوں

کرنے والا دنیا ہے اور مسلمان ہو کر صحیح اقتدار فلکی تصدیق کے ساتھ کل طیب "لَا إِلَهَ إِلَّا لِلَّهُ هُمَدَّ رَسُولُ اللَّهِ" پڑھ لیتا ہے اور گناہوں سے توبہ کر کے نقش مطہر بن جاتا ہے۔ پھر وہ طلب راتی میں دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم قبول کر کے مقتنی ولی اللہ بن جاتا ہے۔

معرفت الہی کے اس انتہائی مقام پر جب وہ قمن عَرْفَ نفسَہ کا مصدق این کرائے اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے تو اسے اپنے رب کی پہچان اس علامت سے ہو جاتی ہے کہ اس کے نفس پر الہامات ربانی کا نزول شروع ہو جاتا ہے کیونکہ مقام معرفت پر پہنچ کر نفس میں کوئی نفسانی و شیطانی صفت باقی نہیں رہتی۔ اس کے بعد اگر تمام حور و قصور، غم ہائے بہشت و تمام زیست دنیا نفس کے گرد جمع ہو جائیں تو بھی وہ اسے اختیار نہیں کرتا۔

(جی) انقرہ کا

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

ترجمہ: جس نے اپنے افس کو پہچان لیا ہے ملک اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

امت محمدی کو یہ خطاب اس لیے کیا گیا ہے کہ اس سے آدمی کے احوال اُس کے سامنے آ جاتے ہیں پھر اُس کا فیض ہوا (انسانی خوبیات) سے اور وہ گناہوں سے مطلق بیڑا رہ جاتا ہے۔ بندے کو بندگی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، بندگی کے بغیر بندے کی ساری عمر محض شرمدگی ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام جب دنیا سے رخصت ہونے لگے تو اپنے بیٹوں سے فرمایا "مجھ سے پانچ سبق یکجہ تو تمہارے کام آئیں گے: (۱) اللہ کے سوا کسی سے دل نہ لگانا، میں نے بہشت سے دل لگایا اور مجھے اُس سے جدا کر دیا گیا (۲) عورتوں کے کہنے پر کوئی کام نہ کرنا کہ میں نے جو اکی رائے پر عمل کیا اور وہ مجھے راس نہ آیا (۳) اگر تمہارا دل کوئی چیز مانگ لے تو اسے سوت دو کہ میرے دل نے درخت کا میوه کھانا چاہا تو میں نے کھایا تھا، تھا تو اس نہ آیا (۴) کوئی کام کرتے وقت کسی سے مشورہ ضرور کر لینا، اگر میں فرشتوں سے مشورہ کر لیتا تو اس حال کوئی پہنچتا (۵) اگر کوئی بنا وجہ قسم کھائے تو اس پر اعتبار نہ کرنا کہ اپنی لہین نے میرے سامنے قسم کھائی تو میں نے اُس پر اعتبار کر لیا، پھر جو نقصان مجھے پہنچا تھا وہ پانچ کے رہا۔" مصنف کہتا ہے کہ فقیر کے لئے فتح طلب اللہ ہی کافی ہے اور باقی ہر طلب ہوس ہے۔ (عبد المفترک) (۱)

انسان کا قلب و سچ اور عظیم الشان نوری جوہر اور آئینہ حق نہابے جو اللہ تعالیٰ کے ذاتی نور سے مٹو رہوتا ہے اور تمام کائنات اس میں رائی کے دانے کے برابر نظر آتی ہے۔ سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باخکھو کا تکون نظر یہ ہے کہ قلب، باطن میں معرفت الہی سے ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس سے دونوں جہان کی کل کیفیات قلب میں کام جاتی ہیں اور صاحب نظر قلبی آنکھوں سے اس کا صاف نکارہ کرتا ہے اور عاشقِ الہی تو ہمیشہ اسے قلب کی حاضر متوجہ رہتا ہے۔ حضرت گنی سلطان باخکھو فرماتے ہیں:

✿ قلب ایک نہایت و سچ و ایت اور ملک عظیم ہے۔ دونوں جہان اور تمام خلوق اس میں ساکھتے ہیں لیکن قلب دونوں جہانوں میں نہیں ساکھتا۔ (فخرِ الامم)

• ہر کتابے نقطہ از ول کتاب ول کتابے دفتر حق ہے حساب

ترجمہ ہر کتاب دل کا ایک نقطہ ہے کہ کتاب دل نے بے شمار دن ترجم کا احاطہ کر رکھا ہے۔ (محفظ القرآن)

حضرت علی سلطان با صور حمد اللہ علیہ شرح دل اور حقیقت قلب کے بارے میں فرماتے ہیں:

❖ دل کے کبیتے ہیں اور قلب کے سمجھا جاتا ہے؟ جان لے کر زمین کی وسعت آسمان کی وسعت کے مقابلے میں جھن ایک قطرہ ہے، جملہ آسمان بندی و فراخی لوح کے مقابلے میں ایک قطرہ ہیں، الوح قلم کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے اور قلم عرش کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے۔ عرش اکبر کے بے شمار نکرے ہیں، ہر نکرے پر کلم طیب لا إله إلا الله محمد رسول اللہ نکھا ہوا ہے، ہر نکرے پر ایک قدیم لکھی ہوئی ہے، ہر قدیم میں قدرت الہی سے زمین و آسمان کے چودہ طبق تہہ درجہ رکھے ہوئے ہیں، ہر طبق میں اخخارہ ہزار عالم کی مخلوق آباد ہے، ہر مخلوق اپنی اپنی زبان سے کلم طیب لا إله إلا الله محمد رسول اللہ کا ذکر کر رہی ہے۔ عرش اکبر اور تمام قدیمیں دل کے مقابلے میں اپنے دکان کے برابر ایک قطرہ ہیں۔ ان اے ہوشمند اجب کوئی آدمی اہل اسلام عارف باللہ کے دل کو جھس پہنچا تاہے تو اخخارہ ہزار عالم کی جملہ مخلوق بلکہ عرش و کرسی کی تمام مخلوق میں تمہلک ہجت جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے حاملان عرش و کرسی! تم اس طرح جنہیں میں کیوں ہو؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ ایک مومن کا دل کسی نے دکھایا ہے اور وہ جلالیت میں آ کر جبٹھ کر رہا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا قبر و غصب دکھدیتے والے پر نازل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (محفظ القرآن)

❖ جان لے کہ ذکر، نکر، صراحت، محاسنہ، مکافہ اور غلوت مجرہ سے اکتساب کرنا خام و ناقص لوگوں کا مرتبہ ہے کہ مجرہ و غلوت دل بہتر ہے مجرہ و غلوت خاک سے اور مجرہ و خاک دل کے مجرے سے کمتر ہے۔ جس نے بھی راز حق کو پایا ہو جس نے دل سے راز حق کو پایا اس نے خود کو مجرہ و غلوت خاک سے آزاد کرالیا۔ یوں جائیے کہ مجرہ خاک میں غلوت نہیں ہو کر چالیس روز کا چل کا نام مطلق جہالت بلکہ شرک و کفر ہے کیونکہ ایسے چلکش کہا کرتے ہیں کہ نہیں جو کچھ حاصل ہو اب وہ چل و مجرہ و غلوت سے حاصل ہو ابے۔ وہ ایسا کبیتے وقت اللہ کے نام کو درمیان میں لاتے ہی نہیں۔ اسی سبب سے مجرہ و غلوت نئی محس استدرج ہے۔ اس سے بہتر اور کوئی رویدہ نہیں کہ ظاہر کو من طریقہ سے باجماعت نماز شریعت میں مشغول رکھا جائے اور باطن کو قوت طریقت و حقیقت و معرفت میں غرق رکھا جائے۔ ظاہر کو مخلوق کے ساتھ رکھا جائے اور باطن کو خالق کے ساتھ۔ (محفظ القرآن)

❖ طالب مولیٰ کا قلب جب ایک بار بیدار ہو جاتا ہے تو پھر وہ اگئی طور پر اللہ کی جانب متوجہ رہتا ہے۔ (قرب دیدار) حقیقت تک پہنچنے کا راستہ انسانی قلب میں ہے اور انسانی جسم میں بھی وہ جلد ہے جہاں ذات الہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ اگر قلب انسان پر سے زندگ اتر جائے اور جہاں کے دور ہونے کے بعد یہ صاف ہو جائے تو فطرت انسانی قلب کے واسطے سے وجہ ان حقیقی تک جا پہنچتی ہے۔ گویا قلب انسان کی روحانی کیفیات کا مرکز ہے۔ اگر یہ درست ہے تو جو اعمال بھی سرزد ہوں گے وہ درست ہوں گے اور اگر یہ مرکز سیاہ ہو جائے اور اپنی جگہ سے مل جائے تو روحانی القدار رہتا ہو جاتی ہیں۔

ذات حق تعالیٰ انسان میں پوشیدہ ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

• الْإِنْسَانُ بِزِيَّتِهِ وَأَكَايِدِهِ

ترجمہ: انسان میراراں ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

انسانی جسم کے اندر قلب ہی ہے جس میں ذات حق جلوہ گر ہے۔ اس حقیقت سے واقفان حقیقت یا طالب صادق ہی واقف ہوتے ہیں۔

”عقل بیدار“ میں حضرت سلطان باخو قلب یادل کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں نے اپنے دل میں قبده کیجا اور حق کا دیدار کیا اور پھر خدا کے سامنے سر بخود ہو گیا۔

دل و وجود کے اندر اللہ کا ایک خزانہ ہے۔ اہل دل محمود ہیں اور اس کی محمود بھی محمود سے ہی ہے۔

خطرات کے باعث دل شیطان کا گھر ہے جاتا ہے لیکن اہل معرفت کا دل پر نور ہوتا ہے۔

دل ایک لطیفہ ہے اور اپنی لطافت کے باعث خدا سے ملتا ہے۔ دل وحدت اور حق کی بنا کا ایک راز ہے۔

دنیا کے طالب اہل دل نہیں ہوتے، وہ سراسر بے حیا، رو سیاہ اور شرمدہ ہوتے ہیں۔

پا ٹھواس شخص کا دل، دم اور روح ایک ہو جاتے ہیں جو ایک اللہ کا بجہ، اور نماز حج شام ادا کرتا ہے۔

آپ انسانی دل کے متعلق مزید فرماتے ہیں:

انسان کا دل دریائے عیق کی میل ہوتا ہے اور جسم ملپٹے کی مانند ہوتا ہے۔ (نور الدینی کاں)

جان لے کر دل جب بزر اسرار کے خزانے سے، انوار الہی کے مشاہدے سے، ذکر اللہ اور معرفت الہی سے زندہ ہو جاتا ہے اور جب

دل کے حواس خر کھل جاتے ہیں تو ظاہری نفسانی وجود کے حواس خسہ بند ہو جاتے ہیں۔ (چارہ انبیاء)

♦ چا در زندگی اے دل نہ کوئی چا زیں شربت شیریں نہ نوشی

♦ چو دل زندہ شود ہرگز نہ میرد ڈے بیدار شد خواش نہ گیرد

ترجمہ: اے دل تو زندہ ہونے کی کوشش کیوں نہیں کرتا، تو یہ بیٹھا شربت (حیات دل) کیوں نہیں پیتا۔ دل جب زندہ ہو جائے تو پھر یہ مرنا نہیں

اور جب بیدار ہو جائے تو سوتا نہیں۔ (چارہ انبیاء)

♦ چشم بند عینک ہ پیش چشم دل خوش بین دیدار را در جسم گل

ترجمہ: ظاہری آنکھ کو بند کر لے اور دل کی آنکھ کھول کر منی کے جسم میں اچھی طرح دیدار الہی کر۔ (تقریب بیدار)

♦ قلب کے تین حروف ہیں: ق، ل، ب۔ حرف ’ق‘ سے مراد قرب الہی، حرف ’ل‘ سے مراد لقاۓ الہی اور حرف ’ب‘ سے مراد بامشاہدہ بنا

بالہ ہے۔ جو ان صفات سے متصف ہے وہ صاحب قلب ہے اور نہ اس کا شمار اہل قلب میں ہے۔ (قریب بیدار)

♦ متصف کہتا ہے کہ کافر کی روح بھی کافر، عقل بھی کافر اور دل بھی کافر ہے۔ وہ علم بھی کفر کا پڑھتا ہے اور کافر کی راہ سے کما کر رزق بھی حرام کھاتا ہے۔ منافق کی روح بھی منافق، دل بھی منافق، قلب بھی منافق اور عقل بھی منافق ہے۔ وہ علم بھی منافقت کا پڑھتا ہے اور رزق بھی

منافقت کا کھاتا ہے لیتی وہ علم بھی حصول دنیا کی خاطر پڑھتا ہے اور علم کو حس و حسد کبھی جیسے خصائص بد کی تکمیل کے لیے استعمال کرتا ہے۔ مومن کی روح بھی مومن، دل بھی مومن، نفس بھی مومن اور عقل بھی مومن ہے۔ اس کا علم اسلام، امان الہی اور معرفت إلٰه اللہ کی طرف لے جاتا ہے۔ وہ جو رزق بھی کھاتا ہے اللہ کا شکر بجا لاتا ہے اور اپنے نفس سے انصاف کرتا ہے۔ (محک الفقر کا ان)

♦ دل کعبہ اعظم است مکن خالی از ہتاں بیت المقدس است مکن جائی بت گراں
ترجمہ: دل کعبہ اعظم ہے اسے تمام ہتوں سے خالی کرو۔ یہ بیت المقدس ہے اسے بت گروں کا گھر بننا۔ (مین الفقر)
آپ قلب کی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے حدیث پاک کا حوالہ دیتے ہیں:

♦ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

♦ **الْقَلْبُ قَلْبُ سَيِّدِنَا وَ قَلْبُ مَبِينِنَا وَ قَلْبُ شَهِيدِنَا أَمَا قَلْبُ سَلِيمٍ فَهُوَ الَّذِي لَيْسَ فِيهِ بِغَيْرِهِ مَعْرِفَةُ اللَّهِ تَعَالَى أَمَا قَلْبُ مَبِينِنَا فَهُوَ الَّذِي أَنْتَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى أَمَا قَلْبُ شَهِيدِنَا فَهُوَ الَّذِي كَانَ فِي مُشَاهَدَةِ اللَّهِ وَ قُدْرَتِهِ فِي كُلِّ شَيْءٍ**
ترجمہ: قلب تین قسم کے ہیں: قلب سلیم، قلب مبین اور قلب شہید۔ قلب سلیم وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کے سوا کچھ نہ ہو۔ قلب مبین وہ ہے جو ہر چیز سے من موز کر اللہ کی طرف متوجہ ہے۔ قلب شہید وہ ہے جو ہر وقت اللہ کے مشاہدہ میں لگا رہے اور ہر چیز میں اللہ کی قدرت کو دیکھے۔ (مین الفقر)

♦ حضرت چنی سلطان باہم حضرت اللہ علیہ پنجابی ایات میں فرماتے ہیں:

ایہہ تن زب ہے وا جمرا وچ پا فیکرا جھاتی ہو
ناں کر منت خواج خضر وی، تیرے اندر آب حیاتی ہو
شوق وا دیوا بال بھیرے، عشاں لمحی وست کھراتی ہو
مرن تھیں اگے مر رہے باخواز جہاں حق دی رمز پچھاتی ہو

آپ فرماتے ہیں کہ تیرا جنم اللہ پاک کی جلوہ گاہ ہے۔ تو اپنے جسم کے اندر جھاٹک کرو کیونکہ اور اس خضر علیہ السلام کا محتاج نہ من جس نے آب حیات پی کر حیات جاوادی حاصل کر لی کیونکہ تیرے اندر تو عشق الہی کا آب حیات موجود ہے۔ اپنے اندر عشق کا چراغ روشن کر، شاید تجھے کھوئی ہوئی امانت حقیقی (ذات حق تعالیٰ) مل جائے جو تیرے دل کے اندر ازال سے پوشیدہ ہے۔ جنہوں نے اس راز کو پالیا وہ موت سے پہلے مر گئے یعنی انہوں نے حیات جاوادی حاصل کر لی۔

♦ دل دریا سمندروں ڈونگھا، غوط مار غواسی خو
جیسیں دریا وچ نوش نہ کیتا، رہسی جان پیاسی خو

ہر دم نال اللہ دے رکھن، ذکر فکر دے آسی خو
اس مرشد تھیں زن بہتر پاٹھو جو پحمد فریب لہاڑی خو

دل تو دریاؤں اور سندروں سے بھی زیادہ گبرا ہے۔ اس کی گہرائی تک پہنچنے کی سعی اور چد و چبد کر کیونکہ یہاں ہی دریائے وحدت ہے اور اگر تو دریائے وحدت کو نوش کرنے میں ناکام رہا تو تیری ذات ہمیشہ دیدار حق تعالیٰ کی پیاسی رہے گی (اور یہ گھر وی کائنات کی سب سے بڑی گھروٹی ہے)۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہمیشہ ذکر اور تصور اسم اللہ ذات کے ساتھ ساتھ دیدار یا رکنی فکر اور پریشانی میں بھی بلکان رہ۔ لیکن اس راہ پر چلنے سے پہلے مرشد کامل اکمل کو علاش کر کے اس کی غایبی اختیار کر کیونکہ دیدار حق تعالیٰ کی منزل تک وہی پہنچا سکتا ہے۔ ویکھیں ہا قص مرشد کے ساتھ نہ چڑھ جانا کیونکہ وہ تو طالبوں کو صرف باقوں سے بہلانے رکھتے ہیں۔ ان کے پاس دینے کو جھوٹے وعدوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود اندر سے خالی ہوتے ہیں۔ ان سے بہتر تو وہ عورت ہے جو مکار اور دھوکے باز ہونے کے باوجود کم از کم اپنے چابے چابے والوں کی خواہشات کی تسلیکیں کا سامان تو کر دیتی ہے۔

ایہہ تن رب چے دا حمرا، دل کھڑیا باغ بہاراں خو
وچے گوزے وچے مصلے، وچ سجدے دیاں تھاراں خو
وچے کعب وچے قبل، وچے إلٰ الله پکاراں خو
کامل مرشد ملیا پاٹھو، اوہ آپے سی ساراں خو

جب سے باطن کی حقیقت ہم پر ظاہر ہوئی ہے کہ میرا دل تو محظوظ حقیقی کی جلوہ گاہ ہے، میری خوشی اور سرت کا کوئی نہ کانہ نہیں ہے۔ میرے اندر تی کوڑے ہیں کہ ان سے دل کی طہارت اور پاکیزگی کا خود کر کے اور ترکی نفس کے مصلے پر کھڑے ہو کر جب محظوظ حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہوا تو مجھ پر إلٰ الله (اہم) کی حقیقت آشکار ہوئی کہ کائنات میں سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سب کچھ مجھے اپنے مرشد کامل سے نصیب ہوا ہے اور میرا مرشد ہمیشہ میرا انہیاں اور مخالف ہے۔

دل دریا خواجہ دیاں لہراں، حسن کھیر بزاراں خو
رہن دلیاں وچ فکر دے، بے صد بے شماراں خو
پک پردیسی دوجا نیوں لگ گیا، تریا بے سمجھی دیاں ماراں خو
حسن کھیڈن سمجھلیا پاٹھو، جد عشق چنگھایاں دھاراں خو

دل سمندر سے زیاد و سعی ہے اور اس میں معرفت الہی کی اہریں ہر وقت موجود ہیں لیکن دہاں و ساویں اور خداں کے بھنوڑ بھی ہیں۔ طالب مولیٰ حق کی دلیبوں اور فکر کے ذریعے ان بخنوڑوں سے نکل جاتے ہیں۔ ایک تو میں اس عالمِ فانی میں پردیسی ہوں دوسرا حق تعالیٰ کے عشق میں بنتا ہو گیا ہوں اور تیسری پریشانی یہ ہے کہ راد عشق کے رسم و رواج سے ناواقف ہوں۔ جب سے عشق حقیقی نے میرے دل کو گرفت میں لیا ہے

میں نے دنیا کی رنگینیوں اور خواہشات نس و دنیا سے من موز لیا ہے۔

بے وق دل جو آنکھیں، سے دل دو ر دیلوں خو
دل دا دو ر انگوہاں کریے، کثرت کنوں تکلیفوں خو
قلب کمال بھالوں جسموں، جوہر جاہ جیلوں خو
قبلہ قلب منور ہو یا پا خود خلوت خاص خلیوں خو

تو دعویٰ کرتا ہے کہ تمہارے دل بیدار ہو چکا ہے لیکن یاد کھا بھی یہ مقام بہت دور ہے۔ اس کے لئے تو دل سے دنیا کی ہر شے کی محبت ختم کر کے صرف اللہ پاک کی محبت بسانی پڑتی ہے اور اپنے آپ کو عالم کثرت سے عالم وحدت کی طرف لے جانا ہتا ہے۔ قلب جسموں کے کمال اور جمال کا جوہر ہے اور رب جلیل کا گھر اور اس کے انوار تجھیات کے نزول کی جگہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و برکات نے میرے دل کو خلوت گاہ بنا لیا ہے جس سے میرا دل منور ہو کر حقیقت آشنا ہو گیا ہے۔

روزے نفل نمازان تقویٰ، سبھو کم تحرانی خو
انیں غیس رب حاصل ناہیں، خود خوانی خود دانی خو
ہمیش قدیم جلدیدا ملیو، سو یار، یار نے جانی خو
ورد و ظیغ تھیں چھٹ رہیں پا خود، جد ہو رہیں فانی خو

اے طالب! روزے رکھنا، نوافل پڑھنا اور پرہیز کار بنے رہنا میکی اور عبادات تو ہیں مگر اس سے ذات حق تعالیٰ تک رسائی نصیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے نس میں خود نمائی، خود پرستی، خود ستائی اور انانتیت پیدا ہوتی ہے۔ ذات حق تعالیٰ توازل سے تمہرے اندر پوشیدہ ہے، کیا تجھے اس کا عرفان نہیں ہے؟ جب طالب ذات حق تعالیٰ میں فنا ہو جاتا ہے تو تمام ورد و ظیغ ہوں سے چھکارا پا جاتا ہے۔

نہیں فقیری جھلیاں مارن، سنتیاں لوگ جگاون خو
نہیں فقیری وہندیاں ندیاں، تکلیاں پار لگھاون خو
نہیں فقیری وچ ہوا دے، مصلے پا خیبر اوں خو
نام فقیر تھاں دا ہا خو، جیزے دل وچ دوست نکاون خو

فقیری نہیں کہ اپنے آپ کو درویش ظاہر کرنے کے لئے گلیوں اور بازاروں میں رقص کیا جائے، نہ ہی کسی کو خنک کپڑوں اور بدن کے ساتھ بھتی بدھی کے پار لگا دینا فقیری ہے اور نہ ہی ہوا میں مصلیٰ تھبہ اکر نماز ادا کرنا فقیری ہے۔ درحقیقت اصل فقیر توهہ ہوتے ہیں جو اپنے اندر پہنچاں محبوب حقیقی کو پا کر اس کو دل میں بسا لیتے ہیں۔

فقیر اور اولیا کرام نے انسانوں کو اپنی ذات کی پیچان کا درس دیا ہے کیونکہ جب انسان اپنے آپ کو پیچان لیتا ہے تو اسی راستہ سے اللہ

تعالیٰ کی پہچان انصیب ہوتی ہے لیکن ایک بات سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باحور حمت اللہ علیہ کو دوسرے اولیاً کرام سے ممتاز کرتی ہے کہ دوسرے اولیاً کرام انسان کو روح، قلب، من، دل، باطن، خودی اور ضمیر کی پہچان اور توپ بصیرت حاصل کرنے کی تلقین تو کرتے ہیں مگر اس کی "کلید" کا ذکر نہیں کرتے جس سے باطن کے اندر کا سفر کیا جاسکے۔ لیکن حضرت حقی سلطان باخونے اپنی تمام تصانیف میں اس کلید اور اس کے فوائد اور اسرار و موز کا ذکر کیا ہے۔ انسان کی روح، قلب، من، باطن، خودی اور ضمیر کا قتل کھونے والی اور توپ بصیرت عطا کرنے والی وہ کلید ذکر و تصور ایم اللہ ذات ہے بشرطیکہ یہ کسی مرشد کامل اکمل صاحبِ مسٹی ایم ذات سے حاصل ہوا ہو۔

۴

اسْمُ اللّٰهِ ذَاتِ

سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باحث بیہقی نے اپنی کتب میں علم تصور اسم اللہ ذات کے اسرار و رموز کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔ آپ بیہقی نے اپنی کتب میں بعض مقامات پر تصور اسم اللہ ذات کو علم آسیراً اور تصور توفیق کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔ تصور اسم اللہ ذات تمام باطنی علوم کا معدن و مخزن ہے۔ اس سے باطن میں دو اعلیٰ ترین مقامات دیدار حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری حاصل ہوتے ہیں جو کسی دوسرے ذکر فکر سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ باطن میں ان سے اعلیٰ اور کوئی مقام نہیں۔

اُمِّ اللہ "اسِمَّ زَاتٍ" ہے اور ذاتِ بھائی کے لیے خاص الفحص ہے۔ علمائے رائخین کا قول ہے کہ یہ ایم مبارک نہ تو مصدر ہے اور نہ مشتق یعنی یہ لفظ نتوکی سے بنایا ہے نہ یہ اس سے کوئی لفظ بنتا ہے اور نہ اس ایم پاک کا مجاز اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ دوسرے اسم مبارک کا کسی دوسری جگہ مجاز اطلاق کیا جاتا ہے۔ گویا یہ ایم پاک کسی بھی قسم کے اشتراک اور اطلاق سے پاک، مزید و ممتاز ہے۔ اللہ پاک کی طرح ایم اللہ بھی احمد، واحد اور لَحْيَ تِيلَدْ وَ لَهْرَ تِولَدْ ہے۔

یہ اللہ کا ذاتی نام ہے جس کے ورد سے بندے کا اپنے رب سے خصوصی تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ اسم پاک قرآن پاک میں چار ہزار مرتب آیا ہے۔ عارف باللہ فخر رک نزدیک یہی اسم اعظم ہے۔ یہ نام تمام جامیع صفات کا مجموع ہے کہ بندو جب اللہ کو اس نام سے پکارتے ہے تو اس میں تمام اسمائے صفات بھی آجاتے ہیں گویا وہ ایک نام لے کر اسے محض ایک نام سے نہیں معنا تمام اسمائے صفات کے ساتھ پکار لیتا ہے۔ یہی اس اسم کی خصوصیت ہے جو کسی اور اسم میں نہیں ہے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کہتگی وضاحت بہت خوبصورت الفاظ میں کی ہے:

قہر کا نہیں، یونہی صفت علم کے ساتھ یا علیم کہہ کر پکارا تو صرف صفت علم کا ذکر کیا صفت قدرت کا نہیں لیکن جب تو نے اللہ کہا تو گویا تمام صفات کے ساتھ اسے پکار لیا کیونکہ اللہ ہوتا ہی وہ بے جو تمام صفات سے متصف ہو۔ (تفسیر کریم۔ جلد 1 ص 85)

کسی چیز کی پہچان اور اس سے رابطہ کا ذریعہ اس کا نام ہوتا ہے۔ نام بھی دو قسم کے ہوتے ہیں: اذاتی ۲۔ صفاتی۔

ایک شخص جس کا نام نوید ہے اگر اس نے حکمت کا حکم یکھر کر کھا ہے تو وہ حکیم نوید کہلائے گا، اگر اس نے قرآن مجید حفظ کر کھا ہے تو وہ حافظ نوید کہلائے گا اور اسی طرح اگر اس نے حج کر کھا ہے تو حاجی نوید کہلائے گا۔ غرض جتنی صفات سے وہ متصف ہوتا چلا جائے گا اتنے ہی صفاتی نام اس کے اصل نام نوید کے ساتھ لگتے چلے جائیں گے۔ اس صورت میں نوید اس کا ذاتی نام ہے اور حکیم، حافظ، حاجی وغیرہ اس کے صفاتی نام ہیں کیونکہ یہ نام بعد میں اس کے اصل نام کے ساتھ اس وقت لگے جب وہ ان صفات سے متصف ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ صفاتی نام صرف کسی ایک صفت کے ذکر کا رکا جامع ہوتا ہے جبکہ ذاتی نام تمام صفاتی ناموں کا جامع ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام اللہ ہے اور کریم، رحیم، غفور، خفار یعنی باقی تمام نام صفاتی ہیں اور یہ سب صفاتی نام اسم اللہ ذات میں جمع ہیں۔ انسان جب اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی نام اللہ سے یاد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی جملہ صفات سے یاد کرتا ہے۔

انسان کے اندر اسم اللہ ذات اور اسماے صفات کی استعداد دروز ازال سے فطری طور پر موجود ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کی تحقیق کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿عَلَمَ أَدْمَرَ الْأَكْسِمَاءَ كُلَّهَا﴾ (سورہ بقرہ۔ 31)

ترجمہ: آدم علیہ السلام کو تمام اسما کا علم عطا کیا گیا۔

اور اس طرح تمام اسما کا یہ علم حضرت آدم علیہ السلام سے اولاد آدم میں منتقل ہوا۔ لہذا انسان جس اسکم اور جس صفت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے وہ اپنے اندر اسی اسم اور اسی صفت کی استعداد کو بافعال جاری کرتا ہے، اسی کو اپنے اندر نہ مودار کرتا ہے اور اس کا نور اس کے دل میں چمکتا ہے مثلاً بندہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرام رحمن سے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی صفت رحمن کی تجلی فرماتا ہے اور اسم رحمن کا نور ذاکر کے اندر سراست کر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جو صفت رحمانیہ تمام کائنات میں جاری و نافذ ہے اور جس کی وجہ سے تمام خلق کے درمیان رحم و شفقت قائم ہے، وہ بندہ اپنی استعداد کے مطابق اس سے فیض یاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیہ سے متصف ہو کر تمام معاملات و اعمال میں اسم رحمن کا مظہر بن جاتا ہے۔ اسی طرح بندہ جب اللہ تعالیٰ کے اسم سہیع یا اسم بصیر کا ذکر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفات سہیع و بصیر سے اپنی استعداد کے مطابق فیض یاب ہوتا ہے۔ اسے ظاہری حواس کی سماught و بصارت کے علاوہ باطنی حواس کی سماught و بصارت بھی حاصل ہو جاتی ہے جن سے وہ اُن سُنی باتیں بدزیریہ الہام سنتا ہے اور آن دیکھے باطنی مقامات اور غیریہ روحانی واقعات دیکھتا ہے۔ اسی طرح تمام صفات کو قیاس کر لیا جائے۔ لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کو اس کے ذاتی نام یعنی اسم اللہ ذات سے یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ذات (جو اسکی تمام صفات و اس کی جامع ہے) سے اس کی طرف تجلی فرماتا ہے جس سے ذاکر اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار کا اپنے اندر مشاہدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے اور ویدیں

سے مشرف ہوتا ہے اور ذاکر کا وجوہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی آنوار (جو تمام صفات کے جامع ہیں) سے منور ہو جاتا ہے۔ حضرت گنی سلطان بالھور حمد اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سن اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات (کا ذکر کرنے) سے استدرج ہو سکتا ہے لیکن اسم اللہ ذات (کے ذکر) میں استدرج کی کمی یا زیادتی کا خدشہ نہیں۔ (بین الفرق)

سبق صفاتی سولی پڑھ دے جو دت ہے ذاتی خو
علمون علم انہاں نوں ہویا جیہوے اصلی تے اباقی خو
تال محبت فیض کھوئیں، گلڈھ قضا دی کاتی خو
بہرہ خاص انہاں نوں باخنو، جنہاں لذھا آب حیاتی خو

مفہوم: اسمائے صفات کا ذکر توہی کرتے ہیں جو کمزور اور بزدل ہوتے ہیں اور جن میں عشق الہی کا بھاری بوجھا خانے کی سکت نہیں ہوتی۔ اسم اللہ ذات کی کمی اور حقیقت تک رسائی تو بلند ہمت اور عالی مرتبت طالبانِ مولیٰ کا ازالی درشت ہے۔ یعنی لوگ ہیں جنہوں نے تسلیم و رضا کے نجمر سے نہ کوئی بچ کر دیا ہے۔ فخر کی اپنا تھک تو وہ پہنچے ہیں جو سلطانِ الاذ کا رہو کا آب حیات پی پچے ہیں۔

درحقیقت معرفت حق تعالیٰ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک معرفت صفات حق تعالیٰ اور ایک معرفت ذات حق تعالیٰ۔ ان کے فرق کو یوں بیان کیا جاتا ہے:

معرفت ذات حق تعالیٰ

- 1- معرفت ذات کا تعلق عالم غلق (ارواح) سے ہے۔
- 2- معرفت ذات کا تعلق ربوبیت سے ہے۔
- 3- معرفت ذات میں استغراق حق اور لقاء الہی ہے۔
- 4- معرفت ذات کا ذریعہ فقط تصور اسم اللہ ذات ہے۔
- 5- معرفت ذات کی ابتدائی منزل لقاء الہی اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیٰ حضوری ہے۔
- 6- معرفت ذات کا عارف صاحب راز ہے اور صاحب راز صاحب ذات ہے۔
- 7- صاحب راز کی پہلی منزل ہی لقاء الہی ہے۔

معرفت صفات حق تعالیٰ

- 1- معرفت صفات کا تعلق عالم غلق (ارواح) سے ہے۔
- 2- معرفت صفات کا تعلق عبودیت سے ہے۔
- 3- معرفت صفات میں تسبیحِ خلق اور جو عنایت خلق ہے۔
- 4- معرفت صفات کا ذریعہ ورد و وظائف، چلے، هراثے، بدھی و جسمانی ریاضت و مشقت ہے۔
- 5- معرفت صفات کی ابتدائی منزل سدرۃ النشی کی پر اللہ تعالیٰ سے ہم کا ای اور لوحِ حفوظ کا مطابع ہے۔
- 6- معرفت صفات کا عارف صاحب ریاضت ہے۔ صاحب ریاضت صاحب درجات ہے۔
- 7- صاحب درجات لقاء الہی سے محروم ہے۔

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان باحور حمت اللہ علیہ عارفین کے سلطان ہیں اور عارف معرفت ذات حق تعالیٰ ہی کا طالب ہوتا ہے۔ آپ کی تلقین یہ ہے کہ صفات کی معرفت کی وجہے ذات کی معرفت حاصل کی جائے۔ جب ذات کی معرفت حاصل ہو جائے گی تو صفات کی معرفت خود بخود حاصل ہو جائے گی کیونکہ ذات مغل ہے اور صفات ذات کا حصہ ہیں۔ معرفت صفات کے لیے اللہ کے صفاتی ناموں کا ذکر کیا جاتا ہے جبکہ معرفت ذات کے لیے اسم اللہ ذات کا ذکر کرو تصور کیا جاتا ہے۔

اسم اللہ ذات کی انفرادیت اور کمال

اسم اللہ ذات اپنے منحصری ہی کی طرح یکتا، بیش اور اپنی حجت اگریز معنویت و کمال کی وجہ سے ایک منفرد ام ہے۔ اس ام کی نقطی خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے حروف کو بتدریج علیحدہ کر دیا جائے تو پھر بھی اس کے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور ہر صورت میں اسم اللہ ذات ہی رہتا ہے۔ اسم اللہ کا پہلا حرف "ا" ہنادیں تو اللہ رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں "اللہ کے لئے" اور یہ بھی اسم ذات ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

يَلْوَمَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ (سورة البقرہ۔ 284)

ترجمہ: اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اگر اس ام پاک کا پہلا ل ہنادیں تو لکھ رہ جاتا ہے جس کے معنی ہیں "اس کے لئے" اور یہ بھی اسم ذات ہے۔ جیسے ارشاد بربانی ہے:

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورة العنكبوت۔ ۱)

ترجمہ: اسی کے لیے بادشاہت اور حمد و ستائش ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور اگر وہ سراں بھی ہنادیں تو ہو رہ جاتا ہے جو اس کے معنی ہیں "وہ"۔ یہ بھی اسم ذات ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (سورة الحجۃ۔ 22)

ترجمہ: وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر ہو (ذات حق تعالیٰ)۔

حضرت حقیقی سلطان باحور حمت اللہ علیہ اسم اللہ بلہ، لہ اور ہو کے متعلق فرماتے ہیں:

◆

جسے بھی تقویٰ نصیب ہو اسی سے ہو۔ اسی سے چار اسم ظاہر ہوتے ہیں: اول اسم اللہ جس کا ذکر بہت ہی افضل ہے۔ جب اسم اللہ سے "ل" جدا کیا جائے تو یہ اسم اللہ بن جاتا ہے اور اسم اللہ کا ذکر فیض الہی ہے۔ جب اسم اللہ کا پہلا ل "بد" کیا جائے تو یہ اسم لہ بن جاتا ہے اور اسم لہ کا ذکر عطائے الہی ہے۔ جب وہ سراں "بھی" جدا کر دیا جائے تو یہ "ہو" بن جاتا ہے اور اسم ہو کا ذکر عنایت الہی ہے۔ چنانچہ فرمان حق تعالیٰ ہے لا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ترجمہ: نہیں کوئی معبود سوائے ہو (ذات حق تعالیٰ) کے۔ (سورة البقرہ۔ 255) اللہ بس ماسوی اللہ ہوں۔ (صحیح البخاری)

◆

اسم اللہ کے چار حروف ہیں "اللہ"۔ جب "اللہ" کر لیا جاتا ہے تو اللہ رہ جاتا ہے اور جب پہلا ل "الگ" کر لیا جائے تو لکھ رہ جاتا

ہے اور جب دوسرا الٰ جدائیا جاتا ہے تو ہُو رہ جاتا ہے۔ جس یہ بچاروں اللہ، لِلَّهُ اور ہُو اسم عظیم یعنی اسم اللہ ذات ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ **اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** (سورۃ البقرہ۔ 255)

ترجمہ: وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

♦ **اللَّهُ وَلِيَ الْدِينِ أَمْنَوْا بِيَحْرِجُ جَهَنَّمَ فَنَّ الظُّلْمُنِي إِلَى النُّورِ** (سورۃ البقرہ۔ 257)

ترجمہ: اللہ (اسم اللہ ذات) مومنوں کا دوست ہے جو انہیں ظلمت سے کمال کرنے کی طرف لے جاتا ہے۔

♦ **لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَإِنْجِذُهُ وَكِفْلًا** (سورۃ حمل۔ 8)

ترجمہ: ہُو کے سوا کوئی معبود نہیں پس ہُو کوئی اپنا دگار بناو۔ (ین افق)

ذات باری تعالیٰ کی طرح اس کا اسم بھی تور ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ **اللَّهُ تُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** (سورۃ الحوادث۔ 35)

ترجمہ: اللہ (اسم اللہ ذات) آسمانوں اور زمین کا تور ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

♦ **فِي كُلِّ شَيْءٍ إِنَّمَّا مِنْ أَنْهَايِهِ تَعَالَى وَإِنَّمَّ كُلِّ شَيْءٍ مِنْ أَنْهَا**

ترجمہ: ہر شے کے اندر اللہ تعالیٰ کے اسماں سے ایک اسم ہے اور ہر چیز کے اسم کا ظہور اللہ تعالیٰ کے اسم (اسم اللہ) سے ہے۔

لیکن ہر چیز کا اسم الگ ہے اور ذات الگ ہے گمراہ اللہ تعالیٰ چونکہ وحدۃ الاشریک ہے اس لیے وہ اسم اور ذات میں بھی واحد و احادیث ہے یعنی اس کا

اسم اس کی ذات سے الگ نہیں بلکہ اس کا ذات ایک ہی ہے۔ اس کو منصور حاج نے یوں بیان کیا ہے:

جو یہ کہتا ہے کہ میں نے اس (الله تعالیٰ) کو اسم (اسم ذات) سے پہچانا ہے تو یاد کو کام "مشنی" سے علیحدہ نہیں ہے کیونکہ وہ مغلوق نہیں ہے۔

(خواص)

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان با خورحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦ **إِنَّمَّا اللَّهُ كَيْاً بِهِ؟ مِنْ اللَّهِ تَعَالَى كَيْ ذَاتٌ بِهِ جَوْبَرْ بِهِ چَوْنَ وَبِهِ چَجُونَ اُورَبِهِ مُشَلْ وَبِهِ شَبَرْ ہے۔** (ین افق)

ظہور باری تعالیٰ بصورتِ اسم اللہ ذات

الله تعالیٰ نے جب عالم احمد بن حبیب سے عالم کثرت کی طرف ظہور فرمایا تو اپنی پیشان "اسم اللہ ذات" کے ذریعے کروائی۔ حدیث قدیمی ہے:

♦ **لَمْ يَتَصَلِّلْ كَيْ لَيْ مَلاَ حَطَرْ مَائِسْ بَابْ 11 "تَوحِيد"**

كُنْتَ عَلَىٰ فَلَقِيْا فَأَخْبَيْتَ آنِ اغْرِيْفَ فَلَقِيْتَ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے خلق کو پیدا کیا۔

پوشیدہ خزانہ سے مراد یہ ہے کہ ذات الہی اپنے اندھا صفات سمیت پوشیدہ و مجھی تھی۔ پھر ”ذات“ کے اندر پہچانے جانے کا جذبہ پیدا ہوا جس کی طرف بظاہر فَاخَبَيْتَ کے سارہ سے لفظ کے ذریعہ اشارہ کیا گیا ہے یعنی ”تو میں نے چاہا“، مگر یہ چاہت اس شدت کے ساتھ ظہور میں آئی کہ صوفیاً کرام نے اسے عشق سے تعبیر کیا ہے۔ محبت میں اگر شدت پیدا ہو جائے تو وہ ”عشق“ بن جاتی ہے۔ یہ جذبہ عشق ہی تھا جس سے انسان کی تخلیق ہوئی، یہ کائنات وجود میں آئی اور انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ پاک کی پہچان اور معرفت کا حصول تھا جس کا کہ اس نے فرمایا ”میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے خلق کو پیدا کیا۔“

سلطان العارفین سلطان الفقر حضرت حقیقی سلطان بالخوبی سے فرماتے ہیں:

جان لے! جب اللہ تعالیٰ نے (خود کو ظاہر کرنے) چاہا تو اپنے آپ سے اسم اللہ ذات کو جدا کیا جس سے نور محمدی ظاہر ہوا۔ اور جب آئندہ قدرت میں اپنی یہی توحید کو نور محمدی کی صورت میں دیکھتا تو اپنی یہی صورت پر مائل، مختار، عاشق اور فریقت ہو گیا اور اپنی ہی پارگاہ سے رب الارباب حبیب اللہ کا خطاب پایا۔ اور پھر اس نور محمد سے اخخارہ ہزار عالم کی تمام خلوقات کو پیدا فرمایا۔ (میں انقر)

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان بالخوبی حضرت اللہ علیہ نورید فرماتے ہیں:

اسی نور سے گل خلوقات نے ظہور پایا اور سبی نور تمام خلوقات کا رزق بنا۔ (جادہ النبی)

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو اسم اللہ ذات کی صورت میں ظاہر فرمایا جس سے نور محمدی کی تخلیق فرمائی پھر نور محمدی سے تمام خلوقات کی ارواح کو پیدا کیا گیا اور انسانی ارواح کا رزق اسم اللہ ذات کا نور ہے۔ اللہ کے بندے جب اللہ کا دیدار، معرفت اور وصال چاہتے ہیں تو یہ دیدار، وصال اور معرفت صرف اسم اللہ ذات کی صورت میں ممکن ہے کیونکہ اسم اللہ کی صورت میں ذات کے اظہار سے پہلے اللہ کی صورت اور ماہیت کو سمجھنا اور پہچانا کسی انسان کے لیے سوائے خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ممکن نہیں کیونکہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اللہ کی اس صورت کا دیدار اور قرب حاصل کرنے والے ہیں۔ اللہ کی معرفت، دیدار اور وصال کے لیے راہ فخر اختیار کر کے اسم اللہ ذات کا تصور اور ذکر ضروری ہے۔ جب ذکر و تصور اسم اللہ ذات سے ارواح کو ان کا رزق مل جاتا ہے تو ان کو وہ قوت و بصیرت حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتی ہیں۔

فطرت انسانی اور اسم اللہ ذات

جب اللہ تعالیٰ نے خود کو نور محمدی کی صورت میں ظاہر کیا اور اپنے ہی آئینہ قدرت میں خود کو صورت محمدی میں دیکھا تو اپنے اس زوپ پر خود ہی عاشق اور فریقت ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا یہی عشق نور محمدی کا جوہر خاص ہنا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ”امرگُن“ فرمایا کہ نور محمد سے تمام عالم کی کل

خلوات کی ارواح کو پیدا فرمایا۔

حضور علیٰ اصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

﴿أَنَّمِنْ نُورٌ لِّنَوْتَعَالٍ وَكُلُّ خَلَائِقٍ مِّنْ نُورٍ﴾

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام خلائق میرے نور سے ہے۔

حضور علیٰ اصلوٰۃ والسلام کے نور مبارک سے جب تمام ارواح کو پیدا کیا گی تو عشقِ الہی کا جو ہر خاص حضور علیٰ اصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ارواح انسانی کے حصے میں بھی آیا۔ جب اپنے حسن و جمال کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو اپنے رو و صاف آر افرمایا تو خود کو اسم اللہ ذات کی صورت میں ہی جلوہ گرفرمایا۔ تمام ارواح اللہ تعالیٰ کے حسن بے مثال و لا محدود کو دیکھ کر دیگر وہ گئیں اور حسن مطلق کی حمد اور ذکر میں بھو گئیں۔ یہی حمد اور ذکر اسم اللہ ذات کا نور اور دید اور الجی جملہ ارواح کا رزق بننا اور وہ اسی رزق پر پانے لگیں۔ اظہار جمال کے بعد عبده است لیا اور مزید شفقت و مہربانی یہ فرمائی کہ اس کے متعلق قرآن میں بیان بھی فرمادیا تاکہ خلوق اپنے خالق سے اپنے وعدہ کو یاد کر کے توحید پر قائم رہے اور اس کی مکمل پیچان و معرفت حاصل کر لے۔ فرمایا:

♦ **الشَّيْءَ يَرَى كُنْهُ** (سورہ العرف۔ 172)

ترجمہ: کیا میں تمہارا رب (پائے والا) نہیں ہوں؟ (یعنی کیا تم میرے حسن و جمال کے جلووں، دیدار اور میرے ذکر پر میں رہتے ہو؟) اس وقت تمام ارواح کی آنکھیں نور اسیم اللہ ذات سے منور اور مدد ہوش تھیں اور ہر کدو درت، آلاش سے پاک تھیں اس لیے سب نے یہ زبان ہو کر جواب دیا:

♦ **قَالُوا أَنْتَ** (سورہ العرف۔ 172)

ترجمہ: کہا، ہاں کیوں نہیں! (تو یہی ہمارا پائے والا ہے)۔
یعنی ہاں! اے ہمارے رب! ہم تیرے حسن و جمال کے جلووں، تیرے دیدار اور تیرے ذکر پر نہیں پل رہے ہیں تو اور کس پر گل رہے ہیں؟ سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان با ہنور حمت اللہ علیہ اور دوسرے صوفی کرام روح کی حقیقت ثابت کرتے ہوئے اس آیت کا حوالہ دیتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟" تو سب ارواح نے یہی زبان جواب دیا "ہاں یا اللہ انا تو یہی ہمارا رب ہے۔" قابل غور بات یہ ہے کہ کسی بھی سوال کا جواب دینے کے لیے سنن، سوچنے، سمجھنے اور بولنے کے حواس کا ہونا ضروری ہے لہذا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روح میں یہ تمام حواس موجود ہیں اور اس کا ایک مکمل وجود ہے۔ قرآن پاک میں بار بار مطلقی حواس کا ذکر ہے، فرمان حق تعالیٰ ہے:

♦ **وَلَقَدْ ذَرَ أَنَّا لِجَهَنَّمَ تَبَرِّأَ وَالَّذِينَ لَمْ يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُنْعَزُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ**

إِذَا نَّأَيْسَمُوْنَ بِهَا أُولَئِكَ كَلَّا نَعْمَلُ بِهَا إِنْ أَخْلُ أُولَئِكَ هُمُ الْغَفِيلُوْنَ (سورہ العرف۔ 179)

ترجمہ: بے شک ہم نے کثرت سے ایسے جن اور انسان پیدا کیے ہیں جن کا نامکانہ جنم ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کے پاس قلب (معنی روح) ہے لیکن یہ لوگ قلب کی صحیح نہیں کرتے، ان کے پاس (روح کی) آنکھیں تو ہیں لیکن یہ ان آنکھوں سے دیکھتے نہیں، (روح کے) کافی تو ہیں لیکن یہ لوگ ان کا نواس سے نہ سمجھتے ہیں، یہ لوگ چون پائے حیوانوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گراہ ہیں کہ یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

ضمْ بِكُمْ عَمَّيْ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (سورۃ البقرہ۔ ۱۸)

ترجمہ: (باطنی خود پر) گوئے، بہرے اور انہ میں ہیں یہ ہرگز را و راست پر نہیں آئیں گے۔

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی ظاہری بصارت، گویائی اور صاعت کے علاوہ بھی انسان کے پاس ایسے حواس موجود ہیں جن کا تعلق اس کے باطنی یعنی روح سے ہے اور جن سے غافل رہنا انسان کو گمراہوں بلکہ حیوانوں میں شامل کر دیتا ہے۔ اقبال نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

♦ دلِ زینا بھی کر خدا سے طلب آنکھ کا نورِ دل کا نور نہیں (بالمیری)

اس سوال و جواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے عشق کی نہایت بھاری امانت اٹھانے کی مشقت اپنی مخلوق پر ذاتی چاہی اور فرمایا ”کون ہے جو میرے عشق کی امانت کا باراٹھائے گا؟ کون میرا عاشق بنتا ہے؟“ ارواح انسانی کے سواب مخلوقات کی ارواح نے اس بارہ امانت کو اٹھانے سے اپنی عاجزی ظاہر کر دی کیونکہ عشق الہی کی امانت کوئی معمولی امانت نہیں ہے، اس میں تو جان سے جانا پڑتا ہے۔ صرف انسان ہی تھا جو عشق الہی کی آگ میں کوڈ گیا۔ اس واقعہ کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

♦ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجَهَنَّمَ فَأَتَيْنَاهُنَّ أَنْ يَخْيُلُنَّهَا وَأَشْفَقُنَّهُنَّ مِنْهَا وَجَعَلْنَاهَا إِلَّا إِنْسَانٌ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا (سورۃ الازدراپ۔ 72)

ترجمہ: ہم نے بارہ امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھایا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نداداں ہے۔

صوفیا کرام فرماتے ہیں کہ یہ امانت اسم اللہ ذات ہے۔

جس طرح عالم غلط میں کسی بھی چیز کو پیچھا منے کے لیے ونوروں کی ضرورت ہوتی ہے ایک آنکھ کا نور یعنی بیانی اور دوسرا روشنی، اگر ان دونوں میں سے ایک ختم ہو جائے تو انسان کسی چیز کو نہیں پیچا سکتا، اندھا ہو جائے یا گھپ اندھیرا ہو دوں صورتوں میں پیچاں حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح عالم ارواح میں دو نور موجود تھے، ایک نور روح کی آنکھ کا جو پہلے ثابت کیا گیا ہے اور دوسرا نور اللہ جبار ک و تعالیٰ کے اسم اللہ کا نور ہے جس کے بارے میں ارشاد ہے:

♦ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (سورۃ البقرہ۔ 35)



ترجمہ: اللہ (اسم اللہ ذات) نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

◆ **اللَّهُ وَلِيُ الْذِيْقَنَ أَمْتَنُوا بِحُلْجَهُمْ فِي الظُّلْمَلَيْتِ إِنَّ النُّورَ** (سورہ بقرہ۔ 257)

ترجمہ: اللہ (اسم اللہ ذات) مونتوں کا دوست ہے جو انہیں غلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔

یعنی انسان نے اللہ تعالیٰ کے اسم اللہ کے نور میں اس کا دیدار کیا تھا اور سبی نور بطور امانت انسان کے باطن میں پاک پروں میں پیٹ کر کر کوہ یا گیا جس کے پارے میں قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں بار بار توجہ والی گئی ہے:

◆ **أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي الْفُسْيَهِ** (سورہ اروم۔ 8)

ترجمہ: کیا وہا پہنچنے اندر فکر نہیں کرتے۔

◆ **وَفِي الْفُسْكَمْ أَفَلَا تُبَصِّرُوْنَ** (سورہ الذریعہ۔ 21)

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔

◆ **وَمَنْ أَفْرَطَ إِلَيْهِ وَمَنْ حَنَّبَ الْوَرَيْدَ** (سورہ ق۔ 16)

ترجمہ: اور ہم تو شرگ سے بھی قریب ہیں۔

◆ **كَتَبَ فِي قُلُوبِ الْإِيمَانِ** (سورہ الحادیۃ۔ 22)

ترجمہ: ان کے قلوب (باطن) میں ایمان لکھا۔

◆ **إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْتَظِرُ إِلَى صُورَتِكُمْ وَلَا يَنْتَظِرُ إِلَى أَعْنَابِكُمْ وَلَكِنْ يَنْتَظِرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَبِنَاءِكُمْ** (asm)

ترجمہ: یہیک اللہ تمہاری صورتوں کو دیکھتا ہے اور تمہارے اعمال کو بلکہ وہ تمہاری نیتوں اور قلوب کو دیکھتا ہے۔

◆ **إِنَّمَا الْأَخْفَى إِلَى الْيَقِيْنِ** (بخاری 6953)

ترجمہ: عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

◆ **قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَزُّ اللَّهُ تَعَالَى** (المیت)

ترجمہ: مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

ایسی بے شمار آیات و احادیث موجود ہیں جن میں قلب و باطن کی طرف بندگی توجہ والی گئی ہے۔ اسی قلب و باطن¹ میں ایمان لکھ رہا یا گیا ہے۔ یہی تخلیل و تصور کا مرکز ہے اور شیطان یعنی بھی اسی میں وسو سے ڈالتا ہے۔

◆ **الَّذِيْ يَوْسُوْسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ** (سورہ الانس۔ 5)

ترجمہ: وہ لوگوں کے سینوں میں وسو سے ڈالتا ہے۔

¹ قلب و باطن کا ذکر تخلیل سے باب 3 "قرآن الحس" میں بیان کروایا گیا ہے۔

اللّٰهُر جب انسان نے اللّٰهُ تعالٰٰی کے رددروں سر محفل اس کے عشق کا دم بھر لیا تو اللّٰهُ تعالٰٰی نے ہجر و فراق کی سمجھی میں ڈال کر اس کے جذبے، عشق کی صداقت کو پرکھنا چاہا اور انسان کو عضری جسم دے کر اس دنیا کے دار الامتحان میں لاکھڑا کیا۔ اسے احسانِ توفیہ سے آشفل سفیلین میں آتا رہا اور اس کی فطرت نورانی میں نارشیطانی، خواہشاتِ نفسانی اور کدورت و آلاش دنیا قابل ملادی۔ ارواح کی طاقت ایقا، اخلاص وحدۃ بیلی اور قوت اقرار عبودیت کی پوری پرکھا در آزمائش کرنے کے لیے ان ارواح کو بہشت قرب و وصال اور جنت حضور سے نکال کر فس اور شیطان کے ہاتھوں میں اس کی ڈوریں دے دیں اور اسے دنیا کے کمرہ امتحان میں لاکھڑا کیا۔ حضرت قلی سلطان پا خور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

گُنْ فَيَكُونْ جَدُولْ فَرْمَاهِيَّةِ آسَانْ وَيِّيْ كُوَلْ هَاسَهُ
كَبَّهُ ذَاتَ رَبَّ وَيِّيَّ آهِيَّ، كَبَّهُ جَجَّ وَقَّعَهُ ذَهَنْيَا سَهُ
كَبَّهُ لَامْكَانْ مَكَانْ اَسَادَهِ، كَبَّهُ آنْ بُهَانْ وَقَّعَهُ بَحَسَهُ
أَنْسَ پَلِيَتْ پَلِيَتْ كَبَّتْ بَاعْنَوْهُ، كَوَيِّيَّ أَصْلَ پَلِيَتْ تَاهَ نَاهَهُ

مفہوم: جب اللّٰهُ تعالٰٰی نے ”گُن“ کہ کر کا نکات کو تکلیف فرمایا تو ہم بھی ساتھی موجود تھے۔ ایک وقت تھا کہ جب اللّٰهُ تعالٰٰی کی ذات ہمارے سامنے موجود تھی اور ایک یہ وقت ہے کہ ہم ایس بشر میں قید اس ذات کو خوبیتے پھر رہے ہیں۔ ایک وقت تھا کہ ”لامکاں“ میں ہمارا بیراتھا اور اب عصری اجسام میں قید ہیں۔ ہماری ارواح کو فس نے آلوہ اور ناپاک کر دیا ہے ورنہ ہم اصل میں تو ایسے نہیں ہیں۔

انسان جب دنیا کے دار الامتحان میں اتراتا تو اسے بالکل نئے اور اجنبی ماحول کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اللّٰهُ تعالٰٰی نے ہر چیز کی اصل پر ایک پرده ڈال دیا ہے جو اسے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اس پر دے کو اس چیز کا خاہر اور اس کی اصل کو اس چیز کا باطن کہا جاتا ہے۔ مثلاً بادم کو لے لیجیے، اس کی اصل (بینی مغز) پر ایک سخت غلاف چڑھا دیا گیا جو اس کا ظاہر ہے۔ یہ ظاہر اس کی حفاظت بھی کرتا ہے اور اس کی پہچان کا ذریعہ بھی ہے۔ اسی طرح مائلے اور کیلے کی اصل پر ایک غلاف چڑھا ہوا ہے جس کا مادہ (material) اس کی اصل کے مادہ سے مختلف ہے۔ یہ غلاف ان کی اصل کی حفاظت اور پہچان کا ذریعہ ہے۔ اگر دنیاوی زندگی میں چیزوں کی اصل پر یہ خاطی پر دے نہ ہوں تو چیزوں خالی و بر باد ہو جاتی چیز۔ اسی طرح انسانی روح سے بھی یہی معاملہ کیا گیا ہے کہ اسے دنیا کے مادی سطحی جہان کا مادی عصری سطحی جسم دے دیا گیا ہے جو اس کے لطیف روحاںی جسم کے لیے بہرہ پوست، چھکے یا ”باس“ کے ہے اور اس مادی دنیا میں اس کے کر بننے سننے، چلنے پھرنے اور کام کرنے کے لیے سواری کا کام دیتا ہے اور اس سواری کی بآگ ڈور اس ان کے لطیف روحاںی جسم کے حوالے کر دی گئی ہے۔ ساتھی ہی اس پر تین شکاری (فس، شیخان اور دنیا) بچوڑ دیئے گئے ہیں جو اس کو حیر کر اس سے اللّٰهُ تعالٰٰی کی امانت شائع کرنے کے درپے ہیں۔ اگر انسان اپنی سواری (ظاہری عصری جوانی جسم) کی بآگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھ کر اسے قابو میں رکھتا ہے تو بلاشبہ صراط مستقیم پر رہے گا اور اپنے مقصد حیات کو پا لے گا۔ اس کے برکش اگر شیطان، فس اور دنیا جیسے دشمنوں نے اس پر غلبہ پا کر سواری کی بآگ ڈور اس سے چھین لی تو وہ اس امتحان میں یقیناً ناکام ہو جائے گا اور ہمیشہ کی ذات سے دوچار ہو گا۔

شیخ اکبر علی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ انسان کا ظاہر اس کی صورت اور جسد (جسم) ہے اور انسان کا باطن اس کی روح ہے۔ جسد اور ہے اور روح اور ہے۔ حالانکہ مسلم انسان واحد ہے۔۔۔ انسان کے جسد کی پروردش کی جائے اور شجرہ روح کو پانی نہ ملے تو روح کا پودا نشک ہو جائے گا اور جسم کا درخت تازہ اور فربہ ہو جائے گا۔ صفات حیوانیت غالب آجائیں گی اور صفات روح مغلوب ہو جائیں گی۔ اسی طرح جب روح کی پروردش (ذکر و تصور اسم اللہ ذات سے) کی جاتی ہے تو صفات روح صفات بشریت پر غالب آ جاتی ہیں۔ (شرح حضوس اکھلم والیہ ان)

﴿ دین قائم دراصل روح کے جسم پر غالب آنے کا نام ہے۔ (ایضاً)

گویا اس دنیا میں انسان دو جسموں کا مجموعہ ہے، ایک مادی غیری جسم ہے جس کی پیدائش انسانی نظر سے ہے اور یہ عالم حق کی چیز ہے۔ دوسرا لطیف روحانی جسم ہے جسے روح کہا جیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے عالم امر کی چیز ہے۔ ہر دو جسموں کا میلان اور رنجان اپنی اصل کی طرف رہتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

﴿ ثُلُّ شَيْخِيْ تَقْرِيْجُ الْأَصْلِيْمَ (حدیث)

ترجمہ: ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔

مادی حیوانی جسم کی بنا و ترکیب چونکہ مادی دنیا کی اشیا اور مادی عناصر (محبوس، مانع، نکس) سے ہے اس لیے اس کا میلان و رنجان دنیا اور مادی غذاوں کی طرف رہتا ہے جو کہ عام حیوانات کا خاصہ ہے۔ ان سب مادی سطحی غذا کھانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذائقہ کہہ کر پکارا ہے اور اس حیوانی جسم کے رزق کے متعلق فرمایا ہے:

﴿ وَمَا مِنْ ذَا أَنْتَ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى الْهُوَرِ ذُقْهَا (سورہ حمود۔ ۶)

ترجمہ: اور نہیں ہے زمین میں کوئی حیوان مگر اس کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔

حیوانی جسم کا یہ رزق اللہ تعالیٰ نے ازل سے ہی مقرر فرمادیا ہے اور عام حالات میں اس میں کی بیشی نہیں ہوتی چاہے اس کے لیے بھی بھی کوشش اور جتن کر لیے جائیں، جتنے بھی مکرہ فربہ اور جیلے کر لیے جائیں یہ رزق نہیں بڑھتا۔ الہت اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے ریا خرچ کرنے سے یہ روزی دس گناہ سے ستر گناہ تک بڑھادی جاتی ہے۔ اس روزی کی ترسیل کا انعام بھی کھل ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ یہ رزق بندے کو اس طرح تلاش کر کے پہنچتا ہے جس طرح کہ موت۔ جب تک بندہ اپنے حصے کی روزی اس دنیا میں وصول نہیں کر لیتا اسے موت نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس روزی کی ترسیل کے دورانستہ رکھے ہیں۔ ایک راست تو کل کا ہے اور دوسرا راست مشقت کا ہے۔ جو شخص روزی کے بکھیزوں اور تکرات سے من موز کر اللہ تعالیٰ کی طلب اور جتوں یہ سوچ کر لگ جاتا ہے کہ روزی تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے وہ بھیتے اور جس طرح چاہے گا پہنچتا رہے گا، مجھے اس کے لیے سرگردانی کی ضرورت نہیں ہے تو ایسا شخص متوكل ہے۔ لیکن جس شخص کا ایمان کمزور ہے وہ اللہ پر بھروسہ اور توکل نہیں کرتا اور اس کی

۱۔ توکل کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں باب 26 "توکل"

♦ وَكَانَنَّهُنَّ دَاهِيَّاً لَا تَحْمِلُونَ زَقَّهَا وَرَأَيَا كُنْهُ (60، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶)

ترجمہ: اور غور کرو کہ جانور اپنی روزی اپنے ساتھ ساتھ انہیں پھرتے۔ اللہ انہیں روزی دیتا ہے اور انہیں بھی دینے والا ہے (یعنی تم انساں پر توکل کیوں نہیں کرتے؟)

جو شخص مشقت کی راہ سے روزی وصول کرتا ہے اس کے لیے مشقت کی کروزوں فتمیں پیدا کر دی گئی ہیں۔ جس قسم کی مشقت کی طرف رجوع کرے گا اسی طرف سے روزی بھیج دی جائے گی۔ بھیجی بازی کرے، ملازمت کرے، تجارت کرے یادتی مزدوری کرے اسے ہر قسم کے انتقام کی آزادی ہے۔ پھر مشقت کے بھی دوراتے ہیں، ایک حرام کا راست اور دوسرا حلال کا۔ اگر حال کی طرف رجوع کرے گا تو حلال کے تمام ذرائع و اسباب اسے مہیا کر دیے جائیں گے اور اگر حرام کی طرف رجوع کرے گا تو حرام کے تمام ذرائع اور اسباب اسے مہیا کر دیے جائیں گے، اس طرح اس کی اپنی پسند کے ذرائع سے اسے روزی پہنچا دی جاتی ہے۔ مشقت کی راہ بہر حال اچھی نہیں ہے کہ اس میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦ رزقِ حالاں پر حساب ہے اور رزقِ حرام پر عذاب ہے۔ (میں انقر)

حالانکہ انسان کو اس کے حیوانی جسم کی روزی سے بے غم کر دیا گیا ہے لیکن افسوس کہ انسان اتنا بد عقیدہ ہو گیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی ضمانت پر بھی اختاذ نہیں ہے اور رات دن اپنے زور بازو کے سہارے اپنے مقدر کیے ہوئے رزق میں اضافہ کرنے پر تلاز ہتا ہے جو قطعاً ناممکن ہے۔

دوسری طرف انسان کا الحیف روحاںی جسم پر نکلہ اللہ تعالیٰ کے عالم امر کی چیز ہے اس لیے اس کا طبعی میلان اور رحمان اللہ تعالیٰ کی محبت، معرفت، قرب اور وصال کی طرف رہتا ہے۔ اس کی روزی (رزق) ذکر و تصور اسم اللہ ذات ہے جس کی طرف قرآن وحدیت میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ صرف قیل و قال، ظاہری تلقید اور ظاہری اشغال سے نہ اللہ تعالیٰ کی پیچان ہو سکتی ہے اور نہ اسی ظاہری کتابی علم سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت اور انہی مخصوص روحاںی قوت یا نیجزرات کا پیو لگ سکتا ہے، نبی وحی اور معراج کی کہ اور حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ اسی لیے تو ظاہری علماء نیا میں دیدار الہی، نبی کے علم غیب، معراج اور نیجزرات کی حقیقت اور دیگر مسائل کے بارے میں تمام عمر جھلکتے رہتے ہیں۔ ان تمام حقائق اور بالطفی رموز سے پرداختہ کے لیے سب سے بہترین اور آسان راست ذکر و تصور اسم اللہ ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب، مشاہدہ، وصالی الہی اور دیدار کا راست بغیر ذکر و تصور اسم اللہ ذات ہرگز نہیں کھلتا۔ اسم اللہ ذات ہی ترکیب قلب، تصفیہ قلب اور حیات روح کا باعث ہے۔

ذکر اسم اللہ ذات

ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

﴿أَلَا يَذِكُّرُ اللَّهُ كُلُّ مُخْلَقٍ﴾ (سورة الرعد۔ 28)

ترجمہ: پیش ذکر اللہ (ذکر اسم اللہ ذات) سے ہی قلب (روح) کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ذکر اسم اللہ ذات روح کا رزق ہے۔ جس طرح جسم کو غذائی جائے تو اسے سکون آ جاتا ہے اسی طرح روح کو ذکر اسم اللہ ذات کا نوریل جائے تو اسے سکون حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی لیے کوئی بھی عبادت فرض کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مومنین پر ذکر اللہ فرض کیا تاکہ وہ ہیدار روح کے ساتھ دیگر فرض عبادات ادا کریں حتیٰ کہ پہلی وحی میں بھی اسم اللہ کے ذکر کا حکم ہے:

﴿إِنَّمَا يُنْهِمُ زَيْنَكَ اللَّذِي خَلَقَ﴾ (سورة الحجۃ۔ 01)

ترجمہ: پڑھا پئے رب کے نام (اسم اللہ) سے جس نے خلق کو ہیدا کیا۔

اسم اللہ کا ذکر ہی انسان کی فلاج، بدایت اور مغفرت کا ذریعہ ہے۔

﴿وَإِذْكُرُوا اللَّهَ كَيْفَيْرَ الْعَلَمُ تُفْلِحُونَ﴾ (سورة الذاريات۔ 10)

ترجمہ: اور کثرت سے اسم اللہ کا ذکر کیا کروتا کرم فلاج پا جاؤ۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آتَيْنَاكُمْ أَذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَيْفَيْرًا﴾ (سورة الزمر۔ 41)

ترجمہ: اے ایمان والوں اللہ کا ذکر کرو اور کثرت کے ساتھ ذکر کرو۔

﴿وَاللَّذِينَ لَمْ يَرْكِبُوا إِلَيْهِ وَاللَّذِينَ رَكِبُوا لَمْ يَعْلَمْهُمْ مَغْفِرَةً وَآجَرًا عَظِيمًا﴾ (سورة الزمر۔ 35)

ترجمہ: کثرت سے اسم اللہ کا ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑی مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

﴿فَإِذَا قَوْمٌ أَذْكُرُ كُلَّهُ وَلَا شُكْرُوا لِي وَلَا تَكُفُّرُونَ﴾ (سورة البقرہ۔ 152)

ترجمہ: تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

﴿وَمَنْ يَعْصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (سورة آل عمران۔ 101)

ترجمہ: اور جو کوئی اللہ (یعنی اسم اللہ ذات) کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے پس تحقیق وہ صراط مستقیم پر ہدایت پا جاتا ہے۔

﴿لَهُفَّوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةُ الْوُسْطَى﴾ (سورة البقرہ۔ 238)

ترجمہ: اپنی نمازوں (یعنی پنجگانہ نمازوں) کی حفاظت کرو اور خاص طور پر وسطی نماز (تمہی ذکر اللہ) کی۔

اسم اللہ کا ذکر ایسا عمل ہے جو انسان کے دل میں تو رایمان پیدا کرتا ہے۔ اس لیے ذکر اللہ سے غافل انسان کو گمراہ قرار دیا گیا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

♦ **أَفَتَنَ شَرَحَ لَهُ صَدُوْرَةً يُلْأِسْلَامَ فَهُوَ عَلَىٰ تُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلْفَاسِيَّةِ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ أُولَئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ** (سورۃ الزمر۔ 22)

ترجمہ: جس شخص کا سید اللہ (اسم اللہ ذات کے ذکر) نے اسلام کے لیے کھول دیا وہ شخص اپنے رب کی طرف سے نور اور روشنی میں آگیا۔ (اس کے بعد عس) ہلاکت و بر بادی ہے اس شخص کے لیے جس کا دل اتنا خست ہے کہ ذکر اللہ میں نہیں لگتا۔ وہ صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ ذکر اللہ سے غافل انسان کو گراہ اس لیے قرار دیا گیا ہے کیونکہ وہ شیطان کی ہیر وی کرتا ہے اس لیے کہ شیطان ہی ہے جو ذکر اللہ سے روکتا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

♦ **إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَنُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالبغضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَنَبِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنِ الظَّلْمِ** (سورۃ المائدہ۔ 91)

ترجمہ: بے شک شیطان تو سیکی چاہتا ہے کہ شراب و جوئے کے ذریعہ تم کو ایک دوسرے کا دشمن بنائے اور تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض پیدا کروے اور جسمیں ذکرِ اسمِ اللہ اور نماز سے روکے۔ ذکرِ اللہ سے غافل انسان کو خسارے کی وعید سنائی گئی ہے اور اس شخص کی ہیر وی سے منع کیا گیا ہے بلکہ اس سے کنارہ کشی کا بھی حکم دیا گیا ہے:

♦ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِلَّا تُلْهِكُمْ أَفْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَيْرُونَ** (سورۃ الانشقاق۔ 9)

ترجمہ: اے ایمان والو تمہارے مال اور اولاد میں تم کو ذکرِ اللہ سے غافل نہ کر دیں، جو لوگ ایسا کریں وہی خسارہ پانے والے ہیں۔

♦ **وَلَا تُطْعِنْ مَنْ أَغْلَقْتَنَا قُلُبَتَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرَهُ فِي خَطَا** (سورۃ الحجۃ۔ 28)

ترجمہ: اور اس کا کہاہر گز نہ مانیں جس کے دل کو تم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے وہ تو خواہ شاستِ شخص کا نلام ہے اور اس کا کام ہی حدیں پھلا گئنا ہے۔

♦ **فَأَغْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّ لَعْنَ ذِكْرِنَا وَلَمْ يَرِدْ إِلَّا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۝ ذَلِكَ مَنْلَعَهُمْ فِي الْعِلْمِ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَغْلَنْهُ بِمَنْ قَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۝ وَهُوَ أَغْلَنْهُ بِمَنْ اهْتَدَى** (سورۃ الحجۃ۔ 29-30)

ترجمہ: پس آپ (صلی اللہ علیہ و آله وسلم) اس شخص سے کنارہ کشی اختیار فرمائیں جس نے ہمارے ذکر سے روگروانی کی اور جس دنیا کی زندگی کوی اپنا مقصود بنایا۔ سبی اس نادان کے علم کی بخشی ہے لیکن آپ (صلی اللہ علیہ و آله وسلم) کا رشتہ راست بھکنے والوں اور سیدھا راست چلنے والوں کو خوب جانتا ہے۔



احادیث مبارکہ میں ذکراللہ کو سب سے افضل عمل قرار دیا گیا ہے۔

⊕ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کی گئی، "کون سا بندہ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن افضل اور بلند مرتبہ ہو گا؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ذکر اللہ کثرت سے کرنے والے مردوں اور عورتیں۔" عرض کیا گیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟" کیا ان کا درجہ اس شخص سے بھی بڑھا ہوا ہے جو راوی خدا میں جناد کرے؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہاں! اگر کوئی اپنی تکوار لفڑا و مشرکین پر چلائے یہاں تک کہ اُس کی تکوار ثبوت جائے اور وہ خود خون سے سکین ہو جائے پھر بھی ذکر اللہ کرنے والا اس سے مرتبہ میں افضل ہے۔" (ابن زمی، 3376)

⊕ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا "کیا میں تم کو ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین ہے اور تمہارے ماں کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور افضل ہے اور تمہارے درجنوں کو بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو (اللہ تعالیٰ کے نامے میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور اس بات سے بھی کہ جناد میں تم دشمنوں کو قتل کرو اور وہ تم کو قتل کریں۔" صحابہ نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ ضرور ارشاد فرمائیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ کا ذکر" (زنی شریف، 3377)

⊕ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ مرتبے میں سب سے بڑا عمل کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا "کیا تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا؟ اللہ فرماتا ہے وَلَذِكْرِ اللَّهِ أَكْبَرُ (کوئی بھی چیز ذکر اللہ سے افضل نہیں)۔"

⊕ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص ذکر اللہ کرتا ہے اور جو شخص نہیں کرتا اس کی مثال (باترتیب) زندہ اور مردہ کی ہے۔" (سلم، فارسی، 6407)

حضرتو علیہ الصلوات والسلام نے فرمایا:

⊕ الْأَنْفَاسُ مَغْدُوَدَةٌ وَ كُلُّ نَفْسٍ يَخْرُجُ بِغَيْرِ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى فَهُوَ مَيِّتٌ

ترجمہ: سانس گئی کے ہیں اور جو سانس ذکر اللہ کے بغیر لکھے وہ مردہ ہے۔

⊕ سلطان الاعارفین حضرت حقیقی سلطان پاھور حمد اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو دم غافل سو دم کافر، سانوں مرشد ایسے پڑھایا خو
نشیا لختن گیاں گھل اکھیں، اساں چت مولا ول لایا خو
کیمی جان جو اے رب دے، اساں ایسا عشق کیا خو
مرن توں آگے مر گئے پا خو، تاں مطلب توں پایا خو

ملہوم: ہمیں مرشد نے یہ سنت پڑھایا ہے کہ جو سانس بھی اسم اللہ ذات کے تصور اور ذکر کے بغیر لکھتا ہے وہ کافر ہے۔ جب سے ہم نے یہ ارشاد

ستا ہے اپنادل اس طرف ہی لگایا ہے۔ ہم نے عشق کا ایسا سواد کیا ہے کہ اپنی جان اور زندگی کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے پروردگرد یا ہے اور اپنی مرضی و منشائے دستبردار ہو گئے ہیں۔ وصال الیت تو ان کو نصیب ہوتا ہے جو مرتے سے پہلے مر جاتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

طلبُ الْخَيْرِ طلبُ اللَّوْدَغَ ذِكْرُ الْخَيْرِ ذِكْرُ اللَّهِ

ترجمہ: بہترین طلب اللہ تعالیٰ کی طلب ہے اور بہترین ذکر اللہ (یعنی اسم اللہ ذات) کا ذکر ہے۔
اس لیے ذکر اللہ کی تاکید اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمائی ہے۔

قلمی ذکر اللہ کی اس وائی نماز کی غرض وغایت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:

لِكُلِّ شَيْءٍ مُضِيقَةٌ وَمُضِيقَةُ الْقُلُوبُ ذِكْرُ اللَّوْدَعَانِ

ترجمہ: ہر چیز کے لیے ضيق (منافقی کرنے والی چیز) ہے اور دل کی ضيق اسم اللہ کا ذکر ہے۔

گویا دل کی عفانی اور پاکیزگی کے لیے ذکر اللہ کو غرض کیا گیا ہے کیونکہ دل ہی وہ آئندہ ہے جس میں دیوارِ الہی کے جلوے ہو یہا ہوتے ہیں۔ لہذا ہمیں ہر وقت ذکر و تصور اسم اللہ ذات میں مشغول رہ کر اپنے دلوں کو دشمن رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ قاتلوں ایکی کا وعدہ ایسا ہو سکے۔ سلطان العارفین حضرت مولانا باحور حمت اللہ علیہ اس حدیث مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

دل کر ضيق شيش و انگوں باختو، دور تھيون گل پر دے خو

مطلب ہم: اپنے دل کو ذکر و تصور اسم اللہ ذات سے آئندگی طرح پاک و صاف کر لے تو یہ تمام تجربات دور ہو جائیں گے کیونکہ دل کا آئینہ جتنا صاف ہوتا ہے اس میں محبوب (اللہ) کا عکس اتنا ہی واضح نظر آتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

قَاتَدَةُ أَفْضَلٍ مِنْ ذِكْرِ اللَّوْدَعَانِ

ترجمہ: کوئی صدق ذکر اللہ سے افضل نہیں۔

عَلَامَةُ حَبِّ اللَّوْدَغَ ذِكْرُهُ وَعَلَامَةُ بَعْضِ اللَّوْدَعَهُ ذِكْرُهُ

ترجمہ: اللہ سے محبت کی علامت ذکر اللہ ہے اور اللہ سے بغض کی علامت عدم ذکر اللہ ہے۔

أَفْضَلُ الْذِكُورِ ذِكْرُ اللَّوْدَعَانِ

ترجمہ: سب سے بہتر ذکر اللہ کا ذکر ہے۔

احادیث قدیمی ہیں:

إِذَا رَأَيْتَ عَبْدَنِي لَا يَذْكُرْنِي فَأَنَا أَنْجِيَهُ عَنْ ذِلِكَ





ترجمہ: جب تو دیکھے کہ میرا بندہ میرے ذکر سے غافل ہو گیا ہے تو میں اسے محبوب کر دیتا ہوں۔

• آنَا فَعَنْ عَيْدَنِي أَذَادْ كُرْنِي وَ تَحْرِكْتِي شَفَقَكَادْ (مکلووہ 2285)

ترجمہ: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ اپنے ہوتوں سے میرا ذکر کرتا ہے۔

• آنَا عِنْدَ ظَنِ عَيْدَنِي بِي وَ آنَا مَعْدِ إِذَا ذَكْرِنِي قَانِ ذَكْرِنِي فِي تَقْبِي ذَكْرُنِه فِي تَفْبِي وَ إِنْ ذَكْرِنِي فِي مَلَاء ذَكْرُنِه فِي مَلَاء

خیرِ مُنْبَثِ (بخاری شریف 7405)

ترجمہ: میں اپنے بندے کے ساتھ اس کے مطابق پیش آتا ہوں، جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ جب وہ میرا ذکر اپنے دل میں کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ جب وہ کسی مجلس میں میرا ذکر کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہوں۔

مندرجہ بالا آیات، احادیث قدسی اور احادیث مبارکہ سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ذکر اللہ سے ہذا ہر کوئی عبادت افضل نہیں ہے لیکن وہ کون سا ذکر کرے جس سے انسان کو اپنی پیچان انصیب ہوتی ہے اور اپنی پیچان کے انصیب ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کی پیچان انصیب ہو جاتی ہے جیسا کہ حدیث پاک ہے:

• مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقُدْلَ عَرَفَ رَبَّهُ

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو یعنی خود کو پیچان لیا اس نے درحقیقت اپنے رب کو پیچان لیا۔

ایک ذکر نفسی (اسانی) ہے جوز بان سے کیا جاتا ہے، اس میں تلاوت کلام پاک، بلکہ پاک، درود پاک اور وہ تمام اذکار شامل ہیں جوز بان سے کیے جاتے ہیں۔ زبانی ذکر سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن قلب یا ہاطن کے قتل کو کھو لئے والا ذکر، ذکر پاس انفاس (ہنسیوں سے ایم اللہ ذات کا ذکر) ہے جسے ذکر حقی اور سلطان الا ذکر کا رکھا جاتا ہے۔ انسانی وجود میں سانس ہی وہ شے ہے جو روح سے براؤ راست جزا ہوئی ہے۔ جیسے ہی روح انسانی وجود میں داخل ہوتی ہے سانس چلنے لگتی ہے اور جیسے ہی روح جسم سے نکل جاتی ہے سانس رک جاتی ہے۔ بھی وجہ ہے کہ سانسوں سے کیا جانے والا ذکر اللہ روح کو براؤ راست قوت اور نور بصیرت عطا کرتا ہے جس سے وہ اللہ کا قرب اور دیدار حاصل کرتی ہے۔ صرف اسی طریقہ سے ذکر اپنے حقی مقام یعنی روح پر مرکوز ہو کر اسے بیدار کرتا ہے۔ کوئی دوسرا ذکر نہ روح کو بیدار کرنا ہے نہ اسے قوت و نور مہیا کرنا ہے لہذا ذکر اپنے حقی مقام یعنی قرب و دیدار حق تعالیٰ کو پانے میں ناکام رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں سانسوں کے ساتھ ذکر کا حکم فرمایا ہے:

• وَ اذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَعْزِيزًا وَ حِينَةً وَ دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِ وَ الْاَضَالِ وَ لَا تَكُنْ مِنَ الْغَفِيلِينَ ○ (سورة الازفان - 205)

ترجمہ: اور صحن و شام ذکر کرو اپنے رب کا، سانسوں کے ذریعہ، بغیر آوازن کا لے خوف اور عاجزی کے ساتھ اور ناقصین میں سے مت بنو۔

♦ أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَهْرُّبًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُغَتَبِينَ ۝ (سورة العنكبوت - 55)

ترجمہ: اپنے رب کا ذکر کرو عاجزی سے اور خنیہ طریقے سے، بے شک حد سے بڑھنے والوں کو اللہ پر مند نہیں کرتا۔ خنیہ طریقے سے ذکر کرنے سے مراد انسوں کے ساتھ بغیر آواز نہیں کر دی جائیں گے۔

نمایز اسلام کا دوسرا رکن ہے اور تمام مسلمانوں پر فرض ہے لیکن ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے "حضرتی قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی" اور "نمایز مومن کی معراج ہے۔" نماز کا ظاہر الفاظ کا مجموعہ ہے جسے مخصوص آداب کے ساتھ پڑھا جاتا ہے لیکن نماز کا باطن دید اور ایسی اور قرب الہی ہے جس کے حصول کے بعد ہی ایک مسلمان "مومن" اور اس کی نماز معراج ہوتی ہے اور یہ صرف ذکر خنیہ سے حاصل ہوتا ہے۔ نماز بھی ذکری کی ایک قسم ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَلَقَمُ الصَّلَاةِ قَلِيلٌ كُثُرٌ ۝ (سورة ق - 14)

ترجمہ: اور میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔

نمایز پر ہی اکتفی نہیں کرنا بلکہ ہر لمحہ ذکر اللہ کرتے رہتا ہے:

♦ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِبَلَةً وَقُعْدَةً وَعَلَى جُنُوبِكُمْ ۝ (سورة النساء - 103)

ترجمہ: پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور روٹوں کے مل لیئے ذکر اللہ کرو۔

اس آیت مبارکہ میں کروٹوں کے مل لینے سے مراد ہونا ہے یعنی سوتے ہوئے صرف ذکر پاس انساں (ذکر خنیہ) ہی ہو سکتا ہے کیونکہ سانس کسی لمحہ بند نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کوئی عبادت فرض کی تو اس کی ایک معلوم حد متعین کر دی ہے لیکن اس ذکر کی کوئی حد نہیں یعنی کھڑے، بیٹھے، لیئے، دن، رات، خلکی و ترکی، سفر و حضر، خناوندر، صحبت و بیماری، پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر اللہ کے نام کا ذکر ضروری ہے۔

ذکر کس طرح کرتا ہے اس کا بھی اعلان فرمادیا:

♦ وَإِذْ كُرِّزَتِ إِذَا نَسِيَتْ ۝ (سورة الحج - 24)

ترجمہ: اپنے رب کا ذکر (اس نہ میomit سے) کرو کہ خود کو بھی فراموش کر دو۔

یعنی اتنی نجومیت سے ذکر کرتا ہے کہ اپنی بھی خبر نہ ہے۔

کس کا ذکر کرتا ہے اس کا بھی اعلان فرمادیا:

♦ وَإِذْ كُرِّزَ إِنْمَاءِ زَيْكَ وَتَبَتَّلَ إِلَيْهِ تَبَيَّنَ لَا ۝ (سورة هم - 8)

ترجمہ: اور اپنے رب کے نام (اسم اللہ) کا ذکر کرو اور سب سے الگ ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

♦ سَبِّحْ إِنْمَاءِ زَيْكَ الْأَغْلَى ۝ (سورة الزمر - 1)

ترجمہ: اپنے رب کے نام (اسم اللہ) کی تصحیح بیان کرو جو سب سے اعلیٰ ہے۔

❖ فَسَيِّدُ الْأَنْعَمِينَ (۷۴، ۵۲، ۱۹۶۱ھ-۱۹۷۲ء)

ترجمہ: اپنے رب عظیم کے نام (اسم اللہ) کی تصحیح بیان کرو۔

حضرت گنی سلطان باحکوم اسم اللہ ذات کی شان اور اس کے ذکر کے فوائد و مفہومات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ بندے اور مولیٰ کے درمیان وسیلہ اسم اللہ ہے۔ تمام اولیا، غوث، قلب اور اہل اللہ کو ذکر، فکر، الہام مذکور، استغراق تو حید، مراثی اور کشف و کرامات کے سب مراتب اسم اللہ کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ ذکر اسم اللہ سے اس قدر علم لدیٰ کھلتا ہے کہ کوئی دوسرا علم پڑھنے کی حاجت نہیں رہتی۔

❖ ہر کرا بام اللہ شد قرار ہر چہ باشد نیر اللہ زان فرار

ترجمہ: یہ اسماں کے ساتھ قرار نصیب ہو جاتا ہے وہ ہر غیر اللہ سے چھینکارا حاصل کر لیتا ہے۔ (میں الفقر)

❖ فقر کا ایک منہل سیکھنا ایک سال کی عبادت کے ثواب سے بہتر ہے کیونکہ مسائل فقیر سیکھنا اسلام کی بنیاد ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو کر ذکر اللہ کے ساتھ لیا گیا ایک سال سے ہزار مسائل فقر سیکھنے کے ثواب سے افضل ہے۔ (میں الفقر)

❖ جب فقیر ذکر اللہ میں مشغول اور غرق ہوتا ہے تو آسمان کہتا ہے کہ کاش میں زمین ہوتا اور یہ فقیر مجھ پر ڈینجہ کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتا۔ زمین کہتی ہے الحمد لله میں ذکر اللہ کی حلاوت پاری ہوں۔ جب ذکر اللہ بندوں کے ہر بال، رُگ، دُبُست، مُغز، سانس، قلب، روح اور سر میں جاری ہو جاتا ہے اور بندے کے تمام اعضا اسم اللہ پکارتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَكُمْ إِنَّكُمْ عَنِيدُونَ۔ یہ فرمان سن کر فرشتہ رشک کرنے لگتے ہیں کہ تم نے تمام عمر تسبیح اور رکوع و حجود میں گزار دی مگر ہمیں اللہ تعالیٰ نے کسی بیک نہیں فرمایا۔ کاش کہ ہم بھی عبد ہوتے۔ پس اے بندے خود کو پہچانتا کہ تو خواص میں شامل ہو جائے۔ (میں الفقر)

❖ جب طالب مولیٰ کے وجود میں اسم اللہ ذات تاثیر کرتا ہے تو اس پر معرفت کا رنگ چڑھ جاتا ہے جس کی بدولت وہ کمال کو پہنچ جاتا ہے، اس کے وجود سے دوئی فتح ہو جاتی ہے اور وہ اپنی مراد حاصل کر لیتا ہے۔ جب وہ اپنے دل کی طرف چشمِ عیاں سے نظر کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اس کے سر سے پاؤں تک ہر بال پر اسم اللہ نقش ہے اور اس کے تمام وجود پر اسم اللہ لکھا ہے۔ اس کے ہر بال، گوشت پوست، ہڈیوں، رُگوں، مُغز اور دل کو زبان مل گئی ہے (جن سے وہ ذکر اللہ کر رہے ہیں)۔ وہ درد بیوار، بازار اور دخنوں پر جس طرف بھی دیکھتا ہے اسے اسم اللہ کا نقش ہی نظر آتا ہے۔ وہ جو کچھ سنتا یا بولتا ہے اسم اللہ سے ہی سنتا اور بولتا ہے۔ (اللہ العارفین)

❖ جان لے کر جب روح عظیم وجود میں داخل ہوئی تو آغاز ہی میں اس نے کہا "یا اللہ" اور اس پر قیامت تک کی ہر چیز مکشف ہو گئی۔ یعنی اسم اللہ کی انجانتک اب بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ ہر علم، ہر صحیفہ، ہر الہام اور تمام تباہیں مخلطاً توریت، انجلیل، زیور اور فرقان یعنی قرآن مجید سب اسم اللہ کی شرح ہیں۔ تمام انبیاء و اوصیا اولیا نے خاہ روپاطن کا جو علم بھی حاصل کیا اسیم اللہ کی مایمت کو جانے کے لیے حاصل کیا اور

انہیں مراتب فنا فی اللہ تک رسائی، معرفت الوریت وہیت اسم اللہ ہی سے نصیب ہوئی۔ اسم اللہ اور اس کی الوریت کے علم سے فاتح تر وہ کون سالم ہے کہ جس کی خاطر تو اسم اللہ سے روگردانی کرتا ہے؟ تو اسے پڑھتا ہے اور اسم اللہ کو وجود تابے اور اسم اللہ کو اپنامیشونگیں بناتا اسی وجہ سے تو مردہ دیساہول ہو کر ذلت و خواری میں گرفتار ہے۔

﴿ آنچہ خوانی ز اسم الله خوان اسم الله با تو ماند جادوان ﴾

ترجمہ: تو جو کچھ چڑھا چاہتا ہے اسم اللہ سے پڑھ کا اسم اللہ ہی نے تیرے ساتھ بیش رہتا ہے۔ (معنی الفرقان)

جب روذخانہ لوگوں کی تیکی اور بدی کا حساب ہو گا تو جس کے دل پر اسم اللہ نقش ہو گایا جس نے ایک مرتبہ بھی پچھے دل سے اسم اللہ کا ذکر کیا ہو گا، اگر اس کے لگناہ آنساؤں اور زینتوں کے چودہ طبقات کے برابر بھی ہوئے تو اسم اللہ کی برکت سے ترازوں کا فیکیوں والا پڑھہ و ذنی ہو جائے گا۔ یہ دیکھ کر فرشتے پکاریں گے کہ اے اللہ! اس شخص کی کوئی تیکی کی وجہ سے ترازوں کا پڑھہ بھاری ہو گیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ بندہ میر اطالب ہے اور یہ بیش اسم اللہ میں غرق رہتا تھا۔ اے فرشتو! تم اہل حجاب ہو کر نکل قم عبادت حق اور اسم اللہ کی حقیقت سے ناواقف ہو۔ میں ان کے ساتھ ہوں (جو ذکر اسم اللہ کرتے ہیں) اور وہ میرے ساتھ ہیں جبکہ قم (اسم اللہ سے) بیگانے ہوں۔ اللہ بس ما سوئی اللہ ہوں۔ (میں الفرق)

تصور اسم اللہ ذات

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیقِ محض اس غرض سے کی کہ اس کی پہچان ہو، اس کے جلال و جمال کے جلوے آشکار ہوں اور اس کے حسن و جمال پر مرستنے والا کوئی عاشق ہو۔ سو انسان کی پیدائش کی اصل غرض و غایبیت اللہ کی معرفت اور پہچان کی خبری۔ کسی چیز کی پہچان کا سب سے اعلیٰ اور عمدہ ذریعہ آنکھ اور بصارت ہے۔ ”وَ يَكْيِنُ“ سے کسی بھی چیز کی پوری پوری پہچان ہو جایا کرتی ہے۔ دیگر حواس اور اعضا شناخت کے ذکر و رادر ناقص آئے ہیں اس لیے آنکھ سے کیا جانے والا اسم اللہ ذات کا تصور اور سانوں سے کیا جانے والا ذکر ہی ذریعہ معرفت اور وسیلہ دیہ اور پروردگار ہے۔

تصور کے انوی معنی خیال، دھیان، تکلیف اور مراقبہ کے ہیں۔ تصور سے اسم اللہ ذات کو اپنے دل پر پٹش کرنے سے یہ انسان کی ہاطنی شخصیت (روج) پر اثر انداز ہو کر اسے بیدار کرتا ہے اور جب سالک کی ہاطنی آنکھ کھل جاتی ہے تو اسے نورِ بصیرت حاصل ہو جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی جلوے اور مشاہدے میں محو ہو جاتا ہے۔ ذکر و تصور اسم اللہ ذات اسی وہ صراطِ مستقیم ہے جس پر جل کر پا کیزہ لوگ انعام یافتہ کہلاتے کیونکہ تصور اسم اللہ ذات ہی سے انسان کا سینہ اسلام کی روشنی سے صحیح طور پر منور ہوتا ہے۔ اس کے بعد میں جس نے ذکر اور تصور اسم اللہ ذات سے روگردانی کی وہ نفس ایمازو اور شیطان کے پھنڈوں میں پھنس گیا اور آخر کار گمراہ ہوا۔ دراصل نفس کا مرہا ہی دل کی حیات ہے۔ حضرت جنی سلطان باہور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۔ نفس کے بارے میں تحصیل باب 21 "نفس" میں ملاحظہ فرمائیں۔

♦ وہ کونا علم ہے اور کہاں سے حاصل ہوتا ہے جس سے بغیر ریاضت کے یکبارگی نفس سے نجات حاصل ہو جاتی ہے؟ تصور اسم اللہ ذات و علم ہدایت ہے جس کی توفیق، تحقیق اور تصرف جسے عنایت ہو جاتا ہے وہ ایک ہی لمحہ میں توحید میں غرق ہو کر دیدارِ الٰہی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ تصور اسم اللہ ذات ایسا عمل ہے جو عامل کو کامل بنادتا ہے۔ (نور الدین کھاں)

♦ اعمال ظاہر سے آدمی کا دل ہرگز پاک نہیں ہوتا، تاہی اس میں سے نفاق نکلتا ہے اور نہ اسی دل کی سیاہی اور زنگاری درور ہوتا ہے جب تک دل کو آتش تصور اسم اللہ ذات کی مشق سے جلویاں نہ جائے اور نہ ہی اس ذکر خاص کے بغیر اخلاص پیدا ہوتا ہے کیونکہ ذکر کے بغیر دل ہرگز زندہ نہیں ہوتا اور نفس ہرگز نہیں مرتا اگرچہ تمام عمر قرآن پاک کی حداوت کی جائے یا فتنہ کے مسائل پر ٹھیک جائیں یا زہد و ریاضت کی کثرت سے کمرزی ہو جائے یا سوکھ کر بال کی طرح باریک ہو جائے، دل اسی طرح سیاہ درہتا ہے۔ اسم اللہ ذات کے تصور کی مشق کے بغیر (زہد و ریاضت کا) کوئی فائدہ نہیں چاہے سرکور ریاضت کرتے کرتے پھر سے پھوڑ لیا جائے۔ (مساء العارفین)

♦ تصور اسم اللہ ذات کی مشق کرنے والا بے مشقت معمشوق اور بے محنت محبوب (بغیث) کے طریق کا حاصل ہوتا ہے۔ یہ مراتب بہت پسندیدہ ہیں جو اسم اللہ ذات کا تصور کرنے والے کو دشمن خسیر بنا دیتے ہیں اور وہ تمام تقویب کا محبوب ہو جاتا ہے۔ تصور اسم اللہ ذات سے اسے تصرف حاصل ہوتا ہے جسے وہ اللہ کے فضل اور رحمت کی بدھالت ملتوی کو فیض بخشش کے لیے استعمال کرتا ہے۔ (کلیدۃ التوحید کا ان)

♦ تصور اسم اللہ ذات کی مشق دل کو اس طرح زندہ کر دیتی ہے جس طرح باران رحمت کے قطرے نکل گماں اور نیک زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور زمین سے بزرگ آتا ہے۔ تصور اسم اللہ ذات صاحب تصور کے لیے زندگی بھر شیطان اور اس کے چیلوں کے شرستے حصار بن جاتا ہے۔ (مساء العارفین)

♦ تصور اسم اللہ ذات کی مشق سے حاصل ہونے والے علم کے ذریعے تذکرہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیل روح و سر ہوتا ہے۔ جوان مراتب کو پالے اس کا قاب (وجود) قلب کا لباس پہن لیتا ہے، قلب روح کا لباس پہن لیتا ہے اور روح سر کا لباس پہن لیتی ہے۔ جب یہ چاروں ایک ہو جاتے ہیں تو اوصاف ذمہ اس کے وجود سے انکل جاتے ہیں۔ ظاہری حواس فسے بند ہو جاتے اور باطنی حواس کھل جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ علم دل پر نکلتا ہے جس کے متعلق فرمان حق تعالیٰ ہے:

وَنَفَخْتُ فِيْهِ وَمِنْ رُّوْحِي (سورة الجر - 29)

ترجمہ: اور میں نے اس کے اندر راپنی روح پھوکی۔

جیسے ہی روح عظیم حضرت آدم کے وجود میں داخل ہوئی تو اس روح عظیم نے وجود میں کہا یا اللہ۔ اللہ کا نام لیتے ہی بندے اور رب کے درمیان سے قیامت تک کے لیے بحکم انجمن گئے تاہم ابھی تک کوئی بھی اسم اللہ ذات کی حقیقت کی ابتدائیں پہنچ پایا۔ (کلیدۃ التوحید کا ان)

♦ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا نفس اس کے تابع رہے اگرچہ طرح طرح کے کھانے کھائے اور اطلس کے شہزاد لباس پہنے، حادث دنیا سے وہ امن پالے، معصیت شیطان سے نجات پائے اور خناس، خرطوم، وسوس اور خطرات نابود اور خاکستر ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ تصور اسم

الله ذات کی مشق کرے اور اسے دل پر قبض کرے۔ بے شک اس کا دل غنی ہو جائے گا اور وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضوری پائے گا۔ (کلید الحجۃ کا لام)

تصورِ اسمِ اللہ ذات سے نفسِ امارہ قلب ہو جاتا ہے اور دل زندہ ہو جاتا ہے جس سے حضوری قلب (دل کی آنچ) حاصل ہوتی ہے۔ ہے حضوری قلب حاصل ہواں کی ہر عبادت مقبول ہوتی ہے اور یہی حضوری قلب حاصل نہ ہواں کی ہر عبادت ریا کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿لَا صَلَاةَ لِلَا يَحْضُورُ الْقَلْبُ﴾

ترجمہ: حضوری قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

جس دل کے اندر اسمِ اللہ ذات کا نوری نقش قائم ہو جائے وہ دل قلبِ سلیم کہلاتا ہے اور قلبِ سلیم ہی قیامت کے روزِ کام آئے گا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

♦ ۱۰۷۰۸-۸۹ ﴿۱۰۷۰۸-۸۹﴾ ۱۰۷۰۸-۸۹ ﴿۱۰۷۰۸-۸۹﴾

ترجمہ: قیامت کا دن ایسا دن ہے کہ جب دنال نفع دے گا اور دن اولاد کام آئے گی بلکہ دن کا میابی اس کی ہوگی جس نے قلبِ سلیم پیش کیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مقصد حیات یعنی معرفت حق تعالیٰ کے لیے، روح کی ترقی و بالیدگی کے لیے، قلبِ سلیم کے حصول کے لیے، اہمیان قلب کے لیے، اپنے اندر نورِ بصیرت کی تحریک کے لیے، رضاۓ الہی اور معراج کے لیے اسمِ اللہ ذات کی طلب کرنا اور پھر اس کا ذکر اور تصور کرنا ہر مومن اور مسلمان کے لیے لازم ہے۔ اس کے بغیر نہ کوئی راست ہے اور نہ کوئی منزل۔ جب انسان ذکر اور تصورِ اسمِ اللہ ذات سے اعراض کرتا ہے تو اس کے وجود پر نفس اور شیطان قبضہ بھا لیتے ہیں اور دل و دماغ کو اپنے قبضے اور تصرف میں لے کر سارے وجود پر اس طرح چھا جاتے ہیں جس طرح اکاس تمل (مشق بیچاں کی تمل) پورے درست کو گھیر لیتی ہے۔ اسی طرح انسان کے رُگ و ریشے اور نس میں شیطان ٹھنڈا جاتا ہے اور اسے حق نظر نہیں آتا کیونکہ اس کی باطنی روزی (روح کی نہاد) تھنگ ہو جاتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد و باری تعالیٰ ہے:

♦ ۱۲۴-۳۰ ﴿۱۲۴-۳۰﴾ ۱۲۴-۳۰ ﴿۱۲۴-۳۰﴾

ترجمہ: جس شخص نے میرے ذکر سے اعراض کیا پس اس کی (باطنی یعنی روح کی) روزی تھنگ کر دی جاتی ہے اور قیامت کے روزِ ہم اسے انداھا کر کے اٹھایں گے۔

یعنی ہے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی پیچان حاصل نہیں ہوتی وہ روحانی طور پر انداھا رہتا ہے اسی لیے اسے قیامت کے دن بھی اللہ تعالیٰ کی پیچان حاصل نہیں ہوگی اور اسے انداھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ ارشاد و باری تعالیٰ ہے:

♦ ۷۲-۶۷ ﴿۷۲-۶۷﴾ ۷۲-۶۷ ﴿۷۲-۶۷﴾

ترجمہ اور جو اس دنیا میں (باطنی طور پر) اندر ہے وہ آخرت میں بھی اندر ہمارے گا۔

ذکر اور تصور کا کیا تعلق ہے؟

ذکر اور تصور کا یہی رشتہ ایک تانے بانے کی مانند ہے اور ان کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا دماغ ہر وقت کچھ نہ
کچھ سوچا رہتا ہے، کبھی نہ کسی چیز کے خیال میں محور رہتا ہے، ایک لمحہ بھی غالباً نہیں رہ سکتا۔ یہ ذکر کی حتم ہے۔ جن چیزوں کے متعلق ہمارا دماغ
سوچتا ہے ان کی شکلیں ہمارے سامنے آ جاتی ہیں، اگر یوں پہلوں کے متعلق سوچتا ہے تو وہ آنکھوں کے سامنے آ جاتے ہیں اور گھر کے بارے میں
سوچتا ہے تو گھر سامنے آ جاتا ہے، اسے ”تصور“ کہتے ہیں۔ ذکر و تصور کا یہ سلسلہ مسلسل اور لگائی تاریخ رہتا ہے۔ نتیجہ یہ لفظ ہے کہ دنیا، دنیا کے
لوگوں اور دنیا کی اشیاء سے ہماری محبت اور رشتہ مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ یہی تعلق اور لگائی ذکر اور تصور ہے۔ صوفیا کرام ذکر اور تصور کے
اس دنیا ہی رخ کو روحاںی رخ کی طرف موز کرو اصل بال اللہ ہونے کا طریقہ ذکر اور تصور اسم اللہ ذات کی صورت میں بتاتے ہیں۔ سورۃ مریم کی
آیت وَتَبَثَّلَ إِلَيْهِ تَبَيَّنَ لَا (ترجمہ اور سب سے ایک ہو کر اس کی طرف توجہ ہو جاؤ) میں اسی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح لوہے کو لوہا کا نہ تانے اور
پانی کی بہتات سے پڑھرہ فصل پانی ہی سے ہری بھری ہو جاتی ہے اسی طرح ذکر کو ذکر اور تصور کو تصور کا نہ تانے۔ ضرورت صرف ذکر اور تصور
کے رخ کو بدلتے کی ہے۔ اگر ہم دنیا اور اس کی فانی اشیا اور اشکال کی بجائے اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور کریں تو ہمارا اس دنیا اور اس کی اشیا
سے لگاؤ اور محبت لوث کر لاد سے عشق و محبت پیدا ہو جاتا ہے اور ہمارے قلب میں پوشیدہ امانت حق تعالیٰ ظاہر ہو جاتی ہے۔

تصور اسم اللہ ذات کے بغیر ذکر اسم اللہ ذات بھی کامل نہیں ہوتا اور نہ ہی اتنا فائدہ مند ثابت ہوتا ہے جتنا کہ تصور کے ساتھ۔ حضرت علی
سلطان بالحوزہ حضرت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذکر و تصور اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ ذکر کی کلید حاصل نہ کر لیں۔ ذکر کی کلید اسم اللہ ذات کا تصور ہے۔ اسم اللہ
ذات کے تصور سے اس حد تک ذکر جاری ہو جاتا ہے کہ اسے شہر نہیں کیا جا سکتا اور جسم پر جس قدر بال ہیں، تمام علیحدہ علیحدہ اس طرح ذکر اللہ
کا انفراد ہاگاتے ہیں کہ مر سے قدم بھک، وجود کے تمام اعضا، گوشت، پست، رگوں، مغز اور بینیان جوش سے ذکر اللہ میں محو ہو جاتے ہیں۔ یہ
صاحب تصور اسم اللہ ذات کے مراتب ہیں کہ ان کے مغزا اور پوست میں اللہ ہی ہوتا ہے۔ (مش الدارین)

معلوم ہوا کہ ذکر اور تصور اسم اللہ ذات ہی وہ صراطِ مستقیم ہے جس سے بٹانے کے لیے شیطان نے تم کھارچی ہے اور ذکر و تصور اسم
الله ذات سے روکنے کے لیے وہ ہر جگہ استعمال کرتا ہے۔ جملہ تعلیمات قرآنی، احادیث مبارک اور اولیٰ کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ذکر
اور تصور اسم اللہ ذات تمام اعمال صالح کا مرکز و محور ہے اور تمام اعمال صالح کا خاصہ اور مغز ہے۔ ذکر اور تصور اسم اللہ ذات سے ذاکر کے
او صاف ذمیہ، او صاف حمیدہ میں بدل جاتے ہیں۔ اس کا اخلاق پاکیزہ ہو جاتا ہے اور وہ صفاتِ الہی سے منصف ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب و
وصال اور مشاہدہ حق کے قابل ہو جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اسے اپنے انوار میں جذب کر کے باطن میں اپنے ساتھ ملا جاتا ہے۔ اس طرح وہ

وَاصْلَ بِاللَّهِ، فَلَمَّا نَبَأَ اللَّهُ أَوْ بَقِيَ اللَّهُ كَامِرًا تَبَهَّ بِأَجَاتَهُ.

اسم اللہ ذات ہی اسم اعظم ہے

علمین، عابدین اور زادہین نے ہر دو رہ میں اسم اعظم تلاش کیا لیکن سوائے چند عارفین کے اسم اعظم نہ پا سکے یعنی اس کی کنہ تک نہ پہنچ سکے۔ بے شک انہوں نے دیگر اذکار اور عبادات سے اعلیٰ مراتب اور درجات تک رسائی حاصل کر لی لیکن دریافت و حدت میں غوطہ زدن ہوتے اور وصال الہی سے محروم رہتے۔

سلطان العارفین حضرت آنی سلطان باخور حستہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

سُنْ إِلَلٰى عِلْمٍ كُوْتَرَ آنِ پاکِ میں سے اسم اعظم اس لیے نہیں ملتا کہ اسم اعظم وجود اعظم میں ہی قرار پکھتا ہے۔ اگر کسی کو اسم اعظم مل بھی جائے اور وہ اس کا ذکر بھی کرتا رہے تو بھی اسم اعظم اس پر تاثیر نہیں کرے گا کیونکہ جو وجود ہی بے اعظم ہے اس پر اسم اعظم کیا تاثیر کرے؟ اسم اعظم کے پھیرے کر جانی نہیں ہوتا اور اسم اعظم صرف فقیر کامل کامل اور عالمے عامل کے وجود میں قرار پکھتا ہے۔ عالمے عامل بھی صرف فقیر کامل ہی ہیں۔ وہ امت ہے جو اللہ کی بجائے اسم اعظم پر اعتقاد رکھتا ہے۔ اسم اعظم اسے حاصل ہوتا ہے جو صاحب مسکی ہو اور وہی صاحب اسم اعظم (مرشد کامل) ہوتا ہے۔ (میں افق)

اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَتَسْلُوا أَهْلَ الْكِتَابَ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ (سورہ الہمزة - ۷)

ترجمہ: پس اہل ذکر سے پوچھو لو اگر تم نہیں جانتے۔

اب ذرا خور کریں تو بات فوراً بھی میں آجائے گی کہ یہاں فتنہ اہل العلم نہیں فرمایا کہ اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے پوچھو لو بلکہ فرمایا اہل ذکر سے پوچھلو۔ یہ اس لیے کہ علم والے خوب بھی ٹھوکر کھا سکتے ہیں کیونکہ علم و خبر دیتا ہے جس کا محل دماغ ہے اور دماغ کا دائرہ صرف اس دنیا تک محدود ہے جبکہ ذکر وہ خبر دیتا ہے جس کا محل دل ہے اور دل ہی مقام قرب الہی ہے لہذا محدود ہے۔ علم دماغ کی تختی پر لکھا جاتا ہے اور ذکر دل کی تختی پر موقوم ہوتا ہے۔ علم کی محدود دیتی اس بات سے ثابت ہے کہ عالم آسمانی دل اک دے کر ایک دوسرے کی بات روکر دیتے ہیں جبکہ اہل ذکر فقر اصراف "ایک" کی بات کرتے ہیں اور ایک ہی بات کرتے ہیں، ان میں اختلاف نہیں ہوتا۔ اسی لیے اللہ فرماتا ہے:

أَكْرَمُنْ فَشَلَلْ يَهْ خَيْرٌ ۝ (سورہ القران - ۵۹)

ترجمہ: وہ حسن ہے، سو پوچھا اس کے بارے میں اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ کا قرب عطا کرنے والی راہ (یعنی اسم اعظم کے ذکر) کے متعلق نہیں جانتے تو اہل ذکر فقر اداویا

جو اس کی خبر رکھتے ہیں ان سے پوچھو لو۔

سلطان العارفین حضرت علی سلطان با خبر رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الله، يَسِّهُ، لَهُ اور هُو أَعْظَمُ لَهُ أَسْمَ اللَّهِ ذَاتٌ مِّنْ - (بَيْنَ الْفَقْرَ)

بہت سی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام اللہ علیہ السلام اعظم ہے۔

❷ سیدنا مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے ہاں اللہ تعالیٰ اس تسلیک پر اشہدُ انکہ آنکہ اللہ لا إلہ إلَّا أنتَ الْأَحَدُ الصَّمَدُ
الذِي لَهُ يَدٌ وَلَهُ يَدٌ وَلَهُ يَكْبَرُ لَهُ لَغُوا أَخْدُ

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اس طرح کر میں تجھے گواہ بناتا ہوں اس بات پر کتوتی اللہ ہے، تمیرے سوا کوئی معیوب و برق نہیں ہے، تو واحد ہے تو بے نیاز ہے ایسا جس نے نہ کسی کو جتنا ہے اور نہ کسی کسی نے اسے جتا ہے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ و آله وسلم نے ارشاد فرمایا "خدا کی قسم اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس اسم اعظم کے دلیلے سے سوال کیا ہے کہ جب بھی اس کے دلیلے سے دعا کی گئی اللہ نے وہ قبول کی ہے اور جب بھی اس کے ذریعے سے کوئی چیز مانگی گئی سے اللہ نے عطا کی ہے۔ (ترذیل 3475)

⊕ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے ﴿إِلَهٌ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ اور ﴿اللَّهُ أَكْبَرُ﴾ (بن ابی شعیر، ابو داؤد، ترمذی)

مَا لَهُ أَعْلَمُ أَنْ تَغْفِرُ لِي وَتُرْجِعُنِي
ترجمہ: اے اللہ! میں دعا ملتی ہوں جسے پاک کر تیرے اسم اللہ سے، تیرے ام رحمن سے، تیرے ام البو سے، تیرے ام رحیم سے اور
تم۔ تیرے اسما سے رُجُوع میں۔ حج محمد معلوہ مولانا، کتب مجھے بخشن، دارالمحکم، حجفا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اسم عظیم ان ہی میں ہے۔" (ابن ماجہ 3859)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ اسیم اعظم حُوَاللَّهِ الَّذِی لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْ

وَالْمُؤْمِنُونَ إِذَا قَاتَلُوكُمْ إِذَا هُمْ مُّهَاجِرُونَ

منصوری: نہاد میں کوئی خود انتخاب نہیں کیا جائے۔

تقریباً ۲۶٪ از افراد مبتداً به دلایل اقتصادی از کار خارج شده‌اند.

卷之三十一

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جو اسم اللہ کے آخر میں ہے، موجودہ تھی ہے اس کے معنی کچھ ہوتے ہیں جو حق کی طرف راجح ہوتے ہیں۔ جب وہ (ہ) اس سے جدا کی جائی تو اس کے باقی حروف متعدد مطلب نہیں رہتے مثلاً جب الف ہنا دیا جائے تو باقی لٹل رہتا ہے اور وہ بھی فائدہ بخش ہے اور جب لام اول ہنا دیا جائے تو اُر رہ جاتا ہے اور اس میں بھی فائدہ ہے اور جب دوسرا لام بھی ہنا دیا جائے تو باقی ”ه“ رہ جاتی ہے اور ہو بھی اصل میں ہ بلا داؤ ہے۔ واہ من قبیل اشیاع اس کے ساتھ لگائی گئی ہے اور استمرار عادی نے ان کو ایک شے بنادیا ہے۔ یہ اسم ہُو سب امام سے افضل ہے۔ میں نے ۹۹ سے چھوٹے بعض اللہ والوں کے ساتھ (اللہ تعالیٰ ان کے شرف کو زیادہ کرے) مکد میں ایک مجلس کی۔ پھر اس اسم اعظم کے متعلق گفتگو ہوئی جس کی آنکھیت بھی علیہ اسلام نے فرمایا کہ وہ سورۃ البقرہ کے آخر اور سورۃ آل عمران کے اول میں ہے۔ اس اہل اللہ نے کہا کہ وہ بکلہ ہُو ہے اور یہ آنکھیت صلی اللہ علیہ و آله وسلم کے ظاہر کلام سے مستفاد ہوتا ہے (یعنی حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا یہ قول اس طرح ہے ”سورۃ البقرہ وآل عمران“)۔ اس لیے کہ ان کے قول یعنی لفظ سورۃ البقرہ کا اخیر ہے اور وہ ان کے قول ”آل عمران“ کا اول ہے۔ اور یہ کلام اگرچہ مقبول ہے لیکن میں اس میں اسم اعظم کی بپاتا ہوں اور میں نے اس عارف کا قول اس واسطے نقل کیا ہے کہ اس اسم کے شرف پر تعبیر ہوا اور بھی علیہ اصلوۃ والسلام کی اشارہ ہا جو جب تذکرہ سے اس پر واقع ہوتی ہے، اس اسم کے جلیل القدر اور اعظم الہام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ (الآن کامل)

شیخ اکبر مجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکہ میں فرماتے ہیں: ”ہُو“ عارفین کا سب سے آخری اور اعلیٰ ذکر ہے۔
جمہور عالم فرماتے ہیں اسم اللہ اسم اعظم ہے۔

سیدنا خوث العظم رضی اللہ عن فرماتے ہیں: ”اسم اللہ ذات اسم اعظم ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جب تو اسم اللہ کے اس وقت تیرے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کچھ نہ ہو۔“

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں کہ امام ابو حییین نے اسم اللہ کو اسم اعظم فرمایا ہے۔

بعض علماء کرام نے پسیح اللہ والرَّحْمَنِ الرَّحِیْمِ کو اسم اعظم کہا ہے۔

سلطان العارفین حضرت علی سلطان باخو ہبیلہ بھی فرماتے ہیں:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مفہوم: بِسْمِ اللَّهِ میں اسم اللہ پڑھیا ہے اور یہ وہی بھاری امانت ہے جس کو اٹھانے سے ساری تخلوقات نے انکار کر دیا تھا سوائے انسان کے۔
آپ نبی مسیح فرماتے ہیں:

سن! چاروں الجاہی کتابیں یعنی توریت، زبور، انجیل اور ام المکتب یعنی قرآن پاک اسم اللہ ذات کی شرح ہیں۔ اسم اللہ کیا ہے؟

میں اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو بے چون و بے چکون اور بے مش و بے شبہ ہے۔ (میں انقر)

تمام تغییروں کو تغییری اسم اللہ کی بدولت ملی اور اسم اللہ کی اسی برکت سے انہیں کفار سے نجات اور ان پر فتح حاصل ہوئی۔ (میں

(انقر)

مندرج بالاتمام احادیث و روايات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت اسم اللہ ذات ہی اسم اعظم ہے کیونکہ ہر حدیث و روایت میں اسم اللہ ذات (اللہ، بِنَمَاءَ اللَّهِ الْهُوَ) کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان باشور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسم اعظم بغیر لگاؤ کامل کے قرار نہیں پہنچتا۔

علام شیخ محمد اسماعیل حقیقی رحمۃ اللہ علیہ اسم اعظم کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کائنات میں ہر وقت ایک کامل اکمل ولی موجود ہوتا ہے جس کی ظاہری اور باطنی صورت اسم اللہ ذات (اسم اعظم) ہوتی ہے جو امانت الہی کا حامل اور اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور اس ولی کامل سے اسم اعظم کی حقیقت نقیب ہوتی ہے۔ (تصریح المیان)

پس یہ ثابت ہوا کہ اسم اللہ ذات ہی اسم اعظم ہے لیکن یہ اس وقت قرار پہنچتا ہے جب مرشد کامل اکمل تلقین فرماتا ہے۔

اسم اللہ ذات اور صحابہ کرام و فقرا کا ملین

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

میں نے اپنے رب کو نور رب (اسم ذات) سے دیکھا۔ (جز الامارات)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مرا آقا العارفین میں فرماتے ہیں:

جو کچھ تمام کتاب (قرآن) میں تفصیلاً بیان کیا ہے اس کو سورہ فاتحہ میں درج (پوشیدہ) کیا اور جو فاتحہ میں (تعمیل) ہے وہ نہم اللہ میں (پوشیدہ) ہے اور جو نہم اللہ میں (تفصیل) ہے وہ اس کی بائیں پوشیدہ ہے اور جو کچھ بائیں ہے اسے (بائیک) نقطہ میں پوشیدہ اور نہم کیا۔ اور جب ایصال (محضر لیکن جامع اور کامل حالت) کی تفصیل (علمیوں میں) ظاہر ہوئی تو (حقیقت محمدیہ کے) اس تفصیلاً انہمار کے اشارے اس (حقیقت محمدیہ کا) نامہ مرتبہ تفصیل بالکتاب الحمیں رکھا گیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ جس کو اتم الام کہتے ہیں، و قسم پر منقسم ہے جس میں سے ایک قسم ذات کے متعلق ہے اور وہ بیشہ ہے اور دوسری قسم صفات کے متعلق ہے وہ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے وہ ان دونوں کا جامع اور ان دونوں کے مقابل ہے اور یہ دونوں قسمیں اس کے بیچ جامع ہیں اور وہ اللہ ہے۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے کسی خدا رسیدہ سے اُن کا نام پوچھا تو فرمایا "خو"۔ پھر سوال کیا کہ کھاتے پینے کیا ہیں؟ انہوں نے پھر جواب میں "خو" عرض کیا۔ جب ہر سوال کے جواب میں یہی کہتے رہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا "خو سے مراد کیا اللہ ہے؟" یہ سنتے ہی وہ بزرگ چیز نام کر دینا سے رخصت ہو گئے۔ (ذکرہ ۱۱۰ ولیا، باب نمبر ۳۰)

حضرت سیدنا شیخ عبدالقدیر جیلانی رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب ایک بار دل سے کہا جائے "الله" پھر دل میں کوئی غیر باقی نہ رہے۔

جب کسی کے دل میں اسم اللہ ذات آ جاتا ہے تو اس سے "و" چیزیں پیدا ہوتی ہیں ایک تارا و دوسرا نور، نار سے تمام غیر اللہ تصورات و ماوری صحیح جل جاتی ہیں اور نور سے دل منور آئیں بن جاتا ہے۔ (الحق اربابی)

بری صفات سے نجات کا ذریعہ یہ ہے کہ آئندہ دل کو ظاہر و باطن میں مصلحت توحید (کہ واقعہ اسم اللہ ذات) و علم و عمل و شدید مجاہد و سے صاف کیا جائے حتیٰ کہ نور توحید (نور اسم اللہ ذات) و صفات الہی سے دل زندہ ہو جائے اور اس میں باطن اصلی کی یاددازہ ہو جائے اور باطن حقیقی کی طرف مراجعت کا شوق پیدا ہو۔ (سر الامراء، فصل نمبر ۱۰)

سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ ملعونوں مفہومات غوشہ میں ایک روایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ ملک شام کی مسجد میں بھوک کی حالت میں پہنچ اور اپنے نفس سے کہا کہ کاش میں اسم اعظم جانتا ہوتا۔ فتحا و شخص آسمان کی طرف سے اترے اور ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پس ایک دوسرے سے کہا "تیری خواہش اسم اعظم جان لینے کی ہے؟" دوسرے نے کہا اس! اس نے جواب دیا کہ تو اللہ کبھی کبھی اسم اعظم ہے۔ وہ بزرگ کہتے ہیں "میں نے دل میں کہا کہ اشد کاذکر قویں کرتا ہوں محترم اعظم کی جو خاصیت ہے وہ ظاہر نہیں ہوتی۔" اس آدمی نے جواب دیا "یہ بات نہیں ہمارا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس طرح سے کہو کہ دل میں کوئی دوسرا نہ ہو۔" (الحق اربابی - مفہومات غوشہ)

شیخ اکبر مجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ اکبر مجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ جس شخص نے اپنی ذات کو اس کے اتم (اسم اللہ ذات) سے معلوم نکیا وہ اس کا مقابلہ نہ رہا اور اس کے حکم سے



خارج ہو کر مکرین میں شامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو ثابت قدم رکھا اور انہوں نے اس کے اسم (اسم اللہ ذات) کو اپنا امام بنالیا اور اس کے اور اپنے درمیان تعلق کو مضبوط کر لیا تو وہ ساجدین میں سے ہو گئے۔ (توحات کیم۔ جلد اول)

الله اسم ذات ہے جو جمیں اسما و صفات ہے۔ (ضمن المکمل باب فض ادریس)

”ہو عارفین کا آخری اور اعلیٰ ترین ذکر ہے۔ (توحات کیم۔ جلد دوم باب فتح)

سید عبدالکریم بن ابراہیم الجملی رحمۃ اللہ علیہ

سید عبدالکریم بن ابراہیم الجملی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب انسان کامل میں فرماتے ہیں:

حق بسجادہ تعالیٰ کی شناخت (پیغام) کی سوائے اسما و صفات کی راہ کے اور کوئی راہ نہیں ہے اور تمام اسما و صفات اسم اللہ کی تخت میں ہیں۔ ثابت ہوا کہ اسم اللہ کے سوالنک پہنچنے کی کوئی نیسی نہیں ہے۔

الله تعالیٰ نے اسم اللہ کو انسان کے لیے آئینہ بنایا ہے (جس کو وہ اس کے دریے اللہ تعالیٰ کو دیکھے)۔

اور جان لے کر اللہ تعالیٰ نے اسم اللہ کو ان کمالات کا ہر ہوئی بنایا ہے جو معنی الہی کی صورتیں ہیں اور جمیع تجلیات الہی جو اس کے نفس کے لیے اس کے نفس میں ہوتی ہیں وہ سب اسم اللہ کے زیر احاطہ ہیں اور اس کے پیچے بجز خلقتِ حسن کے جو بطورِ الذات فی الذات کے ہم سے موسوم ہے اور کچھ نہیں ہے اور یہ اسم اللہ اس خلقت کا تور ہے جس سے حق اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔

حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اسم اللہ کا ذاکر اپنی ذات سے بخبر اور اپنے رب کے ساتھ واصل ہوتا ہے۔ وہ احکام الہی پر جتنی سے کار بند ہوتا ہے اور دل میں اس کے مشاہدہ میں مشغول رہتا ہے حتیٰ کہ مشاہدہ کے انوار و تجلیات اس کی بشری صفات کو جلا کر کر کھو دیتے ہیں۔

حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سوال سال تک لگا تا اسیم اللہ ذات دل پر قش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک روز اس کو شش میں اتنے دارفتہ ہوئے کہ جنگل کی طرف کل گئے وہاں حضرت حضرت علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت حضرت نے پوچھا ”اے بہاؤ الدین! کیا کر رہے ہو؟“ جواب دیا ”دل روشن نہیں ہو رہا اس لیے بے حد پریشان ہوں۔“ انہوں نے جواب دیا ”تصور اسیم اللہ ذات کیا کرو۔“ عرض

کی "سولہ سال سے اسی کوشش میں ہوں مگر کامیابی نہیں ہو رہی۔" حضرت خضر نے فرمایا "جاؤ حضرت شیخ عبدالقدور جیلانی رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہو کر الجما کرو کام بین جائے گا۔" چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور مزار غوث الاعظم پر حاضر ہو کر الجما کی:

﴿ يَا دَلِيلُ عَالَمٍ دَتَمْ مَرَّ كَمْبَرَ كَمْ كُونَدَتْ دَلِيلُ
تَرْجِمَه: اے جہاں بھر کی دلیلیتی کرنے والے امیری بھی دلیلیتی فرمائیں اور اس شان سے دلیلیتی فرمائیں جس کی بنا پر آپ کو دلیل کہا جاتا ہے۔
اس پر سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقدور جیلانی رضی اللہ عنہ اپنا دیاں ہاتھ مزار مبارک سے باہر نکال کر اسم اللہ ذات کی شکل میں ان
کے سامنے لائے اور فرمایا:

﴿ اَنْ قَشِيدَ عَالَمَ نَقْشَمْ رَا پَ بَندَ نَقْشَمْ چَنَّا پَ بَندَ كَمْ كُونَدَتْ نَقْشَمْ
تَرْجِمَه: اے قشید عالم امیرے والا نقش (اسم اللہ ذات) جہا اور ایسا جہا کہ رہتی دنیا تک لوگ جھوک نقشند کے نام سے یاد کریں۔
اس کے ساتھ یہی حضرت بہاؤ الدین نقشند کے ول پر اسم اللہ ذات نقش ہو گیا۔

حضرت شیخ فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ

ایک دفعہ شیخ فقیر اللہ رحمۃ اللہ علیہ اسم اللہ ذات کے ذکر میں مشغول تھے، لیکن اک کہ پاس چند فرشتے بیٹھے تھے و تقدیس میں مجوہ ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان فرشتوں سے فرمایا "تھوڑا قریب آ جاؤ اور میرے ساتھ ذکر میں شریک ہو جاؤ۔" فرشتوں نے کہا "ہم آپ کے قریب آئے اور اس ذکر میں شامل ہونے کی طاقت اور استطاعت نہیں رکھتے" (یعنی ذکر اسم اللہ ذات صرف انسان کا شرف ہے)۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام خورشید عالم تھا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد حضرت خواجہ فخر جہاں رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پوچھیں سال روہی میں چلے کے بعد حضرت بابا فرید الدین سچن شکر رحمۃ اللہ علیہ نے خورشید عالم رحمۃ اللہ علیہ پر بالٹی مہربانی فرمائی اور ان کے قلب مبارک پر اسم اللہ ذات کھو دیا جس سے آپ رحمۃ اللہ علیہ پر تمام حقائق مکشف ہو گئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عظیم مہربانی پر اپنے آپ کو غلام فرید (یعنی بابا فرید بھی کاغذ) کہلوان شروع کر دیا۔ سبی وجہ تھی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نگلے ہی کوت محسن شریف سے پاک چین حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر چالیا کرتے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ مخطوطات فریدی میں مرقوم ہے "وہ مومن ہر گز نہیں جس کا ایک ساری بھی اسم اللہ ذات کے ذکر کے بغیر جائے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ اَفَ بُكُونْ بَمْ بِسْ وَ مِيَانْ جَيْ بُورْ كَبَانِي مُولَنْ نَ بَهْجَانِي
اَفَ گَدْمَ دَلْ كَسْ وَ مِيَانْ جَيْ بَتَتْ دَلْ كَلْ نَ كَائِنِي
اَفَ كَيْمَ بَعْ دَسْ وَ مِيَانْ جَيْ

ترجمہ: ایک اسم اللہ ذات ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ جمیں کسی اور ورود و خالق کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اسم اللہ ذات نے ہمارا دل مخواز دیا ہے۔ اب اسم اللہ ذات پوری طرح ہم پر حادی ہو چکا ہے اور جمیں حقیقت سے آگاہی حاصل ہو گئی ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ ہر یہ فرماتے ہیں:

＊ یارِ فریدا یارِ سجنان کیتے ایہ لمحہ بک اے

ترجمہ: یار (اللہ تعالیٰ) کو پہچاننے کے لیے یہ لمحہ (اسم اللہ ذات) یقینی اور بحرب ہے۔

حضرت سید ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

＊ اے سالک! تجھے اسم اللہ ذات کا ذکر کرنا چاہیے کیونکہ یہ اسم تمام اسما کا سلطان ہے۔ اسکی ابتداء علم اور اجتناب نور ہے۔

شیخ احمد بن عجیب رحمۃ اللہ علیہ

＊ اسم اللہ سلطان الاوراد اور سلطان الاسلام ہے اور یہ اسم اعظم ہے۔ ذاکر جب اس کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو یہ ذکر اس کے گوشت میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کے آنوار و تجلیات ذاکر کے کلیات و جزئیات میں سراپت کر جاتے ہیں۔ یہ ذکر زبان سے دل کی طرف، دل سے روح کی طرف اور روح سے بزرگی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس وقت زبان ساکت و صامت ہو جاتی ہے اور ذاکر کو وصال اور مشاہد و فصیب ہوتا ہے۔

＊ بندہ اس وقت ہی مقام رضا تک رسائی حاصل کرتا ہے جب دہ سلوک کے ابتدائی تین مرحلہ کو عبور کر لے: 1۔ وہ اسم جلالات (اسم اللہ ذات) کے ذکر میں مستقر ہو۔ یہ تکمیل ہے جب مرشد کامل سے ذکر کی اجازت ہو۔ 2۔ ذاکرین کی صحبت حاصل ہو۔ 3۔ شریعت محمدیہ پر کار بند ہو۔

حضرت امام ابو قثیر رحمۃ اللہ علیہ

＊ اسم اللہ کا ذکر ولایت کا منصور، وصال کا منارہ، راو سلوک پر چلنے کی علامت اور منزل تک پہنچنے کی دلیل ہے۔ ذکر ام اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ تمام خصالیں حمیدہ ہو ذکر کی طرف ہی راجح ہیں، تمام کامیابی ذکر اللہ ہی ہے۔

حضرت ابن قیم الجوزی رحمۃ اللہ علیہ

＊ بلاشبہ دریب چاندی و تابنے کی طرح دل بھی زنگ آلوہ ہو جاتا ہے۔ اس کی صفائی اسم اللہ سے ممکن ہے۔ ذکر اگلی دل کو چکتے ہوئے

آئینہ کی مانند کر دیتا ہے۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جہنم میں داخل ہونے کا سبب ذکر اللہ سے غلط ہے اور عذاب جہنم سے چھکارا ذکر اللہ سے ہی ممکن ہے۔ جب قلب ذکر اللہ سے غافل ہوتا ہے تو دنیا اور اس کی خواہشات کی طرف متوجہ ہو کر حرص و ہوا میں بیٹھا ہو جاتا ہے اور پھر ایک طمع سے دوسری طمع کی طرف اور ایک ہوس سے دوسری ہوس کی جانب منتقل ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ تاریکیوں میں گھر جاتا ہے۔ جب اس دل پر اللہ کے ذکر اور معرفت کا دروازہ گھٹتا ہے تو ان تمام آفات اور مصائب سے چھکارا حاصل کر کے اسے رب تعالیٰ کی معرفت کا شور حاصل ہو جاتا ہے۔ (تکیر کیر)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ایک طویل عرصہ تک علم و فضیلت کے حصول اور چدائی و ریاضت کے بعد جب پیر سید مہر علی شاہ کو مرشد کامل سے اسم اللہ ذات ملا تو اس نے تمام ترتیب کو یکسر بدل کر کھو دیا اور آپ بے ساخت پکارائے:

سب لکھا پڑھا بھلا رہیاں بکو نام جن دا گا رہیاں
لوں لوں تے ساہوں نال دل لکھا بے پرواؤں نال

ترجمہ: جب سے ہمیں ذکر اور تصور کے لیے اسم اللہ ذات ملا ہے، ہم نے تمام علوم کو فراموش کر دیا ہے کیونکہ اب ہمارا ہر سانس اور جسم کا ریشہ ریشہ اسم اللہ ذات کا ذکر کر رہا ہے اور ہمارا رشتہ اس بے نیاز ذات سے قائم ہو چکا ہے۔

حضرت بلحیث شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ل اللہ دل رتا میرا مینوں ب دی خبر نہ کائی
ب پڑھیاں کجھ سمجھ ن آوے ل دی لذت آئی
بلحیث قول ل دے پورے جیزے دل دی گرن سفائی

ترجمہ: اسم اللہ ذات نے ہمارا اول انتاروشن کر دیا ہے کہ ہمیں دوسرے کسی وحیقہ کی خوبیوں کیونکہ کسی وظیفہ سے ہمیں وہ حاصل نہیں ہوا جو اسم اللہ ذات پڑھنے سے حاصل ہوا ہے۔ یہ بات بالکل حق ہے کہ یہ اسم اللہ ذات اسی ہے جو دل کو یعنی کر کے اسے اللہ تعالیٰ کے جلوہ سے منور اور روشن کر دیتا ہے۔ یہ حقیقت کسی اور وظیفہ سے حاصل نہیں ہوتی۔

آپ ہر یہ فرماتے ہیں:

کیوں پڑھن ایں گذ کتاب دی سر چاند ایس پینڈا عذاب دی
ہن ہوئی آٹھل جلا دا دی ایبہ پینڈا مشکل بھارا اے
اک الف پڑھو چھکارا اے

ترجمہ: کیوں تم نے کتابوں کے ذہرا کھٹھے کر کے ہیں۔ معرفت کے بغیر حاصل ہونے والے علم نے تمہارا دل جلا دوں کی طرح خست کر دیا ہے جو تمہارے پھرے سے بھی عیاں ہے۔ جتنا علم حاصل کرتے جاؤ گے اتنے اسی تجابت پڑھتے جائیں گے اور روزِ جزا علم کے مطابق اپنے عمل کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ بڑی مشکل منزل ہے، اس سے نجات اور چھکارے کا ذریعہ صرف ذکرِ اسم اللہ ذات ہے۔

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے کلام میں معرفت و طریقت کی خوب و ضاہت فرمائی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شدتِ شوق سے بارگاہِ مرشد میں اسم اللہ ذات کی طلب میں عرض کرتے ہیں:

نویں اللہ بر لوح دل من کہ جم خود را ہم او را فاش نہم (امغان چڑ)
ترجمہ: میرے دل کی لوح پر اسم اللہ ذات کو کھو دیجئے اور میرے اندر پچھے ہوئے حق تعالیٰ کے بھید کو بھی مجھ پر آشکار کر دے۔

نگہ الجھی ہوئی ہے رُگ و بو میں خرد کھوئی گئی ہے چار خو میں
امس ملے شاید اللہ ہو میں (بال جریں)

غفلہ بائے آلاماں بت کہہ "منفات" میں (بال جریں)
پلا کے مجھ کوئے لا الہ الا ہو (بال جریں)

لغہ اللہ ہو میرے رُگ و پے میں ہے (بال جریں)
ختے ہیں جام بکف لغہ کوکو بیٹھے

تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر ہو بیٹھے (بانگ را)
موجودہ ذور کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کہن ہنگامہ بائے آرزو خرد
بتوں کو میری لا دشی مبارک

علام اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں:

گفت آں شعرے کے آتش اندر وست اصل او از گرمی اللہ ہو ست (جاویدہ)

ترجمہ: (رمی بیٹھنے) مجھ سے کہا کرو شعر جس کے اندر (خشق کی) آگ ہے اس کی بنیاد اللہ ہو کی آتش مشق ہے۔

می تمجید آں کے گفت اللہ ہو در حدود ایں تمام چار شو (جاویدہ)

ترجمہ: جو ذکر اللہ ہو کرتا ہے وہ زمان و مکان (Time and Space) کی حدود میں نہیں ملتا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں:

تا غزالی درس اللہ ہو گرفت ذکر و غیر از دودمان او گرفت (جاویدہ)

ترجمہ: جب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد سے "الله ہو" کی تلقین حاصل کر لی تو وہ کامل ہو گئے یعنی ظاہری علوم کے بعد بالغی علم بھی حاصل کر لیا۔

اقبال فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ ہو تو ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملے ہے:

آمد از یہاں او بونے او داد بارا نعروه اللہ ہو (خشی)

ترجمہ: مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لباس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوبیوں کی خوبیوں آتی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں نعروہ (ذکر) اللہ ہو دیا۔

ذکر ہوا اسم اللہ ذات کا آخری مقام ہے۔ اس کے بارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

منم کے طواف حرم کردہ ام بنت پے کنار منم کے پیش تباں نعروہ بائے ہو زدہ ام (پاہ مشرق)

ترجمہ: میں وہ ہوں جس نے (خواہشات نفس و دنیا کا) بنت ول میں رکھ کر کعبہ کا طواف کیا اور وہ بھی میں ہی ہوں جس نے بتوں (ظاہری مذہبی راجہماں) کے سامنے ہو کا نعروہ لگایا ہے یعنی انہوں کے سامنے ہو کے راز کو کھولا ہے۔

ہر کے بیان بائے ہو موجود است گرفش از بند ہر محبود رست (رسویہ ندوی)

ترجمہ: جس نے حاضر موجود ہو کے ساتھ بیان باندھ لیا (یعنی ہمیں تباہ کر دیا ہو گیا) وہ زندہ جاویدہ ہو گیا اور اس کی گروہ ہر نمائی سے آزاد ہو گئی۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

فرق است ز آب خضر کے ظلمات جائے است تا آب ما کے منبعش اللہ اکبر است

ترجمہ: آب خضر جس کا مقام ظلمات ہے اور ہمارے پانی میں بہت فرق ہے۔ یہاں ہمارے پانی سے مراد اسم اللہ ہے جس کا منبع خود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور یہ آب خضر سے بہتر ہے۔



آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ تو وہ ذکر کر کر وہ مالک ظاہر ہو کر آئے۔ ایسا ذکر کرنیں جو زبان سے ہو کیونکہ زبانی ذکر عارضی ذکر کے سوا کچھ نہیں مگر ذکر روحی ذریعہ شمول کا ہے۔ ﴾

﴿ میاں محمد بخش رحمتہ اللہ علیہ ﴾

﴿ اول حمد شاہ اُبی جو مالک ہر ہر دا اس دا نام چتران والا کے میدان نہ ہردا ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تبارک تعالیٰ کے لیے حمد و شاہ جو تمام جہانوں کا مالک اور رب العالمین ہے۔ اس کے نام (اسم اللہ) کا ذکر کرنے والے کو ظاہر و باطن کے کسی میدان میں کبھی نکالتے نہیں ہو سکتی اور نہ ہی وہ کبھی ناکام ہوتا ہے۔ ﴾

﴿ حضرت سلطان پیر سید محمد بہادر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ ﴾

آپ رحمت اللہ علیہ نے چالیس سال کی طویل ترین ریاضت کے بعد حضرت سلطان پیر محمد عبدالغفور شاہ صاحب رحمت اللہ علیہ سے اسم اللہ ذات حاصل کیا۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بَنِي بَحَائِيْ بَعْدَ دِنِ نَاهِيْ، مَيْنُونَ بَعْدَ دِيْنِ شَيْبَيْ بَعْدَ دِيْنِ كَيْتَا
اللَّهُ بَنِي سَكَحَايَا جَنَابَ مَيْنُونَ، بَاتِيْ نَبِيرَ مَعْلُومَ ہوْسِ كَيْتَا
سَرْمَدَ بَعْدَ دِيْنِ دِيْنِ خَاكَ پَاتِيْ، مَسْحَفَ خَاصَ مَزَادَ دِا مَسِ كَيْتَا
سَلَطَانَ مُحَمَّدَ بَهَادِرَ شَاهَ جَدَ أَكْدَ تَيزَ ہوْلَ، دِيدَرَ خَداَ دِا بَسِ كَيْتَا
مَظْبُومَ: ہمارے مرشد کامل اکمل کے عشق نے ہمیں اپنے بُنگیں میں کر لیا ہے کیونکہ ہمارے مرشد نے ہمیں اسم اللہ ذات تلقین کیا ہے اور غیر اللہ کو
ہمارے دل سے نکال دیا ہے۔ جب اسم اللہ ذات کے ذکر اور تصور سے ہمیں نور بصیرت حاصل ہوا تو ہمیں دیدار الہی نصیب ہوا۔ یہ قحط
حاصل کر کے ہم نے مرشد کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمد بنایا اور اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دے دیا۔

﴿ سلطان الفقر ششم حضرت سلطان محمد اصغر علی رحمتہ اللہ علیہ ﴾

﴿ اسم اللہ ذات اسم اعظم ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی پیچوان اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ نور ہے جو مالک (طالب) کو
مالک (الله) تک لے جاتا ہے۔ جس دل کے اندر یہ نقش ہو کر قرار پا گیا اس کے سامنے کائنات کا کوئی راز باقی نہ رہا اور وہ محروم راز ہو گیا۔
بشرطیکہ یہ اسم اعظم طالب کو کسی مرشد کامل صاحبِ مسٹی سے حاصل ہوا ہو۔ ﴾

＊ اسم اللہ ذات تمام باطنی علوم کا منج ہے۔ اس کے ذکر اور تصور سے بالٹ میں سب سے اعلیٰ مراتب یا مقام (ویدار حق تعالیٰ اور محبس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری) حاصل ہوتے ہیں جو کسی دوسرا ذکر، فکر اور عبادت سے حاصل نہیں ہو سکتے خواہ ساری زندگی دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کرے اور کمر کپڑی ہو جائے۔

＊ انسان کو اپنی ذات اور اللہ تعالیٰ کی پیچان صرف اسم اللہ ذات ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ کوئی دوسرا ذکر، فکر یا عبادت انسان کے باطن کے بندروں ازے کے قتل کو نہیں کھول سکتی۔

＊ اسم ذات "ہو" سلطان الاذکار ہے اور جو ہمومیں فتا ہو کر ہو ہو گیا وہی سلطان ہے۔

＊ اسم اللہ ذات دل کی کنجی ہے۔

＊ ذکر اسم اللہ ذات سے دل کے آئینے سے زنگ اتر جاتا ہے اور وہ روشن اور صاف ہو جاتا ہے۔

＊ اسم اللہ ذات کا تصور دل کو پاک کر دیتا ہے اور اس کی تاثیر پورے جسم میں اس طرح اثر کرتی ہے جیسے کوئی پھیٹ میں جاتی ہے اور جسم کے کسی حصے میں ہونے والی تکلیف کو سکون پہنچاتا ہے۔ اسی طرح یہکہ بازوں میں گلتا ہے جبکہ رخم اگر پاؤں پر ہوتا ہمکہ ہو جاتا ہے۔ جب انسان اسم اللہ ذات کا دل میں ذکر کرتا ہے اور اس کا تصور کرتا ہے تو پہلے دل اور پھر پورا جسم اس کی تاثیر سے پاکیزہ ہو جاتا ہے۔

＊ ذکر اسم اللہ ذات ہی اسم اعظم ہے۔ یا اس وقت اثر کرتا ہے جب کسی صاحب راز مرشد کامل اکمل سے حاصل ہوا ہو۔

＊ جس نے ذکر اسم اللہ ذات سے اپنی سانسوں کو اور تصور اسی اسم اللہ ذات سے اپنے قاب (ہلکا) کو زندہ کیا وہ دنیا سے بے مراد گیا۔ جو اللہ تعالیٰ کی پیچان اور دیدار حاصل کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلے کسی صاحب مسٹی سروری قادری مرشد کامل اکمل کی تلاش کرے اور پھر اس سے ذکر اور تصور اسی اسم اللہ ذات طلب کرے۔

— سلطان العارفین حضرت حقی سلطان باہر رحمت اللہ علیہ —

آپ رحمت اللہ علیہ نے ایک سوچالیں کتب تصنیف فرمائی ہیں اور ہر تصنیف اسم اللہ ذات کی شرح و تفسیر ہے۔ اسم اللہ ذات کے اسرار و رموز کو بھتنا آپ رحمت اللہ علیہ نے کھول کر اپنی تصنیفات میں بیان فرمایا ہے اس سے پہلے کوئی بھی ذکر نہ کر سکا۔ آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

＊ خیال خونمن چندیں کتب چرات ترا الف بن است اگر فهم ای اداست ترا

ترجمہ: تجھے اس قدر کتب پڑھنے کا خیال کیوں رہتا ہے؟ اگر تو سمجھے تو تیرے لی محض علم الف (اسم اللہ ذات) ہی کافی ہے۔ (کید الوجید کا ان)

＊ اسم اللہ راہبر است در هر قام از اسم اللہ یافتہ فخرش تمام

ترجمہ: اسم اللہ ذات طالیبان مولیٰ کی ہر مقام پر راہنمائی کرتا ہے اور اسم اللہ ذات سے ہی و کامل فخر کے مراتب پر بچتے ہیں۔ (محض المفترکاں)

﴿ اِنَّمَا اللَّهُ ذُوقَ الْحَمْدِ بِاَوْصَالٍ بَزَانٍ ﴾
 ترجمہ: ایم اللہ کے تصور سے صاحب تصور کو ذوق الہی نصیب ہوتا ہے جس سے دوہر و قت وصال حق میں سرور ہو کر ذات حق سے بے زبان فتنگو کرتا ہے۔ (محفظ القرآن)

﴿ آنِ روزِ یادِ کن کہ یارے تو کس نہ باشد جو عمل و ایمان دیگرے ہمراہ تو کس نہ باشد
 باقتو! پہ ازیں نہ باشد یک بار لفتنِ اللہ اللہ بن ترا شد خلیلِ کش بر سوئی اللہ
 ترجمہ: اس دن کو یاد کر جب تمہارا کوئی دوست نہیں ہو گا اور عمل و ایمان کے ساتھ کوئی نہیں جائے گا۔ اے باقتو! ایک بار ذکرِ اللہ کرنے سے بہتر کوئی عمل نہیں۔ ایم اللہ تیرے لیے کافی ہے، ایم اللہ کے سوا ہر چیز پر خطا منع کھینچ دے (یعنی ایم اللہ کے سوا ہر چیز کو توکر دے)۔ (محفظ القرآن)

﴿ اِنَّمَا اللَّهُ بِسِ الْكَرَانَتِ بِسِ عَظِيمٍ اِنِّي حَقِيقَتُ يَافَتْ نَبِيٌّ كَرِيمٌ ﴾
 ترجمہ: ایم اللہ ذات نہایت گران اور بیش قیمت دولت ہے اور اس کی حقیقت کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نی جانتے ہیں۔ (کید العویذی کا ان)

﴿ اِنَّمَا اللَّهُ تَبَحْوُونَ وَلِ آفَاتِ غَلَتْ ازِ الْأَوَارِ اوْ كَرُودُ خَرَابٍ
 تَامَ اللَّهُ شُتَّتَ آسَانَ بِرِ زَيَانٍ كَنَّ اللَّهَ مَشْكُلَ اسْتَ بَرِ نَهَانٍ
 ترجمہ: جب ول میں ایم اللہ کا سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے نور سے ول کی ساری ظلمت مت جاتی ہے۔ محض زبان سے ایم اللہ کا ذکر کر لینا بہت آسان ہے مگر ایم اللہ کی کہ اور بزرگی کی تکمیل پہنچنا بہت سی مشکل کام ہے۔ (محفظ القرآن)

جو بھی ایم اللہ کا ذکر کرتا اور اسے یاد رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہن جاتا ہے۔ ایم اللہ ذات کو پڑھنے اور اس کا ذکر کرنے سے (ذکر پر) علمِ دینی کھل جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

♦ وَعَلَمَ اَدْفَرَ الْآَشْمَاءَ كَلْمَخَا (سورہ العنكبوت۔ 31)

ترجمہ: اور ہم نے آدم کو کل اسما کا علم عطا کیا۔

ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

♦ بِنَالْهَ يُدْعُ كُو اِنْهَمُ اللَّوْلَعَلَيْوَوَإِنَّهُ لَفَسْقٌ (سورہ الانعام۔ 121)

ترجمہ: جس چیز پر ایم اللہ نہیں پڑھا جاتا ہے تھک وہ چیز فاسد ہے۔
 جان لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایم اللہ کی برکت سے عرش و کری اور لوح قلم سے بالا ترقیات قویتی کے مقام پر پہنچ جہاں اللہ اور ان کے درمیان کوئی حجاب نہ تھا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کوام ہوئے کیونکہ ایم اللہ دونوں جہانوں کی چاپی ہے۔ سات آسمانوں اور

سات زمینوں کا بغیر کسی ستون کے قائم رہنا بھی اسم اللہ کی ہی برکت سے ممکن ہے۔ تمام پیغمبروں کو پیغمبری اسم اللہ کی بدولت ملی اور اسم اللہ کی ہی برکت سے انہیں کفار سے نجات اور ان پر فتح حاصل ہوئی کیونکہ انہوں نے کہا اللہ مُعین (اللہ ہی ہمارا مددگار ہے)۔ (بین الختن)

قرآن پاک میں اسم اللہ چار بڑی مرتبہ آیا ہے۔ اسم اللہ کی برکت سے سارا قرآن بھی اسم اللہ ہے۔ مرشد کامل مکمل وہ ہے جو اسم اللہ اور اسم خیز سائیکلوفیڈ کی راہ جانتا ہو اور اس کے علاوہ (اللہ کے قرب پیدا کرنے کی) دوسری کوئی راہ نہ جانتا ہو اور صادق طالب مولیٰ وہ ہے جو اللہ کے سوا کوئی اور طلب نہ کرے کیونکہ اس ذات پاک کے بغیر یا کی اور بلندی ممکن نہیں۔

❖ دادو خود پسکر بستند ام اللہ جادوان مائد

ترجمہ: آسمان (کائنات) اسی کا بنایا ہوا ہے، وہ جب چاہے گا اسے سمیت لے گا اسیم اللہ بیش باقی رہے گا۔ (بین الختن)

بعض طالبوں کو تصور اسم اللہ ذات سے محبت و معرفت اور مشاہدہ انوار مرائقے میں حاصل ہوتا ہے اور وہ انوار الہی میں غرق ہو کر میں بھیں دیدار الہی کرتے ہیں۔ ایسے مرائقے میں آنکھیں تو بند ہوتی ہیں لیکن قلب خون جگنو شی کی حالت میں ہوتا ہے اور میں بھیں ذات کو دیکھتا ہے۔ ایسے صحیح صاحب مرائقہ کو چاہیے کہ مرائقے سے ہرگز سردن اٹھائے کیونکہ اس کا مرافقہ اسے محروم اسرا رپروردگار بناتا ہے اور اسے یقین و اعتبار کے مراتب تک پہنچاتا ہے۔ بعض کو تصور اسم اللہ ذات سے معرفت و محبت کا مشہدہ اور باعیان معراج تھیب ہو جاتی ہے جس سے وہ لاہوت لامکان میں ساکن ہو کر سب پکھمیں دیکھتے ہیں۔ (تواب الدین کا ان)

❖ علم قرآن، علم حی القیوم، علم نص و حدیث، علم اوحی مخطوط، عرش سے لکھ فرش تک اور ماہ سے ماہی تک تمام علم غیر، علم ستر اسراء پروردگار، نفسانی و روحاںی و قلبی احکام ربی، اخخار و بیزار عالم کی کل و جریخاتوں کے درمیان جاری اللہ کے تمام حکم و حکمتیں، علم توریت، علم انجیل، علم زبور، علم فرقان اور حجروں ایم عظیم (اللہ ربہ، اللہ، ہو) اسم اللہ ذات کی طے میں ہیں۔ (تواب الدین کا ان)

حضرت علی سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ السلام پاک کو پانے کا راستہ اسم اللہ ذات کے ذکر اور تصور میں ہی بتاتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ آخر اصل اور کامل را کوئی ہے جو ایک ہی لمحے میں لازوال مراتب حضوری تک پہنچا کر وصال الہی سے بہرہ در کر دیتی ہے اور جس میں کوئی رجعت لاحق نہیں ہوتی۔ ذکر و فکر، مرائقہ و مکاہفہ، بصوم و صلوٰۃ، وردو و طائف، حج و زکوٰۃ، تلاوت و علم سب میں رجعت کا خطہ ہے۔ ہر وہ عمل جو ماسوئی اللہ کسی اور نیت سے کیا جائے طالب کے لیے باعث رجعت ہے۔ لیکن تصور و توفیق حاضرات اسم اللہ ذات سے حاصل ہونے والے مراتب رجعت سے بھیش کے لیے تجھات دلادیتے ہیں اور طالب تصور اسم اللہ، تکریفانی اللہ، تصریف بقا اللہ اور مرشد کامل کی توجہ سے حضوری کے ازالہ مراتب کو پالیتا ہے۔ (تواب الدین کا ان)

❖ تصور اسم اللہ ذات سے دل میں انوار الہی پیدا ہوتے ہیں جن سے سرتاقد مسارا وجود فور سے منور ہو جاتا ہے۔ یہ مراتب الہی تصور مشرف دیدار کے ہیں۔ ذکر و فکر اور وردو و طائف سے رجوعات غلظت ہوتی ہے جس سے نفس کا جواب مونا ہوتا ہے اور وہ میت اور وہ مات متشکل

ہو کر تجلیات بر ساتے ہیں جس سے ایک مجلس دکھائی دیتی ہے اور احمدؑ لوگ اسے حضوری وصال سمجھ بیٹھتے ہیں۔ باخبر ہو جا کہ حدیث شریف میں بیان ہوا ہے:

﴿كُلُّ إِنْسَانٍ يَرَى مُشَحِّنًا فِيهِ﴾

ترجمہ: برلن سے وہی پہنچ بآہر آتا ہے جو اس میں ہوتا ہے۔

پس اس حدیث کی روشنی میں خود کو پہنچان لے۔ (نو راہبی کال)

❖ فقیر کے مفروضہ پست میں اسم اللہ ذات کا ذکر جاری ہو جاتا ہے اور یہ ذکر اس کی ہڈیوں میں، اس کی آنکھوں میں اور اس کے چہرے میں بھی جاری ہو جاتا ہے۔ پس قلبی ذا کر کا تمام بدن اسم اللہ ذات بن جاتا ہے اور اس میں اسم اللہ ذات جاری ہو جاتا ہے۔ ایسے فقیر کا وجود قدرت الہی کا نمونہ بن جاتا ہے۔ (جنت الدار)

❖ جو فقیر فقر کے مرجب سلطان الوحیم نبک مکمل رسانی حاصل کر لیتا ہے اس پر قرب اللہ سے تمام علوم نازل ہوتے ہیں۔ قدرت الہی کے مرسل سے اس پر ہزار ہزار بلکہ بے شمار بیعماں علمِ عدلی اور واردات غیبی کی صورت میں وارد ہوتے ہیں۔ اسم اللہ ذات کے تصور سے عارف باللہ ایک لحد میں ہزار بلکہ لاکھوں کروڑوں مقامات طے کر لیتا ہے۔ (قرب دیوار)

❖ سن! معرفت الہی، قرب تو حید اور مشاہدہ، حضوری کا سلک سلوک یہ ہے کہ جب طالبِ مولیٰ اسم اللہ ذات کے ساتھ گھر طیب لا إله إلا الله فمحىّد رسُولُ اللهُ كُوپیے تصور اور تصرف میں لاتا ہے تو اسم اللہ ذات اور بلکہ طیب کے ہر حرف سے نور کی تجلیات بکھنی ہیں جو اہل تصور کو امامکان میں مجلسِ محمدی ﷺ کی حضوری میں پہنچا دیتی ہیں۔ امامکان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مددِ نظر بر تا ہے جہاں وحدانیت کے سمندر میں طرح طرح کی موجیں "وَحْدَةٌ وَحْدَةٌ" کے اندر بلند کرتی رہتی ہیں۔ جو نور تو حید الہی کے سمندر کے کنارے تک بکھنی جاتا اور اسے دیکھ لیتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ تجھیں ملیٰ ﷺ اپنے دستِ مبارک سے جن سالکوں کی گردان پکڑ کر وحدت کے اس سمندر میں غوطہ دیتے ہیں وہ خواص تو حید ہو جاتے ہیں اور مرجب فنا فی اللہ پر بکھنی جاتے ہیں۔ وحدت کے سمندر میں غوطہ زدن ہونے کے بعد بعض ساک تو مجدوب ہو جاتے ہیں اور بعض مجنوب ساک اہل تو حید ذات ہو جاتے ہیں۔ مراتب ذات اہل درجات سے پوشیدہ ہیں۔ جو بے مش نور تو حید کے سمندر میں غرق ہو جائے وہ امامکان میں بکھنی جاتا ہے۔ امامکان غیر مخلوق ہے اور اس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جاسکتی۔ اس مقام کا نام امامکان اس لیے ہے کیونکہ دنیا کی بندگی کی بوہے اور دنیا کی ناپسندیدہ خواہشات کی بندگی میں داکی غرق ہونے کا مقام ہے۔ امامکان میں شیطان کے داخنے کا کوئی امکان نہیں۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنَّمَا تَلُوُ أَفْلَمَ وَجْهَ اللَّهِ﴾ (سرہ البراءہ۔ ۱۱۵)

ترجمہ: پس تم چدھر بھی دیکھو گے تمہیں اللہ کا پچھہ تی نظر آئے گا۔

امامکان میں تم چدھر بھی دیکھو گے تمہیں ہر طرف تو حید کا توری نظر آئے گا۔ یہ مراتب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رفاقت، شریعت اور بلکہ

طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَحَمْدُ رَسُولُ اللَّهِ كَبِيرٌ بَرَكَتُ سَاحِلُهُ حَالٌ بُوْتَهُ ہے۔ لامکان کی پیراہ تھیں کی راہ ہے۔ اس میں نیک کرنے والا زندگی ہے۔ (شیعیان)

جان لوک احوال کے ساتھ کیا جائے والا ذکر اسم اللہ ذات اور مشق مرقوم و جو دی و جو کو حیات عطا کرتے ہیں، دنیا و آخرت میں نجات کا باعث بنتے ہیں اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وائی حضوری عطا کرتے ہیں۔ اسم اللہ ذات کی تاثیر سے ذاکر کا وجد و ظاہر و باطن آیات قرآن و حدیث کے موافق پاک ہو جاتے ہیں کہ ذاکر کی زبان اللہ کی تواریخ ہے اور ذاکر اس فرمان کے مطابق ہوتا ہے:

﴿الْمُفْلِشُ فِي أَمَانِ اللَّهِ﴾

ترجمہ: مغلس اللہ کی امانت میں ہے۔

ایسا ذاکر جنح الہی ہوتا ہے اور اس کا راز اللہ کا راز ہوتا ہے کیونکہ وہ شرک، کفر، بدعت اور خواہشات سے پاک ہوتا ہے۔ ذاکر کی آنکھیں کا دیدار کرنے والی ہوتی ہے اور وہ باطل اور بے دین ایں دنیا سے چیز ار ہوتا ہے۔ ذاکر کا سید معلم معرفت و توحید سے پر ہوتا ہے اور وہ ریا اور تقدیم سے پاک ہوتا ہے۔ ذاکر کا ہاتھ صفت کریم کا حامل ہوتا ہے، اس کے قدم شریعت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوتے ہیں اور وہ امر معروف کے ذریعے نفس کے خلاف جہاد کے لیے کمر بستہ رہتا ہے۔ ذاکر کے لیے بس اللہ ہی کافی ہوتا ہے اس لیے اس کے وجود میں ہوس اور خواہشات باقی نہیں رہتیں۔ ذاکر کا وجود تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے اصل تک پہنچی چکا ہوتا ہے اس لیے وہ جو کچھ دیکھتا ہے وہ معرفت الہی، تجلیات نور ذات، مشاہدہ حضوری اور وصال کا راز ہوتا ہے۔ ذاکر کے ساتوں اندام ذکر اللہ کی بدولت اسم اللہ ذات میں غرق ہو کر مکمل نور ہو چکے ہوتے ہیں جس کی بدولت وہ بیش اللہ کی نظر اور حضوری میں ہوتا ہے۔ (کلید توحید کا واس)

جان لے کر جب قلب جنمیں کرتا ہے تو صاحب قلب تصور اسم اللہ ذات سے اپنے قلب پر اسم اللہ ذات کے مشق نقش کو واضح طور پر دیکھتا ہے۔ اسم اللہ ذات کے ہر حرف سے سورج کی طرح نور کے شعلے نکتے ہیں جو اس کے قلب کے ارد گرد کو روشن اور درخشان کر دیتے ہیں اور اس کا قلب سر سے پاؤں تک نور ذات کی تجلیات میں گھر جاتا ہے۔ اس کے قلب کی زبان یا اللہ یا اللہ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَحَمْدُ رَسُولُ اللَّهِ کا ذکر کرتی ہے۔ اس کا قلب بختی مرتبہ اسم اللہ کے ساتھ گلے طیب کا ذکر کرتا ہے ہر مرتبہ اسے ستر ہزار فتح قرآن کا ثواب بلکہ اس سے بھی زیادہ بے حد و بے شمار ثواب ملتا ہے۔ ایسا صاحب قلب ذاکر جب اسم اللہ ذات کے تصور میں آنکھیں بند کر کے مراقبہ کرتا ہے اور استغراق کے ساتھ اپنے قلب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ تجلیات ذات کے نور میں غرق ہو کر حضوری ربوہ بیت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ بس اللہ کے حکم اور اسم اللہ ذات کے نور کی عظمت و برکت اور کلہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَحَمْدُ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کی برکت سے اس کے اسی (80) سال کے گناہ کرنا کا تہیں کے دفاتر سے مناویئے جاتے ہیں۔ یہ پیشیدہ اور بے ریاضہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بیش قبول و منظور ہے کیونکہ اللہ کی نظر بیش ول پر ہوتی ہے۔ (شیعیان)

جان لے کر جب صاحب تصور اسم اللہ ذات، اسم اللہ ذات کے حروف میں غرق ہوتا ہے تو اسے اسم اللہ ذات کا ہر حرف زمین و



آسمان کے ساتوں طبقات، عرش و کرسی، لوح و قلم بلکہ دونوں جہاتوں سے وسیع نظر آتا ہے۔ پس جو کوئی اس وسیع مقام میں آ جاتا ہے اسے معرفت تو حیدر مطلق حاصل ہو جاتی ہے اور وہ تحریج و تفسیر کے مقامات سے گزر کر فنا فی اللہ بقا باللہ ہو جاتا ہے۔ جو کوئی اسم ذات کے ان حروف میں سے کسی ایک حرف کا بھی حرم ہو جاتا ہے وہ اہل ذات ہو جاتا ہے، اس کا وہ وہ مطلق پاک ہو جاتا ہے۔ پس جو کوئی اسم اللہ ذات پاک کے حروف میں گو ہو جائے اسے قیامت کے دن حساب کتاب کا کیا خطرہ؟ (مساء العارفین)

جو اسم اللہ کی معرفت کا حرم ہو جاتا ہے، دنیا اور آخرت کی ہر چیز اس پر مشتمل ہو جاتی ہے اور وہ معروف عارف ہن جاتا ہے۔ ظاہر میں وہ مخلوق کے زدیک حضرت اور خوار ہوتا ہے لیکن باطن میں وہ ہوشیار ہوتا ہے۔ وہ مقرب پروردگار ہوتا ہے اور تمام انبیاء، اولیاء اور اہل بہشت کی ارواح اس کی محتاج ہوتی ہیں۔ ایسے عارف کو اسم اللہ ذات کے حروف کا عارف باللہ کہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ عارف کی نشت و برخاست اور جو کام بھی وہ کرتا ہے سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور حضرت محمد ﷺ کی اجازت سے ہوتا ہے۔ ان کا کوئی بھی دینی و دیناوی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

﴿فَقُلْ لِكُلِّ يَمْلُؤُ أَعْنَ الْجَنَّةِ﴾

ترجمہ: حکیم کا کوئی کام بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

اس کا ہر حال، ہر قال، ہر عمل اور ہر فعل معرفت و وصال الہی کی بنا پر ہوتا ہے کیونکہ ان سب کی بنیاد تصور اسم اللہ ذات پر ہے۔ (مساء العارفین)

جس قدر کسی کا علم کلی پڑھتا ہے اسی قدر اس کی عقل کلی میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس کی راہ پر عسکر گل ہو جاتی ہے اس کے ہر عضو میں اسم اللہ کی برکت سے شوق تو حیدر، طلب مولی، صفائی ول، معرفت الہی، کشف الاسرار، حیرت، خوف و رجا، ترک و توکل اور جملہ صفات الہیہ جن ہو جاتی ہیں اور وہ ہر گناہ ناشائست سے تاب ہو کر طاعت و امان الہی اور تصور اسم اللہ میں غرق ہو جاتا ہے۔ خاص لفاظ استغراق یہ ہے کہ بند و جب تصور اسم اللہ میں غرق ہوتا ہے تو اس کی روح پر فتوح جسے روح الفرج فیض اللہ کہتے ہیں، جس نور اللہ کی صورت میں چشمہ ذکر نور اللہ سے نکل کر اسم اللہ کی اس نوری قدیل میں آ جاتی ہے جو وحدت الہی کے نور سے پر اتی وسیع ہے کہ شش جهات (چھ تین) اس کا احاطہ جیس کر سکتیں کہ اس کی ہماری کسی مکان میں نہیں، نہ اس کا کوئی نشان ہے اور نہ ہی اس کی صورت کا کوئی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ جو آدمی اس مقام پر پہنچ جاتا ہے مطلق صاحب استغراق ہو جاتا ہے۔ اس کے اس مرتبے کو ﴿مَنْتُوْ اَقْبَلَ آنْ مَنْتُوْ اَطِّ اَنْ اَوْلَىَ اللَّهُ لَا يَمْنُونَ﴾ (ترجمہ: مرتبے سے پہلے مر جاؤ۔ بے شک اولیاء اللہ مرتب نہیں) کا مرتبہ کہتے ہیں۔ اس مقام پر ولی اللہ فتحیر کے لیے موت و حیات برابر ہو جاتی ہے۔ وہ اس لیے کہ اس کا جنم تو زیر خاک ہوتا ہے لیکن اس کی روح عرش سے اوپر نور اللہ کی قدیل میں مشاہدہ نور اللہ میں غرق ہوتی ہے۔ جس روز قیامت ہو گی تمام اہل استغراق جس ثبور میں آ کر کلد عیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُمْ دُرْسُؤْ اللَّهُ کا اور کرتے ہوئے انہوں کفرے ہو گئے، ان پر دیدار الہی کی مستقی اس قدر غالباً ہو گئی کہ وہ اپنے سر عرش پر مارتے ہوں گے۔ یہ ہے کمال شوق و معرفت، تصویر و تصریف اسم اللہ برحق۔ ایسے ہی فتحیر کو صاحب سُلْطَنِ فتحیر کہتے ہیں یعنی وہ فتحیر کہ جسے اسیم اللہ کی برکت سے باارجخ معرفت و وصال حاصل ہو۔ (محکم انقرہ کاں)

سلطان الاذکارہو

ہو سلطان الاذکار ہے جس کے بارے میں حضرت سلطان باخو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ باخو در خو گم شدہ فی اللہ نا نام باخو متصل شد با خدا
ترجمہ: باخو ہو میں گم ہو کر قنافی اللہ ہو گیا اور باخو کا نام اللہ کے ساتھ متصل ہو گیا۔

﴿ باخو با خو فی، با خو بقا شد کہ اول آخر راز خو بقا شد
ترجمہ: باخو ہو میں فی ہو کر خو کے ساتھ بقا آگیا کیونکہ اول آخر خو کا راز سے مل گیا۔

﴿ باخو در خو گم شدہ باخو نہ ماند باخو از خو یافت "یاخو" بخواهد
ترجمہ: باخو ہو میں گم ہونے کے بعد باخو باقی نہ رہا۔ باخو نے "یاخو" کا ذکر خو سے پایا۔ (نورالحمدی کا ان)

﴿ ہر کہ ذکر "خو" ز باخو یافت بشنو "یاخو" از کبتر فاختہ
ترجمہ: جس نے بھی باخو سے ذکر خو حاصل کیا اسے کبتر فاختہ کی آواز میں بھی یاخو کی صدا آتی ہے۔ (نورالحمدی کا ان)

﴿ باخو در خو گم شدہ، گنام را کہ یافت؟ ہم صحبتیم با مصطفیٰ در نور فی اللہ ساخته
ترجمہ: باخو ہو ہو میں گم ہو گیا ہے، ایسے گنام کو کیسے ذخیرہ ماجا سکتا ہے؟ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہتا ہوں اس لیے نور الہی میں غرق ہو کر نوری بن گیا ہوں۔ (نورالحمدی کا ان)

﴿ از قبر باخو خو برآید حق بنام ذاکران را اینما "خو" شد تمام
ترجمہ: باخو کی قبر سے "خو" کی صد اہلہ ہوتی رہتی ہے جو نام حق ہے۔ خو ذاکروں کا انتہائی ذکر ہے۔ (نورالحمدی کا ان)

﴿ باخو در خو گم شدہ باخو تمام اور باخو روز و شب یاخو بخواهد
ترجمہ: باخو جب خو میں گم ہو گیا تو اس کی اپنی آستی باقی نہ رہی۔ اب وہ نوری صورت اختیار کر کے حق و شام یاخو کا ورد کرتا ہے۔ (نورالحمدی کا ان)

﴿ باخو از میان خو جنم می بیدار خدا در میان خو بینی وحدت اقا
ترجمہ: باخو پیغمبیر خو سے دیدار الہی کرتا ہے۔ اے طالب! تو بھی با صفات ہو کر مقام وحدت پر پہنچ اور پیغمبیر خو سے دیدار کر۔ (نورالحمدی کا ان)

﴿ باخو مرا خو یار شد ایں بخت من بیدار شد
با ہمنشین دلدار شد در عشق او پرداز ام

ترجمہ: اے باخو! اخو میر ایار بن گیا ہے اور میرے بخت جاگ گئے یہیں کہ میں اپنے دلدار کے عشق میں پروانہ وار جل کر اور خود سے بیگانہ ہو کر

اس کا انہیں ہو چکا ہو۔ (مین الفقر)

﴿ نَمَاءْدَهُ پَرَدَهُ بَاهْتَهُ گَثَهُ يَاشَهُ كَهُ زَكْرَشَ رَوْزَهُ شَبَهُ يَاخُو گَنْتَهُ بَاهْتَهُ ﴾

ترجمہ: باخو کے سامنے کوئی پردو باتی نہ ہا اور باخو یا خو جو گیا کیونکہ باخو صح شام ذکر یا خو کرتا ہے۔ (مین الفقر)

﴿ كَهُ بَسَ ذَكْرَهُ گَوِيدَهُ خَوَهُ بُوْيَدَهُ دَجَوْشَهُ مَيَ شَوَهُ زَالَهُ تُورَهُ بَيَدَهُ ﴾

ترجمہ: جس شخص کے وجود میں ذکر خو جاری ہو جاتا ہے اس کا وجود انور ذات میں داخل جاتا ہے۔

﴿ اَمَّ اَعْظَمُ اِنْتَهَا بَا خَوَهُ بُوْدَهُ وَرَدَهُ بَاهْتَهُ رَوْزَهُ شَبَهُ يَاخُو بُوْرَهُ ﴾

ترجمہ: ام اعظم انتہی خوبیک لے جاتا ہے اسی لیے باخو دن رات یا خو کا ورد کرتا ہے۔ (کلید انویسکاں)

﴿ بَاهْتَهُ رَا خَوَهُ بَرَدَهُ بَا آَرَدَهُ بَرَدَهُ كَهُ بَا آَنَهُ بَيَنَهُ بَيَنَهُ اوْ نَرَدَهُ ﴾

ترجمہ: باخو کو خو اپنے ساتھ لے گیا اور باینیں رہ گیا۔ جو اس کا ساتھ اختیار کر کے میں ذات کو دیکھ لیتا ہے وہ بھی نہیں مرتا۔ (مین الفقر)

﴿ اَمَّ يَاخُو گَثَهُ بَاهْتَهُ رَادَهُ بَرَدَهُ بَيَشَوَانَهُ شَدَهُ مَجَدَهُ مَعْتَزَهُ ﴾

ترجمہ: ام یا خو نے باخو کا راہبر اور پیشوائی کرائے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معہتز حضوری سے مشرف کر دیا ہے۔

﴿ اِبْدَا خَوَهُ اِنْتَهَا خَوَهُ بَرَدَهُ كَهُ بَا خَوَهُ خَوَهُ شَوَهُ ﴾

ترجمہ: ابتدا بھی خو ہے اور انتہا بھی خو ہے۔ جو کوئی خوبیک پہنچ جاتا ہے وہ عارف ہو جاتا ہے اور خو میں فنا ہو کر خود بین جاتا ہے۔

﴿ مَلَكَ وَ مَلِكَ يَكَ خَوَهُ زَدَهُ نَاجِزَ كَنْمَهُ مَا كَ درَ قَلَمَ تَوْجِيدَ نَبَغَ آَمَهُ اَمِهُ ﴾

ترجمہ: ہم نے ام خو کی ایک سی ضرب سے ملک و ملکیت کو نیست دتا ہو کر دیا ہے کہ ہم قلام تو حید کے گرفتار چھوڑ دیں۔

۱۔ ﴿ بَاهْتَهُ بَا يَكَ نَقْطَهُ يَاخُو مَيَ شَوَهُ وَرَدَهُ بَاهْتَهُ رَوْزَهُ شَبَهُ يَاخُو بُوْدَهُ ﴾

۲۔ ﴿ اَمَّ خَوَسِيفَ اَسَتَ بَاهْتَهُ بَرَ زَبَانَهُ قَتْلَهُ كَنَ اِنْسَهُ كَافَرَهُ بَرَ زَمَانَهُ ﴾

ترجمہ: (۱) باخو ایک ہی نقطے کے اضافے سے یا خو بن جاتا ہے لہذا باخو رات دن یا خو کے ذکر میں غرق رہتا ہے۔ (۲) باخو کی زبان پر ہر وقت اسیم خو کا ورد جاری رہتا ہے جو ایک نگنی تکوار ہے اور ہر وقت کافر نس کو قتل کرتی رہتی ہے۔

﴿ اَكْرَهُهُوْكَ اَسَرَ اَحَصَلَ كَرَنَأَجَاهَتَهُ تَوَالَّهُ تَعَالَى كَسَاهِرَهُ شَهَدَهُ كَوَلَّهُ سَنَكَالَهُ دَيَارَهُ ﴾

جس کے وجود میں ام خو کی تاثیر پیدا ہوتی ہے اسے خو سے انس ہو جاتا ہے اور پھر وہ غیر ماسوی اللہ تمام لوگوں سے وحشت کھاتا ہے۔ (مین الفقر)

﴿ جَبَ كَوَلَّهُ دَلَكَ وَرَقَ سَهَمَ خَوَهُ كَمَطَاعِهِ كَرَلَيَتَهُ تَوَلَّهُ رَأَسَهُ كَوَلَّهُ شَهَدَهُ بَهَشَهُ بَهَشَهُ ﴾

جب کوئی دل کے ورق سے ام خو کا مطاعہ کر لیتا ہے تو پھر اسے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی۔ اسی حالت میں وہ طلاق کی نظر میں بے شعور ہوتا ہے۔

﴿ اَكْرَهُهُوْكَ بَهَشَهُ بَهَشَهُ حَسُورَهُوْتَهُ ﴾

ذکر خوکرتے کرتے جب ذا کر کے وجود پر اسیم طو غالب آکر اسے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے تو اس کے وجود میں خوکے سوا کچھ بھی رہتا۔ (حجت الفتنہ کائن)

شریعت ناسوت ہے، طریقت ملکوت ہے، حقیقت جبروت ہے، عرفت لا خوت ہے اور ان کا جامع ذکر لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، اللَّهُ أَوْهُ ہے۔ لا إِلَهَ ذَكَرِ ناسوت ہے، لا إِلَهَ ذَكَرِ ملکوت ہے، اللَّهُ ذَكَرِ جبروت ہے اور ہُوَ ذَكَرِ لا خوت ہے۔ (حجت الفتنہ کائن) لا خوت وہ جہان ہے جس کی حد پر معراج کی رات جبراً تکلیف علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا کہ اگر میں جبروت سے لگل کر لا خوت کی حد میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا تو جمل جاؤں گا، یہاں سے آگے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا یہ سفر فرمائیں۔ لا خوت لا مکان میں دیدارِ الہی ہے اور یہاں داخلہ ذکر خوکے ہی ممکن ہے اور یہ صرف انسان کا شرف ہے۔

پنجابی ادیبات میں حضرت عجی سلطان بخور حمت اللہ علیہ اسم اللہ ذات اور سلطان الا ذکار ہو کے بارے میں فرماتے ہیں:

اللَّهُ چَبَّيْ دِي بُونِي، مِيرَےْ مِنْ وَقِ مِرْشَدِ لَائِي خُو
لَغِيْ أَثْبَاتِ دَا پَانِيْ مِلِيْسِ، بِرِ رَجَيْ هِرِ جَائِي خُو
إِنْدِرِ بُونِيْ مُشَكْ چَجِيلَا، جَانِ پَهْلَانِ تِ آئِي خُو
جِيْوِيْ مِرْشَدِ كَاملِ بَاخُو، بِلِيْسِ إِيْبِيْ بُونِيْ لَائِي خُو

اس بیت میں سلطان العارفین حضرت عجی سلطان بخور حمت اللہ علیہ نے اسم اللہ ذات کو چیلی کے پوے، جسے موتی بھی کہتے ہیں، سے تشریف دی ہے۔ سلطان العارفین سلطان بخور حمت اللہ علیہ پہلے عارف ہیں جنہوں نے اسم اللہ ذات کے لیے "چبے دی بونی" کا استعارہ استعمال فرمایا ہے۔ چیلی کے پوے کی پہلے بیٹری (بونی) لگائی جاتی ہے اور جب وہ آہستہ آہستہ نشوونما پا کر ایک تکلیف پواداں جاتا ہے تو چیلی کے پھولوں سے لد جاتا ہے اور اس کی خوبیوں پرے ماحول کو بہکاریتی ہے۔ اسی طرح جب مرشد طالب کو ذکر و تصور اسم اللہ ذات عطا فرماتا ہے تو گویا اس کے دل میں ایک بیٹری لگادیتا ہے اور اسم اللہ ذات کا نور مرشد کی تکہبائی میں آہستہ آہستہ طالب صادق کے پورے وجود میں پھیل کر اس کو منور کر دیتا ہے۔

آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میر امرشد کامل ہمیشہ حیات رہے جس نے مجھ پر فضل و کرم اور میریانی فرمائی اور اسم اللہ ذات عطا فرمادیا کہ مل سے میرے دل میں اسم اللہ ذات کی حقیقت کو کھول دیا ہے۔ اس نے لغتی (لا إِلَهَ) سے تمام غیر اللہ اور توں کو دل سے نکال دیا ہے اور اثبات (لا إِلَهَ) کا راز کھول کر مجھے اس سے مسکی تکمیل پہنچا دیا ہے۔ اب یہ راز اور اس کے اسرار میری رگ رگ، بریش ریش اور مغز و پوست تک میں سراہیت کر گئے ہیں۔ اب تو اسیم اللہ ذات پورے وجود کے اندر اتنا سراہیت کر چکا ہے کہ جی چاہتا ہے کہ جو اسرار اور راز مجھ پر کھل چکے ہیں ان کو ساری دنیا پر ظاہر کر دوں لیکن خواص کے یہ اسرار عام لوگوں پر ظاہر نہیں کیے جاسکتے اسی لئے ان رازوں کو سنجھاتے سنجھاتے جان لوں

ل بخش نہیں میں "المیون" آیا ہے معنی دلوں کے ایک ایں بخشی "منا"

نک آچکی ہے۔ ظاہر باطن میں جد ہر بھی نظر دو اتا ہوں اب مجھے اسم اللہ ذات ہی نظر آتا ہے اور حالت اس آیت کی مثل ہو چکی ہے کہ ”تم جس طرف بھی دیکھو گے تمہیں اللہ کا چہرہ ہی نظر آئے گا۔“ (سورۃ البقرہ۔ ۱۱۵)

اندر خو تے باہر خو، ایہہ دم خو دے نال چلیدا خو
خو دا داع محبت والا، ہر دم پیا بزیدا خو
جنت خو کرے رشانی، اُتحوں چھوڑ اندر گھرا وی جدا خو
میں قربان تباہ توں باخنو، جیہدا خو توں صی کریدا خو

اس بیت میں سلطان العارفین حضرت حقی سلطان بالحور حمت اللہ علیہ سلطان الاذکار ہو کے اسرار بیان فرمائے ہیں کہ جو طالب تصویر اسم اللہ ذات، ذکر ہو اور مرشد کامل اکمل کی مہربانی سے ہو کاراز حاصل کر لیتا ہے اسے ظاہر باطن میں ہر طرف ہوئی نظر آتا ہے اور حالت یہ ہو جاتی ہے ”تم جس طرف بھی دیکھو گے تمہیں اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہی نظر آئے گا۔“ (سورۃ البقرہ۔ ۱۱۵) ہو کی محبت جب دل کے اندر گھر کر لیتی ہے تو دوسری ہر محبت بدل کر راکھو جو جاتی ہے اور صرف ذات باری تعالیٰ کی محبت اور عشق ہی باقی رہ جاتا ہے۔ اللہ میں ماسوئی اللہ ہوں۔ آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان لوگوں کے قربان جاؤں جو ہو کے راز کو حاصل کرنے کے لیے ہر لمحے قرار اور بے شکون رہتے ہیں اور پھر اپنی منزل ہو گو پاہی لیتے ہیں۔

بس الف مطالیہ کھتا، ب دا باب نہ پڑھدا خو
چھوڑ سناتی لدھیوس ذاتی، اوہ عامی دور چا کردا خو
نفس امارہ کھترنا جانے، تاز نیاز نہ دھردا خو
کیا پروادہ تباہ توں باخنو، جہاں گھاڑو لدھا گھر دا خو

جن طالبان مولیٰ کو مرشد کامل نے اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصویر عطا کر دیا ہو وہ نفس امارہ کی خواہشات کی پیروی نہیں کرتے اور نہ ہی دوسرے علم اور درود طائف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کیونکہ انہیں ذات مل چکی ہے۔ صفات، دوسرے درود طائف اور علوم کی طرف متوجہ ہونے کی اسکے پاس فرصت نہیں۔ ان خوش نصیبوں کو کسی اور سہارے کی کیا ضرورت ہے جن کو مرشد کامل اکمل صاحب مسٹی اور اسم اللہ ذات کی قوت مل گئی ہو۔

ب ت پڑھ کے فاضل ہوئے، بک حرف نہ پڑھیا کئے خو
جیس پڑھیا تمیں شو نہ لدھا، جاں پڑھیا کچھ تھے خو
چھواداں طبق گرن رشانی، انھیاں کچھ نہ دئے خو
پا بچھ وصال اللہ دے باخنو، سبھ کہانیاں قئے خو

زادہ وطن اور دیگر ذکر اذکار کے اور علماء تمام علوم کا مطالعہ کر کے عالم فاضل توہین گئے مگر ایک حرف الف بھی "اسم اللہ ذات" کی حقیقت اور اسرار سے بے خبر ہیں۔ اگر اسم اللہ کا اور داد رکیا بھی تو وہ بھی مرشد کامل اور طلب صادق کے لیے، پھر بحاذیہ ارالیٰ کیسے حاصل ہوتا۔ زمین اور آسمان اسم اللہ ذات سے روشن ہیں مگر ان دل کے اندر ہوں کوچھ نظر نہیں آتا۔ وصال الہی (نافی نصر) کے لیے باقی سب مقامات اور منازل بے کار اور بے فائدہ ہیں۔

جنہاں شوہ الف تھیں پایا۔ پھول قرآن نہ پڑھے خو
اوہ مارن دم محبت والا، دُور جو یونے پڑے خو
دوزخ بہشت غلام تھا نہ۔ چاکیتے بڑے خو
میں قربان تھاں توں باطلو، جیسا۔ وحدت دے وچ وڑے خو

دونوں جہاں کا علم قرآن مجید میں ہے، علم قرآن کلر طبیبی کی طے میں ہے اور کلر طبیبی اسم اللہ ذات کی طے میں ہے۔ اسی لیے اس بیت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے محیوب حقیقی ذات حق تعالیٰ کو اسم اللہ ذات سے پالیا ہے انہیں علم لمبی حاصل ہو گیا ہے جس کی بدولت انہیں قرآن مجید کے تمام ظاہری اور باطنی علوم حاصل ہو چکے ہیں۔ محبت الہی سے ان کے ظاہر و باطن کے تمام تجابت دوڑ ہو گئے ہیں اور بہشت و دوزخ تو بفضل خدا ان کے غلام ہن پکے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان کے قربان جاؤں جو دریائے وحدت میں فرق ہو کر خود وحدت ہو جاتے ہیں۔

جس دل اے اللہ دا چمکے، عشق وی کروا لئے خو
بوکستوری دی چھپدی ناہیں، بھانویں دے رکھیے سے پلے خو
انکھیں پچھے پسندہ تاہیں چھپدا، دریا نہ رہندے نھلے خو
اسیں اوے وچ اوہ انساں وچ، یا خو یاراں یار عوئے خو

جس طالب کے دل کے اندر اسم اللہ ذات آتیاب کی باندروشن ہو جاتا ہے وہ دیدار الہی سے مشرف ہو کر عشق اللہ میں بنتا ہو جاتا ہے۔ اس کا عشق دل کے اندر پیشیدہ نہیں رہتا بلکہ اسی طرح ظاہر ہو جاتا ہے جس طرح کستوری کی خوبیوں، سورج کی روشنی اور دریاؤں کے پانی کو کوئی نہیں روک سکتا۔ آخر کار طالب مولی اپنی بستی کو ختم کر کے افسوس پاک کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے اور اللہ اس کی ذات میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

دل تے دفتر وحدت والا، وام کریں مطالیا خو
ساری عمراں پڑھدیاں گزری، جہلاں دے وچ جالیا خو
اگو اے اللہ دا رکھیں، اپنا سبق مطالیا خو
دوئیں جہاں غلام تھا نہ باغلو، جیس دل اللہ سمجھا لیا خو

اے طالب مولیٰ اتیرے دل میں وحدت کی کتاب موجود ہے اس کا بھی شد مطابع کر لیں تھی تو تمام عمر کتابیں اور علم پڑھتے ہوئے بھی جہالت میں گزری ہے۔ صرف اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور کر کر بیسی پہلا اور آخری سبق ہے۔ اگر تو نے دل کے اندر پوشیدہ اسم اللہ ذات کی امانت کو پال لیا تو دونوں جہان تیرے غلام ہوں گے کیونکہ اسم اللہ ذات کے ذکر سے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات حاصل ہوتی ہے۔

سینے وچ مقام ہے کیدا، سانوں مرشدِ گلِ سمجھائی ہو

ایہو ساہ جو آوے جاوے، ہور نہیں شے کالی ہو

اس توں ام الاعظیم آکھن، ایہو سرِ الہی ہو

ایہو موتِ حیاتی باخو، ایہو بھیتِ الہی ہو

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرشدِ کامل نے ہمیں اس راز سے آگاہ کر دیا ہے کہ دل (باطن) کے اندر حق تعالیٰ کا مقام ہے۔ تصور اور سانس کے ذریعے جو ذکرِ اسم اللہ ذات کیا جا رہا ہے بھی ام الاعظیم ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کا سر ہے اور یہی موت و حیات ہے۔ یعنی جو سانس ذکرِ اسم اللہ ذات کے ساتھ بکھلتا ہے وہ حیات ہے اور اسم اللہ ذات کے ذکر کے بغیر لذتِ والاسانس مفرده ہے۔ دل کے اندر اللہ تعالیٰ کا دیدار حیات ہے اور اس سے محرومی موت ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ”میں نے دل میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔“

ضروری نفس نکلے توں، قیما قیم کیوے ہو

تالِ محبت ذکرِ اللہ دا، دم دم پیا پڑھوے ہو

ذکرِ کنوں ربِ حاصلِ تھیدا، ذاتِ ذاتِ پیسوے ہو

دو یہیں جہان غلام تھاندے باخو، جہاں ذاتِ پیشوے ہو

راہ فقر میں ضروری ہے کہ عشق سے ہر سانس کے ساتھ دلگی ذکر اور تصورِ اسم اللہ ذات کیا جائے اور سچ عفتِ نفس کو ذرا ہڈڑہ، درجہ درجہ کر کے فا کیا جائے۔ تصورِ اسم اللہ ذات کے بغیر نفس نہیں مرتاحاً خواہ ظاہری عبادات کرتے کرتے پیچھے گزی ہو جائے۔ ذکر اور تصورِ اسم اللہ ذات سے جب نفسِ حر جاتا ہے تو دیدارِ رب تعالیٰ حاصل ہوتا ہے اور جسے ذاتِ حق تعالیٰ میں جائے وہ لوں جہاں اس کے غلام ہو جاتے ہیں۔

عاشقِ رازِ ماہی دے کواؤں، کدی نہ ہوون وائدے ہو

نیندرِ حرامِ تھاں تے ہوئی، جیہرے امِ ذاتِ کماندے ہو

پک پلِ مول آرام نہ کر دے، وسیبہ رات وتن گراندے ہو

تھاںِ الفِ صحی کر پڑھیا باخو، واہِ نصیبِ تھاندے ہو

ماشیقِ محبوبِ حقیقی کے راز کی بھیشہ خفاقت کرتے ہیں۔ جن ماشیقِ تھاندے ہوئے اسیمِ اللہ ذات کا عرفان حاصل کر لیا ہے اور محبوبِ حقیقی کے راز سے آگاہ ہو چکے ہیں انہیں یہ راز ہی بے جھن اور بے قرار رکھتا ہے۔ نہ تو انہیں نیند آتی ہے اور نہ ہی آرام و سکونِ نصیب ہوتا ہے۔ وہ

رات درد و موز میں اپنے محبوب حقیقی سے فریاد کرتے رہتے ہیں کہ، بھی انہیں خود سے دور نہ کرے کیونکہ محبوب حقیقی کے دیدار سے محرومی دلوں جہاںوں میں سب سے بڑی بد نیتی ہے۔ کتنے خوش نصیر ہیں وہ لوگ جہاں نے اسم اللہ ذات کا راز حقیقی حاصل کر لیا ہے۔

مُؤْمِنُوا إِلَيْهِ مَوْتٌ نَّمَّلِيْ
مَوْتٌ وَسَالٌ تَحْسِيْنِيْ كَبِيْرٌ
جَدَوْلُ اَسْمٍ پُرَّ تَحْسِيْنِيْ ذَاتٌ هُوْ
مِنْ دَيْنِ وَچُوْنِ مِنْ جَوْ تَحْسِيْنِيْ
دُورٌ هُوْ مَعْ قَرْبَاتِيْ هُوْ
خُوْ دَا ذَكْرٌ بِيْمِشْ سَرِيدَا بَالْخُوْنِيْ وَسَهَابَ عَلَكَهُ نَهْ رَاتِيْ هُوْ

اے خام طالب! اور خوف اور حیثیت دنیا کی وجہ سے تجھے مُؤْمِنُوا قبیل آن تَمُؤْمِنُوا إِلَيْهِ مَوْتٌ نَّمَّلِيْ موت نصیر موت میں حیات جاؤ دانی کا راز ہے۔ موت اور وصال تیرے وجود میں اس وقت کیا ہوں گے جب سلطان الاذکار ہُو کا ذکر تیرے لوں لوں میں جاری ہو جائے گا اور تیری ذات، ذات حق تعالیٰ میں فنا ہو کر "عین" ہو جائے گی۔ یہاں پر تو مقام قرب کا بھی گزرنیں ہے کیونکہ قرب دو کے درمیان ہوتا ہے جبکہ یہاں دوئی نہیں کیتا جائے۔ ہو کا ذکر کرایا ہے جو عاشق حقیقی کو بھیش بے بھین رکھتا ہے اور اسے در عشق میں جلاتا رہتا ہے، تا اسے رات کو مکون لینے دتا ہے نہ دن کو۔

خُوْ دَا جَامِهِ پَيْكَنْ كَرِيْمَانِ اَسْمٍ ذَاتٌ هُوْ
 كَفْرٌ اِسْلَامٌ مَقْطَمٌ نَهْ مَنْزِلٌ، تَاهٌ اَوْتَهِ مَوْتٌ جَيْلَتِيْ هُوْ
 شَرْگٌ خُسْ نَزْدِيْكٌ لَدْحُوْسَ، پَا اِنْدَرٌ وَتَهِ جَهَانِيْ هُوْ
 اوْهِ اِسَاسٌ وَقِيْ أَمِيسِ اَنْهَاءِ وَقِيْ، بَالْخُوْ دُورٌ رَاهِ قَرْبَاتِيْ هُوْ

اس بیت میں فقری انتہائی منزل فنا فیضی ہو کا ذکر ہے۔ غار فین اس ذات ہو کا ذکر کرتے ہیں اور ہمیں فنا ہو کر ہو کا لباس پہن لیتے ہیں۔ یہ امامکان ہے جہاں نہ کفر و اسلام ہے، نہ کوئی مقام و منزل اور نہ ہی وہاں موت اور زندگی ہے۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ ذات تو شرگ سے بھی قریب ہے۔ ہم اس ذات میں اور وہ ہماری ذات میں اس طرح فنا ہو چکے ہیں کہ دوئی ختم ہو گئی ہے۔

يَارِ يَلَانَهِ مِلْسِيْ تَيْنُولِ، بَهِ سَرِ دِيْ بَازِيِ لَائِمِيْ هُوْ
 عَشْقَ اللَّهِ وَقِيْ هُوْ مَسْتَانِ، خُوْ خُوْ سَداً لَائِمِيْ هُوْ
 نَالَ تَصُورَ اَسْمَ اللَّهِ دَيْ، دَمْ نَوْ قِيدَ لَائِمِيْ هُوْ
 ذَاتَ نَالَ جَاهِ ذَاتِيِ رَلِيَ، تَمْ بَالْخُوْ نَامِ سَداً لَائِمِيْ هُوْ

الله تعالیٰ کی ذات تجھے تب حاصل ہو گی جب تو عشق کی راہ میں قدم رکھے گا اور سرکی بازی لگائے گا۔ اگر ذات کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو عشق حق

تعالیٰ میں بے خود ہو جا اور اس کے لئے ہر لمحہ ذکر ہو میں غرق رہ اور ساتھ ساتھ تصور اسم اللہ ذات بھی جاری رکھ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنی ذات کو حق تعالیٰ کی ذات میں فنا کر لی تو توبہ سے مرانا ممکن ہوا۔

قلب جو ملیا تاں کی ہویا، کی ہویا ذکر زبانی ہو
قلبی، رُوچی، خُنی، بُری، سُنے راہ حیرانی ہو
شُرگ تھیں نزدِ یک جلیدا، یادِ ت ملیا جانی ہو
نام فقیر تباہدا باخون، بیہودے و سدے لامکانی ہو

اے طالب! اگر حیرا قلب پکھو دیر کے لئے ذکر سے بینے الگ گیا یا اٹھنے زبانی ذکر کر لیا تو کون سا تیر مار لیا۔ اس راہ میں تھیں، رُوچی، خُنی، بُری اذ کا رہی منازل راہ کی طرح ہیں، اصل منزل نہیں ہیں۔ اصل مقصود تو شُرگ سے بھی نزدِ یک رہنے والے حق تعالیٰ کا وصال ہے اور اصل فقیر تو وہ ہوتے ہیں جو ذات حق میں فنا ہو کر امامکان میں جائیتے ہیں۔

مشق مرقوم وجودیہ

مشق مرقوم وجودیہ سے مراد قصہ اسم اللہ ذات کو سامنے رکھ کر شکر سے وجود کے مختلف اعضا پر آنکشت شہادت سے اسم اللہ ذات لکھتا ہے۔ حضرت علی سلطان باطحہ رحمۃ اللہ علیہ مشق مرقوم وجودیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

کل و جزو کے ان تمام مرابح کو حاصل کرنا اور وسائل بالہ ہونا مشق مرقوم وجودیہ کے ذریعہ ممکن ہے۔ باطل مشق وجودیہ کرنے سے ام اللہ ذات جسم میں روشن ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں طالب کے وجود میں اسم اللہ ذات کے ہر حرف سے تجلیات کا نزول ہوتا ہے اور طالب ایک ہی لمحہ میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبے پر پہنچ کر غنی والا بحاج ہو جاتا ہے۔ فقیر عامل کیمیا گر کو کیمیا اکسیر کا مرتبہ غنایت حاصل ہوتا ہے اور صاحب بگروہ اہل نظر وی اللہ کو کیمیا اکسیر کا مرتبہ بدایت حاصل ہوتا ہے۔ (نو راہ بھی کافی)

وہ کون سی راہ ہے جس کے ذریعے طالب ایک ہی بار آفات شیطانی، بیلیات نفسانی اور حادث دنیا پر بیانی سے سلامتی کے ساتھ گزر کر قرب ربانی پالیتا ہے اور پھر داعیٰ فنا فی اللہ ہو کر غرق فورہ مشرف حضور رہتا ہے۔ پس اس کا وجود مخفور ہو جاتا ہے اور وہ مشاہدہ رویت ہمال کی لذت حاصل کر کے قبل و قال سے بالآخر ہو جاتا ہے اور تمام احوال سے واقف ہو کر لازوال وصال پالیتا ہے۔ اس راہ کا گواہ کون علم ہے؟ مشق مرقوم وجودیہ کے ذریعے اسیم اللہ ذات ہفت اندام کو اس طرح پیٹ میں لے لیتا ہے جیسے تل درخت کو اپنی پیٹ میں لے لیتی ہے۔ جسم کے ہر حصے پر اسم اللہ یوں تحریر ہو جاتا ہے کہ ذا کر کے وجود کا ہر بال جوش میں آکر اللہ، اللہ، اللہ کا ورد کرنے لگتا ہے۔ (نو راہ بھی کافی)

مشق مرقوم وجودیہ کرنے سے طالب کے ہفت اندام اور سرتاقدم ساراہ جو دنور بن جاتا ہے اور وہ ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے بچہ مان

کے حکم سے پاک پیدا ہوتا ہے۔ اسم اللہ ذات کی مشق مرقوم وجود یہ سے حاصل ہونے والی پاکیزگی کی برکت سے طالبِ مجلسِ محمدی کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مصوبہ صفت طفل فقیر پر لطف و کرم، شفقت و رحمت فرماتے ہوئے اسے اہل بیتِ رحیم اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس لے جاتے ہیں جبکہ اُمّۃ المؤمنین شفعی المذین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت بی بی قاطرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے اپنا فرزند قرار دے کر دو وہ پاتی ہیں۔ پس وہ اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا شیرخوار بچہ بن جاتا ہے اور اسے ان کی بارگاہ سے ”نظام فرزند حضوری“ کا نام اور ”فرزند نوری“ کا خطاب حاصل ہوتا ہے۔ باطن میں وہ طفیل نورانی صورتِ سرکشی و اُنیٰ حضوری میں رہتا ہے اور ظاہر میں اربع عناصر کے وجود کے ساتھ خاص و عام لوگوں سے ہمکام رہتا ہے۔ یہ ہیں فقر کے انتہائی

مراتب۔ (نور الدین گلو)

تصورِ اسمِ محمد

سلطانِ العارفین حضرت اُنیٰ سلطان پاخور حستِ اللہ علیہ نے اپنی انسانیف میں اسمِ اللہ ذات کے ساتھ ساتھ تصویرِ اسمِ محمدؐ کے اسرار و رموز کو بھی کھول کر بیان فرمایا ہے۔ آپ رحمتِ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ مرشدِ کاملِ اکمل وہی ہے جو اسمِ اللہ ذات اور اسمِ محمدؐ کی راہ جاتا ہے۔ آپ اسِ اللہ ذات کے ساتھ ساتھ اسمِ محمدؐ کے تصور کو بھی لازمی قرار دیتے ہیں۔

غَنَّمَ النَّبِيِّنَ حَضْرَتْ مُحَمَّد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ کرام نے معرفتِ الٰہی کی تمام منازل اور مراتب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کے دیدار اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب و نگاہ کامل کی توجہ سے حاصل کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آنے والے طالبانِ مولیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایم مبارک کے توسط اور برکت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلسِ نکاح کے بغیر آج تک نہ کوئی اللہ تک نکاح پایا ہے نہ پہنچ پائے گا۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کی توجہ حاصل نہ ہو، روح نہ زندگی پاتی ہے اور نہ وصال و معرفتِ الٰہی۔ موجودہ زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کامل سے فیض یا ب ہونے کا ذریعہ ذکر و تصویرِ اسمِ اللہ اور اسمِ محمدؐ ہے جو طالب کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں لے جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا ساتھ نصیب کرتا ہے۔ اس مجلس میں صبر و استقامت، ادب و حیا اور مکمل اطاعت و چیزوی کے ساتھ دنیاوی تعلقات کو بالطفی طور پر قلع کر کے مستقل حاضری کے بعد ہی ایک طالب اس لائق بناتا ہے کہ اسے محبوبیت کے مرتب حاصل ہوں اور اللہ کی معرفت و وصال نصیب ہو۔

اللہ کے بے شمار صفاتی نام ہیں لیکن اسمِ اللہ اس کا ذاتی نام ہے۔ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کے بھی بے شمار صفاتی نام ہیں لیکن اسمِ محمدؐ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی نام ہے۔ جس طرح اسم ”الله“ اللہ کے تمام ناموں میں سب سے زیادہ قوت والا نام ہے اسی طرح اسمِ محمدؐ حضور

علمی اصولہ و اسلام کے تمام ناموں میں سب سے زیادہ اثر اور قوت رکھنے والا اسم ہے۔

اہم مھمانہ کا ظیور اس وقت ہوا جس وقت انوار الہی اور تجلیات نو محمدی کے سوا کسی نہ کا ظہور نہ ہوا تھا اس لیے اہم مھمانہ خود بھی منع انوار و تجلیات ہے اور مجرمانہ شان کا حامل ہے۔ ظیور ذات حق تعالیٰ کی ترتیب کو مذکور رکھیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فوراً ایسی صورت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ظاہر ہوا۔ جب اولیاً کرام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں خود کو "اسم اللہ ذات" کی صورت میں ظاہر فرمایا تو اس میں "ذات" سے مراد نو محمدی یا ذات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو اللہ کا ظیور اول اور "نور" سے "ذات" کا پہلا اظہار ہے۔ چنانچہ اہم مھمانہ، اہم اللہ ذات سے جدا یا علیحدہ نہیں بلکہ اہم اللہ ذات اہم مھمانہ میں اور اہم مھمانہ اہم اللہ ذات میں گم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باتحک کو اپنا تھوڑا قرار دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام کو اپنا کام مقرا در دیا۔

◆ إِنَّ الَّذِينَ يُتَابِعُونَكَ أَهْمَاءٌ يَعْلَمُونَ اللَّهَ يَرْءُوا لِلَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (سُورَةِ الْأَعْجَمِينَ-10)

ترجمہ: (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

♦ وَمَا يُنْهِي عَنِ الْهُوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورة الحج، آية ٣٤-٣٥)

ترجمہ: اور یہ (نبی ملی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے۔ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو ان کو (اللہ کی طرف سے) وحی کی جاتی ہے۔
سلطان العارفین حضرت حق سلطان باخو رحمۃ اللہ علیہ اسم اللہ ذات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اسم حجراً کو اسم اللہ ذات کا ہی حصہ قرار دتے ہیں۔ آب رحمۃ اللہ علیہ محجّ الفقیر کتاب میں فرماتے ہیں:

❖ الفَقْرُ فَقْرٌ حِلْيَةٌ کی شرح یوں بھی ہے کہ فقر کی ابتداء اسم اللہ سے ہے جیسی فقر ایام اللہ سے فقیر بنتے ہیں اور اسم اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فقر سے کام اللہ اسم مجھکر میں تبدیل ہو جاتا ہے یعنی حديث قدیم میں فرمان حنفی تعالیٰ ہے:

أَنْتَ أَكَاوَ أَكَا أَنْتَ

ترجمہ: (اے محمد بن عاصم) تو میں سے اور میں تو ہوں۔

یعنی یہ وہ نام ایک ہی صنف سے ہے جس اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الفقر فقرٌ و الفقر فقرٌ

ترجمہ: فقر میر اختر سے اور فقر مجھ سے سے۔ (مک الفقرگاہ)

چنانچہ اسی میلے درحقیقت اسی قوت اور اثر کا حامل ہے جو اسم اللہ کو حاصل ہے۔ لیکن اسی میں جلال بھی ہے جمال بھی، قہر بھی ہے اطف بھی جبکہ اسی میں جمال ہی جمال اور رحمت ہی رحمت ہے لہذا انسانی ہاطن پر اس کے اثرات زیادہ خوش کن ہیں۔ اسی میلے کے تصور سے انسانی روح شریعت محمدی کے تابع ہو کر اللہ کی زیادہ تابع دار ہو جاتی ہے۔ سلطان العارفین حضرت تاجی سلطان باعور رحمت اللہ علیہ نے



اپنی کتب میں جہاں اسم اللہ ذات کی مکمل تشریح و تفصیل بیان کی وباں اسیم میخڈ کے معارف، اثرات و کمالات بھی بیان فرمائے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اسیم میخڈ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ اسیم اعظم بے اور اسیم میخڈ میں صراطِ مستقیم ہے۔ (محکم الفتوح کاوس)

❖ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم میخڈ کے نیم سے معرفت الہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور حرف 'ج' سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔ اسیم میخڈ کے دوسرے نیم سے دونوں جہاں کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور حرف 'وال' سے شروع ہی میں جملہ مقصود حاصل ہو جاتے ہیں۔ یہ چاروں حرف تخلیٰ تکوار ہیں کافر اور یہودی نفس کے قتل کے لیے۔ (کعبہ جت)

اپنی تصنیف "عقل بیدار" میں حضرت عجی سلطان باصورِ رحمۃ اللہ علیہ اسیم میخڈ کے تصور کے دروازے اس کے حروف کی تبلیغات سے حاصل ہونے والے مراتب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ اسیم میخڈ کے چار حروف ہیں: م، ح، م، و۔ حرف 'م' کے تصرف سے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی، حرف 'ج' کے تصرف سے حضوری محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حرف 'م' کے تصرف سے محو فنا فی نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حرف 'و' کے تصرف سے دوامِ بادم ہر نفس پا گئنِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (عقل بیدار)

اسیم میخڈ کا ہر حرف ایک خاص تاثیر اور وقت رکھتا ہے۔ جب سالک مرشد کی اجازت سے اسیم میخڈ کا تصور کرتا ہے تو ان حروف کی تبلیغات کے زیرِ اثر اپنے نفس و باطن میں واضح تبدیلیاں محسوس کرتا ہے اور ان صفات کا حامل ہوتا جاتا ہے جن کی بنا پر حضور علیہ اصلوۃ والسلام محبوب الہی ہیں۔ اس کا نفس مردہ اور قلب زندہ ہوتا ہے۔ وہ جسم و مکان کی قید سے آزاد ہو کر روحانی طور پر حضور علیہ اصلوۃ والسلام کی مجلس تک رسائی حاصل کرتا ہے جہاں ان کی زیرِ تربیت وہ تمام صفاتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متصف ہو کر اللہ کے ہاں محبوبیت کا مرتبہ پالیتا ہے۔ سالک کی شخصیت پر اسیم میخڈ کے تصور کے اثرات بیان کرتے ہوئے سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باصورِ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ جب طالبِ مولیٰ اسم اللہ ذات، اسیم میخڈ اور کلمہ طیبہ کے تصور میں محو ہوتا ہے تو اس کے گناہوں اور اسم اللہ ذات کے لباس میں چھپ جاتے ہیں۔ (محبت الامراء)

❖ جو شخص اسیم میخڈ کا تصور کرتا ہے وہ ہر بات کے جواب میں تو محمدی سے اب کشائی کرتا ہے۔ تصور کرنے والے پر اسیم میخڈ تاثیر کرتا ہے۔ تصور اسیم میخڈ کرنے والا رہنہ سن تغیر ہو جاتا ہے اور عظمتِ عظیم، ہمارا ہم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قلبِ سلیم اور صراطِ مستقیم اسے حاصل ہو جاتے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہم جسم، ہم قدم، ہم زبان، ہم شناور ہم بینا ہو جاتا ہے۔ شریعت کا لباس پہنتا ہے۔ اسیم میخڈ میں چار حروف ہیں جن میں دونوں جہاں ہیں۔ اس میں دونوں جہاں کی خبریں مکشف ہوتی ہیں۔ جب طالب اسیم میخڈ کا تصور کرتا ہے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰہم تحریف فرماتے ہیں۔ (محبت الامراء)

❖ جب طالب اسیم میخڈ کو اپنے تصور میں لاتا ہے تو بے شک جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ مع ارواحِ صحابہ



کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نہایت لطف و کرم سے تشریف فرمائی ہیں۔ صاحب تصور کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ”میرا بات تھی پکار۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتحاد پکارتے ہی طالب کا دل معرفت الہی کے نور سے روشن ہو جاتا ہے جس سے وہ ارشاد کے لائق ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب تصور کو اپنی زبان مبارک سے فرماتے ہیں کہ خلق خدا کی امداد کرو۔ پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے صاحب تصور خلق خدا کو تحیم و تلقین دیتا ہے۔ (کلید بخت)

❖ اسم مجذل کے تصور سے علم کی آگی حاصل ہوتی ہے۔ (کلید بخت)

❖ اسم مجذل کا تصور کرنے والا جب اسم مجذل کی صورت کا تصور کرتا ہے تو تمام ماسوائے اللہ کو ترک کر دیتا ہے۔ جس طرف بھی ہو گہ کرتا ہے اُسے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناظر آتی ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا با ادب باحیاء شق اور اللہ تعالیٰ کا معشووق بن جاتا ہے۔ (علی یہار)

❖ جان لیا جائے کہ اسم اللہ ذات، اسم مجذل اور کلمہ طیبہ کے تصور سے صاحب تصور کے لیے دو علم و ایশ اور روشن ہو جاتے ہیں۔ علم ظاہری یعنی عبادات و معاملات کا علم اور علم باطن یعنی معرفت اور تو حیدر وہ ذات کے مشابدات کا علم کیونکہ علم دوستی ہیں ایک علم معاملہ دوسرے علم مکاشفہ۔ (کلید بخت)

❖ جس کسی کے وجود میں اسم مجذل کا نور (تصور اسم مجذل سے) داخل ہو جائے اس شخص کا ہر کام نورِ محمد سے ہوتا ہے۔ (علی یہار)

❖ تصور اسم مجذل کے چار طریق ہیں جن سے چار قسم کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ پہلا طریق یہ ہے کہ جو کوئی اسم مجذل کا تصور کرتا ہے یہ اس کے دل میں قرار پکڑ کر قلب کو زندہ کر دیتا ہے اور انہیں کو بالکل مار دیتا ہے کیونکہ یہ تصور کامل فقیر کے مرتبہ فانی اسم مجذل پر امیر ہے۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ جب اسم مجذل کسی کے دل میں آ جاتا ہے تو یہ اسم مجذل سے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے جاتا ہے۔ وہ اس مجلس کو دیکھ لیتا ہے، پہچان لیتا ہے اور پالیتا ہے۔ اسم مجذل کے تصور کا تیسرا طریق یہ ہے کہ جب کوئی اسم مجذل کو اپنے تصور میں لاتا ہے تو اس تصور سے کل و جز کی ہر چیز اس پر ظاہر ہو جاتی ہے اور اس کا وجود مخفور ہو جاتا ہے۔

آیت مبارکہ ہے:

♦ لَيَغْفِرَ لَكُ اللَّهُ مَا تَقْدِمُ مِنْ ذَنْبٍ كَوْنَكَ وَمَا تَأْخُرُ (سرداق ۲-۲)

ترجمہ: تا کہ بخش دے چھے اللہ جو آگے ہو چکیں تھے سے اغفریں اور جو پیچے رہیں۔

لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ صاحب تصور انسان ہونے کر گائے گدھے کی حیوانی صفات رکھنے والا۔ چوتھا طریق یہ ہے کہ اسم مجذل کے تصور سے حاضرات حاضر ہو جاتے ہیں۔ صاحب تصور علم ناظرات سے انہیں دیکھ لیتا ہے پھر اس کے دل میں کوئی آرزو باقی نہیں رہتی۔ یہ نقش پہلے ہی دن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی (محلہ کی) حضوری سے معرفت کا مرتبہ عطا کروانے کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ علم حضوری پر گواہ

ہے۔ حضوری کی بجائے کسی اور طرف رجوع کرنا گناہ ہے۔ جو مرشد حضوری کے مرتبہ اور منزل تک نہیں پہنچتا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تلقین نہیں دلاتا وہ مرشد گمراہ ہے اور اس کے طالب رویاہ ہیں۔ (شفف الاسرار)
نفس کے جیلوں اور شیطان کی چالوں سے نجات، ہر طرح کے جہل، کفر و شرک سے بچاؤ اسیم مخلص کے تصور میں جزو ہو جانے سے ہی ممکن ہے۔ حضرت قیٰ سلطان باحضور حست اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ طالب اللہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دماغ میں تصور اسم اللہ اور تصور اسم مخلص سے تصرف کرے تاکہ اس کے مغز میں ذکرِ روح اور ذکر سرکی پیش سے ایسی آگ بھڑک جو اسے خلاف نفس و خلاف زن و خلاف دنیا و خلاف شیطان کر دے۔ (محض افتخار کاں)

❖ جان لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دونوں جہاں کے ہادی ہیں۔ اس شفیق الامم کی زیارت ایمان کی خوشی و شادمانی ہے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ شیطان کی یہ مجال کہاں کہ خود کو ہادی کہلانے۔ شیطان ہادی ہ حق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت اختیار نہیں کر سکتا اور نہ کسی مسلمان کو شیطان سے ہدایت مل سکتی ہے کہ شیطان ہدایت اور اسم اللہ و اسم مخلص سے اس طرح ہوتا ہے جس طرح کافر قاتل الکفار کل طیب سے ہوتا ہے۔ (محض افتخار کاں)

❖ جان لو کر آدمی کے وجود میں ایک لاکھ تہراہ کفر و شرک کے زدار ہیں (جو تصور اسم اللہ ذات اختیار کرنے سے نوٹ جاتے ہیں)۔ اس (اسم اللہ ذات کی) راہ سے ابتداء میں ہی اللہ تعالیٰ کی حضوری سے مشرف اور اسم مخلص سے حضوری مجلس محمدی میں داخل ہو جاتے ہیں اور لامحوتِ لامکان میں بیان دیکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ نور میں نور (کم ہو جاتا) ہے۔ وہاں پر نہ جسم ہوتا ہے نہ جان۔ ان مراتب کو حقیقی حیوان کیسے جان سکتا ہے؟ اگر تو صدق سے فدا ہو کر اسم مخلص پر اپنی جان شمار کر دے تو ایک ہی دم میں ہزار بار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور کے دیدار سے مشرف ہو جائے گا۔ تجھے اعتبار ہونا چاہیے کہ یہ راد محتیقوں کے لیے فرض فضل پیش ہے۔ (حکیم بیوار)

❖ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل ہو کر حضوری پاہ آسان کام ہے لیکن ولایت و ہدایت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خونے و محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، غسل محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ملک محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، برک و توکل محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تسلیم و رضاۓ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محروم فقر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا ناہبہت دشوار ہے۔ (کعبہ المتوحیہ خود)
متدرب ہے بالاد شوار منازل سے گز نا بھی توجہ محمدی سے ہی ممکن ہے جس کے لیے تصور اسم مخلص ضروری ہے۔ سلطان العارفین حضرت سلطان باحضور حست اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ چوں ہے یعنی حق قوم آں خدا یعنی یعنی من از رفاقت مصطفیٰ
ترجمہ: جب میں اس خدا کو حق و قیوم دیکھتا ہوں تو یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفات (ساتھ اور توجہ) کی وجہ سے دیکھتا ہوں۔

❖ ہر جا کہ خواہد می رساند خویش را یعنی ملیک و ائمہ با مصطفیٰ
ترجمہ: جو آدمی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا داعی مصاحب ہو جائے (تصور اسم مخلص سے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داعی حضوری حاصل کرے)

وہ خود کو جہاں چاہے پہنچا سکتا ہے۔

❖ دل غنی اور بانی ہر دوام اختیار میں کس نمادِ خاص و عام

ترجمہ: اس کا دل غنی ہو جاتا ہے اور وہ بیویش نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوتا ہے (مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتا ہے)۔ پھر وہ کسی خاص و عام کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

❖ گرچہ پریز کند لئے گدا عارفان بالله حاضر مصلحت

ترجمہ: عارف بالله بارگاہ مصلحتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر رہتے ہیں۔ وہ بیویش بھیک کنوائے سے پریز کرتے ہیں۔

بارگاہ مصلحتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیٰ حضوری سے ہی فقانی ایسا رسول کے مراتب حاصل ہوتے ہیں جن کے بعد فقانی اللہ تعالیٰ بالله کی منازل تک رسائی نصیب ہوتی ہے۔ حضرت غنی سلطان باحور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ جان لے اقرب کے مراتب تین حتم کے ہیں جو تین حتم کے تصور سے حاصل ہوتے ہیں یعنی تصور فتنی الشیخ، تصور فتنی اسم مخلّک اور تصور فتنی اسم اللہ ذات۔ (حسن احادیث)

❖ جو عالم پا شد اس مخلّک میں قدم ہوتا ہے وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولیاء اللہ کا منتظر نظر ہوتا ہے۔ ایسا شخص عالم بھی ہوتا ہے، عامل بھی اور فقیر کامل بھی اور حضور نوٹ انتقیلین شیخ عبدال قادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا منتظر نظر مرید لا ہے یہ بھی۔ (فضل العطا)

تاہم تصور اس مخلّک کی یہ تمام برکات مرشد کامل اکمل کی توجہ اور تلقین کے بغیر حاصل کرنا ناممکن ہے۔ اس مخلّک کی تمام تر تاثیر قلب پر اسی وقت اڑا مدار ہوتی ہے جب اس اس کا تصور مرشد کی اجازت سے اس کی زیر گرانی کیا جائے۔ جب تک مرشد قلب کا تکلیف نہیں کھو لے گا، اس مخلّک اس پر تاثیر کرے گا۔ حضرت غنی سلطان باحور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ جب مرشد اس مخلّک کی تلقین طالب کو کرتا ہے تو وہ پہلے ہی روز مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حاضری سے مشرف ہو جاتا ہے اور محمد مصلحتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں نفس امارہ اور شیطان لھیں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہ حاضرات اسم اللہ ذات کی راہ ہے جس میں ازال ابد کا تماش انظر آتا ہے۔ دنیا کے خراں توں، حشر گاہ قیامت، قرب اللہ حضوری، حور و قصور اور جنت و دو وزخ کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ کامل مرشد وہی ہے جو تصور اسم اللہ اور تصور اس مخلّک سے طالب کو ہر مقام و کجا کراس پر غائب کھول دے۔ بعد ازاں اس کو تلقین کرے تاکہ طالب کو اعتبار اور یقین آجائے۔ (فضل بیدار)

تصور اس مخلّک سے ان فتوح و برکات کو حاصل کرنے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی حاصل کرنے کے لیے طالب کو صادق دل، صبر و استقامت اختیار کرنے والا اور اس راوی حضوری پر اعتبار کرنے والا ہونا چاہیے۔ جس طالب کے دل میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق پہلے ہی ٹکلوں و ثہبات موجود ہوں وہ اول تو اس مجھ سے تکمیل ہی نہیں پاتا اور اگر مرشد کی مہربانی سے پہنچ جائے تو اپنے دل کے میں کی وجہ سے نہیں سکتا۔

یہ مرشد کامل اکمل سروری قادری صاحب مسٹی کی صوابید پر ہے کہ وہ طالب کو ایسا میں اسم اللہ ذات عطا کرتا ہے اور کچھ عرصے بعد اسم ملک عطا کرتا ہے یادوں بیک وقت عطا کرتا ہے۔ طالب کو اس راہ میں اپنی مرضی نہیں کرنی چاہیے بلکہ مرشد کی رضا پر چلتا چاہیے کیونکہ وہ طلیب ہے اور جانتا ہے کہ طالب کے وجود میں کون کون سے روحانی و قلبی امراض ہیں اور ان کا علاج کس طرح ممکن ہے۔ جو طالب اپنی مرضی کرتا ہے ناکامی اس کا مقدر ہوتی ہے کیونکہ نظر تو راہی تسلیم و رضا کی ہے۔

اسم اللہ ذات اور اسم ملک کا منکر

اسم اللہ ذات اور اسم ملک کے منکر کے بارے میں سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان باخور حجۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اسم اللہ ذات اور اس کے ذکر سے منع کرنے والا دو حکمت سے خالی نہیں ہوتا، وہ منافق و کافر ہوتا ہے یا حاسد و منکر۔ (بین الفقر)

جو اسم اللہ ذات اور اسم ملک کا منکر ہے وہ ابھیل ہائی ہے یا فرعون۔ (مثل بیوار)

جسے اسم اللہ ذات اور اسم ملک پر یقین نہیں وہ منافق ہے۔ (نکح الفرقہ)

اگر کوئی تمام عمر روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، حلاوت قرآن پاک اور دیگر عبادات میں معروف رہے یا عالم و معلم ہن کر اہل فضیلت میں سے ہو جائے تکریم اللہ اور اسم ملک سے بے خبر رہے اور ان امام بارک کا ذکر نہ کرے تو اس کی زندگی بھر کی عبادت شائع اور برپا دھوکی اور اسے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ (بین الفقر)

قرآن پاک، احادیث شریف اور اولیا کا طین کے ارشادات اور تعلیمات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ جب تک سالک ذکر اور تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم ملک نہ کرے اس وقت تک دل پاک نہیں ہوتا، نہیں افسوس اور شیطان سے خالصی حاصل ہوتی ہے اور نہیں ظاہر اور باطن کے درمیان مناقبت کا پروڈھتا ہے خواہ سالک ساری عمر ظاہری عبادات میں معروف رہے، قرآن مجید کی حلاوت کرتا رہے، مسائل فقہ پڑھتا رہے یا زہد و ریاضت کی کثرت سے اس کی پیچھے گزری ہو جائے اور وہ سوکھ کر پاں کی طرح باریک ہو جائے۔ آج کل مادیت پرستی کے ذریعہ میں صدق المقال اور اہل الحصال نہیں رہا۔ لوگوں میں سلف صالحین کی طرح نیک اعمال، سخت محنتوں اور مجاہدوں کی توفیق اور بہت نہیں رہی۔ پابندی صوم و صلوٰۃ، اوایلی حج اور زکوٰۃ جیسے فرائض بھی روح سے خالی ہو چکے ہیں اور محض ایک نہائی اور رسی مظاہرے کی صورت میں ادا ہو رہے ہیں۔

بقول اقبیان:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے (باب جہیں)
اس صورت حال میں اللہ کا قرب و وصال پانے اور اس کے لیے ترکیہ نفس کا آسان ترین ذریعہ ذکر و تصور اسم اللہ ذات ہے۔ ذکر، تصور اور مشق مرقوم و ہجود یا اسم اللہ ذات اور تصور اسم ملک سے نفس مردہ ہو جاتا ہے اور قلب زندہ ہو جاتا ہے لہجی روح بیدار ہو جاتی ہے اور طالب مشاہدہ

حق تعالیٰ کھلی آنکھوں سے کرتا ہے لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ذکر و تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم مجدد صاحب مسٹی مرشد کامل اکمل ضروری قادری سے حاصل ہوا ہو۔

ایک ضروری بات

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان بالخور حمت اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں اسم اللہ ذات کا ذکر اتنی کثرت سے کیا ہے کہ تکرار محسوس ہوتی ہے لیکن یہ اس لیے ہے کہ آپ اسے فقر کا معدن اور قرآن قرار دیتے ہیں۔ آپ اسم اللہ ذات کی چاروں منازل اللہ، لہ، لہ، لہ اور سلطان الاذکار ہو کا بھی ذکر فرماتے ہیں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کتاب میں کسی جگہ بھی نہیں ذکر کا، نہیں تصور کا اور نہیں مشق مرقوم وجود یہ کے طریقہ کا ذکر کیا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ ضروری قادری مرشد کامل اکمل صاحب مسٹی کی بیعت اور اجازت کے بغیر ذکر، تصور اور مشق مرقوم وجود یہ اسی میں یہ ہے کہ سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان بالخور حمت اللہ علیہ بختناک کراپی کتب میں اسم اللہ ذات کی افادت کا کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ مرشد کامل کی راہبری کی اہمیت واضح کرتے ہیں۔ اس لیے ذکر و تصور اسم اللہ ذات کے لیے مرشد کامل اکمل صاحب مسٹی کی بیعت، صحبت اور گھرانی ناگزیر ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں تصور کے لیے اور جسم کے مختلف صور پر لکھنے کے لیے لفظ بھی ملتے ہیں جن میں قرآنی آیات درج ہوتی ہیں۔ ان کو سمجھنے کے لیے بھی مرشد کامل اکمل صاحب مسٹی کی راہبری ضروری ہے کیونکہ ان کا تعلق تعلیم باطن سے ہے اور راہ باطن میں جس کا مرشد ہوا اس کا مرشد شیطان ہوتا ہے۔ میں نے کچھ ایسے بیہمی دیکھے ہیں جو ضروری قادری ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے لیکن انہیں لفظوں کو تجویزیات کی صورت میں لکھ کر لوگوں کو دیتے اور مال کماتے تھے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ مرشد کے بغیر زہد و ریاضت سے اگر کسی پر باطن کا کوئی مقام کھل جائے تو رجحت اور شیعہ عقل کے لوث جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور اگر وہ برداشت کر لے تو ساری زندگی اسی مقام پر انکار ہوتا ہے۔ میری ملاقات ایسے دو شخص سے ہوئی ہے جن میں سے ایک پر کشف القبور کا مقام (جور و فقر میں راہبر کی طرح ہے) کھل گیا۔ کافی عرصہ تک وہ پیر بن کر لوگوں کو یقوقہ بنتا رہا اور آخر رجحت کا شکار ہوا۔ دوسرے شخص پر کشف القبور کھل گیا، وہ قبر میں مردوں کے برزخ کے حالات دیکھ کر روز بھی تارہ مرتا تھا اور بدیوں کا بیخبر باندھ کا تھا۔

اس راہ میں میرا ایک مشاہدہ یہ بھی ہے کہ اکثر لوگ خاص طور پر خواتین کسی سے من کریا اس کتاب سے پڑھ کر بہت سے خلاف یا اسم اللہ ذات کا ذکر اپنے طریقہ سے شروع کر دیتے ہیں۔ یہ ہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اصل روحاںی و مذاکف سیدہ پر سیدہ مختار ہوتے ہیں اس لیے کتب میں درج اکثر و خلاف صحیح نہیں ہوتے یا اُن کی عبارت کی کتابت میں غلطی ہوتی ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ تحریر کو صحیک سے پڑھنے میں غلطی ہو جاتی

ہے جس کے بعد وہ وظیفہ ہے سے فائدہ کی بجائے الالتفصال ہوتا ہے۔ خود سے وظیفہ کرنے والے جن لوگوں سے ملاقات ہوئی ان کو اکثر غربت، فاقہ کشی یا کسی پیاری میں دھلا پایا۔ اس میں بھی بھی محضہ ہے۔ ایک تو انہیں وظائف کے جانلی یا جمالی ہونے کا پتہ نہیں ہوتا اور درود مرشد کامل کے بغیر اس طرح کے وظائف کرنے سے تنگی حالات اور مشکلات کا ذکار ہو جاتے ہیں۔ وظائف کثرت سے کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات قریب ہونے لگتی ہے اور دنیا گھر سے بھائیتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور دنیا ایک دل میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ وظیفہ کرنے والے کو اس کا پتہ نہیں ہوتا اس لیے وہ پریشانیوں کا ذکار ہو چاتا ہے حالانکہ وظائف وہ مشکلات کے خاتمه اور حصول رزق کے لیے کر رہا ہوتا ہے۔ اگر وظائف کرنے سے آدمی امیر ہوتا یا دولت ملتی تو ملتا اور عامل حضرات سب سے زیادہ دولت مند ہوتے۔

جالی وظائف کرنے سے تو حالتِ حریث خراب ہو جاتی ہے۔ عامل حضرات جانلی وظائف کے ذریعے روحانی مؤکلات کو قابو کر کے ان سے کام لیتے ہیں۔ لوگوں کے شادی، اولاد، کاروبار، گھر بیوی بھگزوں جیسے مسائل حل کرنے جتنی کہ لا اگری اور بالذکر کا ثمرہ بتانے کا کام بھی مؤکلات کے ذریعے کرتے ہیں۔ یہ کفر اور شرک ہے۔ ان عامل حضرات کا انجام بڑا بھی اک اور درناک ہوتا ہے، بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ چونکہ یہ وظائف پورے نہیں پڑھ سکتے جو مؤکلات کی خوراک ہوتی ہے اس لیے آخری عمر میں ان کو درناک پیاریوں اور مشکلات میں دھلا پایا ہے۔

مرشد کامل کی راہبری میسر ہو تو وہ توازن کے ساتھ طالب کی استطاعت کے مطابق طالب کو منزل کی طرف لے کر بڑھتا ہے تاکہ وہ دین میں بھی ترقی کرے اور اس کے دنیاوی معاملات بھی ساتھ ساتھ پلٹے رہیں۔ مرشد کامل اکمل اس کے باطن کو اللہ کی طرف لے کر چلتا ہے اور جسم کو دنیا کے کاموں میں مشغول رکھتا ہے، یوں مرشد کی راہبری طالب کو تمام خطرات سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

باب 5

مرشد کامل

وسیلہ کا مفہوم اور شرعی حیثیت

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آتَوْا الْقُوَّةَ اتَّقُوا اللَّهَ وَإِنَّمَا الْوَسِيلَةُ لِمَنْ يَرِيدُ

ترجمہ: اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کی طرف وسیلہ پکڑو۔

اس آیت مبارکہ میں دو یاتوں کا حکم ہوا ہے: اول تقویٰ اختیار کرنا، دوم اللہ کی پیشان کے لیے وسیلہ پکڑنا، وہ حوصلہ نایا تلاش کرنا۔

تقویٰ کے لفظی معنی تو پرہیز گاری اور پارسائی کے ہیں لیکن اصطلاحی معنوں میں قلب کا اللہ تعالیٰ کے قریب ہونے کا نام تقویٰ ہے اور جس انسان کا قلب جتنا زیادہ قرب الہی میں ہو گا وہ اتنا ہی زیادہ متقیٰ یا صاحب تقویٰ ہو گا۔ تقویٰ انسان کی باطنی کیفیت ہے اور اس کی ابنا دید اور انجی ہے۔ اس کی تصدیق اس حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تقویٰ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ول کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "تقویٰ یہاں ہوتا ہے۔"

وسیلہ کا لفظی معنی واضح راستہ اور ایسا ذریعہ ہے جو منزل مقصود تک پہنچانے اور اس حد تک معاون و مددگار ہو کر حاجت مند کی حاجت باتی نہ ہے اور اس وسیلہ کی بدولت وہ مقصود زندگی حاصل کر کے مطمئن ہو جائے۔ اسان العرب میں وسیلہ کی تعریف یوں کی گئی ہے:

جَسْ كَمْ ذَرِيعَةً كَمْ دُورَىٰ چِيزَ كَأَقْرَبَ حَاصِلَ كَيَا جَاءَ اَسَهْ وَسِيلَهَ كَيْتَهْ هِيَنْ

شرعی اصطلاح میں وسیلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے کسی ایسی سہی کو وسیلہ بنایا جائے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک

محبوب اور پر ندیدہ ہو، جس نے راہ سلوک ملے کیا ہوا اور اس راست کے شیب و فراز سے واقف ہو۔ تصوف میں وسیلہ سے مراد مرشد، بادی، شیخ یا پیر ہے جو خود شناسائے راہ ہو اور راہ فقر کی منزیل میں ملے کرتا ہو اور یہ قدس تک پہنچ چکا ہو اور اب اس قابل ہو کہ امت کے ہاتھ و خام عوام کی راہنمائی کر کے اپنی روحانی قیادت میں انہیں شیطانی و سادوس و خطرات اور نفس کی تباہ کاریوں اور کاذبوں سے بچا کر اللہ کے قرب میں لے جاسکے۔ اس صورت میں مذکورہ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہو گا ”اے لوگو! اسی بادی کامل (مرشد کامل اکمل) کی تلاش کروتا کہ رب تک پہنچ سکو۔“

بعض لوگ افظو و سیلہ سے مراد ایمان لیتے ہیں لیکن یا یکہنا اللہ یعنی افئہم اکٹھا کا خطاب ہی ان لوگوں سے کیا جیا ہے جو ایمان لا چکے ہیں۔ اس لیے یہاں ایمان تلاش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لہذا یہ رائے کہ وسیلہ سے مراد ایمان ہے، درست نہیں ہے۔ کچھ لوگ وسیلہ سے مراد عمل صالح لیتے ہیں لیکن اس رائے کے خلاف یہ دلیل ہی کافی ہے کہ آیت کریمہ میں وسیلہ ڈھونڈنے یا تلاش کرنے کا حکم ملا ہے۔ اعمال پر نکلہ غیر مرثی (جو نظر نہ آتے ہوں) ہوتے ہیں اس لیے انہیں تو ڈھونڈنے انہیں جا سکتا لہذا وسیلہ سے مرشد کامل مراد یہی مناسب ہے کیونکہ مرثی اور محسوس ہونے کی وجہ سے اسے ڈھونڈنا جاسکتا ہے۔ اس رائے کو ترجیح دینے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ تمام اعمال صالح اس قابل نہیں ہوتے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب و حضور اور مشاہدہ حق تعالیٰ کا وسیلہ ہیں لیکن بکہ وہی اعمال یہ مقام و مرتبہ حاصل کرتے ہیں جو غور و تکبر، حسد و کدورت، خود پسندی و ریا کاری اور خمود و تماش کی آلاتشوں سے پاک ہوں۔ ان آلاتشوں اور غلطتوں سے وہی اعمال پاک رہ سکتے ہیں جو مرشد کامل کی زیر تربیت اور اس کی (ظاہری و باطنی) تکرانی میں ترکیہ نفس کے بعد انجام دیئے گئے ہوں۔ اس لیے یہ زیادہ مناسب ہے کہ وسیلہ سے مراد بادی سادق یعنی مرشد کامل اکمل لیا جائے اور اس آیت کریمہ کا مطلب یہ ہوا کہ مرشد کامل کی تلاش میں شستی نہ کروتا کہ وہ تمہیں اپنی نگاہ کیسا اثر، نورانی صحبت و قرب اور روحانی اثرات و نیوپنات سے منزل مقصود تک پہنچا دے اور تمہارا ترکیہ نفس اس طرح کرے کہ تمہارے سب اعمال پاکیزہ ہو کر ہار گا ہاں میں تقویت کے لائق ہو جائیں۔ بقول شاعر:

♣ اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہیں ملتا یہ اللہ والے ہیں جو اللہ سے ملادیتے ہیں

اقبال فرماتے ہیں:

♣ اگر کوئی شبب آئے میر شبانی سے کلپی دو تدم ہے (ہال جیل)

حضرت شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جو اہل طریقت اور اہل حدیث دونوں میں مقبول ہیں، بھی وسیلہ سے مراد شیخ (مرشد) لیتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ کے پوتے شاہ اسماعیل جو مخالفین تصوف کے امام مانے جاتے ہیں، بھی اپنی کتاب ”مشیح امامت“ میں قرآن کے اس لفظ سے مراد شیخ لیتے ہیں۔ وہ اس آیت مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

♣ مراد از وسیلہ شنخ است کا قرب الی اللہ باشد در منزلت۔

ترجمہ: وسیلہ سے مراد و شخص ہے جو اقرب الی اللہ ہو یعنی مقرب بارگاہ ہو۔

درج ذیل آیت میں افظو و سیلہ کے معنی خود اللہ تعالیٰ نے صاف بتا دیئے ہیں اور شیخ و شہزادی گنجائش نہیں رکھی:

أولئك الذين يدعون بيتَنْعُونَ إِنَّ رَبَّهُمُ الْوَسِيلَةُ إِلَيْهِمْ أَقْرَبٌ (سورة اسراء - 57)

ترجمہ: وہ لوگ جنہیں یہ مشرک پکارتے ہیں وہ خود حوصلتے ہیں اپنے رب کی طرف سیلہ کہ کون سا بندہ اللہ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ اس آیت کی تفسیر شاہ اسماعیل جیسے سخت گیر اپنی کتاب متصوب امامت میں یوں بیان کرتے ہیں:

♦ **وَاقْرَبُ إِلَى اللَّهِ بِالْعَبْدِ وَمِنْزَلَتِ الْأُولَى رَسُولُهُ أَمْسَتِ بِعِدَازِ الْأَمَامِ كَذَّابَهُ اُوْسَتِ**

ترجمہ: اور مقام کے لحاظ سے اقرب ای اللہ سب سے پہلے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور انکے بعد وہ امام جوان کے نائب ہیں۔ ان احادیث مبارکہ میں بھی مرشد کی تلاش کا حکم ہے:

♦ **الرَّفِيقُ ثُمَّ الظَّرِيقُ**

ترجمہ: پہلے رفیق تلاش کرو پھر راستہ چلو۔

♦ **لَا دِينَ لِهِنَّ لَا شَيْخَ لَهُ**

ترجمہ: اس شخص کا دین ہی نہیں، جس کا شیخ (مرشد) نہیں۔

♦ **مَنْ لَا شَيْخَ يَتَّخِذُهُ الشَّيْطَانُ**

ترجمہ: جس کا مرشد نہیں شیطان اسے کھیر لیتا ہے۔

♦ **مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي غَنِيمَةٍ تَبَيَّنَ مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً** (سلیمان 4793)

ترجمہ: جو شخص اس حالت میں مر اکے گردن میں امام وقت (مرشد کامل) کی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مرا۔

♦ **مَنْ مَاتَ يَغْنِي إِلَامُهُ مَاتَ مَيْتَةً جَاهِلِيَّةً** (مسند احمد 12144)

ترجمہ: جو شخص امام (مرشد) کے بغیر مرا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

♦ **الشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ گُنْيَى فِي أَقْرَبِهِ**

ترجمہ: شیخ (مرشد کامل) اپنی قوم (مریدوں) میں ایسے ہوتا ہے جیسے کہ ایک نبی اپنی امت میں۔

آج تک کسی ولی کامل کو ولایت، معرفت الہی اور مشابہۃ حق تعالیٰ بغیر کامل اکمل مرشد کی تربیت کے حاصل نہیں ہوا۔ امام غزالی درس و مدریں کا سلسلہ چھوڑ کر حضرت فضل بن محمد فارمی رحمۃ اللہ علیہ کی قربت اور علامی میں ن آتے تو آج ان کا شہرہ نہ ہوتا، مولا ناروم اگر شاہ شمس تمہری کی غلامی اختیار نہ کرتے تو انہیں ہرگز یہ مقام نہ ملتا، علام اقبال کو اگر مولا ناروم سے روحاںی فیض نہ ملتا تو وہ گل و طبل کی شاعری میں ہی الجھ کر رہ جاتے۔ اس طرح کی سیکنڈوں مشاہیں موجود ہیں۔ قصہ مختصر ک فقرہ طریقت کی تاریخ میں آج تک کوئی بھی مرشد کی رہنمائی اور بیعت کے بغیر اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکا۔

قرآن و سنت میں بیعت کا ثبوت

مرشد کامل اکمل سے بیعت اواز ماتو دین میں بنیادی حیثیت کی حامل ہے اور اس کی گواہ خود قرآن اور حدیث کی تمام کتب ہیں۔ ہر مسلمان کے لیے قبل اس کے کوہ دین کے باقی اواز مات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، توحید و غیرہ کو سمجھئے اور مدارج ایمان میں ترقی کرے، جیسا اکرم ﷺ سے بیعت کرنا لازم تھا۔ جیسا ﷺ پر ایمان لانے اور کلمہ توحید زبان سے پڑھ لینے کے باوجود کوئی مسلمان مسلمان قرار نہیں دیا جاتا تھا جب تک کہ وہ بیعت نہ کرے۔ میں بیعت اقرار توحید و رسالت کے ساتھ لازم و ملزوم قرار دی گئی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کوئی عمل بے حکمت اور بے سبب نہیں ہے اور ہر عمل میں امت کے لیے کوئی نہ کوئی رہنمائی کا پہلو بھی پوشیدہ ہے۔ چنانچہ ایمان کے زبانی اقرار کے ساتھ ہی بیعت کو لازم و ملزوم قرار دینا اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ جیسا ﷺ کے تواریخ فیض کا حصول اور ان کی رہنمائی میں مدارج ایمان کی تکمیل بیعت کے بغیر ممکن نہیں۔ اس بات میں بھی تک دشہ کی کوئی خطا نہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے بیعت کو اقرار توحید کے ساتھ لازم قرار دیا تو صرف اللہ کے حکم کے مطابق کیونکہ جن کے متعلق قرآن گواہی دے رہا ہے کہ:

♦ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْحَقِّ أَنْ هُوَ إِلَّا وَحْدَهُ يَكُونُ (سورہ الحم ۴-۳)

ترجمہ: اور وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں فرماتے بلکہ ان کا کلام تو صرف وحی الہی ہوتا ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔

ان کا کوئی بھی مثل اپنی مرضی سے کیسے ہو سکتا ہے؟ یقیناً ان کا ہر عمل بھی وحی الہی کے مطابق ہی ہوگا اور یوسف ہی بیعت بھی حکم الہی کے مطابق ہی ہوگی اور یقیناً توحید و رسالت کے اقرار کی طرح انتہائی اہم اور دین کی تکمیل میں لازم ہوگی ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدد و نورت کے اقرار ایمان کے ساتھ ہی اس سے بیعت نہ لیتے۔ مزید برآں بیعت کا تعلق سنت حدیثی سے ہے جن کا تاریک مکررین اسلام میں شامل ہوتا ہے کیونکہ بیعت ان سنتوں میں شامل ہے جو دن کے ادکام سے وابستہ ہیں اور جس کا ذکر قرآن میں بھی بڑے واضح الخاتا اور حکمت کے ساتھ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ إِنَّ الَّذِينَ يَتَأْمِنُونَ بِالْأَنْتَامِ إِنَّمَا يَتَأْمِنُونَ لِلَّهِ إِنَّ اللَّهَ فَوْقَ أَيِّدِيهِمْ فَمَنْ تَكَفَّرْ فَإِنَّمَا يَتَكَفَّرُ عَنْ نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَ بِعِهْدِ

عَهْدَ اللَّهِ فَسَيُؤْتَى بِهِ أَجَراً حَقِيقَةً (سورة الحج ۱۰-۱۱)

ترجمہ: بے شک جو لوگ آپ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جس نے توڑ دیا اس بیعت کو تو اس کے توڑ نے کاوا بال اس کی اپنی ذات پر ہو گا اور جس نے پورا کیا اس عبد کو جو دس نے اللہ تعالیٰ سے

۱۔ نبیش الباری شرح مسیح بخاری میں محدث رسول اللہ کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں۔ سن حمدی اور سن زوالی۔ سن حمدی کا تعلق راہ ہدایت و عداوات سے ہے اور ان کا ذکر قرآن پاک میں بھی موجود ہے جیسے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، حج بونا وغیرہ۔ ان کا مکرر قرآن و سنت کا مکرر ہے۔ سن زوالی وہ عنتیں ہیں جن کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ آله وسلم کی روز مرزاگانی سے ہے۔ مثلاً نشت و برخاست، آواب، کٹکلو وغیرہ۔ ان کو اختیار کرنا مستحب ہے لیکن ان کو ترک کرنا ناجائز ہے۔

کیا تو وہ اس کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

اس آیت مبارکہ سے جہاں رسول اللہ ﷺ کی عظیم ذات کا اعلیٰ ترین رتبہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا نسل اللہ کا عمل ہے، ان سے تعلق اللہ سے تعلق ہے، ان سے بیعت اللہ سے بیعت ہے وہیں بیعت کے عمل کی عظمت اور فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ نے اس کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ اپنی ذات سے بھی منسوب کیا کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرتے ہیں وہ درحقیقت ان کے وسلے سے اللہ کے ساتھ بیعت کرتے ہیں۔ یوں بیعت لینے کا مغل صرف سنت رسول ﷺ ہی نہ ہوا بلکہ سنت الہی بھی ہوا۔ پورے قرآن میں دین کے کسی دوسرے جزا اور عبادات کو اللہ نے اپنی ذات سے منسوب نہیں کیا سوائے درود پاک کے کہ ”اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجو۔“ البت درود پاک اللہ کی سنت تو ہے تکین نبی ﷺ کی سنت نہیں کیونکہ انہوں نے خود اپنے آپ پر درود نہ بھیجا۔ اور مگر تمام عبادات سنت رسول ﷺ تو ہیں تکین سنت الہی نہیں۔ پس بیعت دین کا وہ واحد جز ہے جو سنت رسول ﷺ پر بھی ثابت ہوا اور سنت الہی بھی۔

مندرجہ بالا سورۃ فتح کی آیت 10 کے مطابق بیعت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اللہ سے عہد اور وعدے کی ایک صورت فراز دیا ہے۔ کیونکہ بیعت اللہ سے ایک عظیم عہد ہے اور اس سے رشتہ جوڑنے کا ذریعہ بھی ہے اس لیے اللہ نے اس عہد کو نجحانے کی سخت تاکید کی ہے، اس کے توڑنے پر پرکش کی تعبیر بھی کی ہے اور نجھانے پر اجر عظیم کا وعدہ بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ وَأُفْوَا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا أَغْهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ تَغْدِيرًا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا (سورۃ الحج ۶۱)

ترجمہ: اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب تم نے اس سے عہد کر لیا ہے اور اپنی قسموں کو انہیں پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو، اور حقیقت تم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ نہ لیا ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

♦ وَأُفْوَا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْلُولًا (سورۃ ابراءات ۳۴)

ترجمہ: اور پورا کیا کرو اپنے وعدہ کو، بے شک ان وعدوں کے یارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ بیعت اللہ کی رضا کا اور مومنین کے دل کی تسکین کا ذریعہ بھی ہے کیونکہ یہ ان کے اللہ سے رشتہ اور تعلق قائم ہونے کی دلیل ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

♦ لَقَدْ رَحِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا يَأْتُهُمْ نَكْثَتُ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِ فَأَلْزَلَ الشَّكِينَةَ عَلَيْهِ (سورۃ الحج ۱۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہو گی جس وقت وہ آپ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، لہس ان کے دلوں میں جو کچھ تھا (اللہ نے) جان لیا، پھر ان پر خاص تسکین نازل فرمائی۔

قرآن کے ساتھ ساتھ کثیر منفرد علمی احادیث مبارکہ جو ترقیاتی اسلام مختصر کتب احادیث میں روایت کی گئی ہیں، بھی بیعت کے عظیم سنت

رسول ﷺ نے اپنے بیویوں کا شہوت ہے۔ آغازِ اسلام میں جب مدینہ سے پکھو و فو دمکہ آئے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو جن افراد نے پہلے سال دعوت حق کو بیک کہا ان کی بیعت "بیعت عقبہ الائی" کے نام سے اور دوسرے سال بیعت کرنے والوں کی بیعت "بیعت عقبہ ثانی" کے نام سے مشبورو معروف ہے۔ حضرت اکعب بن مالک رض نے اس بیعت کے تعلق فرماتے ہیں:

➊ جب وہ رات آئی جس کا آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا تھا تو ہم شروع رات میں سو گئے۔ جب لوگ گھری خند سو رہے تھے تو ہم اپنے بستروں سے اٹھے جتی کہ وادی عقبہ میں اکٹھے ہو گئے اور کوئی دوسرا آدمی آپ ﷺ کے ساتھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے گفتگو فرمائی اور دعوت اسلام دی۔ انہیں اسلام کی رغبت دلائی اور قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ یعنی کرب نے دعوت قبول کر لی اور آپ ﷺ کی بیعت کرنے کے لیے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنا دست القدس بڑھائیں، ہم آپ ﷺ کی بیعت کرتے ہیں۔ ”رسول کریم ﷺ نے فرمایا“ تم اپنی قوم میں سے بارہ تیب نکالو۔ ہم نے ہرگز وہ سے ایک ایک تیب نکالا اور سب نے آپ ﷺ کی بیعت کی۔ (صحیحخاری)

لہذا انسان کامل (مرشد کامل) کے باتھ پر بیعت کرنا قرآن و سنت سے ثابت ہوا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیعت ضروری ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کے ساتھ بھی بیعت کی وہی اہمیت ہے بلکہ پہلے سے زیادہ ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری غیر موجودگی میں بیعت اور وسیلہ کی زیادہ ضرورت ہے۔

سورہ الفتح کی آیت نمبر 10 میں اللہ کریم نے صحابہ کرام کو بتایا کہ وہ یہ سمجھیں کہ انہوں نے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باتھ میں باتھ دیا ہے بلکہ یہ سمجھیں کہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کے باتھ میں اپنا باتھ دیا ہے اور اللہ سے بیعت کی ہے۔ بعد والوں نے صحابہ کرام سے بیعت کی اور دو واسطوں سے خدا تک پہنچ۔ پھر یہ واسطے اور وسیلے برداشتے گئے یہاں تک کہ چودہ صد یوں سے زائد عرصہ بیت گیا۔ اب اگر کوئی ایسے مرشد کامل اکمل کے باتھ پر بیعت کرتا ہے تو بے شمار واسطوں اور وسیلوں سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ وہ پاکیزہ اور کامل اکمل لوگ جو سلسلہ درسلسلہ بیعت ہوتے آئے جیسے ان کا شجرہ فقر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسے پر گزیدہ صفات لوگوں کو شیخ انصال کہتے ہیں اور ان کے درمیان کسی جگہ اقطاع نہیں ہوتا۔ ایسے کامل حضرات جس خوش بخت آدمی کو بیعت کر لیں اس کی روحانی نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قائم ہو جاتی ہے اور فقر کی رو سے بھی سمجھا جاتا ہے گویا اس نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کی ہے اور آپ کے وسیلے سے اللہ تک پہنچ گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے ان خلفاً اور ناسیخین سے بیعت اور وقاری کی تلقین کی ہے:

➋ عَنِ التَّقِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسْوِهُمُ الْأَنْبِيَاٰ كُلُّنَا حَلَّكَ تَبَّٰٰ وَإِنَّهُ لَا يَنْجِي بَعْدِنِي وَسَيَكُونُ خُلَفَاً فَيُكَثُرُونَ قَالُوا فَقَاتَ أَمْرُؤَنَا قَالَ: فُوَا بِكَتِيعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ أَعْظُوهُمْ حَقَّهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ سَاءِلُهُمْ عَنِّا إِنْتَعَاهُمْ (بخاری 3455)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”نبی اسرائیل کے انجیان کی سیاسی راہنمائی بھی کیا کرتے تھے۔ جب بھی ان کا کوئی نبی ہاں

ہو جاتا تو وسرے ان کی جگہ آجاتے لیکن یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ باں میرے خلاف ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ ”صحابہ نے عرض کیا کہ ان کے متعلق آپ کا ہمیں کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”سب سے پہلے جس سے بیعت کرو اس کی وفاداری پر قائم رہو اور ان کا جو حق ہے اس کی ادائیگی میں کوتا ہی نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے دن ان کی رعایا کے بارے میں سوال کرے گا۔“

بیعت کی اقسام

بیعت کی کئی اقسام ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1) بیعت اسلام: اسلام قبول کرتے وقت گلہ تو حیدر و سالت پڑھنے کے ساتھ مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت بھی کرتے۔ یہ بیعت اسلام کہلاتی ہے۔

2) بیعت توبہ و تقویٰ: پچھلے گناہوں سے مکمل تائب ہو کر شریعت کی مکمل پابندی کے ساتھ ساتھ قرب الہی کی نیت سے تقویٰ اختیار کرنے کا عہد کرنا بیعت توبہ و تقویٰ کہلاتا ہے۔ اسی بیعت کے بعد روحانی ترقی کا سفر شروع ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں اکثر بیعت اسلام میں ہی بیعت توبہ و تقویٰ بھی شامل ہوتی تھی لیکن کثیر احادیث اس بات پر شاہد ہیں کہ کئی مومنین اور مومنات نے قبول اسلام کی بیعت کے بعد بیعت توبہ و تقویٰ خصوصی طور پر علیحدہ سے بھی کی۔ موجود دور میں مسلمان مرشدکامل اکمل کے دست مبارک پر روحانی ترقی کے ذریعے قرب الہی کے حصول کے لیے بیعت کرتے ہیں وہ بیعت توبہ و تقویٰ ہی ہوتی ہے۔

3) بیعت خلافت: جو بیعت مسلمان خلیفہ کے ہاتھ پر اس بات کی علامت کے طور پر کی جاتی ہے کہ ہم نے مستحق طور پر اس خاص شخص کو اپنا حاکم تعلیم کر لیا ہے۔ بیعت خلافت کہلاتی ہے۔ حضرت امام حسن عسکری کے دورانیک بیعت خلافت اور بیعت توبہ و تقویٰ اکٹھی رہیں لیکن بعد میں علیحدہ علیحدہ کروی لیں۔

4) بیعت سمع و طاعت: اپنے امام، خلیفہ یا مرشد کی ہر بات کو سننے اور ماننے کا عہد کرنا بیعت سمع و طاعت کہلاتا ہے۔ احادیث پاک سے اس بیعت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

5) بیعت جہاد: اسلام کے لیے خطرہ بننے والی قوتیوں کے خلاف جہاد کا آغاز کرنے سے قبل اپنے امیر کے ہاتھ پر اپنی جان قربان کرنے کا عہد بیعت جہاد کہلاتا ہے۔ یہ بیعت بھی مسلمان اشکریوں میں کافی درستگاری رہی۔

6) بیعت تصوف: بیعت توبہ و تقویٰ کی ہی ایک صورت ہے جو صوفی کرام کے اسے جاری رکھنے کی وجہ سے بیعت تصوف کہلاتے ہیں۔ اس کا مقصد بھی مرید کا ترکیہ نفس و تصریح قلب کی نیت سے خود کو اپنے مرشد کے حوالے کرنا ہے جس کے بعد اس کا روحانی سفر شروع ہوتا ہے اور وہ گزشتہ زندگی کے گناہوں سے تائب ہو کر تقویٰ یعنی قرب الہی کی منازل طے کرتا ہے۔

بیعت اسلام اس وقت متزوک ہو گئی جب خلائے راشدین کے زمانے میں فتوحات ہڑھنے سے ہڑے ہڑے علاقے اور لاکھوں کی

تحداو میں لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ کیونکہ اس وقت اس بات کا امتیاز انہوں نے کیا تھا کہ کون خالص ایمان لانے کی غرض سے دین میں داخل ہو رہا ہے اور کون محض خوف و غلبہ و شوکت اسلام کی وجہ سے۔ البتہ اس وقت بیعت خلافت رائج رہی جو اس خلیفہ کے ہاتھ پر کی جاتی تھی ہے مختلف طور پر مسلمانوں کے امیر کے طور پر چننا جاتا تھا۔ دور دراز کے علاقوں کے ممززین اپنے علاقہ کے تمام لوگوں کے نمائندہ کے طور پر حاضر ہو کر سب کی طرف سے بیعت کرتے۔ چونکہ خلفاء راشدین ہی اپنے عبد خلافت میں مسلمانوں کے امام، مرشد کامل اور خلافت و ولایت کاملہ پر فائز ہوتے تھے اس لیے بیعت خلافت میں ہی بیعت توپ و تقویٰ بھی شامل ہوتی تھی۔ یعنی مسلمانوں کا خلیفہ ہی ان کا فرمایہ وابھی ہوتا تھا اور بالطفی فیض رسائی بھی اور وہی ان کی روحانی منازل بھی ٹیک رہا تھا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مومنین کے لیے ظاہری فلاحی ریاست بھی قائم کی اور بالطفی فلاح کا بھی اہتمام کیا۔ خلفاء راشدین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل ترین فیض اور روحانی قوت و اختیار کے حامل تھے اس لیے خلافت و نیابت رسول ﷺ کے ظاہری و بالطفی فرائض بیک وقت بھاجاتے رہے۔ البتہ ان کے ہاتھ پر کی جانے والی بیعت میں اس بات کا امتیاز تھا کہ اہل شریعت کے لیے وہ صرف بیعت خلافت ہی تھی جبکہ اہل تقویٰ اور مومنین کے لیے وہ بیعت تقویٰ و توپ بھی تھی اور سب کو اپنے امیر کا فیض نیت بیعت کے مطابق ملتا تھا۔ تمام احادیث کی کتب میں محقق ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد تمام مسلمانوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور انہیں خلیفۃ الرسول اور رسول اللہ ﷺ کا نائب قائم کیا۔ بیعت لیتے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے الفاظ یہ تھے ”جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہوں تم میری اطاعت کرنا۔“ چنانچہ اس بیعت کو بیعت خلافت کے ساتھ ساتھ بیعت اطاعت رسول ﷺ اور بیعت توپ و تقویٰ بھی قرار دیا گیا۔

ای طرح حضرت انس بن مالک سے روایت ہے:

﴿ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو میں نے عرض کی ”اینا ہاتھ بڑا ہاگیں ناکر میں حسب استقطاعت اسی وطاعت پر بیعت کروں جیسا کہ آپ سے پہلے خلیفہ اول کی بیعت کی تھی۔ ”

حضرت سیم بن ابی عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمرا کا وفد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بھرا گیں گے، نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے، قیام رمضان کا اہتمام کریں گے اور بھوگیوں کی عید کو چھوڑ دیں گے۔ (مسند الدارمی)

تمام خلفاء راشدین سے جاری ہونے والے سلاسل تصوف بھی اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ خلافت کی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ امت کو روحانی فیض بھی پہنچاتے رہے اور آج تک پہنچا رہے ہیں۔ موجودہ دور تک پہنچنے والے سلاسل تصوف خصوصاً سلسلہ سروری قادری میں روحانی تربیت اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک ان چاروں خلفاء راشدین کا فیض طالب کو نہیں مل جاتا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نگاہ سے صدق، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ سے عدل و حکایہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نگاہ سے ادب و حیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نگاہ سے فقر بالطفی طور پر طالب کو عطا ہوتا ہے۔ جیسا کہ سلطان العارفین حضرت علی سلطان بالخور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو بھی طالب مولیٰ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ و آله وسلم میں داخل ہوتا ہے تو اس کے وجود پر چار نظرؤں کی تائیر ہوتی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نظر کی تائیر سے طالب مولیٰ کے وجود میں صدق پیدا ہوتا ہے اور کذب اور نفاق اس کے وجود سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی نظر سے طالب مولیٰ کے وجود میں عدل اور محاسبہ نفس کی تائیر پیدا ہوتی ہے اور اس کے وجود سے خطرات اور نفاسی خواہشات کمکل طور پر نکل جاتی ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کی نظر کی تائیر سے طالب مولیٰ کے وجود میں ادب اور حیا پیدا ہوتے ہیں اور اس کے وجود سے بے ادبی اور بے حیائی نکل جاتی ہے۔ حضرت علیؓ کی نظر سے طالب مولیٰ کے وجود میں عزم، ہدایت اور فخر پیدا ہوتا ہے اور اس کے وجود سے جہالت اور حب دینا نکل جاتی ہے۔ اس کے بعد طالب تلقین کے لاکن بنتا ہے اور حضور علیہ اصلوۃ والسلام اسے بیعت فرماتے ہیں اور مرشدی کے لازوال، الاتخاف و الاتحرن اور لا رجاعت مرابح تک پہنچاتے ہیں۔ (کلید اتو جید کام)

چنانچہ ان خلفائے راشدین کے فیض کا تسلسل ان کی حیات مبارکہ میں ان کی خلافت کے آغاز سے لے کر آج تک جاری ہے۔

آج کا مسلمان جو مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے مسلمان کھلاتا ہے، اسے اگرچہ بیعت اسلام کی ضرورت نہیں ہے لیکن حضور علیہ اصلوۃ والسلام اور خلفائے راشدین کے فیض کے حصول کے لیے بیعت توبہ و تقویٰ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے جس کے حوالے بغی کثرت سے سنت مبارکہ میں ملتے ہیں۔ سورۃ الفتح کی آیت 18 کا جو ووالہ پہلے دیا گیا ہے وہ بھی بیعت اسلام نہیں بلکہ اسلام لانے کے بعد موننوں کی حضور علیہ اصلوۃ والسلام سے ایک خاص امر پر بیعت ہے۔ احادیث مبارکہ میں بیعت توبہ و تقویٰ کے حوالے مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت عبادہ بن صامتؓ نے روایت ہے فرماتے ہیں:

قالَ رَسُولُ اللَّهِ يَا أَيُّهُ الْمُنْتَهَى وَحَوْلَهُ عِصَابَةً مِنْ أَنْجَاهِهِ تَأْبِعُونِي عَلَى أَنْ لَا تُفْرِكُوا بِالنُّوشَيْنَا وَ لَا تُنْشِرُ قُوَّا وَ لَا تُنْزِلُوا وَ لَا تُغْلِظُوا وَ لَا تُلْأِنُوا إِنْمَاتِي تَفْتَرُونَهُ تَبْنَى أَكْدِينَكُمْ وَ أَرْجِلَكُمْ وَ لَا تَعْصُو فِي مَعْرُوفٍ فِي مُنْكَرٍ فَأَنْجِزُهُ عَلَى اللَّهِ وَ مَنْ أَصَابَ مِنْ ذِلِّكَ شَيْئًا فَعُوَقِّبَ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ عَفَارَةٌ وَ مَنْ أَصَابَ مِنْ ذِلِّكَ شَيْئًا لَّمْ سَتَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ وَإِنْ شَاءَ عَفَاعَنْهُ وَإِنْ شَاءَ عَاقَبَهُ فَبِتَائِعَتِهِ عَلَى ذِلِّكَ (بخاری: 3892، مسلم: 4166، مکوہ، مدرس حامد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے، جب صحابہ کرامؓ کی جماعت آپ ﷺ کے پاس موجود تھی، فرمایا "مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ جو شر کیک نہ کرنا، چوری نہ کرنا، زنا نہ کرنا، اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا، کسی پر بہتان نہ لگانا اور کسی اچھی بات میں نافرمانی نہ کرنا۔ تم میں سے جو وفا نے عبد کرے گا اس کا ثواب اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم پر ہے اور جو کوئی ان میں سے کچھ (رام) کرے پھر اللہ تعالیٰ اس کی پر وہ پوٹی فرمائے تو وہ اللہ کے پر وہ ہے، اگر چاہے تو معاف فرمادے اگر چاہے تو سزا دے۔" (حضرت عبادہ بن صامتؓ نے فرماتے ہیں) چنانچہ ہم نے اس پر آپ ﷺ سے بیعت کی۔

ایہ بیعت صلح حدیث سے قبل حضور علیہ اصلوۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے اس وقت لی جب حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی خبر ان تک پہنچی، جو بات بیعت کے سلسلہ میں کافار کردے تھے گے تھے۔ یہ بیعت شہادت عثمان غنیؓ کا ہمارا لینے کا عہد تھا۔

حضرت عبادوہ بن صامت رض سے ہی روایت ہے:

تَأْيِيدُكَارِ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى الشَّجَاعَةِ فِي الْعُنْزِيرِ وَالْبُشْرِ وَالْنَّفِيطِ وَالْكَرْكَهِ عَلَى أَثْرِهِ عَلَيْنَا وَآنَّ لَا تَنَازَعَ الْأَمْرَ أَفْلَهَ وَآنَ نَقْوَلُ بِالْحَقِّ حِيثُ مَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللَّوْمَةِ لَا يُؤْمِنُ (ابن ماجہ 2866، مالکی 7199، بنی 4157)

ترجمہ: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی اور آسانی دونوں حالتوں میں سننے اور اطاعت کرنے پر بیعت کی اور خوشی اور ناخوشی میں اور اس حالت میں بھی کہ ہمارے اوپر دوسرے کو مقدم رکھا جائے اور ہم نے اس بات پر بیعت کی کہ جو شخص حکومت کے لائق ہے اس کی حکومت میں ہم بھگڑا نہیں کریں گے اور بھی بات کہیں گے جہاں بھی ہم ہوں۔ اور اللہ کے کاموں یا اللہ کی رضامندی میں کسی برا کہنے والے کی ملامت سے ہم نذریں گے۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تَأْيِيدُكَارِ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (بنی 7575)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔ یہ حادیث مبارکہ مسلمانوں کے اسلام قبول کر لینے کے بعد بیعت توہہ و تقویٰ کا ثبوت ہے اور یہی صوفیٰ کرام اور مشائخ عظام کی بیعت کی اصل اور بنیاد ہیں کیونکہ بزرگان دین کی بیعت کا مقصد یہی ہے کہ ایک مسلمان جو پہلے ہی اسلام کے دائرے میں داخل ہے وہ گناہوں سے تحقیقی توہہ کرے، ذکر الہی اور عبادت میں کمرہت باندھے، دنیاوی لذتوں سے کنارہ کش ہو کر جو عالمی اللہ کرے اور صبر اور ثابت قدمی سے روحانیت کی منزلیں طے کرے۔

بیعت توہہ و تقویٰ موتیں میں دین میں ترقی کی غرض سے ہمیشہ اور ہر حال میں جاری رہی ہے، اس میں حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام سے لے کر آج تک بھی بھی کہیں بھی انقطاع نہیں آیا۔ البتہ زماں کی ضرورت کے حساب سے اس کی صورتیں بدلتی رہی ہیں۔ اس کی اولین صورت تو وہی ہے جو سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ فلینڈ و امام کے درست مبارک پر بیعت کی جائے۔ بیعت کی صورت خلافت راشدہ میں بھی جاری رہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد جب حضرت امام حسن رض نے چند ماہ کے لیے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو انہوں نے بھی بیعت خلافت و بیعت توہہ و تقویٰ اکٹھی لی۔ لیکن یزید نے جس طرح بیعت کے معاملہ پر فساد برپا کیا اور نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیٹہ پر جس قدر ظلم و ستم ڈھایا اس کے بعد مشائخ عظام نے مصلحت اسی میں بھی کہ بیعت خلافت کو بیعت توہہ و تقویٰ سے بالکل علیحدہ کر دیا جائے۔ یوں بھی اس وقت سے ظاہری خلافت ایسے حکمرانوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو امت کو کسی طور بھی روحانی فیض پہنچانے کے لائق نہ تھے بلکہ ان کے دین کے لیے نقصان دہ تھے، ان سے تو بیعت توہہ و تقویٰ کرنا جائز ہی نہ تھا اسی لیے حضرت امام حسین رض نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ حضرت امام حسین رض کی شہادت کے بعد بیعت خلافت اور بیعت توہہ و تقویٰ جدا جدا ہو گئیں۔ بیعت خلافت حکمرانوں کے پاس چلی گئی اور بیعت توہہ و تقویٰ کامل اکمل اولیا کے پاس۔ حضرت خواجہ حسن بصری رض نے بیعت توہہ و تقویٰ کی صورت کو بھی تبدیل کر دیا

تاک حکمران اس کو بیعت خلافت سمجھ کر اپنے خلاف خطرہ نہ سمجھ لیں۔ پس انہوں نے دست بیعت کرنے کی بجائے اپنے مریدین کو خرقہ یا عاصمہ عطا کرنا شروع کر دیا جو اسی بات کی عالمت تھا کہ اب یہ شخص ان کا ارادت مند ہے اور ان سے فیض حاصل کرنے کا حقدار ہے۔ خرقہ عطا کرنا بیعت توبہ و تقویٰ کی ایک مصلحتی اختیار کی گئی صورت تھی لیکن اس کی غرض دعا بریت و ہی تھی جو بیعت توہ و تقویٰ کی تھی یعنی انہوں سے تائب ہو کر اللہ کی طرف رجوع کرنا۔

حضرت شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ اس نورانی اور محببرک زمانے کے ختم ہونے کے پچھے عرصہ بعد تک بھی یہ بیعت (توبہ و تقویٰ) اپنی اصل شکل میں جاری نہ ہو سکی کیونکہ اس بات کا خوف تھا کہ اس سے قند و فادہ بدل کر اٹھے اور ایسا نہ ہو کہ اس بیعت پر بیعت خلافت کے ساتھ ملاوط ہونے کا گمان کیا جائے اور اس غلط گمانی کی بنا پر لوگوں کو ناچن ایذا پہنچائی جائے۔ چنانچہ اس زمانے میں حضرت خواجہ سن بصری ﷺ اور اُن کے خلفا اور بعد کے صوفی کرام نے خرقہ دینے کو قائم مقام بیعت قرار دیا تھا لیکن جب ایک مدت بعد حکمرانوں، بادشاہوں اور سلطنتیں سے رسم بیعت محدود ہو گئی اور وہ تمام اندیشہ جاتے رہے تو صوفی کرام نے اس مردوں سنت کو زندہ کیا اور بیعت تقویٰ کو جاری کر دیا۔ صوفیائے کرام ہی کے اسے زندہ کرنے کی بنا پر بیعت تقویٰ انقطاع عن ماسومی اللہ کے دیگر لوازمات کو اپنے ساتھ شامل کر کے بیعت تصوف کے نام سے مشہور ہو گئی۔ (جز دراں) ﴾

شیخ الشیوخ حضرت شباب الدین سہروردی رضیہ فرماتے ہیں:

﴿ خرقہ پوٹی یا خرقہ شیخ اور مرید کے مابین ایک رشتہ ارتکاط ہے۔ خرقہ پوٹی میں بیعت ہے، اس طرح خرقہ محبت شیخ کے حصول کی دلیل ہے اور مقصود گلی وہی صحبت شیخ اور اس کی یقینی ہے۔ (مورف المعرف) ﴾

پس بیعت توبہ و تقویٰ ایسی عظیم سنت مبارک ہے جو ہر دور میں کسی نہ کسی صورت میں جاری و ساری رہی ہے اور آپ ﷺ کے خلفا اور وارثین صوفی کرام ہی اس سنت مبارک کو ہمیشہ زندہ و قائم رکھتے والے ہیں۔ بیعت توبہ و تقویٰ کو واپس اس کی اصل صورت میں جاری کرنے کا سہرا بھی دین کو دوبارہ زندہ کرنے والے الحنفی الدین حضرت شیخ سید عبدال قادر جیلانی ﷺ کے سرہ ہے۔ حضرت شیخ سید عبدال قادر جیلانی ﷺ کو اپنے مرشد حضرت ابوسعید مبارک مخزوہی پیشی سے خرقہ ہی عنایت ہوا تھا جسے عنایت کرتے وقت حضرت ابوسعید مبارک مخزوہی پیشی نے فرمایا "اے عبد القادر ای خرقہ جتاب سرور کائنات ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا، انہوں نے خواجہ سن بصری ﷺ کو عطا فرمایا اور ان سے دست بہست مجھے تک پہنچا۔" (جہنم، الامداد)

حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی ﷺ آسمان و ایت کے آنکھ اور قوت و تصرف کے پہاڑ ہیں۔ اللہ نے ان کو اس قدر اختیار اور قدرت عطا کی کہ اس دور کے عبادی خلانا آپ ﷺ کے بیعت کو دوبارہ اس کی اصل صورت میں رانج کرنے پر کوئی اعتراض نہ کر پائے اور اب یہ بیعت توبہ و تقویٰ آئی کے زمانہ تک بھی اپنی اصل صورت میں جاری ہے۔

شیخ ندوی اپنی کتاب "رجال الفرقۃ الدعوۃ فی الاسلام" میں فرماتے ہیں:

شیخ عبدال قادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت اور توبہ کے دروازہ کو کھولا جس میں تمام عالم اسلام کے کونے کونے سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبید و میثاق کی تجدید یہی کی اور یہ عبید کیا کہ وہ شرک کریں گے نہ قلم کریں گے، نہ فیض و فنور اور بدعتات کا ارتکاب کریں گے، نہ قلم کریں گے نہیں اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھیں گے۔ فرانش کوتزک نہیں کریں گے اور دنیا کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیں گے اور نہ یہ آخرت کو بھولیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ و آللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسالت اقدس پر جس دروازہ کو کھولا تھا اس میں بے حد و حساب مطلق داخل ہوئی۔ ان کے اعمال و احوال بہتر ہو گئے اور وہ بہترین مسلمان ہن گئے۔ سیدنا غوث العظیم صلی اللہ علیہ و آللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تربیت و تکمیل اور معاشرہ کا اہتمام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ و آللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی شاگرد بیعت اور تجدید ایمان کے بعد معاشرہ کے ذمہ دار افراد ہن گئے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ صوفیا کرام کی اس بیعت و تجدید کا انفرادی اور اجتماعی ترقی کی نفع اور اصلاح پر انجام لائی گئی تھی۔

مندرجہ بالا تمام حوالوں سے یہ بات پایہ شہوت کو پہنچ لئی کہ بیعت توبہ و تقویٰ نہ صرف قرآن و حدیث کی رو سے منت عالیہ کی حیثیت رکھتی ہے بلکہ منت صحابہ کرام صلی اللہ علیہ و آللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت اولیاء اللہ بھی ہے اور دین کے تمام بنیادی اواز میتھی تو حبیب، تماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، جہاد کی طرح آج تک تسلی سے جاری و ساری ہے۔ البتہ تفصیل علم و عمل اس کی اہمیت کو نظر انداز کرتے ہوئے اس پر بے جا اختراضات گھرتے اور اسے اپنی جہالت کے باعث کفر و شرک تک قرار دیتے ہیں۔ ان کی حکیمی میں یہ بات نہیں پڑتی کہ قرآن و حدیث اور اکابرین امت سے ثابت کسی بھی عمل کو کفر و شرک قرار دینا بجائے خود سب سے بڑا اثر اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ **أَفَتُؤْمِنُونَ بِيَعْصِيِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِيَعْصِيِ** (سورہ ۲۷/۸۵) ♦

ترجمہ: کیا تم قرآن کے بعض حصوں پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔

علام کا اس پراتفاق ہے کہ قرآن کے جزا مکفر اس کے گل کا مکفر ہے۔ یہ لوگ اپنی میں پسند باتوں پر تو عمل کرتے ہیں اور جوان کے تکبر کو گوارا نہ ہو اس پر اعتراض گھرتے ہیں۔ نہ صرف خود اس پر عمل نہیں کرتے بلکہ وہ سروں کو بھی اس سے روکتے ہیں۔ فیوض الباری فی شرح بخاری میں ہے ”جب کسی کو کسی شے سے منع کرتے اور اسے حرام و مکروہ قرار دیتے سنو تو جان لو کہ بارہ شوت اس کے ذمہ ہے۔ جب تک واضح شرعی دلیل سے ثابت نہ کر دے اس کا دعویٰ اسی محدود ہے۔“ بیعت کے خلاف اس کے مکفرین کے پاس ایک بھی شرعی دلیل نہیں ہے پس مردوں میں شامل ہوئے۔ عام لوگوں کو یہ لوگ اس کو کھلی دلیل سے گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن و سنت کی موجودگی میں بیعت کی ضرورت نہیں ہے۔ جو لوگ یہ حق یہ ہے کہ کتاب کے ساتھ معلم یعنی سکھانے والے کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ نجی کے ساتھ طیب کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ یہ اعتماض کرتے ہیں کہ قرآن کی موجودگی میں شیخ یا مرشد کی کیا ضرورت ہے، ان سے ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن کی موجودگی میں نبی یا رسول کی کیا ضرورت تھی؟ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کو نبی کے بغیر کسی فرشتہ کے ذریعے سمجھ دیتا تو کیا تب بھی اسلام کا عظیم انقلاب آ جاتا؟ کیا تب بھی عرب کے جاہل بدو تبدیل یا فتوح موسیٰ بن جاتے؟ ہرگز نہیں۔ ان کی اصلاح کرنے والی ذات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نورانی صحیت سے ان کا ترکیہ نہ کیا نہیں قرآن سے ہدایت نہیں۔ قرآن تو آج ہر مسلمان گھر میں پڑھا جاتا ہے، ترجمہ و

تفسیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، ہر دوسری گلی میں درس قرآن کے ادارے کھل چکے ہیں، تو کیا ہم ہدایت یا فتنہ معاشرہ کہلاتے ہیں؟ قرآن تو صراحتاً مستقیم پر رہنمائی کرتا ہے جو ایک ہی ہے پھر اسی علم قرآن کی بنیاد پر اتنے فرقے کیوں ہیں جن سے پیار ہو کر جماری نی فسل دین سے دور ہو رہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت تھی آج ہمیں بھی ان کے نائب کی رہنمائی کی ضرورت ہے جو ہمارا ترکیفس کرے اور ہمیں قرآن کی روح تک پہنچائے۔ جس طرح اُس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر ہدایت ناممکن تھی اب بھی نائب رسول کے بغیر ہدایت ناممکن ہے۔ حرمت ہے علماً ظاہر لوگوں کے درمیان اپنی ضرورت تو محسوس کرتے ہیں لیکن ایک ایسے شیخ کامل کی ضرورت محسوس نہیں کرتے جو ان سے کئی گناہ زیادہ عبادات، محبوبیات اور ریاضت گر کے ذات حق کے قرب و معرفت کا شرف حاصل کر چکا ہو۔ یہ اعتراض کرنے والے لوگ جس قرآن و سنت کو بیعت کا مقابل قرار دے کر اپنارہنمہ تسلیم کر رہے ہیں اسی سے ثابت ہجت کو جھلا کر اپنے اس قول کی بھی لغتی کر رہے ہیں۔

خواتین کی بیعت

بیعت پر اعتراض کرنے والے لوگ خواتین کی بیعت پر مردوں کی بیعت سے بھی زیادہ کچھ اچھا لئے ہیں حالانکہ قرآن و حدیث میں خواتین کی بیعت کا تذکرہ علیحدہ سے متباہ ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے خواتین کی بیعت کے ذکر کا علیحدہ سے خصوصی اہتمام اسی لیے کیا تاکہ ان اعتراض کرنے والوں کو جواب دیا جاسکے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

نَأَكْتَبُ لِلَّاتِي إِذَا جَاءَتِكُ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَيِّنَنَّ عَلَى أَنَّ لَا يُشَرِّكُنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَنْهَنَ فَنَ وَلَا يَزِينَنَ وَلَا يَفْتَلُنَ أَوْلَادَهُنَ
وَلَا يَأْتِنَ بِهِنَّا يَفْتَرِيْنَهُنَّ أَكْبَرُهُنَ وَأَرْجُلُهُنَ وَلَا يَغْصِبُنَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَأْيُعْنُ وَإِنْتَغْفِرُ لَهُنَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَلَيْهِ
رَحْمَةٌ (سورة الحجۃ۔ 12)

ترجمہ: اے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم)! جس وقت آپ کے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی اور چوری نہ کریں گی اور بد کاری نہ کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی اور اپنے باتوں اور پاؤں کے درمیان کوئی جھوننا بہتان نہ باندھیں گی اور نہ ہی حکم شرع پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہاتھی کریں گی، جس ان سے بیعت قبول کریں اور ان کے دامنے اللہ سے بخشش مانگیں، بے شک اللہ بخششے والا انہیات مہربان ہے۔

خواتین کی بیعت کے متعلق یہ آیت ایسی واضح دلیل ہے جس سے موافق حاصل، مذکور اور مکفر قرآن کے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اس آیت مبارکہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ بیعت اسلام نہ تھی بلکہ بیعت توبہ و تقویٰ تھی کیونکہ آیت کے آغاز میں "مومنات" کا ذکر کیا گیا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کرنے کے لیے آئیں۔ ظاہر ہے یہ خواتین اسلام لا بھی تھیں اور مسلمان کی حیثیت سے بیعت توبہ و تقویٰ کر رہی تھیں۔ مومنات کی بیعت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی کثرت سے متباہ ہے۔

حضرت سلم بن قیسؓ فرماتی ہیں ”میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور انصار کی عورتوں کے ساتھ مل کر بیعت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس شرط پر بیعت کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ تھے اسیں، نہ چوری کریں نہ زنا۔ نہ اپنی اولادوں کو قتل کریں، نہ ہی کسی پر بہتان باندھیں اور نہ ہی سُکی کے کاموں میں نافرمانی کریں اور فرمایا کہ نہیں تم اپنے خاوندوں کو دھوکہ دو۔ ہم نے بیعت کی اور واپس لوٹ آئے۔“ (مسند احمد، ابو یعلی طبرانی)

حضرت امیرہ بنت رقیۃؓ فرماتی ہیں کہ میں کچھ انصاری عورتوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی۔ ہم آپ سے بیعت ہونا چاہتی تھیں۔ عرض کی ”یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)“! ہم آپ سے بیعت کرتی ہیں کہ نبی کو اللہ کا شریک نہ تھا اسیں گی نہ چوری کریں گی نہ زنا، نہ ہی اولادوں کو قتل کریں گی اور نہ ہی کسی پر بہتان لگا اسیں گی اور نہ ہی سُکی کے کام میں نافرمانی کریں گی۔ ”تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا“ اپنی طاقت اور رہت کے مطابق (تم پابند ہو گی)۔ ”ہم نے عرض کی“ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہماری ذاتوں پر ہم سے زیادہ رحم فرمانے والے ہیں۔ اجازت دیجئے ہم آپ کے دست اقدس پر بیعت کرتی ہیں۔ ”آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا“ میں عورتوں سے باخوبیں ملا تا۔ میرا زبانی طور پر سو عورتوں سے (بیعت کی) بات چیت کرتا ایسے ہی ہے جیسے ہر عورت سے الگ الگ بات چیت کرتا۔“ (نائل 1597، ترمذی 4186، انہ بن ماجہ)

(2874)

حضرت عزہ بنت خالدؓ سے روایت ہے کہ وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان امور پر بیعت کی کہ نہ زنا کریں گی اور نہ چوری اور نہ اپنے بچوں کو زندہ درگور کریں گی خواہ اخلاقی ہو یا خفیہ۔ آپؓ فرماتی ہیں ”اعلایہ طور پر زندہ درگور کرنے کو تو میں جانتی ہوں مگر خفیہ طور پر زندہ درگور کرنے کے بارے میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں پوچھا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی۔ پھر میرے دل میں یہ ذیال پیدا ہوا کہ اس سے مراد یہ کو ضائع کرنا ہے۔ حتم بخدا میں بھی بھی اپنے بچے کو ضائع نہیں کروں گی۔“ (ابن ماجہ، بیان اور احمد)

عَنْ عَبْدِ الدَّّةِ بْنِ الصَّاصِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِلَّا تُبَيِّنُونِي عَلَى مَا تَابَعَ عَلَيْهِ الرَّسُولُ إِنَّمَا تُنْهَىٰ كُوَافِرُكُوَا بِاللَّوْحِيَّنَىٰ وَلَا تُنْهَىٰ قُوَا وَلَا تُنْهَىٰ وَلَا تُنْهَىٰ لَوْلَادُكُمْ وَلَا تُنْهَىٰ ثَالِثُو بِنِهِنَّكَانْ تَفْتَوْنَةَ تَبِنَنْ أَيْدِيْكُمْ وَلَا تَعْضُوْنَى فِي مَعْرُوفِ قُلْتَنَا، تَبِنَ يَا رَسُولَ اللَّوْلَقَبَا يَعْتَدَهُ عَلَى ذَلِكَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّوْلَقَبَا يَعْتَدَهُ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَنَّ أَحَدَاتَ بَعْدَ ذَلِكَ شَيْئًا فَتَأَثَّرَتْهُ عَقْوَبَةَ فَهُوَ كَفَارَةً وَمَنْ لَمْ تَتَلَهُ عَقْوَبَةَ فَأَمْرَرَهُ إِلَى اللَّوْلَقَبَا شَاهَ غَفْرَةَ وَإِنَّ هَاهَا عَاقِبَةً (نائل 4167)

ترجمہ: حضرت عبادہ، بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”کیا تم ان کاموں کی مجھ سے بیعت نہیں کرتے جن کی عورتوں نے بیعت کی ہے؟ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں تھے اور کسی ایجھے کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہیں کرو گے، کسی پر اپنی طرف سے گھڑ کر بہتان نہیں باندھو گے اور کسی ایجھے کام میں میری نافرمانی نہیں کرو گے۔“ ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں؟ (ہم بیعت کریں گے) پھر ہم نے ان کاموں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اس کے بعد جس نے ان میں سے کوئی کام کیا اور اس کو سزا مل گئی تو وہ سزا اس کے گناہ کو منادے گی اور جس کو (دنیا میں) سزا نہ ملی تو اس کا

معامل اللہ کے پروردے چاہے وہ اسے معاف فرمادے چاہے سزا دے۔“

قرآن و حدت سے خواتین کی بیعت ہابت ہونے کے باہم جو دن اس پر اعتراض کرنے والے تھے اور بدھاٹن لوگ ہیں جو عورت کو صرف استعمال کی ایک خیر شے سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسے نہ دنیا میں ترقی کرنے کا کوئی حق ہے نہ دین میں، اس کا کام صرف مرد کی خدمت ہے۔ انہیں خوف ہے کہ اگر عورت نے دین دنیا کی قائم حاصل کر لی تو اسے اپنے ان حقوق سے آگئی حاصل ہو جائے گی جو اسلام نے بھیت ایک بندہ خدا اس کے لیے مقرر کیے ہیں۔ پھر ان مردوں کی حاکیت کا کیا بنے گا جو خود کو عقل و شعور کے لحاظ سے عورت سے بر تر سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ نے عقل و شعور عطا کرتے ہوئے مرد و عورت کی تیزرو انہیں رکھی بلکہ عورت و مرد کے فرق کے بغیر ہے مناسب سمجھا اسے ذہانت و عقل کی نعمت عطا کی۔ ان بے عقلاں کو یہ نہیں معلوم کہ یہ میں ترقی سے جہاں عورت کو اپنے حقوق کا شعور حاصل ہوگا، وہیں مرد کے حقوق کا اور اسکے بھی ہو گا اور اپنے فرائض کا بھی۔ پھر وہ اللہ کی رضا اور خوشبودی کی خاطر اللہ کے حکم کے مطابق پہلے سے بھی بہتر طریقے سے اپنے ازوای فرائض ادا کرے گی۔

دوسرا مسئلہ ان مردوں کا یہ ہے کہ ان کی اپنی نگاہ میں گندگی اور شبہت بھری ہوتی ہے اس لیے جس طرح یہ خود و سری خواتین پر نگاہ رکھتے ہیں اسی طرح سمجھتے ہیں کہ نعمۃ باللہ اولیاء اللہ جن کو بیعت طریقت کی اجازت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوئی ہے، خدا نخواست انہی کے جیسے مرد ہیں جن کے پاس عورتوں کو روحاں فیض کے حصول کے لیے بھی تیس جانا چاہیے۔ ان کے اپنے نفس کا آئینہ ہی اتنا میا ہے کہ انہیں اولیاء اللہ کے پھر وہیں کی فورانیت اور پاکیزگی بھی میلی دکھائی دیتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جس ولی کامل کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے تلقین و ارشاد کی مدد پر فائز کیا گیا ہے وہ ان جیسا معمولی انسان تو نہ ہوگا بلکہ اس کے اعلیٰ ترین رتبے کا اور اسکے بھی ان کے وہم و مگان سے باہر ہے۔ چنانچہ خواتین کو کسی ولی کامل سے روحانی فیض و معرفت الہی کے حصول کی نیت سے بیعت کرنے سے روکنا جائز نہیں۔ البتہ اس زمانے میں دھوکہ ہی اور فراؤ عام ہونے کے پیش نظر اتنی احتیاط ضرور لازم ہے کہ بیعت سے قبل اس بات کی اچھی طرح تحقیق کر لی جائے کہ بیعت لینے والا واقعی ولایت کے منصب پر فائز اور شریعت کا مکمل پابند ہے یا نہیں۔ لیکن کامل اولیاء اللہ کو ان جعلی یہروں جیسا قیاس کر کے ان سے فیض کے حصول سے روکنا زیادتی ہے۔ یہ بات بھی طے ہے کہ جن خواتین و حضرات کی طلب بھی ہے اور وہ واقعی معرفت الہی کی ناطر گھر سے کسی ولی کامل کی طلاق میں لفکتے ہیں اللہ خود ان کا مد دگار ہوتا ہے اور کبھی انہیں دھوکہ بازوں کے چکل میں پھنسنے نہیں دیتا۔

خواتین کی بیعت کے متعلق ایک عالم مسئلہ جس کی کوئی شرعی بنیاد نہیں مشہور کردیا گیا ہے کہ وہ والد یا شوہر کی اجازت کے بغیر بیعت نہیں کر سکتیں۔ اگر تو والد یا شوہر خود را طریقت و فقیر کو حق مانتے والا ہے، اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا بھر و کار ہے، دین کے ملے میں تحقیق علم رکھنے والا باشمور اور بدایت یافتہ ہے تو وہ کبھی اپنی بیٹی یا بیوی کو راو خدا پر آگے بڑھنے کے لیے کسی ولی کامل کی بیعت سے نہیں روکے گا اور اگر وہ ان سب اوصاف سے عاری ایک جاہل اور بے بدایت انسان ہے تو خود ہی بتائیے کہ کیا ایسے شخص کی بات مان کر خواتین کو اپنے اور اللہ کے اعلان کو مضبوط ہنانے اور اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش چھوڑ دیتی چاہیے؟ ہرگز نہیں۔ موت کے بعد قبر میں عورت کو نہ اس کا والد بچانے آئے گا

نہ شوہرن ہی اس وقت وہ یہ عذر پیش کر سکتی گی کہ میں اللہ کے قرب و معرفت سے اس لیے محروم ہوں کہ میرے والد یا شوہرن نے مجھے اللہ کی راہ پر چلنے سے منع کیا تھا کیونکہ پیشتر خواتین اپنی زندگی کے بہت سے کام والد اور شوہر کی اجازت کے بغیر کرتی رہتی ہیں لیکن صرف کامل مرشد سے بیعت کے وقت کبھی ہیں کہ ہمیں والد یا شوہر کی طرف سے اجازت نہیں۔ حدیث پاک "علم حاصل کرنا مرد اور عورت دونوں پر فرض ہے" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت اور مرد کا علیحدہ علیحدہ ذکر اس لیے کیا کہ عورت اپنا فرض خود ادا کرے، اس کے لیے اسے مرد کی اجازت کی ضرورت نہیں، نہ مرد اسے روک سکتا ہے، اور اس علم میں علم معرفت الہی بھی شامل ہے۔ جس طرح والد یا شوہر عورت کو تمماز، روزے بیتے فراغ سے روکنے کا کوئی حق نہیں رکھتے اسی طرح وہ اسے قرآن و حدیث سے ثابت ایک پاکیزہ عمل بیعت سے بھی نہیں روک سکتے بشرطیکہ بیعت مرشد کامل اکمل سے کی جا رہی ہوں کہ ناقص مرشد یا جعلی بھرستے۔

عورت بھی اللہ اور اللہ کی محبت، رسول اکرم ﷺ اور ان کی محبت، دین اسلام اور اس کی تعلیم کے حصول پر اتنا ہی حق رکھتی ہے جتنا کہ مرد۔ اللہ نے تمام ارواح کو برادر بنایا اور ان سے اپنا رشتہ بھی ایک ہی بنیاد پر استوار کیا۔ دنیا میں یہ ارواح عورت اور مرد کے لیے سوں کی صورت میں ظاہر ہوئیں کیونکہ انہوں نے دنیا کے اتفاق کو چلانے کے لیے اپنے اپے مختلف کروار ادا کرنے تھے، دونا حاصل میں روح تو نہ مرد ہے نہ عورت، اور اللہ سے ہر روح کا رشتہ عشق کا ہے خواہ وہ مرد کے وجود میں ہو یا عورت کے۔ اسی لحاظ سے روحانی ترقی کرنے اور معراج پر پہنچ کر اللہ کا دید ادا کرنے کا حق مرد اور عورت دونوں کو برادر ہے۔ لبذا امورتوں کو کسی ولی کامل سے روحانی فیض حاصل کرنے سے روکنا سر اسرنا انسانی اور علم ہے۔

عجیب بات ہے کہ موجودہ معاشرے میں پیشتر گھر انوں میں عورتوں کے ہوتلوں، بازاروں، سینماوں وغیرہ میں جانے، کلے عام گھومنے پھرنے اور غیر مردوں سے آزادانہ میں جوں رکھنے پر کوئی پابندی اور اعتراض نہیں کیا جاتا خواہ وہ ذاکر کے روپ میں ہو یا استاد، دکاندار ہو یا نامحترم رشتہ دار، کاس فلاؤ ہو یا ہمسایہ۔ لیکن جیسے ہی ایک عورت کسی مرشد کامل سے روحانی فیض کے حصول کی غرض سے ملتی ہے اس پر عجیب غریب ہے جا اعتماد اضافات شروع کر دیئے جاتے ہیں جیسے وہ خدا نخواستہ کوئی شیطانی کام کر رہی ہے۔ بلاشبہ حق کی راہ سے روکنے والے خود شیطان کا دہرا روپ ہیں۔ حق کی طالب صادق خواتین کو کبھی اپنے اور اللہ کی راہ کے درمیان روزے ادا کانے والے ایسے شیطانوں کی آواز پر کان نہیں دھرنے چاہئیں بلکہ انہیں صرف سُک راہ کبھی کر نظر انداز کر دینا چاہیے اور راہ حق پر استقامت سے سفر جاری رکھنا چاہیے۔ بے شک ان کی استقامت اور صبر کی بدولت اللہ جلد ان کے راستے کی رکاوتوں کو دور کر دے گا۔ (انشاء اللہ)

مرشد کامل اکمل کی اہمیت

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَيَأْتِيهَا الَّذِينَ أَفْشَوُا أَفْقَوْا اللَّهُ وَكُنُوتُ أَعْمَعِ الظَّادِيقِينَ (سورة توبہ۔ ۱۱۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! انکیار کرو اور پچ لوگوں (صادقین) کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس آیت میں صادقین سے کون لوگ مراد ہیں کہ جن کی ہمراہی کا حکم دیا جائے؟ ہم سب مسلمان ہیں اور ہم میں سے اکثریت نماز بھی ادا کرتی ہے اور نماز کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ پاک سے یا التجا کرتے ہیں "تَبَّاعِينَ صِرَاطَ مُسْتَقِيمَ" (سیدھا راست) اعطای فرم۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام نازل کیا ہے کہ ان لوگوں کا راستہ جو گمراہ اور مغضوب ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ صراط مُسْتَقِيمَ یا سیدھی را کونی ہے؟ یہ بات حق ہے کہ سیدھی راہ قرآن اور سنت ہی ہے لیکن دنیا کے ہر نہ رہب اور گروہ اور پھر مسلمانوں میں ہر فرقے کا یہ اعلان ہے کہ وہ صراط مُسْتَقِيمَ پر گام زن ہیں۔ مسلمانوں میں کوئی قرآن کا حوالہ دے کر یہ کہتا ہے کہ چونکہ ہم قرآن کا علم زیادہ رکھتے ہیں اور اس کی زیادہ تلاوت کرتے ہیں اس لیے ہم صراط مُسْتَقِيمَ پر ہیں۔ لیکن قرآن یہ فرمادا ہے:

♦ يُضْلِلُ بِهِ كَثِيرًا وَّ يَهْدِي بِهِ كَثِيرًا (سورۃ البقرہ۔ 26)

ترجمہ: اللہ بہت سے لوگوں کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔

لوگ قرآن پڑھتے ہیں لیکن ہدایت جیسی ملتی قرآن پڑھنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قرب وصال سے محروم رہتے ہیں۔ بلکہ بعض کی سوچ کا ذرخ ہی بدلتا ہے اور گمراہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ مرزاعاً امام احمد قادریانی ملکون۔ کچھ لوگ حدیث کے علم میں ماہر ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ہم اہل حدیث ہیں اس لیے ہم سیدھے راستے پر ہیں۔ ہرگروہ نے خود ہی صراط مُسْتَقِيمَ کو تھیں کر لیا ہے، اپنے تھیں کر دو راستے پر چل رہے ہیں اور اسے صراط مُسْتَقِيمَ سمجھ رہے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سورۃ فاتحہ میں صراط مُسْتَقِيمَ کی دعا یوں بھی سکھا سکتا تھا "اے باری تعالیٰ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا جو یوری کتاب اور تیرے محبوب کی سنت کی راہ ہے۔" لیکن اللہ نے صراط مُسْتَقِيمَ کے ساتھ اپنے انعام یافتہ بندوں کا ذکر فرمایا کہ انعام یافتہ بندے کوں ہیں جن کی راہ پر چلنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے چار گروہوں کا ذکر کیا ہے جن پر اس نے اپنا فضل یعنی انعام نازل کیا ہے:

♦ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ أَعْلَمُ الْأَعْلَمُ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْحَمْدُ وَالظَّلَمُ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ الْمُصَدِّقِينَ (سورۃ النسا۔ 69)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ و آله وسلم) کا حکم مانتے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین۔

پہلا گروہ انبیاء میں مسلمان کا ہے۔ یہ صورت انعام یافتہ ہیں لیکن باقی تین گروہوں ایسے ہیں جو انہیں بلکہ غیر نبی ہیں۔ دوسرے نبیر پر صدقین ہیں اور سورۃ النور کی آیت 119 میں صدقین کی ہمراہی کا ہی حکم دیا گیا ہے لیکن صدقین کوں ہیں؟

پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہرؒ تفسیر ضیاء القرآن میں فرماتے ہیں:

صلی اللہ علیہ وسلم کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کے لغوی معنی ہیں المبالغ فی الصدق یعنی نہایت راست بازاورہ است گفتار۔ اور صدق مقامات قرب الہی میں سے ایک مقام ہے۔

شیخ محمد عبدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

صدقین وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی فطرت اور جن کا باطن ہرگز دھمار سے یوں پاک صاف ہوتا ہے کہ جب ان پر حق پیش کیا جاتا ہے تو بے ساختہ اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ خیر و شر کے درمیان انہیں التباہ نہیں ہوتا بلکہ نکاح چیز سیاہ و سفید کے درمیان بے تکلف امتیاز کر لیتی ہے اسی طرح وہ حق و باطل اور خیر و شر میں امتیاز کر لیتے ہیں۔ صدقیت کا یہ مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی جیسے صحابہ کو حاصل تھا اور صدقین اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جن کی زندگی کا ہر لمحہ اسی صدقیت کی بڑی کا مظہر اتم ہے۔ (تعمیر و حبیح)

صدقین سے مراد وہ لوگ ہیں جو صدق و اعلیٰ ہیں اور اصدقین کرنے والے ہیں، جن کے دل اتنے صاف ہو چکے ہیں کہ جو وہ الہی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہوتی ہے اور جو حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرتے ہیں وہ فوراً اس کی تائید کرتے چلے جاتے ہیں۔

انہیا کے بعد صدقین کو اس لیے رکھا گیا ہے کہ ہر کسی کو صحبت نہوت نصیب نہیں ہو سکتی۔ اب قیامت تک کوئی قطبیت، غوثیت اور عبدیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر کوئی نہ فائز ہو جائے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ سے اعلیٰ صحابی کی گرد پا کو بھی نہیں پاسکتا۔ یہ شرف صحابیت قیامت تک بند ہو گیا۔ جب ظاہری محبت کا دور ختم ہو گیا تو آئے والے ادوار کے لیے امت کو صدقین عطا فرمادیجے۔ جو کوئی ان کی محبت میں رہے گا اسے بالواسطے صحبت نبوی کا فیض حاصل ہو گا۔

سیدنا غوث العظیم حضرت شیخ عبدالقدار جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

تمہارے درمیان صورتا کوئی نبی موجود نہیں ہے تاکہ تم اس کی ایجاد کرو۔ پس جب تم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبیلین (صدقین، مرشد کامل) کی ایجاد کرو گے جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی ایجاد کرنے والے اور ایجاد میں ثابت قدم ہیں تو گویا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایجاد کی۔ جب تم ان کی زیارت کرو گے تو گویا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ (اللّٰہ ار بیتی۔ مجلس 14)

صدقیت کے مرتبہ پر فائز کامل مرشد کے قلب کا آئینہ پرتو نبوت بن کر آن قلب نہوت سے فیضات الہی حاصل کرتا ہے اور طالبانِ مولیٰ میں اسے تقسیم کرنے کا فریضہ ادا کرتا ہے۔ صدقیت ہی تقویٰ کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسے خلعتِ ولایت سے سرفراز کر کے صدقیت کے مقام پر فائز کیا جاتا ہے۔ اب اس پر لوگوں کو تلقین و ارشاد کرنا اور صراحت مستقیم پر راہنمائی کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں انہی لوگوں کی بھرا ہی کا حکم دیا جا رہا ہے۔ ان کے بارے میں ہی قرآن فرماتا ہے:

فَنَذَلُوا أَهْلَ الْيَمَنَ كُلَّهُمْ لَا تَعْلَمُونَ (سورة النیم۔ 7)

ترجمہ: بھی اہل ذکر سے پوچھوا اگر تم نہیں جانتے۔

اب ذرا اس آیت مبارکہ پر غور کریں تو فوراً بات سمجھ میں آجائے گی کہ یہاں پر فَسَلَّمُوا أَهْلَ الْعِلْمِ يَعْنِي "اہل علم سے پوچھلو،" نہیں فرمایا گیا بلکہ فرمایا گیا "اہل ذکر سے پوچھلو"۔ اہل علم سے مراد علماء ہیں اور اہل ذکر سے مراد اولیاء قبرائیں یعنی کامل مرشد۔ علم والے خود بھی محو کر لھاسکتے ہیں کیونکہ علم وہ خبر ہے جس کا محل دماغ ہے جبکہ ذکر وہ خبر ہے جس کا محل لوح دل ہے۔ علم و ماغ کی تحقیق پر لکھا جاتا ہے اور ذکر دل کی تحقیق پر سرقوم ہوتا ہے۔ خوٹ الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اہل ذکر اولیاء اللہ جو علائے ظاہر اور اہل ذکر اولیاء اللہ جو علائے ربانی بھی ہیں اور کامل مرشد کا فریضہ بھی سرانجام دیتے ہیں، کے فرق کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

＊ ولی کامل (مرشدکامل) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس ولایت کا حال ہوتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت باریں کا جزو ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس (ولی کامل) کے پاس امانت ہوتی ہے۔ اس سے مراد وہ علامہ گزرنیں جنہوں نے بعض علم ظاہر حاصل کر رکھا ہے کیونکہ اگر وہ ورثائے تجویز میں داخل ہوں تو بھی ان کا رشتہ ذوقی الارحام کا ساہے ہے۔ پس وارث کامل وہ ہوتا ہے جو تحقیق اولاد (روحانی وارث) ہو کر بھکر باب سے اس کا رشتہ تمام تھی رشتہ واروں سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "علم کا ایک حصہ تحقیق رکھا گیا ہے جسے علائے ربانی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔" (جز الاسرار، فصل نمبر 5)

قرآن پاک میں تلبی ذکر سے غافل لوگوں کی بیوی سے منع کیا گیا ہے خواہ وہ علم کے لحاظ سے کتنے بھی بلند مرتبہ پر کیوں نہ ہوں۔

♦ وَلَا تُطْعِنُ مَنْ أَغْلَقَ لَنَّ قُلْبَةَ عَنْ ذِكْرِنَا وَالْتَّيْعَنُ هُوَذَا وَكَانَ أَمْرُهُ فُرْقَةً (سورة الکافر۔ 28)

ترجمہ: اور اس کا کہنا ہرگز نہ مانیں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔ وہ تو خواہ شاہ فرش کا نام ہے اور اس کا کام ہی حدیس پھلانگنا ہے۔

جبکہ اہل ذکر اولیاء اللہ اور صدیقین (مرشدکامل) کے بارے میں ارشاد ہے:

♦ وَالْتَّيْعَنُ سَبِيلٌ مَنْ أَكَابَ إِلَيْنَا (سورة القاف۔ 15)

ترجمہ: اور پیرروی کرو اس شخص کے راست کی جو ماں ہو امیری طرف۔

♦ أَلَّرْحَمُونَ فَسَلَّلُوهُ تَحْبِيبًا (سورة الرقان۔ 59)

ترجمہ: وہ حرم ہے سو پوچھا اس کے بارے میں اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہے۔

♦ أَطْبِعُوا اللَّهَ وَأَطْبِعُوا الرَّسُولَ وَأُولَى الْأَمْرِ وَنَحْنُ

ترجمہ: بھی وی کرو اللہ کی اور بھی کرو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور اس کی جو تم میں "اولی الامر" ہو۔

لے حدیث مبارکہ العلیہ اور ازقہ الائیت کا ذکر ہے: "ما انبیا کے وارث ہیں" کی طرف اشارہ ہے۔ اس وارث نے ارجمند کا وارث رکھتے ہیں حصہ قرآن و حدیث اور ایمان سے مترکھل ہیں ہے۔ تھوڑی وہ تحقیق و ریاضت ہے کہ حصر قرآن و حدیث میں تحریکیا کیا ہے اس وارث کی تحقیقی رشتہ وار (جسیں تحقیق و رہ کر دیتے ہیں) میں سے کہی تحقیق جاتے ہیں، اس میں حصہ ہے۔

ان تمام آیات مبارکہ میں صدیق یعنی مرشد کامل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس کی پیروی کی ہدایت کی گئی ہے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر 59 میں ”اوی الامر“ سے مراد بعض لوگ دنیاوی حکمران یعنی ہمین اولیا کامیون کے نزدیک اس سے مراد وہ صدیق ہندہ ہے جو نسب رسول کے مرتبہ پر فائز ہو کر وکر صرف اسی کی پیروی حقیقتاً اللہ اور اس کے رسول کی پیروی ہو گئی نہ کہ دنیاوی حکمرانوں کی۔ یعنی اس مرشد کامل کی احتجاج اور پیروی کی طرف بارہار توجہ دلائی گئی ہے جو قدم محمد پر ہو۔

اختصر صدیقین، فقرہ اور اولیا اللہ میں پراللہ تعالیٰ کی خلافت کے وارث ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناسخین ہیں، حصول قرب الہی کے لیے ان کی بیعت، صحبت اور غایی ضروری ہے۔ مولا تاریث فرماتے ہیں:

♦ اندرین عالم تیرزی با خے تانی آوزی چے دامان کے (روی)
ترجمہ: اس جہان میں تیری قیمت ایک جنگل کے برابر نہیں ہو گئی جب تک کہ تو کسی مرشد کامل (مرشد کامل) کے دامن سے وابستہ ہو کر زندگی نہ گزارے۔

وصال حق تعالیٰ مرشد کامل اکمل کی راہنمائی کے بغیر ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر سے ہر سے مظہم حماۓ حق نے کثیر علم ہونے کے باوجود اللہ کی معرفت اور وصال کی طلب میں کامل مرشد کی تلاش اور پیروی کی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پہلے تصوف اور صوفیانیے کرام کی خلافت میں مشہور تھے لیکن بعد میں جب حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر حلاوت ایمان نصیب ہوئی تو جب کوئی شخص احکام شریعت ان سے دریافت کرنے آتا تو خود بتاویت تھے لیکن جب کوئی شخص را وہ حقیقت دریافت کرنے آتا تو حضرت شیخ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھ دیتے تھے۔ یہ کیجئے کران کے شاگردوں کو تحریت آئی اور عرض کیا کہ آپ اتنے ہر سے عالم ہو کر لوگوں کو ایک صوفی کے حوالہ کیوں کر دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کے احکام کا علم ہے اور ان کو اللہ کا علم ہے اس لیے طالبان حق کوان کے پاس بیٹھتا ہوں۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل حضرت بشر حافی کے پیچے پیچے بھاگتے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ اتنے ہر سے عالم ہو کر ایک فقیر کے پیچے بھاگتے ہو، بات سمجھ میں نہیں آئی۔ امام احمد بن حنبل نے جواب دیا ”امام احمد بن حنبل جس رب کو مانتا ہے بشر حافی اس رب کو مانتا ہے۔“

حضرت بہلوں دانا رحمۃ اللہ علیہ بظاہر ایک مجدد بھتے تھے لیکن ان کا شمار حضرت امام ابوحنیفہ کے مشائخ میں ہوتا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام اعظم ان سے کیا سیکھتے ہوں گے؟ کی اون سے فقہ، حدیث، صرف، تجویا اصول و بلاعثت کے اسہاق پر ہتھے ہوں گے؟ ان علوم میں تو امام ابوحنیفہ خود یکتا نے روزگار تھے۔ بہلوں دانا رحمۃ اللہ علیہ کے کتب میں وہ تذکرہ افس اور اسماق عشق کے لیے جاتے تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتب سوانح اتفاق کردیکھ لیں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مشائخ کی صرف میں حضرت بہلوں دانا رحمۃ اللہ علیہ کا نام مرہبست ملے گا۔ آپ کا قول ہے ”اگر میں وصال حضرت بہلوں دانا کی صحبت میں نہ رہتا تو شائع ہو گیا ہوتا۔“

ان مثالوں سے مرشد کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ اللہ کے قرب کے لیے صرف عبادات اور علم کافی نہیں بلکہ اللہ کے متبر بندوں کی محبت اور راہنمائی اس کے لیے ہمگزیر ہے۔

مرشد کامل اکمل کا انداز تربیت

مرشد کامل اکمل طالب اللہ (مرید) کی تربیت بالکل اسی طریقہ سے کرتے ہیں جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کی تربیت فرمائی تھی۔ قرآن پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انداز تربیت گویوں میان کیا گیا ہے:

يَشْلُو أَعْلَمُهُمْ أَيْمَهُ وَيَأْنِيْ يَنْهَمْ وَيَعْلَمُهُمْ الْكِفَّةُ وَالْجَنَّةُ (سورہ الحجہ۔ ۲)

ترجمہ: (میر احیوب) ان کو آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کا ترکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

سورۃ ہجود کی آیت مذکورہ میں حق تعالیٰ نے منصیب نبوت میں ان امور کو شامل فرمایا ہے: (۱) آیات پڑھ کر سننا یعنی دعوت دینا اور اللہ کے احکام پہنچانا (۲) ترکیہ انس کرنا (۳) احکام الہی کی تعلیم دینا (۴) حکمت (علم لدائی) اعطای کرنا۔

آج کل علمائے کرام بھی لوگوں کے سامنے آیات پڑھتے ہیں، لوگوں کو دین کی دعوت دیتے ہیں، مطالب قرآن بھی سمجھاتے ہیں اور احکام قرآن کی تلقین بھی کرتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدایت سے تو لوگ جو حق درجوت آکر اسلام قبول کرتے تھے لیکن علمائے کرام کے سامنے کوئی آدمی بھی اسلام قبول نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر زبردست روحانی قوت موجود تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محض زیارت، باتیں بیٹت اور محبت سے صحابہ کے مراتب بلند ہو جاتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لانے سے قبل کئی یہودی، نصاریٰ اور آتش پرست ارباب روحانیت سے ملاقات کر چکے تھے لیکن کسی سے متاثر نہ ہوئے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو چہرہ مبارک، دیکھتے تو کلد طیبہ پڑھ لیا۔

اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل موسمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑا کر محبوب نہ ہو جاؤ۔" تو یہ سن کر حضرت عمر نے عرض کی "حضور امیں اپنے اندر یہ کیفیت محسوس نہیں کرتا۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تم محسوس نہیں کرتے؟" اس خطاب سے حضرت عمر کے مراتب بلند ہو گئے اور فوراً عرض کیا کہ اس کا اب محسوس کرتا ہوں۔

ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت معاذ بن جبل (یا کسی اور صاحبی) کویں کا عامل متقرر کر کے بیجھ رہے تھے۔ انہوں نے عرض کیا "حضور! میرے اندر عامل بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اندر ہے کوچھ تو وہ فوراً چلا آئی "حضور! اب وہ صلاحیت اپنے اندر محسوس کرتا ہوں۔" یہ ہے باطنی توجہ سے ترکیہ نفس کرنا اور روحانی مراتب بلند کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کے خلفاً بھی باطنی توجہ سے ترکیہ نفس اور تصفیہ قلب اسی طرح کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں علا کرام کی دھوائی و حارث تقریر یہی ناکام رہتی ہیں وہاں اولیٰ اللہ کی اونٹی ہی باطنی توجہ سے مریدین کا ترکیہ نفس ہو جاتا ہے جس سے ان کی روحیں میں قوت پرواز آ جاتی ہے اور وہ مختلف منازل و مقامات میں کرتے ہوئے قرب حق میں پہنچ جاتے ہیں۔ اقبال بھی ایمان کامل کے لیے مسلمانوں کا علاج کسی کامل کی نظر بتاتے ہیں:

﴿ ترا علان نظر کے سوا کچھ اور نہیں ﴾ (بالمجریل)

﴿ فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصل دل کا ﴾ (بالمجریل)

﴿ خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ﴾ (بالمجریل)

﴿ آج کے حالات کے بارے میں آپ غور مند نظر آتے ہیں ﴾

﴿ پھر اس میں بھب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے ﴾ (بالمجریل)

﴿ اخنا میں درس و خانقاہ سے غناہ ﴾ (بالمجریل)

﴿ دل سوز سے خالی ہے، نگد پاک نہیں ہے ﴾ (بالمجریل)

مرشد کی تلقین اور نگاہ ہی ایسی کیمیا ہے جو طالب کے وجود کی آنکھ دو کر کے اسے روشن ضمیری کے قابل ہاتا ہے۔ تعلیم اور تلقین میں کیا فرق ہے؟ تعلیم سے ظاہری علم واضح ہوتا ہے جبکہ تلقین سے دو جہاں کی روشن ضمیری حاصل ہوتی ہے، ترکیہ نفس و تصفیہ قلب ہوتا ہے اور روحانی بلندی سے قرب الہی نصیب ہوتا ہے۔

قصہ مختصر کتاب و حکمت کی تعلیم و تلقین مرشد کامل اکمل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مرشد ہی طالب کو اس کی استطاعت کے مطابق شیطان اور نفس کی چالبازیوں سے بچاتا ہوا دارالامان (قرب الہی) میں لے جاتا ہے۔ عام لوگوں کو تو اس روحانی علم کے نام سے بھی واقفیت نہیں چہ جائیکہ ان کو اس پر دسترس حاصل ہو۔

تلاشِ مرشد

جب طالبِ مولیٰ (سالک) تلاشِ حق کے سفر پر نکلا ہے تو سب سے پہلا مرحلہ مرشد کامل اکمل کی تلاش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے قرب و وصال کی راہ پر نکلہ شریعت کے دروازہ سے ہو کر گزرتی ہے اس لیے شریعت کے دروازے کے دونوں طرف شیطان اپنے پورے لا و لشکر سمیت طالبِ مولیٰ کی گھات لگا کر بیٹھا ہے۔ اول تو وہ کسی آدم زاد کو شریعت کے دروازے تک آنے ہی نہیں دیتا، اگر کوئی باہم آدمی شریعت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کے دروازہ تک پہنچ جاتا ہے تو شیطانی گروہ اسے شریعت کی چوکھ پر روک رکھنے کی کوشش کرتا ہے اور اسے شریعت کی ظاہری زیب و زینت کے لکھاروں میں مگور کھاتا ہے۔ وہ شریعت کی روح تک کسی کو نہیں پہنچنے دیتا اور آج کے دروازے سے بڑا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ جو لوگ شریعت پر کار بند ہیں وہ اس کی روح تک پہنچنے کی کوشش ہی نہیں کرتے۔ اگر کوئی خوش قسم طالبِ مولیٰ ہمت کر کے آگے

بڑھتا ہے تو شیطان پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ اسے روکنے یا گمراہ کرنے کے جتن کرتا ہے اور اس کی راہ مارنے کا ہر جرب استعمال کرتا ہے۔ طالبِ مولیٰ جب شریعت کے دروازہ سے گزر کر باطنی کی تحریک میں داخل ہوتا ہے تو اسے رجوعاتِ خلق (خلق اپنی دنیاوی مشکلات کے خاتم کے لیے اس کی طرف رجوع کرتی ہے) کے نہایت ہی وسیع و شوار گزار جگل سے گزرا پڑتا ہے۔ اس موقع پر طالبِ مولیٰ کو اگر کسی مرشد کامل اکمل کی رفاقت اور راہبری حاصل نہ ہو تو وہ رجوعاتِ خلق کے جگل میں بچک کر باطنی طور پر بلاک ہو جاتا ہے۔ جس طرح شریعت کا علم استاد کے بغیر ہاتھ نہیں آتا اسی طرح باطنی علم کا حصول مرشد کامل اکمل کی رفاقت کے بغیر ناممکن ہے۔ لیکن اصل منند یہ ہے کہ مرشد کامل کی پیچان کیے ہو جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

﴿اللہ تعالیٰ کی معرفت آسان ہے لیکن ولی اللہ (مرشد کامل) کی حقیقت کی معرفت مشکل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کمال و جمال کی وجہ سے معروف ہے لیکن ولی اللہ ایک مخلوق ہے اور مخلوق کو مخلوق کی معرفت مشکل ہوتی ہے کیونکہ وہ انہی کی طرح احکام شرع کی پابندی کرتا ہے لیکن اس کا باطن اللہ کے ساتھ مشغول ہے اس لیے اس کی معرفت مشکل ہو جاتی ہے۔﴾ (تفسیر و الحدیث)

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

﴿ان (اویا، مرشد کامل) کی ظاہری ٹکل کو ہر کوئی دیکھتا ہے لیکن ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں ہوتی۔ جن خوش بخت حضرات کو ان کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے اگر انہوں نے ان کی قدر و منزلت کے مطابق تقدیم و تکریم کی تو کامیاب رہیں گے، اگر ان سے ان کی خالفت سرزد ہوئی یا معمولی گستاخی و بے ادبی ہوئی تو مارے جائیں گے اور ختم درخاب ہو گا۔﴾ (تفسیر و الحدیث)

فتنیہ فقافی اللہ بقاۃ اللہ (مرشد کامل اکمل نور الہدی) کی پیچان ہر انسان، طالب یا مرید کے بس کی بات نہیں کیونکہ ہر مرید طالبِ مولیٰ نہیں ہوتا بلکہ مریدوں کی آخریت طالب دنیا یا طالب عقیٰ ہوتی ہے۔ کامل مرشد کا کام تو صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب نکل جانے والے راست کو مرید پر نہ صرف کھول دے بلکہ آسان کروئے کیونکہ وہ اس راست کا بادی، راہبر اور راہنماء ہے۔ اس لیے مرشد کامل کی حقیقت کو وہی پیچانہ ہے جو ”طلبِ مولیٰ“ لے کر لکھا ہوا اور قربِ الہی کے راست کا مسافر ہو۔ تمام انسان ایک تو اپنی ہاتھ طلب کی وجہ سے اسے پیچان نہیں پاتے دوسرے وہ انہی کی طرح ایک انسان ہوتا ہے۔ اس کا چنان، پھرنا، الحنا بیٹھنا بھی عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے، کھاتا پیتا بھی وہ عام انسانوں کی طرح ہی ہے اس لیے طالبان دنیا و عقیٰ کے لیے اس کی معرفت حاصل کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ اپنی ہاتھ عقل کے مطابق اس کی حقیقت کو بھینے کی کوشش کرتے ہیں اور عقل اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ عقل ہمیشہ جعلی تقصی و اعتراض میں رہتی ہے۔ اگر عقل سے ان کو پیچانے کی کوشش کی جائے تو محض اعتراضات ہی ہاتھ آتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ کہف میں حضرت مولیٰ علیہ السلام اور حضرت علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے، اس واقعہ میں طالبِ مولیٰ کے لیے روشنی ہے کہ اعتراضات راستہ جدا کر دیتے ہیں۔

دوسرے مسئلہ اس زمانے میں یہ ہے کہ دھوکہ دہی اور فریب عام ہے۔ ایک طالب کیسے یہ طے کرے کہ گون سا مرشد کامل ہے، کون ہاتھ ہے اور کون جعلی ہے؟ ان تمام سوالات کے جوابات اگلے صفحات پر دیئے جا رہے ہیں۔

مرشد کی تلاش کی وجہ حق تعالیٰ کا قرب

اگر مرشد کی تلاش کی وجہ حق تعالیٰ کا قرب اور اسکی پیچان بے تو طالب یا غاطر صح رکھے کہ اس کو کامل مرشد ضرور ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا سورہ عکبوت میں ارشاد ہے:

♦ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّا نَفْقَهُ سُلْطَنًا (سورہ عکبوت۔ 69)

ترجمہ: جو لوگ ہماری طرف آنے کی جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں، ہم ان کو اپنی طرف آنے کے راستے دکھاندیتے ہیں۔ اس راہ میں طلب کے مطابق مرشد کی طرف را ہتمائی ہوتی ہے۔ جیسی کسی کی طلب اور طبیعت ہوتی ہے اسی طرح کے مرشد کی طرف را ہتمائی ہو جاتی ہے۔ (بقول اقویان)

♦ بُشْتَ إِنْ مَكْدُهُ وَ دُخُوتُ عَامَ اسْتَ اِنْجَا قُسْتَ بَادُهُ بَانْدَازَهُ جَامَ اسْتَ اِنْجَا (یادِ شرق)

ترجمہ: یہ دنیا ایک مکدہ ہے اور ہر کسی کو (اللہ تیر کی طرف) پینٹنے کی دعوت عام ہے تاہم ہر کسی کے حصے کی شراب اس کے جام (طلب) کے مطابق ہوتی ہے۔

پس اگر مرید چاہتا ہے کہ اسے کامل مرشد ہی ملے تو پہلے اسے اپنی نیت اور طلب کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنا ہو گا۔

مرشد کامل اکمل جامِ نور الہدی

اگر مرشد کی تلاش کا مقصد حق تعالیٰ کی پیچان اور قرب ہے تو اس کے لیے آپ کو وہ طرح کے مرشد ملیں گے۔ ایک مرشد وہ جو امانت الہیہ یا خلافت الہیہ کا حامل ہوتا ہے، یعنی نائب اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، یعنی اپنے دور کا انسان کامل اور امامِ الوقت ہے اور یہی مرشد کامل اکمل جامِ نور الہدی ہوتا ہے جبکہ باقی اس کے خلفاء ہوتے ہیں۔ دونوں کا ذکر تم تفصیل سے کرو رہے ہیں۔

امانت الہیہ کے بارے میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبْيَانِ أَنْ تَحْمِلُوهَا وَآشْفَقُنَّ مِنْهَا وَمَحْمِلُهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَلَّ

كَلُومًا جَهْوَلًا (سورہ الاحزاب۔ 72)

ترجمہ: ہم نے اپنی امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پھیل کی تو سب نے اس بارہ امانت کو اٹھانے سے عاجزی ظاہر کر دی لیکن انسان نے اسے اٹھایا۔ بے شک وہ (اپنے افسوس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔

حضرت قمی سلطان یا ہنوفرماتے ہیں:

♣ ام اللہ بس گرانست بس عظیم ایں حقیقت یا نبی کریم ♣

ترجمہ: ام اللہ ذات نبایت ہی بھاری و عظیم امانت ہے۔ اس کی حقیقت کو صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی جانتے ہیں۔ (کیہا التوحید کاں) عارفین کے نزدیک اس امانت سے مراد ام اللہ ذات یعنی خزانۃ الفقر ہے۔ جس انسان میں امانت الہی یا خزانۃ الفقر نہیں ہوتا ہے وہ رَاٰئِمَّۃُ الْفَقْرَ فَهُوَ اللَّهُ (ترجمہ: جہاں فقر کی تجھیں ہوتی ہے وہی اللہ ہے) کے مرتبہ کا حال ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خزانۃ الفقر کے مالک اور مختار کل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درسے ہی فقر کے متعلق تمام فحیلے صادر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ہی امانت الہی (خزانۃ الفقر) ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوتی ہے یعنی ایک دور کے انسان کامل (مرشد کامل) سے اگلے دور کے انسان کامل کو منتقل کی جاتی ہے۔ جو شخص خود بخود اس امانت کا حال ہونے کا دعویٰ کرتا ہے وہ پاک مردو دا اور خبیث ہے اور اس کا انعام بڑا بھی کم ہوتا ہے۔ علام ابن عربی اپنی کتاب فصوص الحکم میں فرماتے ہیں:

﴿ پنکھ ام اللہ ذات جامع جمع صفات و مجمع جمع کمالات ہے لہذا وہ اصل تجلیات و رب الارباب کہلاتا ہے اور اس کا مظہر جو عین ہائی ہو گا وہ عبد اللہ عین الاعیان ہو گا۔ ہر زمانے میں ایک شخص قدم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبد اللہ ہوتا ہے، اس کو فطب الاقطاب یا غوث کہتے ہیں جو عبد اللہ یا محمدی المشرب ہوتا ہے۔ وہ بالکل بے ارادہ و تخت امر و قرب و فرائض میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے اس کے قو سط سے کرتا ہے۔ (ترجمہ: شرح مولانا عبد القدر صدیقی۔ تاثرہ بن حمزہ زادہ ہور) ﴾

حضرت شیخ موسیٰ مودودی تقدس سرہ فرماتے ہیں:

﴿ ام عظیم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کی خبر چار سو پہلی گئی ہے وہ حقیقتاً و معنا عالم حقائق و معنی سے ہے اور سورہ و افظاع عالم صورت و لفاظ سے ہے۔ جمع حقائق کمای سب کی سب احادیث کا نام حقیقت ہے اور اس کے معنی وہ انسان کامل (مرشد کامل فوراً الہی) ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وفق طبق الاقطاب اور امانت الہی کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیف ہوتا ہے اور ام عظیم کی صورت اس ولی کامل (مرشد کامل) کی ظاہری صورت کا نام ہے۔ (تکمیر وسیلۃ المیان) ﴾

قرآن پاک میں ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

♦ وَكُلَّ شَيْءٍ أَخْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (سورة نین، ۱۲)

ترجمہ: اور ہر چیز کو جمع کر رکھا ہے ہم نے امام میں میں۔

اس آیت میں امام میں سے مراد انسان کامل (مرشد کامل اکمل فوراً الہی، امام الوقت) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر امر، حکم اور اپنی پیدا کردہ کل کائنات کو ایک لوح محفوظ جو کس انسان کامل کا دل ہے، میں محفوظ کر رکھا ہے۔ انسان کامل کا دل وہ جگہ ہے جہاں انوار ذات نازل ہوتے ہیں اور اسکی وسعت کا پیان و اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا ناروئم مشنوی (ذفتر سوم) میں فرماتے ہیں:

﴿ جس طرح خزانے دیر انوں میں ہوتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی "امانت" بھی ایسے شخص کے دل میں ودیعت کرتا ہے جس کی زیادہ شہرت نہ ہو۔

حضرت عبد الکریم بن ابراہیم الجبلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف انسان کامل میں لکھتے ہیں :

﴿ انسان کامل قطب عالم ہے جس کے گرد اذل سے آخریک وجود کے فلک گروش کرتے ہیں اور وہ جب وجود کی ابتداء ہوئی اس وقت سے لے کر ابد الآباد تک ایک ہی ٹھیک ہے۔ پھر اس کے لیے رنگارنگ لباس ہیں اور باختصار لباس اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے کہ دوسرا لباس کے اعتبار سے اس کا وہ نام جیسیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کی کنیت ابو القاسم، اس کا وصف عبدالله اور اس کا لقب شیخ الدین ہے۔ باقیبارو مدرسے لباسوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانہ کے لباس کے لائق ہوتا ہے۔

(ص 388، دریافتی میرزا، نادریجیس ایڈیشن کراچی)

اس حقیقت کو مزید وضاحت سے حضرت حامد ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فصول الحکم (ترجمہ شرح محمد رضا ضمودی) میں بیان کرتے ہیں :

﴿ ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذل سے لے کر ابد تک اپنا لباس بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی جلوہ نہ ہوتے ہیں۔ (ص 97)

﴿ پس اذل سے ابد تک انسان کامل ایک ہی ہے اور وہ ذات صاحب اولاد سرور کوئی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر مسیح علیہ السلام تک کے تمام رسولوں، نبیوں، خلیفوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ششم نبوت کے بعد غوث، قطب، ابدال، اولیاء اللہ کی صورت میں اعلیٰ قدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔ (ص 165)

یعنی ہر دور میں ایک ایسا انسان موجود ہوتا ہے جو امانت الہی کا حامل یعنی خزانہ فقر کا وارث ہوتا ہے۔ خاتم الشہیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خزانہ فقر کے مالک اور مقارکل ہیں اس لئے انہی سے یہ امانت اور خزانہ فقر منتقل ہوتا رہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اذن کے بغیر کسی انسان کو امانت الہی منتقل نہیں ہو سکتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خزانہ فقر خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو منتقل ہوا اور آپ امت محمدیہ میں فقر کی پہلی سلطان ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فقر کی دراثت پائی اور ان سے ہی فقر امت کو منتقل ہوا اس لیے آپ کرم اللہ وجہ باب فقر ہیں۔ پھر یہ منتقل در منتقل ہوتا ہوا شہوار فخر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی تک پہنچا۔ پھر خزانہ فقر سلطان العارفین حضرت گنی سلطان یا ہو رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچا۔ اب جب بھی امانت الہی منتقل ہوتی ہے تو آپاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس انسان کو سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدال قادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کرتے ہیں اور پھر وہاں سے اسے امانت الہی یا خزانہ فقر کیلئے حضرت گنی سلطان یا ہو رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا پڑتا ہے۔ وہاں سے اس زمانہ کے انسان کامل (مرشدکامل) کی بارگاہ میں پہنچا دیا جاتا ہے۔ قیامت تک یہ خزانہ اس کے مقارکل صاحب اولاد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت اور مہر سے اسی ترتیب سے منتقل ہو گا۔

امانت الہی کا حامل مرشد اگر طالب کوں جائے تو فقر کی اختبار پہنچا کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔ اس مرشد کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پہلے ون

ہی طالب کو ذکر کے لیے سلطان الاذکار اسم اعظم "حُو" عطا کر دیتا ہے اور تصور کے لیے اسم اللہ ذات کا نقش عطا فرماتا ہے۔ چونکہ وہ اسم اللہ ذات کا حامل اور مظہر ہوتا ہے اس لیے طالب کا اسم اللہ ذات کے تصور سے مرشد کا تصور حاصل ہوتا ہے، بھی اس کے کامل ہونے کی نیتی ہے۔ نقش مرشد اگر اسم اللہ ذات کا نقش اپنے مریدوں کو تصور کے لیے دیتا بھی ہے تو انہیں اس سے صرف اسم کا تصور حاصل ہوتا ہے ذات کا نہیں۔ اور اسم کا تصور حاصل ہونے میں بھی اس نقش مرشد کا کوئی کمال نہیں ہوتا بلکہ اسم اللہ ذات کی نورانی تجلیات کی وجہ سے مریدوں کو یہ تصور ملتا ہے۔ مرشد کامل اسم ذات کے لیے "سمیٰ" ہے اور اس کی صورت اسم اعظم ہے۔

تصور مرشد کے متعلق مکتبات مجدد الف ثانی میں روایت موجود ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کے ایک مرید نے آپ کو محظا لکھا کہ اس کا تصور شیخ اس حد تک غالب آچکا ہے کہ وہ نماز میں بھی اپنے شیخ کے تصور کو اپنا بخوبی دیکھتا اور جانتا ہے اور اگر فرض اتفاقی کرے تو بھی حقیقتاً نیچی نہیں ہوتا یعنی نظر کے سامنے نہیں ہتا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے اس مرید کو جواب میں لکھا "اے محبت کے الطواروں لے! یہ دوست طالبان حق کی تمنا اور آرزو ہے اور ہزاروں میں سے شاید کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کیفیت اور معاملے والا مرید صاحب استعداد اور شیخ سے مکمل مناسبت رکھنے والا ہوتا ہے۔ اختال ہے کہ شیخ کی تھوڑی سی محبت سے وہ شیخ کے تمام کمالات کو جذب کر لے۔ تصور شیخ کی نیتی کرنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ وہ (شیخ) محدود نہیں (یعنی جس کی طرف مجدد کیا جائے نہ کرو جس کو مجدد کیا جائے)۔ محرابوں اور مسجدوں کی نیتی کیوں نہیں کرتے (نماز کی حالت میں مسجد، میلاد، محراب، دواریں، غیرہ وغیرہ بہت سی جیزیں سامنے ہوں تو بھی نماز میں کسی حرم کی خرابی واقع نہیں ہوتی)۔ اس قسم کا ظہور سعادت مندوں کو ہی میسر آتا ہے تاکہ وہ تمام احوال میں مرشد کا مل کو (اللہ تعالیٰ نکل پہنچنے اور اسے پہنچنے کے لیے) اپنا وسیله جانیں اور اپنے تمام اوقات میں اس کی طرف متوجہ رہیں نہ کہ اس بد نصیب گروہ کی طرح جو اپنے آپ کو (اللہ تعالیٰ نکل پہنچنے کے لیے ہر حرم کے دیلے سے) بے نیاز جانتا ہے اور اپنے قبلہ توجہ کو اپنے شیخ سے پھیل رہتا ہے اور اپنے معاملے کو خراب کر لیتا ہے۔" (مکوب نمبر 30، دفتر دوم، حصہ اول، صفحہ 101)

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦ شیخ دیم مصطفیٰ را ندیم مصطفیٰ را بل خدا را
ترجمہ: میں نے اپنے شیخ کی شکل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار کیا، نہ صرف مصطفیٰ کا بلکہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔
اگر طالب کو ایسا مرشد مل جائے جو تصور اسے ذات کا تصور عطا فرمائے تو فوراً اس پکڑ لے لیکن اس کو تلاش کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ غیر معرفہ ہوتا ہے البتہ وہ ہر دوسری میں موجود ضرور ہوتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اس مرشد تک صرف وہی طالب پہنچتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پہچان، دیدار اور مجلسِ مجھی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری کی بھی طلب لے کر مگر سے نکلتے ہیں۔ طالب دنیا اور طالب عینی (جنت کے لیے زبدہ و راست کرنے والے) یہاں پہنچنے میں سکتے اور اگر پہنچنے جائیں تو بھی نہیں سکتے۔ پھر ان لوگوں کو طلب ناقص کی وجہ سے مرشد ناقص ہی ملتے ہیں تو دھوکہ کا لگہ کیسا۔ اپنے اندر غور کر! اگر تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طلب لے کر لکھا ہوتا تو تیر ایسا حافظ وہ خود ہوتا اور جبکہ بھی بھی کسی شیطان کے پھندے میں نہ پھنسنے دیتا۔ تیری تو طلب ہی مال و دولت اور دنیا میں شہرت و مرتجہ پانے کی ہے جو

ورش فرعون، قارون اور ابو جہل ہے اور اللہ تعالیٰ کی طلب و رشراہیا اولیا ہے۔ اب تیری جو طلب ہے تو اس کے مطابق اسی مرشد پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو نیت اور دل کو دیکھتا ہے۔ خالص کے لیے خالص، مقص کے لیے ناقص!

خلافت

روافری میں خلافت سے مراد مرشد کامل نور الہدی کا مختلف سالکین کی تربیت فرمائ کر خلائق خدا کی راہ حق میں تربیت کے لیے مختلف جمیلوں یا علاقوں میں تھیں کرنا ہے۔ ان کو خلیفہ جس کی جمع خلفاء ہے، کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اصل بدایت کا منبع تو امانت الہی کا حامل انسان کامل ہوتا ہے، یہ خلفاء اس کے نمائندوں کے طور پر کام کرتے ہیں اور مخلوقی خدا کی راہبری کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ خلافت کے لیے ضروری نہیں ہے کہ سالک فقائق اللہ یا بقاۃ اللہ کے مقام پر فائز ہو بلکہ ضرورت کے مطابق اس کی تربیت کر کے اس کی ذیولی پر متعین کر دیا جاتا ہے۔ انسان کامل اور اس کے خلفاء کے مقام اور صفاتیوں کو ہم ایک مثال کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک پادریشن پورے شہر کو بھلی پالائی کرتا ہے لیکن شہر کے ہر علاقے کا ایک ٹرانسفر مر ہوتا ہے۔ اصل کرنٹ اور بیکل تو پا دریشن سے آ رہی ہوتی ہے جس کی کمی (capacity) بزرگی مکروہ ہوتی ہے لیکن زماندار مر اپنی کمی کے مطابق اسے اپنے علاقوں میں پالائی کرتے ہیں۔ اسی طرح اصل باطنی قوت مرشد کامل اکمل نور الہدی کی ہوتی ہے جو خلفاء کے قلوب سے منعكس ہو کر سالکین کیمک پہنچتی ہے۔ خلافت میں کسی غلطی پر خلیفہ کی باطنی قوت سلب کر لی جاتی ہے یا اسے رہخت ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ مرشد کامل اکمل نور الہدی کے قلب سے جو نور خلیفہ کے قلب میں آ رہا ہوتا ہے وہ بند ہو جاتا ہے۔ لیکن مرشد کامل چونکہ امانت و خلافت الہی کا حامل اور محبوبیت کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اس لیے اس کی قوت سلب نہیں ہوتی یا اسے رہخت نہیں ہوتی۔

سلسلہ سروری قادری میں خلافت بہت کم عطا کی جاتی ہے اور اگر عطا کی جاتی ہے تو وہ طرح کی ہوتی ہے ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ اس سلسلہ میں مرشد کامل اکمل چونکہ انسان کامل کے مرتبہ پر فائز اور امانت الہی یعنی تصور اسم اللہ ذات کا حامل ہوتا ہے اس لیے طالب کو اللہ تعالیٰ کی پیچان کے لیے اس کی محلی میں رہ کر اسم اللہ ذات کا تصور کرنا ضروری ہے کیونکہ خلق سے وہ چیز عطا نہیں ہو سکتی جو اس سے یہاں سے باواسط عطا ہو جائے گی۔ ہاں مرشد کامل اکمل جامیع نور الہدی کے ظاہری وصال کے بعد خلفاء کی باطنی قوت کی اتنا تک بڑھ جاتی ہے کیونکہ عام طور پر انسان کامل ایک ہی جگہ دیوار خاہر نہیں ہوتا اور پھر نئی جگہ پر سالکین کو اس کی پیچان کا فی دری کے بعد ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے سروری قادری مرشد بھی دو طرح کے ہوتے ہیں:

صاحب اسم: صاحب اسم صاحب ذکر ہے اور صاحب اسم مقام غلق پر ہوتا ہے۔ یہ خلفاء ہوتے ہیں۔

صاحب مسلمی: صاحب مسلمی فتح قافی اللہ یا باشہ ہوتا ہے۔ امانت الہی، خلافت الہی کا حامل اور انسان کامل کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور بھی مرشد کامل اکمل نور الہدی ہے۔ ان کے مریدین کو تصور اسم اللہ ذات سے تصور شیخ حاصل ہوتا ہے۔ ایسے مرشد کے بارے میں

سلطان العارفین حضرت جنی سلطان با ہجوم فرماتے ہیں:

❖ فقیر عارف بالله اُسے کہتے ہیں جو فقیہ اللہ، فقیہ الرسول، فقیہ فقر اور فقیہ "الحمد" ہو۔ (بین الفرق)

صاحب اسم اور صاحب مسٹی کے بارے میں سلطان العارفین حضرت جنی سلطان با ہجوم حضرت اللہ علیہ عین الفقر میں فرماتے ہیں:

❖ اسم اور مسٹی میں کیا فرق ہے؟ صاحب اسم (محسن) ذکر کرنے والا ہوتا ہے اور صاحب مسٹی اللہ تعالیٰ کی ذات میں غرق ہوتا ہے۔

صاحب اسم مقام مطلق پر ہوتا ہے اور صاحب مسٹی مقام غیر مطلق پر ہوتا ہے۔ صاحب مسٹی پڑکر حرام ہے کیونکہ صاحب مسٹی ظاہر اور باطن میں ہر وقت حضوری قنافی اللہ میں مکمل طور پر غرق ہوتا ہے۔ (بین الفرق)

صاحب مسٹی مرشد کی تعریف کرتے ہوئے حضرت جنی سلطان با ہجوم حجج الفقر کاں میں فرماتے ہیں:

❖ اس راہ (فتر) کا تعلق عرف (شربت، نامہ، موں) سے نہیں عرفان حق سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ مطلق مسٹی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ راہِ معرفت مسٹی کا تعلق انتکاوے نہیں، عطاۓ الہی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ عارف بالله ہو جاتا ہے اور وہی اسے جانتا پہنچاتا ہے۔

❖ مسٹی آں کہ پا شد لازوالی ن آں جا ذکر و فکر نہ وصالی
بود غرش ب وحدت عین دانی ن فی الله شود بہر نہانی

ترجمہ: مقام مسٹی لازوال مقام ہے جہاں پر ذکر حکم اور وصال کی مزید کنجائش نہیں رہتی کیونکہ یہاں طالب عین وحدت میں غرق ہوتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر طالب اللہ فقیہ ہو جاتا ہے اور اس پر راز پہنچ ظاہر ہو جاتا ہے۔ (حجج الفقر کاں)

"ذکرۃ الاولیاء" باب 78 میں ہے کہ ایک ہار حضرت ابو بکر شافعی نے نمایے غیب سی کہ "کب تک اسم ذات کے ساتھ وابستہ رہو گے۔ اگر طالب حادق ہو تو مسٹی کی جستجو کرو۔"

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ناقص مرشد و جعلی بیبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پچھوڑ خرض لوگوں نے فقر یا تصوف کا جعلی لبادہ اوڑھ کر صوفی کرام کو بد نام کر دیا ہے۔ یہ کھوئے ہوئے ہیں لیکن یہ حقیقت یا درکیجے کو کھوئے ہوئے ہیں بتتے ہیں جہاں کھرے ہوئے موجود ہوتے ہیں اور جعلی مال وہیں بتتا ہے جہاں خالص اور اصلی مال موجود ہوتا ہے۔ فی زمانہ ان دھوکہ بازوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے۔ یہ لوگ راہبری کھل میں راہزن ہیں، سادھوکی صورت میں چور، خیر خواہ کی صورت میں دشمن جان، بزرگ کی صورت میں اصل اور خطرناک ترین شیطان۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا "شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔" حضرت ابوذر غفاریؓ نے پوچھا "کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں؟" فرمایا

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" (منہاج)

آئندہ دین فرماتے ہیں "انسانی شیطان لوگوں کے لیے جن شیطان سے زیادہ بخت (یعنی انتصان دہ) ہوتا ہے۔" (تفسیر طہری)
مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿چونکہ بہت سے شیطان انسانی چہرے رکھتے ہیں اس لئے ہر ایک کے ہاتھ میں پاتھجیں پکڑانا چاہیے۔ شکاری پرندے جیسی آواز اس لیے کاٹا ہے کہ پکڑنے والے پرندے کو دھوکا دے۔ وہ پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سنتا ہے اور پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح مکار لوگ درویش کا روپ بھر کر خلق اللہ کو پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ لوگ فقیروں کے الفاظ چرا لیتے ہیں تاکہ بھولے بھالے لوگوں کو ان سے پچانسا جاسکے۔ مزدوں کا کام روشنی اور گرمی پہنچانا ہے جس سے روح کو راحت ملے اور کینوں کا کام دھوکہ دینا ہے۔ وہ جعلی فقیری یا بیوت کا روپ دھار لیتے ہیں اور مسیلم کذاب کو احمد کا القتب دیتے ہیں۔ مسیلم کا القتب کذاب رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صاحب عقل کہا گیا۔ ان کے پاس حق کی شراب ہے جس میں خالص مشک ہے جبکہ دوسروں میں گندگی اور عذاب۔ اصل فقیر بیویش شریعت محمدی کا پابند ہوتا ہے کیونکہ شریعت کی پابندی کے بغیر فقیری میں مکاری ہے۔ (ملوک)

اس کو داتا ہجی بخش حضرت علیہ تجویزی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿صوفی (مرشد) کی تین اقسام ہیں:﴾

(1) **صوفی (مرشد کامل)**: وہ ہے جو سلوک کی منازل طے کر کے پایہ تکمیل کو پہنچی پکا ہو، فتنی اللہ بقا باللہ ہو اور ما سوئی اللہ سے آزاد ہو (ایسے ہی فقیر پر تلقین و ارشاد فرض ہوتا ہے)۔

(2) **متصوف (مرشد ناقص)**: وہ ہے جو تصوف و طریقت کا بخوبی علم رکھتا ہو۔ منازل سلوک سے واقفیت رکھتا ہو (کتب صوفیا کے مطالعہ سے ان امور سے واقف ہو گیا ہو) لیکن درجہ تکمیل تک رسائی حاصل نہ کر سکا ہو (طلب ناقص کی وجہ سے)۔

(3) **متصوف (جعلی پیر)**: وہ ہے جس نے دنیا کلھی کرنے اور مال و دولت سینئے کے لیے صوفی (مرشد کام) جیسا حیلہ بنا رکھا ہو لیکن حقیقتی تصوف و طریقت کی راہوں سے ناواقف ہو۔ وہ مخفی ہوں کا غلام ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان شیطانوں سے محفوظ کو پہچائے۔ اب تو اخبارات و رسائل میں ان کے باقاعدہ اشتہارات شائع ہوتے ہیں جن کو پڑھ کر بھی آتی ہے۔ ان اشتہارات میں ہر عامل کامل ہونے کا دعویٰ ہر ار ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ سارے جہان کا وہ اس کے سینے میں ہے اور اسی درود کی وجہ سے یورپ اور امریکہ کو چھوڑ کر آپ کے شہر میں ایک چھوٹی سی کثیا میں آبنا ہے۔ کچھ نے تو ہمایہ کے پہاڑوں میں کم از کم چالیس سال چلے کشی کی ہوتی ہے۔ یہ سب "عمال بادے" اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو کسی مرشد کامل سے فیض ضرور ملا ہے اور ان میں اکثر وہی مشترانہ اعلان قادری سلسلہ سے خاہر کرتے ہیں۔ اے کاش یا لوگ " قادری " کی عظمت کو جان سکتے تو ایسا نہ کرتے۔ پھر یہ ہر کام کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، جنات و موتکل ان کے غلام ہیں اور ان کے کہنے پر وہ ہر کام کر دیتے ہیں۔ حضرات ذرا غور سمجھی کیا انسان جنات و موتکلات سے افضل ہیں ہے؟

کیا اللہ تعالیٰ قادر مطلق نہیں ہے کہ جن و متوکلات اس کے کار خانہ قدرت میں دخل دیں؟ یہ لوگ کمزور ایمان والے لوگوں کو لوٹتے ہیں اور اس کے لیے مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ ان کی اقسام تو بہت ہیں لیکن ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

● بہت سے لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو نہ پیر اور مرشد ہیں اور نہ انہیں اس کے متعلق کچھ علم ہے۔ وہ بہس پیسہ کانے کے چکر میں ہوتے ہیں۔ یہ لوگ سادہ لوگ لوگوں سے پیسہ ہونے کے لیے پیری کو بطور پیشہ اختیار کر لیتے ہیں اور اپنا اوسیدھا کرنے کے لیے نے سے نیا کرب کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں بعض وہ ہے مرشد اور رجعت خودہ لوگ بھی ہوتے ہیں جو چلے کشی و ریاضت کی راہ تو اختیار کر لیتے ہیں لیکن پھر شیطانی استدرج میں آکر گراہ ہو جاتے ہیں۔ بعض کے مرشد، قصہ ہوتے ہیں جو شروع سے ہی اپنے طالب کا رجحان دنیا کی طرف کر دیتے ہیں پھر خود بھی دنیا سے کھیلتے ہیں اور ان کے مرید بھی۔ یہ لوگ اپنی شہرت کے لیے یوں اشتہار بازی کرتے ہیں: صرف ایک رات کے عمل سے ہر مسئلے کا حل، جوچا ہو سو پوچھو، ستمدل محبوب آپ کے قدموں میں، ستاروں کی چال کے ماہر، علم جنوم کے بے تاج بادشاہ، بگال کے کالے جادو کے ماہر، افریقہ کے کالے جادو کے ماہر، شوہر کو راہ راست پر لا سیں، پانچ لاکھ نقد انعام اس عالم کو جو میرے کے علم کی کاث کرے، کالے و غلی علم کی کاث پلٹ کے ماہر جتاب عامل تجویز فلاح فلاح۔

ایسے ہی بد بخت لوگوں کی وجہ سے لوگ راہ فتنہ و طریقت اور تصوف سے کترانے لگے ہیں۔ ان کم بخنوں نے صرف دولت کو مقصد حیات بنا لیا ہے اور اس مقدمہ کے لیے یہ عوام الناس کو ہر طرح سے بے وقوف ہارہے ہیں حتیٰ کہ کئی تو اپنا نام بھی ہندوانہ رکھ لیتے ہیں۔ آئے وہ اخبارات اور رسائل میں ان کے نئے جال کے اشتہار چھپے ہوتے ہیں اور اپنی نام نہاد شعبدہ باز یوں کو کرامات کا نام دے کر اس کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ گویا ان پر فرض کر دیا گیا ہے۔ اس کی مثال ان کے اشتہارات کے ساتھ چھپنے والے "کھلے خط" ہوتے ہیں جن کا ایک ای انداز ہوتا ہے: "میں بہت پریشان تھا، مرنے والا تھا، ہر طرف سے مایوس ہو کر میں نے جب فلاں عامل باوے سے رابط کیا تو میری تمام پریشانیاں دوڑ ہو گئیں۔"

اگر قارئین ذرا سی توجہ سے کام لیں تو یہ جان کر جیسا ان رہ جائیں گے کہ ایک ای خدا بخیز یہ زبر تبدیل یہے صرف نام کی تبدیلی کے ساتھ مختلف عاملوں کے بارے میں چھپا ہوتا ہے۔ اس طرح یہ لوگ کفر عظیم اور شرک میں بنتا ہوتے ہیں کیونکہ جب یہ کہتے ہیں "ہر طرف سے مایوس ہو کر میں نے فلاں باوے سے رابط کیا تو میرے مسئلے حل ہو گئے" تو گویا یہ نہ ان یہاں پر اللہ پاک کی ذات کی بھی نقی کر گئے (حودہ بالله) کہ خدا سے بھی نا امیدی تھی مگر عامل باوے نے کام کر دیا۔ ان ناعاقبت اندیش مال وزر کے پیچاریوں نے تو اولیا اللہ کی درگاہوں اور مزارات کو بھی نہیں بخدا بلکہ ان بارکت جگہوں کو اپنی شکار گاہیں ہا لیا ہے جہاں بیٹھ کر یہ انسانیت کا فیکار کرتے ہیں اور اللہ کے ولیوں سے عموماً الناس کو بہ نظر کرتے ہیں۔

● دوسرا طبقہ وہ ہے جو حدود شریعت میں رہ کر لوگوں کو بے وقوف ہاتا ہے۔ یہ کسی ولی اللہ کے مزار کو شکار رکا ہا نہا ہے مثلاً ایک شخص جو بظاہر شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا نظر آتا ہے آنکھیں بند کیے، آلتی پاتی مارے بیٹھا ہے اور لوگ اس کے گرد حلقہ باندھے ہیٹھے ہیں جبکہ دو

پہلے لوگوں کو پیچھے بٹنے کی درخواست کر رہے ہیں تاکہ حضرت صاحب کے "مُوکَلٌ" یہیں رکھیں۔ پسکھو دیر کے بعد "حضرت صاحب" وائیں باکیں سر جھنک کر آنکھیں کھول دیتے ہیں اور سامنے بیٹھنے شخص سے کہتے ہیں "عرض کرو ہر سوال کا جواب ملے گا۔" اس پر ایک عجیب سلسہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہر سوال کے جواب میں "حضرت صاحب" اپنے موکلوں سے لفظوں کرتے ہیں جبکہ حاضرین آنکھیں پھاڑے موکلوں کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں کہ شاید انہیں بھی کچھ نظر آجائے۔ اس کے بعد ہر سوال کے جواب میں تقریباً یہی کہا جاتا ہے کہ تم پر تمہارے فلاں رشتہ دار نے عمل کیا ہے، تم پر تمہارے فلاں پر وہی نے عمل کیا ہے۔ بالآخر یہ طے پاتا ہے کہ آپ حضرت صاحب کے آستانے پر تشریف لائیں اور اپنی جیب کا کام تمام کروائیں۔

﴿ اب ان چیزوں کی ایک نئی قسم پیدا ہو گئی ہے۔ انہوں نے بھی اولیاً کرام کے مزارات کو فکار پھانسے کا اذہن بنا یا ہوا ہے۔ جمرات یا جمود کو یا اپنے چند چیزوں کے ساتھ مزار پر پہنچ کر ایک جگدا پنے مریدوں کے درمیان بیٹھ جاتے ہیں اور ان کے مرید لوگوں کو اپنے پیر کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ان چیزوں میں سے کچھ کشف القلوب کے ماہر ہوتے ہیں اور انسان کے دل میں جو پریشانی ہوتی ہے اس کو تباہیتے ہیں۔ اس طرح وہ پریشان انسان ان کا مطیع ہو کر ان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔

﴿ کچھ پیر اپنے مریدوں کے ساتھ کسی جگہ اکٹھا ہو کر اسہم ذات یا کوئی دوسرا ذکر بڑے زور دزور سے کرنے لگتے ہیں۔ ان کے ذکر کی طرف متوجہ ہو کر لوگ ان کے گرد اکٹھا ہو جاتے ہیں۔ پھر ان میں سے ذکر کرتے کرتے کوئی حال میں آکر اوت پوت ہونے لگتا ہے۔ لوگ اس ذکر امام سے متاثر ہو کر ان کے پیغمبر میں پھنس جاتے ہیں حالانکہ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اولیاً کرام نے تھائی میں ذکر اللہ کا اہتمام کیا ہے اور یہ تو طریقت ہے شریعت میں بھی نعلیٰ عبادات تھائی میں یا چھپا کر کرنے کی تاکید ہے جیسا کہ حضور علیٰ اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔" صحابہ نے پوچھا "حضور (علی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیسے؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ستیں اور نو افل گھر میں ادا کیا کرو۔"

حضرت علیٰ سلطان بالخوارزمی اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ جب تو کسی ایسے فقیر کو دیکھے جو زبد و قومی، ریاضت، چکشی اور عبادات میں تو بہت محنت کرتا ہے مگر بھائی سے بے خبر ہے تو کچھ لوگ وہ گمراہی کے بیان میں بھکر رہا ہے۔ اس کی عاقبت دھوکہ بازوں جیسی ہے۔ (میں الفقر)

ان حالات میں یہ کہنا آسان ہے کہ اس زمانہ میں مرشد کامل نہیں ملتا لیکن یہ کہنا بھی مشکل نہیں کہ اس زمانے میں مرید صادق بھی آسانی سے نہیں ملتا۔ مریدین بے شک بہت ہیں مگر وہ اپنے چیزوں کے پاس زیادہ تر دعاویں اور تھویڈوں کے لیے جاتے ہیں۔ یہ طرز عمل درست نہیں ہے، ان دنیوی کاموں کے لیے کسی مرشد کامل کے ہاتھ میں باخث نہیں دیا جاتا۔ مرشد کامل کی ضرورت بالطفی اصلاح، ترقی، نفس، تفہیم، قلب اور جلیل روح کے لیے ہوتی ہے۔ مرشد کامل مرید صادق کو منزل پر منزل فقرت کی راہ سے گزارتا ہے اور آخوند کار قرب الہی تک پہنچاتا ہے۔

آج کے دور کے بر عکس ماضی میں ہر انسان مرشد کی تلاش میں رہتا تھا تاکہ اس کی تربیت اور تعلیمی سے اللہ کا قرب اور معرفت الہی

حاصل کر سکے بھروسی محل میں پہنچ کر تلقین و ارشاد سے معرفت اللہ اور قرب اللہ حاصل کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں مادریت پرست بڑھتی چلی گئی، خواہشات دنیا نے انہیں گھیر لیا اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی خواہش تحقیق چلی گئی۔ ان حالات کو دیکھ کر مرشد کامل (اندن کامل) نے اپنے آپ کو دنیا سے چھپا لیا۔ جب میدان خالی ہو گیا تو جعلی چیر اور بھگ گدیوں پر بیٹھ گئے اور تھویہ زندوں کا کام شروع کر دیا۔ نجومی، پامس اور عالم بھی خود کو بیڑ اور مرشد کبلوانے لگے، قرآنی اور طلبائی الواح لوگوں کے مقدر سورانے کے لیے فروخت ہوئے لیکن حالانکہ ان علوم کا روحا نیت سے کوئی تعلق نہیں۔ اب تو خواتین بھی اس میدان میں اپنا سکے جھا چکی ہیں۔ یوں چالاک، مکار اور عیار لوگوں نے شعبدہ بازی سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کر دیا اور یہی مریدی کا کاروبار تھیک تھا کہ اپنے عروج پر پہنچ گیا۔ لوگ دنیاوی معاملات میں بہتری اور مسائل کے حل کے لیے ان کے پاس جانے لگے۔ کہیں کاروبار اور مال میں اضافہ کے تھویہ اور عملیات بھئے لگے، کہیں بازار اور شہزادی کے نہبہ تباہے کا کاروبار پل اٹکا، کہیں ساس بہو، زند بھاؤں کے بھکڑے ختم کرنے اور اولادیے (نحوہ باند) کی دکانیں کھل گئیں، کہیں پر جادو چلانے اور جادو کا وار و کنکاٹلی کام ہونے لگا اور کہیں حکومت اور اقتدار میں آئے اور بہتے کے عملیات اور تھویہ اس کی دکانیں کھل گئیں۔ لوگ ان جعلی چیزوں کی محلوں میں اپنی خواہشات لیں اور مسائل کے حل کے لیے جانے لگا اور پھر جب انہوں نے ان جعلی چیزوں کے طرزِ عمل پر غور کیا تو ان کے قول و فعل میں خیانت اور تشاہد کو ملاحظہ کیا، ان کی زبان پر تجوہ اور غیبت کو دیکھا، ان کے مجرموں میں خواتین کے ہموم دیکھے، ان کی آنکھوں میں شہوانیت کو دیکھا، ناجائز طریقوں اور فریب سازی سے لوگوں سے مال ہوتے دیکھا، سیدھے سادے مردوں اور بھوپی بھائی عورتوں کو ان کے جال میں چھپتے دیکھا تو کچھ کم عقل لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ صوفی کرام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جن لوگوں کو مرشد کامل کی محبت ہی نصیب نہ ہوئی اور اگر نصیب بھی ہوئی تو وہ لوگ کرامات کے منتظر ہے یا پھر خواہشات دنیا و لیں کی تحریک نہ ہوتے پر وہاں بک نہ سکے اور ان سے بھی بدغل ہو گئے، آخر کار ان لوگوں نے بھی انہی جعلی چیزوں کی ایجادی اور اقتدار کی وجہ سے مال ہوتے دیکھا، جن کو خواہشانی خواہشات نے ہلاک کر دیا تھا۔

سلطان الفقر و محضر خواجہ سن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

إِنْ خَيْرَةَ الْأَكْرَارِ تُؤْرِثُ سُوَّالَظَّنِ بِالْأَخْيَارِ

ترجمہ: پیشک برے لوگوں (جعلی واقعیہ) کی محبت نیک لوگوں (اویم، مرشد کامل) کے متعلق بھی بدگانی پیدا کر دیتی ہے۔

اب چاہیے تو یہ تھا کہ یہ لوگ ان جعل سازوں کی بیرونی نہ کرتے اور اپنی خواہشات لیں کواعت ملامت کرتے تھیں انہوں نے انہا اولیا اللہ کی صفات اور روحانی راہ (روحانیت) کے خلاف زبر اگھنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ روحانیت کی راہ سے ہی بدغل ہو گئے۔ جب لوگوں نے روحانیت اور باطن کی راہ کو چھوڑ دیا تو پھر "ظاہر" ہی پاس رہ گیا۔ ظاہر پر تعجب بڑھتی گئی اور ظاہر پر توجہ کی شدت نے فرقہ پرستی اور مسلک پرستی کو جنم دیا اور یوں روح سے خالی یا اجسام ایک دوسرے کا خون نہ مجب اسلام کے نام پر بھانے لگے۔ جب مٹی کے یہ بت (عنصری انجام) روح سے خالی ہو گئے تو غیروں نے بھی ان کو اپنی تھوکروں پر رکھ لیا کیونکہ:

﴿تَنَبَّهْ إِذْ تَرَى مَنْ يَرْجِعُ إِلَيْنَا مَنْ كَانَ مُهْجَرًا﴾

سجادہ نشینی یا گدی نشینی: مسلمانوں میں جب سیاسی خلافت قابلیت دیکھے بغیر اولاد کو دی جانے لگی تو دنیا باتوں سے بھی اور اسی طرح جب روحانی جائشیں حقداری کی بجائے اولاد سے منتخب ہوتے گئے تو دین بھی گیا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اولاد میں ولایت و فخر کے حقدار نہیں ہوتے۔ ہوتے ہیں، ضرور ہوتے ہیں اور بعض اوقات عام لوگوں سے زیادہ حق دار ہوتے ہیں لیکن آج کے دور میں تو اکثر نا ایلوں کو ہی گدی نشین دیکھ ہے۔ بعض مندوں نے آپ کو ایسے ملیں گے جن کو اس راہ کا پتہ تک نہیں۔ البتہ ان کی خوش بختی کہہ لیجئے کہ انہوں نے ایسے خندان اور گھر انوں میں ختم یا ہوتا ہے جن کے آباؤ اجداد میں کوئی بزرگ ولی گزر رہا ہوتا ہے جس کی مندانہیں و راثت میں مل جاتی ہے اور مرید بھی و راثت میں مل جاتے ہیں اور صدیوں تک یہ سلسلہ جائشی قابلیت کا تین یہ بغیر اس وقت تک چلتا رہتا ہے جب تک گدی پر کوئی دوسرا بقدر نہیں کر لیتا۔ اصل میں انگریزوں کے دور سے قبل تک تو یہ بات بالکل درست تھی کہ سجادہ نشین یا گدی نشین عام طور پر اہل مزار کارہ عالی اور بالطفی تائب یا جائشیں ہی ہوا کرتا تھا لیکن انگریزوں نے مسلمانوں کے اس عظیم خلقاً ہی نظام کو بناء کرنے کے لیے اس کو و راثت میں شامل کر دیا۔ اب قانون و راثت کے تحت دوسری جائیداد کی طرح گدی یا سجادہ نشینی بھی اولاد کو بطور و راثت ملی ہے خواہ وہ اس کے اہل ہوں یا نہ ہوں۔ اگر اہل مزار اپنے وصال سے قبل اپنے حقیقی روحانی و بالطفی جائشیں کو گدی نشین مقرر کر بھی دے تو عدالت کے ذریعہ چند ماہ کے اندر اندر اسے بے خل کر دیا جائے گا اور گدی یا سجادہ نشین اولاد کو بطور و راثت منتظر ہو جائے گی۔ مزار کی سجادہ نشینی کے ساتھ ساتھ چونکہ مزار کی زمین اور چندے کی آمدی وغیرہ کا معاملہ بھی ہوتا ہے اس لیے یہ و راثت میں شامل ہو گئی ہے۔ عداؤتوں کے اندر گدی یا سجادہ نشین کی جگہ اکثر لوگوں نے دیکھی ہو گئی یا اخبارات میں پڑھی ہو گئی۔ اب تو اس کے حصول کے لیے قتل و غارت گری تک نوبت آ گئی ہے کیونکہ اب تو گدی کی وجہ سے سیاست میں بھی اعلیٰ مقام حاصل ہوتا ہے۔ اقبال نے اسی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿ میراث میں آئی ہے انہیں منور ارشاد زاغوں کے تصرف میں عطاوں کے نہیں (بالمجمل) شایینوں (یعنی فقراء اولیٰ) کے نہیں جو لوگوں کے قلوب میں ایمان کی شمع روشن کرتے تھے اب زاغوں (کوے یعنی جعلی ہجروی اور گدی نشینوں) کے قبضے میں ہیں۔ ان کا مقصد صرف مال اکٹھا کرنا ہے کیونکہ تینین و ارشاد کی مندانہیں قابلیت کے اہل پر نہیں بلکہ و راثت میں ملی ہے۔

﴿ قُمْبَلَذِنَ اللَّهُ كَبَرْ كَتَتْ تَحْ جُو رَحْصَتْ هُوَيَ خَانَقَهُوْ مِنْ مُجاَهِرَ رَوْ گَكَ يَا گُورَكَنَ (بالمجمل) قُمْبَلَذِنَ اللَّهُ حضرت سید علیہ السلام کی صفت ہے، آپ اپنے یہ کہہ کر مژدوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ علام اقبال فرماتے ہیں کہ مژدہ قلوب کو زندہ کرنے والے چلے گئے۔ اب تو ان خانقاہوں میں اپنے اسلاف کی ہڈیاں بیچنے والے مجاہر بیٹھے ہیں یا مردے ذہن کرنے والے گورکن۔

ہم قارئین سے یہ سوال کرتے ہیں کہ سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی، حضرت دامت برکاتہنہیں، حضرت محبیں الدین چشتی اجمیری، حضرت بابا فرید شکر حنفی، حضرت بہاء الدین زکریا، حضرت نظام الدین اولیا، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت شاہ عبداللطیف بہنائی، حضرت لال شہباز قلندر، حضرت سید عبد اللطیف شاہ المعروف بری امام، حضرت شاہ شمس تحریر، حضرت مولانا جمال الدین رومی، سلطان العارفین حضرت علی سلطان بالخواہ، حضرت علی سلطان پیر سید محمد عبد اللہ شاہ مدینی جیلانی، حضرت علی سلطان پیر محمد عبد الغور شاہ، حضرت علی سلطان

حضرت محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشهدی، سلطان الاولیاء حضرت قمی سلطان محمد عبد العزیز اور دیگر تمام اولیاء جو گزرے ہیں، کون سے مزار کے گردی یا سجادہ نشین تھے؟ انہوں نے تو اپنی دنیا خود پیدا کی:

اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے

حضرت قمی سلطان باحضور حمت اللہ علیہ کے زد دیک تو اصل فقیر وہ ہے جو آزاد ہے یعنی کسی خانقاہ یا مزار کا منح نہیں ہے بلکہ چل پھر کر فیض
تفہیم کرتا ہے۔ اس فقیر نے پورے پاکستان کا سفر کیا ہے اور یہ معلوم کر کے حیرت زدہ رہ گیا کہ ایک چیز کی اولاد کو لوگ سات سالوں سے
پوچھتے چلتے آرہے ہیں حالانکہ اولاد کو طریقت کی ہوا تک نہیں گئی۔ یہ تصوف کے چند اسباق یاد ہیں جس سے وہ لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں
اور خلاف شریعت کام بھی کھلے عام کرتے ہیں لیکن لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے۔ بلکہ انہی مریدوں کے ذرائعوں سے یہ نام نباد جیزگر میاں یورپ اور
امریکہ میں گزارتے ہیں اور علاج بھی وہیں سے کرتے ہیں، سیاست کا بھیل کھیلتے ہیں اور اس سے مزید مال بناتے اور عزو و جاه حاصل کرتے
ہیں اور پڑھیں کیا کیا۔ ان لوگوں کی مثالوں سے بھی طریقت کے مخالفین نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

تصوف سے منسوب کی جانے والی بعض بدعاں

راه فقریا تصوف سے بہت سی ایسی بدعاں غلط طور پر منسوب کر دی گئی ہیں جن کو عام لوگوں نے ولایت کی علامت سمجھ لیا ہے۔ ان میں سے چند
ایک کا ذکر پچھلے صفات میں ہو چکا ہے اور چند ایک بطور خاص درج کی جا رہی ہیں:

﴿ شریعت کی کسی مخالفت کو اپنے فقر کا نشان بتانا: آپ کو کوئی جگہوں پر عجیب ہیے والے ایسے بابا جی بیٹھے میں گے جو باخنوں،
بیرون اور گلے میں منکر اور مالا نہیں ڈال کر یا کوئی اور انداز اپنا کر ملک کا لقب اختیار کیے ہوں گے۔ ان میں سے بعض کے پاس کچھ ایسے
استدرائی اعمال ہوتے ہیں کہ اڑات لوگوں پر ظاہر ہونے سے وہ ان کے عقیدت مند ہو گئے۔ حقیقت میں یہ بعملیات کے کر شے ہیں
جن کا تصوف و روحانیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ان میں سے زیادہ تر لوگ شریعت کی مخالفت کھلے عام کرتے ہیں مثلاً لیکن شیو ہونا، ننگ
و حزمگر رہنا، بھنگ افیم پینا یا خواتین سے کھلے عام ملنادغیرہ وغیرہ۔ لوگ ان کے اس خلاف شریعت انداز کو اس تاویل کے ساتے میں جگد دیتے
ہیں کہ فقر میں بعض مقامات ایسے بھی آتے ہیں جن میں ظاہری شریعت کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ یہ بدعاں ہیں جو سرے سے
ایمان کو ہی ختم کر دیتی ہیں۔ یاد رہے ؎ غیرہ علیہ السلام کی شریعت سے جو گروہ و روگرانی کرتا ہے اسے اللہ کی امداد اور نصرت حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت قمی سلطان باحضور فرماتے ہیں:

﴿ خلاف غیرہ کے راہ گزید ہرگز ب منزل نخواهد رسید

ترجمہ: جس نے بھی حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کے طریق کے خلاف راست اختیار کیا وہ کبھی منزل پر پہنچ سکے گا۔

تعویذات کے ذریعہ رام کرنا: لوگ تعویذ دوں اور کالے جادو کے جوز تو زمیں بھی خاصی دلچسپی لیتے ہیں۔ اپنی ضرورت کے تحت لوگوں کو رام کر کے اپنی غلامی میں لانا یا کسی دشمن کو اس کے عزیز دوں سے توڑنے کے لیے عمل کرنا اور ان کے پتے ہا کران میں سویاں لگانا دغیرہ۔ یہ عمل ہیں جو خالص شیطانی کام ہیں لیکن شیطان اس حرام عمل کو بھی کوئی اچھا عنوان دے کر انسان کو اس عمل پر اکسائے گا۔ سو ایسے شیطانی کاموں کو اچھی ہیستہ مہیا کرنا خود ایک بدعت ہے۔ بدعتی جیروں کے گرد گمراہ مریدوں کا ایک تجھیر بنا ہوتا ہے، انہوں نے عوام میں اپنا کارہ پار چلانے کے لیے اپنے کچھ چیلے رکھے ہوتے ہیں جو ان بیروں کی کرامات کے قصے لوگوں کو سناتے ہیں۔ ان کی جوبات عوام میں متداول اور مشہور ہو گئی پھر وہ ان کے حق میں ایک دھی قطعی ہو جاتی ہے جسے کوئی جھلانا نہیں سکتا۔ قرآن کریم نے جادو کو کفر قرار دیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

فَيَسْأَلُّونَ مِنْهُمَا مَا يُفْرِغُ قُوَّتِيهِ بَيْنَ الْمَرْءَةِ وَرَوْجَهُ ۝ وَمَا هُنْ بِضَارٍ بِنَفْسِهِمْ ۝ وَمَنْ أَحْدَدَ إِلَّا يُلْدِنُ لِنَفْسِهِ ۝ (سرہ البقرہ۔ 102)

ترجمہ: سو یہ کفر پسند کرنے والے سمجھتے ہیں ہاروت ماروت سے وہ عمل جس سے وہ جدائی ڈالتے ہیں خادم اور اسکی بیوی کے درمیان۔ اور وہ اس سے نقصان پہنچ سکتے کسی کا بغیر اللہ کے اذن کے۔

لوگوں کو فور کرنا چاہیے کہ ایسے حرام عمل کرنے والے لوگوں کا فقیر و تصوف یا اولیاء اللہ سے کیسے کوئی واسطہ ہو سکتا ہے؟ ان لوگوں اور ان کے بداعمال و فقیر و تصوف سے منسوب کرنا پر لے درجے کی حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ فقرا اولیاء امت کا پاکیزہ ترین اور صراطِ مستقیم پر چلنے والا اذلین گروہ ہیں جبکہ یہ لوگ تو بتمیادی ایمان سے بھی محروم ہیں۔

جنت سے جوئے اور سخلی کھیلوں، لاٹری یا باٹلہ کے نمبر معلوم کرنا: نفسانی و سطی اغراض میں کھوئے یہ لوگ اپنے شیطانی ذرائع سے جان لیتے ہیں کہ فلاں جوئے، لاٹری یا باٹلہ کی قرطاء اندرازی میں فلاں فلاں نمبر تسلیٹے والا ہے اور کبھی جنت کی بجائے عمليات علم الاعداد اور علم جذر سے بھی یہ کام سر انجام دیتے جاتے ہیں، اسکی وجہ سے اسی جانے سے ہی ضروری نہیں کہ ان کے علم کے مطابق پڑھنے والا نمبر درست ہو لیکن بھی ان کا اندرازہ درست بھی نکل آتا ہے۔ محنت اور حال کی روزی کمانے کی بجائے لاٹریوں اور باٹلہوں سے پیسے ہانے والے لوگ ان دھوکہ ہازوں کے باتجھ خوب لختے ہیں اور ان کی نوسرازی کو ان کی کرامت سمجھ کر انہیں اپنا پیر ماٹئے لکھتے ہیں۔ ان لوگوں کی حرکتوں سے ان طقوں میں اتنا شرک پھیلتا ہے اور اتنی بد عادات فروغ ہیاتی ہیں کہ الاماں والمحیظا۔

خلافت کی عام تقسیم: کسی کو اپنا خلیفہ بنانا وہ حقیقت اسے اپنی نیابت پر لانا ہے اور یہ بڑی بھاری ذمہ داری ہے۔ جس کو خلافت دی جا رہی ہے اگر وہ اس منصب کا اہل ہے تو یہ تنکی بھی ہے اور ارشاد کا اہر عمل بھی۔ اور نا اہل کو منصب خلافت پر لانا بددی بھی ہے اور فتنہ کا آغاز بھی۔ صوفیا کرام کے ہاں خلافت صرف اس کے اہل لوگوں کو ودی جاتی ہے۔ صوفیا کرام نے کبھی کسی کو خلافت اس لیے نہیں دی کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں اپنے شیخ کے گیت گاتے رہیں اور لوگوں کو کھجھ کھجھ کر اسکے قدموں پر لاتے رہیں اور اس کے لیے مال و دولت اکٹھی کرتے رہیں یا

دوسرا مثال حنفی کے حلقہ اثر کو گھٹانے یا مٹانے کے لیے مختص کرتے رہیں۔ جو یہ محض اپنے حلقہ اثر کو بڑھانے کے لیے خلافتوں کی عام آنکھیں کرتا ہے وہ اس سلسلے میں بدعت کو جنم دیتا ہے اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جس سے شریعت اور طریقت دونوں کی بدنامی ہوتی ہے۔

خلافت کا اولاد میں چنان:

خلافت اگر اہل حضرات کو بلے تو قطع نظر اس کے کوہ اولاد ہے یا نہیں اس میں کوئی عجیب کی بات نہیں۔

لیکن محض اس لیے کہ یہ سلسلہ خاندان سے باہر نہ جانے پائے اور اس گدی پر غیر خاندان کا کوئی فرد نہ آئے پائے، اپنی اولاد کو جانتنی کا منصب دینا طریقت میں ہر ہی بدعت ہے۔ انہیا کرام کے سلسلہ میں وہی لوگ آئے گئے جو اس کے اہل تھے اور جو انہیں کسی یہ منصب نہیں دیا گی۔ اس سے پہلے چنان ہے کہ انہیں افراد کو محض خاندانی نسبت پر خلافت دینا انہیا اور حقیقی اولیا کا طریقہ نہیں بلکہ طریقت میں ایک بدعت ہے۔ نقشبندی سلسلہ کے مورث اعلیٰ حضرت سلمان فارسی حضرت ابو بکرؓ کی اولاد میں سے نہ تھے۔ سروری قادری، چشتی اور سہروردی سلسلہ کے مورث اعلیٰ حضرت امام حسن بصریؑ حضرت علی مرتضیؑ کے خاندان میں سے نہ تھے۔ جس طرح خلافت ظاہرہ اپنے دائرہ رشید میں کسی نبی امیاز سے نہ چل بلکہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اپنی الیمت و قابلیت پر منصب خلافت پر آئے اسی طرح خلافت باطنہ بھی پہلے ادار میں حسب وابستہ پر نہیں الیمت پر جلتی رہی۔ کسی کو مقام و لایت نصیب ہو جائے تو اس کا معنی یہ تو نہیں کہ اب اس کا مینا اور پوتا بھی (جو اہل نہ ہو) وہی ان ولی گبانے اور منصب و لایت کا حقدار ہو جائے۔

سلسلہ چشتیہ کے حضرت خواجہ محبین الدین چشتی کے جانشین خواجہ گفتیر کا کی اگنے صاحبزادے نہ تھے، حضرت خواجہ گفتیر کا کی اگنے جانشین بابا فرید گنج شکران کے صاحبزادے نہ تھے اور حضرت بابا فرید گنج شکر کے جانشین حضرت نظام الدین اویا ان کے صاحبزادے نہ تھے۔ سلسلہ سروری قادری میں سلطان العارفین حضرت علی سلطان باعورتہ اللہ علیہ کے بعد امانت جس ترتیب سے آئے منتخب ہوئی اس میں بھی نب کا دھل نہیں ہے۔ حضرت علی سلطان سید محمد عبد اللہ شاہ مدفنی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ شریف سے آئے تھے اور امانت الہی سلطان العارفین حضرت سلطان باعورتہ اللہ علیہ سے حاصل کی، ان سے حضرت علی سلطان سید محمد عبد الغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کی، ان سے حضرت علی سلطان سید محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشهدی رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کی اور ان سے سلطان الاولیاء حضرت علی سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کی۔ ان سب میں نہیں طور پر کوئی رشتہ نہیں تھا۔ سلطان الفرق حضرت علی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے لیکن امانت کے حاصل حقدار اور ازال سے منتخب شدہ تھے اور اگر امانت نسب کی وجہ سے مانا ہوتی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی اور سلطان محمد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے سلطان صدر علی رحمۃ اللہ علیہ کو ملتی۔

شیخ کے انتقال کے بعد اسی خاندان میں لوگوں کو زبردستی رکھنا:

شیخ اور سرید کے درمیان تبادلہ کا پایا جانا بہت اہم ہے۔ نسبت کے پائے جانے سے فیض بہت ملتا ہے اور روحانی ترقی بھی ہوتی ہے لیکن شیخ کے انتقال کے بعد اس کے مریدوں کو زبردستی یا ترغیب دے دے کر اسکی اولاد یا اس کے کسی خلیفہ سے بیعت کرنے کے لیے مجبور کرنا تاکہ مرید یعنی اسی خاندان میں رہیں اور انہیں کوئی دوسرا ناچک

لے یہ بذعت ہے۔ اگر شیخ کے انتقال کے بعد اس کا جائز ہیں کامل ہے تو وہ ہرگز اس کی کوشش نہیں کرے گا کیونکہ پھر مریدین خود بخود اس سے نسبت قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن اگر ناقص ہے تو اس کی کوشش بھی ہو گی کہ تمام مریدین اسی کے حلقہ اڑیں رہیں اور اس کے لیے وہ ہر جرپا استعمال کرے گا۔

مرشد ناقص سے اعتناب کی ہدایت

ہم نے ناقص مرشد اور جعلی بیرون کے بارے میں ہر بات کو کھول کر بیان کر دیا ہے اور تمام مسائل کے مشارع کرام نے بھی ان لوگوں سے اعتناب کرنے کی صحیح فرمائی ہے۔ جس طرح ایک مسلمان اپنے افعال قبیحہ کی وجہ سے دین اسلام کی نمائندگی نہیں کر سکتا اسی طرح ایک جعلی بیرونی بد کرداری کی وجہ سے تصور یا فخر کا نمائندہ نہیں بن سکتا۔ شریعت میں یہ جائز نہیں کہ ایک پزوی کے قلم کی وجہ سے دوسرا پزوی سے موافقہ کیا جائے اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ مسلمانوں کے چند گروہوں کی بد کرداریوں کا الزام پا کیزہ دین اسلام پر لگاؤ یا جائے اور یہ بھی مناسب نہیں کہ بعض جعلی بیرون کی حرکات کو نیک طیزت اور پاکیزہ سیرت صوفیہ کرام کی طرف مفہوم کر دیا جائے۔

شیخ احمد زروق فرماتے ہیں ”جعلی بیرونی ہوا ہیں۔ ان کے اقوال گورزاد کیا جائے اور ان کے افعال سے اعتناب کیا جائے لیکن تصور کے حالت میں ان کے داخل ہونے کی وجہ سے اہل حق کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔“ اپنے ہر بڑے لوگ ہر شعبہ میں موجود ہوتے ہیں اور یہ سلسہ قیامت تک جاری رہے گا۔ جس طرح تمام علماء، فقیہاء، مدرسین، قاضی، تاجر، امراء اور حکمران برابر نہیں ہیں اسی طرح صوفی بھی ایک جیسے نہیں۔ عالمیں بھی دو طبقے ہیں علمائے سو اور علمائے حق۔ اب علمائے سوکی وجہ سے ہم علمائے حق کا انکار نہیں کر سکتے۔ اسی طرح صوفیہ میں بھی بعض اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں، بعض متوسط مراتب کے حامل ہیں اور بعض جعلی بھی صوفی ہونے کے دعویدار ہیں۔ یہ بات اتنی واضح ہے کہ اسے ہر خاص و عام جانتا ہے اور اس میں کسی شک و شبہ کی بھائیش نہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ پہلے حق کو پہچانے تاکہ اہل حق کو پہچان سکے۔

سلطان الاعارفین حضرت حقیقی سلطان باخور حمت اللہ علیہ تو طالب کے لیے معیار یہ رکھتے ہیں کہ اس کی طلب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہو اور کامل مرشد کے لیے معیار یہ ہے کہ وہ صاحب تصور اسم اللہ ذات ہو اور طالب کو پہلے وان ہی سلطان الا ذکار ہو اور اسم اللہ ذات کا تصور اور مشق مرقوم وجود یہ عطا کر کے اسے انتباہ پہنچادے۔ آپ فرماتے ہیں:

◆ پس معلوم ہوا کہ مردم مرشد سے تعلیم و تلقین حاصل کرنا ہی بہتر ہے اور نامرد زان سیرت مرشد کو تین طلاق دے دیتی چاہیے۔ مردم مرشد کامل اور نام مرشد ناقص کی پہچان کیسے ممکن ہے؟ مرشد کامل اپنی توجہ اور مشق وجود یہ اسم اللہ ذات سے طالب کو یکبارگی حضوری تک پہنچادتا ہے جبکہ نام مرشد آج اور کل کے جھوٹے و ددوں پر مثال رہتا ہے۔ (رواہ البهی کا ان)

◆ سلطان الاعارفین حضرت حقیقی سلطان باخور حمت اللہ علیہ پنجابی اپیات میں فرماتے ہیں:

آپ نے طالب ہیں کہیں وے، لوگوں نوں طالب کر دے ٹھو
چانوں کھینچاں کر دے سیپاں، قبرِ اللہ توں ناہیں ڈردے ٹھو
عشقِ مجازی تکلن بازی، پیغ اولے ذہر دے ٹھو
اوہ شرمندے ہوں پاٹو، اندر روز حشر دے ٹھو

مرشد کے لیے خود رہی ہے کہ پہلے وہ خود کسی کامل مرشد سے تلقین و ارشاد حاصل کرے اور پھر خود کامل ہونے کے بعد تلقین و ارشاد کی مند
سمجھائے۔ اس بیت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ مرشدان ناقص کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ نہ خود طالبِ مولیٰ بن سکے، نہ راہ فقر پر چل سکئے
تھی کسی کامل مرشد سے بیعت ہوئے اور نہ ہی انہیں تلقین و ارشاد کی اجازت حاصل ہے بلکہ بعض ناقص مرشد تو ”پدرم سلطان یوڑ“ کی خود فرضی
میں جتنا ہوتے ہیں اور تلقین و ارشاد کو اپنا اور شکھتے ہیں۔ یہ لوگ دیہاتی دکانداروں کی طرح دوسروں کو معاوضہ کے بدے معرفت اور خلافت
عطای کرنے کا نیک انجام ہوئے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں سے تلقین و ارشاد لینا حرام ہے۔ یہ لوگ عشقِ مجازی کے پھسل جانے والے خوناک کھیل میں
جتنا ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ تنبیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ لوگ شرمند و دخوار ہوں گے۔

بیہر ملیاں بے پیڑ ناں جاوے، اس نوں بیچ کی ڈھنداں ٹھو
مرشد ملیاں ارشاد نہ میں نوں، اوہ مرشد کی کرناں ٹھو
جس ہادی گلوں ہدایت ناہیں، اوہ ہادی کی پیڑ ناں ٹھو
بے سر دیاں حق حاصل ہووے پاٹو، اس موتوں کی ڈرتاں ٹھو

اگر کسی مرشد کے دست بیعت ہونے کے بعد بھی طالبِ صادق کو اللہ تعالیٰ کا وصال تھیب نہ ہو اور جگہ کادر دت پاتا رہے تو ایسے ناقص مرشد کو
مرشد تعلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا چاہیے۔ جس مرشد سے دل کو زندہ و بدایت حاصل نہ ہو اور مس کو سکون نہ ملے تو ایسے مرشد کے قریب بھی
نہیں جانا چاہیے اور جس ہادی (مرشد) سے ہدایت اور صراحت مُستقیم حاصل نہ ہو اس کی بیعت اور بیہی وہی نہیں کرنی چاہیے۔ ہاں اگر ایسا مرشد کامل
مل جائے جو مُمُوتُو اَقْبَلَ آنِ مُمُوتُو کے مقام پر پہنچا دے جہاں سر قربان کر کے دیدارِ الہی حاصل ہو جاتا ہے تو اسکی موت سے گھبرا نہیں
چاہیے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مرشد کامل قلب (اہل) کی مانند ہوتا ہے اور مرشد ناقص کلب (کتنے) کی مانند ہوتا ہے۔ (حوارۃ الحجی خور)

علام اقبال جہاں مرشد کامل کے دامن سے وابستہ ہونے کی تلقین کرتے ہیں، کیونکہ اس کے بغیر فقر کے راز بھکر رسانی حاصل نہیں
ہو سکتی، وہیں وہ روایتی ملاؤں، جعلی ہیجوں، نااہلِ گدی نیشنوں اور سجادہ نیشنوں سے دور رہنے کی بھی تلقین کرتے ہیں کیونکہ ان کے پاس گلشنو اور
قیل و قال کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ آپ کی تعلیمات کے مطابق ان صیادوں سے پچھنڈوں سے پچھنا چاہیے ورنہ دین حق تو دور کی بات اگر طالب

کوان سے پکھنے ملے یانا کامی ملے تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ آپ موجودہ دور کے مدرس اور خانقاہی تھام دنوں سے مایوس نظر آتے ہیں۔

﴿الْخَيْرُ مِنْ حَدَّسٍ وَّ خَنَقَاهُ سَعْنَاكٌ
نَّهْ زَمْنِي، نَّهْ مُجْبَرٍ، نَّهْ مُعْرِفَةٍ، نَّهْ نَّاهٍ﴾ (آل جیر) ۹

گلا تو تھوڑت دیا اہل مدرس نے ترا
کہاں سے آئے صدا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۖ ۹

خانقاہوں میں کہیں لذت اسرار بھی ہے؟ (آل جیر) ۹

اے کشتی سلطانی و نلائی و حیری (ارغوان چڑ) ۹

بے بد بیٹا ہے عیران حرم کی آستیں (ارغوان چڑ) ۹

کہ درویشی بھی حیری ہے، سلطانی بھی عیاری (آل جیر) ۹

بکار کر تھے مسلمانوں کو یا اپنی عزت ہمارے ہیں (یونک) ۹

غضب ہیں یہ مرشدان خود ہیں، خدا تری قوم کو بچائے
ان ہا اہل حجاد و نشیوں نے قبروں کی تجارت کر کے یعنی اپنے بزرگوں کے ہزاروں سے ان کے نام پر پمیے اکٹھے کر کے جھوٹی یہک نامی کمالی ہے،
ان سے تو یقین بھی کی جاسکتی ہے کہ مال کمانے کی ہوں میں بت فروٹی شروع کر دیں گے۔

﴿هُوَ الَّذِي نَامَ جُوْ قَبْرُوْنَ كِي تجارت کر کے کیا نہ پیچو گے جو مل جائیں ضم پتھر کے (یونک) ۹

بھی شیخ حرم ہے جو چڑا کر بیچ کھاتا ہے گلیم بوڈا و دلق اویش و چادر زہرا (آل جیر) ۹

آپ فرماتے ہیں کہ جعلی اور خاندانی بیڑا پنے مریدوں سے جو نذرانہ وصول کرتے ہیں وہ دراصل سود ہے۔

﴿نَذْرَانَهُ نَبِيْسٌ، سُودٌ هُوَ جُوْ حرم کا ہر خرق سا لوں کے اندر ہے مہاجن (آل جیر) ۹

شریعت کے علمبردار علاکے آپس میں اس قدر اختلافات ہیں کہ ایک دوسرے پر کفر کے فتوے بھی لگادیتے ہیں۔ یہ صورت حال دیکھ کر حقیقی فقہاء خود کوان سے کنارہ کش کر لیا ہے۔

﴿فَقِيهُ شَهْرٍ بَحْرِيْ رِبَانِيْتٍ پَ ہے مجبور کہ مرکے ہیں شریعت کے جنگ دست بدست (ضریب) ۹

اب تو فقیہ، مشقی اور ملا بھی صوفی کی طرح بیعت کر کے مرید ہمارے ہیں۔

﴿سَحَا دِيْنَ ہیں اے شیوه ہائے خانقاہی فقیہہ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب (آل جیر) ۹

یہاں آپ صوفی و نلاؤ دنوں سے مایوس نظر آتے ہیں۔

﴿صَوْفِيٌّ کی طریقت میں فقط مسیٰ احوال ملا کی شریعت میں فقط مسیٰ گھنطار وہ مرد مجاهد نظر آتا نہیں بمحض کو ہوجس کے رگ و پے میں فقط مسیٰ کروار (ضریب) ۹

الحقیر را فقیر میں مرشد کامل اکمل کی راہبری لازمی ہے لیکن راہرلن مرشد سے پہنچا چاہیے۔ جو لوگ قلب میں خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ

کی طلب لے کر نکلتے ہیں وہ ان راہزنوں سے مخفوٰٹ رہتے ہیں کیونکہ جس کی طلب میں وہ لٹکے ہیں وہی ان کا حافظہ و ناصر ہوتا ہے اور جس کا حافظہ اللہ تعالیٰ خود ہواں کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

انتخاب مرشد

مرشدکامل کی ضرورت تسلیم کر لینے کے بعد انتخاب مرشد میں کوئی وقت پیش نہیں آتی۔ مرشدکامل کے باطنی کمالات کا اندازہ تو ایک مبتدی کسی صورت کریں گے اور اس کی ضرورت بھی نہیں۔ طالب یا سالک کو انتخاب مرشد کے وقت ابتدائی طور پر حسب ذیل امور پر غور کر لینا کافی ہے:

(۱) اُن بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ دیکھئے کہ جتنی دیر و بہاں بیٹھا کم از کم اُتی دیر اس کے قلب میں دنیا کے فطرات و سماوں کم آئے یا نہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اس کے دل میں کچھ ذوق شوق بھی پیدا ہوا؟ اُن کے پاس سے اٹھانے کے بعد اس کے قلب کی حالت خواہ دیسی ہی ہو گئی ہو جیسی کہ معمول اُجھی مگر جتنی دیر و بہاں حاضر ہاں اس قسم کا خذیف سائیں تھیر اس نے اپنے اندر محسوس کیا یا نہیں۔

(۲) معلوم کرے کہ اُن بزرگ کے مریدین یا بعض مریدین کی حالت میں کوئی بہتر تغیر واقع ہوا یا نہیں۔ قبل مرید ہونے کے ان لوگوں کی کیا حالت تھی اور مرید ہونے کے پہنچ عرصہ کے بعد ان میں کس قسم کی تبدیلی واقع ہوئی؟

(۳) جتنی دیر تک اُن بزرگ کی خدمت میں بیٹھا ان کی زبان سے بعض الفاظ ایسے بھی لٹکے یا نہیں جو اس کے حسب حال ہوں یا جن سے اس کو بدایت یا آسکین ہوئی ہو یا اس کی کوئی ابھسن رفع ہوئی ہو یا کوئی عقدہ حل ہوا ہو؟

(۴) سلطان العارفین حضرت علی سلطان بالخور عصمت اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق مرشدکامل نہ صرف خود صاحب تصور اسم اللہ ذات ہو بلکہ بیعت کے فوراً بعد طالب کو ذکر کرو اور تصور اسم ذات عطا کرے۔ اگر طالب کے باطن میں ذکر اور تصور اسم اللہ ذات سے کوئی تبدیلی و قوع پر ہو اور اسے تصور مرشد حاصل نہ ہو تو وہ مرشدکامل نہیں ہے۔ اگر طالب کے باطن میں تبدیلیاں و قوع پر ہونے لگیں، نظریات اور خیالات میں تبدیلی آنے لگے، اس کا باطن دنیا سے بہت کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور تصور اسم اللہ ذات سے تصور مرشد حاصل ہو تو وہ مرشدکامل ہے۔

اگر ان امور میں طالب کی اچھی رائے قائم ہو جائے تو وہ آنکھ بند کر کے اُن بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کر لے۔ کیونکہ پھر بجاں تک اس کی بدایت و اصلاح کا تعلق ہے، اسے اُن سے بہتر کوئی بزرگ دستیاب نہ ہوں گے۔

دوبارہ بیعت یا تجدید بیعت

بیعت کو نکاح سے تھبید دی جاتی ہے اور احکام بیعت احکام نکاح کی طرح ہیں۔ جس طرح شوہر کی حیات میں یعنی کافیر مرد پر نگاہ ڈالنا منع ہے اسی طرح مرد کو بھی اپنے مرشد (کامل) کی حیات ظاہری میں دوسرے مرشد کی جانب رجوع کرنا حرام ہے۔ مگر مندرجہ ذیل حالات میں دوبارہ بیعت یا تجدید بیعت جائز ہے:

⊗ بیعت کے بعد اگر معلوم ہو جائے کہ مرشد ناقص ہے یا صاحب نسبت نہیں اور یہاں تک مرشد کامل اکمل میں ہونا ضروری ہے اس میں نہیں یاد و صحیح طور پر مجاز نہیں یعنی طالب نے اللہ تعالیٰ کے قرب وصال کے لیے بیعت کی تین قرب وصال حاصل نہ ہو کیا اس کا راستہ مل سکایا اول کا قفل نہ کھل۔ کا اور طالب کی باطنی حالت نہ بدی، جیسا بیعت سے پہلے تھا ویسا ہی رہا تو اسے بیعت توڑنے کا حق حاصل ہے۔ اگر مرشد ناقص ہے اور صاحب نسبت نہیں تو بیعت توڑنے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ بیعت واقع ہی نہیں ہوتی۔ آج کل کے موروثی شجواد نہیں اور مقدمہ بازی کے ذریعے گدی یا سجادگی حاصل کرنے والے چیز ای زمرے میں آتے ہیں۔ ایسے جعلی چیز کی اگر بیعت کر لی جائے تو طریقت کی رو سے بیعت ہوتی ہی نہیں ہے۔

⊗ مرشد کا وصال ہو گیا اور مرید سلوک کی منازل طے نہ کر سکا، اس کا سفر اور ہجور اورہ گیا اور اس میں اتنی امیت بھی پیدا نہیں ہوتی کہ وہ اپنے مرشد کے مزار سے فیض حاصل کر سکے تو اس کے لیے دوبارہ بیعت کرنے نہ صرف جائز ہے بلکہ فرض ہے۔

⊗ اگر بچپن اور ناگنجائی کے زمانہ میں بے سوچ سمجھے اپنے والدین یا کسی اور کے تزعیب والانے پر بیعت کر لی تو اسے "بیعت تحرک" کہتے ہیں۔ بالغ اور عاقل ہونے پر اگر وہ شخص اپنے آپ کو کسی دوسرے مرشد کامل کی طرف تک پاتا ہے تو اسے اختیار ہے کہ وہ اس سے بیعت کر لے۔

⊗ جب مرشد متواتر کسی مرید کی طرف توجہ نہ کرے اور اس کی باطنی تربیت نہ کرے بلکہ مسلسل مرید کی طرف بےاتفاقی برئے تو مرید دوسرے شیخ یا مرشد کامل اکمل کی طرف رجوع کر سکتا ہے اور اس مرشد کامل اکمل کے لیے بھی جائز ہے کہ اسے بیعت کر کے اس کی تربیت کر لے۔

⊗ اگر مرشد لاپتہ ہو جائے اور مرید عرصہ دراز تک مرشد سے ظاہری اور باطنی رابطہ نہ کر سکے اور نہ ہی مرید کو معلوم ہو کہ مرشد کہاں ہے تو اس صورت میں دوبارہ بیعت کی جائیگی ہے۔

⊗ اگر کسی کو خلافت یا اجازت بیعت اس امید پر دی گئی تھی کہ وہ راوی سلوک جلد کمل کر لے گا اور باطنی متحمل میں جو کوئی رہائی اسے پورا کر لے گا لیکن اس کی کوئی کواؤس نے کافی مہلت ملنے کے بعد بھی پورا نہیں کیا تو مرید کو ایسے مرشد کی بیعت توڑنے کا حق حاصل ہے۔

حضرت حقیقی سلطان باطلور حضرت اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں مرشد کامل اکمل وہی ہے جو طالب (مرید) کو ذکر کے لیے سلطان الا ذکار

ہو اور تصور کے لیے اسم اللہ ذات عطا فرمائے اور اس کے وجود کو پاک کرنے کے لیے مشق مرقوم وجود یہ کروائے۔ جو مرشد یہ سب نہیں کر سکتا وہ مرشد لا ائمہ ارشاد مرشد نہیں ہے ابھذ اس کی بیعت ختم کر کے اس صاحب تصور اسم اللہ ذات مرشد کامل کی بیعت کی جا سکتی ہے جو یہ خصوصیت رکھتا ہو۔

مرشد کامل اکمل کی اہمیت اور فضیلت اولیا کا ملین کی نظر میں

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

غوث الاعظم سید مجتبی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اگر تیرے لیے مقدر سازگار ہو اور تقدیر تجھے ایسے مرشد کامل کی پار گاؤں میں لے جائے جو رہنمائی حقیقت سے آشنا ہو تو اس کی خونخواہی میں مصروف ہو جا۔ اس کے حکم کی اتباع کر اور ان تمام امور کو تزک کر دے جن میں تو پہلے جلد ہازی کرتا تھا۔ مرشد کامل اکمل کے جن امور سے تو نہ اوقف ہو ان پر اعزاز اپنے نہ کر کیونکہ اعزاز اپنے صرف لا ائمہ جھگڑا پیدا کرتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ (سورہ کہف میں بیان ہوا ہے) تیرے لیے کافی ہے کہ جب انہوں نے پچھے تو قلیل کیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر اعزاز اپنے کیا تھا۔

مرشد ان کامل کی مجالس کو اختیار کر کیونکہ ان کی مجلس اختیار کرنے سے حلاوت اور مطہاں حاصل ہوتی ہے اور ان کی نور ان کی صحبت اور مجلس میں انسانوں کے قلوب کے اندر اللہ تعالیٰ کی خالص محبت کے چشمے جاری کیے جاتے ہیں جن کی قدر و قیمت صرف وہی بانتے ہیں جن کو ذکر اللہ (ذکر اسم اللہ ذات) کی توفیق حاصل ہو بھی ہو۔ (غایہ الطالبین)

اے اللہ کے بندو! تم حکمت کے گھر میں ہو لبڑا اسیلہ کی ضرورت ہے۔ تم اپنے محبود سے ایسا علیب (مرشد) طلب کرو جو تمہارے دلوں کی پیاریوں کا علاج کرے۔ تم ایسا معانیح طلب کرو جو تمہیں روادے۔ ایسا رہنمایا کو تلاش کرو جو تمہاری رہنمائی کرے اور تمہارے ہاتھ کو پکڑ لے۔ تم اللہ تعالیٰ کے مترب اور ممدوہ بندوں اور اس کے قرب کے دروازوں اور اس کے دروازوں کے نگہبان کی نزدیکی حاصل کرو۔ (اللّٰہ ار بیانی۔ مخطوطات غوثیہ)

تو (باطنی طور پر) نایاب ہے تو اس کو تلاش کر جو تمہارے ہاتھ پکڑ لے، تو جاہل ہے تو عالم والے کو تلاش کر اور جب تجھے ایسا قابل مل جائے تو پس اس کا دامن پکڑ لے اور اس کے قول اور رائے کو قبول کر اور اس سے سیدھا راستہ پوچھ۔ جب تو اس کی رہنمائی سے سیدھی راہ پر پہنچ جائے گا تو وہاں جا کر بیٹھ جاتا کہ تو اس کی معرفت حاصل کر لے۔ (اللّٰہ ار بیانی۔ مجلس ۴)

تو ایسے شخص (مرشد) کو تلاش کر جو تمہارے دین کے چہرہ کے لیے آئینہ ہو۔ تو اس میں ویسے اسی دیکھے گا جیسا کہ آئینہ میں دیکھتا ہے اور اپنا

ظاہری چیز اور عما ماء اور بالوں کو درست کر لیتا ہے، ان کو سناوارتا ہے۔ تو عقل مند بن، یہ ہوں گیسی ہے اور کیا ہے؟ تو کہتا ہے مجھے کسی شخص کی ضرورت نہیں جو مجھے تعلیم دے جائے اسکے سر کار و عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ”مومن مومن کا آئینہ ہے۔“ جب مسلمان کا ایمان درست ہو جاتا ہے تو وہ تمام خلوق کے لیے آئینہ بن جاتا ہے کہ وہ اپنے دین کے چہروں کو اس کی لفظوں کے آئینہ میں اس کی ملاقات اور قرب کے وقت دیکھتے ہیں۔ (الخط الرہانی۔ جلس 61)

❖ انسان پرواہب ہے کہ دنیا میں ہی مر نے سے پہلے کسی اہل تلقین (مرشدکامل) سے آخرت کے لیے حیات قلب حاصل کر لے کیونکہ دنیا آخرت کی بھیت ہے۔ اگر وہ اس میں کچھ بوجے گا ہی نہیں تو آخرت میں کاٹے گا کیا؟ اس بھیت سے مراد اس دنیوی انسانی وجود کی زمین ہے۔ (سرالسرار۔ فصل نمبر 8)

❖ تربیت کے لیے مناسبت کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ مبتدی کو ابتدائے حال میں اللہ تعالیٰ سے کوئی نسبت نہیں اور نہ ہی اس کے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی مناسبت ہے۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے ولی (مرشدکامل) اس کی تربیت کرے کیونکہ بشریت کی رو سے دونوں کے درمیان مناسبت ہے جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زندگی میں (صحابہ کرام کی تربیت فرماتے رہے) تھے۔ پس جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں (بشری حالت سے) موجود تھے تو کسی دوسرے کی (تربیت کی) ضرورت نہ تھی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخرت میں منتقل ہونے کے بعد وہ (ظاہری مناسبت اور) تعلق منقطع ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دنیا کو ترک کر کے) تجوہ داختیا رفرمایا۔ اسی طرح اولیا کرام جب آخرت سے تعلق جوڑ لیتے ہیں تو ان میں سے کوئی بھی کسی کو مقصود تک پہنچانے کے لیے تلقین و ارشاد نہیں کرتا۔ پس اگر تو اہل فہم میں سے ہے تو کبھی جا۔ اگر سمجھنیں تو ریاضت نورانیہ سے وہ فہم حاصل کر جو ظلماتی انسانیت پر غالب ہو کیونکہ فہم نورانیت سے حاصل ہوتا ہے نہ کاظمت سے، اور جب کسی مقام پر تور آ جاتا ہے تو وہ مقام مزین و مشرف ہو جاتا ہے۔ پس مبتدی میں اس کے لیے مناسبت نہیں رہتی۔ جو ولی (دنیا میں) حیات ہوتا ہے تو اس (مبتدی) کو ولی کے ساتھ (بشری) مناسبت ہوتی ہے کیونکہ دراثت کامل کی رو سے اس (ولی) کو ایک تعلقیت^۱ اور دوسری تجویدیت^۲ کی جہت حاصل ہوتی ہے۔ جس ولی کو ظاہری حیات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبودیت نبوت کی ولایت سے مدد حاصل ہوتی ہے وہ اس (ولایت) سے خلوق میں تصرف کر سکتا ہے۔ پس جان لو کہ اس (مقام) سے آگے بہت گہرا از ہے جس کا اور اک اس کے اہل ہی کر سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَنْهَا الْعِزَّةُ وَلَيَرْسُولُهُ وَلَمْ يُؤْمِنُ بِهِ﴾ (سورہ الناطقون۔ 8)

ترجمہ: اور عزت اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے لیے یہی ہے۔

ارواح کی تربیت کے لیے روح جسمانی کی تربیت جسم کے اندر ہوتی ہے اور روح روانی کی جگ قلب میں، روح سلطانی کی جگ فواد میں اور روح قدسی کی جگ سر میں ہوتی ہے جو کہ اس کے اور حق کے درمیان وابسط ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے خلوق کے لیے ترہاں ہے کیونکہ

¹ بھی ولی کے وصال کے بعد مبتدی اور ولی میں کوئی مناسبت نہیں رہتی۔ ج ایک شے کا، دوسری سے تعلق پہنچا کر، ج ایک شے کا، دوسری سے تعلق ختم کرنا

اہل اللہ میں اس کے محروم ہیں۔ (سرالاسرار، صفحہ 22)

＊ اگر تو نجات پاہتا ہے تو ایسے شیخ کامل کی صحبت اختیار کر جو اللہ تعالیٰ کے حکم اور علم خداوندی کو جانتے والا ہوتا کہ وہ تجھے علم پڑھائے اور ادب سکھائے اور تجھے اللہ تعالیٰ کے راستے واقف کر دے۔ مرید کو دیکھ لیتے اور ہنسا کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ وہ ایک ایسے جنگل میں ہے جس میں کثرت کے ساتھ اڑادھی ہے اور پچھوئیں اور طرح طرح کی آفات، بھوک بیاس اور بلاک کرنے والے درندے ہیں۔ پس وہ شیخ کامل دیگر اس کو ان آفات سے بچائے گا اور اس کو پانی اور بھل دار درختوں کی جگہ بتاتا رہے گا۔ جب مرید رہنمای اور شیخ کامل کے بغیر درندوں، سانپوں، پکھوؤں اور آفات سے بھرے ہوئے جنگل میں چلے گا تو تقصیان انجام دے گا۔

اے دنیا کے راستے کے مسافر! تو قافل اور رہنماء اور رہنماوں سے جدائہ ہو ورنہ تمرا مال اور جان سب چلے جائیں گے اور اے آخرت کے راستے کے مسافر! تو یہ مرشد کامل کے ساتھ رہو وہ تجھے منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔ تو اس راست میں اس کی خدمت کرتا رہ، اس کے ساتھ حسن اور سے پیش آؤ اس کی رائے سے اختلاف نہ کر۔ وہ تجھے علم سکھائے گا اور تجھے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کر دے گا۔ (افتخار بانی، جلس 50)

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان باحکومت اللہ علیہ

حضرت حقیقی سلطان باحکومت اللہ علیہ اپنی کتاب میں الفقر میں فرماتے ہیں:

＊ مرشد کامل کے کہتے ہیں اور مرشد کن خواص اور صفات کا مالک ہوتا ہے؟ مرشد کس طرح طالبِ مولیٰ کو راہِ سلوک پر چلا کر توحید میں غرق کرتا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مجلس کی حضوری سے مشرف کرتا ہے؟ مرشد سے کیا چیز حاصل ہوتی ہے اور وہ کس مقام، منزل اور مرتبہ کا مال ہوتا ہے؟ مرشد صاحبِ اصرف فقائق اللہ تعالیٰ بالله فتحی ہوتا ہے۔ تمجیب و تمجیب لَا ينبع حاج ترجمہ: "(دوں کو) زندہ کرنے والا اور (نس کو) مارنے والا ہوتا ہے اور کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔" مرشد پارس کے پھر کی طرح ہوتا ہے۔ مرشد کسوٹی کی طرح ہے۔ اسکی نظر سورج کی طرح (لیغ بخش) ہے جو بد فصال کو (یہک عادات سے) تبدیل کر دیتی ہے۔ مرشد گلریز کی طرح ہے۔ مرشد تنبولی کی طرح باخبر ہوتا ہے جو پان کے پتوں (کی خصوصیات) سے آگاہ ہوتا ہے (اپنی طرح مرشد بھی اپنے مریدوں کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ ہوتا ہے)۔

＊ آہن کہ پارس آٹھا شد فی الحال بصورت طلا شد

ترجمہ: لوہا جو پارس کو مجنوجا رے فوراً سونا ہے جاتا ہے۔

مرشد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح صاحبِ طلاق ہوتا ہے۔ ماں باپ سے بھی زیادہ مہربان، اللہ کی راہ میں بہایت دینے والا بہترین راہنماء، (معرفت الہی کا) خزانہ عطا کرنے والا جیسے کہ پیش قیمتِ لعل اور ہیروں کی کان، کرم کی موج جیسے موتیوں کا دردیا، ہر منزل کا ایسا منزل کشا جیسے کہ جرتے لے کو کھو لئے والی چابی، دنیا اور اس کے مال و دولت سے بے نیاز اور بے طبع، طالبانِ مولیٰ کو پانی جان سے زیادہ عزیز رکھتے والا، درویشوں کی طرح (دل و دنات، دنیا سے) بالکل مغلس۔ مرشد مردے کو تسلی دینے والے کی طرح ہوتا ہے اور ایسے مردہ طالبِ مولیٰ کی تلاش میں

رہتا ہے جو (پس کی موت کے بعد) مُؤْمِن اُقْبَلَ آن تَمَوْتُوا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مقام پر پہنچا ہو، اس کا جسم مردہ اور دل زندہ ہو چکا ہوا اور وہ راہ فقر میں فاقہ کشی (یعنی بحرہ بھت) کرنے والا ہون کر نالائق طالب جو اپنی مرضی پر چلتا ہے۔ مرشد کمہار کی طرح ہے، کمہار مٹی کے ساتھ جو چلتا ہے کرتا ہے لیکن مٹی اس کے سامنے دم نہیں مارتی۔

﴿ عَلَى رَأْيِهِ مَجَلٌ أَسْتَ كَرْ گُوِيدِ بَكَالٌ ازْ بَهْرِ چَ سَازِيٰ وَ چَراِيٰ ٹَهْنِيٰ

ترجمہ: مٹی کی کیا مجال کہ وہ کمہار سے پوچھئے کہ وہ اسے کیوں توڑتا ہے اور اس سے کیا بناتا ہے؟

مرشد اللہ کا دیدار میں اور طالب صادق الحقین ہونا چاہیے۔ مرشد رفیق کو کہتے ہیں۔ حضور علیہ اصلۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿ الْرَّبِيعِيُّ تَلَقِّيُّ الطَّرِيقِ

ترجمہ: پہلے رفیق تلاش کرو پھر راست پر چلو۔

﴿ بَاتُّهُوا! مَرْشِدُهُنَّ أَيْنَ زَمَانَ زَرْ گُمْبَرٌ بَرْ كَ نَفَرْشَ زَرْ كَنَدَ آنَ بِيَنْظِيرٍ

ترجمہ: اے باتھو! اس زمانہ کے مرشد پرست لوئے والے ہیں۔ ایک ہی نظر سے سونا ہانے والے مرشد نایاب ہیں۔

﴿ بَاتُّهُوا! مَرْشِدُهُنَّ أَيْنَ زَمَانَ زَرْ پَرْسَتَ وَزَنَ پَرْسَتَ

ترجمہ: اے باتھو! اس زمانہ کے مرشد مال و دولت اور عموروں کی پرستش کرتے ہیں۔ یہ زن پرست، زر پرست اور خود پرست ہیں اس لیے ان کے دل سیاہ ہیں۔

﴿ بَاتُّهُوا! مَرْشِدُهُنَّ وَاصْلَانَ حَنْ عُشَقَ سُوزَ هَرْ سَاعِتِيٰ هَرْ دَمْ بِسُوزَ وَ شَبْ بِرَوزَ

ترجمہ: اے باتھو! اللہ تعالیٰ سے واصل مرشدوں رات ہر لمحہ اور ہر سانس عشق میں جلتے رہتے ہیں۔

کن! آدمی کا وجود دو دہ کی طرح ہے۔ دو دہ میں دہی، لشی، بکھن اور سمجھی موجود ہوتے ہیں۔ اسی طرح آدمی کے وجود میں نفس، قلب، روح اور سزا نکھلے پائے جاتے ہیں۔ مرشد ایسا ہونا چاہیے کہ جس طرح محورت دو دہ میں مناسب مقدار میں دہی ملاتی ہے، پھر یہ دو دہ ساری رات جنم کر دہی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر جب اس دہی کو بلوایا جاتا ہے تو اس پر بکھن آ جاتا ہے، بکھن الگ ہو جاتا ہے اور اسی الگ ہو جاتی ہے۔ پھر جب اس بکھن کو آگ پر رکھا جائے تو آگ کی پیش سے اس میں موجود کثافت الگ ہو جاتی ہے اور ہر قسم کی میل سے پاک خالص گھمی تیار ہو جاتا ہے۔ پس مرشد کو محورت سے کھٹکنیں ہونا چاہیے، جس طرح محورت دو دہ کے کام کو انجام نہ پہنچاتی ہے بالکل اسی طرح مرشد طالب مولیٰ کو اس کے وجود میں مقام نفس، مقام قلب، مقام روح، مقام سر، مقام توفیق الہی، مقام علم شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کو الگ الگ کر کے دکھادیتا ہے۔ وہ طالب مولیٰ کو مقام خناس، خرطوم، شیطان، حرس، حسد اور کبر بھی اسی طرح الگ الگ کر کے دکھادیتا ہے جس طرح قصاص بکرے کو ذبح کر کے اس کی کھال اتارتا ہے پھر اس کی ہر رگ اور بولی کو الگ کر دیتا ہے اور اس کے گوشت سے آلاتشوں کو کھال پھینکتا ہے۔ مرشد کامل کھل کو اسی طرح ہونا چاہیے (کہ طالب مولیٰ کے وجود سے غیر مولیٰ اشکوچا کر دے) اور نہ اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔ (بین المفہوم)

❖ فقیر (مرشد) دو حرم کے ہوتے ہیں ایک صاحب بالٹن اور دوسرے صاحب بالٹن۔ جو شخص (ریاست کی خاطر) بھوکا پیاسا سارہ تھا ہے مگن باطن سے بے خبر ہے ایسے شخص کا انعام بالٹل ہے۔ صاحب بالٹن (مرشدکامل) جتنا کھانا کھاتا ہے اس سے دو گنہ نور اس کے وجود میں ظاہر ہوتا ہے۔ فقر کا کام کھانا نور ہے، ان کا پیٹ تصور ہے اور ان کا قلب بیت المصور ہے۔ فقر کا سونا تصور ہے اور ان کی عاقبت مخصوص ہے۔ ان کے نزدیک زائد جنت کی طلب (شیعیان) کرنے والا مزدور ہے۔ (مین الفرق)

❖ مرشد بھی دو حرم کے ہیں۔ ایک صاحب نظر اور دوسرے صاحب زر۔ مرشد فصلی سالی (مرشدناقص) اور مرشد وصلی لازوالی (مرشدکامل اکل)۔ (مین الفرق)

❖ مرشد درخت کی طرح ہوتا ہے جو موسم کی سردی اور گرمی خود رواشت کرتا ہے مگر اپنے زیر سایہ بیٹھنے والے کو سکون اور آرام مہیا کرتا ہے۔ مرشد کو دین کا دوست اور دنیا کا دشمن ہونا چاہیے جبکہ طالب مولیٰ کو صاحب یقین ہونا چاہیے جو مرشد پر ماں اور جان قربان کرنے سے ہرگز دریغ نہ کرے۔ مرشد کو نبی اللہ کی مشی ہونا چاہیے اور طالب مولیٰ کو ولی اللہ کی مشی ہونا چاہیے۔ (مین الفرق)

❖ (مرشدکامل کی) وصیلت (حکمی) قضیلت سے بہتر ہے کیونکہ گناہ کرتے وقت علم قضیلت (گناہ کرنے والے) روک نہیں سکتا جبکہ وصیلت بندے کو گناہ کرنے سے پہلے روک دیتی ہے۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والد اور مرشد حضرت یعقوب علیہ السلام (کی وصیلت) نے ہی زیخ است چایا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿الْشَّيْخُ فِي قَوْمٍ كَتَبَ فِي أُمَّةٍ﴾

ترجمہ: مرشد اپنی قوم میں یوں ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ (مین الفرق)

❖ عارف (مرشد) تین حرم کے ہوتے ہیں۔ عارف دنیا، عارف عقیلی اور عارف مولیٰ۔ عارف دنیا مال و دولت اور جو عات خلقت کا طالب ہوتا ہے۔ وہ اپنے مریدوں کی بہبیاں تک حق کھاتا ہے اور خانقاہیں تعمیر کرنے، کشف و کرامات دکھانے، زمین و آسمان کی سیر کرنے اور بادشاہ وقت کے قرب اور ملاقات کا خواہ شمند ہوتا ہے۔ یہ تمام مراتب مختلف ہیں۔ عارف دنیا مرشد مختلف ہوتا ہے اور اس کے طالب بھی مختلف ہوتے ہیں۔ دوسرے عارف عقیلی ہیں۔ یہ زابد، عابد، عالم، عقیل اور پرہیزگار ہوتے ہیں جو دوزخ کے خوف سے سبھے رہتے ہیں اور جنت حاصل کرنے کے لیے عبادت کرتے ہیں۔ ان کا مرتبہ مختلف ہے اور ان کے طالب بھی مختلف ہیں۔

❖ زاہدا! از عتم دوزخ چند ترسانی مرا آتشی دارم کہ دوزخ نزو آن خاکستر است

ترجمہ: اے زاہدا تو دوزخ کی آگ سے مجھے کیوں ذرا رہا ہے؟ میرے اندر تو وہ آگ ہے کہ دوزخ اس کے نزدیک آتے ہی جل کر ناگ کو جائتے۔

تیرسے عارف مولیٰ، توحید میں غرق عارف بالله میں جوانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر، دنیا اور عقیلی سے دور، اللہ تعالیٰ کی ذات میں مکن اور سرور رہتے ہیں۔ اللہ کس ماسوئی اللہ ہوں۔ (مین الفرق)

پس مرشد کے کہتے ہیں؟

بُجُّيِ الْقَلْبٍ وَ تَجْيِيْثُ النَّفَرِ

ترجمہ: قلب کو زندہ اور نفس کو مارنے والا۔

جب وہ طالب پر جذب اور غصب کرتا ہے تو قلب کو زندہ کر کے نفس کو مار دیتا ہے۔

مرشد وہ ہے جو فقر کی انتہائی پہنچا ہو اور جس نے خود پر غیر ماسوئی اللہ کو حرام کر کھا ہو، ازل سے ابد تک احرام باندھے اللہ تعالیٰ کا بے جاب دیدار کرتے والا حاجی ہو۔ (مین الفرق)

مرشد طبیب کی طرح ہے اور طالب مریض کی مثل ہے۔ طبیب جب کسی مریض کا علاج کرتا ہے تو اسے کڑہی اور میٹھی دوایاں دیتا ہے۔ مریض کو چاہیے کہ وہ اپنیں لکھائے تاکہ محنت یا ب ہو جائے۔ (مین الفرق)

مرشد کامل کے بغیر اگر کوئی ساری عمر یا حالت کے پتھر سے سر پھوڑتا رہے پھر بھی اسے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ بغیر یہ مرشد کوئی اللہ تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ مرشد باطن کی راہ کے تمام مقامات و منازل سے آگاہ ہوتا ہے اور ہر مشکل کا مشکل کشا ہوتا ہے۔ مرشد کامل توفیقِ الہی کا دوسرا نام ہے۔ توفیقِ الہی کے بغیر کوئی بھی کام سرانجام نہیں دیا جا سکتا۔ مرشد جہاز کے تجربہ کا رادر باخبر جہاز ران کی مانند ہوتا ہے جسے راستے میں آنے والی تمام آفات اور مشکلات (اور ان کے حل) کا علم ہوتا ہے۔ اگر بھری جہاز پر تجربہ کا راجر جہاز ران نہ ہو تو جہاز ڈوب کر غرق ہو جاتا ہے۔ مرشد خود اسی جہاز ہے اور خود اسی جہاز ران ہے فہمہ مدن فہمہ (جو بھگہ گیا سو بھگہ کیا)۔ (مین الفرق)

دانان بن اور جان لے اللہ تعالیٰ صاحبِ راز (مرشد کامل اکمل) کے سینہ میں ہے۔ (مین الفرق)

قدرتِ توحید کا دریائے وحدتِ مون کے دل میں موجز نہ رہتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے قرب و حال کا طالب ہے اسے چاہیے کہ سب سے پہلے مرشد کامل تکمیل کی طلب کرے کیونکہ مرشد کامل تکمیل دل کے خزانوں کا مالک ہوتا ہے۔ اسم اللہ کے ذکر اور تصویر کی تاثیر سے فقیر کا وجود پر نور ہوتا ہے۔ جو کوئی دل کا محروم ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی نعمت سے محروم نہیں رہتا۔ (مین الفرق)

مرشد میرہ محبت بخششے والے شفیق اور محروم اسرار کو کہتے ہیں۔ مرشد تکوار کی مثل ہے، اس کے پاس صرف وہی طالب جائے جو اپنا سر تن سے جدا کرو سکتا ہو۔ مرشد چھری کی طرح ہے، اس کے پاس صرف وہی طالب جائے جو خود کو زندع کروانے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ مرشد ملک الموت کی طرح ہے جیسا کہ عزرائیل، جس طالب کو اپنی جان کی طرح نہ ہو دی طالب مرشد کے پاس جائے۔ مرشد قادر اور فقر کے گھر کی مثل ہے، جو طالب قادر کشی کر سکتا ہو صرف وہی مرشد کے پاس جائے۔ مرشد سولی کی مثل ہے، جو طالب سولی چڑھ سکتا ہو صرف وہی مرشد کے پاس جائے۔ مرشد آگ کی طرح ہے، صرف وہ طالب اس کے پاس جائے جو اپنے کافر نفس کو آگ میں جلا سکتا ہو۔ جب طالب مرشد کی بارگاہ میں جائے تو اسے چاہیے کہ مرشد کے لیے دل میں ظلوس و محبت رکھنے کے لئے وہی پر نظر رکھے۔ پس تیکی اور بدی کی تھیت جا سوں طالب کا کام ہے، طالب مولیٰ ایسا نہیں کرتے۔ (مین الفرق)

با تھو! طالبان ایں زمانہ نوں بدون طالب را نیت طلبش بی چکوں ترجمہ اے باھمہ! اس زمانہ کے طالب کیجئے اور کم ہمت ہیں اپنیں اللہ تعالیٰ کی طلب ہی تھیں ہے۔ (سی انقر)

مرشد کامل کی نیتی کیا ہے؟ حضرت حقی سلطان باخور حضرت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مرشد کامل طالب کو خوش خط لکھا ہو اسیم اللہ عطا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے طالب! اس اسیم اللہ کو اپنے دل پر لکھ۔ جب اسیم اللہ دل پر لکھنے سے طالب کے قلب میں قرار پکڑ لیتا ہے تو مرشد کہتا ہے کہ اے طالب! دیکھو اسیم اللہ! ذات میں سے تجلیات آفتاب کی روشنی کی مثل طاوع ہو رہی ہیں۔ ان تجلیات میں طالب کو دل کے اروگرد ایک لا زوال مملکت اور چودہ طبق سے وسیع ترمیدی ان دکھائی دیتا ہے جس میں دونوں جہاں اپنے دکھائی دیتے کی مانند نظر آتے ہیں۔ (نور الدینی کا ان)

مرشد کامل پہلے دن ہی طالب مولیٰ کو اسیم اللہ ذات تحریر کر کے دے دیتا ہے۔ (کلید جنت) مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو طالب کو اسیم اللہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ اس کا تصور اور دیدار الہی بھی عطا کرے۔ حضرت حقی سلطان باخو فرماتے ہیں:

جو مرشد طالب صادق کو پہلے ہی روز دیدار الہی سے نہیں نوازتا وہ تلقین و ارشاد کے لائق نہیں۔ (نور الدینی کا ان)

جان اوک بندے اور اللہ کے درمیان کوئی پیاز، دیوار یا صیلوں کی مسافت نہیں ہے بلکہ بندے اور خدا کے درمیان پیاز کے پردے جیسا باریک تجھ ہے۔ اس پیاز کے پردے کو تصور اسیم اللہ ذات اور صاحب راز مرشد کامل کی لگاہ سے توڑنا بالکل مشکل نہیں۔ تو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر آئے تو خدا بے نیاز ہے۔ (کلید الحجۃ کا ان)

مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو طالب کے ہر حال، ہر قول، ہر عمل، ہر فعل اور اس کی ہر حالت معرفت و قرب و وصال اور اس کے محکرات، دلیل اور وصم و خیال سے باخبر ہو۔ مرشد کو ایسا ہو شیار ہونا چاہیے گویا طالب کی گردن پر سوراہ ہو اور اس قدر ہو شیار ہو کہ طالب کی ہر بات اور ہر دم سے باخبر ہو۔ ایسے مرشد کا باطن آباد ہوتا ہے اور طالب اسیم اللہ ذات کے حاضرات کے ذریعے اسے ظاہر و باطن میں حاضر سمجھتا اور اس پر اعتقاد رکھتا ہے۔ (کلید الحجۃ کا ان)

مرشد کامل تصور اسیم اللہ ذات اور علم حق سے طالب کو معرفت و دیدار کا سبق پڑھاتا ہے اور باطل و نیاجیف مردار سے بیزار کر دیتا ہے حتیٰ کہ طالب دنیا سے بزرار بار استغفار کرتا ہے۔ کامل مرشد وہ ہے جو تصور اسیم اللہ ذات سے معرفت و دیدار کو مکشف کرتا ہے اور پھر اسیم اللہ ذات میں ہی لوٹ آتا ہے کہ اتنا دنیا کا کوئی مرتبہ اسیم اللہ ذات سے باہر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ (نور الدینی کا ان)

اگر کوئی اپنی تمام عمر ریاضت میں صرف کر دے اور ایک سو تیس سال ایک ناگف پر کھڑا رہ کر مجاہدہ کرتا رہے تو بھی اسے طریقت، معرفت، باطن، افق، بیقا اور فنا کی ذرا بھی خبر نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے جب تک مرشد کامل کی توفیق حاصل نہ ہو۔ سال بھا سال کی عبادت اور اس کے ثواب سے مرشد کی توجہ بہتر ہے جو ایک لمحہ میں اللہ کا بے جواب دیدار عطا کرتی ہے۔ (امیر الکوین)

سروری قادری مرشد کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

سروری قادری مرشد جامِ وِجمل ہوتا ہے۔ وہ باطن اور ظاہر میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو طالبوں کے لیے کتاب الائچہ کا درجہ رکھتی ہے، جس کے مطابق طالب فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں اور اس ذات کو بے جا ب دیکھتے ہیں۔

طالبان را ہر طالب خوش تما اعتقاد صدق خوان و ز دل عطا
ترجمہ: طالبانِ مولیٰ اگر اعتقاد، صدق اور ول کی پاکیزگی سے اس کتاب کو پڑھیں تو وہ ہر مقصود بآسانی پالیتے ہیں۔ (کلیدِ توحید کا ان)

عارف کامل قادری ہر قدرتے قادر و ہر مقام حاضر
ترجمہ: عارف کامل قادری (صاحبِ سُکنی مرشد کامل سروری قادری) ہر قدرت پر قادر اور ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے۔ (رسالہِ رَحْمَةٍ شریف)

آپ بخوبی ایات میں مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں:

کامل مرشد ایسا ہو وے، جیسا دھوپی واغنوں چھٹے خو
تال نگاہ دے پاک کریدا، وچ نگنی صون نہ تختے خو
میلیاں نوں کر دیندا چتا، وچ ذرہ میل نہ رکھے خو
ایسا مرشد ہو وے بالخو، جیسا لوں لوں دے وچ قسے خو

مرشد کامل کو دھوپی کی طرح ہونا چاہیے۔ جس طرح دھوپی کپڑوں میں میل نہیں چھوڑتا اور میلے کپڑوں کو صاف کر دیتا ہے اسی طرح مرشد کامل اکمل خالب کو درود و طائف، چلائی اور دن بھر یا صرف کی مشقت میں جتنا نہیں کرتا بلکہ اسم اللہ ذات کی راہ دکھا کر اور اپنی نگاہ کامل سے ترکیب افس کر کے اس کے اندر سے قلبی اور روحانی امراض کا خاتمہ کرتا ہے۔ اسے خواہشات دیا وغیرہ سے نجات دلا کر اور تھیر اللہ کی محبت اس کے دل سے نکال کر صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق میں غرق کر دیتا ہے۔ مرشد ایسا ہونا چاہیے جو طالب کے نوں نوں میں بستا ہو۔

مرشد و انگ سارے ہو وے، جیسا گھٹ گھٹیاں گائے خو
پا گھٹیاں باہر گئے، بندے گھرے یا والے خو

جس طرح زرگر ہوئے کوئی خالی میں وال کر کپھا کر اسے مانع کی شکل دیتا ہے اور پھر اس سے اپنی مرضی کا زیور تیار کرتا ہے مرشد کامل بھی ایسا ہونا چاہیے کہ طالبِ مولیٰ کو عشق کی بھنی میں والے اور اسم اللہ ذات کی حرارت سے اس کے وجود کے اندر سے غیر اللہ نکال باہر کرے لیجئی اس کی پہلی عادات و خواہشات کو ختم کر دے اور پھر اپنی مرضی اور منشائے مطابق اس کی تربیت کرے۔

ایپہ تن میرا چشمائ ہو وے، تے میں مرشد و کچھ رقباں خو
لوں لوں دے مل کھے کھے چشمائ، یک سخواں تے پک گیاں خو

اتا ڈھیاں صبر ناں آوے، میں ہو رکتے ذل بھاں خو
مرشد دا دیدار ہے پاٹھو، مینوں لکھ کروڑاں جماں خو

کاش میر اسرا جسم آنکھ بن جائے تاک وہ یکسو ہو کر ہر لوگ مرشد کا دیدار کرتا رہے۔ بلکہ یہ بھی کم ہے، میری طلب تو یہ ہے کہ میرے جسم کے ہر بال میں لاکھلا کھا آنکھیں ہوں تاک آنکھوں جیکتے وقت لوگوں کے لئے کچھ آنکھیں اگر بند بھی ہو جائیں تو میں باقی کھلی آنکھوں سے مرشد کے دیدار میں بھو رہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرشد کے دیدار میں ہر لوگوں ہوتا ہی طالب کے لئے کامیابی کی کلایہ ہے۔ اتنی آنکھوں سے دیدار کرنے کے باوجود بھی میری طلب اور خواہش کم نہیں ہو رہی بلکہ دیدار کے لیے بے چینی اور بے قراری بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ یہی بے قراری اور بے چینی مجھے فخر کی اگلی منزل تک رسائی کی خبر دیتی ہے۔ مرشد کا دیدار تو میرے لئے کروڑ بھائیج کے برادر ہے۔ اللہ کرے یہ حالت مجھے ہمیشہ نصیب رہے۔

اللہ پیٹے دی بولی، میرے من وق مرشد لاندا خو
جس گلت آتے سوہنا راضی ہوندا، اوہ گلت سکھاندا خو
ہر دم یاد رکھے ہر دلے، آپ انخاندا بہاندا خو
آپ کچھ سمجھندا باخو، آپے آپ بن جاندا خو

میرے دل میں میرے مرشد کامل نے اسم اللہ ذات کا نقش جنمادیا ہے اور اس کے تمام اسرار و رموز کو میرے اندر ظاہر کر دیا ہے۔ میرے مرشد کامل کو میری جو حالت، عادات اور کیفیات پسند ہیں وہی مجھے سکھاتا ہے اور ہر لمحہ اور ہر آن گھنے یاد رکھتا ہے۔ اس کی نظر رحمت و محبت اور شفقت کسی بھی لمحہ مجھے نہیں نہیں۔ میں مرشد کی ذات میں اس قدر فنا ہو گیا ہوں کہ میرے قول و فعل اور حرکات و مکانات تک اس کی رضاکے مطابق ہو چکے ہیں۔ وہ خود ہی مجھے راہت کے اسرار و رموز سکھاتا ہے اور کبھی کبھی تو وہ میری بھتی کو فنا کر کے خود ہی بن جاتا ہے یعنی میں، میں نہیں رہتا بلکہ وہ ہو جاتا ہوں اور اس طرح وہ اپنے اور میرے درمیان میں اور تو کا فرق ختم کر دیتا ہے۔

تو تاں جاگ نہ جاگ فقیرا، انت نوں لوز جچیا ہو
آنکھیں میثیاں نہ دل جائے، جاگے جاں مطلب نوں پایا ہو
ایہہ نکتے جدال کیتا پختہ، تاں ظاہر آنکھ سنایا ہو
میں تاں بھلی و بندی ساں باخو، مینوں مرشد را وکھلایا ہو

مخف آنکھیں بند کرنے یا مرافقہ میں بیٹھنے سے دل بیدار نہیں ہوتا۔ ایسا تو تو اپنے مطلب کے لیے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کرتا ہے۔ دل تو توب بیدار ہوتا ہے جب ذکر و تصور اسم اللہ ذات سے دیدار ذات حاصل ہوتا ہے۔ میں بھولا بھکا ہوا تھا اور بھض و رو و دل اتفاق اور مرافقوں کو ای حقیقت بھجو بیٹھا تھا۔ یہ تو میرا مرشد کامل ہے جس نے مجھے حق کی راہ و کھانی اور جب میں نے یہ نکتہ پختہ کر لیا تو حقیقت کو پالیا۔

جتنے رتی عشق و کاوے، اوتحے عنان ایمان دو یوے خو
گتب کتاباں ورد و نیشن، اورت پا کچے خو
باجھوں مرشد گھن حاصل، توڑے راتیں جاگ پڑھوے خو
مریے مرن تھیں اٹھے باخنو، تاں رب حاصل تھیوے خو

جہاں ایک رتی عشق حقیقی مل ہو رہا ہو تو بد لے میں کافی من ایمان دے کر اسے حاصل کر لو کیونکہ جہاں عشق پہنچتا ہے ایمان اس سے لاعلم ہے۔
چاہے تمام زندگی شب بیداری، ورد و دنماں اور مطالعہ کتب میں گزار دی جائے پھر بھی مرشدکامل کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ یاد رکھ! مرنے سے پہلے مرے بغیر وصال الہی عامل نہیں ہوتا۔

جل جلیدیاں جنگل جھوندیاں، میری ہنگامیں دل ڈھنی خو
چلے چلئے تک رج گزاریاں، میری دل دی دوز نہ ڈکی خو
تریے روزے شیخ نمازیاں، ایہہ دی پڑھ پڑھ تھی خو
سچے مرداں حاصل ہویاں باخنو، جہاں مرشد نظر میر دی تھی خو

میں دنیا سے علیحدہ ہو گر دیا تو اور جنگلوں میں پھر تارہا، چلائی میں مصروف رہا، نمازیں پڑھ پڑھ کر، روزے رکھ رکھ کر اور رج کر کے تھک گیا لیکن دل کی مراد پوری نہ ہوئی یعنی معرفت حق تعالیٰ حاصل نہ ہو سکی۔ لیکن جب مرشدکامل نے محبت کی ایک نکاہ مجھ پر ڈالی تو سارے جواب دور ہو گئے۔

جو پاکی بن پاک مایہ دے، سو پاکی جان پلتی خو
یک بہت خانے جا واصل ہوئے، یک خانی رہے میتی خو
عشق دی بازی لئی انہاں، جہاں سردیدیاں ڈھل دی کہتی خو
ہرگز دوست نہ ملدا باخنو، جہاں شرمنی چوڑ نہ سکتی خو

جو پاکیزگی مرشدکامل کی بیعت کے بغیر زہور یا ضست اور عبادت سے حاصل ہواں کو پاکیزگی نہیں تاپاکی اور پلیدی سمجھ لیعنی وجود رجات، مقامات اور مشاہدات مرشدکامل کے بغیر حاصل ہوں وہ استدراج ہیں۔ جس کو مرشد کی غلامی نصیب ہو اس کو بہت خانہ میں جا کر بھی وصالِ الہی حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ مرشد ہر لمحہ اس کی نگہبانی کرتا ہے۔ لیکن مرشد کے بغیر خواہ ساری عمر مسجد میں عبادت کرتے گزار دی جائے پھر بھی محرومی ہی مقدار بنتی ہے۔ عشق کی بازی میں وہی فتح یا ب ہوتے ہیں جو سردینے میں ذرا بھی ہائل نہیں کرتے۔ دیدارِ الہی اور وصالِ حق تعالیٰ گمراہ لانے بغیر نصیب نہیں ہوتا۔

عشق آسانوں بسیاں جاتا، کر کے آؤے ذہانی خو
جو تول دیکھاں مینوں عشق دیبے۔ خالی جگ نہ کافی خو
مرشد کامل ایسا بلیا، جس دل دی تاکی لایی خو
میں قربان اس مرشد پاٹھوں جس دیسا بحیث الہی خو

آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عشق حقیقی اس کمزور اور ناقلوں چان پر پورے زورو شور سے جملہ آ درہ ہو چکا ہے اور اس نے وجود پر اس حد تک
نلبہ پالیا ہے کہ جد ہر نظرِ الحسینی ہے ذاتِ الہی کے جلوے نظر آتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے مرشد کامل کی وجہ سے ہے جس نے دل کا دریچہ کھول
کر ہمیں بھیجاں ہی سے آشنا کر دیا ہے۔ میں اس مرشد کے قربان جاؤں جس نے رازِ الہی سے ہمیں آگاہ کیا ہے۔

کی ہویا جے بت اوڈھر ہویا، دل ہرگز ڈور ن تھیوے ھو
ئے کوہاں تے میرا مرشد و سدا، مینوں وچ حضور دیبے ھو
جیندے اندر عشق دی رتی، اوہ ہن شرابوں کھیوے ھو
نام فقیر تھاں دا پاٹھوں، قیر جہاں دی جیوے ھو

اگرچہ میرے مرشد کامل کا جسم مجھ سے دور ہے لیکن وہ دل سے ہرگز دور نہیں ہے۔ میرا مرشد کامل سیکنڑوں میں دور رہتا ہے لیکن ہمیں تو وہ میں
حضورِ کھانی دیتا ہے۔ طالب میں اگر رتی ہر ابر صحیح عشق ہو تو وہ بغیر شراب کے نمودر رہتا ہے۔ فقیرِ قواصل میں وہ ہوتے ہیں جنہیں جاودائی زندگی
حاصل ہوتی ہے اور ان کی قبر فتوح و برکات کا منبع بن جاتی ہے۔

مرشد مینوں حج لئے وا رحمت وا دروازہ ھو
کراس طواف دوالے قبلے، بت ہو دے حج تازہ ھو
کن فیکون جدوکا شعیا، ڈنخا مرشد وا دروازہ ھو
مرشد سدا حیاتی والا پاٹھو، اوہو خضر تے خواجه ھو

اس بیت میں آپ نے مرشد کے دیدار کو حج کا درجہ دیا ہے اور اسے باب رحمت الہی تباہی ہے۔ آپ مرشد سے ملاقات کو طواف کا درجہ دیتے
ہوئے فرماتے ہیں کہ مرشد کی صحبت میرے لیے مکہ شریف کا حج ہے، وہی رحمتِ الہی کا دروازہ ہے اور میں ہر لمحے اس کے گرد طواف کر کے حج میں
صروف رہتا ہوں۔ جب سے گن فیکنُون سنائے ہمیں اپنے مرشد کی پیچان تصریب ہو گئی ہے۔ مرشد کامل اکمل تو حیات جاودائی رکھنے والا خضر
ہے اور وہی ہمارا ہیر و رہنماء ہے۔

مرشد کامل اوہ سبیزیے، سبیزا دو جگ خوشی و کھادے ھو
پہلے غم تکڑے دا میٹے، وقت رب دا راہ سمجھاوے ھو

اس کفر والی کندھی نوں، جا چاندی خاص ہاوے خو
جس مرشد اس تھے کجھ نہ کجھ پاٹھو، اوہ کوڑے لارے لاوے خو
مرشدکامل ایسا ہوا چاہیے جو دنوں جہاں توں میں نجات و ہندہ ہوا اور طالب کو پسلے رزق کے فلم سے نجات والا کر رازق کی طرف متوجہ کرے اور پھر
اس کے شور زدہ یعنی خام و جو دکو ایم اللہ ذات سے خالص چاندی ہنادے یعنی اس کی کایا پلٹ دے اور معرفت الہی عطا کر دے۔ جس مرشد نے
اس جہاں میں پکھنڈ کیا اور طالب مولیٰ کو معرفت الہی کی راہ پر گامز نہ کیا وہ کذاب، جھوٹا، بھروسہ پا اور ناقص ہے۔

مرشد مکہ تے طالب حاجی، کعبہ عشق بنایا خو
وچ حضور سدا ہر دیلے کریے حج سوایا خو
کپ دم نیتوں جدا نہ ہوئے، دل بھتے آیا خو
مرشد عین حیاتی پاٹھو، میرے نوں نوں وچ سایا خو

مرشد مکہ، عشق کعبہ اور طالب مولیٰ حاجی ہے۔ ایسا طالب مولیٰ ہر لمحہ حضوری میں رہتا ہے اور کعبہ عشق کا طواف کرتا رہتا ہے، سبی اس کا حج
ہے۔ میرا مرشد ایک لمحہ کے لیے بھی مجھ سے جدا نہیں ہوتا اور اب توں کمل وصال چاہتا ہے۔ مرشد روح کی طرح میرے نوں میں سایا ہوا
ہے۔

مرشد ہادی سبق پڑھایا، بن پڑھیوں پیا پڑھیوے خو
انگلیاں وچ کنناں دے دتیاں، بن سینیوں پیا سینوے خو
نین نیناں وتوں خرث رمحدے، بن ریھیوں پیا رسیوے خو
پاٹھو ہر غانے وچ جانی وسدا، گن ہر اوہ رکھوے خو

مرشد ہادی نے ایم اللہ ذات کا ایسا سبق پڑھایا ہے کہ میرا اول ہر لمحے پڑھ رہا ہے۔ کانوں میں انگلیاں دے دوں تب بھی یہ ذکر مجھے سنائی
دیتا ہے اور اب تو حالت یہ ہے کہ آنکھیں متواتر دیدار محظوظ میں محو رہتی ہیں۔ اگر ظاہری آنکھیں بند بھی کروں تو بھی محظوظ حقیقی وصالی دیتا
ہے۔ اب تو محظوظ جسم کے نوں نوں، کان اور سر یعنی پورے دجھو میں جلو و گر ہے۔

مرشد ہابھوں فقر کماوے، وچ کفر دے بڑے خو
شیخ مشائخ ہو بہندے جھرے، نھوٹ قطب بن اؤے خو
تبیجاں نپ بہن مسیتی، جویں موش بہندا وڈ کھدے خو
رات اندرھاری مشکل پینڈا پاٹھو، نے نے آون خللے خو

مرشدکامل کی راہنمائی کے بغیر انسان نہ صرف وصال حق سے محروم رہتا ہے بلکہ بعض اوقات کفر میں بنتا ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے کیونکہ جب اسے

اپنی عظیٰ جدوجہد سے خدا کا وصال نصیب نہیں ہوتا تب وہ سمجھ لیتا ہے کہ اس کا دن جو دیتی نہیں ہے۔ یوں وہ کفر کے اندر چھروں میں آمُم ہو جاتا ہے یا اتنا پرستی اور خود پرستی میں بنتا ہو جاتا ہے۔ کوئی رحم عاتیٰ خلق کا ڈیکار ہو کر کسی مجرمے میں نام نہاد ہیجے، بن کر بیٹھ جاتا ہے اور غوث و قطب کہلانے لگتا ہے۔ کوئی صحیح پکڑ کر مسجد یا حجرے میں یوں جائیتھا ہے جس طرح کوئی پچھا مل میں دبک کر بیٹھ جاتا ہے اور اس طرح اپنی عبادت و ریاست کا ذہونگ رچاتا ہے۔ مرشدکامل کے بغیر علمی کی تاریکی میں رہتے ہوئے اس دشوارگز اور راستے میں ٹھوکریں ہی ٹھوکریں ہیں۔

سے روزے سے نفل تمازاں، سے سجدے کر کر جھنکے ھو
سے داری گئے حج گزارن، دل دی دوڑ ناں گئے ھو
چلے چلیے جگل بھونا، اس گل تھیں ناں پئے ھو
سچے مطلب حاصل ہوندے باخنو، جد پیر نظر اک گئے ھو

مرشدکامل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر معرفت الہی کے حصول کے لئے ہزاروں نوافل ادا کیے، سینکڑوں مرتب سجدہ میں سر رکھ کر انجام کی، حج ادا کی، چالیس چالیس روز چل کشی بھی کی اور پھر جنگلوں میں خلاشِ حق کے لیے بھی پھرتے رہے لیکن ناکام رہے اور معرفت الہی سے محروم رہے لیکن جب میں نے مرشدکامل کی غلامی اختیار کی اور میرے مرشدکامل نے ایک زندگی فیض مجھ پر ڈالی تو میں نے اپنی منزل حیات کو پالیا۔

ناں میں سنی ناں میں شیعہ، میرا دوہاں توں دل عنزیا ھو
مک گئے سبھے خلکی پینڈے، جدوں دریا رحمت ویق وزیا ھو
کئی من میں تارے ٹرٹر ہادے، کوئی کنارے پڑھیا ھو
صحیح سلامت چڑھ پار گئے اودھا بخون، جہاں مرشد دا لڑ پھڑیا ھو

میں نہ تو سنی ہوں اور نہ ہی شیعہ، ان کی متعقبانہ فرقہ و مسلک پرستی اور لڑائی جنگروں کی وجہ سے میرا دل ان سے جلا ہوا ہے۔ جب مجھے اللہ تعالیٰ کا وصال نصیب ہوا اور میں دریافت وحدت میں غوطہ زدن ہوا تو معلوم ہوا کہ دوہاں تو یہ سب جنگلے ہی نہیں، تب میں نے دین کی کنکو پالیا۔ فرقہ پرستی سے ماوراء الحق کی اس منزل تک وہی پہنچتا ہے جو کسی مرشدکامل کے دامن سے واپسیتہ ہو جاتا ہے۔

ناں رب عرش معلیٰ اٹے، ناں رب خانے کبے ھو
ناں رب حرم کتا میں لبھا، ناں رب ویق محرابے ھو
گنگا تیر تھیں مول نہ بليا، مارے پینڈے بے حسابے ھو
جد دا مرشد پھڑیا باخنو، پھٹے گل عذابے ھو

میں نے اللہ تعالیٰ کو خلاش کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ پاگ کا نہ کنندہ نہ ہی عرش معلیٰ پر اور خانہ کعبہ میں ہے اور نہ ہی مساجد و محراب اور عبادت گاہوں میں ہے۔ نہ ہی کتابوں کے مطالعہ اور علم حاصل کرنے سے رب ملتا ہے اور نہ ہی جنگلوں میں جا کر رذہ دو ریاست کرنے سے۔ دراصل اللہ تعالیٰ کا

نہ کنان مرشد کامل (صاحب راز) کے سینے میں ہے۔ میں نے جب سے مرشد کا دامن پکڑا ہے تماش حق تعالیٰ کیلئے میری ساری مشقتیں اور پریشانیاں ختم ہو گئی ہیں۔

حضرت ابو حامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابو حامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی کرام کی جماعت (مرشد کامل کی بیت) میں داخل ہونا فرض میں ہے کیونکہ انبیا کرام علیہم السلام کے علاوہ کوئی بھی شخص قلبی امراض اور عیوب سے خالی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

﴿ میں ابتدائیں احوال صالحین اور مقامات عارفین کا مکرر تھیتی کر میں اپنے مرشد حضرت فضل بن محمد فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی اور صحبت سے فیض یاب ہوا۔ وہ مجاہدہ کے ساتھ یہ مرے قلب کی صفائی کرتے رہے یہاں تک کہ میں واردات الہی سے مشرف ہوا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "اے ابو حامد! اپنی تمام مشغولیات کو چھوڑ دو اور اس قوم کی شکست اختیار کرو جن کو میں نے زمین پر اپنی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ یہی دل لوگ ہیں جنہوں نے میری محبت میں وہ لوگ جانا توں (دنیا اور آخرت) کا سودا کر لیا ہے۔" میں نے عرض کی "باری تعالیٰ! مجھے ان کے بارے میں ہن من عن عطا فرم۔" فرمایا! "میں نے عطا فرمادیا۔" پھر فرمایا "دنیا کی محبت میں مشغول ہو ہونا، سہی تیرے اور ان کے درمیان دیوار ہے۔ اور دنیا کی محبت سے خود بخود تسلیم ہو جائیں اس کے کہ تجھے زبردستی ہاتھ اٹھانا پڑے۔ اے غزالی! میں نے تجھ پر جوار اقدس اور اپنے انوار کی بارش کر دی۔" میں خوشی خوشی بیدار ہوا اور اپنے مرشد شیخ فضل بن محمد فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خواب کا ذکر کیا۔ آپ مسکرانے اور فرمایا "اے ابو حامد! یہ تو ہمارے ابتدائی اشارے ہیں۔ اگر تو نے ہماری نلامی جاری رکھی تو تیری بصیرت الہی کو تائید کیا گا اس سرمه لگا دیا جائے گا۔"

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

﴿ شیخ (مرشد کامل) کافا کہدی ہے کہ وہ مرید کے لیے وصول الی اللہ کے راست کو منحصر کر دیتا ہے۔ جو بغیر شیخ کے اس راست پر چلتا ہے وہ بھلک جاتا ہے اور اپنی تمام عمر صرف کرنے کے باوجود بھی منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ شیخ را ہبہ کی مثل ہوتا ہے جو تاریک راستوں میں طالبوں کی راہنمائی کرتا ہے۔

﴿ اگر اس منزل کا حصول بغیر شیخ (مرشد کامل) کے صرف کتابوں کے مطابع سے ممکن ہوتا تو جنت الاسلام (حضرت ابو حامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ) اور امام عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ جیسے علمائے کرام کو شیخ (مرشد کامل) کی ضرورت پیش نہ آتی حالانکہ وہ مرشد کامل کی صحبت اور نلامی میں جانے سے قبل فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ ہمارے طریقہ علم کے علاوہ بھی حصول علم کا کوئی اور راست ہے تو وہ اللہ تعالیٰ

پر صحبت ہاندھتا ہے۔ لیکن جب دلوں نے طریقت میں داخل ہو کر مرشد کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی حلاوت چکنی تو فرمایا کرتے تھے ”ہم نے تو اپنی عمر کے کثیر را یام بے کاری اور جواب میں گزار دیئے۔“

شیخ احمد ابو زروق رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو زروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم و عمل کا مشائخِ عظام سے حاصل کرنا دوسرا لوگوں سے حاصل کرنے سے بہتر ہے جیسا کہ ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

َبَلْ هُوَ أَيْمَنُكَ تَبَيَّنَتْ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أَوْتُوا الْعِلْمَ (سرہ الحکیم۔ 49)

ترجمہ: بلکہ وہ وہ سن آئیں ہیں جو ان کے مینوں میں محفوظ ہیں جنہیں علم دیا گیا۔

وَأَتَيْغَ سَبِيلَ مَنْ أَنْكَابَ إِلَيْهِ (سرہ حم۔ 15)

ترجمہ: اور سبیل کروں کی جو میری طرف ملک ہوا۔

ان آیات کریمہ سے مشائخِ عظام سے حصول فیض کا ثبوت ملتا ہے۔

تو اس راستے پر جسے تو جانتا نہیں بغیر کسی راہبر کے نہ چل دگرنا اس کے نشیب و فراز میں گر جائے گا کیونکہ راہبر (مرشد کامل اکمل) ہی سالک کو اسن و امان کے ساصل تک پہنچاتا ہے۔

شیخ محمد باشی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں:

کسی ایسے شیخ کے دست اندرس میں با تحد و بوجو باحیات ہو، عارف باللہ، مخلص اور صادق ہو، علم صحیح اور ذوق سلیم کا مالک ہو، بلند بہت اور مقبول حالت والا ہو۔ اس نے منازلِ سلیک کو کسی مرشد کامل کے ہاتھ پر طے کیا ہو، طریقت کے راستے کے پیغمبم جانے والا ہوتا کہ تجھے اس راستے میں آنے والی مصیبتوں، پریشانیوں اور بلاکت سے بچائے، ماسوئی اللہ سے فرار کی تعلیم دے، تیرے قفس کے عیوب کو ختم کرے اور ان احسانات سے آشنا لی کرائے جو تجھے پراللہ کی طرف سے ہیں۔ جب تجھے اس کا عرفان حاصل ہو جائے تو تو اس سے محبت کرنے لگے گا اور جب تو اس سے محبت کرنے لگے گا تو اس کے احکام کی بجا آوری میں پچھا بہت نہیں کرے گا اور اس کے (قرب کے) حصول کے لیے مجاہدہ کرے گا، اس طرح وہ تجھے اللہ تعالیٰ تک پہنچادے گا۔

حضرت شیخ ابن حجر عسکری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ و فقیہ اور محدث احمد شباب الدین بن حجر عسکری رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں ”سالک کے لیے بہتر ہے کہ قرب الہی کو حاصل

کرنے کے لیے ان امور پر کار بند رہے جن کا حکم اس کے شیخ کامل نے دیا ہے کیونکہ اس کا شیخ ہی طبیب اعظم ہے۔ وہ ہر طالب کے لیے اس کی قلبی پیاری اور اس کے مزاج کے مطابق دو اتجہ پر کرتا ہے اور اس کو وہ غذاء رتائے ہے جو اس کے لیے فائدہ مند ہو۔“

شیخ ابراہیم باجوری رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ:

﴿ کسی شیخ کامل کے باหجہ پر ریاست کی منازل طے کرنا زیادہ منافع بخش ہے کیونکہ صوفی کرام کا قول ہے کہ ایک ہزار آدمیوں کے لیے ایک مرشد کامل کا حال ایک آدمی کو ہزار آدمیوں کے وعظ سے بہتر ہے۔ ﴾

﴿ طالب کو چاہیے کہ اپنے شیخ کے حضور مودب رہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی تکاہ کامل سے اس کے دل کا آئینہ صاف ہو جائے۔ ﴾

حضرت علام شیخ طیبی رحمۃ اللہ علیہ

علام شیخ طیبی فرماتے ہیں کہ عالم اگرچہ اپنے علم میں کتنا ہی معتبر اور اپنے زمانہ کا یکتائے روزگار بن جائے تو بھی اس کے لیے مناسب نہیں کہ وہ صرف اپنے علم پر اکتفا کرے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ اہل طریقت کی بارگاہ میں حاضر ہوتا کہ وہ صراط مستقیم کی طرف اس کی راہنمائی کریں یہاں تک کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کے تصفیہ بامن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انہیں الہام فرماتا ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ دنیوی ای اکش سے چھکا کر احصال کرے اور اس کے علم میں جو حرص وہ اور نفس امارہ کی آکش شامل ہو بھی ہے اس سے امتحان کرتے تاکہ اپنے دل کو علم لندنی سے فیضیاب کرنے کے لیے تیار کرے اور اس کے حصول کے لیے کسی ایسے شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہو جائے جو نفسانی امراض کے خاتمه اور نفس کو معنوی مجاستوں سے پاک کرنے کا طریقہ جاتا ہوتا کہ وہ اسے نفس امارہ کی رعنوت اور اس کی خوبی فریب کاریوں سے نجات دلائے۔ اہل طریقت کا اجماع ہے کہ انسان پر کسی شیخ طریقت (مرشد کامل اکمل) کی بیعت کرنا واجب ہے جو اسے ان اخلاق و عادات پر کوڑا کرنے کا طریقہ بتائے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضوری سے منع ہوں۔

حضرت ابن عطاء اللہ سکندر رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابن عطاء اللہ سکندر ری فرماتے ہیں:

﴿ جو شخص طریقت اور راہ سلوک کا پختہ عزم رکھتا ہو اسے چاہیے کہ کسی شیخ (مرشد کامل) کی خلاش کرے جو اہل حقیق میں سے ہو اور طریقت کے اسرار و موز سے واقف ہو اور اسے مولیٰ کی بارگاہ کی حضوری حاصل ہو۔ جب اسے ایسا مرشد مل جائے جو ان تمام صفات کا جامع ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے حکم کی اتباع کرے اور جن چیزوں کو وہ ترک کرنے کا حکم دے ان سے رک جائے۔ ﴾

تمہارا شیخ وہ نہیں جس سے تم نے پکھننا بکار تھا وہ بے جس سے تم نے پکھ حاصل کیا ہو۔ تمہارا شیخ وہ نہیں جس کا کلام تم نے سا بلکہ تمہارا شیخ وہ بے جس کا ایک اشارہ تم میں سرایت کر جائے۔ تمہارا شیخ وہ نہیں جو تمہیں دروازہ کی طرف بلائے بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہارے تمام حبابات اٹھادے۔ تمہارا شیخ وہ نہیں جو تمہیں اپنے سے بھی بلند مقام پر فائز کر دے بلکہ تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہیں جرس وہوا (نفسانی خواہشات) کے قید خانے سے باہر نکال کر مولیٰ سے ملا دے۔

تمہارا شیخ وہ ہے جو تمہارے دل کے آئینے کو صیقل (صاف) کرتا ہے یہاں تک کہ اس میں انوار الہی اور اس کی تجلیات کی پاڑش ہو جاتی ہے۔ اور پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک لے جائے اور اس سفر میں تمہارے ساتھ قدم بقدم رہے حتیٰ کہ بارگاہ و قدسی کے انوار میں داخل کر کے کہے کہ یہ ہے تمہارا پروار و گار۔ اور ایسے شخص کی محبت اختیار نہ کرو جس کا حال تمہاری بندی درجات کا سبب نہ ہو اور جس کا حال اللہ تعالیٰ کی طرف را ہمنائی نہ کرے۔

حضرت خواجہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

آن ک ک خاک را پ نظر کیما کند آیا بود که گوشہ چشمے بہا کند
ترجمہ: جو لوگ اپنی نظر سے خاک کو کیما کر دیتے ہیں کاش اپنی نظر کا ایک گوشہ ہماری طرف بھی کر دیں۔

حضرت مولانا زوم رحمۃ اللہ علیہ

یق کس از نزد خود چیزے ن شد یق آہن بختر چیزے ن شد
یق حلواں ن شد استاد کار تا ک شاگردے شکر رینے ن شد
مولوی ہرگز ن شد مولائے روم تا غلام شس تبریزے ن شد
ترجمہ: کوئی خود سے کچھ نہیں بن سکتا۔ لوہا خود بخود تیز بخیر نہیں بن سکتا جب تک وہ کسی اوہار کے ہاتھ نہیں چڑھتا اور حلواں اپنے کام کا استاد نہیں بن جاتا جب تک وہ کسی حلواں یا شکر رینے کی شاگردی نہیں کرتا۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں خود بھی مولوی سے مولانا زوم نہ بن سکا جب تک میں نے شاہ شس تبریز کی خلائی اختیار نہ کی۔

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

مرید مولانا زوم علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صحبت پیر روم سے مجھ پ ہوا یہ راز فاش لاکھ حکیم سر بجیب، ایک حکیم سر بکف (ایا جیس)

حدیث ول کسی درویش بے گلیم سے پوچھے اللہ کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ (اب جہن)

حضرت دامت نعمت اللہ علیہ شیخ بخش رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

بیرون کامل کی محبت اور غلامی کے بغیر کوئی شخص صوفی اور عارف باللہ نہیں بن سکتا۔

حضرت امداد اللہ مہماجر کی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے اپنی تعلیمات میں اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ جس کا کوئی پیغام نہیں اس کا پیغام شیطان ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

توحید، رسالت، عقائد، زہد و تقویٰ، مکافات، ذکر اذکار و نیزہ کی درستگی کے لیے شیخ کامل کا ہوتا ضروری ہے اور راہ سلوک کا ایک سفر بھی شیخ کے بغیر نہیں ممکن ہے۔

کوئی شخص خواہ کتنا ہی زادہ و عابد کیوں نہ ہو، مرشد کے بغیر وہ شیطان کے پہنڈوں سے نہیں بچ سکتا، یہ علم سلسہ دار بزرگوں سے چلا آ رہا ہے۔

کسی شیخ کامل سے ذکر کا صحیح طریقہ سیکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہ طریقہ سینہ بہ سینہ چلا آ رہا ہے اور اس تعلیم کی ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتی ہے۔ شیخ کامل ناسب رسول ہوتا ہے اور مرید یہ میراث (صراحت مستقیم) دکھاتا ہے۔ (شام احادیث)

حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ سورہ المائدہ کی آیت نمبر 35 (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آتَيْنَا أَنْفُلَنَا أَنْفُلُكُمْ وَالَّذِينَ وَلَمْ يُؤْتُوا إِلَيْهِمْ الْوَسِيلَةَ) میں وسیلہ تلاش کرنے کا جو حکم ہے اس وسیلے سے مراد مرشد کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

حضرت شمس الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ نے فرمایا:

بیرون کامل کے بغیر روحانیت میں ترقی ممکن نہیں۔

بیرون کی محبت سے خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نصیب ہوتی ہے۔ مرید کو چاہیے کہ خود کو مرشد میں محو کر دے تاکہ وہ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخبر کو دیکھ سکے۔

حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

وہی کامل (مرشد کامل) کسی بھی انسان کو ایک لمحہ میں واصل ہاں سکتا ہے۔

حضرت ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ کپلانہ کتاب، سنت، اجماع اور قیاس کے عین مطابق ہے۔ جب تک سالک کے نفس پر تکدد کی ضرورت رہتی ہے جب تک وہ راوی شریعت پر چلنے والا ہوتا ہے اور جب بخوبی عبادت کرے اور عبادت میں لذت بھی پائے تو یہ طریقت ہے۔ طریقت میں توبت قال کی بجائے حال پر بیٹھی جاتی ہے اور قال اور حال میں اتنا ہی فرق ہے جتنا صاحب قال (علم) اور صاحب حال (مرشد کامل) میں فرق ہوتا ہے۔ بھی عاشقوں کی جماعت ہے۔

حضرت عز الدین عبدالعزیز بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ

آپ شروع شروع میں اولیاً کرام کے منکر تھے۔ جب حضرت ابو الحسن شازلی کا کام نتاوجیح آئی "لوگو سنو یہ وہ کام ہے جو پہلے نازل نہیں ہوا۔" اس کام سے متاثر ہو کر آپ نے حضرت ابو الحسن شازلی کی بیعت کی۔ جب آپ کی محبت سے مشرف ہوئے تو فرمایا کہ گروہ صوفیاء دین کی بڑی بنیاد پر قائم ہے اور اس کی دلیل ان کی وہ کرامات ہیں جو ان کے ہاتھوں صادر ہوتی ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ ان بزرگوں کو نہیں مانتے ان کے چہوں پر راندہ درگاہ ہونے اور غضب الہی کی علامات پائی جاتی ہیں، ان کے چہرے بے رونق ہوتے ہیں اور یہ حقیقت اہل مشاہدہ سے پوچیدہ نہیں۔

حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں:

طریقت میں خدا سے دل کا بلا واطط تعلق قائم کر دیا جاتا ہے، جس نے یہ نہ سیکھا وہ نکلا ہے۔ مدار طریقت بیعت پر ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

اولیاً کرام کا طریق صحابہ کرام کا طریق ہے۔ کوئی کتنا بڑا پر ہیزگاری کیوں نہ ہو بزرگوں کی محبت سے مستحق نہیں۔ حضرت امام

ابوحنفہ نے دو سال تک حضرت بہلول داٹا کی محبت اختیار کی اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا۔ آپ کا فرمان ہے کہ جیسے کام سایہ کر سے بہتر ہے۔

حضرت سائیں تو کل شاہ رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

﴿ بیعت کرنے سے مرید کو دینی اور دنیاوی کاموں میں اللہ کی حفاظت مل جاتی ہے۔ مرید کی ہر چیز کا مالک اس کا پیرو ہوتا ہے اور اس کے پسلے میں پھر پریزہ مدد و امداد ہوتی ہے کہ مرید کی جان کنی کے وقت مدد کرنے تاکہ اس کے لاب پر ذکرِ اللہ جاری ہو جائے اور شیطان اس کا ایمان سلب نہ کر لے۔ پھر مذکور کیہر کے سوال جواب میں آسانی پیدا کرواتا ہے اور پل صراط پر مرید کی مدد کرتا ہے اور بالآخر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت میں داخل کروانے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جو مرید دل و جان سے جیر کے عاشق ہوں ان کا معاملہ تو بیان سے باہر ہے۔ (ذکر فتح) ﴾

حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ

- ۱۔ ہر مشکل دی کنجی یارو ہتھ مرداں دے آئی
مرد نگاہ کرن جس ولی، مشکل ربے نہ کائی
- ۲۔ مرد ملے تے مرض گواوے، اوگن دے گن کردا
کامل یہی محمد بخش لال بناؤن پتھر دا
- ۳۔ محبت مجلس پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں
مک ٹک خن شریف انبیاں دا کردا محروم رازوں
- ۴۔ چبھی مار ریاون موتی وحدت دے دریاؤں
کریاں گاں، کھریاں چالاں، دامن پاک ریاوس
- ۵۔ بخشش بتنا تدرست میرا، میرے صاحب نوں وڈیاں
میں گھیاں دا روزا کوڑا، محل چڑھایا سایاں

ترجمہ: (۱) راہ باطن میں پیش آنے والی تمام مشکلات کا حل صرف مرشدکامل کے پاس ہے۔ اس کی نگاہ الفت جس وقت پڑ جائے تو اس راہ کی تمام مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ (۲) مرشدکامل جب مل جائے تو وہ تمام روحانی امراض (انفع، جسد، بکھر، اناست، ہوس، بغض، بکر) کو دور کر کے دل کو پاک و صاف کر دیتا ہے۔ ایسے کامل پیر ہی ہیں جو پتھر کو حل و جواب میں بدل دیتے ہیں یعنی نکھنے اور دنیا دار شخص کو ولی اللہ ہنا دیتے ہیں۔ (۳) میرے مرشد کی محفل اور ان کی محبت نفل نمازوں پڑھنے سے بہتر ہے کیونکہ ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک نگاہ مجھے اسرارِ اللہ سے آگاہ کر رہی ہے۔ (۴) کامل مرد ہر لمحہ وحدت کے دریا میں غرق رہتے ہیں اور وہاں سے ہر لمحہ نئے اسرارِ اللہ کے ساتھ نمودار ہوتے ہیں۔ ان کی گفتگو اور باتیں صاف اور حق پر ہی ہوتی ہیں اور ان کا دامن ریا کاری سے پاک ہے۔ (۵) میری حیثیت تو بہت محظی ہے اور خود کو خشماش کے دانے سے بھی کم وزن اور کم تر سمجھتا ہوں۔ آج میں جو کچھ ہوں یہ صرف میرے مرشد کا کرم اور فضل ہے۔ میں تو گھیوں میں پڑی گندگی سے بھی بدتر تھا، یہ تو ان کا کرم ہے کہ مجھ کو پاک صاف کر کے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت حجی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ رحمۃ اللہ علیہ میرے مرشد کریم ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر حضرت حجی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ دہرا یا کرتے تھے کہ مرشد کامل قادری (سروری قادری) اجر مقام پر حاضر اور ہر کام پر قادر ہوتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کامل اکمل وہ ہوتا ہے جو طالب سے ریاضت، چلکشی اور درود و ظائف نہیں کرواتا بلکہ اسے اللہ ذات اور تصور اسے ملکہ کی راہ جاتا ہے۔ وہ طالب کو اسم اللہ ذات کا داعی ذکر اور تصور کے لئے اسے اللہ اور اسم ملکہ کا سنبھری نقش عطا کرتا ہے اور مشق مرقوم وجود یہ کی راہ دکھا کر اسے رافقت پر گام زن کر دیتا ہے کیونکہ یہ طریق ہے جو سید پہنچانے چاہا آ رہا ہے اور کتب میں درج نہیں۔ مرشد کامل ذکر، تصور اور مشق مرقوم وجود یہ اسے اللہ ذات کے ذریعے طالب کے قلب اور وجود کو پاک کر کے اسے رب کے حضور پیش کر دیتا ہے۔ جو مرشد نہیں کر سکتا وہ ناقص ہے، اس کی اپنا نہیں کرنی چاہیے۔ مرشد کامل اکمل کے متعلق آپ کے فرمان ہیں:

♦ مرشد کامل کی مجلس میں بیٹھنے سے دل میں محبت الہی پیدا ہوتی ہے جیسا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ کون ساد و سست افضل اور بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس کا دیدار تمہیں اللہ کی یاد دلاتے اور جس کی گفتار تمہارے عمل میں زیادتی کا باعث ہے۔"

♦ جو لوگ مرشد کامل کی راہبیری اور راہنمائی کے بغیر قرب الہی اور مشاہدہ حق تعالیٰ کا دعویٰ کرتے ہیں وہ کذاب ہیں۔ ان کی بات کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ طریقت، فخر یا تصوف کی تاریخ میں آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی مرشد کامل کی راہنمائی کے بغیر خود بخود را سوک کی منازل طے کرتا ہو اور قرب الہی میں بیٹھی گیا ہو۔

♦ میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ آج کل مرشد کامل نایاب ہیں اور ہر طرف جعلی، فرسی، دھوکہ باز مرشد کا روپ دھار کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ بھائی اگر تم دنیا اور جنت کی طلب میں نکلو گے تو انہی لوگوں کے بھتے چھوٹے گے۔ کوئی طالب صادق جو صدق سے اللہ تعالیٰ کے قرب کا خواہاں ہو وہ کبھی بھی جعلیازوں کے بھتے نہیں چڑھتا کیونکہ اس کا نکھانہ وہ (اللہ) ہوتا ہے جس کی تلاش میں وہ نکلا ہوا ہوتا ہے۔ پہلے اپنی طلب کو دیکھو اور درست کر پھر مرشد کی خواش کر جتنے منزل مل جائے گی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طلب رکھنے والے، اس کی پیچان اور تلاش میں نکلنے والے ہی نہیں رہے تو مرشد کامل اکمل نے بھی ان دنیا داروں سے اپنے آپ کو چھپا لیا۔ میں پھر کہتا ہوں سادق دل اور خلوص نیت اور دل سے تعصب کی عینک اتار کر خلاش کر جتنے اپنی منزل مل جائے گی۔ ابو جہل اور ابولہب قریب ہونے کے باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیچان نہ سکے، حضرت اولیٰ قرقیز نے طلب صادق کی وجہ سے دور ہوتے ہوئے بھی پیچان لیا۔

♦ طالب کو چاہیے کہ مشاہدہ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کے لئے ذکر، تصور اور مشق مرقوم وجود یہ اسے اللہ ذات یا تصور اسے ملکہ (بھی مرشد حکم دے) جاری رکھے اور مرشد کی مجلس میں حاضری کی کثرت رکھے کیونکہ مرشد کی محبت اور مجلس اسی ایک ایسی

جگہ ہوتی ہے جس میں زنجگ آلوں قلوب کو پاک اور صاف کر کے ان میں نور ایمان داخل کیا جاتا ہے۔ مرشد کی ایک نگاہ وہ کام کرتی ہے جو ذکر و تصور چھ ماہ میں بھی نہیں کر سکتا جیسا کہ میاں محمد بن خلیل فرماتے ہیں "صحت پیر میرے دی بہتر نفل نمازوں۔" طالب کو چاہیے کہ اگر مرشد کی بارگاہ میں روزانہ حاضر نہ ہو سکے تو ہفتہ میں ایک بار اور اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو مہینہ میں ایک بار ضرور مرشد کی جلس میں صدق اور لیقین کے ساتھ حاضر ہو کیونکہ مرشد کی محفل اور جلس میں حاضری کے بغیر اسم اللہ ذات بھی دل میں قرار نہیں پہنچتا۔

❖ مرشد کامل ضروری قادری ہر مقام پر حاضر اور ہر کام پر قادر ہوتا ہے، مگر طالب کا صادق ہونا ضروری ہے۔

❖ ابتدائیں اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور طالب کے دل میں مرشد کی محبت پیدا کرتا ہے۔ غور و فکر کی بات یہ ہے کہ طالب تصور تو اسم اللہ ذات کا گردہ ہے اور دل میں محبت مرشد کی پیدا ہو رہی ہے جبکہ اصول تو یہ ہے کہ جس کا تصور کیا جائے اس کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ مرشد سے یہ محبت طالب کو بار بار اس کی محفل میں لے جاتی ہے اور پھر یہ محبت عشق بن جاتی ہے پھر یہ عشق آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک کی طرف منتقل ہوتا ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ کے عشق میں تبدیل ہو جاتا ہے اور طالب اپنی منزل کو پالیتا ہے۔

❖ مرشد کامل کی نگاہ باطن کے تمام امراض لائق، حسد، تکبیر، کینہ، انا نیت، جوس، بغض، حب و نیا اور حب عقیقی کو فتح کر دیتی ہے۔

❖ مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر کی کوئی عبادات سے درجات اور ثواب تو حاصل ہوتا ہے لیکن مشاہدہ حق تعالیٰ، حضور قلب، اللہ تعالیٰ کی پیچان اور قرب الہی مرشد کامل اکمل کی راہبری کے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔

❖ مرشد کامل فقر کے راست کو مختصر کر دیتا ہے اور سالوں کا فاسد دنوں میں طے کر دیتا ہے۔ جو مرشد کامل کے بغیر اس راست پر چلا ہے وہ بلک جاتا ہے اور تمام عمر بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ حدیث شریف ہے "جس کا شیخ (مرشد) نہیں اس کا شیخ (مرشد) شیطان ہوتا ہے۔"

❖ مرشد کے بغیر اوقت پر سفر تو بہت دور کی بات اس کے بغیر تو اس را وہ پر سفر کی ابتداء بھی نہیں ہو سکتی۔

❖ تصور اسم اللہ ذات سے ظاہر ہونے والے اسرار اور انوار و تخلیات کو اگر طالب نہ سمجھ سکے اور کلمات میں بنتا ہو تو مرشد کو چاہیے کہ طالب کا تصور اسم میگزٹ عطا کرے کیونکہ اسم میگزٹ صراط مستقیم ہے۔ حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا فرمان ہے "جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔"

صاحب مسٹنی مرشد کامل اکمل جامع نور الہدی کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر وصال حق تعالیٰ کا تصور ناممکنات میں سے ہے۔ مرشد کامل وہ چھاٹ ہے جس کی روشنی میں طالب مولیٰ دنیا و عجیبی کے خلماں میں بچوں لے کھاتی اور ڈمکاتی اپنی کشتنی حیات کو بحفاظت منزل مقصود تک لے جانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ مرشد کامل اکمل صاحب مسٹنی کی راہنمائی نہ ملنے کی صورت میں "فنا فی اللہ بقی بہادر" کی منزل تک رسائی فتح خیال آرائی اور گھن تصور بن کر رہ جاتی ہے۔

بَابٌ 6

عشقِ حقیقی

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْهَى اللَّهُ عَلَيْهِ أَنْهَى اللَّهُ عَلَيْهِ (سورة البقرة، آیہ ۱۶۵) ♦

ترجمہ: اور جو ایمان لائے اللہ کے لئے ان کی محبت بہت شدید ہے۔

انسان کو بہت سے رشتہوں اور اشیاء سے محبت ہوتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ سے محبت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت، ماں، باپ، بیوی، بچے، بیکن، بھائی، رشتہدار، دوست، گھر، زمین، جا سیداد، شہر، قبیلہ، برادری، خاندان، ملک اور کاروبار وغیرہ سے محبت۔ جس محبت میں شدت اور جتوں پیدا ہو جائے اور وہ باقی تمام محبوتوں پر غالب آجائے اسے عشق کہتے ہیں۔ عشق باقی تمام محبوتوں کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے اور ہر محبت پر عاوی ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَخْدُكُمْ حَتَّىٰ أَنْتُنَّ أَحْبَبَ إِلَيْهِمْ مِنْ وَالَّذِي هُوَ وَلِيٌّهُ وَالنَّاسُ أَجْمَعُونَ (بخاری ۱۵)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے لیے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑا کر محبوب نہ ہو جاؤں۔

لَا يُؤْمِنُ عَنْدَهُ حَتَّىٰ أَنْتُنَّ أَحْبَبَ إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسُ أَجْمَعُونَ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان ۴۴)

ترجمہ: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے اہل و عیال، مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اللہ اور اس کے محبوب رسول خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید محبت کو اللہ نے مومنین کی صفت قرار دیا ہے اور عشق کا خیر انسان کی روح میں شامل ہے۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک مغلی و پوشیدہ تھی۔ پھر ذات کے اندر ایک جذبہ پیدا ہوا کہ میں پہچانا جاؤں، یہ چاہت اور جذبہ اس شدت سے غلبوڑ پڑے ہوا ک صوفیا کرام نے اسے عشق سے تعمیر کیا۔ اسی جذبہ عشق میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے ”اور احمدی“ کو جدا کیا اور پھر نور احمدی سے تمام مخلوقات کی ارواح تخلیق ہوئیں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

﴿أَكَامُونَ نُورَ اللَّوْهُ كُلُّ خَلَائِقٍ مِّنْ ثُورٍ﴾

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام مخلوق میرے نور سے ہے۔

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باحور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ جان لے کہ جب نور احمدی نے وحدت کے گوشہ تجھی سے نکل کر کہ کائنات (کثرت) میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کی جگلی کی گرم بازاری سے (تمام الاموں کو) رونق بخشی، اس کے حسن بے مثال اور شمع و جہال پر دلوں جہاں پر وہ انوار جل اُنھے اور میم احمدی کا نقاب اور ڈکر صورت احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اختیار کی۔ (رسالہ وحی شریف)

حاصل بحث یہ ہے کہ جب عشق (اللہ تعالیٰ) نے اپنا دربار جایا تو سب سے پہلے اپنی ذات سے نور محمدی کو ظاہر کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے تمام مخلوق کی ارواح کو پیدا کیا گیا اور یہی حقیقت محمد یہ ہے جس کے ظہور کیلئے یہ کائنات پیدا کی گئی۔

❖ اے کہ تیرے وجود پر خالق دو جہاں کو ناز اے کہ تیرا وجود ہے وجہ وجود کائنات کئی احادیث و روایات اس امر کی موبیہ ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

﴿لَوْلَاكَ لَنَا خَلَقْتَ الْأَنْفَلَاكَ﴾

ترجمہ: اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیدا کرنا منصود نہ ہوتا تو میں یہ افالاک پیدا نہ کرتا۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿كُنْتَ نَبِيًّاً وَ أَدْمَمْتَ الْمَاءَ وَ الظُّنُنَ﴾

ترجمہ: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم بھی ملی اور پانی کے درمیان تھہ۔

مطلوب یہ ہے کہ قب تک آدم علیہ السلام کا ظہور بھی نہ ہوا تھا۔ یعنی تخلیق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول ہیں اور ظہور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر ہیں اس لئے اول بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آخر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ شیخ اکبر بیگ الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول و آخر ہونے کو اپنی تصنیف ”شجرۃ الکون“ میں ایک خوبصورت مثال سے سمجھایا ہے کہ اگر ایک تاجر اپنے خزانے کے اوپر گالیچے کو لپیٹ کر رکھے مگر اسکے اندر ایک کے اوپر ایک کمی کیزے بھروسے تو اس صورت میں جب وہ اس گالیچے کو کھو لے گا تو جو کپڑا اس نے سب سے پہلے رکھا ہو گا وہ سب سے آخر میں لکھ لے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کا بھی یہی معاملہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک سب سے پہلے وجود میں آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور سب سے آخر میں ہوا۔ اسی وجہ سے آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اول و آخر کہا گیا ہے:
 ﴿نَاهٌ عِشْنٌ وَ مُسْتَقِيٌّ مِنْ وَهِيَ اُولٌ، وَهِيَ آخِرٌ وَهِيَ قُرْآنٌ، وَهِيَ فُرْقَانٌ، وَهِيَ يَسٌ، وَهِيَ لِلٌّا﴾ (بِالْجَرِيل)

یہ وہی مرتبہ ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعلق فرمایا گیا:

﴿الْكُلُّ فِيهِ وَمِنْهُ وَكَانَ عِنْدَهُ﴾

ترجمہ: سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو گا۔ (انسان بکال۔ مصنف عبد الکریم الجیلی)

﴿لَوْحٌ بَحِیٌّ تَوْقِیمٌ بَحِیٌّ تَوْقِیمٌ تَبِرَا وَجُودٌ الْكِتَابُ كَثِيرٌ أَمْجَدٌ رَّبُّكَ تَبِرَا مَجِيدٌ مَّبِينٌ خَبَابٌ﴾ (بِالْجَرِيل)
 نور محمدی کا ظہور حالت بشریت میں دنیا کی تاریخ اور ما و سال میں اپنے وقت پر ہوا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بشری وجود تھا جس کے متعلق فرمایا گیا:

﴿أَضْطَلْتِي وَاجْدَأْتِي أَمِنَّ خَلْقِي هُوَ مِنْهُ وَلَنْتِسْ مِنْهُ﴾

ترجمہ: اللہ نے اپنی تحدیق میں سے ایک کو چون لیا، (بیہر) وہ ان میں سے بے گھر (جیتا) ان میں سے نہیں۔
 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دنیا کے آب و گل میں ظہور بھی کامل طور پر ہوا۔ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بشریت کا اطلاق ہوا۔

﴿فُلَانِمَا أَكَابَنَتْرُ وَقْلَكُنْ﴾ (سورۃ الکافر۔ 110)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ دیجیے، میں بھی تمہاری مثل ایک بشر ہوں۔
 نور کی حقیقت اپنے مقام پر رہتی تھیں دیکھنے والوں کی انظار کے لئے یہ بشریت تھا جب ان کی اور وہ اس بشریت کے بیچھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو نہ دیکھ سکے۔ انہی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَتَرْحُمْ يَنْتَرُوْنَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُنْصِرُوْنَ﴾ (سورۃ الاعراف۔ 198)

ترجمہ: اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ویکھیں، آپ کی طرف نکلتے ہیں اور پکھنہیں دیکھتے۔
 ظہور نور کا سارا حسن و ہمال پیر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ڈھل گیا۔ غائب نے کہا ہے:

﴿مَحْمُورٌ تَحْنِي يَہْ مَهْلِقٌ بَلْجِيٌّ کو نور کی قُسْتَ کَلْلِی تَرَے قَدْ وَرَخْ سے ظہور کی مولا نار و مرمٹ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿مَصْطَفَىٰ آئِيْنَهِ رَوَكَ خَدَاسَتْ مَنْكَسَ در وَے بَسْ خَوَنَهَ خَدَاسَتْ﴾

ترجمہ: مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے چہرے کا آئینہ ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور ہر صفت منکھیں ہے۔
 کائنات کی ابتداء مشق ہے اور انسان کی تحقیق بھی مشق کے لیے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک سے جب ارواح کو پیدا کیا

گی تو عشقِ الہی کا جو ہر خاص حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے ارواحِ انسانی کے حصے میں آیا۔ دیدارِ حق تعالیٰ کے لیے طالبِ کوہ میں جذبہ پر عشق کا پیدا ہونا لازم ہے۔ دراصل روح اور اللہ کا رشتہ ہی عشق کا ہے۔ بغیر عشق نہ ہو روح بیدار ہوتی ہے اور نہ ہی اللہ کا بیدار پائیکی ہے۔ عشق ایک بیج کی صورت میں انسان کے اندر موجود ہے مگر سویا ہوا ہے۔ جیسے جیسے ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات، عشق مرقوم وجود یہ اور مرشد کی توجہ سے یہ روح کے اندر بیدار ہونا شروع ہوتا ہے ویسے ویسے روح کی اللہ کے لیے تربہ اور کشش میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

فقراءِ کامیں نے عشق کو دیدارِ حق کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔ عشق کے بغیر ایمان کی سمجھیل جیسیں ہوتی۔ عشقِ حقيقة ہی بارگاہِ رب العالمین میں باریابی دلاتا ہے۔ عشق ہی انسان کو ”شرگ“ کی روحاںی راہ پر گامزد کر کے آگے لے جانے والا ہے۔ یعنی اس راہ سے شناسا کرتا ہے۔ یعنی روح کے اندر وصالِ محبوب کی تربہ کا شعلہ بھر کرتا ہے۔ یعنی اسے دن رات بے چین و بے قرار رکھتا ہے، آتشِ جھرجیز کرتا ہے اور یہی دیدارِ حق کا ذریعہ ہوتا ہے۔

جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشقان کے متعلق فرماتے ہیں:

﴿أَنُوْكَانِتِ الْجَنَّةَ تَصِيبَتِ الْمُسْتَقِيمَ بِدُنُونِ بَحَالَهُ وَأَنِلَادُهُ وَأَنُوكَانِتِ النَّارَ تَصِيبَتِ الْعَاشِقِينَ مَعَ وَصَالِ بَحَالَهُ وَشَوْقَاهُ﴾
ترجمہ: اگر مشتاقوں کو جنت اس کے جہاں کے بغیر تھیب ہو تو عشق بدھتی ہے اور اگر عاشقوں کو اس کے وصالِ جہاں کے ساتھ دوزخ بھی نصیب ہو جائے تو نہایت ہی خوشِ فستی ہے۔ (سرار قادری)

عشق والوں سے معاملہ بھی جدا ہوتا ہے۔ علمائے مکمل سے اور طرح بات ہوتی ہے اور عشقان کے ساتھ دوسرے طریقے سے گفتگو کی جاتی ہے۔ عشق مشاہدہ کا وارث ہے اور حقیقت کی تجہیز یا اس کی کن تک کی خبر رکھتا ہے مگر علم کی نظر سطح تک رہتی ہے۔ سلطانِ العارفین حضرت قمی سلطان باحور حمدۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف ”محبتِ الاسرار“ میں اس کی وضاحت یوں کی ہے:

❖ واخی رہے کہ عشق کی یہ اہمیت و ملت اور کتابوں میں نہیں لکھی ہوئی، اس سے مراد رب الارباب ہے۔ چنانچہ جب بغیر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج سے مشرف ہو کر واپس تحریف لائے تو پہلے عاشقوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اللہ کو دیکھا؟ فرمایا:

◆ من زانی فَقَدْرَ أَمْلَى الْحَنْيَ ◆

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا اس نے گویا اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھا۔

بعد ازاں علمائے پوچھا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اللہ کو دیکھا؟“ پونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں قرآن میں وارد ہوا ہے:

◆ وَمَا يَنْطَقُ كَنْ الْهَوْيَ (سرارِ المحرم۔ 3)

ترجمہ: اور نبی (صلی اللہ علیہ و آله وسلم) اپنی مرضی سے کچھ بھیں کہتے۔

لہذا فرمایا:

﴿نَفَرُوا فِي أَيْمَهُ وَلَا نَفَرُوا فِي ذَاهِهٖ﴾

ترجمہ: اس کی آیات میں تکرر کر دیکھنے اس کی ذات میں تکرر کرو۔ (محبت الامردار)

محبوب بھائی قطب ربانی سیدنا غوث اعظم اپنے رسالہ الرسالت الفویہ میں بیان فرماتے ہیں:

❖ میں نے رب تعالیٰ کو دیکھا پس میں نے سوال کیا "اے ربِ عشق کے کیا معنی ہیں؟" فرمایا! "اے غوثِ اعظم! عشق میرے لیے کر، عشق مجھ سے کر اور میں خود عشق ہوں۔ اور اپنے دل کو اور اپنی حکمات کو میرے غیر سے فارغ کرو۔ اے غوثِ اعظم! جب تم نے ظاہری عشق کو جان لیا پس تم پر لازم ہے کہ عشق سے فاصل کرو کیونکہ عشق عاشق اور معمشوق کے درمیان جواب ہے۔ پس تم پر لازم ہے کہ غیر سے فاصل کرو کیونکہ ہر غیر عاشق اور معمشوق کے درمیان جواب ہے۔

حضرت رابعہ صفری کا قول ہے:

❖ سجدہ مستاذ ام باشد نماز درو دل با او بود قرآن من

ترجمہ: مستاذ وارمحبوب کو سجدہ کرنا میری حقیقی نماز ہے اور اس کے لیے درود بھرے دل کا سوز و گداز میرا قرآن پڑھتا ہے۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

❖ عشق آں شعل است کہ چوں بر افروفت هر چہ بزر عشق باشد جمل سوت

ترجمہ: عشق ایسا شعل ہے کہ جب بھر کا محتا ہے تو معمشوق (حیثی) کے سواتھام چیزوں کو جلا دیتا ہے۔

خواجہ حافظ فرماتے ہیں:

❖ جو شخص دل میں اللہ کا عشق نہیں رکھتا یعنی اس کی عبادات بے سود بکرو ریا ہے۔ (دیوان حافظ)

بلکہ شادا پنی کافی "نی میں، ہن سنیا" میں فرماتے ہیں:

❖ نی میں ہن سنیا عشق شرع کہہ ناطہ محبت واک پی یاں، بھل جاؤں سمجھ پاتا

ترجمہ: عشق کرنے کے بعد ہی مجھے حقیقت سمجھ آئی کہ عشق اور شریعت کا کیا ناطہ ہے۔ عشق کے بغیر شریعت کی عبادات بے سود ہیں۔ شریعت پر زور دینے والے علماء اگر اللہ کے عشق کا ایک پیالہ پی لیں تو اپنا حاصل کر دو ہر علم بھول جائیں۔

میاں محمد بن خش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ جنہاں عشق خرید نہ کیتا جیوں آ جائے عشقے بادھو گھر جنہا کیا آدم کیا تھے

ترجمہ: جنہوں نے اس دنیا میں عشق کا سودا نہ کیا ان کی زندگی فضول اور بے کار گزرا۔ عشق کے بغیر آدم اور عائیے میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جس دل اندر عشق نہ رچا گئے اس تجھیں پتے خاوند دے گھر را کی کر دے صابر بھے نجے
ترجمہ: جو دل عشق الہی میں بدلانا ہوا اس سے تو گئے بہتر ہیں کہ اپنے ماک کے گھر کی نگہبانی تب بھی صبر سے کرتے ہیں جب مالک انہیں کھانے کو بھی نہ دے اور اگر دھکے مار کر کھانے کی کوشش کرے تو بھی نہیں جاتے۔

علام اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے باس بھی اپنے مرشد مولا ناروم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح عشق ہی را فتح کی کیا ہے اور عشق ہی منزل تک پہنچا ہا ہے۔ را فتح را عشق ہی ہے۔ عشق کے بغیر فتح کی انتہاد یادِ الہی تک پہنچا ہی نہیں جاسکتا۔ علماء اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی تمام عارفین کی طرح عشق کے بغیر ایمان کو نہ مکمل قرار دیتے ہیں:

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی عشق نہ ہو تو شرع و دین بت کرہ تصورات (مال جہیں)
بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی عشق کی خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق
کیا ہے اسی نے فقیروں کو دارث پروزیں (مال جہیں) عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
معزکہ وجود میں بدر و خشن بھی ہے عشق (مال جہیں) عشق دم جبراں، عشق دل مصطفیٰ
اس زمین و آسمان کو بے کراس سمجھا تھا میں (مال جہیں) عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام (مال جہیں) خودی ہو علم سے حکم تو غیرت جبراں
عشق سے منی کی تصویروں میں سوز دم پر دم (مال جہیں) عشق کے مضراب سے نور تار حیات
موہبود زمانے کو آپ رحمۃ اللہ علیہ دیکھتے ہیں تو عشق کہیں نظر نہیں آتا۔ علم و عقل کا دور ہے۔

عقل ہے بے زمام ابھی، عشق ہے بے مقام ابھی
عقل گرہ گٹھائے کا فیض نہیں بے عام ابھی
دانش و دین و علم و فن بندگی ہوں تمام
جو ہر زندگی ہے عشق، جوہر عشق ہے خودی
آہ کے بے یہ تیز پر دگی نیام ابھی (مال جہیں)
آپ پیام دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عشق کے جہاں میں ہر ایک کو اپنا مقام خود پیدا کرنا پڑتا ہے، یہاں حسب نسب کام نہیں آتے۔

دیوار عشق میں اپنا مقام پیدا کر یا زمانہ میں صحیح و شام پیدا کر (مال جہیں)
اقبال کے زندگی عشق ہی انسان کی تربیت کرتا ہے اور اس کے اندر سے غیرِ اللہ کو کمال کرائے بارگاہِ حق کے لائق ہاتا ہے:
اقبال عشق نے مرے سب مل دیئے نکل مت سے آرزو تھی کہ سیدھا کرے کوئی (مال)

مسلمان اگر عشقِ الہی سے محروم ہے تو علامہ مسلمان نہیں سمجھتے۔

مسلم اور عاشق پاشد کافر است (امراز خودی)

ترجمہ: مسلمان اگر اللہ کا عاشق نہیں تو وہ مسلمان نہیں کافر ہے۔

- ۱۔ عشق را از تجی دنخبر باک نیست
- ۲۔ در چبا هم صلح د هم پیکار عشق آپ جیوا، تجی جوہر دار عشق
- ۳۔ از هکا عشق خارا شق بود عشق حق آخر سرپا حق بود
- ۴۔ عاشق آموز د محوب طلب چشم نوے قب ایوب طلب
- ۵۔ کیما پیدا کن از مشت گل بوس زن بر آستان کامل (امراز خودی)

ترجمہ: (۱) عشق کو تکوار و دنخبر سے کوئی خوف نہیں ہے۔ عشق کی اصل (بینا) پانی، آگ، ہوا اور خاک یعنی عناصر اربع (جسم) سے نہیں ہے (روح سے ہے)۔ (۲) دنیا میں عشق صلح بھی ہے اور جنگ بھی۔ وہ آب حیات بھی ہے اور تجزیہ کاٹ والی تکوار بھی۔ (۳) عشق کی ہکاہ خت پتھر کو بھی توڑ دیتی ہے۔ حق کا عشق آخر کا رخود حق کی مکمل صورت ہن جاتا ہے (حق کے ساتھ عشق آخرونہ حق ہن جاتا ہے)۔ (۴) تو بھی عاشقی سیکھ اور کوئی محیوب (مرشد کامل) تلاش کر، کسی نوج (علیہ السلام) کی آنکھ اور کسی ایوب (علیہ السلام) کا قلب مانگ۔ (۵) تو مٹی کی ایک مٹی سے کیا پیدا کر اور اس کے لیے کسی کامل انسان (مرشد کامل) کے آستانے پر بوس دے۔

- ۱۔ عشق صیقل می زند فربنگ را جوہر آئینہ مخدہ سنگ را
 - ۲۔ اہل دل را سینے بینا دهد با هنر منداں بید بینا دهد
 - ۳۔ عشق او ہر ممکن د موجود مات جلد عالم تلخ د او شانث نبات
 - ۴۔ اگری انکار ما از نار اوت آفریدن جاں و میدان کار اوست
 - ۵۔ عشق مور د مرغ د آدم را بس است عشق تجا ہر دو عالم را بس است
 - ۶۔ دلبری بے قاهری جادوگری است دلبری با قاهری پیغمبری است
 - ۷۔ ہر دو را در کارہا آئینت عشق عالی در عالی آئینت عشق (زیور جنم)
- ترجمہ: (۱) عشق انسان کو سان پر لگاتا ہے اور بیوں گویا پتھر کو آئینہ بھاتا ہے، پھر وہ اس آئینے سے دیوار کرتا ہے۔ (۲) عشق اہل دل کو وادی بینا کا سینہ عطا کرتا ہے گویا ایسا سینہ جس میں خدا کی تجلیات کا نظیر ہوتا ہے۔ عشق اہل بہن کو بید بینا عطا کرتا ہے یعنی عشق ہی کی بدولت عاشق ایسے کارناٹے سرانجام دیتے ہیں جن میں مجرموں کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ (۳) عشق کے سامنے ہر ممکن اور موجود (کائنات کی ہر شے) سر گھوں ہے۔ اگر سارا جہاں کڑوا ہے تو عشق گویا مصری کی ذمی ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں اگر کوئی دلکشی اور دل ربانی ہے تو صرف عشق کے باعث ہے۔

بصورت دیگر ساری کائنات ایک بے قدر و مزرات اور بے مزہ یا کڑوی شے ہوتی۔ (۳) ہمارے انکار میں حرارت و گرمی عشق ہی کی آگ کے باعث ہے۔ پیدا کرنا اور روح پھونکنا عشق کا کام ہے۔ عشق روح کو بیدار کر کے اس (روح) میں دیوار کی قوت پیدا کرتا ہے۔ (۴) عشق چونقی، پرندہ اور انسان یعنی سب تخلوقات کے لیے کافی ہے بلکہ عشق تو دونوں جہانوں کے لیے کافی ہے۔ گویا ہر تخلوق کے وجود کے لیے ضروری ہے۔ دونوں جہانوں کے مقاصد عشق ہی کے طفیل عمل پذیر اور پورے ہوتے ہیں یا یہ کہ اگر دونوں جہانوں سے مستفید و مستفیض ہونے کی خواہش ہو تو اس کے لیے عشق بنیادی ضرورت ہے۔ (۵) قاهری (جلال) کے بغیر جود لبری (مرشد کو لبری کہتے ہیں) بے وہ محض جادو گری ہے۔ لبری قاهری کے ساتھ ہو تو وہ بغیری ہے۔ حقیقی حسن وہ ہے جس میں جلال اور جمال دونوں ہوں۔ جب دونوں صفات اس میں ہوں گی تو وہ بغیرانہ شان کا حال ہو گا۔ (۶) عشق نے ان دونوں حقیقی قاهری (جلال) اور لبری (جمال) کو تمام معاملات میں باہم ملا رکھا ہے۔ دونوں میں سے کوئی ایک بھی تجھا شہت نتیجے پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے اسی لیے عشق نے ہر معاملے میں ان کا امتحان رکھا ہے۔ عشق نے ایک عالم کے اندر ایک اور عالم برپا کر رکھا ہے۔ ”ایک عالم کے اندر ایک اور عالم“ سے مراد جمال کی اور جلال میں جمال کی صفات پیدا کر رکھی ہیں کہ اسی سے دنیا میں توازن برقرار رہ سکتا ہے اور ان دونوں کی بدولت ہیئت نے جہانوں کی تحریر ہو سکتی ہے۔

اصل ”توحید“ عشق ہے اور عشق کے بغیر تو حیدا یے ہے کہ جیسے تکوار کے بغیر ایک خالی نیام۔

❖ عاشقی؟ توحید نا بد دل زدن وانگے خود را بہر مشکل زدن (زبرجم)

ترجمہ: عاشقی کیا ہے؟ عاشقی توحید ایزدی (الله تعالیٰ) کو ول میں بسانا ہے اور پھر ہر مشکل سے نکراتا ہے یا ہر مشکل کا سامنا کرنا ہے تاکہ توحید صحیح معنوں میں پختہ ہو جائے۔

❖ تو ہم بذوقی خودی رس کے صاحبان طریق برپیدہ از ہمس عالم بخوشی پیوستہ (زبرجم)

ترجمہ: تو بھی خودی کا ذوق خود میں پیدا کر کیونکہ عشق کے مسلک پر چلنے والے ساری دنیا سے کٹ کر اپنی ذات میں محو ہو گے۔ تو بھی ان کا مسلک اختیار کر کے اپنی معرفت حاصل کر اور یوں دنیا پر چھا جا۔

❖ عمریا در کعبہ و بہت خانہ می نالد حیات تازیم عشق یک دنائے راز آیہ ہر دن (زبرجم)

ترجمہ: ہر سوں زندگی بھی کعبہ میں بہت خانہ میں روئی ہے جب جا کر عشق کے پردے سے ایک دنائے راز باہر نکلتا ہے۔ فیض احمد فیض کے بقول عشق کی بازی میں ہار جیت کا تصور ہی محل ہے، یہاں ہار بھی جیت ہی ہے:

❖ اگر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگ ووڈر کیسا گرجت گئے تو کیا کہدا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں

سلطان الغفرشہم حضرت علی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ عشقِ حقیقی کے ہارے میں فرماتے ہیں:

❖ اللہ تعالیٰ کی ذات حقیقی اور پوشیدہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو کائنات میں ظاہر کیا۔ اللہ تعالیٰ کے جلال کی وجہ سے ہر چیز جمل کر رکا ہو گی، اس پر اللہ تعالیٰ نے نیم احمدی کا نقاب پہنا اور صورت احمدی اختیار کر لی تو ہر چیز کو سکون آ گیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے نورِ احمدی میں خودا پنے آپ کو دیکھا تو نورِ احمدی کی صورت میں اپنے تینیں پر خودا پنے آپ پر عاشق ہو گیا اور پھر نورِ احمدی سے تمام حقوقات کی ارادج کی تخلیق ہوئی۔ یعنی وحدت سے کثرت کی طرف ابتداء ہی عشق ہے۔ پھر یہی چند یہ عشق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک کے قوس سے تمام ارادج میں منتقل ہوا۔ یہ چند یہ عشق ایک بیج کی صورت میں ہر انسان کے اندر موجود ہے۔ جیسے ہی تصورِ اسم اللہ ذات کا نور اور مرشد کامل کی نکاح اس بیج پر پڑتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ ایک تاوار درخت کی شکل میں پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔

✿ روح اور اللہ کا رشتہ یہ عشق کا ہے۔ عشق ایک بیج کی صورت میں انسان کے اندر موجود ہے مگر سویا ہوا ہے۔ جیسے جیسے ذکر و تصورِ اسم اللہ ذات، عشقِ مرقوم وجود یہ اور مرشد کی باطنی مہربانی سے یہ روح کے اندر بیدار ہونا شروع ہوتا ہے ویسے ویسے روح کی اللہ کے لئے ترب اور کشش میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر یہی عشق ایک دن عشق (اللہ تعالیٰ) میں فنا ہو جاتا ہے۔

✿ عشق ایسی آگ ہے کہ جب یہ بھڑک لختی ہے تو ہاتھی تمام محبتیں کو جلا کر خاک کر دیتی ہے اور پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

✿ عشق کی آگ جب انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو بھروسہ فرقہ کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور محظوظ (اللہ تعالیٰ) کے لئے طلب اور ترب میں متواتر اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ بھر کی یہ آگ عاشق کو دن رات بے ہمیں اور بے سکون رکھتی ہے اور وصالِ الہی پر پہنچ کر ہی عاشق سکون سے ہمکنار ہوتا ہے۔

✿ عشقِ الہی کے بغیر عبادات کا کوئی فائدہ نہیں۔

✿ عقل کے ساتھ اگر اللہ تعالیٰ کا نور ہو جو عاجزی سے حاصل ہوتا ہے تو یہ عقل عشق کی طرف را ہمنائی کرتی ہے لیکن اگر عقل پر تکبیر، خود پرستی، انا پرستی، عبادت پر غرور کا تجاذب پر جائے تو عشق کی منزل تو درکنار یہ را حق سے بھی دور کر دیتی ہے اور یہ عقل تجاذبات درجات کی تہہ میں گم ہو جاتی ہے۔

✿ یہ عشق ہی تو ہے جو کائنات کا سب سے بزرگ از دیورِ حق تعالیٰ عطا کرتا ہے، عقل تو اس کا انکار کرتی ہے۔

✿ یہ عشق ہی تو ہے جو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری عطا کرتا ہے، عقل تو اس کا انکار کرتی ہے۔

✿ یہ عشق ہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتشِ نمرود میں کو وجہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے کے لئے چھری کے پیچے لاؤ دیتا ہے، عقل تو اس کا انکار کرتی ہے۔

✿ یہ عشق ہی ہے جو کر بلا کے میدان میں تمام خاندان کو اپنی آنکھوں کے سامنے بے دردی اور سنگدلی سے ذبح ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔

✿ عقل تو اس کا انکار کرتی ہے اور جان بچانے کا حکم دیتی ہے۔

✿ یہ عشق ہے جو منصورِ حلاج سے پھانسی کے تختہ پر اتنا الحق کا نفرہ بلند کرواتا ہے۔



- ❖ عشق کی بلند یوں تک عقل کی رسائی نہیں ہے کیونکہ عقل کیا، کیوں، کیسے کی قائل ہے۔
- ❖ عاشق ابتداء میں اللہ تعالیٰ کا عاشق اور انجام میں اللہ تعالیٰ کا معشوق (محبوب) ہوتا ہے۔ عاشق کی عبادت، ریاضت، ذکر، فقر سب دیدار الہی ہے۔ اس کو دنیا و عقبی کے لوگ کیسے سمجھ سکتے ہیں۔
- ❖ عشق کی اتجاهیہ بیان کی گئی ہے کہ عاشق عشق کرتے کرتے اور عشق کی آزمائشوں کو کامیابیوں سے مٹنے کے بعد جب اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے تو وہ معشوق بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ عاشق۔ معشوق کو جس چیز کی خواہش ہوتی ہے ماشی اسے مہیا کر دیتا ہے۔
- ❖ فقر کا آخری مرتبہ ”مرتبہ معشوق“ (مرتبہ محبویت) ہی ہے اور یہاں پر معشوق کی رضا عاشق کی رضاہن جاتی ہے۔
- ❖ عقل سے ابو جہل اور ابوبہب حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کو قریب رہ کر بھی نہ پہچان سکتے لیکن عشق سے حضرت اولیٰ قرقی نے دور رہ کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا۔
- ❖ عشق کی وجہ سے اصحاب کہف کا ستا مقبول بارگاہ الہی ہو گیا۔
- ❖ عشق کی تمام منازل ذکر اور تصور اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتی ہیں بشرطیکہ یہ مرشد کامل اکمل نور البدھی سے حاصل ہوا ہو۔

سلطان العارفین حضرت سخنی سلطان باہو اور عشق

سلطان العارفین حضرت سخنی سلطان باہور حمت اللہ علیہ کے فائدہ انقرہ میں عشق ہی کامیابی کی گلید ہے اور عشق ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

- ❖ باخو بیچارہ را با جاناں جان است کہ ہر دم بشوق خوش ترند آمد ترجمہ: باخو بے چارے کی جان معشوق میں اگلی رہتی ہے اور وہ ہر دم اس کے شوق میں خوشیورت نعمت کا تارہ تھا۔ (میں انقر)
- ❖ عشق دانی چوت؟ کشنن لنس خویش روز و شب سوزش بود دل را ریش ترجمہ: تو جانتا ہے کہ عشق کیا چیز ہے؟ اپنے لنس کو مار دینے کا نام عشق ہے۔ عشق وہ چیز ہے کہ جس کی کاث سے دل ہر وقت سوزش میں بتکارہتا ہے۔ (مک انقر کاں)

- ۱۔ تا تو در عشق ز خود پا خبری بھد در معرض خوف و خطری
 - ۲۔ چوں ز خویشت ش بود یعنی خبر ز آب و آتش ش بود یعنی ضرر
 - ۳۔ چوں کہ از هستی خود وارثی روکہ بہ دلبر خود بیویتی
- ترجمہ: (۱) تو جب تک عشق میں خود سے باخبر ہے گا تیر اعمالہ معرض خوف و خطر میں رہے گا۔ (۲) جب تو خود سے بے خبر ہو جائے گا تو آب و

آتش سے بچنے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ (۳) جب تو اپنی بستی سے آزاد ہو جائے گا تو بچنے دلیر (الله تعالیٰ) کا وصال نصیب ہو جائے گا۔

◆ عشقان الہی ہر گز نہیں ذرتے اور تہی وہ کسی کی ملامت سے خوفزد ہوتے ہیں۔ (حکم انفتر کا اس)

مومن کا سرمایہ حیات ایمان ہے لیکن عاشق کے لیے یادنی منزل ہے۔ عاشق کی اصل منزل "وسائل حق" ہے جو صرف عشق حقیقی سے حاصل ہوتی ہے۔ عشق کی تیش جب انتہا کو بخوبی جاتی ہے تو بھروسہ فراق کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ محظوظ کے لیے طلب اور ترک میں متوازن اضافہ ہوتا رہتا ہے اور بھروسہ کی یہ آگ عاشق کو دن رات بے چین اور بے قرار بخوبی ہے۔ حضرت علی سلطان باہمور حجۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

◆ عشق ایک ایسا اطینہ ہے جو غیب سے دل میں پیدا ہوتا ہے اور مصشووق (کے دیدار) کے سوا کسی بھی چیز سے قرار نہیں پاتا۔ (حکم انفتر)

◆ جان لے کر عشق کا ذکر بلندی پر واڑ ہے۔ مکھی اگرچہ ہاتھ ملے، سر مارے، ہزار دفعہ اڑائیں بھرے، پرواز شہباز کے مقام اور مرائب مکھ نہیں پہنچ سکتی۔ زائد خواہ بختی بھی ریاست کر لے صاحب راز نہیں ہن سکتا۔ جان لے کر عشق کے متعلق کسی مدرسے کا امام نہیں تا سکتا کیونکہ عشق ہار گراں ہے۔ عشق کی روایت تمام جانوں سے بیگانگی ہے۔ جان لے کر عاشق موت کا طالب ہوتا ہے کیونکہ موت اسے اس کے مقام امام کان تک پہنچا دیتی ہے۔ عاشق کی موت کا مطلب وصل ہے۔ (میں انفتر)

◆ جان لو کر فقیر و فتم کے ہوتے ہیں، ایک سالک دوسرا عاشق۔ سالک صاحب ریاست و مجاهد ہوتا ہے اور عاشق صاحب راز و مشاہدہ۔ سالک کی انجام عاشق کی ابتداء کیونکہ عاشق کا کھانا مجاهدہ اور خواب مشاہدہ ہوتا ہے۔ (حکم انفتر)

◆ عشق ساری طرح ہے جو کھونے کو کھونا اور کھرے کو کھرا اخاہر کر دیتا ہے۔ (میں انفتر)

◆ اسے زائد اہشت کے مزدور سن! عاشقوں کا کھانا سراسر نور، ان کا پیٹ میں آتش نور اور ان کی نیند وصال حضور ہے۔ (حکم انفتر)

حقیقی عاشق کی پہچان آپ نے یہ بیان فرمائی ہے:

◆ ہاتھو عاشقا نرا راز این است ذکر خو گوید دوام دم بدم ذکر خو گوید کار آں گردد تمدم

ترجمہ: اسے ہاتھو! عاشقوں کا یہی راز ہے کہ وہ ہمیشہ ذکر خو کرتے رہتے ہیں۔ ہر سانس کے ساتھ خو کا ذکر کرنے سے ہی ان کا ہر کام مکمل ہو جاتا ہے۔ (میں انفتر)

حضرت علی سلطان باہمور عاشق کے بارے میں اپنی کتاب "نور الدینی" کا اس میں فرماتے ہیں:

◆ کامل مکمل عاشق اور کامل جامع معنوں کی اولیٰ اللہ فقیر کے خون کن کے مرابط کی شرح یہ ہے کہ عاشق فقیر کا ابتدائی مرتبہ دیدار الہی ہے، متوسط مرتبہ بھی دیدار الہی ہے اور انتہائی مرتبہ بھی دیدار الہی ہی ہے۔

◆ جو فقیر عاشق ہدایہ وہ مصشووق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے۔ فقیر کا یہ کہنا اس آیت کے مطابق ہے نہ کہ خواہشات اُنہیں کی نہیں پر، ارشاد و پاری تعالیٰ ہے:

◆ وَاصْبِرْ تَفْسِكَ مَعَ الْذِينَ يَذْكُونَ رَبَّكُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعَيْنِ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَكَ عَنْهُمْ ۝ ۷۹۷ ۷۹۸

الذئبَا وَلَا تُطْعِنْ مَنْ أَخْفَلْتَ قَاتِلَهُ عَنْ ذُنُوبِهِ وَكَانَ أَمْرَهُ فُرْطًا ۝ (سورة الکافر۔ 28)

ترجمہ: (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان لوگوں کی معیت میں رہا کریں جو رات دن اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں دیدار الہی کی خاطر ملتی رہتے ہیں، ان کو چھوڑ کر آپ کی آنکھیں زینت دنیا کی حلاش میں نہ پھرا کریں اور اس کا کہانہ نہیں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے، وہ تو خواہش انکس کا نام ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔

عاشق، معشوق، محبوب رباني و عاشق جانی کا قلب مراتب قرب و دیدار الہی کی بدولت زندہ ہوتا ہے۔ (اور اہدی کاں)

◆ جان لے کر فقیر کے دو مراتب ہیں، ابتداء میں عاشق ہوتا ہے اور اجنبی پر معشوق۔ پس عاشق کی ریاضت دیدار الہی ہے، ورد و ونائی کاف ذکر غور اس کے لیے مردار ہیں۔ عاشق کو تیک و بد اور طلب و مطالب سے کیا سروکار؟ (اور اہدی کاں)
یہ حدیث قدیمی بھی عاشق فقیر کے بارے میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

• منْ خَلَقَنِيْ فَقَدَ وَجَدَنِيْ ۖ وَمَنْ وَجَدَنِيْ عَرَفَنِيْ ۖ وَمَنْ أَخْبَيَنِيْ عَشْقَنِيْ ۖ وَمَنْ عَشَقَنِيْ قَاتَلَنِيْ ۖ وَ
مَنْ قَاتَلَنِيْ فَعَلَىْ دِيَنِيْ ۖ وَأَكَادِيَّةِ ۝

ترجمہ: جو میرا طالب بنتا ہے، بے شک وہ مجھے پالیتا ہے، جو مجھے پہچان لیتا ہے، جو مجھے پہچان لیتا ہے وہ مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے، جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرا عاشق بن جاتا ہے، جو مجھ سے عشق کرتا ہے میں اسے مارڈا لتا ہوں، جسے میں مارڈا لتا ہوں اس کی دیست میرے ذمے ہو جاتی ہے اور اس کی دیست میں خود ہوں۔

◆ زین مراتب عاشقان مذکور شد ابتداء ہم نور آخر نور شد
ترجمہ: عاشقوں کے مراتب یہ بیان کیے گئے ہیں کہان کی ابتداء بھی انور ہوتی ہے اور اجنبی بھی انور ہوتی ہے۔ (اور اہدی کاں)
جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ نُورٌ عَلَى نُورٍ ۚ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورٍ ۚ مَنْ يَشَاءُ ۝ (سورة النور۔ 35)

ترجمہ: انور پر انور ہے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے انور سے بہرہ ور کر دیتا ہے۔

رسالہ روحی شریف میں حضرت علی سلطان بالظو عشق حقیقی کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

◆ فقر کی منزل پر بارگاہ کبریا سے حکم ہوا کہ ”تو ہمارا عاشق ہے“، اس فقیر نے عرض کی کہ ”عاجز“ کو حضرت کبریا کے عشق کی توفیق نہیں ہے۔ ”فرمایا“ تو ہمارا عمشوق ہے۔ ”یہ عاجز پھر خاموش ہو گیا۔

راہ حق کے طالب اچھی طرح جانتے ہیں کہ راہ حق میں جان قربان کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اصل کام زندہ رہ کر اپنے اندر سے اپنی انا اور خودی کو ٹوکم کر کے اللہ کی رضا پر راضی رہتا ہے لیکن مرنے سے پہلے مر جانا ہے۔ اور یہ بے حد مشکل کام ہے۔ لیکن آپ عشق کی اس منزل تک پہنچنے کے بارے میں فرماتے ہیں:



باخو عشق را بام بلد است اسم الله زربان ہر مکانی بی نشانی می برو در لامکان ترجمہ اے باخو عشق کی چھت بہت اوپنی ہے، اس تک پہنچانے والی سیر گئی اسم اللہ ذات ہے جو تجھے ہر مقام اور منزل سے گزار کر لامکان تک پہنچادے گا۔ (بین الفرق)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے اندر عشق کا پوشیدہ جذبہ بیدار کیسے ہو؟ ہمارا عشق تو ان چیزوں، شکلوں اور لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جنہیں ہم نے دیکھا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تو غیر جسم ہے۔ اسکے ساتھ ہم عشق کیسے کریں؟ فقرہ کاملین کے طریقہ کے مطابق عشق مجازی (عشق مرشد) کے ذریعہ ہم عشق حقیقی (اللہ تعالیٰ کے عشق) تک پہنچ سکتے ہیں۔ عام طور پر عشق مجازی کسی محورت کے مرد سے اور کسی مرد کے محورت سے عشق کو سمجھا جاتا ہے جو بالکل انہوں نہیں دیکھیں۔ را فقرہ میں عشق مجازی سے مراد عشق مرشد ہے۔

عشق مجازی (عشق مرشد) کا طریقہ کیا ہے؟

عشق مجازی کے لئے تمام سلاسل میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ طالب (مرید) کو تصور مرشد کے لئے کہا جاتا ہے یا لکھا جکلہ تو کچھ سلسلوں نے اس کے لئے مرشد کی باقاعدہ تھاوہ یعنی بھی دینی شروع کر دی ہیں۔ طالب ہر وقت اپنے مرشد کے تصور اور خیالوں میں مگر رہتا ہے اور یوں اس کے دل میں مرشد کی محبت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس طریقہ میں استدرج اور دھوکہ ہے اور آج کے دور میں سو فیصد ہوتا بھی دھوکہ ہی ہے۔ اس پر مستزادی کہ یہ شرک اور بت پرستی کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ انسانی نیلت ہے کہ وہ جس کے تصور میں ہر وقت محو اور جس کے خیالوں میں ہر وقت مگر رہتا ہے اس سے محبت ہوتی جاتی ہے اور پھر یہ محبت عشق میں بھی بدل جاتی ہے۔ سلسلہ سروری قادری میں یہ طریقہ نہیں ہے۔ اس میں عشق مجازی (عشق مرشد) تصور اسم اللہ ذات سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی طالب جب اسم اللہ ذات کا تصور شروع کرتا ہے تو سب سے پہلے اسے تصور مرشد حاصل ہوتا ہے اور اس طرح مرشد سے عشق کا آغاز ہوتا ہے۔ اس طریقہ کے دو فوائد ہیں، ایک تو یہ کہ اس میں استدرج اور دھوکہ نہیں ہے کیونکہ تصور اسم اللہ ذات سے یہ تصور مرشد حاصل ہوا ہے۔ دوسرا یہ کہ جب تصور اسم اللہ ذات سے تصور مرشد حاصل ہوتا ہے تو طالب کو یقین ہو جاتا ہے کہ میرا مرشد کا مل ہے اور میں صراحتاً مستقیم پر ہوں۔ پھر یہ عشق مرشد سے آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی طرف اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے عشق یعنی عشق حقیقی میں جدمیں ہو جاتا ہے اور طالب فتنی اللہ تعالیٰ اللہ کی منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

دوسرے سلاسل میں پہلے فتنی اشیخ کا مراقبہ کرایا جاتا ہے پھر فتنی الرسول کا مراقبہ کرایا جاتا ہے اور پھر آخر میں اسم اللہ ذات کے ذریعہ (ہر سلسلہ کا طریقہ مختلف ہے) فتنی اللہ کا مراقبہ کرایا جاتا ہے۔ یہ عمل ایک لمبے عرصہ کا متناقضی ہے۔ لیکن سلسلہ سروری قادری میں پہلے دن ہی مرشد تصور اسم اللہ ذات عطا کر دیتا ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے کہ جہاں دوسرے طریقوں کی انتباہ ہوتی ہے وہاں سے سلسلہ سروری قادری کی ابتداء ہوتی ہے۔

شاہ شمس تحریر رحمۃ اللہ علیہ عشق مرشد کے بارے میں فرماتے ہیں:

عشق معراج است سوئے بام سلطان ازل از رخ عاشق فرو خوان قصہ معراج را

ترجمہ: عشق حقیقی مراجح ہے اور عشق ہی بارگا و ایزدی میں باریابی دلاتا ہے۔ اگر مراجح کی داستان حقیقی پڑھنی ہے تو کسی عاشق صادق (مرشد کمال) کے چہرہ پر نظر جماؤ۔

مولانا جامی فرماتے ہیں:

﴿ نیمتِ دل اگر عشقِ مجازیت کے از بہرِ حقیقت کار سازیت
ترجمہ: اگر تجھے ذات مرشد کا عشق نصیب ہو جائے تو اسے اپنی خوش نصیبی جان کیونکہ یہ ذات حق کے عشق تک پہنچنے کا ویلہ ہے۔
بلکہ شاہ کے نزدیک بھی عشقِ مجازی عشقِ حقیقی کا سر پشید ہے۔ عشقِ مجازی سے عشقِ حقیقی پیدا ہوتا ہے۔

﴿ جے چہ د عشقِ مجازی لائے سوئی سیوے د بن دھاگے
عشقِ مجازی داتا ہے جس پچھے مت ہو جاتا ہے

ترجمہ: اگر مرشد سے عشق نہ ہو تو انسان خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ جس طرح دھاگے کے بغیر سوئی سانی نہیں کر سکتی اسی طرح عشقِ مجازی تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ عشقِ مجازی داتا ہے، جسے نصیب ہو جائے وہ مست ہو جاتا ہے۔

﴿ حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نیوال میرا مرشد آغا، اسی آچیاں دے سُنگ لائی
صدقة جاؤں انہاں آچیاں توں چہباں نیوال دے تال بھائی

ترجمہ: میں بہت عاجز اور عام آدمی تھا جن مجھے اس بات کا فخر ہے کہ میرا مرشد کامل اور اکمل ہے۔ میں ان کے قربان جاؤں کے انہوں نے مجھے عاصی پر اپنی شان کے مطابق مہربانی فرمائی اور مجھے آخر تک اپنی غلامی میں رکھ کر میری منزل (عشقِ حقیقی) تک پہنچایا۔

﴿ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ گردِ مسماں گرو، گرے کمِ رسد بونے رسد بونے اوست
ترجمہ: مستوں (عشقِ حقیقی کے نکشوں) کے گردِ جھوٹا رہ۔ اگر عشق کی شراب نہ ملت کم از کم اس کی خوبیوں حاصل ہو جائے گی اور اگر یہ بھی نہ ملت تو ان کا دیداری کافی ہے۔

مولانا نارو م فرماتے ہیں:

﴿ عاشقان را ٹھڈ مدرسِ حسن دوست دفتر و درس و سبق شان روئے اوست
ترجمہ: محبوب (مرشد) کا حسن ہی عاشقتوں کا مدرس ہن گیا۔ اس کا چہرہ ہی انگلی کتاب، درس اور سبق ہوتا ہے۔

﴿ صد کتاب و صد در ق در نار کن روئے دل را جانبِ ولدار کن
ترجمہ: سو سو کتابوں اور اوراق کو آگ میں ڈال اور اپنے دل کا رخ ولدار (مرشد) کی جانب کر دے۔

حضرت گنی سلطان با ہو ہجی مرشد کے عشق و عشقِ حقیقی تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت گنی سلطان با ہو کے بخوبی ایمیات میں سب سے زیادہ ایمیات عشق کے موضوع پر ہیں۔

الف اللہ سمجھی کیتوے جداں، چمکیا عشق آگوہاں ہو
رات دیباں دیوے تاہ تکیرے، نت گرے آگوہاں شوہاں ہو
اندر بھائیں اندر بالاں، اندر دے وچ ڈھوہاں ہو
پاخواں شوہ تداں لدھیوے، جداں عشق کیتوے شوہاں ہو

جب ہم نے ایم اللہ ذات کی حقیقت کو پیچاں لیا اور اس کا راز ہم پر مخفف ہو گی تو عشق کی آگ ہمارے اندر بھر کی اُجھی اور اس کی تپش سے محبوبِ حقیقی سے ملنے کے لئے ہماری بے چینی و بے قراری بڑھتی جا رہی ہے۔ اس عشق کی تپش ہمیں راہ فخر میں اُگلی منزل کی طرف قدم پڑھانے پر مجبور کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے قرب وصال کی بے قراری کے درد و درد پ نے من میں طوفان برپا کر رکھا ہے۔ جب عشق نے راہ فخر کی رسمات سے ہمیں واقف کر دیا تو ہم نے محبوبِ حقیقی (الله تعالیٰ) کو پالیا۔

ایمان سلامت ہر کوئی ملے، عشق سلامت کوئی ہو
مگن ایمان شرماؤں عشق ہوں، ہل نوں غیرت ہوئی ہو
جس منزل نوں عشق پھاوے، ایمان نوں خبر نہ کوئی ہو
میرا عشق سلامت رکھیں پاھوڑو ایماں نوں دیاں دھروئی ہو

ایمان کی سلامتی تو ہر کوئی طلب کرتا ہے لیکن عشق کی نعمت اور سلامتی تو کوئی کوئی ہی طلب کرتا ہے۔ طالبانِ عقیلی تو صرف ایمان کی سلامتی کے طلب گار ہیں اور عشقِ الہی سے ذرتے ہیں کیونکہ یہ کوئی آسان راست نہیں ہے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر میرے دل کے اندر غیرت فتح و عشق الہی اجاگر ہو رہی ہے کیونکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جن منزل و مقامات تک عشق کی رسائی ہے ایمان کو تو اس کی خبر نہیں۔ آخری مصروف میں آپ دعا گو ہیں کہ میرے عشق کو سلامت رکھنا اور مجھے استقامت عطا کرنا کیونکہ یہ عشق مجھے ایمان سے زیادہ عزیز اور محبوب ہے۔

احمیں سرخ موہیں تے زردی، ہر دلوں دل آہیں ہو
مہا مہاڑ خوشبوئی والا، یہو دتا وغی کداییں ہو
عشقِ بھک نہ چھپے رہندے، ظاہرِ قصین اٹھائیں ہو
نام فقیرِ تجاندا پاھوڑو جہاں لامکانی جائیں ہو

عشقِ الہی کی شدت نے شوق ویدا کو اور بڑھا دیا ہے۔ یارِ حقیقی کے ہجر و فراق کے غم میں جسم زرد ہے، آنکھوں میں غم کے آنسو ہیں اور ہر سانس کے ساتھ یارِ حقیقی کی جدائی میں در و بھرا اور فراق سے ایک آہ نکلتی ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ عشق اور بھک بھی بھی چھپے نہیں رہتے،

ہنس ہمارا حال سب پر عیاں ہے۔ فقیر تو وہ ہے جس کا مقام لا مکان ہے۔

بے اوبان ناں سار ادب دی، گئے اوبان توں واٹجے ٹھو
جیہڑے ہون مٹی دے بھانڈے، کدی نہ ہوندے کاٹجے ٹھو
جیہڑے نماد قدمیم دے کھیڑے، کدی نہ ہوندے راجھے ٹھو
بھیں ول حضور نہ منگیا ہاٹھو، گئے دو چیز چہانیں واٹجے ٹھو

بے ادب لوگوں کو مقام ادب کی نہ کوئی خبر ہے تہ پیچان اور شعور ہے۔ یہ وہ بد نصیب ہیں جو اپنی بے ادبی اور شخاوت کی وجہ سے وہ مقام و مرتب کبھی حاصل نہیں کر سکتے جو با ادب حاصل کر لیتے ہیں۔ ذکر و تصور ام الله ذات اور مرشد کامل اکمل کی راہبری اور راہنمائی کے بغیر ازی فطرت کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ جوازی کھیڑے (شیق) ہیں وہ کبھی راجھے (سعید) نہیں ہیں سکتے اور مٹی کے برخنوں کو کبھی کبھی کاٹجے کے برتن نہیں ہاتا یا جا سکتا۔ بے ادب لوگ (خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے بے ادب ہوں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام، اہل بیت، اولیاء کرام، فقرا ای مرشد کامل کے) دونوں جہانوں میں معرفت الہی سے محروم رہتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے ”بے ادب بانصیب، بے ادب بے نصیب“ اور جس نے حق تعالیٰ کی حضوری طلب نہ کی وہ دونوں جہانوں میں خالی ہاتھ ہو گیا۔

تدوں فقیر شتابی بندا، جد چان عشق وق بارے ٹھو
عاشق شیش تے نش مرتی، جان جاناں توں وارے ٹھو
خود فیضی چھڈا ہستی جیہڑے، لاہ بروں سب بھارے ٹھو
باٹھو بآجھ میویاں نہیں حاصل تھیندا توڑے سے سانگ آتارے ٹھو

فقیر تب ہی کامل ہوتا ہے جب عشق میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے اور ”لا“ کی تلوار سے خواہشات قفس کا خاتم کر دیتا ہے۔ اپنا گھر بارہ، مال و متاع اور اپنی استحکام کر دیتا ہے پھر اپنے آپ کو عشق کی آگ میں جلا کر فنا کر دیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ طالبِ کومناٹ کر کے فرماتے ہیں کہ خود پسندی اور فضولیات سے کنارہ کشی افتقیر کر لےتا کہ کسی کوئی کے ساتھ رہا حق پر گاہزن ہو سکے کیونکہ مر نے سے پہلے مرے بغیر وصال الہی حاصل نہیں ہوتا خواہ ظاہری طور پر کتنی ہی عبادات اور محابا دہ کیا جائے۔

ثابت عشق تہباں نوں لڑھا، جھاں ترٹی چوڑا چاکیتی ٹھو
نہ اوه صوفی نہ اوه صافی، نہ بجدہ کرن مسینی ٹھو
خاص نیل پرانے آتے، نہیں چڑھا رنگ مجیھی ٹھو
تاضی آن شرع ول باٹھو، کدیں عشق تماز نہ نیتی ٹھو

عشق حق تعالیٰ تو وہ پاتے ہیں جو راہ عشق میں اپنا گھر بار بخ لاد دیتے ہیں اور جن پر عشق کا رنگ چڑھ جائے تو اسکو کوئی اتنا جیس سکتا۔ مالکِ حقیقی













































































































































































































































































































پالیا اور پھر اس کو سنبھال کر بھی رکھا۔

جگل دے وچ شیر مریلا، باز پوے وچ گردے خو
عشق جیسا صراف نہ کوئی، لکھ ناں چھوڑے وچ زردے خو
عاشقناں نیندہ ملکھو تاں کائی، عاشق مول نہ مردے خو
عاشق جیدے تداں ڈھو سے باخون جداں صاحب آگے ہر دھر دے خو

عاشق شیر اور شہباز کی مثل ہے اور خواہشات کے گیڈر، بھیڑ یہ اور خداں کے پرندے اسکے سامنے پر ٹھیں مار سکتے۔ عشق جیسا صراف بھی کوئی نہیں ہے۔ جس طرح صراف سونے کے اندر کھوٹ نہیں چھوڑتا اسی طرح عشق طالب مولی کے اندر سے تمام کدوں تیں نکال دیتا ہے۔ عاشق نہ تو نیند کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ ہی بھوک کی، ان کا ہر ساس اس ذکرِ اللہ سے زندہ ہوتا ہے۔ عاشق ظاہری طور پر بھی سورہ ہے ہوتے ہیں، کبھی کھانے میں یادوں سے امور میں مصروف ہوتے ہیں لیکن ہر لمحہ ہر وقت محو تجلیات ذات ہوتے ہیں۔ عاشق تب ہی حیات جاوہ اُنی پاتا ہے جب محبوب حقیقی کی رضاپر راضی ہو کر سر تسلیم فرم کر دیتا ہے۔

جنہاں عشق حقیقی پالیا، مونہوں نہ لکھ آلاؤں خو
ذکر غفر وق رہن ہمیشان، دم نوں قید لگاؤں خو
نفسی، قلبی، روحی، ہزری، خفی، اخفی ذکر گماون خو
میں قربان تباہ توں باخون جیہڑے اس نگاہ جناؤں خو

جن طالبان مولی نے عشق حقیقی پالیا ہے وہ زبان سے ذکر نہیں کرتے بلکہ بھیش دل میں ذکر غفر میں نور جتے ہیں۔ ان کا ہر ساس ذکر یا ہو کے ساتھ آتا جاتا ہے اور ان کا وجود نفسی، قلبی، روحی، ہزری، خفی اور اخفی ذکر میں مستزق اور محو ہوتا ہے۔ میں ایسے مرشد کامل اکمل کے قربان جاؤں جو ایک ہی نگاہ سے مردہ دلوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

در د منداں دے ڈھوئیں ڈھاحدے، ڈردا کوئی ناں پیکے خو
انہاں ڈھواں دے تاءں ٹکھیرے، محروم ہووے تاں سیکے خو
پچک شمشیر کھڑا ہے سر آتے، ترس پوس تاں تھیکے خو
سماہورے کڑیے اپنے ونجاں، باخون سدا نہ رہناں پیکے خو

عاشق اور درمند ہونا ایک ہی بات ہے۔ جب عشق کی آگ جلتی ہے تو کوئی طالب دنیا عاشق کے پاس نہیں بیٹھ سکتا کیونکہ دنیا کی لذتوں میں پہنچے ہوتے ہیں اور عاشق ذات کے قریب آتا گویا اپنا گھر برا بر باد کرنا ہے جیسی کہ عالم کرام بھی عاشقون کے قریب آنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ وہ تو جنت اور حور و قصور کی خواہش رکھتے ہیں۔ عاشق کے اندر عشق کی پیش ہر لمحہ ہر ہر ہی ہوتی ہے اور قریب وہی ہو سکتا ہے جو اس کے راز کا ہرگز

ہو۔ عاشق کے سر پر بھروسہ فراق کی تکوار ہر لمحے تک رہتی ہے جو صرف وصال الہی ملنے کے بعد دور ہوتی ہے۔ یہ حضرت عشق کا فعل ہے کہ وہ وصال عطا فرمادے۔ اے طالب اہوں میں آور عشق الہی میں خرق ہو جائیں کیونکہ تو نے ہمیشہ دنیا میں نہیں رہتا بلکہ عالم ارواح میں آخر وابس جاتا ہے۔

ورد منداں دا خون جو پیندا، کوئی برہوں باز مریلا ٹھو
چھاتی دے وچ کیشس ڈیرا، جیویں شیر بیٹھا مل یلا ٹھو
ہاتھی مت سندوری دانگوں، کروا پیٹا پیٹا ٹھو
پیلے دا وسوس ن کریے ہاتھو، پیلے ہاتھ نہ ہوندا میلا ٹھو

عشقت نے میرے دل میں ایسے ڈیرہ لگایا ہے جیسے شیر بیٹھل پر قبضہ کر لیتا ہے اور یہ خون خوار شہزاد کی مانند میر اخون پر رہا ہے۔ اس نے میرے دل سے اللہ کی محبت کے علاوہ ہر محبت کو اس طرح جلاڑا لایا ہے جس طرح مست ہاتھی یلغار کر کے ہر شے کو بر باد کر دیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی یلغار کی فکر نہیں کرنی چاہیے اور نہ خوف زدہ ہونا چاہیے کیونکہ عشق کی اس یلغار کے بغیر وصال الہی نصیب نہیں ہو سکتا۔

وَذَهَّ تَتْ دِی ہر کوئی رُزْ کے، عاشق بجاه رُزْ کیندے ٹھو
تن چنورا من مِحانی، آئیں تال بليندے ٹھو
ڈکھاں دا نیڑا کڈھے لشکارے، غماں دا پانی پیندے ٹھو
نام فقیر تھاں دا باغھو، جیہرے بڈاں چپوں مکھن کڈھیدے ٹھو

اس بیت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالب دنیا تو راحت پسند اور آرام پسند ہیں کہ دودھ اور دی ہوتے ہیں مگر عاشق وصال محبوب کے لئے اپنے جسم کے برتن میں دل کی مددانی سے آتشی عشق ہوتے ہیں، دکھوں اور غمتوں کی روی کو مددانی میں ڈال کر آہوں اور سسکیوں سے اسے کھینچتے ہیں اور ساتھ ساتھ آنسوؤں کا پانی بھی اس میں شامل کرتے رہتے ہیں۔ کامل فقیر تو وہ ہیں جو اپنے تن کی ہڈیوں سے معرفت الہی کا مکھن نکلتے ہیں۔

بزرگی نوں ٹھخت وہن لوز ھائیے، کریے رج مکالا ٹھو
لَا إِلَهَ مُلْكُ الْأَرْضِ، مَدْحُبُّ کی ٹگدا سالا ٹھو
إِلَّا اللَّهُ گھر میرے آیا، جیسیں آن اٹھایا پالا ٹھو
اساں بھر پیالا خضروں پیتا ہاتھو، آب حیاتی والا ٹھو

راہ فقر میں بزرگی، کشف و کرامات اور شہرت کی کوئی حیثیت نہیں، راہ عشق میں تو بدنامیاں اور ازالہ میں ہیں۔ اس لیے راہ فقر میں لوگوں کی لعنت ملامت سے بالکل نہیں ڈرانا چاہیے اور استقامت سے راہ عشق پر چلتے رہنا چاہیے۔ جب سے لَا إِلَهَ (اللی نہیں ہے کوئی موجود) کا راز ہم پر عیناں ہوا ہے ہمارا کسی فرقہ اور مسلک سے کوئی تعلق نہیں رہا۔ اثبات (لَا إِلَهَ) کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں، اس حقیقت کو پا کر

ہمارے اندر سے ہر ڈر اور خوف کل گیا ہے اور ہم وصال حق تعالیٰ کا آب حیات پی کر زندہ و خاوید ہو گئے ہیں۔

درو منداں دیاں آئیں کولوں، پیماز پھر دے جھڑ دے خو
درو منداں دیاں آئیں کولوں، نیچ تاگز زمین وچ وردے خو
درو منداں دیاں آئیں کولوں، آسمانوں تارے جھڑ دے خو
درو منداں دیاں آئیں کولوں پانچو، عاشق مول نہ ڈردے خو

حق تعالیٰ کے عاشق نے عاشق کی امانت کو قبول کر لیا ہے جس کو زمین اور آسمان کی کوئی شے بھی اٹھانے کو تیار نہ تھی۔ اس امانت نے ان عاشقان حقیقی کی یہ حالت کر دی ہے کہ ان کی آہ سے پھر پھر پور ہو جاتے ہیں، سانپ دوڑ کر زمین میں جس جاتے ہیں اور آسمان سے تارے ریزہ ریزہ ہو کر گر جاتے ہیں۔ صرف عاشق ذات ہی ہیں جو اس عاشقانہ آہوز اوری سے ہر گز نہیں ڈرتے کیونکہ وہ خود دیدار ذات کے انوار و تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف ہیں اور ہر لمحہ ہل میں مُقْنِنَد کا تعریف بلند کرتے رہتے ہیں۔

ذکر نگر سب اُرے اُریتے، جاں جان فدا ناں فانی خو
قدا فانی تھاں نوں حاصل، جیہے وتن لامکانی خو
قدا فانی اوہناں نوں ہو یا، جہاں پچھی عشق دی کانی خو
پانچو خو دا ذکر سزیدا ہر دم، یار د ملیا جانی خو

ذکر فکر تو سب معمولی باتیں ہیں اصل مقصود تو جان کو فدا اور فنا کرنا ہے۔ فنا فی ذات تو وہ عارف کامل ہیں جو بیتا اللہ ہو کر لامکان میں جا بے ہیں اور انہوں نے یہ مرجد اور مقام تیر عشق سے گھائل ہو کر حاصل کیا ہے۔ سلطان الاذ کار خو کے ذکر سے محبوب حقیقی کو پائیئے کی طلب میں ہر یہ شدت سے اضافہ ہو رہا ہے اور جب تک محبوب حقیقی نہیں ملتا اس کا فراق ہر دم تر پا تارہ تھا۔

راتیں نیں رت نہجوں روؤان، تے ایہاں غمزہ غم وا خو
پڑھ توحید وزیا تن اندر، نکھل آرام ناں سخا خو
سر شوی تے چا فلکیونے، اکبود راز پرم وا خو
بندھا ہو کوہیو یے پانچو، قتلہ رہے ناں غم وا خو

عشق "اسم اللہ ذات" کی صورت میں عاشقوں کے دل میں ذیرہ جھاپکا ہے۔ محبوب کا یہ راز رات کو خون کے آنسوؤ لاتا ہے اور دن کو غم سے گھائل رکھتا ہے۔ اسم اللہ ذات سے توحید کا یہ راز جب سے باطن میں کھلا ہے ایک پل بھی آرام اور سکون نہیں ہے۔ توحید کے اسی راز کو ظاہر کرنے پر متصور علاج کو سوئی پر چڑھا دیا گیا۔ اسے ظاہر کرنا عشق کے اصول کے خلاف ہے لہذا اسے خاہر نہیں کرنا چاہیے خواہ سوئی پر لکھا دیا جائے۔ اصول عشق تو یہی ہے کہ راز عشق کو سینے میں چھپا کر ہر لمحہ ذمہ ہوں یا سوئی پر لکھتے رہیں اور یہی تسلیم و رضا ہے۔ جب رضا حاصل ہوتی

ہے تو غم اور اندیشہ ختم ہو جاتے ہیں۔

راتِ اندر ہری کامل دے وچ، عشق چرانغ جلاندا ھو
جیدی سک ٹول دل چانپے، توڑے جیس آواز سناندا ھو
اوہ بھر جھلتے مارو بیلے، اتنے دم دم خوف شیباں وال ھو
عقل جل جنگل گئے جھینپیدے پاٹوں کامل نینہ جھاندا ھو

نفس، دنیا اور شیطان کی صورت میں انسان پر مسلط اس کامل راتِ عشق ہی منور کرتا ہے اور یہ عشق جب دل پر چھا جاتا ہے تو آوازِ تک نہیں آتی۔ راہِ معرفت کے سفر کے دوران ہوا وہوس، خواہشاتِ نفسانی، معموبتوں، پریشانیوں اور ظلمت و تاریکی کے گھناؤپ اندر ہوں سے نجات حاصل کر کے وہی کامیاب و کامران ہوتے ہیں جن کا مرشد کامل اور عشق صادق ہوتا ہے۔

رحمتِ اُس کھر وچ وسے، جسے بلدے دیوے ھو
عشق ہوائی چڑھ گیا فلک تے، کخشے جہازِ کھنیے ھو
عقل فکر دی بیڑی نوں، چا پبلے پور بوزیوے ھو
ہر جا جانی وسے پاٹوں، چت ول نظرِ بکھوے ھو

رحمتِ اُسی اس دل پر برستی ہے جہاں عشقِ الہی کے چراغِ روشن ہو گئے ہوں۔ میرے عشق کا دریا وحدت کے سمندر تک پہنچ گیا ہے، اب جہاز کو وہاں کیسے لکر انداز کیا جائے؟ عقل و فکر کی کششی کو تو عشق کی راہ پر سفر شروع کرتے ہی ڈیوبو دینا چاہیے۔ اب تو یہ حالت ہو گئی ہے کہ جدھر نظرِ انخاں میں ہر طرف ذاتِ حق تعالیٰ نظر آتی ہے۔

عشقِ موذنِ ویتاں پانگاں، کنیں بلیں بیوے ھو
خون چکر دا گڈھ کرایاں، وضو صاف کیتوے ھو
سن بکبیر فنا فی اللہ والی، لڑنِ محلِ صحبوے ھو
پڑھ بکبیر صحبوے واصل پاٹوں، تداں شکر کیتوے ھو

ذاتِ حق نے جب رہا زل عشق کی اذان وی اور اذان کی یہ آواز جب ہمارے کافلوں میں پڑی تو ہم نے اپنا خون جگڑنکال کر اس سے بخوبی، پھر فنا فی اللہ کی بکبیر سن کر شماز عشق سے واپس پھرنا ہمارے لئے محل ہو گیا۔ فنا فی اللہ والی یہ بکبیر پڑھ کر ہم محبوبِ حقیقی سے واصل ہو گئے اور اس مہربانی پر ہم نے اس کا شکر ادا کیا۔

عاشق دا ولِ موم ہراہ، معشووقاں ول کامل ھو
علماء و مکھ کے ٹرڑ ٹنگے، جیوں بازاں وی چوپی ھو

باز بے چارا کیونکر اُتے، پیریں پیوس دوالي ہو
جس دل عشق خرید نہ کیتا ہاٹھو، دوہاں جہانوں خالی ہو

عاشقوں (حالابانِ مولی) کے دل تو موم کی طرح نرم اور نہ زک ہوتے ہیں۔ وہ معموق (ذاتِ حق تعالیٰ) سے ملاقات کرنے کے لئے جلد باز ہوتے ہیں اور اس کے لئے ہر وقت بے سکون رہتے ہیں۔ وہ دیدار حق کے لئے سرست بھری لگاہ سے فضل و کرم کے انتظار میں رہتے ہیں کیونکہ خود تو وہ بشری یا بندیوں اور دنیاوی بندیوں میں جائز ہوتے ہیں اور اپنے عشق کے راز کو آہکار نہیں کر سکتے۔ جس نے عشق ذات کا سو دن کیا وہ دونوں جہانوں میں خالی با تھر رہا۔

عاشقان ہٹو وضو جو کیتا، روز قیامت تائیں ہو
وچ نماز رکوٹ ہجودے، رہنڈے سخ صباں ہو
استحے اوتحے دو ہیں چائیں، سچ فقر دیاں جائیں ہو
عرش کوادن سے منزل آگے باٹھو پیا کم تباہیں ہو

عاشقان ذات نے یومِ است سے ہی روز قیامت تک عشق کا وضو کر لیا ہے اور دن رات حضرت عشق (ال تعالیٰ) کے در پر رکوٹ و ہجود میں مشغول رہتے ہیں۔ دونوں جہانوں میں عزت و شرف صرف فقر کو حاصل ہے اسی لیے فقر کے حامل عاشقوں کا مقام تو عرشِ معلیٰ سے بھی سینکڑوں کوں آگئے ہے۔

عشق دی بازی ہر چا کھیڈی، شاہ گدا سلطاناں ہو
عام غاضل عاقل دانا، کروا چا جیراناں ہو
تمبو کھوڑ لتما وچ دل دے، چا جوڑیوں خلوت خاتماں ہو
عشق امیر فقیر منیدے باختو، کیا جانے لوک بیگاناں ہو

دنیا میں ہر مقام و مرتبے کے لوگوں نے عشق کی بازی کھیلی ہے۔ عشق ایسا کھیل ہے جو عالموں، فاضلوں، عاقلوں اور داناؤں کو بھی جیران و پریشان کر دیتا ہے۔ اب اسی عشق نے میرے دل میں خیمد لگایا ہے اور محبوب کے علاوہ ہر شے کو نکال کر اس کو خلوت خانہ بنالیا ہے۔ عشق ذات کو کیا امیر اور کیا فقیر، سب تعلیم کرتے ہیں مگر لوگوں کے اندر ہے اس راز کو نہیں جانتے۔

عشق اسانوں لیاں جاتا، لتما گل مباری ہو
ناں سووے ناں سون دیوے، چیویں بال رہاڑی ہو
پوہ ما نہدے وچ منگے خربوزے، میں کھتوں لے آواں واڑی ہو
عقل غر دیاں بھل گیاں گلاں باختو، جداں عشق و جائی تازی ہو

عشقِ حقیقی اس کمزور اور ناتوان جان پر پورے زورو شور سے حملہ آرہ ہو چکا ہے۔ اس نے وجود پر اس حد تک غائب پالیا ہے کہ دیدار یار کی ترپ میں نہ خود سوتا ہے نہ ہمیں سونے دیتا ہے اور راہِ عشق کی رسومات اور امتحانات کے بغیر اس جلد وصال چاہتا ہے جبکہ یہ مقام اور منزل تو ابھی دور سے۔ جب عشقِ حق تعالیٰ نے ہمیں راہِ دکھانی تو عقل اور فکر کو ہم نے چھوڑ دیا۔

عشق دی بھاں بڈاں دا بان، عاشق نیبہ سکیدے ھو
گھٹ کے جان جگر وچ آرا، ویجھ کاب تندیدے ھو
مرگروان پھرنا ہر دیلے، خون جگر دا پیندے ھو
عاشق ہوئے ہزاراں پاٹھوں پر عشق تھیب کیدے ھو

عشق و آگ ہے جو معشوق کے علاوہ سب کچھ جلا دیتی ہے۔ اس آگ میں جل کر عاشق بھی آگ بن جاتا ہے۔ اس کی ہڈیاں تک جل رہی ہوتی ہیں اور اس کے جان و جگہ بھی اس آگ میں جل کر کہاں ہو جاتے ہیں۔ یہ عاشق ذات ہر وقت دھشت و پریشانی میں سرگردان، بے چین و بے قرار رہتے ہیں مگر ان ہزاروں عاشقوں میں سے ذات حق کا عشق (محبوبت) کسی خوش نصیر کو تھی حاصل ہوتا ہے۔

عشق دیاں آؤ لریاں گلائ، جیہدا شرع تھیں ذور ہناہے خو
قاضی پچھوڑ قضا کیں جاؤں، جد عشق طمانچے لاوے خو
لوک ایانے متیں دیوں، عاشقاں مت ناں بھاؤے خو
مزون محال تھیاں نوں پاٹھوں، جہیاں صاحب آب یاواے خو

عشق کی توبات ہی زبانی ہے جو شریعت سے دور کر کے راونظر پر گام زدن کر دیتا ہے۔ عشق کی یہ آگ اگر کسی مخفی، قاضی یا عالم کو لگ جائے تو وہ اپنے مراتب علم و فضل چھوڑ کر عاشقوں کی ہمیز میں شامل ہو جاتا ہے۔ ول کے اندر ہے لوگ عاشقوں کو ترک عشق کی صحیحیں کر کے عبادت، ریاضت کے آسان راستے پر چلنے کی تلقین کرتے ہیں مگر عاشقوں کو یہ صحیحیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ جن کو مالک حقیقی خود اپنا عشق عطا کرنے کا اس راہ سے واپس مژا محال ہے۔

عاشق شو بدے دل کھڑا، آپ دی نالے گھڑا خو
کھڑا کھڑا دلیا ناہیں، سُنگِ محبوان دے زلیا خو
عقل فکر دیاں سب بھل گیاں، چد مشتے ہاں جا بلیا خو
میں قربان تھاں توں پانچوں ہتھاں عاشق جوانی چڑھا خو

عاشق بیگارے نے پہلے تو عشق میں دل گم کر دیا۔ اس کے بعد خود بھی عشقِ محبوب میں گم ہو گئی اور ایسا گم ہوا کہ پھر واپس نہیں آیا اور گروہِ محبویین میں شامل ہو گیا۔ جب سے عشق سے ملاقات ہوئی ہے سب مغلکوں کا کام ہے۔ اے ہاشمیں ان کے فربان جاؤں جن کا عشق اپنی انتبا کو

پہنچ گیا اور انہوں نے محبوب کو پالیا۔

غوث قطب سب اورے اور یہے، عاشق جان اگیرے خو
جس منزل تے عاشق ہنجن، اوئے غوث نہ پاؤں پھرے خو
عاشق وق وصال دے رہندے، جہاں لامکانی ذیرے خو
میں قربان تجاں توں بانخو، جہاں ذاتوں ذات بیرے خو

جو منزل اور مقام حق تعالیٰ کی بارگاہ میں عاشق ذات کا ہے اس مقام اور منزل تک غوث و قطب کا گزر لئکر نہیں ہے۔ عاشقان ذات نے
”لامکان“ میں ذیرے لگائے ہوئے ہیں اور بیش وصال ذات میں رہتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان عاشقوں کے قربان
جاوں جو اپنی تسبیح کو فتح کر کے ذات حق میں فنا ہو چکے ہیں۔

گند ظلمات اندر ہیر غباراں، راہ نیں خوف خطر دے خو
تلکھ آب حیات منور چشمی، اوئے سائے زاف عنبر دے خو
تلکھ محبوب دا خان کعب جنتے عاشق سجدہ کر دے خو
دو رُلماں ووچ نیں مصلے، جنتے چاروں ندیہ بملدے خو
میں سکندر ڈھوندناں عاشق، اک پک آرام نہ کر دے خو
حضر نصیب جہاں دے بانخو، اوہ گھٹ اوئے جا بھروسے خو

عشق کا راست بڑا خطرناک، سمجھن اور ظلمات سے ہو کر گزرتا ہے جہاں ہر قدم پر خوف کے سائے ہیں۔ نفس، دنیا اور شیطان اس راہ کے راہرزاں
ہیں لیکن مرشد کامل نے مجھے حقیقت سے روشناس کرایا ہے۔ میرے مرشد کا چہرہ انور آب حیات کا منور سرچشمہ اور دلوں کا کعبہ ہے اور یہ
عاشقوں کی سجدہ گاہ ہے۔ جب میرے مرشد کی لگاہ سے میرے دل سے خوبیات دور ہوئے تو پچھے چلا کر اصل دین تو وصال الہی ہے اور تکمیل پر
چاروں فتوحی، ماکی، حضیلی اور شافعی مکتاہ ہو جاتے ہیں۔ جو صادق عاشق ہیں وہ میرے مرشد کی مجلس کی جلاش میں وقوع اور رہنے ہیں اور اس کے
لیے ہر لمحہ جدوجہد اور کوشش میں معروف رہتے ہیں۔ جنہیں یہاں سے آب حیات کا ایک قطرہ بھی پینے کو مل گیا انہوں نے حیات جاوہ دانی
حاصل کر لی۔

گودڑیاں ہیچ جاں جہاں ہی، اوہ راتیں جا گن اوسیاں خو
ہیک ماہی دی گلکن نہ دیندی، لوک اٹھے دیندے بدیاں خو
اندر میرا حق تپایا، اساس گھلیاں راتیں کڈھیاں خو
ش نھیں ماس خدا ہو یا بانخو، سو کھ جھلدارے بدیاں خو

عاشق ذات آدمی رات تک بیدار رہ کر دیدار کی طلب میں ترپتے رہتے ہیں۔ محبوب حقيقی کا عشق انہیں پھیلنے لینے دیتا لیکن دل کے اندر سے لوگ ان کی حالت سمجھنے سے قاصر ہیں اور ان کو اس حالت میں دیکھ کر لعنت مامٹ کرتے رہتے ہیں۔ عشق نے میرے اندر اتنا درد، ترپ بے چینی اور بے قراری پیدا کر دی ہے کہ اسی بے چینی اور بے قراری میں کھڑے کھڑے راتیں گزار دیں۔ اسم اللہ ذات کے تصور کی آگ سر سے لے کر پاؤں تک مغز، گوشت، دل، رگ و جان وغیرہ کو اس طرح جادا ہتھی ہے کہ ہڈیوں سے گوشت الگ ہو جاتا ہے لیکن عاشقوں کی یہ حالت ظاہری آنکھوں والے نہیں دیکھ سکتے۔

گیا ایمان مٹنے دے پاروں، ہو کر کافر رہے خو
محبت زنار گھر دا گھل ونچ بنت خانے ونچ ہیے خو
جس جا جانی نظر نہ آوے، اونتھے بجا مول نہ دیئے خو
جال جان جانی نظر نہ آوے، ہاخو گلہ مول نہ کبیے خو

ایمان کی اصل حقیقت کا نقطہ عروج عشق ہے۔ اگر عشق کی وجہ سے ایمان چلا جائے تو عشق کو ترک کرنے کی بجائے کافر ہو کر بہنا ہی بہتر ہے کیونکہ وصال انہی عشق سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر وصال الہی کے لیے کفر کا زنا را گلے میں ڈال کر بہت خانے میں بھی بینھنا پڑے تو پہنچانا نہیں چاہیے۔ جس جگہ ذات حق تعالیٰ نظر نہ آئے وہاں سجدہ وہ گز نہیں کرنا چاہیے اور جہاں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہو وہاں گلہ ہر گز نہیں پڑھنا چاہیے۔

اے ہو غیری وہندے، سک پل مول نہ رہندے خو
عشق نے پے رکھ جزاں تھیں، اک ڈم ہول نہ سہندے خو
بیہرے پتھرو اگل پہاڑاں آئے، اوہ لوں واگلوں گل وہندے خو
عشق سوکھالا جے ہوندا پاٹھو، سمجھ عاشق ہی بن یہندے خو

جب عشق کی پیش سے دیدار حق تعالیٰ حاصل ہو جاتا ہے تو ذکر لئے ہو کی بھی احتیاج نہیں رہتی یعنی طالبِ مولیٰ محبود دیدار ہو جاتا ہے اور یہاں ذکر فخر نہم ہو جاتا ہے۔ عشق تو ایسی آنہ تھی ہے جس نے دلوں سے مخصوص طارادوں اور دوسرا عطا کم کے تناور درختوں کو جز سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور اپنا بسیرا کر لیا۔ عشق سے پہاڑوں کے عین پتھروں جیسے مرد بھی نہ کسی طرح پکھل جاتے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر عشق حقيقی اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر کوئی عاشق ہن کر بیٹھ جاتا۔

لوہا ہوویں پیا کئیوں، تاں تکوار سڈیویں خو
کنکھی واگلوں پیا چریویں، تاں ڈلف محبوب بھریویں خو
بہندی واگلوں پیا گھویویں، تاں ٹلی محبوب رنگیویں خو

وائے گاں گپاہ پیا چنچیوں، تاں دستار سدیوں خو
عاشق صادق ہوویں باخو، تاں رس پر بیم دی بیویں خو

اس بیت میں حضرت علی سلطان بالاخور حمت اللہ علیہ راہ عشق میں پیش آنے والے امتحانات اور آزمائشوں کا ذکر مٹا لوں اور تشبیبات کے ذریعے واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: لوہے کو گرم کر کے کونا جاتا ہے تو تواریخی ہے، جب لکڑی اپنا سیدھا چڑا کر لکھی ہوتی ہے تو محبوب کی زلف کو چھوٹے کی سعادت حاصل کرتی ہے، مہندی پتھر پر پنے کے بعد ہی محبوب کی تھیلیوں کی زینت بھتی ہے اور کپاس پیچے مشین میں سے گزر کر دستار بھتی اور محبوب کے سر پر بھتی ہے۔ اے طالب! اگر تو عاشق صادق ہے اور وصال حق تعالیٰ چاہتا ہے تو جان لے کر مشکلات، آزمائشوں اور مصائب کا سامنا کرنے کے بعد ہی وصال الہی تھیب ہو گا۔

تاں اوہ ہندو تاں اوہ مومن، تاں سجدہ دین مسیتی خو
دم دم دے دیج وکھن مولی، جہاں قضا نہ کہتی خو
آہے وانے تے بنے دیوانے، جہاں ذات صحی وغیر کیتی خو
میں قربان تجاں توں باخو، جہاں عشق بازی بخن لیتی خو

عاشقان ذات کا دین تو عشق ہوتا ہے۔ وہ نہ تو ہندو اور نہ ہی رسمی مومنوں کی طرح ہوتے ہیں اور نہ ہی عکس زابدوں اور ظاہری عابدوں کی طرح مساجد میں سر بھجو درجتے ہیں۔ عاشق تودین کی اصل حقیقت کو جانئے والے ہوتے ہیں اور ہر دم ہر لمحہ دیدار الہی میں گھور جتے ہیں۔ وہ وقت تو بہت دور کی بات ہے وہی نماز بھی قضا نہیں کرتے۔ جو دنہا لوگ عشق کے میدان میں داخل ہوئے وہ معرفت الہی حاصل کر کے لوگوں کی نظر میں دیوانے ہو چکے ہیں۔ اے ہاتھوا! اس ان لوگوں کے قربان جاؤں جنہوں نے دنیا اور عرصی کو ترک کر کے عشق کے میدان کو چھن لیا ہے۔

ہر دم شرم دی تند تزوڑے، جاں ایسہ چھوڑ ک لئے خو
کچھ ک بالاں عقل دا دیو، میکھوں بڑھوں انحری بھلے خو
اہڑ گیاندے بھیت نیارے، لکھ اعل جواہر لے لے خو
دھو تیاں داغ نہ لہندے باخو، جیہڑے رنگ بھیجھی دھلے خو

جب دل عشق ذات میں بدلتا ہوتا ہے تو ہر حد تزوڑ کر بے باک اور نذر بنا دیتا ہے۔ میں کیسے اور کب تک عقل کا چانغ روشن رکھوں! امیرے دل میں تو فراق یار کی آندھیاں پھل رہتی ہیں۔ راوی عشق کے بھی بھیدڑا لے ہیں۔ لاکھوں عقل و جواہر (یعنی خالیان مولی) دنیا سے اپنے آپ کو چھپائے بیٹھے ہیں۔ جن پر عشق کا پندرہ رنگ چڑھا چکا ہے وہ اڑھیں سکتا خواہ کتنی ہی کوشش کر لی جائے۔

حضرت علی سلطان بالاخور کی تقيیدات کے مطابق عشق وہ روحانی جذبہ ہے جو محقق کو خالق سے ملا دیتا ہے۔ یہ عشق ہی ہے جسکی بنا پر انسان اپنی نفسانی کدوں توں، شیطانی وہمات اور کبیرہ و صفحہ گنہوں سے کنار کش ہو کر اللہ کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔ عشق حقيقی (الله تعالیٰ سے عشق) کی

ابدا مشق مجازی (مرشد سے مشق) سے ہوتی ہے۔

عاشق کی انتہا "مرتبہ ملک عشق"

عاشق کی اپنام مرتبہ ملک عشق (محبوب) ہے۔

مشق کی انتہا یہ ہے کہ عاشق مشق کرتے کرتے ملک عشق بن جاتا ہے اور ملک عشق بن جاتا ہے۔ سلطان العارفین حضرت بخشی سلطان ہا صور حمت اللہ علیہ نور الہدی کا ان میں فرماتے ہیں:

❖ مرتبہ فخر مرتبہ ملک عشق ہے۔ ملک عشق جو بھی چاہتا ہے عاشق اسے عطا کر دیتا ہے بلکہ ملک عشق کے دل سے جو بھی خالگز رہتا ہے عاشق اس سے آگاہ ہو جاتا ہے اور اپنی آنکاہ سے ہی اسے تمام مطالب سے بہرہ در کر دیتا ہے۔ اسی کے متعلق اقبال فرماتے ہیں:

❖ خود کو کر بلند آتا کر ہر تقدیر سے پہلے خدا بندے سے خود پوچھئے بتا تمہی رضا کیا ہے (ابل جمیں)
❖ چون تمام افتاد سراپا ناز می گرد نیاز قیس را لیلی ہمی نامند در صحرائے من (یہم جمن)
ترجمہ: جب عشق کمال کو بخیج جاتا ہے تو وہ سراپا ناز (محبوب) کی صورت اختیار کر لیتا ہے، چنانچہ میرے صحرائے عشق میں قیس کو لیلی کہا جاتا ہے۔
یعنی عاشق کا عشق جب کمال کو بخیج جاتا ہے تو عاشق کو یا خود ملک عشق بن جاتا ہے۔ بقول بلحے شاہ و حمت اللہ علیہ:
❖ راجحا راجحا کر دی لی میں آپے راجحا ہوئی آکھوئی میتوں دھید و راجحا ہیر ن آگے کوئی

علم، عقل اور عشق

عقل کا منبع دماغ اور عشق کا مرکز دل ہے اور دل میں ہی اللہ تعالیٰ کی جلوہ گری ہے۔ تمام دنیاوی علوم کی بنیاد عقل و خرد پر ہے۔ سب علوم عقل سی کی بدولت حاصل کیے جاتے ہیں اور بدالے میں عقل و خرد میں اضافہ بھی کرتے ہیں۔ انسانی عقل اور اس کا علم محمد وہ ہے۔ عقل اور اس کی پانپر حاصل کر دے علم ہمیں زمان و مکان کی حدود سے باہر نہیں لے جاسکتے لہذا عقل اور علم کی ہدایت ہمیں اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب ہم علم اور عقل کی حدود پار کر کے عشق کی حدود میں داخل ہوتے ہیں تو عشق تمام حدود پار کرو کے ہمیں "لامکان" تک پہنچا دیتا ہے۔

❖ مولانا راروم کا قول ہے "بہم عشق اللہ کو علم و عقل سے بیان نہیں کر سکتے"۔

آپ فرماتے ہیں:

❖ عشق آمد عقل خود آوارہ شد شس آمد شع خود بیچارہ شد
ترجمہ: عشق آمدی تو عقل بے چاری بے کار ہو گئی جیسے سورج لکھا تو شع کی ضرورت نہ رہی۔

رہ عقل بھوئی در پی نیت رہ عاشقان ہر خدا یق نیت

ترجمہ: عقل کا راستہ بہت پیچیدہ اور مشکل ہے اور عاشقوں کا راستہ خدا کے سوا کچھ نہیں۔

خواجہ حافظ فرماتے ہیں "حکایت عشق حرف و آواز سے بڑی و بالا ہے۔"

عشق اللہ سے سرشار اور مست انسان اپنی دیکے نظارہ سے بڑے سے بڑے عالم و فاضل کو جسی دیوانہ بنادیتا ہے۔ دیوانِ عشق تحریر میں ہے:

گر ٹو افلاطون و نہمان پ علم من پ یک دیدار نادانت کنم

ترجمہ: اگرچہ تعلیمات میں افلاطون و نہمان کے برادر بھی ہو، میں تجھے اپنی دیکے ایک ہی جلوہ سے نادان بنادوں گا۔

حضرت علی سلطان با خورحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم اور عقل عشق الہی کی راہ کی بڑی کمزوری ہے۔ عشق الہی میں وہ لطف و سرور ہے کہ اگر کسی جید عالم کو اس کا ذرا سامزہ مل جائے تو وہ

تمام علیمت بھول کر عشق الہی میں گم ہو جائے۔

آپ ایک پنجابی بیت میں فرماتے ہیں:

عشق سندھ چڑھ گیا فلک تے، کتوں جہاز بھیے ھو

عقل فلک دی ڈوڈی نوں، چا پہلے پور بوزیوے ھو

گرگن گپڑ پوون لہراں، جد وحدت ویچ وزیوے ھو

جس مر نے تھیں خلقت ڈروی پاھو، عاشق مرے تاں جیوے ھو

عشق کا دریا چڑھ کر وحدت کے بھر کیکہ اس تک پہنچ گیا ہے۔ فخر و محض عشق کی راہ ہے، اس میں عقل کا کیا کام! اس لئے عقل، مگر کی ناکارہ کشی کو

پہلے دن ہی ڈبو کر اس سے نجات حاصل کر لئی چا ہے۔ طالب جب دریائے وحدت میں داخل ہوتا ہے تو آکا لیف، مشکلات اور مصائب کا

سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ جس موت سے خلقت اُرتی ہے عاشق کو اسی موت کے بعد حیات ابدی نصیب ہوتی ہے۔

علام اقبال عقل اور عشق کے متعلق فرماتے ہیں:

گزر جا عشق سے آگے کہ یہ نور چارغ راہ ہے، منزل نہیں ہے (بال جمل)

تازہ مرے غیر میں مرکن گھن ہوا عشق تمام مصطفیٰ، عقل تمام بواب (بال جمل)

آپ راہ فقر میں عقل کے حملوں سے بچنے کیلئے طالب کو تلقین فرماتے ہیں:

ول ہو قلام خرد یا کہ امام خرد سالک رہ ہوشیارا سخت ہے یہ مرحلہ (بال جمل)

عقل عیار ہے، سو بھیگن ہنا بنتی ہے عشق بے چارہ نہ ملا ہے، نہ زائد، نہ حکیم (بال جمل)

عقل نفع و نقصان کا حساب رکھتی ہے لیکن عشق ان ہاتوں سے اور اسے:

♦ بے خطر کو پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے جو تباشے لب بام ابھی (بابن)

علم اور عشق کا تجویز کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

♦ عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تجھیں و عن
عشق سرپا حضور علم سرپا جواب!
علم مقام صفات، عشق تباشے ذات
عشق سکون، ثبات، عشق حیات، ممات
عشق کے اونی غلام صاحب نان و نکس
عشق سرپا یقین اور یقین فتح یاب
شرع محبت میں ہے عشرت منزل حرام
عشق پر بخلی حلال، عشق پر حاصل حرام
علم کے باหجہ میں خالی ہے نیام اے ساقی (ہلہری)

♦ عین عالم عشق کی تفعیل گم کر کچے ہیں، اب ان کے پاس صرف خالی نیام باقی ہے۔

♦ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے قاری کام میں بھی علم و عقل کوی عشق کی راہ کی رکاوٹ قرار دیتے ہیں۔

۱۔ عشق صید از زور بازہ افگند عقل مکار است و داس می زند
۲۔ عقل را سرمایہ از نعم و شک است عشق را عزم و یقین لاینک است
۳۔ آں کند تغیر تا ویران کند ایں کند ویران ک کے آباداں کند
۴۔ عقل چون باد است ارزان در جهان عشق کمیاب و بھائے او گراس (ہدیہ یونانی)
ترجمہ: (۱) عشق اپنے بازو کی قوت سے ہڈکر کرتا ہے لیکن عقل فطر خامد کار ہے اور کرو فریب کے جاں پھیلاتی رہتی ہے۔ (۲) عقل کا سارا سرمایہ خوف اور شک و شبہ ہے۔ اس کے بر عکس عشق سے عزم اور یقین جدا ہو ہی نہیں سکتے۔ (۳) عقل جو تغیر کرتی ہے اس کا نتیجہ ویرانی ہوتا ہے لیکن عشق اس غرض سے ویران کرتا ہے کہ اسے مستغل طور پر آباد کروے (یہاں پر مرشد کی اس منفعت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ طالب کی پرانی شخصیت کو ختم کر کے اسے نئے اہم از سے تراشتا ہے)۔ عقل کی تغیر میں تجزیب کا پہلو ہوتا ہے جبکہ عشق کا معاملہ اس کے بالکل بر عکس ہے۔ (۴) عقل اس دنیا میں ہوا سے بھی زیادہ سستی ہے۔ عشق بہت کم یاب ہے اور اس کی قیمت بہت زیادہ ہے۔

۱۔ عقل حکم از اساس چون و چند عشق عریان از لباس چون و چند
۲۔ عقل میگوید کہ خود را پیش کن عشق گوید امتحان خویش کن



۱۔ عقل با غیر آشنا از اکتاب عشق از فضل است و با خود در حساب
 ۲۔ عقل گوید شاد شو آباد شو عشق گوید بندو شو آزاد شو (مترجمہ)
 ترجمہ: (۱) عقل چون وچنانچہ کی بنداد پر مسحکم ہوتی ہے جبکہ عشق چون وچنانچہ کاروا دار ہوئی نہیں سکتا، وہ اس لباس سے عاری ہے۔ (۲) عقل کہتی ہے کہ اپنے آپ کو آگے بڑھا یعنی دولت، عزت، حکومت اور شہرت حاصل کر عشق کہتا ہے کہ آگے بڑھانے کا کیا مطلب؟ اپنے آپ کو آزمانا چاہیے۔ عقل کا سارا زور خود نہیں پر ہے جبکہ عشق اپنا حامہ خود کرتا ہے۔ (۳) عقل کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کب سے حاصل کی جاتی ہے اور مشق سے بڑھ سکتی ہے، دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اسے غیر سے آشنا پیدا کرنے میں تال نہیں ہوتا (بشرطیکہ کوئی فائدہ و پہنچ کی امید ہو)۔ اس کے بر عکس عشق صرف خدا کے فضل پر متوقف ہے، غیر سے اسے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت اپنے ہی حساب اور جانش پر تال میں مصروف رہتا ہے۔ وہ عقل کی طرح دوسروں کا محتاج نہیں بلکہ اپنا جائزہ آپ لے لیتا ہے۔ (۴) عقل انسان کو یہ پیغام دیتا ہے کہ راحت و شادمانی حاصل کرو اور مزے کی زندگی گزارو۔ اس کے بر عکس عشق یہ کہتا ہے کہ اللہ کے بندے بن جاؤ اور ماسوٹی اللہ کے ہر بخوبی اور نعمائی سے آزاد ہو جاؤ۔

* علامہ اقبال نے اپنے بیشتر اشعار میں عقل پر عشق کی برتری کو مختلف صورتوں میں بیان کیا ہے۔ بیام مشرق میں آپ عقل و عشق کا موازن کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۱۔ عقل کے جہاں سوزد، یک جلوہ ہے باش از عشق بیا موزد آئین جہاں تابی
 ۲۔ عشق است کہ در جانت ہر کیفیت انگیزو از تاب و تب رومنی تا حرمت فارابی
 ۳۔ اس حرف نشاط آور می گویم و می رسم از عشق دل آسایہ، با ایں ہمہ بیتابی
 ۴۔ ہر معنی چیزیدہ در حرف نبی عجہ یک لمحہ بدلت در شو، شاید کہ تو دریابی
 ترجمہ: (۱) وہ عقل جو اپنے ایک بے خوف جلوے سے دنیا جلا دلتی ہے، دنیا کو روشن کرنے کا اصول عشق سے سمجھتی ہے۔ اس شعر میں عقل کو تجزیب کی اور عشق کو تحریر کی عالمت بتایا گیا ہے۔ (۲) عشق یہ ہے جو تیری جان میں ہر کیفیت پیدا کرتا ہے۔ وچنانچہ رومی کی ماعثقالہ ترپ اور ان کے سوز و گذاز سے لے کر فارابی کی حرمت بھی عشق کی کار فرمائیا ہے۔ اسی کیفیت نے ان عظیم ہستیوں کی بغا کا سامان کیا ہے۔ (۳) میں جب یہ نشاط آور لفظ (عشق) کہتا یا ادا کرتا ہوں تو میں وجود میں آ جاتا ہوں کیونکہ عشق یہی کی بدولت دل اپنی تمام تربے قراری کے باوجود سکون و اطمینان پاتا ہے۔ (۴) ہر الجھا ہوا معنی الفاظ کی وساحت سے واضح نہیں کیا جا سکتا۔ تو کچھ درج کے لیے اپنے دل میں ڈوب جاء، شاید تو اس صورت میں عشق کی کیفیت و حقیقت کو سمجھ لے۔ مطلب یہ کہ عشق کی رمز و حقیقت بڑی گہری ہے جو اسی وقت واضح ہو سکتی ہے جب دل عشق سے آشنا ہو جائے اور انسان جذبہ عشق سے سرشار ہو جائے۔

* عقل او را سوئے جلوت می کشد عشق او را سوئے خلوت می کشد (چاہیدہ)



ترجمہ: عقل اس (انسان) کو جلوت (عنات) کی طرف کھینچتے ہے۔ جب کہ عشق اسے (طالب کو) خلوت (ذات) کی طرف کھینچتا ہے۔ گویا صفات اور ذات کی جلوہ گری نے انسان میں عقل و عشق کو پیدا کر دیا۔ عقل اسے ہاہر کی دنیا کی طرف توجہ کرنے کو کہتی ہے جبکہ عشق انسان کو اپنے ہاطن کی دنیا کی طرف متوجہ کرتا ہے یا اسے اپنے ہاطن کی سیر کرنے کو کہتا ہے۔ یہ ”سیر الی اللہ“ ہے جبکہ عقل والی سیر ”آفاقی“ ہے۔

عشقِ حقیقی کیا ہے؟ اس کو سادہ الفاظ میں ہم یوں بیان کر سکتے ہیں:

محبوب پر تمام عزیز چیزوں، رشتہوں اور مال و متناع کو شمار کرنے کا نام عشق ہے۔

هر چیز کو محبوب کے لیے خاص کردیئے کا نام عشق ہے۔

محبوب کے لیے ترک آرام کا نام عشق ہے۔

محبوب کے لیے ترک آسائش کا نام عشق ہے۔

لئی دعویٰ کا نام عشق ہے۔

لئی خواہشات کا نام عشق ہے۔

خلوس ارادت اور طلب صادق کا نام عشق ہے۔

عشق خمار ہے اور اس خمار کا مدار کا مدار یہاں بارہے۔

محبوب پر جان شماری کا نام عشق ہے۔

عشق یہ ہے کہ شکوہ کو زبان پر، اعتراف کو دل میں اور نفس کو آنکھ میں آنے کی اجازت نہ دے۔

عشق عبور ہے۔

عشق غلامی ہے۔

عشق خود فراموشی ہے۔

عشق وہ ہے جس کی ذلت عزت سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

عشق وہ ہے جہاں عزت و ذلت کے الفاظ کا استعمال ہی محفوظ ہو جاتا ہے۔

عشق وہ ہے کہ جفا و عطا کا اثر اسے کم و بیش جیس کر سکتا۔

عشق کا کھیل ایسا ہی نرالا ہے جسے اللہ کے عشق میں بے چین و بے قرار، صادق دل طالب عقل اور خرد کی حدود سے نکل کر اپنی زندگی اور مال و متناع داؤ پر لگا کر کھیلتے ہیں۔ اگر جذبے صادق ہوں تو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری اور دیدار حق نصیب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو رایگاں نہیں جانتے و بتاتے۔ یہ عشق ہی ہے جو دیدار حق تعالیٰ کا راستہ و آکرنا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی ماہیت کو کھینچنے کے لیے عشق کے بڑا ہزار قافلے سنگار ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ کوون پا سکے۔ فقراء عشق ہی کے راستے سے دیدار حق تعالیٰ کی نعمت حاصل کی۔

بَاب٧

مُجْلِسِ مُحَمَّدِي

حضرتؒ سلطان باخور حضرت اللہ علیہ دائیٰ حیات انبیٰ کے حقیقت سے قائل ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

پس ہر وہ شخص مومن، مسلمان یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے کیسے ہو سکتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حیات ہی نہیں مانتا۔ وہ جو کوئی بھی ہے جو نونا، بے دین، منافق اور کذاب ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

الْكَلَابُ لَا أَنْتُمْ

ترجمہ: کذاب میرا اتنی نہیں ہو سکتا۔ (کیدا تو یہ کہاں)

جسے حیات انبیٰ پر اعتبار نہیں وہ دونوں جہان میں خوار ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر وہ شخص مرد و بختا ہے جس کا دل مرد ہو اور اس کا سرمایہ ایمان و لیقین شیطان نے لوٹ لیا ہو۔ (کیدا تو یہ کہاں)

جو شخص اخلاص اور لیقین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں فریاد کرے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع انکر صحابہ، امام حسن و امام حسین تشریف لا کر طاہری آنکھوں سے ذیارت کرتے اور مد فرماتے ہیں۔ (حل بیار)

سن! اگر کوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات کو مرد و بختا ہے تو اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ (میں انقر)

علام اقبال حیات انبیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

میرا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی محبت سے اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوا کرتے تھے لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی اکثر دماغوں پر ناگوار ہو گا اس واسطے ناموش رہتا ہوں۔ (خط بنام نیاز الدین خاں۔ فخر اک رمول۔ ہاب سوم، اقبال اور عشق رسول۔ صفحہ ۷۱)

¹ فخر اک رمول، مصنف محمد اشرف خاں حسن زئی، بابر اقبال فیروز ستراء، پنڈی، جنوری 1982ء۔ بارہم بارہ بھائیہ قادی، مکتبہ اشراقیہ مرید کے، اکتوبر 1982ء۔

سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باہور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باطن میں دیدار الہی اور حضوری مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو ایسے انتہائی مقام ہیں کہ ان سے بلند باطنی مقام اور کوئی نہیں ہے اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج بھی اسی طرح موجود ہے جس طرح صحابہ کرام کے دور میں تھی۔ حضرت عجی سلطان باہور کی شاید ہی کوئی تصنیف ایسی ہو جس میں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ راہ حق میں یہ ایک ایسا مقام ہے جس میں طالب مولیٰ باطن میں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیٰ حضوری سے مشرف ہو جاتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تربیت فرماتے ہیں اور باطن میں اسے معرفت الہی کے مرائب طے کرتے ہیں۔

بسم اللہ کی تغیری کرتے ہوئے مولانا منشی احمد یار خاں نصیبی "تغیری نصیبی" میں لکھتے ہیں:

❖ حضور علیہ اصلوۃ والسلام کی ظاہری صورت مبارکہ ام ذات ہے۔

حضرت عجی سلطان باہور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری ام اللہ ذات اور اسم مجدد کے تصور سے حاصل ہوتی ہے۔

اس عبارت کی شرح اس طرح ہے کہ صحابہ کرام کے لئے ام اللہ ذات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری چہرہ مبارک تھا اور اسم مجدد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک تھی۔ موجودہ زمانے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ تک رسائی کا طریقہ صرف ام اللہ ذات اور اسم مجدد کا تصور ہے بشرطیکہ یہ دباؤ سے حاصل ہوا ہو جاں پر اسے عطا کرنے کی حضور علیہ اصلوۃ والسلام کی طرف سے باطنی طور پر اجازت ہو۔ یہ بات طالب کو ام اللہ ذات یا اسم مجدد کے تصور کے پہلے دن ہی معلوم ہو جاتی ہے کہ اس نے جہاں سے ام اللہ ذات یا ام مجدد حاصل کیا ہے وہ مرشد کامل ہی کی بارگاہ ہے۔

حضرت عجی سلطان باہور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ شد مطالب دیدن رو مصلحتی شد حضوری غرق فی اللہ باخدا

ترجمہ: حضور علیہ اصلوۃ والسلام کے چہرہ مبارک کے دیدار سے تمام مطالب حاصل ہوتے ہیں اور عرق فنا فی اللہ کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔

(کلبی: توحید کمال)

حضرت عجی سلطان باہور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کیلئے ذکر احوال تک پہنچنا ضروری ہے:

❖ جب تک طالب کا وجود چاراڑ کا رہ، چار مراقبوں اور چار فکروں سے پک کر پہنچنے ہیں ہو جاتا تب تک وہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائق نہیں ہوتا۔ اول ذکر زوال جسے شروع کرتے ہی اعلیٰ وادیٰ تمام نلوقات ذاکر کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ بے شمار طالب و مرید اس ذکر کو شروع کرتے ہیں۔ جب ذکر زوال صحیل کو پہنچتا ہے تو تمام طالب و مرید رجعت کھا کر واپس پلت جاتے ہیں اور اس ذکر سے چڑا رہو کر کہتے ہیں کہ اس ذکر فکر سے ہر ار بار استغفار۔ صرف وہی صادق طالب مرید اپنے حال پر قائم رہتا ہے جو معرفت و وصال الہی کی انتہا پر ہے۔ اس کے بعد ذکر دوام یعنی ذکر کمال شروع ہوتا ہے۔ ذکر کمال شروع کرتے ہی تمام فرشتے ذاکر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرشتوں کے

لشکر کے اردو گرد تبعیح ہو جاتے ہیں۔ کراما کا تمیں ذاکر کو نیک و بد کے متعلق الہام دیتے اور گناہوں سے باز رکھتے ہیں۔ جب ذکر کمال کامل ہو جاتا ہے تو تیرا ذکر، ذکر وصال شروع ہوتا ہے۔ ذکر وصال شروع کرتے ہی باطن میں انبیاء و اولیاء اللہ کی مجلس حاصل ہو جاتی ہے اور طالب وصال ہو جاتا ہے۔ وصال جو نبی مجلس انبیاء و اولیاء اللہ میں ذکر وصال فتح اور کامل کرتا ہے اس کے بعد پوچھا ذکر، ذکر احوال شروع ہوتا ہے۔ ذکر احوال نور ذات کی تجلیات سے فقیہ اللہ بقاۃ اللہ کے مراتب تک پہنچتا ہے۔ جب طالب ان چاروں ذکر وصال سے گزر جاتا ہے تو اس کا وجود مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لاکن بنتا ہے۔ (کلید اتوحید کا ان)

آپ فرماتے ہیں:

هر کرا از دل کشاید چشم نور شد حضوری مصطفیٰ رسالت از غرور ترجیح: جس کے دل کی نوری آئندہ کامل جاتی ہے وہ غرور سے نجات حاصل کر کے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں پہنچ جاتا ہے۔ (کلید اتوحید کا ان)

مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کے دیگر مراتب یہ ہیں کہ ظاہر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ظاہری وجود کے ساتھ نفسانی لوگوں سے ہمکلام ہوتے ہیں اور باطن میں اپنے روحانی وجود کے ساتھ روحانیوں سے ہمکلام ہوتے ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (انکلوکے لیے) اپنے دونوں اب بلاتے ہیں تو اہل حقین عبرت و حیرت میں غرق ہو جاتے ہیں، نفسانی لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ہم کلام ہیں اور روحانی سمجھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے ہمکلام ہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندر حرم میں ہمکلام ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وجود میں نفس کو فکار کر کھا ہے جس کی وجہ سے نفس کا دوست شیطان بہت پریشان ہے۔ اسی طرح بازیزید بسطامی نے فرمایا "تیس سال اللہ سے ہمکلام رہا اور نفسانی لوگ سمجھتے رہے کہ میں ان سے ہمکلام ہوں اور روحانی لوگ یہ سمجھتے رہے کہ میں ان سے ہمکلام ہوں۔" (کلید اتوحید کا ان)

الغرض اور دو وظائف اور اعمال ظاہر سے طالب اللہ باطن میں کبھی بھی مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری تک نہیں پہنچ سکتا خواہ عمر بحر ریاضت کرتا ہے کہ راہ باطن صرف صاحب باطن مرشد کامل سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت اُنی سلطان پاہنخوا فرماتے ہیں:

جان لوک امت پیروی کرنے والوں کو کہتے ہیں اور پیروی یہ ہے کہ حضور علیہ اصلوۃ والسلام کے قدم پر چل کر خود کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا جائے۔ مجھے ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو راہ حضوری کے متعلق نہیں جانتے اور بے حیائی، تکمیر، خواہشات نفس، خود پرستی اور نفس پرستی کے باعث عارفان باللہ سے طلب بھی نہیں کرتے اور جو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں پہنچ جاتے ہیں ان کو یہ خاسدین اپنے حسد کے باعث دیکھنیں سکتے۔ یہ لوگ سراسر احمد اور حیوان ہیں۔ جو حضور علیہ اصلوۃ والسلام کی نظر اور حضوری میں منظور نہیں وہ امت کے مومن و مسلمان، فقیر و دریش اور علماء و فقہاء کیسے ہو سکتے ہیں اور امت ان کی پیروی کیسے کر سکتی ہے؟ جان لوک مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری مزیداً بیان ہے اور یہ بذایت ابتدا (گی طرف لوٹنے) میں ہے۔ حضور علیہ اصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

﴿الْبَقَايَةُ هُوَ الرَّجُونُغُ إِلَى الْبَدَائِيَةِ﴾

ترجمہ: ابتداء کی طرف اولنایا ابتداء ہے۔ (کلیات جیکار)

ظہور حق کی ابتداء چونکہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور سے ہوئی اور تمام مخلوق نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تحقیق ہوئی اس لئے "ابتداء" نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے الہدا باطن میں اپنی ابتداء یعنی نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک واپس پہنچنا ہی انتہا ہے۔ یہی مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری ہے اور یہی سربراہیت ہے۔ جو شخص اس کا قاتل اور طالب نہیں وہ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امیٰ اور بیروکاری نہیں۔

حضرت علی سلطان بالخطو فرماتے ہیں:

❖ حدیث مبارکہ ہے:

﴿مَنْ زَانَ فَقْدَرَ أَيِ الْحَقِّ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَكَّلُ بِنِي﴾

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا ہے شک اس نے حق دیکھا کیونکہ یقین شیطان بیری میں نہیں ہو سکتا۔

جان لے کہ باطن میں حضور سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری اور خدمت میں رہنے والا طالب اگر کسی دینی یا دینیوی کام کے لیے اتنا سخت کرتا ہے اور حضور سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم عالی فرمادیتے ہیں اور حکم دیتے وقت اپنے اصحاب کے ہمراوس کے لیے دعاۓ خیر بھی فرمادیتے ہیں لیکن اس کے باوجود اگر ظاہر میں وہ کام نہیں ہوتا تو اس میں کیا حکمت ہے؟ اس طالب مولیٰ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ابھی وہ کمال کے مرتبہ پر نہیں پہنچا اور ابھی تک ترقی کے مرتب ٹکر رہا ہے۔ ابھی وہ طالب طلب کے مشکل مقام پر ہے۔ اس لئے باطن میں اس کی درخواست کے موافق اسے بہتر نعم البدل عطا کر دیا جاتا ہے جس سے وہ خوش ہو جاتا ہے۔ اس مرتبے اور ترقی قرب پر اسے مبارکباد ہو۔ اگر وہ طالب جامل ہے یا دنیا مردار کا طالب ہے اور حضور سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس خاص میں دنیا کی طلب کرتا ہے تو ایسے نالائق طالب کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکال دیا جاتا ہے یا اس کے اعلیٰ مرتب سلب کر لیے جاتے ہیں۔ اگر کسی طالب کا ظاہر اور باطن ایک ہو چکا ہو تو وہ اس مقام پر قدم رکھتا ہے جہاں اس کے مرتب ترقی سے بھی بالآخر ہو جاتے ہیں۔ جو طالب صاحب تھیج ہو جاتا ہے تو حیدر الہی اس پر مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ (حس اور نجمن)

❖ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہونے والا اور آپ کی زیارت کرنے والا ایک ہی لحد میں ولی اللہ کے مرتب پر پہنچ کر محبوب اور صاحب عیاں عارف ہو جاتا ہے یا یکبارگی مرتب مہذوب پر پہنچ جاتا ہے یا یکبارگی مرتب محبوب پر پہنچ جاتا ہے یا یکبارگی مرتب جنوب اور مردو دپ پہنچ جاتا ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ پہنچنے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں کرنا چاہیے کیونکہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہشت کی میں ہے جہاں ذکر الہی کے ساتھ آیات قرآن اور حدیث کا پیمان ہوتا ہے۔ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں طالب کو و مرتب حاصل ہو سکتے ہیں، یا مرتبہ محبوب یا مرتبہ مردو یا یکبارگہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سوٹی ہے جہاں

پہنچ کرنا تھا طالب کے وجود کے اندر پوشیدہ کذب اور صادق طالب کے وجود کے اندر پوشیدہ صدق ظاہر ہو جاتا ہے۔ طالب صادق کا وجود نور ہو جاتا ہے اور اسے مجلس محمدی کی لازوال دائی حضوری تھیب ہو جاتی ہے۔ (ایم اکٹن)

اگر کوئی حسد، منافق، مردہ دل کا ذب جو شیطان کے فرزندوں اور خناس کے دوسرا کی طرح ہے اور جو ہر مرشد کا ملک، بے ہیر بے مرشد اور بے معرفت ہے، یہ کہے کہ اس زمانہ میں کوئی بھی یا مرشد لاائق ارشاد نہیں اس کی بجائے صرف مطالعہ کتب کافی ہے تو وہ اس حیلہ شیطانی اور بکر و فریب نفسانی کے سبب رہن ہے جو معرفت وہدایت خدا سے باز رکھتا ہے اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری سے روکتا ہے۔ ایسے شخص کی بات کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ایسا شخص مردہ دل ہے اور کتنے کی طرح مردار کی حلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ (صلی بیوار)

روز و شب در طلب نبوی با حضور مرد مرشد میرساند خاص نور
ہر کہ ملکر میشوو زیں خاص راہ عاقبت کافر شود با رو سیاہ
ترجمہ: دن رات مجلس محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حضوری طلب کر لیکن یا در کھا اس خاص نور تک مرد مرشد ہی پہنچا سکتا ہے۔ جو کوئی اس خاص راہ کا انکار کرتا ہے وہ بالآخر کافر ہو کر رو سیاہ ہو جاتا ہے۔ (بحدائقِ قور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارک میں قس امارہ اور شیطان لھیں واپس نہیں ہو سکتے۔ یا ایم اللہ ذات اور اسم ملک کے حاضرات کی راہ ہے۔ اس سے ازل، ابد، دنیا، حشر، قیامت گاہ، حضوری، قرب الہی، دوزخ، بہشت اور جو رؤوس تصور کا تماشادھائی دیتا ہے۔ (صلی بیوار)

چان لے کر خاص مجلس محمدی ﷺ و مگر نو (۹) مقامات پر قائم ہوتی ہے جو راتب بہراتب اور مقام بہقانم (بیتے ہوئے) کامل و مکمل ہو جاتی ہے۔ اول مجلس محمدی ﷺ مقام ازل میں ہے، دوم مجلس محمدی ﷺ مقام ابد میں ہے، سوم حرم مدینہ میں روضہ رسول ﷺ میں، چہارم خانہ کعبہ کے داخلی مقام پر یا حرم خانہ کعبہ میں یا جبل عرفات پر جہاں لبیک کی دعاۓ حق قبول ہوتی ہے، پنجم عرش سے اوپر، ششم قاب قوسین کے مقام پر، هشتم بہشت میں کہ جہاں سے اگر پچھ کھانپی لیا جائے تو تمام عمر بھوک اور پیاس نہیں لگتی اور نہ ہی نیند آتی ہے، ہشتم حوض کوثر کے مقام پر جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس سے شراباطھورا پلی جائے تو وجود پاک ہو کر مقام ترک و توکل اور مقام تحریک و تزیید سے گزر کر توحید تک پہنچ جاتا ہے اور توفیق الہی سے رفاقت حق حاصل ہو جاتی ہے۔ ہمہ مجلس محمدی ﷺ رہنمیت کے انوار میں غرق ہو کر دیدار سے مشرف ہونے کے مرتبہ پر ہوتی ہے۔ جو خود کو فنا کر لے وہ نقیری معرفت کی اہمیت یعنی بنا تک پہنچ جاتا ہے۔ (شیعیان)

آپ رحمۃ اللہ علیہ، بخابی ایات میں فرماتے ہیں:

بِسْمِ اللَّهِ اَمِ الْحَمْدُ لَهُ، اِيَّهُ وَمَنْ يُكَبِّرُ بِهِ اَكْبَرُ
نَالَ شَفَاعَةَ سَرَورِ عَالَمٍ، بَخْشِي عَالَمَ سَارَ طَوْ
حَدُولَ بَعْدَ حَدَّ دَرَوْدَ تَبَّیِ نَوْلَ، جَيْدَا اِلَّمَ پَسَارَ طَوْ
مِنْ قَرْبَانَ تَهْبَانَ تَوْنَ بَلْغَوْنَ، جَهَانَ مَلِيَّ تَبَّیِ سَوَارَ طَوْ

مفہوم: پشوو اللہ میں "اَسْمُ اللَّهِ ذَاتٌ" پوشیدہ ہے اور یہ بھاری امانت ہے جس کو اٹھانے سے روز از ل انسان کے سوا ہر شے اور مخلوق نے عاجزی ظاہر کر دی تھی۔ یہ امانت جیسی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہیں سے نصیب ہوئی ہے۔ روز قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاقت سے ہی تمام عالم کو نجات حاصل ہوگی اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بے حد و حساب درود وسلام پہنچانا چاہیے کہ ہم ایسے صاحب عظمت، صاحب برکت اور صاحب رحمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانت سے ہیں۔ میں ان طالبان مولیٰ کے قربان جاؤں جو تمام باطنی مراتب ملے کرتے ہوئے مجلس محمدی تک پہنچ جاتے ہیں اور نبی یا ک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب حاصل کر لیتے ہیں۔

علام اقبال رحمت اللہ علیہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ مَصْطَفَىٰ بِرَسَاسِ خَوْلِشٍ رَاكِ دِينِ يَحْدُودُ اُوتَ اُكْرَ بِهِ اَوْ نَهْ رَسِيدِي، تَحْمَمْ بُونِي اَسْتَ (ار مقان بخار) ﴾
ترجمہ: تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک خود کو پہنچا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مکمل دین ہیں۔ اگر تو ان (مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک نہیں پہنچتا تو تم اسرا دوین اباہب کا دین ہے۔

سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علیہ رحمت اللہ علیہ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں:

+ باطن میں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دائیٰ حضوری ہے اعلیٰ مقام ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک اسم اللہ ذات ہے۔ صحابہ کرام کے لئے اسم اللہ ذات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظاہری چہرہ مبارک تھا اس لئے ان کو اسم اللہ ذات کے تصور کی ضرورت پڑنی چاہی۔ لیکن اب مجلس محمدی ملکہ نبی کی حضوری کے لئے اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور ضروری ہے بشرطیکہ یہ دہان سے حاصل ہوا ہو جہاں پر اسے عطا کرنے کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے باطنی طور پر اجازت ہو۔ جب اسم اللہ ذات کے نور سے طالب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہنچان ہوتی ہے تو اس میں کسی تک و شب کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے "جس نے مجھے دیکھا ہے تک اس نے حق دیکھا کیونکہ یقیناً شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا"۔

+ جب طالب مجلس محمدی ملکہ نبی کی حاضر ہوتا ہے تو حضور اکرم ملکہ نبی کے چہرہ مبارک کی زیارت سے اس کی تمام مرادیں پوری ہو جاتی ہیں اور وہ مقنی اللہ بنا اللہ کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے۔

مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری باطن کا اہم مقام ہے جس کو مکمل طور پر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ حق انتہیں کی منزل ہے اور اس کی حقیقت سے وہی واقع ہوتا ہے جو اسے پالیتا ہے۔ مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کے بعد ہی طالب لقاۓ الہی سے مشرف ہوتا ہے۔ (جو بمحظی گیا سو بمحظی گیا)

بَابُ ۸

دیدارِ الٰہی

جیسا کہ آپ پڑھچے ہیں کہ فخر دیدارِ الٰہی کا علم ہے اور راوی فخر کے راہی کا سب سے بڑا انعام دیدارِ حق تعالیٰ ہے۔ اس مقام تک جانچنے والے کو عام اصطلاح میں عارف کہا جاتا ہے اور عارف اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر اس کی عبادت کرتا ہے یعنی وہ علم الحیین کا نہیں بلکہ حق الحیین کا حامل ہوتا ہے۔ دیدارِ الٰہی یا مشاہدۃ حق تعالیٰ کے لیے عربی میں دو الفاظ ”لقاء الٰہی“ اور ”رویت حق تعالیٰ“ استعمال ہوتے ہیں۔ لقاء کے لغوی معنی دیدار، چہرہ، صورت، تخلیق اور ملاقات کے بعد رویت کے لغوی معنی دیدار، نظارہ اور صورت کا نظر آتا کے ہیں۔ اب علم کرام ان الفاظ کا ترجمہ کرتے وقت اپنی اپنی صوابدیع کے مطابق معانی کا استعمال کرتے ہیں لیکن عارفین اور فخر کے ہاں اعماق سے مراد دیدار ہے۔

انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت ہے۔ پہچان اور معرفت دیدار کے بغیر ممکن نہیں لہذا دیدارِ الٰہی ہی اصل میں اللہ کی پہچان اور معرفت کی بنیاد ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جو عارفین یعنی فقرا کو عطا کی جاتی ہے۔ لذتِ دیدار سے بہتر کوئی لذت نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار نورِ بصارت سے نہیں تو رسالت سے حاصل ہوتا ہے۔

سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جو اللہ تعالیٰ کی پہچان کے بغیر اس کی عبادت کا دعویٰ کرتا ہے وہ دیکار ہے۔ (زم الہرار)

اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیقِ محض اس غرض سے کی ہے کہ اس کی پہچان ہو۔ اس کے حسن جلال و بھال کے جلوے آشکار ہوں اور اس پر مرثیہ والا کوئی عاشق ہو۔ روزِ استحقیق کی یہ بھاری امانت پوری کائنات میں صرف انسان نے ہی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر اتنی مہربانی اور شفقت فرمائی کہ عالمِ غلق میں جب بھی وہ اس ”عبد“ کو بھولنے کا تو انہیا کرام کی صورت میں اسے ہادی اور راجح ماعظ فرمادیے جو ناصرف اس

عبد کو یاد کرتے رہے بلکہ "عشق کے امتحان" میں کامیابی کی تیاری بھی کرواتے رہے۔ جب خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ جن کے لئے یہ کائنات تخلیق کی گئی ہے، معموٹ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو عشق کا بھولا ہوا سبق یاد کرایا اور قرآن مجید اور سنت مبارکہ کی صورت میں ایک شابدیہ حیات نوع انسانی کو دیا۔

قرآن مجید میں یاد برالله تعالیٰ نے انسان کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے:

يَا يَهُوَ الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادْحُ إِلَى رَبِّكَ كُدْخَافِلُقِيْو (سورہ الانعام۔ 6)

ترجمہ: اے انسان! تو اللہ کی طرف کو شکر نہیں کرنے والا اور اس سے ملاقات کرنے والا ہے۔

پھر اس کی ترجیب فرمائی:

فَيَرْزُقُ إِلَيْهِ اللَّهُ (سورہ الذاریۃ۔ 50)

ترجمہ: پس دو زوال اللہ کی طرف۔

پھر ہر یہ مہربانی کہ تمہارا رب بھی تمہارا منتظر ہے۔

أَتَصِيرُونَ وَكَانَ رَبُّكَ هَبِيلًا (سورہ الفرقان۔ 20)

ترجمہ: آیا تم صبر کئے ہیئے ہو؟ (اور اللہ کی طرف بڑھنے کی کوشش نہیں کر رہے ہو؟) حالانکہ تمہارا رب تمہاری طرف دیکھ رہا ہے (تمہارا منتظر ہے)۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں وہ ہماری طرف آنے کے راستے پالیتے ہیں۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَتَهْدِيَنَّهُمْ سُبْلَنَا (سورہ الحجۃ۔ 69)

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری طرف آنے کی جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنی طرف آنے کے راستے دکھادیتے ہیں۔

پھر اقا علیؒ تک پہنچنے کا طریقہ بھی بتا دیا:

فَمَنْ كَانَ يَرِيدُ جُنُاحَ إِلَيْهِ فَلَيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا (سورہ الکعب۔ 110)

ترجمہ: جو شخص اپنے رب کا لائقاً چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اعمال صالحہ اختیار کرے۔

اور جو لوگ دیدار الہی کی خواہش اور کوشش نہیں کرتے ان کے بارے میں وعدہ فرمائی:

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرِيدُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَالظَّانُوا إِلَيْقَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اِيْقَادِنَا غَافِلُونَ أُولَئِكَ مَأْوَهُمُ الشَّارِبِينَ أَكَلُوا أَكَلُوا إِيْكَسِبُونَ (سورہ جوہس۔ 7، 8)

ترجمہ: پہلے جو لوگ لقاء الہی (دیدار) کی خواہش نہیں کرتے اور دنیا کی زندگی کو پسند کر کے اس پر مطمئن ہو گئے اور ہماری نشانیوں سے غافل ہوئے، انہیں ان کی کمالی سیست جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

دیدار الہی سے انکاری لوگوں کے انجام سے بھی آگاہی فرمادی:

◆ اولئک الذین کُفَّرُوا يأذِنُهُ رَبُّهُ وَلِقَاءُهُ تُحِيطُ أَعْمَالُهُ فَلَا نُقِيمُ لَهُدَیَّةَ الْقِيمَةِ وَزَانَ (سورة الحج- 105)

◆ **قَدْ خَيْرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا إِلَيْقَاءَ اللَّهِ (سورة الاعم - 31)**

ترجمہ بے شک وہ لوگ خسارے میں ہیں جنہوں نے اقطاعیہ (دیپار) کو جھٹلا پا۔

♦ **اللَّا إِلَهَ إِلَّا إِنْهُ فِي مِرْيَةٍ وَمِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ إِلَّا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ قُهْيَطٌ** (سورة لم يسمى، 54).

ترجمہ: خوب بارگھو وہ اینے رست کے تقا (دیوار) پر شک میں ڈالے ہوئے ہیں۔ اور یا اور کھو جنگ وہ (اللہ تعالیٰ) ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

♦ وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَلِ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَلٌ (سورة النحل، آية 72)

ترجیح: اور جو شخص اس دنیا میں (لقاءِ اپنی سے) اندر ہار باؤہ آخوت میں بھی (دیدارِ اپنی کرنے سے) اندر ہار سے گا۔

الله نے اپنا تحکماں بھی بتا دیا:

♦ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفْلَامٌ تُبَصِّرُونَ (٥٠) سُورَةُ الْدُّرْدُنْ - ٢١

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کہ تم غور سے نہیں دیکھتے۔

وَيَنْهَا الْمُتَّمِقُ وَالْمُغْرِبُ^٣ فَإِنَّمَا تَوَلَّهُ أَفَلَمْ يَعْلَمْ وَجْهَ اللَّهِ (سورة البقرة، آية ١١٥)

ترجمہ: اور مشرق و مغرب اللہ کے لئے یہ لہذا تم صدر بھی دیکھو گے جسمیں اللہ تعالیٰ کا چہرہ نظر آئے گا۔

۹۔ بھلی تیری ذات کا سو بسو ہے جدھر دیکھتی ہوں اور تو ہی تو ہے

احادیث مارکہ

حضرت جرجی بن عبید اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قریب ہے وہ وقت جب تم اپنے پرور دگار کو اپنی آنکھوں سے دکھلو سکے۔" (7435)

حضرت جریر بن عبد اللہؓ سے ہی روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند محسوس تاریخ کے چاند کو دیکھ کر فرمایا "جس طرح تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اسی طرح تم اپنے پروردگار کو دیکھو گے اور اللہ تعالیٰ کو دیکھتے میں تم کوئی اذیت اور تکلف محسوس نہیں کرو گے۔" (بخاری 4851)

❸ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص اس علم کو جس سے اللہ کے چیزوں کا دیدار حاصل ہوتا ہے، اس نے حاصل کر کے دن کافا نہ کرے ملے تو اس شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ سوچیگی کے گا۔“ (مسند احمد 8438)

⊗ حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم اپنے رب کی زیارت ضرور کرو گے۔" صحابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ کیا، افچی ہم اپنے رب کی زیارت کر سکیں گے؟" جب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تم انصاف انہار کے وقت سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری محسوس کرتے ہو؟" صحابہ نے عرض کیا "نہیں۔" فرمایا "کیا چند ہویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی دشواری محسوس کرتے ہو؟" صحابہ نے عرض کیا "نہیں۔" فرمایا "اسی طرح پروردگار کو دیکھنے میں بھی تمہیں کوئی دشواری نہ ہوگی۔" (امداد 11137)

⊗ ابن ماجہ کی روایت کے مطابق حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے پوچھا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تم لیکی دوپہر کے سورج کو دیکھنے میں کوئی وقت محسوس کرتے ہو جبکہ کوئی بدھی نہ ہو؟" ہم نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تم چند ہویں کا چاند دیکھنے میں کوئی رکاوٹ محسوس کرتے ہو جبکہ کوئی بدھی نہ ہو؟" ہم نے کہا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سورج و چاند کو دیکھنے کی طرح تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں بھی کوئی مزاحمت نہیں ہوگی۔" (ابن ماجہ 179)

⊗ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں "کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خلات (دوستی) ابراہیم کے لیے اور دیدار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔" (امداد 216)

دیدار الہی کے تین طریقے

سلطان العارقین حضرت سلطان باہور حضرت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

⊗ قرآن و حدیث کی رو سے دیدار الہی کے ان مراتب کو پانہ تین طریقوں سے روایت ہے۔ اول، خواب میں اللہ کا دیدار کرنا۔ ایسے خوابوں کو نوری خواب کہا جاتا ہے جو اللہ کے بے چاب دیدار کے لیے خلوت خانہ کی مثل ہوتے ہیں اور ان میں طالب مشاہدہ کو دیدار و حضوری پروردگار میں غرق ہوتا ہے۔ دوم مرائقے میں دیدار الہی کرنا، یہ مرافقہ موت کی مثل ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کی حضوری میں پہنچا دیتا ہے۔ تیسرا تین خدا کو اس طرح دیکھنا کہ طالب کا جسم اس جہان میں اور جہان (روح) لا صوت لا مکان میں ہوتی ہے۔ یہ تینوں مراتب عظیم مرشد کامل کے فیض و فضل سے حاصل ہوتے ہیں۔ (دورالہدی کاں)

⊗ ام الله رہبر است نہرا تو جزا لقا دیگر نہیں دیگر نہیں

ترجمہ: ام الله ذات تیر اہبہے اور حیرے ہمراہ ہے اس لیے تو دیدار الہی کے علاوہ نہ کسی اور کی طلب کرنے کسی جانب نگاہ کر۔ (دورالہدی کاں)

۴۔ دیدار الہی کا منکر

دیدار الہی کے بارے میں حضرت غنی سلطان ہا خورحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

◆ پر کہ عکر از خدا دیدار شد امت نبوی باشد خوار شد
ترجمہ: جو دیدار الہی کا انکار کرتا ہے وہ امت محمدی میں سے نہیں بلکہ اہل خوار میں سے ہے۔ (نورالہدی کلاں)

۵۔ لقاء الہی کے حق میں دلائل

دیدار باری تعالیٰ کے متعلق قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو واقعات ملتے ہیں جن میں دیدار الہی کی تفصیل موجود ہے بلکہ واضح طور پر خالیان مولیٰ کو دیدار الہی کا درس ملتا ہے۔ لیکن منکرین دیدار الہی ان واقعات کی حقیقت کو نکھٹتے ہوئے انہی کو اپنے انکار کی بنیاد بناتے ہیں۔

پہلا واقعہ سورۃ القصص میں یوسف بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ کے ساتھ سفر میں تھے اور آپ کی زوجہ محترمہ حاملہ تھیں۔ دورانِ سفر ان کو تکلیف ہوئی تو آپ نے فرمایا تم بہاں تھبڑو میں آگ لے کر آتا ہوں۔ جب آپ آگ کی تلاش میں لٹکے تو دور سے آپ کو آگ کی چکٹ نظر آئی۔ آپ اس کی طرف ہر ہر ہستے گئے، جب قریب پہنچنے تو وہ مبارک عناب کا ایک روشن درخت تھا جس کی ٹہنیوں سے آگ نمار و نشی نکل رہی تھی جو نہ جل رہی تھی نہ اس میں بھڑک موجود تھی۔ موسیٰ علیہ السلام چونکہ آگ کی تلاش میں لٹکے تھے اس نے آن کے ذہن میں آگ کا تصور موجود تھا حالانکہ یہ درخت پر تو رعنی تعالیٰ کی جعلی تھی۔ آپ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے تو درخت سے آواز آئی "إِنَّ أَكَا لَهُ" (بے قل میں ہی اللہ ہوں)۔ سورۃ القصص کی ذکورہ آیت مبارکہ یہ ہے:

◆ فَلَمَّا قطع مُوسى الْأَجْلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ إِنَّسَ مِنْ جَانِبِ الْفُلُوِيَّ كَارًا قَالَ لِأَهْلِهِ إِنِّي أَنْتَ كَارُ الْعَنِيْ أَتِينَكُمْ فِيْنَمَا يَخْتَرُ أَوْ مَحْذُوَةٍ فِيْنَ الدَّارِ لَعَلَّكُمْ تَضَطَّلُوْنَ ۝ فَلَمَّا آتَهُنَا أَمْقَاتُهُنِّي وَمِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَبْعَدِ فِي الْبَقْعَةِ الْمُبَرَّكَةِ وَمِنْ الشَّجَرَةِ الْأَنْبُوشِي إِنَّمَا يَأْكُلُ اللَّهُ رَبُّ الْعَلَمِيْنَ ۝ (سورۃ القصص 29-30)

ترجمہ: پھر جب موسیٰ (علیہ السلام) نے مقررہ مدت پوری کر لی اور اپنی اہلیہ کو لے کر چلے تو انہوں نے طور کی جانب سے ایک آگ دیکھی (وہ شعل حسن مطلق تھا جس کی طرف آپ کی طریقہ مانوں ہو گئی)۔ انہوں نے اپنی اہلیہ سے فرمایا تم (یعنی) تھبڑو میں نے آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے لئے اس (آگ) سے کچھ (اکی) خبر لاوں (جس کی تلاش میں مدت سے مرگ داں ہوں) میا آتش (سوواں) کی کوئی چنگاری (لاہوں) تاکہ تم بھی تاپ سکو۔ جب موسیٰ (علیہ السلام) کوہاں پہنچنے تو ادی کے دامن کنارے سے باہر گئت مقام میں (واتح) ایک درخت سے آواز دی گئی "اے موسیٰ! اے شک میں ہی اللہ اور تمام جہاںوں کا پروردگار ہوں۔" (ترجمہ عرقان القرآن)

دوسرے اقتداء سورۃ اعراف میں بیان ہوا ہے کہ جب موئی علیہ السلام کی قوم نے مکرار کی کہ اے موئی! اہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ کو دیکھ لیں¹ تو آپ کو طور پر تشریف لے گئے۔ ارشاد خداوندی ہے:

♦ وَلَمَّا جَاءَهُمْ نَبْيَنِي لِيُنَقِّيَنَا وَكَتَبَهُ زَبُّنَةً قَالَ رَبِّ أَرْبَعَةِ أَنْظُرْنِي إِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِي وَلِكِنَّ انْظَرْنِي إِلَيْجَنْجِيلِ قُرْآنِ اسْتَفْرَأْ مَكَانَةَ قَسْوَفِ تَرَانِي فَلَمَّا تَجَنَّبَ رَبِّهِ يَلْجَنْجِيلَ جَعَلَهُ ذَكْرًا وَخَرَّ مُؤْنَسِي صَعِيقًا فَلَمَّا آتَيَ قَالَ سُجْنَتَكَ تُبَثَّ إِلَيْكَ وَأَكَّا أَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ (۱۴۳) سورة اعراف۔

ترجمہ: اور جب موئی علیہ السلام ہمارے (متبرکہ) وقت پر حاضر ہوئے اور ان کے رب نے ان سے کلام فرمایا تو (کامِ ربی کی لذت پا کر دیدار کے آزاد مدد ہوئے اور) عرض کرنے لگے اے میرے رب! مجھے (ایسا جلوہ) دکھا کر میں تیرا دیدار کروں۔ ارشاد ہوتا ہے (براء است) نہ کچھ سکو گئے تھوڑا زی کی طرف نکال کرو، پس اگر وہ اپنی جگہ تھبہ ار باتوں میں تیرا دیدار کرو گے۔ پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر قلی فرمائی تو (شدت انوار سے) اسے ریز و درجنہ کر دیا اور موئی (علیہ السلام) بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا "تیری ذات پاک ہے میں تیری بارگاہ میں تو پہنچ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلا مومن ہوں۔"

اقبال اسی حوالہ سے فرماتے ہیں:

♦ از بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا غلوب پر کلکتم طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی (بندہ)
اس واقعہ سے واضح طور پر دیدار الہی ثابت ہوتا ہے اور آیت کے آخر میں "میں سب سے پہلا مومن ہوں" ثابت کرتا ہے کہ آپ کو دیدار ہوا کیونکہ حقیقی مومن تو ہوتا ہی وہی ہے جو ربِ جلیل کو دیکھ کر عبادت کرتا ہے۔ حضرت موئی نے خود کو پہلا مومن اسی معنی کے پیش از نظر کہا کہ آپ کو سب سے پہلے اللہ کا دیدار ہوا۔ ورنہ اگر مومن کے عام معنی یعنی اللہ کا تیک اور مقرب بندہ مراد یہے جا سکیں تو موئی سے پہلے گزرے ہوئے انہیا بھی اللہ کے مقرب بندے ہی تھے۔ بعض لوگ اس آیت میں اللہ پاک کے الفاظ "لَنْ تَرَانِي" ("تم مجھ نہ کھو کر گے") سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ موئی علیہ السلام کو دیدار نہیں ہوا۔ اس ضمن میں بہت سے مفسرین نے مکررین دیدار کے رد کے لیے اسی آیت کے حوالہ سے دیدار کے حق میں مختلف دلائل دیتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

تفسیر شیعہ القرآن میں ہبیر کرم شاہ صاحب فرماتے ہیں:

❖ جہاں تک امکان رہیت کا طلق ہے تو اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سب شیعیم کرتے ہیں کہ اس دنیا میں بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہے۔ اگرچاں² ہوتا تو موئی علیہ السلام اس کا سوال نہ کرتے کیونکہ انہیا کرام کو اس کا طم ہوتا ہے کہ فلاں چیز ممکن ہے اور فلاں چیز محال اور ممتنع گی۔ محال اور ممتنع کے بارے میں سوال درست ہی نہیں ہوتا۔

تفسیر مظہری میں اس طرح بیان ہے:

1. سورۃ البقرہ، آیت نمبر 55 ج ہمیں ج ہمیں۔ جس سے سعی کیا گیا ہو

﴿اگر رو بیت واقعی حال ہوتی تو جب قوم نے دیدار رب کی خواہش کی تھی موسیٰ علیہ السلام پر لازم تھا کہ ان کو جاہل قرار دینے اور سرداش کرتے جس طرح کر قوم والوں نے جب "اجعل لئا لیلہ" کہا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو جاہل قرار دیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی مفسدوں کے راست پر چلنے کی ممانعت کر دی تھی پھر خود کس طرح مفسدوں کے راست پر چل کر ان کی زبان بندی کرنے کی بجائے خود دیدار کی درخواست کرنے لگتے۔ فیان استغفار مکانہ فسروف تحریانی (پس اگر وہ پیاز) اپنی جگہ تھہرا رہا تو عنقریب تم میرا دیدار کر لو گے) میں یہ بتانا مقصود ہے کہ پہاڑ بھی برداشت کرنے کی طاقت صیں رکھا تم کو رو بیت کی برداشت کیسے ہو گی۔ استقرار جبل سے رو بیت کو مشروط کرنا بتا رہا ہے کہ رو بیت فی نسب حال نہیں کیونکہ استقرار جبل بجائے خود حال نہیں اور شرط کامکن ہونا مشروط کے مکن ہونے کو ثابت کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "نور خداوندی پیاز پر محمودار ہوا تھا۔"

ضحاک کا قول ہے "اللہ نے اپنے نور سے پردے بنالیے تھے اور نسل کی ناک کے سوراخ برابر (نور کو) خاہر کر دیا تھا۔"

حضرت عبد اللہ بن سلام اور کعب احبار نے فرمایا "عظمت خداوندی کی جلوہ پاشی صرف سولی کے ہاک کے برابر ہوئی تھی کہ پہاڑ ہو گیا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قال رَبِّ أَرْبَعَةِ آنُوْذُرِ إِلَيْكَ (کہاے میرے ربِ مجھے (پنا جلوہ) دکھا کر میں چیز اپدار کرلوں) آیت پڑھی اور (چنگیاں کے آدھے پوری طرف اشارہ کرتے ہوئے) فرمایا "نور کی اتنی سی کرن گلی جس سے پیاز حضس گیا۔" (المستدرک - 67)

تفسیر تبیان القرآن میں عاصم غلام رسول سعیدی صاحب فرماتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی آرزو کرنا اور دعا کرنا تاباہز ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام تبوث کے علوم و معارف کے حامل ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیوں کرتے اور اگر بالفرض یہ دعا تاباہز ہوتی تو اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اسی دعا کرنے سے منع فرمادیتا۔ رو بیت کے امکان پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم اس پہاڑ کی طرف نکلا کرو، پس اگر (پھری جگی کے باوجود وہ اپنی جگہ تھہرا رہا تو عنقریب تم میرا دیدار کر لو گے۔" اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دیکھنے کو پہاڑ کے برقرار رہنے پر متعلق کیا ہے اور پہاڑ کا اپنی جگہ برقرار رہنا فی نفس ممکن ہے اور جو ممکن پر موقوف ہو وہ بھی ممکن ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ممکن تھا۔

مزید فرماتے ہیں:

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پھر جب ان کے رب نے پہاڑ پر جگلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گز پڑے۔" اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ کے دکھانی دینے پر دلیل ہے کیونکہ کسی چیز کا علم حاصل ہونے سے وہ چیز بھی (روشن) ہو جاتی ہے اور کسی چیز

۱۔ سورہ الاعراف، آیت نمبر 138۔ ترجمہ: "اے موسیٰ احمداء لیے اپنی ایسا میڈو بنا دیں۔"

کو دکھاتا بھی اس چیز کو روشن کر دیتا ہے اور علم کی پر نسبت دکھانے سے چیز زیادہ مخلوقی (روشن) ہوتی ہے اس لیے یہاں پر جگلی سے مراد دکھانا (یعنی دیدار کروانا) زیادہ اولی ہے اور اس آیت کے معنی یہ ہے "جب پہاڑ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو وہ ریز ہو گیا۔" اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ پہاڑ تو ایک پتھر ہے اور اس کا دیکھنا غیر متصور ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑ میں حیات، عقل اور فہم پیدا کی ہے لہذا اس میں روئیت اور بصارت کی قوت ہونا بھی بعینہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَسَخْرَىٰ قَاتِلٍ دَاؤِدًا لَجَبَّالٍ يُسْبَخْنَ وَالظَّبَّارُ (سورة الزلزال، 79).

ترجمہ اور جم نے پھاڑوں اور پرندوں کو داؤ کے ساتھ یا بند کر دیا کہ وہ (ان کے ساتھ) صحیح پڑھتے تھے۔

جب پھر صحیح کرتے ہیں اور اللہ سے ذرتے ہیں تو وہ دیکھ بھی سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب پھر اور موئی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو پھر ایزد ریزہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کی طاقت پھر سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لہذا صحیح ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کے لوگوں کا سوال جائز تھا اور دید ارباری تعالیٰ دنیا میں جائز ہے اور قیامت میں واقع ہو گا۔ (تفسیر قیام القرآن)

بیضاوی رحمت اللہ علیہ نے فرمایا کہ لئن تڑائی سے دیدار ہونے پر دلیل لانا نہایت سخت غلطی ہے اس واسطے کی اس کے معنی یہ ہے کہ ”تو مجھے نہ دیکھے سکے گا۔“ پس یہ تو اس بات پر بھی دلالت نہیں کرتا کہ کبھی نہ دیکھے گایا کوئی اور سوائے تمیرے نہ دیکھے کا پھر حال ہونا تو اس سے بڑھی ہوئی بات ہے اور یہ کہنا کہ بالضرور یہ حال ہونے پر دلالت کرتا ہے یہ پوری جہالت ہے یا خواہ گواہ انکار و مکارہ ہے۔ (تفسیر تجیان القرآن)

❖ تسفی رحمۃ اللہ علیہ نے لن تدرالی کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ”یہ تو خود جائز ہونے کی دلیل ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں دیکھنا نہیں جا سکتا بلکہ یوں فرمایا ”تو مجھے نہ دیکھ سکتا گا۔“ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو دکھادتا پس اگر اللہ تعالیٰ کا دیدار جائز نہ ہوتا تو فرماتا کہ میں مردی نہیں ہوں اس واسطے کہ یہاں بیان کی حاجت ہے اور اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے موئی علیہ السلام کو شہادیوں کیا اور تھا (دیدار کی التجاپر) عتاب کیا اور اگر حال ہوتا تو عتاب فرماتا جیسے ”تو حملہ کو انگلے میں کی بابت منع کیا تھا۔“ (تفصیل بیان القرآن)

نشرت انوارِ نور میں مولانا عبد الحق فاضل دہوند لکھتے ہیں:

﴿اہل النّۃ کے نزدیک باری تعالیٰ کی رو بھیت اور دیدار بحالت بصر عطا ممکن ہے۔ فی نفّہ امکان رو بھیت کے لئے یہی دلیل کافی ہے کہ اسکے حوال اور ممکن (جس چیز سے منع کیا گیو ہو) ہونے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہوئی۔ چونکہ تمام چیزوں میں اصل امکان ہے (یعنی ان کا ہونا ممکن ہے) اس لئے ممکن ہونے کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں باس عدم امکان یعنی حکم امتناع کے لئے خلاف اصل ہونے کے سبب دلیل کی حاجت ہے۔ پس امتناع کی دلیل نہ ہوتا امکان کی دلیل ہے۔﴾

میر مدد کننے والیں

۱۰۷

امکان رویت پر دلیل سمجھی یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا دیدار کا سوال کہ ”رَبِّ آنْفُزْ رَبِّيْكَ“ خود دلالت کرتا ہے کہ دیدار ممکن ہے کیونکہ حال ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کا دیدار طلب کرنا ان کی علمی پر دلالت کرتا کہ ان کو اس قدر بھی معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھانا محال ہے اور اس کی نسبت موجب عجب ہے یا ایسے امور غیر ممکنہ کا سوال انبیاء میںم السلام کی شان سے عجید ہے۔ وہ سرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اگر پہاڑ قائم رہا تو آپ مجھے دیکھ لیں گے۔ پہاڑ کے قیام پر رویت کو محلن کیا جو ممکن ہے اور ممکن پر جو علق ہوتا ہے وہ محال نہیں ہوتا ہے۔ دلیل اول پر یہ اکال کیا گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا سوال ان کی قوم کی طلب پر ہے جب انہوں نے کہا تھا ”یَمْوُسَیْ لَنْ تُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَرَىَ اللَّهَ جَهَرًّا“ تاکہ قوم کو متعین ہونے پر الحمیمان ہو جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر رویت ممکن ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام خود اسی منع کر دیتے جس طرح بہت سے خدا ہاتے سے منع کر دیا تھا۔ موسین کے اعتقاد کے لئے تو موسیٰ علیہ السلام کا فرمادیتا ہی کافی تھا اور کفار تو باری تعالیٰ کے فرمانے سے بھی خاموش نہیں ہو گئے پھر سوال سے کیا فائدہ۔ (نکتہ انوار)

سلطان العارفین حضرت محبی سلطان با خور حضرت اللہ علیہ اپنی کتاب عین الفقر میں اس داعی کو عارفان اور الباحی انداز میں پیش فرماتے

ہیں:

◆ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الہی کی خواہش کی اور مناجات میں عرض کی:

◆ ◆ رَبِّ آنْفُزْ رَبِّيْكَ (سورہ العراف۔ 143)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے (اپنا جلوہ) وکھا کہ میں تیرا دیدار کرلوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ (عین) آپ نے میری بارگاہ میں گستاخی کی ہے کیونکہ یہ میرا خدہ ہے کہ جب تک میرے محبوب پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی امت میرا دیدار کر لیں اس وقت تک کوئی مجھے جس دیکھ سکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کے شوق میں اس بات کو ان سنا کر دیا اور دوبارہ عرض کی:

◆ ◆ رَبِّ آنْفُزْ رَبِّيْكَ (سورہ العراف۔ 143)

ترجمہ: اے اللہ! مجھے (اپنا جلوہ) وکھا کہ میں تیرا دیدار کرلوں۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اے موسیٰ (عین)“ میں اپنی بھلی آپ پر کرو دوں مگر آپ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اسے برداشت کر سکیں۔ ”حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ”یا اللہ میں برداشت کراؤ گا۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اے موسیٰ کو وہ طور پر آجائیے اور عاجز اند ورگعت نہماز ادا کر کے ادب سے دوز انو ہو کر پیچھے جائیں۔“ جب موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی بھلی نازل فرمائی جس سے کوہ طور پر زیہ رہ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے۔ تین دن اور تین راتیں اسی بے ہوشی کی حالت میں خود سے بے خبر پڑے رہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ل سورۃ البقرہ، آیت نمبر 55۔ ترجمہ: ”اے موسیٰ! اہم آپ پر ہر گز ایمان نہ لائیں گے جیسا کہ تم اللہ کو (اپنی آنکھوں سے) نہ سمجھ لیں۔“

♦ وَخَرَّ مُؤْلِي ضَعْفًا (سورہ العرف۔ 143)

ترجمہ: اور مویں نے عرش کھا کر گزپے۔

الله تعالیٰ نے فرمایا "اے موی! میں نے نہ کہا تھا کہ آپ میں برداشت کی طاقت نہیں ہے؟" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موی (بیوی)! آپ پر نور کی جگلی ہوئی مگر آپ بے خود ہو کر بے ہوش ہو گئے اور میرا راز بھی فاش کر دیا۔ مگر آخری زمان میں میرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے دلوں پر میں اسی تجلیات کا نور ہر روز بارہار پار نہازل کروں گا مگر وہ ذرہ بھر بھی حد سے تجاوز نہیں کر سکے۔ (میں اندر)

حصوفی کرام فرماتے ہیں کہ تمام غیبیوں نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا کی "اے اللہ تعالیٰ! میں ختم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی بنا دے۔" اس کی وجہ یہ تھی کہ اس امانت کے لئے دیدار حق تعالیٰ کھوں دیا گیا اور ان کے دلوں میں اسکا اشتیاق بدھج دوسرا امتوں کے زیادہ پیدا کیا گیا۔

الحضرت نبی مسیح موعود انصار کا انکار ہر گز نہیں ہے بلکہ اللہ رب العزت نے فرمایا "اے موی! تم میرا دیدار برداشت نہ کر سکو گے کہ تم میں اتنی قوت نہیں۔ البتہ تم پہاڑ کو دیکھو، میں اس پر اپنی جگلی ڈالتا ہوں۔ اگر جگلی ڈالنے سے وہ اپنی جگلہ پر قائم رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔" اس آیت میں دیدار کی ثقیل نہیں بلکہ ممکن ہونے کی طرف اشارہ ہے یعنی جگلی الہی دیکھنے کے لیے پہاڑ کی طرف دیکھنے کو کہا گیا۔ جس طرح اگر ہم سورج کو دیکھنا چاہیں تو برداشت نہیں دیکھ سکتے نہ اس کا دائرہ معلوم کر سکتے ہیں لیکن اگر ہم دیکھنے کے لیے ایک نیلے رنگ کا شیشہ استعمال کریں تو سورج کو دیکھ سکتے ہیں اور اس کا دائرہ بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا گیا کہ اگر دیکھنا چاہتے ہو تو پہاڑ کی طرف دیکھو، اگر یہ قائم رہا تو تم بھی دیکھ لو گے۔ جب اللہ رب العزت نے جگلی فرمائی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا کیونکہ پہاڑ امانت کا بوجھ پہلے بھی نہ اٹھا سکتا تھا کیسے اٹھاتا؟ جیسا کہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجَهَنَّمَ فَأَبَيْنَ أَنْ يَخْمَلُوهَا وَأَشْفَقُنَّ وَنَنْهَا وَمُحَمِّلَهَا إِلَّا سَبَقَنَ اللَّهُ تَعَالَى كُلَّنَا
ظَلَّوْمًا جَهْوَلًا (سورہ الحزادہ۔ 72)

ترجمہ: ہم نے بار امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے اٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے اٹھایا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔

انسان امانت الہی کا حامل ہے اور اس امانت کی وجہ سے اللہ کی جگلی برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے کیونکہ امانت الہی اللہ تعالیٰ کا نور (ام اللہ ذات) ہے اور اس نور سے انسان اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ناممکن چیز کی دعماً لگانا حرام ہے اور انہی کرام حرام چیز کے مانگنے سے معموم ہوتے ہیں۔ جو لوگ اس دنیا میں اتنا والی کا انکار کرتے ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے جواب لئے ترانی کو بطور دلیل پیش کرنے کے

غادہ آیت مبارکہ لا تذر کہ الا بھزار (آنچیں اس کا اور اک نہیں کر سکتیں) کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ دیدار تفصیل سے بیان ہو چکا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو دیدارِ الہی نصیب ہوا اور ان تن توانی کننے میں کیا حکمت تھی۔ اب ہم اس آیت مبارکہ کے حوالے سے محتضرین کے دیدارِ الہی سے انکار کا جواب مضریں حق کے پیش کردہ دلائیں کی مدد سے دیتے ہیں۔

﴿ سلطان المشرین حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے اپنے شاگرد عمر بن سعید سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ (المدرک 217) ﴾

لکھر مدد کئی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں لا تذر کہ الا بھزار و هو تذر کہ الا بھزار (ترجمہ آنچیں اس کا اور اک نہیں کر سکتیں اور وہ سب نکالوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے)۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا "افسوس تم سمجھنے نہیں، یہ اس وقت ہے جبکہ اللہ اس نور کے ساتھ جگل فرمائے جو اس کا (مخنی) نور ہے۔"

حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے مزید فرمایا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا۔" (المدرک 219)

شرح العقاد میں عبید الرحمن لکھتے ہیں:

﴿ فرق معتزل (محیثت پرندگارہ) کا ایک نقی شیبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے لا تذر کہ الا بھزار (آنچیں اس کا اور اک نہیں کر سکتیں)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو الف لام (الابصار کے آذان میں آنے والے خروف) استغراق کے لئے نہیں۔ پس یہ معنی نہیں ہوئے کہ کل ابصار اس کو دریافت نہیں کر سکتیں بلکہ بعض دریافت کر سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اور اک سے کہ جس کی نقی کی ہے، کامل اور اک مراد ہے کہ بالکل احاطہ کر لیوے۔ پس یہ ثابت ہوا کہ کسی طرح پر بھی اس کو بصر دریافت نہیں کر سکتی۔ تیسرا پہ کماں آیت سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر جگہ بصارت اس کو دریافت نہیں کرتی، جس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی وقت بصارت سے معلوم ہو سکتا ہے بلکہ اسی آیت سے اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ممکن ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ آیت اللہ کی مدد میں ہے۔

دوسرۂ نقی شیبہ یہ ہے کہ جہاں کسی نے اللہ تعالیٰ کا دیدار طلب کیا ہے تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے استھانام اور اسکی بارخاں ہر فرمایا ہے چنانچہ قوم موسیٰ نے جب طلب کی تھی تو ان کو بھی نے بلاک کیا۔

﴿ وَإِذْ قُلْتُمْ يَمْوُلُنِي لَنْ تُؤْمِنَ لَكُمْ خُلُقُ تَرَى اللَّهَ جَهْرًًا فَأَخْدَثُكُمُ الظَّبَّعَةَ وَأَنْتُمْ تَنْظَرُونَ ۝ (سورة القمر ۵۵) ﴾

ترجمہ: اور جب تم نے کہا اسے موسیٰ! ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو نہ دیکھ لیں پس بھل کی کڑک نے جسیں آیا اور تم (خود یہ) منظر دیکھتے رہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرمایا گیا لئن توانی کتم مجھے (برادرست) نہیں دیکھ سکو گے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ کی قوم عناد

اور کریم کے طور پر اللہ تعالیٰ کا دیدار چاہتی تھی اس نے غصب کا شکار ہوئی۔ اگر ملت ہونے کی وجہ سے یہ ہوتا تو مویٰ علیہ السلام اللہ سے دیدار کا سوال نہ کرتے اور قوم کو منع کر دیتے۔ منع نہ کرنا اس پر دلیل ہے کہ دنیا میں خدا کو دیکھنا ممکن ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے شبِ معراج میں وقوع دیدار الٰی میں اختلاف کرنے بھی دنیا میں ممکن ہونے کی دلیل ہے۔ خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جیسا کہ سلف سے منقول ہے، ممکن ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔ بلکہ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے سو (100) مرتبہ اللہ تعالیٰ کا خواب میں دیدار کیا۔

تیرے مختلف احادیث مبارکہ جو مختلف صحابہ کرام سے مروی ہیں، سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسمی معراج کی اور دیدار اور حق تعالیٰ کی اوپر مضریں حق کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جسی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعد اپنے جسم اطہر معراج ہوئی۔ (شرح العنكبوت)

❖ شامِ امداد یہ میں مولانا اشرف علی تھانوی (جن کا تعلق مکتبہ دینہ بندس سے ہے) حضرت حاجی امداد اللہ مجاہد گنجی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرتے ہیں ” حاجی صاحب کیا روایت حق تعالیٰ اس عالم یعنی دنیا میں ممکن ہے؟ ” حاجی صاحب نے فرمایا ” ممکن بھی ہے اور واقع بھی۔ ” مزید فرمایا ” جب نظر کو بصیرت (باظنی) حاصل ہو جاتی ہے جو بصارت (ظاہری) پر غالب آجائی ہے پس عارف اصل میں اس نور بصیرت سے دیکھتا ہے۔ ” پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿لَا تُنذِرُ كَهْلًا بَصَارًا﴾ (سورة الانعام۔ 103)

ترجمہ: آنکھیں اس (اللہ) کا دارا ک نہیں کر سکتیں۔

اور اس کی شرح میں فرمایا کہ اس آیت میں اور اک کی لغتی فرمائی گئی ہے نہ کہ روایت حق تعالیٰ کی۔ مزید تفسیر میں آیا ہے کہ اور اک کے معنی ہیں مرئی (دیکھنے والے) کے جوانب و حدود کو حلوم کر لینا، اسی کو احاطہ کرنے کے لئے ہے اسی اور احاطہ اس چیز کا ہو سکتا ہے جس کی حدود و جهات ہوں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے حدود و جهات محل ہیں اس لیے اس کا اور اک نہیں کر سکتے۔ (شامِ امداد یہ)

مولانا شبیر احمد عثمانی جن کا تعلق مکتبہ دینہ بندس سے ہے، تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں:

❖ جو لوگ اللہ کی راہ میں مجاہد ہوئے اور سختیاں جھیلتے ہیں اور طرح طرح کے مجاہدات میں مرگم رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو خاص نور بصیرت عطا فرماتا ہے اور اپنی معرفت اور انکشافت سے نوازتا ہے اور ان کا درجہ بلند فرماتا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ ان کو وہ کچھ نظر آنے لگتا ہے جو دوسروں کو نظر نہیں آتا بلکہ احساس تک نہیں ہوتا۔

ان تمام تفاسیر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ربِ کریم کا دیدار آخرت میں اور دنیا میں بھی ممکن ہے بلکہ خود ربِ کریم کی یہ چاہت کہ ”میں پہچانا جاؤں“ دیدار کے بغیر ممکن نہیں۔

بiger غوث الظُّمُر حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تصنیف ”سرالسرار“ میں فرماتے ہیں:

❖ قلب کے آئینہ کے واسطے سے اللہ عز وجل کی صفات کا دیدار ہوتا ہے جو کہ فواد (قاب) کی نظر (نور بصیرت) سے (اللہ تعالیٰ کے) مجال

کے انوار کا بھس دیکھنا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

◆ **هَا كَذَبَ الْفُوَادُهَا رَأَى (سورة ۱۱، آیہ ۱۱)**

ترجمہ: قلب نے اُسے نہ بھٹالا یا جو (چشم مصلحتی صلی اللہ علیہ وسلم نے) دیکھا۔

حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

◆ **الْمُؤْمِنُ وِزْرًا لِّلْمُؤْمِنِينَ**

ترجمہ: مومن مومن کا آئینہ ہے۔

یہاں پہلے مومن سے مراد مومن بندے کا قلب ہے اور دوسرا (مُؤمن) سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

پس جو دنیا میں صفات (یعنی صفات البر) کا مشاہدہ کرے گا وہ آخرت میں (اللہ کی) ذات کو بلا کیف دیکھے گا۔ دیدار الٰی کے متعلق اولیاً کرام نے اکثر دھوے کیے ہیں جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

◆ **رَأَيْتِ قَلْبِيَ رَبِّيَ يَنْتُورُ رَبِّيَ**

ترجمہ: میں نے اپنے قلب میں اپنے رب کو نور ربی کے واسطے دیکھا۔

اور جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

◆ **لَهُ أَعْبُدُ رَبِّنَا كَمَّ أَرَاهُ**

ترجمہ: میں اپنے رب کی عبادت تب تک نہیں کرتا جب تک میں اسے دیکھنے لوں۔ (سرالسرار، فصل ۹)

سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقدیر جيلاني رضی اللہ عنہ سزا اسرار میں مزید فرماتے ہیں:

حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

◆ **رَأَيْتَ رَبِّيَ عَلَى حُوَرَةِ كَشَابِ أَمْرَدَةِ**

ترجمہ: میں نے اپنے رب کو بے ریش تو جوان کی صورت میں دیکھا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح کی جگلی سے مراد حق تعالیٰ کا دروح کے آئینہ میں اپنی صفت رو بیت سے جگی فرماتا ہے اور یہ وہی (روح) ہے جسے طفل معافی کا نام دیا گیا کیوں کہ یہ (روح) مریمی (مرشد کامل، اکمل) کے وجود کے لیے آئینہ ہے اور وہ (آئینہ) اس کے اور رب بحاثۃ و تعالیٰ کے درمیان وسیلہ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے:

◆ **لَوْلَا تَرَبَّيَتِ رَبِّيَ لَهَا عَرَفَتَ رَبِّيَ**

ترجمہ: اگر یہ اربت میری تربیت نہ فرماتا تو میں اپنے رب کی معرفت حاصل نہ کر پاتا۔

اور اس باطنی مریبی کو پانے کا سبب ظاہری مریبی کی تربیت ہے جو کہ انہیا اور اولیا کی تلقین ہے جو وہ جود اور قلوب کے لیے چاغ ہے اور جن کی

ترہیت سے آخری روح (یعنی روح قدسی) کا دیدار ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

♦ نَلْقَ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَقּاً مِنْ عَبْدِهِ (سورہ مون۔ 15)

ترجمہ: وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح القافر مادیتا ہے۔

مرشد کی طلب کرنا ہر شخص کے لیے لازم ہے کیونکہ یعنی (مرشد) وہ روح ہے جو قلوب کو زندگی کرنے پر اور وہ معرفت حق تعالیٰ کا باعث ہے۔ لہجہ مکھو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”ذکورہ بالاتاویل کی رو سے نیند میں رب تعالیٰ کو صورت جیلہ اخرویہ میں دیکھنا جائز ہے۔“ آپ فرماتے ہیں کہ یہ مرتبی ایک مثال ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات صورت سے مزید ہے۔ اسی طرح یعنی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قیاس پر دیکھنا جائز ہے کیونکہ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کو مختلف صورتوں میں دیکھنا، دیکھنے والے کی قابلیت کی مناسبت سے جائز ہے اور کوئی بھی حقیقت محمد یہ کوئی دیکھ سکتا ہے وہ جو علم، عمل، حال، بصیرت اور نماز کی ایک نیس بدلے ظاہری و باطنی دونوں حالتوں کا کامل وارث ہو۔

ای طرح شرح مسلم میں ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو ذکورہ بالاتاویل کی رو سے بشری و نورانی صورت میں دیکھنا جائز ہے اور اس جملی کو ہر صفت کے ساتھ اس نفع پر قیاس کیا جا سکتا ہے جیسی جلی مولیٰ علیہ السلام پر عناب کے درخت سے آگ کی صورت میں ہوئی اور کلام کی عفت سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے (درخت میں سے) فرمایا:

♦ وَمَا تُلِكَ بِتِيمَتِكَ يَمُوسِي (سورہ طہ۔ 17)

ترجمہ: اے موسیٰ یا آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟

وہ آگ تو تھا گمرا سے موسیٰ علیہ السلام کے گمان اور طلب کے مطابق آگ سے موسم کیا گیا کیونکہ وہ اس وقت آگ کی تلاش میں تھے اور انسان اس درخت کے مقابلے میں مرتبہ میں ہرگز کم نہیں اور نہ یہ کوئی حرمت کی بات ہے۔ تصریح کے بعد جب صفات حیوانی صفات انسانی میں بدل جائیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی صفات میں سے کوئی صفت انسان کی حقیقت میں جلی فرمادیتا ہے جیسے کشہ اولیا کرام پر جلی فرمائی۔

ابو زید بخطابی نے (اس حسم کی) جلی کے دوران فرمایا سُجَّافِنَ مَا أَعْظَمُ شَاهِنَ (ترجمہ: میں پاک ہوں اور میری شان بہت عظیم ہے) اور حضرت چنید بندادوی نے فرمایا ”میرے جبے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں۔“ اس جیسے اور بہت سے اقوال ہیں اور اس مقام میں اہل تصوف کے لیے عجیب لحاظ ہیں جن کی شرح بہت طویل ہے۔ (نزال اسرار، فصل 22)

چنانچہ میر غوث العظیم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ الرسالۃ الفویہ (جس میں آپ کی اللہ تعالیٰ سے الہامی لفظ کو درج ہے) میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا:

❖ ”أَنْغُثَتُ الْأَعْقَمَ! جِسْ نَزَّ مجھے دیکھا وہ ہر حال میں مجھ سے سوال کرنے سے بے نیاز ہو گیا اور جس نے مجھے نہ دیکھا اس کا سوال کرنا اسے کچھ نفع نہ دے گا کیونکہ وہ قیل و قال کی ہنا پر محبوب ہے۔“

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

✿ "میں نے رب تعالیٰ کو دیکھا۔ پھر (اللہ تعالیٰ نے) مجھے فرمایا" اے غوث الاعظیم! جو علم حاصل ہونے کے بعد میری رویت کے بارے میں سوال کرے پس وہ جنوب ہے اور جو علم کے بغیر میری رویت کے متعلق گمان کرے وہ رویت رب تعالیٰ کے بارے میں دھوکہ میں ہے۔"

پھر فرمایا:

✿ "اے غوث الاعظیم! جس نے میرے لیے عجایدہ اختیار کیا پس اس کے لیے میرا مشاہدہ ہے خواہ وہ اسے چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو۔"

✿ غوث الاعظیم نے فرمایا!

✿ میں نے رب تعالیٰ کو دیکھا پس میں نے معراج کے متعلق پوچھا۔ مجھ سے فرمایا "اے غوث الاعظیم! معراج میرے سوا ہر چیز سے بلند ہو جانا ہے اور معراج کا کمال نظر نہ ہیکی اور نہ حد سے بڑھی کا مصدقہ ہو جانا ہے۔ اے غوث الاعظیم! اس کی نماز ہی نہیں ہوتی جس کی میرے نزدیک معراج نہ ہو اور وہ نماز سے محروم ہوتا ہے۔"

پھر فرمایا!

✿ "اے غوث الاعظیم! ان بیانات میں کے علاوہ میرے ایسے بندے بھی ہیں جن کے احوال سے نہ اہل دنیا میں سے کوئی واقف ہے نہ اہل آخرت میں سے اور نہ اہل دوزخ میں سے، نہ مالک اور نہ رضوان۔ انہیں نہ جنت کے لیے تحقیق کیا گیا ہے نہ دوزخ کے لیے، نہ ثواب کے لیے نہ عذاب کے لیے، نہ حور و قصور کے لیے نہ غلام و نوجوان ضمیل ایکوں کے لیے۔ پس ان کے لیے طوبی ہے جو ان پر ایمان لا کیں اگرچہ وہ انہیں نہ پہچانتے ہوں۔ اے غوث الاعظیم! ان کی دنیا میں علامات یہ ہیں کہ ان کے جسم کھانے پینے کی قلت کے باعث جل چکے ہیں اور ان کے نفس شہوات سے جل چکے ہیں اور ان کے قلوب خطرات سے جل چکے ہیں اور ان کی ارواح نظمات سے جل چکلی ہیں۔ وہ صاحب بقا ہیں جو نور رقا سے جل چکے ہیں۔" (رسالت القوش)

پھر ان پر سیدنا غوث الاعظیم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنی تصنیف افتخاریہ میں فرماتے ہیں:

✿ جس نے اللہ تعالیٰ کے محظوظ کو دیکھ لیا پس اس نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھ لیا وہ اپنے ہاطن سے اسکی حضوری میں داخل ہو گیا۔ ہمارا پروردگار موجود ہے اور وہ دیکھا جا سکتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

✿ سَلَّوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْفَمْسَ وَالْفَمْرَ

ترجمہ: عقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسا کہ تم سورج اور چاند کو دیکھتے ہو۔ (افتخاریہ، جلس 33)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ ایک معرفت دوسرا معرفت سے ایک درجہ بڑھ کر ہے۔ اسے رویت اور مشاہدہ کہتے ہیں اور کمال اکشاف میں اس کی نسبت معرفت کے ساتھ ایسی ہے جیسے دیدار کی تبعت خیل کے ساتھ۔ جس طرح پلک بند کرنا آنکھ کے واسطے پر ہے لیکن خیل کو نہیں منع کرتا اور جب تک یہ

تجاب نہ اٹھے یعنی آنکھوں کھلے دیدار حاصل نہیں ہوتا اسی طرح بدن کے ساتھ، جو آب و گل سے بنائے، آدمی کا تعلق اور دنیا کی خواہشوں کے ساتھ اس کا مشغول رہنا مشاہدہ کے واسطے جواب ہے لیکن معرفت کو منع نہیں کرتا۔ جب تک یہ تعلق نہیں تو قاتما مشاہدہ غیر ممکن ہے اسی واسطے حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا ان تواریخی۔ (کربلا کے صحادت)

عالم دیدار الہی

حضرت علی سلطان بالخور حجت اللہ علیہ اپنی کتاب امیر الکوئین میں فرماتے ہیں:

❖ میں عالم علم دیدار ہوں اس لیے (ہر طرف) نور دیکھتا ہوں اور علم دیدار کے علاوہ دیگر علم، ذکر، فکر اور مرافقہ جانتا ہوں اور نہ اسی پڑھتا ہوں کیونکہ تمام علوم اللہ کی جانب سے اس کے دیدار کی خاطر ہیں۔ جہاں دیدار ہوتا ہے وہاں نہ صبح و شام ہے نہ منزل و مقام۔ وہ لا حدود لا مکان ہے جہاں اس بے مثال و بے مثال ذات کی معرفت اور وصال ہے کہ اسم اللہ ذات کے حروف سے انوار و تجلیات پیدا ہوتی ہیں اور ان انوار و تجلیات میں طالب کو لقاہ دیدار عطا ہوتا ہے۔

❖ میں دیدار کا علم جانتا ہوں اور پڑھتا ہوں۔ مجھے یہ مراتب جتاب سرور کا نکات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اور پیغمبر نبی پاک کی رفاقت میں نصیب ہوئے ہیں۔

دیدار الہی سے مشرف ہونے کا ذریعہ

دیدار الہی کے علم کے بارے میں سلطان العارفین حضرت علی سلطان بالخور کی کتب بھرپری پڑی ہیں۔ آپ کے نزدیک دیدار الہی کے علم کا راست اسم اللہ ذات سے کھلتا ہے۔ جو شخص ہر وقت ذکرا اور تصور اسم اللہ ذات میں غرق رہتا ہے وہ دیدار الہی سے مشرف ہوئی جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

❖ دیدار الہی حاصل کرنا اور حاصل باللہ ہونا کون سے علم اور کس چیز کے ذریعہ ممکن ہے؟ وہ شخص فنا فی اللہ، مشاہدہ نور اور قرب حضوری کا علم ہے جو عقل و فہم سے ہالا تر ہے۔ یہ علم اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اسم اللہ ذات سے معرفت کا سبق پڑھ لیتا ہے، وہ ہمارا جان سے زیادہ پیدا راجحی ہے۔

❖ نقش شد و ملید از برائی نقاش میں نقش نقاشی کی شد بالیقین
ترجمہ: نقش اسم اللہ ذات نقاش یعنی اللہ کے دیدار کا و ملید ہے۔ جب نقش اور نقاش ایک ہو جاتے ہیں تو طالب بالیقین ہیں جاتا ہے۔

یقین کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟ تصور اسم اللہ ذات سے جو حضوری سے مشرف کر کے بارگاہ الہی تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر جانا چاہتا ہے تو جان

لے کر تیرے وجود میں وحدتیت الہی یوں موجود ہے جیسے مفتر پتے میں۔ (نو راہیں کاں)

﴿ هر کے جان خود را فروخت اسم اللہ را خرد ہر کے ام اللہ خرد بھین العیان دیں
ترجمہ: جو شخص اپنی جان بچ کر (یعنی اپنا سب پکھاڑا کر کے) اسم اللہ ذات خرد لیتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار محلی آنکھوں سے کرتا ہے۔
اللہ تعالیٰ توہر وقت تمہارے ساتھ ہے تحریم ہی اللہ کو واپس (باطشی) انہی ہے پس اور گمراہی کی وجہ سے نہیں دیکھتے۔ (یعنی انقر)

﴿ این مرائب عارفان را ابتدا روئے اول شد مشرف با لقا
با تصور ام اللہ یافت ام اللہ پیشا خود ساخت
ہر کے جسم در ام پیاس می تعمود معرفت دیدار اللہ یافت زود
کی رو دارو کہ دین رو خدا می پیتم چون تمایید مصطفیٰ

ترجمہ: غارفوں کا ابتدائی مرتبہ یہ ہے کہ وہ پہلے ہی روز دیدار الہی سے مشرف ہو جاتے ہیں۔ میں نے تمام مرائب تصور اسم اللہ ذات سے
حاصل کیے ہیں کہ میں نے اسے اپنا پیشاوا اور دیرہ نالیا ہے۔ جو طالب اپنے جسم کا اسم اللہ میں پیاس کر لیتا ہے وہ بہت جلد معرفت اور دیدار
الہی کو پال لیتا ہے۔ کیا خدا کو دیکھا جا سکتا ہے؟ ہاں! مجھے یہ شرف حاصل ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود مجھے دیدار کی نعمت عطا فرمائی
ہے۔ (نو راہیں کاں)

﴿ ام اللہ ربیر است ہمراہ تو چڑ لقا دیگر میں دیگر محو
ترجمہ: اسم اللہ ذات تیر اور بیر ہے اور تیرے ہمراہ ہے اس لیے تو دیدار الہی کے علاوہ نہ کسی اور کی طلب کرنے کسی جانب نکاہ کر۔ (نو راہیں کاں)
پھر آپ دیدار الہی کیلئے ذکر کا طریقہ نہاتے ہیں:

﴿ ذاکران را شد ذکر با دیدہ در ذاکران را شد چ دیدارش نظر
از ذکر ذاکر پ بیند روئے خدا بی حضوری ذکر و غیر کی رو
ترجمہ: ذاکروں کو اپنے ذکر الہی حاصل ہوتا ہے جو انہیں دیدہ درہ نادیتا ہے اور ان کی نظر ہمیشہ دیدار الہی پر رہتی ہے۔ اس ذکر سے ذاکر روئے خدا
کا نظارہ کرتے ہیں۔ جو ذکر و غیر بیخیر حضوری کے ہواں کا کیا فائدہ؟

جان لے کر ذکر خفیہ اور ذکر جھر کی آنکھ قسمیں ہیں۔ ذکر خفیہ کرنے والا تصور اسم اللہ ذات کی توفیق سے اللہ کا دیدار اور مشاہدہ کرتا ہے اور کل و جز
تحقیقیاً اس کے تصرف میں ہوتے ہیں۔ ذاکر خفیہ قرب حضوری میں واثقی حاضروناظر رہتا ہے۔ ذکر اپنی آنکھوں سے یعنی العیان مشاہدے کا نام
ہے۔ ذکر کی آنکھ قسمیں یہ ہیں: ذکر جنم، ذکر گوش، ذکر زبان، ذکر دست، ذکر پا، ذکر قلب، ذکر روح اور ذکر سر۔ ذکر جنم (یعنی آنکھوں سے کیا جائے
والا تصور اسم اللہ ذات) یعنی نہما اور میں اتنا ہوتا ہے جو قرب الہی اور دیدار سے مشرف کر کے مطلق غرق فی التوحید کر دیتا ہے۔ (نو راہیں کاں)

بقول بمحض شاهادت:

ٹھیکانہ میں کمیں اور یارا اک الف ترے درکار

ترجمہ: جتنے علوم تو نے حاصل کرنے ہیں اگر ان سے دیدار الہی حاصل نہیں ہوا تو ان کو چھوڑ دے اور ایک اسم اللہ ذات پڑھ، یہ کچھ لذت دیدار سے ہمکنار کرو گا۔

دیدار الہی میں حائل رکاوٹ

دیدار الہی کی راوی میں حائل رکاوٹ اور اس رکاوٹ کو دور کرنے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

جان لے کر طالب دیدار اور دیدار الہی کے درمیان کوئی دیوار یا یہاڑا موجود نہیں بلکہ دیونس کا حباب حائل ہے جو پتھر اور دیوار سے زیادہ سخت ہوتا ہے، اسے قتل کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ مرشد کامل اسم اللہ ذات کی تیر تکوار سے سب سے پہلے اپنیس کے مصاحب دیوبھیث ننس کو قتل کرتا ہے جس سے بندے اور رب کے درمیان ننس کا حباب قائم ہو جاتا ہے اور طالب بے حباب دائی دیدار الہی سے مشرف ہو جاتا ہے۔ مرشد کامل صاحب نظر پہلے ہی روز اپنی توجہ سے ننس کا بھاری پردہ اٹھا کر دیدار الہی سے نواز دیتا ہے۔ جو مرشد طالب کو پہلے ہی روز دیدار الہی سے نہیں نوازتا وہ تلقین و ارشاد کے لاکن نہیں۔ (نو راہیں کاں)

بندے اور اللہ کے درمیان کوئی پیاز، دیوار یا میلوں کی مسافت نہیں ہے بلکہ بندے اور خدا کے درمیان پیاز کے پردے چیسا حباب ہے۔ اس پیاز کے پردے کو تصور اسم اللہ ذات اور صاحب راز مرشد کامل کی نگاہ سے توڑہ بالکل مشکل نہیں۔ تو آئے تو دروازہ کھلا ہے اور اگر نہ آئے تو خدا بنے نیاز ہے۔ (کلیہ النور دیدار کاں)

دیدار الہی کہاں سے نصیب ہوتا ہے

اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:

دیدار الہی کے منصب و مرابط کی تحقیق اور قوت دیدار کی توفیق صرف قادری (سروری قادری) طالب کو حاصل ہوتی ہے، دیگر کوئی سلسلہ اگر اس کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ لاف زن، جھونا اور اہل حباب ہے۔ (نو راہیں کاں)

سلطان با ٹھوڑا اور دیدار الہی

سلطان العارفین حضرت حق سلطان با ٹھوڑا اور دیدار الہی نے اپنی کتب میں دیدار الہی کے علم کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

طابی دیدار با دیدار بر جز خدا دیگر نہ پیدا با نظر

ہر طرف نیم بیام حق ز حق با مطابع دائی دل دم غرق
 ترجمہ: طالب دیدار الہی صرف دیدار چاہتا ہے۔ مجرم خداوہ کسی کی طرف ایک نظر بھی نہیں دالت۔ میں جس طرف بھی دیکھتا ہوں حق ہی حق پاتا ہوں اور دل کے دائی مطالعہ میں ہر وقت غرق رہتا ہوں۔ (نو را الہدی کا ان)

پھر کشکان دیدار دام بادصال باممال و بادصال و لازوال

تترجمہ: اے پاہنچو! دیدار حق سے قتل ہونے والے ہمیشہ بادصال رجھ ہیں اور انہیں لازوال جمال حق کا دیدار حاصل ہوتا ہے۔ (کلیسا توحید کا ان)

ب ز هر لذت بود لذت لقا لذتی دنیا چہ باشد بی بقا

تترجمہ: تمام لذات سے بہتر لذت دیدار ہے۔ اس کے مقابلہ میں لذت دنیا کی کیا وقعت کروہ بے بنا ہے۔ (نو را الہدی کا ان)

واضح رہے کہ عارف بالله صاحب گل کو لذت بھی "ذات گل" (دیدار الہی) سے ہے۔ چار لذتیں ایسی ہیں جو لذت گل سے باز رکھتی ہیں۔ اول طرح طرح کے لذت چوب اور شیر یہ کھانوں کی لذت۔ دوسرا عورت سے مجامعت کرنے کی لذت۔ تیسرا حکومت شاہزاد (شہرت، بخراں) کی لذت جو سر سے پاؤں تک مخفی ہوتی ہے۔ چوتھی مطالعہ کی لذت۔ یہ چاروں لذتیں براہ رہیں۔ جس کے وجود میں معرفت الہی کی لذت ہوتی ہے اس سے چاروں لذتیں نکل جاتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ معرفت الہی (دیدار) کی لذت ایسی لذت ہے جس سے روح کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور انہیں مردہ ہو جاتا ہے۔ (اسرار قادری)

دیدار الہی کے بارے میں حضرت علی سلطان باائعین الفقیر میں فرماتے ہیں:

مجر دیدار حق مردار باشد کہ عاشق طالب دیدار باشد

تترجمہ: اللہ تعالیٰ کے دیدار کے سوا ہر چیز مردہ ہے۔ عاشق صرف اور صرف دیدار الہی کی طلب کرتا ہے۔

آن نور تھی کہ ہوتی کو طور میں عنایت است مرا حق ظہور

تترجمہ: جس نور تھی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر دیکھا تھا عنایت حق تعالیٰ سے وہ تھی میری اپنی ایسی ذات میں ظاہر ہے۔

دیدارش کی روا باشد کہ دل دیدار نیست سجدہ با دیدار سنگ دیوار نیست

تترجمہ: جب تک دل دیدار نہ ہو اللہ کا دیدار کیسے ہو سکتا ہے۔ سجدہ دیوار سجدہ دیدار نہیں ہوتا۔

آپ نور الہدی کلاں میں فرماتے ہیں:

ہر ک کی بند نمکیہ من نیت آنجا جنم ام و نی تم

تترجمہ: جو اللہ کو دیکھ لیتا ہے وہ اپنے وجود کی بات نہیں کرتا۔ اس مقام پر پہنچ کر نہ میرا جنم واسم رہا اور نہ ہی تن۔

گر نبوی این مراتب اولیا کس نیاورده برو دیدن لقا

تترجمہ: اگر اولیا اللہ کو (دیدار کے) یہ مراتب حاصل نہ ہوتے تو کوئی بھی دیدار الہی کی راہ اختیار نہ کرتا۔

◆ اگر تو عاقل ہو شیار ہے تو سن! اگر عارف لاائق دیدار ہے تو سن! اگر طالب دنیا مردار ہے تو سن! اگر عامل فضیلت آئا ہے تو سن! اگر جاہل بدکروار ہے تو سن! ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَيَنْهِسْ وَمَنْ أَسَا فَعَلَيْهَا** (سورہ نم، آیہ ۶۶)

ترجمہ: جو کوئی اعمال صالح اختیار کرتا ہے اس میں اس کا اپنا ہی فائدہ ہے اور اگر کوئی برائی کی راہ اختیار کرتا ہے تو اس میں اس کا اپنا ہی خسارہ ہے۔ پس دنیا کفر و شرک، لعنت و بیماری، بزمت و زوال کا باعث ہے، اس سے نجات حاصل کرنا ہی راہ رحمت ہے کیونکہ دنیا وی خواہشات ہی انسان کو معرفت اور وصال الٰی سے باز رکھتی ہیں۔ جس طالب کا دل آغاز میں ہی دنیا سے سیر نہیں ہو جاتا اور تمام دنیا کا تصرف اس کے قبضہ میں نہیں آ جاتا وہ احمد ہے کہ راہ فخر و معرفت میں قدم رکھتا ہے۔ طالب پر فرض ہیں ہے کہ وہ سب سے پہلے دنیا و ملک یعنی اعلیٰ پر اختیار و تصرف حاصل کرے اور جیسے ہی اسے یہ تصرف حاصل ہو اسی لئے اس سے دست بردار ہو کر اپنا رخ تصور دیدار کی جانب موزع ہے اور مرتبہ دیدار پر پہنچ جائے۔ سید راہ قل و قال، گفت و شنید اور مطالعہ علم قال کی نہیں بلکہ مشاہدہ عین جمال کی راہ ہے۔ (اور الہدی کا ان)

◆ اے طالب سیم وزرا! تھے کون ہی کیسا حاصل ہے اور کس کیسا پر اعتماد ہے؟ پہن معلوم ہو کے کیسا کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ جس سے مردار دنیا کا مال و دولت حاصل ہوتا ہے اور دوسرا وہ جس سے معرفت و دیدار کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔ دیدار کس علم کی راہ سے حاصل ہوتا ہے، کوئی علم دیدار کا گواہ ہے، اس کی آگاہی کس ولیل سے ہوتی ہے اور دیدار کے لیے کوئی نظر و لگاہ درکار ہوتی ہے؟ کن اے عالم جاہل، اے جاہل عالم، اے عارف، اے وصال عامل! دیدار الٰی ان آیات کریمہ سے ٹاہت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ **فَمَنْ كَانَ يَرِيدُ جُنُاحًا أَرْتَهُ فَلَيَعْمَلْ عَنْ لَا صَالِحًا** (سورہ الکافر، آیہ ۱۱۰)

ترجمہ: جو شخص دیدار الٰی کا خواہشند ہے اسے چاہیے کہ وہ اعمال صالح اختیار کریں۔

عمل صالح فیفرؤا الٰی اللہ (یعنی دوڑا اللہ کی طرف) ہے جبکہ شرک و کفر اور عمل طالع فیفرؤا الٰی اللہ (یعنی جاگو انہ سے وہ) ہے۔ تو کوئی راواپنا چاہتا ہے؟ (اور الہدی کا ان)

◆ دراصل مراتب دو ہیں، ایک مرتبہ انسان اور دوسرا صورت انسان و سیرت حیوان جو بیشتر ہے جمعیت اور پریشان رہتے ہیں۔ جس حیوان انسان اور اشرف انسان کی مراتب سے پہچانا جاتا ہے؟ انسان وہ ہے جو بیشتر مشرف پر دیدار بخان رہتا ہے۔ دنیا مردار کی طلب انسان کے لیے خطرات کا باعث ہے۔ مشاہدہ دیدار میں جمیعت ہے اور دنیا مردار کی طلب میں پریشانی و بے تمہیقی ہے۔ (اور الہدی کا ان)

◆ جو عارف ہیشد دیدار الٰی سے مشرف رہے اسے مطالعہ علم، الہام، پیغام و آواز کی کیا حاجت؟ (اور الہدی کا ان)

نور الہدی کا ان میں ہی آپ دیدار الٰی کے متعلق ہر یہ فرماتے ہیں:

◆ عارف آن باشد بود لاائق لقا غرق فی التوحید بیند روئے خدا

ترجمہ: لاائق لقا عارف وہ ہوتا ہے جو غرق فی التوحید ہو کر دیدار الٰی سے مشرف ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ملتِ رکل ہے، اسی کے اختیار میں مرتبہ دیدار ہے۔ چاہتا ہے دنیا اور آخرت میں اس فیض و فضل سے نواز دیتا ہے اور ہے چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔ ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ كَانَ فِي هَلْيَةٍ أَغْنَى فَقِيْهُ فِي الْآخِرَةِ أَغْنَى (سورۃ النبی، آیہ ۷۲) ♦

ترجمہ: جو شخص اس دنیا میں (دیداراللہی سے) اللہ حمار باؤ و آخرت میں بھی اللہ حمار ہے گا۔

﴿ خوش بین دیدار را گر دیده ای معرفت بردار گر بر سیده ای ترجمہ: اگر تجھے باطن کی آنکھ تفصیل ہے تو جی بھر کر دیدار کر اور اگر تو اس مقام تک پہنچ گیا ہے تو معرفت الہی حاصل کر۔ اہل دیدار کے ہر عمل، ہر اطاعت، ہر مطاعہ اور ہر بندگی کا مقصود دیداراللہی ہوتا ہے۔ انہیں کیا ضرورت ہے کہ کسی اور جانب رجوع کریں؟

﴿ با نظر دیدار بر صاحب نظر بی لقا دیدار کاذب بر بر ترجمہ: صاحب نظر کی نگاہ دیداراللہی پر رہتی ہے۔ بغیر دیدار کے اللہ سے محبت کا دعویٰ سراہر جھوٹ ہے۔

﴿ بی ذکر است بی قل از غفر گر ترا چشم است دیدارش گر ترجمہ: اگر تیری بالٹی آنکھ روشن ہو گئی ہے تو دیداراللہی میں مجھ ہو جا۔ ایسے میں تو ذکر و قل کے بغیر ہی حالت ذکر و قل میں رہے گا۔

﴿ از دیده دیدار رحمت می گر گر ترا چشم است ای صاحب نظر ترجمہ: اے صاحب نظر اگر تیرے پاس بالٹی آنکھیں ہیں تو رحمت حق کا دیدار کر۔

اے طالب اگلہ و آخر اخ کے کتر مراتب سے گزر جا اور داگی دیداراللہی کے مرتبہ کو پالے۔

﴿ نفس را گذار ای طالب بیا گر ترا طلب است دیدن رو خدا ترجمہ: اے طالب! اگر تو دیدار خداوندی کی طلب رکھتا ہے تو نفس کی بیرونی چھوڑ دے اور میری جانب آ۔

﴿ ہر ک ک داند طی طاقت او تمام میشو دیدار آزا ہر دوام ترجمہ: جو ہی اسم اللہ ذات کی طاقت کو جان لیتا ہے وہ کامل ہو جاتا ہے اور داگی دیدار سے مشرف رہتا ہے۔

﴿ پیشوائی شد محمد ہر کرا در نظر نبوی یہ بیند حق لقا ہر ک ک می بیند نمیکوید خدا از میان خود رفت حاضر مصطفیٰ ترجمہ: جس کے پیشوائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں وہ نظر نبوی سے دیدار حق تعالیٰ کرتا ہے۔ جو اللہ کا دیدار کر لیتا ہے وہ اس کا ذکر کسی سے نہیں کرتا۔ اپنی ذات کو درمیان سے نکال کر وہ ہمیشہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر رہتا ہے۔

﴿ دیدار و از دیدار من گرو بقین ہر کرا باور نہد اہل از لعین ترجمہ: دیداراللہی ہی ہے جس نے مجھے مرتبہ بقین پر پہنچایا ہے۔ جسے اس پر بقین نہیں وہ لعین ہے۔

کو را پادر بناشد بر لہ
ترجمہ: نادرزاد بالطفی اندھے کو لقائے الہی کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اور اگر اسے عطا کر بھی دیا جائے تو بھی وہ اس پر یقین نہیں کرتا۔
اللہ بس ماسوئی اللہ ہوں۔

ہر ک کی بیند بود روی کرم عارف بالله بود آنرا چ غم
ترجمہ: اللہ کا دیدار کرنے والا عارف بالله کے مقام پر بخیج جاتا ہے اور اس کی روح عکرم ہو جاتی ہے۔ پس اسے کیا غم!

ہر ک کی بیند نیکوید خم آن ظاهر و حاضر بود با فقر تم
ہر ک کی بیند ہاں گوید چا دیدہ با دیدار کی بیند خدا
ہر ک کی بیند بود دامن خوش غرق فی التوحید خون از جگر نوش
ترجمہ: جو اللہ کو دیکھ لیتا ہے وہ پھر نہیں کہ سکتا کہ میں ہوں بلکہ ابھائے فخر پر بخیج کر رضا خرونا ظرہر ہتا ہے۔ جو اللہ کو دیکھ لیتا ہے وہ کہے تو کیا کہے
کہ اس کی آنکھیں تواہد و دیدار کرنے والا داعی خاموش اختیار کر لیتا ہے اور غرق فی التوحید ہو کر خون جگر پیتا
رہتا ہے۔

پنجابی ایات میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

باجھ فنا رب حاصل نایں باخو، ناں تائیر بھا عتاب خو

ترجمہ: اپنی ذات کو فنا کیے بغیر وصال حق تعالیٰ اور دیدار الہی حاصل نہیں ہوتا اور زندہ عبادات میں حضوری قلب حاصل ہوتی ہے۔

ہر جا جانی دستے باخو، چت ول نظر بکھے خو

ترجمہ: اب حالت یہ ہے کہ جہاں نظر جاتی ہے ہر طرف ذات حق تعالیٰ ہی نظر آتی ہے۔

ظاہر دیکھاں جانی تائیں، ناں دستے اندر بیٹے خو

ترجمہ: مجھے ظاہر اور باطن میں ہر طرف اپنا محبوب (ذات حق تعالیٰ) ہی نظر آتا ہے۔

جال اندر ور جھاتی پائی، ڈھنا یار اکا خو

ترجمہ: جب ہم نے اپنے من کے اندر جھاک کر دیکھا تو باں واحد، واحد محبوب حقیقی کوئی پایا۔

جس جا جانی نظر ن آوے، اوئی سجدہ مول د دیئے خو

جال جا جانی نظر ن آوے، پاخو کلہ مول د کیسے خو

ترجمہ: جس جگہ ذات حق تعالیٰ نظر ن آئے وہاں سجدہ ہر گز نہیں کرنا چاہیے اور جہاں محبوب نظر ن آئے وہاں کلمہ ہر گز نہیں پڑھنا چاہیے۔

وَمَ دَمْ دَسْ وَمَكْحُنْ مُولِي، جِهَنَّمْ تَهَادْ كَيْنَ خو

ترجمہ: عاشق تو ہر لمحہ دیدار الہی میں محور ہے ہیں اور وہ انگی نماز ادا کرتے رہتے ہیں، ان کی نماز کپاں قضا ہوتی ہے!

﴿شیعیان عارفان مجھ سے سینہ محمد پہاڑ علی شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:﴾

اکھ	بوا	جالی	پچارا	تاں	بکھص	نور	نکارا	
ذاتی	ہے	یا	صنعتی	چکارا	کون	دیکھے	بھر	بیانی
واہ	بیہ	محمد	رمز	باتی				

ترجمہ: ظاہری آنکھوں سے دیدار الہی ممکن نہیں ہے، پہلے نور بصیرت حاصل کر تو تجھے معلوم ہو گا کہ جلوہ ذات ہے یا جلوہ صفات۔ بغیر نور بصیرت حاصل کیے دیدار الہی ممکن نہیں ہے اور یہ سب کچھ مجھے اپنے مرشد سے حاصل ہوا ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت علی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ہم نے اللہ تعالیٰ سے اس کے دیدار اور اس کی رضا کے سوا بھی کچھ نہیں ماننا۔﴾

♦ دیدار الہی سے یہی کوئی نعمت نہیں جو صرف عارفین کو عطا کی جاتی ہے۔

♦ دیدار الہی نور بصارت سے نہیں نور بصیرت سے حاصل ہوتا ہے اور نور بصیرت اسم اللہ ذات اور مرشد کامل اکمل کی نگاہ سے حاصل ہوتا ہے۔

♦ جو دیدار کا انکار کرتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا امتحنی نہیں ہے۔ اس کے نصیب میں خواری ہے اور اس خواری سے وہ خود سے خبر ہے۔

♦ اللہ تعالیٰ کو اسم اللہ ذات کے نور سے دیکھا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے "میں نے اپنے رب کو نور ربی کے ذریعے دیکھا" اور حضرت علی کرم اللہ وجهہ کا بیان ہے "اگر میرا رب خود میری تربیت نہ کرتا تو میں اسے پہچان نہ سپاتا۔"

♦ جس طرح اس دنیا میں کسی چیز کو دیکھنے کیلئے وہ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، ایک آنکھ (نور بصارت) و دسری روشنی (سودج یا معمونی روشنی)، اگر ایک چیز کی بھی کوئی چھوٹی کچھ دیکھنا نہیں جا سکتا۔ اسی طرح باطن میں دیکھنے کے لئے بھی وہ چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے ایک باطنی یا قلبی آنکھ (نور بصیرت) اور دوسرا اسم اللہ ذات کا نور۔ اللہ تعالیٰ کو اسم اللہ ذات کے نور ہی سے دیکھا جاسکتا ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 72 میں اسی باطنی اندھے پن کا ذکر ہے، فرمانِ الہی ہے "جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہے گا" یعنی جو یہاں دیدار یا نور بصیرت سے محروم ہے وہ آخرت میں بھی دیدار یا نور بصیرت سے محروم رہے گا۔

♦ اسم اللہ ذات سے انوار و تجلیات نازل ہوتی ہیں اور اس نور میں دیدار و تلقاً انظر آتا ہے۔

♦ یاد رکھو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان پہاڑوں اور فولاد سے خشت جاپ ہے اور وہ ہے نُس۔ جب تک نُس نہیں مرتا اللہ کا دیدار حاصل نہیں ہوتا اور نُس کو کوئی عبادت قتل نہیں کر سکتی سوائے تصور اسم اللہ ذات اور مرشد کامل مروردی قادری کے۔



جسے دیدار الہی حاصل ہو جاتا ہے وہ لوگوں میں اپنی بڑائی بیان نہیں کرتا پھر تا۔ وہ ہر چیز دیکھتا ہے لیکن خاموش رہتا ہے۔
یہ بات یاد رکھو اور اپنے دل پر لکھ لے کہ دیدار الہی کا راستہ اسم اللہ ذات سے کھلتا ہے بشرطیکہ یہ مرشد کامل اکمل سروری قادری سے حاصل ہوا ہو۔ اس کے علاوہ اگر کوئی اور طریقہ تجھے کسی نے بتایا ہے یا تو خود جانتا ہے تو وہ باطل ہے۔

۴۔ اقبال اور دیدار الہی

دوسرے عارفین کی طرح علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی دیدار الہی کے قائل ہیں اور ان کے کام میں جلد جلد دیدار الہی کے متعلق اشارات ملتے ہیں۔ آپ ایک طالب کی طرح دیدار کی ایجاد کرتے نظر آتے ہیں۔

♣ کبھی اے حقیقتِ مختار! نظرِ آنساں جاز میں (ابدیہ) کہ ہزاروں سجدے ترپ رہے ہیں یہری جنین نیاز میں اللہ تعالیٰ کے دیدار میں سے تو اصل زندگی اور حیاتِ جاودا می حاصل ہوتی ہے۔

♣ بر مقامِ خود رسیدن زندگی است ذات را بے پرده دین زندگی است (ابدیہ) ترجمہ: اپنی پیچان کے مقام پر پہنچنا ہی حقیقی زندگی ہے اور اپنی پیچان سے اللہ کی پیچان حاصل کر کے ذاتِ حق کو بے پرده دیکھنا ہی حیاتِ جاودا می ہے۔

♣ دیش افزودن بے کاست دیش از قبرِ تن برخواستن (ابدیہ) ترجمہ: اس کے دیدار سے وہ افزودنی ملتی ہے جس میں کمی کا اختلال ہی نہیں ہے۔ اللہ کے دیدار سے روحِ تن کی قبر سے داخلی طور پر زندہ ہو کر رحمتی ہے۔

اس دنیا کی زندگی کے بارے میں آپ فرماتے ہیں:

♣ زندگی انجما ز دیدار است و بن ذوق دیدار است و گفتار است و بن (ابدیہ) ترجمہ: دنیا کی زندگی صرف دیدار الہی کی خاطر ہے۔ حقیقی زندگی صرف ذوق دیدار اور ذوق گفتار ہے یعنی اللہ کے دیدار اور اس سے کام کا ذوق ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا تقلید نظر ہے کہ اگر دیدار الہی ممکن نہ ہوتا تو حدیث جبرائیل میں یہ نہ کہا جاتا "تم عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھو رہے ہو۔" (بخاری 4777) اور باطن میں تو اللہ کے ساتھ خلوت ایسی ہوئی چاہیے:

♣ چنان با ذاتِ حق خلوت گزئی ترا او چند و او را تو بنی (زیر احمد) ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے اس طرح خلوت حاصل کر کر وہ تجھے دیکھے اور تو اس کو دیکھے۔

دیدار الہی کے لیے اقبال رحمۃ اللہ علیہ ایک شرط بیان فرماتے ہے یہ کہ علم و عقل کی حد سے گزر کر کسی صاحبِ نظر (مرشد کامل) کی بارگاہ

کے عاشق ہو گے تو دیدار الہی نصیب ہو گا۔

﴿ علم کی حد سے پرے، بندہ موسیٰ کے لیے لذتِ شوق بھی ہے، نعمتِ دیدار بھی ہے (بِلْ جَنِيلَ) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدارِ الہی کی انجام کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: "تو نہیں دیکھ سکتا" کیونکہ یہ سارے اسرارِ ہم نے اپنے محبوبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کے لیے سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں: ﴿

﴿ از بینیت کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم طاقت ہو دید کی تو تھا کرے کوئی (بِلْ جَنِيلَ) اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کی اعلیٰ ترین نعمت نہ صرف اپنے محبوبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کے لیے مخصوص فرمائی بلکہ پھر نظرارہ بھی کر لیا۔ ﴿

﴿ سکھے جاتے ہیں اسرارِ نہانی گیا دورِ حدیثِ لنِ تُرَانی (بِلْ جَنِيلَ) جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لنِ تُرَانی کا حکم سنایا تھا اس کا جلوہ تو آج عام ہے اور وہ اپنے طالبوں کی محفل رکا کر رہا ہوا ہے۔ تو آسے جلاش کر، اگر نیت میں اخلاص ہے تو عمل جائے گا۔ ﴿

﴿ چھپا یا خُن کو اپنے بھیمِ اللہ سے جس نے وہی نازِ آفریں ہے جلوہ بیڑا نازِ نینوں میں (بِلْ جَنِيلَ) دیدارِ الہی کے متعلق اقبال کی شاعری سے انتخاب درج کیا جا رہا ہے۔ سمجھنا آپ کا کام ہے: ﴿

﴿ ہوئی جو چشمِ مظاہر پرست وا آخر تو پایا خانہِ ول میں آسے کیسی میں نے (بِلْ جَنِيلَ) حقیقت اپنی آنکھوں پر نہیاں جب ہوئی اپنی مکانِ نکلا، ہمارے خانہِ ول کے کینوں میں (بِلْ جَنِيلَ) آنکھِ وقتِ دیدِ حقی، لبِ مائلِ گفتارِ تھا (بِلْ جَنِيلَ) خُن کاملِ ہی نہ ہواں بے جوابِ کا سبب (بِلْ جَنِيلَ) وہ جو تھا یہ دوں میں پیاس، خود نہ کیوں کر ہوا آپِ مستقبل کی نوید دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ما یو ہی کی بات نہیں ہے طالبِ انتفار کریں اور جنون سے جلاش کریں، دیدارِ عام کا زمانہ بھی آنے والا ہے۔ ﴿

﴿ زمان آیا ہے بے جوابِ کا، عامِ دیدار پا رہ گا سکوتِ تھا پر وہ دارِ جس کا، وہ رازِ اب آٹکار ہو گا (بِلْ جَنِيلَ) گزر گیا بہ وہ ور ساقی کہ پھپ کے پیتے تھے پینے والے بنے گا سارا جہاں مے خاہ، ہر کوئی بادہ خوار ہو گا (بِلْ جَنِيلَ) دیدارِ الہی کے طالبِ عاشق کا دلِ مدرسون اور مسجدوں میں سکون نہیں پاتا۔ ﴿

﴿ آسودہ غمی گرد و آں ول کر گست از دوست با قرأتِ مسجد ہا با والشِ سخت ہا (زیرِ بلم) ترجمہ: بحودلِ محبوبِ حقیقی سے جدا ہو گیا وہ مسجدوں میں قرآنِ خوانی اور مدرسون کی تعلیم و دانش سے سکون نہیں پاتا۔ عاشق کی تسلیم کا سامان صرف محبوب کے مصل و دیدار ہی سے ممکن ہے، وعظ و نصیحت اور علم و حکمت سے نہیں۔ بقولِ سعدی شیرازی وہ دل کہ

عاشق بھی ہے اور صابر بھی وہ دل نہیں پتھر ہے کیونکہ عشق اور صبر میں ہزاروں کوں کا فاصلہ ہے۔

♣ کمال زندگی دیدار ذات است طریقش رستن از بعد جهات است (زیریشم)
ترجمہ: زندگی کا حاصل ذات حق کا دیدار ہے اور اس دیدار کا طریقہ زمان و مکان کی قید سے آزاد ہونا ہے۔

♣ کے کو دیدِ عالم را امام است من و تو ناتمام او تمام است (زیریشم)
ترجمہ: جس کسی نے محبوبِ حقیقی کے جلوہ کا مشاہدہ کر لیا وہ جہان کا امام (امامِ اوقت، انسان کامل) ہو گیا۔ میں اور تو یعنی ہم سب ہاکمل یا ناقص ہیں اور صرف وہی کامل ہے۔

♣ گرچہ جنت از جنگل بائے اوست جان نیسا یہ بجز دیدار دوست (چہیدہ)
ترجمہ: اگرچہ جنت اس (نہاد) کی تجھیوں میں سے ہے لیکن جان اس محبوب کے دیدار کے بغیر سکون ہی نہیں پاتی یعنی عاشقوں کو سکون جنت میں نہیں دیدار سے ملتا ہے۔

♣ عشق جان را لذت دیدار داد با نیام جرأت گفتار داد (چہیدہ)
ترجمہ: عشق نے روح کو دیدار کی لذت عطا کی اور میری زبان کو بہات کرنے کی جرأت بھی عطا کی۔
حضرت گنی سلطان بانجوانگی تعلیمات فقر کے مطابق دیدار الہی باطن میں بڑا عملی مقام ہے۔ یہ تصور اسم اللہ ذات اور مرشد کامل اکمل کی راہبری سے حاصل ہوتا ہے۔

بَاب٩

انسانِ کامل - فقیرِ کامل

دیدارِ الہی کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ لیکن فقر میں دیدارِ الہی بھی کامل مرتبہ نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی دوئی پائی جاتی ہے۔ را فقر میں اپنی ہستی کو اللہ پاک کی ذات میں فنا کر کے بقاۃ اللہ ہو جانا عارفین کا سب سے اعلیٰ اور آخری مقام ہے۔ یہاں پر وہ دوئی کی منزل سے بھی گزر جاتے ہیں۔ حدیث نبویؐ مُؤْمِنُوا قَبْلَ أَنْ تَحْتُونُوا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) میں اسی مقام کی طرف اشارہ ہے۔ فقر کے اس انتہائی مرتبہ کو تمام فنا فی خلو، وحدت، فقر فنا فی اللہ بقاۃ اللہ یا وصالِ الہی کہتے ہیں اور یہ مقام توحید بھی ہے۔ یہاں پہنچ کر انسان سرپا تو حید ہو جاتا ہے۔ انسانی عروج کا یہ اعلیٰ ترین مقام ہے۔ عام اصطلاح میں اس مقام تک پہنچنے والے انسان کو ”انسانِ کامل“ یا ”فقیرِ کامل“ کہا جاتا ہے۔ لیکن فقر اور عارفین نے اپنی تسمیفات میں اس مقام کو مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

﴿إِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ﴾

ترجمہ: جہاں فقر کی تھیں ہوتی ہے وہی اللہ ہے۔

جب طالب فقر کی انہما پہنچ جاتا ہے تو جملہ صفاتِ الہی سے متصف ہو کر انسانِ کامل کے مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے۔ کائنات کے تمام مراتب میں سب سے اکمل ”انسان“ ہے اور جملہ افراد انسانی میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے اکمل و ارش ہیں اور اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی انسانِ کامل ہیں اور آپ ہی حق تعالیٰ کے خلیفہ برحق ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ

کے نائین کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلیل سے یہ مرتبہ حاصل ہوا۔ دنیا میں ہر وقت ایک شخص قد م محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبلغی نائب ہوتا ہے اور انسان کامل کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔ وہ امانت الہی، خلافت الہی کا حاصل ہوتا ہے اور کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ اس "انسان کامل" کی وساطت سے چلاتا ہے۔ حضرت شیخ سلطان باحور رحمۃ اللہ علیہ اسے ہی مرشد کامل اکمل فرماتے ہیں۔ انسان کامل پر فخر کی تمجید ہوتی ہے اور اس مرتبہ پر اس صاحب فخر کی اپنی ہستی ختم ہو جاتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں میں اور تو، کافر قوم مث چاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے مکالی کے اس مرتبہ پر فائز ہو جاتا ہے جہاں دوئی نہیں ہوتی۔ حدیث قدسی کے مطابق اس کا بولنا اللہ کا بولنا ہوتا ہے، اس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا، اس کا سنتنا اللہ کا سنتنا، اس کا چلنا اللہ کا چلنا اور اس کا پکڑنا اللہ کا پکڑنا ہوتا ہے۔ اس مقام کی طرف علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

✿ باتحہ بے اللہ کا، بندہ مومن کا باتحہ نائب و کار آفریں، کار کشہ کار ساز
خاکی و نوری نہاد، بندہ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی، اس کا دل بے نیاز (ہالہ جہیل)

غوث الاعظم حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

✿ اے بندے! جب تو مقام فنا پر پہنچ گا تو تھوڑے تھوڑے (امر گن کا اذن) اور دلکی جائے گی لیکن فیصلت کے بعد موجود کرنا اور کائنات پیدا کرنا تیرے پر دیکایا جائے گا اور عالم میں تصرف کرنے کی طاقت تجھے عطا کی جائے گی جس کی بدولت تو جہاں میں تصرف کرے گا۔ (فتوح الغیب)

✿ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا "میرے نزدیک فقیر (انسان کامل) وہ نہیں جس کے پاس پکھنیں بلکہ فقیر وہ ہے جس کا امر ہر شے پر نافذ ہو اور جب وہ کسی شے کے لیے کہنے ہو جائے تو وہ ہو جائے۔" (رسالہ الغویر)

✿ فقر کی اسی منزل پر جب حضرت شیخ سلطان باحور رحمۃ اللہ علیہ پہنچ تو آپ نے فرمایا:
فقر کی منزل پر بارگاہ کبریا (حق تعالیٰ) سے حکم ہوا "تو ہمارا عاشق ہے" اس فقیر نے عرض کی "عجز کو حضرت کبریا کے عشق کی توفیق نہیں ہے" فرمایا "تو ہمارا معاشر ہے" یہ عاجز پھر ناموش ہو گیا تو حضرت کبریا کے انوار قلب کے فیض نے بندے کو ذرے کی طرح استغراق کے سندھر میں مستغرق کر دیا اور فرمایا "تو ہماری ذات کی میں ہے اور ہم تمہاری میں ہیں، حقیقت میں تو ہماری حقیقت ہے اور معرفت میں تو ہمارا یاد ہے اور نہیں" یا "خوب کا سز ہے۔" (رسالہ الغویر)

یہاں "خوب" سے مراد ذات حق تعالیٰ ہے اور "نہیں" سے مراد حقیقت محمد یہ ہے اور "تر" سے مراد تمجید باطن اور وصال الہی ہے یعنی مقام فنا فی الخود (یعنی اللہ ہبہ اہد) ہے جہاں پر انسان کامل ہو کر تلقین و ارشاد کی مندرجہ فائز ہوتا ہے۔

✿ انسان کامل کے بارے میں حضرت شیخ سلطان باحور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
چونکہ اللہ تعالیٰ کے نور مبارک سے جتاب سرو کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ظاہر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے تمام حقوق کا ظہور ہوا اس لئے انسان کی اصل نور ہے اور عمل کے مطابق جس کا نفس، قلب اور روح تینوں نور ہیں جاتے ہیں اسی کو انسان کامل

کہتے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

- ❖ انسان کامل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دیگر تمام (فتراء کامین) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ویلے سے مراتب براتب (وسائل الہی اور کاملت کے) اس مقام پر پہنچے۔ (بین الفرق)
- ❖ کامل انسان ہمیشہ اللہ اور اس کے دیدار کا طالب ہوتا ہے جبکہ ناقص حق کی طرح ہمیشہ بدیودار مردار دنیا کا طالب ہوتا ہے۔ (بین الکوئین)
- ❖ پس انسان کامل کا وجود ایک طسمات اور اسم مسٹی کا حجج معتقد ہوتا ہے۔ (نور الہدی کوائن)
- ❖ یہاں آپ نے انسان کامل کے وجود کو طسمات فرمایا ہے کیونکہ وہ ظہر غالب الغراب ہے اور اسم (الله) سے مسٹی (ذات الہی) کو پایتے کاراز جانتا ہے۔ اس کا وجود اسرار الہی کا ایک خزانہ (حج) ہے۔ جس طرح کسی خزانے کے محتوا کو کسی طرح انسان کامل کو پہنچانا بھی ایک معنے ہے اور جو اس معنے کو حاصل کر لیتا ہے وہی انسان کامل کی حقیقت تک پہنچتا ہے اور اسرار الہی کو پالیتا ہے۔ انسان کامل کی حقیقت کی پہنچان اور اس کی قلمبی سے ہوتی ہے اور اس کی پہنچان سے نعم و انسان کو حدیث مبارکہ میں چال قرار دیا گیا ہے:

﴿مَنْ مَاتَ وَلَدٌ يَغْرِفُ رَاقِمَاهُ زَمَانِهِ مَاتَ مَيْقَةً جَاهِلِيَّةً﴾

ترجمہ: جو شخص اس حالت میں مرا کر اس نے اپنے زمانہ کے امام کو (اور اس کی پہنچانہ وہ جہالت کی موت مرا۔ انسان کامل کی پہنچان کے لئے تصور اسم اللہ ذات ہی ایک ذریعہ ہے۔ اسم اللہ ذات کے تصور کے بغیر انسان کامل کی پہنچان ناممکن ہے کیونکہ انسان کامل کی منزل تک بھی اسم ذات ہی پہنچاتا ہے اگر یہ صاحب مسٹی (انسان کامل) سے حاصل ہوا ہو۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

- ❖ مرو میدان زندہ از اللہ ہو است زیر پائے او جہان چار سو است (محترم)
- ❖ ترجمہ: مرو میدان (انسان کامل) اللہ ہو (اسم ذات) سے زندہ ہے اور یہ جہان چار سو اس کے قدموں کے پیچے ہے۔
- ❖ عمرنا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات تا ز بزم عشق یک داتائے راز آیہ بروں (زید عتم)
- ❖ ترجمہ: ہر سوں زندگی کعبہ میں بھی بت خانہ میں روئی ہے۔ تب جا کر عشق کے پردے سے ایک داتائے راز (انسان کامل) بابر لکھتا ہے۔ سلسلہ سروری قادری میں جب طالب ہو میں فنا ہو کر فنا فی فنا ہو جاتا ہے اور اس کے ظاہر و باطن میں ہو کے سوا کچھ بھی رہتا تو یہ ہے مقام "ہم اوست در مغزو پوست" اور اسی مقام کا حامل ہوتا ہے سلسلہ سروری قادری کا امام۔ وہی ہے امام زمان، وہی ہے انسان کامل اور فقیر مالک الامکی، وہی ہے مرشد کامل اکمل جامع نور الہدی اور وہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس زمانے میں خلیفہ اور نائب ہوتا ہے۔ یعنی حقیقت محمد یہ ہر زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب، خلیفہ اور جانشین کی صورت میں ظاہر ہوتی رہتی ہے۔
- ❖ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَكُلَّ قَلْبٍ أَخْصَيْنَاهُ فِي إِيمَانٍ مُّبِينٍ (سورہ یس۔ ۱۲)

ترجمہ: اور ہر چیز کو جمع کر رکھا ہے، ہم نے امام بتیں میں۔

اس آیت میں 'امام بتیں' سے مراد انسان کامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر امر، حکم اور اپنی پیدا کردہ کل کائنات کو ایک لوح محفوظ جو کہ انسان کامل کا قلب ہے، میں محفوظ کر رکھا ہے۔ انسان کامل کا قلب وہ جگہ ہے جہاں انوار ذات نازل ہوتے ہیں اور انگی دسعت کا بیان و اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ حدیث تبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

⊕ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ تَعَالَى

ترجمہ: مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

• لَا يَسْعَىٰ إِلَيْهِ حَيٌّ وَلَا سَعْيٰ إِلَيْهِ وَلَكِنْ يَسْعَىٰ قَلْبُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ (سیف الدین)

ترجمہ: نہ میں زمین میں سما جاتا ہوں اور ن آسمانوں میں لیکن یہ میں مومن کے قلب میں سما جاتا ہوں۔

انسان کامل اللہ تعالیٰ کا مظہر اور مکمل آئینہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انوار ذات و صفات اور اسما و افعال کا انعکاس کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی جمیع صفات سے متصف اور اس کے جملہ اخلاق سے متعلق ہوتا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اپنی کتاب "مراۃ العارفین" میں انسان کامل کی اصطلاح استعمال کی۔ آپ فرماتے ہیں:

❖ ذات حق اور ذات انسان کامل میں بہب کیتی اور احتمال کے مشابہت ہے بہب اشیا کے ان دونوں میں بوجہ گلی اور اجتماعی طور پر موجود ہونے کے۔ علم حق اور علم انسان کامل میں مشابہت ہے اسی لیے کہ دونوں علم اس چیز کی تفصیل کے مظہر ہیں جو دونوں میں محفل ہے۔ پس انسان کامل اس مشابہت کے بہب ذات حق تعالیٰ کے لیے مرآۃ تامہ (مکمل با صفا آئینہ) ہے اور ذات اس (مراۃ ذات انسان کامل) پر گلی اور اجتماعی طور پر مقلجی ہے۔ اور علم انسان کامل علم حق کا آئینہ ہے اور علم حق اس پر مقلجی اور اس میں سے ظاہر ہے۔ پس وہ چیز جو گلی اور اجتماعی طور پر ذات میں درج ہے سو وہ گلی اور اجتماعی طور پر انسان کامل میں بھی درج ہے اور وہ چیز جو علم حق میں جزوی اور تفصیلی صورت میں ظاہر ہے سو وہ چیز علم انسان کامل کے جزوی اور تفصیلی صورت میں ظاہر ہے۔ بلکہ علم انسان علم حق ہے اور ذات انسان ذات حق ہے، بغیر اس کے کہ اس کا اس سے اتحاد ہے اور بغیر اس کے کہ اس کا اس میں حلول ہے اور بغیر اس کے کہ یہ ہو جائے، اس لیے کہ یہ امر محال ہے۔ اس لیے کہ اتحاد و وجود دونوں سے حاصل ہوتا ہے، اسی طرح طول^۱ اور صبر و رۃ بھی (دو وجودوں میں پائی جاتی) ہے لیکن یہاں وجود واحد کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (مراۃ العارفین)

شیخ اکبر حضرت مجی الدین ابن عربی^۲ نے اپنی تصانیف "فتوات مکہ" اور "خصوص المکم" میں انسان کامل کے جو اوصاف تحریر کیے ہیں

¹ ایک وجود کا دوسرا۔ وجود میں اترجمان ایک وجود کا دوسرا۔ وجود کی صورت اختیار کر لیا ہے بن جاتا۔

- ان میں سے چند ایک یہ ہیں:-
- ۱۔ انسان کامل، اکمل موجودات ہے۔
 - ۲۔ واحد تھوڑے ہے جو مشاہدے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجالاتی ہے۔
 - ۳۔ صفات الہیہ کا آئینہ ہے۔
 - ۴۔ مرتبہ صد امکان سے بالا اور مقام طاقت سے بلند ہے۔
 - ۵۔ حادث ازیٰ اور واقعہ ابدی اور کلہد فاصلہ جامد ہے۔
 - ۶۔ حق تعالیٰ سے اسے وہ نسبت ہے جو آنکھ کو ٹکلی سے ہے۔
 - ۷۔ عالم کے ساتھ اس کی نسبت انگشتی میں ٹکلینے کی مانند ہے۔
 - ۸۔ رحمت کی جہت سے عظیم مخلوقات ہے۔
 - ۹۔ انسان کامل عالم کی روح ہے اور عالم اس کا قاب۔
 - ۱۰۔ انسان کامل ربویت اور عبودیت کا جامع ہے۔ اگر اللہ واحد ہے تو اس کا خلیفہ (انسان کامل) بھی (دیباں) واحد ہے۔
 - ۱۱۔ عالم میں موجود ہر شے حق تعالیٰ کے کسی نہ کسی اسم کی مظہر ہے اور وہی اس کا رب ہے اور انسان کامل حق تعالیٰ کے اسم جامع اسم اللہ کا مظہر ہے جو سب اسماے الہی کا رب ہے جس ربت الارباب ہے جس ربت العالمین ہے۔
 - ۱۲۔ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے انسان کامل کو اپنے دنوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ دنوں ہاتھوں سے مراد جمال اور جمال کی دنوں صفات ہیں۔ جس حضرت انسان کامل جو مدبر عالم ہے، عالم کی روح ہے لہذا غائب ہے۔ اگرچہ خلیفہ کی صورت میں ظاہر میں موجود ہے لیکن سوائے خاص اولیا کے اس کو کوئی نہیں پہچانتا اللہ انہا غائب ہے۔ خلیفہ سے مراد قطب زمان ہے اور وہ اپنے وقت کا سلطان ہے۔
 - ۱۳۔ چونکہ سرور کوئی نہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں رسول جو نئی شریعت لائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر زمانہ میں ایک ایسا فرد کامل ہوتا رہے گا جس میں حقیقتِ محمد یا کاظمیہ ہو گا اور وہ فتنی الرسول کے مقام سے مشرف ہو گا۔ وہ فرد کامل قطب زمان ہے اور ہر زمانہ میں ایک ولی اس منصب پر فائز کیا جاتا ہے۔
 - ۱۴۔ حضور سرور کوئی نہیں تو مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ موجودات میں سرایت اس طرح ہے جس طرح اشجار میں پانی کی سرایت ہے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان کائنات میں ہر شے کی بنیاد ہے)۔ جس شجر کی جڑ سے پانی خشک ہو جاتا ہے وہ خشک ہو جاتا ہے۔
 - ۱۵۔ ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازال سے لے کر اب تک اپنا باب بدلتے رہتے ہیں اور اکمل افراد کی صورت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی جلوہ نما ہوتے ہیں۔
 - ۱۶۔ چونکہ اسم اللہ ذات جامع جمع صفات و نفع جمع کمالات ہے لہذا وہ اصل تجلیات و رب الارباب کہلاتا ہے اور اس کا مظہر جو میں ٹانی ہو گا وہ

عبداللہ بن عین الاعیان ہوگا۔ ہر زمانے میں ایک شخص قدمِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رہتا ہے جو اپنے زمانے کا عبداللہ ہوتا ہے۔ اس کو قطب الاقظاب یا خوٹ کہتے ہیں جو عبد اللہ یا محمدی امشرب ہوتا ہے۔ وہ بالکل بے ارادہ تھت امر و قرب و فرائض میں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کو جو پچھہ کرنا ہوتا ہے اسکے توسط سے کرتا ہے۔

۷۔ پس اzel سے ابدتک انسان کامل ایک تھا ہے اور وہ ذات صاحب اولاں سرور کوئین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر حصی علیہ السلام تک کے تمام رسولوں، میلوں، خلیفوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی ہے اور ختم نبوت کے بعد غوث، قطب، ابدال، اولیاء اللہ کی صورت میں علیٰ نقدر مراتب ظاہر ہوتی رہے گی۔

حضرت شیخ موسیٰ الدین جندی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ فاتحہ کی شرح کرتے ہوئے اسم اللہ کے بارے میں تفسیر روح البیان میں فرماتے

三

۱۰ ایم اعظم جس کا ذکر مشہور ہو چکا ہے اور جس کی خبر چار سو پہلی گئی ہے وہ حقیقتاً و معنای عالم حقائق و معنی سے ہے اور سورہ و لفظ عالم صورت و
القائل سے ہے۔ جمیع حقائق کمالیہ سب کی سب احادیث کا نام حقیقت ہے اور اس کے معنی وہ انسان کامل ہے جو ہر زمانہ میں ہوتا ہے یعنی وہ
قطب الاقطب اور امانت الہی کا حامل اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہوتا ہے اور ایم اعظم کی صورت اس ولی کامل (انسان کامل) کی ظاہری صورت کا نام
ہے۔

حضرت سید عبدالکریم بن ابراہیم الجملی اپنی تصنیف انسان کامل میں فرماتے ہیں:

⊗ وجوہ تعینات میں جس کمال پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متعین ہوئے ہیں کوئی اور شخص متعین نہیں ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق، احوال، افعال اور اقوال اس امر کے شاہد ہیں کہ آپ ان کمالات میں منفرد ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان کامل ہیں اور باقی انبیاء اولیاء اکمل صلوات اللہ علیہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسے مطلق ہیں جیسے کامل اکمل سے مطلق ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ نسبت رکھتے ہیں جو فاضل کو افضل سے ہوتی ہے لیکن مطلق اکمل انسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالاتفاق انسان کامل ہیں۔

＊ انسان کامل وہ ہے جو یقیناً حکم ذاتی بطور ملک و اصالت اسائے ذاتی صفات الہی کا محقق ہو۔ حق کیلئے اس (انسان کامل) کی مثال آئینے کی ہے کہ سوائے آئینے کے کوئی شخص اپنی صورت خوبی دیکھ سکتا اور زان کیلئے ممکن ہے کہ سوائے اسم اللہ کے آئینے کے، کوہ وہ اس کا آئینہ ہے، اپنے نفس کی صورت دیکھ سکے اور انسان کامل بھی حق کا آئینہ ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ سوائے انسان کامل کے اسما و صفات کو کسی اور چیز میں نہ دیکھے۔ وہی امانت اللہ کا حامل ہے اور یہی معنی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے:

۱- فتوحات کیم، شرح فصوص الحکم و الایقان اور شرح فصوص الحکم - ترجمہ مولانا عبد القدر صدیقی ناشر نذری ساز لاہور ۲- تفسیر روح البیان جلد اول ترجمہ مولانا فتحی بن محمد اویسی، ناشرستاد برس رضوی، سیال لیور ۳- تفسیر فاطحہ میں الہ نما شفیعی اکڈیو کارائی

انسان کامل - فقیر کامل

♦ إِنَّا عَرَضْنَا لِلْأَنْوَارَةَ عَلَى الشَّمُومِ وَالْأَرْضِ وَالْجَهَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَجْعَلُنَا وَأَشْفَقُنَّ مِنْهَا وَحَمَلُنَا الْإِنْسَانُ طَإِنَّهُ كَانَ كُلُّهُ مَا جَعَلَ لِأَوْ (سورة الزمر-72)

ترجمہ: ہم نے اپنی امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو سب نے اس بارہ مانت کو اٹھانے سے عاجزی ظاہر کر دی لیکن انسان نے اسے اٹھا لیا۔ پہلے شک وہ (جیسے بھس کے لیے) فلم اور نادان ہے۔

❖ انسان کامل قطب عالم ہے جس کے گرد اول سے آخر تک وجود کے فلک گردش کرتے ہیں اور وہ جب وجود کی اپنی اہوئی اس وقت سے لے کر ابد الآباد تک ایک ہی شے ہے۔ پھر اس کے لیے رنگارنگ بس ہیں اور باعتبار بس کے اس کا ایک نام رکھا جاتا ہے کہ دوسرا بس کے اعتبار سے اس کا وہ نام نہیں رکھا جاتا۔ اس کا اصلی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کی کنیت ابو القاسم، اس کا وصف عبد اللہ اور اس کا لقب مسیح الدین ہے۔ باعتبار دوسرے بساوں کے اس کے نام ہیں۔ پھر ہر زمانہ میں اس کا ایک نام ہے جو اس زمانہ کے لائق ہوتا ہے۔

⊗ حقیقتِ محمد یہ ہے زمانہ میں اس زمانے کے اکمل کی صورت میں اُس زمانے کی شان کے مطابق ظاہر ہوتی ہے۔ یہ انسان کامل اپنے زمانہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ ہوتا ہے۔

انسان کامل کے بارے میں گپتائی و بلیوں سیال لکھتے ہیں:

﴿مَقَامُ فَنَانِ اللَّهِ مِنْ رَهْ كَرْ بَحْرِ ذاتِ وَصَفَاتِ الْهَمِّيٰ مِنْ غَوْ طَلِّ لَا كَرْ بَنَدَهُ مُؤْمِنْ بِهِ صَادَقَ حَدِيْثَ قَدِّسِيٰ "يَسْمَعُ وَيُبَصِّرُ"﴾ عَنْ تَعَالَى كَيْ صَفَاتٍ سَمْتَصَفٌ هُوتَاهُ بَهْ اسْ مقَامِي طَرْفِ ايْكَ اور حَدِيْثَ سَهْ بَهْيَ اشَارَهُ هُوتَاهُ بَهْ جَسِّ مِنْ كَبَاهِيَاهُ بَهْ تَحَلَّقُونَ اِيْخَلَاقِ اللهِ (ترجمہ: اللہ کے اخلاق سے تَحَلَّقُونَ ہو جاؤ)۔ جب صَفَاتِ الْهَمِّيٰ سَهْ بَنَدَهُ مُؤْمِنْ مَتَصَفٌ ہو کرو اپیں بَهَا کی حَالَاتِ کی طَرْفِ آتا ہے تو بَھِیْثِت انسَانِ کا مَلِ خَلَافَتِ الْهَمِّيَّہ کا تَائِج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ یہ مقَام انسانی عِرْوَج کا بلند ترین مقَام ہے اور بَخْبَر عَلَيْهِ الْأَصْلَوَةُ وَالسَّلَامُ کا خَاصَّ ہے۔ یہ عَبْدِیَّت کا بلند ترین مقَام ہے کیونکہ فَنَانِ اللَّهِ مِنْ رَهْ کَرْ بَحْرِ ذاتِ وَصَفَاتِ الْهَمِّيٰ کَلِيلَهُ غَرْقٌ ہو جاتا ہے۔ (روحا نیت اور اسلام)

اقبال اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

۹ قلب را از صبغة اللوگ رنگ ده عشق را ناموس و نام و نگ ده (امر برخودی)
ترجمہ اینے آپ کو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ لے اور اس طرح ایے عشق کو محبت و احترام دے۔

۱۔ وَمَا يَرِدُ إِلَى عَنْدِيٍّ يَعْلَمُهُ أَجْيَهُ فَإِذَا أَخْبَيْتَهُ كُلَّتْ مَنْعَةَ الْيَقِينِ يَسْمَعُ بِهِ وَيَحْرُكُ الْيَقِينَ يُنْجِزُ بِهِ وَيَنْدَهُ الْيَقِينُ يَنْطِفُ بِهِ وَرَجْلَهُ
الْيَقِينِ يَمْهُونُ بِهَا (بِرْلَانْدِي گُرْبِ 6502) ترجمہ: میر امجد (غرض اداگرنے کے بعد) انہیں کہ کے مجھ سے اتنا ذریک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا
ہوں۔ پھر جب میں اس سے محبت کرتے لگ جاتا ہوں تو میں اس کی صاعت ہن جاتا ہوں جس سے وہ ملکا ہے، اس کی بصارت ہن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس
کا تقویت ہن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا اس ہن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ حکوماتیت مبارک صبغۃ اللہ وَمَنْ أَخْسَنَ مِنَ الْوَصْبِ مُبَعَّثَة
(سری ۱۳۸-۱۴۰) ترجمہ: (کبیر، ہم) اللہ کے رنگ (میں، لائے گئیں) اور کس کا رنگ اللہ کے رنگ سے بہتر ہے۔

﴿ مسلم بندہ مولا صفات است دل او سرے از اسرار ذات است
بناش جز پ نور حق نہ یعنی کہ اصلی در غیر کائنات است (امان چہرہ)
ترجمہ: مسلم بندہ (انسان کامل) صفات الہی سے متصف ہوتا ہے اور اس کا باطن اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ اس کا بیمال نور حق
سے روشن آنکھی دیکھتی ہے۔ اس (انسان کامل) کی جزا کائنات کے غیر (روح) میں ہے یعنی وہ کائنات کے ہر راز سے آگاہ ہوتا ہے۔
حضرت شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ انسان کامل تمام موجودات کا خلاصہ ہے۔ باعتبار اپنی عقل اور روح کے اُنمِ الکتاب ہے، باعتبار قلب کے لوح محفوظ ہے، باعتبار اپنے
نفس کے محو و اثبات کی کتاب ہے۔ انسان کامل ہی حجف کمر مساور یہی وہ کتاب مطہر ہے جس سے کوئی چیز نہیں پھوٹی (یعنی ہر چیز اس میں موجود
ہے)۔ اس کے اسرار و معانی کو سوائے ان لوگوں کے جو جبابات ظلمانی سے پاک ہوں، کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (بزرگوار)

احمد سعید ہدایت لکھتے ہیں:

﴿ غوث جسے قطب الاتقاب، قطب مدار، قطب ابدال بھی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی طرف سے اس کے قلب پر جو کچھ القا ہوتا ہے اس کے مطابق وہ امر کو آگے جاری کرتا ہے۔ روزانہ وہ ابدال کے ساتھ دربار میں
نیختا ہے اور امت محمدیہ اور اقوام عالم کے بارے میں فیصلے صادر کرتا ہے۔ جو امر اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے وہ امر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے ذریعہ غوث تک پہنچتا ہے۔ (حقیقت ابدال در رجال ثرب)

حضرت حقیقی سلطان بالخوشی سلطان الوہم میں فرماتے ہیں:

﴿ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجلی اول وہی ہے جو اُنمِ الکتاب کی صورت میں ظاہر ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے علم سے عبارت ہے۔ یہ عام
جزروں ہے۔ یہاں سے تنزل کر کے لوح محفوظ پر آتی جو عالم ملکوت ہے۔ عالم ملکوت میں یہ وحی حضرت جرجائیں علیہ السلام تک پہنچی اور انہوں
نے اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وحی کو عالم ناسوت میں تلقوں پر ظاہر فرمایا۔ یہ بیان
وہی جلی کے بارے میں ہے۔ انسان کامل جو عالم صفری ہے اور مظہر ذات حق باری تعالیٰ ہے، بھی زوال کی اسی تحریک سے اللہ کا پیغام حاصل
کرتا ہے اور پانچوں درجے پر اپنی زبان پر لاتا ہے۔

انسان کامل اور منتہی وصول جب چاہتا ہے کہ عالم الغیوب اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا علم حاصل کرے جس کو علم لدنی، الہام یادی ختنی بھی
کہتے ہیں، تو وہ علم محل ختنی سے جو لامحوت سے عبارت ہے بزر پر نازل ہوتا ہے۔ جب بزر پر پہنچتا ہے تو روح اس سے آگاہ ہو جاتی ہے، روح
خود تی ہے قلب کو یعنی ختنی دل کو، جو بتاتا ہے اُس کو اور اُس اسے زبان سے بیان کر دیتا ہے۔ اس کو آنکھیں الہام کہتے ہیں۔ اس کا تفصیلی بیان
یہاں حصہ نہیں ہے بلکہ من وجہ بیان کیا گیا ہے۔

جب تک منتہی وصول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کرتے ہوئے کمال کو نہیں پہنچتا اور آنکھیں ہو الرُّجُونَ إِلَى الْبَدَايَةِ

(ترجمہ: ابتدائی طرف لدھ جائاتی اجتناب ہے) کے مطابق مقامِ الاصحوت پر واپس پہنچ کر ان چار منازل کو بیکار کے اخلاقی کی منزل تک پہنچتا اس وقت تک وہ منتظری و اصل اور انسان کامل نہیں ہو سکتا اور تھی اس راہ کی اجتناب کو پاسکتا ہے کہ وہ ذاتِ عالمِ ااصحوت کی اجتناب اور ملکوت کا سڑھے۔

**وَإِنَّمَا قَالَ إِلَيْهِ اَنْسَانٌ كَامِلُ ظَاهِرَةِ خَلْقٍ وَبَاطِنَةِ حَقٍّ لَأَنَّ لَأَهْوَانَهُ الْمُتَعَيِّنَةَ فِي عَالَمِ الْغَيْبِ بِصُورَةِ الرُّوحِ يَأْطِفُهَا
تَنْبِيَّهُ الظُّورَةِ الظَّاهِرِ وَتَزْلِلُ بِهِمْسٍ حَرَجَةٌ إِلَى عَالَمِ الشَّهَادَةِ وَسَقَى ذَلِكَ حَضْرَبَ الْمُقْبِسِ أَوْلَاهُ تَجْلِينَ الدَّائِرَاتِ فِي هَذِهِ
الْأَعْيَانِ الْقَابِيَّاتِ الْغَيْرِ الْمَعْجُولَةِ وَهُوَ عَالَمُ الْمَعْنَانِ الْفَارِيَّةِ الْأَذْوَلِ مِنْ عَالَمِ الْمَعْنَانِ إِلَى الْمُتَعَيِّنِيَّةِ وَقَالَ فَهَا الْأَذْوَلُ
مِنْ عَالَمِ الْمَعْنَانِ إِلَى الرُّؤْحَانِيَّةِ الْحَيْوَانِيَّةِ وَهِيَ عَالَمُ الْنُّفُوسِ النَّاطِقَةِ الَّذِي إِعْنَاهُ الْكَانِيَّةُ الْمُتَجَيِّدَةُ الْمُتَشَكِّلَةُ لَمْ تَكُنْ مِنْ
عَيْنِ مَادَةٍ وَهِيَ عَالَمُ الْيَقَالِ وَالْخَامِسُهَا عَالَمُ الْأَجْسَامِ وَالْأَمَادِيَّةِ وَهُوَ عَالَمُ الْخَيْرِ وَعَالَمُ الشَّهَادَةِ إِنَّ الرُّؤْيَا
وَالسَّيَّرَةَ وَالشَّهَادَةَ دَوْلَتَيْنِ الْعَبْدِ الْمُضْنَى لِلْعُقْدِ فَلَا يَكُونُ يَقْوَةً الْإِنْهَانِ وَالْيَقْنَى مِنْ مُهْشَأِيَّتِ الْإِذْرَابِ الْيَخْرِ وَالسَّنْجَعِ أَغْيَبَ فِي
الْقُوَّتِ الظُّرُوفَاتِ وَالْمُشَاهِدَاتِ وَقَدْ يَكُونُ يَتَضَمَّنُ الْقَلْبَ أَنِّي تُؤْرِبْصِيدَةٌ وَتُوَهَّمُ أَغْيَبَ يَنْتَرُ تَجْلِينَ الصِّفَاتِ الْأَلْوَهِيَّةِ الْقَلْبِ
حَتَّى صَارَ الْعِلْمُ عَيْنَاهَا وَقَدْ يَكُونُ يَالْرُؤْيَا الْبَصَرِيَّةَ تَقْتَلُ لَهُ الْحَقُّ مُتَجَبِّلًا مَشْهُودًا لَهُ فَيَأْتِيَ الظَّلْوَةَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْعَبْدِ وَقَدْ
جَمِيعُ اللَّهِ هُنَّهُ كُلُّهَا الْعِبَادَةُ الْكَامِلُ الْأَوَّلُ حَدَّى وَقَدْ يَخْتَصُ كُلُّهُ اِجْمَعَهَا بِوَاجِدِ مِنْهُمْ الْلُّؤْمَ اجْعَلْنَا مِنَ الْجَامِعِينَ**

ترجمہ: اور بے شک انسان کامل اسے کہتے ہیں جس کا ظاہر تخلق اور باطن حق ہوتا ہے اور وہ لاصھوت، جو عالم غیر ہے، میں روحانی صورت میں متعین ہے۔ اس کی بالطفی صورت ہی اس کی ظاہری صورت کی تدبیر (حقیقت) ہے۔ اس کا نام "حضرت خسرو" ہے کیونکہ وہ ان عالموں سے پانچ درجے تنزل فرمایا کہ عالم شہادت (دُنیا) میں ظاہر ہے۔ سب سے پہلے عالم معانی میں جگی ذات کی فیساے بغیر کسی عجلت کے اعیان ثابتہ ظاہر ہوئے۔ عالم معانی سے نزول فرمایا کہ درجے پر (عالم لاصھوت میں) وہ روحانی (روح فردی کی) صورت میں موجود ہے اور تیرے درجے پر (جرودت میں) انسانی روح کی صورت میں موجود ہے جو کہ نقوش ناطقہ کا جہان ہے۔ چو تھے درجے پر (عالم ملکوت میں) وہ غیر مادہ مشائی لیکن مشکل صورت میں موجود ہے، اس جہان کو عالم مثال کہتے ہیں۔ پانچ درجے پر یعنی عالم اجسام (ناسوت، دُنیا) میں، جو مادی اجسام اور صحن کا جہان ہے اور جسے عالم شہادت بھی کہتے ہیں، وہ ظاہری صورت کے ساتھ موجود ہے۔ جان لوک دیدارِ الہی، اعلیٰ مقامات تک رسائی اور مشاہدہ حق نمازی کو (دورانِ صلوٰۃ) حق کی طرف سے عطا ہوتے ہیں اور وہ اپنے ایمان اور یقین کی قوت سے اللہ کا اور اک (دیوار) شیعی صورت میں کرتا ہے۔ ظاہری حواس بصراً درجے کی قوت سے مشاہدہ تجلیاتِ الہی ممکن نہیں۔ صرف جسم قلب یعنی نورِ بصیرت سے اسے دیکھا جاسکتا ہے اور وحیم کے نور سے ہی آنکھیں قلب میں الوہیت اور جگلی صفات کا مشاہدہ کرتی ہیں اور (ٹھیک صورت کا) علم عیان حاصل ہو جاتا ہے۔ البتہ بھی یہ صورت حق طالب کی ظاہری بصارت پر بھی متجلى ہو جاتی ہے اور اسے نماز کے دوران (اپنی ظاہری آنکھوں سے) مشاہدہ حق نصیب ہوتا ہے جو عبد ل عربی کتبی میں "پانچ" ع تخلق کے طی و وجود جوان کی تخلیق سے قبل ذاتِ حق میں ملکی صورت میں موجود تھے۔ ۲ اللہ تعالیٰ سے بالطفی ملکاً می۔ وحیم کی تفصیل جانے کے لیے مطابق بکھرے ہے اب 14 صفحہ

اور محبود کے درمیان (راز) ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دو توں (کاہری بصارت اور قلبی بصیرت سے دیدارِ الہی) کو جمع کرنے والا ہنانے جو حاصل اور کامل عبادت ہے اور تمیں وحدت کی خاصیت عطا فرمائ کرو احمد کے ساتھ واحد بنائے اور تمیں جامعین میں شامل فرمائے۔ (سلطانِ الہم)

جب منشیٰ و حاصل کمال کو پہنچتا ہے تو اس کی بصارت بصیرت بن جاتی ہے۔ پس اس کے ہر حال میں آنکھیں اور کان پیدا ہو جاتے ہیں جن سے وہ سب کچھ دیکھا درسن سکتا ہے۔

وَهُدًى يَحْمِلُ الْكَيْالَ وَيَهَا يَوْمَ الْوَصْلِ تَبَدَّلُ بِنُورٍ عَظِيمٍ يَعْنَاهُ الْفَاصِ

ترجمہ: یہ مقام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب انسان کمال اور حاصل کی انجام اونکھی جائے جہاں ہر چیز عایت خاص کی بدولت نو رخیں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ (سلطانِ الہم)

طالبِ مولیٰ سے انسانِ کامل تک سفر

طالبِ مولیٰ سے انسانِ کامل بننے کا سفرِ عشق کا سفر ہے۔ یہ عشق سے فنا اور پھر فنا سے بقاً یعنی وصالِ الہی اور وحدت کا سفر ہے۔ یہ عبد سے عبدہ یعنی عبد کی خواہ سے بکتابی کا سفر ہے۔ یہ سفرِ سلسلہ سروری قادری کے شیخ کامل کی نگاہ اور اس کی گھر انی میں ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات سے طے ہوتا ہے۔ حضرتِ گنی سلطان با اشور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ذکرِ عشق کی حرارت اور گرمی کے ساتھ ہونا چاہیے۔ محبت اور عشق کے ایک ذرہ میں الہی سورش، حرارت اور لرزہ ہوتا ہے جس سے ذاکر میں گرمی سکر پیدا ہو جاتی ہے۔ حرارتِ ذکر کی لذتِ سختِ سروری میں آگ ٹاپے چیزی ہے جس سے ذوقِ نصیب ہوتا ہے۔ جبکہ بخار کی حرارت میں ذقر ارماتا ہے نہ آرام بلکہ حرارت، سروری، پریشانی اور ہلاکتِ حاصل ہوتی ہے۔ راءِ مذکور میں حضوری، وصال، محبت اور فقر بعد میں ہے پہلے مخلوق اور خود سے جدا ہی ہے۔ جب تک تو فنا فنا نہیں ہو جاتا ہرگز اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ جس طرح چینی اور سوچی کو پانی میں ملا کر آگ پر پکایاں تو اس کو حلوہ کہتے ہیں پھر اس کا نام چینی یا سوچی نہیں رہتا اور نہیں اسے پانی کہہ سکتے ہیں۔ پس چینی اور سوچی تو حید کی طرح ہے اور پانی بندہ عبد کی طرح ہے اور حلوہ معرفت اور فنا فی اللہ بتا با اللہ صاحب وصال کی طرح ہے۔ فقیر فنا فی اللہ کے لیے دوزخ گرم جہنم کی طرح ہے جو سردیوں میں آرام و لذت بخشتا ہے اور جنت کا مقام ان پر حرام ہے۔ (میں الفرق)

مولانا نارو قمر فرماتے ہیں:

عشق آں شعلہ است کہ چوں بر افروخت ہر چہ بخوب معموق باقی ہملہ سوخت

ترجمہ: عشق وہ شعلہ ہے کہ جب روشن ہوا تو ما سوئی معموق سب کچھ جمل گیا۔ اس نے "غیر اللہ" پر جب لا کی تکوار چلانی تو ذرا سوچ لا کے بعد باقی کیا رہ گیا۔

حضرت شاہ شمس تحریر فرماتے ہیں:

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جان شدی تاکہ مجموعہ بعد ازیں، من دیگر تو دیگری

ترجمہ: میں تو ہو گیا اور تو میں ہو گی، میں جسم ہو گیا تو اس کی جان۔ اب کوئی نہیں کہہ سکتا کہ میں اور ہوں اور تو اور۔

حضرت فرید الدین عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دریں دریا کہ من بستم، نہ من بستم نہ دریا بہم نہ داند پچ کس ایں بزر، مگر آں کس چنیں ہاشد

ترجمہ: وہ دریا جس میں کہ میں ہوں، نہ میں ہوں نہ وہ دریا۔ اس راز سے کوئی واقف نہیں ہوا ہے اس کے جواب جیسا ہو گیا ہے۔

حضرت بلحے شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

بادی میتوں سبق پڑھایا اوئے غیر نہ آیا جایا مطلق ذات جمال و کھایا وحدت پایا نی شور

ہن میتوں کون پچھائے ہن میں ہو گئی نی کچھ ہو رہا اذل ہو کے لامکانی ظاہر باطن دسدرا جانی

مرہبا نہ میرا نام نشانی مت گیا بخرا شور

ہن میتوں کون پچھائے ہن میں ہو گئی نی کچھ ہو رہا اذل ہو کے لامکانی ظاہر باطن دسدرا جانی

ترجمہ: مرشد کامل نے ہمیں ایسا سبق پڑھا دیا ہے کہ غیر اللہ دل سے نکل گیا ہے۔ ذات مطلق کے جمال کا دیدار کر کے میں اس میں فنا ہو گیا۔

اب صرف وحدت باقی ہے اور میری ہستی ختم ہو چکی ہے۔ اب مجھے کون پیچاں سکتا ہے کہ میں تو میں ہی نہیں رہا۔ وحدت ذات نے مجھے لامکان

تک پہنچا دیا ہے اور اب مجھے ظاہر باطن ہر جگہ صرف محبوب حقیقی ہی نظر آتا ہے۔ میرا تو نہ منشان بھی مت گیا ہے اور صرف وہ ذات ہی مجھے میں

باقی ہے۔ یہاں پہنچ کر ہر مسئلہ اور بخرا ختم ہو گیا۔

مرتبہ وحدت یعنی فنا فی اللہ بقا بالله تک کیسے رسائی حاصل ہو سکتی ہے؟

مراقب تین قسم کے ہیں: فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ، ان مراتب تک پہنچ کیلئے مرشد سے عشق ضروری ہے۔ اسے فقر میں

عشق مجازی کہا جاتا ہے اور عشق مجازی ہی عشق حقیقی تک را ہشامی کرتا ہے۔

غافلین یا فقرا کا میں کے زو دیکھ عشق مجازی (عشق مرشد) کے زینہ کے ذریعہ ہی ہم عشق حقیقی (اللہ تعالیٰ کے عشق) تک پہنچ سکتے ہیں۔ عام طور پر

عشق مجازی خورت کے کسی مرد یا مرد کے کسی خورت سے عشق کو سمجھا جاتا ہے، جو بالکل لغو اور شیطانی کھیل ہے۔ شریعت اس کی اجازت نہیں

دیتی۔ راہ فقیر میں عشق مجازی سے مراد عشق مرشد ہے۔ عشق مجازی (عشق مرشد) کے لیے عام سلاسل میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ طالب (مرید) کو تصور مرشد کے لیے کہا جاتا ہے بلکہ آج کل تو کچھ بیرون نے باقاعدہ اپنی تصور اور بھی تصور کے لیے دینا شروع کر دی ہے۔ طالب ہر وقت اپنے مرشد کے تصور اور خیالوں میں مگر رہتا ہے۔ اس طریقہ میں استدراج اور دھوکہ ہو سکتا ہے اور آج کے پرفتن دور میں سو فیصد ہوتا بھی دھوکہ ہی ہے کیونکہ یہ تو انسانی جہالت ہے کہ وہ جس انسان کے تصور میں ہر وقت محو اور جس کے خیالوں میں ہر وقت مگر رہتا ہے اُسے اس سے محبت ہو ہی جاتی ہے۔ پھر یہ شرک اور بہت پرستی کے زمرے میں بھی آتا ہے۔ سلسلہ سرو دری قادری میں یہ طریقہ بھی بھی نہیں رہا اور نہ یہ سلسلہ درجات یعنی عالم مکلوٹ، جبروت اور سدرۃ المحتشمی کی سیر سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی ابتداء اور انتہا ہے یہ عشق کیونکہ اس میں دیدارِ الٰہی ہے اور دیدارِ عشق کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ جو اللہ تعالیٰ سے نظر پڑنا کہ عالم مکلوٹ و جبروت کے نثاروں میں کوئی اس کا دیدار و معرفت الٰہی کا غرض ہو گیا۔ عشق والے اللہ کے ہوانہ کسی اور کی طلب کرتے ہیں اور نہ کسی طرف دھیان کرتے ہیں۔ سلسلہ سرو دری قادری میں عشق الٰہی کے سفر میں عشق مجازی (عشق مرشد) تصورِ اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتا ہے۔ بشرطیکہ اسم اللہ ذات کی صاحبِ ممکنی مرشد سے حاصل ہوا ہو۔ طالب جب اسم اللہ ذات کا تصور شروع کرتا ہے تو سب سے پہلے اسے اسم اللہ ذات سے تصور مرشد حاصل ہوتا ہے۔ اس طریقے میں استدراج اور دھوکہ بالکل نہیں ہے کیونکہ مرشد کا تصورِ اسم اللہ ذات سے حاصل ہو رہا ہے اور اسم اللہ ذات سے حق ہی حاصل ہوتا ہے۔ اصول تو یہ ہے کہ جس کا تصور کیا جائے اُسی کا تصور پختہ ہوتا ہے لیکن یہاں تو ابتدائی منزل پر اسم اللہ ذات کا تصور کیا جا رہا ہے اور حاصل مرشد کا تصور ہو رہا ہے۔ اسی سے طالب کو یقین ہو جاتا ہے کہ میرا مرشد کا مل ہے اور خود اسم اللہ ذات کی صورت ہے۔ یہاں سے عشق مجازی (عشق مرشد) کا آغاز ہوتا ہے، پھر عشق مرشد سے یہ عشق آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق اور اس کے بعد عشقِ حقیقی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور طالب دریائے وحدت میں غرق ہو جاتا ہے۔ کامل مرشد خود فنا فی اللہ بقا باللہ، وصال الٰہی اور وحدت کے مقام پر ہے لہذا طالب جب مرشد کے عشق کی بدولت اس میں فی یعنی فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے تو اسے از خود ہی وصال الٰہی یا وحدت حاصل ہو جاتی ہے، طالب کو کوئی کوشش نہیں کرنی پڑتی۔ راہ فقیر میں تمام کاؤش اور کوشش کا مقصد مرشد میں فنا ہونا ہے پھر وحدت تک رسائی اپنے آپ ہونے والا گل ہے۔ سب سے پہلے مرشد کی سلسلہ پر وحدت حاصل ہوتی ہے جس میں مرید مرشد کی حقیقی میں فنا ہو کر اپنی انفرادی حقیقی ختم کر کے سیرت و کردار اور صورت میں مرشد کی مش ہو جاتا ہے۔ مرشد کیونکہ پہلے ہی وحدت کی صورت ہوتا ہے اس لئے طالب کو وحدت حق تعالیٰ تک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔

فنا فی الشیخ کے بارے میں حضرت مسیح سلطان باحور حمد اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ مرشد کامل جس طالب کو تصورِ اسم اللہ ذات کی تلقین فرماتا ہے اسے فنا فی الشیخ کر کے ایسا وجود عطا کرتا ہے اور مرید نعم الدل پر پہنچا دیتا ہے۔ (ذور البدنی کاہان)

❖ جان لے کر فنا فی الشیخ ایک عظیم الشان مرتبہ ہے۔ بعض ایسے حقیقی ہوتے ہیں جو فنا فی الشیطان کے مرتبے پر ہوتے ہیں (لیکن خوب کوئی فنا فی الشیخ کے مرتبے کے بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب 34 فنا فی الشیخ، فنا فی اسم شجر، فنا فی اللہ)

اشن سمجھتے ہیں) اور بیوی پر بیٹائی میں بھلارہتے ہیں۔ مرتبہ فنا فی الشیخ یہ ہے کہ طالب کا جسم شیخ کا جسم، طالب کی لفظ لکھو شیخ کی لفظ، طالب کے احوال شیخ کے احوال، بن جاتے ہیں۔ عادات و خصالیں صورت میں، سیرت میں طالب اپنے شیخ جیسا ہو جاتا ہے اور سرے تکر قدموں تک طالب کا وجود شیخ کے وجود میں حل جاتا ہے۔ (نو راہی کاں)

سلسلہ سرو روی قادری میں فنا فی الشیخ کے یہ تمام مرشد کامل کی لگکاہ اور ذکر و تصور اہم اللہہ ذات سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے بعد مرشد کامل باطن میں طالب مولیٰ کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیتا ہے۔ یہ مرتبہ بھی صرف مرشد کی مہربانی اور تصور اہم اللہہ ذات سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت عُلیٰ سلطان بالحور حست اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ باخو ام الله هر کرا گرد رفق از خود فنا فی الله شود در جان فرق
غم ندارد جاودان غم رفت ازو مست هم ہوشیار نشم برده گو
ترجمہ: اے باخو! جو بھی اہم اللہہ ذات کو اپنارفق نہیں بنا لیتا ہے وہ فنا فی اللہ ہو کر اللہ کی ذات میں غرق ہو جاتا ہے۔ اے کوئی غم نہیں رہتا کہ اس کے غم (ام اللہہ کی برکت سے) بیوی کے لیے دوڑ ہو سکے ہیں اور وہ مسٹی کی حالت میں بھی ہوشیار رہتا ہے۔ (میں الفرق)

✿ طالب مولیٰ کے باطن میں جو ہے وہ ظاہری و در وظائف اور اعمال سے ہرگز ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی طالب مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ سکتا ہے اگرچہ وہ تمام عمر ریاضت کرتا رہے کیونکہ باطن کی راہ صاحب باطن مرشد کامل سے ہی حاصل ہوتی ہے جو ایک لمحے میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں پہنچا کر واصل کر دیتا ہے۔ (شیعیان)

مجلسِ محمدی میں حضور علیہ اصلوۃ والسلام کے چہرے کی زیارت سے طالب کے تمام مطالب پورے ہو جاتے ہیں اور وہ فنا فی الرسول اور پھر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے۔ حضرت عُلیٰ سلطان بالحور حست اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ لا مکان حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام کے مدد نظر رہتا ہے جہاں وحدانیت کے سمندر میں طرح طرح کی موجودیں "وَخَدَةٌ وَخَدَةٌ" کے نعرے بلند کرتی ہیں۔ جو نور تو حیدر الہی کے سمندر کے کنارے تک پہنچ جاتا اور اسے دیکھ لیتا ہے وہ عارف بالله ہو جاتا ہے۔ پیغمبر علیہ السلام اپنے دست مبارک سے جن کی گردان پکڑ کر وحدت کے اس سمندر میں غوطہ ہوتے ہیں وہ غواص تو حیدر ہو جاتے ہیں اور مرتبہ فنا فی اللہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ وحدت کے سمندر میں غوطہ زدن ہونے کے بعد بعض سالک تو مجدد ہو جاتے ہیں اور بعض مجدد و سالک الہ تو حیدر ذات ہو جاتے ہیں۔ مراتب ذات الہ درجات سے پو شیدہ ہیں۔ جو بے مشل نور تو حیدر کے سمندر میں غرق ہو جائے وہ لا مکان میں پہنچ جاتا ہے۔ لا مکان غیر حقوق ہے اور اس کی مثال کسی چیز سے نہیں دی جاسکتی۔ اس جگہ کا نام لا مکان اس لیے ہے کیونکہ اس جگہ نہ دنیا کی گندگی کی بوہے اور نہ ہی اس کی ناپسندیدہ خواہشات کی گنجائش ہے۔ یہ بندگی میں داعی غرق ہونے کی جگہ ہے۔ لا مکان میں شیطان کے داخلے کا کوئی امکان نہیں۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

✿ فَإِنَّمَا تَنْهَوُ أَنْتُمْ وَقَمْ وَجْهَ اللَّهِ (سورة البقرة، آیہ ۱۱۵)

ترجمہ: پہلے تم جد ہر بھی دیکھو جسے تمہیں اللہ کا پیرہ ہی نظر آئے گا۔ لامکان میں تم جد ہر بھی دیکھو جسے تمہیں ہر طرف توحید کا نوری نظر آئے گا۔ یہ مراتب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رفاقت، شریعت اور کلم طیب لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔ لامکان کی یادِ حقیقت کی راہ ہے۔ اس میں بیٹھ کرنے والا زندگی ہے۔ (مسنون العارفین)

یاد رکھنا چاہیے کہ راوی قفر میں سب سے مشکل مقام فانی الشیخ ہے۔ جس نے اس کو طے کر لیا کیونکہ مرشد پبلے ہی وحدت کی صورت (فانی اللہ بقاۃ اللہ) ہوتا ہے۔ جیسے ہی طالب صادق فانی الشیخ ہوتا ہے وہ خود بخوبی فانی اللہ اور بقاۃ اللہ کے مرتبہ پہنچ جاتا ہے جس کے بعد مقام وحدت پر فائز ہونے پر انسان کامل کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

⊗ الشَّلَامُ فِي التَّوْحِيدِ وَالْإِلَاقَاتِ بَيْنَ الْإِنْسَانِ

ترجمہ: وحدت میں سلامتی ہے اور وہی میں آفات ہے۔

حضرت قریب سلطان بالخوارزمیؑ فرماتے ہیں:

♣ ساغر از توحید وحدت نوش گن دنیا و عینی ہر دو را فراموش گن

ترجمہ: توحید پر پہنچ کر وحدت کا جام پنی لے اور دنیا و عینی دونوں کو بھول جا۔ (میں اندر)

♣ جو توحید میں غرق ہو کر یکتا ہو جائے وہ ریا سے پاک ہو کر شوق کے ساتھ مست اور سرور ہوتا ہے۔ یہ مردان خدا کے مراتب ہیں۔ (کیدا تو ہی کال)

♣ جسے دو ران حیات وحدت حاصل ہو جائے اس کی موت اللہ سے وصال ہوتی ہے اور جوزندگی میں ثابت قدم رہتا ہے اور استقامت اختیار کرتا ہے اس کا خاتمہ بالغیر ہوتا ہے اور وہ مرنے کے بعد بھی صاحب ایمان رہتا ہے۔ (اور الہدی کا ان)

♣ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات میں نہ ہوئے بغیر بختے بھی مقامات ہیں تمام شیطان کے ہیں۔ (میں اندر)

♣ صد فضیلت جانی در قیل و قال ہر کرا وحدت باشد حق وصال

ترجمہ: شے وصال حق میں مقام وحدت حاصل نہ ہو اس کی سو فضیلیں بھی محض جہالت اور قیل و قال ہیں۔ (میں اندر)

♣ جب تک طالب مولی وحدت میں غرق ہو کر صاحب حضور نہیں ہو جاتا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان مُؤْتُوا قبیل آن مُؤْتُوا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مطابق مرنے سے پہلے مرثیں جاتا اس وقت تک وہ ہر مقام پر غمز دور ہوتا ہے اور مشاہدہ بہشت کا مزدور ہوتا ہے۔ (میں اندر)

سلطان العارفین سلطان باضوا و مقام وحدت

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان باخور حمۃ اللہ علیہ انسان کامل کے مقام فنا فی خو، وحدت، فنا فی اللہ بھا بائی اللہ اور وصالِ الہی کے بارے میں اپنی اتصالیف میں فرماتے ہیں:

❖ ذکرِ خو کرتے کرتے جب ذاکر کے وجود پر اسم شو غالب آکر اسے قبضے میں لے لیتا ہے تو اس کے وجود میں خو کے سوا کچھ نہیں رہتا۔
(محکم الفرقہ کا ان)

❖ جب عارف و اصل فنا فی اللہ اسیم اللہ ذات کے برزخ کو تصور سے اپنے دل پر نقش کرتا اور اسے دیکھتا ہے تو اس کا جسم اسیم اللہ ذات میں غائب ہو جاتا ہے۔ اسے پڑھا جاتا ہے کہ جسم اسیم اللہ ذات میں فنا ہو کر غائب ہو گیا اور اسم اللہ ذات ظاہر ہو گیا ہے۔ پھر وہ ظاہر اور باطن میں مشاہدہ اسیم اللہ ذات میں اس قدر گئی رہتا ہے کہ اس کے وجود میں ذکر کی اللذت باقی نہیں رہتی۔ (میں الفرقہ)

❖ و اصلاح را اس بود نام خدا روز و شب با عشق وحدت کہرا
ترجمہ: و اصلاح حق کے لیے بس اللہ کا نام ہی کافی ہے کیونکہ یہ انہیں دن رات وحدت باری تعالیٰ کے عشق میں غرق رکھتا ہے۔ (میں الفرقہ)

❖ بزر وحدت چیست و ای فنا فی اللہ فی از خو تو حیدش دور ماند سر ہوا
ترجمہ: بزر وحدت کیا چیز ہے؟ یہ فنا فی اللہ فی کا مقام ہے۔ جو آدمی توحید کے اس مقام سے دور ہو گیا وہ ہوائے نفس کا غلام ہو گیا۔ (محکم الفرقہ کا ان)

جو شخص مقام معرفت فخر میں اپنی بستی کو فنا کر دیتا ہے وہ انتہائی مقام بھای اللہ کو پا دیتا ہے۔

❖ میان بھر و ملش فقر اعلیٰ فی فی اللہ شود با حق تعالیٰ
ترجمہ: بھر و صال کے درمیان فقر کا بلند ترین مرتبہ یہ ہے کہ بندہ فنا فی ذات ہو کر ذات حق میں غرق ہو جائے۔ (محکم الفرقہ کا ان)

❖ چنان کن جسم را در ام پیاس ک میگرد و الف در بسم پیاس
ترجمہ: اپنے وجود کو اسیم اللہ ذات میں اس طرح حکم کر لے جیئے الٰہ بسم اللہ کے بسم میں حکم ہوتا ہے۔ (کعبہ توحید کا ان)

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ مقام وحدت پر پہنچتے تو آپ نے فرمایا:

❖ چهار یوم سے خدم اکنون دویم وز دوئی گھنٹتم و کیتا شدم
ترجمہ: پہلے میں چار تھا، پھر تین ہوا، پھر دو اور جب دوئی سے بھی گزر گی تو میکتائی سے مشرف ہو گیا۔ (دور الہدی کا ان)

آپ اس شعر میں فرماتے ہیں کہ پہلے ہم چار تھے یعنی میں، میرا مرشد، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ۔ جب میں فنا فی الشیخ ہو گیا تو تمین رو گئے اور جب فنا فی الرسول ہو گیا تو دورہ گئے اور جب میں فنا فی اللہ ہو گیا تو میکتا ہو کر سر پا تو توحید ہو گیا۔

❖ دیدہ دل دیدار برده روح پردم با خدا غرق فی التوحید گھنٹتم این بود وحدت لقا

ترجمہ: میر اول اور آنکھیں دیدار میں مورحتی ہیں، روح محبوب حقیقی سے جامی ہے اور وجد غرق فی التوحید ہو گیا ہے۔ درحقیقت اسی کو وحدت اقا کہتے ہیں۔ (نور البدی کاں)

باخو اَسْمَاعِلْمٰ "خُو" سے واصل ہوا اور واصل خوب جلازیر خاک کہاں رہتے ہیں۔

♣ اختیابی کس ندارم الحجتی نیست کس غرق فی التوحید عشق شد فنا فی اللہ بس ترجمہ: نہ مجھے کسی کی اختیاب ہے نہ ہی میں کسی سے کوئی احتجاج کرتا ہوں۔ میرے لیے اللہ کافی ہے کیونکہ میں غرق فی التوحید ہو کر فنا فی اللہ ہو چکا ہوں۔ (نور البدی کاں)

♣ چنان غرق گردد بدربایی عشق کہ ہر دم سر از عرش بالا کشم ترجمہ: ہم دربایے عشق میں اس شان سے غرق ہوئے کہ ہمارا سر بیشه عرش سے بلند ہی ہوتا رہا ہے۔ (مین المقر)

♣ او مرا داند مرا بیند بہا او خوش نظر حق وحدت را چ داند گا و خر ترجمہ: وہ مجھے جانتا ہے، مجھے دیکھتا ہے اور اپنی نظر کرم مجھ پر رکھتا ہے۔ وحدت حق کو یہ قتل اور گدھ کیا جائیں؟ (مین المقر) مقام وحدت ذکر، فکر اور حضوری سے بھی بالاتر ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♣ باخو! میں حباب است علم ذکر و ہم حضور ہر کہ فی اللہ شد فنا گشتہ پر تور ترجمہ: اے باخو! جو شخص غرق فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ سر اپا نور ہو جاتا ہے اور علم و ذکر و حضوری اس کیلئے حباب بن جاتے ہیں۔

♣ اہل حضور کے لیے ذکر اور علم بے ادبی میں شمار ہوتے ہیں جس طرح کسی شخص کا مجازی باادشاہ کے سامنے باادشاہ کو اس کے نام سے پکارنا بے ادبی سمجھا جاتا ہے۔ جب تک بندہ تو حید اور وحدت میں غرق نہیں ہو جاتا اس وقت تک حضوری بھی وحدانیت سے جدا اور شرک ہے۔ بندہ اس وقت تک تو حید میں غرق نہیں ہوتا جب تک وہ ماسوئی اللہ سے جدا اور اللہ سے کیلمان نہیں ہو جاتا اور اللہ کے عشق و محبت میں اس قدر غرق نہیں ہو جاتا کہ ذکر اور علم بھی اسے بھول جائے، وہ مقام فنا فی اللہ سے بھی آگے گزر جائے اور ذکر اور علم کو بھلا کر عشق و محبت میں غرق ہو کر فنا فی اللہ ہو جائے۔ (مین المقر)

♣ ہر آن گوید حضورش حق ز دورش حضورش آنکہ از خود خویش دورش ترجمہ: حضوری کا دعویٰ وہ کرتا ہے جو حق سے دور ہو۔ حضوری میں وہی ہوتا ہے جو اپنی خود کی کوئی تمثیل کر چکا ہو۔ (مین المقر)

انسان کامل ہی مرشد کامل ہے

"انسان کامل" اصل میں "مرشد کامل" ہی ہے کیونکہ جب طالب فنا فی اللہ بابا اللہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے جب تک مندرجات و ارشاد پر فائز ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں سلطان الامر فتحیں حضرت اُنی سلطان یا خور رحمۃ اللہ علیہ انسان کامل کے لیے مرشد کامل اکمل، مرشد کامل اکمل جامع نور البدی

اور صاحب مسیحی مرشدگی اصطلاحات بھی استعمال فرماتے ہیں۔ حضرت علی سلطان باہور حمت اللہ علیہ اپنے زمانے کے انسان کامل ہیں اور آپ نے خود کو نہ صرف "کامل و مکمل و اکمل و نور الہدی" جامع مرشد، فرمایا ہے بلکہ ساتھ ساتھ اپنے آپ کو "مالک الملکی فقیر" بھی فرمایا ہے اور صرف انسان کامل ہی مالک الملکی فقیر کے رتبے پر فائز ہوتا ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے ہماری بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ مرشد کامل ہی انسان کامل بھی ہے۔ نور الہدی کا ان میں آپ فرماتے ہیں:

﴿كَلِمَةُ كَالِمٍ كَالِمٍ جَامِعٌ هُمْ نُورُ الْهُدَىٰ مَالِكُ الْمُلْكِيٰ فَقِيرٌ فِي اللَّهِ بَاخْدًا﴾

ترجمہ: میں کامل مکمل و جامع نور الہدی فقیر ہوں اور مالک الملکی فقیر فی اللہ کے مرتبے پر فائز ہوں۔

انسان کامل کا یہ اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ انسان کامل اہل بدایت و خلایت اور صاحب و لذیت فقیر و مالک اللہ لا یحتاج اور روشن خیر ہوتا ہے۔ دفتر اولیا میں اسے عارف کامل، فقیر کامل، از ای غنی، صاحب فیض و فضل اور صاحب عنایت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَطْبَعْنَا اللَّهُ وَأَطْبَعْنَا الرَّسُولَ وَأَوْلَى الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (سورہ انتہاء۔ 59)

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اللہ کے رسول کی اور اس کی جو تم میں اولی الامر ہو۔

اولی الامر سے بہاں مرا و انسان کامل ہے جیسا کہ سلطان العارفین حضرت علی سلطان باہور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿عَارِفٌ كَالِمٌ قَادِرٌ بِهِرِ قُدْرَتٍ قَادِرٌ وَبِهِرِ مَقْامٍ حَاضِرٌ﴾ (رسالہ ربیل شریف)

ترجمہ: عارف کامل قادری (انسان کامل) ہر قدرت پر قادر اور ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے۔

﴿فَقِيرٌ وَأَجْنَى حَضُورِي میں رہنے والا اور عظم دعوت کا مکمل و کامل عامل ہوتا ہے۔ اولی الامر سے کہتے ہیں جس کا امر و اپنے دل پلانا جائے۔﴾

﴿لِسَانُ الْفُقْرَاءِ سَبِيلُ الرَّحْمَنِ﴾

ترجمہ: فقرا کی زبان رحمن کی تکوار ہے۔

فقیر کا لفظ "گن" جس کا ممکنہ انجام دہی کے لیے ادا کیا جائے وہ اللہ کے حکم سے انجام پاتا ہے خواہ جلد انجام پائے یاد ہر سے۔ فقیر کا دل (ہم) و اسکی حضوری میں ہوتا ہے جو بذریعہ دعوت، بھیث البھائی پیغام وصول کرتا ہے۔ اولی الامر سے بھی کہتے ہیں کہ جس کا امر (حکم) ہر شے پر غالب ہو کر یونہ کوئی بھی اس اولی الامر پر غالب نہیں آ سکتا خواہ تمہا ہو یا لشکر کے ساتھ۔ پس معلوم ہوا کہ فقیر اللہ کے امر سے ہی فقیر ہوتا ہے اور اللہ کا امر ہی اور غالب ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلَّهِ عَالَمَتْ عَلَىٰ أَمْرِهِ﴾ (سورہ یس۔ 21)

ترجمہ: اور اللہ اپنے ہر امر پر غالب ہے۔ (بسم اللہ الرحمن الرحيم)

﴿فَقِيرٌ صَاحِبٌ تَعْصِيلٌ ہے اور علماء صاحب تفصیل ہیں۔ فقیر اللہ تعالیٰ کی طبع رکھتا ہے، علماء رسولوں کی طبع رکھتے ہیں اور علی اللہ بادشاہ اولی

الامر ہے۔ طیع رسول رکھنے والے ہم اور اولی الامر بادشاہ و نوں طیع اللہ یعنی فقیر کے تابع ہیں۔ فنا فی اللہ فقیر اغیر ماموںی اللہ سے پاک ہوتے ہیں۔ (بین المتر)

جان لے کر فقیر کے تین مراتب ہیں۔ پہلاً آطیتیغوا اللہ ہے یعنی فقیر ہر حال میں اطاعت الہی کو مجاہد ہے اور غیر اللہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ فقیر کے اس مرتبے کو فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ دوسرا مرتبہ آطیتیغوا الرسُول ہے یعنی فقیر ہمیشہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتا ہے اور دیدار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صحن و شام غرق رہتا ہے۔ فقیر کے اس مرتبے کو فنا فی محمد کہتے ہیں۔ فقیر کا تیسرا مرتبہ اولی الامیر ہے۔ مراتب اولی الامر فنا فی الشیخ طالب کو حاصل ہوتے ہیں جس کی نظر اور حکم سب پر غالب ہوتے ہیں یعنی تمام مراتب حیات و ممات کل مطیب کی برکت سے اس کی توجیہ و نظر میں ہوتے ہیں۔ (نور الهدی کاں)

جب آپ اس باب "انسان کامل" کا مطالعہ کریں تو اس کو باب "مرشد کامل اکمل" کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو بات سمجھ میں آجائے گی۔ سلطان العارفین حضرت تجی سلطان بالحور حمت اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں "انسان کامل" کو مختلف ناموں سے موسوم فرمایا ہے۔ مثلاً: 1۔ امیر الکوئین 2۔ سلطان العارفین 3۔ عارف کامل قادری 4۔ سلطان التارکین 5۔ صاحب امر یا فقیر صاحب امر 6۔ اولی الامر 7۔ فقیر 8۔ فقیر کامل یا کامل فقیر 9۔ عارف باللہ یا عارف اللہ فقیر 10۔ مت فقیر کامل 11۔ فقیر صاحب قلب 12۔ صاحب راز فقیر 13۔ صاحب عین العیان، صاحب عیاں فقیر یا عین العیان فقیر 14۔ خوٹ و قطب و حدت یا غوث و قطب صاحب تحتن یا اہل وحدت واحد غوث و قطب 15۔ فنا فی اللہ فقیر 16۔ حقیقی فقیر 17۔ عارف ختم القراء 18۔ ختم الفقیر فقیر 19۔ لا يحتاج فقیر یا صاحب جمعیت لا يحتاج فقیر 20۔ عاشق فقیر 21۔ فقیر درویش یا درویش فقیر 22۔ غنی فقیر 23۔ کامل گل فقیر۔

ان تمام اصطلاحات سے مراد انسان کامل ہے۔ قارئین سے التاس ہے کہ اس بات کو مد نظر رکھ کر حضرت تجی سلطان بالحور حمت اللہ علیہ کے ارشادات کا مطالعہ فرمائیں۔ اب حضرت تجی سلطان بالحور حمت اللہ علیہ کی دیگر تصانیف سے انسان کامل کے بارے میں آپ رحمت اللہ علیہ کے فرمودات کا انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔

نور الهدی کاں

اگر مشرق سے لیکر مغرب تک ہر ملک قیامت تک آفات سے محفوظ ہے تو یہ صرف فقر کے قدموں کی برکت سے ہے۔ اس لیے طفل خدا پر فقر اکا یقین ہے کہ اس کا ہر خاص و عام فرد و ان کی خدمت کرتا رہے۔

جنی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقیر کو دلکش عظیم عطا فرماتے ہیں۔ پہلا لیکر خلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور دوسرا الغیر فوج کشی کے ہر ملک و سلطنت پر تصرف۔

صاحب چذب ماں اک المکنی فقیر اگر کسی بادشاہ کو چذب کر لے تو وہ تمام عمر کے لیے پریشانی میں جتنا ہو کر گردان رہتا ہے حتیٰ کہ اسے

ایک لمحے کے لیے بھی آرام نصیب نہیں ہوتا۔

♦ جان لے کر فقیرِ حق اور قربِ الہی کے اہل مر جتے پر قاتم ہوتا ہے۔ وہ اہل دیدار، صاحبِ توفیق اور انَّ اللہَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کا مرتبہ رکھنے والا ایک امسکی فقیر ہوتا ہے۔ وہ عارف ولی اللہ عالم بالله محقق، روشن ضمیر، کوئی نہ پرمیر ہوتا ہے اور کل و جز کی تمام مخلوقات اس کی اسیر ہوتی ہیں۔ لوگ مخدوٰڑ کا تمام علم اور اس کی تفسیر میں رہتی ہے اور وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دائیٰ حاضر و ناظر ہوتا ہے۔ اسے قُلْ يَا ذُنُونَ اللَّهِ كَيْ قُوَّتْ حَاصِلْ ہوتی ہے جس کی تاثیر سے وہ اہل قبور پر حاکم ہوتا ہے اور ان کے احوال کو عیاں دیکھتا ہے۔

♦ بادشاہی گنج بخش درویش کو بادشاہی ملک از درویش جو ہر کہ خواہ بادشاہی ملک را بادشاہی میکند حکم از خدا بر در درویش رو ہر صبح و شام تا ترا حاصل شود مطلب تمام گر ترا بر سر زند سر پیش نہ خدمتی بہر از خدا درویش ہ ترجمہ: درویش گنج بخش بادشاہ ہوتے ہیں۔ اگر تجھے بادشاہی چاہیے تو درویش سے طلب کر۔ اگر کوئی درویشوں سے بادشاہی طلب کرے تو وہ اللہ کے حکم سے اسے عطا کر دیتے ہیں۔ درویش فقیر کے در پر صبح و شام حاضری دے۔ اس سے تجھے تیرے تمام مقاصد حاصل ہو جائیں گے۔ اگر درویش تیری سر زندگی کرے جب بھی اپنا سر اس کی خدمت میں جھکائے رکھ۔ رضاۓ الہی کی خاطر درویش کی خدمت کرنا ہر عمل سے افضل ہے۔

♦ درویش را بیانخن زین دو صفت اہل توحید تصرف معرفت ترجمہ: درویش ان دو صفات سے بیچنا جاتا ہے کہ وہ اہل توحید اور صاحبِ معرفت ہوتا ہے۔

♦ درویش را دامم بود مجلس حضور ترجمہ: درویش مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دائیٰ حاضر ہوتا ہے۔

♦ غنایت وہدایت عارفِ باللہ کے ہاں و پر ہیں۔ فقیرِ اہل وصال کو مقام وحدت سے ڈھم ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کے خیال لا اہال ہوتے ہیں۔ ایسے فقیر کے لیے ہر لمحہ جگہ و مقام مختلف، عیان مختلف، جہاں مختلف، بیان مختلف، زمان مختلف، حساب مختلف، حال مختلف، قال مختلف، احوال مختلف، جمال مختلف، طلب مختلف، اطاعت مختلف، ذکر نہ کر مختلف، فکر حضور مختلف، تجلیات و اوار مختلف، دیدار مختلف، مشاہدہ مختلف، معراج مختلف، فنا مختلف، بقا اور لقا مختلف ہوتے ہیں۔ اسے جو مراتب حاصل ہوتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی رسائی بھی وہاں تک ممکن نہیں۔ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿الْغَنَىٰ أَقْبَقَىٰ كَانِيَةً تَبَقَّىٰ إِسْرَائِيلَ﴾

ترجمہ: میری امت کے علمانبیاء نے میں اسرائیل جیسے ہیں۔

امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ ان ضمیر فقیر ہیں۔

❖ مست فقیر کامل اپنے طالب کو توجہ کے ساتھ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں پہنچا کر اس کے تمام مطالب بارگاہِ الٰہی سے پورا کر دیتا ہے۔ مست فقیر کا طالب تین علوم کا مطالعہ کرتا ہے جس سے وہ روشن ضمیر ہن جاتا ہے اور کل و جز کی کوئی بھی چیز اس سے مخفی اور پوشیدہ نہیں رہتی۔ پہلا سبق مطالعہ موت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ **كُلُّ نَفِيْسٍ ذَلِيقَةُ الْمَوْتِ** (سورہ آل عمران۔ 185)

ترجمہ: ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھتا ہے۔

دوسرا سبق علم معرفت ہے کہ عالم باللہ صاحب معرفت اپنے وہدے کے خلاف نہیں جاتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ **وَأَوْفُوا بِعَهْدِيْ أُوْفِيْ بِعَهْدِكُمْ** (سورہ البقرہ۔ 40)

ترجمہ: اور تم میرا عبید پورا کرو، میں تمہارا عبید پورا کروں گا۔

تمہری اس سبق اور حضوری کے مشاہدات کا ہے۔

◆ **نَفَرَ دُوْ لَامَ اَتَ اَبَاثِشْ قَدْمَ يَا رَاهِ سِكِيدْ آزَا چِ غُمْ**

ترجمہ: فخر در حقیقت انتقامت کے ساتھ دو قدم اٹھانے کا نام ہے۔ اس راستے میں جو اپنے سر کو پاؤں بنالے اسے آفات کا کیا گم! سالک فخر کے لیے دنیا ایک قدم ہے۔ وہ اپنے قدم کو دنیا سے اٹھا کر عقبی میں رکھتا ہے اور پھر تو کل اختیار کر کے اپنا قدم عقبی سے اٹھاتا ہے اور آدھے قدم پر مقام معرفت و توحید پر جا پہنچتا ہے، پھر وہاں سے آدھے قدم پر فخر کے کامل مرجع پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق فرمایا گیا ہے:

◆ **إِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ**

ترجمہ: جہاں فخر کی محیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے۔

❖ کامل عامل کمل اکمل نور الہدی فقیرِ معشووق خدا اور جامع فقیر عاشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے۔ ان تمام مراتب کا جامع مرتبہ ”کامل گل“ ہے جس میں کامل عامل اکمل جامع نور الہدی عاشق و معشووق کے تمام مراتب شامل ہیں۔

❖ فقیر عارف صاحب عیان اسے کہتے ہیں جو حقیقت احوال کن قیوں، حقیقت احوال ازل، حقیقت احوال ابد، حقیقت احوال دنیا، حقیقت احوال حیات و همات، حقیقت احوال ارواح اہل قبور، حقیقت احوال حشر حساب گاہ، حقیقت احوال پل صراط، حقیقت احوال دوزخ و بہشت، حقیقت احوال شریا طہور اجس کا جام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے پیا جاتا ہے، حقیقت احوال حضوری و ملازمت مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، با عیان شرف دیبا اور رب العالمین اور ایسا سے لیکر اپنا تک تمام احوال حقیقت پر نگاہ رکھتا ہے اور توفیق سے ان کی حقیقت بھی کرتا ہے۔ وہ ان سب کا علم حاصل کرتا ہے اور پھر ان سب احوال کو بھلا دیتا ہے۔ صاحب عیان مرشد اپنے طالبوں کو توجہ باطنی سے

حضوری میں پہنچا کر کل و جز کے تمام احوالات دکھادتا ہے جس سے کوئی بھی چیز ان سے مخفی و پوشیدہ نہیں رہتی۔ یہ ہے تامیت فخر کا مرتبہ جو اللہ کا فیض و عطا ہے اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

❖ جس مقام پر فنا فی اللہ فقیر عارف باللہ وحدائیت میں غرق ہوتا ہے وہ فنا و رضا و قضا سے بھی مارا ہے۔ یہ مراتب فنا^۱ ہم اورست در مغروہ پوست^۲ ہیں۔ مراتب ہم اورست تک وہی پہنچتا ہے جو مقام وصال و حضور سے گزر کر کامل نور ہو جاتا ہے۔

❖ فقیر ایک راز ہے جس کے دل و دماغ میں درود و اغیث محبت سما پا ہوتا ہے۔ اپنے شہزاد صفت عارفوں کی حقیقت کو یہ کوئے کیا جائیں؟

کلید التوحید کا لام

❖ مراتب غوث و قطب تین قسم کے ہیں، اول غوث قطب دہتائی جن کے تصرف کی حد بارہ کروہ (فرسٹ) تک ہوتی ہے۔ دوم غوث قطب رو حافنی جن کا نفس فنا اور روح بقا پا چکی ہوتی ہے اور وہ استغراق کے باعث روزہ اسٹ سے ای مست ہیں، جنہوں نے جام شوق موافق ساقی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے پیا ہوتا ہے اور وہ ہر لمحہ اس ازل کی مستی اور سوزش کے سبب آہ کرتے رہتے ہیں۔ انہیں ن طالب بنانے کی خواہش ہوتی ہے نہ مرید بنانے کا ذوق بلکہ وہ توحید میں غرق رہتے ہیں۔ یہ غوث و قطب مقام تحریک و تغیریک پر ہوتے ہیں۔ غوث و قطب کا سوم مرتبہ یہ ہے کہ انہیں وحدت کا غوث و قطب کہا جاتا ہے جیسا کہ قدرت سر بھانی، معشوق ربانی، غوث انہیں والا نہ و ملائکہ شاہ عبدال قادر جیلانی^۳۔ یہ ان طالبوں اور مریدوں اور صاحب دیدار کے مراتب ہیں جو دیدار کے مشائق اور معرفت الہی میں غرق رہتے ہیں۔

❖ آخر عالم فقیر کے لیے کامل معرفت کی انجام اور مرتبہ فتحیر کیا ہے؟ کیا کوئی نین کے اختارہ ہزار عالموں کی ہر خاص و عام چیز کو اپنے تصرف اور حکم میں لے آئے؟ نہ میں نے غلط نہیں کہا کیونکہ یہ مراتب ناقص و خام ہیں۔ اجتناء فخر نہایت اور اپنی خواہشات کا ترک کرنا اور فنا فی اللہ بقا باللہ ہو کر میں بھیں مشاہدہ کرنا ہے جس کی بدولت باطن نور سے معمور ہو جاتا ہے۔ یہ فتحیر کے مراتب ہیں جسے قرب حضور سے حق ایشیں کے مراتب حاصل ہوں۔

❖ فقیر عارف باللہ ہے خالقنا اللہ کے ساتھ وصال حاصل ہو، وہ جس طرف بھی دیکھتا ہے نور ذات کوئی پاتا ہے۔ چھ سنتوں کے تمام مراتب سے گزر کر وہ اللہ کی ذات میں مستحق ہوتا ہے۔ (نور سے مل کر) نور ہو جانا فخر محمود کا کام ہے اور دنیا کے مراتب عز و جاه حاصل کرنا مردوں لوگوں کا کام ہے۔ بیت:

❖ مراتب را گذار تا مردی شوی غرق فی التوحید شد حاضر نی
ترجمہ: مراتب کی خواہش کو ترک کر کو پھر تم اصل مردوں میں جاؤ گے اور غرق فی التوحید ہو کر مجلس محمدی علیہ السلام کی حضوری حاصل کرلو گے۔

^۱ خاہر اور باطن میں ذات حق ہی جلوہ گر ہے۔

❖ فتنی اللہ فقیر وہ ہے جو نس پر امیر اور برکت قرآن مجید کی بدولت اِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (بِئْكَ اللَّهُ تَعَالَىٰ هُرِيجٌ رَّقَادٌ ہے) کے
گرتا ہے پر ہوتا ہے۔

❖ مراتب فقیر یہ ہیں کہ وہ عین العیان کے مراتب کا حامل ہوتا ہے، دونوں جہان اس کے مختصر اور اس کے لیے پریشان رہتے ہیں اور دل
وجان سے اس کے عاشق ہوتے ہیں۔

❖ تو نہیں جانتا کہ عارف فقیر کی زبان حقیقتی برہن ہے جو سیف اللہ کی مثل قبل کرنے والی ہے۔ تو نہیں جانتا کہ فقیر کی توجہ و دلیل جان باب
مردے کو دم صیستی کی مانند حیات ابدی عطا کرتی ہے۔ تو نہیں جانتا کہ حرم کے ذریعے فقیر نفس و حدیث کے موافق علم واردات اور فتوحات نبی کا
صحیح الہام بخفاہت ہے۔

الْإِلَهَمُ الرَّفَاءُ الْغُرْبَىٰ فِي قَلْبِ الْغَيْرِ بِلَا كُنْسٍ ۝ الْإِلَهَمُ قَرِبْتَ عَنِ الرَّجُونِ وَتَعْنِيدُ عَنِ الشَّيْطَنِ

ترجمہ: دوسروں کے دل میں بلا کب بھلانی کا خیال ڈالنا الہام ہے۔ الہام رحمٰن کے قریب اور شیطان سے دور ہے۔

وہ الہام جو تصور امام اللہ ذات اور ذکر فتنی ایثار اور مکمل طیب لِأَلَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدُ رَسُولُ اللَّهِ سے دل میں پیدا ہوا اور پھر زبان پر آئے اس
سے ماضی، حال اور مستقبل کے حقائق کھلتے ہیں۔ تو نہیں جانتا کہ فقیر کے خیال سے دل میں معرفت وصال پیدا ہوتی ہے اور طالب کی زبان پر
الہدا اور اس کے رسول کا کلام آ جاتا ہے۔ وہ (فتیر) تعالیٰ کا معاملہ حال سے اور وصال کا معاملہ لا زوال وصال سے کرتا
ہے۔

❖ فقرا کا حکم بجا لاؤ کیونکہ جو فقرا کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ دونوں جہانوں میں خوار ہوتا ہے۔

❖ فقیر کامل اسے کہتے ہیں جو ہمیشہ اللہ کی بارگاہ میں منظور اور مجلسِ محمدی میں حاضر ہے اور ایک لمحے کے لیے بھی جدا اور دور نہ ہو۔ اگرچہ وہ
ظاہر میں عام لوگوں سے بحکام ہو لیکن باطن میں حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوتا ہے۔

❖ فقیر مالکِ الملکی ہوتا ہے۔ عارف باللہ صاحب ذات ولی اللہ کے مراتب یہ ہوتے ہیں کہ اسے توفیقِ الہی حاصل ہوتی ہے اور وہ یہ
جاودائی خدمات سرانجام دیتا ہے کہ جسے چاہے اللہ کے حکم سے مند بادشاہی پر بخواہے اور جسے چاہے معزول کر دے۔ اگر کوئی بادشاہ اللہ کی راہ
میں جگ کر رہا ہو تو اہل اللہ فقیر کو چاہیے کہ باطنی لٹکر کے ساتھ اس کی مدد کرے اور ملک فتح کر کے مراتب سے نواز دے۔ مولیٰ فقیر کی رفاقت
سے عرب و نعم کے سب ملک اس بادشاہ کے قبضہ و اتصاف میں آ جاتے ہیں۔

❖ یہ فتنی اللہ فقیر کے مراتب ہیں جو اس طرح غرق فتنی التوحید ہوتا ہے جیسے محکمی کو پانی میں ہی سکون حاصل ہوتا ہے یا جیسے کھانے میں
نہ کم، آگ میں پنگاڑی یا دودھ میں پانی ملا ہوتا ہے۔ فقیر بھی اس طرح اللہ میں فتنہ ہوتا ہے کہ نہ وہ خدا ہوتا ہے نہ خدا سے جدا۔ اللہ بس ماسوی
اللہ ہوں۔

عین الفقر

فقیر عارف بالله اے کہتے ہیں جو فقائقی اللہ، فقائقی الرسول، فقائقی فقر اور فقائقی خوب ہو۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

لَا يَشْغُلُهُمْ شَيْءٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَالَمٌ ظَرْفَةُ الْعَيْنِ

ترجمہ: (فقر کو) کوئی شے ایک لمبے کے لیے بھی ذکر اللہ سے غافل کر کے اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی۔

باخوا ہر دو جہاں یاد نیا یہ از ہر دو جہاں آزاد برآید

ترجمہ: اے باخوا! انہیں (فقر کو) دونوں جہانوں کی یاد نہیں آتی کیونکہ دونوں جہانوں سے آزاد ہو چکے ہیں۔

ساکن دو جنم کے ہیں۔ ساکن مجدد ب اور ساکن محبوب۔ فقیر ان دونوں سے ماوراء ہوتا ہے کہ وہ مالک املکی محبوب صاحب و ختم اور صاحب تصرف ہوتا ہے۔

فقیر وہ ہے کہ جب آنکھیں بند کرے تو دو جہاں اور انحصارہ ہزار عالم کا مشاہدہ کر لے۔

جب فقائقی اللہ فقیر مقام اپر پہنچ جاتا ہے تو اس پر سکریاب ہو جاتا ہے اور تو تو حیداں پر تین اقسام کی تجلیات وارد کرتا ہے۔ اول اس کی پیشانی پر تجلیات کا نزول ہوتا ہے، دوم آنکھوں پر اور سوم دل پر تجلیات کا نزول ہوتا ہے۔ اگر وہ ان تینوں اعضا کی عبادت میں مشغول رہے تو اسے معرفت نصیب ہوتی ہے ورنہ اس سے یہ مقام سلب کر لیا جاتا ہے۔ پیشانی کی عبادت سجدہ میں رہتا ہے، نکاح کی عبادت یہ ہے کہ وہ شریعت مطہرہ پر رہے اور دل کی عبادت صدقی سے انجائی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتے رہتا ہے۔

انا کی بھی دو اقسام ہیں، پہلی قسم قم پیارکن اللہ (الحمد للہ کے حکم سے) اور دوسری قسم قم پیارکنی (الحمد بر حکم سے) ہے۔ چنانچہ حضرت پايزيد بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شَجَاعَتِي مَا أَعْظَمُ شَانِي ترجمہ: میں پاک ہوں میری شان بلند ہے۔

اور منصور حلاجؑ نے فرمایا:

أَكَالْحَقِّ ترجمہ: میں حق ہوں۔

اکا ایک راز ہے، جو اس راز کو جان لیتا ہے وہ سزا لہی کو حاصل کر لیتا ہے۔

فقیر وہ ہے جو طمع نہ کرے، اگر کوئی کچھ دے تو منع نہ کرے اور اگر کچھ ملے تو جمع نہ کرے۔

فقرا سے ذرہ کو فقر احادیث ثہوت میں بھی باشمور اور فقائقی اللہ حضور ہوتے ہیں اس لیے وہ اللہ کی نظر میں منحصر ہیں۔

جب کسی عابد عارف بالله کا قلب ذکر اللہ سے زندہ ہو جاتا ہے اور وہ علم شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت اور توپیلیں الہی کی بدوات

امر معرفہ، توکل، حیا، صبر، خوف، رجا اور عشق و محبت الہی اختیار کر کے فنا فی اللہ ہو جاتا ہے اور تحرید و تغزیہ کے مقامات سے گزر کر توحید اور وحدائیت تک پہنچ جاتا ہے تو یہ تینوں (یعنی دنیا، نفس اور اہلیں) مردود ہو کر دفی ہو جاتے ہیں۔

❖ فقیر کو کسی دنیادار کے گھر لے جانے سے بہتر ہے کہ اسے سونی پر لٹکا دیا جائے۔

❖ فقرا خادم ہیں اور علامحمد ہم ہیں۔ علام صحبت کرنے والے اور فقرا سمجھی کرنے والے ہیں۔ سمجھی سے مرا مردوں کو قبر سے زندہ کرتا ہے۔ فقیر اللہ تعالیٰ کے ذکر سے قلب کو زندہ کرنے کا طریقہ جانتا ہے۔ سمجھی سے حاصل کردہ زندگی ایک دن یا ایک لمحہ کی زندگی ہے مگر فقرا جس دل کو قُمْ يَادُنَ اللَّهِ (آنچاہد کے عزم سے) کہہ کر ذکر اللہ سے زندہ کرتے ہیں وہ ابتدی زندگی پا کر پاس انسان سے اللہ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔

❖ قیامت کے دن درویشوں کو حکم ہو گا کہ میزان اور پل صراط کے قریب جا کر ان لوگوں کو تلاش کریں جنہوں نے دنیا میں انسین کوئی چیز دی ہو یا آن کی مدد کی ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے درویشو! میں تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ ان کو میزان اور پل صراط سے گزارلو اور اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤ۔

❖ کوئی نعمت اور رحمت درویشوں اور فقرا کی محبت سے بالآخر نہیں ہے۔ **الْفَقْرُ لَا يَخْتَاجُ** کیا معنی ہیں؟ یعنی فقیر کے گھر میں فاقہ ہوتا ہے پھر بھی وہ کسی سے کچھ طلب نہیں کرتا کیونکہ **الْفَقْرُ لَا يَخْتَاجُ**۔ فقیر کے پاس کیمیائی نظر ہوتی ہے پھر بھی وہ اپنی ذات کے لیے اس کا فائدہ نہیں اٹھاتا کیونکہ **الْفَقْرُ لَا يَخْتَاجُ**۔ فقیر اپنا تمام ماں اللہ کی راہ میں صرف کر دیتا ہے اور ترک دنیا کے بعد پھر بھی دنیا کی طلب نہیں کرتا کیونکہ **الْفَقْرُ لَا يَخْتَاجُ**۔ اس کا دل اسم اللہ سے جیعت حاصل کر کے غنی ہو جاتا ہے کیونکہ **الْفَقْرُ لَا يَخْتَاجُ**۔ فقیر دنیا اور دنیاداروں کی طرف ہرگز میلان نہیں رکھتا اور نہ اسے غیر ماسومنی اللہ کا کوئی لائق ہوتا ہے کیونکہ **الْفَقْرُ لَا يَخْتَاجُ**۔ فقیر کی زبان تکوار کی طرح ہوتی ہے، وہ صاحبِ لفظ ہوتا ہے، جو بھی خواہش وہ کرے اللہ فرما پوری کر دیتا ہے پھر بھی وہ کوئی خواہش نہیں کرتا کیونکہ **الْفَقْرُ لَا يَخْتَاجُ**۔ فقیر مرتبہ محمدی ملکیہ اہل پر پہنچا ہوا ہوتا ہے جو **الْفَقْرُ لَا يَخْتَاجُ** ہے۔

❖ پس درویش فقیر وہ ہے جو اپنی روزی بھی دوسروں کے نصیب کر دیتا ہے۔ درویش فقیر اسے کہتے ہیں ہے دنیا میں ہدیے یا کسی اور صورت میں جو کچھ بھی عطا ہو، وہ اسے اللہ کے لیے خرچ کر دے۔ اگر اسے دن کو کچھ عطا ہو تو وہ رات کے لیے ایک پیچہ بھی، پچا کر دے کرے اور اگر رات کو عطا ہو تو دن کے لیے کچھ پچا کر دے رکھے بلکہ اللہ کی راہ میں صرف کر دے۔ فقیر درویش کو صاحبِ تصرف ہونا چاہیے۔

❖ فرقانی اللہ سے کہتے ہیں جو حنفی تعالیٰ کی توحید میں اس قدر غرق ہو چکا ہو کہ اسے اللہ تعالیٰ کی حاجت بھی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کی حاجت اسے ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے چدا ہو۔ پس (الله تعالیٰ کے ساتھ) یکتا اور یک وجود ہو جانا چاہیے۔

❖ فقیر درویش را بختاد جان است بہر جانی ہزاران جاؤ دان است ترجمہ: فقیر درویش کی ستر جانیں ہوتی ہیں اور ہر جان میں ہزاروں جاؤ دان زندگیاں ہوتی ہیں۔

❖ جان لے کے فقیر عاشق اللہ تعالیٰ کا راز ہے۔ جو اس راز کو پہنچان لیتا ہے وہ اس راز کو حاصل کر کے اس راز کا راز ہو جاتا ہے۔ جو اپنے سر

کو پہچانے کا طبع نہیں کرتا وہی صاحب میر نہ تھا ہے۔ جو اس سرکار کو فاش کرتا ہے یا اس کا سر لے لیتا ہے۔

✿ جب تک فقیر اللہ سے جدار رہتا ہے وہ حجاج رہتا ہے۔ جب وہ اذاتِ الفقیر فہمہ لہ (جہاں ختم کی تکمیل ہوتی ہے وہی اندھہ) کے مرتبہ پہنچ جاتا ہے تب وہ فرمانِ الہی وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتَمُ الْفَقَرَاءُ (اللہ غنی ہے اور تم فقراء) کے مصدق بن کر إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (بِاللَّهِ الْهُرِيزِ) پر قادر ہے) کے مراتب تک پہنچ جاتا ہے اور تمام طالب و مقصود حاصل کر لیتا ہے۔ اس سے غص اور مروود دنیا جدا ہو جاتے ہیں اور اسے (اللہ کے ساتھ) خلوت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس خلوت پر اسے مبارک باد کہ اب وہ نہ تو خدا ہے اور نہ ہی خدا سے جدا۔ مثلاً جب آئینہ روپ روہو ہوتا ہے تو چہرہ آئینہ چہرہ میں ہو، ایک ہی بات ہے یا جس طرح بارش کا قطرہ جب دریا میں گرے تو قطرہ نہیں رہتا بلکہ دریا ہن جاتا ہے۔

✿ اگر فقیر اللہ کی ذات کے سوا کسی اور چیز کو پانی سمجھے یا کسی جائے نشست یا رہائش گاہ کو اپنی ملکیت سمجھے تو وہ مطلق کافر ہو جاتا ہے۔ اس نے فقیری اور درویشی سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا۔

✿ جان لے کر فقیر و قائم کے ہیں۔ دنیا کے تارک اور دنیا سے فارغ۔ تارک دنیا کوں ہیں اور فارغ دنیا کے کہتے ہیں؟ تارک دنیا سے کہتے ہیں جو دنیا بھی کی خاطر فقیر ہے جائے، بیٹا ہر دنیا تارک کر دے لیکن دنیا داروں سے خلوص رکھتا ہو۔ جس وہ تارک دنیا نہیں بلکہ تارک دنیا کا بالادہ اور اس کا مال و دولت اکھا کرنے کے لیے خود کو بیچتا ہے۔ اصل فقر سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا فرمان ہے:

⊗ تَرْكُ الدُّنْيَا لِلَّذِنْ يَا

ترجمہ: یہ دنیا کی خود دنیا کو ترک کرتے ہیں۔

یعنی بعض فقیر دنیا کو پانے کے لیے ہی دنیا کو ترک کرتے ہیں۔

تارک فارغ فقیر وہ ہے جو دنیا اور اہل دنیا و فنون سے تارک ہو چکا ہو، جو بھی نذر و نیاز کی صورت میں اسے ملے سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دے۔ ان صفات کا ماں کفیر سلطان التارکین کہلاتا ہے۔ فقیر جب دنیا سے تکملہ طور پر تارک فارغ ہو جاتا ہے تو صاحب جمعیت ہو جاتا ہے خواہ وہ ایک ہی جگہ ساکن رہے یا ہمیشہ سیر و سفر میں رہے۔ ایسے ہی فقیر کو سلطان العارفین شاہ چاودا فی کہتے ہیں جس کی نظر ہر وقت اللہ تعالیٰ پر رہتی ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ اچھا نہیں لگتا اور دنیا کا مال اس کے لیے کوئی کشش نہیں رکھتا۔ جو کچھ بھی اسے ملتا ہے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہے۔

✿ جان لے کر وہ اللہ ہی ہے جو سائل فقیر کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ فلاں دنیا دار کے پاس جا اور سوال کر، میں نے اسے اپنا خزانہ عطا کیا ہے۔ اگر وہ اس سائل فقیر درویش کو کچھ دیتا ہے تو وہ حاصل میں اللہ کو ہی دیتا ہے اور فقیر کو بھی جو ملتا ہے اللہ ہی دلوتا ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ مجھے اللہ نے نہیں بلکہ فلاں نے دیا ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ تَعْوُذُ بِاللَّهِ مِنْهَا۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ فلاں کو میں نے یہ چیز دی ہے تو

پھر بھی وہ کافر ہو جاتا ہے۔ خدا کی دیتا ہے اور خدا کی دلوں تا ہے۔

قرب دیدار

جاننا چاہیے کہ فقیر کامل ولی اللہ عارف باللہ صاحب تصور اسم اللہ ذات میں بھین (اللہ کو) دیکھتا ہے۔ اسے چل کشی اور جھرے میں خلوت شنی جیسے اعمال اختیار کرنے سے شرم آتی ہے کیونکہ چل کشی ریا کا رانڈا مل ہے جس سے نفس مظبوط ہوتا ہے اور خلوت شنی میں خطرات شیطانی کا خلل ہوتا ہے۔ مخفی کامل کو کیا ضرورت کہ وہ اس طرح کی کسی بھی بیز میں مشغول ہو کیونکہ وہ تو دنیا، نفس اور شیطان لصین پر غالب ہوتا ہے۔

زیر قدم فقر نجت بکران قدم فقر بر سر شاد جہاں
فقر راز حق بحق یاد بحق در مطالع فقر لوح دل یک در حق ترجمہ فقر (یعنی فقیر) کے قدموں تسلیم خزان ہے۔ فقر کا قدم جہاں کے بارشا ہوں کے سر پر ہے۔ فقر راز حق ہے اور فقر کے مطالع میں دل کی حنفیت ایک در حق ہے جس میں اگر حق لکھا ہو تو حق مل جاتا ہے۔

دیدار بخش خود

عارف باللہ صاحب نظر فقیر کی بھی دو اقسام ہیں، اول معرفت صفات اور درجات کا تماشہ میں اور دوم معرفت ذات کا تماشہ میں، مشاہدہ حق کرنے والا، معرفت الہی سے مشرف ملازم مولی۔ معرفت ذات کے حصول سے مراد فنا فی بال اللہ ہونا ہے۔

فضل اللقا

جب عارف باللہ معرفت الہی کو پہنچ جاتا ہے تو اس پر صین و عیان مخالف ہو جاتا ہے، جو کچھ دیکھتا ہے میں بھین دیکھتا ہے۔ صاحب عیان ہر وقت حضوری میں رہتا ہے۔ قرب و معرفت الہی سے ہزاروں ایسی تجلیات اس کے دل پر وار ہوتی ہیں کہ اگر ان کے نور کا ایک ذرہ دونوں جہاں پر پڑ جائے تو نابود کروے لیکن عارف عیاں ہر وقت ہل من مزیدیں ہی پکارتا رہتا ہے۔

اے طالب! ”صادق فقیر“ کی شاخٹ بتاتا ہوں جس سے تم کو علم ہو جائے گا کہ حقیقی فقیر کون ہے۔ حقیقی فقیر کی شاخٹ تین سبب سے ہے اول با ادب ہو، دوم با حیا ہو، سوم محبت الہی میں غرق ہو اور قیر اللہ کی محبت اس کے دل میں نہ ہو۔

تحقیق برہنہ

عارف باللہ اگرچہ ظاہری عالم نہیں ہوتا اور نہ تی ظاہری سم پڑھتا ہے لیکن ایم اللہ ذات کی برکت سے ظاہری اور باطنی علم میں عاجز نہیں رہتا۔

کلید التوحید خورد

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان پا ہنور حمت اللہ علیہ درویش اور فقیر کے مرتبہ میں فرق بیان فرماتے ہیں اور اسی فرق کو مد نظر رکھ کر درویش اور فقیر کے بارے میں آپ کے فرمودات کا مطالعہ کیا جائے لیکن جہاں "فقیر درویش" کی اصطلاح اکٹھی استعمال ہوتی ہے وہاں پر فقیر اور درویش کے مراتب کا مکتاہ بونا مراد ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

جو بھی کسی درویش کی نظر میں مقبول ہواں کے مراتب عرش سے اوپر ہو گئے۔ درویش اور فقیر (انسان کامل) کے مراتب میں کیا فرق ہے؟ مراتب درویش یہ ہیں کہ لوح محفوظ ہمیشہ اس کی ظاہری آنکھ کے مطالعہ میں رہتی ہے۔ ایسے مراتب والے کو مجنم کہتے ہیں لیکن وہ نجوم تک رسائی کے مرتبے پر ہے جبکہ فقیر کا مرتبہ فنا فی اللہ ہے جو حق و نیقوم کی توحید میں غرق ہونے کا مرتبہ ہے۔

"فقیر درویش" اسے کہتے ہیں کہ اگر وہے زمین کا سارا مال و محتاج اسے دے دیا جائے تو اسی وقت راہِ خدا میں صرف کردے جیسا کہ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے۔

شمس العارفین

صاحب باطن عارف باللہ ہر لمحہ حضوری میں غرق ہو کر اللہ تعالیٰ سے کلام آرتا ہے۔

اسرار قادری

اکم اللہہ ذات کا ایک مرتبہ توحید ہے جس کی ابتداء انتہا معرفت توحید ہے اور فنا فی اللہ ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ صرف عارف فقیر کو نصیب ہوتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ غوث قطب تمدن طرح کے ہوتے ہیں۔ اول غوث قطب طبقات کی طبقہ میں صاحب توفیق ہوتے ہیں جنہیں "غوث قطب وہ تعالیٰ" کہتے ہیں، ان کے ولایت با ولایت ایک دوسرے سے تعلقات ہوتے ہیں۔ دوم "غوث قطب رب انبیٰ" جو حقیق رفیق ہوتے ہیں، جو قبر سے باہر نکل کر جسم جان اختیار کر لیتے ہیں اور جو قبر سے روح کو نکال کر جسم میں داخل کر سکتے ہیں۔ وہ دنیاۓ فنا کے شور و غونما سے فارغ ہمیشہ معرفت خدا کے اشتغال میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کی حالت عظیم فرشتوں جیسی اور ان کا مرتبہ صفت کریم کا ہوتا ہے۔ وہ خود کو گنما رکھتے ہیں اور خلقت میں ظاہر نہیں ہوتے بلکہ وہی طور پر احوالت میں حضوری میں ہوتے ہیں۔ تیسرا "غوث و قطب صاحب تحقیق" جو توحید کے دریائے عیقیں میں غرق ہوتے ہیں انہی کو حقیقی فقیر (انسان کامل) کہتے ہیں۔ ان کے وجود سے حق ظاہر ہوا ہے اور وہ حق کو حق میں لے گئے ہیں۔ وہ حقیقت کے حق فنا فی اللہ حق اور بقا بالله حق میں بقاوائے ہیں، وہ قدرت بھانی، معمشوق رہانی حضرت شاہ عبدالقاوی جیلانی (غوث الاعظم) ہیں۔

جو فقیر موت سے زندہ ہو گیا (یعنی موت تو اقبل آن موت تو امر نے سے پہلے مر جاؤ کے مقام سے لے رکھا ہو) وہ تحقیق سے وہی طور پر محمد رسول اللہ

- صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کی حضوری سے نشرف ہو جاتا ہے۔ یہ مراتب مسروری قادری جامع العلوم مقام تی و قوم میں فتنی اللہ فقیر کے ہیں۔
- ❖ جو فقیر تصویر اسم اللہ ذات سے غرقی حضور ہوتا جاتا ہے اسے مراتب دعوت القبور روحانی سے الہام اور ملاقات کے مراتب حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس مرتب کا حامل فقیر دنیا پر حاکم اور دنیا خییر ہوتا ہے اور اسے جامع المجمعیت کہتے ہیں۔
 - ❖ فقیر میں ایک صفتِ محنتی موجود ہوتی ہے وہ بے خلائق عظیم جس کے متعلق ارشاد ہے تَخْلُقُوا إِلَيْهِ أَخْلَاقِ اللَّهِ (اخلاقِ الہی سے تخلق ہو جاؤ)۔ فقیر میں چاروں صفات صحابہ کیا رسمی ہوئی چاہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا صدق، حضرت عمر فاروقی رضی اللہ عنہ جیسا حسرہ نفس اور عدل، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جیسا حیات و حفاظت اور حضرت علی کرم اللہ وجہ جیسا علم و فقر۔
 - ❖ جاننا چاہیے کہ اعلیٰ فقیر ظاہر میں تو عام لوگوں میں بینجھ کر عام باتیں کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے لیکن باطن میں اسے حضوری حاصل ہوتی ہے۔ جب فقیر بات کرنے کے لیے لوگوں کو جگہش دیتا ہے تو ظاہر کے دیکھنے والے لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے باتیں کر رہا ہے۔ روحانی انبیا اور اولیاء اللہ جانتے ہیں کہ ہم سے باتیں کر رہا ہے۔ موغل ملائکہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے کلام کر رہا ہے، اللہ عز وجل کو علم ہے کہ مجھ سے کلام کر رہا ہے اور حضور پر نور سید یوم النہر احمد بن محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تصویر فرماتے ہیں کہ ہم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ ایسے فقیر کا جسم سورج کی ماں نہ چلتا ہے اور وہ ہر وقت ہر مقام پر صاحب حضور ہوتا ہے۔
 - ❖ جاننا چاہیے کہ فقیر کی زبان سیف الرحمن یعنی اللہ کی تکوار ہوتی ہے۔
 - ❖ فقیر کسی کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ بے نیاز ہوتا ہے کیونکہ وہ وحدائیت اور سزا الہی میں غرق ہوتا ہے۔
 - ❖ فقیر فتنی اللہ کا وجود ہر وقت ہدتِ جلی ہے کیونکہ فقیر میں ذات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور تمام تجلیات اللہ تعالیٰ کے نور سے ہیں۔
 - ❖ فقرا کا وجود اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوتا ہے اور ٹوام کا وجود اربع عنصر سے۔ فقیر جب چاہے اس کا وجود شرعاً ہن جائے یا پانی، ہن کر پانی میں جائے یا ہوا، ہن کر ہوا ہو جائے یا مٹی، ہن کر مٹی میں مل جائے۔

عقل بیدار

- ❖ فقیر جان جہاں ہوتا ہے اور تمام عالم کی حقیقت کو غیب الغیب سے ظاہر کر سکتا ہے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ عارف ہوشیار اور صاحب نظر فقیر کے سینی مراتب ہیں۔
- ❖ کامل فقیر وہ ہے جو ایک دم کے لیے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہو۔ جسے بیویو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری حاصل نہیں وہ فقیر ہی نہیں۔
- ❖ واضح رہے کہ فقیر ہر تصرف کا حامل، ہر توجہ کا مکمل اور ہر تفکر کا مکمل ہوتا ہے اور تمام لاطبع مراتب کا مجموع ہوتا ہے۔
- ❖ فقیر اگرچہ خلقت کے نزدیک جاہل ہے لیکن علم توحیدِ الہی کی بدوات اللہ تعالیٰ کے نزدیک عالم فاضل ہے۔ اسے الہام با الہام، کلام با

کام اور ذکر مذکور میں حضوری حاصل ہے۔

❖ فقیر اگرچہ ظاہر میں محتاج معلوم ہوتا ہے لیکن اصل میں اللہ تعالیٰ کے خواہوں پر تصرف رکھنے والا عارف ولی اللہ اور عالم بالله ہوتا ہے۔

❖ فقیر اسے کہتے ہیں جسے قریب ربی، قلیٰ کی سلطانی، ناظر عیانی، نظر لامکانی اور روحانی کا مرتبہ حاصل ہو۔ اگر وہ لاصوت لامکان میں آ کر دنوں جہاں کی طرف دیکھنے تو وہ اسے رائی کے دانے اور چھپر کے پر کے برادر دکھائی دیں۔ جو فقیر بیشہ لامکان میں دیدار سے مشرف ہے اسے مطالعہ علم اور طالعیجنت سے کیا سر دکارا؟

❖ اگر فقیر مرتبہ چاہے تو اسے قدرت حاصل ہے کہ وہ ظلِ اللہ بن جائے۔

❖ فقیر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معشووق اور اللہ تعالیٰ کا عاشق ہوتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے عاشق ہوتے ہیں۔ یہاں عاشق، معشووق اور عشقی تینوں اکٹھے ہیں۔ جب یہاں وصل کی چیخائش نہیں تو چھپر کی دل! یہ مراتب ان کے ہیں جو فتنی اللہ، فتنی الرسول اور فتنی الشیخ ہیں۔

❖ اہل خنازیر اور لايجتاج فقیر کی نظر میں بہشت بزاری امراء (حضران بلقہ) بلکہ باوشاہ تک فقیر ہیں کیونکہ باوشاہی کی لذت معرفت الہی سے باز رکھتی ہے۔ باوشاہ ہوتا ہے حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ یکبارگی باوشاہت چھوڑ کر قرب معرفت اور فقیر حاصل کر لے اور چھپر باوشاہی کا رخ نہ کرے۔

❖ فقیر اسے کہتے ہیں جسے ندوی اور عزت و مرتبے کی خواہش اور ظلب ہو اور نہ میارات روضہ اور خانقاہ کی طلب کرے بلکہ فقیر وہ ہے کہ نہ موت سے ذرے اور نہ زندگی سے خوش ہو کیونکہ فقیر ان دنوں مرتبوں سے نجات یافتہ ہے اور تو ربانوں ہو کر فتنی ذات ہے۔

حکم الفقراء

❖ فقیر کا دل سمندر اور اس کی نظر موتی کی ماں تھا ہوتی ہے۔

توفیق الہدایت

❖ فقیر وہ ہے جس کی آزمائش کر لی گئی ہو اور وہ معرفت کی انتہا کو پہنچا ہوا ہو۔ اس کی بات قیامت تک رکن ہو۔ اس کی ہر ایک بات کو سن سے ہو۔ جس چیز کو ہونے کے لیے (گن) کہدا ہے ودیر سے یا جلدی بحکم الہی (لکھوں) ہو جائے۔

❖ جو فقیر بیشہ توجید (حقیقت اللہ یا باش) میں غرق ہوتا ہے اس کے باتوں میں وہ چاہی ہے جس سے ہر مشکل کا قفل کھل سکتا ہے۔

❖ فقیر کامل اسے کہتے ہیں جو دو اعمال کا عامل ہو، ایک عمل جانی کا اگر قبرہ و غصب سے کسی کی صورت کا تصور کر لے تو تا وفتیک وہ مرنے جائے خلاصی نہ پائے جیسے منافق، کافر اور علا کا دشمن وغیرہ۔ دوسرا عمل جانی کا اگر کسی کی صورت تصور میں لائے تو جب تک اسے معرفت الہی اور مجلس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ پہنچا لے اسے نہ چھوڑے۔ ان دنوں رفقا کو منظور نظر اُبی کہتے ہیں۔ جوان مراتب کو پہنچ جاتا ہے وہ ذکر مذکور

سے فارغ ہو جاتا ہے۔ اسی کو توفیق مطلق کہتے ہیں۔

❖ فقیر حقیقت میں سلطان ہوتا ہے۔

❖ فقیر صاحب قلب کی علامت کیا ہے؟ یہ کہ بظاہر خاموش ہو یکن وجود میں اس کا قلب قلبی ذکر کی وجہ سے جوش و خروش کرتا ہو۔ اس کی نیند خلوت میں مشرف پر دیدابربت تعالیٰ ہوتا ہو۔ اس کی بیداری نفس کا ترک اور بیزاری ہو۔ اس کا خاتمہ بالظیر، اس کی بحکم برکتیں، اس کا ذکر ذکرِ الہی، اس کا سنتا الہامِ معن الدہ، اس کی نظرِ معرفت پر ہو اور اس کے قلب کو نورِ ایمان حاصل ہو۔ تحریرِ و تفرید کی وجہ سے اس کے قلب کو نورِ حضور اور حضوری حاصل ہو۔

❖ جو شاہِ عین العین "ساکنِ الحوتِ الامکان" ہے وہ ہمیشہ ذاتِ ربِ بیت کے مشہدوں میں غرق رہتا ہے۔

❖ فقیر قادری فنا فی اللہ ہوتا ہے اور باطن صفا ہوتا ہے۔

❖ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَلَهِ الْعَقِيْلُ وَالْتَّشَعُّـُ الْفَقَرَ آم (سرہ محمد۔ 38) ترجمہ: "اللہ تعالیٰ غمی ہے اور تم فقراء ہو۔" جب فقیر اس مرتبہ پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ لا یحتاج اور بے نیاز ہو جاتا ہے (اسے غمی فقیر کہتے ہیں)۔

❖ مجد و ب عارف باللہ ہمیشہ مشاہدہ حضور میں رہتا ہے۔ اس کا وجود سے لے کر پاؤں تک نور کا لباس پہنتا ہے اور نفس قلب کا لباس پہنتا ہے، قلب روح کا اور روح نیز کا۔ پھر اس کا نوری وجود نورِ محمدی کے حضور میں پہنچ جاتا ہے اور نفس، قلب اور روح سے خطاب اور عتاب اللہی لیا جاتا ہے۔ بعد ازاں اس کا نوری وجود نورِ محمدی سے نورِ اللہ کی تو حیدر میں پہنچ جاتا ہے اور فخر کے مراتب حاصل کر لیتا ہے۔ وہ معرفت فقر کو اپنا رہنیں با توفیق بنالیتا ہے اور ما سوئی اللہ تعالیٰ سب سے کنارہ کش ہو جاتا ہے، نفس بد نصال کو قتل کر داتا ہے اور دلوں جہاں کو پشت ناخن پر دکھ لیتا ہے۔ جس شخص کے یہ اوصاف ہوں آسے لکھنے پڑتے اور قلم پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ بس ما سوئی اللہ ہوں۔ یہ مراتب آن کے ہیں جو عارف باللہ فنا فی اللہ ہیں۔

❖ فقیر وہی ہے جسے طاہری و باطنی اصراف و تحقیق حاصل ہو پھر بھی زندگی فقر و فاقہ میں بس رکھے۔ اس فقر و فاقہ میں اسے لذت، ذوق اور مزا آئے اور اہل دنیا کے دروازے پر کسی حاجت کے لیے نہ جائے۔ اگر دنیا دار کے دروازے پر جائے تو نگاہ سے ان کو پاک کرے۔

❖ دنیا میں سب سے برا مرتبہ بادشاہی ہے لیکن فقیر عارف باللہ اس کمینہ اور کمتر مرتبے کی طرف رکھا بھی نہیں کرتا۔ بارہ ہزاری امیر یا وزارت و فیرہ فقیر کی نگاہ میں حضرت مراتب ہیں۔

❖ ارشادِ نبوی ہے "اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق زمین کی مٹی سے پیدا کیے۔" اس لئے فقیر کو جمعیت، تباہیت اور بہایت حاصل ہوتی ہے۔ وہ لا یحتاج بے حرمس، بے حسد، بے کبر، بے طمع اور بے ریا ہوتا ہے۔

❖ "بیعنِ العین فقیر" کی نگاہ مقام ازل، مقامِ ابد، مقامِ دنیا، مقامِ عینی، حور و قصور اور جنت سے گزر کر اقامہ الہی سے مشرف ہونے کے مقام پر جا ہمہری ہے اور وہ دیدارِ الہی کے سوا کسی جیز کی طرف نہیں دیکھتا۔

طرفة العین (جھٹ الاسرار)

- ❖ جب فقیر مرتا ہے اور قبر میں مکرر کیس سے سوال پوچھنے کے لیے اسے اٹھاتے ہیں تو فقیر فاتی اللہ بقاۃ اللہ کی پیشائی پر اسم اللہ اور اس کے دلوں ہاتھوں میں سے دائبے ہاتھ پر اسم فہرست پکنے لگتا ہے۔ جب فرشتے یہ حال دیکھتے ہیں تو وہ شست زود ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں ”اے مرد صالح! اللہ تعالیٰ تھے دلوں جہانوں میں خیر کی شیر عطا فرمائے، تو نبی دہن کی مانند اپنی قبر میں آرام سے سو جا۔“
- ❖ حدیث قدسی میں فرمان باری تعالیٰ ہے ”بیٹک میرے وہ دوست بھی ہیں جو میری قباکے نیچے پھپھے رہتے ہیں، انہیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔“ پس قبایل اللہ فقیر کے (ظاہری و باطنی) وجود کو چادر کی طرح ڈھانپ لیتی ہے اور اس کا قاب بھی قلب ہو جاتا ہے۔ ہر دوست ور مفزوہ پوست (اس کے غاہرو بالمن میں ایک ہی ذات (خود) جاوہ گر ہوتی ہے)۔

امیر الکوئین

- ❖ درویشوں کی صحبت ہی کمیا گری کا خزانہ ہے۔ جو درویشوں کی صحبت سے خزانہ الہی نہیں حاصل کرتا وہ خراب حال ہو کر بیویش پر بیان رہتا ہے۔
- ❖ درویشوں کا مکروہ یا آخرت میں خراب حال ہو کر پر بیان رہتا ہے۔
- ❖ غوث و قطب امراء کی مشیں جبکہ مغرب حق فقیر بادشاہ کی مشیں ہوتا ہے۔
- ❖ فقیر اسے کہتے ہیں جو بقاۃ اللہ ہو چکا ہو، اس نے خود کو اللہ کی ذات میں فاکر کے حیات ابدی پالی ہوا وغیرہ ماسوئی اللہ سے نجات پا کر خود پر اللہ کا اثبات کر لیا ہو۔ اس کے لیے زندگی اور موت کے مراتب برابر ہوں۔ یہ فقیر صاحب نظر کا مرتبہ ہے
- ❖ فقیر عارف بالله فیض پر بکران ہوتا ہے۔ وہ روشن ضمیر، فنا فی اللہ فقیر اور صاحب کیما نظر ہوتا ہے۔ اس کا باطن پاکیزہ ہوتا ہے اور وہ بیویش مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتا ہے۔ وہ علم ظاہر و باطن اور تفسیر کا باتا شیر عالم ہوتا ہے جسکی توفیق اے اسم اللہ ذات کے تصور سے حاصل ہوتی ہے۔ اسم اللہ ذات سے حاصل ہونے والی حضوری اسے تصرف، توجہ، تکفیر اور تحقیق عطا کرتی ہے جس کے بعد دلوں جہان اس کے ایک ہاتھ کی مٹھی میں دانہ اسپند کے برابر نظر آتے ہیں۔ اس کا وجود زندہ ہو جاتا ہے اور وہ دلوں جہان کا نظارہ ناخن کی پشت پر دیکھتا ہے۔

- ❖ عارف بالله لا ہوت لا مکان میں اللہ کے قرب اور اس کے ساتھ بھاگی بدولت اللہ کا بے تحاب دیدار کرتا ہے۔ ایسے عارف بالله کو نسل نماز پڑھنے اور استخارہ کرنے کی کیا ضرورت۔ وہ عارف ولی اللہ عالم بالله جو معرفت تو حیدا اور وصال حق میں غرق ہوا سے فال نکال کر لوگوں کے حالات بتانے کی کیا حاجت۔ کل و جز کے تمام علوم اس کو حاصل ہوتے ہیں اور جو کچھ لوچ مخفوظ پر تحریر ہوتا ہے وہ عارف بالله پر روشن، واضح، معلوم اور مکشف ہو جاتا ہے۔

❖ فقیر عارف باللہ وہ ہے جو فنا فی اللہ ہوا راستے قربِ رحمٰن حاصل ہوا اور وہ لا صوت لا مکان میں رہنے والا ہو۔ جو بے سر حضوری میں جا کر اللہ تعالیٰ سے بے زبان کام کرتا ہو اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھیٹھ حاضر رہتا ہو۔ اگر کسی کو فقیر کی راہ پر چلنے سے معرفت اور قربِ الہی حاصل نہیں ہوتا تو وہ فقیر کی راہ سے آگاہ ہی نہیں۔ فقیر حضوری کی راہ ہے اور راہِ حضوری میں مشابہہ حضوری گواہ ہے کیونکہ فقرِ اللہ کی نظر میں منظور ہوتا ہے۔ یہ اسرارِ الہی کی انتہا کو جانتے گی راہ ہے جو روح پر نازل ہوتے ہیں اور انہی کا اعزاز ہیں کہ وہ اسرارِ الہی کے مقام پر پہنچ ہوتے ہیں جو کہ مطلق توحید کا مقام ہے اور یہ مقام طبقات اور تخلیق سے پاک ہے۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوں۔

❖ معرفت کا گواہ قربِ الہی ہے اور عارفین کے لیے راہِ حضوری ہے جس میں ان کی نگاہ دیدارِ الہی پر ہوتی ہے اور وہ ہر طریقہ طریقت سے آگاہ ہوتے ہیں۔ یہ سلطانِ العارفین کے مراتب ہیں جو دونوں جہاں میں فقیر کے بادشاہ ہیں۔ ہر اس شخص کو معرفت حاصل ہے جس نے حضوری سے دیدار اور قربِ الہی کی لذتِ پچھی ہوا اور اپنی آنکھوں سے ہر شے کو عینِ دیکھتے ہوئے معرفت تک پہنچ گیا ہو۔ راوی معرفت گفتگو اور سوال پوچھنے میں نہیں بلکہ دیدار میں ہے۔ عارف کی آنکھ دائی دیدار پر ہوتی ہے۔ دیدارِ الہی کے سوا کچھ دیکھنا اس کے نزدیک مردار ہے۔

محبتِ الاسرار

❖ کامل فقیر کی آنکھ میں انعامِ عمر کی عبادت سے بہتر ہے۔

❖ فقیر کی آنکھ میں انعامین ہے۔ فقیر کا دل دائی حضوری کی بدولت بیتِ المعمور اور مدینۃ النّبَاب ہے۔ فقیر کا سینہِ علمِ لدّنی کی وجہ سے سدرہِ انسٹی ہے اور فقیر کا پاؤں عرش پر ہے۔ فقیر کا مطالعہ کلپی باللہ (مرے لیے اللہ کافی ہے) ہے۔ فقیر ایسا عاشق ہے جو سویں پر چڑھا ہوا ہو۔ فقیر کی ابتداء روز ازال ہے۔ فقیر کی نظرِ ابد پر ہے۔ فقیر دیا کو فنا فی اللہ کو باقی دیکھتا ہے اور دونوں جہاںوں سے قطعِ تعلق کر لیتا ہے۔

محکِ الفقر کالاں

❖ عارف باللہ فنا فی اللہ صاحب ولایت کا مکمل فقیر وہی اللہ ساتِ چیزوں سے اطلاق رکھتا ہے یعنی تصور، تکریر، مراقب، توجہ، حجم، خیال اور عقل مل۔ یہ ساتِ چیزیں دربارِ حق تک پہنچانے والی سواری کی مثل ہیں۔ جب وہ دربارِ معلّقی کے اندر جاتا ہے تو اپنی سواری کو باہر دروازے پر پھوڑ جاتا ہے۔ اندر اسے حضورِ حق سے حکم ہوتا ہے کہ دنیا میں جا کر چند روز تماشا نے دنیا ویکھو لہذا جب وہ بارگاہِ حق سے باہر آتا ہے تو اپنی سواری پر سوار ہو کر مقامِ نسوانیت میں اربعہ عنابر کے جسم میں واپس آ جاتا ہے۔ یہ ساتِ چیزوں میں جس کسی کے تابع ہو جاتی ہیں جہاں بھر کی ساتِ ولاستیں اور وہ زمین کی ہر مخلوقِ حکمِ الہی سے اُس کے تابع ہو جاتی ہے۔ ان ساتِ چیزوں سے اولیائے اللہ کے وجود میں ساتِ نورانی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور جب یہ نوری صورتیں حکمِ الہی سے جنمیں کرتی ہیں تو ہر نوری صورت سے ہر یہ ستر ہزار نوری صورتیں ملکہ ہزار اس ہزار بے شمار نوری صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو روزے زمین پر نہیں ساتی ہیں۔ کاملین کی یہ راہِ اسمِ اللہ ذلت کی برکت سے ہے۔ ایسے ہی فقیر کو ”لایتحاج فقیر“ کہتے ہیں۔

اگر تو ستر ہزار صاحب طریقت ذاکروں کو جمع کر لے تو وہ ایک صاحب مذکور اہل حقیقت کے مرتبے کوئی بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اگر تو ستر ہزار صاحب مذکور و صاحب الہام اہل حقیقت کو جمع کر لے تو وہ ایک صاحب معرفت عارف باللہ تعالیٰ اللہ کے مرتبے کوئی بھی نہیں سمجھ سکتے اور اگر تو ستر ہزار صاحب معرفت عارف باللہ تعالیٰ اللہ کو جمع کر لے تو وہ ایک معموق الہی عارف بۃ باللہ کے مرتبے کوئی بھی نہیں سمجھ سکتے کہ بقا باللہ کا مرتبہ اس تو جید پرست کا حصہ ہے جو غرق فی الوحدت و غرق فی النور ہو کر دونوں جہان میں زندہ جاوید ہو جاتا ہے اور صاحب معرفت ہو کر قرب حضور میں بنا حاصل کر لیتا ہے۔ یہ رابطہ لامکان ہیں جو کسی کے دہم و فہم میں نہیں ہائیکے کہ ان کی کوئی حد ہے نہ حساب۔ جو آدمی اس مرتبے پر بھی جاتا ہے وہ فقیر ہے ورنہ گراس بار اور کوچشم نہیں ہے۔

ہر محفل، ہر شہر اور ہر سنتی ان درودیوں کے قدموں کی برکت سے قائم ہے۔ فقر کا چنانچہ نہ اور سیرہ صفر میں کوہ ہناء حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ حضور علیؑ اصولۃ والسلام کا فرمان ہے:

فَقِيلَ لِكَيْمٍ لَا يَخْلُوا عَنِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: حکیم کا کوئی فضل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

فقیر کا قدم، فقیر کا کلام، فقیر کی توجہ، فقیر کا دھم، فقیر کا قہر، فقیر کا التفات اور فقیر کا فیض پانچ حکمتوں سے خالی نہیں ہوتا کہ اس کی اصل وصل اسم اللہ ذات پر قائم ہے اور فقیر کا حال ہر قسم کے دبال سے پاک ہوتا ہے۔

علام اور فقرا میں کیا فرق ہے؟ علام صاحب ادب، صاحب شرع اور وارث الانبیا میں اور فقرا اتارک فارغ، صاحب ذکر نگر، صاحب معرفت، وارث فقرا اور وارث خلق محدثی ہیں۔ وہ ہر وقت معیت حق تعالیٰ میں غرق رہتے ہیں۔ علمارات دن علم کے مطالعہ، اس کی سحر اور قیل و قال میں مصروف رہتے ہیں اور فقرا اشتغال اللہ میں غرق ہو کر اللہ تعالیٰ کے دائیٰ وصال میں مسرور رہتے ہیں۔ علم و عالم کا مرتبہ بہندی ہے۔ اس مرتبے کا حامل صاحب مذکور ہے۔ فقیر متنیٰ مرتبے کا مالک ہوتا ہے، وہ صاحب مع اللہ حضور ہوتا ہے۔

عارف باللہ فقرا ہر وقت خاموش رہتے ہیں لیکن ان کی زبان گوگی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ہر وقت اپنے پروردگار کے خفیہ ذکر میں غرق رہتے ہیں۔ وہ اپنے رب کے قرب و علیت و بیت و معرفت و ادب کی وجہ سے ہر وقت خاموش رہتے ہیں کہ خاموشی سے مراتب معرفت بڑھتے ہیں اور قیبات اٹھتے ہیں جس سے عارف باللہ پر ہر مقام کا مشابدہ کھل کر واضح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن اُسے مزہ دیتا ہے اور تلاوت قرآن سے اُسے لذت حاصل ہوتی ہے اور وہ غرق فی اللہ ہو کر انوار و تجلیات الہی کی حلاوت سے مستفیض ہوتا ہے۔ ابتدائی مرتبہ تلاوت قرآن ہے اور انتہائی مرتبہ تلاوت قرآن ہے۔ گویا قرآن کے ہر ایک حرف سے دشمنان خدا نفس و شیطان کو تیر گلتے ہیں اور وہ رنجی ہو جاتے ہیں۔ جب عارف باللہ تصور اسم اللہ ذات میں غرق ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں نفس و شیطان کو دفع کر کے ان کے سر تن سے جدا کرتا ہے اور ان کی تشویش و مخاربہ و دشمنی سے مامون ہو کر مُؤْمُنُو اَقْبَلَ آنَّ مُؤْمُنُو (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کا مصدق این جاتا ہے۔ استغراق بھی دو قسم کا ہے، ایک اسم اللہ ذات کا استغراق اور دوسرا مجلس محمدی صلی اللہ علیہ و آله وسلم کی حضوری کا استغراق۔ صاحب ذات کے

لیے لذات بھی حباب ہیں اور مراتب طبقات بھی حباب ہیں اس لیے عارف کی دو حالتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ وہ خاموش رہتا ہے کہ من غرف رئیہ فقہ کل لیسانہ (جس نے اپنے رب کو پہچان لیا ہے تک اُس کی زبان گوئی ہوئی) اور دوسرے وہ ہر وقت ذکر اللہ میں غرق رہتا ہے کہ فرمان حق تعالیٰ ہے:

♦ وَإِذْ كُرِّمَ أَشْمَمْ رَبِّكَ بِكُرْبَةً وَأَصْبَلْمَا (سورۃ الدحر، 25)

ترجمہ: اور صبح و شام اپنے رب کے نام (اسم اللہ) کا ذکر کریں۔

اس سے مراد وہ ذکر ہے جو من اور زبان بند کر کے خیز طور پر دل میں کیا جاتا ہے۔ اس کا تعلق تصدیق دل سے ہے۔

♦ عارف باللہ کی روح بھی نور ہوتی ہے اور بزر بھی نور ہوتا ہے کہ اس کا تعلق اسرار نور سے ہوتا ہے۔ عارف باللہ جب بھا حاصل کر لیتا ہے تو یہ تک وہ اپنے رب کو بھا سے پہچان لیتا ہے۔ اس کے بعد اس کے وجود میں ہوس رہتی ہے نہ طلب و محبت طالب و مرید رہتی ہے۔ عارفان باللہ کے سبی وہ مراتب ہیں کہ جن پر حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا اور حضرت بازیزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فائز تھے۔ کیا تجھے ابھی تک اتنی مشناخت حاصل نہیں ہو سکی کہ تیرے وجود میں نفس بیزید ہے اور روح بایزید ہے۔ جو بیزید کا دوست ہے وہ بازیزید کا دشمن ہے۔ اہل دنیا بیزید ہیں اور صاحب فخر محمدی بایزید ہے۔ اس راہ کا کامل مرشد وہ ہے جسے رفاقت حق حاصل ہے اور وہ راہ اسم اللہ و مسکی اور رفاقتی اللہ بقا باللہ مشاہدہ تو توحید، استغراق مع اللہ اور حق حضور نبی کو رکے علاوہ اور کوئی راہ نہ جانتا ہو اور ذکر کرنا ہو۔

♦ مذکور طلب چ خواہی از ذکر ایں اسے ہم خلاصہ فلر

ترجمہ: تو ذکر سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟ تو فقط انہی کو روک طلب کر کے سب انکار کا خلاصہ اسی کی ذات ہے۔

♦ درمیانے درجے کا تکروہ ہے کہ جس سے ذکر سلطانی پیدا ہوتا ہے ہے بیر بزر، مشاہدہ نورانہ مطلق رحمانی کہتے ہیں۔ اس نظر میں سب سے پہلے وہ ذکر کھلتا ہے جس سے سات والا نکون کی باوشاہی باتحاذ آتی ہے۔ اس کے بعد ذکر سلطانی (ح)، کھلتا ہے جس کا ذکر سلطان العارفین، سلطان اوصالین، سلطان الصابرین، سلطان العاطلين، سلطان العاشقین اور سلطان الذکرین کہلاتا ہے۔

♦ جو فقیر چار انکار یعنی فکر ازال، فکر ابد، فکر دنیا، فکر عقیلی، چار اذ کار یعنی ذکر زبانی جو محل عادت ہے، ذکر قلبی جو ارادت ہے، ذکر روحی جو عبادت ہے اور ذکر بزری جو میں سعادت ہے، چار دمون یعنی دم ناسوت، دم ملکوت، دم جبروت اور دم لاہوت، چار نسوان یعنی نفس امارہ، نفس ملہمہ، نفس اوابہ اور نفس مطمئنہ، چار مقامات یعنی مقام شریعت، مقام حقیقت اور مقام معرفت میں سے ہر مقام کو طے کر کے پہنچت نہیں ذال دینا، ہر ایک کو بھلانہیں دین، اپنارغ نور اللہ کی طرف کر کے غرق نہانی اللہ، نہانی فنا، نہانی بقا اور مخمور نہیں ہو جاتا اور مراتب قرب و وصال حاصل کر کے میں بعض صاحب حضور نہیں ہو جاتا اسے فقیر نہیں کہا جا سکتا کہ ابھی تک اُس میں "ہم اور میں" کی بوسائی ہوئی ہے۔

♦ فقیر کی نظر میں غاک و سونا برابر ہوتا ہے کہ اس کا قدم اس خزانے پر ہوتا ہے جو اسے مشقت کے بغیر حاصل ہوتا ہے۔ حضور علیہ اصلوۃ

والسلام کا فرمان ہے ”فقر کو سوائے اللہ کے کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی۔“ فقیر درویش میں پانچ حروف سے پانچ حصلتیں یا کی جاتی ہیں، حرف 'ا' سے اللہ، بس، حرف 'ب' سے برکت کامل، حرف 'ت' سے ترک، حرف 'ث' سے ثابت قدم، حرف 'ج' سے جہالت سے پاک اور حرف 'ح' سے حلاوت نہیں دینا نفس کو۔ لنس آدمی کے وجود میں غالباً چیز ہے اور اسے غالباً تکواری سے قتل کر۔ غالباً تکوار ذکر کر خیہ ہے۔ خیہ ذا کر رونی اس جہان کی کھاتا ہے اور کام اُس جہان کے کرتا ہے۔

❖ عارف باللہ فقیر سے معرفت الگی اور مشاہدات تجلیات انوار الہی کے مراد ہر گز پوشیدہ نہیں رجھ کے عارف باللہ فقیر رونی خمیر، کیسا ناشر، بالصریحی اور صاحب دیدہ و حق رسیدہ ہوتا ہے، وہ نادیدہ نہیں ہوتا۔ جو آدمی خدا کو پہچان کر عارف باللہ ہو جاتا ہے وہ خود کو اسم اللہ میں چھپا کر تو حیذات میں غرق ہو جاتا ہے۔

❖ شریعت سے ہت کر ہر راہ خداست دوڑی اور قبر محمدی کی راہ ہے جو سراسر استدراج و گندگی ہے خواہ کوئی مخلوق کے سامنے کیسا ہی دعویٰ و مظاہرہ کرتا پھرے۔ چنانچہ سیدنا غوث العظیم پیر دشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا ”خداوند! عشق کیا چیز ہے؟“ جواب ملا ”عشق دو ہے جو ہر ما سوئی اللہ کو جدا کر رکھ کر دے۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ”عشق ایک آگ ہے جو دل سے ہر خیال غیر کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔“ یہ دو راہ ہے جسے صرف ”عارف باللہ فقیر“ کی اختیار کرتا ہے۔ عارف باللہ فقیر کو دامن صاحب معراج کہ جاتا ہے کہ وہ کسی وقت بھی معراج سے فارغ نہیں ہوتا چنانچہ وہ نماز میں صاحب معراج ہوتا ہے، ذکر فکر اور حلاوت قرآن میں صاحب معراج ہوتا ہے اور استغراق نور اللہ میں صاحب معراج ہوتا ہے۔ اصلی معراج دو قسم کی ہے، ایک معرفت الگی کی معراج ہے جس کا تعلق دل کی حضوری سے ہے، یہ مطلق راز الہی ہے۔ دوسری معراج بالائے عرش ہے جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متذکر و سرفراز و مخرب ہوئے۔

❖ غوث و قطب بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک غوث و قطب وہ ہیں کہ جنہیں ریاضت کے ذریعے مراد طبقات حاصل ہو جاتے ہیں اور دوسرا غوث و قطب وہ ہیں کہ جن پر اسرار اذات کھل جاتے ہیں۔ انہیں یہ مراد تصور اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتے ہیں۔

❖ جان لے کر صاحب طبقات و مقامات غوث و قطب اور ہیں، صاحب درجات و صاحب نام و ناموس غوث قطب اور ہیں، صاحب غرق من اللہ ذات غوث و قطب اور ہیں، اہل تحریر و تفسیر غوث و قطب اور ہیں، پیر غوث و قطب اور ہیں، امیر غوث و قطب اور ہیں، فقیہ اللہ فقیر غوث و قطب اور ہیں اور اہل وحدت واحد غوث و قطب اور ہیں جو فردانیت کے مقام پر معیت حق میں غرق ہو کر ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں۔ انہیں اولیائے اللہ کے دفتر میں سر اولیاء اللہ کہا جاتا ہے، ان کے متعلق حدیث قدیم میں فرمان حق تعالیٰ ہے ”بے شک میرے وہ دوست بھی ہیں جو ہمیزی قباقے نیچے چھپے رہتے ہیں، انہیں میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔“

❖ جو آدمی دریائے معرفت نوش کر کے عارف باللہ ہو جاتا ہے اور بابِ شریعت پہن کر علم المیتین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے وہ سورج کی مش ہو جاتا ہے کہ سورج جب رات کی تاریکی میں داوب جاتا ہے تو صبح صاؤق کا امیدوار ہوتا ہے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اُس کی روشنی سے رات کی تاریکی و ظلمت ختم ہو جاتی ہے اور ہر چیز رونی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عارف بالشیعین المیتین کے مرتبے پرانچ کر حق المیتین کے مرتبے کا

امیدوار ہو جاتا ہے۔ اُس کے وجود سے باطل مٹ جاتا ہے اور وہ علم الیقین اور عین الیقین سے آگے بڑھ کر حق الیقین کے مرتبے پہنچ جاتا ہے جہاں اُسے یقین حق حاصل ہو جاتا ہے، وہ حق کو بیچان لیتا ہے اور حق کو پالیتا ہے۔ یہاں پر اُسے مطلق "عارف ختم الفقرا" کہتے ہیں کہ وہ مقام رضا و قضاۓ کل کر فنا فی اللہ بتا باللہ ہو جاتا ہے۔

جو آدمی فن حاصل کر لیتا ہے وہ بقا تک پہنچ جاتا ہے اور جو بقا تک پہنچ جاتا ہے اُس کا سارا وجود اور ہو جاتا ہے، پھر وہ اپنے اندر خود کو نہیں دیکھتا کہ خود پرستی سے بڑا گناہ کوئی اور نہیں۔ جو آدمی مقام سر زے آگاہ ہو جاتا ہے وہ ورقی دل کے مطابع میں مشغول ہو جاتا ہے جس سے ہر مقام کا مشاہدہ اُس پر کھل جاتا ہے۔ یہ إِذَا تَحَدَّدَ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ کا مرتبہ ہے اور اس مرتبے کا فقیر بلند پرواز شہیاز کی حشیش ہوتا ہے۔ جب صاحب جمیعت طالب ذکر فکر کی حد سے اس مرتبہ کمال پر پہنچتا ہے تو وہ صاحب کیمیا انظر ہو جاتا ہے اور اس کی انظر میں کیجاںے اسکریکی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے فقیر کو "صاحب جمیعت لا یحتاج فقیر" کہتے ہیں۔ جو آدمی جمیعت دعوت حاصل کر لیتا ہے وہ صاحب فکر کہتے ہیں۔ جب وہ دعوت پڑھتا ہے تو اُس کا ہر دنیٰ و دنیوی کام ایک ہی دم میں اور ایک ہی قدم پر ہو جاتا ہے۔ اسے بھی با جمیعت لا یحتاج فقیر کہتے ہیں۔ جس فقیر کو اسلام اللہ ذات کے تصور و تصرف کی جمیعت حاصل ہو جاتی ہے اُسے "ختم الفقر فقیر" کہتے ہیں۔ وہ جس کام کے لیے زبان کھولتا ہے وہ کام فوراً ہو جاتا ہے۔

عارف پانچ ختم کے ہوتے ہیں: عارف ازل، عارف ابد، عارف دنیا، عارف عشقی، یہ چاروں عارف خام ہیں کہ اہل مراتب و طبقات ہیں۔ پانچوں اس عارف باللہ ہے جو فقیر کے مرتبہ کمال پر فائز ہوتا ہے۔ اسی کے متعلق حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: إِذَا تَحَدَّدَ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ (جہاں فقیر کی تخلیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے)۔

فقیر اہر بات ہماعت حق سے سنتے ہیں، ہر کلام زبان حق سے بولتے ہیں اور ہر چیز نگاہ حق سے دیکھتے ہیں۔ حضرت قلبی سلطان با خور حمت اللہ علیہ کے پنجابی ایات بھی اس سلسلہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ انسان کامل (مقام وحدت، فنا فی اللہ بتا باللہ اور وصال الہی) کے موضوع پر آپ رحمت اللہ علیہ کے ایات سے انتساب پیش کیا جا رہا ہے۔

عقل فکر دی جاندے کامل، جنتے وحدت بزر بجانی خو
نما اوتحے ملاں پنڈت جوٹی، نما اوتحے علم قرآنی خو
جد آحمد أحد وکھالی وٹی، نما گل ہوئے فانی خو
علم تمام کیتوئے حاصل یاغو، کتابیں سمجھ پ آسمانی خو

مقام وحدت اللہ پاک کا ایک راز ہے، وہاں عقل و فکر کی گنجائش نہیں ہے کیونکہ اس مقام تک رسائی ہی عقل و خروکی حدود سے گزرا کر حاصل ہوتی ہے۔ راہ فقیر میں یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے اس لیے اس منزل تک رسائی کے بعد کسی دوسری منزل ورسوم راہ (ذکر اذکار، حلاوۃ قرآن، علامی راہنمائی) کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں پر جب تم نے احمد کو نیم کا گھوٹکھٹ اور ہے احمد کی صورت میں دیکھا تو احمد کی ذات میں فنا ہو گئے اور

تو حیدور سالت کی حقیقت کو پالیا۔ آخری مصروع میں آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام آسمانی کتب اللہ پاک تک پہنچنے کا راستہ ہیں اور جب احمد تک رسائی ہو گئی تو پھر ان ستابوں کو پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟

اَحَدٌ جَدٌ دُثْتٌ وَكَهْلٌ، اَزْ خُودٍ ہُوْيَا فَانِي خُو
قَرْبٌ وَصَالٌ مَقَامٌ نَّمَزْلٌ، نَّاَنْ اَوْتَهْجَنْ جَسْمٌ نَّجَانِي خُو
نَّ اَوْتَهْجَنْ عَشْقٌ مَجْبَتٌ كَانِي، نَّهْ اَوْتَهْجَنْ كَوْنٌ مَكَانِي خُو
عَنْيُونُ مَيْنَ تَحْيَوْسَ بَاهْنُونْ مَزْ دَحْدَتٌ بَهْجَانِي خُو

مقام احادیث (حاجۃۃ) میں جب اللہ تعالیٰ نے تخلی ذات و اور فرمائی تو دونی ختم ہو گئی اور میں ذات میں فنا ہو کر ہمہ تن تو حید ہو گیا یعنی فنا فی ہو ہو گیا۔ یہاں پر قرب و صال، مقام و منزل، عشق و محبت، جسم و روح اور کون و مکان کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حال میں ہم وحدت بھانی کا میں اور اس کا مز ہو گے۔

اَزْلٌ اَبْدٌ نَوْنٌ صَحْيٌ كَيْتَوْسَ، وَكَيْهْ تَمَاشَهْ گُزْرَهْ خُو
چُوْدَانْ طَبْقَ دَلَے دَلَے اَنْدَرْ آَتِشَ لَائَهْ جَمْرَهْ خُو
جَهَانْ حَقَ دَ حَاصِلَ كَيْتَا، اوْهْ دَوْيَسْ جَهَانِسْ اَبْلَهْ خُو
عَاشْقَ غَرَقَ ہَوْنَهْ وَقْدَتْ بَاهْنُونْ، وَكَيْهْ تَجَانَدَهْ جَمْرَهْ خُو

ہم نے ازل سے اپنے کام کا سارا کھیل تماشا دیکھ لیا ہے۔ چودہ طبقات (تمام کائنات) باطن کے اندر پوشیدہ ہیں جہاں عشق الہی کا مستقل نہ کاہنہ ہے۔ ہنہوں نے اپنا مقصد حیات (دیوار و صال الہی) حاصل نہ کیا وہ دلوں جہانوں میں تباہ و برباد ہو گئے۔ صرف عاشق ہی الہ دیبا کی فضولیات اور پرگاموں سے من موز کر وحدت ذات میں غرق ہو کر ”سین ذات“ ہو گئے ہیں۔

اَنْدَرْ وَيِّ خُوتَهْ بَاهْرَ وَيِّ خُو، بَاهْنُونْ كَتْهَانَ لَهْجِيَهْ خُو
سَے رِيَاضَتَهْ كَرَابَانْ تَوْزَهْ، خُونْ چَجَرَهْ دَلَبَهْ خُو
لَكْهَهْ بَهْزَارَ كَتَابَهْ بَزَهْ كَهْ، دَانْشَهْ سَدَعَهْ خُو
نَامْ فَقِيرَ تَجَانَدَهْ بَاهْنُونْ، قَبْرَ جَهَانَ دَيِّ جَيَهَهْ خُو

اس بیت میں آپ رحمت اللہ علیہ فقر کے آخری مقام فنا فی ہو (فنا فی اللہ یا بہا اللہ) کا ذکر اور اس مقام پر اپنی ذات کی حقیقت سے آگاہ فرمادے ہیں۔ آپ رحمت اللہ علیہ اس مقام کے بارے میں فرماتے ہیں ”بہد اوست در مغزو پوسٹ“ یعنی ظاہر اور باطن میں ذات حق جلوہ گر ہے۔ آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا باطن بھی ہو ہے اور ظاہر بھی ہو ہے۔ باخو ہو میں فنا ہو کر ہو ہو گیا ہے۔ زائد ریاضتیں اور زہد کر کے بکان ہو

جاتے ہیں مگر مقام فقہی ہو سے بے خبر رہتے ہیں۔ عالم لاکھوں ہزاروں کتب پڑھ کر داشمند توہین جاتے ہیں لیکن اس مقام کی انہیں خبر نہیں ہوتی۔ جو ذات میں فنا ہو کر میں ذات ہو جاتے ہیں وہی فقیر ہوتے ہیں اور ان کی قبر بھی حیاتِ جاودا تی حاصل کر کے لوگوں میں فیض تقسیم کرتی ہے۔

حضرت گی سلطان باخوا انسان کامل کی قوت و قدرت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں شہباز کراس پروازاں، پونچ دریائے کرم دے خو
زبان تاں میری گن برابر، موزاں کم قلم دے خو
افلاطون ارسٹو ور گے، میرے آئے کس کم دے خو
حاتم ہیے کنی لکھ کروڑاں، در بانجوان دے ملک دے خو

آپ انسان کامل کے مرتبہ پر فائز ہیں اور عارفین کے سلطان ہیں۔ اس بیت میں آپ پہلے فرماتے ہیں: میں شہباز معرفت ہوں اور سندو رحمت باری تعالیٰ میرے اندر موجود ہوں۔ انسان کامل کے مرتبہ پر بخش کر مجھے زبان گن (زبان قدرت) حاصل ہو گئی ہے اور میں اوح محفوظ پر قلم شدہ نوشتہ اتفاقیر تبدیل کر سکتا ہوں۔ میرے علم کے سامنے ارسطو اور افلاطون کے علم کی کوئی حیثیت نہیں اور حاتم طائی چیزے کروڑوں گنی تو خود میرے در پر بمحکاری بن کر کھڑے رہتے ہیں۔ ایک فارسی بیت میں آپ اپنے اس مرتبہ کے متعلق فرماتے ہیں:

جائے کہ من رسیدم امکاں نہ پچ کس را شہباز امکاں آنجا کجا گنس را
لوح و قلم و کری کوئین راہ ن یا بد افرشہت ہم نہ گنجہ آنجا نہ جا ہوں را (کیدا تو سید کا)

ترجمہ: جہاں تک میں بخش گیا ہوں وہاں تک کسی اور کے بخش کے امکان نہیں ہے۔ میں امکان میں پرواز کرنے والا شہباز ہوں، وہاں تک چیزوں (طالبان، بیان و تبیان) کے لیے جگہ نہیں ہے۔ وہاں تو لوح، قلم اور کری غرضیک کوئین (دونوں جہاں) بھی راہ نہیں پاتے۔ وہاں نہ فرشتے کی کوئی بخش ہے اور نہ ہوں گے لیے کوئی جگہ۔

لا يحتاج جهناں توں ہویا، فقر تباہ توں سارا خو
نقیر جهناں وی کیما ہووے، اوہ کیوں مارن پارا خو
دوسٹ جهناں دا حاضر ہووے، دشمن لیمن نہ قادرًا خو
میں قربان تباہ توں بانجوان، جهناں ملیا نی سوہارا خو

اس بیت میں حضرت گی سلطان باخوا بھی حدیث نبوی ﷺ اذَا نَاهَىٰ أَهْلَهُ إِذَا نَاهَىٰ أَهْلَهُ اللَّهُ فَهُوَ اللَّهُ الْمُعْلِمُ (جہاں فقر کی تخلیل ہوئی ہے وہی اللہ ہے) کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جن پر فقر کی تخلیل ہو گئی وہ لا بحاجت ہو گئے۔ کیا گر تو پارہ کا کشتہ مار کر سونا ہانے کی کوشش میں لگ رہتے ہیں لیکن ان فقر کا نظر ای کیسا اثر ہو چکی ہے۔ وہ اس نظر سے سونا ہانے کا نہیں بلکہ خام انسانوں کو کہاں بنانے کا کام لیتے ہیں اور ہر پل اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی بارگاہ میں حاضر رہتے ہیں۔ ان کے دمین بھی شذلیں و خوار ہوتے اور ناکام رہتے ہیں۔ یہ ہماری کتنی بڑی خوش تصوری ہے کہ تمیں حضور علیہ اصلوۃ والسلام کی غلامی کی سعادت فصیب ہوئی اور ہم ان کے امتی ہیں۔

بائشو یانع بہاراں کھریاں، زنس ناز شرم دا ھو
دل وچ کعبہ صحنی کیتوے، پاکون پاک پرم دا ھو
طالب طلب طواف تماںی، حب حضور حرم دا ھو
گیا حباب تھیوے سے حاتی باغھو، جدال بخشیوں راہ کرم دا ھو

سلطان العارفین حضرت حقؑ سلطان یا خورحمۃ اللہ علیہ کعبہ کو بطور استعارہ ذات حق تعالیٰ کے لیے استعمال فرمادے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سے ہم نے دل کے اندر ذات حق کو پایا ہے ہمارا دل عشق الہی سے سرور میں جلا ہے۔ ہم نے اپنے دل میں معیوب حقیقی کو پہچان لیا ہے اور تمام طلب، طواف، محبت اسی حضور حق کے لیے ہیں۔ اے طالب! وحدت کے اس کعبہ میں محبوب حقیقی کے حضور میں عمل وصال کی طلب میں رہو۔ یہ وصال الہی تو حق تعالیٰ کے فعل و کرم سے ہی تھیب ہو گا اور اسی کے کرم سے تمام بحاب دور ہوں گے۔

تن من یار میں شہر بنایا، دل وچ خاص محلہ ھو
آن الف دل و سوں کمیتی، میری ہوئی خوب تسلک ھو
سب کچھ میتوں بیبا سنیوے، جو بولے ماسوٹی اللہ ھو
درد منداں ایسہ رز پچھاتی باغھو، بے درواں سر گھلہ ھو

میں نے اپنے ظاہرہ باطن کو محبوب حقیقی کا شہر بنایا ہے اور دل میں اس کے لئے ایک خاص محلہ آباد کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کے اس خانہ کو اپنی ذات کے انہیاں سے آباد کر کے میری تسلکین و تشبیحی کر دی ہے۔ اب مجھے اسی قوت سعادت حاصل ہو گئی ہے کہ مخلوق کی ہر بات مجھے سنائی دے رہی ہے۔ عشق کے اس راز کا صرف درود مددوں اور عاشقوں کو پڑتے ہے۔ بے درد (طالب دنیا و عالمی) اس راز اور مقام کو نہیں سمجھتے اور مجھے ان کی پرواہ بھی نہیں ہے۔

ناں میں عالم ناں میں فاضل، ناں مفتی ناں قاضی ھو
ناں دل میرا دوزخ میگے، ناں شوق بھتیں راضی ھو
ناں میں تریے روزے رکھے، ناں میں پاک نمازی ھو
باجھ وصال اللہ دے باغھو، دنیا کوڑی ہازی ھو

میں نہ قو عالم ہوں اور نہ ہی فاضل، نہ مفتی ہوں اور نہ ہی قاضی ہوں۔ میرا دل نہ تو دوزخ کا طلبگار ہے اور نہ ہی مجھے بہشت کا کوئی شوق اور خواہش ہے۔ نہیں میں نے رمضان میں تمیں روزے رکھے ہیں اور نہ ہی پاک نمازی ہوں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ وصال الہی کے بغیر تمام منازل،

مراقب اور مقامات جھوٹے اور بیکار ہیں۔

وحدث دا دریا الٰہی، جتنے عاشق لیندے تاری خو
مارن نبیاں کڈھن موتی، آپ آپی واری خو
وزر سیم وچ لئے شکارے، جیوں چن لایاں ماری خو
سو کیوں نہیں حاصل گھر دے باخو، جیہرے توکر نہیں سرکاری خو

وحدث ایک دریا کی طرح ہے جس میں عشاں تجربتے رہتے ہیں اور اپنی اپنی استطاعت کے مطابق باری باری ذکری لگا کر اپنے نصیب کا موتی نکال لاتے ہیں۔ وحدث کا دریا حضور علیہ الحسلۃ والسلام کے نور کے چاند سے روشن اور منور ہے۔ جو حضور علیہ الحسلۃ والسلام کی سلطنت فقر کے سرکاری توکر ہو جاتے ہیں ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق مال و متاثر اور خدمات اپنے مرشد کامل کے حوالے کر دیں تاکہ اس امانت فقر کو دوسروں تک پہنچانے کا اہتمام ہو سکے۔

وَيَرِبَّ قَوْبَهُ نَدِيَاں تَارِدَ جُونَيَاں، بِكُلِّ چَحْوَهُ سَكَاهَ خُو
يَارَ اسَادًا رَنَگَ مَلِيَّاں، اِسَنْ قَرَّتَهُ كَلَّهُ سَكَاهَ خُو
نَكُونَیَ آوَهُ نَكُونَیَ جَاوَهُ، اِسَنْ كِيسَ تَحْوَلَكَهُ نَجَاهَ خُو
بَےِ خَبَرَ جَانِیَ بَیَ آوَهُ بَاخُو، كَهْرَ كَلِيُّاں بَجَلَ تَحْوَاهَ خُو

ندیاں بنتے بنتے اس قدر بھر گئی ہیں کہ ان میں سے گزرتا محل ہے، راستہ اتنا دشوار گزار ہے کہ محبوب (مرشد) تک پہنچنا مشکل ہو گیا ہے۔ میرا محبوب رنگین محل کے احمد ہے اور میں باہر کھڑا دیدار کیلئے ترس رہا ہوں۔ اس وقت تو محبوب تک کسی کی رسائی نہیں ہے، میں کس قاصدہ کے باخھ پیغام بھجواؤں۔ اگر میرے محبوب کی کوئی خبر مل جائے تو میرا دل پھول اور کلیوں کی طرح کھل کر باغِ باغ ہو جائے۔

وحدث دے دریا اچھے، جل تھل جگل زینے خو
عشق دی ذات منجدے ناہیں، سائگاں جمل پینے خو
رنگ بھبھوت ملیندے ظلمے، سے جوان لکھینے خو
میں قربان تباہ توں باخو، جیہرے ہوندیاں ہمت بینے خو

اے طالب! دریائے وحدت حق تعالیٰ تو جوش میں آ کر اپنے کناروں سے اچھل پڑا ہے اور جس دل کے اندر حق تعالیٰ کی ذرا سی بھی محبت موجود ہے وہ دل اس کی رحمت اور فضل سے سیراب ہو گیا ہے۔ لیکن کچھ ایسے ازلی بد نصیب ہیں جو عشق ذات کے مذکر ہیں، وہ دریائے وحدت کے اس فیضان سے محروم رہ گئے ہیں اور اپنی بد نصیبی کے رثام اور چیزیں اس جہاں میں بھی کھا رہے ہیں اور آخوند میں بھی اسی حال میں ہوں گے۔ اس کے برکھ سینکڑوں ایسے خوش نصیب ہیں جنہیں عشق ذات حاصل ہو گیا ہے اور وہ دنیا کے آرام و آسائش اور مال و متاع کو قربان کر

کے اور اپنے آپ کو حق کر دیا ہے وحدت میں شامل ہو گئے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان عاشقان صادق کے قربان جاؤں جو اعلیٰ ہمت ہیں اور اللہ پاک کی بارگاہ میں مقام و مرتبہ پانے کے باوجود عاجزی واکھساری ان کی طبیعت کا خاص ہے۔

سلطان الفرشم حضرت سلطان محمد اصرعی اور انسان کامل

آپ رحمۃ اللہ علیہ انسان کامل کی حقیقت ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

♦ دیدارِ الہی حاصل ہونے بھی کامل مرتبہ نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی دوئی ہے۔ اصل مرتبہ تو اپنی حقیقتی اور خودی کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جانا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں میں اور تو کافر ختم ہو جاتا ہے۔ اسے وحدت فنا فی اللہ بنا باللہ کا مقام بھی کہا جاتا ہے اور یہی فقر کا سب سے اعلیٰ مقام ہے۔ یہ عبیدیت کا سب سے اعلیٰ مقام ہے اور یہاں پر انسان کامل کا تائج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے اور اسے تلقین و ارشاد کی مندرجہ فائز کیا جاتا ہے۔ اس مقام پر طالب کا بولن اللہ کا بولنا ہوتا ہے، اس کا سنتا اللہ کا سنتا ہوتا ہے، اس کا دیکھنا اللہ کا دیکھنا ہوتا ہے، اس کا چننا اللہ کا چننا ہوتا ہے اور اس کا پکڑنا اللہ کا پکڑنا ہوتا ہے۔

♦ اسم اللہ ذات کی دلگی ریاضت انسانی وجود کو بالکل پاک و ظاہر کر دیتی ہے۔ اسم اللہ ذات کی تپش تو وزخ کی آگ سے زیادہ تجزیہ ہے۔ اگر فنا فی اللہ بنا باللہ فقیر (انسان کامل) جلایت کی نگاہ سے دیکھ لے تو مشرق سے غرب تک سب کچھ جلا کر راکھ کر دا لے۔ ہزار آفرین ہے اس وجود پر جو اس آگ کو برداشت کرتا ہے اور خلقت کو نہیں ستاتا۔ ایسے فقیر کامل کی بارگاہ میں ادب و احترام سے جاؤ گے اور ہو گے تو فلاح پا جاؤ گے۔ بے ادبی اور خلافتِ تمہیں دلوں جہانوں میں بے مراد کر دے گی۔ ایسی عشق سے جہالت بہتر ہے جو ان کا انکار کرے، ان سے دشمنی اور خلافت کرے اور دوسروں کو ان کی دشمنی اور خلافت کی طرف راغب کرے۔

♦ بھابا اللہ (قافی ھو) کا مقام را فخر میں انسانی عروج کا بلند ترین مقام ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: إِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَقُوَّةُ اللَّهِ (جو فخر کی تخلیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے)۔ یہ عبیدیت کا بلند ترین مقام ہے کیونکہ فنا فی اللہ کے مقام پر (ظہر جانے والا) آدمی بھیش کے لئے غرق ہو جاتا ہے۔

♦ فقیر کامل (انسان کامل) خلافتِ الہی کا حاصل ہوتا ہے۔ اس کا مرتبہ بھی بھیت کا مرتبہ ہے جو بھی سلب نہیں ہوتا۔ فقیر کامل دنیا میں صرف ایک ہوتا ہے جو خالیانِ حق کی راہ فخر میں ظاہری اور باطنی را جنمائی کافر یعنی او اکرتا ہے۔ شروع شروع میں اس کی زیادہ شہرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ خود کو دنیا سے چھپا کر رکھتا ہے لیکن چند سالوں کے اندر اس کی شہرت چار سو پہلیں جاتی ہے اور طالبانِ مولیٰ جو حق در جو حق اس کی طرف پہنچتے چلتے ہیں۔ اس کی ثانی یہ ہوتی ہے کہ وہ طالبانِ مولیٰ کو چلے کشی، مشقتوں اور دو و طائف میں نہیں؛ اتنا بلکہ تصورِ اسم اللہ ذات سے انہیں منزل پر پہنچا دیتا ہے۔

- جب تک طالب بقاۃ اللہ (فنا نہ ہو) کے مقام پر نہیں پہنچ جاتا اس وقت تک ہر مقام پر خوفزدہ رہتا ہے۔
- بقاۃ اللہ (فنا نہ ہو) کے مقام پر نہ دوچاری رہتی ہے اور نہ جسم۔
- یہ مقام بقاۃ اللہ (فنا نہ ہو) اسم ہو سے حاصل ہوتا ہے اس لئے تو بھی کسی سروری قادری مرشد سے اسم ہو کاراز حاصل کر کیونکہ اس ہو کے لئے ہو کاراز نہیں ملتا۔

اقبال اور انسان کامل

علام اقبال کا انسان کامل سلطان العارفین حضرت عجی سلطان با خورحمۃ اللہ علیہ کے تفسیر کامل، عارف فنا فی اللہ بقاۃ اللہ سے مدد و ملت رکھتا ہے۔ آپ نے اپنے کلام میں انسان کامل کو مختلف ناموں سے مخاطب کیا ہے مثلاً مومن، مردِ مومن، بندہِ مومن، مردِ حق، مردِ کامل، مردِ دادا، مردِ پور، امامِ برحق، قلندر، صاحبِ ایجاد، مردِ خود آگاہ، دیدور، صاحبِ اداک، امامِ وقت، مردِ فقیر، بندہِ حق، مردِ بزرگ، مردِ قلندر، صاحبِ ول اور مبدی برحق۔ ان تمام اصطلاحاتی ناموں سے مراد انسان کامل نہیں ہے لیکن شاعری کے اصولوں کی ضرورتوں کے مطابق آپ نے دوسرے عارفین کی طرح انسان کامل کو مختلف ناموں سے موضوع بحث بنایا ہے۔ پہلے ہم اس موضوع پر اردو کلام سے انتخاب پیش کر رہے ہیں:

- حق تھے میری طرح حادب اسرار کرے
تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت بھے سے
بے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
وہ لمحہ ہے مومن کی نبی شان، نبی آن
- جو تھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
بے آئینے میں تھے کو دکھا کر رخ دوست
وے کے احساسِ زیان تیرا لبو گردے
کوئی امدازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا!
- زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
هر لمحہ ہے میں مخدوش ہو، وہ ششم
قدرت کے مقاصد کا عیار اس کے ارادے
جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
- فخر کی سان پڑھا کر تھے تکوar کرے (عربِ قلم)
آہنگ میں یکتا، صفت سورہِ حمل
کوئی امدازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا!
- لغتار میں کروار میں، اللہ کی بربان
جو دوسرے میں کھاری و فذوی و بجرودت
دریاؤں کے دل جس سے دل جائیں، وہ طوفان
نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں (انجی، ۱)
- یہ چار عناصر ہوں تو بہتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کر سکتا
آہنگ میں بھی میزان، قیامت میں بھی میزان
کہ یہ کتاب ہے، باقی تمام تفسیریں (ارقامِ پیار)
- لغتار کی سان پڑھا کر تھے تکوar کرے (عربِ قلم)
آہنگ میں یکتا، صفت سورہِ حمل
کوئی امدازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا!
- دل جس سے دل جائیں، وہ طوفان
بے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
کوئی امدازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا!
- وہ ششم
دے کے احساسِ زیان تیرا لبو گردے
بے آئینے میں تھے کو دکھا کر رخ دوست
کوئی امدازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا!
- وہ ششم
کوئی امدازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا!
- وہ ششم
کوئی امدازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا!
- وہ ششم
کوئی امدازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا!

مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے! (بال جریل)
مرے کام پرِ جدت ہے عکیل لولاک (بال جریل)
مومن کا مقام ہر کہیں ہے (بال جریل)
بڑی مشکل سے بہوتا ہے جگن میں دیدہ و رزیبا (بائکرہ)
ایام کا مرکب نہیں، راکب ہے قلندر (عرب بھم)

قریب ہی اس کا ہے اللہ کے بندوں پر شفیق
ہے مگر اس کی طبیعت کا تقاضا تخلیق
شیخِ محفل کی طرح سب سے جدا، سب کا رفیق
بات میں سادہ و آزادہ، معانی میں دقت
اس کے احوال سے محروم نہیں ہی و ان طریق (عرب بھم)
نہیں ہے بندۂ خُرُّ کے لئے جہاں میں فراخ (عرب بھم)
شمیشیر کی مانند ہے بزمدہ و بذاق
ہر ذرے میں پوشیدہ ہے جو قوتِ اشراق
ٹو بندۂ آفاق ہے، وہ صاحبِ آفاق (عرب بھم)
ہو جس کی گلہ زلزلہ عالمِ اونکار (عرب بھم)
وہ وہ کہ حرب ہے جس کی تمام عماری (عرب بھم)
جاتا ہے جدھر بندۂ حق، تو بھی ادھر جا (عرب بھم)
سینی رہا ہے ازل سے قلندرؤں کا طریق (بال جریل)
فقط یہ بات کہ نیپرِ مخان ہے مردِ خلیق (بال جریل)
تو صاحبِ منزل ہے کہ بھکا ہوا راہی
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی
مومن ہے تو بے قیمی ازتا ہے سپاہی
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الہی (بال جریل)

عالم ہے فقط مومن جان باز کی میراث
جہاں تمام ہے میراثِ مردِ مومن کی
مومن کے جہاں کی حد نہیں ہے
پزاروں سالِ زرگ اپنی بے نوری پر روتی ہے
ہبہ دمد و انجم کا حساب ہے، قلندر
آپ اپنی نظمِ مردِ بزرگ میں انسان کامل کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس کی نعمت بھی عین، اس کی محبت بھی عین
پروارش پاتا ہے تحدید کی تاریکی میں
ابھمن میں بھی میر ری خلوتِ اس کو
مشی خورشید سحرِ غدر کی تباہی میں
اس کا انداز نظر اپنے زمانے سے جدا
میر آتی ہے فرصت فقط خلاموں کو
جس بندۂ حق میں کی خودی ہو گئی بیدار
اس کی گلہ شوخ پر ہوتی ہے خودار
اس مرو خدا سے کوئی نسبت نہیں تھوڑے کو
دنیا کو ہے اس مہدی برحق کی ضرورت
وہی ہے بندۂ خُرُّ جس کی ضرب ہے کاری
کہنا ہے زمانے سے یہ درویش جو اس مرد
ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی ریش
تجوہ کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
پوچھے اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
کافر ہے مسلمان، تو نہ شاہی نہ فقیری
کافر ہے تو شمشیر پر کرتا ہے بھروسہ
کافر ہے تو ہے ہائی تقدیر مسلمان

فقیرہ شیر قروں ہے افت ہائے ججازی کا (بال جریں) ۴۔ قلندر بخود حرف لارا لے کچھ بھی نہیں رکتا
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے (بال جریں) ۵۔ ن تخت و تاج میں، نے لٹکر و پاہ میں ہے
ایمن راز ہے مردان خواہ کی درویشی (بال جریں) ۶۔ کہ جہاں سے ہے اس کو نسبت خوبی
بھروسہ کر نہیں سکتے غلاموں کی بسیت پر ۷۔ کہ دنیا میں فقط مردان خواہ کی آنکھ ہے بجا (بال جریں)
اپنے فارسی کلام میں اقبال نے انسان کامل کے نظریہ کو بہت خوبصورت اور جامع انداز میں پیش کیا ہے۔ آپ کے فارسی کلام سے
اتکاب پیش کیا جا رہا ہے:

- ۱۔ گر شتر بانی بجہ بانی کنی زیب سر تاج سیلیٰ کنی
- ۲۔ ت جہاں باشد جہاں آرا شوی تاجدار ملک لاستیلی شوی
- ۳۔ نائب حق در جہاں بودن خوش است بر عناصر حکمراں بودن خوش است
- ۴۔ نائب حق تھوڑا جان عالم است جستی او خلیل ام اعظم است
- ۵۔ از روز بزر و کل آگہ بود در جہاں قائم بامر اللہ بود (امراز خودی)

ترجمہ: ا۔ اگر تو شتر بان بن جائے (یعنی اُس کے اونت کو قابو میں لے آئے) تو دنیا پر حکم چلانے گا اور سیلان کا تاج تحریر سر کی زینت بنے گا (یعنی حکم کا پرہدہ ہنا کر مقام فی فی اللہ بالا شری و پیغمبر کر انسان کامل کے مرجب رفرانہ بوجائے گا)۔ ۲۔ جب تک یہ دنیا قائم ہے تو اس کو جانے والا رہے گا اور اس سلطنت کا تاجدار ہن جائے گا جس پر کبھی زوال نہ آئے گا۔ ۳۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا نائب (انسان کامل) بننا اچھی بات ہے۔ عناصر پر حکمرانی کرنا کتنا اچھا ہے۔ ۴۔ خدا کا نائب (انسان کامل) دنیا کی روح کی مانند ہے، اس کا وجود ام اعظم (ام الہادیات) ہوتا ہے۔ ۵۔ وہ اس کائنات کے ہر بخوبی اور کل کا راز جانتا ہے اور دنیا میں اللہ کی طرف سے مأمور ہوتا ہے۔

۱۔ خیس چوں در وسعت عالم زند ایں بساط کہہ را برہم زند
۲۔ نوع انسان را بشیر و ہم نذری ہم سپاہی ہم پر گر ہم امیر (امراز خودی)
ترجمہ: ا۔ جب وہ (انسان کامل) کائنات کی وسعتوں میں خیس لگایتا ہے (یعنی اپنی مند سنجال لیتا ہے) تو پرانی بساط کو اول کے رکھ دیتا ہے (یعنی اپنے لئے دنیا جان پیدا کرتا ہے)۔ ۲۔ وہی نوع انسان کے لئے بشیر اور نذری ہے یعنی خوش خبری دینے والا بھی ہے اور پرانی سے ڈرانے والا بھی۔ وہ سپاہی بھی ہے، فوج کا سپہ سالار بھی ہے اور سردار بھی۔

- ۱۔ مدعائے علم الاما تے بجز سنجان الْذِي أَنْزَى تَتَّے
- ۲۔ از عصا وست سفیدش حکم است قدرت کامل بعلیش توام است
- ۳۔ چوں عنان گیرد بدست آں شہسوار تیز تر گرد سمند روذگار (امراز خودی)

ترجمہ: اے وہ (انسان کامل) علم الاماء کا مقصود و معاہوتا ہے اور وہی شیخان الیٰقی آئی کاراز ہوتا ہے۔ یہاں علم الاماء سے مراد اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام انسان کا علم عطا فرمایا اور شیخان الیٰقی آئی (پاک بے وہ ذات جس نے پر کردی اپنے بندے کو) سے معراج شریف کے سفر کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کامل معراج کاراز ہے۔ ۲۔ عصا سے اس کا سفید ہاتھ مخفوط ہے یعنی اللہ سے حضرت موسیٰ کی طرح یہ بیضا اور عصا کے مجرمات کی قوت عطا کرتا ہے۔ اس کا علم اور قدرت کامل دونوں جزوں یعنی جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ ۳۔ جب وہ شہسوار اپنے ہاتھوں میں زمانے کے گھوڑے کی بائگ قائم لیتا ہے تو اس (جودے) کی رفتار اور بھی تیز ہو جاتی ہے۔ یعنی جب وہ مندرجہ ارشاد سن جال لیتا ہے تو زمانہ اس کے اشارہ کے مطابق آگے بڑھتا ہے۔

*** نمودش سرے از اسرار غیب است ز ہر گردے برول نایم سوارے (بِرَبِّيْم)**

ترجمہ: اس (انسان کامل) کا دریا میں ظاہر ہونا اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ رازوں میں سے ایک راز ہے۔ ہر اڑتی ہوئی گروہ غبار سے کوئی سوار برآمد نہیں ہوتا یعنی علم و فضل یا قیل و قال سے لوگوں کو قائل کرنے والا انسان "انسان کامل" نہیں ہوتا۔

۱۔ بندہ مومن ز آیات خداست ہر جہاں اندر ہو او چوں قباست
 ۲۔ چوں کہن گردد جہانے در برش می دهد قرآن جہانے دیگریش (بِدِینِہ)
 ترجمہ: ا۔ بندہ مومن (انسان کامل) خدا کی نشانیوں میں سے ہے اور ہر جہاں اس کے پہلو میں قبا (لبس) کی مانند ہے۔ ۲۔ جب کوئی جہاں اس کے پہلو میں پرانا ہو جاتا ہے تو قرآن کریم سے ایک نیا جہاں عطا کر دیتا ہے۔

۱۔ بندہ حق بے نیاز از ہر مقام لے نلام او را ش او کس را خلام
 ۲۔ بندہ حق مرد آزاد است و بس ملک و آئینش خداواد است و بس
 ۳۔ رسم و راه و دین و آئینش ز حق نشت و خوب و تکون و لذیثش ز حق (بِدِینِہ)
 ترجمہ: ا۔ بندہ حق (انسان کامل) ہر مقام سے بے نیاز ہے۔ نہ تو اس کا کوئی غلام ہے اور نہ اس کو کسی کاغلام ہے۔ ۲۔ بندہ حق صرف ایک آزاد مرد ہے۔ اس کا ملک اور آئین کا عطا کر دیتا ہے۔ ۳۔ اس کے طور طریقے، اس کا دین اور اس کا آئین سب اللہ کی طرف سے ہیں۔ اس کا برا اور بھلا، گزو اور بیٹھا سب اللہ کی طرف سے ہے۔

۱۔ مرد حق از کس تکرید رنگ و بو مرد حق از حق پنیرید رنگ و بو
 ۲۔ ہر زماں اندر تنش جانے دگر ہر زماں او را چوں حق شانے دگر
 ۳۔ رازبا با مرد مومن باز گوئے شرح رز 'لُلْتَوْهُ' باز گوئے (بِدِینِہ)

ترجمہ: ۱۔ مرد حق (انسان کامل) کسی سے رنگ و بیو حاصل نہیں کرتا، وہ صرف اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ ۲۔ ہر لمحہ اس (انسان کامل) کے بدن میں ایک تینی جان ہوتی ہے اور ہر لمحہ اس کی ایک تینی شان ہوتی ہے۔ ۳۔ انسان کامل! تو مسلمانوں کو ان کے بھولے ہوئے راز پھر سے بتا اور ان سے ”تکلیٰ یقینہ“ کی مرکزی شرح بھی بیان کر۔ سورۃ الرحمن کی آیت 29 کلیٰ یقینہ ہوتی شان (اس کی ہر روز ایک تینی شان ہوتی ہے) کی طرف اشارہ ہے۔

﴿اوْ كَلِيمٍ وَادْمَسْحٍ وَاوْ خَلِيلٍ﴾ (بادیہ زادہ)

ترجمہ: وہ (انسان کامل) یہ کلیم اللہ (مویل) مسیح اور خلیل ہے۔ وہی محمد ہے، وہی کتاب ہے اور وہی جبرائیل ہے۔

۱۔ قلندر اس کے پتختیر آپ و نگل کوشش ز شاہ بان ستاند و خرق می پوشند

۲۔ جلوٹ اند کندے پ مہر و ماه پچند جلوٹ اند و زمان و مکان در آنخوشند (زید جم)

ترجمہ: ۱۔ قلندر (انسان کامل) جو اس مادی و جو داد دینا کو تختیر کرنے میں معروف رہتے ہیں، وہ ایسے عظیم انسان ہیں جو پہنچنے تو گذری ہیں لیکن بادشاہ سے خراج وصول کرتے ہیں لیکن بادشاہ ان کے سامنے نکتہ ہیں۔ ۲۔ جب وہ (انسان کامل) جلوٹ یا محفل میں ہوتے ہیں تو سورج اور چاند پر کندڑا لاتے ہیں اور جب وہ جلوٹ میں ہوتے ہیں تو زمان و مکان کو اپنی آنکھوں میں لیے ہوتے ہیں۔ جلوٹ میں ہونے سے مراد ہے کہ وہ لوگوں میں عام انسانوں کی طرح رہ کر ان کی راہنمائی کرتے ہیں جبکہ جلوٹ میں وہ زمان و مکان کی حدود سے بکل کر محظوظ حقیقی کے مشاہدے میں مست و گو ہوتے ہیں۔

۱۔ مرد خر حکم ز ورد 'لا تخف' ما بہیدان سر بجیب، او سر بکف

۲۔ مرد خر از لا إله روش شیر می ن گرو بندہ سلطان و میر

۳۔ مرد خر چوں اشتزان بارے برد مرد خر بارے برد خارے خورد (شہی)

ترجمہ: ۱۔ مرد خر (انسان کامل) 'لا تخف' کے ورد کی ہدوات مضبوط و حکم ہوتا ہے۔ ہم تو دنیا کے غلام ہونے کے باعث میدان میں سر بیبوراڑے کھڑے رہتے ہیں جبکہ وہ موت سے بے خوف، سر تھیلی پر رکھ رہتا ہے۔ اسے محظوظ حقیقی کی ناظر جان قربان کرنے میں کوئی خوف نہیں ہوتا۔ ۲۔ مرد خر لا إله پر کامل ایمان و عمل کے باعث روشن شیر ہوتا ہے۔ وہ کسی سلطان اور امیر کا غلام نہیں بلماں کا صرف خدا ہے و احد اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام رہتا ہے۔ ۳۔ مرد خر اونتوں کی طرح بوجھ اٹھاتا اور کانے کھاتا ہے لیکن راہ حق میں تکالیف، دکھ اور آزمائیں برداشت کرنے والا ہوتا ہے۔

۱۔ پادشاہان در قبایع حریر زرد رو از سم آل عربان فقیر

۱۔ بحوال آیت مبارکہ صدقۃ اللہ و مَنْ أَخْسَنَ مِنْ التَّوْصِيْةِ (سرہ البقرہ ۱۳۸) ترجمہ: (بہرہ) اللہ کے نجف (سی) رنگ گئے ہیں اور کس کا رنگ افس کے رنگ سے بہتر ہے۔ ۲۔ لا تخف و لا تجز (سرہ الحجۃ ۳۳) ترجمہ: غفران و ہبہ اور غفرادو

۲۔ بزر دیں ما را خبر، او را نظر او درون خانہ ما بیرون در
 ۳۔ ما کلپسا دوست، ما مسجد فروش او ز دستِ مصطفیٰ پیمان نوش
 ۴۔ نے مقام را بندہ نے ساغر بدست ما تھی پیمان، او مت است (مشنی)

ترجمہ:- در مشنی قباوں میں ملبوس پادشاہ اس عربیاں فقیر کے سادہ بیاس فقیر کے سامنے ذر کے مارے تر در وہ جاتے ہیں۔ ۲۔ دین کے راز ہمارے لیے خبر اور اس کے لیے نظر کی دیشیت رکھتے ہیں۔ ہم کتابوں کی وساطت سے دین کے متعلق جانتے ہیں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ سے دین سمجھتا ہے۔ وہ مشاہدہ حق میں بخوبی ہوتا ہے جبکہ ہم اس سے دور اور محروم ہیں۔ ۳۔ ہم کلپسا دوست اور مسجد فروش ہیں۔ مرد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست مبارک سے پیالا پینے والا ہے۔ یعنی ہم تو مغربی تذبذب و ہمن کے عاشق فرنگیوں کے طور طریقے اپنا نے والے اور دین فروش ہیں جبکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی شراب پینے والا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برآ راست فیض یاب ہونے والا ہے۔ ۴۔ وہ شراب پیش پینے کے لیے نہ تو بیر مقام کا حاجت مند ہے اور نہ اس کے باحق میں پیالہ ہے۔ ہمارا جام تو خالی ہے اور وہ مت است ہے۔ یعنی ہم عشق خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیگانہ ہیں اور وہ اس عشق کی شراب پی کر یومِ الست سے مت ہے اور یہ ایسی شراب ہے جس کے لیے کسی جام کی ضرورت نہیں۔

۱۔ چوں فنا اندر رضاۓ حق شود بندہ مومن تقاضے حق شود
 ۲۔ در رضاۓ حق فا شو چوں سلف گوہر خود را بروں آر از صدف (مشنی)

ترجمہ:- جب فاقع کی رضا کے مطابق ہو تو بندہ مومن (انسان کامل) حق کی مشیت بن جاتا ہے۔ یعنی جب بندہ مومن حق کی رضا میں فنا ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خواہش کے مطابق اس کے کام سنوارتا ہے۔ ۲۔ تو بھی اپنے بزرگوں (قرآن اولیٰ کے مسلمانوں) کی طرح رضاۓ حق میں فنا ہو جا اور اپنے موئی کو پیسی سے باہر لा۔ یعنی جس طرح صحابہ اپنی رضا کو حق کی رضا میں فنا کر کے اللہ کی رضا بن گئے اور دنیا کو تحریر کر لیا تو بھی خود کو اس مقام تک پہنچا اور پھر اپنی مصلحتوں کو برلوئے کار لے۔

۱۔ مرد حق باز آفرید خویش را جز پ نور حق نہ بیند خویش را
 ۲۔ بر عیارِ مصطفیٰ خود را زند تا جہانے دیگرے پیجا کند (مشنی)

ترجمہ:- مرد حق (انسان کامل) خود کو ایک نئی زندگی اور وجود دیتا ہے یعنی اربع عناصر کے وجود کی بجائے نورانی وجود حاصل کرتا ہے پھر جب وہ خود کو دیکھتا ہے تو صرف نور حق دیکھتا ہے۔ ۲۔ پہلے وہ (انسان کامل) خود کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں فنا کرتا ہے پھر ایک نئی دنیا وجود میں لاتا ہے یعنی پھر وہ جو کچھ کرتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق کرتا ہے اور ان کے قیش قدم پر چل کر ایک نیا جہان پیدا کرتا ہے۔

موجودہ پستی کے دور میں انسان کامل کے ظاہر نہ ہونے کی وجہات

ذیل کے اشعار میں علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ امت مسلم صدیوں سے با جنگ پن کا شکار ہے۔ اس نے ہر شعبہ کے ماہر پیدا کیے لیکن کوئی مرد کامل یعنی انسان کامل پیدا نہیں کیا۔ انسان کامل تو ہر دوسری میں موجود ہوتا ہے لیکن ظاہر اس لیے نہیں ہوتا کہ یہ دنیا مادیت اور ظاہر پستی کی دنیا ہے، اب کسی کوئی دینے اور معرفت اٹھی کی طلب ہے نہ روحانیت کی جو کہ انسان کامل کا خاص اور انتہا ہے۔ مغربی تعلیم ماڈی ترقی کے حصول پر زور دیتی ہے اور مذہبی راہنمائی اپنے پرورش کرتے رہتے ہیں اور امت مسلمہ کے گروہ ان دونوں میں سے کسی ایک ہی کی تلاش میں رہتے ہیں۔ روحانیت، باطن یا فقیر کی تلاش اور جستجو شتم ہو چکی ہے۔ چونکہ یہ انسان کامل کے پاس ہیں اور اب اس کی تلاش کرنے والے نہیں رہتے ہیں لہذا انسان کامل بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ آپ اسی زوال پر توجہ کرتا ہیں۔

۱۔ ترم ایں عصرے کہ تو زادی درآں در بدن غرق است و کم دامد ز جاں
 ۲۔ چوں بدن از قطعاً جاں ارزال شود مرد حق در خوشن پیاں شود
 ۳۔ در نیا بد جستجو آں مرد را گرچہ چند رو برو آں مرد را
 ۴۔ تو مگر ذوق طلب از کف مه گرچہ در کار تو افتاد حد گره (جاہیدان)
 ترجمہ:- مجھے اس زمانے سے جس میں تو پیدا ہوا ہے، کچھ دار لگ رہا ہے کیونکہ وہ بدن (مادیت) میں غرق ہے اور روح سے بے خبر ہے۔ آج کے لوگ مادیت (غایر) میں کھوئے ہوئے ہیں اور روح (باطن) سے نہ آشنا ہیں۔ ۲۔ جب بدن، روح کے قطع کے باعث ستا ہو جاتا ہے تو مرد حق (انسان کامل) خود میں چھپ جاتا ہے۔ یعنی وہ دنیا میں موجود تو ہوتا ہے لیکن مادیت کے شکار لوگ اسے بیچانے کی الجیت سے محروم ہوتے ہیں۔ ۳۔ ایسے دور میں تلاش جستجو بھی اس (انسان کامل) کو نہیں پاسکتی، اگرچہ لوگ اسے اپنے بالکل سامنے ہی کیوں نہ دیکھ رہے ہوں۔ یعنی مادیت کے دور میں اسے ظاہری طور پر نہیں بیچانا جا سکتا، اس کی پیچان کا ذریعہ اس کا عطا کردہ اسم اعظم (اسم اللہ ذات) ہے۔ ۴۔ تاہم تو اس کی طلب کا ذوق ہاتھ سے نہ چانے دے اگرچہ تمہری راہ میں سینکڑوں بھٹیں اور مشکلیں کیوں نہ آئیں۔

فقیر ہونے کے دعویدار

بعض لوگ اپنے آپ کو عوام میں عاجز اور حقیر ظاہر کرنے کے لیے ریا کاران طور پر اپنے نام کے ساتھ فقیر کا لفظ لگایتے ہیں حالانکہ انہیں فقیر کی حقیقت کی کچھ خبر ہوتی ہے اور نہ فقیر کے اصل مرتبہ کا کچھ علم ہوتا ہے۔ کچھ لوگ اس مقصد کے تحت اپنے نام کے ساتھ فقیر کا لفظ لگایتے ہیں کہ جو لوگ اس لفظ کا صحیح مضمون بھجتے ہیں ان میں خود کو انسان کامل ظاہر کر سکتیں۔ اگر مجھ میں کوئی ان سے کچھ پوچھ لے تو نہایت بھولا سامنہ ہنا کر کہتے ہیں بھائی ہم تو فقیر (حقیر) ہیں لیکن اصل میں ان کا مقصد اپنے آپ کو انسان کامل کے مرتبہ پر ظاہر کرنا ہوتا ہے۔ حالانکہ فقیر کا مقام بھاتا تو کیا ان کو تو

تصوف و طریقت کی الف بھی نہیں معلوم ہوتی۔ عوام ایسے لوگوں سے ہوشیار ہیں کیونکہ "دیتے ہیں دنخوا کرے بازی گر کھلا۔"

انسان کامل (فقیر) کا دلخمن



سلطان العارفین حضرت گنی سلطان با خورحمت اللہ علیہ فقیر (انسان کامل) کے دلخمن کے بارے میں فرماتے ہیں:

فقیر کا دلخمن خدا کا دلخمن ہے۔ (محبت الاررار)

فقیر (انسان کامل) کے تین دلخمن ہوتے ہیں اور یہ تینوں ہی دنیا کو دوست رکھتے ہیں۔ ایک منافق دوسرا حاسد اور تیسرا کافر۔ (امداد

(قادری)

فقیر (انسان کامل) کا دلخمن تینی حال سے خالی نہیں ہوتا، یا تو مردہ دل اور حاسد عالم ہے جس کی زبان زندہ اور دل تصدیق سے بے خبر ہے یادو ہجھوڑا، منافق اور کافر ہے یا اہل دنیا ہے جسے بہشت میں باشٹ بھر بھی جگہ نہیں ملے گی۔ (عنی بیدار)

جو فقیر کو بے برکت سمجھتا ہے وہ خود بے برکت ہے۔ جو فقیر کے فخر کو بے حکمت سمجھتا ہے وہ خود بے حکمت ہوتا ہے۔ جو صاحب تصور ایم اللہ ذات عارف فقیر کو جاہل سمجھتا ہے وہ خود جاہل ہے اگرچہ وہ ظاہری علم بھی پڑھتا ہو پھر بھی وہ عالم نہیں۔ (ابن القوئی)

فقیر کا دلخمن اللہ سے غافل اور شفاعت محدث رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محروم ہوتا ہے۔ (کیا اتو حیدر کاں)

جو فقیر کا مذکر ہو وہ دونوں جہان میں خوار اور پریشان رہتا ہے۔ (عبدالتوحیدی کاں)

آئیں اس دور کے انسان کامل کی تلاش کریں اور پھر اس کی صحبت میں رہ کر راہ فقیر کا سفر طے کریں اور جو سے کل کی منزل پر پہنچ جائیں یعنی مقام وحدت، فقر فنا فی اللہ بقا اللہ اور وصال الہی تک رسائی حاصل کریں۔ مسافر سے راہنمائی کا لیے سفر انسان کامل (مرشد کامل) ہی کی زیر نگرانی طے کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس تمام تک رسائی کے بغیر راہ فخر کے تمام مقامات و منازل کہانیوں اور قصوں کی میں ہیں۔

باب 10

شان سلطان الفقر

انسان کامل کے باب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ ہر دور میں دنیا میں ایک "انسان کامل" موجود ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور امانت الہی کا حامل ہوتا ہے۔ ان تمام میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک سے لے کر قیامت تک سات سو سال ایسی ہیں جو سلطان الفقر کے مرجب پر فائز ہیں۔ وہ اولیائے کرام میں سب سے ممتاز ہیں اور ان کا قدم تمام اولیاء اللہ تھوڑتھوڑ قلب کے سر پر ہے۔ اس راز سے سب سے پہلے حضرت کلی سلطان بالخوارجۃ اللہ علیہ نے پردہ اٹھایا۔ آپ اپنی مشہور زمانہ تصنیف رسالہ روی شریف میں ان ارواح کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

◆

بدان کہ چوں نور احمدی از جملہ تہبی وحدت بر مظاہر کثرت ارادہ فرمود، حسن خود را جلوہ بصفائی گرم بازاری نمود۔ بر عاج ہمال پروانہ، کوئین بوزید و نقاب نسم احمدی پوشیدہ صورت احمدی گرفت و از کثرت چند بات و ارادات ہفت بار بر خود بختیہ و ازان ہفت ارواح فقرا باستنا، فقانی اللہ، بنا بنا اللہ محظیاً ذلت، ہمد مغربے پوست پیش از آفریش آدم علیہ السلام ہفتاد ہزار سال غرق بحر جمال بر شیر مرآۃ الحقین پیدا شدند۔ بجز ذات حق از اذل تا ابدیتیزے ندیدند و ما سوی اللہ گا ہے نشیدند، بحریم کبریا دام بحر الوصال لازوال، گا ہے جسد نوری پوشیدہ پر تقدیس دشیزیہ کو شیدند و گا ہے قطرہ در بحر و گا ہے بحر و قطرہ، و روانے فیض عطا "إِذَا تَحَمَّلَ الْفَقْرَ فَهُوَ لِلَّهِ" بر ایشان۔ پس حیات ابدی و تاج عز اسرمی "الْفَقْرُ لَا يُخْتَاجُ إِنْ رَبِّهِ وَلَا إِنْ غَنِيَّهُ" معزز و مکرم، از آفریش آدم علیہ السلام و قیام قیامت یعنی آگاہی ندارند و قدم ایشان بر سر جمل اویا و غوث و قطب۔ اگر آنہا را اخذ اخوانی بجاوا اگر بندوقاً دانی روا۔ علیمہ قلن علیمہ۔ مقام ایشان حرمی ذات کبریا واخ حق ما سوی الحق چیزے ناطمیہ ندو بد نیائے دنی و نیم آخری، ہجور و قصور بہشت، بکر شہد ناظر ندید و ازال یک لمحہ کے مویٰ علیہ السلام در سر ایمگلی رفت و طور در ہم شکست، در

ہر لمحہ و طرف دل اُمیں پہنچتا دہڑا بارے لمحاتِ جذبات اور ارادات برائیشان وارد و مرن زندگ آہے نہ کشیدند و هُل منْ فَزَيْدَ می گفتند۔ و ایشان سلطان الفقر و سید المکونین انہد۔ (رسالہ، ولی شریف)

ترجمہ: جان لے جب اُور احمدی نے وحدت کے گوشہ تجھائی سے نکل کر کائنات (کثرت) میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کی جعلی کی گرم بازاری سے (تمام عالموں کو) روتی پختی۔ اس کے حسن بے مثال اور شیعی جمال پر دونوں جہاں پر وادہ وار جمل اٹھے اور میم احمدی کا ثنا ثاب اوزہ کر صورت احمدی اختیار کی۔ پھر جذبات اور ارادات کی کثرت سے سات ہار جنیش فرمائی جس سے سات ارواح فقر ابا صفاتی اللہ بنا اللہ، تصور ذات میں محو، تمام مغربے پوست حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ستر ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ کے جمال کے سمندر میں غرق آئیہ یقین کے شجر پر رفنا ہوئیں۔ انہوں نے اذل سے ابدیک ذات حق کے سوا کسی چیز کی طرف نہ کھا اور نہ غیر حق کو بھی سن۔ وہ حرمیم کبریا میں ہمیشہ وصال کا ایسا سمندر ہیں کہ رہیں جسے کوئی زوال نہیں۔ بھی نوری جسم کے ساتھ تقدیس و تنزیہ میں کوشش رہیں، بھی قدرہ سمندر میں اور بھی سمندر قطرہ میں اور باداً تَطَّعَ الْفَقَرُ فَكَهُوَ اللَّهُ کے فیض کی چادران پر ہے۔ پس انہیں ابدی زندگی حاصل ہے اور وہ **الفَقَرُ لَا يَحْتَاجُ إِلَى زِيَّهٖ وَلَا إِلَى غَنِيَّةٍ** کی چادرانی عزت کے تاج سے معزز و کرم ہیں۔ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور قیام قیامت کی پکھنچ ہر جنیش میں۔ ان کا قدم تمام اولیاء اللہ، غوث و قلب کے سر پر ہے۔ اگر انہیں خدا کہا جائے تو جا ہے اور اگر بندہ خدا کہا جائے تو بھی رہا ہے۔ اس راز کو جس نے جانا اس نے پہچانا۔ ان کا مقام حرمیم ذات کبریا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ نہ مانگا، تھیر دنیا اور آخرت کی نعمتوں، حور و تصور اور بہشت کی طرف آنکھوں خدا کر بھی نہیں دیکھا اور جس ایک جعلی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سراسیدہ ہو گئے اور کوہ طور پخت گیا تھا، ہر لمحہ، ہر پل جذبات اور ارادات کی ولیٰ جلیات ستر ہزار باران پر وار و ہوتی ہیں لیکن وہ نہ دم مارتے ہیں اور نہ آہیں بھرتے ہیں بلکہ مزید تجلیات کا تقاضا کرتے رہتے ہیں۔ وہ سلطان الفقر (فقر کے ہادیہ) اور دونوں جہانوں کے سردار ہیں۔

یہ مبارک ارواح سات ہیں، ان کے ناموں کا اکٹھاف کرتے ہوئے حضرت آنحضرت سلطان باہور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

◆ یکے روح خاتون قیامت (زوجی اللہ تعالیٰ عنہا)۔ یکے روح خواجہ سن بصری (زوجی اللہ تعالیٰ عنہ)۔ یکے روح شیخ ما، حقیقت الحق، نور مطلق، مشہود علی الحق، حضرت سید مجتبی الدین عبد القادر جیلانی محبوب سماجی (زوجی اللہ تعالیٰ عنہ)، یکے روح سلطان اثوار، بزرگ الحمد حضرت پیر عبدالرزاق فرزند حضرت پیر دشیر (قدس سرہ، العزیز) و یکے روح چشمہ عجم شان خاصویت، سر اسرار ازادت یا ضو، فتنیٰ ھوفقیر باضو (قدس اللہ بزرگ) و دورویج دیگر اولیاء۔ محنت میم ایشان قیام داریں۔ تا آنکہ آں دورویج از آشیانہ وحدت بر مظاہر کثرت خواہند پر یہ، قیام قیامت نخواهد شد۔ سراسر نظر ایشان تو روحدت و کیمیائے عزت بہر کس پر قوع عطاۓ ایشان افقاء، تو ر مطلق ساختہ، اختیار ہے بریاضت و ورد اور اخراجی طالبان رات پر داختند۔ (رسالہ، ولی شریف)

ترجمہ: ان میں ایک خاتون قیامت (فاطمہ الزہرا) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روح مبارک ہے۔ ایک حضرت خواجہ سن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

لے جہاں فخری سمجھا جاتی ہے وہی اللہ ہے۔ ح فقر نہ تو اپنے نرب کا جھان ہے نہیں اس کے غیر کا۔

روح مبارک ہے۔ ایک ہمارے شیخ، حقیقت حق، نور مطلق، مشہود علی الحق حضرت سید مجید الدین عبدالقدوس قادر جیلانی محبوب سبحانی قدس سرہ العزیز کی روح مبارک ہے۔ اور ایک سلطان انوار سر اسرار حضرت پیر عبدالرزاق فرزند حضرت پیر دنگیر (قدس سرہ العزیز) کی روح مبارک ہے۔ ایک حاضریت کی احکام کا چشمہ بزر اسرار ذات یا عومنی حوفیت بالخوا (قدس سرہ العزیز) کی روح مبارک ہے اور دو ارواح و دنگر اولیا کی ہیں۔ ان ارواح مقدسہ کی برکت و حرمت سے ہی دونوں جہان قائم ہیں۔ جب تک یہ دونوں ارواح وحدت کے آشیانے سے نکل کر عالم کثرت میں نہیں آئیں گی قیامت قائم نہیں ہوگی۔ ان کی نظر سر اسرار نور وحدت اور کیمیائے عزت ہے۔ جس طالب پر ان کی لگاہ پڑ جاتی ہے وہ مشاہدہ ذات حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے کویا اس کا سارا دنہ مطلق نور ہیں گیا ہو۔ انہیں طالبوں کو ظاہری و روؤظاً اکف اور چلکشی کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔

حقیقت سلطان الفقر

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان پاخور حجۃ اللہ علیہ سلطان الفقر کی حقیقت کے بارے میں فرماتے ہیں:

◆ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات حق تعالیٰ کے حضور میں سلطان الفقر سے ملاقات کی، اس سے بغایب ہوئے اور سر سے پاؤں تک روپرہو کرفقر سے پلت گئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود فقر میں بدل گیا۔ (جامع الاسرار)

◆ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے تو پہلے برآن پر سوار ہوئے اور پھر حضرت جبراہیل علیہ السلام نے دونوں جہان اور انحصارہ بزرگ قسم کی خلوق کو ہر طرح سے آراستہ ہیجراست کر کے دکھایا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھ اداھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ **قَاتِلُ الْبَطْرَزِ وَمَا كَلَّفَيْ (سورة الحج، 13)**

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ (دیہ اولیٰ سے) نہ بھری اور نہ ہی (مترہ) حد سے بڑھی۔

یہ حالت تمام اعلیٰ اور ادنیٰ مقامات پر رہی اسی لیے حق تعالیٰ کے حضور قاب و قسم کے مقام پر پہنچا اور دو کے ماہین پیار کے چلکے کا ساپرہ رہ گیا۔ جب حبیب میں بھین ہوئے تو آواز آئی "اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں نے دونوں جہان آپ پر نثار کر دیئے اور دونوں جہان اور انحصارہ بزرگ عالم کا انظارہ آپ کو کر دیا، ان میں کیا چیز آپ کو پسند آئی جو آپ کو عطا کی جائے؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی "اللہ تعالیٰ مجھے فقر عطا کیا جائے کیونکہ فقر کے برادر کسی کو قرب الہی اور مقام فنا فی اللہ حاصل نہیں ہے اور ایسا قرب کسی اور چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔" سبک فقر سلطان الفقر ہے۔ جو شخص ظاہر و باطن میں اس فقر کو دیکھ لیتا ہے وہ صاحب اختیار ہو جاتا ہے اور مرتبہ محمدی اس پر غالب آ جاتا ہے۔ (جامع الاسرار)

◆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) امیں نے سلطان الفقر کا مرتب آپ کو عطا کیا ہے اور آپ کے فقر کو بھی اور آپ کے

اللہ بیٹ کو بھی اور آپ کے تھی اور صاحب امیتوں کو بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا کہ ہزار ہزار شکر ہے۔ (جامع الاضداد)

سلطان الفقر کی عظمت

سلطان العارفین حضرت گی سلطان پاھور حضرت اللہ علیہ سلطان الفقر کی عظمت اور شان بیان کرتے ہوئے اپنی فارسی تصانیف میں

فرماتے ہیں:

❖ نور سلطان الفقر آفتاب سے بھی روشن تر ہے اور اس کی خوبیوں ملک، گلاب اور غیر سے بھی زیادہ خوبیوں دار ہے۔ جو سلطان الفقر کو خواب میں دیکھ لے وہ الیتھان فقیر بن جاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے باطن میں دست بیت فرمائے کر تعلیم و تلقین کرتے ہیں۔ میرا یہ قول میرے حال کے عین مطابق ہے۔ (کلیدِ التوحید کا ان)

❖ جان لے کے سلطان الفقر کی ابتداء غیر مخلوق نورِ ایمان ہے اور ابتداء غیر مخلوق نورِ ذاتِ رحمٰن ہے۔ (قربِ دیدار)

❖ ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی ہوتا ہے جو سلطان الفقر کی لازواں معرفت حاصل کرتا ہے اور یعنی جمال حق کے وصال سے فقر کی ابتداء تک پہنچ کر فقر کا مشاہدہ کرتا ہے۔ جس معلوم ہوا کہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو فقر کا الاداہ اور ہے ہوئے ہیں لیکن ہزاروں میں سے کوئی ایک ہی فقر کی تمامیت تک پہنچتا ہے۔ آخر فقر کے کہتے ہیں اور فقر کیا ہے؟ فقر ایک نور ہے کہ جس کا نام سلطان الفقر ہے اور وہ اللہ کی نیکا ہے اور اس کی بارگاہ میں ہمیشہ مختصر ہوتا ہے۔ (ایکروں کلودیں)

❖ حضرت خضر علیہ السلام کی مجلس اسے نصیب ہوتی ہے جس کی باطنی خضر سے ملاقات ہو جائے، باطنی حضر سلطان الفقر کو کہتے ہیں۔ جس کی ملاقات باطنی خضر سے ہو جائے اسے علم ظاہری بھول جاتا ہے کیونکہ اس کے باطن و علم باطن، اور معرفت اور توحید ایسی کی تدبیات اس قدر معمور کر دیتی ہیں کہ وہ ہر وقت قرب و وصال کی حضوری میں غرق رہتا ہے۔ (محکمۃ الفتن کا ان)

❖ فقر کے مراتب سے وہی شخص واقف ہوتا ہے جو فقر کی پہنچا ہو، جس نے فقر کی لذت چکھی ہو اور فقر احتیار کیا ہو اور سلطان الفقر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو۔ (سرارة دری)

❖ پس دیوبندیانی و پادشاہیں اور شیطان کو فنا فی اللہ کے زمان میں ذمہ اور اس کے گھنگی میں قرآن، نص و حدیث، تغیر، معرفت الہی اور روشن فقیری کی زنجیرہ ایں کر بھیش کے لیے قید کرتا سلطان الفقر عارفین کا کام ہے۔ (کلیدِ التوحید کا ان)

❖ جو یہ چاہتا ہو کہ وہ دریائے وحدانیت الہی تک پہنچ جائے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری سے دامنی طور پر مشرف و حاضر رہے اور سلطان الفقر سے ملاقات کرے کیونکہ صورت سلطان الفقر نورِ حق ہے اور سلطان الفقر فنا فی اللہ ہوتے ہیں جو بھیش قربِ خدا میں اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں رہتے ہیں، (تو وہ جان لے کر) آدمی کے وجود پر کم و بیش تیس کروڑ تیس لاکھ بال ہیں اور ہر بال کے اندر شیطان کا گھر ہے جو کہ خواہشات سے پر ہے اور اس کی اساس دنیا ہے جو ہر خواہش کو پروان چڑھاتی ہے اور لذتِ دنیا سے پانی کی

مثیل سیراب کرتی ہے۔ لہذا جو سب سے پہلے دل میں سے حب دنیا کو باہر نہیں نکالتا وہ ہرگز اللہ کا قرب نہیں پاسکتا اسی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پہنچ سکتا ہے۔ (کلید اتوحید کائن)

جو مقام ترک و توکل، تسلیم و رضا، تحریر و تغیریہ، توحید، فنا و بقا اور صفا کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے وہ مرائق و خواب میں مجلس انہیا اولیا یا مجلس سلطان الفقر میں حاضر رہتا ہے۔ (کلید اتوحید کائن)

فقر کا انہجاتی مقام فنا فی اللہ ہے جو نہ تو عقل اور چالاکی سے ہاتھ آتا ہے اور نہ ذکر، فکر اور مرادی سے گھر مرشد کامل چاہے تو طالب کو کبھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں، کبھی مقام فنا فی اللہ کی حضوری میں اور کبھی سلطان الفقر، فنا فی اللہ کی محبت میں لے جاتا ہے۔ جس شخص کے لیے یہ تینوں مراتب ایک ہو جائیں وہ فقر کی تمامیت کو پہنچ جاتا ہے۔ (عقل بیدار)

جب طالب مراتب رضا و قضا سے گزر کر وحدت لقا کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو قرب حضور سے ایک صورت انور پیدا ہوتی ہے جو نور سے روشن تر اور بہشت و بہار کی ہر رحمت سے زیادہ حسین ہوتی ہے۔ معرفت و مشاہدہ دیدار میں حجہ اور محبت الہی میں سوندھنے اس صورت کا نام سلطان الفقر ہے۔ یہ صورت عاشق ہوشیار کے سامنے ظاہر ہوتی ہے اور اس سے بغل گیر ہو جاتی ہے جس سے وہ سر سے قد منک لایتحان ہو جاتا ہے اور اس کے وجود میں دنیا و عرصی کا کوئی غم باقی نہیں رہتا۔ (نور الہم کوون)

آدمی اس وقت تک مراتب فقر تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ باطن میں سر الہی کی صورت خاص سلطان الفقر اسے اپنے ساتھ بغل گیر کر کے زیارت اور تعلیم و تلقین سے مشرف نہیں کر لیتی۔ چاہے کوئی ریاضت کے پتھر سے سری کیوں نہ پھوڑتا پھرے جب تک سلطان الفقر کی طرف سے اشارہ نہیں ہو گا وہ فقر کی خوبصورت بھی نہیں پہنچ سکے گا کہ سلطان الفقر کی وہ باطنی صورت ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتی ہے۔ (نک فقر کائن)

سلطان الفقر کی مجلس تو حبی باری تعالیٰ کا ایک دریا ہے۔ جو طالب اس دریا کے کنارے پہنچ جاتا ہے وہ صاحب کنار (وصال) ہو جاتا ہے۔ (نکم الفقر)

معراج کی رات جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سدرۃ المنشی کے مقام پر پہنچتا تو وہاں صورت فقر کا مشاہدہ کیا اور مراتب سلطان الفقر کی لذت سے لطف اندوڑ ہوئے، فقر نور الہی سے باطن کو معمور فرمایا اور قاب قسمین کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے قرب و وصال سے مشرف ہو کر ذات حق تعالیٰ سے تم کلام ہوئے۔ (نک فقر کائن)

فقریہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استقامت و مضبوطی سے فقر فی اللہ میں قدم رکھتا ہے کہ اس کے سر پر فقر کا نام ہے اور فقر کے سر پر اللہ کا نام ہے یعنی فقر اس اللہ سے فقیر بنتے ہیں اور اسم اللہ تعالیٰ سے شہیاز بنتے ہیں۔ راہ فقر میں اگر کوئی ہاہت قدم رہتا ہے تو وہ صاحب راز حقیقی ہیں جاتا ہے۔ اگر کوئی فقر اور اسم اللہ سے برگشتہ ہو جاتا ہے اور رہمت واستقامت کو چھوڑ کر دنیا و اہل دنیا کی طرف مراجعت کرتا ہے (اوٹ جاتا ہے) تو وہ مرتبہ شہیازی فقر و راز سے من مورثتا ہے۔ وہ گویا جمل ہے جس کی نظر مردار پر ایکی ہوئی ہے اس لیے وہ دونوں جہان میں ذلیل و خوار ہے۔

اس کا دل دنیا سے یہ نہیں ہوتا، اس کی آنکھوں میں دنیا کی بھوک بھری رہتی ہے۔ وہ فقر حقیقی اور سلطان الفقر حقیقی (سلطان الفقر کی حقیقت) تک نہیں پہنچ سکتا، وہ طالبِ دنیا بلکہ زندگی ہے۔ (محض الفقرا کاون)

جو آدمی باطن میں سلطان الفقر کے چہرے کی زیارت کر لیتا ہے وہ لا بحاج ہو کر صاحبِ لفظ ہو جاتا ہے۔ (محض الفقرا کاون)

جاننا چاہیے کہ معرفت فقر کے مختلف مراتب کے لیے انبیاء، صحابہ اور اولیاء اللہ میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی لیکن مسوی حضرت احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی بھی فقر کی تمامیت کو نہیں پہنچا اور کسی نے سلطان الفقر کی انتہا پر قدم نہیں رکھا مگر شاہ محبی الدین غوث العظیم شیخ عبدالقدوس جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حکیم الہی اور بہ اجازت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقر کے ابتدائی اور انتہائی مراتب اور مرتبہ سلطان الفقر کو اپنے عمل، بخش اور تصرف میں لائے۔ (تذکرہ الباهیت)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس مسلمان میں سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ وحی شریف میں دنیا کے تمام اولیاء کرام میں سے صرف سات اولیائے کرام کو سلطان الفقر اور سید الکوئین کے جملی القدر لقب سے یاد کیا گیا ہے اور ان میں صحابہ کرام، آئمہ و مجتهدین اور دیگر اولیائے مقیرین میں سے کسی کو بھی شامل نہیں کیا گیا۔

پہلے اس مسئلہ کو منطق اور دلائل سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ظاہری دنیا میں مختلف فنون اور کمالات ہیں، ایک ہنر اور کمال کا دوسرے ہنر اور کمال سے کوئی مقابلہ نہیں ممکن کوئی معاشیات اور اکاؤنٹنگ میں ماہر ہے تو کوئی فزکس، کیمسٹری یا یا بیولوژی میں یہ طویل رکھتا ہے۔ کسی کو کرکٹ اور کسی کوہا کی میں کمال حاصل ہے تو کوئی صحافت، خوش نویسی اور دوسرے شعبوں میں ماہر ہے۔ یعنی ہر فن میں خاص صاحب کمال انسان ہوتے ہیں اور ہر انسان کے لئے ایک خاص فن ہوتا ہے۔ مختلف فنون میں ماہروگوں کی آپس میں نہ کوئی نسبت قائم کی جاسکتی ہے اور نہ کوئی مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں ڈاکٹر اور کھلاڑی میں سے کون بہتر ہے۔

اسی طرح باطنی دنیا کے مراتب، کمالات اور فنون کے مختلف شعبے اور قسمیں ہیں جیسے کہ بعض اولیاء صدق میں، بعض عدل و محاسبہ نفس میں، بعض زہد میں، بعض ترک میں، بعض ریاضت میں، بعض صبر میں، بعض شکر میں، بعض جود و حکایت میں اعلیٰ مرتب کے حامل ہوئے۔ اسی طرح انبیاء علیہما السلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام زادہ البشر، حضرت داؤد علیہ السلام عبد البشر اور حضرت ایوب علیہ السلام اصبر البشر ہوئے یعنی ہر جی کسی خاص باطنی صفت اور مرتبہ میں صاحب کمال ہوا ہے۔

فقر، بھی ایک خاص باطنی مرتبہ اور کمال ہے، اس کے مقابلہ میں باطن میں نہ کوئی کمال ہے اور نہ مرتبہ اور یہ خزان تمام انبیاء کرام میں سے پورا جامِ ہمارے آقا نامہ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا (جس کا بیان حقیقت سلطان الفقر کے عنوان میں گزر چکا ہے)۔ فقر کے باطنی کمال میں کوئی بھی اور کوئی رسول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراور ہر ایک نہیں ہو سکتا ہے۔ اسی پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فخر فرمایا ہے اور فخر کی بدولت ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام قسم انجیا اور مرسلین کے درمیان سر بلند اور ممتاز ہیں۔ مقام غور بات یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام ظاہری اور باطنی کمالات کے جامع ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کمال پر فخر نہیں فرمایا یعنی نسبت پر، نہ خاواتر پر، نہ تقویٰ و صبر پر، نہ ترک و توکل پر اور نہ فصاحت و بنافت پر، آپ نے صرف فخر پر فخر کا انکھار فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فخر ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصل ترک اور ورش ہے۔ غرض باطن میں صدق و وقار، عدل و محاسن، نفس، حیا، صحابیت، امامت، شہادت، فقہ، احتجاج، ولایت، غوشیت، قطبیت، صدیقیت، تقویٰ، زید، صبر، شکر، تسلیم، رضا، خوف، رجاء، جود و کرم، علم، شجاعت اور شفقت وغیرہ کے بے شمار الگ الگ منصب اور مراتب ہیں لیکن فقران سب سے اعلیٰ اور افضل مرتبہ ہے۔

اب آتے ہیں اعزازات کی طرف۔ اس فتحیر کو اپنی زندگی میں کچھ بے بصیرت لوگوں کی طرف سے "مرجب سلطان الفقر" پر ہجن اعزازات کا سامنا کرنا پڑا اور مدد رجہ ذیل ہیں:

- (1) ان سات مستیوں میں باب فخر، امام الفقر حضرت علی کرم اللہ وجہ جو قادری، چشتی اور سہروردی سلسل کے امام ہیں اور یہ سلاسل ان ہی کے ویلے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتے ہیں، کا نام شامل نہیں ہے۔ کیا ان کو درافت فخر مختل نہیں ہوتی؟
- (2) کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یار عمار، امام صدیقین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہمن سے سلسلہ قشیدہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتا ہے، کو فخر مختل نہیں ہوا؟
- (3) کیا دیگروں خلافائے راشدین حضرت عمر روق حضرت علیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فخر مختل نہیں ہوا؟
- (4) کیا امامین پاک حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ورش فخر نہیں ملا؟
- (5) کیا صحابہ کرام جو تمام امت میں سب سے اعلیٰ ترین طبقت ہے، کو فخر نہیں ملا؟
- (6) کیا امام مجتبی اور امامت کے دوسرے اولیا کرام کو فخر نہیں ملا؟

ان تمام اعزازات کا جواب سلطان العارفین حضرت علی سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ خود اپنی انسانیت میں فرمائے ہیں۔ ہم انہی حوالہ جات کو بیان پیش کر رہے ہیں۔

فخر اور خلافائے راشدین علیهم السلام

حضرت علی سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ فرماتے ہیں "بیرون چار ہیں۔"

❖ چار بیرون کو شناخت کرلو کہ اول صدیقوں کے پیغمبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، دوم عادلوں کے پیغمبر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، تیسرا اہل حیا کے پیغمبر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور فخر اکے پیغمبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ (جامع الانوار)

❖ صدیق صدق و عدل عز و پر جیا علیاً بود گوئی فخرش از عظیمتر شاہ مردان می ربوود

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ صدق ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ عدل ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حیا ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہ شاہزادہ مرواد اس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فخر حاصل کیا ہے۔ (جیں الفقر کاں)

سلطان العارفین حضرت علی سلطان بالخور حمتہ اللہ علیہ اس بیت میں فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور ماتع یعنی فقر حضرت علی کرم اللہ وجہ شاہزادہ مرواد ہوئی۔ آپ باب فقر ہیں اور ورش فقر کو مخلص کرنے والے ہیں اس لیے یہ اعتراض قابل توجہ نہیں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عدل اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حیا کے اعلیٰ ترین مراتب تنصیب ہوئے۔ پھر آپ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طالبِ مولیٰ کو صدق میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح، عدل اور محاسبہ نفس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح، شرم و حیا میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فقر میں حضرت علی کرم اللہ وجہ شاہزادہ میں طرح ہونا چاہیے۔ یہ چاروں مراتب یکساں نہ ہوں تو فخر کا کامل مرتبہ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت علی سلطان بالخور حمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور حضرت علی کرم اللہ وجہ شاہزادہ چاروں کی توجہ سے باطن میں فقر کی تھیکی تھیکی ہوتی ہے لیکن باب فقر، حضرت علی کرم اللہ وجہ شاہزادہ میں۔ حضرت علی سلطان بالخور حمتہ اللہ علیہ کے بیعت کے واقعہ سے اس بات کی تصدیق ہو جائے گی کہ ان چاروں کی توجہ سے کیا مراودہ ہے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ (سلطان العارفین حضرت علی سلطان بالخور) شورکوٹ کے گرد تواح میں مکررے تھے کہ اچانک ایک صاحب نور، صاحب حشمت اور بارع بھڑ سوار نمودار ہوا جس نے آپ کا باتھ کر کر آپ کو پیچھے بھالیا۔ آپ ڈرے، کانے اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ گھر سوار نے پہلے توجہ کی اور بعد ازاں فرمایا کہ میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ پھر آپ نے عرض کی کہ مجھے کہاں لے جائے ہے میں؟ فرمایا "حسب الارشاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پر نور میں لے جاتا ہوں۔" اسی وقت لے جا کر مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں حاضر کر دیا۔ اس وقت حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی مجلسِ اہل بیت میں حاضر تھے۔ حضرت سلطان بالخور کو دیکھتے ہی سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجلسِ مقرر سے اٹھ کر آپ سے ملاقات کی اور توجہ فرمائی کہ میں اکابر مجلس سے رخصت ہوئے۔ بعد ازاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ باری باری اٹھے اور توجہ اور ملاقات کے بعد مجلسِ شریف سے رخصت ہو گئے تو مجلسِ شریف میں صرف اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسلام رہ گئے۔ سلطان العارفین حضرت علی سلطان بالخور فرماتے ہیں کہ مجھے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہ شاہزادہ میں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری بیعت حضرت علی کرم اللہ وجہ شاہزادہ کے پر فرمائیں گے کیونکہ امیر المؤمنین اسد اللہ الغائب حضرت علی مرتضیٰ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ شاہزادہ میرے پہلے و سیلہ اور اکمل ہادی تھے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں دستِ مبارک میری طرف بڑھا کر فرمایا "میرے باتھ کمزور" اور مجھے دونوں باتھوں سے بیعت اور تلقین فرمایا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک مرتبہ کل

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ تَعَالَى فِي الْمَقَامِ كَمَا كَوَافَّ حِجَابَ نَدَرِهَا - جَنَاحِيَّةُ الْأَوَّلِ وَآخِرِ كِسَانِهِ هُوَ كَيْسَانٌ - جَبَ آنَّ حَضْرَتَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَقْرِينِ سَمْرَقَنْدَ مَعَ شَرْفِ هَوَاءِ تَخَاتُونَ جَنَّتِ سَيِّدَةِ النَّسَافَاطِمَةِ زَهْرَةِ الرَّضِيِّ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا نَعْجَجَ فَرِمَيَا "تَوْمِيرِ افْرَزَنْدَ" - "مَيْنَ نَعْمَانَنْ پَاكَ حَضْرَتَ نَامَ حَسَنَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ اور حَضْرَتَ نَامَ حَسِينَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَقَدْمِ مَبَارِكَ چَوَّمَے او رَأْپَنَے گَلَى مَيْنَ انَّ کَلَّى نَلَمَى کَا حَلَقَ پَهْنَا - (مَنَاقِبُ مَطَافِلَنْ)

اس فقیر کے ذیال میں سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باشمور حمت اللہ علیہ کی اس عبارت سے یا اعتراف کر خلفائے راشدین کا ذکر مرتبہ سلطان الفقرا میں نہیں ہے، دوسرے ہو جانا چاہیے اور یہ بات بھی تجویہ میں آجائی چاہیے کہ ان چار ہزار والی کی توجہ کے بغیر فقرہ مل نہیں ہوتا۔

فقر اور اہل بیت علیہ السلام

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ اللَّهُ تَعَالَى سے وَصْلُ اور وَصَالَ کے دو طریقے اور راستے ہیں۔ ایک نبوت کا طریقہ اور راستہ ہے، اس طریقے سے اصل طور پر وَاصل اور موصل حسن انبیا علیہم السلام ہیں اور یہ سلسلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر ختم ہوا۔ دوسرا طریقہ ولایت کا ہے، اس طریقے والے واسطے (وَسیلہ) کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے وَاصل اور موصل ہوتے ہیں۔ یہ گروہ اقطاب، اواناد، ایدال، شنجما اور عام اولیا پر مشتمل ہے۔ اس طریقے کا راستہ اور وسیلہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ کی ذات گرامی ہے اور یہ منصب عالی آپ کرم اللہ وجہ کی ذات گرامی سے متعلق ہے۔ اس مقام میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہ کے سر پر ہے اور حضرت فاطمۃ الزهرہ رضی اللہ عنہا اور حسین بن کریم بن رضی اللہ عنہم اس مقام پر سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ساتھ شامل اور مشترک ہیں۔ ﴿ ۱

سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باشمور حمت اللہ علیہ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

حضرت علی کرم اللہ وجہ شاہزادہ مروالی نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فقر حاصل کیا ہے۔ (میں الفقرا مجتہد الفقرا)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر حضرت علی کرم اللہ وجہ کو حطا فرمایا۔ (جامع الاسرار)

فقرا کے پیر حضرت علی کرم اللہ وجہ ہیں۔ (جامع الاسرار)

حدیث پاک آنکا مَدِيْنَةُ الْعَلِيِّ وَ عَلَيْهِ تَبَّاعِيَا کا اہل علم اس طرح ترجیح کرتے ہیں "میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ" لیکن حضرت عجی سلطان باشمور حمت اللہ علیہ اس حدیث کو اس مفہوم میں بیان فرماتے ہیں "میں فقر کا شہر (مرکز) ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ (بَاب)"۔ "اس لیے فقرا حضرت علی کرم اللہ وجہ کو "بَاب فَقْرٍ" کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں۔

سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزهرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں تو پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ وہ سلطان الفقرا ہیں۔ سلطان العارفین حضرت عجی

سلطان با خور حمت اللہ علیہ اپنی تصنیف جامع الاسرار میں فرماتے ہیں:

- ❖ حضرت فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا فقرت کی پلی ہوئی تھیں اور انہیں فخر حاصل تھا۔ جو شخص فخر تک پہنچتا ہے ان ہی کے ویلے سے پہنچتا ہے۔
- ❖ حسین بن کریم بن رضی اللہ عنہم کے بارے میں حضرت آنحضرت سلطان با خور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:
- ❖ **الفقر فقری** (فخر بر فخر ہے) میں کمال امامین پاک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی مخدک ہیں۔ (محک الفخر کاں)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فخر کے مرتبہ کمال فتنی اللہ تعالیٰ باللہ کے مقام پر یہ چاروں ائمتوں یکتا اور متحد ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جب تک ان چاروں ائمتوں کے مقام اور مرتبہ کے بارے میں طالب مولیٰ بھی یکتا نہیں ہو جاتا فخر کی خوبیوں کو نہیں پاسکتا۔

فقر اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم

کیا تمام اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کو فخر کی نعمت میں؟ حضرت آنحضرت سلطان با خور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- ❖ یاد رہے اصحاب کبار جیلانی کے بعد (القاظ) اصحاب کبار کے بعد پر خور فرمائیں اس کا مطلب ہے اصحاب کبار کو فخر کی نعمت و دوامت دو حضرات نے پائی، ایک غوث اعظم محی الدین حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرت امام ابوحنینہ کو فتنی اللہ علیہ جو ایک تارک دینا صوفی تھے۔ آپ رحمتہ اللہ علیہ نے ستر سال تک نہ کوئی نماز قضا کی نہ روزہ۔ ایسا ہی کمال (الفقر فقری میں) صالح و ساجدہ ولیہ حضرت بلی بی رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ کو نصیب ہوا۔ (محک الفخر کاں)

مندرجہ بالا عبارت سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اصحاب کبار جیلانی نے مراتب بر مراتب فخر کی نعمت پائی اور ان کے بعد غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ، حضرت امام ابوحنینہ رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہ کو یہ نعمت نصیب ہوئی۔ لہذا یہ اغتر ارض کے اصحاب کبار اور ان کے بعد کسی ولی یا مجتہد کو فخر نہیں۔ حضرت آنحضرت سلطان با خور حمت اللہ علیہ کی اس تحریر سے دور ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی ایک اور تحریر حاضر ہے۔

سلطان العارفین حضرت آنحضرت سلطان با خور حمت اللہ علیہ نے اپنا عقیدہ کلید التوحید کا اس میں یوں بیان فرمایا ہے:

- ❖ جان لو کہ ان چھ مراتب تک کوئی بھی نہیں کٹج سکتا اور اگر کوئی کٹجے کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا، ساحر اور کافر ہوتا ہے جو استدران کا شکار ہو کر مردہ ہو جاتا ہے۔ وہ خاص اخاوص چھ مراتب یہ ہیں:

اول مرتبہ یہ کہ آیا ست قرآن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی پر نازل نہیں ہو سکیں۔

دوم مرتبہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی پر وحی نازل نہیں ہوئی کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔

سوم مرتبہ یہ کہ مرتب معرفت (کی انجما) تک سوائے حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کے کوئی نہیں پہنچا (اور نہیں سکتا ہے)۔

چہارم مرتبہ یہ کہ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کے علاوہ مقام قاب قسم پر کوئی نہیں پہنچ سکتا اور نہیں کسی کو ظاہری آنکھوں سے دیدار الہی ہو سکتا ہے۔

پنجم مرتبہ یہ کہ کوئی شخص بھی حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ، اصحاب صدف، اصحاب بدرا اور اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مرتبہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

ششم مرتبہ یہ کہ علم روایت میں چار مجتہد مذہب (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) ہیں، ان چاروں مجتہدا مائن کے مرتبہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا اور یہ چاروں مذہب برحق ہیں۔ (کلید اتوحید کاواں)

مندرجہ بالا پچھہ مرتب جو حضرت علی سلطان باخور حرمت اللہ علیہ نے بیان فرمائے ہیں ان پر کسی تبرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک ایک مرتبہ صاف اور واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور خاص طور پر اصحاب کبار کے مرتبہ کی جو وضاحت آپ رحمت اللہ علیہ نے فرمائی ہے اس کے بعد تو کسی قسم کے اعتراض کی گنجائش یہ باقی نہیں رہتی۔

حضرتین کے مرتب سلطان الفقیر جو پچھہ اعتراضات درج کیے گئے تھے ان اعتراضات کو سلطان العارفین حضرت علی سلطان باخور حرمت اللہ علیہ کی تصانیف سے تبی دوکر دیا گیا ہے۔

بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضرت فاطمۃ الزہر رضی اللہ عنہا کی فضیلت فقر کی وجہ سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی اصل وراثت فقر محمدی حاصل کی اور اسی وراثت کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہا کی اولاد آل نبی ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا پہلی سلطان الفقیر نوئیں تاکہ دنیا کو آپ کی فضیلت معلوم ہو سکے ورنہ آپ نے تقصین و ارشاد کا فریضہ تو سرانجام نہیں دینا تھا۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو یہی باب فقر کیونکہ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام سے ورد فقرامت کو آپ کرم اللہ وجہہ کے وسیلہ سے منتقل ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ورد فقر و سرے سلطان الفقیر حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کو منتقل ہونا اس حقانیت کو ثابت کرتا ہے کہ ورد فقر موروثی نہیں ہے ورنہ امائن پاک حسین کریمین (علیہ السلام) فقر کے کمال پر یہیں اور سلطان الفقیر و م حضرت خواجہ حسن بصری (علیہ السلام) اور سلطان الفقیر پنجم سلطان العارفین حضرت علی سلطان باخور نے امائن پاک کی غلامی پر فخر محسوسی کرتے ہیں۔

المختصر فقر کی یہ نعمت عظیمی مراجع کی رات حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سلطان الفقیر کا مرتبہ عالی جناب خاتون جنت سیدۃ انسا حضرت فاطمۃ الزہر را کو عطا ہوا اور باب فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خرقہ فقر پہنچا گیا اور آپ کرم اللہ وجہہ سے ہی فقرامت کو منتقل ہوا۔ ان کے بعد حسین کریمین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام نے فقر پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے چھ اور ایسی ہستیوں کا اختباپ کیا گی جن کو بعض پر فضیلت عطا کی گئی اور ان کو فقر میں ایک خاص مرتبہ سلطان الفقیر کا تاج پہنچا گیا۔ ان کی نشانی حضرت علی سلطان باخور نے بیان فرمائی ہے:

ان کی نظر سر اسرور وحدت اور کیہیاے عزت ہے۔ جس طالب پر ان کی لگاد پڑ جاتی ہے وہ مشاہدہ ذات حق تعالیٰ ایسے کرنے لگتا ہے کہ یا اس کا سارا وجہ مطلق نور بن گیا ہو۔ انہیں طالبوں کو ظاہری وردو طائفہ اور چلائشی کی مشقت میں ڈالنے کی حاجت نہیں ہے۔ (رسالہ روحی شریف)

یعنی یہ طالبان مولیٰ کو وردو طائفہ، چلائشی اور مشقت میں نہیں ڈالتے بلکہ ان کی نظر ہی نور ہے، جس پر پڑ جاتی ہے وہ بھی نور بن جاتا ہے۔ اس فقیر کو یہ طویل بحث اس لیے کرنا پڑی کہ فقیر کو ان سوالات سے اکثر واسطہ پڑتا رہا ہے اور لوگوں کے ذہن میں یہ سوالات تنہیم لیتے رہتے ہیں خاص طور پر وہ جن کا تعلق طبقہ ظاہر سے ہے۔ امید ہے اس بحث سے بہت سے شکوہ و شہزاد رفع ہو گئے ہوں گے۔ لیکن ایک بات ذہن میں رہے کہ فقیر کے محقق کل حضور علیٰ اصلوۃ والسلام ہیں اور فقیر ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہم وراثت ہے اور اہل بیت اس وراثت کے وارث اور اس کو تحفظ کرنے والے ہیں۔

رسالہ روحی شریف میں حضرت حقی سلطان پاٹھ نے جن سات سلطان الفقرا اور سید الکوئین ارواح کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے پانچ کے ناموں کا تو آپ رحمت اللہ علیہ نے اکٹھاں فرمادیا تھا جو دنیا میں جلوہ گر ہو کر اپنے زمانہ کے لوگوں کے لئے رحمت اور فیض کا موجب ہیں۔ ان پانچ ارواح کے حالات زندگی اور مناقب پر بہت سی کتب اور سماں تصنیف ہو چکے ہیں اور وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ لیکن مستقبل میں آنے والی دو ارواح کے ناموں کو آپ رحمت اللہ علیہ نے تھجھی رکھا تھا۔ ان میں سے ایک روح اور حستی دنیا میں ظاہر ہو چکی ہے جس کی خلائی اور زیارت کا شرف اس زمانہ کے لوگوں کو حاصل ہوا۔ ان کا نام سلطان الفقر ششم حضرت حقی سلطان محمد اصغر علیٰ رحمت اللہ علیہ ہے جن کا یہ فقیر غلام اور خادم ہے۔ 14 اگست 1947 (27 رمضان المبارک 1366ھ) بروز جمعۃ المبارک کو آپ رحمت اللہ علیہ کی ولادت ہوئی اور 26 دسمبر 2003ء (24 ذی القعڈہ 1424ھ) بروز جمعۃ المبارک آپ رحمت اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔ آپ رحمت اللہ علیہ کے حالات زندگی اور تعلیمات پر اس فقیر نے ایک کتاب ”سلطان الفقر ششم حضرت حقی سلطان محمد اصغر علیٰ۔ حیات و تعلیمات“ تحریر کی ہے یا ما شائن سروہی قادری کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب ”مجتبی آخر زمانی“ کے باب ششم کا مطالعہ فرمائیں۔

باب 11

توحید

توحید اسلام کا بنیادی رکن ہے اور عام مسلمان کے لیے نہایت سادہ و آسان گر جب عارفین، فقرا اور صوفیانے اس کی تشریع کی کوشش کی تو اس میں بے پناہ گہرائی اور وحدت دکھائی دی۔ عام کے لیے مکمل طبیعت جو عقیدہ توحید کا بیان ہے، نہایت آسان اور سیدھا ہے۔ ان کے لیے مکمل توحید یعنی **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کے بس سیئی معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدۃ لا شریک ہے، ہر تمدن و شایعی کو زیبا ہے اور وہی خالق و مالک ہے۔ لیکن جب عارفین، فقرا اور صوفیاں کی شرح کرتے ہیں تو اس میں اس قدر باریکیاں اور گہرائیاں ہوتی ہیں کہ علماء کرام کہیں تو عرض عشق کرانچتے ہیں اور کہیں کفر و زندقہ کے فتوے لے کر انہوں کھڑے ہوتے ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ سوائے اللہ کے۔ یعنی بھی ہے اور اثبات بھی۔ یہ بالکل درست ہے کہ وہ ایک ہے میں جب وہ ہے ہی ایک تو وہ سے کیلئی کیا سوال ہے؟ ایک کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا پھر جب اس کا کوئی ہاتھ ہے دشمن یا شریک، وہ بے مثال ہے تو کسی اور معبود کا تصور ہے ممکن ہے۔ یہاں **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کا مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کوئی "موجود" نہیں۔ جب صرف وہی "موجود" ہے تو پھر یہ سب کچھ جو تم دیکھتے ہیں کیا ہے؟ اس سلسلے میں اسلامی فکر پر منی و نظریے بہت مقبول ہوئے، وحدت الوجود اور وحدت الشہود۔

وحدت الوجود

نظریہ وحدت الوجود یا ہمد وحدت (ابدی ہے) کا تعلق معرفت ذات سے ہے۔ اس نظریہ کو سب سے پہلے سید الشہداء سیدنا امام حسین رضی اللہ

عند نے اپنی کتاب 'مرآۃ العارفین' میں پیش کیا۔ یہ نظریہ وحدت الوجود پر اولین تصنیف ہے جو دراصل سورۃ قاتم کی تفسیر ہے جو امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کے جواب میں امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمائی۔ آپ نے ہی سب سے پہلے نہ صرف تحریری طور پر نظریہ وحدت الوجود کی بلکہ انسان کامل کی اصطلاح بھی سب سے پہلے آپ ہی نے وضع کی۔ عارفین بالله اس بات پر متفق ہیں کہ نظریہ وحدت الوجود پر جتنی بھی کتب اب تک شائع ہو چکی ہیں وہ سب مرآۃ العارفین ہی کی شرح ہیں۔ پھر سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرشد حضرت ابو سعید مبارک مخزوی رحمۃ اللہ علیہ نے مفصل طور پر اپنی کتاب 'تحفہ مرشد شریف' میں وحدت الوجود اور تنزیلات متکویان کیا تھیں کہ نظریہ وحدت الوجود کو جن کی تحریروں سے عروج ملا وہ شیخ اکبر محبی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ نے انسان کامل کی اصطلاح کی شرح ہر سے جامِ انداز میں کی اور وحدت الوجود کو اپنی کتب میں اتنا حکول کر بیان فرمایا کہ اب اس پر مزید لکھنا تقریباً ناممکن ہو گیا ہے۔

نظریہ وحدت الوجود کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے حلول اور اتحاد کو سمجھ لیا جائے۔ حلول اور اتحاد میں دو وجود کا ہونا لازمی ہے لیکن وحدت الوجود کی رو سے وجود دراصل ایک ہی ہے اور وہ ہے حق تعالیٰ۔ اس لیے حلول و اتحاد توحید میں محال ہے اور موحد پر ملوکی یا اتحادی ہونے کی تہمت لگانا سارے غفو، جعل اور ظلم ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرآۃ العارفین میں فرماتے ہیں:

﴿ ذات انسان ذات حق ہے، بغیر اس کے کہ اس کا اس میں حلول ہے اور بغیر اس کے کہ یہ دو ہو جائے کیونکہ یہ امر محال ہے۔ اس لیے کہ اتحاد دو وجودوں سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح حلول اور صورۃ ﴿ بھی دو وجود میں پائی جاتی ہے اور یہاں وجود واحد کے سوا کچھ نہیں ہے اور وہ ہستی مطلق ہے اور اسی اس سے موجود ہیں اور بذات خود معدوم ہیں۔ پس کیسے متحد ہو سکتا ہے وہ جو اس سے موجود ہے اور بذات خود معدوم ہے اور اگر تو الہ اللہ سے اسے نہ یا ان کی تصنیفات میں پائے تو پس تو اسے اپنی بھک کے مطابق و اتحاد (صورۃ) مت سمجھ جس کی نسبت ہم کہہ چکے ہیں کہ وہ دو وجود سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس سے ان کی مراد اتحاد (صورۃ) نہیں بلکہ شہود وجود واحد مطلق ہے جس سے کل موجود ہے۔ پس متحد ہے اس سے کل اس دیشیت سے کہ ہر شے اس سے موجود ہے اور بذات خود معدوم ہے نہ کہ اس دیشیت سے کہ اس (ج) کے لیے (اپنے کوئی) وجود خاص ہے جو کل سے متحد ہو گیا ہے اس لیے کہ یہ محال ہے۔ (مرآۃ العارفین)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ توحید کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ توحید کے چار مدارج ہیں: ﴾

- 1- **توحید سانی:** صرف زبان سے توحید کا اقرار کرنا۔ یہ منافقین کا طریقہ ہے۔
- 2- **توحید قلبی:** تصدیق قلب سے توحید کا اقرار کرنا۔ یہ مومنین کا طریقہ ہے۔

۱۔ ایک وجود کا دوسرا ہے جو دو میں اتر جاتا ہے ایک وجود کا دوسرا ہے وہ دو کی صورت انتیار کر لیتا ہے جو ہے۔

3۔ توحید کیفی: توہن کے ذریعے سے ابو رکشہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کرنا یعنی تمام اشیاء کا نکات کو وحدت سے صادر شدہ دیکھئے۔ مفترضہ جن کا درجہ ہے۔

4۔ توحید حالی: ساری کائنات میں اسے وحدت ہی نظر آئے۔ یہ صدقین کا مرتبہ ہے اور حضرت صدیق اکبرؑ اس جماعت کے سربراہ ہیں۔

ثبت اس بات کا یہ ہے کہ وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سب صحابہؓ نبیین اور رنجیدہ ہو گئے مگر حضرت صدیق اکبرؑ کے قلب اظہر میں نہ غم تھا نہ حزن، نہ اضطراب تھا نہ انتشار۔ کیوں؟ اس لیے کہ ان کی نگاہ میں غیر اللہ کی ہستی فاہدہ چکی تھی، انہیں ہر طرف اللہ ہی نظر آتا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے کسی چیز کو نہیں دیکھا سائے اللہ کے“ اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ”اگر کوئی مردے کو زمین پر چلتا ہوا دیکھتا چاہے تو وہ اپوکڑ کو دیکھ لے۔“ (مسند وحدت ابو جواد۔ پروفیسر یونیورسٹی پیشی)

شیخ اکبر حجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فصوص الحکم اور فتوحات مکہ میں وحدت الوجود (ہذاہت) کی شرح بڑی تفصیل سے بیان کی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وجود صرف ذات حق کا ہے، کوئی اس کا ادراک نہیں کر سکتا مگر وہ خود، کوئی اسے نہیں پہچانتا مگر وہ خود۔ اس کا جواب اس کی اپنی وحدت ہے، اس کا جواب اس کا بھی وجود ہے۔ اس کی وحدت نے اسے اس طرح محبوب کر رکھا ہے کہ اس کی شرح نہیں کی جاسکتی۔ اس کے علاوہ اسے کوئی اور نہیں دیکھتا خواہ کوئی بھی رسول، کوئی کامل اکمل ولی ہو یا کوئی مفترض فرشتہ۔ اس کا بھی وہ خود ہے۔ اس کا رسول وہ خود ہے۔ اس کا کلام وہ خود ہے۔ اس نے اپنا کلام خود اپنی طرف سے بغیر کسی واسطہ کے اپنے ہی ذریعہ سے اپنی طرف بھیجا۔ اس کے علاوہ کسی دیگر کا وجود نہیں۔ اس لیے اپنی تہیں فہ کی طرف نہیں جاسکتا۔

بندہ اور رب ہر ایک اپنی ذات کے کمال وجود میں ساتھ ہیں۔ لہن با وہ وہ اس زیادتی اور کی کے عمدہ بیرونی عبد اور رب بیرونی رب ہے۔
(توحات میر جلد سوم۔ مترجم: صائم پختی)

وجود حقیقت واحد ہے اور اس کے بر عکس جو بھی بھیں جو اس کے ذریعے محسوس ہوتا ہے مثلاً موجودات خارجی اور جو عقل سے معلوم ہوتا ہے مثلاً خدا اور عالم، حق اور خلق کی دولتی اور حقیقت، یہ سب اصل میں وجود کا تنگر و تعدد یادوئی نہیں بلکہ حق اور حق ایک ہی حقیقت فریدہ اور نہیں واحد کے دو پہلو ہیں۔ اگر اس پر جہت وحدت سے نظر کیجیے تو اسے حق پائیے گا اور حق کیجیے گا اور اگر جہت کثرت سے دیکھئے تو عقل دیکھنے کا اور خلق کیجیے گا۔ (نصوص الحکم شرح ابوالبری)

ظہور پانے والی ہر شے حق تعالیٰ کے وجود کی تخلی سے ظاہر ہوئی ہے لہذا تمام اشیاء اسی سے ہیں اور اسی میں ہیں یعنی اس کے علم میں ہیں جو اس کی ذات کا مین ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں جمع، نامتناہی، مخلوقات کا جامع اور ان سب پر محیط ہے۔ مخلوقات اس کی ذات سمندر کی

سچ پرائیٹ وائی لبروں کی طرح ہیں۔ (ضد احمد، شریف الحسینی)

﴿ وجود حقیقت واحد ہے، اس کی کوئی مصلحت نہ ہے۔ ہم مارف اس کو امکانی کو جو مفارقت اور کثرت کا مدارک ہے، معدود دیکھتا ہے اور کوئی چیز نہیں پاتا۔ مگر ذات حق جو کہ عین وحدت ہے۔ ہماری بیان غیریت تو موجود ہی نہیں، نہ کوئی داخل ہے نہ موصول، کوئی مبانی ہے نہ مفارقت کیونکہ ہر شے حق تعالیٰ کی وحدت حقیقی کے میں میں فنا ہو گئی ہے۔ سو دل کی آنکھوں سے دیکھنے والا عارف میں حق کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ (ضد احمد، شریف الحسینی)

﴿ ممکنات اپنے عدم اصلی سے جڑے ہوئے ہیں اور وجود حقیقی سے بے بہرہ ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے وجود کے سوا اور کوئی وجود نہیں ہے اور وہی ہے جو اعیان کے اقتضا کی ذات کے مطابق ظہور کرتا ہے اور تھیں پر یہ ہوتا ہے چنانچہ تمام ممکنات اور مخلوقات اس کی ذات کے تھیں، مظاہر اور مخون ہیں۔ اسی کا وجود حقیقی اور واحد ہے۔ (ضد احمد، شریف الحسینی)

﴿ معرفت حق کے مثالی اور عرفان ذات کے صادق طالب صاف دیکھتے ہیں کہ عالم میں واقع کثرت اس واحد حقیقی میں موجود ہے جو وجود مطلق ہے اور بصورت کثرت ظاہر ہوا ہے جیسے کہ قطروں کا وجود دریا میں، پھل کا وجود درخت میں اور درخت کا وجود درج میں۔ اسی طرح وہ یہ بھی جان لیتے ہیں کہ امام و صفات الہی مثلاً قادر، عالم، خالق، رازق وغیرہ کامل لوں واحد ہے باوجود یہ کہ ان کے حقائق مختلف اور متعدد ہیں اور یہ سب اسی واحد حقیقی کی ذات کی طرف راجح ہیں۔ پس کثرت اسما اور ان کے معانی کا اختلاف ذات واحد حقیقی میں درست اور قابل فہم ہے۔ جب اس ذات کی تخلیصی صورت اسما پر پڑتی ہے تو وہ کثرت اسی ذات واحد اور عین واحد میں مشہود ہو جاتی ہے۔ (ضد احمد، شریف الحسینی)

﴿ حق تعالیٰ مخلوقات میں سے ہر ایک کے اندر کسی نہ کسی رنگ میں ظہور کرتا ہے اور ہر مظہوم اور مدرک میں اس کا ظہور ہے اور اس کی تخلیک، لیکن چونکہ اس کی تمام تجلیات اور ظہورات اس کے مظاہر میں قابل فہم نہیں ہوتے بلکہ ادوہ ادوں کی عشق سے تخلی اور پیش ہے سو اے اس شخص کی فہم کے جو یہ جانتا ہو کہ عالم حیویت حق کا مظہر اور اس کی صورت ہے۔ یہ لوگ تمام مظاہر میں مشاہدہ حق کرتے ہیں۔ (ضد احمد، شریف الحسینی)

﴿ وجود اور واحدیت میں تو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی موجود رہا ہی نہیں پس بیان نہ کوئی ملا ہوا ہے نہ یہ کوئی جدا ہے۔ بیان تو ایک یہ ذات ہے جو میں وجود ہے۔ بیان کیسی ہے، دوستی کو بیان کچھ نہیں ہے۔ (ضد احمد، شریف الحسینی)

﴿ اس کا وجود میں اس کی ذات ہے اور اس کی ذات کے اثبات کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے علاوہ ہر چیز کے وجود کے ثبوت کے لیے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس وہ (چیز) موجود ہے اور اس کا وجود ذات کے علاوہ کچھ نہیں۔ ممکن ۱۳ واجب بالذات ۱۴ کا محتاج ہے اور واجب کے لیے ممکن کے علاوہ استقناۓ ۱۵ ذاتی ہے۔ اس کا نام اللہ ہے اور اس کا تعلق اس کی ذات سے ہے اور تمام حقائق سے

۱۶ امکانات کی دنیا ۱۷ جدائی ۱۸ اصل، بیان ۱۹ غیر وجد ۲۰ مخلوقات کے علی و وجود جوان کے ظہور سے قبول ذات حق تعالیٰ میں موجود ہیں۔ ۲۱ تھا خواہ شان کی مجع ۲۲ و ذات کیا گی اتنا یا کی، جس کی طرف اشارہ کیا گیا ۲۳ میں صورت کی مجع ۲۴ جس شے کا اور اک حاصل کیا جائے، اور اک میں آئی ہوئی بات ۲۵ وہ شے جس کا ہونا یا نہ ہونا ممکن ہے۔ ۲۶ اللہ تعالیٰ جس کا وجود ہیش اور ہر صورت واجب ہے، جس کا نہ ہونا ممکن ہی نہیں۔ ۲۷ بے نیازی

ہے خواہ ان کا وہ جو دن ہو یا عدم۔ (فوحات مکہ جدال، مترجم: سالم پنجابی)

وحدت الوجود کی اگر مشکل اصطلاحوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو سادہ اور آسان الفاظ میں اس کی تعریج اس طرح کی جا سکتی ہے کہ یہ نہ
اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات میں اس طرح فنا کر دیتا ہے کہ اس کی اپنی حقیقت ہوتی ہو جاتی ہے پس وہ مر نے سے پہلے مر جاؤ کے مقام پر پہنچ جاتا
ہے اور اللہ تعالیٰ کے عشق میں اپنے آپ کو اس طرح تم کر دیتا ہے کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے اللہ کو، جو کچھ بتاتا ہے اللہ کو، جو کچھ لیتا ہے تو اللہ سے اور جو
کچھ کہتا ہے تو اللہ سے، اس کو ہر طرف اللہ ہی نظر آتا ہے۔ لیکن اس منزل تک رسائی آسان نہیں ہے، اس کے لیے مرشد کامل صاحب مسٹر کی
راہبری، ذکر و تصور اسم اللہ ذات، نیت میں صدق، اخلاص اور رہت کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت علامہ اقبال نے فرمایا ہے:

* بیوں میں مجھے توحید آ تو سکتا ہے جترے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کے (مریم)

* خودی کے اس ظلم رنگ و ہو کو تو ز کتے ہیں یہی توحید تھی جس کو ن تو سمجھا نہ میں سمجھا (باب ہیرن)

وحدت الشہود

۱۶۶

شیخ اشیون حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے توحید کو یہ مذہب از اوس (ہرشہ و جوہن سے ہے) یعنی معرفت صفات کے فہرست سے
سمجنے کی کوشش کی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ذات باری تعالیٰ کو نور الالوان رکھا اور بیان کیا کہ نور ہی "ظہور اور کمال ظہور" ہے، اس سے اوپر
کوئی نور عالمی نہیں ہے لہذا یہ صرف اپنی ذات ہی سے عشق و محبت رکھتا ہے اور اس کی ذات پر ہی اس کا کمال ظاہر ہے اور تمام اشیاء اسکے اکمل و
اجمل ہے۔ ان کے نزدیک ظہور کی ترجیب یہ ہے کہ نور الالوان سے نور مجرد صادر ہوا جسے نور اقرب و نور عظیم بھی کہا گیا ہے۔ نور مجرد نور الالوان کی
شعاع ہے اور بس نور مجرد سے فلک الافلاک کا ظہور ہوا جو اس کا ظل ہے۔ پھر عالم عناصر (جہان) اور اجسام غصیری وجود میں آئے۔
سید ابوالغیث فائدہ علی سہروردی اپنی کتاب "الفقر فخری" میں فرماتے ہیں:

* وحدت الشہود والوں کے نزدیک یہ مسئلہ اس طرح سے ہے جیسے آدمی کا سایہ کہ اگرچہ وہ باطھر ایک دیگر اور جدا شے نظر آتا ہے مگر
درحقیقت اس کا کوئی وجود نہیں، جو کچھ ہے آدمی ہی ہے۔ پس یہی اس مسئلہ کی حقیقت ہے۔ اصل میں ذات باری تعالیٰ ہی موجود ہے۔ باقی
ممکنات اس کی صفات کا ظہور ہیں۔ گو منفات ذات سے جدا اور غیر نہیں لیکن میں ذات بھی نہیں۔ روشنی اور دھوپ آفتاب کی صفت تو حقیقت
ہو سکتی ہے مگر آفتاب نہیں ہو سکتی۔

محضرا ہم وحدت الشہود (ہدایت از اوس) کو یوں بیان کر سکتے ہیں "ذات باری تعالیٰ ہی اصل ہے اور یہ جو کثرت نظر آرہی ہے اس کی صفات کا
ظہور (خل) ہے۔" اور معرفت صفات ہی معرفت الہی ہے۔

دونوں نظریات کا فرق

ان دونوں نظریات میں جو فرق ہے اس کو میرے مرشد پاک سلطان الفقر حضرت غنی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ اکثر یوں بیان فرمایا کرتے تھے:

▪ وحدت الشبود کا نظریہ بالطن کی دنیا کا، بہت بڑا ہو ہے۔ اگر اس نظریہ کو درست مان لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان **لَهُ يَلْدُّ وَلَهُ** یعنی لذت ترجمہ: ”لہ کوئی اللہ سے پیدا ہوا اور نہ اللہ کسی سے پیدا ہوا“ کی تکذیب ہوتی ہے جو سراسر کفر ہے۔ اصل میں معرفت الہیہ دو قسم کی ہے، ایک معرفت صفات حق تعالیٰ اور دوسری معرفت ذات حق تعالیٰ۔ معرفت صفات کا تعلق کثرت سے اور معرفت ذات کا تعلق وحدت سے ہے۔ معرفت صفات کا تعلق عالم غلق سے ہے اور معرفت ذات کا تعلق عالم امر سے ہے۔ معرفت صفات کا تعلق عبودیت سے ہے اور معرفت ذات کا تعلق ربوبیت سے ہے۔ معرفت صفات میں **تَسْبِيرُ خَالِقٍ** اور **جَوَاعِتُ خَالِقٍ** ہے اور معرفت ذات میں استغراق مشاہدۃ ذات حق (مقام فنا فی اللہ) ہے۔ معرفت صفات کا ذریعہ ورد و ملائک، ذکر فکر، پڑھ، مراثی اور بدھی و زبانی ریاضت و مشقت ہے اور معرفت ذات کا ذریعہ فقط تصوراً ممکن اللہ ذات ہے۔ معرفت صفات کی انتہائی منزل سدرۃ المشتبہی پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور لوح حکم خواہ کا مطابعہ ہے اور معرفت ذات میں ابتدائی منزل مشاہدۃ ذات حق کا استغراق (مقام فنا فی اللہ) اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واجہی حضوری ہے۔ معرفت صفات کا عارف صاحب ریاضت ہے اور معرفت ذات کا عارف صاحب راز ہے۔ صاحب ریاضت صاحب درجات ہے اور صاحب راز صاحب ذات ہے۔ صاحب درجات دیدار الہی سے محروم ہے لیکن صاحب راز کی پہلی منزل ہی دیدار الہی اور انتہی فنا فی اللہ بقا بالله ہے۔ معرفت صفات کے عارف لوح حکم خواہ کا مطابعہ کر سکتے ہیں لیکن دیدار الہی سے محروم رہتے ہیں کیونکہ ریاضت کی راہ سے دیدار الہی ممکن ہی نہیں اور جب تک دیدار حاصل نہ ہو فنا و بقا کا تصور ہی ناممکن ہے۔ اور پھر جو دیدار ذات کی منزل سے گزر کر ذات حق میں فنا ہو کر سرایا وحدت نہ ہو اُسے ہر چیز میں وحدت ذات کیسے نظر آئے؟ صاحب درجات دوئی و کثرت میں ہوتا ہے اس لیے وہ کثرت ہی کی بات کر سکتا ہے کہ اسے نظری کثرت آتی ہے اور کثرت کا ظہور پوچک تو ر ذات کا پروپر ہے اس لیے صاحب درجات ”بہراز ادست“ کے علاوہ کہہ بھی کیا سکتا ہے؟ جو آدمی جس مرتبے پر ہوتا ہے وہ اُسی کے متعلق ہی بتا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں ان دونوں نظریات کا تعلق شریعت بالعلم سے نہیں بلکہ معرفت الہی سے ہے جس کا دراوہ دار بالطن مشاہدے پر ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں ہوتا۔ البتہ بندہ جب تک مقام غلق کی دویں مشغول رہتا ہے وہ نقش رہتا ہے اور دوئی و کثرت سے لکل کر تو توحید ذات میں غرق نہیں ہو سکتا اور جب تک انسان تو حید میں غرق نہیں ہوتا وہ ناکمل ہے اور تو حید یہ ہے کہ ظاہر بالطن میں تجھے ذات حق کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔ بالطن میں جب طالب مولیٰ کو ذات حق کے علاوہ کچھ اور نظر آئے تو وہ ظلمت میں ہوتا ہے نہ کہ تو ر تو حید میں۔ نور کیا ہے اور ظلمت کیا ہے؟ ظلمت کے چار مقامات ہیں: مقام ازل، مقام ابد، مقام دنیا اور مقام عینی۔ کوئی ان چاروں مقامات میں زندگی کی پاک دمک پے لیں

عارف وہ ہے جو ان چاروں مقامات کی لذات سے منہ موز کر لدلت دیوار پرور دگار کے مقام سے گزر کر اس کی ذات میں فنا ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طالب اللہ اگر ان چاروں مقامات میں سے کسی ایک کا مشاہدہ کر رہا ہوتا تو اُن کثرت میں ہوتا ہے جو خلمت ہے اس لیے وہ طالب ناقص ہے۔ پھر ان دونوں نظریات کا تعلق عوام و علماء اہل شریعت سے جیسیں اس لیے وہ ان پر بحث و مباحثہ سے پریز ہی کریں تو بہتر ہے کہ یہ ان کا حسن نہیں۔ یہ مسئلہ صرف عارفین یا فقرا کا ہے جو اسے بہتر طور پر کجھ سمجھ سکتے ہیں۔ ایک طالب صادق ہی اس سکے کا سچے فیصلہ کر کے اپنے مرتبے کی جانشی پر تال کر سکتا ہے کہ اگر وہ مشاہدہ وہم اور است در مغز و پوست (سب وہی ہے خواہ ظاہر ہو یا باطن) کے مرتبے پر نہیں بحق سکا تو وہ خام و ناقص ہے کہ وہ ابھی توحید ذات سے بہت دور ہے۔

تشریفات شریعہ

۶۰۸

وحدت الوجود اور توحید کو سمجھنے کے لیے تشریفات شریعہ مراتب شریعہ کی سمجھنیں آتی اس وقت تک تصوف کی کسی کتاب کی سمجھنیں آئیں کیونکہ مراتب شریعہ توحید کی روح اور جان ہیں۔ شریعہ عربی میں ”چھوٹے“ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور تشریفات شریعہ سے مراء ظہور حق تعالیٰ کے مراتب ہیں جو اس نے پھر عالموں (احدیت، وحدت، واحدیت، عالم ارواح، عالم مخلوقات اور عالم اجسام) میں نزول فرمائے کامل کیے۔ صوفی اکرام ان تشریفات شریعہ کو اس حدیث قدسی کی مطابقت سے بیان کرتے ہیں:

كُنْتَ كَلْمًا فَخَفَيْتَ فَأَرَدْتَ أَنْ أَغْرِفَ فَلَقَّفْتَ الْخَلْقَ

ترجمہ: میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے خلوق کو پیدا کیا۔

پہچان کا یہ جذبہ اور چاہت ذات احمد میں اس شدت سے ظہور پذیر ہوئی کہ اس نے عشق کی صورت اختیار کر لی۔ چاہت میں اگر شدت پیدا ہو جائے تو عشق بن جاتی ہے۔ یہ عشق اور چاہت جانے کا جذبہ ہی تھا جس نے اللہ واحد کو گوشہ تھاں سے نکل کر کثرت میں ظہور پر مانگ لی۔ لہذا اپنے ظہور اور پہچان کے لیے اس نے تھیات میں نزول فرمایا اور عشق کا ہزار گرم کیا۔

احدیت (حادیت)

اللہ تعالیٰ کی ذات کا یہ مرتب اتعین بلکہ عدم تبعین و اطلاق کا مرتبہ ہے۔ یہ گفتہ (میں تھا) کا مقام ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات بطن دراطلن ہے جسے سمجھنا کسی کے لیے لکھن نہیں کیونکہ یہاں وہ آئیس گھنیلہ شیعیؒ (ترجمہ: کوئی شے اس کی لکھن نہیں) کی شان کے ساتھ موجود ہے۔ یہ وہ مرتبہ ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کان اللہ و لکھن کن شیعیؒ (ترجمہ: اللہ تھا اور کوئی شے تھی)۔ اور فرمایا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۚ

۱۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ماوری زبان سرائیکی تھی اور آپ گھنگوسرائیکی میں بھی فرمایا کرتے تھے۔ وحدت الوجود کے موضوع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اس نادر لکھکوئیں لے اردو میں یوں منتقل کیا ہے کہ آپ کے الفاظ کی اصل روح برقرار رہے۔ حج سورۃ الشوریٰ۔ آیت ۱۱ حج نباری شریف۔ 7418 حج سورۃ العنكبوت۔ آیت ۱۱

(ترجمہ فرمادیں اللہ تعالیٰ یکتا ہے)۔

اس مرتبہ کا ن علمی تعین کیا جاسکتا ہے اور نہ اسی کوئی خارجی تعین۔ یہ مرتبہ جملہ اسما و صفات، اشارہ و کنایہ سے مزدہ اور میرا ہے۔ نہ اس کی کوئی تعریف کی جاسکتی ہے اور نہ اس کے بارے میں کوئی معلومات ہیں۔ یہاں نہ کسی کمال کا ظہور ہے نہ یہ شیوں کا ظہور ہے۔ اسی لیے اس مرتبہ کو لا تعین، وجود مطلق، منقطع اوجдан، حادیحیت حق، ذات محبت، حقیقت حق، مرتبہ الظہور اور مرتبہ عین الکافر بھی کہتے ہیں۔ یہ سب نام صوفی اکرام نے سمجھانے کے لیے رکھے ہیں۔ تاہم اس کے باوجود یہی واجب الوجود ذات باقی تمام مراتب کی میں اور حقیقت ہے۔ یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جس پر علم قدیم بھی احاطہ نہیں کر سکتا۔ مرتبہ احادیث رب تعالیٰ کی کہ ہے جو کسی وہم سے موبہوم، کسی علم سے معلوم اور کسی صفت سے موصوف نہیں ہو سکتی۔ اس مرتبہ پر صفات تو درکنار خود ذات کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔

حضرت حنفی سلطان باحور حمت اللہ علیہ اسی مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

اس ذات پاک کی ماہیت کو سمجھنے کے لیے اپنا می سوچ پھر کرتے عقل کے ہزاروں ہزاروں بے شمار قائلے سنگار ہو گے۔ (رسالہ رحمت شریف)

حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے اسی مرتبہ کے بارے میں فرمایا:

﴿تَفَكَّرُوا فِي أَيْمَهُ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي ذَاهِهِ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آیات (ننانیوں) میں خور کرو مگر اللہ تعالیٰ کی ذات میں خور مت کرو۔

حضرت ابوسعید مبارک مخزوہی بیہدہ تحدی مرسل شریف میں اس مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

❖ پہلا مرتبہ لا تعین، عدم اطلاق اور ذات محبت کا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ اطلاق کی قید اور تعین کی نفع کا مقابوں اس مرتبہ میں ثابت ہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ وجود اس مرتبے میں صفات کی نسبت سے بری اور ہر ایک قید سے یہاں تک کہ قید اطلاق سے بھی پاک ہے۔ اس مرتبے کا نام مرتبہ احادیث رکھا جاتا ہے اور یہ حق تعالیٰ کی کہ ہے۔ اس کے اوپر کوئی مرتبہ نہیں ہے بلکہ تمام اس کے بیچے ہیں۔ (تحذییر مرسل شریف) یہ وہ یہند مرتبہ ذات ہے جہاں تک کسی کی عقل و علم اور خیال و فکر کی رسائی نہیں ہے۔ محض سمجھانے کی خاطر یہاں ذات حق تعالیٰ کو نہیں کہتے ہیں۔

وحدت (یا ہوت)

اللہ تعالیٰ نے جب احادیث سے نکل کر کثرت میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو تعینات میں نزول فرمایا۔ نزول کا سب سے پہلا درجہ اور تعین اول جسے ذات کا ظہور اول بھی کہتے ہیں مرتبہ حکیم (خزانہ) ہے جہاں ذات نو رحمدی کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ یہ نوری خزانہ ہے جو اپنا انکھیاں چاہتا ہے۔ یہاں ذات کا ظہور الذات فی الذات ہے اور یہاں ظہور الحیثیت فی الحیثیت ہے۔ اسے حقیقت محمد یہ بھی کہتے ہیں یعنی اور

۱۔ شیون کی معنی، شان کی معنی ایجع



مطلق سے نورِ محمدی کا ظہور۔

احدیت (خطوبت) سے نکل کر کثیرت میں آنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے 'مُحَمَّدٌ كَأَنْقَابُ اَوْزَهَ كَصُورَتِ اَحْمَدٍ اَخْتِيَارِ كَيْ اَوْ وَحدَتْ' (یادوت) میں ظہور فرمایا۔ سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ اس مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

◆ جان لے جب نورِ محمدی نے وحدت کے گوشہ، تباہی سے نکل کر کائنات (کثیرت) میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کی جگہ کی گرم بازاری سے (تمام عالم کو) رونق بخشی۔ اس کے حسن پے مثال اور شیخ حال پر دونوں جہان پر وادی دار جمل اٹھے اور سیمِ محمدی کا نقاب اوزہ کر صورتِ احمدی اختیار کی۔ (رسالہ، حق شریف)

◆ جان لے ایجوب اللہ تعالیٰ نے (خود کو طاہر کرنا) چاہا تو اپنے آپ سے اَمَّ اللَّهِ ذَاتُ كَوْجَدِ أَكِيدِي جس سے نورِ محمدی ظاہر ہوا۔ اور جب آئندہ تدرست میں اپنی ہی توحید کو نورِ محمدی کی صورت میں دیکھا تو اپنی ہی صورت پر مائل، مشاق، عاشق اور فریقت ہو گیا اور اپنی ہی بارگاہ سے رب الارباب جبیب اللہ کا خطاب پایا۔ (میں انفتر)

حضرت ابو عیید مبارک مخدومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

◆ اور وہ سرا مرتبہ 'تعین اذل' کا مرتبہ ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات اور اپنی صفات اور تمام موجودات کو بعض کو بعض سے امتیاز کیے بغیر اجتماعی طور پر جان لیتا ہے۔ یہ مرتبہ وحدت ہے اور اس کا نام حقیقتِ محمدی رکھا جاتا ہے۔ (تجدر مسلم شریف) متدرجہ ذیل احادیث مبارک میں حقیقتِ محمدی کی طرف اشارہ ہے:

﴿أَوْلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ تُورِّيٌ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

﴿أَكَوْنُ نُورُ اللَّهِ تَعَالَى وَكُلُّ خَلَائِقِ قِنْ نُورٌ﴾

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام خلوق میرے نور سے ہے۔

﴿أَوْلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ رُوحٌ﴾

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ نے میری روح کو پیدا فرمایا۔

سیدنا غوث العظیم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الله تبارک و تعالیٰ نے اپنے نورِ جمال سے سب سے پہلے روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے:

﴿خَلَقَتْ رُوحَ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلَّهِ وَسَلَّمَ) مِنْ نُورٍ وَّجْهِيٍ﴾

ترجمہ: روحِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو میں نے اپنے چہرے کے نور سے پیدا فرمایا۔

جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:



﴿أَوَلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ رُوحٌ﴾

ترجمہ: اس سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری روح کو پیدا فرمایا۔

﴿أَوَلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ تُورِّيٍّ﴾

ترجمہ: اور اس سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

﴿وَأَوَلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْقَلْمَ﴾

ترجمہ: اور اس سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔

﴿وَأَوَلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلَ﴾

ترجمہ: اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا۔

پس ان سب سے مراد ایک حقیقت ہے اور وہ ہے حقیقت محدث یہ۔ (سرالسرار)

اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کائنات میں کچھ نہ ہوتا جیسا کہ احادیث قدیم ہیں:

• ﴿لَوْلَاكَ لَنَا أَظْهَرْتَ الرَّبُوبِيَّةَ﴾

ترجمہ: اے محبوب (علیہ السلام) اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپناربہ ہونا ظاہر نہ کرتا۔

• ﴿لَوْلَاكَ لَنَا خَلَقْتَ الْأَفْلَاكَ﴾

ترجمہ: اے محبوب (علیہ السلام) اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

حقیقی مومن وہ ہے جو اپنے باطن میں عروج کرتا ہو اور محمدی تکمیل کیتی جائے اور صاحبِ اول ہو جائے جیسا کہ مومنین کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

﴿أَنَّا مِنْ نُورٍ لِنَوْءِ الْمُؤْمِنُونَ وَنِنْ تُورِّيٍّ﴾

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومن میرے نور سے ہیں۔

﴿أَنَّا مِنْ نُورٍ لِنَوْءِ الْمُؤْمِنُونَ مِنْيٍ﴾

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مومنین مجھ سے ہیں۔

مرتبہ وحدت میں ذات بلوں سے ظہور کی طرف آگئی۔ یعنی صراحت^۱ ذات کو چھوڑ کر شافت کی طرف توجہ کی۔ یہ ذات کا نزول اول یا ظہور اول ہے اور اسے 'حقیقت محدث یہ' اس لیے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت احده ہے۔ جیسا کہ احادیث نبوی ہیں:

﴿أَنَّا أَنْهَدْنَا لَأَنَّا مِنْهُ﴾

¹ غاص ہونا، پا کی، بے لائی

ترجمہ: میں میم کے بغیر احمد ہوں۔

﴿مَنْ زَانَ فَقْدَ رَأَى الْحُكْمَ﴾

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا اس نے حقیقت میں حق تعالیٰ کو دیکھا۔

﴿بِيٰ مَعَ اللَّهِ وَفَتَ لَا يَسْعَى فِينَ مَلَكٌ مُفْرِغٌ وَلَا إِنْجِيٌ مُزْسَلٌ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ میرا بیا وفات بھی ہے جس میں نہ کسی مترب فرشت کی گنجائش ہے اور نبی مرسل کی۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسَايِعُونَكَ إِنَّمَا يَسَايِعُونَ اللَّهَ تِيْمُ الدُّنْوَفُوقَ أَيْدِيهِ﴾ (سورة الحج، آیت ۱۰)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور ان لوگوں کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

◆ ﴿وَهَا زَهْنَتِ إِذْرَقَيْتَ وَلِكَنَّ اللَّهَ زَلْيَ﴾ (سورة الانفال، آیت ۱۷)

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ سکریاں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے چھکی ہیں۔

◆ ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَتَاهُ اللَّهَ﴾ (سورة النساء، آیت ۸۰)

ترجمہ: جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی احاطت کی اس نے اللہ کی احاطت کی۔

یہ چند آیات اور احادیث میں جو حقیقت مجددی کی طرف اشارہ کرتی ہیں ورنہ پورا قرآن حقیقت مجددی کا ترجمان ہے۔

”ذکرِ رخویہ“ جو کہ حضرت غوث علی شاہ قلندر قادری پانی پتی کے مخطوطات پر مشتمل کتاب ہے، اس میں غوث علی شاہ قلندر قادری اس مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿كَلِيلٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَغَيْرُهُ خَالِلٌ عَلَيْهِ اللَّهُ عَلِيِّهِ وَآلِهِ وَسَلَمُ كَمْ كَمْ كَمْ جَاءَتْهُ بِهِ وَجْهٌ كَمْ كَمْ كَمْ سَمِعَتْهُ بِهِ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ لِمَنْ يَرَى﴾ (حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دریافت فرمایا کہ جبرائیل تم جانتے ہو کہ وہی کہاں سے آتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ”حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہی رسمی سدرۃ النشمی (جرودت) سے آتی ہے۔ اس مقام پر ایک نمائے غیب وارد ہوتے ہی اس کو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک پہنچا دینا میرا کام ہے، اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتا۔“ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ”اب کے بارہما ہوتواہی پر پرواز شروع کرو اور دیکھو کہ یہ نہ کہاں سے آتی ہے۔“ حضرت جبرائیل نے ایسا ہی کیا اور ایک بلویں مسافت طے کرنے کے بعد دیکھا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ نہادی کر رہے ہیں۔ پھر حضرت جبرائیل زمین کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی جگہ پر موجود ہیں۔

اس کے بعد غوث علی شاہ قلندر رکھتے ہیں کہ اس سے یہ بات متربع ہوتی ہے کہ ایک آن واحد کے اندر آنحضرت نے اپنے تینیں اس عالم (ناموت) اور اس عالم (وحدت) میں (بیک وقت) وکھا دیا۔

♦ حدیث از مطرب و سے گو دراز دہر کتر جو کہ کس نکشود و نکشاید حکمت ایں معا را ترجیح کرو تو مطرب اور سے کی بات کراوز مانے کے دار کو جانے کی جستجو نہ کر کوئی بھی اس ملکے کو حکمت سے نہ کھول سکے گا۔ (تذکرہ فخری)

واحدیت (لاحدوت)

یہ مرتبہ سوم اور تیسرا دوم ہے۔ یہ عالم لاحدوت لا مکان ہے اور فلسفی (چیزاں) کا مقام ہے جہاں تمام عالم نور محمدی میں چھا ہوا موجود تھا اور انہیار کے لیے بے قرار تھا۔ یہ مرتبہ ہر آنکش، حدث و شہادت اور کدو دوت کون و کثافت مکان سے پاک ہے۔ یہ خص بحر انوار غیر اور دنیا نے اسرار الظیف ہے۔

حضرت ابوسعید مبارک مخزومنی رحمۃ اللہ علیہ اس مرتبے کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿ اور تیسرا مرتبہ تیسرا ٹانی کا مرتبہ ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات اور صفات اور تمام موجودات کا تفصیلی طور پر اور ایک دوسرے میں فرق کرنے کا علم ہے۔ اس مرتبے کا نام واحدیت اور حقیقت انسانیہ کہا جاتا ہے۔ (تحفہ مرسل شریف) ﴾

اس مرتبہ کو حقیقت انسانیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں سے انسان کی تفصیل شروع ہوتی ہے۔ یہاں نور محمدی روح قدسی کی صورت میں ظاہر ہوا یعنی نور محمدی ہی دراصل روح قدسی ہے اور روح قدسی ہی اصل "انسان" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روح قدسی کو عالم لاحدوت میں عمدہ اور احسن صورت میں تحقیق فرمایا اور پھر اسے نزول کے مراتب طے کرتے ہوئے عالم جبروت، عالم ملکوت اور پھر عالم ناسوت میں انسان کی صورت میں ظاہر کیا۔ روح قدسی کو ہر عالم میں اس عالم کا اس پہنچا کر پہنچایا جاتا ہے۔ اصل روح، روح قدسی ہے۔

مترزلات ستر کے ان پہلے تین مراتب یعنی واحدیت، حدث اور واحدیت کو مراتب حقیقی، مراتب الہی یا حقائق الہی کہتے ہیں اور ان کے مقابل عالم یعنی بالترتیب عالم حاصوبت، عالم یا صوت اور عالم لاحدوت کو مشترک طور پر عالم امر کہا جاتا ہے۔ یہ مراتب انہیار حق کے مراتب ہیں اور حقوق یا تحقیق کے عمل سے ہلاتے ہیں۔ تحقیق کے مراتب ان کے بعد شروع ہوتے ہیں اور انہیں "مراتب کوئی" یا "مراتب ضلیل" کہتے ہیں اور ان کے مقابل عالم یا عالم غلط کہا جاتا ہے جن میں عالم جبروت، ملکوت اور ناسوت شامل ہیں۔

مراتب حقیقی میں ہم نے نزول اور انہیار حق تعالیٰ کے متعلق جو جانا اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ پاک واحد، تھا اور بیکنا تھا۔ اس کی ذات میں اپنے ہی دیدار کی خواہش چاگی۔ اس خواہش کی تحقیق کے لیے ایک آئینہ در کار تھا۔ اللہ نے اپنے نور سے ہی اپنے نور کو جدا کیا اور اس طرح اپنی ہی ذات سے اپنا آئینہ تحقیق کیا کیونکہ جیسا وہ خود پاک، لطیف اور شفاف ہے، یہاں اس کا آئینہ ہوتا چاہیے۔ اللہ کے سوا کوئی دوسرے وجود نہ تھے جیسا کہ عموماً ٹھوں نہیں ہن سکتا کیونکہ اللہ کے سوا کوئی دوسراللہ جیسا پاک، شفاف اور لطیف ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ اور اس کا آئینہ وجود نہ تھے جیسا کہ عموماً ٹھوں اشیاء میں ہوتا ہے کہ ایک چیز سے دوسری چیز بنائی جائے تو وہ دو دو جو دین جاتے ہیں۔ اللہ ٹھوں نہیں بلکہ لطیف ہے۔ سمجھانے کے لیے اس کی مثال روشنی سے دی جائیں گے جس کے لکھے ہیں ہو سکتے یا علم سے دی جائیں گے جو اگر ایک وجود سے دوسرے وجود میں منتقل ہو بھی جائے تو

پہلے وجود میں بھی اپنی اصل حالت میں برقرار رہتا ہے اور دوسرے وجود میں بھی۔ ظاہری وجود اگر دو ہو گئے تو بھی علم کی صورت اور حالات ایک ہی رہے گی۔ اللہ تھوڑے وجود نہیں ذات ہے، علم ہے، نور ہے چنانچہ بُث نہیں سکا۔ تقسیم نہیں ہو سکتا جیسا کہ خوشبو تحسیم نہیں ہو سکتی۔ اپنے نورانی آئینے میں خود کو ملاحظہ کر کے اللہ اپنے حسن پر فریاد ہوا اور اس کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے اس کا نام ”محمد“ رکھا۔ اللہ کی سبیل ذات جو آئینہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ظاہر ہوئی ”اللہ کی روح“ ہے، جس کے متعلق قرآن میں فرمایا:

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ (سورہ الجاثیہ۔ 29)

ترجمہ: اور میں نے اس میں اپنی روح پھوکی۔

وَأَيَّدْتُهُ بِرُّوحٍ مِّنْ مِنْ رُّوحِيْ (سورہ الحادیہ۔ 22)

ترجمہ: ان کی مدد اپنی روح سے کی۔

اس نور محمد کو ہی اللہ کی روح کہنا حق ہے کہ روح ذات سے جدا ہو کر بھی جدا نہیں ہوتی اور نور محمد نور الہی سے جدا ہو کر بھی جدا نہیں کیونکہ یہ مرتبہ وحدت ہے جہاں کیتاں ہے، دوئی کا شاید بھی نہیں۔

مرتبہ وحدت سے مرتبہ واحدیت میں زوال پر نور محمد، روح محمد یا روح قدسی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جس میں ذات الہی کی تمام صفات آئیں۔ اللہ، جو کائنات کی ہر شے کی ہر صفت کا صاحب، مصدر اور سرچشمہ ہے، سے علم، عقل، حیات، سمع، بصر، کرم، لطف، خیر، غرضیکہ ہر صفت اس روح محمد میں منتقل ہوئی اور اس روح میں یہ تمام صفات اپنی کامل ترین صورت میں جلوہ گر ہو گئیں۔ پس اصل روح یعنی روح محمد ہے۔ یعنی روح قدسی ہے، یعنی تمام ارادات کا مادہ ہے، یعنی علم کل ہے، عقل کل ہے، نور کل ہے۔

چنانچہ اللہ کا اذل اظہار نور و روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو اللہ سے بلا واسطہ ظاہر ہونے اور اس کا آئینہ ہونے کی وجہ سے اس کی تمام صفات علم و عقل، سمع و بصر، حیات و غیرہ کی کامل صورت ہے۔ تمام خلماں جالائی سے پاک ہونے کے باعث یہ روح قدسی ہے۔ روح قدسی واحد ہے اور ناقابل تقسیم ہے جیسے علم، روشی یا خوبی و ناقابل تقسیم ہیں البتہ پھیلتے ہیں۔ یعنی روح قدسی ہر مخلوق کے باطنی وجود کی بنیاد ہے۔ روح قدسی کے لیے فنا یا موت نہیں، اللہ کی صفات سے منصف ہونے کے باعث اسے بقا حاصل ہے۔ اس روح قدسی کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں یعنی یہ ہمیشہ اپنی ایک ہی پاک مزیدہ حالت میں رہتی ہے۔ پس روح قدسی ہر انسان کی روح کی اصل اور بنیاد ہے اور ہر انسان میں موجود ہے۔ یہ انسان کے قلب میں موٹی کی طرح پوشیدہ رہتی ہے اور صرف ان پر ظاہر ہوتی ہے جو اس تک پہنچ جانا ہی انسانیت کی معراج ہے۔ جو اس تک پہنچ گیا وہ اپنی ابتداء یعنی حقیقت محمد یہ اور وحدت تک پہنچ گیا۔ روح قدسی ہی توحید کی اصل صورت ہے۔ اس تک پہنچنا توحید کی حقیقت کو پاٹا ہے۔ روح قدسی کا مقام عالم لا خوت ہے۔

اس روح میں تمام صفات الہیہ و محمدیہ کے ساتھ ساتھ تمام عالمیں اور مخلوقات کا علم بھی موجود ہے اور ذات حق تعالیٰ کا کامل علم بھی موجود



ہے کیونکہ قرب میں اس سے بڑھ کر اور کوئی اللہ کے قریب نہیں۔ چنانچہ اس کا علم علم کل اور علم حقیقت ہے۔ روح قدسی چونکہ صورتِ الہی یا آئینہِ الہی ہے اس لیے غیر مخلوق ہے لیکن مرادِ کوئی یہ میں نہ ول کے بعد اسی روح سے انسان کی مخلوق روح بھی تخلیق ہوئی۔ حضرت عبدالکریم بن ابراہیم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ جاننا چاہیے کہ محوسات کی ہر شے کی ایک مخلوق روح بھی ہے جس کے ساتھ اس شے کی صورتِ قائم ہے۔ روح اس شے کے لیے ایسی ہے جیسے لفظ کے لیے معنی ہے۔ پھر اس مخلوق روح کے لیے ایک روحِ الہی ہے جس کے ساتھ وہ روحِ قائم ہے اور وہ روحِ الہی روحِ قدسی ہے۔ (انسان کامل) ﴾

روحِ قدسی ہی وہ روح ہے جسے بطورِ امانتِ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سونپا چیسا کہ سورۃ الاحزاب میں اللہ فرماتا ہے: "ہم نے بار امانت کو آسماؤں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کے آٹھانے سے عاجزی ظاہر کی لیکن انسان نے اسے آٹھالیا۔ بے شک وہ (اپنے نفس کے لیے) ظالم اور نادان ہے۔" (سورۃ الاحزاب - 72)

سورۃ الاحزاب کی مندرجہ بالا آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ روحِ قدسی اپنی اصل اور مکمل اُتم صورت میں صرف انسان میں موجود ہے اس لیے اس مرتبہ کو حقیقتِ انسانی کہا جاتا ہے اور یہی عالمِ لامحوتوں انسان کا حقیقی اور اصل وطن ہے جس کی طرف لوٹنے کے لیے مرشد کامل کی راہنمائی اور ذکر و تصورِ اسمِ اللہ ذات ناگزیر ہے۔

اب ہم مرادِ کوئی یا عالمِ علائق کی تفصیل کی طرف بڑھتے ہیں:

عالمِ ارواح (جروت)

یہ مرتبہ چہارم اور تیسرا ہوم ہے۔ اس مرتبہ کو عالمِ ارواح یا جروت کہتے ہیں اور یہ فارَّذُ (ہیں میں نے چاہ) کا مقام ہے۔ روحِ قدسی جو غیر مخلوق تو را ہی تو روحِ محمدی ہے، اس غیر مخلوق روحِ قدسی کو جبروتی لباس پہنا کر روح سلطانی کے پردے کی صورت میں عالمِ جروت میں اتنا را گیا اور روح سلطانی نے روحِ قدسی کو خود میں چھپا لایا جیسے درخت تخلیق بھی جج سے ہوتا ہے اور جج کو اپنے اندر چھپائے بھی رکھتا ہے۔ روح سلطانی روحِ قدسی کا پہلا لباس ہے۔

اسی مقام پر فرشتوں کی تخلیق بھی ہوئی۔ عالمِ جروت میں انسان کی روح کی تمام صفات، احوال اور انفعال وہی ہیں جو فرشتوں کے ہیں اور اسکی نورانیت بھی وہی ہے۔ عالمِ ارواح الہیت کی تفصیل ہے اور اس کے اسما و صفات کا مرتبہ ہے۔

حضرت ابوسعید مبارک مخزومنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ اور چو تھا مرتبہ ارواح کا مرتبہ ہے۔ اس سے مراد عالم کون کی چیزیں ہیں جو مجرداً اور بسیط ہیں اور اپنی ذائقوں اور شکوں پر ظاہر ہوئی ہیں۔ روح ہر ما دے سے مجرداً اور منفرد ہے اور اجسام کے عوارض لیے، الوان اور اشکال سے پاک ہے۔ قاتل اور اک خود اور غیر خود ہے۔ یہ روح ایک

۱۔ عادنگی تھی۔ بیش آنے والی بھی مہش، دکھ، بیماریاں جو اون کی تھیں۔ بہت سے رنگِ قفسیں

وجود بسیط ہے جس کی کوئی صورت نہیں مگر جس صورت میں چاہتی ہے نمودار ہو جاتی ہے اس لیے فرشتے جس صورت میں چاہتے ہیں نمودار ہو جاتے ہیں اور یہ معنی ہر صورت میں ظاہر ہیں۔ اور یہ وہ مرتبہ ذات ہے جس میں ذاتِ روح سلطانی کے نام سے موسوم ہے۔ (تجدر مسلم شریف) جبروت عربی میں جوڑ نے اور ملانے کو بھی کہتے ہیں۔ یہ مرتبہ مراتب الہیہ، مراتبِ حق یا حلقہ الہیہ (اصدیت، وحدت، واحدیت) اور مراتبِ کونیہ یا مراتبِ خلائق (جبروت، ملکوت اور ناسوت) کے درمیان بخوبی پہلی، سیری تھی اور واسطے کے بے یعنی عالمِ امر کو عالمِ خلق سے جوڑتا ہے اس لیے اس کو جبروت کہتے ہیں۔ یہ مقامِ جبراکل علیہ السلام ہے جو اللہ تعالیٰ اور انہیا کے درمیان وسیلہ رہے ہیں اور عبید و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان قحط جوڑ نے پر معمور ہیں۔ یہ مقامِ عالم غیب اور عالمِ کثیف کے درمیان گویا ایک بزرگ (پرده) اور سیری تھی کہ ہے۔

عالمِ مثال (ملکوت)

پانچواں مرتبہ تین چہارم، آنچھوئی میں پہچاہ جاؤں کا مقام ہے۔ یہ عالمِ ملکوت ہے جہاں روح سلطانی نے خود کو روح سیرانی یا روح روحاں میں بخوبی کیا اور مثالی صورتوں میں ظاہر ہوئی۔ اس مرتبہ سے قبل روح کی کوئی صورت نہ تھی اور اس کو پہچانا ناممکن تھا کیونکہ مرتبہ احادیث، وحدت اور واحدیت میں اللہ تعالیٰ بالطن میں پوشیدہ تھا اور اخبار کے عمل سے گزر رہا تھا۔ عالمِ مثال یا عالمِ ملکوت میں روح کا ظہور مثالی صورتوں میں ہوا البتہ یہاں صورت تو آئی مگر ابھی کثافت نہیں آئی یعنی انہیں دیکھا تو جا سکتا ہے مگر چھوٹیں جا سکتا ہے کہ خواب میں نظر آنے والی صورتیں۔ چھے خواب بھی عالمِ ملکوت سے آتے ہیں۔

حضرت ابوسعید مبارک مخزومنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ اس عالم کی مثال سایہ ہے جو نظر تو آتا ہے مگر پکڑنے سے پکڑنے نہیں جاتا۔ یہ عالمِ مثال (عالمِ ملکوت) اشیائے کونیہ مرکبہ لطیف ہے یعنی وہ اشیا جو کوئے بکھرے ہونے اور پہنچنے جائز کو قبول نہیں کرتی ہیں۔ (تجدر مسلم شریف) حیوانات، بیانات اور بہادرات کی ارواح کو یہاں عالمِ ملکوت میں تحقیق کیا گیا۔

عالمِ اجسام (ناسوت)

یہ تخلیقُ الخلق (یہیں میں نے تخلیق کو تبلیغ کیا) کا مقام ہے۔ مرتبہ ششم اور تیسرا جسم پر مثالی صورتوں نے اجسام حاصل کیے اور مخلوق کے مختلف جسم ظاہر ہوئے۔ ان اجسام میں ذاتِ روح سیرانی پر روح جسمانی یا حیوانی کا پرت ڈال کر عضری جسمانی صورت میں مخلوق میں ظاہر ہو گئی۔ یوں اللہ تعالیٰ عالمِ احادیث سے زوال کر کے عالمِ ناسوت میں ظاہر ہو گیا۔ اجسام کا یہ عالمِ عرش سے فرش تک پھیلا ہوا ہے اور اسے عالمِ ناسوت کہتے ہیں۔

حضرت ابوسعید مبارک تخریبی رحمۃ اللہ علیہ اس مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:
اور چنان مرتبہ عالم اجسام کا ہے۔ اس سے مراد اشیائے کوئی کافی ہیں جو کل کے لئے ہونے اور جدا ہونے کو قبول کرتی ہیں اور پکڑی جاسکتی ہیں۔ (تحفہ مرسلا شریف)

خن تعالیٰ مرتبہ احادیث سے تنزیل فرماتے ہوئے عالم اجسام میں آگیا لیکن یہ مت سمجھو کر یہاں آگیا تو وہاں نہیں ہے بلکہ یہاں بھی ہے اور وہاں بھی، اور ہر جگہ بے تغیر و تبدل، واحد و مکمل ہے۔

انسان

ساتو اس مرتبہ تعین ششم ہے جو تمام مراتب کا جامع ہے جس میں اللہ تعالیٰ کامل طور پر دیگر مخلوقات کی نسبت عالم ناسوت میں انسان کی بشری صورت میں روح جسمانی کے پرتو میں ظاہر ہوا۔ یعنی حق تعالیٰ نے تو محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روح قدسی، روح قدسی سے روح سلطانی، روح سلطانی سے روح سیرانی اور روح سیرانی سے روح جسمانی کی صورت میں انسان یعنی بشر میں ظاہر فرمایا۔ لیکن وہ انسان جس میں یہ ظہور کامل مکمل اور آخر تم ہوا وہ انسان کامل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک ہے اور ان تمام مراتب حقی و خلقی کے جامع اور مظہر آخر تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

حضرت ابوسعید مبارک تخریبی رحمۃ اللہ علیہ اس مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:
اور ساتو اس مرتبہ ان تمام مراتب مذکورہ جسمانی، نورانی، روحانی، وحدت، واحدیت کا مرتبہ جامعیت ہے۔ وہ آخری جنگی اور آخری لباس ہے اور اس کا نام انسان ہے۔ (تحفہ مرسلا شریف)

مندرجہ ذیل حدیث پاک اسی کمایت پر دال ہے:

﴿خَلَقَ اللَّهُ أَدْمَرَ عَلَى صُورَتِهِ﴾ (بخاری 6227)

ترجمہ: اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بیہدا فرمایا۔

اس مرتبے میں انسان کامل مظہر آخر تم کہریا اور آخرین جن ہوتا ہے۔

الحضرت اللہ تعالیٰ نے ذات یعنی احادیث سے وحدت میں، وحدت سے واحدیت میں، واحدیت سے جبروت میں، جبروت سے ملکوت میں اور ملکوت سے ناسوت میں نزول فرمایا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات نے ہر شے میں ظہور فرمایا کہ کیا کیا ہوا ہے۔ وجود صرف اللہ تعالیٰ کا ہے باقی ہر شے معدوم ہے۔ وجود نے اُنم کا ثواب اور حما اور موجود ہو گیا۔ اسی کو وجود کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ کے:

﴿وَكَانَ اللَّهُ إِلَيْكُلَّ شَيْءٍ قُهْنَظَا﴾ (سورة نمل، آیہ 126)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر اعتماد ہے۔



♦ الٰٰ إِلٰهٗ يٰكُنْ شَيْءٌ فَعَيْنَظٌ (سورہ الحمہ۔ 54)

ترجمہ: یاد رکھ بے شک اس (اللہ تعالیٰ) کا ہر شے پر حاضر ہے۔

قرآن مجید میں ان مراد مراتب ستر کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:

♦ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سَيَّرَةِ أَيَّامِهِ ثُمَّ أَسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ (سورہ الاعراف۔ 54)

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو جنم دتوں (یعنی چہادوار) میں بنایا پھر عرش پر استوا فرمایا۔

اس آیت مبارک میں آسمانوں سے مراد مراتب الہی یا مراد مراتب حقی یا عالم امر (احدیت، وحدت، واحدیت) ہے اور زمینوں سے مراد مراتب کوہی یا

مراتب غلطی یا عالم غلط (عالم اروان، عالم مثال، عالم اجسام، بطنیت، بجزوت، ناسوت) ہے اور عرش سے مراد سماوات اور مرتبہ حضرت انسان کا مل

ہے جو ان سب مراتب کا جامع ہے جیسا کہ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

♦ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللَّهِ تَعَالَى

ترجمہ: مومین کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

سورہ الاعراف کی مذکورہ آیت مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قدر قدرت

میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے اگر تم رہی سے ڈول ہا نہ کہ کرس سے نیچے کی زمین تک ڈال تو وہ ڈول اللہ پر اترے گا۔" پھر آپ صلی

الله علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

♦ هُوَ الْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (سورہ الحمہ۔ 3)

ترجمہ: ٹھوڑا اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور ٹھوڑے کا علم رکھتا ہے۔

اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی نے صحیح ترمذی میں روایت کیا ہے۔

صوفی کرام فرماتے ہیں کہ انسان کا نات کبیر ہے اور اس کے اندر (باطن میں) ہی تمام عالم موجود ہیں جن کو ٹھاکف ستر کا نام دیا گیا

ہے۔ چنانچہ انسان کا مل کا جسم عالم اجسام (ناسوت) کو شامل ہے، نفس عالم مثال (ملکوت) کو شامل ہے، قلب یا روح عالم اروان (جزوت) کو

شامل ہے، سر و احادیث، ختنی و حدت اور خلیل احادیث ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے فرزند امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ

عنہ سے مرآۃ العارفین میں فرماتے ہیں:

♦ اے میرے بیٹے! تمہارا اپنے آپ میں تکریتی تمہارے لیے کافی ہے کہ کوئی شے (عالیٰ) تجھ سے باہر نہیں۔ جیسا کہ میرے والد امیر

المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا:

(۱) كَذَلِكَ فِينَكَ وَ مَا تَشَعَّرُ
كَذَلِكَ مِنْكَ وَ مَا تَبْهِرُ

(۲) وَ تَرْعَمُ الَّذِكَرُ جُزْمُهُ صَوْرَهُ
وَ فِينَكَ انْطَوَى الْعَالَمُ الْأَكْبَرُ

۳) وَ أَنْتَ الْكِتَابَ الْمَيِّنَ الَّذِي
يَأْخُذُهُ يَظْهَرُ الْمُضْطَرُ
۴) فَلَا حَاجَةَ لَكَ مِنْ خَارِجٍ وَ قَاتِلُكَ فِينِكَ وَ قَاتِلُكَ

ترجمہ: (۱) درستیر اسی تجھے ہے اور تو نہیں جانتا۔ دوسری تجھی تجھے ہے اور تو نہیں دیکھتا۔ (۲) اور تو گمان کرتا ہے کہ تو چھوٹا سا جسم ہے حالانکہ تجھے تھا ایک جہاں عظیم سماں ہے۔ (۳) اور تو وہ کتاب روشن ہے کہ جس کے حروف سے ظاہر ہوتی ہے ہر پوشیدہ چیز۔ (۴) پس تجھے باہر نہ کرنے کی کوئی حاجت نہیں اور تجھ افکر تجھے اندر ہے حالانکہ تو غیر نہیں کرتا۔ (مرآۃ العارفین)

● پس اے بیٹے بھی کتاب ہے اور بھی علم کتاب ہے اور وہ خود کتاب ہے جیسا کہ بیان کیا ہم نے اور تجھ اپنے آپ کو جانا علم کتاب ہی ہے اور نہ کوئی تر حصہ زمین یعنی عالم ملک اور نہ کوئی خلک حصہ زمین یعنی عالم ملکوت اور نہ کچھ کا اس سے اعلیٰ مجرس پکج کتاب نہیں میں ہے اور وہ تو ہی ہے۔ (مرآۃ العارفین)

ذات حق نے کثرت میں جلوہ گرنے کے لیے مرتبہ بھرتیہ ظہور فرمایا اور مرتبہ انسان پر یہ ظہور حمل ہوا۔ ظہور کے ان مراتب کو سو فیا کے کرام نزول کہتے ہیں۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھتا ہے اور سیراللہ کرتا ہو باطن میں ان مراتب کوٹھ کر کے توحید ذات حق تک پہنچتا ہے تو اس کو عروج کہتے ہیں۔ سیراللہ سے مراد بندے کی اللہ تک سیر ہے۔ جب بندے کو عرفان ذات لصیب ہو جاتا ہے تو سیر الی اللہ ختم ہو جاتی ہے اور اس سے آگے سیراللہ شروع ہوتی ہے۔ توحید ذات حق میں عرق ہو کر سیراللہ کرنا لاتھا ہی ہے، اس کی کوئی حد نہیں۔ جس طرح ذات حق لا محدود ہے اسی طرح اس کی سیر بھی لاحدہ ہو ہے۔ عروج انسانی یہ ہے کہ انسان دائرہ وجود کی چاروں قوسوں یعنی تاسوت، ملکوت، جبروت اور لاموت کوٹھ کر کے اپنی ابتدائی نور محمدی (مقام وحدت) تک پہنچ جائے۔ ان چاروں مقامات کے اعمال کا نام ہا ترتیب شریعت، طریقت، حقیقت اور صرفت ہے۔ حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا فرمان ہے:

الْيَقَايَةُ هُوَ الرَّجُوعُ إِلَى الْيَدِ الْأَيْمَانِ

ترجمہ: ابتداء انتہا کی طرف لوٹ جانے کا نام ہے۔

ظہور حق کی ابتداء اچونکہ نور محمدی کے ظہور سے ہوئی اور تمام مخلوق نور محمدی سے ظہور پذیر ہوئی اس لیے ابتداء نور محمدی تک پہنچنا ہی انتہا ہے۔ جو انسان اس مقام تک پہنچ جاتا ہے وہ سرپا تو حید ہو جاتا ہے اور وہی انسان کامل ہے۔ جو ہستی ان تمام کمالات کی مظہر اُخْمَم ہے اس کا نام خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کے بعد جس کو یہ مرتبہ حاصل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے ہی ہوا اور وہ اپنے زمانے میں انسان کامل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نائب ہوتا ہے۔ (مرید تھیات کے لیے ملاحظہ فرمائیں ہا ب انسان کامل)

گویا اللہ تعالیٰ مرتبہ احادیث میں بطور¹ در بطور تھا، اس کے اساد و صفات اس کی ذات میں پختی تھے۔ مرتبہ احادیث سے ذات نے

۱۔ حقیقت اندر دلی، بہت گہرائی میں، باطن کی تجویز



تنزل فرما کر وحدت میں ظہور فرمایا جو نورِ محمدی ہے۔ اس مرتبہ میں اسما و صفات کا ظہور علی اجمانی ہوا۔ پھر اس مرتبہ سے تنزل فرما کر مرتبہ واحدیت میں ظہور فرمایا جو روح قدسی ہے، اس مرتبہ میں اسما و صفات کا ظہور علی تفصیلی ہوا۔ پھر اس سے تنزل فرما کر ذات نے عالم ارواح کی صورت پر ظہور فرمایا۔ پھر اس مرتبہ سے تنزل فرما کر عالم مثال کی صورت پر ظہور فرمایا اور پھر اس سے تنزل فرما کر عالم جسم (تمام جسمات) کی صورت پر ظہور فرمایا۔ اس مرتبہ پر اسما و صفات کا ظہور خارجی تفصیلی ہوا۔ مرتبہ احادیث، وحدت اور واحدیت تینوں مراتب الہیہ، مراتب حقی یا عالم امر ہیں جبکہ عالم ارواح، عالم مثال اور عالم اجسام تینوں مراتب کوئی، مراتب فلکی، عالم غلق یا عالم شہادت ہیں۔ پھر حق تعالیٰ نے چاہا کہ ایک ایسی حقیقت کو پیدا کیا جائے جو تمام مراتب الہیہ و کوئی (حقیقی) کی جامع ہو اور اس کے تمام اسما و صفات کی مظہر ہو، وہ حق تعالیٰ کا ایک راز ہوتا ہے اس نے حضرت انسان کامل کو پیدا فرمایا اور سبکی حقیقت تھی یہ ہے۔ لہذا ثابت یہ ہوا کہ ہر شے کا مبدأ و معاود ذات حق ہے۔ تمام امور اُسی سے ہیں، اُسی سے ابتداء ہے اور تمام امور اسی کی طرف لوئے والے ہیں جیسا کہ موجودین علیہم السلام مارتے سمندر سے پیدا ہوتی ہیں اور سمندرتی میں مٹ جاتی ہیں۔ پس ذات حق بخراج اموال کی طرح ہے اور جملہ موجودات عالم اُسی کی اموال ہیں۔ عالم و جو دادم کے بغیر آئینہ بے جلا کی مانند تھا، شانِ الہی نے تقاضا کیا کہ آئینہ عالم جلا^۱ پائے اور وہ محل^۲ روح الہی ہونے کو قبول کرے لہذا آدم اس آئینہ کی جلا اور اس محل مستوی کی روح ہے۔ حق تعالیٰ انسان کامل جو اس کا خلیفہ ہے، کے آئینہ دل میں جگل فرماتا ہے اور اس کے آئینہ دل کا عکس تمام عالم پر فانکش ہوتا ہے اور اس فیض کے مصوّل سے عالم باقی رہتا ہے۔

علام اقبال فرماتے ہیں:

- اگر نہ ہو تجھے الجھن تو کھول کر کہہ دوں وجود حضرت انسان نہ روح ہے نہ بدن (ذریں)
- مکانی ہوں کہ آزادِ مکان ہوں جہاں نہیں ہوں کہ خود سارا جہاں ہوں (ذلیں)

توحید تشبیہ و تو حید تنزیہ



وحدت الوجود کو سمجھنے کے لیے توحید تشبیہ اور توحید تنزیہ کی اصطلاحات اور ان کی حقیقت کو سمجھنا بھی بہت ضروری ہے کیونکہ اولیا اللہ جب وحدت الوجود پر گفتگو فرماتے ہیں تو ان اصطلاحات کا اکثر استعمال کرتے ہیں۔

توحید تنزیہ اور توحید تشبیہ کا انظریہ آیت قرآنی لیئس گھبلہ شیعیٰ^۳ و هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ^۴ ترجمہ: ”کوئی شے اس کی مثل نہیں، وہی سننے اور سمجھنے والا ہے“ سے اخذ شدہ ہے۔ اس آیت میں لیئس گھبلہ شیعیٰ توحید تنزیہ ہے کہ ”اللہ کی مثل کوئی شے نہیں“ اور و هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ توحید تشبیہ ہے کہ ”وہی سننے اور سمجھنے والا ہے“ اور ہر شے کی ہر صفت اس کی ہے۔ جس نے توحید کی ان دونوں صورتوں کو جمع کیا اسی نے اصل توحید کو پایا اور جس نے صرف توحید تنزیہ کو کافی سمجھا اس نے ذات کو مقید سمجھا اور جس نے سمجھن تشبیہ پر اکتفا کیا اس نے ذات پر

^۱ ابتداء بیان و معرفہ پوش شروع ہونے کی وجہ پر لوت کر جانے کی وجہ پر روشنی دیکھ کر منزل مقام بکھر ۵ سورہ الشوریٰ۔ آیت ۱۱

حدائقی اور اسے محدود کیجا۔

توحید تشریف

اللہ کے کامل مظہر، انسان کامل کی صورت میں اللہ کی ذات اور تمام صفات کو جلوہ گردیکن تو حید تشریف ہے جیسا کہ حضور علیہ اصلۃ والسلام نے فرمایا:

﴿مَنْ زَانَ فَقْدَرَ أَيْ أَنْجَى﴾

ترجمہ: جس نے مجھے دیکھا اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا۔

اس ایک ذات میں اللہ کی تمام صفات کو سمجھا دیکھنا اور اسی کے اصل معنی اور بصیرت نے وقت الحین سے جان اور پیغام لینا تو حید تشریف ہے۔

توحید تشریف

توحید تشریف یہ ہے کہ عارف کامل جد ہڑ دیکھتا ہے اسے اللہ کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا، وہ اللہ کی ذات کو کائنات کی ہر شے میں جلوہ گرد دیکھتا ہے۔ اشیا کے ظاہری جسموں کے پرے اس کی نظر سے ہٹ جاتے ہیں اور ان کی حقیقت نظر آئے لگتی ہے۔ وہ گل شفیقِ حالیک الاؤخیہ (سورہ البصیرات۔ 88) ترجمہ: "اللہ کے پھرے کے سوا ہر شے فنا ہونے والی ہے" کے مرتبے پر ہٹتی جاتا ہے جہاں اس کے لیے اللہ کے سوا ہر شے فنا ہو جاتی ہے اور وہ زمین و آسمان میں جہاں دیکھتا ہے اسے صرف اللہ دکھائی دیتا ہے اور وہ اللہ کو دیکھ کر گواہی دیتا ہے "اس کی مثل کوئی شے نہیں۔" انسان کامل کی صورت تو حید تشریف ہے کیونکہ بینی وہ صورت ہے جو صورت الہی ہے اور ہر شے میں بینی صورت جلوہ گر ہے۔ انسان کامل کا ظاہر توحید تشریف ہے اور اس کا باطن تو حید تشریف ہے کیونکہ وہ ظاہر باطن میں اس مقام وحدت اور واحدیت تک پہنچ پہنچا ہے جہاں نہ اس کے ظاہر میں ذات الہی کے سوا کچھ بچا ہے نہ باطن میں، یعنی مقام "بہہ اوت در مفرد پوست"۔ وہ ظاہری طور پر ایک جگہ لیکن باطنی طور پر ہر جگہ موجود ہے چنانچہ اس کا ظاہر تو حید تشریف ہے اور باطن تو حید تشریف ہے۔ اس کی مثال ایک چراغ اور اس کی روشنی سے دی جاسکتی ہے کہ چراغ خود تو ایک جگہ ہی موجود ہے لیکن اس کی روشنی چاروں طرف پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی قرآن پاک میں تو حید تشریف ہے تشریف کو اسی طرح بیان فرماتا ہے: ترجمہ: "اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال (جو نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں دیا میں روشن ہے" (اس طلاق (نمازیہ: اقدس)) جسی ہے جس میں چراغ ہے۔ (و) چراغ، فانوس (قبہ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں رکھا ہے۔ (ی) فانوس (نور الہی کے پرے سے اس قدر منور ہے) کو یا ایک در خشیدہ ستارہ ہے۔ جوز یثون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے، نہ شرتی ہے اور نہ غربی (بکدا پنے فیض نور کی دعوت میں عالمگیر ہے)۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تسلی (خوبی) چک رہا ہے اگرچہ بھی اسے آگ نے چھو بھی نہیں۔ (و) نور کے اوپر نور ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور تک پہنچا دیتا ہے اور اللہ لوگوں (کی بہادیت) کے لیے مثلیں بیان فرماتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز سے خوب آگاہ ہے۔" (سورہ النور۔ 35) اس آیت کے پہلے حصے میں "اللہ زمین اور آسمانوں کا نور ہے" تو حید تشریف کا بیان ہے کہ اس کا نور زمین و آسمان کی ہر شے میں موجود ہے اور باقی تمام آیت تو حید تشریف کا بیان ہے کہ اس کے نور کی مثال نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صورت محمدی

صلی اللہ علیہ و آله وسلم میں ظاہر ہے۔ توحید کا تھا ضمیر کے تشبیہ ہو یا تنزیہ ہو جگہ ایک حق صورت الہی کا جلوہ دکھائی دے۔ چنانچہ ذاتِ الہی کو وجود انسان کامل اور صورت انسان کامل میں دیکھنا توحید تشبیہ ہے اور اسی ایک صورت کو کائنات کی ہر شے میں جلوہ گردیکرنا توحید تنزیہ ہے کیونکہ انسان کامل حق تعالیٰ کی صورت کا پرتوء کامل ہے اور اللہ کا نور کائنات کی ہر شے سے زیادہ اس کے محبوب میں ظاہر ہے اسی لیے وہی صورتِ الہی ہے۔ اور اگر اس صورت کو درمیان سے نکال دیا جائے تو اللہ کو دیکھنا اور پہچاننا ممکن ہو جائے کیونکہ اللہ بے صورت ہے، اس کا کوئی پڑھنا نہیں چنانچہ جب وہ فرماتا ہے فی آنہا مُولَوْا فَنَحْمَ وَجْهُ اللَّهِ تَرْبِیْسٌ "تم جو حمد کیکوئے تمہیں اللہ کا چہرہ دکھائی دے گا" تو اس "چہرے" سے مراد انسان کامل کا چہرہ ہی ہے جس کی صورت میں اللہ ظاہر ہے۔ یعنی معنی یہ ہوَالظَّاهِرُوَالْبَاطِنُ تَرْبِیْسٌ "خوبی ظاہر ہے اور وہی باطن ہے" کے کیونکہ نورِ الہی ہر شے کا باطن ہے لیکن کامل طور پر ظاہروہ صرف ایک حق ذاتِ انسان کامل میں ہے۔ انسان کامل کا ظاہر بھی سوائے نورِ الہی کے کچھ نہیں اور باطن بھی کیونکہ وہ فتنی اللہ بقاۃ اللہ کے انتہائی مقام پر ہے جہاں اللہ کے سوا ہر شے فنا ہو جاتی ہے، دوستی فنا ہو کر یکتاںی باقی رہ جاتی ہے اور یکتا صرف اللہ واحد کی ذات ہے اور یہی توحید حقیقی یا مرتبت وحدت واحد ہے جو ظاہر نور ذاتِ الہی کی ابتداء ہے جہاں ابھی نہ صفاتِ الہی کا تعین ہوا ہے شامائی الہی کا، بلکہ صرف اور صرف ذات کا ظاہر نورِ محمدی کی صورت میں ہوا۔ یعنی نورِ محمدی کی ابتداء اور کامل انسان کی ابتداء ہے۔ جس نے انسان کامل کی معرفت حاصل کر لی اس نے تو حیدر تشبیہ کو بھی پالیا اور تو حیدر تنزیہ کو بھی۔ توحید تشبیہ انسان کامل کے ظاہر کی حقیقت کی معرفت حاصل کرنا اور تو حیدر تنزیہ اس کے باطن کے کمالات کی معرفت حاصل کرنا ہے۔

علام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ تو حیدر تشبیہ اور تو حیدر تنزیہ کی حقیقت واضح کرتے ہوئے فصوص الحکم میں فرماتے ہیں:

﴿اللَّهُ تَعَالَى نَفْرَمَا إِلَيْنَسْ كِمْقَلِه شَفِيعٌ لَّيْسَ "اس کی مثل کوئی شے نہیں" پس حق تعالیٰ نے تنزیہ کی، پھر فرمایہ هُو الشَّمِيقُ الْمُبَصِّرُ اور "وَهِي شَفِيعٌ وَالاَوْلَى كَيْفَنَهُ وَالاَلَّا يَبْلُغُهُ" پس حق تعالیٰ نے تشبیہ کی۔ الہذا تنزیہ اور تشبیہ حق کی دو نسبتیں ہیں، دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتیں۔ اگر جدا ہوں گی تو تنزیہ تعلیل ہو جائے گی اور تشبیہ بت پرستی ہو جائے گی۔

﴿اگر تو محض تنزیہ کا قائل ہے تو اس کو قید لگانے والا ہے (کہ وہ سات آسماؤں سے پرے عرش پر متین کوئی وجود ہے جسے دیکھا، جس سے کلام نہیں کیا جاسکتا) اور اگر تو محض تشبیہ کا قائل ہے تو تو اس کو حد لگانے والا ہے (جیسا کہ بت پرست ایک بت کو ننان حقیقی کی تطبیہ فرادرے کر پڑتے ہیں)۔ اگر تو دونوں امور تنزیہ اور تشبیہ کا قائل ہے تو تو راوی راست پر چلنے والا ہے اور تو معارف میں امام اور سردار ہے۔

﴾ تنزیہ ذاتِ حق کو تمام عیوب اور ناقص سے پاک کرنا ہے اور ذاتِ حق کو تمام حدود و قوتو سے پاک کرنا بھی تنزیہ ہے۔

﴿تشبیہ سے مراد بھی مخلوقات اور ممکنات ہوتے ہیں بھی صفاتِ ممکن اور اوصافِ حادث ہوتے ہیں بھی تشبیہ کے معنی ہندوں کی صفات اور خدا کی صفات میں مشابہت سے دریافت ہوتے ہیں۔

﴿اے طالبِ معرفت! تو اس بات کو اچھی طرح جان لے کر تحقیقِ جنابِ الہی کے حق میں محض تنزیہ ذاتِ حق کو مدد و داور مقید کرنا ہے۔

۱۔ سورہ البقرہ۔ آیت ۱۱۵ ﴿... مَكْنُونٍ أَوْ رَعَادَتٍ...﴾ دونوں سے مراد مطلق ہے۔ حادث قدیم کا متناہ ہے یعنی وہ پیغمبر جو پہلے نہ داود احمد میں بھی نہ ہے، قابلی۔

تہذیب سے مراد فقط حقیقت مطلقاً، حق تعالیٰ کو بغیر لایا تو تقدیر اور تعین کے ملاحظہ کرنا ہے اور اسی حقیقت مطلقاً کو نہ لکھ امکانی سے برداشت کرنا ہے اور تشبیہ سے مراد ذات حق کو مظاہر کوئی (کن سے تخلیق کی گئی اشیاء و مخلوقات) کی صورتوں میں ملاحظہ کرنا ہے۔ جس صرف تہذیب کرنے والا حق تعالیٰ کے مراتب سے جاہل ہے اور اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے ادب ہے۔ پس مومن جو صرف تہذیب کا قائل ہو اور حق تعالیٰ کی تشبیہ پر اس کی ظفر نہ پڑی تو اس نے حق تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی کی کیونکہ اس نے معرفت الہی کا حق ادا نہ کیا اور اس نے حق تعالیٰ اور تمام رسل صلوا اللہ علیہم کی سلسلہ کی اگرچہ وہ مومن اس سلسلہ کا شعور نہیں رکھتا ہے۔۔۔۔ اور جس شخص نے بھی حق تعالیٰ کو تقدیر اور محدود کر دیا اس نے حق تعالیٰ کو پہچانا نہیں اور جس نے اپنی معرفت میں تشبیہ اور تہذیب دونوں کو جمع کیا پس اس نے حق تعالیٰ کو بھلا پہچان لیا ہے کہ تفصیل۔ (فوس الحام)

وحدت الوجود کے حق میں دلائل

عارفین اور صوفیانہ کرام نے وحدت الوجود (بہادست، معرفت ذات) کو ہی توحید قرار دیا ہے۔ جو سالک وحدت الوجود کی حقیقت تک پہنچنا چاہتا ہے وہ یہ بات اپنی طرح ذہن تھیں کر لے کہ وحدت الوجود علم کے لیے تو صرف ایک نظریہ ہے جس پر وہ اپنی عقل و علم کے مطابق بحث کرتے ہیں، کبھی اس کے حق میں اور کبھی خلاف۔ لیکن اولیا و صوفیا کے لیے یہ ایک باطنی مقام ہے جو فتنی اللہ بنا بآللہ یا وصال الہی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ وہ وحدت الوجود کی کیفیت بہادست در غررو پوست کو خود محسوس کرتے اور اس کا مشاہدہ کرتے ہیں پھر اس پر ارب کشائی کرتے ہیں۔ وحدت الوجود ان کے روحانی سفر کی ایک اعلیٰ منزل ہے نہ کہ صرف ایک بحث خلب نظریہ۔ جب وہ زمان و مکان کی حدود اور عرش جہانی جہان سے کل جاتے ہیں تو اس عارضی و فاقنی دنیا اور اس کی مخلوق کا قبیلہ وجود ان کے لیے اس قدر negligible ہو جاتا ہے کہ وہ اسے محدود جانتے ہیں اور صرف وجود کی حقیقت اور طرف و کھانی دیتا ہے جس کو وائیگی بتاتے ہے اور بھیشہ سے ہے اور بھیشہ ہے گا۔ حقیقی وجود وہ ہے جو ہر جگہ ہے اور بھیشہ ہے۔ جو وجود کبھی ہے کبھی نہیں، کبھی ہے کبھی نہیں وہ وہ حقیقت ہے ہی نہیں۔ اولیا واحد کے ساتھ واحد ہو کر وحدت کی حقیقت کو پاتے ہیں اسکی وجہ ہے کہ تمام اولیا و فقیر اوصوفیا اور علمائے حق بھیش سے وحدت الوجود کے حامی اور علمبردار ہے ہیں۔ وجود وحدت الوجود کا خلاف ہے وہ ولی یا فقیر یا صوفی کبھی نہیں ہو سکتا۔ وحدت الوجود کے مقام تک بھی وہی آئندگی سکتا ہے جو اسے حق مانتا ہے۔ جو اس مقام کا ہی مکن ہو وہ بیان کیکر پہنچ سکتا ہے।

اب تم وحدت الوجود کے حق میں دلائل کے طور پر اکابر اولیا و صوفیا کے اقوال پیش کرتے ہیں۔

پیران پیر غوث العظیم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ تمام اولیا کرام کے امام ہیں۔

ل۔ مصطفیٰ، غیر احمد، نظر انداز کیے جانے کے قائل

غوث العظيم درمان اولیا پول محمد درمان انبیاء

آپ رضی اللہ عنہ کا ارشاد و مبارک ہے ”میرا قدم تمام اولیا کی گردان ہے“ اور یہ بات حق ہے۔ تمام اولیا اور علیے سے ہے۔ عارفین آپ رضی اللہ عنہ کی شان: میرا طبلہ اللہ عنہ کی منظوری کے بعثت وال استاد ہی خبر، سکھتے ہیں۔

آب رضی اللہ عنہ کا مسلک وحدت الوجود اور معرفت ذات ہے۔ اس سلسلہ میں آب رضی اللہ عنہ اُنی کتاب سر الارسال میں ارشاد

三

الله جبار وتعالي نے ایسے نور بحال سے سب سے میلے روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرمایا جیسا کہ اللہ یا کفرماتا ہے:

خَلَقْتُ رُوْجَمُّهِنْ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ) مِنْ نُورٍ وَّجْهِنْ

ترجمہ: روح محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کوئی نے اپنے چہرے کے نور سے پیدا فرمایا۔

جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَوْلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ رَوْحٌ

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے میری روح کو پیدا فرمایا۔

وَأَوْلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ تُوَفِّي

ترجمہ: اور سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

وَأَوْلَى مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَلِمُ

ترجمہ: اور سب سے پہلے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا۔

• وَأَوْلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ الْعَقْلُ

ترجمہ: اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا۔

پس ان سب سے مراد ایک ہی شے ہے اور وہ ہے حقیقتِ محمد یہ۔ اسے نور اس لیے کجا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ کلمات جلایہ سے پاک ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

قَدْ جَاءَكُفُّرٌ مِّنَ الْأَعْوَادِ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ ۝ (سورة المائدah-15)

ترجمہ: پس اندھیارک و تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور اور ایک ستاپ میں آئی۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام عظیل اس لیے رکھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام علوم کا اور اک رکھتے ہیں اور قلم اس لیے کھائیا کہ قلم علم کو
انقل کرنے کا سبب ہے جیسا کہ عالم حروفات میں قلم علم کو انقل (ختل) کرنے کا سبب ہے۔ یہ روحِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام کا نکات (علم)

۱۔ مزید تفصیلات کے لیے جو ہے اب سیدنا غوث العظیم

موجودات) کا خلاصہ اور کائنات کی ابتداء اور اس کی اصل ہے جیسا کہ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

﴿أَكَانُونَ نُورٌ لِّلنَّٰٰوِ الْمُؤْمِنُونَ مِيقٌ﴾

ترجمہ: میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام مونین مجھ سے ہیں۔

اللہ پاک نے تمام ارواح کو حقیقت محمد یہ سے عالم لاخوت میں احسن و قیمتی صورت میں پیدا فرمایا اور اس عالم میں اُسے انسان کا نام دیا اور بھی عالم (یعنی عالم لاخوت) انسان کا اصلی طلن ہے۔ پس جب (انسانی ارواح کی حقیقیت کو) چار ہزار سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کی چشم مبارک کے نور سے عرش کو پیدا فرمایا اور پھر عرش سے باقی کائنات کو پیدا فرمایا۔ جس کے بعد تمام انسانی ارواح کو کائنات کے سب سے نیچے والے طبقے عالم اجسام کی طرف منتقل کر دیا گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ رَدَّنَاهُ أَسْفَلَ سَفِيلَيْنَ﴾ (سورہ اہم - 5)

ترجمہ: ہم نے اس (روح انسانی) کو اسفل سفیلین (سب سے نیچے والے درجہ) کی طرف منتقل کر دیا۔

یعنی سب سے پہلے روح قدسی کو عالم لاخوت سے عالم جبروت میں اتا رہا۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حریم^۱ کے درمیان نور جبروت سے روح سلطانی (یا نورانی) کا لباس پہنایا۔ پھر روح قدسی کو روح سلطانی کے لباس میں عالم ملکوت میں اتا رہا اور نور ملکوت کا لباس پہنایا جہاں وہ روح روحانی (یا سیرانی) کھلائی۔ پھر عالم ملکوت سے عالم ملک کی طرف اس کا نزول ہوا جہاں اُسے نور ملک کا لباس پہنایا اور یہاں روح (روح قدسی) روح جسمانی (یا جیوانی) کھلائی۔ پھر اس سے اجسام پیدا فرمائے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهَا خَلْقَنِّيْهُ وَفِيهَا أَعِيْدُ كُلَّهُ وَمِنْهَا أَخْرِجْنِيْهُ كُلَّهُ تَارِيْخَ أَخْرِيْهِ﴾ (سورہ قل - 55)

ترجمہ: ہم نے جسمیں ای (زمین) سے پیدا کیا اور اسی میں دوبارہ لوٹا کیں گے اور اسی میں سے وہ مرتبہ پھر سے اٹھائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارواح کو اجسام میں داخل ہونے کا حکم فرمایا، پس حکم الہی وہ (اجسام میں) داخل ہو گئیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوْحِي﴾ (سورہ طہ - 29)

ترجمہ: اور میں نے اس میں اپنی روح پھوکی۔

پس جب ارواح کا اجسام سے تعلق قائم ہو گیا تو وہ اس عبد کو بھول گئیں جو انہوں نے یومِ بیانِ آنستہ بڑتیگھ^۲ (کے جواب میں) قالو اہل^۳ کہہ کر کیا تھا۔ پس وہ اپنے اصلی طلن (عالم لاخوت) کو بھول گئیں۔ پس اللہ حسن نے ان پر حرم فرماتے ہوئے ان کی مدد کی اور آسمانی کتاب میں نازل فرمائیں تاکہ وہ ان سے رہنمائی لیتے ہوئے اپنے اصلی طلن کو یاد رکھیں جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَذَكَرَهُمْ بِأَنَّهُمْ لِلَّٰهِ﴾ (سورہ اہم - 5)

ترجمہ: اور یاددا میں آن کو اللہ کے (سامنے گزرے) دون۔

^۱ عالم لاخوت اور عالم جبروت = کیا میں تمہارا رب نہیں؟ ج انہوں نے کہا "بے شک"

لیتھی اللہ کے وصال میں گزرے دن جو وہ ارواح کی صورت میں گزار پکے تھے۔ پس تمام انبیا کرام دنیا میں تشریف لائے اور انہیں اس عبادتی
یاد و ہانی کرواتے ہوئے واپس آنحضرت کی طرف لوٹ گئے۔ (جز الاراء مقدمہ)

غوث العظیم حب اللہ تعالیٰ سے ہم کام ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے پوچھا:

● یا رَبِّ مَنْ أَيِّ شَيْءٍ خَلَقْتَ الْمَلِكَةَ قَالَ تَعَالَى خَلَقْتُ مِنْ نُورٍ إِلَّا نَسَانٍ وَخَلَقْتَ إِلَّا نَسَانٍ مِنْ نُورٍ
ترجمہ: "اے پروردگار! تو نے کسی چیز سے فرشتوں کو پیدا فرمایا؟" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "میں نے فرشتوں کی تخلیق انسان کے نور سے کی اور
انسان کی تخلیق اپنے نور سے۔"

● ۗ قُلْ۝ قُلْ۝ يَا رَبَّ الْقَوْبَ قُلْ۝ لَكَ مَطْيَةٌ۝ قَالَ يَا غَوْثَ الْأَعْظَمِ جَعَلْتَ إِلَّا نَسَانٍ مَطْيَةً۝ وَجَعَلْتَ سَائِرَ الْأَنْوَانِ
مَطْيَةً إِلَّا نَسَانٍ۝ وَقَالَ يِنِّي يَا غَوْثَ الْأَعْظَمِ نَعَمُ الطَّالِبُ أَكَوْ نَعَمُ الْمَظْلُوبُ إِلَّا نَعَمُ الرَّازِيُّ بِأَكَوْ نَعَمُ الْمَرْكُوبُ
إِلَّا نَعَمُ الرَّازِيُّ بِإِلَّا نَسَانٍ وَنَعَمُ الْمَرْكُوبُ لَهُ سَائِرَ الْأَنْوَانِ۝

ترجمہ: پھر میں نے کہا "اے غوث کے رب! کیا تمیرے لیے سواری ہے؟" فرمایا "اے غوث العظیم! میں نے انسان کو اپنی سواری اور ساری
کائنات کو انسان کی سواری بنایا ہے۔" پھر مجھے فرمایا "اے غوث العظیم! اکتا اچھا طالب میں ہوں اور کتنا اچھا مطلوب انسان ہے، کتنا اچھا سوار
میں ہوں اور کتنی اچھی سواری انسان ہے اور کتنا اچھا سوار انسان ہے جس کی کتنی اچھی سواری کائنات ہے۔" (الرسالہ الفتویہ)

حضرت جنید بغدادی

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

● توحید یہ ہے کہ بندہ حق تعالیٰ کے حضور ایک ایسا جسم ہن جائے کہ اس میں اپنے نفس کے تصرفات فنا ہو جائیں اور توحید کے سندراور
حق تعالیٰ کے احکام قدرت کے چاری ہونے میں صرف حق تعالیٰ کا تصرف ہی کا فرمایا، اور وہ حق تعالیٰ کے حقیقی قرب میں اور اس کی توحید سے
پوری طرح آگاہ ہو جانے کی وجہ سے اپنے احساس اور ارادے سے اس طرح بے خبر ہو جائے کہ وہ صرف حق تعالیٰ کو پکارے اور صرف اسی کی
دھوٹ کا جواب دے اور یہ اس طرح ہو جائے گا کہ کویا بندے کی آخری حالت اس کی پہلی حالت کی طرف راجح ہو یعنی یوں ہو جائے جیسے وجود
میں آنے سے پہلے تھا۔ (شفاعت)

سلسلہ چشتیہ کے مثالیں فکری لحاظ سے وحدت الوجود کے قائل تھے۔ انہوں نے این عربی کی کتب خصوصاً فصوص الحکم اور فتوحات کی کتاب
گہر امطالعہ کیا اور اپنی خانقاہوں میں ان کتب کا باقاعدہ درس دیتے تھے لیکن کسی بحث و مبادث میں نہیں لمحتہ تھے۔ سہروردیہ سلسلہ کے بزرگ
وحدت الوجود کے مسئلے سے دور رہے اور انہوں نے اسے موضوع بحث بھی نہ بنایا۔ جب کہ قادریہ سلسلہ تو ہے اسی وحدت الوجود۔ قادریہ سلسلہ
میں جو وحدت الوجود کی مخالفت کرتے ہیں ان کا علم ظاہری ہوتا ہے اور انہیں ابھی مشاہدات بالطفی کی ہوا بھی نہیں ملی ہوتی۔ جہاں تک نقشبندیہ
سلسلہ کا تعلق ہے تو انہوں نے بر صیریہ میں وحدت الوجود کی مخالفت کی بلکہ اس کے روذہ میں انظریہ وحدت الشہود پیش کیا۔ ذیل میں



ہم بر صیر کے چند اہم صوفی اور مشائخ کا وحدت الوجود کے حوالے سے جائزہ پیش کرتے ہیں:

علی بن عثمان الجویری

بر صیر میں تصوف پر سب سے پہلی کتاب کشف الگوب لکھی گئی۔ اس کے مصنف ابو الحسن علی بن عثمان الجویری المعروف حضرت رحمن بخش رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ کشف الگوب میں اگرچہ وحدت الوجود کے حوالے سے بر اور است تو کوئی بحث موجود نہیں تاہم اس کا موداد اس میں حاشیہ کیا جاسکتا ہے مثلاً شیخ الجویری رحمۃ اللہ علیہ نے معرفت الہی اور توحید کے حوالے سے لکھا ہے:

﴿ہر چیز کی ذات اس (اللہ) کی ذات سے ہے، ہر چیز کا اثر اس کے اثر سے ہے، ہر شے کی صفت اس کی صفت سے ہے۔ متحرک اس سے متحرک اور ساکن اس سے ساکن ہے۔ بندہ کا فعل محسن مجاز ہے ورنہ در حقیقت و فعل خداوند عالم کا ہے۔ اس طرح اس کا قلب خدا کی دوستی کا محل ہے، آنکھیں اس کے دیدار کا محل اور جان عبرت کا محل ہو جاتی ہے۔﴾ (کشف الگوب۔ بتزم ایضاً عنات)

(توحید یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے اختیار میں موحد کا اپنا اختیار نہ رہے اور حق تعالیٰ کی وحدانیت میں اپنی ذات کی طرف توجہ ہی نہ رہے کیونکہ قرب حق کے مقام پر اس کا اپنا نفس فانی ہو جاتا ہے اور اس کی جس چلی جاتی ہے اور صرف حق تعالیٰ کے احکام ہی اس پر جاری ہوتے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ اپنے تصرف اور اختیار میں فنا ہو کر اس طرح ہو جائے کہ جس طرح ازل میں توحید کا عہد کرتے وقت ایک ذرہ تھا کہ کہنے والا بھی حق تعالیٰ اور اس کی طرف سے جواب دینے والا بھی حق تعالیٰ ہی تھا حالانکہ بظاہر وہ ایک ذرہ تھا اور جو بندہ اس طرح ہو جائے اس کے ساتھ محقق کو کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اس کوئی کے ساتھ کوئی انس رہتا ہے کہ ان کی دعوت کو قبول کرے۔ اس قول میں صفات بشریت کے فنا اور جلال الہی کے غلبہ کشف کی حالت میں جذبہ تسلیم و رضا کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بندہ کو اس کے اوصاف سے فانی کر دے۔۔۔ اور اس کا جسم اسرار الہی کا مرکز ہن جائے جسی کہ اس کا بولنا حوالہ حق ہو جائے اور اس کے فعل کی نسبت بھی حق تعالیٰ کی طرف ہو اور اس کی صفت کا قیام بھی حق تعالیٰ کے ساتھ ہو اور صرف جنت کے اثبات کے لیے شریعت کے احکام اس پر باقی ریں ورنہ وہ تمام امور کے دیکھنے سے فانی ہو چکا ہو۔ اور یہی صفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی کہ جب آپ کو معراج کی رات مقام قرب تک پہنچایا گیا تو مقام کے لیے تو فاصلہ تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرب کے لیے کوئی فاصلہ نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال لوگوں کی عتل میں آنے والے حال سے بہت بلند اور انسانی و ہم و مگان سے بھی بہت جیکے ہو گیا یہاں تک کہ جہاں نے آپ کو کھو دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اور دل کے مقام پر ہٹک گیا اپنے آپ کو فائدے ذات حق میں اس حد تک کھو دیا کہ طبقوں کی ترتیب حیران ہو گئی اور مزان کا اعتدال پر یہاں ہو گیا۔ نفس دل کے مقام پر ہٹک گیا اور دل جان کے مقام پر اور جان بالحن کے درجے پر ہٹک گئی اور بالحن قرب الہی کی صفت سے مکمل طور پر موصوف ہو کر سب احوال سے جدا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ وہ معدوم ہو کر جنم پھوڑ دے لیں چونکہ حق تعالیٰ کا مقصد اس (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت)

۱۔ قرآن میں اذکر میا ہے۔ فل ائمَا آنَا يَكْفِرُ بِيَعْلَمُكُمْ (۱۱۰-۱۱۱) ترجم: "(۱) مجتب مسلم اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے) کہہ دیجیے کہ میں بھی تمہاری مثل پڑھوں ۲۔ اس کے جنت قائم ہو سکے کہ بظاہر قائم رکھتے ہوئے بھی فانی اللہ جہاں اللہ کے مقام وحدت تک پہنچا جاسکتا ہے۔

جنت قائم کرنا تھا اس لیے حکم ہوا۔ اپنے حال پر قائم رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم سے تقویت پائی اور یہ تقویت آپ کے لیے قوتِ بنگی اور اپنی حستی کی فدائے حق تعالیٰ کی بیٹا آپ پر ظاہر ہوئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿إِنَّ لَكُمْ كَاعِبَةً كُثُرًا إِنَّهُمْ عِنْدَ رَبِّي فَيَقْطَعُونَهُ وَيَسْقُطُونَ﴾

ترجمہ: میں تم میں سے کسی ایک جیسا نہیں ہوں۔ میں تو اپنے رب کے ہاں رات گزارتا ہوں پس وہ مجھے کھلاتا اور پڑاتا ہے۔ یعنی میری زندگی اور پاسندگی حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور نیز فرمایا:

﴿لَمَّا مَعَ الْفَوْقَاتِ لَا يَسْخُنُ فِيهِ مَلَكٌ مُفْرَّطٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایسا وقت بھی ہے جس میں نہ کسی مترقب فرشتہ کی گنجائش ہے اور نہ نبی مرسل کی۔ (ذکر الحب)

خواجہ معین الدین چشتی

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخطوطات میں اپنے طالب خاص محمد راز حضرت قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں:

﴿اے قطب الدین! توحید و جوہی کیا چیز ہے؟ وہ کیفیت ہے کہ عارف کو توحید کے نش میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود عارف اور کل عالم میں ذاتِ حق ہے۔ یہ امر ان تصورات کا شہرہ اور نتیجہ ہے جو بزرگوں نے فتاویٰ کے حاصل کرنے کے واسطے متعدد کیے ہیں مگر فی الحقیقت اپنے آپ کو اور کائنات کو میں ذاتِ حق جانتا کفر ہے کیونکہ یہ صفتِ تنزیہ کے خلاف ہے۔ اسی طرح توحیدِ عظیٰ (وحدت الشہود) یعنی جو صوفی کائنات کو اللہ تعالیٰ کا سایہ یا جانتے ہیں وہ بھی عظیٰ پر ہیں کیونکہ جب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم لطیف کا سایہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ کا سایہ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ ہاں عالم اسما و صفات اُنہی کا مظہر (جاءَ ظہور) ہے اور اسما و صفات مظہر ذات ہیں (مظہر بعض ظاہر کرنے والا)۔ اسی مناسبت کے سبب سے عارف لوگ عالم سکر میں توحید و جوہی اور عظیٰ کے قائل ہو جاتے ہیں ورنہ وہ ذات پاک ہر شے سے منزہ ہے۔ (مناقب چاہس۔ جزء پہنچانہ واحد نہیں بیان)

حضرت خواجہ غریب نواز حضرت مسیح الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قطب الدین بختیار کا کی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس میں آپ نے اسلام کے پانچوں اركان کے دو اسرار کھول کر بیان فرمائے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تلقین کیے تھے۔ حقیقتِ حج کے بیان میں آپ نے وحدتِ الوجود کا فلسفہ بیان کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

﴿حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ "اے عمر! یقین جانو کہ خانہ کعبہ انسان کا دل ہے۔" چنانچہ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

﴿قَلْبُ الْإِنْسَانِ بَيْتُ الرَّحْمَنِ﴾

ترجمہ: انسان کا دل رجمن کا گھر (غادِ کعب) ہے۔

بلکہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

﴿ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَزْشُ اللَّهِ تَعَالَى ﴾

ترجمہ: مومن کا قلب اللہ کا عرش ہے۔

پس کعبہ دل کا حج کرنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کعبہ دل کا حج کس طرح کرنا چاہیے؟" حضور علیہ اصلوہ والسلام نے فرمایا "انسان کا دل جو بہتر ایک چار دیواری کے ہے۔ اگر اس چار دیواری میں سے تجھ وہ تم اور غیر اللہ کا پردہ دور کر دیا جائے تو دل کے ٹھنڈے میں اللہ کی ذات کا جلوہ نظر آئے گا۔ حج کعبہ کا یہی مقصود ہے۔ نیز اسی حقیقی حج کرنے سے یہ بھی مقصود ہے کہ انسان اپنی خودی و استی کو اس طرح منادے کے ہستی کا ذرہ بھر بھی باقی نہ رہے حتیٰ کہ ظاہر و باطن یکساں پاکیزہ ہو جائے اور دل صفاتِ الہی سے متصف ہو جائے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی ہستی کو فنا کیوں کرنا صلی ہو سکتی ہے؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "محبوبِ حق تعالیٰ یعنی خدا تعالیٰ پر عاشق ہونے سے، جو شخص عاشقِ الہی ہو گیا وہ فنا فی اللہ ہو گیا اور جو فنا فی اللہ ہو گیا وہ ذاتِ حق کا مظہر ہو گیا۔"

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا "حضرت! ول کو خاتم خدا اور عرشِ الہی کیوں قرار دیا ہے؟"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَيْ أَنْفِسَكُمْ أَفْلَأَ تَبْيَرُونَ ﴾ (سورۃ النمل۔ ۲۱)

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر موجود ہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔

اے عمر! رہنے کی جگہ کو گھر کہتے ہیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ دل میں رہتا ہے لہذا سے خاتم خدا اور عرشِ الہی قرار دیا۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خاک کے پتے میں بولنے والا، سنت والا اور دیکھنے والا کون ہے اور کیا ہے؟"

پھر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وہی (الہ) بولنے والا ہے، وہی سنتے والا ہے اور وہی دیکھنے والا ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "حضرت! کعبہ دل کا حج کون ادا کرتا ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خود ذاتِ خداوندی۔ یعنی جب بندہ نفس کا پردہ دور کر دیتا ہے اور عبدِ معبود کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں رہتا تو وہ صفاتِ الہی سے متصف ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں ذاتِ الہی کی سماںی ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کا بندے کے دل میں سماںی ہی کعبہ دل کا حج (حقیقی) ہے۔"

حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے پھر سوال کیا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب سب کچھ اسی ذات مقدس کا ظہور ہے تو پھر یہ راجحائی کس کو اور کیونکر ہے؟"

حضور پر فوراً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وہ خود ہی راجحائی ہے اور خود اپنی ہی راجحائی کرتا ہے۔"

حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے عرض کیا "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پھر یہ گونا گون لفظ و لکھار کیوں ہیں؟"

جعفر بن ابی الحصان اصلوۃ والسلام نے فرمایا "راجحائی کی مثال سووا گرفتی کی ہی ہے کہ جس چیز کا کوئی گاہک ہو سو اگر اس کو وہی چیز دیتا ہے۔ گیہوں کے خریدار کو جو ہرگز نہیں دیتے جاتے اور نہ ہی جو کے خریدار کو گیہوں دیتے جاتے ہیں۔ اے عمر! (عَزَّ) جعفر بروں کی مثال ایسی ہے جیسے اطلا۔ جس طرح طبیب مریض کی طبیعت اور مرض کے موافق دوادنما ہے اور اسی موافق طبع دوادنے کے باعث اس مریض کو شفا حاصل ہوتی ہے اسی طرح پھر بھی روحانی ایمانداروں کو ان کی باطنی استعداد اور روحانی مرض کے موافق دوائے معرفت مطافر مانتے ہیں جس کی بدولت مریض روحانی شناختی کیلی پا کر عارف الہی ہن جاتا ہے۔"

پھر حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے سوال کیا "ذاتِ رحمٰن کیا ہے؟ اور دمگرا شیائی کیا ہیں؟"

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا "تمام اشیا مظہر الہی ہیں۔ درحقیقت سب ایک ہی ہیں، ظہور کی صفات مختلف ہیں۔ جیسا کہ مطلب ایک ہوتا ہے اور اس کو مختلف عبارتوں سے ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح ذات ایک ہی ہے لیکن اس کے مظاہر مختلف ہیں۔" ارشادِ خداوندی ہے:

وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ قُوِّيًّا ◆ (سرہ النمل۔ 126)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا ہر چیز پر احاطہ ہے۔

لیکن انسان کو دیگر تمام مخلوقات پر شرف و ہرگز حاصل ہے کیونکہ:

خَلَقَ اللَّهُ أَدْمَرَ عَلَى صُورَتِهِ (بخاری شریف 6227) ◆

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بیدا فرمایا:

حضرت عمر رضي اللہ عنہ نے پوچھا "حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! جب انسان اشرف المخلوقات تھا تو پھر اس میں خاص و عام اور کافر و مسلمان ہونے کا کیا باعث؟"

فرمایا: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

فَضَلْنَا بِغَضَّهُمْ عَلَى تَبَعِّضٍ (سرہ النمل۔ 21) ◆

ترجمہ: ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

۱۔ جعفر بن ابی الحصان صدور نبی اکر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سمجھی فریضہ اولیا اللہ کے نام سے ہے۔



نیز ارشاد ہے:

كُلُّ نَفِيْسٍ ذَارِقَةُ الْهُبُوبِ (سورہ آل عمران۔ ۱۸۵)

ترجمہ: ہر شخص موت کا مزدوج چکنے والا ہے۔

موت دراصل اس حدیث کی مصدقہ ہوئی چاہیے:

الْمَوْتُ چَنْرَنْيَةُ صُلْطَنْجَبِ إِلَى الْحَبِيبِ

ترجمہ: موت ایک پل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملا دیتا ہے۔ (سر احمد)

حضرت بولی شاہ فلانڈر

شیخ شرف الدین بولی شاہ فلانڈر رحمۃ اللہ علیہ امام اعظمؑ کی اولاد میں سے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاً سے بیٹت تھے۔ آپ کے مکتبات میں سے ایک اقتاس آپ کے نظریہ وحدت الوجود کا آئینہ دار ہے:

﴿ اے برادر! عاشق ہو جاؤ اور دونوں عالم کو معمشوق کا حسن جانو اور اپنے آپ کو معمشوق کا حسن کبو۔ عاشق نے اپنے مشق سے تمہارے وجود کا ملک بنایا تاکہ اپنے حسن و مجال کو تمہارے آئینے میں دیکھے اور تم کو محروم اسرا رجائے۔ الانسان بیرونی (انسان میرا بھی ہے) تمہاری شان میں آیا ہے۔ عاشق ہو جاؤ تاکہ حسن کو ہمیشہ دیکھو۔ (اخبار الانوار، برائی فیض عبدالحق محدث دہلوی)

مشنوی بولی شاہ فلانڈر سے لیے گئے درج ذیل اشعار وحدت الوجود پر دلالت کرتے ہیں:

بودہ ام در باقی وحدت بے نشاں پھوس بکثرت آدم خشم میاں
وید حسن خویش با چشم شہود خود جعلی کرو در ملک وجود
امر ربم روح کروہ نام ما کرو پر ساقی وحدت جام ما

ترجمہ: میں وحدت کے باقی میں بے نشان تھی، جب کثرت (دیتا) میں آئی تو ظاہر ہوئی۔ خدا نے اپنے حسن کی طرف موجود ہونے کی نظر سے دیکھا اور خود بستی کے ملک میں جلوہ کیا۔ میرا نام روح رکھا گیا اور مجھے امر ربی فرمایا گیا ہے۔ ساقی وحدت (حضور علیہ اصلوۃ والسلام) نے میرا بھی اسے (اپنے نور نور محمدی سے) پر کیا۔

حضرت نظام الدین اولیاً

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاً رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اور تحریروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی نظریہ وحدت الوجود کے ہامی



تھے اور ابن عربی کے نظریے سے ممتاز تھے۔ آپ لکھتے ہیں:

﴿ جب ولی مقام قطبیت اور غوثیت و فردیت کوٹے کر کے مرتبہ محبوبیت پر پہنچتا ہے تو اس کی ذات مظہر اللہ ہو جاتی ہے اور اس کا ارادہ بھی اللہ کا ارادہ ہو جاتا ہے۔ (آپ کوثر۔ شیخ محمد ابرار) ﴾

حضرت خواجہ بنده نواز گیسو دراز

سید محمد حسینی خواجہ بنده نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فصوص الحکم اور ابن عربی کے ایک اور رسالہ کا ترجمہ خواشی قوت القلوب کے نام سے کیا۔ تاریخ ادبیات مسلمانان پاک و ہند جلد ششم، صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے:

﴿ خواجہ بنده نواز کے اشعار اور ان کی تصنیف 'معراج العاشقین' کے ابتدائی حصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں وجود اور وجودیت کا نہ صرف علمی انداز و تھاب بلکہ اس سے انہیں مشاہداتی اور کیفیتی تعارف و شناسائی بھی تھی۔ وہ شہیار تخلص کرتے تھے۔ ان کا یہ شعر دیکھئے جو راگ رام کی میں ہے، اس کا موضوع وحدت الوجود ہے:

مشق کے جیتنی چند بند اپنی آپ کھلاۓ

محنی نانوں معشوق رکھ ظاہر شہزاد کھلاۓ

ایک جگہ دوئی کو من کر کیتا تی پیدا کرنے کا سبق اس طرح دیتے ہیں:

چاروں کپڑے جال کر مجھوں ہو رہتا (مجلس صوفیہ)

دوئی دوئی تائی دور کر کت واحد ہونا

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی

شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا موضوع وحدت الوجود تھا۔ انہوں نے فصوص الحکم پر خواشی بھی لکھتے اور دوسری صدی ہجری میں نظریہ وحدت الوجود کی اشاعت میں غیر معمولی حصہ لیا۔ ان کے زادیک وحدت الوجود اسرار اللہ میں سے ہے اور ایک ایسی حقیقت ہے جس کا تعلق باطنی سر بلندیوں سے ہے۔ رسالہ غریب الغواند میں لکھتے ہیں:

﴿ اہل شریعت کے زادیک خداوند تعالیٰ اور عالم کی نسبت وہی ہے جو کتاب اور حروف و مکات کی ہوتی ہے۔ اہل محنت کے زادیک یہ نسبت وہی ہے جو حتم کی درخت سے ہوتی ہے۔ لیکن اہل وحدت کے زادیک یہ نسبت وہی ہے جو سیاہی کی حروف سے ہوتی ہے۔ حروف سیاہی سے نکتے ہیں بلکہ یہ میں سیاہی ہیں لیکن حروف کو سیاہی نہیں کہیں گے۔ اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو یہ اس کی غلطی کبھی جائے گی کیونکہ ان کی ظاہری واقعہ صورت مختلف ہے لیکن یہ دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے کہ حروف و حقیقت میں سیاہی ہیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہ

آپ حضرت مجدد الف هانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد ہیں۔ رباعیات اور مشنوی کی صورت میں آپ کی تقریباً تمام شاعری وحدت الوجود کے موضوع کے گرد جھوٹتی ہے لیکن اس نظریہ پر آپ کی خاص تصنیف "حقیقت الحقائق" ہے۔ اس کتاب سے ایک اقتباس پیش کیا جا رہا ہے جو ثابت کرتا ہے کہ حضرت خواجہ باقی باللہ مرشد حضرت مجدد الف هانی کا مسلک وحدت الوجود تھا۔

شب دروز وحدت کے خیال میں رہنا چاہیے۔ اگر تم سرداری چاہتے ہو تو واحد ہو اور واحد ہو۔ واحد ہونا یہ ہے کہ دوستی کے خیال سے بھی باہر آ جاؤ اور واحد رہنے کے معنی یہ ہیں کہ بھیش وحدت میں رہو اور ذائقی اور قلبی پر اندر کی اور غم و اندروہ کو اپنے پاس نہ پہنچنے دو۔ یوں کہ یہ سب دوستی کی علامات ہیں۔ جب دوستی مت جائے گی تو دونوں عالم میں آسودگی حاصل ہو گی۔ اس عالم میں غیر کہاں اور غیر کیسے موجود ہوا! اگر ہزار سال اس پر غور کرو گے تو بھی سوائے حقیقت مطلق جو میں وحدت ہے، کچھ نہ پاسکو گے۔ اس لیے کہ اس کا غیر بھی دھی ہے اور دھی سب کچھ ہے۔ اس کا وجود نظیبور ہے۔ عدم، بیرون، اول، آخر، ظاہر، باطن، مقید، مطلق، کل، جز، مشہ، منزہ، سب دھی ہے۔ (حقیقت الحقائق)

حضرت میاں میر قادری

حضرت میاں میر قادری رحمۃ اللہ علیہ کو نظریہ وحدت الوجود سے خاص محبت تھی۔ "تمل صالح" میں لکھا ہے کہ آپ کو شیخ حجی الدین ابن عربی کی کتاب "فوحتات کتبہ" کا اکثر حصہ حفظ تھا اور مولا ناجامی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح فصوص الحکم بھی آپ کو پوری طرح حفظ تھی۔ دارالحکومہ سکیونی الاولیاء میں حضرت میاں میر کے متعلق لکھتا ہے:

وحدت و کثرت کے مسائل کو آپ اکثر لوگوں سے پوشیدہ رکھتے تھے اور ممکن نہ تھا کہ آپ کی زبان پر وہ باتیں بیان ہوں جو وجد و اسرار سے متعلق ہوتی ہیں۔

حضرت شاہ عبدالرجیم

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد شاہ عبدالرجیم رحمۃ اللہ علیہ بھی وحدت الوجود کے حامی تھے۔ انہوں نے فصوص الحکم کا اکبر امطا او کیا تھا اور اس کو قرآنی آیات اور احادیث کے مطابق قرار دیتے تھے لیکن یہ بھی فرماتے تھے "اس مسئلہ کو جو لوگ صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتے وہ الایاد و زندگ کے بخوبی میں ذوب جاتے ہیں۔" چنانچہ وہ کسی حال میں یہ پسند نہ کرتے تھے کہ وحدت الوجود کا قائل ہونے کے بعد شریعت کی پابندی نہ کی جائے اور خود انہوں نے اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وحدت الشہود اور وحدت الوجود کے متعلق ایک متوازن اور معتدل نظر انداز رکھتے تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ ابن عربی کو ولایت و کشف کے اعلیٰ ترین مراتب پر پہنچتے تھے اور ان کے نظریات کو حق مانتے تھے، انہوں نے اپنے دور میں جاری وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے اختلاف کو حل کرنے کے لیے دونوں نظریات کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی جیسا کہ پروفیسر غزالہ احمد لکھتے ہیں:

المغاربوں صدی کے ابتدائی دور میں مسلم ہندوستان کی مذہبی فکرتوں کی ضروریات میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو حصہ ہے وہ ایک طرف اسلامی فقہ کو تکمیل و ضبط حدیث کے تحت اتنا تھا اور دوسری جانب مختلف صوفی نظاموں کے بیچ کچھ حصوں کو مردود رائج اسلام میں تکمیل طور پر جذب کرنا تھا۔ انہوں نے یہ بتایا کہ ٹیکھیران و محبی کے دور کے بعد صوفیان کشف حضرت علی کرم اللہ و جہد سے شروع ہوا اور ابن عربی کی تصاویف میں اپنے اختدام کو پہنچ گیا۔ بعد ازاں انہوں نے ابن عربی کے وحدت الوجود اور مجدد الف ثانی شیخ الحمد سرہندی کے وحدت الشہود کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی۔ (رسغیر میں اسلامی پلجر)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے اختلاف کو محض زبان لغتی قرار دیتے ہوئے ہر دو نظریات میں موافق و مطابقت پیدا کرنے کے لیے اُس کی کافی نظریہ پیش کیا جس کا مفہوم یہ ہے کہ:

کائنات کی ہر چیز ایک اعتبار سے نفس کی ہے اور صوفی اسی کے لیے بھر اور موجود کی مثال دیتے ہیں۔ لیکن اس سے اوپر نفس کلیہ سے لے کر واجب الوجود ہے جو منزل ہے اس کی کیفیت معلوم کرنا عقل کے اس کی بات ہے۔ یہ مقام پوچنک عقل کے احاطے سے خارج ہے اس لیے اس کی تعبیر میں ہر قسم کے مشتبہ الخاٹ استعمال کیے جاتے ہیں۔ (ارمان شاہ ولی اللہ، مصنف پروفیسر محمد سروڑ)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وحدت الوجود کو توحید صفائی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

توحید صفائی سے مراد یہ ہے کہ سالک مختلف صورتوں اور مظاہر میں صرف ایک اصل کو جلوہ گردی کیے اور بغیر کسی ہنگ و شبہ کے اس بات کو بدایتہ گمان لے کر سارے کے سارے اختلافات ایک ہی اصل میں ثابت اور موجود ہیں اور پھر وہ اس اصل کو نوع پر نوع صورتوں میں جلوہ گر بھی دیکھے اور ہر جگہ اس اصل کو پہچانے۔ اس کی مثال یوں کیجیے کہ کوئی شخص نوع انسانی کے تمام افراد میں ایک انسان کی کامشادہ کرتا ہے یا وہ موم کی مختلف صورتوں میں ایک ہی موم کی جنس کو ہر صورت میں موجود پاتا ہے۔ الغرض ایک اصل ہے جو وجود کے ہر مظہر میں اور کائنات کی ہر شکل میں مشترک ہے۔ سالک کو چاہیے کہ وہ اس اصل کو ہر چیز میں پہنچ دیکھے اور کسی مظہر کے مخصوص رنگ کو اس میں موثر نہ مانے۔

(بعات از شاہ ولی اللہ، ترجمہ پروفیسر محمد سروڑ)

شادولی اللہ حست اللہ علیہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی شرح اس طرح سے فرماتے ہیں:

وحدت الوجود اور وحدت الشہود و واقعیت ہیں جن کا اطلاق دراصل مختلف معانی پر ہوتا ہے۔ بھی بھی ان کا استعمال سیر الی اللہ کے مباحثت میں ہوتا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قاب سالک وحدت الوجود کے مقام پر فائز ہے اور قاب وحدت الشہود پر جائز ہے۔ اس سیاق میں وحدت الوجود کے معنی ایسے شخص کے ہوں گے جو حقیقت جامع کی تلاش و عرفان میں گم اور مستغرق ہے۔ استغراق کا یہ وہ مقام ہے جہاں پر عالم رنگ و بوپنے امتیازات کے ساتھ فنا کے لحاظ اتر جاتا ہے اور تفرق و امتیاز کے وہ سارے ادکام ساقط ہو جاتے ہیں کہ جن پر خبر و شرکی معرفت کا دار و مدار ہے اور شرع و عقل جس کی پوری پوری نشان دہی کرتی ہے۔ سیر و سلوک کا یہ مقام محض عارضی ہوتا ہے۔ سالک چند ٹے سیاں بھی بھر جاتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی دلگشیری اور توہین اس کو جلد ہی اس مقام سے کال لے جاتی ہے۔ اس طرح وحدت الشہود کے معنی اس سیاق میں یہ ہوں گے کہ سالک ایسے مقام پر منسکن ہے جہاں احکام تبع و تنفرد کے ڈالٹے ہیں باہم ملے ہوتے ہیں یعنی سالک اس حقیقت کو پالینے میں کامیاب ہو گیا ہے کہ اشیاء میں جو وحدت ہی نظر آتی ہے میں وجہ ہے اور کثرت جو اس کے مقابلے ^۱ محسوس ہوتی ہے وہ بھی میں وجہ ہے۔ معرفت و سلوک کا یہ مقام پہلے مقام سے نبڑا زیادہ اونچا ہے۔ وحدت الوجود کے ماننے والے تو یہ کہتے ہیں کہ اس عالم کی تہی میں ایک ہی حقیقت جاری و ساری ہے مثاوموم سے انسان، جھوٹے اور گدھے کی صورتیں بھائی جائیں تو یہ سب اگر چہ رنگ و روپ میں مختلف ہوں گی مگر اصل کے لحاظ سے ایک ہی فرار دیا جائے گا۔ وحدت الشہود کے ماننے والے اس عالم کو خداوند تعالیٰ کی صفات کا نکس اور سایہ سمجھتے ہیں جو اس کے آئینے میں ارتسم ^۲ پذیر ہوتا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ وحدت الشہود کی اس توجیہ بکی تائید شیخ ابن العربي ^۳ کے قول سے نہیں ہو پاتی لیکن یہ سراسر ہو ہے۔ وحدت الشہود کے ماننے والے وجود حقیقی کے ساتھ وجود امکانی ^۴ کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور وحدت الوجود کے ماننے والے صرف وجود حقیقی کے قابل ہیں۔ وجود امکانی میں ضعف و نقص ہوتا ہے اور وجود حقیقی کامل اور قوی ہے۔ اس لیے وجود امکانی عدم ^۵ ہو کر وجود حقیقی کا جزو ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہنا کہ حقائق ممکنات دراصل عکوس ^۶ و حلال ^۷ ہیں جو اعدام ^۸ متنا بلد میں ارتسم پذیر ہوتے ہیں کسی طرح بھی شیخ ابن العربي کی تصریحات کے خلاف نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت مجدد درست اللہ علیہ نے شیخ ابن عربی اور ان کے بعض اتباع کرنے والوں کے قول کو اپنے وجود ان کے خلاف محسوس کیا ہے تو اس میں کوئی مضاکف نہیں۔ یہ ایک ایسی افسوس ہے جس کا کشف کی افسوس سے کوئی تعلق نہیں اور پھر جہاں تک اس طرح کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں کا تعلق ہے ان سے محفوظ بھی کون رہ سکتا ہے اس لیے ان لوگوں کے مقام بلند میں ہرگز کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (تمہرات الہیہ از شادولی اللہ حست اللہ علیہ وحدت الشہودی اللہ حست اللہ علیہ وحدت الشہودی)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

شادولی اللہ محدث دہلوی کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی وحدت الوجود کے قائل تھے۔ فتاویٰ عزیزیہ میں ۱۔ ربط اضمون ^۹ ۲۔ کچھ دیر ^{۱۰} ۳۔ سرصدی ^{۱۱} ۴۔ ایک وجہ سے ۵۔ الگ الگ، باہم مختلف ۶۔ نقص و لکر بنا، ناشی کرنا یہے تخلیقات، جن کا ہونا یا نہ ہونا امکانات میں سے ہے ۷۔ نیست و ناتابد ^{۱۲} نکس کی بحث میں عکس (سایہ) کی بحث ۸۔ عدم کی بحث، نیست و ناتابد و جانے والے وجود



فرماتے ہیں:

پہلے یہ لکھا ہے کہ وحدت الوجود و شہود کا معنی کیا ہے؟ وحدت الوجود کا معنی یہ ہے کہ وجود حقیقی معنی مایہ الوجود یہ ایک چیز ہے، وہی ایک چیز واجب میں ممکن میں ممکن ہے، جو ہر میں جو ہر اور عرض میں عرض ہے۔ اس اختلاف سے لازم نہیں آتا کہ ذات میں اختلاف ہو مثلاً سورج کی کرمیں پاک چیز پر بھی پڑتی ہیں اور ناپاک پر بھی لیکن کرمیں ناپاک نہیں ہوتیں۔ یہ ممکنہ بالکل صحیح و درست ہے اور اس میں شریعت کی کوئی مخالفت نہیں اس لیے کہ وجود کے مرتبوں میں سے ہر مرتبہ کے لیے شریعت نے الگ الگ حکم فرمائے ہیں، بعض کو بدایت کندہ فرمایا بعض کو گراہ کندہ، بعض کی اطاعت ضروری ہے بعض کی اطاعت غنیہ ہے، بعض چیزیں حلال ہیں بعض حرام، بعض پاک ہیں بعض ناپاک۔ آئے جمل کر لکھتے ہیں:

ای فرق کی بنا پر ظاہر شریعت کے احکام میں مومن کے ہارے میں رہائی و نجات کا حکم ہے اور کافر کے ہارے میں قتل و قید کا۔ زن مکونہ حلال ہے اور زن جنیہ حرام۔ باپ کی تھیم واجب ہے اور سرکش کا فرکی تھیم واجب۔ اس جماعت صوفیا کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ وجود میں ذات حق ہے اور ظہور و جو دل کا مظاہر مخلصہ میں ہے لیکن اس کے باوجود وجود و جو دل کا مرتبتہ احمدیت میں پاک اور ناقص سے منزہ ہے اور کمالات سے متصف ہے۔ سینی مذہب اکٹھ صوفی اور علمائے نامدار کا ہے۔ ان معتبر ہستیوں میں مشائخ قادریہ میں سے شیخ اکبر محمدی الدین ابن عربی، شیخ صدر الدین قوتوی، شیخ عبدالکریم جیلی، شیخ عبدالرزاق چیخا نوی اور شیخ امان پانی پی، مشائخ کبردیہ میں سے مولانا جمال الدین رومنی اور شمس الدین تحریری، مشائخ سہروردیہ میں سے شیخ فرید الدین عطار، مشائخ چشتیہ میں سے سید محمد گیوسورا زندہ نواز اور سید جعفر عسکری اور مشائخ نقشبندیہ میں سے خواجہ عبد اللہ احرار، مولانا عبد الرحمن جامی، ملا عبد الغفور لاری، حضرت خواجہ باقی بالله، شیخ عبدالرزاق کاشی، شمس الدین فقاری، قیصری اور سعید الدین فرغاناتی رحمۃ اللہ علیہم سب وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ حضرات صوفی کی دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ وحدت الوجود کی حقیقت کا نام نہیں بلکہ ایک کیفیت ہے جو سالک کو بعض اوقات نظر آتی ہے جیسے سورج کی روشنی میں ستارے بے نور ہو جاتے ہیں اور نظر نہیں آتے۔ یہ مذہب شیخ علاء الدین سمنائی کا ہے اور امام رہانی مجدد الف ثانی اور آن کے تابعین کا سینی مذہب ہے۔ (لندنی عزیزی)

امام احمد رضا خان بریلوی

امام اہل سنت احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ سے فتاویٰ رضویہ میں سوال کیا گیا کہ زید کہتا ہے مسئلہ وحدت الوجود حق ہے جبکہ بکر اس کے خلاف ہے اور وہ قائلین وحدت الوجود کی تغییر کرتا ہے۔ ان میں کون حق پر ہے کون کاذب؟ امام اہل سنت نے سوال کا جواب دیتے ہوئے توحید، اتحاد اور وحدت کی وضاحت اور ان کے مابین فرق بیان فرمایا اور صدھا کتب تصوف کی عبارات کا خلاصہ پیش فرمایا۔ آپ کی عبارت ملاحظہ ہو:

لہر موجود شے کا باعث ح کفر میں مذوب کرنا

یہاں تین چیزیں ہیں: توحید، وحدت، اتحاد۔ توحید مدارایمان ہے اور اس میں شک کفر ہے۔ وحدت الوجود حق ہے، قرآن عظیم و احادیث و ارشادات اکابر دین سے ثابت ہے اور اس کے قاموں کو کافر کہنا خود شیعی خبیث کفر ہے۔ رہا اتحاد وہ میک زندق والیاد ہے اور اس کا قائل ضرور کافر۔ اتحاد یہ ہے کہ یہ بھی خدا وہ بھی خدا سب خدا (نحو زبانہ)۔

حاشاللہ اللہ الہ ہے اور عبید عبید ہے۔ ہرگز نہ عبد اللہ ہو سکتا ہے اور نہ اللہ عبید۔ اور وحدت الوجود یہ ہے کہ صرف موجود واحد باقی سب ظالل و عکوس ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ لَا وَجْهَهٌ (سرہ القصص - 88)

ترجمہ: ہر شے قابل ہے سوائے اس ذات البیک کے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم و شفیع ابن ماجہ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

أَضَدُّ كُلِّهِ قَالَهَا الشَّاعِرُ كُلِّهِ لَيْسَ إِلَّا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَقَ اللَّهُ بَاطِلٌ (بخاری 3841، مسلم 5889)

ترجمہ: سب سے زیادہ بھی بات جو کسی شاعرنے کی ہے لمبید کا قول ہے کہ نہ اللہ کے سوا ہر چیز بے حقیقت ہے۔

کتب کثیر و مفصل اصحاب تحریزمند میں ہے کہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی:

فَإِنَّهُمْ أَنَّ اللَّهَ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَإِنَّكَ مَامُونَ عَلَىٰ كُلِّ خَائِبٍ

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی رب نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع غیوب پر امین ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا انکار نہ فرمایا۔ درحقیقت یہاں تین فرقے ہیں:

اول: خلک اہل ظاہر کرن و حقیقت سے بے نصیب بخشن ہیں، یہ وجود کو اللہ و مخلوق میں مشترک سمجھتے ہیں۔

دوم: اہل حق و حقیقت کے بمعنی ذکر قائل وحدت الوجود ہیں۔

سوم: اہل زندق و ضلالت کے الہ و مخلوق میں فرق کے مکمل اور ہر شخص و شے کی الوہیت کے مقرر ہیں۔

ان تین گروہوں کے خیال واقعی اس تقریبی مثال سے رہنمہ ہوں گے: ایک بادشاہی عالی جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرمائے جس میں تمام اقسام و اوصاف کے آئینے نصب ہیں۔ آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شے کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر ملتی ہوتا ہے، بعض میں صورت صاف لظر آتی ہے، بعض میں ڈھنڈ لی، کسی میں سیدھی کسی میں انٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں تیکی بعض میں چوزی، کسی میں خوشناکسی میں بھوٹی۔ عکسوں میں یہ اختلاف ان آئینوں کی قابلیت کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا ان میں عکس ہے خود واحد ہے۔ ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں مبتلاً ان سے مزرا ہے۔ ان کے لئے بھوٹے، دھنڈے ہونے سے اس میں کوئی صورت پیدا نہیں ہوتا۔ وَيَنْهَا النَّقْلُ الْأَشْلَى (اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے)۔ اب اس آئینہ خانہ کو دیکھنے والے تین قسم کے ہوئے:



اول ناکجھ پنچ، انہوں نے مگان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آ رہے ہیں جیسے وہ
باں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں۔ جب وہ مختاہ ہے یہ سب کھلے ہو جاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلتے گلتے ہیں، وہ مختاہ ہے یہ سب
بینجھ جاتے ہیں، تو موجود یہ بھی اور وہ بھی، مگر وہ حاکم ہے یہ حکوم۔ اور اپنی تادانی سے نہ سمجھے کہ وہاں تو بادشاہی بادشاہ ہے، یہ سب اسی کے عکس
ہیں۔ اگر اس سے جا بہو جا بہو جائے تو یہ سب صفحہ ہستی سے محدود مکھ ہو جائیں گے۔ ہو کیا جائیں گے ان میں تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ نہیں،
حقیقتاً بادشاہی موجود ہے باقی سب اسی کے پرتو کی محدود ہے۔

دوم اہل نظر و عقل کامل، وہ اس حقیقت کو پہنچ اور اعتقاد بنایا کہ بھیک و جود ایک بادشاہ کے لیے ہے۔ موجود ایک اسی ہے، یہ سب ظل عکس ہیں کہ
اپنی حد ذات میں اصلاً کوئی وجود نہیں رکھتے۔ اس تجھلی سے قطع نظر کر کے دیکھو پھر ان میں کچھ رہتا ہے؟ حاشا! عدم مکھ کے سوا کچھ نہیں۔ اور
جب یہ اپنی ذات میں محدود و فانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود و جوہ میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی، یہ ناقص ہیں وہ تمام، یہ ایک
ذروہ کے بھی ماںک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک۔ یہ کوئی کمال نہیں رکھتے حیات، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا
جامع تو یہ اس کا عین کیونکر ہو سکتے ہیں۔ لا جرم گی نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجھی کی نہیں۔ بیکی حق و حقیقت اور بھی
وحدت الوجود۔

سوم عقل کے اندھے، سمجھ کے اندھے ان ناکجھ پھول سے بھی گزر گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی، جو حرکت وہ کرتا
ہے یہ سب بھی، تابع جیسا کہ اس کے سر پر ہے یعنی ان کے سر وہ پر بھی، انہوں نے عقل و دانش کو پہنچ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ
ہیں اور اپنی سفابہت گے سے وہ تمام عیوب و ناقص جو نصانِ قوائل گے کے باعث ان میں تھے خود بادشاہ کو ان کا مورد کر دیا کہ جب یہ وہی ہیں تو
ناقص، عاجز، محتاج، ائمہ، بحوثتے، بدتمام، وحدت لے کا جویں ہے قطعاً ان ہی قوائم گے متصف ہے۔ سُجْنَةٌ وَّ تَغْلِيْلٌ عَمَّا يَقُولُونَ عَلَوَا
جَبَرِيَّا (ترجمہ: وہ جو کچھ کہتے ہیں اشتبہی اس سے پاک اور بہت بلند ہاں ہے)۔ انسان عکسِ ذاتے میں آئینے کا محتاج ہے اور وہ جو حقیقی احتیاط سے
پاک۔ وہاں ہے آئینے کیس وہ خود ہی ایک عقل ہے۔ پھر آئینے میں انسان کی صرف اصطلاح مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان کی صفات مثلاً کلام و
سمع و بصر و علم و ارادہ و حیات سے اصلاح نام کو کبھی کچھ نہیں آتا لیکن وہ حقیقی عز جلال کے تجھی گئے ناپنے بہت سے قلال پر نقص میتی کے سوا ان
صفات کا بھی پرتو ڈالا۔ یہ جوہ اور بھی ان پھول کی تائیں کی گمراہی کا باعث ہوئیں۔ اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ گئے کہ:

♦ یک چارٹ ست دریں خانہ کے از پرتو آں ہر کجا ہی مجری انجمن ساختہ اند

ترجمہ: اس گھر میں ایک چارٹ ہے جس کی روشنی سے ہر جگہ بارونق ہے۔

انہوں نے ان صفات اور خود و جوہ کی وضیعیں کیں۔ حقیقی ذاتی کہ تجھلی کے لیے خاص ہے اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لیے ہے اور حاشا یہ تقسم،
اشتراک معنی بلکہ مکھ موافقت فی المفہوم ہے۔ یہ ہے حق حقیقت و عین معرفت و لہلہ الحمد۔ (لماہی رضوی)

۱۔ برگزخیں ۲۔ بیان ۳۔ تابیت ۴۔ حادث ۵۔ تابیت کی تابیت ۶۔ برایان، نامیں ۷۔ سوریانی اسرائیل، آیت ۴۳ علی رہن، آہن، آہن و جود ۸۔ مطبوعہ عہداً للہ علیہ، اور

علامہ سید محمد محدث پکھوچھوئی

علامہ سید محمد محدث پکھوچھوئی رحمۃ اللہ علیہ بندوستان کے بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ آپ وحدت الوجود کے بارے میں فرماتے ہیں:

بتدائے اسلام سے تقریباً ایک ہزار برس تک اس مسئلہ کا ان اجتماعیات عقليٰ میں شمار تھا جس میں کسی حق پرست کلام نہ تھا۔ لیکن جس طرح مسئلہ کا حل فیضی ہوا اف ال (پہلے ہزار سال) میں بے نظیر تھا، اسی طرح اف ہائی (دوسرا ہزار سال) میں یہ مسئلہ اختلافات و مباحث کا مرکز ہیں گیا ہے اور اس کی انجیا زبان مکمل چینی کرنا صوفیت کا طرہ، انتیاز ہو گیا۔ وحدت الوجود کی سادی ستری حقیقت صرف جوابی ہے یعنی جس طرح ایک قدیم و ازلی ہستی کو معتقد میں ^۵ حکما لفظ و اجنب الوجود سے یاد کرتے ہیں اسی طرح قدماء ^۶ صوفی اس ہستی کو لفظ وحدت الوجود سے سراہتے ہیں۔ اسی بنابری الحائف اشرفی ^۷ میں پہلا طینہ اسی مضمون سے شروع کیا گیا ہے کہ ”عقیدت مندی کے حضور جوابی کو ہر مضمون پر اوقیات حاصل ہے، فلسفیات زبان میں مسئلہ کی عام فہم تصویر کشی ہوں ہو سکتی ہے کہ مثلاً ایک وجود ہے جس کے سامنے ایک آئینہ رکھا ہے۔ اس وجود کی عکسی صورت آئینہ میں پیدا ہوتی ہے۔ جس کی نظر آئینہ تک ہی محدود ہے وہ اس صورت کو محکم، ساکن، ضاک ^۸، کاتب، موجود و غیرہ مختلف حرکات و افعال کی بنابری قرار دیتا ہے۔ اب اس آئینہ کے مقابل چند اور آئینے رکھ دو تو وہی صورت انہیں حرکات و افعال کے ساتھ ان آئینوں میں نظر آئے گی جو پہلے آئینے میں نظر آتی تھی۔ اور جن کی رکاہ کی رسائی وجود اور آئینہ اول تک نہیں ہے وہ ان آئینوں کی عکسی تصاویر کو محکم، ساکن، ضاک، کاتب، موجود و غیرہ وغیرہ سمجھتے ہیں۔ لیکن واقعی یہ ہے کہ اگر آئینہ اول کو ہنادتو تمام آئینوں میں، اگر چہ دو اپنی جگہ پر رکھے ہوں، وہ صورت باقی نہ رہے گی جس کو نگاہ و غلط نے حرکت و سکون و وجود و غیرہ صفات سے منصف کیا تھا۔ اور اس طرح اگر وجود آئینہ اول کے مواجه ^۹ نہ ہو تو آئینہ اول اور اس کے ساتھ تمام آئینوں کی تصاویر کو جن کو کو تاہ نظری ^{۱۰} نے وجود غیر کا خلعت دیا تھا، معدوم ہو جائیں گی۔ لیکن اگر تمام آئینوں کو وجود کے سامنے سے ہنادتو بھی وجود اپنی تمام صفات کے ساتھ موجود ہے گا۔ اسی بنابری حقیقت شناس طبیعتیں ان تمام عکسی تصاویر کو ”موجود“ کہنا ایک ایسی ناپسندیدہ لفظی صحیحی ہیں جس کو حق و صداقت سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ لیکن تقریباً زبان شریعت میں یوں اداکی جاتی ہے:

کَانَ اللَّهُ وَلَكَ يَكْنَ شَيْقِي (بخاری 7418)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور کوئی شے نہ تھی۔

یعنی اصل موجود صرف اللہ ہے۔ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کے فرمان اول مَا خَلَقَ اللَّهُ تُورِتی ^{۱۱} کے مطابق اس ذات احادیث کے آئینہ احادیث کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ اس تجلی اول سے مظاہر خلقي کا تمام وکال تبلور ہوا۔ جیسا کہ فرمایا آتا امن تُورِ اللَّوْتَعَانَ وَ كُلُّ خَلَائِقٍ وَمِنْ تُورِتی ^{۱۲} اگر تم اس پہلے آئینہ اور تجلی اول یعنی نور محمدی کو درمیان سے نکال دو تو ظلمت عدم عالمگیر ہو جائے اور تمام نسل و نکس ناپید ہو

ل ایسے معاملات جن پر امت کا اجماع واتفاق ہو ہے پہلے نائل کے پرانے حق قدمی کی نیجے جو ملحوظات حضرت قوٹ العالم نخدهم سلطان سید اشرف بہاگیر منانی قدس سرہ تھیں 808ھ ہے بنیتہ والا حق رو بروہ سامنے ہوتا ہے کم نظری، کم صحیحی ہے ترجیح حق تھی لے سب سے پہلے میرے نور کو بھی افرمایا۔ و ترجیح میں اللہ کے نور سے ہوں اور تمام نسلوں پر نور سے ہو۔

جاںکیں۔ چنانچہ خواص و عارفین کا ارشاد ہے کہ اگر وہ ایک آن کے لیے بھی کسی ذرہ میں انوارِ محمدی کا پرتو نہ دیکھیں تو اپنے کو مسلمان نہ سمجھیں۔ لیکن تمام مظاہرِ خلائق کو مدد و فرمان تو جعلی اول کے ظہور میں کوئی فرق نہ آئے گا اور اگر اس جعلی کو وجودِ حقیقی کے روپ و صورت رکھو تو وہ اصل موجودِ حقیقی

اللہ کی ایسا جو دلستہ متصف رہے گا اسی لیے مجھ طور پر اصل وجود و صرف اللہ کے لیے ہے۔

اس مضمون کو صوفیا کا مقدس گروہ یوں ادا کرتا ہے کہ جب ہم آئینہ شیخ (مرشد کامل) میں جعلی اول کا جلوہ دیکھتے ہیں تو رفت رفت آئینہ لہا ہوں سے عائب ہو جاتا ہے اور نظر اس جعلی پر جنم جاتی ہے۔ پھر ہم اس جعلی میں وجود کا مشہد کرتے ہیں اور وجود کی کش ہم کو اپنا بنا لیتی ہے اور ہر غیر وجود پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ اس میں اس قدر انہا ک ہوتا ہے کہ ہم تم، یہ، وہ سب اسی وجود میں فنا ہو جاتے ہیں اور بلا ارادہ و قصد زبان کہتی ہے کہ ”لَا مَوْجُودٌ لَا إِلَهٌ“، ”زبانِ حکمت و مسان شریعت کا مدار و لائل عقایہ و تلقیہ پر ہے اور ذوقِ تصوف کی بنیاد مشہدہ پر ہے۔ مٹھائی کی مٹھاں ایک بدیکی امر ہے، اس مٹھاں کو حکم و غیرہ الفاظ کا جامد پہنچا کر ظاہر کریں گے اور صوفیا کیں گے:

ذوقِ ایں سے نہ شناسی بنتا تا پہنچی

ترجمہ: بندجاں جب تک تو اس شراب کو چکھنے لے اس کے ذائقہ سے شناسان ہو سکے گا۔

بہر حال مسئلہ وحدت الوجود کیا برہنائے علم و حق اور کیا برہنائے دید و مشاہدہ ہر صورت میں حق بجاہد تعالیٰ کی ایک حمد ہے اور وجودِ حقیقی کی یکتاںی اور صفت وجود میں بے مثیل کا بیان ہے اور یہ وہ حمد و بیان ہے جس میں انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن جس طرح دنیا کا قاعدہ ہے کہ اچھے لفظ سے برائی پر پروڈ لا جاتا ہے اور شراب انگور کو عربی انگور کہہ کر ہضم کیا جاتا ہے اسی طرح وحدت الوجود جیسی غالباً تو حید کو لوگوں نے شرک پرستی کا پر وہ بہتانہ شروع کیا اور لفظ وحدت الوجود یا یہاں است کو عملاً یا جملہ اتحاد الوجود کا متراوف کر دیا۔ اس مسئلہ کے تاریخی اور اس کے دغدغی ایسی حالات سے ہم کو پتا چلتا ہے کہ الف اول (پہلے بزار سال) یہی میں کچھ لوگ اس مراج کے پیدا ہو چکے تھے جو وحدت الوجود کے بعض حالات و کیفیات غیر اختیاری کو دیکھیں کر اس کے متحمل نہ ہو سکے اور سنی سنائی یا کتابوں کی پڑھی باقتوں کو ہوا وہوں کے ساتھی میں ذہن کر خواجتوں اپنے آپ کو صوفی کہلانے لگے۔ اسی تو حید کو لٹا کافی اثر فی میں تو حید رسی فرمایا گیا اور ان لوگوں کی زبان و رازی کا کیا مختصر سار و پیغ فرمادیا ہے کہ ”اے لفظ کے بندوں وحدت الوجود ایک حقیقت و حالت ہے نہ کہ خوبصورت اور منحصر الفاظ کی فہرست و لغت۔ گفت و شنید سے بازاً و اور ذوق و دید کے میدان میں قدم رکھو۔“

اسلام کے ساتھ ساتھ جب عقیدہ وحدت الوجود نے ہندوستان میں قدم رکھا تو یہاں کی ہاگزیر محبت نے حقیقت مسئلہ میں پورا پورا انقلاب پیدا کر دیا اور بعض مسلمانوں کو اس عظیم انقلاب کا احساس بھکر دھوا۔ آج بھی ہم کو ایسے لوگ مل جائیں گے جو اپنی حرکت و صورت کو مستانی بنا کر وحدت الوجود کے نام سے رات دن جلوٹ و خنوٹ، تہائی اور مجمع میں مگل افشا نیاں یا کو اس کرتے رہتے ہیں اور ہر وقت دعویٰے الوبیت کے لیے کریمہ نظر آتے ہیں۔ ان کی تقریر و تحریر کا کثیر حصہ تو وہ ہوتا ہے جس کو وہ خود نہیں بیکھتے اور جتنا بیکھ کرتے ہیں وہ اتحاد الوجود کا بھروسہ بنت ہوتا

ہے۔ وحدت الوجود اور اتحاد الوجود میں وہی فرق ہے جو اللہ اور معبود ایں مشرکین، توحید و شرک اور حق و باطل میں فرق ہے۔ وحدت اس کیلئے کا نام ہے جس کو دوئی سے لگاؤ جیسی اور اتحاد اس نسبت کا نام ہے جو جانین کے درمیان ہو، اس میں ہر جانب کا مستقل وجود رکارہے اور دوئی کے سوا چارہ کا نہیں ہے۔ اسلامی تصوف و خداوت اور مشرکانہ جوگ اور رہنمائی کی حد فاصل یہی مسئلہ ہے۔ اسلام وحدت کی تحریم دیتا ہے اور شرک اتحاد کا درس دیتا ہے۔ کوتاہ نظرؤں نے حقیقت کو نہ دیکھا اور دو گناہوں میں سے ایک کے مرتكب ہو گے، کوئی وحدت کے نام سے اتحاد پر آرہا اور کوئی اتحاد کے نام سے وحدت کا مکفر ہو گیا۔ ان افلاطونی تخلیق کا عالم اکابر قوم نے بہت کچھ کیا اور بہت کچھ کامیابی حاصل کی جن میں حضرت مجدد افغانی رحمۃ اللہ علیہ کا زیادہ حصہ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اہل زمانہ وحدت کو اتحاد کا لباس پہننا رہے ہیں اور اسلام کی بجائے شرک پرندی ہر صنی جاتی ہے اور اس کی اصلاح کی صورت صرف اتنی ہے کہ وہ حقیقت جس کے لیے لفڑا وحدت الوجود وضع کیا گیا دوسرے لفڑا مثلاً شہود سے ظاہر کیا جائے اور وحدت الوجود کا لفڑا متروک ہو جائے۔ آپ کے مکتبات کو لفڑا نہ سے دیکھو تو وہ ساری حقیقیں پاؤ گے جن کا تمام تربیب نہ انہوں کی اتحاد پرستی ہے اور جس کی اصلاح آپ کے ذمہ تھی۔ یعنی زمانہ تھا جب سے توحید رکی والوں نے اتحاد کا اعلان کر دیا اور یہ سمجھ کر کوئی وحدت الوجود کا لفڑا نہیں۔ اہل حق کے عقیدہ میں مذکور ہوتا چلا آیا ہے اور اپنے مقصد یعنی اتحاد کو اس کی حقیقت خیال کر کے مجدد صاحب پر طعنہ زان بھی ہوئے۔ تم اگر دیکھو کہ کوئی وقت و بے وقت رات دن طلوت جلوٹ میں ”وحدت الوجود“ کے نام سے زبان چلاتا رہتا ہے اور خوبی حالت سے درکشان، کامل پابندی شریعت اور تقویٰ میں خام ہے تو سمجھو کو اس کے پاس توحید نہیں بلکہ توحید شرکی یعنی اتحاد وجودی کا سرمایہ ہے۔ اور اگر دیکھو کہ کسی میں وجود و شریعت اسلامیہ کا پورا پورا پابند ہے، ایک ایک سنت بلکہ مستحب پر مدام ۱ ہے، اس پر چند ساعت کے لیے ایسی نورانی حالت و کیفیت طاری ہوتی ہے جو مرتبہ وحدت الوجود کا تھا شاہے تو اس کو اس حالت کی بنا پر وجودی صوفی سمجھو۔ اس وجود و شہود کی لفڑی کمپش کا تجیہ یہ ہوا کہ اہل علم کی ایک جماعت نے عقیدہ توحید میں توحید علمی کو منجا می ترقی قرار دیا اور توحید حالی جو اصلی وحدت الوجود ہے اس کو صرف ایک خوشنوار لفاظی سمجھے ہے۔ درحقیقت اتحادیوں نے لفڑا وحدت الوجود کو اس قدر بد نام کر دیا کہ اس کو لوگ خوفناک ہاول کرنے لگے۔ لیکن حق پسندوں کا اگر وہ لفڑوں سے سروکار رکھتا ہے نہ معنوں میں تحریف کرتا ہے اور اس کا پورا ایمان ہے کہ توحید کی چار فرمیں ہیں: ۱۔ توحید ایمانی جس کو ہر خاص و عام جانتا ملتا ہے۔ ۲۔ توحید علمی کہ ذوق توحید کا مقدمہ ہے اور خوب ہے۔ ۳۔ توحید رکی جو بدنام کنندہ نکونا می چند ۴ ہے۔ ۴۔ توحید حالی جو اس عقیدہ کا آخری اور بہترین درجہ ہے اور اسی توحید حالی کو وحدت الوجود کہتے ہیں۔ اس کا مخصوص حالات و جذبات کو پیدا کرنا ہے اور اس کے لیے افاظ کا میدان تھک ہے۔ (مرقاۃ الائکین شرح مرآۃ العارفین)

حضرت علامہ مفتی احمد یارخان

حضرت علامہ مفتی احمد یارخان رحمۃ اللہ علیہ وحدت الوجود کے بارے میں فرماتے ہیں:

۱۔ بیشتر قائم ۲۔ توحید، آغاز، دیباچہ ۳۔ نیک ناموں کو بد نام کرنے والا

جب بندوں قاتل فی اللہ اور باتی باللہ ہو جائے، دیکھنے میں تزوہ و اپنی لٹکل میں ہو، مگر عشق الحجی اس کی رگ رگ میں اس طرح سراہت کر جاوے کے ہر کام کو رب کی طرف منسوب کیا جاوے جس طرح موانا نارو تم اشارہ فرماتے ہیں:

﴿۹۰﴾ گفت او گفت اللہ یو و گرچہ از خلیم عبد اللہ یو
یعنی جب وہ کلام کرتا ہے تو زبان تو عبد اللہ کی ہوتی ہے لیکن کلام اللہ کا ہوتا ہے۔

﴿۹۱﴾ چون روا باشد آکا اللہ از درخت کے رو یو و کے گوید نیک بخت
ترجم: اگر اللہ کا ایک درخت کے ذریعے آکا اللہ (میں اللہ ہوں) کہتا رہا ہے تو ایک نیک بخت کی زبان سے کہنا کیسے نہ رہا ہو گا!
دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کلام الہی سے مشرف ہونے کو طور پر جاتے تھے تو ایک درخت سے آواز آتی تھی:

﴿۹۲﴾ آن لِمَنْوَسِی اِنِّی آکا اللہ رَبُّ الْغَلَیْمَنْ (سورۃ القصص - 30)

ترجم: اے موعلیٰ میں ہی اللہ ہوں پروردگار عالم۔

تو کیا یہ درخت کی آواز تھی یا درخت کہدا ہاتھا کہ میں اللہ ہوں؟ ہرگز نہیں، بلکہ رب کا کلام تھا اور درخت اس کا مظہر۔ اسی طرح ایک کولڈ آگ میں رکھا گیا، آگ نے ایک ناشیر کی کوئی بھی آگ بن گیا۔ اب جس چیز کو یہ انگارا پہنچو جاوے، جلوہ۔ اسی طرح ایک بھنچ کو جن نے پہنچو لیا ہے۔ وہ جنون کی حالت میں ہوتا ہے کہ میرا یہ نام ہے، میں فلاں جنگ کا جن ہوں اور مجھ میں یہ طاقت ہے۔ کیا یہ اس آدمی کی بات ہے؟ نہیں۔ بلکہ زبان تو اس انسان کی ہے اور جسم تو اس کوئل کا ہے مگر کلام اور کام اس کا ہے جس نے اس میں سراہت کی۔ یہ تو مثال تھی۔ اب سمجھو کہ اس درجہ میں قدم رکھ کر بعض عارفین: آکا اللہ یا سبھائی تما اعظم شالانی ۷ و غیرہ وغیرہ بول جاتے ہیں۔ یہ کلام ان کا نہیں ہوتا، زبان ان کی ہے کلام کسی اور کا۔ یہی فرق ہے فرمون اور حضرت مصوّر حضرت اللہ علیہ میں کہ فرمون تے جب کہا: آکا زنکُمُ الْأَغْلُل ۸ یعنی "میں تمہارا رب اٹلی ہوں" تو کافر ہوا کیوں کہ وہ انسانیت میں تھا اور پھر رب ہونے کا دعویٰ کیا، مگر حضرت مصوّر نے جب کہا آتا الحُلُق یعنی "میں حق ہوں" تب وہ اپنی انسانیت فدا کر چکے تھے۔ تو یہ تو میں فنا ہو گئے تھے۔ مگر لطف یہ ہے کہ یہاں تو مصوّر نے کہا آتا الحُلُق "میں حق ہوں" اور وہ جب لٹکل ہوئے مگر یہ ضبطِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ خودا پے پرانتا قابو رکھتے ہیں کہ ہر دم آکا الحُلُق "میں اللہ کا بندہ ہوں" یہ فرماتے ہیں۔ ہاں رب فرماتا ہے کہ اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فتنی اللہ کے اس درجہ میں ہو کہ تمہارا کلام اور کام سب ہمارا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تخلی صفات الہی دیکھی اور بے ہوش ہو گئے، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کے قربان کہ جگلی ذات دیکھ کر بھی معراج میں قسم ہی فرمادے

۱) حضرت ابو بکر شبلیؒ تھے حالت سکر میں فرمایا آکا اللہ ۲) ترجم: "میری ذات پاک ہے اور سیری شان بلند ہے۔" یا القاتل سلاخان بائز یہ بسطامی رحمت اللہ علیہ کی زبان پر حالت سکر میں جا رہی ہوئے تھے جنہیں سن کر ارہا ہے حلقتِ حمراء اٹھے تھے کہ بظاہر یہ القاتل ایک بندے کا دعویٰ خدا ہی ہے۔ حالت سکر سے ہاڑا نے کے بعد جب اس پارے میں آپ سے استفسار کیا گی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ میری زبان سے دوبارہ ایسے القاتل سنتو تو میری گروں ازاویہ کا کے گھمات کفر ہیں جنہیں کہنے والا مرتد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایک مرد پھر آپ کی زبان سے بیس گلہات لٹکلے آپ پر کوار چالی گئی لیکن آپ کے جسم سے آر پار ہوتی رہی اور آپ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بعد میں جب آپ سے اس پارے میں سوال کیا گی تو آپ نے فرمایا کہ وہ میں نہیں ہوں، رہا تھا مگر میری زبان پر خود اللہ ہوں رہا تھا۔ ۳) سورۃ النازعات آیت 24

موی ز ہوش رفت پ کے پرتو صفات تو میں ذات سے تحری در تسمی

ترجمہ: موی صرف ایک بھی صفات سے بے ہوش ہو گئے۔ اے محبوب! آپ میں ذات کو دیکھ کر بھی تسمی فرمادے ہیں۔

رب تعالیٰ نے اپنے محبوب سے یہ تائی کا انہصار قرآن میں اس طرح بھی فرمایا ہے: "(اے بیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے" (سورہ الحجۃ۔ 10)۔ ایک جگہ ارشاد ہوا ہے "اور وہ (تی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی خواہش سے نہیں بولتے ہیں، ان کا کام وہی الہی ہوتا ہے۔" (سورہ الحم۔ 3، 4) (مرقاہ اسکین شریع مرآۃ العارفین)

شاہ رفع الدین محدث دہلوی

شاہ رفع الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "فتح الباطل" میں واضح طور پر لکھا ہے کہ نظریہ وحدت الوجود کے بغیر مدارج ایمان یہ کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

شاہ اسماعیل شہید دہلوی

شاہ اسماعیل شہید دہلوی جو منافقین تصوف کے امام مانتے جاتے ہیں، بھی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اس خیال کے حامی تھے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے اختلاف کی تو عیت محض لفظی ہے۔ اپنے ایک رسالے "عقبات" میں لکھتے ہیں:

غافر جامی اور شیخ صدر الدین قوتوی کے متعلق سمجھا جاتا ہے کہ یہ لوگ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نظریہ وحدت الوجود کے سب سے بڑے حامیوں میں سے ہیں، لیکن وحدت الوجود کا جو واقعی مطلب ان حضرات نے خود بیان کیا ہے اس میں اور حضرت مجدد الف ثانی جو کچھ فرماتے ہیں اس میں انصاف سے ہتاو کہ کیا اختلاف ہے اور دونوں مسلکوں میں کیا فرق ہے؟ بہریں فاطر و مخلوق میں قیومیت کا علاقہ مان لینے کے بعد دونوں دعوے درست ہو جاتے ہیں یعنی یہ بھی کہ (وجود) فاطر و مخلوق میں یکتاں بھی ہے اور یہ بھی کہ قل و مقام نیز ماہیت کے لحاظ سے دونوں میں جو مغائرت پائی جاتی ہے اس کی وجہ سے ایک دوسرے کا غیر بھی ہے۔ واقعہ بھی ہے جس کے دو پہلو ہیں اور ہر ایک فرق ان دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو کی طرف زیادہ چک کیا ہے۔ (وجہت)

قاضی شاہ اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

قاضی شاہ اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ وحدت الوجود کے سلسلہ میں "آخر مظہری" میں لکھتے ہیں:

لے پیدا کرنے والا خالق ج پیدا کیا یا لے والا ملکوں ج اللہ کے بیشتر ہم رہنے کی صفت ج فیروزت، انجیت، فرق

اللہ کی احادیث صفات کا تقاضا ہے کہ وجود میں اس کا کوئی شریک نہ ہو۔ وجود تمام صفات کی جڑ ہے اور حیات تمام صفات کا مبدأ۔ علم، قدرت، ارادہ، کلام، سعی، بصر اور سکون میں حیات پر ہی ہے اور حیات وجود کی فرع ہے۔ لیکن وجود مصوری (کا گواہ) ایک انتہائی امر ہے (جس کا مبدع و انتہاء وجود ہے) اس لیے صوفیانے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَمْلَةً لَا تُؤْجُنُودُ إِلَّا اللَّهُ يَبَانُ کیا ہے کیونکہ واقعی میں موجود حقیقی سوائے خدا کے کوئی نہیں۔ تمام ممکنات کا وجود نفس الامری اور حقیقی کے سامنے کی طرح ہے، سہی حال تمام صفات کا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

ذلِكَ يَأْنَ اللَّهُ هُوَ الْحَقُّ وَ أَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُوَنَهُ هُوَ الْبَاطِلُ (سورہ ۲۱، آیہ ۶۲)

ترجمہ: یہ اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور بیشک اس کے سوا وہ جس کو پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

لیکن اللہ کی ثابت موجود حق اور حیاتی ہے اور جس کو وہ پکارتے ہیں وہ واقع میں بھی ہیں، کچھ بھی نہیں۔ دوسری آیت ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (سورہ الحسین، آیہ ۸۸)

ترجمہ: ہر شے قافی ہے سوائے ذات النبی کے۔

ہر ممکن کی صفات اللہ کی صفات کے ساتھ صرف نام میں شریک ہیں، اشتراک حقیقی نہیں ہے۔ (تفسیر مطہری)

سید غوث علی شاہ

سید غوث علی شاہ وحدت الوجود کو توحید خالص بلکہ خالص اخالص تو حید قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

— اور تجلیات ذات مطلق کا قاب سالک پر متعلق ہونا اور ذرہ آفتاب میں بے امتیاز کی ویسی نور حق نظر آنا اور نور ذات کے سامنے ذرات وجود عالم کا محدود ہونا اور ایک ذات کا نور پیش نظر ہنا تو حید خالص ہے۔ موصودؑ کا بخرا بید اکنار توحید میں شناوری کرتے کرتے تقریباً دریائے ذات القدس میں غوطہ مارنا اور بحود محدود رفتہ ہو جانا اور کل کا کنات کوئی اپنی حقیقتی کے محکرہ نہ توحید خالص اخالص ہے۔ (برہت غوثی)

مولانا قاسم نانا توی

مولانا قاسم نانا توی دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے تھے۔ حاجی احمد اللہ مجاہر کی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ اپنے مرشد کی پیرودی میں وحدت الوجود کے زبردست قابل تھے۔ ان کے درج ذیل افہم اشعار ان کے مسلک کی شہادت دیتے ہیں:

جو دیکھیں اپنے کمالوں پر تیری یکتاںی رہے کسی کو نہ وحدت وجود کا انکار

تو آئینہ ہے کمالات کبیریائی کا وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوہ دیدار

جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود بجا ہے تم کو اگر کیسے مبدأ آثار (ٹہہب، تب)

لے شاخ، وہ جس کی اصل پکو اور ہو ج تحقیق کرنے والا، آغاز کرنے والا ج یعنی حج توحید کا مائے والا وہ گمراہی

خواجہ شمس الدین سیالوی

محمد شعیب بلوچ کے مقالہ شیخ الاکبر بھی الدین ابن عربی میں خواجہ شمس الدین سیالوی کے متعلق تحریر ہے:

﴿خواجہ شمس الدین سیالوی کے صوفیان خیالات کی اساس فلسفہ وحدت الوجود پر ہے۔ ان کی مجلسوں میں اس فلسفے کے مسائل زیر بحث رہتے تھے اور اس فلسفے کی علمی و دینی حیثیت پر بھی لفتگولو ہوتی تھی۔ خواجہ سیالوی کا نقطہ نظر یہ تھا کہ وحدت الوجود کے عقیدے سے انکار کی بنا پر فرد روحاںی ارتقا کے اعلیٰ ترین مدارج تک رسائی حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اس کی ذات تشبیہ تکمیل رہتی ہے۔ تاہم یہ عقیدہ راہ حق کے مسافروں کے لیے ہے، عوام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے وحدت الوجود کو عام لوگوں سے پوشیدہ رکھنے پر زور دیا ہے جیسا کہ ان کے سلسلہ تصوف کی روایت رہی۔﴾

خواجہ شمس الدین سیالوی کے ملغوظات کا مجموعہ سید محمد سعید نے 'مراۃ العاشقین' کے ہام سے مرتب کیا۔ اس کے مطابق خواجہ صاحب کا ابن عربی کے متعلق یہ نظریہ تھا:

"ابن عربی علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال پر تھے۔ علمائے دین کی خلافت بھی ان کا بیال بیکاہیں کر سکی۔"

اس سوال پر کہ مسئلہ وحدت الوجود سے علمائے ظاہر کے انکار کی وجہ کیا ہے؟ خواجہ سیالوی نے وہ جواب دیا جو وحدت الوجود کے مسئلہ سے جذباتی لگاؤ رکھنے والے کا ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا "اکثر علمائے دین محض جہالت اور بے خبری کے باعث مکر ہیں۔ اندھے کو جہاں کا لطف کیسے محسوس ہو! اگر نہ اس مسئلے کی صداقت میں کسی تک وابہام کی کوئی گنجائش نہیں۔"

اس بات کے جواب میں کہ "شیخ احمد سہنی نے بھی اس مسئلہ پر حرف گیری کی ہے حالانکہ ان سے قبل اکثر نقشبندی بزرگ اس فلسفے کے قائم تھے، خواجہ شمس الدین سیالوی نے کہا" سید غلام علی شاہ صاحب دہلوی کے خلیف شیخ احمد سعید صاحب جب ہندوستان سے ہجرت کے ارادے سے روانہ ہوئے تو وہ تو نہ شریف سے ہوتے ہوئے گزرے۔ تو نہ شریف میں وہ حضرت تو نسوی سے ملے۔ دوران مجلس کسی نے ان سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کے بزرگ حضرت مجدد الف ثانی نے مسئلہ وحدت الوجود کے خلاف لفتگولو کی ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ مجدد صاحب اپنے زمانے کے مجتہد تھے، اگر مسئلہ وحدت الوجود کے بارے میں ان سے خطا ہو گئی ہے تو وہ قابل مواغذہ نہیں بھرتے بلکہ اگر مجتہد کا اجتنباً غلطی پر ہو تو پھر بھی اسے ایک ثواب مل جاتا ہے اور اگر اجتنباً درست ہو تو پھر دو گناہ ثواب ملتا ہے۔"

مولانا اشرف علی تھانوی

مکتبہ دیوبند کے مشہور عالم مولانا اشرف علی تھانوی شیخ الاکبر ابن عربی سے خصوصی ارادت رکھتے تھے۔ ان کے دفاع میں 'التنبیہ الطریقی فی تنزیہتہ ابن عربی' اور 'خصوص الكلم فی حل فصوص الحکم' نامی کتب لکھیں۔ تنبیہ الطریقی میں ابن عربی پر لگائے گئے بے نیاد

ازمات کی تردید خود ابن عربی کی کتب کے حوالے سے کی گئی ہے اور خصوص الکلم فصوص الحکم کے ابھائی مشکل مقامات کی شرح ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے اختلاف کو محض لفظی زرخ گردانے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿پس وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں اختلاف لفظی ہے۔ چونکہ وحدت الوجود کے معنی عوام میں غلط مشہور ہو گئے تھے اس لیے بعض محققین نے اس کا عنوان بدل دیا جو پہبخت عنوان متذکر^۱ کے اس معنی میں زیادہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ وحدت الوجود کی دلالت مذکور پر مجازی ہے اور وحدت الشہود کی دلالت اس معنی پر حقیقی ہے اور ولیل اس مسئلہ کی یہ بحث ہے کہ ﴿کُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (سورہ انعام۔ ۸۸) ترجمہ ہر شے قابلی ہے سوائے ذات الہی کے۔

وحدت الوجود کے بارے میں لکھتے ہیں:

﴿یہ ظاہر ہے کہ موجودات عالم مطلق وجود میں باہم مشترک ہیں اور انواع^۲ وجود میں جن کو ظہورات کہتے ہیں باہم مختلف و متفاہی ہیں۔ یعنی ہر موجود میں وجود کا ظہور جدا ہا نہ آثار کے ساتھ ہے مثلاً پائی میں وہی وجود اس طرح ظاہر ہوا کہ آگ کا بجھاؤ نہ اس کے آثار سے ہے اور اہل کشف کو حقیقی ہو گیا ہے کہ یہ وجود جو تمام موجودات میں مشترک ہے، ماہیت واحد ہے یعنی ہر موجود کا وجود۔ ایک موجود و سرے موجود کے حصہ سے وجود و ماہیت میں مختلف نہیں صرف آثار و خواص کا اختلاف ہے۔ باقی وجود مشترک تمام موجودات میں حال یعنی حق تعالیٰ کی وجود بخشی کا عمل یا فیضان ہے۔ بالفاظ و میحر حق تعالیٰ اس فیضان میں سب کے ساتھ یکساں ہے۔ (الحق من مفاتیح الحدیف)

حاجی امداد اللہ مجاہر گنجی

حاجی امداد اللہ مجاہر گنجی رحمۃ اللہ علیہ بندپایہ عالم و صوفی تھے۔ وہ بندی ملکہ فکر کے اکثر علا آپ کے مرید اور ظلیف تھے۔ 1859ء میں مکہ ہجرت کر گئے اور وہیں وفات پائی۔ مکہ مکرمہ میں مشنوی مولانا روم کا درس دیا کرتے تھے اور بادا عرب میں شیخ العرب و امام کے لقب سے موسوم تھے۔ آپ فلسفہ وحدت الوجود کے علمبرداروں میں سے تھے۔ آپ نے وحدت الوجود کے مظہوم کو نہایت بے باکی کے ساتھ واضح الفاظ میں یوں بیان کیا ہے:

﴿بندہ قیل وجود، خدا باطن خدا تھا اور خدا ظاہر بندہ۔ ٹکٹک سکنؤا عخفیئی اس پر ولیل ہے۔ حقائق کو نیکے نتائج جو علم الہی ہیں، ذات مطلق میں مخفی تھے اور ذات صرف اپنے پر ظاہر تھی۔ جب ذات نے چاہا کہ ظہور خود و سری نجی پر ہوتا عین کو ان کے لباس قابلیات میں اپنی قلبی کے جلوے سے ظاہر فرمایا اور خود وحدت ظہور سے ان کی نگاہوں سے مخفی ہو گیا مثل قدم کے کہ درخت مع تمام شاخ و پتوں و پھول کے اس میں پھپتا تھا کویا تمہر بالتعلیٰ تھا اور شجر بالقصوہ۔ جب قدم نے اپنے باطن کو ظاہر کیا تو خود چھپ گیا۔ اب جو کوئی دیکھتا ہے درخت کوہ دیکھتا ہے، تم لے جگڑا گئے ہے تک کر دیا گیا ہو۔﴾ مختلف اقسام ہے ایک درسے کا غیر ہے علی کامران ہلیسٹر لاہور 1986ء۔ اس وقت، فی الحال یہ اس وقت سے جو ایسی وجود میں نہیں آئیں ملکہ عخفی ہے۔

دھائی چین دیتا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو حتم ہی بصورت درخت کے ظاہر ہوا، حتم بالغہ ہوا اور درخت بالغہ۔ ہر چند کہ ایک وجہ سے حتم و درخت ایک ہے، جو نہیں ہے۔ ان میں عینیت پائی جاتی ہے لیکن غیریت و جدائی کے دلائل بھی ان میں موجود ہیں اور واقعی ہیں۔ (ٹائم اداوی)

پیر سید مہر علی شاہ گولزار وی

پیر سید مہر علی شاہ گولزار وی رحمۃ اللہ علیہ کے اعلیٰ علمی و روحانی یارے اور وسعت معلومات کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ علامہ اقبال جیسے یگانہ روزگار اسلامی مظروں شاعر مشکل علمی مسائل میں آپ سے استفادہ کرتے تھے۔ ان عربی کے نظریہ وحدت الوجود پر آپ کو بے مثال عبور حاصل تھا۔ اپنے شاگردوں اور مریدوں کو فصوص الحکم کا باقاعدہ درس دیتے تھے اور اس کے اسرار و رموز کو خوب سمجھتے تھے۔ وحدت الوجود اور وحدت الشہود مکاتب فکر کے بارے میں سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ نقطہ نظر تھا:

﴿ وَحدَتُ الشَّهْوَدِ ابْتَدَأَ سَلُوكَ اُولَئِكَ اِيمَانَ ہے جبکہ وَحدَتُ الْوَجُودِ ابْتَدَأَ مَقَامَ اُولَئِكَ اِيمَانَ ہے، وَدُوْنُوں کو اس حوالے سے پُرकھنا چاہیے۔ اول الذکر ابتداء ہے مؤخر الذکر ابتداء۔ تاہم وحدت ایک ایسا اعلیٰ وارفع روحانی مقام ہے جس کے لیے نہ قائم سبقہ مکفی تھیں اور نہ جہور امت مرحوم محمد یہ۔ یہ فقط اخض اخواص کا مشاہدہ وصال ہے قال نہیں۔ لہذا اس کی صداقتیں کو عوام تک پہنچانا غیر ضروری ہے، اکثر اوقات یہ بات نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔﴾ (ملفوظات مہریہ۔ مرجب مولا۔ فیضیں احمد گولزار شریف)

سید قطب شہید

تحمیک اخوان المسلمين کے مشہور بنی سید قطب شہید جو تصوف کے شدید خانہ نیشن میں شارہوتے ہیں اپنی تفسیر فی عدال القرآن میں سورۃ حدیہ کی آیت **هُوَ الْأَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيهِمْ** ۵ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے وحدت الوجود کا عقیدہ و ثابت ہوتا ہے۔

علامہ اقبال

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وحدت الوجود ہے، آپ فرماتے ہیں:

- ۱۔ بجان پوشیدہ رمز کائنات است بدن خالے ز احوال حیات است
- ۲۔ عروس معنی از صورت خنا بست نعمو خویش را پیرایہ بست
- ۳۔ حقیقت روئے خود را پرده باف است کہ او را لذت در اکشاف است (زوجہ)

ترجمہ: (۱) کائنات یعنی اللہ تعالیٰ کا راز روح میں پوشیدہ ہے جبکہ جسم تو زندگی کے حالات میں سے صرف ایک حال ہے۔ (۲) حقیقت حق نے صورت (ظاہری جسم) کی مہنگی لکھائی اور اپنے اخبار کے لیے مختلف قسم کے لباس پہنے۔ (۳) حقیقت (اللہ تعالیٰ) اپنے چہرے کے لیے پر وہ بُنیٰ ہے یا پر وہ بننے والی ہے۔ اس کے لیے اکٹھاف میں لذت ہے۔ گویا حقیقت حق جسم میں پوشیدہ رہ کر ہی اپنے اخبار کی لذت حاصل کرتی ہے تاکہ اس کے راز کو حل اش کیا جاسکے۔

وہی قرآن، وہی فرقہ، وہی بیت، وہی طلاق (ابوالجریان)
 گنبد آگبند رنگ تیرے محیط میں حباب
 ذرا ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
 عقل غیاب و جنتجو، عشق حضور و اهضاب (ابوالجریان)
 دان تو، بحقیق بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو
 رہا تو، رہو بھی تو، راہبر بھی تو، منزل بھی تو
 ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو
 قیس تو، لیلی بھی تو، صحراء بھی تو، محل بھی تو
 سے بھی تو، بینا بھی تو، ساقی بھی تو، محفل بھی تو
 خوف باطل کیا کہ ہے غارت گر باطل بھی تو (ابوالجریان)
 جرس بھی، کارواں بھی، راہبر بھی، راہران بھی ہے (ابوالجریان)
 انساں میں وہ ختن ہے غنچے میں وہ پچک ہے (ابوالجریان)
 جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے (ابوالجریان)
 آج کیا ہے، فتنہ ایک منہ علم کام (ضریب الہم)
 کہ جاں مرتی نہیں مرگ بدن سے (ابوالجریان)
 مگر ہر کہیں بے چکوں، بے نکیر (ابوالجریان)
 خودی کا راز واں ہو جا، خدا کا ترہماں ہو جا (ابوالجریان)
 منصور خانؒ نے مقام وحدت پر پہنچ کر آکا الحنفی، بایزید بسطامی نے سُبْخانِنَّمَا أَعْظَمُ شَانِی اور ابوکعب الشیلیؒ نے آکا اللہ کہا لیکن حضور
 علیہ اصلوٰۃ والسلام اپنے آپ کو آکا عبئدُ اللہ فرماتے ہیں۔ جو مزہ آکا عبئدُ اللہ میں ہے وہ آکا الحنفی، آکا اللہ اور سُبْخانِنَّمَا أَعْظَمُ شَانِی میں نہیں
 ہے۔ کامل اکمل افراد نے مقام عنده پر ہی ظہرنا پسند فرمایا ہے کیونکہ عاشق مقام نیاز ہے اور معشوق مقام ناز ہے۔ حقیقت میں آکا اللہ اور

﴿نکاح عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
 لوح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
 عالم آب و خاک میں تحرے ظہور سے فروع
 تیری نگاہ ناز سے دونوں هراد پا گئے
 آشنا اپنی حقیقت سے ہوا۔ دبتاں ذرا
 آؤ، کسی کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تھے
 کاپڑا ہے دل ترا اندیشہ طوفان سے کیا
 دیکھے آکر کوچہ چاک گرجیاں میں بھی
 والے نادانی کہ تو محتاج ساقی ہو گیا
 شعلہ بن کر پھونک دے خاشاک غیر اللہ کو
 محبت ہی وہ منزل ہے کہ منزل بھی ہے، صحراء بھی
 حسن ازل کی بیدا ہر چیز میں بحلک ہے
 کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز خنثی
 زندہ قوتِ حقیقی جہاں میں بھی توحید بھی
 یہ سختہ سیکھا میں نے بواحسن سے
 یہ وحدت ہے کثرت میں ہر دم ایر
 تو رازِ کن فکاں ہے، اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
 ممنصور خانؒ نے مقام وحدت پر پہنچ کر آکا الحنفی، بایزید بسطامی نے سُبْخانِنَّمَا أَعْظَمُ شَانِی اور ابوکعب الشیلیؒ نے آکا اللہ کہا لیکن حضور
 علیہ اصلوٰۃ والسلام اپنے آپ کو آکا عبئدُ اللہ فرماتے ہیں۔ جو مزہ آکا عبئدُ اللہ میں ہے وہ آکا الحنفی، آکا اللہ اور سُبْخانِنَّمَا أَعْظَمُ شَانِی میں نہیں
 ہے۔ کامل اکمل افراد نے مقام عنده پر ہی ظہرنا پسند فرمایا ہے کیونکہ عاشق مقام نیاز ہے اور معشوق مقام ناز ہے۔ حقیقت میں آکا اللہ اور

اکا لمحی سے آنکھیں افضل ہے۔ عبیدہ کیا ہے؟ وہ عبد جس میں خوکے سوا کچھ نہیں، وہ عبد جو خلوکا مظہر ہے، وہ عبد جس میں ٹھومن ڈات و صفات تکمل جلوہ گر ہے۔ پس وہ عبد بھی ہے خوبی۔ وہی ہے جو وحدت الوجود کی حقیقت تحریر ہے۔ مقام عبدہ پر پہنچنے بغیر وحدت الوجود پر علمی بحث تو ہو سکتی ہے لیکن اس کی حقیقت سے آشنا نہیں۔ اقبال نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ عبیدہ کے راز کو عیاں کیا ہے:

- ۱۔ پیش او گئی جمیں فرسودہ است خویش را خود "عبیدہ" فرمودہ است
- ۲۔ عبیدہ از فلم تو بالاتر است زال که او ہم آدم و ہم بوہر است
- ۳۔ جوہر اذ نے عرب نے گم است آدم است و ہم ز آدم اقدام است
- ۴۔ عبیدہ صورت گر تقدیر ہا اندر او ویرانہ با تغیر ہا
- ۵۔ عبیدہ ہم جاں فراہم جاں ستان عبیدہ ہم شیش ہم سنگ گران
- ۶۔ عبد دیگر عبیدہ چیزے دگر ما سرپا انتشار او منتظر
- ۷۔ عبیدہ دہر است و دہر از عبیدہ است ما ہم رنگم او بے رنگ و بیو است
- ۸۔ عبیدہ ہا ابتدائے بے ابتداء است عبیدہ راصح و شام ما کجاست
- ۹۔ کس ز بزر عبیدہ آگاہ نیست عبیدہ جزو بزر "الا للہ" نیست
- ۱۰۔ لا الہ چن و دم او عبیدہ فاش تر خوانی بگو "خوب عبیدہ"
- ۱۱۔ عبیدہ چند و چگون کائنات عبیدہ راز درون کائنات
- ۱۲۔ مدعا پیدا گلرود زیں دویت تا نہ بینی از مقام "مازمنیت"
- ۱۳۔ پیدار از گفت و شنود اے زندہ رو و غرق شو اندر وجود اے زندہ رو و (چہیدہ)

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ شان ہے کہ زمانہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیشانی جھکائے ہوئے ہے یعنی زمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے علم پر جل رہا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے آپ کو "عبیدہ" کہا ہے۔

۲۔ عبیدہ ذیری عقل و ہم سے بالاتر ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر بھی ہیں اور جوہر (نور) بھی۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت (جوہر نور) نہ تو عربی ہے اور نہ بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بظاہر تو بشر (انسان) ہیں لیکن آدم علیہ السلام کی تخلیق سے بہت پہلے ہیں۔

۴۔ عبیدہ تقدیر کا صورت گر ہے۔ اس کے اندر دیرانے بھی ہیں اور تغیرات بھی ہیں۔

۵۔ عبیدہ جان فراہمی ہے اور جان ستان بھی، شیشہ بھی ہے اور سنگ گران بھی۔ اس شعر میں قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشیر (خوشخبری سنانے والا) اور زندیر (ذرا نے والا) ہے کریم جا گیا ہے۔

۶۔ عبد (امان) اور ہے اور عبیدہ اور ہے۔ عبد اور عبیدہ میں فرق یہ ہے کہ عبد خدا کی توجہ کا منتظر رہتا ہے جبکہ عبیدہ کی شان یہ ہے کہ خود خدایہ دیکھتا رہتا ہے کہ میرا عبیدہ کیا چاہتا ہے۔

۷۔ عبیدہ دراصل دہر (زمان) ہے اور دہر (زمان) دراصل عبیدہ ہے۔ ہم رنگ دبو کے جہاں میں قید ہیں لیکن عبیدہ زمان و مکان (Time and Space) دونوں کی قید سے بچاتا ہے۔

۸۔ عبیدہ کی ابتدا تو ہے لیکن اس کی انتہا نہیں ہے۔ عبیدہ کی صحیح و شامیں (زمان) ہماری طرح نہیں ہیں۔ گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدا (تحین اول) تو ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا سب سے پہلے ظہور ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ نور خدا کا ظہور ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوریت کی طرح لا انتہا ہیں۔

۹۔ کوئی بھی انسان عبیدہ کے راز سے آگاہ نہیں ہے۔ عبیدہ کا سر "إِلَهُ اللَّهُ" کے سوا اور کچھ نہیں۔

۱۰۔ "إِلَهٌ لَا إِلَهٌ مِّنْهُ" ہے کوئی موجود، اگر غیر موجودوں کو حق کرنے والی تواریخے تو اس کی دھار عبیدہ ہے۔ اگر تو صاف لغطوں میں سمجھنا چاہتا ہے تو سن "الخط عبیدہ ہے۔" یعنی جسے عبیدہ کہتے ہیں وہ دراصل بخوبی گویا عبیدہ ہی ہو ہے۔

۱۱۔ عبیدہ کائنات کی حقیقت ہے۔ عبیدہ کائنات کے اندر کا راز ہے یعنی عبیدہ نہ ہوتا تو اس کائنات کا بھی کوئی وجود نہ ہوتا۔

۱۲۔ جب تک تو عبیدہ کو مقام مہارمیت سے نہ سمجھے گا تب تک حقیقت حال تجوہ پر مشکف نہ ہو گی۔ جگہ بدتر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی طرف کنکریاں پھینکیں جس سے کفار کی افواج بھاگ کھڑی ہوئیں۔ قرآن کریم میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا ہے:

♦ وَمَارَمَيْتَ إِذْرَمَيْتَ وَلَكِنَ اللَّهُ زَلْمَيْ (سورۃ الانفال - ۱۷) ♦

ترجمہ: اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ سکنریاں آپ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی ہیں۔

اس شعر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ای شان و حدت کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام عبیدہ کو سمجھنے کے لیے اس آیت کو سمجھنا ضروری ہے۔

۱۳۔ اگر تو عبیدہ کی حقیقت سے آگاہی و آشنائی چاہتا ہے تو گفت و شنید سے گزر اور اپنے وجود میں غرق ہو جا۔ یعنی معرفت ذات حق تعالیٰ حاصل کرتے تجوہ پر عبیدہ کی حقیقت آشکار ہو جائے گی۔

کچھ عارفین اور فقرا نے وحدت الوجود کے نظریہ کے اظہار کے لیے شاعری کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ ان میں سے کچھ انتخاب پیش کیا جا رہا ہے۔

❖ حسین بن متصور حلاج وہ پہلے صوفی شاعر ہیں جن کے بیہاں وحدت الوجود کی فکر سرچڑھ کر بولی اور انہیں دارالٹک لے گئی، لکھتے ہیں:



سُجَّانٌ مِنْ اَظْهَرِ نَاسُونَهُ الْمُكَفَّلُ

ثُدٌ بَدَاعٌ مُسْتَبْرَا ظَاهِرًا الشَّارِبُ

ترجمہ: اس پروردگار کی تسبیح بیان کرتا ہوں جس نے اپنے ناسوت میں اپنے اناہوت درخشن کے راز کو نمایاں کیا۔ پھر پنہاں و پیدا کی صورت میں جلوہ گڑھا اور لکھانے پینے والے انسان کے روپ میں ظاہر ہوا۔

جَيْلَتْ رُوحُكَ فِي رُوحِي كَمَا يَجْبَلُ العَدِيرَ بِالْمِسْكِ الْفَتْقِ

ترجمہ: تری روح میری روح میں اس طرح سما گئی جس طرح عزیز ملک ہاب میں مل جاتا ہے۔

مَثَالُكَ فِي عَيْنِي وَ ذَكْرُكَ فِي فَمِي وَ مَشْوَالُكَ فِي قَلْبِي فَإِنِّي تَغْيِيبٌ

ترجمہ: (اے خدا) تیری مثال میری آنکھ میں اور تیرا ذکر میری زبان پر رہتا ہے۔ میرا دل تیرا گھر ہے پھر تو کیوں کر جدا ہو سکتا ہے۔ (دیوان مصوّر حلاج۔ اردو ترجمہ: مظفر اقبال)

حضرت ابو یوسفی رحمۃ اللہ علیہ کی شطیحات بڑی مشہور ہیں، کہتے ہیں:

غَيْثَتْ عَلَيَّ فَنَا أَخْشَ يَنْفَسِينَ وَ تَلَاثَتْ بِهِ صَفَاتِ الْمُؤْضِنَةِ

فَأَنَا الْيَوْمُ غَارِبٌ عَنِ الْجَمِيعِ لَيْسَ إِلَّا الْعِبَارَةُ الْمُلْهُمُ فَهُ

ترجمہ: تو مجھ سے ہاب ہوا تو میں ایسا بے ہوش ہوا کہ اپنے آپ کو نہیں پہچانتا اور میری صفات موصوف نے اس کی جستجو کی تو آج کے دن سب سے ایسا ہاب ہوں کہ اس کی طرف سے الہام کی گئی عبارت کے سوا کچھ نہیں ہوں۔ (کشف الحجب)

سید عبد المکرم بن ابراہیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نظریہ وحدت الوجود کے حامی صوفی ہیں۔ انسان کامل اور مراتب الوجود اُن کی نمائندہ اتصانیف ہیں۔ ابن عربی کی فتوحات کیلئے کی شرح بھی لکھی۔ انسان کامل سے لیے گئے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

كُلُّ مَا فِي الْوُجُودِ غَيْرُ فِيَنِيْ هُوَ ذَاتُ نُوْعَةِ باخْتِيَارِي

ترجمہ: وجود میں جو کچھ بھرے ہوں ہے وہ بھی مجھ سے ہے۔ وہ میری ذات ہے جسے میں نے اپنے اختیار میں گونا گون کر دیا۔

وَ هَا الْحِمْرَةُ الْبَيْاضُ وَ جَانِتُ كَثْرَةُ فِيهِ للتلون طَارِي

ترجمہ: اور سفیدی نے سرخی کو منادیا اور اس تکون سے کثرت پیدا ہو گئی۔ پھر وہ کثرت تکون میں ایک طاری شے ہے۔ (انسان کامل، حرم فضل میرزا)

مَوَلَّتَنَا جَلَّ الدِّينِ رُوْيَيْ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ كَتَمَ مُوَرَّصِينَ وَ شَارِصِينَ اس بات پر متفق ہیں کہ مولانا نہ صرف وحدت الوجود کے قائل تھے بلکہ اس کے پر جوش مبلغ بھی تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

أَنْ هَرَارَانِ إِنَّ يَكْسِ كُسْ مَيْشَ نَيْتَ جَرِ خَيَالَاتِ عَدَدِ انْدَشِ نَيْتَ

بُخْر وَهَدَانِيَتْ جَنْتْ وَ زَوْجْ نِيَتْ
نِيَتْ اَنْدَرْ بُخْرْ شَرْكْ تَقْ تَقْ اِيكْ بَاحُولْ چَهْ كُويْمْ تَقْ تَقْ

ترجمہ: اگر بزراروں بھی ہوں تب بھی ایک کے علاوہ کچھ نہیں ہے، کثرت اور تعداد محض خیالی ہے۔ وحدانیت کے سندر میں جنت اور جوزا کچھ نہیں، اس کی حقیقت اور ماہیت موجود سے جدا نہیں ہے۔ اس سندر میں کسی چیز کی شرکت نہیں ہے لیکن بھینگے سے میں کیا کہوں کروہ تو نظر کے معاملے میں یقین ہے!

امیر خسرہ کی شاعری میں جا بجا وحدت الوجود کی کیفیات کا انلہار ہے۔ فرماتے ہیں:

مَنْ تَوْشِدُمْ تَوْمَنْ شَدِيْ، مَنْ تَنْ شَدِمْ تَوْجَانْ شَدِيْ
تا کسْ تَجْوِيدْ بَعْدَ اَزِيزْ مَنْ دَكْرَمْ تَوْ دَكْرِي
ترجمہ: میں تو ہو گیا تو میں ہو گیا۔ میں جسم ہوں تو اس میں جان ہے۔ اب اس کے بعد کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اور ہوں تو اور ہے۔
خواجہ حافظ کا یہ نمائندہ شعر ان کی وحدت الوجودی فکر کا غماز ہے:

نَحْمِيمْ وَ مَطْرَبْ وَ سَاقِيْ هَمْ اَوْسَتْ خَيَالْ آبْ وَ مَكْلِ درْ رَهْ بِهَادْ
ترجمہ: ندمیم ہو، مطرپ ہو یا ساقی، سب وہی ہے۔ عناصر اربابیتی میں، آگ، ہوا اور پانی کا تو سرف بہانہ ہے۔
وحدت الوجود کے بارے میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جَيْدَا رَوْزِيْكَ قَلْ اَزْ رَوْزْ وَ شَبْ فَارَغْ اَزْ اَنْدَوْهْ وَ آزَادْ طَلَبْ
مَتَّهْ بَوْدِيمْ بَا شَاهْ وَجَوْهْ حَمْ غَيْرِيْتْ بَكْلِيْ مَوْ بَوْ

ترجمہ: ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جب اس کائنات اور اس کے شب و روز کا کوئی وجود نہ تھا اور ہم و اندوہ اور طلب و خواہشات سے بالکل آزاد تھے۔ تب ہم حق تعالیٰ کے ساتھ متح مختہ اور اس میں اور ہم میں مطلق غیریت نہیں تھی۔

فلسفہ تخلیق اور حقیقت محمد یہ کو غالب نے صوفیانہ بیانے میں یوں بیان کیا ہے:

تَوْ حَمْسْ وَ اَصْلِ هَسْتِيْ ذَاتْ اَوْسَتْ هَرْ كَ جَرْ حَمْ بَنِيْ اَزْ آيَاتْ اَوْسَتْ
ترجمہ: نور حمس اور اصل هستی اسی کی ذات ہے۔ حم کے ساتھ جو کچھ دیکھتے ہوائی کی نشانیاں ہیں۔

هَلْ كَهَانِيْجُو مَتْ فَرِيبْ هَسْتِيْ هَرْ چَدْ كَبِيسْ كَهْ "هَيْ" نِيَسْ ہَےْ
كَثْرَتْ آرَاتِيْ وَحدَتْ ہَےْ پَرْسَارِيْ وَهَمْ
قَطْرَهْ مِنْ دَجْلَهْ دَخَلَتِيْ شَدَّهْ اَوْرْ جَزْوَهْ مِنْ كَلْ
دَاشْ دَهْوَیِ کَ وَحدَتْ الْوَجْدَوْ سَمْتَهْ یَا اشْعَارِيْ بَكِيسْ:

آنکھ وَالا تَيْرَے جَوْنَ کَا تَمَاشَا دَكِيْهْ دَيْدَهْ كَوْ كَوْ کَيَا نَظَرْ آئَے کَيَا دَكِيْهْ

وہی تو بے شعلہ جلی کر دشت ایکن سے بیگ ہو کر
امیر زینائی فرماتے ہیں:

لاکھ پردوں میں ہے تو بے پردہ
تو ہے خلوت میں، تو ہے جلوت میں
کہیں پہاں کہیں عیان تو ہے
نہیں تیرے سوا بیہاں کوئی
میزبان تو ہے مہماں تو ہے
ریگ تیرا چمن میں، بو تیری خوب دیکھا تو باغیں تو ہے
مولوی محمد محسن کا کوروی نعمت گوئی میں خاص مقام حاصل کیا۔ وحدت الوجود کے اثرات ان کی شاعری میں نمایاں ہیں۔

تیری تصیر کا ہے آئندہ خاد تجزیہ
شان ہرگی مطلق ہے تجھے ریگ محل
رفح ہونے کا ندھا وحدت کثرت کا غاف
سمجھ احمد نے کیا آکے یہ قصہ فیصل
اکبر الآبادی وحدت الوجود کی حقیقتیں کو جمال آرا کرنے میں بھی شاعرانہ کمال رکھتے تھے۔ ذیل کے دو اشعار ان کے اسی ریگ
معرفت کے ترجمان ہیں۔

کہیں جلوہ ہوں صورت کا، کہیں ہوں شاہدِ معنی
کہیں عاشق کا مطلب ہوں، کہیں معشوق کی خواہش
مولانا ظفر علی خان منظر و صحافی، یگانہ ایک اور صاحب طرز شاعر تھے۔ وحدت الوجود کے سلسلے میں کہتے ہیں:

وہ جس کی شان ہے لہٰشِ گھیٹلہِ شیعیٰ
چھپا بھی ہے تو سرا پردہ تبلور میں ہے
کبھی سنن میں ہے اور کبھی شہود میں ہے
کبھی کبھی ہے وہ اوجِ شعیر پر تباہ

سید محمد طاہی میں ذہین شاہ تاجی نظریہ و صدت الوجود کے جانے مانے شارح ہیں۔ انہوں نے فصوص الحکم کی شرح بھی لکھی۔ وحدت
الوجود پر ماہنامہ تاج کراچی میں قسطوار ارضا میں لکھے۔ بلند پایہ شاعر اور مقرر ہیں۔ آپ کے مجموعہ کام آیات جمال میں سے چند اشعار پیش
ہیں جن میں حسن و عشق اور وجود و شہود سب تک جانظر آتے ہیں:

میں نہیں میں، نہ آج تم ہو تم
عشقِ حجا حقیقیٰ عالم بہ حقیقتِ مجاز سے محبوب
تم ہی تم ہوتے ہو میرے سامنے سوچتا ہوں جب کبھی میں کون ہوں



♦ دام خود آگئی میں زمانہ چھپا ہوا پچھلا ہوا درخت ہے دانہ چھپا ہوا
فرید الدین مسعود حنفی شکر رحمت اللہ علیہ کو بخشانی کا پہلا شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کا یہ اشلوک وحدت الوجود کا ترجمان ہے:
♦ فریدا رتی رت ن لکھ بے تن پڑے کوئے جو تن رتے رب سیدوت سن رت ن ہوئے
ترجمہ: اگر (ان مشاہق کا) بدن کوئی پچھے تو قریب بخون بھی نہیں لٹکے گا۔ جو بدن (مراوانان) اربت کے رنگ میں رنگا گیا اس بدن میں خون نہیں ہوتا۔
شاعر حسین رحمت اللہ علیہ اپنی کافی ریاضتے حال دا محروم توں میں فرماتے ہیں:

♦ ریا میرے حال دا محروم توں اندر توں باہر توں، روم روم دع توں
توں ہی تانا توں ہی بنا، بھج کجھ میرا توں کبے حسین فقیر سائیں میں ناہیں بھج توں
ترجمہ: اے اللہ میرے حال کا محروم توں اندر بھی تو باہر بھی تو، روئیں روئیں میں تو۔ تو ہے تانا تو ہے بنا، سب کچھ میرا تو۔ کبے حسین فقیر اللہ کا، میں
نہیں سب تو ہی تو!

♦ بلکہ شاہ بخشانی کے شہزاد آفاق صوفی شاعر ہیں۔ وحدت الوجود کو جس شدت کے ساتھ بلکہ شاہزادے بیان کیا ہے شاید یہ کسی اور صوفی
شاعر نے کیا ہو۔ حقیقت محمد یہ کی بلکہ شاہ رحمت اللہ علیہ نے انتہائی تیزیں اور اطیف تفسیر کی ہے:

♦ سیو بن میں ساجن پائیو نی ہر ہر دے دع سماں بخ نی
احد احمد دا گست سائیو ہر دے دن اک میم رکھا بخو
اما احمد ہوں پھر فرمائیو پھر نام رسول وہرائیو نی
فقہ وَجْهُ اللَّهِ نُورٌ تَبَرَّا ہر ہر کے حق تھبُور تیرا
ہے انسان مذکور تیرا ایسے اپنا ہر لکایو نی
ہر مظہر دع اوپا وس دا اندر باہر جلوہ جس دا
ترجمہ: سیلیو مجھے ساجن (محبوب اللہ) مل گیا ہے۔ وہ ہر اک میں ہمایا ہوا ہے۔ اس نے احمد کے پردے میں میم رکھا پھر ان احمد کہہ کر رسول کا
سو انگ بھرا۔ ہر جگہ اسی کا نور و ظہور ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے فَإِنَّمَا تُولَوْنَا فَقَهْ وَجْهُ اللَّهِ (سورہ بقرہ۔ ۱۱۵) ترجمہ: تم جد ہر دیکھو گے تمہیں
اللہ کا چہرہ نظر آئے گا۔ اسی نے خود الْإِنْسَانُ يَرِى (انسان میرا راز ہے) کہا اور انسان میں اپنا راز گھنی رکھا۔ ہر مظہر میں وہی نظر آتا ہے، اندر باہر
اسی کا جلوہ ہے۔

♦ وارث شاہ صاحب حال صوفی شاعر تھے۔ وہ ہمہ اہم سنت کے قائل تھے اور وحدت الوجود میں یقین رکھتے تھے۔ فرماتے ہیں:

♦ وارث شاہ یقین دی گل ایسا سجا حق ای حق غیرایا نی
ترجمہ: وارث شاہ یہ بات یقینی ہے کہ یہاں ہر جگہ حق ہی حق کا جلوہ ہے۔

مزید فرماتے ہیں:

﴿ پچ سیوں جس وچ قلبت خاکی چے رب نے تھاون ہایا ای
وارث شاہ میاں ہم اوست جاپے سرب مئے بھگوان نوں پایا ای
ترجمہ: اے صبرے پنچ! اس خاکی جنم میں چے رب نے اپنا گھر بنایا ہے۔ وارث شاہ میاں! جو "ہم اوست" کو مانے وہی ہر شے میں اللہ کا
جلوہ پاسکتا ہے۔

﴿ میاں محمد بن کلثومؑ کے وحدت الوجودی تصویر حسن کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات ہی حسن مطلق اور حسن ازل ہے اور انسانوں سمیت کائنات
کے سارے مظاہر میں اسی حسن مطلق، حسن ازل کا پرتو ہے۔

﴿ جلوہ حسن گئے دا دسدا ہر وچ ہر دا بھیرا
خیوں چمک مبار دلاں وی کبھیڑا جیو ماندا
ہر ہر وچ نہ ہوون جے کر ہر دے روپ نہانے
توڑے بہتے روپ دسیوں توڑے تھوڑے تھوڑے
ترجمہ: ہر شے میں حسن ازل کا جلوہ ہے، ایسے اسی تھیں حسن دل کو لوٹ لیتا۔ اگر وہ جو حقیقی جو دلوں کا ماں ہے ہر صورت میں نہ ہوتا تو غائب سے
کون ملتا! اگر ہر چیز میں اس کے حسن کی کارست ایسا نہ ہوئیں تو مخصوص اور نادان معشوق دل اش مندوں کے دل یوں نہ لوٹ لیتے۔ اپنے کسی مظہر
میں وہ زیادہ شدت سے جلوہ گر ہے اور کسی میں کم لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصل میں ہر شے کے اندر وہی ایک ذات ہے۔ جب سے یہ راز کھلا ہے
اس کی چدائی کا دلکشیم ہو گیا ہے۔

﴿ ہر مرحلی شاہ کو فلسفہ وحدت الوجود پر عبور حاصل تھا۔ ان کی شاعری اور خاص طور پر ہنچانی شاعری میں نظریہ وحدت الوجود کا اثر کافی
تمایاں ہے۔

ایہ صورت ہے بے صورت تھیں، بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دے اس مورت تھیں، وچ وحدت پٹھیاں جد گھڑیاں
ترجمہ: میرے مرشد کامل کی صورت اس بے صورت ذات حقیقی کی صورت ہے، وہ بے صورت اسی صورت میں ظاہر ہے۔ وہ ذات جو ہر رنگ
سے مارا ہے، میرے مرشد کے وجود میں واضح نظر آتی ہے۔ یہ جلوہ مجھے تب نظر آیا جب میں ناسوت سے واپس عالم وحدت میں پہنچا۔
چل سرست بلند مرتبہ صوفی ہیں جنہیں شاعر ہفت زبان بھی کہتے ہیں۔ انہوں نے سندھی کے علاوہ سرائیکی میں بھی شاعری کی۔ ان
کی ایک سرائیکی کافی ملاحظہ فرمائیں جو وحدت الوجود اور یہاں اوست کا واضح اظہار ہے:

﴿ اسماں ناں کیک دے جائے ہیوں اسماں ناں کیک دے بنائے ہیوں

چھوڑ افلاک زمین تے آیا عرش کری وچ آپ سماں
ایہوں دا دت پوئے ریا اسال اپنی خوشی سون آئے ہیوں
اصل آہس لامکانی اتحاد آکر ہویں مکانی
تجھے جوڑ کیتم انسانی صورت سب سمائے ہیوں

ترجمہ: ہم نہ کسی سے پیدا ہوئے ہیں اور نہ کسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ افلاک کو چھوڑ کر زمین پر آیا اور عرش دکری میں بھی آپ سماں ہوا ہوں۔ ادھر آنے کا شوق پیدا ہوا اور اس دنیا میں اپنی خوشی سے آیا ہوں۔ اصل میں لامکانی ہوں لیکن اس دنیا میں آ کر مکانی ہو گیا ہوں۔ انسان کو اپنا مظہر بنا یا اور ہر صورت میں خود جھوٹو گر ہوں۔

﴿ خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہادی مانتے ہیں اور ان کے نظریہ وحدت الوجود کا پرچار اپنی شاعری کے ذریعے کرتے ہیں۔ دیگر تمام صوفی شاعروں کی طرح وحدت الوجود ایک روحانی حال کے طور پر ان کی شاعری سے چھلکتا ہے۔ پنجابی شاعری میں بھکے شاہ کے بعد خواجہ غلام فرید اس فکر کے سب سے بڑے مبلغ ہیں: ﴾

﴿ سوہنڑے یار پنل دا ہر جا میں ظبور اول آخر ظاہر باطن اُس دا جان ظہور
آپ بنے سلطان جہاں دا آپ بنے مزدور تھی مشتاق پھرے وچ قم دے واصل تھی مجبور ﴾

ترجمہ: میرے محبوب کے حسن مطلق کا جلوہ ہر جگہ ہر آن نظر آتا ہے۔ ازل سے ابد تک ظاہر اور باطن میں ہر جگہ اسی کی ہستی کا جلوہ ہے۔ شہنشاہ بھی وہی ہے اور مزدور کی شکل میں بھی وہی موجود ہے۔ کہیں وہ خود عاشق بے تاب بہ کفر نزدہ سا پھرتا ہے اور کہیں خود ہی ممٹوق کی صورت میں ظاہر ہے اور ہر جگہ کیفیت سے بھی خود ہی گزرتا ہے۔

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

﴿ ہے عشق دا جلوہ ہر ہر جا سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ ﴾

ترجمہ: ہر جگہ حضرت عشق (اللہ تعالیٰ) جلوہ گر ہے، وہ خود ہی عاشق خود ہی ممٹوق ہے۔ سبحان اللہ کی شان عشق حقیقی ہے!

﴿ مشہور شاعر اعظم چشتی نے وحدت الوجود کے فلسفہ کو کس خوبصورتی سے اس قطعہ میں بیان کیا ہے: ﴾

﴿ اک انا مصوڑ آئھی، اک انا فرعون پکاری اک انا مظہر وحدت دی، اک وحدت دی انکاری ﴾

﴿ اک انا واقع فرق گھنیرا، اک رحمت تے اک خواری ﴾

ترجمہ: منصور علیخ نے بھی اکا لمحن کا نفرہ لگایا اور فرعون نے بھی اکا زبکنہ کہ کر خدا کی کیا لیکن دونوں کے اکا کہنے میں بہت فرق ہے۔

منصور علیخ نے مقام وحدت پر پہنچ کر اکا لمحن کہا جبکہ فرعون تو وحدت سے ہی انکاری تھا۔ منصور کی انا وحدت اور رحمت کی مظہر ہے جبکہ فرعون

کی انا محض خواری۔ اے اعظم! صرف ظاہر پر اعتبار نہ کرنا، حقیقت دیکھنا کہ ان میں سے ایک کی حقیقت تو رہے اور دوسرے کی نا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے وحدت الوجود کی مخالفت

بر صحیہ میں مسلک وحدت الوجود (بہادست) کی اگر کسی نے پڑی زور جا فلت کی تو وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت الوجود کے مانع والوں کے خیالات کی تردید نہیں کی بلکہ ان کے تصورات سے معنوی اور لفظی اختلاف کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد منور عبید اللہ احمد رحمۃ اللہ علیہ اور مرشد خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وحدت الوجود تھا اور خود حضرت مجدد الف ثانی شروع میں وحدت الوجود کے قائل تھے لیکن بعد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت الشہود کا مسلک اختیار کر لیا اور وحدت الوجود کی مخالفت شروع کر دی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی وجہات کو سمجھنے کے لیے یہ بات یاد کیے کہ طریقت، معرفت اور فقر میں طالب مرید مرشد کا عکس ہوتا ہے اور وہ کبھی بھی اپنے مرشد کی تعلیمات کے خلاف نہیں جاتا۔ آپ نے وحدت الوجود کی جو مخالفت کی اس کی کچھ وجہات تھیں جن کا ذکر آگئے گا۔ ایئے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

لیں جو صوفیا وحدت الوجود کے قائل ہیں وہ حق پر ہیں اور علماء حکیمتوں کے معتقد ہیں وہ بھی حق پر ہیں۔ صوفیا کے حالات کے مناسب وحدت ہے اور علماء کے حالات کے مناسب کثرت۔ کیونکہ شرائع کی بنا کثرت پر ہے اور شرعی ادکام کا تنازع کثرت سے وابستہ ہے اور انہیا علمیم اصولیہ والتسیمات کی دعوت اور اخروی محکم و تحسیب بھی کثرت سے متعلق ہے۔ جب حضرت حق سبحانہ تعالیٰ برطابن فی الحجۃ لد آن اعزف (میں نے چاہا کہ پہنچنا چاہوں) کثرت کو چاہتا اور ظہیر کو پسند کرتا ہے تو اس مرتبہ کو باقی رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس مرتبہ کی ترتیب اللہ رب العالمین کی پسندیدہ اور محبوب ہے۔ سلطان ذی شان کے لیے تو کرچا کر چاہیں اور اس کی عظمت و کبریاں (کے اعماق) کے لیے (نحوی میں) خواری، شکستگی اور محتاجی درکار ہے۔ وحدت کا معاملہ حقیقت کی مانند ہے اور اس کے مقابلے میں کثرت کا معاملہ مجاز کی طرح۔ اس طرح اس عالم کو عالم حقیقت کہتے ہیں اور اس عالم کو عالم مجاز۔ لیکن چونکہ ظہیرات اس بند ذات کو پیارے لگتے ہیں اور اس نے اشیا کو بیقارے ابدی نہیں عطا فرمائی ہے اور قدرت کو بیاس حکمت میں لا دیا ہے اور اس اسباب کو اپنے فعل کا روپوں بنایا ہے اس بنا پر وہ حقیقت، حقیقت مجهور کی طرح ہو گئی ہے اور یہ مجاز تعارف ہو چکی ہے۔ نقطہ جوالہ اگرچہ حقیقت کی طرح ہے اور اس سے پیدا ہونے والا دائرہ مجاز کی طرح لیکن وہاں حقیقت یعنی نقطہ جوالہ مجهور سے اور جو کچھ متعارف سے لیتی دائرہ مجاز ہے۔ (مکتبہ ۲۲۳، روشنی دو، ہمام، گلزار صادق، ملکہ نوہاں)

❀ صوفیوں میں جو وحدت الوجود کا قائل ہے اور اشیاء کو حق تعالیٰ کا عین دیکھتا ہے اور ”ہم اوت“ کا حکم لگاتا ہے اس کی مراد یہ نہیں کہ اشیاء حق تعالیٰ کے ساتھ تھدیں اور تنزیہ، تنزل کر کے تسلیم ہو گئی ہے یا واجبِ محکم، بن گیا ہے اور بے چون، چون میں آگیا ہے کیونکہ یہ سب کفر و اخاوز زندگی ہے۔ وہاں نہ اتحاد ہے نہ عینیت، نہ تنزل نہ تسلیم، وہ تو ”سبحانہ اللہ کما کان“ ہے۔ تو پاک ہے وہ جو نہ اپنی ذات میں متغیر

نحوت و درجات کا عطا کرنا یعنی ملجم، بعداً گاؤزی ہوئی ہے وہ نقطہ جس کے ارد گرد اور کھیچا جائے، Centre of Circle ہے وہ پاک ہے اور وہ سانی سے جیسا تھا۔

ہو سکتا ہے نہ صفات میں اور نہ حدود ۱۰ لاواں گلے میں اپنے امام کے ساتھ مخفی ہو سکتا ہے۔ وہ بحاجت تعالیٰ اپنی اسی صراحت ۵ اخلاق پر ہے۔ اس نے وجوب ۶ کی باندی سے امکان کی پختگی تک میلان نہیں فرمایا بلکہ ”ہم اوست“ کا معنی ہے ”اشیائیں ہیں اور صرف حق بحاجت تعالیٰ موجود ہے۔“ منصور نے جو آناتحق کہا اس کی مراد یہ نہیں کہ میں حق ہوں اور حق تعالیٰ کے ساتھ متعدد ہوں کہ یہ معنی کفر ہے اور اس کے قابل کا موجب بلکہ اس کے قول کا معنی ہے ”میں نہیں ہوں حق بحاجت تعالیٰ موجود ہے۔“ صرف اتنی بات ہے کہ صوفی اشیاء کو حق تعالیٰ و تقدس کے ظہورات جانتے ہیں اور اس کے امام و صفات کی جلوہ گاہ قرار دیتے ہیں۔ تخلیل کے شاید اور تغیر و تبدل کے لامان کے بغیر۔ جس طرح کہ سایہ کسی شخص سے دراز ہوتا ہے لیکن یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سایہ اس شخص کے ساتھ تحد ہے اور عینیت (ہو، ہونے) کی نسبت رکھتا ہے یادہ شخص تخلیل کر کے سایہ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے بلکہ وہ شخص اپنی اصالت ۷ کی صراحت پر ہے اور سایہ اس کے وجود سے ظاہر ہوا ہے۔ بے شاید تغیر و تبدل۔۔۔ اگرچہ بعض اوقات ایک جماعت جس نے اس شخص کے وجود کے ساتھ کمال کی محیت پیدا کر لی ہوتی ہے اس کی نظر سے سایہ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور شخص کے سوا کوئی چیز مشہود نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے لوگ کہیں کہ سایہ شخص کا سین (کھبور) ہے یعنی سایہ معدوم اور شخص موجود ہے اور اس۔ اس تحقیق سے لازم آیا کہ صوفی کے نزدیک اشیاء حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں نہ حق جمل سلطانیہ کا سین (جتنی ہو، ہونا)۔ پس اشیاء حق سے ہیں نہ حق جمل شاندیہ ہیں۔ پس ان کے کلام ”ہم اوست“ کا معنی ”ہم ازاوست“ ہی ہے جو علمائے کرام کا مقدار ۸ ہے اور علمائے کرام اور صوفیائے عظام (کثیرهم اللہ بحاجتہ الی یوم القیامۃ) کے درمیان فی الحقيقة کوئی نزاع ثابت نہیں ہوتا اور دونوں یا توں کامال و انجام ایک بن جاتا ہے۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ صوفی اشیاء کو حق تعالیٰ کے ظہورات کہتے ہیں اور علمائے اس لفظ سے پریز کرتے ہیں تاکہ حلول و اتحاد کے وہم سے محفوظ رہ سکیں۔ (محب نبر)

"فی الحیثیت شیخ کی نسبت ان کا نقطہ نظر برا پھیلیدہ تھا۔ بعض باتوں میں انہیں ان سے اختلاف تھا اور بعض میں اشتراک رائے، لیکن شیخ کی عقائد اور یا کیزگی پر وہ جزاً از ورد ہیتے تھے۔"

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اکبر مجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کئی جگہ اظہار خیال کیا ہے۔ چند مثالیں درج ہیں۔ فرماتے ہیں:

جناب شیخ مقبولان بارگاہِ کبریٰ میں سے نظر آتے ہیں اور اولیاء اللہ کی جماعت میں ان کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

لے حادث کی جسی۔ تین ہائی جانبے والی اشیا جو پہلے موجود تھیں۔ ۴۔ مختلف رنگوں اور صورتوں والی سچ تالیخ ہونا، بے آلاتی، واٹ، کاہر ۵۔ وہ وجود یوں لازم اور واجب ہے۔ ۶۔ کھراپن، ماحصلی ہونا۔ ۷۔ اختیار کر دو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ترہن: اگر کرم کرنے والوں کا ساتھ جو تو کوئی کام دشوار نہیں۔

شیخ کا روز کرنے والا خطرہ میں ہے اور ان کے اقوال کے ساتھ ان کا قبول کرنے والا بھی خطرہ میں ہے۔ جناب شیخ کو قبول کیا جائے اور ان کے اختلافی کلام کو قبول نہ کیا جائے۔ یہ راہ و سط ہے جو شیخ کو قبول کرنے اور قبول نہ کرنے کے متعلق فقیر کا مختار ملک ہے۔ (مکتب ۲۷، بفترسم)

﴿ اس میدان میں مقابلہ پر شیخ مجی الدین ابن العربي قدس سرہ ہیں۔ کبھی ان کے ساتھ مقابله ہے اور کبھی صلح۔ ہر حال انہی کی ذات ہے جس نے معرفت اور عرفان کے کام کی بنیاد رکھی ہے اور پھر اس کو خوب شرح و بسط سے بیان کیا ہے اور انہی کی ذات ہے جس نے توحید و اتحاد کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور تعدد و تکثیر کی منشا خاہر کی ہے۔ وہی ہیں جنہوں نے وجود کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کے واسطے ثابت کیا ہے اور عالم کے وجود کو موجود ہیں اور خیالی وجود قرار دیا ہے۔ وہی ہیں جنہوں نے حضرت وجود کے واسطے تنزلات کا اثبات کیا ہے اور ہر مرتبہ کے احکام کو الگ کیا ہے۔ وہی ہیں جنہوں نے عالم کو عین حق سمجھا ہے اور "ہدایۃ اوتست" کہا ہے، یعنی سب کچھ وہی ہے۔ باوجود اس کے انہوں نے اللہ کے مرتبہ تنزہ کو سب سے بلند تر پایا ہے اور سب کی دید و دانش سے اس کو ممتاز و ممتاز قرار دیا ہے۔ جناب شیخ سے پہلے جو مشائخ غزرے ہیں اس سلسلہ میں ان حضرات نے اگر کچھ کہا ہے تو بطریق رہنمای اشارہ کہا ہے۔ کھل کر بات کسی نہیں کہی ہے اور جناب شیخ کے بعد جو مشائخ آئے ہیں ان میں سے اکثر نے جناب شیخ کی بیوی کی ہے اور آپ اسی کی اصطلاح کو اختیار کیا ہے۔ ہم پسمند ہیں انہی بزرگوار کی برکات و فوپاٹ سے مستفید ہوئے ہیں اور ان کے علوم و معارف سے فائد حاصل کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے ان کو جزاۓ خیر عنایت کرے۔ (مکتب ۲۹، بفترسم)

﴿ انہوں نے کمال معرفت کی وجہ سے اس دینی مسئلہ (وحدت الوجود) کو خوب و اسی طور پر بیان کر دیا۔ انہوں نے اس طرح ابواب و فصول مقرر کیے جس طرح مضمون و صرف میں ہیں۔ باوجود اس وضاحت اور تحقیق کے صوفیا کی ایک جماعت ان کے مطلب و مدعای کو نہیں بھی اور ان کو برخطاً قرار دے کر مطعون و ملام کیا ہا لیکن اس مسئلہ میں جناب شیخ اکابر اپنی اکثر تحقیقات میں حق پر ہیں اور ان پر طعن کرنے والے راوی صواب ہے دور ہیں۔ جناب شیخ نے جس طرح اس دینی مسئلہ کو حل کیا ہے اس سے آپ کی بزرگی اور علم کی بے پایانی کا اندازہ لگانا چاہیے نہ یہ کہان کوئی اکھا جائے۔ (مکتب ۸۹، بفترسم)

کیا وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں اختلاف لفظی ہے؟

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام علماء و صحابے امت نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے نظریات میں اختلاف کو جتنی لفظی نزاع ہی تباہی ہے، کوئی مقصدی یا مشابہاتی اختلاف نہیں کیا۔ مولانا محمد اشرف خان سلیمانی

مصنف "سلوک سلیمانی"، چند اول میں سید سلیمان ندوہ میں کے جوابے سے لکھتے ہیں:

❖ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں اختلاف لفظی ہے۔ حقیقت پر اولیٰ تناوٹ (یعنی تصور سے فرق کے ساتھ) وہی ہے کہ غلبہ حال میں سالک سے مخلوق بحوبت ہو جاتی ہے اور وہ ایک ایسی وجود ہوتے ہیں شانشل ہو جاتا ہے۔ اب جو ایک ایسی وجود حقیقت کو پاتا ہے وہ وجودی ہے اور جو ایک کو دیکھتا ہے وہ شہودی ہے۔ وحدت الوجود کی اصطلاح تیز و مرد اگلنے ہے اور عوام میں اس کے معنی غلط مشہور ہو گئے ہیں۔ اس لیے وحدت الشہود کی اختیار کی گیا کہ دلالت معنی کے لحاظ سے یہ اصطلاح زیادہ مناسب ہے۔ ان مباحث کا حاصل صرف اتنا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود کا مسئلہ ایک طالی کیفیت سے متعلق ہے جس کی حقیقت اہل حال ہی سمجھ سکتے ہیں۔ علمی و کلامی حیثیت سے اس میں زیادہ غور و خوض اور حکم چارپی کرنا سخت محل خطرہ و خلاف مسئلہ سلف صاحبین ہے۔ (سونگ طیبمانی)

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نظریہ وحدت الوجود سے اختلاف کا معاملہ ہے تو یہ بات غور طلب ہے کہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے دفتر اول و دوم کے مکتوبات میں وحدت الوجود کا انکار نظر آتا ہے لیکن دفتر سوم کے مکتوبات نمبر ۵۸، ۲۴، ۲۲، ۱۷، ۲۸، ۸۰، ۹۷، ۱۰۰، ۹۶، ۸۹، ۸۰، ۹۴ اور غیرہ میں وحدت الوجود اور ابن عربیؒ کے بارے میں ان کا روایہ مصالحات بلکہ مرابعان نظر آتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے کام کو آگے بڑھانے والا اور اس کی تحسین کرنے والا سمجھتے تھے۔ وحدت الوجود کے متعلق جوان کے اور ابن عربیؒ کے درمیان سب سے بڑی وجہ اختلاف سمجھی جاتی ہے انہوں نے واضح طور پر کہا کہ بشر طبعوؤہ اس کے حسن کے قائل ہیں۔ ان کی توحید گردی، شیخ کی توحید و جودی کی ضد نہیں بلکہ اس سے اگلی منزل ہے۔ (رو بو شر)

وحدث الوجود سے اختلاف کی اصل وجہ

اگر وحدت الشہود اور وحدت الوجود میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے اور یہ محض لفظی زراع ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضرت مجددؒ کو حقہ میں صوفیا کے راجح نظریے کے متوازنی ایک اور نظریے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ نظریہ وحدت الوجود ایک پاکیزہ ابدی حقیقت ہے اور کامل اولیا و فتحرا آج بھی اس کے اسی طرح قائم اور مشاہدہ ہیں جس طرح اس دور میں تھے۔ تاہم وحدت الشہود حضرت مجددؒ کے دور کی روحاں سے زیادہ اخلاقی اور سماجی ضرورت تھا کیونکہ اس دور میں پیشراوگ حال اور مشاہدہ سے گزرے بغیر وحدت الوجود کے مقام کا دعویٰ کرنے لگے تھے اور اس نظریہ میں اپنے خیالات کی ایسی آمیزش کرنے لگے تھے جو اس کی پاکی و بلندی کو آسودہ کر رہی تھی۔ لہذا وحدت الشہود ایسے عالی گستاخ و وجود یوں کے رویے کا منطقی رویہ تھا جو تمام مذاہب کا ایک قرار دینے لگ گئے تھے بلکہ وحدت الوجود کی ایک فلسفی تشریح یہ پیش کرنے لگے تھے کہ سب انسان اللہ کے مظہر ہیں لہذا مذہب کی قید سے بالاتر ہیں۔ وحدت الوجود، اتحاد، حلول اور تجسم کو ایک ہی کردیا گیا تھا۔ نظریہ وحدت الشہود اسی مخصوص تناظر میں وجود میں آیا۔ ذاکر از کیا باشی رقمطر از ہیں:

۱۔ مشغولِ مجموع توی ۳ حد سے گزر جائے دا لے

بر صغیر کے مخصوص ماحول میں ویدانت اور تصوف، ہندو مت اور اسلام کے درمیان ترکیب و امترانج سے متعلق مختلف علمی، فکری اور احیائی تحریکوں کے پس منظر میں جھاٹک کر دیکھا جائے تو اس فلسفے کے واضح لفظ نمایاں نظر آئیں گے۔ مختلف ہندو مصلحتیں، رامانج، راما بند، بھگت بکیر، گرو نانک اور انتہا پسند و جودی نقطہ نظر کے حامل صوفی اور شیزادہ دار الشکوه اسی تھنوں فلسفہ کا پرچار کرتے ہوئے اسلام اور ہندو مت کے درمیان مخالفت کی وجہ تلاش کرتے نظر آتے ہیں۔ اگرچہ ان کے بیانی افکار میں قدرتے اختلاف پایا جاتا ہے تاہم بہت حد تک ان کے باں تھکری مہماں بھی پائی جاتی ہے جس کے زیر اثر وہ مذاہب کے رسوم و نعمواہ (شریعت) کو مسترد کرتے ہوئے باطنی پاکیزگی اور محبت کو اصل مذہب قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مذہب کی ظاہری صورتوں کے بر عکس اس کی روحاںی قدرتوں کی زیادہ اہمیت ہے اس لیے وہ ہندو مذہب اور اسلام کو ایک ای صداقت کے جدا گانہ مظاہر بتلاتے ہیں۔ پندرہویں اور سیواہیں صدی عیسوی میں ان افکار کو کافی فروغ حاصل ہوں۔ رام اور رجیم کا فرق مٹنے لگا اور صورت حال اس حد تک چکنی گئی کہ انتہا پسند صوفیانہ حلقوں میں مومن و کافر کا امتیاز مٹنے لگا۔ ویدوں کو الہامی کتب کا درج حاصل ہوا۔ مذہب کی ظاہری رسوم نظر انداز ہونے لگیں اور شریعت و طریقت کے راستے جدا ہونے لگے۔ اس فتنہ کو ختم کرنے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا۔

براہم، ہندو ہوگی، سنیاںی اور ویدانتی جس وحدت الوجود کو ثابت کرتے ہیں وہ دراصل وحدت الوجود ہیں بلکہ حلول، اتحاد اور تجسم کا نظریہ ہے جو قرآنی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ صوفی حلول، اتحاد اور تجسم تینوں عقیدوں کو فخر اور الحاد کہتے ہیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ بہت سے تھیم یافتہ حضرات اور نام نہاد توحید پرست بھی وحدت الوجود کو حلول کا مترادف سمجھتے ہیں۔ حلول اور اتحاد کے لیے وہ وجود کا ہونا ضروری ہے لیکن وحدت الوجود میں ایک ہی وجود ہے اور وہ ہے 31 ات باری تعالیٰ۔ حلول و اتحاد کا یہ گمراہ کن نظریہ وحدت الوجود کی صورت میں غالی وحدت الوجود یوں نے ہندوؤں کے ساتھ مل کر اتنا عام کر دیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو وحدت الشہود کا نظریہ پیش کرنا پڑا۔

اکبری و دورالحدادیں جاہل صوفی اور علامے وحدت الوجود کی غلط تعبیرات سے مسلمانوں میں خلاط فہمیاں پھیلائیں تھیں اور تعالیٰ اللہ کے مقام تک رسائی کے بغیر ہی ہر انسان کے خدا ہونے کی باتیں عام تھیں یعنی میں بھی خدا تو بھی خدا۔ اور بعض لوگ حلول اور اتحاد کو وحدت الوجود ثابت کرنے پر تسلی ہوئے تھے تو عام لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے حضرت مجدد الف ثانی نے اصطلاح وحدت الوجود کو بدلت دیا اور اس کی جگہ وحدت الشہود کی اصطلاح رائج کر دی جس کا مقصود وہ ہے یعنی وحدت الوجود۔ پھر یہ عقیدہ باطن کے مشاہدہ سے تعلق رکھتا ہے اور ظاہر (شریعت) سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ عوام کے لیے تو شریعت ہی کے اعمال ہیں۔ اس فتنہ کو ختم کرنے کے لیے اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ و آله وسلم اور فریضیں امتیاز کو باقی رکھنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا، یوں ویدانتی یوگیوں اور غالی وجودیوں کا یہ فتنہ اپنی موت آپ مر گیا۔ (مقابلہ اکٹرازی یا ہائی بر صغیر یا اس وہندہ میں مسلم قومیت کا جایہ میں وحدت الشہود کا کردار)

اس تمام بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مجدد وحدت الوجود کے مکرر تھیں بلکہ اس کی غلط تعبیر جو اس زمانہ میں ہو رہی تھی، اس کے

انکاری ہیں اور ان کا ابن عربی سے ظاہراً اختلاف بھی اسی پس منظر میں تصور نہ وہ خود اپنے والد اور مرشد کی طرح وحدت الوجود کے قائل تھے۔ جو لوگ ابن عربی کی مخالفت کے لیے حضرت مجدد الف ثانی کا نام استعمال کرتے ہیں اور وحدت الوجود و شہود کے متعلق ان کے اقوال کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں وہ نظریہ وحدت الوجود کی مخالفت پر قائم رہنے کا شخص ایک بہانہ ڈھونڈتے ہیں۔

حضرت سلطان باضبا اور وحدت الوجود

.....

سلطان العارفین حضرت سلطان باحضور حمت اللہ علیہ کا مسلم ہے وہ اوست (وحدت الوجود) ہے کیونکہ ہمدادوست کا تعلق معرفت ذات سے ہے اور آپ رحمت اللہ علیہ تو معرفت ذات کے لیے پہلے دن ہی طالب کو اسم اللہ ذات عطان کرنے والے کو مرشد کامل ہی تسلیم نہیں کرتے۔ آپ رحمت اللہ علیہ کی تمام کتب بھی اسم اللہ ذات کی شرح ہیں۔ معرفت ذات کا تعلق عالم امر لاموت لامکان سے ہے۔ اس میں اسم اللہ ذات کے ذکر اور تصور سے دیدار حق تعالیٰ میں فنا ہو کر عبودیت سے رو بیت تک پہنچنا اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری ہے۔ معرفت ذات کا طالب عارف دیدار اور صاحب راز ہوتا ہے۔ جبکہ ہم از اوست (وحدت الشہود) کا تعلق معرفت صفات اور عبودیت سے ہے، اس کی ابتداء تین چیزوں اور جو عاتیٰ طلاق ہے اور انہا ملکوت سے جبروت تک طبقات کی طیری رہے اور اس کے حصول کا ذریعہ وہ وظائف چلے، مراتبے اور بدفنی و زبانی ریاضت و مشقت ہے۔ عارف صفات صاحب ریاضت و درجات تو ہو سکتا ہے لیکن صاحب راز نہیں۔ معرفت صفات کی انجام سدرۃ المحتشمی پر اللہ تعالیٰ سے ہم کا ای اور لوح مخنوٹ کا مطالعہ ہے۔ یہ وہی حد ہے جہاں پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا تھا "حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اس سے آئے نہیں جا سکتا، اگر میں ذرا بھی آگے بڑھاتو جل جاؤں گا۔" سدرۃ المحتشمی تک مخلوق کا مقام ہے اور اس سے آگے عالم لاموت میں غرق تو حید ہونا معرفت ذات کا مقام ہے۔ معرفت صفات والا آخرت میں ہی رہتا ہے کیونکہ صفات کثیر ہیں، وہ وحدت میں داخل نہیں ہو سکتا جبکہ معرفت ذات والے کا سفر ہی وحدت سے شروع ہوتا ہے۔

بہت سے محققین اور حضرت سلطان باحضور حمت اللہ علیہ کی کتب کے تراجم کرنے والوں نے آپ رحمت اللہ علیہ کا مسلم وحدت الشہود (ہم از اوست، معرفت صفات)، بیان کیا ہے جو بہت بڑا ہو کر ہے کیونکہ آپ تو ہمیشہ دیوار ذات کی بات کرتے ہیں اور دیوار ذات کے علاوہ تمام طبقات و درجات کو طالب کے لیے راہنما قرار دیتے ہیں۔ کچھ محققین کو جب کچھ بھند آئی تو انہوں نے لکھ دیا کہ آپ دونوں مسلمانوں کے علمبردار ہیں۔ حالانکہ آپ کی کسی ایک کتاب کا مطالعہ کرنے والا پہلے لمحے میں ہی سمجھ جاتا ہے کہ آپ کا مسلم ہمدادوست ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تراجم بھی وہ لوگ کر رہے ہیں جن کو صاحب تصور اسم اللہ ذات مرشد کامل اکمل کی محبت میسر نہیں ہے۔ پھر ان کو ان کتب کی کیا بھجھ آئے؟ آئیں اب ذرا آپ رحمت اللہ علیہ کے مسلم وحدت الوجود، ہمدادوست یا معرفت ذات کے متعلق آپ رحمت اللہ علیہ کی کتب سے استفادہ کرتے ہیں۔

رسالہ روحی شریف آپ رحمت اللہ علیہ کی سب سے اسی تصنیف ہے جو معرفت کا بحر بیکداں ہے۔ اس کے آغاز میں ہی آپ رحمت اللہ



علیہ تسلیات سے بیان فرمائے ہیں:

﴿كُنْتَ هَامِوْيَّةً كَلَّا إِلَاهُوْتَ فَخَفِيَا لَاهُوْتَ فَأَرَدْتَ مَلْكُوتَ أَنْ أَعْرَفَ جَبَرُوتَ فَلَقَقْتَ الْخَلْقَ تَلْسُوتَ ذَاتَ سَرْچَةَ چَشْمَانِ حَقِيقَتِ هَامِوْيَّةٍ﴾

اس عبارت میں حدیث قدیم کنٹ گلزار اخفیہ اف آرڈٹ آن اعراف جبڑوت فلقت الخلق تلسوت ذات سرچہ چشمیان حقيقةت هامویت کا اضافہ فرمایا ہے۔

مرتبہ	ترجمہ و شرح	عبارت
مرتبہ حاکومیت (احدیت) ہے۔	میں تھا حاکومیت (احدیت) میں۔	۱۔ كُنْتَ هَامِوْيَّةً
مرتبہ یادگاری (حدیت) ہے۔	مشل خزانہ یادگاری (حدیت) میں۔	۲۔ كَلَّا إِلَاهُوْتَ
مرتبہ لاموت (واحدیت) ہے۔	خُلُجی تھام مقام لاموت (واحدیت) میں۔	۳۔ فَخَفِيَا لَاهُوْتَ
مرتبہ ملکوت ہے۔	پس میں نے ارادہ کیا عالم ملکوت میں۔	۴۔ فَأَرَدْتَ مَلْكُوتَ
مرتبہ جبروت ہے۔	کہ میں پیچانا جاؤں عالم جبروت میں۔	۵۔ أَنْ أَعْرَفَ جَبَرُوتَ
مرتبہ ناسوت ہے۔	پس میں نے اپنی پیچان کے لیے پیدا کیا مخلوق کو ناسوت میں۔	۶۔ فَلَقَقْتَ الْخَلْقَ تَلْسُوتَ
مجھے عمل پیچانا "انسان کامل" نے جو سرچشمہ ہے میری "حقيقۃ" میں ہے۔	مرتبہ انسان کامل ہے۔	۷۔ ذَاتَ سَرْچَةَ چَشْمَانِ حَقِيقَتِ هَامِوْيَّةٍ

آپ اپنے فارسی دیوان میں فرماتے ہیں:

﴿لِيقِينِ دَامَ دَرِيْسَ عَالِمَ كَه لَامُوجُودِ إِلَاهُوْتَ وَ لَامُوجُودِ فِي الْكُونِيْنِ لَامْصُورِ إِلَاهُوْتَ﴾

ترجمہ: مجھے یقین ہے کہ کائنات میں ٹھو (ذات حق تعالی) کے سوا کوئی موجود نہیں بلکہ دونوں جہانوں میں ٹھو کے سوا کوئی موجود نہیں اور اس کے سوا کوئی متصوّر نہیں۔

آپ ربہ اللہ علیہ کا یہ جملہ تقریباً آپ کی ہر کتاب میں موجود ہے:

﴿بَهْدَ اُوْسَتْ دَرْ مَغْرُوبَ بَهْتَ﴾

ترجمہ: سب وہی ہے خواہ ظاہر ہو یا باطن۔

یعنی آپ گز بخت صوفی اولیا کے نظریہ بہد اوست کی شرح کرتے ہوئے اس میں "در مغرب و بہت" کا اضافہ فرماتے ہیں اور اس نظریہ کو آگے بڑھاتے ہیں۔ یہ عبارت وحدت الوجود کا بیان نہیں تو اور کیا ہے۔ اب رسالہ رحمتی شریف کی دوسری عبارت ملاحظہ فرمائیں:

سچان اللہ از اجسام عن اصر خاکی بہزار مظہر ظہور آثار جمال و جمال قدر تھاے کاملہ آئینہ با صفا ساختہ تماثلے روئے زیبائی فرمایہ، خود پا خود قرار عشق می بازو، خود نظر، خود ناظر و خود منظور، خود عاشق، خود معمشوق، اگر پر دور الاز خود بر اندازی، یہ مدیک ذات و دوئی بہسا از احوال پیشیت۔ (رسالہ دینی ہریف)

ترجمہ: سچان اللہ خاکی اجسام کے روپ میں اپنی قدرت کامل کے جمال و جمال کی نیشنوں کے امبار کے لیے ہزاروں جلوؤں کو آئینہ با صفا بنا کر اپنے حسن کا انوارہ فرم رہا ہے۔ خود اپنے ساتھ عشق کا تکمیل فرم رہا ہے، خود نظر، خود ناظر اور خود ہی منظور ہے، خود عشق، خود عاشق اور خود ہی معمشوق ہے۔ اگر تو اپنے آپ سے پردوہ ہنادے تو سب وہی ایک ذات ہے اور جو کثرت اور دوئی تجھے نظر آتی ہے و محض تحری آنکھ کے بھینٹے پن (آنکھ قلب صاف نہ ہونے) کی وجہ سے ہے۔

سلطان الوهم میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے جان عزیز! حب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ اپنے آپ کو ظاہر کرے اور جہاں پیدا فرمائے تو اس نے چار درجات^۱ میں تنزل فرمایا اور ہر درجہ کو نام سے موسوم فرمایا۔ ہر درجہ کو کوئی شکوئی خاصیت عطا فرمائی۔ جیسے جیسے وہ نزول فرماتا گیا اصل سے دوری بڑھتی گئی اور ناسوت کی کثافت میں اضافہ ہوتا گیا۔

پہلا درجہ لا لاموت، دوسرا درجہ جبروت، تیسرا درجہ ملکوت اور چوتھا درجہ ناسوت کہلاتا ہے۔ اس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے م تمام گنت^۲ گئنما اقہفیتا (ترجمہ: میں ایک پچھا ہوا خزانہ تھا) سے بھر جی^۳ میں نزول فرمایا۔ پھر اپنے فیض اقدس سے مطلق احادیث سنت جس کے تعلق اس کا فرمان ہے لغتی عَنِ الْعَلَمِينَ^۴ (ترجمہ: تمام عالموں سے بے نیاز ہے) سے لاموت کے پردوہ میں سے ہوتے ہوئے جرودت کے سحرا میں نزول فرمایا۔ حدیث مبارکہ ہے:

﴿اُولٌ مَا خَلَقَ اللَّهُ تُوَحِّدُ﴾

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو تحقیق کیا۔

یہ نور ذات احمد مرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو سب سے اول ہیں اور یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہترین اول ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ:

﴿عَزِيزٌ دُولَتٌ وَّ بَنْتٌ يَارِ بُودَے مَارا در مَكْنٌ خُودَ قَرَارَ بُودَے مَارا
عَزِيزٌ بَنْتٌ بَدْرَمَانَ بَرِّ مَارِزَوَے در شَهْرَ كَسَانَ چَهَ كَارَ بُودَے مَارا
ترجمہ: اگر قسمت مجھ پر مہربان ہو اور میرا محبوب مجھ اپنے قرب میں جگد عطا فرمادے تو پھر مجھ کسی اور کی ضرورت نہیں کہ وہ ہی میرے ہر درد کا درمان ہے۔

لچونکہ عالم امر کے پہلے درجات لمحی احادیث اور وحدت یکتی کے مراتب ہیں اور ان میں تنزل نہیں بلکہ صرف ظہور اور ہے یعنی نور مطلق سے نور جموی کا ظہور، اس لیے حضرت اُنی سلطان باخلا نے اُنیں درجات تنزل میں شانی نہیں کیا۔ سورہ الحکیم۔ ۶



اگرچہ عالم واحدیت اور عالم احادیث چند خصوصیات کی بنا پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن یہ دونوں مقام معمود اور ذات ہیں جو غلط اصطلاح موجودات ہے، صرف ان کے نام مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مقام جبروت سے عالم ملکوت میں نزول فرمایا اور پھر اپنے فیضِ اقدس سے عالم ملکوت سے عالم ناسوت میں نزول فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہر عالم کا انتظام فرمایا اور ہر ایک کی جگہ متقرر فرمائی۔ آخر کار یہ چاروں عالم ایک ہی وجود ہیں کہ لا صوت درخت ہے، جبروت اس کی شاخیں ہیں، ملکوت اس کے پتے ہیں اور ناسوت اس کا پھل ہے۔ اس پھل میں ایک شیخ ہے، یہ شیخ انسان کامل ہے جس میں یہ سارا درخت موجود ہے۔ یہی یہ چاروں عالم انسان کامل کے اندر موجود ہیں اور کوئی چیز بھی انسان کامل سے باہر نہیں ہے۔ چنانچہ مولا نا فرماتے ہیں ”اے بینا! لا صوت درخت شیخ ہے، جبروت اس کی شاخیں ہیں، ملکوت پتے ہیں اور ناسوت درخت ہے۔“ اسی طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے ان چار عالموں کو اپنی اپنی جگہ قائم رکھتے ہیں اور معتدل فرمایا تاکہ ان چاروں عالموں میں سے کوئی بھی اپنی جگہ اور مقام سے تجاوز نہ کر سکے اور اپنی جگہ قائم رہے۔ پس اس طرح ان چار عالموں نے باہم مل کر (عابری و باطنی) کائنات کی صورت اختیار کر لی۔ عالم صفری انسان کامل سے عبارت ہے، اللہ تعالیٰ نے چاروں عالموں کو تخلیق فرمایا کہ انسان کامل میں سودا یا ہے۔ عالم صفری اور عالم کبھی ایک دوسرے کے نہیں ہیں اور بلا تفاوت ایک ہی طریق پر ہیں۔ (سلطان الامر)

مقام احادیث اور وحدت کو آپ رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں:

بدان کہ چوں تو راحدی از جملہ تباہی وحدت بر مظاہر کثرت ارادہ فرمود، حسن خود را جلوہ صفائی گرم بازاری نمود۔ بر شیع جمال پر وادی کوئین بسو زید و نقاب میکم احمدی پوشیدہ صورت احمدی گرفت۔ (رسالہ وحی شریف)

ترجمہ: جان لے جب تو راحدی نے وحدت کے گوشہ تباہی سے نکل کر کائنات (کثرت) میں ظہور کا ارادہ فرمایا تو اپنے حسن کی جگہ کی گرم بازاری سے (تحام عالموں کو) رونق بخشی۔ اس کے حسن بے مثال اور شیع جمال پر دونوں جہان پر وادی وار جل اٹھے اور میکم احمدی کا نقاب اور ہر کر صورت احمدی اختیار کر لی۔

سلطان الفقر کی شان بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

اگر آنہارا خدا خوانی بجاوا اگر بندہ خدا ادائی روای علیہ محنت علیہ۔ (رسالہ وحی شریف)

ترجمہ: اگر انہیں خدا کہا جائے تو بجا ہے اور اگر بندہ خدا سمجھا جائے تو بھی روای ہے۔ اس راز کو حس نے جانا اُس نے پہچانا۔

مرتبہ انسان کامل کے ہارے میں آپ فرماتے ہیں:

عارف واصل بہر جادیدہ کشايدہ، بیرون یہ ارش نہ جیند۔ (رسالہ وحی شریف)

ترجمہ: عارف و اصل جس طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے سوائے اس (عن تعالیٰ) کے دیدار کے اسے کچھ نظر نہیں آتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب آپ فخر کی اہمیت پہنچتے تو بارگاہ کہرا یا سے حکم ہوا:

و فرمود! تو میں ذات ما اہستی و ما مین تو ہستم، و ر حقیقت حقیقت ماںی و در حضرت یار ماںی و در حضور حضرت سر زیاد ہستی۔ (رسالہ وحی شریف)

ترجمہ: اور فرمایا کہ تو ہماری ذات کی "عین" ہے اور ہم تمہاری "عین" ہیں۔ حقیقت میں تو ہماری "حقیقت" ہے اور معرفت میں تو ہمارا یار ہے اور "خو" میں "یا ہو" کاراز ہے۔

اس مقام پر آپ اپنی حقیقت یوں بیان فرماتے ہیں:

◆ بد ان کے فقیر نور مطلق مؤلف تالیف این کتاب مسطّاب پر دہباء جب جا ب تعالیٰ برائنا خاتہ میں احسن وحدت گشت۔ سبحان اللہ! جسم ایں بندہ را پر دہ ضعیف حاکل خود، خود درمیان ہزارہا اسرار تجیب و لطیف ہائے غریبہ فرمودہ اخونہ طبق و خود متعلق، خود کا تب و خود مکتب، خود وال و خود مدلول، خود عاشق و خود معشوق۔

ترجمہ: جان لے (اے طالب حق) اس کتاب کا مصنف، فقیر نور مطلق تمام حب اور پردوں کو سامنے سے ہٹا کر سراپا وحدت ہو گیا ہے۔ سبحان اللہ! اس فقیر کا جسم ایک ضعیف پردے کی طرح درمیان میں حاکل ہے مگر وہ (ذات باری تعالیٰ) اس کے درمیان تجیب راز اور نکتے ظاہر فرمارہا ہے۔ خود کلام کرنے والا اور خود ہی کلام ہے، خود لکھنے والا اور خود کتاب ہے، خود اپنی دلیل اور خود دلالت کی گیا ہے، خود عاشق اور خود معشوق۔

◆

◆ مصنف تصنیف، مختلف حریم جمال و جمال صاحبیت حق، مجہود و ذات مطلق، عین عنایت از شہود مشہود معبود علی الحق، در مهد ناز "سبحانی ما اعظم شانی" بصدر عزت، تاج معرفت وحدت مطلق بر سر قرداۓ تصنیفہ و توثیکہ، آنت آکاؤ آکا آنت ذر بر الْمُلَقِبِ وَ مِنْ الْمُتَّقِ بِالْحَقِّ۔ بزر اسرار ذات یا ہو، فنا فی خوفیتی با خو عرف اعوان ساکن قرب و جوار قدر و شور (حرستہا اللہ تعالیٰ من الفتن و الجبور)

ترجمہ: اس کتاب کا مصنف جو عاصیت حق کے جمال و جمال کے احاطہ میں مختلف ہے، ذات حق کے دیدار میں مجہود بر حق، ذات مشہود کی عنایت کی آنکھ میں منکور، جو سبحانی ما اعظم شانی کے گوار ناز میں ہے جو عزت کے مقام پر وحدت مطلق کی معرفت کا تاج سر پر رکھے ہوئے اور آنت آکاؤ آکا آنت (تو میں ہے اور میں نہ ہے) کے تصفی اور ترکیب کی چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ حق کی طرف سے اسے یہ لقب ملا ہے کہ وہ حق کے ساتھ ہے۔ ذات خوا راز، خو میں فنا فقیر با خوا معروف اعوان، جو قلعہ شور (اللہ اسے قلعوں اور نیتوں سے محظیا رکھے) کے قرب و جوار میں رہا۔ (رسالہ وی شریف)

اس بیت میں سلطان العارفین حضرت غنی سلطان بالخطو ناسوت سے احادیث کی طرف عروج کو بیان فرماتے ہیں:

◆ چار بودم س شدم آکونو دویم و ز دوئی گندشم و کیتا شدم

لتریج: "میری ذات پاک ہے اور میری شان بہت بلند ہے۔" ع ترجمہ: "تو میں ہے اور میں تو ہے۔" یا یہ حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا فتحی آنت آکاؤ آکا آنت (اے محمد ﷺ) تو میں ہے اور میں نہ ہے۔) باطن میں طالب مولیٰ کا یہ مقام نافی اللہ تعالیٰ کا وہ مقام ہے جو اس میں اور تو کا فرق مت چاہتا ہے۔ بیان پر طالب مولیٰ کا بولنا اللہ کا بولنا ہوتا ہے، اس کا سنتا اللہ کا سنتا، اس کا یکنا اللہ کا، یکن، اس کا چلتا اللہ کا چلتا اور اس کا چکڑا اللہ کا چکڑا ہوتا ہے۔ یعنی مقام ہم اوست اور مفرود پا ست۔

ترجمہ: پہلے میں چار تھا، پھر تین ہوا، پھر درہ گیا اور جب دولت سے بھی گزر گیا تو یکتا ہو گیا۔ (میں انقر)

اپنے مقام وحدت اور فتنی ٹھوکے متعلق فرماتے ہیں:

میں نے خود کو دریائے توحید میں غرق کر کے خود کو پایا۔ (میں انقر)

♣ بیکر من از توحید شد توحید در توحید میں ازان توحید مطلق ماسونی دیگر توحید

ترجمہ: میرا جو دو توحید میں غرق ہو کر سارا توحید ہو گیا ہے اور میں اس توحید مطلق کے سوا پہنچنیں دیکھتا۔ (میں انقر)

♣ کرد بالا عرش و کری باشیعت شاہراہ هر مقامش خوش بدیدم بر وحدت از الله

ترجمہ: شریعت کی راہ پر چلتے ہوئے میں عرش اور کرتی سے بھی بلند مقامات پر جا پہنچا اور تمام مقامات کا مشاہدہ کر کے وحدت کے راز کو اپنے معبود سے بلا واسطہ پالیا۔ (میں انقر)

♣ بے سر قیم خدا مشش کبا زانقانم خود بے سلش کبا

ترجمہ: میں بے سر (ق) ہو کر خدا کو دیکھتا ہوں جس کی مثل کوئی نہیں۔ جس مقام پر میرا کوئی وجود ہی باقی نہیں رہا وہاں وصل کی کیا گنجائش ہے۔ (میں انقر)

♣ باخو در میان دو حرف بردار پچ با و الف رفت خو ٹو بھمار

ترجمہ: اگر باخو میں سے دو حرف بُبُ اور الف بکال دیئے جائیں تو باخو باقی رہ جاتا ہے۔ (میں انقر)

اور بخو مقام احادیث ہے۔

♣ دیده را دیدار برده نفس را برده ہوا دل کر دام باغدا شد روح برده مصطفیٰ

ہر چارتی رفت از من عاقبت ما را چہ نام باخو در خو گشده بد نام را دادم سلام

ترجمہ: میری آنکھیں دیدارِ الہی میں گم ہیں، نفس کا بالکل خاتم ہو چکا ہے، دل و اجنبیِ حضوری میں غرق رہتا ہے اور روح بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ چکی ہے۔ جب یہ چاروں بمحض میں نہ رہے تو تباہ میرا جو دو اور تام کہاں باقی رہا؟ باخو تو بخو میں گم ہو کر اپنے نام کو بھلا چکا ہے۔ (نو والدی کاں)

♣ من کر عشم بذات حق قانی طیر سر صفات کے دانی

ترجمہ: میں معرفت صفات کی طیر سر کو کیا جاؤں کہ میں تو ذات حق میں فنا ہو چکا ہوں۔ (نو والدی کاں)

♣ قادری کامل را باخو خطاب باخو در خو گم شو شد بی جا ب

ترجمہ: میں کامل قادری فقیر ہوں اور باخو میرا خطاب ہے۔ باخو تو بخو میں گم ہو کر بے جا ب دیدارِ الہی کرتا ہے۔ (نو والدی کاں)

♣ باخو در خو گم شدہ باخو نماند باخو از خو یافته باخو بخاند

ترجمہ: نہو میں گم ہونے کے بعد باخوبیاتی شربا۔ باخونے یا بخو کا ذکر بخو سے پایا۔ (اور الہی کا ان)

اب ہم سلطان العارفین حضرت علی سلطان ہا ہور حمت اللہ علیہ کی دوسری کتب سے وحدت الوجود کے بارے میں انتساب پیش کر رہے ہیں:

♦ آم الموئین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ مشاہدہ، معرفت اور قرب الہی میں غرق رہتے تھے۔ تو رتوحید اور حضوری سے یا گفت کا یہ علم تھا کہ ایک لمحہ و لمحہ کے لیے بھی حضور ربانی کے مشاہدہ سے خالی نہیں رہتے تھے۔ لامکان میں رہتے اور بے انتہا در و محبت اور عشق توحید کی آگ کے سوز کے باعث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لمحے کے لیے بھی سکون سے نہیں رہتے تھے اور اسم اللہ ذات کے بارگار اس کی پیش کے باعث زبان مبارک سے یہ فرمایا کرتے:

✿ یٰ لٰیتَ رَبِّ الْحُكْمِ لَهُ يَخْلُقُ مَا شَاءَ

ترجمہ: اے محمد کے رب! کاش تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تجلیت ای نہ کیا ہوتا۔ (کیدا توحید کا ان)

♦ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے فخر ارتپا توحید ہیں۔ ان کے دل اور جان (ظاہر و باطن) تو حید میں غرق ہیں۔ نخداد خدا سے جدا۔ جیسے آگ اور چنگاری، جیسے کھانا اور نمک۔ (میں الفقر)

♦ ہر حرف توحید بینی ہر سطر توحید بینی باش دائم در مطابع تا شوی حق القیم

ترجمہ: ہر حرف اور ہر سطر میں توحید کو دیکھا اور ہمیشہ توحید کے مطابع میں مصروف رہیاں رہ کر تجھے حق القیم حاصل ہو جائے۔ (میں الفقر)

♦ ام و جسم یک شدہ بایک وجود آنچہ یوہ هر ز پیش رخ تمود

ترجمہ: حسب اسم (الله) و جسم (ذات) کیجان و یک وجود ہو گئے تو راز پیش ظاہر ہو گیا۔ (میں الفقر)

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں اللہ کے سوراہ حیر کا العدم ہو جاتی ہے، اسی جسم میں اور جسم اسی میں پیوست ہو جاتا ہے۔

♦ چنان کن جسم را در ام پیش کر میگرد و اف در بیم پیش

ترجمہ: اپے جسم کو اسم اللہ ذات میں اس طرح گم کر لے کر جیسے اف اسم اللہ کے اسی میں گم ہوتا ہے۔ (کیدا توحید کا ان)

♦ جب طالب اللہ اس طالب کی ذات و صفات بن جاتی ہیں تو اسم اللہ اس کی جان بن جاتا ہے اور اس کی زندگی ہو کا نشان بن جاتی ہے۔ ہو گی

ذات و صفات اس طالب کی ذات و صفات بن جاتی ہیں۔ (میں الفقر)

♦ سن! جو کوئی مرائب غبودیت سے گزر کر مقام روہیت فدائی اللہ نمک پہنچ جاتا ہے وہ صاحب مشاہدہ بن جاتا ہے اور صاحب مشاہدہ کا

مجاہدہ سے کیا کام؟ (میں الفقر)

♦ ساغر از توحید وحدت نوش گن دینا و عقلي ہر دو را فراموش گن

ترجمہ: توحید پر پہنچ کر وحدت کا جام پی لے اور دنیا و عقلی دلوں کو بھول جا۔ (میں الفقر)

♦ وحدت حق آب عارف آبجو آبجو در آب گم شد آب کو



ترجمہ: وحدت حق سمندر ہے اور عارف ندی کا پانی۔ ندی کا پانی سمندر میں گم ہو کر سمندر ہی کھلاتا ہے۔ (کلیدیات توحید کاؤن)

❖ وحدت اندر وحدت اندر وحدت است ہر چہ بینی غیر وحدت آن بت است
ترجمہ: ادھر وحدت ہی وحدت ہے۔ اگر تجھے وحدت کے سوا کچھ نظر آتا ہے تو وہ تم رے لیے ہت ہے۔ (میں الفقر)

❖ عرش و کرسی در دل است لوح و قلم ہر کہ دل را یافت آزا نیست ثم
ایں مراتب طفل گانی ہر ہوا راو وحدت غرق فی اللہ باخدا
غیر حقوق است وحدت نور حق ایں بود حقوق سیر ہر طبق
تا نگردد غرق وحدت ذات نور عارفانش کی شود اہل از حضور

ترجمہ: عرش و کرسی اور لوح و قلم دل میں (پوشیدہ) ہیں اور جو دل کی اس حقیقت کو پالیتا ہے وہ برم سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ (عرش و کرسی اور لوح و قلم) پنجوں کے مراتب ہیں جو خواہشات نفس سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ راہ وحدت تو غرق فنا فی اللہ ہونے میں ہے۔ وحدت و نور حق غیر مخلوق ہیں جبکہ طبقات حقوق ہیں اور ان کی سر جمکن میں مشغول رکھتی ہے۔ جب تک عارف نور وحدت ذات میں غرق نہ ہو جائے تب تک وہ اہل حضور کیسے ہو سکتا ہے! (کلیدیات توحید کاؤن)

❖ ب بحری غرق فی اللہ شوک باخود خود تھی مانی دی نامہم است آنجا وجود نور خاتانی

ترجمہ: تو دریائے توحید میں یوں غرق فی اللہ ہو جا کر تو خود بھی باقی نہ رہے۔ اے خاتانی! اجہاں وجود نور ہو جاتا ہے وہاں سانس بھی نامہم ہے۔ اس مقام پر طالب جو بھی دیکھتا اور جاتا ہے اسے یاد نہیں رہتا سوائے توحید کے۔ یہ مقام عبودیت سے نکل کر برویت تک پہنچتا ہے۔ (حتم الفقر)

عبودیت سے ربویت تک پہنچنے محض اہم اللہ ذات کے تصور سے ممکن ہے۔

❖ سلامتی ماسوئی اللہ سے فراغت حاصل کر کے وحدانیت کو پالیتے میں ہے۔ (نور البدی کاؤن)

❖ جس مقام پر فنا فی اللہ تھی عارف بالله وحدانیت میں غرق ہوتا ہے وہ قاوارشا و قضا سے بھی ما درا ہے۔ یہ مراتب فنا "ہر اورست در مفرہ پورست" ہیں۔ مراتب ہمہ اورست تک وہی پہنچتا ہے جو مقام وصال و حضور سے گزر کر حمل نور ہو جاتا ہے۔ (نور البدی کاؤن)

❖ ذکر ٹھوکر جے کرتے جب ذا کر کے وجود پر اسم ٹھوکال آکر اسے اپنے قبیلے میں لے لیتا ہے تو اس کے وجود میں ٹھو (ذات حق تعالیٰ) کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ (حکیم الفتن کاؤن)

❖ فقیر عارف باللہ سے کہتے ہیں جو فنا فی اللہ، فنا فی الرسول، فنا فی فخر اور فنا فی خلو ہو۔ (میں الفقر)

❖ اے جان عزیز! طالب کوچاہیے کہ اپنی صفات سے فانی ہو جائے تاکہ اس میں صرف صفات الہیہ باقی رہ جائیں اور خودی کے درخت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے تاکہ وادب الوجود ذات کا اپنی ہستی میں اور اس کی تجلیات کا ہر شے میں مشاہدہ کر سکے۔ پس ہر شے میں وہ موجود ہے جو

وجوہ واحدکی دلیل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

♦ **قُلْ إِنَّمَا الظَّاهِرُ مِنَ الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنُ مِنَ الْبَاطِنِ** (سورة الحج، 3)

ترجمہ: وہی (اللہ) اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے۔

اے عزیز! طالب کو چاہیے کہ فنا کی کثی میں سوار ہو کر مر نے سے قبل مر جائے اور دریائے حیات میں پیر کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

♦ **شَهَدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** (سورة آل عمران، 18)

ترجمہ: اللہ شاہد ہے کہ یہیک اس کے سوا کوئی موجود نہیں۔

اس علم کا اصول یہ ہے کہ جب جو کافی انتہا ہوتا ہے تو جو کے سواتر م موجودات کی کثی ہو جاتی ہے اور تصور میں بھی جو کے کچھ نہیں رہتا۔

ربوبیت کا مفہوم یہی ہے کہ صرف وہی ذات و جوہ میں موجود ہے۔ اس محبت کا نتیجہ یہ نہ کہ طالب کے جسم اور روح میں اور وحدتیت جلوہ گر ہو جاتے ہیں اور اس کا سزا سار ربویت کے لائق بن جاتا ہے۔ (ای کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا)

♦ **الإِنْسَانُ يُرِيدُ وَآكَايِرِدَة** (حدیث قدی)

ترجمہ: انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں۔

طالب اخلاص کا تاج اپنے سر پر رکھتا ہے اور کمر پر حضوری کا گرد بند باندھتا ہے پھر عبودیت کی سواری پر سوار ہو کر لگام باتھ میں تحاضے، میدان میں گھوڑے کو ایسی ایڑھ لگاتا ہے کہ مقامِ احمدیت پر پہنچ جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

♦ **قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ** (سورة العنكبوت، 1)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمادیجھے کہ اللہ واحد ہے۔

اے عزیز! طالب کو چاہیے کہ اپنے قلب کی آب توحید سے پروش کرے اور اپنی روح کو انوار حق سے منور کرے، خالق کائنات کی تجلیات میں اس طرح غوطہ لگائے کہ **الإِنْسَانُ يُرِيدُ وَآكَايِرِدَة** کا مرتبہ پالے۔ روح کو جان کہتے ہیں اور جان میں سر جاتا ہے۔ اسی سڑکی بدولت یہ

مقامِ محبوب بلکہ میں محبوب ہے۔ حق تعالیٰ کو تین طرح سے یاد کیا جا سکتا ہے اول زبان سے یاد کرنا، دو مول سے اور سوم سڑ سے۔ حدیث قدی

ہے:

♦ **إِنَّ فِي جَسَدِ إِبْرَاهِيمَ أَدَمَ مُضْعَفَةً فِي الْمُطَعَّنَةِ تُؤْرُ وَفِي النُّورِ يُرَوُّ وَفِي السَّيْرِ أَكَا**

ترجمہ: یہیک ابن آدم کے وجود میں ایک گوشٹ کا لمحرا ہے، اس لمحزے میں نور ہے، نور میں سر ہے اور سر میں انا ہے۔

اے عزیز! طالب کو چاہیے کہ شیر اشیت یعنی دولی کو مار کر تباہ کر دے اور اسے جلا کر جز سے نکال پھینکنے کہ شیر اشیت یعنی وحدت آباد ہو۔ کیونکہ شیر اشیت کو نفسانی شہر اور شیر اشیت کو رو حانی شہر کہتے ہیں۔ پس طالب کو چاہیے کہ شیر رو حانی کا قتل بخوبی کرا سے آباد کرے تاکہ نفس و شیطان سے نجات پالے، ترکیہ نفس حاصل کر کے دولی کی نجاست کو قلب اور وجود سے ختم کر دے اور پھر یکتا کی الہیں کرائیں کہ آتش محبت کا لبادہ اور

لےتا کہ محبوب کے اسرار کا محروم ہو جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الْأَنْسَانُ يَرْجِعُ إِلَى أَبْرَارٍ﴾ (عبد شفیع)

ترجمہ: انسان میراڑا ہے اور میں اس کا راڑا ہوں۔

اور شراب بھت لی کر جیش مشاہدہ حق تعالیٰ میں مست رہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِنَّمَا تُولَّ أَفْشَادَهُ وَجْهَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلَيْهِمْ﴾ (آل عمران: ۱۱۵)

ترجمہ: پھر تم چدھڑنے کرو گے ادھر ہی اللہ کا چیڑا پاؤ گے۔ پیشک اللہ بڑی دععت والا سب کچھ جانتے والا ہے۔

امیر المؤمنین امام الحسن حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ نے فرمایا:

﴿مَا زَكَرْتُ شَيْئًا إِلَّا وَرَأَيْتَ اللَّهَ فِيهِ وَمَا رَأَيْتَ شَيْئًا إِلَّا اللَّهَ تَعَالَى وَلَيْسَ فِي الدَّارَشِينَ غَيْرُ اللَّهِ تَعَالَى﴾

ترجمہ: میں جس بھی شے کو دیکھتا ہوں اس میں اللہ ہی دیکھائی دیتا ہے بلکہ میں نے ہر شے میں اللہ کے سوا کچھ نہیں دیکھا کیونکہ دونوں جہاں میں اللہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ (تہذیب الرحمن)

✿ اے عزیز! طالب کو جانا چاہیے کہ جو وجود اصلی ہو وہ ہرگز محدود نہیں ہوتا۔

﴿أَلَوْجُودُ مَوْجُودٌ ذَا إِيمَانًا لَاقَنَا اللَّهُ أَيْمَانًا الْمَغْدُومُ ذَا إِيمَانًا لَا يَقْنَا اللَّهُ﴾

ترجمہ: وجود بھیش سے ہے اس کے لیے قائمیں اور وہ بھیش رہے گا۔ محدود بھیش محدود رہے گا اس کے لیے بقا نہیں ہے۔ (تہذیب الرحمن)

✿ روایت ہے کہ ایک روز ایک مرید نے اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ خلاصہ اپنی قدرت سے، جیسا کہ وہ ہے، باقی رہنے والا اثر رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی چیز کا اثر نہیں اور نہی کسی شے کو اس تک رسائی ہے اور موجودات، عالم کا وجود جو پرانی اور نئی سے بناءا ہے، خلاصہ کے بغیر جنمیں نہیں کر سکتا۔ پس جہاں اور جہاں والوں کی تخلیق کی حقیقت کو کیسے سمجھا جا سکتا ہے؟ مرشد نے جواب دیا کہ جس چیز سے اس کی ابتداء انجام ممکن ہے وہ حقیقت اس کا وجود ہی نہیں اور اس پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر تو پوچھئے کہ عالم میں جو جنمیں و حرکت ہے وہ کیا ہے؟ تو جان لے کر یہ عالم صورت مہوم ہے جو در حقیقت عدم کو وجود کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آئندہ میں جو صورت نظر آری ہوتی ہے وہ در حقیقت آئندہ میں موجود نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس عالم کو وجود کا درجہ دینا محض انسان کی کم عقلی کے باعث ہے۔ جس طرح جب سونے سے کوئی چیز ہائی جاتی ہے تو بعد میں کوئی بھی اسے سونے کا نام نہیں دیتا۔ اسی طرح خلاصہ نے اختلاط و امتحان سے خود کو وجود میں یوں چھایا ہے کہ لوگوں کی نظر خلاصہ پر بالکل نہیں رہی اور وہ ظاہری وجود کے سوا کچھ نہیں دیکھتے۔ بلاشبہ زندگی و موت کی امید راستہ ہائیستی ہے اور (مودوم) صورت عالم وجود کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ لیکن جب خلاصہ باطن میں ظاہر ہوتا ہے تو نہ وجود ہتا ہے نہ حواس، نہ جہاں اور نہ ہی آدم جس طرح کلری سے آگ پیدا ہوتی ہے لیکن وہ اسی کلری کو راکھ کر دیتی ہے۔ پس سمجھ جا۔ (تہذیب الرحمن)

✿ فقر بر از راز وحدت حق نظر فقر خاص الناس از حق باخبر

ترجمہ: فقر و حدت حق کا راز ہے، فقر کی نظر بیشہ حق پر رہتی ہے۔ خاص الحال فقر وہ ہے جو ذات حق سے باخبر ہو۔ (مک الفرقان)

♣ پاختہ برخیز از خود شو بدا تا ترا حاصل شو وحدت خدا

ترجمہ: اے ہاتھو! انہو اپنی آستی سے جدا ہو جاتا کہ تجھے استغراق وحدت نصیب ہو۔

آپ بخوبی ایمیں فرماتے ہیں:

عقل فکر دی جا ند کالی، جتنے وحدت ہر بھانی خو
ناں اوتحے ملاؤ پنڈت جوئی، ناں اوتحے علم قرآنی خو
جد آحمد آحد وکھالی وئی، ناں گھل ہوئے فانی خو
علم تمام کینونے حاصل پاختہ، کتاباں سبھ پ آسمانی خو

مقام وحدت اللہ پاک کا ایک راز ہے، وہاں عقل و فکر کی کنجائیں نہیں ہے کیونکہ اس مقام تک رسائی ہی عقل و فکر کی حدود سے گزر کر حاصل ہوتی ہے۔ راوی فخری میں یہ سب سے اعلیٰ مقام ہے اس لیے اس منزل تک رسائی کے بعد کسی دوسرا مسئلہ ورثوم راہ (ذکر اذکار، حلاوۃ قرآن، حلماں کی) کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں پر جب ہم نے احمد کو یہم کا گھونگھٹ اور جسے الحمد کی صورت میں دیکھا تو احمد کی ذات میں فنا ہو گئے اور توحید و رسالت کی حقیقت کو پایا۔ آخری صدر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام آسمانی کتب اللہ پاک تک پہنچنے کا راستہ ہیں اور جب 'احمد' تک رسائی ہو گئی تو پھر ان کتابوں کو پڑھنے کی ضرورت ہے؟

زابد زہد کریدے تھکے، روزے نفل نمازاں خو
عاشق غرق ہوئے ووچ وحدت، الکہ نال محبت رازماں خو
نکھنی قید شہد ووچ ہوئی، کیا اؤسی نال شہبازاں خو
ہبھاں مجلس نال نبی دے پاختہ، سوئی صاحب راز نیازماں خو

زابد زہد و ریاضت اور عبادت کر کے تھک گئے مگر پھر بھی جاپ میں ہی رہے اور وصالِ الہی نہ پائے مگر عاشق اپنے عاشق سے اللہ پاک کے راز دان بن گئے اور اس کی ذات میں فنا ہو گئے اور تو حید میں غرق ہو کر خود بھی توحید ہو گئے۔ یہ طالبان دنیا جو دنیا وی خواہشات، بیش و عشرت اور حرس و ہوابیں جتنا ہیں اور طالبان عقلي جو بہشت، حور و قصور اور ثواب کے لائق میں عبادت و ریاضت میں مصروف ہیں وہ ان عاشق لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ خوش نصیب ہیں وہ صاحب راز جن کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ و آله و سلم کی حضوری نصیب ہوتی ہے۔

احمد چد وئی وکھالی، از خود ہویا فانی خو
قرب وصال مقام نہ منزل، ناں اوتحے جسم نہ جانی خو

نہ اوئے عشقِ محبت کاں۔ نہ اوئے کون مکانی خو
محبوں میں تجویے باخنوں سر وحدتِ بجانی خو
مقامِ احادیث (حاجیات) میں جب اللہ تعالیٰ نے جگلی ذات وار و فرمائی تو وہی ختم ہو گئی اور میں ذات میں فنا ہو کر فانی اور توحید میں فنا ہو کر ہم تن
توحید ہو گیا یعنی فانی ہو ہو گیا۔ یہاں پر قرب و وصال، مقام و منزل، عشق و محبت، جسم و روح اور کون و مکان کا تصور ختم ہو جاتا ہے۔ آپ رحمتِ اللہ علیٰ فرماتے ہیں کہ اس حال میں ہم وحدتِ بجانی کا میں اور اس کا سر ہو گے۔

دل دریا سمندروں ڈو ٹکھے، کون دیاں دیاں جانے خو
وپے بیڑے وپے بھیڑے، وپے ونچھے موبانے خو
چوداں طبق ہلے دے اندر، شنبو وانگن تانے خو
جو دل دا حرم ہو وے باخنوں سوئی رب پچھاتے خو

دل تو دریا اور سمندروں سے بھی زیادہ گہرا ہے کیونکہ چودہ طبق، تمام کائنات اور تمام عوالم (عالمِ حاجیات، عالمِ یا صوت، عالمِ لاموت، عالمِ جرودت، عالمِ علکوت اور عالمِ ناسوت) دل کے اندر سائے ہوئے ہیں اور انسانی قلب ہی اللہ کا گھر ہے۔ لیکن یہ بات بھی ملے شدہ ہے کہ ان تمام حقیقتوں کی پیچان کوئی مرشد کامل ہی کر سکتا ہے اور جو مرشد کے دل کا حرم ہوتا ہے وہی اللہ تعالیٰ کو پیچان سکتا اور ای حقیقی تک پہنچ سکتا ہے۔

مُؤْمِنًا ولی موت نہ ملی، بھیں وق عشقِ حیاتی خو
موت وصالِ حصیسی کہ، جدوں اسم پڑھیسی ذاتی خو
میں دے وچوں میں جو تجویے، دُور ہوے قرباتی خو
خو دا ذکر بیش سریندا باخنوں، یہاں علکھے نہ راتی خو

مُؤْمِنًا قبلَ آنِ تَمَوُّنًا سے مرا اظہری طور پر مر جانا نہیں ہے بلکہ جب مرشد طالب کے اندر عشق کا چار غروشن کرتا ہے تو طالب اپنی زندگی،
جان، مال و متعال، اولاد جی کی اپنی بر حیثیتِ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنی مشا، مرضی، ارادہ اور زندگی کو مرشد کی رضا کے حوالے کر دیتا ہے۔
یہ مقامِ اسمِ اللہ ذات کے تصور اور سلطانِ الاذکار ہو کے ذکر سے حاصل ہوتا ہے۔ اس بیت میں حضرتِ ہنگی سلطان باخور حمدتِ اللہ علیٰ فرماتے
ہیں کہ تجھے اس وقت تک معرفتِ حق تعالیٰ حاصل نہیں ہو سکتی جب تک تجھے عشق ذاتِ حاصل نہ ہو اور تیرے و جوہ کی رگ رگ میں اسمِ اللہ
ذاتِ جاری نہ ہو جائے۔ جب ایسا ہو جاتا ہے تو طالبِ اسمِ اللہ ذات میں فنا ہو کر میں تجلیات ذات بن جاتا ہے۔ یہ مقامِ ذکرِ ہو سے حاصل
ہوتا ہے اور ہو کا ذکر ایسا ہے جو عاشقِ حقیقی کو دن رات بے چین رکھتا ہے اور اس کی یہ بے چین اور بے سکونی محبوبِ حقیقی کے لیے ہوتی ہے۔

و نجی سرتے فرض ہے مینوں، قولِ قالُوا بَلِي دا کر کے ٹھ
لوک جانے منتظر ہو یاں، وق عشق وحدت دے ور کے ٹھ



شوہ دیاں ماراں شوہ و نجی لیماں، عشق و اغذیہ و حضر کے ہو

جیوندیاں شوہ کے نہ پایا باخنو، مجس لدھا تمیں مر کے ہو

روز استقالہ اپنی کا جواہر کیا ہے اس پر ثابت قدم رہنا بھرپور فرض ہے۔ اس لیے میں وحدت کے دریا میں داخل ہو کر اپنا ازلی عبد بجا رہا ہوں اور مجھے اس حالت میں دیکھ کر لوگ غرمند ہو رہے ہیں۔ میں نے دریائے وحدت میں تیرنے کے لیے عشق کو بنیاد اور اپنے مکن و تن کا حصہ بنایا ہے اور مجھے یقین ہے عشق مجھے دریائے وحدت کی امتحانک لے جائے گا۔ زندگی میں وصال حق تعالیٰ حاصل نہیں ہوتا، اگر کسی نے پایا بھی ہے تو اپنا سب کچھ لانا کر، اپنے آپ کو فنا کر کے پایا ہے۔

ان تمام خواہ جات کے مطابع کے بعد بالکل تین رہنمائی چاہیے کہ حضرت حقی سلطان با محروم حست اللہ علیہ کا مسلک وحدت الوجود (حمد و حمد) ہے نہ کہ وحدت الشہود۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو سمجھنے والا بھی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وحدت الشہود بیان نہیں کر سکتا بلکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا راہ سلوک تو شروع ہی دیدار حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری سے ہوتا ہے۔

باب 12

الہام

اہم وہ بات ہے جو غیر سے بطور فیض دل میں الٹا کی جاتی ہے۔ ایک بار امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے الہام کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ”یہ غائبی چراخ کا نور ہے جو صاف، پاکیزہ اور (غیر اللہ سے) خالی دل کو حاصل ہوتا ہے لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ دل نشانی خوابشات اور دنیاوی آلاتشوں سے پاک ہو، گناہوں کے زنگ سے آلوہت ہو بلکہ اللہ کے نور سے منور ہو۔“

الہام سے حاصل ہونے والے علم کو صوفی کرام علم الدین کہتے ہیں اور یہ علم حض اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے بغیر کسی واسطے کے حاصل ہوتا ہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم نے فیض الہی اور الہام الہی کے ذریعہ علم حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت بازیزید بطاطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”تم لوگوں نے اپنا علم مردے سے مردے نے سیکھا جبکہ ہم نے اپنا علم اس ذات سے حاصل کیا ہے جو خُنی لائی ہوت ہے۔“ (التوحات کی جملہ اول۔ مقدمہ)

⊗ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو اہم ہوتا ہے۔ تم سے چہل قوموں میں بعض لوگ ایسے تھے جن کو الہام کیا جاتا تھا، اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے۔“ (بخاری 2604، مسلم)

⊗ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ مدینہ کے کچھ لوگوں سے ملاقات کی جن میں اشتہرجی بھی تھا۔ آپ نے جب اسے خود سے دیکھا تو فرمایا ”الله تعالیٰ اسے ہلاک کرے کہ یا ایک دن مسلمانوں کو مصیبت میں جتنا کرے گا۔“ وہی ہوا جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ (حنائق من الصوف)

⊗ حضرت حسن باصری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کوئی جھوٹ بولتا تو آپ فوراً پچان جاتے۔ (حنائق من الصوف)

حضرت چنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد بغداد میں وعظ فرمادے تھے۔ ایک نصرانی تو جوان مسلمان کا بھیں بدلت کر پوچھنے لگا کہ حدیث پاک "مُؤْمِنٌ كَيْفَ يَرَى" کیا ہے؟ کہا جیسے ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی دیر کے لیے سر جھکایا پھر ارشاد فرمایا۔ "اے نوجوان! مسلمان ہو جاؤ، تمہارے مسلمان ہونے کا وقت آگیا۔" پس وہ لاکا مسلمان ہو گیا۔

اس کے علاوہ صوفی کرام کے الہام کے واقعات سے تاریخ بھری پڑی ہے، طوالت کے پیش نظر انہیں تحریر ہنس کیا جا رہا۔

الہام کی چار قسمیں ہیں:

- (۱) الہام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔
- (۲) آکیا ہام جو فرشتوں کی طرف سے ہوتا ہے۔
- (۳) الہام جو نبیا اور اولیا کی طرف سے ہوتا ہے۔
- (۴) الہام جو جنت اور شیاطین کی طرف سے ہوتا ہے۔

کامل الہام وہ ہوتا ہے جو اسم اللہ ذات کے ذکر اور تصور یا تصویر اسم خدا سے آئندہ دل صاف ہونے سے حاصل ہوتا ہے۔ جو دل تصور اسم اللہ ذات یا تصویر اسم خدا سے بیدار ہی نہ ہوا ہو اور ضلالت، گمراہی اور خواہشات نفسانی سے آلوہ ہو اس کا الہام باطل اور گمراہ کرنے والا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام

﴿وَإِذَا أَنْتَ رَأَيْتَهُ﴾

قرآن پاک میں حضرت مریم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ جب آپ نے موسم سرماں میں کھجور کے درخت کے نیچے پناہی تو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی واسطہ کے آپ کو الہام کیا:

♦ **وَهُنَّاَنِي بِحَدْدِ النَّعْلَةِ تُسْقِطُ عَلَيْكَ رُظْنًا جَنِيَّاً فَكُلْنَ وَاثْرَبِي وَقِرْبَيْ عَنِيَّاً** (سورہ مریم: 26-25)

ترجمہ: اور ہناء اپنی طرف کھجور کے تھے کہ، گرنے لگیں گی تم پر کی ہوئی کھجوریں، کھاؤ اور (خندیاں) پواؤ اور آنکھیں خندی کرو۔

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہ السلام سے یہ خطاب آپ علیہ السلام کے دل میں القا اور الہام سے کیا جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں ارشاد ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی اُش کے وقت فرعون کے سپاہیوں کے ذرے سے آپ علیہ السلام کی والدہ انتباہی پر بیان اور کرب کی حالت میں تھیں تو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی واسطہ کے آپ علیہ السلام کو الہام فرمایا:

♦ **وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنَّهُ مُؤْسِي أَنَّ أَرْضَ عَيْنِيَّةَ فَإِذَا حَفَّتِ عَلَيْهِ فَالْقِيَمَةُ فِي الْيَمَّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَخْرُنِي** ﴿إِنَّا رَأَيْنَاهُ إِلَيْكَ وَجَاءَ لَهُ مِنَ الْمُزَّسِلِينَ﴾ (سورہ عص، ۷)

ترجمہ: اور ہم نے الہام کیا موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کی طرف کرائے (بے خطر) اور وہ پلاتی رہیں پھر جب اس کے متعلق تمہیں اندیشہ لاحق ہوتا ہے۔

ذال دین اسے دریا میں اور شہر اس اس ہونا اور نہ غمگین ہونا، ہم لوٹا دیں گے اسے تیری طرف اور ہم بنا نے والے ہیں اسے رسوائیں میں سے۔ اس آیت میں اُو خینیاً یعنی ہم نے وحی کی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ علامہ آلوی اس آیت کریمہ کی تفسیر کے تحت فرماتے ہیں کہ جمیل مفسرین کے نزدیک یہاں وحی کرنے سے الہام کرنا مراد ہے۔

ملائکہ کی طرف سے الہام

۶۰۷۰۳

فرشتہ انسان سے بڑا سطہ ہم کلام ہوتا ہے جس طرح کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "فرشتہ کے ذریعہ دل میں جو خیال ڈالا جاتا ہے وہ بھلائی اور خیر کا وعدہ اور حق کی تصدیق کا ذریعہ ہوتا ہے پس جس کو یہ حاصل ہوا ہے یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسے اللہ کی حمد و شکر کرنی چاہیے۔" (ترمذی)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر 42 "اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تعالیٰ نے جن لیا ہے اور خوب پاک کر دیا ہے تھیں اور پسند کیا ہے تھیں سارے جہاں کی عورتوں سے" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ مریم علیہ السلام نبی نبی تھیں تھیں کیونکہ بہوت درست مددوں کے لیے خاص ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ وہ نبی تھیں تو جراحتیل علیہ السلام کا آپ کی طرف آنا آپ کی کرامت تھی۔ حضرت جبراہیل علیہ السلام نے ان سے بالشاف لکھکوئی اور یہ صرف ان کے ساتھ ہی خاص تھیں ہے بلکہ ان کے علاوہ بھی اللہ کے بہت سے نیک بندے ہیں جن کے ساتھ ملائکہ ہم کلام ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر، جلد 2)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ متنہاج العابدین میں الہام کے متعلق فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کے ساتھ ایک فرشتہ مصلحت کر دیا ہے جو اسے خیر اور بھلائی کی دعوت دیتا ہے۔ اس فرشتے کو ہم اور اس کی دعوت خیروالہماں کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے مقابلے میں شیطان اپنے ایک شیطان چیلے کو مسلط کر دیتا ہے جو بندے کو شر اور برائی کی طرف راغب کرتا ہے۔ اس شیطان کو وساوس اور اس کی دعوت کو وساوس کہا جاتا ہے۔ اکثر علماء کرام کے قول کے مطابق ہم بہیش انسان کو بھلائی اور وساوس بہیش برائی کی دعوت دیتا ہے جبکہ ہمارے شیخ علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ بسا اوقات شیطان بھی انسان کو بھلائی کی دعوت دیتا ہے لیکن مقصد برائی اور نقصان ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی اعلیٰ درجے کی نیکی سے روک کر اونٹی نیکی کی طرف متوجہ کر دیا یا کسی نیکی کی دعوت دی تاکہ اس کے ذریعے ایسے گناہ کی طرف لے جائے جو اس نیکی کے مقابلے میں بہت بڑا ہو اور یہ نیکی اس گناہ کا کفارہ نہ بن سکے جس طرح کہ تکبیر و خود پسندی وغیرہ۔

انبیا اور اولیا کی طرف سے الہام

۶۰۷۰۴

انبیا اور اولیا کرام کی ارواح بھی اوسی طریقہ کے مطابق روحانی سفر کی ابتداء میں طالب کی راہنمائی الہام سے کرتی ہیں۔ اس قسم کی مثالوں سے

تصوف کی تاریخ بھری پڑی ہے۔ سب سے قریب ترین مثال اقبال کی ہے جن کی باطنی راہنمائی مولانا ناروں رحمۃ اللہ علیہ کی روح نے فرمائی۔

شیاطین اور جنات کی طرف سے الہام

شیطان نفسانی خواہشات اور دنیاوی غلطتوں سے آلوہ دلوں پر اپنا سلطان اس طرح قائم کر لیتا ہے جس طرح بھی گندے برتوں پر شیخحتی ہے۔ جب شیطان کا سلطانی پر قائم ہو جاتا ہے تو وہ اس کو محبوب حقیقی کے ذکر اور تصور (اَمِ اللہِ ذَاتُهُ) سے دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے ”کیا ٹو نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جس نے نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا ہے“ (سرہ البات ۲۳)۔ ایسے ہی لوگوں کو شیطانی الہام ہوتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

﴿اگر تی آدم کے دلوں پر شیطان نہ ہو تو وہ عالم ملکوت کا مشاہدہ کریں۔﴾ (منہاج الدار)

حضرت علی سلطان با حضور رحمۃ اللہ علیہ الہام کے بارے میں فرماتے ہیں:

الہام کیا ہے؟ اُس کی حقیقت کیا ہے؟ اور الہام کے کہتے ہیں؟ فرمایا گیا ہے:

اللَّهُمَّ إِنَّمَا الْفَقَاءُ لِلْخَيْرِ فِي قُلُوبِ الْغَيْرِ يَلَاكُسُهُ

ترجمہ: بل اکب و ریاضت دل میں القاء خیر کو الہام کہتے ہیں۔

جان لے کر الہام کی کئی قسمیں ہیں مثلاً خدا کی طرف سے الہام، عذیزیوں کی طرف سے الہام، ارواح انبیاء اولیاء کی طرف سے الہام، ذکر فقر اور صفائی دل سے پیدا ہونے والا الہام۔ اسی طرح الہام نفس، الہام روح، الہام سر (بود کر خیر کے ذریعے مقام سر سے ہوتا ہے)، الہام شیطان، الہام ذہنیت جن و دیو اور الہام ملائکہ وغیرہ۔ ہر ایک الہام کو وجود پر اُس کی تاثیر و رغبت سے پہچانا جاسکتا ہے۔ صاحب الہام وحدت الہی خاص کی علامات یہ ہیں کہ نور اللہ کے غلبے سے اُس کے دل میں محبت الہی روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے، دوسرے دو دین میں قوی تر ہوتا جاتا ہے، تیسرا دل خلق (خلوق) میں پھیس لینا چھوڑ دیتا ہے اور چوتھے درا و ترک (ماسوی اللہ ہر جیز کو زک کرنے کی را) اختیار کر لیتا ہے۔ (محف الفقر

(کا)

جان لے کر الہام کی مختلف قسمیں ہیں جن کی توفیق کے مختلف مراد ہیں۔ ہر الہام کی تحقیق کرنا ضروری ہے کہ وہ حق ہے یا باطل۔ بعض الہام دوسری سے آتے والے پیغام ہوتے ہیں اور بعض قرب الہی سے آتے والے حضوری الہام ہوتے ہیں۔ جو الہام اللہ کی طرف سے بنا و اسطوار دھوتے ہیں وہ تصویر اسم اللہ ذات سے آتے ہیں اور غیر مخلوق ہوتے ہیں یعنی ان کی آواز نہیں ہوتی۔ یہ غیر مخلوق اور بے آواز الہام مقدار قلب کے ساتھ چپک جاتا ہے اور بعد ازاں الفاظ کی صورت اختیار کر کے زبان پر آ جاتا ہے۔ پیغام والہام کی تحقیق با توفیق عارف عالم باللہ کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ اسے علم آگاہی مقام بی ممعن اللہ سے حاصل ہوتا ہے جہاں اس کے اور اللہ کے درمیان نہ کوئی فرمتہ مانستا ہے نہ کسی بیغا میر کا پیغام۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

♦ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (سورة الحج، 16)

ترجمہ: اور میں بندے کی شرگ سے زیادہ نزدیک ہوں۔

♦ فَإِذَا كُرُونَتِ الْأَذْكُرُ لَكُمْ (سورة البقرہ، 152)

ترجمہ: ہم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

ہر ایسی حق تعالیٰ میں ذکر اشکن کے دور پر دور اور حفظ حفظ کرنے سے الہام کے ذریعے طالب کو اس کے سوالوں کے جواب ملتے ہیں اور تماست فخریک رسائی حاصل ہو جاتی ہے۔

حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

⊕ إِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ لِلَّهِ

ترجمہ: جب فقر کمل ہوتا ہے پس وہی اللہ ہے۔

الہام فنا فی اللہ بقا اللہ، عاشق و معشوق، محبوب و مرغوب، اہمائی روشن ضمیر کامل فقیر کا مرتبہ ہے۔ (نوراہدی کلاں)

♦ جو الہام انبیاء اولیاء اللہ و شہداء کی جانب سے آتا ہے وہ خوشبو سے معطر اور مخلوق آواز کی صبورت میں ہوتا ہے۔ اس کا نزول دائمیں طرف یا سامنے سے ہوتا ہے، فرشتوں کی جانب سے آنے والا الہام بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔ جو الہام گندگی اور بدبو کے ساتھ بائیں جانب یا پیچے سے آئے، دجنات اور شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔ جس الہام سے وجود میں طمع و حرص پیدا ہو جائے اس کا مرکز دنیا ہوتی ہے۔ ایسا الہام جس سے وجود میں نفسانی خواہشات کی وجہ سے شہوت، بے تحقیق اور بے قراری پیدا ہو جائے وہ نفس کی جانب سے ہوتا ہے۔ الہام جس سے وجود پاک میں فرحت، ترک، وقوف، تحریج و تفریج اور معرفت و توحید پیدا ہو جائے وہ الہام روح مقدسہ کی جانب سے آتا ہے۔ الہام جس سے وجود پاک و مطہر اور قلب نور سے منور ہو جائے وہ الہام قلب کی طرف سے ہوتا ہے۔ جس الہام سے طالب اللہ کے وجود میں انوار روشن ہو جائیں اور وہ دیوار پر ورگار سے مشرف ہو کر صاحب غنایت و بہادت کے مرتبے پر پہنچ جائے، دونوں جہاں اور جو کچھ ان میں ہے، پر تصرف حاصل ہو جائے اور مشرق سے لیکر مغرب تک ہر ملک و ہر ولادت پر حکمرانی نصیب ہو جائے وہ الہام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہوتا ہے۔

سن! صاحب الہام کامل جو بھی کہتا ہے مقام قرب الہی سے کہتا ہے اس لیے اس کا ہر جن لازم اور ہوتا ہے لیکن، قص کی کمی ہر بات لاف زنی اور جھوٹ پر منی ہوتی ہے۔ پس نقص و کامل کا کام کس عمل، عمل اور علم کے ذریعہ پہچانا جاسکتا ہے؟ نقص کا کام تکلید کا نتیجہ ہوتا ہے اس لیے نہیں لذت دیتا ہے اور نہ اس پر اعتقاد قائم ہوتا ہے لیکن کامل کا کلام لذت بخش ہوتا ہے، ہر امتحان و آزمائش پر پورا ارتقا ہے اور اپنے وقت پر عقدہ کشا ثابت ہوتا ہے۔ جہاں سب کچھ عیناں ہو وہاں بیان کی کیا حاجت؟ صاحب عیناں باجمیعت ہوتا ہے اور صاحب بیان ہمیشہ میثاق و پریشان رہتا ہے۔ (نوراہدی کلاں)

جان لے کر علم ایک حرف ہے جس کے معنی ہیں جانا یعنی علم حرف دال کی صدابے۔ جبراکل علیہ السلام نے حق سبحانہ تعالیٰ سے نہایے وال سنی اور اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا۔ وال دلالت کرتا ہے کلام اللہ پر اور کلام اللہ غیر مخلوق ہے، بے صوت و بے آواز۔ نیز وال دلالت کرتا ہے وعدہ وعید پر، شخص الانجیا پر اور امر معروف پر۔ نیز وال دلالت کرتا ہے ہرقال و اعمال اور ہر حال و احوال معرفت پر سزا و جہرا اور لیا و تھرا کہ مراتب انبیاء و اولیاء وصالِ الہی کی مختلف کیفیات ہیں۔ پس علم وال پیغام ہے اللہ کا جبراکل علیہ السلام پر جوانہوں نے پیغمبروں اور رسول انبیا تک پہنچایا اور جو اولیاء اللہ کے لیے الہام ہے۔ الہام چونکم کا ہوتا ہے یعنی آگے پیچے دائیں باعین اور اوپر پیچے سے آواز آتی ہے۔ وہ الہامی آواز جو پشت کی جانب سے آئے وہ شیطانی الہام ہے یا بد خصلت فسادیت کا الہام ہے کہ نفس جان کے اندر کا چور ہے۔ وہ الہامی آواز جو بائیں جانب سے آئے وہ عالم غیب کے جنوں اور دیوبیوں کا الہام ہے۔ جو الہامی آواز دائیں جانب سے آئے وہ مولک فرشتوں یا رواج اولیاء اللہ کا الہام ہے۔ جو الہامی آواز سامنے سے آئے وہ رواج انبیاء و اوصیا و اصحاب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے۔ جو الہامی آواز دونوں کنہ جوں یا سر کی طرف سے آئے وہ دل کا الہام ہے اور وہ الہام جو وہم و خیال یا دلیل کی صورت میں بے صوت و آواز دل میں جا گزیں ہو جائے اس کو کوئی صورت نہیں دی جاسکتی حالانکہ وہ درست کلام ہوتا ہے جس سے دل کو تحقیق نصیب ہوتی ہے اور وہ کلام یاد بھی رہتا ہے، چنانچہ جو کچھ باطن میں معلوم ہوتا ہے وہ ظاہر میں بھی عیاں ہوتا ہے۔ یہ قدرت الہی کا الہام ہے جس میں حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے واردات شبی اور فتوحات لاربی کا علم عطا ہوتا ہے۔ باطن کی اس راہ پر مردہ دل نقش ہر گز نہیں چل سکتے بلکہ معرفت الہی سے محروم یا اہل تجائب لوگ اس راہ باطن سے آگاہ نہیں، یہ لوگ دوسروں کو تو وعظ و نصیحت کرتے ہیں لیکن خود نفس سے مغلوب ہو کر خطرات و نصیحت میں گھرے رہتے ہیں۔ اہل فیض کو اہل نصیحت کی صحبت راس نہیں آتی۔ سلک سلوک فقر کے یہ مراتب بھی ابتدائی درجات ہیں، ان پر غورت کر کہ قرب و وصال کا مقام اس سے بہت آگے ہے جو خاص الاخلاق اور حضور کا مقام ہے۔ جو آدمی ہر روز خود سے جدا ہو کر آگے بڑا تھا ہتھا ہے وہ ہر دم پیشتر سے پیشتر مقام طے کر جاتا ہے ورنہ مقام الہام میں جو آدمی کشف و کرامات پر استغفار کر کے سکون و فقر اور پکر لیتا ہے اور جو عات فتن سے مغلوب ہو جاتا ہے وہ غلط میں تو صاحب عزت و عظمت و حرمت و کرامت مشہور ہو کر خدموم بن جاتا ہے لیکن کشف و کرامات اور استغراق ام اللہ؛ معرفت فنا فی اللہ نور اللہ کے درمیان ایک لاکھ تھیزہزار مراتب ہیں جنہیں دل پر متصرف ہو کر کشف و کرامات اور قید غلط سے لٹک بیٹھے طے نہیں کیا جاسکتا کیونکہ مقامات صحبت و طلب پر مظلوم و معرفت الہی بے پایاں و نامتناہی ہیں۔ اگر کوئی چاہے تو زندگی و موت میں ہزار ہزار مقامات ایک ہی دم طے کر سکتا ہے اور ہر دم کے مشاہدہ سے مقامات و درجات میں ترقی کر کے زندہ جاوید ہو سکتا ہے، مظلوم و محبت کی یہ خاص دلیل ہی رہے جلیل تک پہنچاتی ہے۔ جب تک حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح یہی کی قربانی نہ ہے اور اپنے گھر اور محنت کو آگ میں جلا نہ ہے کلمہ طیب لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُوَ الْمُحْمَدُ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَاتُهُ هُوَ الْحَقُّ ہو تو کوئی برکت سے آگ کفر ارنہیں ہوتی۔ جو آدمی ان صفات سے متصف ہے ہو وہ ایسی محبت و طلب نہ کرے کہ وہ جھوٹا ہے۔ یہ ہیں مراتب خواص۔ (محکم الخلق کوں)

الہام کے یہ مراتب اسم اللہ ذات کے ذکر، تصور اور مشق وجود یہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت گنی سلطان باخور رحمت اللہ علیہ فرماتے

ہیں:

صاحب مشق وجود یہ کو مراتب معموق حاصل ہوتے ہیں اور بعض کو مشق وجود یہ سے نہ خواب کی ضرورت رہتی ہے نہ مراثیت کی۔ قرب الہی اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کی بدولت وہ جب بھی متوجہ ہوتا ہے اسے الہاما جواب باصواب ملتے ہیں اور اس کا ظاہر اور باطن ایک ہو جاتا ہے۔ یہ سب قرب رتبِ جلیل کی بدولت ہے کہ بعض کو لووحِ حکم نوڑ کا مطالعہ حاصل ہو جاتا ہے، بعض کے دل کو دلیل سے آگاہی نصیب ہوتی ہے، بعض حاضرات اسم اللہ ذات سے دونوں جہان کا تمثیل اپنے ناخن کی پشت پر دیکھتے ہیں، بعض پر مقام وحدائیت سے بذریعہ و حکم علم غیر وارد ہوتا ہے اور جملہ مقصود مکشف ہو جاتے ہیں، بعض مقامِ الاختوت لامکان کا مین انوار کرتے ہیں، بعض کو مؤکل پیغامات پہنچاتے ہیں اور وہ تمام شیطانی مراتب سے نجات حاصل کر کے متوفی ہن جاتے ہیں۔ اگر راوی باطن میں اس طرح کے مراتب با مراتب، منصب با منصب، قرب با قرب، حضوری با حضوری، جمعیت با جمعیت، میم با میم، بخشش و فیض کے آثار اور تجلیات و احوال دیدار پر وردگار حاصل نہ ہوتے تو رام باطن کے تمام سالک گمراہ ہو جاتے۔

ابیات:

طلب کن مرشد ز راه بر راه تو کس نند داصل ز خود با گنگو
رہبر من مصطفیٰ مرشد مرا شد مرا تعلیم علم از خدا
ترجمہ: راہِ معرفت پر رہبری کے لیے مرشد کو تلاش کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ کوئی بھی بخش قیل و قال کے ذریعہ از خود و حاصل باللذتیں ہو سکتا۔
یہ سے مرشد درہ بر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مجھے تمام علم پار گا وہ الہی سے حاصل ہوا ہے۔ (اوراہدی گاں)
جب اکہام کا مرجب حاصل ہوتا ہے تو طالب اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ سے جواب باصواب حاصل کرتا ہے۔ حضرت گنی سلطان باخور رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

لَا صَلُوةٌ إِلَّا يُحْضُرُ الْقُلُوبُ

ترجمہ: حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

نماز اللہ تعالیٰ سے کیتا ہے نہ کہ پریشانی اور جدائی۔ یہ فقیر باخوہ بتا ہے کہ ایسے اہل نماز کو مقررہ واقعات نماز کے دوران میں لبیک عبیدیت کی صدائی ہے جبکہ عارف باللہ کو ہر لحظہ، ہر گھنٹی اور ہر وقت لبیک عبیدیت کی صدائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا كُرُونَى آذَنْجُونُهُ (سری ۱۵۲)

ترجمہ: یہیں تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

اگر میں ایک دفعہ اللہ کبوں تو اللہ تعالیٰ جواب اپنیس مرتبہ بذریعہ الہام لئے یہ عیندیشی، لیکن کب عیندیشی کہتا ہے۔ الہام کے ان مراتب تک پہنچنا بھی آسان ہے، مروکو قوم مقام فنا فی اللہ میں غرق تو حید ہونا چاہیے۔ (یعنی انظر)

الہام و پیغام یہ ہے کہ توجہ، وحسم، خیال اور دلیل کے ذریعے رب جلیل سے جواب باصواب حاصل کرے۔ (تو فیں الہامیت)

عارف ناظارہ اہل ناظار کو کسی چیز کی احتیاج نہیں ہوتی۔ وہ اللہ تعالیٰ سے جواب باصواب بطور الہام حاصل کرتا ہے اور اسے قرب انجی کی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ پس اگر بالطفی راہ میں اس قسم کی جمیعت، راہ قرب اور معرفت نہ ہوتی تو اس راستے پر چلنے والے اس کے سب بے جمیعت اور گمراہ ہو جاتے۔ وہ کون ہی راہ ہے جس میں دو جہان کا تراشانظر آتا ہے؟ پس جان کہ وہ اسم اللہ کا تصور ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی تصرف قرب شیطانی کی وجہ سے ہوتا ہے اور تصرف عقیقی مطلق نادانی ہے اور تصرف معرفت مولی جمیعت جاودائی اور غرق فی التوحید اللہ تعالیٰ لا مکانی ہے۔ (تفہیر رد)

اسم اللہ ذات کے تصور سے مٹور ہونے والے قلب کا الہام خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ اگر تو یہ مراتب حاصل کرنا چاہتا ہے تو کسی سروردی قادری مرشد صاحب مسٹر سے اسم اللہ ذات حاصل کر۔

کشف

کشف کے انفوی معنی کھولنا یا ظاہر کرنا کے ہیں۔ یہ اسرار غیب کے کھلنے کا ایک درجہ ہے۔ حدیث پاک میں کشف کی طرف ان الفاظ میں اشارہ دیا گیا ہے:

﴿إِنَّفُوا فِي أَسْأَةِ الْمُؤْمِنِينَ فَإِذَا يَنْظُرُونَ نُورٍ﴾ (ترمذی 3127)

ترجمہ: مؤمن کی فراست سے ذر وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

کشف و نور ہے جو طالبانِ مولیٰ کو راو فقر کے دوران حاصل ہوتا ہے۔ ذکر و تصور اسم اللہ، ذات اور مشق مرقوم و وجود یہ کی کثرت ظاہری جواب کو اٹھادتی ہے اور مادی اسباب کو زائل کر دیتی ہے اس وجہ سے ان کی بصارت بصیرت میں تبدیل ہو جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے اس چیز یا واقعہ کو بھی دیکھ لیتے ہیں جو رسول کو نظر نہیں آتا۔ کشف اصل میں وراثت محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو صحابہ کرام کو اپنے صدق اور اخلاق اور ترکیہ قلب کے باعث حاصل ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام صحابہ کرام خاص طور پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ کی حیات مبارکہ کا مطابعہ کرنے سے کشف سے متعلقہ و اتعات ملتے ہیں۔ ہم یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی قوت کشف کا صرف ایک ایک واقعہ محض سمجھنے کی خاطر درج کر رہے ہیں:

رسول اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کشف عالم حس سے بالاتر ہوتا ہے، اس میں زمان و مکان کی حدود قسم ہو جاتی ہیں اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قریب و بعد

کام شاہدہ برادر تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن رواح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ جنگ موبد کے لیے شام بیجیا اور جب تک حضرت زید بن ثابت کو عطا کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں بیٹھ کر میدان جنگ کے تمام حالات کی خبر صحابہ کرام کو دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ”اب اسلامی علم زید نے پکڑا اور ان کو شہید کر دیا گیا، پھر جب تک کو جعفر نے اپنے ہاتھوں میں انعامیا اور وہ بھی شہید کر دیے گئے۔ اب عبد اللہ بن رواح نے علم تھاما، یہ بھی شہید کر دیے گئے۔ آخر خالد بن ولید نے کسی تھی بہادیت کے بغیر اسلامی علم انعامیا ہے اور ان کے ہاتھ پر فتح حاصل ہو گئی۔“ یہ واقعات بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو روائی تھے۔ (بخاری 3063)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ روایت فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بایا اور ارشاد فرمایا ”میرے بعد میرے اٹل و عیال میں تمہارے سو اکوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے جس کو فتنہ دیکھنا مجھے زیادہ محیوب ہو اور تمہارا لشکر دست ہونا بھی مجھ پر شائق ہے۔ میں نے تمہیں میں وہیں کھجوریں عطا کی تھیں۔ یہ وراثت کا مال ہے اور تمہارے دو بھائی اور دو بھینیں ہیں۔“ میں نے عرض کی کہ میری تو ایک تی بہن اسماہ ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا ”خادم کی بیٹی (یعنی ان کی بیٹی جیب) حاملہ ہے اور میرے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ یہ لڑکی ہے پس اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔“ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد انہم کافر ہم پیدا ہو گئیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ساری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کا سردار ہنا کر دیجتا۔ باپ نبہاوند کا محاصرہ کرتے ہوئے ان کے لشکر پر بخت وقت آگیا اور دشمن کی تعداد بڑھ گئی۔ قریب تھا کہ مسلمان لشکر سے دوچار ہو جاتے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت مدینہ طیبہ میں خطبہ ارشاد فرمادی ہے تھے۔ آپ نے دو رابطہ میں پار بلند آواز سے پکارا:

یاساریہ الجبل

ترجمہ: اے ساریہ اپہاڑ کے دامن میں ہو جاؤ۔

لے یہ اجتناس ناپے کا بیان ہے۔ ایک وقت میں ساتھ (60) ساعت ہوتے ہیں اور ایک ساعت میں 2.175 کلوگرام ہوتے ہیں۔ اس حساب سے ایک وقت میں 130.5 کلوگرام ہوئے۔

جب شکر کی جانب سے قاصد آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے وہاں کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا ”اے امیر المؤمنین! ہم نے دشمن سے مقابلہ کیا تو وہ ہمیں غلست دے دی چکا تھا کہ اچاکہ ہم نے ایک آواز سنی اے ساری یا پہاڑ کے دامن میں ہو جاؤ۔ پس ہم نے اپنی پیٹیہ پہاڑ کی جانب کر لی تو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو غلست دے دی۔“ قاصد نے حضرت عمرؓ سے یہ بھی عرض کی ”یہیک وہ آوازوئے والے آپ ہی تھے۔“

(رواں ابوہبیلی 2655، یامع الدین ابوہبیلی 28657، سلسہ اسناد 3703، مکاہر شریف 5954، تراجم 35788)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب الاصابة فی مرقدۃ الصحاپہ میں اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد اس کی سند کو صحن قرار دیا ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عثمان غنیؓ کے پاس ایک صحابیؓ آئے جن کا راستہ میں ایک عورت سے آمنا سامنا ہو گی تھا اور ان کی نظر اس عورت پر پڑ گئی تھی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا ”تم میں سے بعض لوگ ہمارے پاس آتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔“ اس صحابیؓ نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی وقی نازل ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا ”نہیں، یہ تو مومن کی فرست ہے۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت اصیل فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے اور میدان کربلا سے گزرے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا ”یہ اُن کی سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے، یہ اُن کے خیموں کی جگہ ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں اُن کا خون بھایا جائے گا اور اس میدان میں آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوجوان شہید کیے جائیں گے جن پر زمین و آسمان نوحد کنال ہوں گے۔“ ایک بار حضرت علیؓ نے اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا ”تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت تشریف لا جیں گے اور تم سے مدد طلب کریں گے لیکن تم ان کی مد نہیں کرو گے۔“

صوفیا کرام اور کشف

صوفیا کرام کی قوت کشف کے توبے شمار و اتفاقات کتب میں درج ہیں۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاندانے راشدین کا ایک ایک واقع بھی محض کشف کی حقیقت سمجھانے کے لیے درج کیا ہے کہ کشف کا مرتبہ صحابہؓ کو بھی حاصل تھا اور یہ کوئی بدعت نہیں ہے۔

حضرت گنی سلطان باخور حضرت اللہ علیہ علم کشف کے بارے میں فرماتے ہیں:

جب صاحب الہام اس مرتبے (من عَرِيقَةِ نَفْسَهُ) جس لے اپنے نفس کو پہچان لیا پر پہنچتا ہے تو صاحب مکشوف ہو جاتا ہے۔ کشف بھی چار

فہم کا ہوتا ہے، ایک کشف تکمیلی ہے جس کا اعلق قلب سے ہے اور اس کے لیے دعائیں جاتی ہیں:

اللهم ثبت قلبي على دينك

ترجمہ: اے اللہ! میرے قلب کو ایسے دین پر ثابت قدم رکھو۔

دوسری کشف رو جانی ہے جس کا تعلق غرق و فرق سے ہے یعنی مُؤْلُوْا قبیل آن تَمُوْلُوْا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مقام سے۔ تیر کا لشکر نفسانی ہے جو زادِ القدر وہوا سے تعلق رکھتا ہے یعنی وہ کثرت ریاضت و اناپرستی سے متعلق ہے اور چوتھا کشف شیطانی ہے جو محضیت و طبع اور ترقیِ عز و جاه سے تعلق رکھتا ہے۔ خبردارِ عقل سے کام لے۔ اگر تو آئے تو دروازہ کھلائے، ن آئے تو اللہ بے شیاز سے۔ (حکی المتقین)

شیخ شہاب الدین سہروردی کشف کے متعلق فرماتے ہیں:

اللہ بھی کسی ایک جماعت کو کشف عطا فرماتا ہے، اور جسے یقین کامل کی دولت مل پہنچی ہے انہیں ایسی کسی چیز یعنی کشف وغیرہ کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ تمام چیزیں ایمان و یقین کی تقویت کے لیے ہیں۔ یہ سب کرامات دل میں ذکر کے چاندیزیں ہونے اور ذکر کے جاری ہونے (یعنی قلب کے ذاکر بن جانے) سے کم درجے کی ہیں۔ کبھی بعض حضرات کو ایسے واقعات کا مکاشفہ کرنا کے مرتبہ کشف عطا کردیا جاتا ہے جس کا مقصد تقویت یقین ہے۔ لیکن صاحب یقین کامل (فتنہ کامل) کو ان مکاشفات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مکاشفات کی حکمت میں مریدوں کے لیے تقویت کا سامان موجود ہے اور سماں کوں کے لیے تربیت کا سامان موجود ہے تاکہ ان کے یقین میں اضافہ ہو اور وہ نفس کشی کی طرف مل ہو کر دنیا کی لذتیں چھوڑ دیں، ان کے پر سکون عزم میں مل چل جائے اور اپنا وقت ان کا مول میں گزاریں جن سے اللہ کا قرب حاصل ہو اور انہیں وہ مقام حاصل ہو جائے کہ ان لوگوں کے طبقے کو پسند کرنے لگیں جنہیں یقین کامل سے کشف حاصل ہوا۔ (عونہ ف المریف)

حضرت نبی سلطان با حضرة اللہ علیہ اگرچہ کشف کو رحمت کا درجہ دیتے ہیں لیکن آپ رحمت اللہ علیہ کے زدیک سب سے اعلیٰ مرتبہ معرفت الہی
حاصل کرنا ہے جس کا مقام کشف سے بہت آگے ہے۔ بلکہ آپ کے زدیک تحقیقی کشف ہے جی ممال الہی کا دیدار۔ جیسا کہ آپ فرماتے
ہیں:

کشف اللہ کے جمال کی وید اور جمالِ والجہاں میں مجھوں نے کام میں۔ (مین انقر)

قرب و دیدارِ الٰہی کے علاوہ دیگر کشوف کو آپ استدراج یا گراہ کن قرار دیتے ہیں کیونکہ اگر طالب ان میں محو ہو جائے تو راہ فخر میں آگئے نہیں پہنچ سکتا۔ آٹ فرماتے ہیں:

❖ کشف کی سات قسمیں ہیں: کشف القبور، کشف الحضور، کشف المسرور، کشف فنا فی التوحید نور، کشف استدراجی اور ساقوئیں حکم کشف شیطانی نفسانی چنوبیت ہے۔ اس سے انسان دیوانہ اور مفہوم بوجاتا ہے اور دنیاوی مال و دولت اور شہرت کی خام خیالی دماغ میں جاتی ہے۔ حقیقی کشف قرب الہی اور حضوری جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کشف سے حیرت و عبرت اور دن رات کی سورش عشق پیدا ہوتی ہے اور طالبِ دن رات آہیں بھرتا ہے۔ (امرا تقدیری)

کشف القلوب سے دردوں کے قلب میں موجود خیالات سے آگاہی ہو جاتی ہے۔ عام لوگ اسے مال و دولت اور شہرت کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں اور بعض اس کو استعمال کر کے مرشد، بن جاتے ہیں۔ کشف القبور اور علم دعوت میں بڑا فرق ہے۔ علم دعوت کیا ہے جس سے اولیاء اللہ کی قبور سے روحانی و باطنی رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ کشف القبور کا علم عام قبور سے متعلق ہے جس سے قبر میں موجود مردہ کی حالت یا مقام برزخ میں اس کے حالات معلوم کیے جاتے ہیں۔ صوفیاً کرام فرماتے ہیں کہ قبر کے حالات سے آگاہی کئی اشخاص کو ہو جاتی ہے لیکن یہ خطرناک چیز ہے، جس کو یہ کیفیت حاصل ہو جائے وہ وہ میں میں کئی بار مرتا ہے کیونکہ اسے دردوں کے متعلق برزخ کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور ان کے عذاب و مرا کا پتہ چل جاتا ہے جسے دیکھنا بڑی خونکار اور حوصلے کی بات ہے۔

حضرت قمی سلطان بالخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

♦ وَكُشْفُ دِرَاسِلِ مَحْسُنِ خَامِ خَيَاٰٰ ہے جو مال و دولت اور دنیاوی عزت و مرتبے کی خاطر کیا جاتا ہے۔ حقیقی کشف خاص الناس قرب الہی اور حضوری مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ حیرت و عبرت گواہ ہے کہ ہر دم سوز و گداز میں اور وہ رات آہ کرتے گزر جاتے ہیں۔ کشف جامد طیف ہے۔ کشف کی مزید تفصیل یہ ہیں: کشف علم جو مطابع العقول سے ہے، کشف ازلی جو احوال سے ہے، کشف ابدی جو نیک اعمال سے ہے، کشف دنیا طے زوال سے ہے اور مال و مرا اور نقد جمع کرنے کے لیے ہے (پھر لوگ کشف کے مرتبہ پہنچ کر لوگوں کو ماضی، حال اور مستقبل کے حالات بتا کر مال ہاتے ہیں)، کشف عقبی تقویٰ کرنا ہے جو شخص پر علم کرنا ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

♦ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ (سورۃ النبی، 35.)

ترجمہ: وہ جنت میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم ہے۔

کشف معرفت الہی جو مشاہدہ نور حضور اور قرب وصال سے ہے۔ اس کے علاوہ ہر کشف سراسر خام خیالی ہے۔ صاحب کشف اس مرشد کو کہتے ہیں کہ جب طالب کسی مقام کی خواہش کرے تو مرشد طالب پر وہی مقام مکشوف کر دے اور پھر بذریعہ کشف مختلف مقامات کی حقیقت دکھائے۔ مطلب یہ کہ جس مرشد کو ام اللہ ذات کا تصور حاصل ہے وہ طالب کو بطل سے تکال کر حق تعالیٰ تک لے جاتا ہے اور مجلس انبیاء اولیا میں ان سے ملاقات کرتا ہے۔ حقیقی درجات و مراتب کشف و کرامات یہ ہیں۔ دنیاوی عزت و مرتبہ حاصل کرنا سر بر شیطانی استدرج ہے۔
(اسرار قادری)

♦ علم و سیل جیسیں یہ کل علم روشن راستے کا در ہے۔ در اصل و سیل مرشد ہے جو راستے کا محاافظ، تنبیہان اور معرفت تک پہنچانے والا ہوتا ہے کیونکہ اسے ہر مقام معلوم ہوتا ہے اور کشف سے واقف ہوتا ہے۔

ہر وہ کشف جو مرشد کی رہنمائی اور ذکر و تصور اتم اللہ ذات کے بغیر حاصل ہوا ہو وہ سراسر نفسانی اور شیطانی ہوتا ہے اور بندے کو راه حق سے بٹا کر تباہ و بر باد کر دیتا ہے۔

مرشد کی رہنمائی کیوں ضروری ہے؟

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان بالحوق فرماتے ہیں:

◆ جان لے کر صاحب راز مرشد کی گمراہی کے بغیر اگر کوئی ریاست و تقویٰ، اغلى صوم و صلوٰۃ اور چال کشی و خلوت میں مشغول رہتا ہے تو اس کی یہ ساری محنت محل خواہشات نفس کی تسلیم کی خاطر ہو گی اور اس کی خلوت نشی و سوسول اور ریاست آسودہ رہے گی کیونکہ اس کی اس عبادت کی بنیاد ہی کوئی نہیں۔ (لکھا اتوحید تور)

مرشد کمال کی رہنمائی کے بغیر کشف کی قوت کس قدر رتبہ کن ٹاہت ہو سکتی ہے اس سلسلہ میں حضرت دامت کبحی بخش علی ہجویری اپنی تصنیف مبارکہ کشف الحجب میں صحبت مرشد کا انحراف کرنے والے مرید کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

◆ ایک مرتبہ حضرت چنید بخداوی کے مریدوں میں سے ایک کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ وہ درج کمال کو پہنچ چکا ہے الہذا اب اس کے لیے تھماں ہمشنی سے بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے مرشد کی صحبت چھوڑ کر خلوت نشی اختیار کر لی اور رہنمائی مشائخ سے روگروان ہو گیا۔ رات کے وقت دران کشف اس کے پاس آیک اونٹ لایا جاتا اور اسے کجا جاتا کہ چلو ہمیں بخت میں جانا ہے۔ وہ اونٹ پر سوار ہوتا اور پھر مقام پر پہنچ جاتا۔ خوب رہ لوگوں کی معیت میں اسے عمدہ کھانے میرا کیے جاتے جہاں وہ صبح تک رہتا۔ پھر اسے نیند آجائی اور جب وہ بیدار ہوتا تو خود کو اپنی خلوت گاہ میں پاتا۔

رفتہ رفتہ بشری غرور اور رعنوت نے غلبہ پایا اور جب تکہر نے اسے پوری طرح جکڑ لیا تو اس کی زبان پر اپنے کمال کا دھوکی جاری ہو گیا۔ حضرت چنید بخداوی کو علم ہوا تو اس کی خلوت گاہ پر تشریف لائے اور دیکھا کہ وہ غرور و تکہر میں بہت ہو چکا ہے۔ اس سے حال دریافت کیا تو اس نے سارا حال بیان کر دیا۔ حضرت چنید بخداوی نے فرمایا کہ جب آج رات اس مقام پر جانا ہو تو تین مرتبہ لا خوئ و لا قوہ الا باللہ والعلی العظیمہ پڑھنا۔ چنانچہ جب رات کو اسے حسب سابق لے جایا گیا تو اگرچہ وہ دل سے اپنے مرشد کمال کا ایکاری ہو چکا تھا لیکن محض تجزیہ کے لیے اس نے تین مرتبہ لا خوئ پڑھا۔ یک ایسے لے جانے والے تمام لوگ جیخ مار کر بھاگ گئے اور اس نے خود کو تجاست اور کوڑے کر کت کے ڈھیر پہنچا ہوا پایا جہاں اس کے ارد گرد مردار جانوروں کی بہیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس وقت اسے اپنی ٹھللی کا احساس ہوا۔ دل سے توبہ کی اور ہمیشہ صحبت مرشد میں رہنے لگا۔ مرید کے لیے اکیلے رہنے سے بڑھ کر کوئی آفت نہیں۔ (کشف الحجب)

اللہ تعالیٰ گمراہ کرنے والے کشف سے محفوظ رکھے اور کشف کے مقام سے گزر کر دیدار حق تعالیٰ اور فتنی اللہ کے مرتبہ پر چکچے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آئین)

١٤

٦٣

وہ حم کے معنی ظن اور مگان کے چیز اور ادھام اس کی جمع ہے۔ اصطلاح فقر میں وہ حم سے مراد طالبِ مولیٰ کی ایک ایسی گیفت ہوتی ہے کہ ظاہر و باطن میں اس کے دل میں جو سوال بھی پیدا ہوتا ہے اس کا جواب پارگا، وہ رب العزت سے وصول پاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ حم سے مراد انش تعالیٰ سے باطنی بمحکومی سے۔ اس تہککامی کو سلطان العارفین حضرت علیٰ سلطان باخو سیر ادھام کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

حضرت مولیٰ علی السلام کیم اللہ تھے۔ ایک مقررہ وقت پر کوہ طور پر تشریف لے جاتے، باوضو ہو کر دو شل پر جتے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہوتے، استغراق کا ایک پر وہ سماج چاہتا اور آپ علی السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کام ہو جاتے۔ آج بھی فخر اور عارفین اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں متوجہ ہو کر ہمکام ہوتے ہیں جیسے حضرت انگلی سلطان باخور حستہ اللہ علیہ نے ”سیر او حام“ کا نام دیا ہے۔ آئیں فرماتے ہیں:

عام دل کا دیکھن، سنتا، یوں اور سمجھنا ہے۔ (سلطان الوامر)

❖ موی اعلیٰ السلام اللہ سے کام کے لیے کوہ طور پر جاتے تھے اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصل پیروکاروں کا وجود کوہ طور کی مثلی سے اور وہ شرگ سے نزدیک ذات سے کلام کرتے ہیں۔ اس رت لارہاں سے ذکر اور حضوری کے ذریعے جواب باتے ہیں۔ (نکیجہ)

۱۰۷

قرآن مجید میں ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

♦ وَمَا كَانَ لِيَتَكَبَّرُ أَنْ يَكْلِمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَخِيَأْ أَوْ مِنْ وَرَائِي جَابَ أَوْ يَسِّلَ رَسْوَلًا فَيُؤْمِنُ بِأَذْيَهِ مَا يَقَدِّمُ إِنَّهُ عَلَىٰ

حَكِيمٌ ٥١ (سورة الشورى - ٥١)

ترجمہ: اور ہر بشر (انسان) کی مجال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کلام کرے مگر یہ کہ وہی کے ذریعے یا پردے کے پیچے سے یا کسی فرشتے کو فرستادہ ہنا کر بسم اللہ اور اک کے اذان سے جم الشدحا سے وہی کرے۔ (بیک و مخدوم تر اور عکفت ۱۹۱۱) ہے۔

ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

⊕ مَا مِنْكُمْ مَنْ أَخْدَلَ اللَّهَ لِيَسْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ تَرْبَحَانٌ وَلَا جِنَاحَ لِيَعْجِزَهُ (الإِنْجِيل 7443)

ترجیح: تم میں سے کوئی ایسا نہ ہو جس سے اس کا رتبہ کلام نہ کرے، اس کے اور بندے کے درمیان کوئی ترجیح نہ ہوگا اور نہ کوئی چاپ ہوگا جو اسے بمحابی رکھے۔

شیخ اکبر بھی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ "فصول الحکم" میں فرماتے ہیں:

﴿ اور اوحام اس معرفت (معرفت حق تعالیٰ) کو صورت خیال سے بہت محکم اور قویٰ کر دیتے ہیں اور اسی واسطے اس غلقت انسانی میں وحیم کی سلطنت عقل پر برآمدی ہوئی ہے کیونکہ عاقل اگرچہ عقل کے مرتبہ کمال کو فہیج جائے لیکن وحیم کی حکومت سے کبھی خالی نہیں ہوتا اور جن چیزوں کا عقل اور اس کرتی ہے ان کو وحیم صورت میں بتلاتا ہے۔ پس اس کامل صورت انسانی میں وحیم بہت بڑا سلطان (سلطان الوعم) ہے اور اس کی سلطنت قویٰ ہے۔

＊ داعی فکر اور مسکونی اور محبویت ہی انسان کامل کی صورت میں سلطانِ عظم ہے یعنی انسان کامل کو جو کمال حاصل ہوتا ہے وہ اسی وحیم کی بذلیت ہے۔ وحیم سے مردہ اگر خال اور محبویت سے جو خوش انجام کا شیر ہے۔

＊ جب اللہ تعالیٰ عارف کے دل میں وحیم سے پرداہ الحادیت ہے تو وہ اس راز کو پالیتا ہے کہ وہ ذات جس کو وہ اپنے سے اور خلق سے دور چاتا تھا اس کے دل میں جلوہ نہما ہے۔ یہ معرفت کی انتہا ہے۔ (شرح فضیل الحمد، الایقان)
سید عبد المکریم بن ابراہیم الجملیؑ انسان کامل میں لکھتے ہیں:

❖ دہ ملکوت پر اطلس سے بڑا ہو کر نور ہے کہ جس کو انہوں میں لفظ و حکم سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ حکمن کی آہت ہے۔ آہت سے میری مراد صورت ہے جس میں اس نے لطیف ترین جمال سے جگی فرمائی ہے۔ وہ اس کا قبہ ہے، اس کا علم ہے، اس کا حکم ہے۔ وہ اس کی ذات ہے۔ وہ ہر مخلوق کا ناظر تر ہے، وہ اس کا خال ہے، اس کا وصف ہے، اس کا اسم ہے، وہ اس کے ہر شخص ترین حسن کا مظہر ہے۔ وہ اس خال کا نسبت ہے کہ اس کی حکم کے ساتھ اس شخص کو تعبیر کرتے ہیں جو چیزیں ہمایا یعنی جس یہ حکم کا غلبہ ہو وہ ہر خطرناک کام میں گھس پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وحیم کو اپنے اسم کامل (خو) سے پیدا کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور و حجم سے عز رائحتن کو پیدا کیا ہے (جیسی حضرت عزرا نبیل و حجم کا فرشتہ ہیں کیونکہ روحون کو قیض کرنے کی وجہ سے وہ روح کا زیادہ حجم رکھتے ہیں)۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وحیم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کامل سے پیدا کیا ہے تہذیب وجود میں اُسے لباس کامل میں ظاہر کیا ہے۔

 چنان چاہیے کہ نور و حُمّ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کے لیے آئینہ بنایا ہے اور اپنے قدس کا مظہر قرار دیا ہے۔ عالم میں اس سے بڑھ کر

اور اک کرنے والی کوئی چیز نہیں اور نہ یہ گمہد اشت میں اس سے بڑھ کر کوئی زور آور چیز ہے۔ تمام موجودات میں اس کا تصرف ہے۔ اسی سے عالم اللہ کی بندگی کرتا ہے، اسی کے نور سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی طرف نگاہ کی۔ اسی سے پانی پر چلا، وہ شخص جو چلا اور اسی سے ہوا میں آزا جو ازا۔ وہ نور یقین ہے اور استیلا جمیں کی اصل ہے۔ جس نے یہ نور مسخر کر لیا اور اس پر حاکم ہوا وہ اس سے کائنات علوی و سفلی میں تصرف کرتا ہے اور جس پر سلطان الوحیم غالب ہوتا ہے وہ اس سے وحی امور میں (وسم کے ذریعے) بات کرتا ہے۔

⊗ خدا نے جب وحیم کو پیدا کیا تو اس کو کہا کہ میں تجھے حلفاً کہتا ہوں کہ میں اہل تقدیم کے لیے بھر تیرے کسی شے میں جگی نہیں کروں گا اور تیری پوشیدگی کے سوا عالم کے لیے میں ظاہر نہیں ہوں گا۔ (انسان کاں، ترجمہ، فضل میراں)

وہی اور فرشتوں کے نازل ہونے کا سلسلہ تو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے ساتھ ہی ختم ہو گیا لیکن پہلی پر دہ اللہ تعالیٰ آج بھی فقر اور عار نہیں سے ہم کلام ہوتا ہے، اس ہم کلامی کو سیر اوحام کہتے ہیں۔ اوحام مقام وصال کے قریب تر ہے اور مقام وحدانیت ہے اور مرکز اس کا قلب (باطن) ہے۔ جب کثرت ذکر اور تصوراً اسم اللہ ذات سے اسم اللہ ذات قلب میں قرار پکڑ لیتا ہے اور قلب میں نقش ہو جاتا ہے تو قلب بیدار ہو کر حقیقی نقش سے پختہ ہو کر حضوری میں چلا جاتا ہے اور طالب کو اوحام کا مرید حاصل ہو جاتا ہے، پھر وہ اپنے ہر سوال کا جواب پار گا وہ رب جلیل سے با صواب وصول پاتا ہے۔ پھر راہ فقر میں یہ لمحات بھی آجاتے ہیں کہ طالب ہر لمحہ اللہ تعالیٰ سے محظوظ گفتگو یا اللہ تعالیٰ طالب سے محظوظ گفتگو ہوتا ہے۔ سبی وہ مقام ہے جہاں عاشق و معشوق، محبت اور محبوب کے درمیان نبایت ہی دلچسپ اور پریکف سلسلہ راز و نیاز شروع ہوتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں مومن کے ایمان کی آزمائش ہوتی ہے، جہاں اس کی ہمت، ایمان اور یقین کو پرکھا جاتا ہے۔ جہاں اس پر انوار و تجلیات کی پارش ہوتی ہے۔ جہاں کبھی تو اس پر قوس اڑو سے تیر مڑ گاں چلا کر اس کے قلب و جگر کو چھانی کیا جاتا ہے اور کبھی اب لعل کے شربت روح افزا سے اس پر نواز شفات کی پارش کی جاتی ہے۔ اس مقام پر کبھی عاشق کے لیے شمع و پروان اور گل و بلبل کی داستانیں دھرائی جاتی ہیں تو کبھی اسے نظر عنایت سے نوازا جاتا ہے۔ کبھی پر دہ چہرے سے انخرا کرائے حسن عالم سوز کے جلوں سے مشرف کیا جاتا ہے تو کبھی آسے آتش بھر و فراق میں ڈال کر خاکستر ہایا جاتا ہے۔ اسی مقام پر عابد و معبد اور عاشق و معشوق کے مابین ایسا سلسلہ کلام جاری ہوتا ہے جس میں ہزاروں لاکھوں حقائق و معارف بیان کیے جاتے ہیں، علم لدنی اور علم اسرار عطا کیا جاتا ہے اور کسی قسم کی تجلیات سے سالک کی تواضع کی جاتی ہے۔ کبھی جاوہ و جلال کی بجلیاں گرائی جاتی ہیں تو کبھی حسن و جمال کے کرشموں سے سرشار کیا جاتا ہے، کبھی بھر و فراق کے تیر بر سائے جاتے ہیں تو کبھی شراب و مل سے سیراب کیا جاتا ہے، کبھی زلف سیاہ کے پھندوں میں گرفتار کیا جاتا ہے تو کبھی زخم انور کی ضیاباریوں سے ان کے قلب و جان کو زندہ کیا جاتا ہے۔ کبھی بعد سے آزمایا جاتا ہے کبھی قرب سے نوازا جاتا ہے۔ کبھی بیجنودی، استغراق اور محبویت میں مست کیا جاتا ہے تو کبھی خوف و بہت کی آگ میں جایا جاتا ہے۔ کبھی بلبل کی طرح زوئے گل پر غار ہونے کی دعوت وی جاتی ہے تو کبھی شمع حسن پر دیوانہ اور جلایا جاتا ہے۔ غرضیک محبوب حقیقی کے ناز و انداز، عشوئے غمزے بدلتے رہتے ہیں اور عاشق صادق ہر حال میں خوش و غرم رہتا

ہے۔ اس لیے کہ دوست کا جلال اور بحال دونوں محبوب ہیں۔ قرب میں وہ صفت بحال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بعد میں جلال کا اور کبھی اس کے برخکس معاملہ ہوتا ہے۔ ان کی گریہ و زاری، ان کے غم و اندوہ، ان کے چھرو فراق، ان کے مصل و انساط، ان کے ذوق و شوق، ان کے شعرو خن، ان کے وجہ و حال، ان کے علم و دانش، ان کی چدو جہد، ان کی کادش، قربانیوں، جان بناڑیوں کا مرچ، ان کا منجا، ان کا طبا، ان کا ماوی، ان کی جان، ان کی عزت، ان کی شان، ان کی آن، ان کی بان، ان کے دین، ان کے ایمان، ان کے دھرم، ان کے مجرم، ان کی شرم، ان کے زبد، ان کے تقوی، ان کے حج، ان کی زکوٰۃ، ان کے صوم، ان کی صلوٰۃ، ان کی زندگی اور ان کی موت کا مقصد و مدعا، غرض و نایت صرف محبوب حقیقی کی رضاہوتی ہے۔

باطن میں اسرار الہیہ کو جانتے کے چار طریقے ہیں:

۱۔ الہام ۲۔ آگاہی ۳۔ کشف ۴۔ وہم

الہام اللہ کی طرف سے خیر کی باتوں میں ڈالتا ہے۔ آگاہی سے مراد یہ ہے کہ کسی راز یا حقیقت کے متعلق جاننا چاہتا تو وہ راز باطن میں کھل گیا اور حقیقت معلوم ہو گئی۔ کشف یہ ہے کہ ظاہری جواب اٹھ جائیں اور اسرار اپیب مخفی کشف ہو جائیں۔ لیکن وہم ان سب سے اعلیٰ مقام ہے، بیہاں توہر لمحہ عبد و معبود کے مابین گلشو جاری ہے۔ جبکہ الہام، آگاہی اور کشف یک طرف ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ دلیل کی بھی اس روایا باطن میں بہت اہمیت ہے۔ دلیل سے مراد یہ ہے کہ طالب نے خیر کے کسی امر کی دلیل بنائی اور اللہ نے اسے پورا کر دیا۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

• آنَا عَنْدَ ظُنْنٍ عَنْبَدِيٌّ بِنِ (قاری 7605)

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں۔

اب طالب مولیٰ جیسا گمان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اگر الہام چاہتا ہے تو الہام دل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ آگاہی یا کشف کا خواہاں ہے تو ان سے فیض یا ب کرا دیا اور اگر دلیل کی تکمیل چاہتا ہے تو وہ عطا کر دی گئی۔ حدیث مبارکہ ہے:

⊗ الشُّكُوكُ حَرَامٌ عَلَى قُلُوبِ الْأُولَى إِهَمٌ

ترجمہ: اولیا کے قلوب پر سکوت حرام ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی مقام پر کھہنہ نہیں سکتے۔ اس لیے الہام سے دلیل و آگاہی اور دلیل و آگاہی سے وہم کی طرف بڑھنا چاہیے جیسا کہ حضرت علی سلطان با صور حسنة اللہ علیہ فرماتے ہیں:

• فَرَمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْأَوَّلِيَّاتِ

ترجمہ: پس تم میرا ذکر کر میں تمہارا ذکر کروں گا۔

اے نقص و تکلیل سن ایہ کلمین کی راہ ہے جو انہیں رب جلیل تک لے جاتی ہے جہاں وہ اللہ کے وہم سے وہم، اللہ کی آگاہی سے آگاہی اور اللہ کی

دلیل سے دلیل پاتے ہیں۔ یہ طریقہ کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَحَمْدٌ لِرَسُولِ اللَّهِ وَإِنَّ اللَّهَ ذَاتَ الْحَمْدِ میں تھیں کیا جاسکتا ہے۔
(کعبہ نعمت حیدر کاظم)

حضرت علی سلطان باخور حمت اللہ علیہ اپنی کتاب سلطان الوهم میں فرماتے ہیں:

• اے میری جان! او حام کے بارے میں چند کلمات بختیر بیان کرتا ہوں۔ جان او کہ متبرہ ترین راہ طریقت اور مصلحت ترین راہ حقیقت دل کی راہ ہے۔ دل کی راہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کے ساتھ وصال ممکن نہیں بلکہ حمال ہے۔ کیونکہ دل کی راہ سے ہی روحانی سیر ہو سکتی ہے اور یہ سیر سلطان الوهم کے دلیل سے ممکن ہے جو شاہزاد ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث قدیمی اسی معنی پر دلالت کرتی ہے:

• آنَا عَنْدَكُمْ عَبْدِيَّ بْنِ (بالاری 7505)

ترجمہ: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں۔
اس راہ کی اصل اور مستحکم بنیاد تیر او حام ہے کہ سلطنت و حکومت میں داخل ہوئے بغیر باطن کے بیان میں قدم رکھنا ممکن ہی نہیں۔ درج ذیل قول اس حقیقت کی توثیق کرتا ہے۔

• وَلِلَّٰكَ تَكَبَّرَتْ أَوْهَمُ أَفْوَى سُلْطَانًا فِي هَذِهِ النَّشَأَةِ

ترجمہ: اور یہ اس لیے ہے کہ او حام اس راہ کا قوتی سلطان ہے۔ (ساختن الامم تزمرہ پر فیصلہ حکما ارجمن)

• اے جان عزیز! اس راہ کی ابتداء اور انتہا یہ کامل ہی ہے۔ قول ہے کہ:

• الشَّيْخُ الْبَلْغُ فِي هَذِهِ الظَّرِيفَةِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

ترجمہ: یہ کامل ہی اس راستے میں ہر شے سے گزار کر انجام سکے سمجھتا ہے۔
یہ کامل اور مرشدہ اصل کی علامت یہ ہے کہ وہ مرید کو عالم او حام تک پہنچ کر فتح قلب عطا کرتا ہے اور اس جگہ مرید ہمت مؤثرہ کی بدلت یہ دل اور آرام دل حاصل کرتا ہے۔ فتح قلب یہ ہے کہ یہ کامل درج ذیل اصول کے مطابق دل کو زندہ کرتا ہے اور نفس کو مارتا ہے۔

• الشَّيْخُ نَجِيٌّ وَتَجْمِيْتٌ

ترجمہ: شیخ (دل کو) زندہ کرتا اور (نفس کو) مارتا ہے۔

یہ کامل مرید کے دل کو اپنے تصرف سے او حام کے ذریعہ حق تعالیٰ کی باد کے ساتھ اس طرح زندہ کرتا ہے کہ اس کا کوئی سانس یا وحی تعالیٰ کے بغیر نہیں رکھتا۔ خواب اور بیداری ہر حال میں ذکر اللہ کر کے داشتی سیر او حام کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مرید کے دل میں بصیرت کی ایسی داشتی قوت پیدا ہوتی ہے جس کی بدوات مرید تمام عالم الاطاف کا محاکمہ کرتا ہے۔ اسی داشتی قوت کے سبب وہ ایک لمحہ کے لیے بھی دیدار جمال حق سے محروم نہیں رہتا۔ چنانچہ یہ تحقیق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح دل کی نشاندہی ان الغافلین میں فرماتے ہیں:

• رَأَى قَلْبِي رَبِّي



ترجمہ: میں نے اپنے رب کو اپنے دل میں دیکھا۔

حضرت داؤد علیہ السلام بھی انہی معنوں کو ان المفاظ میں فرماتے ہیں کہ:

أَوْحَىٰ رَبُّكَ لِنَّهُ تَعَالَىٰ أَنْظَرَ إِلَيْهِ مَعِيرَةً فَلَمَّا كَفَىٰ فَلَمَّا لَّا رُؤْيَا تَقَالَ قَلْبُكَ فِي شَاهِنَّةٍ وَبِزُوْنَقٍ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنے دیدار کے متعلق وہی نازل کی اور پوچھا کیا تو نے میرا دیدار کیا ہے اور میری معرفت حاصل کی ہے؟ میں نے عرض کی "میں" تو فرمایا کہ نئی اول تو میرے مشاہدے اور دیدار میں مشغول ہے۔ (سلطان الهم)

◆ اے جان غریز اتمام انجیا اور اولیا کرام نے وہم اسی کے ذریعے سے سیر دل حاصل کی۔ اگر سیر دل رک جائے تو درج ذیل حدیث کے مطابق اس راہ کے سافر کو نقصان پہنچتا ہے:

قَمِنَ السَّنْوَىٰ يَوْمَ مَاكَفَهُو مَغْبُونٌ

ترجمہ: جس نے دو دن ایک ہی مقام پر استوئی کیا پس وہ نقصان انجانے والوں میں سے ہے۔

سیر دل سے رک جانا سالک پر حرام ہے جیسا کہ فرمایا گیا:

السَّكُوتُ حَرَامٌ عَلَىٰ قُلُوبِ الْأُذْيَاءِ

ترجمہ: اولیا کے قلوب پر سکوت حرام ہے۔

پس سالک کو ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے کہ اسے سیر دل حاصل ہو اور سلطان الوہم کے واسطے سے اس سیر میں مشغول رہنا چاہیے۔ سیر اور حرام کو مندرجہ ذیل احادیث مبارکہ کی بنیاد پر تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

تَفْكِرُ السَّاعَةِ خَيْرٌ مِّنْ عِيَادَةِ سَنَةٍ

ترجمہ: ایک گھنٹی کا تکلیر ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

تَفْكِرُ السَّاعَةِ خَيْرٌ مِّنْ عِيَادَةِ سِيَّرَتِينَ سَنَةٍ

ترجمہ: ایک گھنٹی کا تکلیر سانچھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

تَفْكِرُ السَّاعَةِ خَيْرٌ مِّنْ عِيَادَةِ الْقَلَّبَيْنِ

ترجمہ: ایک گھنٹی کا تکلیر دونوں جہانوں کی عبادت سے بہتر ہے۔

یہ بالترتیب ابتدائی، متوسط اور انتہائی درجہ کے سالکوں کا تکلیر ہے۔

ابتدائی درجہ کے سالک کا تکلیر ایک سال کی عبادت کے برابر ہے؛ متوسط درجہ کے سالک کا تکلیر سانچھ سال کی عبادت کے برابر ہے اور انتہائی درجہ کے سالک کا تکلیر جن و انس کی عبادت کے برابر ہے۔ (سلطان الهم)

◆ اے جان غریز! تجھے اللہ کی معرفت اور وصال حاصل کرنے کی اعلیٰ ترین راہ کا علم ہونا چاہیے جو کہ پانچ چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔

ویدا را بھی کی راہ دل میں ہے۔ اس راہ کا حصول اور اس راہ پر چنانچہ بھی کامل کے واسطے سے ہی ممکن ہے کیونکہ جب کامل ہی اس راہ کا راہبر ہے۔ طالبِ مولیٰ اس راہ پر بہت ہی کی بدولت ترقی کرتا ہے۔ مندرجہ ذیل قول ای معمنی پر دلالت کرتا ہے:

فَالْوَفْمُ هُوَ السُّلْطَانُ الْأَعْظَمُ فِي هَذِهِ الشَّارِقَةِ الْمُؤْرَكَةِ الْكَامِلَةِ الْأَنْبَىٰءَ

ترجمہ: پس وہم اس راہ کا سلطانِ عظیم ہے جس کی اکمل ترین صورت انہیاں ہیں۔

الشَّيْخُ فِي قَوْمٍ كَنْتُمْ فِي أَمْرِهِ

ترجمہ: مرشد کامل اپنی قوم میں اس طرح ہوتا ہے جس طرح نبی اپنی امت میں۔

جس طرح خیربر علیہ السلام اپنے اصحاب کے رہبر تھے اسی طرح مرشد اپنے مریدین کا راہبر ہوتا ہے، رہبر کے بغیر راہ پر چلنے پر خطر ہے۔ حق سے جانے کے لیے نفس کو ترک کرنا ضروری ہے۔ ایک دفعہ حضرت بازیہ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ:

إِلَيْهِ أَتَىٰ الطَّرِيقُ إِلَيْكَ

ترجمہ: یا اللہ! تھوڑک آنے کا طریقہ کو نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَىٰ

ترجمہ: اپنے نفس کو چھوڑ دو اور (اللہ کی طرف) آجائو۔

ہدایت اپنی کتاب میں الفضائل میں فرماتے ہیں:

”راہ خدا نہیں عرش پر ہے نہ شرق، مغرب، شمال اور جنوب میں ہے۔ بلکہ راہ خدا تمہرے دل میں ہے۔ اپنے دل میں ہی اس کو جلاش کرتا کہاے پاسکے۔“

ہس طالبِ مولیٰ کوش و روز اعمال دل میں ہی کو شان رہتا چاہیے۔ وہم کے ذریعہ حق تعالیٰ کا وصال و معرفت حاصل ہوتی ہے۔ جو بھی ظاہری اعمال میں مشغول ہو کر علم اور حاصل سے بے خبر رہتا ہے اور اپنی باطنی اصلاح کی خواہش نہیں کرتا گویا اس نے اپنی تمام عمر برداشت کر لی۔ وہ ظاہر میں مشغول رہ کر ظاہر ہی کی متابعت کرتا رہا۔ چنانچہ یہاں یہ مسئلہ مسطور کیا گیا ہے کہ اگر تم کسی ایسے فتنی کو دیکھو جو ظاہری عبادات میں تو بہت ریاست کرتا ہو سکیں اصلاح باطن کی طرف رجوع نہ کرتا ہو تو سمجھ لینا کہ وہ بے کار ہے۔ (سلطانِ الوہم)

إِغْلَنْدَرْ زُقُّ الْوَسِيلَهِ الْقَلْبُ بِسُلْطَانِ الْوَهْمِ بِلَا إِنْسَوَأَوْ قَضُورَ

ترجمہ: جان لے کر اسکی طرف سے (باطنی) رزق سیر قب ہے جو سلطانِ الوہم کے وسیلے سے پناز کے اور بخیر کو تاہی کے کی جاتی ہے۔ اسے جان عزیز! پھر کامل اس راہ کی ابتداء ہے۔ جب کامل کے بغیر اس راہ میں قدم رکھنا تکلیف اور مایوسی کا موجب ہے۔ جب مرید صادق پھر کامل کے ہاتھ میں اپنا باتھو دے اور اس کی خدمت اخلاص کے ساتھ کرے تو جب کامل اپنے تصرف سے مرید کے دل میں اوحام جاری کر دیتا

ہے جس سے اس کے دل میں صدق کا نزول ہوتا ہے۔ اسی وحیم کے واسطے طالب مولیٰ کو دوائی سیر نصیب ہو جاتی ہے۔ مرشد کامل مرید صادق کو اس کی بہت موثرہ کے موافق اس راہ کے تمام مقامات طے کروادیتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا:

أَصْبَحُوا مَعَ اللَّهِ إِنِ اسْتَطَيْتُمْ فَإِنْ أَصْبَحُوا مَعَ اللَّهِ مِنْ ضَعْبِ اللَّهِ

ترجمہ: اللہ کی صحبت اختیار کرو اور اگر تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے تو اللہ کے مصاحب (مرشد کامل انہیں) کی صحبت اختیار کرو۔

جب طالب مولیٰ کو مرشد کامل کی صحبت نصیب ہوتی ہے تو سب سے پہلے مرشد کامل طالب میں ذکر خلی جاری کرتا ہے اور پھر اپنے تصرف سے طالب کے دل میں اوحام کی بندی دلاتا ہے۔ یوں مرید بغیر کسی تکلیف اور یاضت کے ایسا ذکر کرتا ہے کہ اس کا ہر سانس اللہ کی یاد (ذکر الہی) کے ساتھ ہی اکھتا ہے۔ وہ درج ذیل حدیث کی اجازہ کرتا ہے:

الْأَنْفَاسُ مَعْدُودَةٌ وَكُلُّ نَفْسٍ تَخْرُجُ بِغَيْرِ دِرْكٍ إِنَّ اللَّهَ عَالَىٰ فَلَهُ مِيقَاتٌ

ترجمہ: سانس ہنسنے کے ہیں اور جو سانس اللہ کے ذکر کے بغیر لکھتا ہے وہ مردہ ہے۔

طالب جب صدق سے اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس کا دل یادِ حق تعالیٰ کی بدولت بیدار ہو جاتا ہے۔

حدیث مبارکہ ہے:

الْأَنْفَاسُ يَدْعَمُونَ إِنْذَا قَاتَوْا فَإِنْ قَبْرُوا

ترجمہ: لوگ (غسلت کی بند) سوئے ہوئے ہیں پھر (ای ہات میں) جب وہ مریں گے تب بیدار ہوں گے۔

طالب کا دل خواب غسلت سے بیدار ہو کر زندہ ہو جاتا ہے اور وہ اس آیت مبارکہ کی تحقیق کر لیتا ہے:

أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَخْيَيْتُهُ (سورۃ الانعام۔ ۱۲۲)

ترجمہ: بھاگا ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا۔

مندرجہ میں حدیث مبارکہ بھی اس بیان کی تحقیق کرتی ہے:

الْشَّيْخُ يُحْيِي وَالْمَيِّتُ أَقْرَبُ يُحْيِي الْقُلُوبَ الْمَيِّتَ بِدِلْلَاتِ اللَّهِ

ترجمہ: شیخ ہی زندہ کرنے والا اور مارتے والا ہے۔ یعنی وہ مرید کے مردہ قلب کو اللہ کے ذکر سے زندہ کرتا ہے۔

مرشد طالب کو اللہ کی معرفت عطا کر کے اس کی روح کو زندہ کرتا ہے اور نفس کو مار دیتا ہے۔ اس طرح طالب کو مرشد پر یقین حکم حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے دل پر مکمل طبیب اس حرم کے مطابق لکھ ہو جاتا ہے:

أَفْضَلُ الدِّينِ تَكْرِيرُ الْأَلَهِ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (ابن ماجہ 3800)

ترجمہ: افضل دین ذکرِ الالہ ایسا ہے کہ مکمل طبیب اسے کریم کر دیں۔

مرشد کے تصرف سے مرید کے دل میں پاس انسان کا ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ یعنی وحیم کی بدولت وہ ذکر کرنے جاتا ہے اور اس کا ہر واصل اور خارج ہونے والا سانس اللہ کی یاد میں ہی مشغول ہوتا ہے۔ پس اس کا کوئی سانس اللہ کی یاد کے بغیر جیسیں لکھتا جس سے اس کا دل زندہ ہو جاتا

ہے۔ جب سائنس باہر آتا ہے تو وہ وصم کے ذریعے ذکر لا ایله کرتا ہے۔ لا ایله کا جاروب دل سے تمام خطرات کو صاف کر کے سب اغیر کو باہر نکال دیتا ہے اور جب وہ سائنس اندر لے کر جاتا ہے تو وصم سے معمور ہوتا ہے۔

منْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْتُوْذُهُ^۸

ترجمہ: جو شخص جس شے سے بھتی محبت کرتا ہے اتنی ہی کثرت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔

ای ہم کے تحت مرید کے دل میں ذکر خدا کی بنیاد رکھی جاتی ہے اور وہ مندرجہ ذیل حدیث قدسی کے مطابق اللہ کا ہم نشین ہو جاتا ہے:

أَكَاجِيلِيْشْ مِنْ ذَكْرِنِيْ^۹

ترجمہ: جو میر اذکر کرتا ہے میں اس کا ہم نشین ہوتا ہوں۔

اور اللہ سے محبت کرنے لگتا ہے۔ سیدنا غوث الاعظم فرماتے ہیں:

مَنْ أَنْسَ إِلَلَهُ مُمْتَوْجِفْ عَنْ غَنِيْلِهِ^{۱۰}

ترجمہ: جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ غیر اللہ سے محبت کرتا ہے۔

باطن میں وہ اللہ کے سوا ہر چیز سے منقطع ہو جاتا ہے اور اسے فتح دل حاصل ہو جاتی ہے جو سالک کے لیے انجامے کار ہے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ چار ہزار یہ ران طریقت کا اجماع ہے کہ سالک کی انتہا یہ ہے کہ وہ ہر وقت حق تعالیٰ کی بندگی میں مصروف رہے۔ اس مقام پر سالک کی سیر و حرم کمال کو کیتی جاتی ہے۔ (سلطان الوضم)

اے جان عزیز! تجھے دل کے آئینے کو زنگ اور کدوڑت سے پاک کرنا چاہیے تاکہ وہ صاف اور شفاف ہو جائے۔ حدیث مبارکہ

ہے:

لِكُلِّ شَيْءٍ مُضِيقَةٌ وَمُضِيقَةُ الْقَلْبِ ذُجْرُ اللُّوْتَعَالِ^{۱۱}

ترجمہ: ہر شے کی صفائی کا ایک آر ہوتا ہے اور قلب کی صفائی کا آر ذکر اللہ ہے۔

جب مرید اس حدیث کے مطابق اپنے آئینے دل کو صاف کر لیتے ہے تو وہ روشن ہو جاتا ہے اور پھر اس میں حق تعالیٰ کی بھلی خودار ہوتی ہے اور ہندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی چاقاب حاکل نہیں رہتا۔

❖ سعدی چاپ نیست تو آئینے صاف دار زنگار خورده کے نمایہ جمال دوست

ترجمہ: اے سعدی! تیرے اور اللہ کے مائین کوئی چاپ نہیں۔ تو صرف آئینے دل کو صاف رکھ کیونکہ زنگ آلو آئینے دل میں جمال دوست کو نہیں دیکھا جاسکتا۔ (سلطان الوضم)

❖ اے جان عزیز! جب تو رذکر نور ذات کے ساتھ متصل ہو جاتا ہے تو ذکر صفت ذاتی کا حمال ہو جاتا ہے۔ وہ کسی لمحے بھی حق سے جدا نہیں ہوتا اور نہ اسی لمحہ کے لیے ذکر سے غافل ہوتا ہے۔ پس وہ ترکیہ نفس، تصنیف قلب اور تجلیہ روح حاصل کرتا ہے اور اس کے دل میں ادھام

کا تصرف ظاہر ہو جاتا ہے۔ درج ذیل ارشاد باری تعالیٰ کے چاہک سے وہ تمام غیر اللہ کو دل سے باہر نکال دیتا ہے۔

♦ **وَقُلْ حَاكَ الْحَقُّ وَإِنَّ الْبَاطِلَ لَكَانَ زَهْوًا** (سورہ بن اسرائیل۔ ۸۱)

ترجمہ: اور کہہ دو کہ حق آہیا اور باطل بھاگ گیا اور بیک باطل بھاگنے والا ہی ہے۔

♦ **چائیک سلطان خیس زو غونا نیاند عام را نام و نشان در دل نیاند**

ترجمہ: جس جگہ سلطان اپنا خیمہ لگاتا ہے وہاں کوئی شور و خل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جس دل میں اللہ آجاتا ہے وہاں غیر اللہ کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔ (سلطان الوضم)

تکفیر اور اوہام سے حاصل ہونے والے وصال و حدت کے بارے میں سلطان الفقرو سلطان الوصیم حضرت علیٰ سلطان باحث فرماتے ہیں:

- ۱۔ تکفیر ب اوہام وحدت دید رساند ب مولی و از خود ربد
- ۲۔ وہم است سلطان تکفیر وزیر تذکر بود لشکرت دل پنیر
- ۳۔ تجدید و تفرد بکن زادو راه بدیں تو شہ وہمت شو عین شاہ
- ۴۔ چون وہمت رساند بعالم وصال جنت عین گردو از صحبت کمال
- ۵۔ چون اوہام گردو یقین غیر من جہان جملہ آید بتذکیر من
- ۶۔ چون سلطان وہمت بیابد کمال بہر ساعت آید بدل صد جمال
- ۷۔ بدین وہمت خود را چو آراتی وصولی حقیقت بخود یافتی

ترجمہ: ۱۔ اوہام کے ساتھ کیا گیا تکفیر طالب مولی کو اس کی اپنی ذات سے رہائی دلا کر مولی تک پہنچاتا ہے اور وحدت عطا کرتا ہے۔ ۲۔ تیرے وجود میں وہم سلطان ہے، تکفیر اس کا وزیر ہے اور ذکر تیرے دلپڑ لشکر کی طرح ہے۔ ۳۔ اگر تو تجدید و تفرد کو اپنا زادہ رہا ہے تو اس تو شد کی بدولت تیرے اوہم عین شاہ ہو جائے گا۔ ۴۔ جب تیرے اوہم تجھے عالم وصال تک لے جائے گا تو تجھے اس محبت کمال کی بدولت عین کے ساتھ ہیں کر دے گا۔ ۵۔ جب میرے اوہم یقین کمال کے مقام پر پہنچ گیا تو تجھے تمام جہان پر تصرف حاصل ہو گیا۔ ۶۔ جب سلطان وہم تیرے دل میں کمال کو پہنچ گا تو تیرے دل میں ہر لمحہ جمال الہی کے سیکلروں جلوے ظاہر ہو گئے۔ ۷۔ جب تو وہم کی طاقت حاصل کر لے گا تو تجھے وصال حق بھی حاصل ہو جائے گا۔ (نکاح الفقرو سلطان الوصیم)

♦ جو آدمی اس مرتبے (مرتبہ اوہام) پر پہنچ جاتا ہے اس کا آرام و سکون مت جاتا ہے۔ کبھی وہ صاحب خوف ہوتا ہے اور کبھی صاحب رجا، کبھی صاحب سکر ہوتا ہے اور کبھی صاحب محو، کبھی بے خبر ہو کر ہوائے خود پرستی میں صاحب غرور ہوتا ہے اور کبھی صاحب حضور، کبھی صاحب غریب ہوتا ہے اور کبھی صاحب جمال و جلال، کبھی صاحب استغفار ہوتا ہے اور کبھی صاحب انعام اور کبھی صاحب مشاہدہ ہو کر حادثت عشق و محبت

کے مزے لیتا ہے۔ اس طرح ابادا باتک اس کے دل کی کیفیات اس قدر سرعت سے بدلتی رہتی ہیں کہ ان کا شمار تک ملکن نہیں ہوتا۔ (جس الفتن کا ان)

♣ اوہام حاش بر آور تو سیر اگر دل خواہی بروں شو ز غیر
ترجمہ: اوہام کی مدد سے تو اس کے احوال کی سیر حاصل کر۔ اگر تو صالِ حق چاہتا ہے تو غیرِ حق سے جدا ہو جا۔ (جس الفتن کا ان)
صاحب وہم طالب کے بارے میں حضرت گنی سلطان ہائوقوف مارتے ہیں:

♣ بعض طالب صاحب وہم ہوتے ہیں۔ صاحب وہم وہ ہے کہ جس کے دل میں ذوق و حدانیت پایا جاتا ہو۔ اس کا وہم قاتل نفس ہوتا ہے۔ (جس الفتن کا ان)

♣ اہل حضور کو مقام وحدانیت سے وہم ہوتا ہے چنانچہ جیسے ہی وہ وہم کی حالت میں داخل ہوتے ہیں ان کے مشکل کام وہم کی بدولت حل ہو جاتے ہیں اور ہر طاہر و پیشیدہ شے انہیں دکھائی دیے لگتی ہے۔ (کلیدِ انجویہ کا ان)
سلطان الوہم کے بارے میں قرب دیدار میں حضرت گنی سلطان ہائوقوف مارتے ہیں:

♣ جو فقیر فقر کے مرتبہ سلطان الوہم تک مکمل رسائی حاصل کر لیتا ہے اس پر قرب اللہ سے تمام علوم نازل ہوتے ہیں۔ قدرت الہی کے مرسل سے اس پر بڑا رہا بڑا بلکہ بے شمار پیغامات علمِ الہی اور واردات غمی کی صورت میں وارد ہوتے ہیں۔ اسم اللہ ذات کے تصور سے عارف باللہ ایک لمحہ میں بڑا رہا بلکہ لاکھوں گروزوں مقلبات طے کر لیتا ہے اور ہر طرح کاغذ، غلظ، غلط، غلطات، کدو روت، زنگار، خطرات و وہمات، خناس، خرطوم سب اس کے وجود سے نکل جاتے ہیں۔ سوائے اسم اللہ ذات کے اس کے پرتو اور دامن حضور دل میں اور پکھنیں رہتا۔ اس مقام پر اس کے دل کو جمعیت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ روشن غیر ہو کر نفس پر حاکم بن جاتا ہے۔ یہ راتب فانی اللہ فقیر کے ہیں جو اپنی باتا شیر نظر کے ساتھ طالب کو کسی بھی مقام کی حضوری تک پہنچا سکتا ہے۔ ایسا فانی اللہ ذا کر اگر کسی کوتا شیر بھری نظروں سے دیکھ لے تو یہ باتا شیر اس کے وجود میں روں ہو جاتی ہے۔ (قرب دیدار)

سیر اوہام رام فقیر میں بڑا اعلیٰ مرتبہ ہے جو حضور قلب کے بعد حاصل ہوتا ہے اور مقامِ فنا فی اللہ تک۔ یہی مرتبہ سیر اوہام ہی پہنچاتا ہے بشرطیکہ کامل مرشد کی محبت، دراہنمای اور نگرانی حاصل رہے۔

حضرت گنی سلطان ہائوقوف کی کتب سے دیئے گئے جو والہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مرشد کامل ہی وہم کو طالب کے قلب میں باری کرتا ہے۔ وہم اگرچہ ایک بڑی روحانی قوت ہے لیکن اس میں استدراج کا خطرہ موجود ہے۔ جب طالب خود پرست ہو جائے یا مرشد سے بدگمان ہو جائے تو اس کا وہم اٹ جاتا ہے۔ مرشد سے روگردانی کرنا حقیقت سے روگردانی کرنا ہے اور جو حقیقت سے پھرگی اس کو جو بھی دکھائی اور سنائی دے گا وہ باطل ہی ہو گا۔ خود پرست شخص پر اس کے نفس کا غلبہ ہوتا ہے لہذا اس کا وہم بھی اللہ سے ہے وہم کلامی نہیں بلکہ اس کے نفس کی خود کلامی ہوتی ہے۔ بہت سے خود پرست طالب باطل وہم کی وجہ سے ہی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ سوچ اٹ کی تو سب اٹ کیا۔ طالب کو اپنے وہم

کے معاملے میں بہت ہوشیار رہنا چاہیے اور یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ مجھی بھی اسے اس کے مرشد سے بدگمان نہیں کرے گا، اگر اس کے وہم میں مرشد کے خلاف بدگمانی پیدا کی جا رہی ہے تو یقیناً شیطان ایسا کر رہا ہے جس کا کام ہی مرشد کے خلاف دوسروں سے ڈالتا ہے اور اگر وہم میں طالب کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اس کا مقام بہت بلند ہو گیا ہے تو ایسا اس کا نقش کر رہا ہے تاکہ اس میں عجب اور خود پرستی پیدا ہو اور وہ اللہ سے دور ہو جائے۔ لہذا طالب کو بھی شعاعِ جزی میں رہنا چاہیے اور اپنی توجہ صرف مرشد کی طرف رکھنی چاہیے۔

علم دعوت

علم دعوت ایک اعلیٰ روحانی و بانحنی علم ہے جس کا حضرت علیہ السلام باخور حجۃ اللہ علیہ نے اپنی تعلیمات میں نہایت تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس کے اسرار و موز کھول کر اپنی کتب میں بیان فرمائے ہیں۔ اس علم کو آپ کی کتب میں مختلف ناموں مثلاً علم عکسیر، کیمیا اکسیر، علم عکشیر اور تصرف عجین کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ علم دعوت کی بنیاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان ہے:

إذَا تَحْيِي لَهُ فِي الْأَمْوَالِ قَاتِلَتْ يَعْنَى أَهْلَ الْفَبُورِ

ترجمہ: جب تم اپنے معاملات میں پریشان ہو جائیا کرو تو اہل قبور سے مدد مانگ لیا کرو۔

یا ایک دینی و روحانی عمل ہے جس میں کسی عارف، فقیر یا ولی کے مزار پر ایک خاص ترتیب سے قرآن پاک پڑھا جاتا ہے جس سے اہل مزار کی روح حاضر ہو جاتی ہے اور صاحب دعوت کی مدد کرتی ہے۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ علم دعوت اور کشف القبور میں بڑا فرق ہے۔ کشف القبور میں عام مسلمانوں کی قبروں پر دعوت پڑھ کر اہل قبور کے حالات معلوم کیے جاتے ہیں کہ وہ برزخ میں کس حالت میں ہیں لیکن علم دعوت میں صرف فتح را اولیاً کرام کے مزارات پر دعوت پڑھی جاتی ہے اور اس کا مقصد اور پریشان ہو چکا ہے۔ علم دعوت پڑھنے کے لیے کچھ شرائط ہیں:

1۔ پڑھنے والا ولی اللہ ہو اور تصویر اسم اللہ ذات میں کامل ہو اور اسے بارگاہ الہی کی حضوری حاصل ہو جیسا کہ حضرت علیہ السلام باخور حجۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦ سب سے پہلے باطن میں بارگاہ حق کی حضوری اور قرب وصال نصیب ہوتا ہے، اس کے بعد بندہ دعوت پڑھنے کے قابل ہوتا ہے۔



جو آدمی اس طریق سے دعوت پر صفاتیں جانتا وہ دعوت قبور سے رجعت کھا کر بیمار و بیرون ہو جاتا ہے۔ (نجف انقرہ کاں)

- 2۔ مرشد کی اجازت کے بغیر دعوت نہیں پڑھنی چاہیے۔ مرشد کی اجازت کے بغیر دعوت پر صفات خطرناک ہے۔
- 3۔ دعوت پڑھنے والا روحاںی طور پر پاک اور کامل ہو۔ ناقص و خام شخص اگر دعوت پڑھنے کا تو سرف نقصان اٹھائے گا۔ حضرت گلی سلطان پاٹھ فرماتے ہیں:

❖ دعوت خواں کو صاحب عمل عامل کامل، پاکہاں، پا اعتبر اور ہائیکیوں ہوتا چاہیے۔ (نو راہبی کاں)

علم دعوت پر صفات اور اس دوران با شعورہ کرتام بالاؤں اور آفتوں سے محفوظ رہنا صرف کاملوں کا کام ہے۔ اگر ناقص کی گردان تیز تکوار سے اڑا دی جائے تب بھی اس کے لیے بہتر ہے کہ دعوت پر صحت کی جرأت دے کرے۔ اگر کوئی ہزار دنار یا چمکتا ہو اس نادے تو اسے چاہیے کہ اس مال و متعہ کو تکرار دے اور دعوت ہرگز نہ پڑھنے۔ جان لے کر شیطان نے تمیں ہزار سال تک علم حاصل کیا اور تمیں ہزار سال تک فرشتوں کو علم دعوت کا سبق پڑھایا لیکن اس کے وجود میں علم پر غرور و تکبر کی وجہ سے خود پسندی کی مستحکم، سکرا اور غبہ دریا پیدا ہو گئی۔ اس کے علم نے اسے اللہ کا حکم مانتے اور آدم کو بجدو کرنے سے روک دیا۔ (نو راہبی کاں)

- 4۔ دعوت خواں دعوت پڑھنے کے خاص طریق اور ترتیب سے واقف ہو۔ دعوت توجہ کے طریق اور زبان قلب سے پڑھی جاتی ہے۔ جو صاحب دعوت اس طریق کو جانتا ہے اسی کی دعوت کامل ہے اور اسے عمل دعوت کے لیے دیگر لوازمات کی ضرورت نہیں۔ حضرت گلی سلطان پاٹھ فرماتے ہیں:

❖ ناقص لوگ ہاتر ترتیب علم دعوت پر صحت کے طریق سے واقف نہیں ہوتے۔ جو شخص کی زبان سے دعوت پر صحت اے وہ اہل ناسوت میں سے ہے۔ جب وہ دعوت پر صحت اے تو عالم غیب سے جنوں کے بعض اشکار کے ساتھ دعوت پر صحت ہے ہیں۔ جو دعوت کو توجہ، تصور اور تصرف قلب و زبان قلب سے پر صحت اے اس کے اردو گل و جز کے تمام فرشتے اور موکل جمع ہو جاتے ہیں اور حلقت باندھ کر اس کی مدد کے لیے وہ بھی دعوت پر صحت ہیں۔ (نو راہبی کاں)

❖ فتحی کامل اہل دعوت جو دعوت میں عامل اور صاحب توجہ و حکم ہوا سے دعوت پر صحت کے لیے اضافہ زکوہ دینے، شخص دسید و قت شمار کرنے، بروج و کواکب کا حساب رکھنے، ذکر کے دور بدور کرنے، بخشش و انعام دینے، قفل لگانے یا کھولنے، کھانے میں حیوانات جلانی، حیوانات جمالی، حیوانات کمالی کی احتیاط کرنے، تمازوں و گناہ پر صحت، احتیاطاً غسل، رجعت و سلب و آسیب سے حفاظت کرنے، روزے رکھنے، خلوت میں بیٹھ کر چل و مجاہدہ کرنے کی کیا ضرورت؟ یہ تمام شیطانی و سو سے باعث خطرات و وہمات ہیں جو کہ خام و ناقص و ناتمام و جو دیں پائے جاتے ہیں۔ (نو راہبی کاں)

کیا فقیر کامل علم دعوت کا محتاج ہے؟

حضرت گنی سلطان باخواں سلطے میں فرماتے ہیں:

♦ جان لے کر فقیر کامل صاحب قرب ہوتا ہے۔ اسے کیا ضرورت ہے کہ وہ علم دعوت پڑھے۔ بلکہ شب و روز دعوت پڑھنے، خلوت میں بیٹھ کر چلنے کا نہ ہے، پیادوں اور مست ہاتھیوں کی فونج جمع کرنے اور بے شمار یہم وزر نقص و بخش فرج کرنے سے فقیر کامل کی ایک لمحہ کی توجہ بہتر ہے۔ فقیر کامل قرب الہی، کنہ گن اور کنکلہ طیبات لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ سے توجہ کرنے کے طریق سے واقف ہوتا ہے اور اس کی توجہ کی تائید بھیش ترقی پذیر رہتی ہے اور قیامت تک نہیں رکتی۔ (دور الہدی کا ان)

دعوت پڑھنے کا طریقہ

1۔ رات کے وقت کسی ولی یا فقیر کی قبر پر حاضر ہو کر اس کی پامنی یا اس کے سرہانے بیٹھ کر یا گھوڑے کی طرح قبر پر سوار ہو کر جس قدر ہو سکے قرآن مجید کی تلاوت گرے۔ (دعوت پڑھنے ہوئے قبر پر سوار ہونے کو حضرت گنی سلطان باخور حضرت اللہ علیہ السلام کی ادائیگی سے ضرور خیر دار کر دیتے ہیں۔)

2۔ اگر صاحب حضور ہے تو منہ کی زبان سے دعوت نہ پڑھے کیونکہ زبان نیک و بد گھنٹوں سے عموماً اولادہ رہتی ہے اس لیے قرآن پڑھنے کے لائق نہیں۔ صاحب قلب، قلب کی زبان سے اور صاحب بہر، بہر کی زبان سے دعوت پڑھے۔

دعوت کن مقاصد کے لیے پڑھی جاسکتی ہے

- 1 روحاںی امداد کے لیے۔
- 2 پادشاہ اسلام کے لیے جو کافروں سے جنگ کر رہا ہو۔
- 3 رافضیوں اور غارجیوں کے لیے کہ انشاً اللہ نہیں ہدایت دے۔
- 4 علمائے منافقین کے لیے جو حق قول نہیں کرتے۔
- 5 آبادی و جمیعت نعمت اور باران رحمت کے لیے۔
- 6 اس شخص کی مدد کے لیے جو دعوت پڑھتے وقت رحمت میں آ کر دیوانہ ہو گیا ہو۔
- 7 کسی باعمل عالم کے لیے جسے کوئی دینی مدد درجیش ہو۔

علم دعوت کے لیے علمی دلیل

۱۔ مسلم علم دعوت کے حصول کے قائل رہے ہیں۔

استمداد عن القبور کے مسئلہ پر علام کرام میں گھرے اختلافات رہے ہیں۔ ایک گروہ نے انکار کا راستہ اختیار کیا اور دوسرے استمداد عن القبور کے اقرار اور وجود کے بارے میں فتویٰ دیتارہ بابے الحکیم صوفی کرام کے تمام گروہ و اس معاملہ میں متفق رہے ہیں۔ چونکہ یہ معاملہ کشف اور مشاہدہ سے تعلق رکتا ہے لہذا صوفی کرام اپنے مشاہدات و تجربات کی بنیاد پر ہمیشہ اولیاء اللہ کے وصال کے مزارات سے فیض و برکات اور دینی امور میں امداد و تصرف کے حصول کے قائل رہے ہیں۔

حضرت مصین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت دامت حیثیت بخش کے مزار پر وہ حانی مسئلہ کے حل کے لیے مسلسل چالیس روز چلد کا نام
‘علم دعوت’ کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ جب حضرت مصین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ حل ہو گی تو آپ پکارا تھے:

﴿ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴾

ابن تیسیہ پہلے عالم تھے جنہوں نے استمداد عن القبور کے سلسلے میں انکار کی را و اختیار کی۔ جب صوفی کرام کے کشف، تجربات اور مشاہدات کی طرف ان کی توجہ دلائی گئی تو انہوں نے اس معاملے میں جنات کی تحریر کا حوالہ دے کر اس حرم کی باتوں کو مسترد کر دیا اور علام کرام کے ایک بہت بڑے گروہ نے ان کی پیروی کی۔

دوسرے گروہ میں علام بھی ہیں اور صوفی کرام بھی۔ علام سلیمان پرسوب سے پہلے علام ابن قیم نے اس مسئلے کی طرف توجہ دی اور اپنی کتاب ‘کتاب الزوح’ میں اس مسئلے کے علمی پہلوؤں کو جائز کیا۔ آپ نے ثابت کیا کہ ارواح سنتی ہیں اور کاملین سے عالم بیداری میں اور عموم سے عالم خواب میں ملاقات اور ابطہ کرتی ہیں۔ اس مسئلے پر بے شمار کتب تحریر ہو چکی ہیں۔ یہاں ہم صرف شاد ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ‘بعادات’ سے ایک اقتباس درج کر رہے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

﴿ اس مسئلہ میں فقیر کو بتایا گیا کہ جب مشائخ، صوفی اور فقیر اکو انتقال فرمائے چار سو سال یا پانچ سو سال یا اس کے قریب گز رجائے ہیں تو ان کے نفوس کی طبیعتی قوتیں جوزندگی میں ان کی ارواح کو خالص محروم صورت میں ظاہر ہونے نہیں دیتی جیسی، اتنا عرصہ گزرنے کے بعد یہ طبیعتی قوتیں بے اثر ہو جاتی ہیں اور ان میں ان نفوس کے نئی نئی روی ہوائی کے اجزاء منتشر ہو جاتے ہیں۔ اس حالت میں جب ان مشائخ کی قبور کی طرف توجہ کی جاتی ہے تو ان کی ارواح سے اس توجہ کرنے والے کی روی کو فیضان ہوتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت حق سلطان باشور حمتہ اللہ علیہ اور علم دعوت

سلطان العارفین حضرت حق سلطان باشور حمتہ اللہ علیہ نے دعوت پڑھنے کے بے شمار فوائد بیان کیے ہیں۔ تمام ظاہری و باطنی قسمیں اس سے مختصر ہوتی ہیں، بڑے بڑے اسرار ظاہر ہوتے ہیں، دنیا کی ہرشے اپنے خالق صاحبِ دعوت پر مکشف کر دیتی ہے، ماضی، حال و مستقبل کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں اور ہر حکم کی مطلب برا آری ممکن ہے۔ اگر یہ دعوت قبولیت کا درجہ پائے تو صاحبِ دعوت کو غیر سے آواز آتی ہے یا کوئی بزرگ خواب، مراثی، خیال یا وحیم کے ذریعے کامیابی کی بشارت دیتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت حق سلطان باشور حمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

◆ علم دعوت کی شرح و خاصیت یہ ہے کہ علم دعوت اللہ تعالیٰ کے کلام قرآن مجید کی دعوت ہے۔ جو آدمی قرآن مجید کو اپنا بادی و پیشو اور راہبر بنا لیتا ہے وہ دونوں جہاں میں معتبر ہو جاتا ہے۔ اب قرآن و علم دعوت کی شرح میخدہ علیحدہ بیان کی جاتی ہے۔ دعوت کی حکم کی ہوتی ہے مثلاً دعوت جزا، دعوتِ مغل، دعوتِ ذکر، دعوتِ فخر، دعوتِ تجلیات نور اللہ، دعوتِ منشیٰ فقیر و ملی اللہ جس کے متعلق فرمان حنفی تعالیٰ ہے:

◆ آللہ وَلِلّٰهِ أَكْمَلُوا مُنْجِرَ جَهَنَّمَ فِي الظُّلْمِ لِمَنِ اتَّقَوْ (سورہ البر - 257)

ترجمہ: اللہ (اے اللہ ذات) مومونوں کا ایسا دوست ہے جو انہیں کلمات سے نکال کر نور میں لے جاتا ہے۔

اور دعوت صاحب نظیر قرآن عالمگیر اولیاء اللہ جمیں کے بارے میں فرمان حنفی تعالیٰ ہے:

◆ آلٰا إِنَّ أَوْلَىَ اللَّوْلَا خَوْفَ عَلَيْهِ وَلَا هُمْ يَخْزَنُونَ (سورہ جن - 82)

ترجمہ: بے شک! اولیاء اللہ پر کوئی خوف ہے نہ کوئی غم۔

◆ مرد مرشد اہلِ دعوت حنفی خسرو مرشد خود میں بود اہل از غرور

ترجمہ: مرد مرشد اہلِ دعوت اہلِ خسرو ہوتا ہے اور خود پرست مرشد اہل غرور ہوتا ہے۔

مشنی صاحبِ دعوت اگر کسی کی طرف جذب قبر و غصب سے دیکھ لے تو خدا نے عز و جل کے حکم سے وہ دم بھر میں فوراً بے جان ہو کر مر جاتا ہے کہ فرا کا قبر، قبر خداوندی کا نمونہ ہوتا ہے اور اگر وہ کسی کو جذب اخلاص سے دیکھ لے تو وہ زندہ دل ہو کر با اخلاص طالبِ مولیٰ بن جاتا ہے اکثر لوگ کہدیتے ہیں کہ میرا شخص ہے اور اعتقاد میرا اب ہے۔ وہ یہ بات کچھ بھی، بے عقل، جہالت اور نادافی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ انہیں کہتا چاہیے کہ میرا بھی صاحب اسرار خاص ایسا شخص ہے اس لیے اعتقاد بھی میرا اب ہے۔ جان لے کر دعوت یا توجہات و موکلات کو قید و محرک فرنے کے لیے پڑھی جاتی ہے یا انہیا اولیا و اصنیا و انتیا و غوث و قطب و شبد و خاکیان اہل اسلام کی مقدس ارواح کو حاضر کرنے کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ دعوت پڑھنے والا دعوت پڑھنے میں عامل کامل شہسوار ہو اور وہ آہنی رات کے وقت قبر کے پاس جائے

اور اس کے گرد دعوت پڑھے۔ اگر روحاںی حاضر ہو جائے یا وحیم یا خیال یا کسی اور طریقے سے صاحبِ دعوت کا مطلوب کام کر دے تو تھیک درست معلوم ہو جائے گا کہ صاحب قبر روحانی غالب ہے یا اسے کلامِ الٰہی سے نورِ الٰہی کی دولت و نعمت مل رہی ہے جس کی وجہ سے وہ تاخیر کر رہا ہے۔ اسی صورت میں پڑھنے والے کو چاہیے کہ وہ قبر پر سوار ہو جائے جیسا کہ شہزادگوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ اگرچہ قبر پر سوار ہونا گناہ ہے تاہم ہم اسلام کی خاطر یا مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر ایسا کرنا عین تواب کا کام ہے۔ جو آدمی قرآن پڑھتا ہے اور بحر قرآن میں غواصی کرتا ہے وہ علم میں عامل اور دعوت تکمیر میں کامل مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے کسی شہید یا فنا فی اللہ فقیر کی قبر کے نزدیک علم دعوت پڑھنا ایسا عمل ہے کہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے حکم و عظمت و امر و قدر و جلالیت و حیرت سے نوازتا ہے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ صاحبِ دعوت کو ایسی توفیق بخدا ہے کہ عرش سے تحت الختنی تک زمین و آسمان کی ہر جیزتی کے کعبۃ اللہ اور حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا مدینہ بھی گردش میں آ کر زیر و زبر ہونے لگتا ہے۔ پس کسی اور جیز کا کیا تذکرہ؟ اگر کوئی صاحبِ دعوت اسکی دعوت پڑھے اور جذب توجہ سے کسی کی جان لینا چاہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مغرب تک کہیں بھی عزراں کل علیہ اسلام و مبھر میں اس کی جان قبض کر لیں گے لیکن میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

✿ پاگھا! بہر از خدا بہر از رسول اطلاع زیں بده آل الوصول

ترجمہ: اے باخواجی خدا اور رسول خدا اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ، تو اہل وصول کو اس سے باخبر کر دے۔

جو لوگ اسکی دعوت پڑھنے میں عامل ہونے کے باوجود ظالم لوگوں کے ظلم سنتے رہتے ہیں اور کسی کو ستائے جیسی وہ اپنے تمام احوال سے باخبر و ہوشیار رہتے ہیں۔ اہلِ دعوت فقیر بہت بڑی وقت کے مالک ہوتے ہیں، وہ بی قوت نہیں ہوتے کہ لوگ ان سے عداوت رکھیں کیونکہ وہ طالب اللہ ہوتے ہیں اور طالب اللہ دونوں جہان پر غالب ہوتا ہے۔

✿ ملک و نلک زیر پائے فقیر جاؤ دافی ب زیر سائے فقیر

ترجمہ: زمین و آسمان کا مقام فقیر کے قدموں کے نیچے ہے اس لیے وہ ہمیشہ اس کے زیر سایہ رہتے ہیں۔

حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا فرمان ہے:

✿ حَبْرُ الْقَاعِدِينَ تَعْنَى يَنْتَفَعُ النَّاسَ

ترجمہ: انسانوں میں سب سے بہتر و وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔ (بیک افتخار)

✿ اہلِ دعوت کا قبر پر سوار ہونا روحانی کو پہاڑ سے زیادہ وزنی معلوم ہوتا ہے۔ اگر دعوت پڑھنے کے دوران اہلِ دعوت ایک تک آنحضرت قبر پر کوزے کی طرح مار دے تو وہ تنکار روحانی کو ایسا زخم پہنچاتا ہے جیسا کہ تکوار یا کلبازی یا نیزہ یا چھری یا بندوق پہنچاتی ہے۔ روحانی یہ زخم کھا کر بلیلاً اٹھتا ہے اور حضور علیہ اصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہے۔ حضور علیہ اصلوۃ والسلام کی بارگاہ سے اسے اہلِ دعوت کا کام کرنے کا حکم اعلیٰ صادر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے اہلِ دعوت کا رکا ہوا مشکل کام فوراً ہو جاتا ہے اور وہ اپنے مقصود کو کچھ جاتا ہے۔ اسکی دعوت کوئی تکوار کہنے ہیں کہ اسکی دعوت پڑھنے والے کی زبان اللہ کی تکوار ہوتی ہے۔ اس کا دل زندہ اور لش مردہ ہوتا ہے اور اسے حضور علیہ اصلوۃ والسلام کی

طرف سے ایسی دعوت پڑھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

◆ ہر کرا رخصت نہ باشد از رسول ای مراتب کے رسد وحدت وصول

ترجمہ: جسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہارگاہ سے ایسی دعوت پڑھنے کی اجازت و رخصت نہ ملے وہ صل وحدت کے ان مراتب تک کہاں پہنچ سکتا ہے؟ (محک الفرقہ کاں)

◆ دعوت کے ان مراتب کا تعلق زبانی قیل و قال اور لکھنے نہیں بلکہ اس کا تعلق دُعَّ نَفْسَكَ وَتَعَالَ (اپنے نفس کو چھوڑ دے اور اداہ تعالیٰ کو پائی) کے آخر عمل سے ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿أَفْتَلُوا النَّفَسَكُمْ بِسَيِّفِ الْمَجَاهِدِ﴾

ترجمہ: مجاهدے کی تواریخ سے اپنے نفسوں کو قتل کرو۔

ابتداءً نفس کو یہ طاقت کہاں کہ وہ روحانی کی قبر کے پاس جا کر اس سے جنگ کرے؟ یہ روحانیت کی وہ راہ ہے کہ جس میں حقیقت روحانیت اولیاء اللہ پر غالب ہوتی ہے۔ تو اچھی طرح جان اور سمجھ لے کام اللہ کا مجاہدہ تواریخ سے مجاہدے سے غالب تر مجاہد ہے۔ محض ایک دفعہ پڑھ لینے سے دعوت ہرگز رواں نہیں ہوتی اور نہ یہ زیرِ مل آتی ہے جب تک کہ اسی دعوت اس طرح دعوت نہ پڑھے کہ دعوت شروع کرتے وقت وہ خود کو اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر کریں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا شیعی بنائے، حضرت محبی الدین شاہ عبدالقدوس جیلانی قدس سرہ العزیز کو ائمہؑ کی روایتیں ہو جائے کہ تمام محقق کتر ہے اور خالق تمام مخلوق سے برتر ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر مهر بان ہو جائے گا اور دونوں جان اس کے تابع کر کے خدمت گارہ بنا دے گا۔ جو آدمی اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے خاک و سونا اس کی نظر میں برادر ہو جاتے ہیں کام اللہ میں تاثیرگلی پائی جاتی ہے۔ اسی اعظم کی تاثیر سے وہ روشِ ضمیر ہو کر بے نظیر مرتبے کا مالک ہو جاتا ہے اور ہر ملک و ولایت اور مشرق سے مغرب تک، زمین کے ایک کونے سے دوسرے کوئے تک ہر بادشاہی اس کے حکم و قید میں آ جاتی ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ بادشاہ اہل فتنہ کے تابع ہوتا ہے۔ جس نے بھی فتح و فخرت و بادشاہی پائی تھا فتح درویش سے پائی۔ (محک الفرقہ کاں)

◆ فتحیکی پڑھی ہوئی دعوت حضوری حق کی دلیل ہوتی ہے، فتحیکا ہر کام مثل کام طیلہ اللہ ہوتا ہے، ہم مجلس فتحیکم مجلس رب جمیل ہوتا ہے لیکن ایسا مظہر تو رہی فتحیک جان میں قلیل ہوتا ہے۔ جس آدمی کا باطن صاف ہو جائے اس کا دل معرفتِ الہی سے مزین ہو کر جام جہاں نما ہو جاتا ہے۔ ایسے فتحیک بستہ خاموش رہتے ہیں کہ وہ اللہ سے پیوست ہو جاتے ہیں اور اللہ کے سوا اسی سے باتیں نہیں کرتے کیونکہ غیر اللہ سے باتیں نہیں۔ ایسے فتحیک بستہ خاموش رہتے ہیں۔ دنیا غم ہے اور فقر اللہ کا نام ہے جو بہت بڑی نیمت ہے۔ اہل غم اور اہل نیمت کا آپس میں کوئی جو زندگی نہیں۔ صاحبِ دعوت مشتمل فتحیک طاہری و باطنی قوت کی وجہ سے لارجعت و لازوال ہوتا ہے۔ ایسے دعوت خوان فتحیک و مراتب قرب و وصال حاصل ہوتے ہیں۔ مشتمل صاحبِ دعوت کو ستارے و درون شمار کرنے کی کیا حاجت ہے اور اسے خس و سعد سامنے کے اعداد و شمار جمع کرنے کی کیا ضرورت

بے کو وَوَلَا تُخْفِي وَلَا تُخْزِنَ۔ مرتبے کام لک ہوتا ہے۔ وہ جب قبر کے پاس جا کر مر اپنے کرتا ہے تو خود سے بے خود ہو گر وحشی سے جواب پا سوایا ہے۔ وہ احوال قبر سے باخبر ہوتا ہے اور از را و دل قبر سے خریں وصول کرتا ہے جس سے اس کی باطنی دلیل محل کرسانے آجائی ہے۔ ایسے صاحب دعوت فقیر نہ کور کا و جو و صاف اور قلب طاہر ہوتا ہے۔ اس قسم کے دعوت خوان فقیر کو قاتل کہتے ہیں کہ وہ نظر و توجہ سے قتل کرتا ہے۔ اس کی نظر اور توجہ تیز تواریکی مانند ہوتی ہے۔ قاتل قاتل مرد نہ کر فقیر وہ ہے جو سب سے پہلے اپنے مودوی نفس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قتل کرے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿أَقْتُلُوا الْمُؤْمِنِينَ قَبْلَ الْإِنْذَارِ﴾

ترجمہ: مودویوں کو ان کی ایذ ارسانی سے پہلے ہی قتل کرو۔

اس قسم کے قاتل فقیر کو اولیٰ الامر سیف اللہ بھی کہتے ہیں جو کبھی تیغ من تھا ۱﴿اللّهُ هُوَ الْجَلِيلُ الْعَلِیُّ الْعَزِیْزُ الْمُتَّقِیْبُ الْمُنْذِلُ مَنْ تَقْدَمَ (اللّهُ هُوَ الْجَلِيلُ الْعَلِیُّ الْعَزِیْزُ الْمُتَّقِیْبُ الْمُنْذِلُ مَنْ تَقْدَمَ)﴾ کے درجے پر ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اس قاتل کے درجے پر ہوتا ہے۔ الغرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿أَنْهَبُتُ فِي النَّعْصَانِ الْمُنْعَصَنَ فِي الْلَّهُو﴾ (۴۵۹۹)

ترجمہ: کسی سے محبت کرو تو اللہ کے لیے کرو اور کسی سے بغض رکھو تو بھی اللہ کے لیے رکھو۔ (تک التقریب)

❖ جان لے کر بعض لوگ دعوت پڑھنے میں خود عامل ہوتے ہیں اور بعض کو کسی عامل کا مل اہل دعوت فقیر کی طرف سے دعوت پڑھنے کی رخصت و اجازت ہوتی ہے۔ کامل صاحب دعوت وہ ہے جو دعوت پڑھنے میں خود عامل و کامل ہو۔ علاوہ ازیں وہ صاحب ریاست بھی ہو، صاحب اجازت بھی ہو، صاحب ارادت بھی ہو اور الائی سعادت بھی ہو۔ اگر کوئی چاہے کہ میں کفار پر غالب آ جاؤں، اُن کے لئے پر قابض ہو جاؤں اور راضی ہے دینوں کو قید اسلام میں لے آؤ تو اسے چاہیے کہ کاغذ کے دو پر زے لے کر ایک پر تین نام نہ رو، شداد اور قارون لکھے اور دوسرے پر تین نام فرعون، بامان اور الیس علیہم اللعنت لکھے اور ان دونوں پرزوں کو اپنے پیروں کے نیچر کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک کو ایصال شوائب کی نیت سے دور کھات نہ لفظ اس طرح پڑھنے کے پہلی رکعت میں بعد از سورۃ فاتحہ سورۃ قیم پڑھنے اور دوسری رکعت میں سورۃ نیت پڑھنے اور سلام کے بعد بجدہ میں یہ دعا پڑھنے:

﴿اللّهُمَّ أَنْظِرْنِي مِنْ نَظَرِ دِينِ الْمُحْمَدِ وَ اخْلُلْنِي مَعَكَ مُخْتَدِرًا صَلَّى اللّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ﴾

ترجمہ: اے میرے اللہ ابودین محمدی کی مدد کرے تو اس کی مدد فرم اور بودین محمدی کی مدد سے ہاتھ بھٹک لے تو بھی اس کی مدد سے ہاتھ بھٹک لے۔ پھر ان دونوں کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب پاک رحمی اللہ علیہم کی ارواح کو بخش دےتاکہ اس ترتیب سے جب وہ دعوت پڑھنے تو اس کا زکا ہوا کام ہو جائے اور وہ بہت جلد اپنے متعدد کوئی نہیں جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کہ تاثیر کام رہانی برحق ہے۔ اگر وہ اپنی مطلب برآئی بہت جلدی چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ دور کھات میں پورا قرآن مجید پڑھے۔ اگر وہ یہ عمل متواتر تین دن تک کرے تو قیامت

۱ سورۃ الحکیم آیت ۳۳۔ ترجمہ: خوفزدہ ہوں اور غمزدہ۔

تک اس کا یہ عمل نہیں رکے گا۔ اس دعوت تحقیق بہن کو وہ آدمی پڑھ سکتا ہے جسے بارگاہِ الہی سے یہ دعوت پڑھنے کا حکم ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اجازت ہوا اور مجتی الدین شاہ عبدالقدیر جیلانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے رخصت ہوا اور وہ ان صفات سے بھی متصف ہو کر ظاہر میں مرد شہسوار اہل قبور ہوا اور باطن میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دامؑ صاحب حضور ہو۔ (محفظ القرآن)

• اگر کوئی بے قوت اور ذکرِ اللہ سے نافل مردہ دل آدمی اپنے زندہ جسم کے ساتھ کسی زندہ دل و مردہ جسم و زندہ خاک و زندہ شوق وی اللہ کی قبر پر چلا جائے اور قبر کے پاؤں کی طرف سے یا سر کی طرف سے پا قبر پر سورہ بکر دعوت پڑھنا شروع کر دے تو وہ اسی وقت بلاک ہو جائے گا اور جان بلب ہو کر مر جائے گا یا رجعت کھا کر بیمار یا دیوانہ ہو جائے گا۔ اگر کوئی صاحب قوت غالب الاولیاء عامل دعوت کسی روحانی کی قبر پر جاتا ہے تو روحانی اس کے نزدیک مکمل ایک مردہ ہوتا ہے جو اس کی دعوت سے عظمت حاصل کرتا ہے۔ اس لیے ایسے باطن صفا صاحب قوت دعوت خواں کو اختیار ہے کہ وہ قبر کے جس طرف سے بھی چاہے دعوت پڑھ سکتا ہے خواہ بالاخواہ زیریں۔ قبر کی ہمیشہ میں دعوت پڑھنا نہایت ہی دشوار کام ہے۔ قبر پر دعوت پڑھنے کےائق وای آدمی ہو سکتا ہے جو اس کام کا عامل ہو۔ اگر کوئی غالب دعوت پڑھتا ہے تو وہ قبر سے خزانِ الہی حاصل کرتا ہے اور اگر دعوت خواں غالب نہ ہو تو وہ قبر سے بیماری درنج اٹھا کر مر جاتا ہے۔ (محفظ القرآن)

جان لے کر دعوت سات خزانِ کی جامیں ہے۔

1۔ وہ خزانِ جوز بیز میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ سونا، چاندی اور نعمتی کے خزانِ اُن۔

2۔ وہ خزانِ جوروئے زمیں پر پائے جاتے ہیں جیسے کہ خزانِ بہشت۔

3۔ وہ خزانِ جو عقیلی میں پائے جاتے ہیں جیسے کہ خزانِ اُن۔

4۔ وہ خزانِ جو مقامِ اذل میں پائے جاتے ہیں۔

5۔ ایمان کے وہ خزانِ جوابِ دین میں پائے جاتے ہیں۔

6۔ معرفتِ مولیٰ کے خزان۔

یہ ساتوں خزانِ اولیاء اللہ کے مزارات پر دعوت قبور پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ لبذا دعوت خواں کو مرد نہ کر شہسوار قبر ہونا چاہیے۔
جان لے کر فتحی کو رجعت اس وقت پیش آتی ہے جب وہ مولیٰ کو چھوڑ کر غیر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اہل علم کو رجعت اس وقت پیش آتی ہے جب وہ علم کے خلاف عمل کرتا ہے، اہل دنیا کو رجعت بخل کی وجہ سے ہوتی ہے، جاہل کو رجعت شرک کی وجہ سے پیش آتی ہے اور بادشاہ کو رجعت بے عدل و بے انصاف ہونے پر پیش آتی ہے۔ صاحبِ دعوت فتحی وہ ہے جو اس قسم کی ہر چھوٹی بڑی رجعت کو ایک ہی نظر سے دفع کر دے۔ جان لے کر اولیاء اللہ کے مزارات پر دعوت وہ آدمی پڑھ سکتا ہے جو دعوت قبور کے ان مراتب تک پہنچ چکا ہو کیونکہ اولیاء اللہ کی قبر شیر کی مثل ہوتی ہے اس لیے قبر پر وہ آدمی سوار ہو سکتا ہے جو زیر کا شہسوار ہو۔ اولیاء اللہ کی قبر کو وہ طور کی مثل ہوتی ہے اس لیے اولیاء اللہ کی قبر پر وہ آدمی سوار

ہو سکتا ہے جو حضرت مولیٰ نکیم اللہ کی طرح صاحبِ دعوت ہو۔ اولیاً اللہ کی قبر آگ کی مشی ہوتی ہے، اس آگ میں وہ آدمی کو سکتا ہے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح جان شمار ہو۔ جان لے کر اگر ایک طرف آگ ہو اور دوسرا طرف قبر ہو تو آگ پر قدم رکھ دے غیر قبر پر قدم رکھ دے۔ دعوت قبور پر ہنے کا عمل تین مواقع پر کیا جانا چاہیے، ایک یہ کہ جب پادشاہ اسلام کفار سے جہاد کر رہا ہو، دوسرا ہے وہاں کہ جہاں ملدوں کا غلبہ ہو اور قیصر سے وہاں کہ جہاں اسلام کی عزت محفوظ ہو۔ ان تین دعویات کی بنا پر قبور اولیا پر سوار ہو کر آیاتِ قرآن کی دعوت پر حضور اوابےؐ تکن قبر پر سوار ہو کر دعوت پر حضور آسان کا کام نہیں ہے کہ یہ جان شماری کا کام ہے اور جان شمار کرنے بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ (محکم الفرقہ کاں)

＊ ہرم ذکر فکر کی ترتیب سے اگر دعوتِ باطن پڑھی جائے تو باطن کی خاصِ الخاص را مطلقِ محل جاتی ہے جس سے دل بیدار ہو کر طلبِ حق میں مشغول ہو جاتا ہے۔ ایسی دعوت کو دعوتِ غرق یا دعوتِ جذب کہتے ہیں۔ اس دعوت میں اسم اللہ کے حروف سے نور ذات کی تجلیاتِ قطراتِ بارش کی مانند برستی ہیں۔ تجلیات کی یہ بارشِ اسم اللہ کے حروف 'ا'، حرف 'ل'، حرف 'ا'، حرف 'م' اور حرف 'ه' سے ہوتی ہے۔ حروفِ اسم اللہ سے پھونٹے والی یہ تجھی دیکھ کر چشمِ دل میں ایقین کا مریضِ حاصل کر لیتی ہے اور چشمِ ظاہر کو علمِ ایقین کی حد تک معرفتِ الہی نصیب ہو جاتی ہے۔ جو آدمی اس ایقین سے بے ایقین ہو جاتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ حروفِ اسم اللہ ذات کی اس تجھی کی تحقیقِ طریقِ محمدی سے کی جائے کہ نورِ اللہ کی اس تجھی کی باری یہی کے وقت جن اور شیاطین بھی کثیر تعداد میں راہنما کی غرض سے اس کے ارد گرد تاری تجلیات کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس کو بدعت و شرک و استدراج میں جتنا کرتے ہیں۔ اس مقام پر ذاکر کو خبردار و ہوشیار رہتا چاہیے۔ ان احوال و مقاتمات سے شمشے کے لیے ایک نہایت ہی باخبر مرشد و مُحیّر ہوتا چاہیے جو ان مقاتمات کی ہرزی و زبردی گمراہی سے طالبِ کوئی کمال کر سکو اسِ اسمِ اللہ ذات کی لازوال توفیق بخشد۔ یہ متاع نیک جس دکان سے بھی ملے اسے مت چھوڑ اور شریعتِ محمدی کو ابتداء سے انتہا تک ذریعہ مل رکھ کر بھی اصل دین ہے۔ دعوتِ ریاضت اور چیز ہے اور دعوتِ راز اور چیز ہے۔

＊ دم روں باشد بہش تن تیز دعوتے چوں تیز وهم از دل تیز

ترجمہ: دعوتِ دم جب روں ہو جاتی ہے تو تیزِ دھارِ تکوار کی طرح کاٹ کرتی ہے۔ یہ تیزِ اثرِ دعوت و هم کے ذریعے دل سے ابھرتی ہے۔ اس تھم کی تیز برہن دعوتِ مردہ نہیں و زندہ قلب و جان اولیاً اللہ کی قبر کی تہم تینی میں قرآنِ خواتی سے تعلق رکھتی ہے۔ جب کوئی فقیر کا مل اس تھم کی جان گیر دعوت پر حصہ شروع کرتا ہے تو بے شک گل و جز کی تمام خاوق، تمام انبیاء اولیا، بلکہ طیب لا إلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُمْ دُرُسُّوْلِ اللَّهِ پر حصہ والے تمام اہلِ اسلام کی ارواح، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحابِ صدف، اصحابِ بدر، اصحابِ اہل مدینہ اور اصحابِ عرب و عجم پر مشتمل لگ جگ ایک لا کھ تیزہ ہزار صحابہ کرام حاضر ہو جاتے ہیں اور تمام موالک فرشتے اور حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء کرام کی ارواح اور اتحادہ ہزار عالم کے جملہ جن و انس، عرشِ اکبر، کعبۃ اللہ اور زمین و آسمان کے تمام طبقاتِ جنمیں میں آ کر صاحبِ دعوت کی قید میں آ جاتے ہیں۔ جب تک دعوت پر حصہ تینیں کرتا اہل خاصِ خلاصی نہیں

۱۔ تفصیل کے لیے پڑھیے باب 14 "وهم"

پاٹ۔ اس دعوت سے سخت تر دعوت اور کوئی نہیں۔ اگر کوئی متواتر گیارہ دن تک ہر روز یہ دعوت پڑھے تو بے شک یہ اپنا اثر دکھائے گی اور اللہ کی عزت کی قسم افخر شیئے اس ملک و ولایت کی زمین کو ہلا کر رکھ دیں گے یا الٹ کر جس نہیں کر دیں گے، چاہے اس ملک و ولایت وزمین و شہر کے باسی انبیاء اولیا کی مشیں ہی کیوں نہ ہوں۔ دعوت خواں اس دعوت کو ایک رات پڑھے یا دو راتیں پڑھے اور اگر اس کا کام ختم و دشوار تر ہو تو تیری رات بھی پڑھ لے۔ اگر وہ اس سے زیادہ دنوں تک پڑھے تو اس کے اس عمل کا اثر قیامت تک ختم نہیں ہو گا۔ جو آدمی دعوت دعا نے سیئیں سیف اللہ اور دعوت کلام اللہ کی اس تائیر پر شک کرتا ہے وہ کافی مطلق ہے کہ دعوت کلام روایتی برحق ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جس طرح پارہ کسی عامل کا عمل کیا گرے بغیر کشو نہیں ہوتا زمانہ کسترو نہ ہو دیکھ کر کھانے کے قابل ہنا ہے اور نہ ہی پیش کیا گرے بغیر سونا ہنا ہے اسی طرح عمل دعوت بھی مرشد کا عمل کی اجازت اور قبور اولیا اللہ کی ہم شیخ کے بغیر کشو نہیں تو کارگر ہوتا ہے درجعت سے محفوظ ہوتا ہے اور نہ ہی روایت ہوتا ہے۔

صاحب دعوت عامل کا عمل کے لیے صاحب اکیس کو قید کر کے اپنے تابع کرنا کون سامشکل کام ہے۔ (محفظ الفتن کا ان)

آدمی کو معرفت الہی قرآن مجید سے حاصل ہوتی ہے۔ جب وہ اولیا اللہ کی قبر کی ہم شیخ میں قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے تو اس کی ہر مشکل حل ہو جاتی ہے۔ باطن میں انجیا اولیا اللہ کی ارواح سے مجلس و ملاقات اور دوست مصافی کا شرف بھی قرآن مجید اولیا اللہ کی قبر سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت میسیح علی السلام کی طرح 'قُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ' کا مرتبہ بھی قرآن مجید اور قبور اولیا اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔ قوت حاضرات روحا نیاں اور اسماعیل عظیم بھی قرآن مجید اور قبور اولیا اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔ الہام و فرق و حدائقیت کا مرتبہ اور ذکر نظر، مذکور حضور کی روایتی بھی قبور اولیا کی معیت میں قرآن پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ علم فیض اللہ، علم لدنی، معرفت الہی اور تمام کسی قبور اولیا کی معیت میں قرآن پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے لیکن یہ سب پچھہ تب ہوتا ہے جب اس دعوت کو پڑھنے کے لیے حکم و اجازت دینے والا کوئی شہزاد قبر مرشد کا عمل ہو جو ظاہر باطن کے ہر طریق سے باخبر اور نفس پر امیر ہو۔ یہ مرتبہ اس ولی اللہ فقیر کو حاصل ہوتا ہے جس کا باطن صاف ہو۔ مخفی صاحب دعوت کے ارادہ گرد چار شکر ہر وقت موجود رہتے ہیں جو اس کی حفاظت و نگہبانی کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ان شکروں کو چشم ظاہر سے نہیں دیکھتا ہم کوئی شکر بھی اسے اپنی نظرروں سے اچھل نہیں ہونے دیتا۔ وہ چار شکر یہ ہیں: 1۔ سرورد دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے اصحاب کہار اور جملہ دیگر صحابہ کرام کی ارواح پاک کا شکر۔ 2۔ شہدا کا شکر، جملہ امین شہیدین شریفین ابی محمد الحسن و ابی عبد اللہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا شکر۔ 3۔ مؤکل فرشتوں کا شکر۔ 4۔ عالم غیر کے جنوں اور دیگر صاحب دعوت اولیا کرام کا شکر۔ یہ تمام شکر ہر قسم کے اسلامی مثالاً تکوار، تیز، برچھا، نیزہ، کلبازی و بندوقی وغیرہ سے لیس ہوتے ہیں۔ جب یہ جذب و غضب و قبر و غصہ میں آ کر صاحب دعوت کے دشمن پر غیب الغیب سے وار کرتے ہیں تو اسے شدید رذیغی کر دیتے ہیں اور وہ درد سے مغلوب ہو کر مر جاتا ہے۔ لیکن فقیر کو چاہیے کہ وہ خیر طالب اور خدا تر اس ہو، خود تکلیف الحما نے لیکن کسی اور کو وکھنہ دے کر بندہ جو ہوتا ہے وہی کاتا ہے۔ حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿مَنْ حَفِرَ بَرًّا لَا جِنِينَ فَقَدْ وَقَعَ فِيهِ﴾

ترجمہ: جو اپنے بھائی کی راہ میں کنوں کھو دے ہے وہ خداوس میں گرتا ہے۔

﴿الْخَبُثُ فِي الْكَوَافِرِ الْبَغْضُ فِي الْلَّهِ﴾ (ابداؤ، 4599)

ترجمہ: کسی سے محبت کرو تو اللہ کے لیے کرو اور کسی سے بغض رکھو تو بھی اللہ کے لیے رکھو۔

جو آدمی اللہ کے دوستوں کو ستاتا ہے بے شک وہ دونوں جہاں میں خراب ہوتا ہے۔ بعض آدمی اہل دنیا پر غالب پانے کے لیے دعوت پڑتے ہیں لیکن وہ دعوت کا مطلب سبک نہیں جانتے جیسا کہ کسی آدمی سانپ پر منتر پڑھ کر اسے اپنا قیدی بنایتے ہیں اور ان کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ منتر پڑھ کر اس درندے کو پکڑ لیں۔ ایسے لوگوں کو اولیاء اللہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تو محض منظر ہاڑی ہیں۔ جو لوگ کلام پاک کو رحمات خلق (دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنے) کی خاطر پڑتے ہیں ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ خلق خدا مسخر ہو جائے اور وہ اس سے درہم و دینار (دولت) کا نہیں اور لوگوں سے نذر و نیاز وصول کریں۔ وہ اپنا رزق اسی طرح حاصل کرتے ہیں اور اپنے رزق کا وسیلہ اسی کو سمجھتے ہیں اور خداۓ عز و جل پر اعتبار و توکل نہیں کرتے۔ ایسے لوگ سراسر شرک و ریاضت میں بنتا ہیں۔ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس گمراہ فرقہ سے محفوظ رکھے۔

فرمان حق تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَفْتَرُوا إِلَيْنِي تَمَنَّا قَلِيلًا﴾ (سرہ البر، 41)

ترجمہ: میری آیات کو معمولی قیمت پر مت پہنچو۔

اگر یہی سختی کا انحصار تصرف دنیا پر ہوتا تو طاع فرعون طاعِ موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ یہی بخت ہوتا۔ پس یہی بخت وہ ہے جو عمر بھر مرفت راز اور عبادت نماز جسمی اطاعتِ ظاہر و باطن میں مشغول رہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے:

﴿فُلِّ مَقَامَ الدُّنْيَا قَلِيلٌ﴾ (سرہ النہر، 77)

ترجمہ: (اے ہمیں ملی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) آپ فرمادیں متناسع دنیا بہت قلیل ہے۔

درہم و دینار کوئی بھیل ہی جمع کرتا ہے۔ (محک الفتن کا ان)

علم دعوت سے علوی اور سطی اخمار، ہزار حجم کی مخلوق، جن و انسان، فرشتہ، موکل وغیرہ مسخر کیے جاتے ہیں۔ اس جہاں کی تمام پھوٹی ہوئی مخلوقات قابو میں آتی ہیں اور ذات و صفات کے تمام مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ دعوت پڑتے کی ترتیب اور زکوٰۃ بے شمار ہے لیکن گل میں لا اتا بہت مشکل ہے۔ طالبِ سوائے حکمِ الہی اور اجازتِ نبوی کے، دعوت کے لا اتنی میں ہوتا۔ ناقص اور خام حرص و ہوا میں بنتا ہے۔ جو اسم اللہ ذات کے تصور سے ذات کے مشاہدہ میں مستغرق رہتا ہے اسے دعوت کے اخیر پر انہیا اور اولیاء اللہ کی مجلسِ نصیب ہوتی ہے۔ ہر ایک روح سے ملاقات ہوتی ہے۔ اس حجم کے مراتب امِ اللہ ذات کے تصور اور دعوت قبور اور مخلوقوں اہلی ہونے سے حاصل ہوتے ہیں۔ حقیقی صاحبِ دعوت کی علامات چار قویں ہیں۔ اول اسے حصار کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دوم اسے گوشت و تیغہ، ترک نہیں کرنا پڑتا۔ سوم تو حید و نورِ الہی میں غرق

ہونے کی قوت حاصل ہوتی ہے۔ چارام اسے مجلس نبوبی صلی اللہ علیہ وسلم کی داعیٰ حضوری حاصل ہوتی ہے۔ وہ مجلس نبوبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب باصواب حاصل کر لیتا ہے۔ الغرض دینی اور دنیاوی تہام مہمات میں کامیابی کے لیے کسی باعظت شہید یا غوث یا قلب کی قبر کے گرد رات کے وقت اذان کئے:

لَهُ أَكْبَرُ لَهُ أَكْبَرُ لَهُ أَكْبَرُ
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ
اللَّهِ أَكْبَرُ أَكْبَرُ أَكْبَرُ
أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَى الْمُصْلِحَةِ عَنِ الْفَلَاجِ عَنِ الْفَلَاجِ عَنِ الْفَلَاجِ
لَهُ أَكْبَرُ لَهُ أَكْبَرُ لَهُ أَكْبَرُ

اس اذان سے روحانی قبر میں قید ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں قرآن شریف میں سے سورۃ ملک با ادب قبر کے رو برو بینجھ کر پڑتے۔ روحانی حاضر ہو جائے گا اور با دلیل جواب دے گا۔ خواہ دلیل سے، خواہ وحسم سے، خواہ خیال سے، خواہ آواز سے، خواہ پیغام سے، خواہ قبر سے نکل کر نجیب اوپر تمام طبقات کی خبر عامل دعوت کو دے گا۔ کامل شخص کو حصار وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ وہ ہر حال میں روحانی پر غالب ہوتا ہے اور روحانی سے ہم کام ہوتا ہے۔ یا قُلْ لَهُمَا اللَّهُ كَرِيمٌ اللَّهُ كَرِيمٌ ایک لمحہ، ایک دم، ایک دن رات میں یا پانچ روز کے اندر اندر اٹھا سکتا ہے اور جب تک اپنے مطلب کو حل ہوتے ہوئے ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ لیتا، قید سے رہا نہیں کرتا۔ اگر روحانی اس سے زبردست ہے تو قوت بالطفی سے عامل کی قوت کو سلب کر لیتا ہے اور اگر عامل زبردست ہے تو اس کی قبر پر اس طرح سوار ہوتا ہے جیسے گھوڑے پر، پھر قرآن شریف میں سے جو کچھ اسے یاد ہوتا ہے، پڑھتا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ قبر کا ادب طوڑ کرنا ضروری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر بہتر ہے یا قرآن شریف اقبر پر نہایت زور سے سوار ہو کر قرآن شریف پڑھتے تو آسمان اور زمین میں کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ رہے گی۔ ستر سال کی ریاضت جو چلتے اور خلوت میں کی جائے، سے ایک رات قبر پر سوار ہو کر قرآن شریف پڑھنا بہتر ہے۔ (سر ازادی)

بعض شخص دعوت پڑھنے میں عامل ہوتے ہیں اور بعض کامل۔ جو عامل وکامل ہے وہ جامع نور الہدی، مختلف نظر خدا اور صاحب حضور مجلس نبی علیہ اصلۃ والسلام ہے۔ ایسا شخص توجہ، توحید، تصور، تصرف، تحریر، تفہیم، طریق اور تحقیق کا مالک اور حق تعالیٰ کا رئیس ہوتا ہے۔ اسے ستارے اور برق گلنے کی کیا ضرورت ہے اور سعد و شخص وقت پیچائے کی کیا حاجت۔ اسے زکوٰۃ، قتل، دور مدور، بذل، خوف، جنونیت اور موکل و غیرہ کی کیا پرواہ اور غسل کی کیا ضرورت، رجعت و دیوانگی کا کیا ذرا اور ورد و طائف میں کی بیشی کی کیا احتیاج۔ اس قسم کی قیود سے دعوت پڑھنا سارے وہم و دوسروں ہے۔ جسے دیوانگی، آسیب و غیرہ کا خوف ہے وہ خام اور ناتمام ہے۔ جو کامل اہل دعوت ہوا کرتے ہیں انہیں دعوت پڑھنے سے دونوں جہان کی چابی ہاتھ آ جایا کرتی ہے۔ ساتوں والا یعنیوں کے ساتوں بادشاہ ان کے قبضے میں ہوا کرتے ہیں۔ خواہ کسی کو معزول کریں خواہ بحال، خواہ وہ کسی پر اس طرح نوازش کریں کہ قیامت تک اس کا نام قائم رہے۔ کامل اہل دعوت جب قبر کے پاس بینجھ کر قرآن شریف پڑھتا ہے تو انبیاء اللہ، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تمام اصحاب کبار مراجع امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم اور عامہ موسی مسلمان کی روحسی اس کے گروہ موجود رہتی ہیں۔ جب تک یہیں جاتیں روحانی اس کی قید سے رہا نہیں ہوتا۔ اس قسم کی دعوت کو تعمیر بہرہ، غالب

القوت قوی کہتے ہیں۔ یہ دعوت تو معتبر ہے لیکن اس میں کسی کامل مرشد کی توجہ درکار ہے۔ (سرورۃ دری)

جو دعوت کو توجہ و تصور و تصرف اور زبان روح سے پڑھتا ہے اس کے ارد گرد تمام انبیاء و اولیاء اللہ، اہل اسلام اور اہل ایمان کی ارواح جمع ہو جاتی ہیں اور حلقتہ باندھ کر اس کی مدد کے لیے اس کے ساتھ مل کر دعوت پڑھتی ہیں۔ ایسی دعوت ایک ہی لمحے اور ایک ہی قدم میں قبول و منتظر ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اس دعوت کا مقصد مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلے ہوئے ملک سلیمانی پر تصرف حاصل کرنا کیوں نہ ہو، بے شک تحقیق و توفیق کے ساتھ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ اور جو علم دعوت کو زبان سبز اور کہہ تصور اسم اللہ ذات سے پڑھتا ہے، بے شک پلی بھر میں اس کا ظاہر و باطن نور میں ڈھن کر اللہ کی نظر میں منتظر ہو جاتا ہے۔ علم دعوت کی رو سے ایسی دعوت کو "حضور القرب" کہتے ہیں۔ جو علم دعوت کو نوری زبان اور تصور اسم مخلص سے پڑھتا ہے تو بے شک آپ صلی اللہ علیہ و آله وسلم کی مقدس و معظوم و بکرم روح مبارک بحث اکبر و اصغر صحابہ کرام و اصحاب بدرو رضی اللہ عنہم کی ارواح مبارکہ حاضر ہو کر اس کے گرد حلقة باندھ لئتی ہیں اور اس کی مدد کے لیے قرآنی آیات کے دور بدور سے دعوت پڑھتی ہیں۔ ایسی دعوت اگر ایک دفعہ ہی پڑھ لی جائے تو اس کا عمل قیامت تک جیس رکتا۔ اس مرتبے کے متعلق فرمایا گیا ہے:

✿ لسان الفقراء سیف الرحمن

ترجمہ: فخر اکی زبان حسن کی تکوار ہے۔

یہ مرتبہ اس نصیب ہوتا ہے جس کو باطن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بیعت فرماتے ہیں اور اپنا العاب وہ ان اس کے مند میں ڈال دیتے ہیں۔ ان تمام مراتب دعوت کی کلید حضرت شاہ گنی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہے۔ (اور البدی کاہ)

جو کوئی توجہ، تصور اور تصرف کے ساتھ روح کی زبان سے علم دعوت پڑھتا ہے تو تمام انبیاء، اولیاء اور اہل ایمان کی ارواح دعوت پڑھنے والے کے گرد حلقة بنا کر اس کی مدد کے لیے علم دعوت پڑھنے میں ساتھ دیتی ہیں۔ ایسی دعوت پڑھنے سے ایک ہی قدم اور ایک ہی دم میں مشرق سے مغرب تک تمام ملک سلیمانی اس کے قبضہ اور عمل میں آ جاتا ہے۔ ایسی دعوت کو مستحب الدعوت کہتے ہیں۔ جو کوئی نور کی زبان سے تصور اسم مخلص کے ساتھ دعوت پڑھتا ہے تو بے شک یہ تمام مقدس و معظوم و بکرم ارواح اعلیٰ و ادقیٰ تمام صحابہ کرام (کی ارواح) کے ساتھ اس کے گرد حلقة بنا لئتی ہیں اور اس کی رفاقت میں قرآن پاک کی آیات سے دعوت پڑھتی ہیں اور اس کی مذکورتی ہیں۔ ایسی دعوت اکیرہ کو تمام عمر میں ایک دفعہ ہی پڑھنا کافی ہے۔ (حسن صاریح بن)

وہ کوئی دعوت ہے جس کے عمل سے دونوں جہاںوں کے مطالب حاصل ہو جاتے ہیں؟ وہ کوئی دعوت ہے جس کے دوران قرآن پڑھنے سے میدان جنگ میں کافروں اہلین دشمن کے ہزاروں ہزار لشکر حیرت اور عبرت کا نشان بن جاتے ہیں اور ہاتھ باندھ کر ادب سے حاضر ہو جاتے ہیں اور دین محمدی قبول کر لیتے ہیں؟ وہ کوئی دعوت ہے جو قرآن پاک اور اسم اللہ سے پڑھی جاتی ہے، جس کی بدولت تمام دشمن اندر ہے ہو جاتے ہیں اور جب یہ شمن صلح کر کے سامنے آتے ہیں تو ان کی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں؟ وہ کوئی دعوت ہے جس کے دوران قرآن پڑھنے سے تمام دشمنان دین دیوانے اور مجتوں ہو جاتے ہیں اور ان کا تمام لشکر اتنا بے خود ہو جاتا ہے کہ انہیں نہ تو گھر یاد رہتا ہے اور نہ السحر اور نہ دہ

زبان کھول پاتے ہیں اور اس وقت تک حیران و پریشان اور خراب حال رہتے ہیں جب تک انہیں دعوت پڑھنے والے بزرگ کی زیارت نہ ہو جائے اور وہ اس بزرگ سے جمیعت اور ہوشیاری حاصل نہ کر لیں؟ وہ کوئی دعوت ہے جس میں قرآن پڑھنے سے تمام ہجن، انسان اور موکل فرشتے دعوت پڑھنے والے کے بقدر اور قید میں آ جاتے ہیں؟ اور وہ کوئی دعوت ہے جس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے تمام غیبی خزانے زمین سے باہر آ جاتے ہیں اور دعوت پڑھنے والے کو ان پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔ مشرق سے مغرب تک تمام عالم اور ہفت اقیام کے باشناہ اس کے بقدر اور قید میں آ کر حلقوں بگوش نلام اور فرمایہ دار طالب اور مرید بن جاتے ہیں؟ اور وہ کوئی دعوت ہے جس میں اسم عظیم کا ورد کر کے منی کے ذمیں اور پھر پر پھونک، ماری جائے تو وہ سونے اور چاندی کے بن جاتے ہیں؟

اگر کوئی چاہے کہ اسے علم دعوت کا عمل حاصل ہو جائے، اس کے درود اور طائف جاری ہو جائیں، موکل اور فرشتے اس کے حکم کے تابع ہو جائیں اور اللہ کا کام اس کے وجود میں تاثیر کر کے اسے نفع دے اور جمیعت بخش اور چھوٹی بڑی تمام مخلوقات اس کی طرف رجوع کریں اور مخزہ ہو کر اس کی قید میں آ جائیں، اسے مجلسِ محضی ملیکۃ النبیوں کی حضوری نصیب ہو جائے، ہر مشکل اور ہر مہم حل ہو جائے اور تمام خزانے بغیر کسی تکلیف کے اس کے تصرف میں آ جائیں تو اسے چاہیے کہ سب سے پہلے دشکرے، اس کے بعد عسل کرے پھر جنگل یا صحرائیں اس جگہ جائے جہاں کی رہیت یا منی پاک ہو، اس پر دعوت کی نیت سے پورے یقین کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے روپہ اقدس کی عمارت کا ٹھونڈ بنائے۔ پھر اس کے گرد حرم بنائے اور روپہ اقدس میں قبر مبارک بنائے اور پھر اس پر اپنی انگلی سے اسم مبارک "محمد بن عبد اللہ بن عقبہ" خوش خط لکھے۔ دعوت شروع کرتے وقت پہلے یہ الفاظ پڑھنے اور پھر روپہ رسول ﷺ پر لکھے "إِنَّ اللَّهَ وَمَلِكُ الْأَرْضَ يُصَلِّونَ عَلَى النَّبِيِّ لَا يَأْتُهَا الْذِينَ أَتَمُوا أَصْلَوًا عَلَيْهِ وَسَلَّمُوا إِلَيْهِ" پھر تم مرتبہ کے احاطہ و ایجاد میں اسے ملکِ الأزواجِ المقدادیں وَ الْحَقِّیْحیّیْ۔ پھر تم مرتبہ پکارے "اللہ کے واسطے محمد بن عبد اللہ بن عقبہ کی تشریف لا گیں" بے شک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس روح مبارک تشریف لے آئے گی۔ اس کے بعد سورۃ معلک یا سورۃ شیعین یا سورۃ الحج پڑھنے اور نو (۹) مرتبہ دل پر کلہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُوَ الْمُحَمَّدُ رَسُولُ اللہِ کی ضرب لگائے اور اس کے بعد درود شریف اور لا حول پڑھ کر آنکھیں بند کر لے اور ایسا مراقب کرے کہ اس کا سونا اور جانباہر ابر ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب علیہم السکر کے ساتھ تشریف لاء کر دعوت پڑھنے والے کا ہاتھ پکلا کرائے اسے اخواتے ہیں اور اس کا مطلوب کام مکمل کر دیتے ہیں۔ اس قسم کی دعوت کو تعمیر ہونے کہتے ہیں۔ روپہ مبارک کی دعوت کا نقش یہ ہے:

۱۔ سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶۔ ترجمہ: پیغمبرِ اللہ اور اس کے (سب) فرشتے جی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے یمان و الام (بھی) ان پر درود بھیج کرو اور خوب سلام بھیج کرو۔ ۲۔ ترجمہ: تینی رات کے لیے ارواح مقدسہ جو حق اور حق ہیں برشتوں کے ساتھ اپنی حاضری سے نوازیں۔

مرشد کامل ازین لئے روضہ مبارک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہ

ملا محدث مصطفیٰ علی علیہ السلام

محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازیر الی خدالله

منور محمد بن محمد دون حجتی و محدث مصطفیٰ علیہ وآلہ وسلم

لہر ۱۳۷۴ھ، ۲۰۰۶ء

مفت ازیر الی خدالله

امرت معرفت علی قلب اند مرشد علی سید بخاری ریاست احمد دادا، اسے طالب ترانہ کوں نظر لے گی؟

(حسن العارفین)

✿ دعوت پڑھنے سے بارہ سال، ایک سال، ایک ماہ، ایک نشتر، ایک دن یا ایک لمحہ میں مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر عامل کسی ایسے قلعہ کی قیچی یا بیل کے لیے دعوت پڑھنے جو بیاز یا لوہے کی مانند ہو تو وہ دعوت پڑھنے سے موسم کی طرح ہو جاتا ہے۔ قلعہ کے لوگوں کا دل ان کے قابو میں نہیں رہتا اور وہ بے ساختہ عامل کی بارگاہ میں حاضر ہو جاتے ہیں، اگر کافروں تو مسلمان ہو جاتے ہیں، اگر خارجی یا راضی ہوں تو ان کی بخش کی ہو جاتی ہے اور جا وطن کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر عامل کامل چاہے تو هفت اقیم کے باشاد کو معزول کر کے فقیر کو اس کی منڈ پر بخواہے۔ اگر چاہے تو مشرق سے لے کر مغرب تک کسی بھی شخص کی جان ایک لمحہ میں قبض کر لے، کسی بھی طالب کو تھین و بدایت اور حضور علیہ اصلۃ والسلام کی حضوری سے نواز دے اور اگر چاہے تو طالب کو صاحب نظر بنا دے جس سے کوئی نہ کے زیر وزیر اس کے علم کے تحت آ جائیں۔ اہل معرفت میں صفت دم کا مالک ہوتا ہے اور مردے کو ایک ہی لمحہ میں زندہ کر دیتا ہے۔ تصرف دم کی یہ توفیق اور باطن کی حقیقت تصور اسم اللہ ذات اور تصور اسم مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوتی ہے۔ اسم اللہ اور اسم مختار کے نقش یہ ہیں۔

تصور

مُحَمَّد

تصرف

تصور

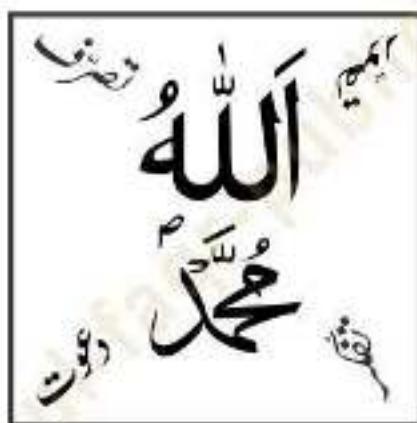
الله

تصرف

(نور الدینی کا ان)

اگر دعوت شروع کرتے وقت دعوت پڑھنے والے کی خواہش ہو کہ تمام کا فروں کو مسلمان کر دے یا راضیوں اور خارجیوں کو جزا نہ تھم کر دے یا انہیں ٹلن سے نکال دے یا ایک ہی دم میں دین کے دشمنوں کی جان قبض کر لے یا انہیں ایسا پیار کر دے کہ کبھی تندروت نہ ہو سکیں یا چاہے کہ مشرق سے مغرب تک ہر ایک کو ہدایت اور تلقین نصیب کر دے، ہر ایک کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حضوری سے بہرہ مند کر دے، اگر چاہے تو صاحب نظر طالبِ بن جائے اور دنوں جہاں توں کی ہر شے اس کے حکم کے تحت آجائے، حضرت میلی علیہ السلام کی صفت کی طرح اس کے دم میں اس قدر رقت آجائے کہ ایک ہی پھونک سے مردہ کو زندہ کر کے الی معرفت بنا دے تو ان امامے مبارک کے تصور سے دم بھر میں اس کا بالٹنِ رواں ہو جائے گا اور اسے اصراف اور توفیق حاصل ہوگی۔

وہ امامے مبارک کہ یہ ہیں:



ان امامے کے تصور سے اسی وقت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی مجلس میں موجود اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کی ارواح حاضر ہو جاتی ہیں۔ اسی فقر کے تصور سے سلطان الفقر ارواح حاضر ہوتی ہیں۔ انہی امامے کے تصور سے شیخ کی صورت حاضر ہو جاتی ہے اور الہام بالہام دیتی ہے۔ اگر ان امامے کے تصور سے میکائیں کو حاضر کیا جائے تو وہ رحمت کی بارش بر ساتے ہیں۔ اگر ان کے تصور سے اسرائیل کو حاضر کیا جائے تو وہ حاضر ہو کر جس ملک کو فدا کرنا ہوا سے ایک ہی دم میں تباہ و برہاد کردیتے ہیں اور پھر وہ قیامت تک آباد نہیں ہوتا۔ اگر ان امامے کے تصور سے حضرت عزرا میل کو حاضر کیا جائے تو وہ حاضر ہو کر الہام کے ذریعے بتاتے ہیں کہ (فتحیم کے) دشمن کی جان ایک ہی دم کے تصور میں قبض کر لی گئی ہے اور وہ یکدم مرگیا یا بیمار ہو گیا اور وہ با روحیک نہ ہو سکا۔ (شیعیان)

✿ جب اس طریقے سے دعوت پڑھی جائے تو (مرشدِ کمال کی) توجہ سے وصم انجما کو پہنچ جاتا ہے اور فتحیر کا وصم تمام جہاں کو گھیر لیتا ہے۔ جب صاحبِ دعوت، دعوت پڑھ کر فارغ ہوتا ہے تو اس کے گرد چار باطنی لشکر اکٹھے ہو کر اس کی حفاظات کرتے ہیں۔ تاہم اسے ظاہری آنکھوں سے یہ لشکر دکھانی نہیں دیتے کیونکہ یہ باطنی لشکر ہیں۔ پہلا لشکر اسے اللہ کی نظر میں منتظر رکھتا ہے۔ دوسرا لشکر اسے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی حضوری میں ان کے مذہب نظر رکھتا ہے۔ تیسرا لشکر موکلات فرشتوں کا ہے جو جنوں کو اس کے ہاتھ رکھتے ہیں اور چوتھا لشکر شہادتی ارواح کا ہے۔

ایسا صاحب دعوت ولی اللہ جب کسی پر غصہ کرتا ہے تو اسے غیب سے ایسا رحم لگتا ہے جو کبھی تھیک نہیں ہوتا جی کہ وہ اسی رحم سے مر جاتا ہے۔ لیکن ان سب باتوں سے بہتر ہے کہ وہ خلق کا بوجہ برداشت کرے اور انہیں تکلیف نہ دے بلکہ مسلمانوں کے لیے نفع بخش ہن کر دے۔ (حس العارفین)

✿ جان لے کر دعوت پڑھنے کی پانچ اقسام ہیں۔ اول دعوت ازل تک پہنچنے کا ویلہ ہے جو مقام ازل تک پہنچاتی ہے۔ دوم دعوت ابد تک پہنچنے کا ویلہ ہے جو مقام ابد تک پہنچاتی ہے۔ سوم دعوت مشرق سے مغرب تک تمام زمین پر قبضہ اور مکمل بادشاہت دے کر دنیا میں کاملیت تک پہنچاتی ہے۔ چہارم دعوت جنت تک پہنچنے کا ویلہ ہے جو جنت تک پہنچاتی ہے۔ پنجم دعوت اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ویلہ ہے جو نفس کو فنا کر کے مجلس محمدی ﷺ کی حضوری اور مقام معرفت الہی تک پہنچاتی ہے اور اللہ کے لا محدود نور کا مکمل مشابہہ کر داتی ہے۔ (حس العارفین)

علم دعوت را فقر میں اہم حیثیت رکھتا ہے جو مرشد کامل طالب کو اس وقت عطا کرتا ہے جب وہ تصورِ اللہ ذات سے حضور حق میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن طالب کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی طلب صرف دیدار حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری ہونی چاہیے اور یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نیشن کر لینی چاہیے کہ علم دعوت ہو یا کشف و ہضم جیسی کوئی اور روحاںی قوت، سب صرف اور صرف مرشد کی عطا ہے۔ طالب کی اپنی کوشش یا اصلاحیت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔ لہذا طالب کی نگاہ صرف اپنے مرشد کامل پر ہونی چاہیے۔ اصل نقطہ مرشد کامل ہے، اگر اس نقطے سے نگاہ ہٹ گئی تو نفسِ حادی آجائے گا اور پھر طالب کو علم دعوت پڑھنے سے جو جواب ملے گا وہ اس کے نفس کی طرف سے ہو گا۔ علم دعوت کا یہ اصول ہے کہ ہر طالب کو اس کے مقامِ قرب الہی کے مطابق جواب باحصوب حاصل ہوتا ہے، طالب جتنا اللہ کے قرب میں ہو گا اتنی ہی کامل اس کی دعوت ہو گی اور جتنا دو راستا ہی گمراہ کن اس کا کشف، و ہضم اور دعوت۔ اس لیے ہوشیار اور خالص طالب ہر لمحہ صرف اللہ کے قرب اور مرشد کی رضا کا طالب ہوتا ہے نہ کہ روحاںی قوتوں کا۔ مرشد عطا کرے یا نہ کرے، خالص طالب چوں و چراں نہیں کرتا اور اگر مرشد عطا کرے تو بھی ان قوتوں کو صرف مرشد کی رضا کے مطابق اور مزید قرب الہی کے حصول کے لیے استعمال کرتا ہے۔

فضائل اہل بیت

ام المؤمنین حضرت ام سلر رضی اللہ عنہا یا ان فرماتی ہیں کہ ایک دن تھی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ہاں تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرات حسین کریمین رضی اللہ عنہم تھے اور ان میں سے ہر ایک نے ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو قریب کیا اور اپنے سامنے بھایا اور حسین کریمین رضی اللہ عنہم کو ایک ران پر بھایا پھر ان پر چادر مبارک بھی اور قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذَهِّبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَخْلَقَ الْبَيْتَ وَيُظْفِرُكُمْ بِظَاهِرِ الْأَعْزَابِ (۳۳) (سورة العنكبوت، آیہ ۳۳)

ترجمہ: اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ تم سے رجس کو دور کئے اور جسمیں پاک و ظاہر کر دے۔

حضرت ام سلر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے پردہ اٹھا کر سرداخل کیا اور عرض کیا "یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے ساتھ ہوں"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم خیر پر ہو، تم خیر پر ہو۔" (مسند احمد 27041)

امام احمد بن حنبل اور امام طبرانی تبیہ نے حضرت ابو سعید خدريؓ سے روایت فرماتی ہے کہ تھی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یہ آیت اہل بیٹ کے بارے میں نازل ہوئی یعنی میرے بارے میں، علی، فاطمہ اور حسین کریمین کے بارے میں۔" (مسند احمد طبرانی)

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیٹھا یا ان فرماتی ہیں "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صح کے وقت ایک اونی منتش شاہزادہ ہے ہوئے باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت حسن بن علیؓ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت حسینؓ آئے اور وہ بھی ان کے بہراں اس چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر سیدہ فاطمہؓ بیٹھا آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ائمہؑ کی اس چادر میں داخل کر لیا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ائمہؑ کی اس چادر میں لے لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی ائمہؑ کی نیز اللہ علیہ السلام ہب عَنْكُمُ الْجِنْسُ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُظْهِرُ كُمْ تَطْهِيرٌ ۝ (سرہ الازم۔ 33) (مسلم 6261، المسند 4707، ابن بیثیر)

❖ حضرت اسماعیل بن عبد اللہ بن عطیہ بن ابی طالب اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحمت الہی کے نزول کو محسوس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میرے پاس بلاو، میرے پاس بادا۔“ حضرت صفیہ رضیتھی نے پوچھا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو بلائیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میرے اہل بیت (یعنی علی، قاطر، حسن اور حسین کو)۔“ چنانچہ ان کو بلایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اپنی چادر دال دی اور اپنے ہاتھ بند کر کے فرمایا ”یا اللہ! یا میری آل ہے، تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور محمد کی آل پر حمت نازل فرم۔“ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی ائمہؑ کی نیز اللہ علیہ السلام ہب عَنْكُمُ الْجِنْسُ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُظْهِرُ كُمْ تَطْهِيرٌ ۝ (المسند 4709)

❖ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نزول کے بعد چونما تک صحیح کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے ہوئے جب حضرت فاطمہؓ کے گھر مبارک کے پاس سے گزرت تو فرماتے: الصلوٰۃ اَهْلَ الْبَيْتِ یعنی اے اہل بیت نماز پڑھو۔ پھر یہ آیت کریمہ ائمہؑ کی نیز اللہ علیہ السلام ہب عَنْكُمُ الْجِنْسُ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُظْهِرُ كُمْ تَطْهِيرٌ اعلاء فرماتے۔ (ترمذی 3206، المسند 4748)

❖ حضرت ابو عیید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد چالیس صحیح تک حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے دروازے پر تشریف لاتے اور فرماتے: السلام علیکم اَهْلَ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَرَکَانَةُ الصلوٰۃِ حَمْکُمُ اللّٰہِ (ترجمہ: اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی سلامتی، رحمت اور برکت ہو نماز پڑھو اللہ تعالیٰ تم پر حم فرمائے) پھر آیت مبارکہ ائمہؑ کی نیز اللہ علیہ السلام ہب عَنْكُمُ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُظْهِرُ كُمْ تَطْهِيرٌ اعلاء فرماتے۔

رجس کے معنی

❖ حضرت ابو زید بن عباس سے روایت ہے کہ اس آیت میں رجس سے مراد شیطان ہے۔

❖ حضرت اہن عطیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”رجس کا اطلاق گناہ، عذاب، نجاستوں، ناقص اور خطاؤں پر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام بجزیں اہل بیٹ کے دور فرمادی ہیں۔“

❖ حضرت شیخ اکبر حجی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ فتوحات مکہ کے ائمہؑ باب میں فرماتے ہیں ”پوکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد خالص ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیٹ کو پاک صاف رکھا اور ان سے ہر عیب کو دور فرمایا کیونکہ عرب کے نزدیک رجس ہر عیب والی اور ناپسندیدہ چیز کو کہتے ہیں۔“

اہل بیت شیعیان

- امام سید علی زین الدین نے ذر منثور میں اور بہت سے دیگر مفسرین نے سورۃ الاحزاب کی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا "وہ کون سے اہل بیت ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "علی، فاطمہ اور ان کی اولاد۔"
- ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہی نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور ان کے صاحبوں کو اپنی چادر میں داخل فرمایا اور کہا "اے میرے رب! یہ میرے اہل بیت ہیں۔" (المسند رک 4575)
- حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آیت (سورۃ الاحزاب، آیت 33) نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسین کو اپنی چادر کے نیچے چھپایا اور فرمایا "اے اللہ! یہ میرے اہل اور میرے اہل بیت ہیں۔" (المسند رک 4708)

فضائل اہل بیت شیعیان

- حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان غنوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب محبت کرو اور میرے اہل بیٹ سے میری محبت کی خاطر محبت کرو۔" (ترمذی، المسند رک 3789)

- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم میں سے بہترین وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیٹ کے لیے بہترین ہے۔" (المسند رک، البهی)

- حضرت عبد الرحمن بن ابی الحسن رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی محبوب تر نہ ہو جاؤں اور میرے اہل بیٹ اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہو جائیں اور میری اولاد سے اپنی اولاد سے بڑا کر محبوب نہ ہو جائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہو جائے۔" (طبرانی، تہذیف)

- حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہم اہل بیٹ کی محبت کو لازم پکڑو۔ پس بے شک جو شخص اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملا کر وہ ہم سے محبت کرتا تھا تو وہ ہماری شفاعت کے صدقے جنت میں داخل ہو گا اور اس ذات کی حس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر ہمارے حق کی معرفت کے سبب کے ساتھ۔" (طبرانی)

حضرت جابر بن عبد اللہ رض میاں فرماتے ہیں کہ آں رسول اللہ کی ایک خادم تھیں جوان کی خدمت بھالاتیں۔ انہیں بریرہ کہا جاتا تھا۔ پس انہیں ایک آدمی ملا اور کہا ”اے بریرہ! اپنی چوٹی کوڑا حاضر کر کر کھا کرو یہ ملک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)“ تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔“ راوی میاں کرتے ہیں کہ اس خادم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعیت کی خبر دی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چادر مبارک گھنیتے ہوئے باہر تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں رخسار مبارک سرخ تھے اور ہم (انصار) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چادر گھنیتے اور رخساروں کے سرخ ہونے سے پہچان لیتے تھے۔ پس ہم نے اسلحہ اٹھایا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ”یا رسول اللہ! آپ جو چاہتے ہیں ہمیں حکم دیں۔ پس اس ذات کی حسنسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ ہم بوٹ فرمایا، اگر آپ ہمیں ہماری ماؤں، بیلوں اور اولاد کے بارے میں بھی کوئی حکم فرمائیں گے تو ہم ان پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کو نافذ کر دیں گے۔“ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرمائے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و شنبیان کرنے کے بعد فرمایا ”میں کون ہوں؟“ ہم نے عرض کیا ”آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ہاں! لیکن میں کون ہوں؟“ ہم نے عرض کیا ”آپ محمد بن عبد اللہ بن عبد الملک بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں لیکن کوئی فخر نہیں، میں وہ پہلا شخص ہوں جس کی قبر شق ہو گی لیکن کوئی فخر نہیں اور میں وہ پہلا شخص ہوں جس کے سر سے مٹی جھاڑی جائے گی لیکن کوئی فخر نہیں اور میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والا ہوں لیکن کوئی فخر نہیں۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میرا حرم (زب تعلق) فائدہ نہیں دے گا۔ ایسا نہیں ہے جیسا وہ گمان کرتے ہیں۔ یہ شیک میں شفاعت کروں گا اور میری شفاعت قبول بھی ہو گی یہاں تک کہ جس کی میں شفاعت کروں گا وہ بھی یقیناً دوسروں کی شفاعت کرے گا اور اس کی بھی شفاعت قبول ہو گی یہاں تک کہ اپنے بھی اپنی گردن کو شفاعت کے طبع میں بلند کرے گا۔“ (طریق)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رض حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اہل بیتِ مصطفیٰ کی ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادات سے بہتر ہے اور جو اسی محبت پر فوت ہو تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔“ (دہنی)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کے آزاد کردہ غلام حضرت میاں بن ابو عینا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”فرض کر کر (اس) میں ایک درخت ہوں تو فاطمہ اس کی شاخ ہے اور علیہ اس کا لقاح ہے اور حسن اور حسین اس کے پھل ہیں اور ہماری جماعت کے لوگ اس کے پتے ہیں اور اس درخت کی جڑیں جنت عدن میں ہیں اور اس کے بقیدہ حصے جنت کے بقیدہ مقامات پر ہیں۔“ (المحرک 4755)

حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”آگہ ہو جاؤ! میرا جام دان جس سے میں آرام پاتا ہوں وہ میرے خاص لوگ یعنی میرے اہل بیت ہیں۔“ (ترمذی 3904، ابن القیم)

حضرت ابو سعید خدری رض میاں فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”بیٹک میں تم میں دوناں بچوؤں کو جارہا

۱۔ ترمذی 3904، ابن القیم

ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو کہ آسمان و زمین کے درمیان پھیلی ہوئی رہی ہے اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت اور یہ دو قوں اس وقت تک ہرگز جدا نہیں ہوں گے جب تک یہ میرے پاس چونس کوٹ پر نہیں پہنچ جاتے۔” (الحمد ر 4711، طہرانی 2612، ہدیہ 3788)

⊗ حضرت عبداللہ بن عباس (رض) سے مروی ہے کہ جب یہ آیت ”فرماد یجیے میں اس تبلیغ رسالت پر تم سے کوئی اجرت نہیں، بلکہ مکر قربات و قربت سے محبت“ نازل ہوئی تو صحابہ کرام (رض) نے عرض کیا ”یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے قربات دار کوں ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟“ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”علی، فاطمہ، حسن اور حسینؑ ہی وجہ۔“ (طہرانی 2575)

⊗ حضرت جابر بن عبد اللہ (رض) بیان فرماتے ہیں ”میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درانِ حج عرفہ کے دن دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹی پر سوارِ خطاب فرمادے ہیں۔ پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے تھا: اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑ دی ہے کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تحام لو تو کبھی گراہ نہیں ہو گے اور وہ چیز کتاب اللہ اور میری عترت اہل بیت ہیں۔“ (ہدیہ 3786، طہرانی 2614)

⊗ حضرت عبداللہ بن عباس (رض) بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ستارے اہل زمین کو غرق ہونے سے بچانے والے ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کو اخلاف سے بچانے والے ہیں۔ جب کوئی قبلہ ان کی مخالفت کرتا ہے تو اس میں اختلاف پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ شیطان کی جماعت میں سے ہو جاتا ہے۔“ (الحمد ر 4715)

⊗ حضرت عبداللہ بن عباس (رض) سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میرے اہل بیت کی مثل حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے، جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پائیا اور جو اس سے پیچھے رہ گیا وہ غرق ہو گیا۔“ (طہرانی 2572)

⊗ حضرت زید بن ارقم (رض) سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسینؑ سے فرمایا ”تم جس سے لڑو گے میں بھی اُس کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہوں اور جس سے تم مصلح کرنے والے ہو میں بھی اُس سے مصلح کرنے والا ہوں۔“ (ترمذی، ابن ماجہ، طہرانی 2554، 2555)

⊗ حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”پیش ک فاطمہ (رضی) نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی او لا و پر آگ کو حرام کر دیا۔“ (الحمد ر 4728، من الدریار، بیہقی)

⊗ حضرت علی (رض) بیان فرماتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چادرِ بچھائی ہوئی تھی۔ پس اس پر حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسینؑ پر لامبی پتھر گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کے کنارے پکڑے اور ان پر ڈال کر اس میں گردہ گاہی۔ پھر فرمایا ”اے اللہ! تو بھی ان سے راضی ہو جا جس طرح میں ان سے راضی ہوں۔“ (طہرانی)

حضرت ابو سعید خدري (رض) بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبیل قدرت میں میری جان ہے اہم اہل بیت سے کوئی آدمی نظر نہیں کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے دوڑخ میں ڈال دیتا ہے۔" (ابن حبان، الحدیث)

حضرت حسن بن علی (رض) روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے معاویہ بن خدیج سے فرمایا "اے معاویہ بن خدیج! اہمارے ساتھ بغض سے پچھو کیونکہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہم سے کوئی بغض نہیں رکھتا اور کوئی حسد نہیں کرتا مگر یہ کہ قیامت کے دن اسے آگ کے چاہکوں سے حوض کوثر سے دھنکار دیا جائے گا۔" (طبرانی)

حضرت علی (رض) بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص میرے اہل بیت اور انصار اور عرب کا حق نہیں پہچانتا تو اس میں تین چیزوں میں سے ایک پائی جاتی ہے، یا تو وہ منافق ہے یا وہ جرمی ہے یا وہ ایسا آدمی ہے جس کی ماں بغیر طہر کے حاملہ ہوئی ہو۔" (بیہقی، دبلیو)

حضرت علی بن ابی طالب (رض) بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ! جو مجھ سے اور میرے اہل بیت سے بغض رکھتے ہیں انہیں کفرت مال اور کفرت اولاد سے نواز، یہ ان کی گمراہی کے لیے کافی ہے کہ ان کا مال کثیر ہو جائے لہس ان کا حساب طویل ہو جائے اور یہ کہ ان کی وجہ ایمان کثیر ہو جائیں تاکہ ان کے شیاطین کفرت سے ہو جائیں۔" (دبلیو)

حضرت جابر بن عبد اللہ (رض) بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تین چیزیں الکی ہیں کہ وہ جس میں پائی جائیں گی ندوہ مجھ سے ہے اور نہیں اس سے ہوں، علی سے بغض رکھنا، میرے اٹی بیت سے دشمنی رکھنا اور یہ کہنا کہ ایمان (اتکا) کام (یعنی اقرار بالہمان) کا نام ہے۔" (دبلیو)

فضائل خاتونِ جنت سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا (علیہا السلام)

حضرت سورہ بن مخرمہ (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "فاطمہ میرے جسم کا نکڑا ہے، پس جس نے اسے ناراں کیا اس نے مجھے ناراں کیا۔" (بخاری 3714، 3767)

حضرت سورہ بن مخرمہ (رض) سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بے شک فاطمہ میرے جگر کا نکڑا ہے اور مجھے ہرگز یہ پسند نہیں کہ کوئی شخص اسے تکلیف پہنچائے۔ اللہ رب العزت کی قسم اسکی شخص کے گھر میں رسول اللہ اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹیاں جمع نہیں ہو سکتیں۔" (متون مدیر)

حضرت سورہ بن مخرمہ (رض) سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبیر پر فرماتے سنانیہ بن مغیرہ نے اپنی بیٹی کا (حضرت) علی (کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے رشتہ کرنے کی مجھ سے اجازت مانگی ہے۔ میں انہیں اجازت نہیں دیتا، دوبارہ میں انہیں اجازت

نہیں دیتا، سے بارو میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔ ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ”میری بیٹی میرے جسم کا حصہ ہے، اس کی پریشانی مجھے پریشان کرتی ہے اور اس کی تکلیف مجھے تکلیف دیتی ہے۔“ (ابو داود، 2071، مسلم بندی)

⊗ حضرت سورہ بن مخزونؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”فاطمہ (رضی اللہ عنہا) تو بس میرے جسم کا نکرا ہے، اسے تکلیف دینے والی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے۔“ (مسلم 6308، بندی)

⊗ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میری جگرگوش ہے، اسے تکلیف دینے والی چیز مجھے تکلیف دیتی ہے اور اسے مشقت میں ڈالنے والا مجھے مشقت میں ڈالتا ہے۔“ (ترمذی 3869، محدث 16222)

⊗ حضرت علی کرم اللہ وجهہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ”بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری نار نصکی پر راض ہوتا ہے اور تمہاری رضا پر راضی ہوتا ہے۔“ (امداد رک 4730، طبرانی)

⊗ حضرت سورہ بن مخزونؓ سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”بے شک فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میری شان ہے، جس چیز سے اسے خوش ہوتی ہے اس چیز سے مجھے بھی خوش ہوتی ہے اور جس سے اسے تکلیف پہنچتی ہے اس چیز سے مجھے بھی تکلیف پہنچتی ہے۔“ (امداد رک، المحدث)

⊗ حضرت ابن برید و محدثوں سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمۃ الزہراؓ پر تھی اور مردوں میں حضرت علی المرتضیؑ کرم اللہ وجهہ سب سے زیادہ محبوب تھے۔“ (ترمذی 3868، المحدث رک 4735)

⊗ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالم حضرت ثوبانؓ نے فرمایا ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر کا راہہ فرماتے تو اپنے اہل و عیال میں سے سب سے آخر میں جس بستی سے گھٹکو فرمائ کسر فری پر روانہ ہوتے وہ حضرت فاطمہؓ ہوتی ہوئی اور سفر سے واپسی پر سب سے پہلے جس بستی کے پاس تشریف لاتے وہ بھی حضرت فاطمہؓ ہوتی ہوئی۔“ (ابو داود، 4213، محدث)

⊗ حضرت ابو ہریرہ و محدثوں سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کی طرف نظر اتفاقات کی اور فرمایا ”جو تم سے لازمے گا میں اس سے لڑوں گا، جو تم سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا۔“ (امداد رک)

⊗ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرماتی ہیں ”سید و فاطمہؓ یعنی جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر ان کا استقبال فرماتے، انہیں بوس دیتے، خوش آمدیح کہتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی نشست پر پھالیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سید و فاطمہؓ کے ہاں روانہ افروز ہوتے تو سیدہ فاطمہؓ یعنی بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کو بوس دیتیں۔“ (ابو داود، 5217، المحدث رک)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے عرض کیا "یار رسول اللہ! آپ کو میرے اور سیدہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "فاطمہ مجھے تم سے زیادہ بیاری ہے اور تم میرے نزدیک اس سے زیادہ عزیز ہو۔" (طرانی)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا "آے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم مسلمان عورتوں کی سردار ہو یا میری اس امت کی سب عورتوں کی سردار ہو۔" (الحدیث 4740)

حضرت خدیجہؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ایک فرشتہ جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نہ اترتا تھا، اُس نے اپنے پرو رگار سے اجازت مانگی کہ مجھے سامن کرنے حاضر ہو اور مجھے یہ خوشخبری دے کہ فاطمہ (رضیتھا) اہل جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہے اور حسن و حسین (رضیتھم) بنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔" (حدیث 3781 منہجی، منہاجی)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آے فاطمہ (رضیتھا)! کیا تم نہیں چاہتی کہ تم تمام جہانوں کی عورتوں، میری اس امت کی تمام عورتوں اور المؤمنین کی تمام عورتوں کی سردار ہو۔" (مسنون 6314)

حضرت علی کرم اللہ وجہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہؓ سے فرمایا "میں، تم اور یہ دونوں (حسن و حسین) اور یہ سو نے والا (حضرت علیؓ) وقت سو کرائی گئی تھی) روز قیامت ایک ہی جگہ ہوں گے۔" (مسنون، منہج العار)

حضرت علی کرم اللہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا "قیامت کے دن ایک آواز دینے والا پردے کے پیچھے سے آواز دے گا کہ اے اہل محشر! اپنی لٹکا ہیں جو کا لوٹا کہ فاطمہ (رضیتھا) بنت مصطفیٰ (رضیتھم) گزر جائیں۔" (الحدیث 4728 طرانی 178)

حضرت علی کرم اللہ وجہ بیان فرماتے ہیں "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بتایا کہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والوں میں میں (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہ)، فاطمہ (رضیتھا)، حسن اور حسین (رضیتھم) ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہارے پیچھے ہوں گے۔" (الحدیث 4723، بن عاصم)

حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں، علیؓ، فاطمہ، حسن و حسین اور ہم سے محبت کرنے والے سب روز قیامت ایک ہی جگہ کائیں گے۔ قیامت کے دن ہمارا کھانا پینا بھی اکھا ہوگا، یہاں تک کہ لوگوں میں فیصلے کر دیئے جائیں گے۔" (طرانی)

حضرت سروقؓ روایت فرماتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا "ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع تھیں اور کوئی ایک بھی ہم میں سے غیر حاضر نہ تھی، اتنے میں سیدہ فاطمۃ الزہراؓ بیان تشریف لے آئیں تو اللہ کی قسم! ان کا چنان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چلنے سے ذرہ بھر مختلف نہ تھا۔" (انتباہ 1621)

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پروردہ ایت فرماتی ہیں ”میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ پروردہ سے بڑھ کر کسی کو عادات و اطوار، سیرت و کردار اور نشست و برخاست میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشاہدہ رکھنے والا نہیں دیکھا۔“ (ابوداؤد 5217، ابن ماجہ ترمذی)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پروردہ ایت فرماتی ہیں ”میں نے انداز گھنٹوں میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ پروردہ سے بڑھ کر کسی اور کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس قدر مشاہدہ رکھنے والا نہیں دیکھا۔“ (بخاری، تابی، صحیح ابن حبان)

حضرت انس بن مالکؓ پروردہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہؓ پروردہ کے لیے خصوصی دعا فرمائی ”اے اللہ امیں اس (سیدہ فاطمہؓ پروردہ) کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تحری پناہ میں دیتا ہوں۔“ (صحیح ابن حبان، محدث بخاری)

حضرت انس بن مالکؓ پروردہ سے مردی ہے ”کوئی بھی شخص حضرت حسن بن علیؓ پروردہ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ پروردہ سے بڑھ کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشاہدہ رکھنے والا نہیں تھا۔“ (محدث بخاری)

حضرت جابرؓ پروردہ ایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ہر ماں کی اولاد کا عصب (آپ) ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتی ہے سوائے فاطمہؓ پروردہ کے بیویوں کے، کیسی ہی ان کا ولی اور میں ہی ان کا انصب ہوں۔“ (المحدث 4770، بخاری 2565)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ پروردہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”بے شک میں نے اپنی بیوی کا نام فاطمہؓ پروردہ رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس سے محبت کرنے والے (نادموں) کو آگ سے نجات دے دی ہے۔“ (وابی)

حضرت عمر بن خطابؓ پروردہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ پروردہ کے باس گئے اور کہا ”اے فاطمہ خدا کی قسم امیں نے آپ کے سوائی کسی شخص کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک محبوب ترینیں دیکھا اور خدا کی قسم! اگر کوئی میں سے مجھے بھی آپ کے والد محترم کے بعد کوئی آپ سے زیادہ محبوب نہیں۔“ (المحدث، ابن القیم، محدث بخاری)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پروردہ ایت فرماتی ہیں ”میں نے سیدہ فاطمہؓ پروردہ سے افضل ان کے بابا جان یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی شخص کو نہیں پایا۔“ (بخاری)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پروردہ نے فرمایا ”سیدہ فاطمہؓ پروردہ کے بابا جان یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوائیں نے سیدہ فاطمہؓ پروردہ سے زیادہ صادق کائنات میں کوئی نہیں دیکھا۔“ (المحدث، ابن القیم، 4756)

فضائل امیر امیتین، امیر العارفین، امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت زید بن ارقمؓ پروردہ سے مردی ہے ”سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے۔“ (بخاری 3735، محدث بخاری، المحدث)

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ”میں علم کا شہر ہوں اور علیٰ اس کا دروازہ ہے۔“ (ابن ماجہ 4637, 4638, 4639)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”پیر کے دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بحث ہوئی اور مغل کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہ نے نماز پڑھی۔“ (ترمذی 3728)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مردی ہے ”سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہ نے نماز پڑھی۔“ (ترمذی 3734)

امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس بارے میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے اور بعض نے کہا سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اسلام لائے جبکہ بعض محدثین کا کہنا ہے کہ مردوں میں سے پہلے اسلام لائے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور بعض میں سب سے پہلے اسلام لائے والے حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اسلام لائے کیونکہ وہ آخر بررسی کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی خاتون حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقارؓ میں بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جارے ہے ہیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمہاری میرے ساتھ وہی نہست ہو جو حضرت بارون علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“ (بخاری 4416)

عامر بن سعد بن ابی وقارؓ اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقارؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے ساچب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جگہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہ کو اپنا قائم مقام بنایا کہ پیچھے چھوڑ کر جارے ہے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جارے ہے ہیں؟“ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے فرمایا ”کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے لیے بارون علیہ السلام تھے، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“ اور غزوہ تبوک کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”کل میں اس شخص کو جتنڈا اودن گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔“ سو سب سعادت کے حصول کے انتظار میں تھے۔ اگلے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”علیٰ کو میرے پاس لاو۔“ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو لایا گیا۔ اس وقت وہ آشوب چشم میں بنتا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا مبارک احباب وہ بن ذالا اور انہیں جتنڈا اعطای کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی ”آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمادیں کہ آجاؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بدلائیتے ہیں۔“ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام کو بلایا اور کہا ”آے اللہ ایم میرے اہل بیت ہیں۔“ (مسلم 6220، ترمذی 3724)

حضرت جابر بن زیارت سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ طائف کے موقع پر حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ کو بلا یا اور ان سے سرگوشی کی۔ لوگ کہنے لگے کہ آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیچاڑا بھائی کے ساتھ کافی دریں کر گوشی کی۔ سو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں نے نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود ان سے سرگوشی کی ہے۔" (ترمذی 3726)

حضرت جعیل بن جحاد وہی بنویس سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "علیؑ مجھ سے اور میں علیؑ سے ہوں اور میری طرف سے عہد کی بات میرے اور علیؑ کے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا۔" (ترمذی 3719، ابن ماجہ 119، الحدیث)

حضرت عبداللہ بن عمر بن حین سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار و مهاجرین کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ! آپ نے صحابہ کرام میں بھائی چارہ قائم فرمایا تھیں مجھ کی کہ بھائی نہیں بنایا۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم زیادہ آخرت میں میرے بھائی ہو۔" (ترمذی 3720، الحدیث)

حضرت انس بن مالک بن حین سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پرندے کا گوشت تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی "یا اللہ! اپنی تھوڑی میں سے محبوب ترین شخص میرے پاس بیٹھ جاؤ کہ وہ میرے ساتھ اس پر نہے کا گوشت کھائے۔" چنانچہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وہ گوشت تناول کیا۔ (ترمذی 3721، طبرانی)

حضرت بریڈہ بن حبیب سے روایت ہے "حضرت علیؑ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تھیں اور مردوں میں سے سب زیادہ محبوب حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ تھے۔" (ترمذی 3868، الحدیث)

حضرت جعیل بن عیمر حبیبی بن حین سے روایت ہے کہ وہ اپنی خالد کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے پوچھا "لوگوں میں کون حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا؟" انہوں نے فرمایا "حضرت فاطمہؓ تھے۔" پھر حضرت جعیل بن عیمر حبیبی نے عرض کیا "اور مردوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب تھا؟" فرمایا "ان کے خاوہ (یعنی حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ)، اگرچہ جہاں تک میں جانتی ہوں وہ بہت زیادہ روزے رکھنے والے اور قیام فرمانے والے تھے۔" (الحدیث 4744، ترمذی)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ بیوی یاں فرماتی ہیں "اس ذات کی حسین کامیں حلقہ جس کا میں حلقہ انجاتی ہوں حضرت علیؑ لوگوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عہد کے انتہار سے سب سے زیادہ قریب تھے۔" وہ یاں فرماتی ہیں "ہم نے ایک روز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا علیؑ آج یہاں ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کہی مرتبہ فرمایا۔ میرا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو کسی ضروری کام سے بیچا تھا۔ اس کے بعد جب حضرت علیؑ تشریف لائے تو میں نے سمجھا انہیں شاید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی کام ہو گا سو ہم باہر آگئے اور دروازے کے قریب بیٹھ گئے اور میں ان سب سے

لے الی عرب کا یہ طریقہ تھا کہ کسی معاہدہ کو قائم رکھنے کا اعلان ہب تک قوم کے سردار یا اس کے کسی خاص قریبی فریڈی طرف سے نہ ہوتا وہ اسے قبول نہ کرتے۔ حضور علیؑ اصلوۃ والسلام نے یا اعلان سورۃ توبہ میں مشرکین سے یہے گئے معاہدہ کو قائم کرنے کے عکس پر فرمایا تھا۔

زیادہ دروازے کے قریب تھی۔ پس حضرت علی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھک گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرنے لگے۔ پھر اسی دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرمائے۔ پس حضرت علیؑ سب لوگوں سے زیادہ عہد کے اعتبار سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب تھے۔ (المدرک 4671 محدث)

حضرت ابو سعید خدري رض بیان فرماتے ہیں ”لوگوں نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ کے بارے میں کوئی شکایت کی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سناؤ اے لوگو! علیؑ کی شکایت نہ کرو، اللہ کی حرم اودہ ذات حق تعالیٰ میں (یعنی اللہ تعالیٰ کے راست میں) بہت سخت ہے۔“ (محدث، المدرک)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رض سے روایت ہے ”بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہماری کے عالم میں ہوتے تو ہم میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ کے کسی کو کوکام کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔“ (طبرانی، المدرک)

حضرت ابو رافع رض سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ کو ایک جگہ بھیجا، جب وہ واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا ”اللہ تعالیٰ، اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور جبراہیل تم سے راضی ہیں۔“ (طبرانی)

حضرت زید بن ارقم رض سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔“ (المدرک 4577، محدث 3713)

حضرت عمران بن حصین رض ایک طویل روایت میں بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”بے شک علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور میرے بعد وہ ہر مسلمان کا ولی ہے۔“ (زادی 3712)

حضرت سعد بن ابی وقاص رض سے روایت ہے ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کرم اللہ وجہ کی تین خصلتیں ایسی بیان فرمائی ہیں کہ اگر میں ان میں سے ایک کا بھی حامل ہوتا تو یہ بات مجھے سرخ آونتوں سے بھی زیادہ محبوب ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا علیؑ (کرم اللہ وجہ) میرے لیے اسی طرح ہے جیسے ہارون علیہ السلام موئی علیہ السلام کے لیے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پھر ایک موقع پر فرمایا میں آج اس شخص کو جندعاطا کروں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور پھر میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بھی سناؤ جس کا میں مولی ہوں اس کا علیؑ مولی ہے۔“ (زنی)

حضرت سعد بن ابی وقاص رض سے روایت ہے ”میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سناؤ جس کا میں ولی ہوں اس کا علیؑ ولی ہے۔ اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علیؑ (کرم اللہ وجہ) سے یہ فرماتے ہوئے سناؤ تم میرے لیے اسی طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام موئی علیہ السلام کے لیے تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بھی فرماتے

ہوئے سن: میں آج اس شخص کو جھنڈا امعطا کروں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے محبت کرتا ہے۔“ (ابن ماجہ 121 نسائی)

⊕ حضرت بریہہ بن عبید اللہ سے روایت ہے ”میں نے حضرت علی (کرم اللہ وجوہ) کے ساتھ میں کے نزد وہ میں شرکت کی جس میں مجھے ان سے کچھ شکایت ہوئی۔ جب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا تو میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی (کرم اللہ وجوہ) کا ذکر کرتے ہوئے ان کی شان میں تنقیص کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغمبر مبارک متغیر ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بریہہ! کیا میں مومنین کی جانب سے قریب تر نہیں ہوں؟ تو میں نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولی ہوں اس کا علیٰ مولی ہے۔“ (مسند ابن نسائی، المسدرک، ابن القیم شیعہ)

⊕ سیدنا بریہہ اسلحی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی طرح کی حدیث روایت کی ہے البتہ اس کے الفاظ یہ ہیں ”یہ تک علیٰ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، میرے بعد وہ تم سب کا دوست اور ساتھی ہے، وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں اور وہ میرے بعد تم سب کا دوست ہے۔“ (مسند احمد 22289)

⊕ حضرت ریاح ایں حارت سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نذر ختم کے دن فرمایا ”مَنْ كُنَّتْ مَؤْلِي فَعَلَىٰ
مَؤْلِي جس کا میں مولی ہوں اس کا علیٰ مولی ہے۔“ (مسند احمد 23959: طبرانی)

⊕ حضرت ابن بریہہ بن عبید اللہ سے ایک طویل روایت بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ان لوگوں کا کیا ہو گا جو علی (کرم اللہ وجوہ) کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ جو علی (کرم اللہ وجوہ) کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی (کرم اللہ وجوہ) سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ یہ تک علی (کرم اللہ وجوہ) مجھ سے اور میں علی (کرم اللہ وجوہ) سے ہوں، اس کی تجھیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تجھیق حضرت ابراہیم علی السلام کی مٹی سے کی گئی اور میں حضرت ابراہیم علی السلام سے افضل ہوں۔ ہم میں سے بعض بعض کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ ساری باتیں سنتے اور جانتے والا ہے..... وہ (علی) میرے بعد تم سب کا دوست ہے۔“ بریہہ بن عبید اللہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کچھ وقت عنایت فرمائیں اور اپنا تاحیہ بڑھائیں، میں تجدید اسلام کی بیعت کرنا چاہتا ہوں اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدائی ہو جب تک میں نے تجدید بیعت نہ کر لی۔“ (طبرانی)

⊕ حضرت عبداللہ بدیل بن عبید اللہ سے روایت ہے ”میں امام المومنین حضرت امام علمہ پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے فرمایا: کیا تم لوگوں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گالی دی جاتی ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی پناہ، یا میں نے کہا: اللہ کی ذات پاک ہے یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا تو انہوں نے فرمایا: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنائے کہ جو علی (کرم اللہ وجوہ) کو گالی دیتا ہے وہ مجھے گالی دیتا ہے۔“ (مسند احمد 27284: نسائی، المسدرک)

ل نذر ختم کے دوں میانہ کے درمیان ایک مقام ہے جہاں حضور علی اصلوٰۃ والسلام نے بہت اولاد سے مدد وہ ایسی کے موقع پر خطیب ارشاد فرمایا تھا اور اس خطبہ میں فرمایا من
گُنُث مقول فَعَلَىٰ مَؤْلِي یعنی ”جس کا میں مولی اس کا علیٰ مولی۔“

حضرت عبد اللہ بن عباس (رض) حضرت علی کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت میں بیان فرماتے ہیں "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری (حضرت علی کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم کی) طرف دیکھ کر فرمایا: اے علی! تو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار ہے۔ تیرا مجوب میرا مجوب ہے اور میرا مجوب اللہ تعالیٰ کا مجوب ہے اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اور اس کے لیے ربادی ہے جو میرے بعد تمہارے ساتھ بغض رکھے۔" (المدرک)

حضرت عمر بن یاسر (رض) بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرماتے ہوئے سن "مبارک ہا د ہوا سے جو تھے سے محبت کرتا ہے اور تیری تصدیق کرتا ہے اور بلاکت ہوا س کے لیے جو تھے سے بغض رکھتا ہے اور تجھے جھٹاتا ہے۔" (المدرک، ابو جعفر، طبرانی)

حضرت سلمان فارسی (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمایا "تجھے سے محبت کرنے والا مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور تجھے سے بغض رکھنے والا مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔" (طبرانی 5973)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میرے پاس سردار عرب کو بلاؤ۔" حضرت عائشہؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا آپ عرب کے سردار ہیں؟" فرمایا "میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں اور علی (کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم) عرب کے سردار ہیں۔" (المدرک، ابو جعفر)

ام المؤمنین حضرت ام سلم (رضی اللہ عنہا) بیان فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سن "علی (کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ یہ دونوں بھی بھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس چونکو شر پر آئیں گے۔" (المدرک، طبرانی)

حضرت جابر بن عبد اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سن "لوگ جدا جد اذاب سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں اور علی (کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک ہی اسب سے ہیں۔" (طبرانی)

حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت ام سلم (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا "یعنی بن ابی حالب ہے۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے اور یہ میرے لیے ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے حضرت ہارون علیہ السلام ہگر یہ کہ میرے بعد گوئی جی نہیں۔" (طبرانی)

حضرت عبد اللہ بن حکیم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے شب معراج وحی کے ذریعے مجھے علی (کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تین صفات کی خبر دی کہ وہ تمام مؤمنین کے سردار ہیں، متفقین کے امام ہیں اور نورانی پھرے والوں (آل نصر) کے قائد ہیں۔" (طبرانی)

حضرت عبد اللہ بن اسعد (رضی اللہ عنہ) زرارہ (رضی اللہ عنہ) اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ

نے علیؑ کے متعلق مجھے تین العقابات واقع فرمائے ہیں:- ۱۔ یہ سید اُس لئے ہے۔ ۲۔ یہ امام اُن تھین ہے۔ ۳۔ یہ رانی پیشانی والوں کے قائد ہیں۔"

(المدرک 4668)

فضائل حضرت امام حسن، حضرت امام حسین علیہما السلام

حضرت عبد اللہ بن عباس (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسن اور حسین علیہما السلام کے لیے کلمات تھوڑے ساتھ دم فرماتے تھے اور فرماتے کہ تمہارے جدا ہجہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی) اپنے دونوں صاحبوں حضرت امام اعلیٰ واصحاق (علیہم السلام) کے لیے ان کلمات کے ساتھ تھوڑے کرتے تھے: أَغُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ الْمَاثِقَةِ وَمِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّقَانِتَةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَنْيَنِ لَامِقَةٍ ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے ہر (دوسرے اندازی کرنے والے) شیطان اور ہر زہر میںے جانور سے اور ہر انسان پہنچانے والی نظر بد سے پناہ مانگتا ہوں۔ (بخاری 3371، ابن ماجہ 3525، المدرک 4781)

حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ روایت فرماتے ہیں "حسن (علیہ السلام) سید سے سرتک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل شبیہ ہیں اور حسین (علیہ السلام) سید سے یقین پاؤں تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل شبیہ ہیں۔" (زنہی 3779: مناجہ طبرانی)

حضرت انس بن مالک (رض) سے روایت فرماتے ہیں "میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اکثر اوقات حاضر ہوتا اور دیکھتا کہ حسن و حسین علیہما السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شکم مبارک پر لوٹ پوت ہو رہے ہوتے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہوتے یہ دونوں اسی توبیری امت کے پہلوں ہیں۔" (بنیانی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حسین مجھے سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اے اللہ! جو حسین سے محبت رکھے اسے محبوب رکھو۔ حسین نواسوں میں سے ایک نواس ہے۔ جسے یہ پسند ہو کہ کسی جنتی مرد کو دیکھے (ایک روایت میں ہے کہ جنتی وجہ اوس کے سردار کو دیکھے) وہ حسین بن علیؑ کو دیکھے۔" (حقائق ملیہ)

حضرت ابو ہریرہ (رض) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرمائے اور فرمایا "چھونا بچھ کہاں ہے؟" حضرت امام حسین علیہ السلام چلتے ہوئے آئے اور آغوش رسالت میں گر گئے اور اپنی انگلیاں واڑھی مبارک میں داخل کر دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا منہ کھول کر بوس لیا اور پھر فرمایا "اے اللہ! میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو مجھی اسے محبوب رکھ۔" (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ (رض) سے روایت ہے "میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا لاعب دیکھا جس طرح آدمی بکھر چوتا ہے۔"

❷ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے یہ بیان فرماتے ہیں ”حضرت علیؑ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرمائے تھے، جب سجدہ میں تشریف لے گئے تو حسین بن علیؑ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ جب لوگوں نے انہیں روکنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اشارہ فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو، پھر جب نماز ادا فرمائے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو اپنی گود میں لے لیا۔“

(2578, b, 2)

⊕ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسین کریمین ہی بن عاصی کو اخھائے ہوئے ہمارے پاس سے گزرے تو ایک آدمی نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا خوب سواری ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سوار بھی کہا خوب ہے۔" (ابن القیم، المعرفہ)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خبردار یہ مسجد کسی بھی اور حانہ کے لیے عالی نہیں ہوائے رسول اللہ علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے۔ آنکاہ ہو جاؤ! میں نے تمہیں نام بتاؤ گئے ہیں تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔" (تبلیغ)

❷ حضرت علی کرم اللہ وجہ سے فرمایا "جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ وہ لوگوں میں ایسی ہستی کو دیکھے جو گردن سے چہرے تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے کامل شبیہ ہو تو وہ حسن بن علی (رضی اللہ عنہ) کو دیکھے اور جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ وہ لوگوں میں ایسی ہستی کو دیکھے جو گردن سے عین تک رنگت اور صورت دو تو وہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے کامل شبیہ ہو تو وہ حسین بن علی (رضی اللہ عنہ) کو دیکھے

لے۔ (جواب 2702)

⊗ حضرت ابو رفیع پیغمبر بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓؒ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وصال میں اپنے دواؤں بیٹوں کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا "یہ آپ کے بیٹے ہیں، انہیں کچھ وراثت میں عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حسنؑ کے لیے میری ثابت قدمی اور سرداری کی وراثت ہے اور حسینؑ کے لیے میری طاقت و حنوت کی وراثت ہے۔" (طباطبائی)

سیدہ فاطمہ بنت الحسن سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے بابا جان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وصال کے دوران امام حسن اور امام حسین شیعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا اور عرض کیا "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)"! اُنہیں اپنی وراثت میں سے کچھ عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حسن میری بیت و سرداری کا وارث ہے اور حسین میری جرأت و سخاوت کا وارث ہے۔"

(145, 146)

⊗ حضرت جابر بن عبد اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار ناگلوں پر (مکنون اور دونوں ہاتھوں کے میں) پہل رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر حسین کریمین علیہ السلام سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فمارے تھے "تمہارا اونٹ کیا خوب اونٹ ہے اور تم دونوں کیا خوب سوار ہو۔" (بلجرانی 2595)

آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمادے تھے ”تمہارا اونٹ کا خوب اونٹ سے اور تم دنوں کیا خوب سوار ہو۔“ (بڑیانی 595)

﴿ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان فرماتے ہیں کہ جب یا آیت مبارکہ "آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمادیں کہ آجاؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو بایتے ہیں ۱" نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور فرمایا "یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔" (سمم 6220 ترمذی 3724)

﴿ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ بیوی سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو! کیا میں تمہیں ان ہستیوں کے بارے میں خبر نہ دوں جو نہ ناتانی کے اعتبار سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو پچھا اور پچھوہ بھی کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں نہ بتاؤں جو ماموں اور خالہ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ کیا میں تمہیں ان کے بارے میں خبر نہ دوں جو ماں باپ کے لحاظ سے سب لوگوں سے بہتر ہیں؟ وہ ہستیاں حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ ان کے ناتانی جان اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، ان کی ناتانی جان خدیجہ بنت خولید (رضی اللہ عنہما)، ان کی والدہ محترمہ قاطمہ بنت رسول اللہ، ان کے والد محترم علیؑ بن ابی طالب، ان کے پیچا جان جعفرؓ بن ابی طالب، ان کی پچھوہ بھی جان ام بانیؑ بنت ابی طالب، ان کے ماموں جان قاسم بن رسول اللہ اور ان کی خالہ جان رسول اللہ کی بیٹھاں زینب، رقیہ اور ام کلثومؓ ہیں۔ ان کے ناتان جنتی ہیں، ان کے والد جنتی ہیں، ان کی والدہ جنتی ہیں، ان کے پیچا جنتی ہیں، ان کی پچھوہ بھی جنتی ہیں، ان کی خالہ جنتی ہیں اور وہ دونوں حسینین کریمین (رضی اللہ عنہما) خود بھی جنتی ہیں۔" (طرانی)

﴿ حضرت چابر بن عبد اللہؓ بیوی سے مردی ہے کہ نجراں کا ایک وفد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا کہ آپ کی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں کیا رائے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "دوروح اللہ، کلمۃ اللہ، اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔" اس وفد نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا "کیا آپ ہمارے ساتھ مہبلہ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے نہ تھے؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تم یہی چاہتے ہو؟" انہوں نے کہا: ہاں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جیسے تمہاری مردی ہے۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر تشریف لائے اور اپنے بیٹوں حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کو ساتھ لے جانے کے لیے جمع کیا۔ ان بیٹائیوں کے ایک مردار نے ان سے کہا کہ اس جستی سے مقابلہ مت کرو۔ اللہ کی حرم! اگر تم نے ایسا کیا تو تمہارا کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی نہیں بنے گا۔ پھر وہ عیسائی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی "اے ابو القاسم! ہمارے پچھے تو قوف لوگوں نے آپ سے مہبلہ کا ارادہ کیا تھا، تم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ آپ ہمیں معاف کر دیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں نے تمہیں معاف کیا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ذمہ دار نے نجراں کو کیا تھا۔" (المسحرہ)

﴿ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ، ان ابی طالبؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا "جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد سے اور ان کی والدہ سے محبت کی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ

1 سورہ آل عمران، آیت 61 ح کی تاذیع میں پر بحث کے دوران بدعا کرنا کہ جو جھونکا ہو وہ برباد ہو جائے۔

میرے تی درج میں ہو گا۔“ (ترمذی 3733: محدث)

⊗ حضرت زید بن ارقم (رض) سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت قاطع، حضرت حسن اور حضرت حسین (علیہما السلام) سے فرمایا ”جس سے تم لڑو گے میری بھی اس سے لڑائی ہو گی اور جس سے تم صلح کرو گے میری بھی اس سے صلح ہو گی۔“ (بلواری 2555: ترمذی، ابن ماجہ)

⊗ حضرت ابو ہریرہ (رض) سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جس نے حسن اور حسین (علیہما السلام) سے محبت کی اس نے درحقیقت بھی سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین (علیہما السلام) سے بعض رکھا اس نے بھی سے بعض رکھا۔“ (بلواری 2579: ابن ماجہ، محدث)

⊗ حضرت عبداللہ بن مسعود (رض) روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جس نے بھی سے محبت کی اس پر لازم ہے کہ وہ ان دونوں (حسین کریمین) سے بھی محبت کرے۔“ (اسانی، ابن حجر العسکری)

⊗ حضرت ابو ہریرہ (رض) بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کندھے پر امام حسن (رض) اور دوسرے کندھے پر امام حسین (رض) سوار تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کو باری باری پچوم رہے تھے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس آ کر کے۔ ایک شخص نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جس نے ان دونوں سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بعض رکھا اس نے بھی سے بعض رکھا۔“ (المدرک 4777: محدث)

⊗ حضرت یعنی بن مروہ (رض) سے روایت ہے ”حسین کریمین (رض) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف چل کر آئے۔ پس ان میں سے جب ایک پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا بازو اس کے گلے میں ڈالا، پھر دوسرا پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دوسرا بازو اس کے گلے میں ڈالا۔ بعد ازاں ایک کو چوہما اور پچھرہ دوسرے کو چوہما اور بارگاہ الہی میں عرض کیا: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔“ (بلواری 2523)

⊗ حضرت ابو یوب الانصاری (رض) بیان فرماتے ہیں ”میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ والدنس میں حاضر ہوا تو وہ یکھا کر حسن و حسین (علیہما السلام) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یا گود میں کھیل رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ ان سے محبت کرتے ہیں؟“ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان سے محبت کیوں نہ کروں! حالانکہ میرے گھشی دنیا کے بھی تو وہ پچھوں ہیں جن کی مہک کو میں سوگھتا رہتا ہوں۔“ (بلواری)

⊗ حضرت سلمان فارسی (رض) بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”حسن اور حسین (علیہما السلام) میرے بیٹے ہیں، جس نے حسن اور حسین (علیہما السلام) سے محبت کی اور جس نے حسن اور حسین (علیہما السلام) سے بعض رکھا اللہ اسے جہنم میں داخل فرمائے گا۔“ (المدرک 4776)

حضرت سلمان فارسیؑ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسینؑ کے لیے فرمایا "جس نے ان سے محبت کی اور جس سے میں محبت کروں اس سے اللہ محبت کرتا ہے اور جس کو اللہ محبوب رکھتا ہے اسے نعمتوں والی جنت میں داخل کرتا ہے۔" (طرانی)

حضرت سلمان فارسیؑ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسینؑ کے بارے میں فرمایا "جس نے ان سے بغض رکھا یا ان سے بخاوت کی وہ بیرے ہاں مبغوض ہو گیا اور جو میرے ہاں مبغوض ہو گیا وہ اللہ کے غصب کا ٹکارا ہو گیا اور جو اللہ کے ہاں غصب یافت ہو گیا اسے اللہ تعالیٰ جہنم کے عذاب میں داخل کرے گا۔ اس کے لیے داعی عذاب ہو گا۔" (طرانی)

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حسن اور حسینؑ دونوں ختنی جوانوں کے سردار ہیں۔" (طرانی 2534-تمذی)

محبت الہل بیتؑ اور سلطان العارفین حضرتؑ سلطان باحبوہی

الہل بیتؑ اور خاص طور پر امام الشہداء حضرت امام حسینؑ سے محبت سلطان العارفین حضرتؑ سلطان باحبوہی کی تعلیمات کا خاص ہے۔ آپؑ نے الہل بیتؑ سے محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیتے ہیں اور جو الہل بیتؑ سے بغض رکھتا ہے آپؑ نے دیکھ کر خارجی اور ملعون ہے۔ آپؑ نے الہل بیتؑ کی محبت میں اس قدر غرق تھے کہ ہر سال یکم حرم سے دس حرم تک شہادتے کر باکی یاد مٹایا کرتے تھے اور ان کی یاد میں تقاریب اور ختم شریف کی مخالف منعقد فرمایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ تین سو سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود آج تک اس طرح مسلسل جاری ہے کہ ہر سال عاشورہ حرم کے نوں میں دربار پاک پر زائرین کی آمد و رفت جاری رہتی ہے، ہزاروں آرہے ہیں تو ہزاروں زیارت کر کے واپس جا رہے ہیں۔ عاشورہ کے آخری تین ایام میں تو تعداد لاکھوں سے بھی تجاوز کر جاتی ہے۔ بعض لوگ اس کو آپؑ نے کا عرض مبارک کہتے ہیں حالانکہ آپؑ کا عرض مبارک جمادی الثانی کی پہلی جمعرات کو منعقد ہوتا ہے۔ الہل بیتؑ سے محبت کا جو سلسلہ آپؑ نے شروع فرمایا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے لازوال کر دیا ہے۔

سلطان العارفین حضرتؑ سلطان باحبوہی نے ہی سب سے پہلے رسمی روحی شریف میں سیدہ فاطمۃ الزہراؑ کے مرجب سلطان الفقرؑ کو ظاہر کیا ہے ورنہ اس سے پہلے آپؑ کے اس مرتبہ کے بارے میں کسی کو بھی معلوم نہیں تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قور کے ظہور کے بعد جو دوسرا اور ظاہر ہوا وہ سیدہ کائنات حضرت سید و فاطمۃ الزہراؑ کا تھا۔ اس طرح امت محمدیہ میں آپؑ کیلئے سلطان الفقرؑ ہیں اور فقر آپؑ کے وسیلہ سے ہی عطا ہوتا ہے۔

سلطان العارفینؑ اپنی کتب میں فضائل الہل بیتؑ بیان فرماتے ہیں:

❖ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فقر کی پلی ہوئی تھیں اور انہیں فقر حاصل تھا۔ جو شخص فقر نکل پہنچتا ہے ان ہی کے وسیلے سے پہنچتا ہے۔ (جامع اسرار)

❖ جو آں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولاد فاطمۃ الزہرا نبینی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا منکر ہے وہ (قرب الہی سے) محروم رہتا ہے۔ (در اہدی کتاب)

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ شاہ مرداں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فقر حاصل کیا ہے۔ (مین الفقر، بحث الفقر کا ان)

❖ چار صحابہ کو چار صفات حاصل ہیں، صدق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو، محاسبہ نفس اور عدل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو، سخاوت و حیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اور علم و فقر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو۔ (اسرار قادری)

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صاحب معرفت ہیں۔ (مین الفقر)

❖ طالب مولیٰ کو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی طرح صاحب غزا (کافروں سے جادہ کرنے والا) و صاحب رضا (اللہ پاک کی رضا پر رضی رہنے والا) ہوتا چاہیے۔ (کلیۃ التوجیہ کتاب)

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ امام الاولین اور تمام سلاسل کے امام ہیں اور راوی فقر میں جو مراتب عطا ہوتے ہیں وہ اہل بیت کے وسیلے سے ہوتے ہیں۔ حسین بن کریم بن عبد الرحمن کے بارے میں حضرت علی سلطان یا ہنوفرماتے ہیں:

❖ الْفَقْرُ الْقَرْبَى (فقر بر الفربے) میں کمال امامیت پاک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تھیب ہوا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی آنکھوں کی خندک ہیں۔ (بحث الفقر کا ان)

❖ خاک پاک از حسین رضی اللہ عنہ و از حسن رضی اللہ عنہ۔ (رسالہ دوی تحریف)

ترجمہ: میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خاک پاہوں۔

سلطان العارفین حضرت علی سلطان ہنوفرمیہ درج ذیل بیت میں اہل بیت کے باطن میں مرتبہ یکتائی اور کثرت میں مرتبہ اور مقدم کے بارے میں بیان فرمائے ہیں:

پنجے محل پنجاں وق چائن، دیوا کت ذل دھریے خو
پنجے مہر پنجے پتواری، حاصل کت ذل بھریے خو
پنجے امام تے پنجے قلبے، بجدہ کت ذل کریے خو
بانجھو جے صاحب مر منگے، ہرگز ڈھل نہ کریے خو

‘پنجھل’ سے مراد اُن پاک (اہل بیت) کے طاہر و مطہر بشری وجود ہیں اور چائن سے مراد ان میں خوکا نور ہے جو واحد اور یکتا ہے۔ اگر ان کی

بشریت کو دیکھا جائے تو وہ مختلف صفات کامل کے مظہر ہیں اور اپنی اپنی جگہ کامل، اکمل اور نورالحمدی ہیں لیکن اگر باطن کی نگاہ سے ان کی حقیقت کو دیکھا جائے تو وہ ایک ہی ذات کے کامل مظہر ہیں البتہ وہ حقیقت میں واحد اور کیا لیکن ظاہری جدا ہے اسی لیکن ظاہری کثرت اور باطنی وحدت ایک طالب کے لیے خوب کی معرفت کو بعض اوقات مشکل بنادیتی ہے۔ اسی مشکل کا انہمار حضرت علیٰ سلطان باخو رسیدہ اس بیت میں فرمائے ہے ہیں۔ طالب اسی کلمتوں میں رہتا ہے کہ وہ انہیں واحد اور کیا لیکن بچھے بیان پڑھ۔ اگر وہ ایک ہی ذات ہو کے مظہر ہیں تو وہ خوب کو جدوجہ کرنے کے لیے ظاہری طور پر کس کی طرف رجوع کرے اور یوقوت حساب مغفرت کے لیے کس کی طرف رجوع کرے؟ خوبی قبلہ ہے اور واحد، واحد ہے لیکن ظاہری طور پر ان پانچ بشری وجودوں میں اس کا ہو یہاں ایک ایسا صریح ہے جس سے آشنای صرف سروے کری جاصل ہو سکتی ہے۔ یہ راز صرف انہی عارفین کو حاصل ہوا جو مُؤْتَوْا قَبِيلَ آنْ مُمْتَوْنَا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کے مقام سے گزر کر خود ذات خوب میں فنا ہو کر فنا فی خوب ہوئے اور خوب کے حرم راز ہو گئے۔

آپ سید ہنابی ابیات میں امام عاشقان حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

بے کر دین علم پنج ہوندا تاں سر نیزے کیوں چڑھدے خو
انخارہ ہزار جو عالم آہا۔ اگے صین دے مزوے خو
بے بچھ ملاحظہ سروڑا کر دے۔ تاں تمبو خیمے کیوں سرزوے خو
بے کر مندے بیعت رسولی۔ پانی کیوں بند کرے خو
پر صادق دین تباہ دا بانخو جو سر قربانی کر دے خو

اس بیت میں حضرت علیٰ سلطان باخو نے انہمارہ ہزار عالموں کا ذکر کیا ہے جن سے ان کا اشارہ ان ظاہری عالم کی طرف بھی ہو سکتا ہے جو سانچی کر بدل کے وقت یزید کی فوج میں موجود تھے، جنہوں نے صرف دنیاوی جاہ و جلال اور مال و متع کے لئے اہل بیت کے ساتھ جنگ کی۔ اس کے علاوہ آپ سید ہنابی کا اشارہ ہزار عالموں (جان) اور ان کی مخلوق کی طرف بھی ہو سکتا ہے جو وائد تعالیٰ نے تحقیق فرمائے۔

آپ سید ہنابی سانچی کر بدل کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر دین ظاہری علوم (علم شریعت، علم فتنہ اور علم حدیث) میں ہی پیشان ہوتا تو حضرت امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے مقدس سروں کو نیزوں پر نیچے حایا جاتا بلکہ تمام کے تمام انہمارہ ہزار عالم حضرت امام حسین علیہ السلام کے سامنے جان قربان کر دیتے۔ اگر یزید کے فوجی جو نام نہاد مسلمان تھے اپنے ہلوں میں حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا ذرا سا بھی ادب و احترام رکھتے تو حضرت امام حسینؑ کے اہل بیت کے خیمے کیوں جلتے؟ اگر یہ لوگ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا ذرا سا بھی پاس کرتے تو ان پا کیزوں لوگوں پر پانی بھی بندن کرتے۔ مگر سچا دین تو عاشقوں کا ہوتا ہے جو سر قربان کر دیتے ہیں مگر اپنے عشق پر حرف نہیں آتے دیتے۔

عاشق سوئی حقیقی جیسا، قتل محدثق دے ملنے خو

عشق دچھوڑے نکھ نہ موزے، توڑے سے تکواراں نکھ نہ خو

بُتْ دل وَكِيْه راز ماهی دے لگے او سے نکھے خو
جا عشق حسین اہن علی دا باغوا، سر دیوے راز نہ بجئے خو

اس بیت میں آپ پرست حضرت امام حسین علیہ السلام وقت اور اس دور کے انسان کامل تھے اور نابیب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب پر فائز تھے اور انسان کامل کسی کی بیعت کرنی نہیں سکتا۔ انسان کامل کی زبان گُن کی زبان ہوتی ہے۔ اگر آپ پرست و ریائے فرات کو اشارہ کرتے تو وہ چل کر جیموں تک آ جاتا، آسمان کو اشارہ کرتے تو پارش بر سے لگتی، کربلا کی ریت کو اشارہ کرتے تو اس کا طوفان بزیبی شکر کو غرق کر دیتا لیکن ایک طرف یہ سب کچھ تھا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی رضا۔ آپ پرست نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر تسلیم کر دیا۔ حضرت انگی سلطان با صورتی اسی طرف اشارہ فرمادے ہیں کہ عاشق حقیقی وہی ہوتا ہے جو معموق حقیقی (الله تعالیٰ) کے ہاتھوں اپنا قل ہونا قبول کر لے اور با وجود تکالیف اور مصائب کے ندو را عشق سے من موزعے اور دشی تسلیم و رضا کی راہ میں اس کے قدم حرازل ہوں خواہ پیٹکڑوں تکواریں اس کے جسم کو چھلنی کر دیں۔ اصول عشق تو یہی ہے کہ اس کی رضا کے سامنے سر تسلیم کر دیا جائے۔ آپ پرست فرماتے ہیں کہ عشق اور تسلیم و رضا کے اس میدان میں حضرت امام حسین علیہ السلام کوئی نہیں ہے جنہوں نے سر دے دیا لیکن اپنے محبوب کے راز کو آٹھ کار نہیں کیا۔

اے اہل ایمان! یاد کرو اہل بیت علیہ السلام سے محبت ایمان کی نثاری ہے، جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھتا ہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھتا ہے وہ اللہ سے بغض رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے بغض رکھتا ہے وہ مردود، ملعون، لعنی اور خارجی ہے۔

باب 17

فضائل صحابہ کرام ﷺ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

غالم انبیاء و ملائکت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:
 میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، جس کسی کی پیروی کرے گے بہایت پاؤ گے۔ (بخاری)

قدیم زمانے میں جب کارروائی رات کو صحرائی سفر کرتے تھے تو ستاروں کی مدد سے ہی راستے کا پتہ چلاتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ مبارک بھی اسی طرف ہے کہ میرے کسی ایک صحابی کی بھی پیروی کرلو گے تو صراطِ مستقیم پا جاؤ گے۔

صحابی کے معنی ساتھی اور رفیق کے ہیں اور صحابی کی جمیع ہے صحابہ۔ صحابی کا انتظام صحبت سے نکلا ہے خواہ صحبت کی مقدار کچھ بھی ہو۔ اصطلاحاً یہ وہ نفویں قدیسیہ ہیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اور صحبت اختیار کی اور دین اسلام کو نہ صرف خود قبول کیا بلکہ اسے دنیا میں قائم و نافذ کرنے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اصحاب کتابِ بخاری علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اولین اور اولست مسلمہ کا سب سے ممتاز طبقہ اور اعلیٰ ترین جماعت ہے۔ یہ حضرات روشی کا وہ بیانار ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہر امتحان اور آزمائش میں پورے اترے۔

اصحاب کپڑا وہ مقدس ہستیاں ہیں جو ہمال محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس قدر فنا ہو گئے تھے کہ وہ صبغۃ اللہ یعنی اللہ کے رنگ میں رنگ گئے تھے۔

شرف صحابیت کے لئے شرائط

عبد الرسالت اور بحث سے قبل اور بعد میں ہزاروں لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ کیا لفظ "صحابی" کا اطلاق ان سب پر ہو گایا ہے؟ ایک مخصوص سعادت ہے جو چند شرائط سے مشروط ہے؟

﴿ مشہور تابعی بزرگ حضرت سعید بن میتب کے نزدیک ایسا شخص جو سال دو سال ایمان کی حالت میں اش کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم رکابی میں ایک یادو غزوات میں بھی شریک ہوا ہو صحابی کہلانے کا مستحق ہے۔ ﴾

﴿ بعض علماء حدیث روایت کرنے کی شرط رکھتے ہے یعنی ایسا صحابی جو مجھس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر رہتا ہوا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں آمت سک پہنچائی ہوں۔ ﴾

﴿ علامہ سخاوی نے اپنی کتاب "فتح المغیث" میں فرمایا ہے کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہے جو نہ صرف طویل مدت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو بلکہ اس کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل ایجاد بھی ہو۔ ان کے خیال میں اس مقصد سے ہٹ کر اسلام قبول کرنے کے بعد صرف شرف ملاقات حاصل کرنے والے صحابی ایسے ہیں جیسے وفور میں آنے والے عام لوگ۔ ﴾

﴿ جن علانے اس اصول میں زمی برتنی انہوں نے کیا کہ وہ بارگ مسلمان جس نے ثبات حصل وہوں میں ایمان کی حالت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو وہ صحابی کہلا جا سکتا ہے۔ ﴾

﴿ قاضی عبد البر نے اپنی کتاب "استعیاب" اور ابن حنده نے "معرفۃ الصحابة" میں صحابیت کا دائرہ بہت وسیع کر دیا ہے۔ انہوں نے عبد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر مسلمان کو خواہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کیا ہو یا نہ کیا ہو وہ صحابی تسلیم کیا ہے۔ ﴾

﴿ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے صحابیت کیلئے کم سے کم یہ شرط عائد کی ہے کہ حالت ایمان میں شرف ملاقات حاصل کیا ہو، دیکھنا ضروری نہیں کہ بعض ملنے والے ناپیدا بھی تھے جیسے حضرت عبد اللہ ابن ام كلثوم رضی اللہ عنہا۔ ﴾

﴿ شرف صحابیت کے لئے "اسد الغاہ" میں حضرت امام احمد بن حنبل کا یہ قول ملتا ہے کہ ہر وہ شخص جس نے ایک مہینہ، ایک دن یا ایک مہینہ یا ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت پائی یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو وہ صحابی کہلانے کا مستحق ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ حالت ایمان میں دیکھا ہوا اور پھر اس متاثر ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا ہو۔ ﴾

عام معیار زہد و تقویٰ، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار دیا گیا ہے۔ ہر وہ شخص جس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حالت ایمان میں دیکھا ہوا ملاقات کی ہو صحابی کے نام سے یاد کیا جا سکتا ہے۔

دوسرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کا کوئی انتی خواہ غوشیت، قطبیت اور زہد و تقویٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جائے لیکن فضیلیت میں اس عام صحابی کے برابر بھی نہیں ہو سکت جو ہون بزرگیز کریاں اور اونٹ چاکر گرداؤ باتھ پاؤں کے ساتھ مسجد نبوی میں آتا اور وضو

کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے کوئی وجود کا شرف حاصل کرتا تھا اور دیدارِ محبوب سے اپنی نگاہوں اور روح کو سیراب کرتا تھا۔ مقامِ صحابیت کے تین کے بعد ایمان میں سبقت، استقامت اور قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتبار سے صحابہ کرام کی فضیلت کی درجہ بندی کی گئی ہے۔

روئے زمین کی اولین ہمتی جنہوں نے منصبِ ثبوت سے مستفید چہرہ رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھا وہ خوش تصیب خاتون آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریک حیات اور منس و نگسارِ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ الکبریٰ ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق اولیت ایمان کے لحاظ سے مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابو بکرؓ ابن قافلہ ہیں۔ خورتوں میں یہ سعادت ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ بنت خویلد کے حصے میں آئی۔ تو جو انوں میں سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابن ابی طالب ایمان لائے اور آزاد کرد غلاموں میں یہ شرف حضرت زید بن اوس کو حاصل ہوا۔ اُنہیں ”اول اُسلیمین“ کہا جاتا ہے۔

فضائل صحابہ قرآن مجید میں

صحابہ کرام ﷺ کیلئے سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے راضی ہونے کا اعلان کیا:

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُنَّ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سرہ المائدہ۔ ۱۱۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے، یعنی بڑی کامیابی ہے۔

وَالشَّٰقِيُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ أَتَبْعَوْهُمْ يَا خَسَانٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُنَّ (سرہ توبہ۔ ۱۰۰)

ترجمہ: وہ مہاجرین و انصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر بیک کرنے میں سبقت کی نیز وہ جو بعد میں راست ہازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا يَأْتُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سرہ الشَّعْرَان۔ ۱۸)

ترجمہ: باشہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا جب یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے درخت کے پیچے بیعت کر رہے تھے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُنَّ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ الْآخِرَةِ جِزْبُ اللَّهِ الْمُفْلِحُونَ (سرہ الحادیہ۔ ۲۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کی جماعت (حرب اللہ) ہیں، خوب سن لو اللہ کی جماعت ہی فلاح پائے والی ہے۔

فضائل صحابہ احادیث مبارکہ میں

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”سب سے بہتر میر ازمانہ ہے پھر جوان

کے بعد ہوں گے اور پھر جوان کے بعد ہوں گے۔ "حضرت عمر بن حفیظ نے فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے زمانے کے بعد دوز مانوں کا ذکر فرمایا تین زمانوں کا۔ پھر آپ نے فرمایا" پھر تمہارے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو گواہی دیں گے حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ وہ خیانت کریں گے حالانکہ وہ امین نہیں ہاتے جائیں گے۔ وہ نذریں ریں گے تو گور پوری نہیں کریں گے اور جسمانی احتیار سے وہ خوب موٹے تازے ہوں گے۔" (خارجی 6695)

⊕ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" میری امت کے بہترین لوگ اس قرن (یعنی زمانہ) میں ہیں جو میرے قریب ہے، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے قریب ہیں۔ ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن میں سے کسی ایک کی گواہی اس کی قسم پر سابق ہو گی اور اس کی قسم اس کی گواہی پر سابق ہو گی۔" (مسلم 6472، ابن القیم)

⊕ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا" یا رسول اللہ! کون سے لوگ بہتر ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" سب سے بہتر لوگ اس زمانہ کے ہیں جس میں کہ میں موجود ہوں اور اس کے بعد دوسرے زمانہ کے اور اس کے بعد تیسرا زمانہ کے۔" (مسلم 6478، محدث)

⊕ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے پھر دوسرا پھر تیسرا پھر چوتھا۔ پس اللہ تعالیٰ ان کے بعد والوں کی ذرہ برابر پر وہ نہیں کرے گا۔" (طرانی، ابو دہم)

⊕ حضرت وائلہ بن اسحق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" خدا کی قسم اتم اس وقت تک بھائی میں رہو گے جب تک تمہارے درمیان وہ شخص باقی ہے جس نے مجھے دیکھا اور میری محبت اختیار کی۔ خدا کی قسم اتم اس وقت تک بھائی میں رہو گے جب تک قم میں وہ شخص باقی ہے جس نے مجھے دیکھنے والے کو دیکھا اور اس کی محبت اختیار کی۔" (ابن القیم)

⊕ حضرت ابو بردہ بن حذیث سے مردہ ہی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے جو صحابی زمین کے کسی خلطے پر فوت ہو گا تو قیامت کے دن اس خلطہ زمین کے لوگوں کے لیے نور اور رہنماءں کرائیے گا۔" (زندگی 3865)

⊕ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی آدمی کو اس طرح نہ ڈھونڈا جائے جس طرح گم شدہ ہیز کو جداث کیا جاتا ہے لیکن وہ نہیں ملتی۔" (مسند احمد)

⊕ حضرت ابو بردہ بن حذیث اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" میرے صحابہ میری امت کے لیے امام ہیں اور جب میرے صحابہ چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آئے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔" (ابن القیم)

⊕ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے اس اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد ہو گا تو مجھ پر وحی کی گئی: اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کے اصحاب میرے تزویک ستاروں کی مانند ہیں، بعض بعض سے روشنی میں افضل ہیں اور ہر ایک کو روشنی حاصل ہے۔ پس جس نے ان کے اختلاف میں سے کچھ لے لیا تو



وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔” (دینی)

⊗ حضرت امام حسن رض سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رض سے فرمایا ”تم لوگوں میں ایسے ہو جیسے کھانے میں تہک ہوتا ہے۔“ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت امام حسن رض نے فرمایا کہ تہک کے بغیر کھانا اچھا نہیں ہوتا۔ پھر حضرت امام حسن رض نے فرمایا ”اس قوم کا کیا حال ہو گا جس کا تہک ہی چلا گیا۔“ (ابن القیم، شیعہ محدثون)

⊗ ایک روایت میں حضرت عمر رض سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میرے صحابہ کے بارے میں میرا الحافظ کرنا کیونکہ وہ میری امت کے بہترین لوگ ہیں۔“ (ابن القیم، تفہیم)

⊗ حضرت اُوبان رض سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جب میرے صحابہ کو ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ،“ جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو خاموش ہو جاؤ اور جب قدر کا ذکر کیا جائے تو بھی خاموش ہو جاؤ۔“ (طریق)

⊗ حضرت قیادہ رض سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رض سے پوچھا گیا کہ کیا اصحاب رسول مکراتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا ”ہاں! اور ایمان ان کے دلوں میں پہنچاؤں سے بھی بڑا تھا۔“ (ابن القیم)

⊗ حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جب لوگوں کی ایک بڑی جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کی صحبت پائی ہو؟ تو وہ کہیں گے: ہاں! پھر انہیں فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک کثیر جماعت جہاد کرے گی تو ان سے پوچھا جائے گا: کیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے جس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحاب کی صحبت پائی ہو؟ وہ کہیں گے کہ ہاں! تو انہیں فتح دے دی جائے گی۔“ (تفہیم علیہ)

⊗ حضرت ابو سعید خدری رض سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میرے صحابہ کو برا ملت کہو، میرے صحابہ کو برا ملت کہو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احمد پہاڑ کے برادر بھی سونا خرچ کر دے تو پھر بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر پھریا اس سے آؤ ہے کہ برادر بھی نہیں پہنچ سکتا۔“ (مسلم بن حنبل، ابن ماجہ)

⊗ حضرت عبد اللہ بن مغفل رض سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ

سے ذرنا اور میرے بعد انہیں اپنی لٹکو کا نشانہ مت بناتا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بعض رکھا اس نے مجھ سے بعض کی وجہ سے اپنے رکھا اور جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھ سے تکلیف پہنچائی اس نے مجھ سے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھ سے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی وہ عمرترب اس کی گرفت میں ہو گا۔“ (ترمذی 3862 محدث)

حضرت عبد اللہ بن عمر (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو
برآ بھلا کتے ہیں تو تم کہو تمہارے شرکی وجہ سے تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔“ (ترمذی 3866 طبرانی)

حضرت نسر بن ذعلون (رض) سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر (رض) نے فرمایا ”اصحاب رسول کو برامت کہو۔ پس ان کا جی کی
محبت میں ایک لمحہ رہنا تمہاری زندگی کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔“ (ابن ماجہ 182، ابن القیم شیخ)

حضرت جابر بن عبد اللہ (رض) سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”بیک اور اک شیر تعداد میں ہیں اور میرے
صحابہ (رض) قلیل تعداد میں۔ پس میرے صحابہ کو بڑا بھلامت کہو اور جس نے انہیں برآ بھلا کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔“ (طبرانی، ابو جعفر)

حضرت عطا بن ابی ریاض (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جس نے میرے صحابہ (رض) کا میری
وجہ سے دفاع کیا اور ان کی عزت کی تو قیامت کے دن میں اس کا محاافظ ہوں گا اور جس نے میرے صحابہ (رض) کو گالی دی تو اس پر خدا کی لعنت
ہو۔“ (مسند احمد)

حضرت عمیم بن ساعد (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”بیک اللہ تعالیٰ نے مجھے چین لیا اور
میرے لیے میرے صحابہ (رض) کو چین لیا۔ پس اس نے میرے لیے ان میں سے وزرا ہائے اور قریمی رشتدار اور انصار، پس جس نے انہیں
گالی دی تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے کسی ہیر پھیر یا دلیل کو قبول نہیں
کرے گا۔“ (مسند احمد، ابن القیم شیخ)

حضرت عبد اللہ بن عباس (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میرے صحابہ (رض) کی برائیاں پیاس
نہ کرو کہ ان کے لیے تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے۔ میرے صحابہ (رض) کے حسان اور اچھائیاں یاد کرو یہاں تک کہ تمہارے دل ان
کے لیے آپس میں اکٹھے ہو جائیں۔“ (دہبی)

حضرت عبد اللہ بن عباس (رض) سے مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جب بھی تمہیں کتاب اللہ کا حکم دیا جائے
تو اس پر عمل نہ کرنے پر کسی کا عذر قابل قبول نہیں۔ اگر وہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو میری سنت میں اسے تلاش کرو جو تم میں
 موجود ہو اور اگر میری سنت میں بھی نہ ہو تو میرے صحابہ (رض) کے اقوال کے مطابق کرو۔“ اور فرمایا ”میرے صحابہ (رض) کی مثال یوں ہے
جیسے آسمان پر ستارے، ان میں سے جس کا دامن پکڑ لو گے ہدایت پا جاؤ گے اور میرے صحابہ (رض) کا اختلاف (بھی) تمہارے لیے رست

ہے۔” (بیت)

احادیث کے علاوہ اکابرین امت نے بھی اپنے اقوال میں صحابہ کرام ﷺ کی بہت فضیلت بیان فرمائی ہے:

⊗ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مردی ہے: ”اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے قلوب کی طرف توجہ کی تو قلب محمد صطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو تمام لوگوں کے قلوب سے بہتر پایا پس انہیں اپنے لیے چین لیا اور انہیں اپنی رسالت کے ساتھ مہبوث فرمایا۔ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قلب کو نسبت کرنے کے بعد دوبارہ قلوب انسانی کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے قلوب کو سب بندوں کے قلوب سے بہتر پایا تو انہیں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا وزیر بنا دیا، وہ ان کے دین کی بقا کے لیے جہاد کرتے ہیں (ایک روایت میں ہے کہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وزیر بنا دیا)۔ پس جس شے کو مسلمان اچھا جانتیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی اور جس شے کو مسلمان بُرا جانتیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُھی بُری ہے۔“ (مسند احمد 3600، مسند البراء، طبرانی، تحقیق)

⊗ علامہ ابن حجر عسکری اپنی تصنیف ”اسئی المطالب فی صلة الارحام والاقرب“ میں فرماتے ہیں ”مسلمان پر لازم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحابہ علیہم السلام اور اہل بیت علیہم السلام کا ادب و احترام کرے، ان سے راشنی ہو، ان کے فضائل و حقوق پیچانے اور ان کے اخلاقیات سے زبان روکے۔“

⊗ حضرت قاضی عیاض شفاف شریف میں فرماتے ہیں ”صحابہ کرام کو گالی دنالا اور ان کی تنقیص حرام ہے، اس کا مرٹکب ملعون ہے۔“

⊗ امام مالک فرماتے ہیں ”جس شخص نے کہا کہ ان (صحابہ علیہم السلام) میں سے کوئی ایک گمراہی پر قہقہ کیا جائے گا اور جس نے اس کے علاوہ انہیں گالی دی اسے سخت سزا دی جائیگی۔“

فضائل خلفاء راشدین

صحابہ کرام علیہم السلام میں سب سے افضل خلفاء راشدین ہیں یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضا کرم اللہ و جہد۔ ان کو تمام صحابہ علیہم السلام پر فضیلت حاصل ہے۔

حضرت علی کرم اللہ و جہد کے فضائل آپ باب ”فضائل اہل بیت علیہم السلام“ میں پڑھ چکے ہیں۔ باقی تین خلفاء راشدین کے فضائل بیان کئے جاتے ہیں:

امام صدیقین، خلیفۃ الرسول، یا رغارت

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے درجات اور مراتب میں اس قدر بلند ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو عارفین کے سردار، تحقیقی لوگوں میں سب سے اعلیٰ،

صحاب تحریر و تفسیر کے امام، راجح لاہوری، رشیق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام صدیقین، افضل البشر بعد الانبیاء اور خلیفۃ الرسول کے اقارب سے یاد کیا جاتا ہے۔

الله تعالیٰ کا ارشاد ہے:

♦ إِلَّا تَنْصُرُوا فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذَا أَخْرَجَهُ الظَّفَرُ وَكَانَ الظَّفَرُ لِذَنْبِهِ لَمْ يَقُولْ يَصْاحِبِهِ لَا تَخْرُنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَّا فَإِنَّ اللَّهَ سَكِينَتَهُ (سریتو ۴۰)

ترجمہ: اگر تم میرے جیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی مدد کی جب کافروں نے انہیں نکالا اس حال میں کہ وہ دونوں سے دوسرا ہے تھے جب کہ وہ دونوں غاریب تھے اور وہ اپنے صاحب کو کہہ رہے تھے کہ مجھیں نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص سکون نازل فرمایا۔

مفہریں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "صاحب" سے مراد حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) ہے اور ان پر ہی سکون نازل کیا گیا تھا کیونکہ جیسا کہ مسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو پہلے ہی پر سکون تھا۔ حضرت خواجہ سن بھری (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے علاوہ تمام زمین والوں پر عتاب فرمایا اور ارشاد فرمایا "اگر تم میرے جیب کی مدد نہیں کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی مدد کی جب کافروں نے انہیں نکالا۔"

ارشاد برپا ہی ہے:

♦ وَتَسْتَعِنُهُمَا الْأَتْقَى ۝ الَّذِي لَوْنَتِي مَالَهُ يَرْتَلِي ۝ وَمَا لَأَخْبُو عِنْدَهُ مِنْ يَعْمَلٍ تُحْزِي ۝ إِلَّا ابْعَغَاهُ وَجْهُ رَبِّهِ الْأَعْلَى ۝ وَ لَسْوَفَ يَرْطَبِي ۝ (سریتو ۱۷-۲۱)

ترجمہ: اور آگ سے بچنے کا وہ بہت متفہی جو اپنام خرچ کرتا ہے اور کسی کا اس پر احسان نہیں ہے جس کا بدلتہ یا جائے مجرم رب اعلیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اور وہ مفتریب راضی ہو جائے گا۔

تفسیر میں ہے کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے پارے میں نازل ہوئی۔

حضور مسیح اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد و مبارک ہے:

⊕ مَا فَضَلَ أَبَاهِنِي بِكَثْرَةِ الظَّلُوةِ وَلَا إِكْثَرَةِ الْكَلَوةِ وَالصَّفَوْمِ وَلَكِنْ شَيْئًا وَقَرْقَقِ قَلْبِهِ

ترجمہ: ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت نہ تو کثرت نماز کی وجہ سے ہے اور نہ ہی کثرت تناوت و روزہ کی وجہ سے بلکہ ان کے دل میں قرار پکڑنے والی چیز کی وجہ سے ہے (جو میری محبت ہے)۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ تقویٰ اور ایمان کا مل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عشق ہے اور یہی صدق ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) عاشقین بھی ہیں اور یہ بات آپ (رضی اللہ عنہ) کے ہر مجلس سے ثابت ہوتی ہے۔

ایک اور ارشاد یعنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:



• مَاضِبُ اللَّهِ شَمِيْثًا فِي صَدْرِي إِلَّا قَدْ حَبَّتْهُ فِي صَدْرِي أَنِي تَكُوْنُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جو خاص چیز میرے سینے میں ڈالی میں نے وہ ابو بکر کے سینے میں ڈال دی۔

• حضرت ہام بن عمار سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر بن یاس رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سن "میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس دور میں دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ پانچ تلامیزوں، دو عورتوں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نہ تھا۔" (بخاری 3660)

• حضرت عمر بن حطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ محبوب تھے اور وہ ہم سب سے بہتر اور ہمارے سردار تھے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق فتنگ فرماتے رہے یہاں تک کہ فرمایا "مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔" (ابن حبان، محدث البرار)

• حضرت ابو مامہ بالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "مجھے حضرت عمر و بن عبّاس رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عکاظ کے مقام پر تحریف فرماتھے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس دین پر آپ کی (اویشن) ایقان کس نے کی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس پر یہ مری ایقان دو مردوں نے کی ہے ایک آزاد اور ایک غلام، وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اور بالا رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عمر بن عبّاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت اسلام قبول کیا تھا۔" (بخاری، المستدرک)

• اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد القصی کی سر کرائی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحیح لوگوں کو اس کے ہمارے بیان فرمایا تو کچھ ایسے لوگ بھی اس کے مخکر ہو گئے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا پکھے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کر رکھے تھے۔ وہ دوڑتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے "کیا آپ اپنے آقا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق کرتے ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انہیں آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی؟" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فرمایا ہے؟" لوگوں نے کہا: باں! تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اگر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ فرمایا ہے تو یقیناً حق فرمایا ہے۔" ان لوگوں نے کہا "کیا آپ ان کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ آج رات بیت المقدس تک گئے بھی اور صحیح ہونے سے پہلے واپس بھی آگئے ہیں؟" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "باں! امیں تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تصدیق اس خبر کے ہمارے میں بھی کرتا ہوں جو اس سے بہت زیادہ بعد از قیاس ہے، میں تو صحیح و شام آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آسمانی خبروں کی بھی تصدیق کرتا ہوں۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں "پس اس تصدیق کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ 'الصدیق' کے لقب سے موسوم ہوئے۔"

(المستدرک، عبد الرزاق، ابو یعنی، السلسلۃ الحسنه)

• حضرت علی المرتضی کرم اللہ و جہد سے روایت ہے "قرآن کے حوالے سے سب سے زیادہ اجر پانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں کہ انہوں نے سب سے پہلے قرآن کو دو جلدیوں کے درمیان جمع کیا۔" (ابن القیم شیبہ)



حضرت ایش بن سعد رضوی سے روایت ہے "حضرت ابو بکر (رض) کا نام عقیق آپ کی خوبی کی وجہ سے رکھا گیا اور آپ کا اصل نام عبد اللہ بن عثمان ہے۔" (بطرانی)

حضرت ابو ہریرہ (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبراہیل امین علیہ السلام سے فرمایا "اے جبراہیل! میری قوم (وادی مهراج میں) میری تصدیق نہیں کرے گی۔" حضرت جبراہیل علیہ السلام نے کہا "ابو بکر (رض) آپ کی تصدیق کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔" (بطرانی)

حضرت ابو الحسن الحسین بن سعد رضوی سے روایت فرماتے ہیں "میں نے حضرت علی الرضا کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہوئے تھا کہ حضرت ابو بکر (رض) کا لقب انصاری آہان سے اُتا را گیا۔" (بطرانی، المسند)

حضرت عمر بن العاص رضوی سے مروی ہے "حضرت علی الرضا کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جنگ ذات السائل کا ایمیشنکر بنائ کر روانہ فرمایا۔ جب میں واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! عورتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عائشہ (رضیتی) کے ساتھ۔ میں نے پھر عرض کیا: مردوں میں سے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس کے والد (ابو بکر (رض)) کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا: پھر ان کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عمر (رضیتی) بن خطاب کے ساتھ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بعد چند درسرے حضرات کے نام لیے۔" (بخاری 4358)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضوی سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھرستے باہر تعریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ اس دوران حضرت ابو بکر (رض) اور حضرت عمر (رضیتی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے، ایک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوئیں جانب تھتے اور دوسرے بائیکیں جانب اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کا باتھ پکڑا ہوا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہم قیامت کے روز بھی اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔" (ترمذی 3869، ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک رضوی سے روایت ہے "جب ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تو ہماری یہ حالت ہوتی گویا کہ ہمارے سروں پر پر محنت بیٹھے ہیں اور ہم میں سے کوئی بھی کلام نہ کر سکتا تھا سو اے ابو بکر اور عمر (رضیتی) کے۔" (بطرانی)

حضرت انس بن مالک رضوی سے روایت ہے "حضرت علی الرضا کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک تریسی (۶۳) سال تھی اور حضرت ابو بکر صدیق (رضیتی) کا وصال ہوا تو ان کی عمر مبارک بھی تریسی سال تھی۔" (مسلم 6091)

حضرت زید بن اسلم رضوی اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب (رضیتی) کو فرماتے ہوئے تھا "ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم فرمایا۔ اس حکم کی قیمت کے لیے میرے پاس مال تھا۔ میں نے (اپنے آپ سے) کہا کہ اگر میں ابو بکر صدیق (رضیتی) سے بھی سبقت لے جا کا تو آج سبقت لے جاؤں گا۔ میں اپنا نصف مال لے کر حاضر خدمت ہوا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: اتنا ہی مال ان کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ اتنے میں حضرت



کریم پر ناراضی ہوں گا؟ میں تو اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب کریم سے راضی ہوں۔” (ابن حیثام)

﴿أم المؤمنين حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرض وصال میں فرمایا ”ابو بکر کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا ”حضرت ابو بکرؓ (بیہقی) جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو وہ کثرت گریہ کی وجہ سے لوگوں کو (قرأت) نہیں سمجھیں گے۔ آپ حضرت عمرؓ (بیہقی) کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ انہوں نے حضرت حصہؓ (بیہقی) سے کہا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کریں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ (بیہقی) جب آپ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو وہ لوگوں کو پہچھنا نہ پائیں گے، پس آپ حضرت عمرؓ (بیہقی) کو حکم فرمائیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت حصہؓ (بیہقی) نے ایسے ہی کیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”وک جاؤ! بے شک تم صاحب یوسف (یعنی زبان مصر) کی طرح ہو۔ ابو بکر کو (میری طرف سے) حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔“ (بخاری 7303، ترمذی)

﴿أم المؤمنين حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”کسی قوم کے لیے مناسب نہیں کان میں ابو بکر صدیقؓ (بیہقی) موجود ہوں اور ان کی امامت ان کے علاوہ کوئی اور شخص کروائے۔“ (ترمذی 3873)

﴿حضرت سعید بن مسیبؓ (بیہقی) سے مروی ہے ”حضرت ابو بکر صدیقؓ (بیہقی) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں وزیر کی حیثیت رکھتے تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے تھے۔ وہ غار میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے تھے، وہ غزوہ بدرا کے عریش (وہ میجرہ) میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جایا گیا تھا) میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے تھے، وہ قبر میں بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے تھے اسی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر کسی کو بھی مقدم نہیں بھجتے تھے۔“ (المستدرک)

﴿أم المؤمنين حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے ”حضرت ابو بکر صدیقؓ (بیہقی) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم تحقیقِ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگ سے آزاد ہو۔ پس اس دن سے آپؓ (بیہقی) کا نام ”تحقیق رکھ دیا گیا۔“ (ترمذی 3679، بیان، المستدرک)

﴿حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (بیہقی) سے روایت ہے ”هم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ وقدس میں حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابی جنت میں سے ایک شخص تمہارے پاس آئے گا۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ (بیہقی) تشریف لائے، آپؓ (بیہقی) نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔“ (ترمذی 3694، المستدرک)

﴿حضرت ابو ہریرہؓ (بیہقی) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”حضرت جبرايل علیہ السلام نے میرا باتھ پکڑا، پھر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی۔“ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! کاش میں آپ کے ساتھ ہوتا تاکہ میں بھی جنت کا وہ دروازہ دیکھتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”یعنی تم تو میری امت کے وہ پہلے شخص ہو جو جنت میں

اُس دروازہ سے داخل ہوگا۔” (ابن حیان، 4852، المدرک)

❖ حضرت ابوسعید (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر ابو بکر (رض) کا احسان ہے، مال کا بھی اور ہم نیتی کا بھی۔ اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو جانی دوست ہاں کتنا تو ابو بکر کو بناتا یعنیں اسلام کا بھائی چارہ اور ان سے محبت ہی کافی ہے۔“ (بخاری، 3654)

❖ حضرت عبداللہ بن عمر (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جس نے اپنے کپڑے کا تکبیر کرتے ہوئے تھیں اقامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رہت پیش فرمائے گا۔“ حضرت ابو بکر صدیق (رض) نے عرض کیا ”میرے کپڑے کا ایک کونا عموماً لٹک جاتا ہے سوائے اس صورت کے کہ میں اس کی اختیار کروں۔“ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”تم ایسا ازراخ تکبر نہیں کرتے۔“ (نسائی، 5337، بخاری)

❖ حضرت عبداللہ بن عباس (رض) سے مردی ہے ”حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرض وصال میں باہر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا سر انور کپڑے سے پینٹا ہوا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و شکران کی پھر فرمایا اپنی جان و مال کے اعتبار سے ابو بکر (رض) بن ابی قافد سے بڑھ کر مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں۔“ (بخاری، 467، نسائی)

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ ابو بکر (رض) پر حم فرمائے انہوں نے مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا، مجھے سوار کر کے دار الحجرت (عین منورہ) لے گئے اور اپنے مال سے بال (رض) کو آزاد کروالیا۔“ (ترمذی، 3714، بیہقی)

❖ حضرت جابر بن عبد اللہ (رض) سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب (رض) حضرت ابو بکر صدیق (رض) سے اس طرح مناطب ہوئے ”اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے بہتر انسان۔“ (ترمذی، المدرک)

❖ حضرت ابو هریرہ (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”کسی کا بھی ہمارے اوپر کوئی ایسا احسان نہیں جس کا ہم نے بدله چکا نہ یا ہو سائے ابو بکر صدیق (رض) کے۔ بیکھ اُن کے ہمارے اوپر احسان ہیں جن کا بدله اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چکائے گا۔“ (ترمذی، 3661)

❖ حضرت اسد بن زرارہ (رض) سے روایت فرماتے ہیں ”میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توجہ فرمائی اور حضرت ابو بکر صدیق (رض) کو نہ دیکھا تو پکارا: ابو بکر! ابو بکر! روح القدس جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر خبر دی ہے کہ میری امت میں سے میرے بعد سب سے بہتر ابو بکر صدیق (رض) ہیں۔“ (بخاری)

❖ حضرت معاذ بن جبل (رض) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کو آسمان پر یہ پسند نہیں کہ ابو بکر (رض) سے زمین پر کوئی خطاب سرزد ہو۔“ (طرانی)

❖ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے بہتر حضرت ابو بکر (رض)

ہیں۔” (طہرانی)

حضرت علی کرم اللہ و جہا اور حضرت زبیر بن یوسف فرماتے ہیں ”بلاشہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) خلافت کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غار کے ساتھی ہیں۔ وہ ثانی اٹھین (غار کے دو ساتھیوں میں سے دوسرے) ہیں اور ہم ان کے شرف و پرگی اور ان کے مرتبہ کو جانتے ہیں۔ بے شک انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں نمازگی امامت کا حکم دیا تھا۔“ (المدرک بحقیقی)

حضرت سہل بن سعد (رضی اللہ عنہ) روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے محبت اور اس کا شکر ادا کرنا بھری امت پر واجب ہے۔“ (امام اٹھیں، حذیب بحدادی)

امامِ عدل، مراد رسول، خلیفہ دوم امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ)

حضرت علی کرم اللہ و جہا کشم حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ وہ ”رشید الامر“ ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر معاملہ میں درست کار اور گھج الرائے تھے، کسی کام میں بھکنے والے نہیں تھے۔ حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) اپنے رہبے اور دربے میں اس قدر بلند و بالا اور ارفع جیں کہ تاریخِ عالم میں کہیں ایسی انتہی نہیں ملتی۔

آنمازِ اسلام میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل تھی، کفار و مشرکین مسلمانوں کو طرح طرح کے قلم و ستم کا نشانہ بناتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی:

”اے الشا تو عمر بن ہشام (ابو جہل) یا عمر بن خطاب دونوں میں سے اپنے ایک پسندیدہ بندے کے ذریعہ اسلام کو نلب اور عزت عطا فرماء۔“ (ترمیٰ 3683، مدد احمد 5696، اتن جان)

ان دونوں میں سے اللہ تعالیٰ کو حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) محبوب تھے لہذا اللہ کے ہاں یہ دعا حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کے حق میں قبول ہوئی۔ ایک روز حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) تھی بکف اپنے گھر سے لٹکا تو نبی زبرہ کے ایک فرد نے راستے میں پوچھا ”کہ حضرت کا ارادہ ہے؟“ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بولے ”میرا ارادہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے کا ہے“ (نحو اللہ)۔ اس شخص نے کہا ”تو پھر نبی ہاشم اور نبی زبرہ تمہیں چھوڑیں گے نہیں۔“ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے کہا ”معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی دین آہا سے کل پچکے ہو۔“ اس پر اس شخص نے کہا ”ایک بات کہوں تو تمہیں چیرانی ہو گی کہ تمہاری بہن فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بہت خطاب اور بہنوئی سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) نے دین میں داخل ہو چکے ہیں۔“ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) غصب ناک ہو کر ان

کے پاس پہنچ۔ گھر میں داخل ہوتے ہی کہا ”یہ کیا سرگوشیاں ہو رہی ہیں۔“ دراصل حضرت خباب بن ارت بن جنہاں وقت گھر میں سورۃ طہ کی تلاوت فرمائے تھے۔ حضرت عمر بن حفیظ بن خطاب کی بہن اور بہنوئی نے حضرت خباب بن ارت بن جنہاں اور سورۃ کے اوراق کو چھپاتے ہوئے کہا ”ہم آپس میں باعین کر رہے تھے۔“ حضرت عمر بن حفیظ نے لکارا ”شایم تم لوگ گراہ ہو چکے ہو۔“ اس پر بہنوئی سعید بن زید بن علی نے کہا ”جس دین پر تم ہو اگر وہی دین گمراہی کا دین ہو تو؟“ حضرت عمر بن حفیظ میں آپ سے باہر ہو گئے اور بہنوئی پر بھپٹ پڑے۔ فاطمہ بنت جنہاں بھت خطاب نے بھائی سے اپنے شوہر کو چھڑانا چاہا تو حضرت عمر بن حفیظ نے انہیں اس شدت سے طماقچے رسید کیے کہ چہرہ لہو لہان ہو گیا۔ آخر وہ بھی عمر بن حفیظ بن خطاب کی بہن تھیں، بے خوف ہو کر جوش سے کہا ”عمر (بن حفیظ) میں اللہ کو معبد و حقیقی اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس کا نبی برحق مانتی ہوں۔“ حضرت عمر بن حفیظ نے حالات سے مابین ہو کر بہن سے وہ اوراق طلب کے جن کی تلاوت کی جاتی تھی تو بہن نے یہ کہہ کر اوراق دینے سے انکار کر دیا کہ ان کے پڑھنے کے کچھ آداب ہیں۔ یعنی پڑھنے والا طیب و طاہر ہو۔ حضرت عمر بن حفیظ نے فرط تحسیں سے ان آداب کو قبول کیا اور غسل ووضو کے بعد کتاب معرفت دیکھنی شروع کر دی۔ ابھی ”إِنَّمَا الْأَذْكُرُ لِلَّهِ إِلَّا كَافَّا عَنْ عَبْدِنِي وَالْعَصْلُو قَلِيلٌ عَنِّي“^{۱۰} تھک ہی تھک پائے تھک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی زبردست خواہش بیدا ہوئی اور پکارا تھے ”مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس لے چلو۔“ یہ سنتے ہی حضرت خباب بن حفیظ جلدی سے باہر آگئے اور کہا ”مجھے یقین تھا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعائیوں ہو جائے گی۔“ پھر حضرت عمر فاروق بن حفیظ دارا رقم کی طرف چل پڑے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت وہاں قیام فرماتھے۔ وہاں پہنچ کر حضرت عمر بن حفیظ نے گلہ شہادت پڑھا اور دارا رقم اسلام میں داخل ہو گئے۔

⊗ حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر بن حفیظ ایمان لائے تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا ”یا محمد مصطفیٰ ابے علیک اہل آمان نے حضرت عمر (بن حفیظ) کے اسلام لائے پر خوشیاں منانی ہیں۔“ (ابن ماجہ، ابن حبان، الحدیث)

حضرت عمر بن حفیظ کے قبول اسلام کے وقت تقریباً چالیس مردوں زن اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت عمر بن حفیظ کے مشرف بہ اسلام ہونے پر دارا رقم میں نشاط کی ایک کیفیت طاری ہو گئی اور مسلمانوں نے اس پر سرست موقع پر اس جوش سے نفرہ بھیز برلنڈ کیا کہ صدائے بازگشت کعبہ میں سنی گئی۔ مرہج حضرت عمر فاروق بن حفیظ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پارگاہ میں سوال کیا ”اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم حج پر نہیں ہیں؟“ جواب اثبات میں ملا تو عرض کیا ”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ایسا ہے تو اعلان حج کیوں نہ کریں۔“ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دارا رقم سے باہر آگئے۔

⊗ محمد سعد بن ابی زین روایت کرتے ہیں ”حضرت عمر (بن حفیظ) کے اسلام لائکنے کے بعد اسلام کی دعوت عام ہو گئی۔ اب ہم لوگ کعبہ میں حلقة وار پیٹھنے لگے۔ طواف بھی کرنے لگے۔ جس کسی نے ہمیں پکھرہ را بھلا کہا اسے تھنی سے جواب دینے لگے۔“

⊗ حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن حفیظ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین نے کہا کہ آج کے دن ہماری قوم دو

حصوں میں بہت گنی ہے (یعنی آدمی رہنگی ہے)۔ (اس حدیث کو امام حاکم، ابو دہرانی نے روایت کیا ہے جیسا کہ امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاستاذ ہے۔)

⊗ **حضرت عبد اللہ بن عمر**ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب اسلام قبول کیا تو حضور نبی اکرم ﷺ نے ان کے سینے پر تمن دفعہ اپنادست القدس مارا اور (ہر مرتبہ) آپ ﷺ نے ساتھ فرمایا "اے اللہ! عمر کے سینے میں جو عمل (سابقہ عداوت اسلام کا اڑ) ہے اسے نکال دے اور اس کی جگہ ایمان ڈال دے۔" آپ ﷺ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے۔ (اس حدیث کو امام حاکم، ابو دہرانی نے روایت کیا ہے اور امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاستاذ ہے۔)

⊗ **حضرت عبد اللہ بن مسعود**ؓ سے روایت ہے "بے شک حضرت عمرؓ کا قبول اسلام (ہمارے لیے) ایک فتح تھی اور انکی خلافت ایک رحمت تھی۔ خدا کی قسم! ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمرؓ اسلام لے آئے۔ پس جب وہ اسلام لائے تو انہوں نے مشرکین کے کام سامنا کیا یہاں تک کہ ہم نے (برخلاف) اسلام کی دعوت دی اور خانہ کعبہ میں نماز بھی پڑھی۔" (بخاری)

حضرت عمر فاروقؓ کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ محدث و علم من اللہ تھے۔ ہم من اللہ سے مراد وہ صاحب الہام اور روشن ضمیر شخص ہے جس کے دل میں غیب سے ہات ڈالی جائے۔ اس کو محدث اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ گواہ اس سے نجیی طاقت (الذوقی) کلام کرتی ہے اور اس کو وہ بات بتاتی ہے جو وہ سروں کو معلوم نہیں ہوتی، پھر وہ شخص اس بات کو وہ سروں تک پہنچاتا ہے۔ لفظ حدیث کی کتاب "جمع البخار" میں لکھا ہے کہ محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بات ڈالی جاتی ہے اور پھر وہ شخص نور فرات کے ذریعہ اس بات کو وہ سروں تک پہنچاتا ہے اور یہ مرتبہ اسی کو انصیب ہوتا ہے جس کو اللہ پاک نوازا جاتا ہے۔

⊗ **ابو سلمہ**ؓ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت فرمایا ہے کہ رسالت مأب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر زشتہ امتون میں کچھ اشخاص محدثین ہو گز رے ہیں اور میری امت میں یہ منصب عمرؓ (ؓ) کو حاصل ہے۔" (مسلم 8204)

⊗ **ابو سلمہ**ؓ سے حضرت عبد الرحمنؓ اور عبد الرحمنؓ سے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "پہچلنے والوں میں مختلف امتوں میں الہام پڑھنے والوں میں موجود تھیں اور میری امت میں اس قسم کی الہام پڑھنے والوں میں اس حدیث کی روایت کیا ہے لیکن صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہیں "تم سے پہلے ہی اسرائیل میں پھلوگ اگرچہ نبی نہ تھے تاہم وہ کلام الہی کے مخاطب ہوتے تھے۔ امت محمدیہ میں یہ درجہ عمر بن خطاب (ؓ) کو حاصل ہے۔" (بخاری 3689)

⊗ **حضرت جابر بن عبد اللہ**ؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو یہ کہہ کر مخاطب فرمایا "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہترین انسان!" تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "آگاہ ہو جاؤ! اگر تم نے یہ کہا ہے تو میں نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنائے کہ عمرؓ سے بہتر کسی آدمی پر ابھی تک سورج طوع نہیں ہوا۔" (زنہی، الحمد رک)

⊗ **حضرت عقبہ بن عامر**ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن



خطاب (صلوات) ہوتا۔” (ازمی 3686، الحدیث 4495 محدث)

⊕ ایک روایت میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اگر اللہ تعالیٰ میرے بعد کسی کو نبی بنا کر بھیجنے والا ہوتا تو یقیناً عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو نبی بنا کر بھیجتا۔” (امام تہذیب نزدیک اس سے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔)

⊕ حضرت محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھر کے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قریش کی پچھوئی خورش اپنی آواز سے گھنٹو کر رہی تھیں۔ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت طلب کی تو وہ انہکے لئے ہوئیں اور پردے میں چلی گئیں۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا نے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرش کیا ”یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کے دندان مبارک جسم ریز رکھے۔“ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”میں ان عورتوں پر حیران ہوں جو میرے پاس تھیں (اور خوب باہمی کر رہی تھیں)، لیکن جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو پردے میں چھپ گئیں۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرش کیا ”یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ زیادہ حق دار ہیں کہ یہ آپ سے ذریں۔“ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان عورتوں سے فرمایا ”اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ذریں؟“ عورتوں نے جواب دیا ”ہاں! آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں خست گیر اور سخت دل ہیں۔“ پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اے اہن خطاب! اس بات کو چھوڑو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے بقیہ قدرت میں میری جان ہے اجب شیطان تھیں کسی راستے پر چلتے ہوئے دیکھتا ہے تو تمہارے راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔“ (مسلم 6202)

⊕ حضرت بریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ کسی جہاد سے واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام باندی حاضر ہوئی اور عرض کیا ”یار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ کو صحیح سلامت واپس لائے تو میں آپ کے سامنے دف بجاوں گی اور گانا گاؤں گی۔“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اگر تم نے نذر مانی تھی تو دف بجا لو ورنہ نہیں۔“ اس نے دف بجانا شروع کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آگئے اور دو دف بجانی رہی پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے پر بھی دو دف بجانی رہی۔ لیکن اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو وہ دف نیچے رکھ کر اس پر بیٹھ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اے عمر! تم سے تو شیطان بھی ڈرتا ہے۔ میری موجودگی میں یہ دف بجانی رہی پھر ابو بکر (رضی اللہ عنہ)، علی (کرم اللہ وجہہ) اور عثمان (رضی اللہ عنہ) آئے تب بھی یہ دف بجانی رہی لیکن جب تم آئے تو اس نے دف بجانا بند کر دیا۔“ (ازمی 3609)

⊕ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرماتے تھے، اتنے میں ہم نے شور و غل اور پکوں کی آواز سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ ایک جبھی عورت ڈیچ رہی ہے اور پچھے اس کے گرد گھبرا دیا لے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اعاش آؤ دیکھو! میں گئی اور لخوزی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک کنہ سے پر رکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کنہ سے اور سر کے درمیان سے دیکھنے لگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارا جی نہیں بھرا؟ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زدیک میری کیا قدر و مزرات ہے لہذا میں نے عرض کیا تھیں۔ اتنے میں حضرت عمر (رحمۃ اللہ علیہ) آگئے اور انہیں دیکھتے ہی سب لوگ بھاگ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ شیاطین جن و اس عمر (رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھ کر بھاگ کرے ہوئے۔ پھر میں لوٹ آئی۔ (ترمذی 3691، بنی)

+ حضرت سدیسہ پریغی جو کہ حضرت ھصہ پریغی کی خادمہ ہیں بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بے شک جب سے عمر (جیتو) نے اسلام قبول کیا ہے شیطان اس کے سامنے سے گزرتا ہے تو ان سر جھکا لیتا ہے۔" (طریقی)

حضرت سعید بن زیدؑ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؑ نے "میں نوآدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں آدمی کے بارے میں بھی گواہی دوں تو گناہ گارنے ہوں گا۔" پوچھا گیا: وہ کیسے؟ فرمایا: "تم حضور مجی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جبل حراب پر تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حرا! تھہر جا، کیونکہ تجھ پر نبی، صدیق اور شہید ہی تو ہیں۔" پوچھا گیا: وہ کون تھے؟ فرمایا: "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زیدؓ، حضرت عذرؓ، حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ" میں تھا۔ فرمایا: "میں تھا۔" (ترمذی 3757 نسائی)

+ حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حق تعالیٰ (اپنی شان کے مطابق) سب سے پہلے جس شخص سے مصالحت فرمائے گا وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہے اور سب سے پہلے جس شخص پر سلام بھیجے گا اور سب سے پہلے جس کا با تھوڑے کمزور جنت میں داخل فرمائے گا وہ بھی عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔ (ابن ماجہ 104، بامتدار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ” عمر (رضی اللہ عنہ) اہل جنت کا چراغ ہے۔“ (ابو ذئم، رضی اللہ عنہ)

❷ حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ حضرت عمر رض نے فرمایا ”میرے رب نے تم باتوں میں میری موافقت فرمائی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کاش ہم مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا کیں تو حکم نازل ہوا اور ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقام نماز بنا لو۔“ (سورۃ البر ۱۲۵)۔ اور پرده سے متعلق بھی میں نے حضور مجی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازوایع مطہرات کو پرده کا حکم فرمائیں کیونکہ ان سے نیک اور بد بر قسم کے لوگ کلام کرتے ہیں، تو پرڈے کی آیت نازل ہوئی۔ اور جب حضور مجی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازوایع مطہرات آپ پر غیرت کھاتے ہوئے جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو چوبیں کہ ان کا رب انہیں تم سے بھتر ازوایع بدال میں عطا فرمادے۔ تو یہی

^{۱۰} آیت (آخریم-۵) نازل ہوئی۔ (بخاری 402، مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”میرے رب نے تین امور میں میری موافق تھے فرمائی؛ مقام اپرائیس، تجسس کے احکام میں اور بذرگی کے قید بلوں کے بارے میں۔“ (مسنون 6206)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؑ کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے۔" حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب کبھی لوگوں کو کوئی مسئلہ روشن ہوا اور لوگوں نے اس پر بات کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس مسئلہ پر کچھ کہا تو قرآن حکیم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق ہاں زل ہوا۔" (ترمذی 3682، ابو داؤد)

حضرت عمر بن خطاب رض روایت فرماتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا "اے اللہ! شراب کے معاملہ میں ہمارے لیے شافی و کافی حکم نازل فرماء" توہہ آیت اتری جو سورۃ البقرہ میں ہے "آپ سے شراب اور جوئے کی نسبت سوال کرتے ہیں، فرمادیں کہ وہ فوں میں بڑا گناہ ہے۔" (سورۃ البقرہ۔ 219)۔ پس حضرت عمر رض کو بلا یا گیا اور اس آیت کی تلاوت کی گئی۔ انہوں نے پھر عرض کیا "اے اللہ! شراب کے معاملہ میں ہمارے لیے شافی و کافی حکم نازل فرماء" توہہ آیت اتری جو سورۃ النساء میں ہے "اے ایمان والو! تم نہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔" (سورۃ النساء۔ 43)۔ پس حضرت عمر رض کو بلا یا گیا اور ان پر یہ آیت پڑھی گئی۔ انہوں نے پھر عرض کیا "اے اللہ! شراب کے معاملہ میں ہمارے لیے شافی و کافی حکم نازل فرماء" پھر وہ آیت نازل ہوئی جو سورۃ المائدہ میں ہے "شیطان بھی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان عداوت اور کینہ ڈالوادے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اور نماز سے روک دے۔ کیا تم باز آؤ گے؟" (سورۃ المائدہ۔ 91)۔ پس حضرت عمر رض کو بلا یا گیا اور ان پر یہ آیت تلاوت کی گئی توہہ کہنے لگے "ہم باز آگئے، ہم باز آگئے۔" (ایوادو، 3670).

+ حضرت جابر بن عبد اللہ رض بیان فرماتے ہیں "حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عمر رض کے پاس تشریف لائے، حضرت عمر رض ایک قادر میں لپٹے ہوئے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھ پر رحمتوں کا نزول فرمائے۔ پھر فرمایا: لوگوں میں سے کوئی بھی شخص میرے نزدیک اس قادر میں لپٹے ہوئے شخص سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ جو کبھی اللہ تعالیٰ کے صحیف (یعنی قرآن پاک) میں ہے وہ اسے اس شخص کی مثال کے مطابق نازل فرماتا ہے۔" (امسند رک، ابن القیم شیر)

⊕ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کوئی نبی بھی ایسا نہیں گزر جس کی امت میں ایک یادو ٹھہر نہ ہوں اور اگر ان میں سے میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر (جیتنے) بن خطاب ہے۔ بیٹک حق عمر (جیتنے) کی زبان اور دل پر ہے۔" (ابن القاسم طبرانی)

حضرت مجاهد بن جعفر بیان فرماتے ہیں "حضرت عمر بن جب کوئی رائے دیتے تو اس کے مطابق قرآن نازل ہو جاتا۔" (ابن القیم) 
امام شعبی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کرم اللہ و جہد کے ہاں حضرت عمر بن جب کا قول "البیت میرے دل میں ہے اتنا کی گیے کہ



تحا۔” (طبرانی، ابن القیم، البیهقی)

⊗ حضرت عمر بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اے عمر! (بیہقی) ابھی میرے پاس جبراہیل ائمہ آئے تھے اور میں نے ان سے پوچھا: اے جبراہیل! مجھے آئان والوں میں عمر (بیہقی) کے فضائل کے بارے میں بتاؤ۔ جبراہیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں آپ کو اتنی مدت تک حضرت عمر (بیہقی) کے فضائل بیان کرتا رہوں جسکتی مدت حضرت نوح علیہ السلام زمین پر رہے تھی تو سو بیچارے برس، جب بھی عمر (بیہقی) کے فضائل ختم نہیں ہوں گے اور بے شک حضرت عمر (بیہقی) حضرت ابو مکر (بیہقی) کی نیکیوں میں سے ایک تسلی ہیں۔“ (ابو یعلی، طبرانی)

⊗ حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل بحران حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور کہا ”اے امیر المؤمنین! آپ کا نامہ اعمال آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ کی شفاعةت آپ کی زبان میں ہے۔“ میں عمر (بیہقی) نے ہماری زمین سے لکال دیا ہے۔ آپ ہمیں ہماری زمین کی طرف لوٹا دیں۔“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے فرمایا ”تمہارا اہر ہوا بے شک عمر بیہقی باکل درست کام انجام دینے والے تھے اور میں ان کا کیا ہوا فیصلہ بھی تبدیل نہیں کروں گا۔“ (ابن القیم)

⊗ حضرت ابو عفریز بیہقی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لکڑا ایک چادر اوڑھنے ہوئے دیکھا گیا۔ راوی بیان فرماتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا ”آپ کثرت سے یہ چادر کیوں پہننے ہیں؟“ تو انہوں نے فرمایا ”بے شک یہ مجھے میرے نہایت پیارے مخلص اور خاص دوست حضرت عمرؓ نے پہنائی تھی۔ بے شک عمرؓ اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے خالص بھلائی چاہی۔“ پھر وہ رونے لگ گئے۔ (ابن القیم)

⊗ حضرت اسود بیہقی سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بیہقی نے فرمایا ”جب صاحبین کا ذکر ہو تو جلدی سے حضرت عمر بیہقی کا نام نامی پکارا کرو۔“ (ابن القیم)

⊗ حضرت زید بن وہب حضرت عبد اللہ بیہقی سے روایت فرماتے ہیں ”بے شک حضرت عمر بیہقی اسلام کے لیے ایک مضبوط قلمدھ تھے جس میں اسلام مختوف تھا اور اس سے باہر نہیں لفٹتا تھا۔“ جب انہیں شہید کر دیا گیا تو اسلام اس قلمدھ سے باہر نکل گیا (یعنی غیر مختوف ہو گیا) اور اس کے بعد اس میں داخل نہیں ہوا (یعنی اس کے بعد اس مقام پر مغلوب ہو گیا)۔“ (ابن القیم، الحجر ک)

⊗ حضرت قدامہ بن مظعون بیہقی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب بیہقی نے حضرت عثمان بن مظعون بیہقی کا اس حال میں دیکھا کہ وہ اپنی سواری پر سوار تھے اور عرجن کے علاقہ میں مقام اثابی کی وادی میں چل رہے تھے کہ حضرت عمر بیہقی کی سواری نے حضرت عثمان بیہقی کی سواری کو دھکا دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری قافلہ کے آگے چل رہی تھی۔ حضرت عثمان بن مظعون بیہقی نے حضرت عمرؓ سے کہا ”اے فتوں کو روکنے والے آپ نے مجھے تکلیف دی ہے۔“ جب سواریاں رکیں تو حضرت عمر بن خطاب بیہقی حضرت عثمان بن مظعون بیہقی کے قریب گئے اور کہا ”اے ابو سائب! اللہ تعالیٰ تمہاری مفترضت فرمائے، یہ کون سا ہم ہے جو تو نے مجھے دیا ہے؟“ انہوں نے کہا ”ایسا نہیں خدا کی

ضم ایں وہ نہیں ہوں جس نے آپ کو یہ نام دیا ہے بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یہ نام دیا ہے جو کہ آج اس لشکر کی قیادت فرا رہے ہیں۔ ایک دن آپ (حضرت عمر بن الخطاب) مبارے پاس سے گزرے۔ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: "یعنی عزیز" (یعنی عزیز) فتوں کو روکنے والا ہے۔ یہ تمہارے اور فتوں کے درمیان ایک سُچتی سے بند کیا ہوا روازہ ہے جب تک یہ تمہارے درمیان زندہ ہے۔" (ابن حبان)

⊗ حضرت ابوذر غفاری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو ملے پہنچ حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پلا پا۔ حضرت عمر بن الخطاب بہت مضبوط آدمی تھے تو حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) نے کہا "اے قفل الفتنة (فتون کو روکنے والے دروازے کا تال) میرا ہاتھ چھوڑیے۔" پس حضرت عمر نے دریافت کیا "اے قفل الفتنة کیا ہے؟" حضرت ابوذر (رضی اللہ عنہ) نے عرش کیا "ایک دن میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرماتھے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد جمع تھے۔ پس میں ان کے پیچھے بیٹھ گیا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں اس وقت تک فتنہ نہیں پہنچ سکتا جب تک یہ (عزیز) تمہارے درمیان موجود ہے۔" (ابن حبان)

⊗ حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست اقدس سے حضرت عمر بن الخطاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "یہ فتنے کے لئے رکاوٹ ہے۔ جب تک یہ تمہارے درمیان موجود ہیں گے تمہارے اور فتنے کے درمیان مضبوطی سے بند ہونے والا دروازہ رہے گا۔" (مسند البخاری)

⊗ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں "ہم (صحابہ کرام) اس میں شک نہیں کرتے کہ وہ عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کی زبان پر ہوتا ہے۔" (عین محمد بن سید روایت بیان کی)

⊗ امام ابو بکر خراطی فرماتے ہیں "حضرت عمر بن الخطاب پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے! وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے ذات پاری تعالیٰ کے مشاہدے میں کتنا نجوم تھے اور کس قدر معرفت رکھتے تھے۔ بخدا اوہ اس شعر کے مصداق تھے: دو اپنی رائے سے امور کے نتائج دیکھنے والے ہیں گویا کہ آج ان کی آنکھیں آنے والے لکل پر ہے۔"

⊗ حضور نبی انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیخین کریمین کے متعلق فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے چار وزیروں سے تقویت دی ہے، دو آسمان والوں میں سے جبرائیل و میکائیل اور دوز میں والوں میں سے ابو بکر و عمر" (ترمذی 3680)

⊗ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "ہر ہر کی کے ساتھیوں میں کچھ خواص ہوتے ہیں اور میرے اصحاب میں سے خواص ابو بکر و عمر ہیں۔"

⊗ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "ابو بکر و عمر سے محبت ایمان ہے اور ان سے بخش مناقف ہے۔"

⊗ غلام النبیین سید الشافعیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "میری امت میں سب سے بہتر ابو بکر و عمر ہیں۔"



رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "ابو بکر و عمر بن عبّات بوزہبوبن کے سردار ہیں۔" (ترمذی 3664، 3665)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ابو بکر و عمر بن عبّات بن مقدم نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مقدم کیا ہے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ائمۃ شہادت، درمیانی انگلی اور چھوٹی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "قیامت کے دن ابو بکر و عمر بن عبّات ساتھ اس طرح آنکھے جائیں گے۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا جنازہ تخت پر رکھا گیا تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ وہ ان کے حق میں دعا کرتے تھے میں آمیرِ کلمات کہتے اور جنازہ انکھے جانے سے بھی پہلے ان پر صلاة (یعنی دعا) پڑھ رہے تھے، میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ اچانک ایک شخص نے پیچھے سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے ٹھپرا کر مزکے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحمت کی دعا کی اور (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد اُدھس سے مخاطب ہو کر) فرمایا: (اے عمر!) آپ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جس کے کیے ہوئے اعمال کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا پسند ہو۔ بخدا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ آپ کے دونوں رفیقوں (یعنی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے ساتھ کر دے گا کیونکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکثرت یہ سنتا تھا میں اور ابو بکر و عمر آئے، میں اور ابو بکر و عمر واصل ہوئے، میں اور ابو بکر و عمر نکلے، اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو (ای طرح) آپ کے دونوں رفیقوں کے ساتھ رکھے گے۔" (بخاری 3685)

ذو القورین خلیفہ سوم

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تیرسے خلیفہ راشد ہیں۔ عثمان بن عفان نام اور غنی اقتب تھا۔ غنی اس اعتبار سے کہ دنیاوی مال و متنازع میں بھی بہت محروم تھے اور قبول اسلام کے بعد دل کھول کر سفاوت بھی کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اقتب ذوق القورین یعنی "دو توروں والا" بھی ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو صاحبو زادیوں، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا نکاح کیے بعد دیگرے ان سے ہوا۔ حضرت عثمان کا یہ لقب زیادہ مشہور ہوا کیونکہ یہ فضیلت کسی اور کے حصہ میں نہیں آتی کہ کسی جی کی دو بیٹیوں کا عقداً یہی شخص سے ہوا ہو۔ اس کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میک اللہ تعالیٰ نے میری طرف دی فرمائی ہے کہ میں اپنی صاحبو زادی کی شادی عثمان (رضی اللہ عنہ) سے کروں۔" (ابن ماجہ 110، محدث ابن طبری)

⊗ حضرت عصہؓ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری صاحبزادی (حضرت ام کلثومؓ) جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں، فوت ہو گئیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عثمانؓ کی شادی کرو، اگر میرے پاس تمہری بیٹی بھی ہوتی تو میں اس کی شادی بھی عثمانؓ کے ساتھ کرو" اور میں نے اس کی شادی وحی الہی کے مطابق ہی کی تھی۔ (اطبری)

⊗ حضرت عبداللہ بن عمر بن ابیانؓ کھلی ہیں جو بیان فرماتے ہیں "مجھ سے میرے ماںوں حضرت حسینؓ کھلی نے پوچھا: اے بیٹا! کیا تم جانتے ہو کہ حضرت عثمانؓ غنی ہیں کوڑا اور اور ان کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا۔ انہوں نے فرمایا: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا ہے اس وقت سے لے کر تا قیام قیامت حضرت عثمان بن عفانؓ کے علاوہ کسی شخص کے عقد میں کسی بھی دو بیٹیوں کو جنم نہیں فرمایا۔ اسی لیے اُنکس "ڈہالوں" (جنین دونوں) کہا جاتا ہے۔" (تبلیغ، ملکہ)

⊗ حضرت عبد اللہ بن عدیؓ ہن خیار سے ایک طویل روایت مروی ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور میں ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر بیک کہا اور اس پر ایمان لائے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے کر بھیجا گیا۔ پھر جیسا کہ میں نے کہا میں نے دو بھر تھیں کیس اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درست دادا می پایا اور میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ حق پرست پر بیعت بھی کی اور خدا کی قسم! میں نے بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی تھیں کی اور نبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دھوکہ کیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرمائے گے۔" (مسند احمد 480، ہماری 3696)

حضرت عثمانؓ کو صاحب الامر تھیں بھی کہا جاتا ہے۔ آپؓ نے پہلی بھرت جشت کی طرف اپنی اہلیہ محترمہ صاحبزادی رسول حضرت رقیؓ کے ساتھ گئی اور دوسری بھرت آپؓ کی بھرت مدینہ تھی۔

⊗ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان بن عفانؓ سر زمین جشت کی طرف بھرت کی غرض سے نکلے اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیؓ بھی تھیں۔ پس کافی عرصہ تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے متعلق کوئی خبر نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے شہر سے باہر تشریف لاتے۔ پس ایک دن ایک گورت ان کی خیریت کی خبر لے کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بے شک عثمانؓ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد پہلا شخص ہے جس نے اپنی اہلیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں بھرت کی ہے۔" (اطبری 141)

حضرت عثمانؓ کی سب سے بڑی فضیلت آپؓ کا "صاحب شرم و حیا" ہوتا ہے۔ آپؓ جیسا میں اتنے کامل تھے کہ آپؓ نے تھائی میں بھی کبھی کپڑے نہیں اتارے تھے اور آپؓ جیز کی شرم و حیا سے فرشتے بھی حیا کیا کرتے تھے۔ آپؓ کی اس فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ موجود ہیں:

⊗ حضرت ابو موسیؓ سے بیان فرماتے ہیں "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں پانی تھا اور آپ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں گھنٹوں سے یا ایک گھنٹے سے کپڑا بٹا ہوا تھا۔ پس جب حضرت علیہ السلام یعنی آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ڈھانپیلایا۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں آرام فرمادے تھے اس عالم میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رونوں پر ڈالیاں مبارک کچھ ظاہر ہوئی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح لیئے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اجازت دے دی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح لیئے رہے اور گفتگو فرماتے رہے۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اجازت طلب کی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہوں کو پیشہ کرنے اور اپنے کپڑے درست کر لیے۔ حضرت عثمانؓ نے آکر باتیں سمجھتے رہے۔" حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب وہ چلے گئے تو میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟ حضرت ابو بکرؓ (پیشوں) آئے تو آپ نے ان کا فکر و اہتمام نہیں کیا، حضرت عمرؓ (پیشوں) آئے تو وہ بھی آپ نے کوئی فکر و اہتمام نہیں کیا لیکن جب حضرت عثمانؓ (پیشوں) آئے تو آپ انہوں کو پیشہ کرنے کے درست کر لیے؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "میں اس شخص سے کیسے جانکروں جس سے فرشتے بھی جا کرتے ہیں۔" (سلم 6209، ابن حبان)

حضرت حضرة شیخ بیان فرماتی ہیں ”ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا (اوپر پیش کیا) کپڑا اپنی مبارک رانوں پر رکھ لیا۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے اور اندر آئے کے لیے اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اندر آئے کی اجازت عنایت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اسی حالت میں تشریف فرمادے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور اجازت طلب کی پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اجازت عنایت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں تشریف فرمادے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچھو دیگر صحابہ کرامؐ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اجازت عنایت فرمائی۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہ آئے اور اجازت طلب کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی اجازت عنایت فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اسی حالت میں تشریف فرمادے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اپنے جسم اقدس کو کپڑے سے مکمل ڈھانپ لیا پھر انہیں اجازت عنایت فرمائی۔ وہ صحابہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پکھ دری رہا تھیں کرتے رہے پھر باہر پلے گئے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کی خدمت اقدس میں جب ابو بکر، عمر، علی اور دوسرے صحابہ کرام حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پہلی حالت میں تشریف فرمادے لیکن جب حضرت عثمانؐ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے جسم اقدس کو کپڑے سے ڈھانپ لیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا میں اس شخص سے حیان کروں جس سے فرشتے بھی جا کرتے ہیں۔“ (مسند احمد بخاری)

⊕ حضرت انس بن مالکؓ حبیب روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سب سے زیادہ حساد ارعنان (یعنی)



بن عفان ہے۔” (ترمذی 3790)

⊗ حضرت بدر بن خالد (رض) سے روایت ہے ”یوم الدار (حضرت علیہ السلام کے گھر کے حاضر کے دن) حضرت زید بن ثابت (رض) ہمارے پاس کھڑے ہوئے اور فرمایا: کیا تم اس شخص سے حیا نہیں کرتے جس سے ملائکہ بھی حیا کرتے ہیں۔ ہم نے کہا: وہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سناتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: فرشتوں میں سے ایک فرشتہ میرے پاس تھا، جب عثمان (رض) میرے پاس سے گزر تو فرشتے نے کہا کہ یہ شخص شہید ہے، اس کی قوم اسے قتل کرے گی اور ہم ملائکہ بھی اس سے حیا کرتے ہیں۔“ بدر (راوی) کہتے ہیں ”پھر ہم نے حضرت عثمان (رض) سے (خوارج کے) ایک گروہ کو دوڑ کیا۔“ (طریقی)

حضرت عثمان غنی (رض) کی ایک اور بڑی فضیلت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے باکیں ہاتھ کو ”عثمان (رض) کا ہاتھ“ قرار دیا۔ جب صلح حدیبیہ کے مقام سے حضرت عثمان غنی (رض) تو قریش مکہ سے بات پیش کے لیے مکہ تشریف لے گئے تو یہ افواہ مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان غنی (رض) کو مکہ میں شہید کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ (رض) سے بیعت لی ہے جسے بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس موقع پر چونکہ حضرت عثمان غنی (رض) موجود چیزوں تھے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے باکیں ہاتھ کو صحابہ کرام کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا ”یہ عثمان (رض) کا ہاتھ ہے اور میں عثمان (رض) کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔“ یہ فضیلت بھی کسی اور کے حصہ میں نہیں آتی۔ اس واقعہ کی تصدیق مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

⊗ حضرت انس بن مالک (رض) سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو اس وقت حضرت عثمان بن عفان (رض) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخیر بن کر مکہ والوں کے پاس گئے ہوئے تھے۔ راوی بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ جیلیز نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان (رض) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کاموں میں مصروف ہے۔ پھر کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان (رض) کی طرف سے بیعت کے لیے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا۔ پس حضرت عثمان (رض) کا دست مبارک لوگوں کے لیے اپنے ہاتھوں سے (کی گناہ) اچھا لھا۔ (ترمذی 3720)

آپ (رض) کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ جب آپ سخیر بن کر مکہ گئے تو قریش مکہ نے آپ (رض) سے کہا کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف کر سکتے ہیں لیکن حضرت عثمان غنی (رض) نے یہ کہہ کر طواف کرنے سے انکار کر دیا ”جب تک میرے محبوب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف نہیں کریں گے میں طواف نہیں کروں گا۔“

آپ (رض) کا لقب غنی ہے۔ آپ (رض) کا مال دار تھے لیکن آپ (رض) کا مال صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھا۔ جب بھی مسلمانوں یا اسلام پر کمزور وقت آیا اور مال کی ضرورت پیش آئی تو حضرت عثمان غنی (رض) آگے بڑھے اور اپنامال راہ خدا میں حاضر کر دیا۔ جنگ توبوک کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام (رض) کو اس جنگ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب فرمائی۔ اس موقع پر صدق و فوکے پیکر غیضاً اول سیدنا حضرت ابو بکر صدیق (رض) نے گھر کا تمام سامان اور مال و اسباب اور خلیفہ و مسیدنا حضرت عمر فاروق (رض) نے

اپنا نصف مال لاکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں پچھاوار کر دیا۔ اس وقت غایقہ سوم سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے عرض کیا "میں ایک سو اونٹ سامان سے لدے ہوئے دیتا ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ترغیب دی تو حضرت عثمان غنیؓ پھر اٹھا اور کہا "میں دو سو اونٹ مزید دیتا ہوں۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ترغیب دی تو حضرت عثمان غنیؓ پھر اٹھا اور کہا "میں تین سو اونٹ مزید دیتا ہوں۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاد کیلئے اللہ کے راست میں مال خرچ کرنے کیلئے پھر ترغیب دی تو مجسم ہودو مخالفہ سیدنا حضرت عثمان غنیؓ نے پھر اٹھا کہ میں دو سو اونٹ اور ایک ہزار اشرفیاں مزید دیتا ہوں۔ یعنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر مبارک سے شیعی تشریف لائے اور حضرت عثمان غنیؓ کی اس بے مثال فیاضی و حداوت پر اس قدر خوش ہوئے کہ ان کی دی ہوئی اشرفیوں کو اپنے دست مبارک سے الٹ پلت کرتے رہے اور فرماتے رہے **مَا أَطَّهَرْتُ عَنْكُنَّ مَا أَعْجَلْتُ بِنَعْذَرْتُ الْيَوْمَ** (ترمذی 3701) یعنی آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل اس کو انتصان نہیں پہنچائے گا۔ اور حضرت عثمانؓ سے فرمایا "امہمان (بیٹھا) اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں جو تھے ہے ہو چکے یا آئندہ ہوں گے۔"

ایک مرتبہ سخت خط پر، تمام لوگ پر بیشان تھے۔ اسی دوران حضرت سیدنا عثمان غنیؓ کے ایک ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے آئے۔ مدینہ کے تمام تاجرجیع ہو گئے اور کئی گنازیادہ قیمت پر اس غلکو خریدنے کی کوشش کی تھیں آپؓ نے فرمایا "مجھے تو اس سے بھی زیادہ لفظ ملتا ہے۔ تم لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے یہ سب نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں فقراء مددیہ کو دے دیا ہے۔"

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرماتے ہیں "میں نے اس روز خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفید رنگ کے ترکی گھوڑے پر سوار ہیں اور نور کا لباس زیب بدھا ہے اور کہیں جانے میں جلدی فرمار ہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں، مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا ہر اشوق، اشتیاق تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس وقت جانے کی جلدی ہے کیونکہ عثمان (بیٹھا) نے ایک ہزار اونٹ غلہ کے خیرات کے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمایا ہے۔ اسی کے صدقے میں جنت کی ایک خور سے ان کا نکاح ہو رہا ہے اور مجھے ان کی محفل عروی میں شریک ہونا ہے۔"

حضرت عثمان غنیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد تو تھے ہی اور اس لحاظ سے گھر کے آدمی تھے لیکن ان کی حیاداری بھی اس بات میں دھل رکھتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ازاد احتجاج مطہرات کو جو کیلئے لے جاتے اور جج کرانے کی ساری ذمہ داریاں آپؓ نے پوری کرتے۔ یہ ایک بڑا اعزاز ہے جو آپؓ نے حاصل ہوا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓؒ کو پینے کے لیے میٹھے پانی کی بڑی وقت تھی۔ صرف ایک میٹھے پانی کا کنوں تھا جس کا نام بیرون مسماۃ تھا جو کہ ایک بہوی کی ملکیت تھا۔ وہ بہوی جس قیمت پر چاہتا ہے وہ اموں پانی فروخت کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اس کنوں کو خرید کر اللہ کے راست میں وقف کرے گا اس کو جنت ملے گی۔" حضرت عثمان غنیؓ نے اس کنوں کو خرید کر وقف کر دیا۔



حضرت بشیر اسلمی رض بیان فرماتے ہیں کہ جب مهاجرین صحابہ کرام رض مکہ کردم سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو انہیں پانی کی شدید قلت محسوس ہوئی۔ قبیلہ بنی غفار کے ایک آدمی کے پاس ایک چشمہ تھا جسے رومہ کہا جاتا تھا اور وہ اس چشمہ کے پانی کا ایک قریب ایک مارے بدلتے میں بیٹتا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”مجھے یہ چشمہ جنت کے چشمہ کے چشمہ کے بدلتے میں بیج دو۔“ تو اس شخص نے کہا ”میری اور میرے عیال (کی گذر بر) کے لیے اس چشمہ کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے، اس لیے میں ایسا نہیں کر سکتا۔“ سو یہ خبر حضرت عثمان رض کو پہنچی تو انہوں نے اس آدمی سے وہ چشمہ جنتیں بزار دیا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں اس چشمہ کو خرید لوں تو کیا آپ مجھے بھی اس کے بعد میں جنت میں چشمہ عطا فرمائیں گے، جس طرح اس آدمی سے آپ نے فرمایا تھا؟“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ہاں (عطا کروں گا)“ تو اس پر حضرت عثمان رض نے عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ چشمہ میں نے خرید کر مسلمانوں کے نام کر دیا ہے۔“ (طریق)

حضرت ابو اشعث صنعاوی رض سے روایت ہے کہ چند خطبا شام میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی صحابہ رض بھی تھے۔ ان میں سے سب سے آخر میں حضرت مرد بن کعب رض خطب دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا ”اگر میں نے ایک حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنی ہوتی تو میں کھڑا نہ ہوتا۔ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتوؤں کا ذکر فرمایا اور ان کا نزدیک ہوتا بیان کیا۔ اتنے میں ایک شخص کپڑے سے سرمند پہنچنے لگز را۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس کی طرف اشارہ کر کے) فرمایا : اس (قدرتی کے) دن یہ شخص حق اور بدایت پر ہو گا۔ میں اس کی طرف مزاود کیا کہ وہ حضرت عثمان رض ہے یہیں، پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ اقدس کی طرف مزاود عرض کیا : (یا رسول اللہ) کیا بھی ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں بھی ہیں۔“

(ترمذی 3704 محدث)

حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک جنازہ لا یا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی نمازو جنازہ پڑھیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نمازو جنازہ نہیں پڑھی۔ عرض کیا گیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ کو کسی کی نمازو جنازہ چھوڑتے نہیں دیکھا۔“ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”یہ شخص عثمان رض سے بغرض رکھتا تھا لہذا اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔“ (ترمذی 3709، ابن الی عامہ)

حضرت عبد اللہ بن عمر رض بیان فرماتے ہیں ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرروائے دن قیام فرمادی اور فرمایا : پیشک عثمان رض (لہذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کام میں مصروف گئے اور پیشک میں اس کی طرف سے بیعت کرتا ہوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال تیزیت میں سے بھی حضرت عثمان رض کا حصہ مقرر کیا اور ان کے علاوہ جو کوئی اس دن غائب تھا کسی کے لیے ملکیتیں مدد ایک بیان ہے جو تقریباً ایک سیر کے پر ابر ہوتا ہے لیکن اس کی اصل مقدار کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت عثمان رض غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ ان کی زوجہ حمزہ صاحبزادی رسول حضرت دیوبندی شدید علیل تھیں اور وہ ان کی تواریخی میں مصروف تھے۔

حصہ مقرر نہیں کیا۔“ (ابو داؤد: 2672، طحاوی)

❷ حضرت عائشہ صدیقہؓ بیوی میان فرماتی ہیں ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا: میرے صحابہؓ میں سے کسی کو میرے پاس بلاو۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ابو بکرؓ کو بلاو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔ پھر میں نے عرض کیا: عمرؓ کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا: آپ کے پیچا کے بینے علی (کرم اللہ وجہ) کو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ پھر میں نے عرض کیا: عثمانؓ کو بلاو؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ جس جب وہ آگئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (اے عائشہ!) ذرا چیخنے ہو (کریمؓ) جاؤ۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے سرگوشی فرماتے لگا اور حضرت عثمانؓ کو رنگ تبدیل ہونے لگا۔ پھر یومِ دار (جس دن حضرت عثمانؓ کے گمراہ حاضر ہیا گیا تھا) آیا اور حضرت عثمانؓ کو محصور ہو گئے۔ ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ قوال نہیں کریں گے؟ حضرت عثمانؓ جیسا نے فرمایا: نہیں اب شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے (اس دن) وصیت فرماتی تھی اور میں اس وصیت کے مطابق صبر کرنے والا ہوں۔“ (مسند احمد، ابو حیان)

❸ حضرت چابر بن عبد اللہؓ بیوی سے روایت ہے ”ایک دفعہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مہاجرین کے ایک گروہ کے ساتھ ایک گمراہ میں تھے اور اس گروہ میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہ، حضرت طلحہؓ، حضرت زیدؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھیں جبکہ تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر آدمی اپنے کنفو (برادر) کی طرف کھڑا ہو جائے۔ اور خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عثمانؓ کی طرف کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے گلے لگایا اور فرمایا: اے عثمانؓ تو دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔“ (مسند دک، ابو حیان)

❹ حضرت ابو ہریرہؓ بیوی میان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گئے، ان کے ہاتھ میں کنکھا تھا۔ انہوں نے فرمایا ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی ابھی میرے پاس سے تشریف لے گئے ہیں۔ میں اپنے سر کو کنکھی کر رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے رقیہ! تم ابو عبد اللہ (حضرت عثمانؓ) کو کیسا پاٹی ہو؟ میں نے عرض کیا: بہترین انسان۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کی عزت بجالاتی رہو، بے شک وہ میرے صحابہؓ میں سے خلق کے اعتبار سے سب سے زیادہ میرے مشاہد ہے۔“ (طریقی 97، مسند احمد)

❺ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیوی میان فرماتے ہیں ”حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک باعث میں داخل ہوئے اور مجھے باعث کے دروازے کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ یہ ایک آدمی نے آ کر اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی دے دو۔ دیکھا تو وہ حضرت ابو بکرؓ تھے۔ پھر دوسرے شخص نے آ کر اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت دے دو۔ دروازہ کھولا تو وہ حضرت عمرؓ تھے۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے بھی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا: اے بھی اجازت دے دو اور جنت کی بشارت



وے دو، ان مصائب و مشکلات کے ساتھ جو اسے پہنچیں گی۔ دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) تھے۔ جب میں نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی اطاعت دی تو انہوں نے اللہ کی حمد و شکر کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی مدد کرنے والا ہے۔” (بخاری 3693)

⊗ حضرت طلہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ہر نبی کا ایک رفسخ ہوتا ہے اور جنت میں میراں عثمان (رضی اللہ عنہ) ہے۔“ (ترمذی 3698، ابن ماجہ)

⊗ حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”ہر نبی کا اس کی امت میں کوئی نہ کوئی دوست ہوتا ہے اور بے شک میرا دوست عثمان (رضی اللہ عنہ) بن عفان ہے۔“ (ابو داہد، مسلم)

⊗ حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں ”هم عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہیں۔“ (بیہقی)

⊗ حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے ”میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس دوران ایک آدمی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مصافی کی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس شخص کے ہاتھ سے اس وقت تک نہ پھر لایا جب تک خود اس آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ نہ پھوڑا۔ پھر اس آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) تشریف لائے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ اہل جنت میں سے ہے۔“ (طرافی)

⊗ حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے ”بے شک ایک آدمی حضرت سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ میں عثمان سے بہت زیادہ بغرض رکھتا ہوں، اتنا بغرض میں نے کسی سے کبھی بھی نہیں رکھا۔ تو حضرت سعید بن زید (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: تو نے نہایت ہی نبڑی بات کی ہے، تو نے ایک ایسے آدمی سے بغرض رکھا جو کہ اہل جنت میں سے ہے۔“ (مسند احمد)

⊗ حضرت عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قند کا ذکر کیا اور حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کے متعلق فرمایا ”اس قند میں یہ مظلوم ایشید ہو گا۔“ (ترمذی 3708)

⊗ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اے عثمان! اللہ تعالیٰ یقیناً تمہیں ایک قمیں (تمیں غاذت) پہنائے گا سو اگر لوگ اسے اتارتا چاہیں تو تم ان کی خاطر اسے مت اتارنا۔“ (ترمذی، ابن ماجہ)

⊗ حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے ”میں کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں میٹھے ہوئے تھے کہ حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) حاضر ہوئے۔ جب وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اے عثمان! تمہیں شہید کیا جائے گا جبکہ سورۃ البقرہ کی حلاوت کر رہے ہو گے اور تمہارا خون اس آیت: پس اب اللہ آپ کو ان کے شرے پہنچانے کے لیے کافی ہو گا اور وہ خوب سننے والا ہے (سورۃ البقرہ۔ 137) پر گرے گا۔ قیامت کے روز تم ہر طرح سے ستائے ہوئے پر حاکم ہو کر

اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے اس مقام و مرتبہ پر نشرق و مغرب والے رشک کریں گے اور تم قبیلہ رہیمہ اور مضر کے لوگوں (کی تعداد) کے برابر لوگوں کی شفاعت کرو گے۔ (المردك)

ازواج و بناتِ رسول

فلکائے راشدین کے بعد ازدواج مطہرات اور بناتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ان میں دعوت، تبعیغ، رفاقت اور نگاری کے اعتبار سے سب سے بلند مرتبہ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ الکبریؓ ہیں جو بجا طور پر افضل النسا، سب سے پہلے ایمان لانے والی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مددگار اور معاون رہیں۔ آپؐ کی عظمت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جب لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی تو آپؐ نے تصدیق کی۔ آپؐ سے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واللہ تعالیٰ نے اولاد عطا کی۔ مسلمان ہونے سے پہلے آپ کے سیکھروں اور تجارت کا مال لے کر جایا کرتے تھے لیکن جب آپؐ کا وصال ہوا تو کفن کے لیے کپڑا ایک موجود نہ تھا۔ اسلام میں دو ہی شخصیات ایسی ہیں جنہوں نے اسلام کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا، ایک حضرت خدیجہؓ الکبریؓ ہیں اور دوسرا حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ پھر ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہؓ ہیں جنہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورث علم کی حفاظت کی اور نصف صدی سے زیادہ اس کی ترویج کی۔ آپؐ کی روایت کردہ حدیثوں پر ایک تباہی فدق کی بنیاد ہے۔ علمی حیثیت سے ام المؤمنین حضرت ام سلمیؓ ہیں جو کامقاً محبی متاز ہے۔ بنات میں سب سے بلند مرتبہ حضرت فاطمہؓ ہیں جو کہ جن کا ذکر فضائل اہل بیت میں ہو چکا ہے۔

عشرہ مبشرہ

ان کے بعد صحابہ کرام میں عشرہ مبشرہ متاز ہیں۔ یہ وہ دس صحابہ کبار ہیں جنہوں نے ایک ہی مجلس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی زندگی میں ہی جنت کی بشارت سنی۔ ابتدائی چار فلکائے راشدین کے علاوہ اس مغلظ میں درج ذیل چھ صحابہؓ کی مژده جنت کے حاصل ہیں:

- ۵۔ حضرت زبیرؓ بن عوام
- ۶۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص
- ۷۔ حضرت عبد الرحمنؓ بن عوف
- ۸۔ حضرت ابو عبیدہؓ بن زید
- ۹۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ
- ۱۰۔ حضرت سعیدؓ بن زید

مؤمنین مکہ میں سابقون الاولون

فضیلیت میں یہ وہ طبقہ ہے جس نے حق کے راستے میں پہل کی، ہر طرح کی مصیبت اور غلام برداشت کے اور نہایت استقامت سے اللہ اور اکے



رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنا ناط جوڑے رکھا۔ ان میں خلفائے راشدین اور عشرہ بن شرہ کے علاوہ تین میں ذکر یہ ہیں: حضرت زید ابن حارث، حضرت بلال بھٹی، حضرت عماز ابن یاسر، حضرت خباب ابن الارت، حضرت عبد اللہ بن مسحور، حضرت خالد بن سعید، بن العاص، حضرت صحیب رومی، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت اقیم بن اقیم، حضرت یعقوب بن ابی طالب، حضرت ابو مسلم۔ عورتوں میں حضرت عباس کی زوجہ بابیہ بنت حارث، جن کا لقب ام الفضل تھا، حضرت عماز ابن یاسر کی والدہ حضرت سیفہ بنت خباط جوسلام کی پہلی شہیدہ تھیں، حضرت اسما بنت ابوکلہ، حضرت ام روان، حضرت فاطمہ بنت خطاب ابتدائی ایمان لانے والوں کی صف میں شامل تھیں۔

النصار میں سابقون الاولون اور فضائل انصار

نبوت کے گیارہویں سال جب حج کا موسم آیا تو قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ آئے جو عقبہ کی گھاتی پر کم سے چند میل دور تھے تھے۔ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ کیلئے ان کے پاس بھی پہنچے۔ یہودیوں سے میل جوں کی وجہ سے یہ لوگ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متوقع بعثت سے باخبر تھے۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے وہی الہی کو سننا تو فوراً ایمان لے آئے۔ ان چھ افراد کے نام یہ ہیں:

حضرت ابو امامہ اسد بن زرارہ، حضرت عوفث بن الحارث، حضرت رافع بن مالک، حضرت قطبہ بن عامر، حضرت عقبہ بن عامر، حضرت سعد بن رفیق۔

شہر جا کر ان پاک سرنشیت صحابہ کرام میں نے نور ایمان پھیلایا۔ آنکہ ہر سال (12 نبوت میں) حج کے موقع پر بارہ افراد آئے۔ ان میں حضرت سعد بن رفیق کے علاوہ باقی پانچ وہی تھے جو گذشتہ سال آئے تھے اور مزید سات افراد دولت ایمان سے بہرہ در ہوئے جن کے نام یہ ہیں: حضرت ذکوان بن ابو قیس، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت خالد بن خالد، حضرت عباس بن عبادہ، حضرت معاذ بن الحارث، حضرت ابوالایمین بن المیمان، حضرت عمیم بن ساعدہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان حضرات سے توحید و اطاعت رسول پر اور چوری، زنا، بیجوں کے قتل، بھوئی تہمت اور چلی سے اجتناب پر بیعت لی۔ سبیلی بھلی بیعت ہے جو بیعت عقبہ اولیٰ کہلاتی ہے۔ اس موقع پر ان کی تعلیم اور دعوت کیلئے حضرت مصعب بن عمير کو ساتھ بھیجا گیا۔ سن 13 نبوت میں حج کے موقع پر بیعت عقبہ ہانی ہوئی جس میں قبیلہ اوس اور خزرج کے کل بہتر (72) مردا اور دو عورتیں تھیں۔ یہ ارادے سے آئے تھے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے شہر شہر میں بھرت کی دعوت دیں۔

بیعت ہو چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس طرح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے لئے بارہ اشخاص پنج لئے تھے اسی طرح

جبرائیل علیہ السلام کے اشارے پر میں تم میں سے بارہ تیب منتخب کرتا ہوں۔ تم پیرب واپس جا کر انشاعت اسلام کرو، مکہ والوں کیلئے میں خود یہ کام سرا انجام دوں گا۔“

ان تقبیان انصار میں 9 لوگ قبیلہ خزرج اور 3 لوگ قبیلہ اوس کے تھے۔ یہ بارہ تیبا انصار کے سابقون الادلوں میں فضیلت کے ای مقام پر ہیں جہاں مہما جرین میں عشرہ مشہرہ ہیں۔ قبیلہ خزرج کے تیب یہ افراد ہیں:

حضرت ابو امامہ اسد بن زرارہ، حضرت رافع بن مالک، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت سعد بن رائج، حضرت منذر بن عمر، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت برائے بن معورو، حضرت عبداللہ بن عمرو، بن جرام، حضرت سعد بن عبادہ۔

تقبیان اوس میں یہ تین حضرات شامل ہیں:

حضرت اسید بن حمیر، حضرت سعد بن فیض اور حضرت ابو یحییٰ بن التیمان۔

انصار کی فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث دارد ہوئی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

⊗ حضرت انس بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض تناق کی علامت ہے۔" (بخاری 17)

⊗ ایک دوسری روایت میں حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "منافق کی علامت انصار سے بغض رکھنا اور مومن کی علامت انصار سے محبت کرنا ہے۔" (بخاری 3784، نانی 5022)

⊗ حضرت برائے بن جریر بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "انصار سے صرف مومن محبت کرنا ہے اور ان سے بغض صرف منافق رکھتا ہے (اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ ان سے صرف کافر الخوارج رکھتا ہے)۔ پس جس نے ان سے محبت رکھی اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور جس نے ان سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھے گا۔" (بخاری 3783)

⊗ حضرت انس بن مالک بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آتے ہوئے دیکھا تو آپ کھڑے ہو گے اور فرمایا "مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ تم محبوب ہو، مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ تم محبوب ہو۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد انصار صحابہ ہی ہے تھے۔ (بخاری 3785)

⊗ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید خدری علیہما السلام بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وہ غرض جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ انصار سے بغض نہیں رکھتا۔" (ترذیل ننانی، سلم 239، نانی 238)

⊗ حضرت ابو ہریرہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جس شخص نے انصار سے محبت کی پس اس نے میری محبت کی خاطر ان سے محبت کی اور جس شخص نے انصار سے بغض رکھا تو اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔" (جردنی)

⊗ حضرت زید بن ارقم بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے اللہ! انصار اور انصار کے بیٹیں اور

انصار کے پتوں کی مختصرت فرماء۔ (مسلم 6414)

⊗ حضرت معد بن مالک انصاری پیر ہبیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر لوگ کسی ایک گھٹائی کی طرف چلتے اور انصار کسی اور گھٹائی کی طرف چلتے تو میں انصار کی گھٹائی کی طرف چلتا اور اگر بھرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہی ایک شخص ہوتا۔" (ابن ماجہ 164)

⊗ حضرت انس بن مالک جو ہبیان کرتے ہیں "حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا خبر دار اپے شک ہر بھی کا کوئی نہ کوئی ترک اور جا گیر ہوتی ہے اور بے شک میرا ترک اور جا گیر انصار ہیں۔" (بلدانی، البیهقی، الباقری)

بھرت کا شرف حاصل کرنے والے صحابہ

بھرت کا حکم آیا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالحجہ کے فوراً بعد صحابہ کرام پر کو مناصب کو متناہی کی تھاں دیتی فرمائی۔ ابتدائی بھرت کرنے والوں میں حضرت مصعب بن عمس، حضرت عبد اللہ بن عوف، حضرت بالل جشی، حضرت معد بن عقبہ، حضرت عاصم اور حضرت عمار بن عزیز بن یاسر کیلئے بعد دیگرے رونو در شیر پر شرب ہوئے۔ پھر میں آدمیوں کی ایک ٹولی روادہ ہوئی جس میں حضرت عمر فاروق بھی شامل تھے۔ حضرت عمر بن حیان نے بھرت کا رادہ کیا تو علی الاعلان لٹکے جسم کو اسلخ سے جایا، سب سے پہلے کعبۃ اللہ کا رخ کیا، طواف سے قارغ ہوئے تو مسجدِ کعبہ میں جمع قریش کے افراد کو مخاطب کر کے فرمایا "میں بھرت کر رہا ہوں۔ جو چاہتا ہے کہ اپنی بیوی کو بیوہ، بچوں کو تینم اور اپنی ماں کو بیچھے روتا ہوا چھوڑے تو آئے مجھ سے مقابلہ کرے۔" کسی نے مقابلہ کی جرأت نہ کی البتہ کچھ کمزور مسلمان آپ پر بھر کے ہمسفر ہو گئے۔

حضرت سعیب بن علام تھے مگر بڑے مالدار۔ جب ان کی بھرت کی خبر کفار کو ہوئی تو سدرادہ ہوئے اور کہا "یہ مال لیے کہاں چلے ہو؟ جو یہاں سماں یا اسے لے جانے نہیں دیں گے۔" تو انہوں نے فرمایا "جب تک میرے ترکش میں آخری تیر ہے کوئی مجھے روک نہ سکے گا۔ باں مال و دولت چاہیے ہو تو لے اور مجھے جانے دو۔" یوں سب کچھ ان کا رادہ جان بچا کر قبی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جاتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا "تم نے بڑی پر منغعت تجارت کی ہے۔"

ریچ لاڈول کے مینے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق پیر ہبیکی معیت میں مکہ سے پر شرب کے لئے روادہ ہوئے۔ بیکی وہ استی ہیں جن کو قرآن صحابی رسول کے نام سے یاد کرتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کی مانیں واپس کرنے کیلئے مکہ میں چھوڑا۔ قبا میں حضرت کاظم بن ہم کے گھر پر قیام فرمایا اور مسجد قبا کی بنیاد ڈالی۔ تین دن کے بعد..... جمع کے دن جانب پر شرب روادہ ہوئے۔ راستے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوسالم کے محلے میں تمازدا فرمائی جو جمع کی پہلی تمازجی۔ اس کے بعد جنوبی سمت سے پر شرب میں داخل ہوئے۔ اس دن سے یہ شہر "مذیۃ النبی" کہلانے لگا اور اسے پر شرب کرنے سے منع کر دیا گیا۔

مذید میں پہلا کام مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیر تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے آسر اور بے سرد سماں مہاجرین کی آبادگاری پر توجہ فرمائی۔ حضرت انس بن مالک کے گھر پر مساجد کی غرض سے اصحاب مساجد کو جمع کیا۔ ان کی تعداد تو ۴۵ تھی جاتی ہے جس میں 45 مہاجر اور 45 انصار تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہاجر اور ایک انصار میں بھائی چارہ قائم کیا۔ یہ انصار و مہاجرین وہ خوش قسم ہستیاں ہیں جنہیں دونوں قبلوں کی طرف مذکور کے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوتی۔ سابقون الاذلون میں ایسے تمام صحابہ کا شمار ہوتا ہے۔ مہاجرین کی فضیلت کے بارے میں احادیث نبوی ہیں:

⊗ حضرت عبد اللہ بن زید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر بھرت (کی فضیلت) نہ ہوتی تو میں انصار کا ایک فرد ہوتا۔" (بخاری 7244، مسلم 7245)

⊗ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "یا اللہ امیرے اصحاب کی بھرت قبول فرماؤ اُنہیں ان کی ایڑیوں پر (یعنی کفر و جہالت کی طرف) واپس نہ لوٹانا۔" (حنفی مایہ)

کاتبان وحی

بعض علماء فضیلت میں مجاہدین بدر سے پہلے کاتبان وحی کا مقام رکھا ہے۔ مذید میں ان کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی۔ پہلی وحی کو لکھنے کا شرف حضرت خالد بن سعید بن العاص کو اور آخری وحی لکھنے کا امتیاز حضرت ابی بن کعب بہر کے حصے میں آیا۔

اہل بدر

حق و باطل کے پہلے معرکہ "یوم الفرقان" میں حصہ لینے والے صحابہ کرام میں بلند مقام فضیلت کے حامل ہیں۔ ان کے بارے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو دیکھا اور فرمایا "اب تم جو چاہو کرو میں تم کو نہیں چکا ہوں۔" (ابوداؤ 4654)

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت جبراہیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ابی بدر کو مسلمانوں میں کیا سمجھتے ہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سب مسلمانوں سے افضل سمجھتا ہوں۔" حضرت جبراہیل علیہ السلام نے بتایا کہ جو فرشتے مید اب بدر میں حاضر ہوئے ان کا وہ بھی ملکہ میں ایسا ہی سمجھا جاتا ہے۔ اہل بدر کا مقام اس لئے بلند ترین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کے پیچھے اور اگلے تمام گناہ معاف کر دیئے اور ان پر جنت واجب ہو گئی۔ ان کی تعداد عام روایتوں کے مطابق 313 ہے۔

⊗ اہل بدر کی فضیلت کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہ سے ایک طویل روایت میں مردی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے اصحاب بدر میں جو علیح کے لیے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف توجہ کی اور فرمایا: تم جو عمل کرنا چاہتے ہو کرو بے قنک تھا مارے لیے جسے واجب ہو چکی ہے۔ یا فرمایا: میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔" (مختصر عید)

⊗ حضرت چابرؓ کی شکایت کرتے ہوئے عرش کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حاطب دوزخ میں داخل ہوا۔" حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکایت کرتے ہیں کہ حضرت حاطبؓ کا ایک خلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور

⊗ حضرت حاطبؓ کی شکایت کرتے ہوئے عرش کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! حاطب دوزخ میں داخل ہوا۔" حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم جھوٹے ہو، وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ وہ جنگ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک ہوا۔" (سلم، حدیبیہ، عید)

⊗ حضرت عبد اللہ بن ابی اویفؓ کا بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی شکایت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ القدس میں کی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے خالد! تم اہل بدر میں شامل شخص کو کوئی تکلیف دیتے ہو۔ اگر تم أحد پیار کے برادر بھی سونا خرچ کرو تو ان کے اس ایک عمل کے اجر کو نہیں پاسکتے۔" حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! انہوں نے مجھے سمجھا کہ اسی تھی تو میں نے انہیں جواب دیا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ سے فرمایا "خالد (جیسا ہے) کو تکلیف مت دو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی تکواروں میں سے ایک تکوار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار کے سروں پر مسلط کر رکھا ہے۔" (ابن حبان، بخاری)

حضرت قیمؓ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے بدری صحابہؓ کا پانچ بزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا اور انہوں نے فرمایا "میں غزوہ بدر میں شریک ہونے والے حضرات کو دوسرے اصحاب بزرگ و ترین حوالوں گا۔" (بخاری)

اہل احمد

اہل بدر کے بعد فضیلت کے اعتبار سے دو مجاہدین ہیں جو غزوہ احمد میں شریک ہوئے۔ میدان جنگ میں تو ایک ہزار مجاہدین آئے تھے لیکن رئیس المذاقین عبد اللہ ابی سلول میں وقت پر اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ پیچے پھیر کر چلا گیا۔ اس طرح اہل احمد کی تعداد 700 ہوئی۔

شرکاۓ غزوہ خندق

5 ہوئے میں مدینہ کو قریش اور دیگر عرب قبائل نے لگھ لیا۔ مسلمانوں نے اپنے شہر کے تین طرف ایک خندق کھودی اور کئی دنوں تک محصور رہے۔ اس میں حصہ لینے والے صحابہؓ فضیلت میں اہل احمد کے بعد ہیں۔

بیعت رضوان کرنے والے صحابہؓ

6 ہوئے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب دیکھا کہ کعبۃ اللہ کی زیارت کر رہے ہیں۔ خواب کو حقیقت میں تبدیل کرنے کیلئے لگکر

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک روایت کے مطابق 1400 اور دوسری روایت کے مطابق 1600 صحابہ کرام تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر کارروائی ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ سخیر بنا کر مکہ پہنچ گئے۔ خبر آئی کہ وہ شہید کردیے گئے ہیں۔ یہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بول کے پیڑ کے نیچے حضرت عثمان غنیؓ کے خون کا بدال لینے کیلئے صحابہ سے بیعت لی۔ یہ اصحاب ہرے صاحب فضیلت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن یا کہ میں ان سے رضا کا اکابر فرمایا اور انہیں فتح کی خوشخبری دی:

◆ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا يَعْوَنُكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَآتَاهُمْ فَتَحْكَمَ فِيْنَا (سُورَةُ الْأَنْبَاطِ - ١٨)

ترجمہ: یا شہب اللہ تعالیٰ موننوں سے رائی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کر رہے تھے۔ سو جو (جذبہ صدقہ و وفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ کو معلوم تھا تو اللہ نے ان پر خاص تسلیم نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت سی قریب فیض (نجیر) کا انعام عطا کیا۔

بیعت رضوان کے موقع پر موجود صحابہ جیلیٰؑ کے بارے میں حدیث یا کے:

❖ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ”حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے دن ہمیں فرمایا: تم زمین پر بنتے والوں میں سب سے بہتر ہو اور ہم چودہ سو فراز تھے اور اگر آج میں (یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جو کہ اس وقت زمین پر بچت تھے) دیکھ کر تو تمہیں اس درخت کی چکڑ کھا دیتا۔“ (مشق بلیہ)

۱۰

فتح مکے سے پہلے اسلام لانے والے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور جہاد کرنے والے مومنین ان سے مرتبہ میں زیادہ بلند ہیں جنہوں نے فتح مکے کے بعد اسلام قبول کیا، اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

♦ لا ينتهي مشكلة من آتى من قتيل الفتح وقتل أوليك أعظم درجة من الذين آتقوه ومن بعد وقتلوا (مرآة الدنيا-10)

ترجمہ: تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مک) سے پہلے (الشیعی راوی میں اپنا مال) خرچ کیا اور جہاد کیا وہ (اور تم) برادری میں ہو سکتے، وہ ان لوگوں سے درجہ میں بہت بلند ہیں جنہوں نے بعد میں مال خرچ کی اور جہاد کیا۔

شان صحابہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا تو زمین مکا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمن بن گئی۔ یہ اعلان اہل قریش کے لئے بالکل غیر متوقع تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ”صادق و امین“ یا کہ ان کے تمام ہاٹل کے لئے خطرہ بن جائے گا، وہ شرم و حراج کا پہلا جس

کی نگاہیں ہمیشہ پیچی رہتی تھیں، ان کے آباؤ اجداد کے مذہب اور نظام کو چیلنج کرے گا۔ اعلانِ اسلام کا صاف مطلب یہ تھا کہ نہ صرف قریش اور اہل مکہ بلکہ پورے عرب معاشرے کے ساتھ اعلانِ جنگ کیا جا رہا ہے۔ تمام اہل عرب ایک طرف اور اللہ تعالیٰ کے عبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طرف۔ یہ براحت وقت تھا۔ ایسے حالات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت کرنا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کا مطلب موت تھا۔ مگر یہ نفس قدیمہ ایک ایک کر کے جان ہٹھیلی پر لے کر نکل۔ اللہ تعالیٰ کے رسول کے مددگار، ساتھی اور ہزار بنے۔ انہوں نے ہر مصیبت، وکھا اور تکلیف کو خدہ پیشانی سے برداشت کیا، ہر آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ انہیں ستایا گیا، کوڑوں کی ضریب میں لگائی گئیں، دیکھتے انکاروں پر لٹایا گیا، زنجیریں بامدھہ کر صحراء کی تھی ہوئی ریت پر کھینچا گیا، تختدار پر چڑھایا گیا، اوہ بے کے اوزار گرم کر کے داغ لگائے گئے، پتھروں کے نیچے دبایا گیا، غرضِ ظلم و تم کا ہر پیہاڑ توڑا گیا لیکن یہ ظلم و تم ان نفس قدیمہ کو، تاریخِ جن کو صحابہ کرام علیہم السلام کے نام سے یاد کرتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت سے علیحدہ نہ کر سکا۔ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے ساتھی اور رفیق تھے کہ دن رات کا کوئی لمحہ ایسا نہ تھا جس میں یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوتے ہوں۔ یہ تعلق یا قبولِ اسلام کا معاملہ نہ تھا بلکہ "عشق" کا معاملہ تھا۔ ان کے قلوب کو یہ گوارا ہی نہ تھا کہ "محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" آنکھوں سے اوجھل ہو۔

صحابہ کرام علیہم السلام کی زندگیوں کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ انہوں نے اسلام کے لئے ہر اس عزیز شے کی قربانی دی جس کا ذکر مندرجہ ذیل آیتِ مبارکہ میں کیا گیا ہے اور واقع میں کامیاب و کامران ہو کر آئے والے موئیں کے لیے مثال ہن گئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

◆ فُلْ إِنْ كَانَ أَهْأَوْكُمْ وَ أَنْتَأَلْكُمْ وَ إِخْوَانُكُمْ وَ أَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيرَةُكُمْ وَ أَقْوَالُ أَقْرَفَتْهُمُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَنْفُرِهِ (سورة توبہ۔ 24)

ترجمہ: اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمادیں کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیزو اور اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور تمہارے وہ کاروبار جن کے کم ہو جانے کا تم کو ذر ہے اور تمہارے وہ مگر جو تم کو بہت پسند ہیں تم کو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے عزیز تر ہیں تو انگار کرو یہاں تک کہ اللہ انہیں فصلہ سامنے لے آئے۔

محبتِ صحابہ علیہم السلام اور سلطانِ العارفین حضرت عجی سلطان باہو علیہم السلام

حضرت عجی سلطان باہو علیہم السلام عظت، فضیلت اور محبتِ صحابہ علیہم السلام کے قائل ہیں۔ آپ عجی کے نزدیک صحابہ کرام علیہم السلام سے بغرض رکھنے والا یا ان کی تحقیص کرنے والا اور اسلام سے خارج ہے۔ آپ یہ اپنی تعلیمات میں صحابہ کرام علیہم السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

◆ جان لے اجب اللہ تعالیٰ نے (خود کو ظاہر کرنا) جاہا تو اپنے آپ سے اکم اللہ ذات کو جدا کیا جس سے نورِ محمدی ظاہر ہوا۔ اور جب آئندہ قدرت میں اپنی ہی توحید کو نورِ محمدی کی صورت میں دیکھا تو اپنی ہی صورت پر مائل، مشتاق، عاشق اور فریغت ہو گیا اور اپنی ہی بارگاہ سے رب



الارباب حبیب اللہ کا خطاب پایا۔ اور پھر اس نورِ محمد سے انمارہ بزار عالم کی تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ حدیث قدسی ہے:

• لَوْلَاتٌ أَتَى أَنْفَهُرُتُ الرَّوْبَرِيَّةُ

ترجمہ: (۱۔ محبوب بن عاصم) اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنا رب ہونا ظاہری نہ کرتا۔

سب سے پہلے کلمہ طیب خود اللہ تعالیٰ نے اپے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر پڑھا اور کہا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُمَدَرَّسُوْلُ اللَّهُ۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روح مبارکہ نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُمَدَرَّسُوْلُ اللَّهُ پڑھا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روح مبارکہ نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُمَدَرَّسُوْلُ اللَّهُ تکمیل کیا اور میں ہی پڑھا اور مسلمان ہوئے۔ اس کے بعد تمام صحابہ کرام (کلمہ طیب) کے مجذہ سے ایمان لے آئے۔ (میں الفقر)

حضرت حقیقی سلطان باخوہ بیہیہ کے اس فرمان کی تقدیمیق "فضائل صحابہ احادیث مبارکہ میں" کے ضمن میں بیان کی گئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت (مندرجہ 3600) سے بھی ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صحابیت کا درجہ عالم ارواح سے ہی حاصل ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام مخلوق میں اولین ہیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عالم ارواح میں ہی کلمہ طیب پڑھ لیا تھا لہذا ان کو ازل سے اب تک صحابیت کا درجہ حاصل ہے۔

حضرت حقیقی سلطان باخوہ بیہیہ طالب مولیٰ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

طالب مولیٰ کے کیا معنی ہیں؟ دل کا طوف کرنے والا، اہل ہدایت، دل سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح صدق افتخار کرنے والا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح صاحب عدل، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح صاحب حیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح صاحب فراہ صاحب رضا۔ (میں الفقر)

چار صفات چار صحابہ رضی اللہ عنہم کو حاصل ہیں۔ صدق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو، محاسبہ نفس اور عدل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو، سعادت و حیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اور علم و فتوح حضرت علی الرضا کرم اللہ وجہہ کو۔ (امیرۃ دروی)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک عظمت یہ بھی ہے کہ آقا پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیا کے سردار اور امام ہیں اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھی اور رفیق بھی تمام انبیا کے رفقا اور ساتھیوں سے اعلیٰ ملے اس لیے کوئی نبی اور مرسل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفقا (صحابہ) کے معاملہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ حضرت حقیقی سلطان باخوہ بیہیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جان لے کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شریعت ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ طریقت ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حقیقت ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ معرفت ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ستر ہیں۔ (میں الفقر)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صدق ہیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عدل کرنے والے ہیں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حیا ہیں۔



حضرت علی کرم اللہ وجہ و کرم ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فخر جس۔ (مبنی الفقر)

◆ صدیق صدق و عدل عز و پر جا عثمان بود گوئی فخرش از عبیر شاہ مردان می ریوو

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام صاحب صدق ہیں، حضرت عمر علیہ السلام صاحب عدل ہیں، حضرت عثمان علیہ السلام غنی میں پر جا ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہ و کرم اللہ دیوبند شاہ مردان نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فخر حاصل کیا ہے۔ (مبنی الفقر)

◆ حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام پر جا ہیں، حضرت عمر بن خطاب علیہ السلام پانی ہیں، حضرت عثمان علیہ السلام آگ ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہ و کرم اللہ میں ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان چاروں کا مجموعہ جان ہیں۔ (مبنی الفقر)

◆ صحابہ کرام علیہم السلام کی نفاذ اون رات حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا دیدار تھا۔ (کلید اتوینہ خود)

یعنی صحابہ علیہم السلام کی روح کی نفاذ حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا دیدار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار ہی سے صحابہ کرام علیہم السلام کی ارادا جسے فاقی اللہ تعالیٰ اللہ کا مقام حاصل کریں اور آن کو وہ مراد تھا۔ حاصل ہو گئے کہ ازال سے ابدیک کسی نبی کے صحابی، حواری یا ساتھی کو حاصل نہ ہوئے اور نہ ہی آنکھ کسی ولی یا فقیر کو حاصل ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام علیہم السلام مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح بے حس و حرکت بیٹھتے تھے کہ ان کے سروں پر چڑیاں آ کر بیٹھ جاتی تھیں جو ذرا سی حرکت ہوتی تو اڑ جاتی تھیں یعنی صحابہ کرام علیہم السلام دیدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس طرح غرق ہوتے تھے کہ انہیں اپنی بھی خبر نہیں ہوتی تھی۔

سلطان العارفین حضرت علی سلطان باہو یہ فرماتے ہیں:

◆ مرشد کامل محبوب الہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و سلم کی مش اور طالب اصحاب کبار علیہم السلام کی مثل جائیں اور ہونا چاہیے جن کی نفاذ رات دن حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا دیدار تھا اور وہ کفر و شرک اور بدعت سے استغفار کرتے تھے۔ جو شخص شریعتِ محمدی اور اصحاب کبار کے (طریقے کے) خلاف کرتا ہے وہ ملعون ہے اور وہ مرشدی کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟ مرشدی کا سلک سلوک شریعت اور قرآن سے اخذ کیا گیا ہے اور یہ شریعت اور قرآن کی طرف ہی لے جاتا ہے۔ یہ مشاہدہ حضوری کا طریقہ ہے جو اسم اللہ ذات اور آیات قرآن سے حاصل ہوتا ہے اور اسے فنا فی اللہ کا طریقہ کہتے ہیں۔ (کلید اتوینہ کا ان)

◆ جو بھی طالب مولیٰ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہوتا ہے اس کے وجود پر چار نظرؤں کی تاثیر ہوتی ہے، حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام کی نظر کی تاثیر سے طالب مولیٰ کے وجود میں صدق پیدا ہوتا ہے اور کذب اور نفاق اس کے وجود سے نکل جاتا ہے۔ حضرت عمر فاروق علیہ السلام کی نظر سے طالب مولیٰ کے وجود میں عدل اور محاسبہ فیض کی تاثیر پیدا ہوتی ہے اور اس کے وجود سے خطرات اور نفسانی خواہشات مکمل طور پر نکل جاتی ہیں۔ حضرت عثمان علیہ السلام کی نظر کی تاثیر سے طالب مولیٰ کے وجود میں ادب اور حیا پیدا ہوتے ہیں اور اس کے وجود سے بے ادبی اور بے حیائی نکل جاتی ہے۔ حضرت علی کی نظر سے طالب مولیٰ کے وجود میں علم، بہادست اور فخر پیدا ہوتا ہے اور اس کے وجود سے جہالت اور حجب دنیا نکل جاتی ہے۔ اس کے بعد طالب تلقین کے لائق بنتا ہے اور حضور علیہ اصلوۃ والسلام اسے بیعت فرماتے ہیں اور مرشدی کے لازموں، لائحہ و لائحہن



اور لار جمعت مراتب تک پہنچاتے ہیں۔ (کلیدائیز کاوس)

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے میں سے اس کے بھراؤ چار لشکر تھے: صحابہ کرام کا لشکر، علم کا لشکر اور خلق و علم کا لشکر تھا۔ ان میں دو لشکر ظاہری تھے یعنی صحابہ کرام اور فرشتوں اور شہیدوں کے لشکر، اور دو باطنی لشکر تھے یعنی علم اور خلق علم کے لشکر۔ اگرچہ ابو جہل نے صحابہ کرام کو مال وزر اور دنیاوی بادشاہی کا لالج دیا تھا لیکن جنہیں دین عزیز تھا انہوں نے ان (فاتحیہ جنہوں) کی طرف نظر بھی نہ کی اور اپنی جان اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے قربان کر دی۔ لیکن کچھ لوگ منافق تھے، ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَمْ أَعْلَمُ أَنَّكُمْ تَكُونُونَ مُكْفِرِيْاً (سورۃ النaml۔ ۱۳۷)

ترجمہ: پھر وہ ایمان لائے اور پھر کافر ہوئے۔

مُذَمِّدِيْتُمْ بِمَا يَنْهَاكُمْ (سورۃ النaml۔ ۱۴۳)

ترجمہ: وہ ان دونوں (کفر اور ایمان) کے درمیان تذبذب کا ڈکار ہے۔

جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے حکم سے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی تو جو صحابہ کرام آپ ﷺ سے بھی محبت کرتے تھے اور آپ ﷺ پر اپنی جان قربان کرتے تھے، انہوں نے بھی آپ کی اتباع کی۔ انہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنی جان، مال اور سر قربان کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ جنہوں نے اپنے مطن، مال، زمین، اہل و عمال اور اقربا کی طمع کی وہ ہجرت کے وقت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت سے محروم رہے۔ لیکن اہل محبت فقرا، صحابہ کرام جیسے اور عاشقان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ و دنیا کی طمع سے فارغ تھے۔ (میں افسر)

عاشقاں رسول کا یہ ایسا گروہ ہے جن کی ہسری کا تصور بھی ناممکنات میں سے ہے۔ اصحاب کبار شیخوں کی عظمت اور فضیلت کا مکر اور ان سے بغسل رکھنے والا مردود، ملعون، لعنی اور رافضی ہے۔

باب 18

سید نعمت الاعظم

سید الکوئین، سلطان الادیا، نور مطلق، محبوب بمحبی، نعمت صداقی، قطب ربی، شہزاد امکانی، شیخ محب الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کیم رمضان المبارک 470ھ (17 مارچ 1078ء) بر زجمعۃ المبارک عالم وحدت سے عالم ناسوت میں تحریف لائے۔ آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت سیدنا ابو صالح موسیٰ جنگی یونیہ حسینی اور والدہ ماజده امام الحیریہ قاطعہ حسینی سید ہیں گویا آپ ﷺ نجیب الطریفین سید ہیں۔

زمانہ رضاعت

سید نعمت الاعظم ﷺ مدارز ادویی تھے اور دلی بھی دہ کرنے کے سر پر اولیاء اللہ و اقطاب زمانہ کی صدارت کا تائیں رکھا جانا تھا۔ شب و ادات کی صحیح رمضان المبارک کی سعادتوں اور برکتوں کو اپنے جلو میں لئے ہوئے تھے کیم رمضان المبارک اس دنیاۓ رنگ دیو میں آپ ﷺ کی آمد کا پہلا دن تھا۔ پورے رمضان شریف میں یہ حالت رہی کہ دن بھر مطلق دودھ کیسی پیتے تھے۔ جس وقت افطار کا وقت ہوتا دودھ پیتے تھے۔ نہ عام بچوں کی طرح روتے چلاتے تھے اور نہ کبھی دودھ کیلئے بے جھنی کا انہصار کرتے۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ زمانہ رضاعت میں عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ دو رمضان المبارک گزارے۔ دونوں سال اس مقدس میئے میں آپ ﷺ کا یہ حال تھا کہ آغاز سے اختتام تک پورے دن روزے سے رہتے تھے اور افطار کے وقت سے پہلے دودھ کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے تھے۔

داغ تیمی

سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی ہوش نہیں سنبھالا تھا کہ انہیں ایک صدمت جانکاہ سے دوچار ہوتا پڑا۔ ان کے والد ماجد حضرت شیخ ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے اچاکف پیغامِ اجل کو لبیک کہا اور اس طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ پنے بادی و آقا جناب سروکونیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانند بالکل کسی میں ذریتیم بن گئے۔ اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ناتا حضرت سید عبد اللہ صومی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے۔ انہوں نے تیم نواسے کو اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ حضرت عبد اللہ صومی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ایک بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ یا انہی کا فیضان تھا کہ سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مانند بالکل والد ماجد نے علم و عرقان کی انجانی بلند ہوں کو چھوپا تھا۔ اب سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے سایہ عاطفت میں آتا کسی سزا الہی کی غمازی کر رہا تھا۔ حضرت عبد اللہ صومی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی فرزند نہیں تھا لہذا انہوں نے اپنی تمام تربیت پر ادا شفقت تیم نواسے کیلئے وقف کر دی۔ ان کی فراست بالٹی معلوم کر لیا تھا کہ اس نوہاں کی جیبن سعادت میں تو روایت چک رہا ہے اس لئے فیضان بالٹی سے انہوں نے تختے عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کو خوب خوب بیراب کیا۔ گویا سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور مرشد اول حضرت سید عبد اللہ صومی رحمۃ اللہ علیہ چینے جیلیں القدر عارف زمان تھے۔

آغاز تعلیم

جیلان میں ایک مقامی مکتب تھا۔ جب سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عمر پانچ برس (یعنی رہا تو ان کے مطابق سوا چار برس) ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس مکتب میں داخل کر دیا۔ سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم اسی مکتب میں ہوئی۔ اس مکتب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اساتذہ کوں تھے کتب تاریخ و سیر اس بارے میں خاموش ہیں۔ دس برس کی عمر تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ابتدائی علوم پر کافی درس حاصل ہو گئی۔ اس عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہیجرب مشاہدہ ہوا کہ جب مکتب میں جاتے تو اپنے یہچھے کچھ نورانی صورتوں کو چڑا دیکھتے۔ جب مدرسے پہنچتے تو ان صورتوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے "اللہ کے ولی کو جلد دو، اللہ کے ولی کو جلد دو"۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کب ہوا؟ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "جب میں دس برس کا تھا اور اپنے شہر کے مکتب میں جایا کرتا تھا تو فرشتوں کو اپنے یہچھے اور اردو کچھ دیکھتا اور جب مکتب میں اپنی جاتا تو وہ بار بار یہ کہتے کہ اللہ کے ولی کو بیٹھنے کیلئے جگ دو، اللہ کے ولی کو بیٹھنے کیلئے جگ دو۔ اسی واقعہ کو بار بار دیکھ کر میرے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درجہ ولایت پر فائز کیا ہے۔"

والدہ کی نصیحت

مقامی مدرسہ میں تعلیم کی تحریک کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے والدہ ماجدہ سے تحریک و تکمیل علوم کے لیے بخدا جانے کی اجازت طلب فرمائی کیونکہ

دہاں کے مدارس و مکاتب کا پورے عالم میں شہرہ تھا۔ سیدہ فاطمہ بیٹی کی عمر انھتر بر سر کے قریب تھی۔ مشق باب سید عبد اللہ صومی بیٹہ اور شوہر سید ابو صالح بیٹہ کا سایپ سرستے اٹھ پہنچا تھا۔ ضعیف العربی کے اس عالم میں ان کی امیدوں کا مرکز سیدنا عبد القادر جیلانی تھے۔ جوان فرزند کا ایک لمحہ کیلئے آنکھوں سے اوچھل ہونا گوارانہ تھا اور پھر بغداد کا سفر کوئی معمولی سفر نہیں تھا۔ دور حاضرہ کے ذرائع آمد و رفت کا اس وقت تصویر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لوگ قافلوں کی صورت میں پیدل یا اوتھوں اور گھروں پر سفر کیا کرتے تھے۔ بغداد جیلان سے کم و بیش چار سو میل کی دوری پر تھا۔ سفر میں بڑا رہا صعوبتیں اور خطرات پیاس تھے لیکن جس بلند مقصد کیلئے سیدنا عبد القادر جیلانی بیٹہ نے بغداد جانے کی خواہش کا انہمار کیا تھا اس سے ام الحیر سیدہ فاطمہ بیٹی بھیسی پاک باطن ماں بھلا اپنے فرزند کو کیسے روک سکتی تھیں۔ پرم آنکھوں سے لخت جگر کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا ”میری آنکھوں کے نور تیری جدائی تو ایک لمحہ کیلئے بھی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتیں لیکن جس مبارک مقصد کیلئے تم بغداد جانا چاہتے ہو میں اس کے راستے میں حائل نہیں ہوں گی۔ حصول و تجھیں علم ایک مقدس فریضہ ہے۔ میری دعا ہے کہ تم ہر حرم کے علوم ظاہری و باطنی میں درجہ کمال حاصل کرو۔ میں تو شاید اب جیتے جی تھہاری صورت جیسیں دیکھ سکوں گی لیکن میری دعا ہمیں ہر حال میں تھہارے ساتھ رہیں گی۔“ سیدہ فاطمہ بیٹی نے چالیس دینار بطور زور اور سیدنا عبد القادر جیلانی بیٹہ کی گذرا میں بغل کے نیچے ہی دیئے اور پھر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

جب گھر سے رخصت ہونے کا وقت آیا تو سیدنا غوث الاعظم بیٹہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”اے لخت جگر میری ایک صحبت یاد رکھنا! بیش بیج بولنا اور جھوٹ کے نزدیک بھی نہ پہنچانا۔“

سیدنا غوث الاعظم بیٹہ نے عرض کیا:

”مادر محترمہ امیں صدق دل سے عہد کرتا ہوں کہ بیش آپ کی صحبت پر عمل کروں گا۔“

پھر سیدہ فاطمہ بیٹہ اپنے نور ایں کو رخصت کرنے کیلئے گھر سے باہر تشریف لا کیں..... ان کو لگے اگایا اور پھر ایک سرداہ کھینچ کر فرمایا:

”جاؤ تمہیں اللہ کے سردار کیا۔ وہی تھہارا حافظ و ناصر ہے۔“

بغداد روانگی

سفر بغداد اور قزوں کا تملہ

والدہ ماجدہ سے رخصت ہو گر سیدنا غوث الاعظم بیٹہ بغداد جانے والے ایک قافلے کے ساتھ ہو لیے۔ اس دور میں طویل یا ہانی راستوں میں تھا سفر کرنا ممکن نہ تھا۔ لوگ قافلے ہا کر سفر کیا کرتے تھے۔ اگر چہ اپنی حفاظت کا مقدار بھر اہتمام کرتے تھے پھر بھی بعض قافلے رہنوں کے

مشبوہ جھوٹوں کی ستم آرائیوں کا نشانہ بن جاتے تھے۔ سیدنا غوث الاعظم جنہوں کا قافلہ ہمدان کے مشہور شہر تک پہنچ گیا تکن جب ہمدان سے آگے کے ترکھ کے سنسان کو ہستائی علاقوں میں پہنچا تو سانحہ قراقوں کے ایک جنچے نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ اس جنچے کا سردار ایک طاقتوں فراق احمد بدھی تھا۔ قافلے کے لوگوں میں ان خونخوار قراقوں کے مقابلہ کی سخت نہیں تھی۔ قراقوں نے قافلہ کا تمام مال و اسہاب لوٹ لیا اور اسے قسم کرنے کیلئے ایک جگہ بھیر کر دیا۔ سیدنا غوث الاعظم جنہوں اٹھیناں سے ایک طرف کھڑے رہے۔ کم عمر لاکا بھجو کر کی نے آپ جنہوں سے کچھ تعریض نہ کیا۔ اتنا قا ایک ڈاکو کی نظر ان پر پڑی تو آپ جنہوں سے پوچھا "کیوں لا کے تیرے پاس بھی کچھ ہے؟" آپ جنہوں نے بلا کسی خوف و ہراس اٹھیناں سے جواب دیا "ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔" ڈاکو آپ جنہوں کی ہات پر یقین نہیں آیا اور وہ آپ پر ایک نگاہ استجزہ ادا تباہ ہوا جلا گیا۔

پھر ایک دوسرے قراقوں نے بھی آپ جنہوں سے دریافت کی "لا کے تیرے پاس کچھ ہے؟" آپ جنہوں نے اسے بھی وہی جواب دیا "ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔" اس قراقوں نے بھی آپ جنہوں کی بات کو نہیں میں اڑا دیا اور اپنے سردار کے پاس چلا گیا۔ پہلا قراقوں وہاں پہلے ہی موجود تھا اور لوٹ کے مال کی تقسیم ہو رہی تھی۔ ان دونوں قراقوں نے سرسری طور پر اس لا کے کے بارے میں اپنے سردار کو بتایا۔ سردار نے کہا "اس لا کے کوڑا میرے سامنے لاو۔" دونوں ڈاکو بھائیوں کو بتاچکا ہوں کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔

ایک نیلے پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ لوٹا ہوا مال تقسیم کرنے کیلئے بیٹھا تھا۔

ڈاکوؤں کے سردار نے اس فقیر منش نو جوان لا کے کوڈ بیکھر پوچھا "لا کے حق تباہی رے پاس کیا ہے؟"

سیدنا غوث الاعظم جنہوں نے جواب دیا "میں پہلے بھی تیرے دوساریوں کو بتاچکا ہوں کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں۔"

سردار نے کہا "کیا ہیں؟ نکال کر دکھاؤ۔"

آپ جنہوں نے فرمایا "میری گدڑی میں بھن کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔"

سردار نے گدڑی کو اوپھر کر دیکھا تو اس میں سے واقعی چالیس دینار نکل آئے۔ ڈاکوؤں کا سردار احمد بدھی اور اس کے ساتھی یہ ماجرا کر سکتے میں آگئے۔ سردار نے استجواب کے عالم میں کہا "لا کے تمہیں معلوم ہے کہ ہم رہن ہیں اور مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں پھر بھی تم ہم سے مطلق نہیں ڈارے اور ان دیناروں کا بھیہ بھم پر ظاہر کر دیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟"

سیدنا غوث الاعظم جنہوں نے فرمایا "میری پاکباز اور ضعیف العروالدہ نے گھر سے چلتے وقت نصیحت کی تھی کہ بیشش حق بولنا۔ بھلا والدہ کی نصیحت میں چالیس دیناروں کی خاطر کیوں کر فراموش کر سکتا ہوں۔"

یہ محض الفاظ نہیں تھے بلکہ حق و صداقت کے ترکش سے لگا ہوا ایک تیر تھا جو احمد بدھی کے سینہ میں بیوست ہو گیا۔ اس پر رقت طاری ہو گئی۔

اٹھکباٹے ندامت نے دل کی شکاوتوں اور سیاہی دھوڈاں روئے ہوئے بولا "آہ! اے بچہ تم نے اپنی ماں کے عہد کا اتنا پاس رکھا۔ حیف ہے

مجھ پر کرنے والوں سے اپنے خالق کا عہد توڑ رہا ہو۔ ”
یہ کہ کر اتنا روایا کہ حکمی بندھ گئی۔ پھر بے اختیار سیدنا غوث الاعظم رض کے قدموں پر گرفتار چڑھنی کے پیش سے توبہ کی۔ اس کے ساتھیوں نے یہ ماجرا دیکھا تو ان کے دل بھی پھٹل گئے اور سب نے بیک زبان کہا ”اے سردار! توڑ ہرنی میں بہار اقا کندھا اور اب توہ میں بھی توہما را پیش رہ ہے۔ ”

غرض ان سب نے بھی سیدنا غوث الاعظم رض کے ہاتھ پر توبہ کی اور لوٹا ہوا تمام مال قافلے کو واپس دے دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ سب تواریخ اس توبہ کی بدولت درجہ ولادت تک پہنچے۔ سیدنا غوث الاعظم رض فرماتے ہیں ”یہ بھلی توہ بھی جو گمراہ لوگوں نے میرے ہاتھ پر کی۔ ”

بغداد میں وروہ مسعود

•••••

قراقوں کے واقعہ کے بعد سارے راستے میں قافلے کو کوئی حظرہ پیش نہ آیا اور وہ تینی و عافیت بغداد پہنچ گیا۔ اس طرح 488ھ میں ارض بغداد نے سیدنا غوث الاعظم رض کے قدم چوئے۔ اس وسیع و عریض شہر میں آپ بالکل انجمنی تھے، کوئی رہنمائی اور شناسانہ تھا۔ والدہ ماجدہ کے دینے ہوئے چالیس دنیا راستے میں خرچ ہو چکے تھے۔ اب دولت فخر کے سوا یکھ بھی پاس نہ تھا۔

تحصیل و تکمیل علوم

جلیل القدر اساتذہ

•••••

بغداد پہنچنے کے چند دن بعد سیدنا غوث الاعظم رض وہ بیان کے مدرسہ نظامیہ میں داخل ہو گئے۔ یہ مدرسہ دنیاۓ اسلام کے علوم و فنون کا مرکز تھا اور بڑے بڑے نامور اساتذہ اور آئندہ فن اس سے وابستہ تھے۔ سیدنا غوث الاعظم رض نے صرف اس جو علم سے خوب خوب سیراب ہوئے بلکہ مدرسہ کے اوقات سے فراغت پا کر اس دور کے درسے علم سے بھی خوب استفادہ کیا۔ گویا تحصیل علم کے معاملہ میں آپ رض نے اپنے طبعی زہد و فناوت سے بالکل کام نہ لیا۔ آپ رض کے اساتذہ میں ابوالوفا علی بن عثیل، ابو غالب محمد بن حسن بافلانی، ابو ذر گیلانی، ابو سعید بن عبد المکریم، ابو الحنفی محمد بن علی بن محمد، ابو سعید بن مبارک مخزوی اور ابو الحیرہ جواد بن مسلم الدیانتی جیسے نامور علماء آئندہ دین کا نام نظر آتا ہے۔ علم فرآت، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم شریعت، علم طریقت غرض کوئی ایسا علم نہ تھا جو آپ نے اس دور کے پاکمال اساتذہ و آئندہ سے حاصل نہ کیا ہو اور صرف حاصل نہیں کیا بلکہ ہر علم میں وہ کمال پیدا کیا کہ تمام علمائے زمانہ سے سبقت لے گئے۔ ایک روایت ہے کہ آپ رض نے قرآن حکیم جیان میں حفظ کر لیا تھا البتہ علم قرآن یعنی تفسیر و فرآت وغیرہ کی تحصیل و تکمیل آپ رض نے بغداد میں کی۔ علم و ادب میں

آپ ﷺ کے استاد حضرت علام ابو زکریا تھیں جو اپنے وقت کے بیان روزگار عالم تھے اور بے شمار کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی تصنیفات میں تفسیر القرآن والاعرب، الکافی فی علم المروض والتوانی تہذیب الاصلاح، شرح المفضليات، شرح قصائد العشر، شرح دیوان تماس، شرح دیوان حجتی، شرح دیوان ابی تمام اور شرح الدریدیہ بہت مشہور ہیں۔ علم، فقہ اور اصول میں آپ ﷺ کے خصوصی اساتذہ شیخ ابوالوفا علی بن عثیل حبیبیہ، ابو الحسن محمد بن قاضی ابوالاعلیٰ بیہیہ، شیخ ابوالخطاب محفوظ الکوڈانی حبیلی بیہیہ اور قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخزوی حبیلی بیہیہ تھے۔ اس طرح علم حدیث میں آپ ﷺ نے جن اساتذہ سے خصوصی استفادہ کیا ان میں سے چند کے اسماء گردی یہ ہیں:

ابوالبرکات طلحہ العاقولی بیہیہ، ابوالعنامی محمد بن علی بن میمون الفرسی بیہیہ، ابو عثمان اسماعیل بن محمد الاصبهانی بیہیہ، ابو طاہر عبدالرحمٰن بن احمد بیہیہ، ابو غالب محمد بن حسن الباقلانی بیہیہ، ابو محمد حضرت بن احمد بن اصیم القاری السرانی بیہیہ، ابو العز محمد بن مختار الباحثی بیہیہ، ابو منصور عبد الرحمن القرزاڑی بیہیہ، ابو القاسم علی بن احمد بن ہنان الکفرنی بیہیہ، ابو طالب عبد القادر بن محمد بن یوسف بیہیہ۔

غرض آنحضرت کی طویل مدت میں آپ ﷺ نے تمام علوم کے امام بن چکے تھے اور جب آپ ﷺ نے ماہ ذوالحجہ 496ھ میں ان علوم میں تکمیل کی سند حاصل کی تو کروادیں پر کوئی ایسا عالم نہیں تھا جو آپ ﷺ کی ہمسری کا دعویٰ کر سکے۔

طالب علمی کا پڑھنے کا صعبہ زمانہ

بغداد میں آمد کے بعد اور دوران تحصیم آپ ﷺ کو پڑھنے کا صعبہ حالت سے دوچار ہونا پڑا۔ آغاز تحصیم سے تکمیل تک کی آنحضرت کی مدد میں آپ ﷺ نے جو مصائب برداشت کے ان کا حال جان کر پھر کا کلکبر بھی شق ہو جاتا ہے۔ خود سیدنا غوث الاعظم ﷺ کا ارشاد ہے ”میں نے اسی ہواناک سختیاں جھیلی ہیں کہ اگر وہ پہاڑ پر گزرتیں تو پہاڑ بھی پھٹ جاتا۔ جب مصائب اور تکالیف کی ہر طرف سے مجھ پر یلغار ہو جاتی تھی تو میں تک آکر زمین پر لیٹ جاتا اور اس آیت کریمہ کا در دشروع کر دیتا فیانَ مَعَ الْعُنْدِيْرِ يُسْرَاْتُ اَنَّ مَعَ الْعُنْدِيْرِ يُسْرَاْتُ اَنَّ (زہس بے تکلی کے ساتھ آسانی ہے، پچک تکلی کے ساتھ آسانی ہے)۔ اس آیت مبارکہ کی تکرار سے مجھے تکمیل حاصل ہو جاتی اور جب زمین سے احتلاط تو سب رنج و کرب دور ہو جاتا۔“

تحصیل علم کے زمان میں مدرسہ سے فارغ ہو کر آپ ﷺ بھگ بیان کی طرف نکل جاتے اور شرکی بجائے انہی دیراں میں رات گزارتے تھے۔ زمین آپ ﷺ کا بستر ہوتی تھی اور ایک یا پھر تکیے۔ یمن، آندھی، بھکر، طوفان، سردی، گرمی آپ ﷺ ہر چیز سے بے نیاز ہو کر بہہ پارات کی تھائیوں اور تاریکیوں میں دشت نور دی کرتے رہتے تھے۔ سر اقدس پر ایک چھوٹا سا عمامہ ہوتا تھا اور صوف کا ایک جبڑیہ تھا ہوتا تھا۔ خود روپیاں اور سبزیاں جو عام طور پر دریائے دجلہ کے کنارے مل جاتی تھیں، آپ ﷺ کی خوراک ہوتی تھیں۔ یہ سب چنانہ مصائب آپ ﷺ کو اس لذت کے مقابلے میں بیچ معلوم ہوتے تھے جو آپ ﷺ کو تحصیل علم اور تلاش حق میں حاصل ہوتی تھی۔

شیخ حادیہ سے استفادہ

علوم ظاہری کی تحریک و تحریل سیدنا غوث الاعظم رض نے جن حالات میں کی اور جن اساتذہ کرام سے استفادہ کیا ان کا بیان پیچھے آپ کا ہے۔ لیکن آپ رض کو اللہ تعالیٰ نے قطب الاقطاب بنایا تھا، اس نے ضروری تھا کہ آپ رض علوم باطنی میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ چنانچہ آپ رض کو فقر کی تعلیم دینے کیلئے اللہ تعالیٰ نے شیخ حادیہ بن مسلم الدباس رض کو مقرر کیا۔ شیخ حادیہ بخدا کے نامور مشائخ میں سے تھے اور بہت بڑے ولی اللہ تھے۔ اس دور کے بے شمار مشائخ و صوفیا علم طریقت میں ان کے تربیت یافتے تھے۔ آپ رض عام لوگوں میں شیخ دباس (شیرہ فروخت کرنے والے شیخ) کے لقب سے مشہور تھے۔ کہتے ہیں آپ رض کا شیرہ نہایت پاک و صاف ہوتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی برکت کی وجہ سے کمی اس کے نزدیک نہ پہنچائی تھی۔

سیدنا غوث الاعظم رض کے نامور خلیفہ اور شاگرد حضرت عبد اللہ جیلانی رض سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی رض نے انہیں تباہا ”میرے طالب علمی کے زمانے میں ایک دفعہ بغداد فتویٰ فاسی کی آمد گئی۔ میں فطری طور پر ہنگاموں سے تغیر تھا اس لئے نہ تھے جھکرے اور قساوہ کیجئے کہ بغداد کا قیام مجھ پر گراں گزرنے لگا۔ چنانچہ ایک دن بغداد چھوڑنے کا ارادہ کیا اور قرآن کریم ساتھ لے کر باب حلیہ (بغداد کے دروازہ کا نام) کی طرف چلا کہ وہاں سے محروم کوستہ جاتا تھا۔ یہاں کیسی بھی طاقت نے مجھے اس زور سے دھکا دیا کہ میں گر پڑا۔ پھر غیب سے آواز آئی۔ یہاں سے مت جاؤ، خلق خدا کو تم سے فیض پہنچو۔“ میں نے کہا۔ مجھے خلیق خدا سے کیا واطہ، مجھے تو اپنے دین کی سماحتی مطلوب ہے۔ آواز آئی۔ ”میں اس تھہارا یہاں رہنا ضروری ہے۔ تمہارے دین کو کچھ ضرر نہ پہنچو۔“ چنانچہ منٹھاۓ الہی کے مطابق میں نے بغداد چھوڑنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ دوسرے دن میں بغداد کے ایک محلہ سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھول کر اپنا سر باہر نکالا اور مجھ سے مطابق ہو کر کہا۔ ”کیوں عبد القادر! اکل تو نے اپنے رب سے کیا مانگا تھا؟“ میں یہاں کیسے سوال سن کر جرانہ گیا اور میری قوت گویائی جواب دے گئی۔ اس شخص نے تہایت غصہ سے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور میں وہاں سے چل دیا۔ جب میرے ہوش بجا ہوئے تو میری سمجھ میں آگیا کہ یہ شخص تو اولیاء اللہ میں سے ہے جسکے واقعہ کا علم ہو گیا۔ چنانچہ میں نے اس دروازہ کی ٹلاش شروع کر دی لیکن ہزار کوش کے باوجود ناکام رہا۔ اب میں ہر وقت ان بزرگ کی ٹلاش میں رہنے لگا۔ آخر ایک دن میں نے انہیں پالیا۔ یہ بزرگ حادیہ بن مسلم دباس رض تھے۔ میں نے ان سے علم طریقت حاصل کیا اور اپنے اتفاکلات و شکوک رفع کرائے۔“

شیخ حادیہ شام کے رہنے والے تھے۔ ان کی پیدائش دمشق کے قریب ایک گاؤں رجبہ میں ہوئی۔ ہمارے مجاہدات و ریاست کے بعد ولایت کے درجہ تک پہنچنے اور بغداد کے محلہ مظفریہ میں آ کر مقیم ہوئے۔ 525ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مدفن مقبرہ شونیزیہ میں ہے۔ علم طریقت میں سیدنا غوث الاعظم رض کے استاد صرف شیخ حادیہ نہ تھے بلکہ اس کی تحریل آپ رض نے حضرت شیخ ابوسعید مبارک تخریبی رض سے کی اور انہی سے ”امانت الہی“ حاصل کی۔ اس کی تفصیل اگلے صفحات میں بیان کی گئی ہے۔

مجاہدات و ریاضات

سیدنا غوث الاعظم ہر قسم کے علوم پر کامل عبور حاصل کر لیا تھا۔ اس کے بعد آپ ہر مجادلات و ریاضات میں مشغول ہوئے۔ چنانچہ 496ء سے 561ء تک پہیں سال کی طویل مدت میں آپ ہر قسم کے ایسے ایسے مجادلات اور ریاضتیں کیں کہ ان کا حال چنانچہ کرنسان تھر انتہا ہے۔ کوئی تجھی اور مصیبہ اسکی تجھی جو اس عرصہ میں آپ نے دی جیسی ہے۔ بظاہر آپ ہر کسی پر زندگی را بہانہ معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت یہ سب کچھ ترکیہ نفس کیلئے تھا۔ رہنمائی سے اس کا دور کا بھی واستاذ تھا۔ پہیں سال کی اس مدت میں آپ ہر طریقہ اور اور تصور کی عملی تعلیم حاصل کی۔ عالمی و دینی سے قطعی تعلق کر کے اللہ سے لوگانی اور کثرت عبادات و ریاضت سے فنا فی الرسول، فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مقام پر پہنچے۔ روئیں روئیں میں عشق الہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجز ہو گیا۔ آپ ہر کسی بلاکشی اصحاب صدقہ کی ایجاد میں تھی۔ ان مجادلات نے آپ کو عزیمت و استحکامت اور ایجاد کا مل کا پیارہ بنادیا۔ اس کے بعد ممکن نہ تھا کہ آپ ہر کوئی قدم منٹھنے الہی کے خلاف اٹھے یا آپ کی کوئی قول و فعل شریعت کے خلاف ہو۔ آپ ہر کسی مجادلات و ریاضات کی واسطہ میں بہت طویل ہے۔ قلم کو یارا نہیں کہ سیدنا غوث الاعظم ہر کسی مجادلات و ریاضات کا احاطہ کر سکے۔ البتہ ان کی ایک بھلک آپ ان چند واقعات میں دیکھ سکتے ہیں۔

تلذیش حق میں دشت نور دی

•••••

♦ در جوانی توبہ کردن شیوه غیربری وقت ہیری گرگ خالم میشوو پر بیز گار

ترجمہ: جوانی میں توبہ کرنا شیوه غیربری ہے۔ ہر حاپے میں تو ظالم بھیز یا بھی پر بیز گار، بن جاتا ہے۔

چہیں سال کی عمر ا manus اور امتنوں سے بھر پور ہوتی ہے، شباب کی مستیاں ہر لحظہ اکساتی ہیں۔ لذات دینیوں اپنی طرف رفتہ رفتہ والی ہیں اور خوابشات کا ہجوم ہوتا ہے۔ شباب کی ان فتنہ اگنیز یوں سے اگر کوئی مرد خداویں ہچا کر نکل جائے تو اس کی خوش قسمتی کا سیا کہنا۔ سیدنا غوث الاعظم ہر کسی کی عمر بھی 496 میں چہیں سال تھی۔ دنیاچے رنگ، بوکی رنگی بیان ہر طرف سے دعوت نکارہ دے رہی تھیں لیکن آپ ہر کسی نے اس دعوت کو تھکرا دیا اور عراق کے وسیع و عریض بے آب و گیاہ بیانوں کو اپنا مسکن بنالیا۔ دن رات ہولناک دشت و میابان، جنگلات اور دریا نوں میں پھرتے رہتے۔ آج یہ صحرائیم گاہ ہے تو کل وہ بنگل۔ نہ وہ لوگوں کو جانتے تھے اور نہ لوگ انہیں پہچانتے تھے۔ ایک دفعہ وعظ اکرتے ہوئے آپ ہر کسی نے فرمایا:

”میں پہیں سال تک عراق کے دریا نوں اور جنگلوں میں پھرتا رہا ہوں اور چالیس سال تک صحیح کی نماز عشا کے خصوصی پڑھی ہے اور پندرہ

سال تک عشا کی نماز صحیح کے خصوصی پڑھی ہے اور پندرہ سال تک عشا کی نماز پر ہر کر ایک ناگہ پر کھڑے ہو کر صحیح تک قرآن حکیم ختم کرتا رہا ہوں۔ میں نے بسا اوقات تیس سے چالیس دن تک بغیر کچھ کھائے پے گزارے ہیں۔“

شیخ ابوالمسعود بن ابو بکر حربیؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سیدنا عبدالقدوس جیلانیؒ نے انہیں بتایا "سالہ سال تک میں اپنے شخص کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالتا رہا۔ ایک سال ساگ پات اور کوئی گردی ہوئی چیز کھالیتا اور پانی بالکل نہ پیتا تھا۔ ایک سال صرف پانی پیتا اور کوئی چیز نہ کھاتا اور ایک سال بغیر کچھ کھائے پئے گزار دیتا، حتیٰ کہ سونے سے بھی احتراز کرتا۔ کی سال میں بغداد کے محلہ کرش کے غیر آباد مکانوں میں مقیم رہا۔ اس سارے عرصہ میں ایک خودرو یا کونڈل میری خواراک ہوتی تھی۔ لوگ مجھے دیوان کہتے۔ میں صحرائیں لگل جاتا، آہو زاری کرتا اور کامنوں پر لوٹا جتی کہ تمام بدن رُخی ہو جاتا۔ لوگ مجھے شفاناگانے لے جاتے تینکن وباں پہنچ کر مجھ پر حالت سکر طاری ہو جاتی۔ لوگ کہتے مر گیا ہے۔ پھر میری تجھڑہ تھیں کا انتظام کرتے اور خصل دینے کیلئے مجھے تختہ پر رکھ دیتے۔ اس وقت یک بیک مجھے ہوش آ جاتا اور میں انہوں کھڑا ہوتا۔"

ایک دفعہ آپؒ نے فرمایا:

"مجاہدات و ریاضات کے آغاز میں میری دشت تو روی کا عجیب ماجرا تھا۔ کی دند میں اپنے آپ سے بے خبر ہو جاتا تھا اور پکھہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ کہاں پھر رہا ہوں۔ جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو کسی دود و راز جگد پر پاتا۔ ایک دفعہ بغداد کے قریب ایک صحرائی میں مجھ پر اسی حشم کی کیفیت طاری ہوئی اور میں بے خبری کے عالم میں ایک عرصہ تک تیز دوڑتا رہا۔ جب ہوش آیا تو اپنے آپ کو نواح شستہ میں پایا جو بغداد سے پارہ دن کی مسافت پر ہے۔ میں اپنی حالت پر توجہ کر رہا تھا کہ ایک عورت میرے پاس سے گزری اور کہنے لگی اتم شیخ عبدالقدوس (رحمۃ اللہ علیہ) ہو کر اپنی اس حالت پر متعجب ہوئی۔"

حضر علیہ السلام سے ملاقات

سیدنا غوث العظامؒ نے فرماتے ہیں: جب پہلے بیس میں نے عراق کے بیابانوں میں قدم رکھا تو میری ملاقات ایک نورانی صورت شخص سے ہوئی تھے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس شخص میں ایک عجیب طرح کی کشش تھی اور میری فراست باطنی کہتی تھی کہ یہ شخص رجال الغیب سے ہے۔ اس شخص نے مجھے کہا "کیا تو میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے؟"

میں نے کہا "ہا۔"

اس شخص نے کہا "تو پھر عہد کرو کہ میری مخالفت جیسیں کرو گے اور جو میں کہوں گا اس پر عمل کرو گے۔"

میں نے کہا "میں تمہاری مخالفت نہ کرنے اور تمہارا کہما منے کا عہد کرتا ہوں۔"

اس شخص نے کہا "اچھا تو پھر اسی جگد بیٹھا رہو۔ جب تک میں نہ آؤں یہ جگد مت چھوڑتا۔"

یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور میں وہاں بیٹھ کر عبادت الہی میں مشغول ہو گیا۔ حتیٰ کہ ایک برس گزر گیا۔ اب وہ شخص پھر آیا، ایک ساعت میرے پاس بیٹھا، پھر انہوں کھڑا ہوا اور کہا "جب تک میں پھر جس سے پاس نہ آؤں تک میں بیٹھا رہو۔" یہ کہہ کر وہ پھر چلا گیا اور میں وہیں بیٹھ گیا۔ ایک سال بعد وہ

پھر آیا تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر مجھے وہیں بیٹھنے کی تھیسن کر کے چلا گیا۔ جب تیرا برس بھی گز ریا تو وہ شخص پھر نمودار ہوا۔ اس کے پاس روئی اور دودھ تھا۔ اب اس نے کہا:

”مر جماںے جوان صالح! میر انام خضر بے مجھے حکم ہوا ہے کہ روئی اور دودھ تیرے ساتھ کھاؤ۔“ چنانچہ ہم دونوں نے مل کر دودھ کے ساتھ روئی کھائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ سے پوچھا گیا ”آپ ان تین سالوں میں کیا کھاتے تھے؟“
فرمایا ”لوگوں کی سچیتی ہوئی چیزیں رہیں۔“

شیاطین سے جنگ

• ۱۰۰ •

سیدنا غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وس علیہ الرحمۃ الرحمیۃ نے ایک دفعہ فرمایا ”جیادت اور ریاضات کے دوران دنیا کی خواہشات مجھے بار بار اپنی طرف راغب کرتی تھیں لیکن رب کریم اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے بچا لیتا تھا۔ شیاطین طرح طرح کی صورتیں بنا کر مجھ پر حملہ آور ہوتے تھیں اللہ تعالیٰ مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھتا۔ میر انفس مجھ سے طرح طرح کی خواہشیں کرتا تھیں خداوند کریم مجھے اس پر غلبہ دیتا۔ جب شیاطین ڈراونی صورتیں بنا کر آگ اور شر سے مسلک ہو کر مجھ پر حملہ کرتے تو میں غیب سے یہ آواز سنتا:

”اے عبد القادر! انہا اور سر میدان ان کا مقابلہ کر۔ ہماری تائید تمہارے شامل حال ہے۔“

چنانچہ میں ڈٹ کر ان کا مقابلہ کرتا اور وہ سب شکست کھا کر بھاگ جاتے۔ بعض دفعہ کوئی شیطان ٹاہب قدمی دکھاتا اور کسی طرح جانے کا نام نہ لیتا، اس وقت میں غصہ دکھانا کہو کر اس کے منہ پر ایک تھپٹر سید کرتا تو وہ بھاگ کھڑا ہوتا۔ پھر میں لَاخُولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ پڑھتا تو وہ جل کر راکھو ہو جاتا۔

ایک دفعہ شیطان میرے پاس ایک بھونڈی اور کریبہ صورت میں آیا، اس سے نہایت سخت بدبو آری تھی۔ کہتے لگا: میں اٹیں ہوں، تم نے مجھے اور میرے شاگروں کو تھکا دیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تمہاری خدمت کروں۔

میں نے کہا: اے صین! ہیباں سے دفع ہو جا۔

اس نے انکار کیا۔ لیکا یک میں نے دیکھا کہ ایک غیبی ہاتھ اس کے سر پر پڑا اور وہ زمین میں ڈھنس گیا۔

پھر عرصہ بعد وہ بارہ میرے پاس آیا، اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک آگ کا گولہ تھا جو وہ مجھ پر پھینکتا تھا اور غراٹا تھا۔ اسی اثنا میں ایک شخص سفید گھوڑے پر سوار ہنہ پڑھانا بامدھے ہوئے آیا اور مجھے ایک تواری۔ میرا یہ توار ہاتھ میں لینا تھا کہ اپنی آنکھ پاؤں بھاگ گیا۔

تیسرا دفعہ میں نے اپنیں کو غیب حالت میں دیکھا۔ وہ زمین پر بیٹھا آہ وہزاری کر رہا تھا اور سر پر خاک ڈال رہا تھا۔ مجھ سے خاطب ہو کر کہتے لگا: اے عبد القادر! تو نے مجھے مایوس کر دیا ہے۔

میں نے کہا: اے ملعون! اور ہو جاء میں بھی شجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔
 اٹھیں نے سر آہ بھر کر کہا: یہ بات میرے لیے اور بھی بخت ہے۔
 پھر اس نے میرے ارد گرد بہت سے جال اور پچندے پھیلادیئے۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟
 اس نے کہا: یہ دنیا کے جال اور پچندے ہیں جن میں ہم تم چیزوں کو پختاتے ہیں۔
 میں نے ایک برس تک ان جالوں اور پچندوں کی طرف توجہ کی حتیٰ کہ ایک ایک کر کے وہ سب ٹوٹ گئے۔ پھر بہت سے اسباب میرے
 قریب ظاہر ہوئے۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ مجھے تباہ گیا۔ یہ تحقیق کے تعلقات ہیں کہ تمہارے ساتھ ان کا رشتہ ہے۔ میں ان تعلقات کی طرف
 متوجہ ہوا اور ایک سال تک ان کے متعلق خابدہ کرتا رہا حتیٰ کہ وہ بھی سب ٹوٹ گئے۔“

تحیر خیز کیفیات

••• ۱۳۷ •••

سیدنا غوث الاعظم نے فرماتے ہیں ”مجاہدات کے دوران تحیر خیز کیفیات ہوں پڑھاری ہوئیں۔ کبھی میرے باطن اور نفس کا مشاہدہ کرایا گیا اور کبھی مجھے فقر و غنا اور شکر و توکل کے دروازوں سے گزارا گیا۔ جب مجھے باطن کا مشاہدہ کرایا گیا تو میں نے اس کو بہت سے علاقوں میں ملوث پایا۔ مجھے تباہ گیا کہ یہ میرے اختیارات اور ارادے ہیں۔ میں نے ایک سال تک ان کے خلاف مجادہ کیا حتیٰ کہ یہ سب علاقوں منقطع ہو گئے۔ پھر مجھے میرے نفس کا مشاہدہ کرایا گیا۔ میں نے اس میں بھی کئی امراض دیکھے۔ سال بھر میں نے ان کیخلاف جگ کی حتیٰ کہ یہ امراض جز سے اکٹھ گئے اور میرا نفس تابع الہی ہو گیا۔

پھر میں توکل کے دروازوہ پر آیا تو بہت بڑا ہجوم دیکھا۔ میں اس ہجوم کو پھر کرٹکل گیا۔

پھر شکر کے دروازے پر آیا توہاں بھی بھی حال تھا۔ میں اس میں سے بھی گزر گیا۔

پھر فنا و مشاہدہ کے دروازوں پر آیا تو انہیں بالکل خالی پایا۔ اندر داخل ہوا تو وہاں روحاںی خزان کی کوئی انتہائیں تھی۔ ان میں مجھے حقیقی غنا، عزت اور نسرت میرا ہوئی۔ میری ہستی میں انخاب پیدا ہو گیا اور مجھے وجود خالی عطا ہوا۔

ایک دفعہ مجھ پر ایک عجیب و جدانہ کیفیت طاری ہوئی۔ میں نے بے اختیار ایک ہولناک چیخ مارنی۔ کچھ صحرائی رہجن میرے قریب نیم دن تھے، وہ تھرا گئے کہ شاید حکومت کی فوج آگئی ہے۔ بھاگتے ہوئے میرے پاس سے گزرے تو مجھے بے ہوش پڑا پایا۔ کہنے لگے ”اوہ، یہ تو عبد القادر دیوار ہے۔ اس اللہ کے بندے نے ہمیں خواہ گنو اور اڑا دیا۔“

بے مثل استقامت

••• ۱۳۸ •••

ہر قسم کے علوم ظاہری و باطنی میں کامل دستگاہ اور کثرت مجاہدات و ریاستات نے آپ نے کوئی صرف استقامت کا پہاڑ بنا دیا تھا بلکہ حق و

باطل اور تو را ظلمت میں امتیاز کرنے کی تیزی کی عطا کر دی تھی۔ آپ سے پہنچا اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہو گئے تھے کہ شریعت کامل میں قیامت بحکم تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ جو ادکام شریعت کا مخالف ہو، وہ بلاشبہ شیطان ہے۔ آپ سے پہنچا کے صاحبزادے شیخ خیاء الدین ابونصر موسیٰ بن حمید فرماتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالقدار جیلانی سے پہنچا اس حقیقت سے انسیں بتایا۔ ”ایک دفعہ میں ایک ہے آب و گیاہ بیان میں پھر رہا تھا۔ بیان سے زبان پر کائے پڑے ہوئے تھے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ بادل کا ایک گلہ امیر سے سر پر خودار ہوا اور اس میں سے پہنچا بوندیں گرنے لگیں۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ باران رحمت ہے۔ چنانچہ بارش کے اس پانی سے میں نے اپنی بیان میں بھجاتی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان روشنی خودار ہوئی جس سے آسمان کے کنارے روشن ہو گئے۔ اس میں ایک صورت خودار ہوئی اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہ: اے عبد القادر! میں تیرارت ہوں۔ میں نے تیرے لئے سب چیزیں حلال کر دیں ہیں۔

میں نے آنُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَنِ الرَّجِيمِ پڑھ کر اسے دھنکا رہا ہے، وہ روشنی فوراً ظلمت میں بدل گئی اور وہ صورت دھواں ہن گئی۔ اس دھواں سے میں نے یہ آواز سنی: اے عبد القادر! خدا نے تم کو تمہارے علم کی بدولت میرے ہمراستے پیالا اور نہ میں اپنے اس سکر سے ستر صوفیا کو گمراہ کر چکا ہوں۔ میں نے کہا: بے شک میرے مولیٰ کریم کا کرم ہے جو میرے شامل ہاں ہے۔“

سیدنا غوث الاعظم سے پہنچا گیا۔ ”یا حضرت! آپ نے کیسے جانا کہ وہ شیطان ہے۔“

فرمایا ”اس کے یہ کہنے سے کہاے عبد القادر میں نے حرام چیزیں تیرے لئے حلال کر دیں۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ شخص باقتوں کا حکم نہیں دیتا۔“

برج عجمی میں قیام



بغداد کے قریب ایک ویرانے میں ایک پرانا برج تھا۔ سیدنا غوث الاعظم سے پہنچا فرماتے ہیں: میں اس برج میں گیارہ ہر سو تک چھپرا ہوں اور میرے اس طویل قیام کی وجہ سے تی لوگ اسے عجمی برج کہنے لگے۔ میں اس برج میں ہر وقت یا دلگی میں مشغول رہتا۔ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ میں اس وقت تک نہ کھاؤں گا جب تک مجھے منہ میں کوئی لقدمے کرنے کھلانے کا اور اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک مجھے پانی نہ پایا جائیگا۔ چنانچہ ایک دفعہ متواتر چالیس دن تک میں نے نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور روشنی اور سالن میرے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے میرے لئے چاہا کہ یہ کھانا کھائے لیکن میرے غیر نے آواز دی۔ خدا کی قسم! میں اپنا عہد نہیں توڑوں گا اور جب تک مجھے کھانا کھایا جائے گا، نہیں کھاؤں گا۔ پھر میں نے اپنے اندر ایک شورستان جس سے ہائے بھوک ہائے بھوک کی آواز سنائی دیتی تھی۔ میں نے اس طرف کچھ انتخالت نہ کیا۔ اسی اثنامیں حضرت شیخ ابوسعید مخزومنی بیہیہ کا گزر اور ہر سے ہوا، ان کی فراست ہٹھی نے یہ شورستان میرے قریب تشریف لائے اور پوچھا ”اے عبد القادر (چشت) یہ شور کیسا ہے؟“

میں نے کہا ”یہ خواہ شخص کا اضطراب ہے ورنہ روح تو مطمئن ہے اور یاداں میں مشغول ہے۔“

انہوں نے کہا ”باب ازجن تک آؤ وہاں میرا گھر ہے۔“ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔



میں نے دل میں کہا "یہاں سے تواب کسی بات ابی سے نکلوں گا۔"

ابھی میں بھی موقع رہا تھا کہ خضر علیہ السلام کا برج جنگی میں نزول ہوا۔ آپ نے فرمایا "آنہ اور ابوسعید (رضی) کے گھر جاؤ۔" چنانچہ میں آنہ کھڑا ہوا اور شیخ ابوسعید (رضی) کے گھر پہنچا۔ وہ دروازے پر کھڑے میرا منتظر کر رہے تھے۔ فرمائے گئے:

"عبدالقادر (رضی) کیا میرا کہنا کافی نہ تھا کہ خضر علیہ السلام کے کہنے کی ضرورت پڑی۔" یہ کہہ کر مجھے گھر کے اندر لے گئے اور اپنے ہاتھ سے مجھے روپی کھلائی حتیٰ کہ میں خوب سیر ہو گیا۔

بیعت اور منتقلی امانت الہیہ

سیدنا غوث الاعظم (رضی) کے درود بغداد کے وقت حضرت ابوالثیر حماد بن مسلم الدہباشی (رضی) اور حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخزوی (رضی) علوم طریقات کے مسلم رہنما تھے۔ دونوں فقراۓ کامل تھے۔ سیدنا غوث الاعظم (رضی) نے ان دونوں بزرگوں سے بے شمار فتویٰں روحاںی حاصل کیے لیکن ابھی بیعت و ارادت کے رشتے میں مسلک ہوتا باتی تھا۔ جب آنھے سال کی طویل مدت میں ہر قسم کے علوم میں بیکا ہو گئے اور پھر پہیس سال کے بے مثال مجاہدات و ریاضات کے بعد آپ (رضی) کو حملہ ترکیہ قص صاحب ہو گیا تو وقت آگیا کہ آپ (رضی) کا ہاتھ کسی طریقت کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ چنانچہ نشانے الہی کے مطابق آپ حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخزوی (رضی) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کر کے ان کے حلقہ زارادت میں شامل ہو گئے۔

حضرت ابوسعید مبارک مخزوی (رضی) جب سیدنا غوث الاعظم (رضی) سے بیعت لے چکے تو ان کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھایا۔ سیدنا غوث الاعظم (رضی) فرماتے ہیں "میرے شیخ طریقت جو قمہ میرے منہ میں ڈالتے تھے وہ میرے سینہ کو فور معرفت سے بھر دیتا تھا۔"

پھر حضرت شیخ ابوسعید مبارک (رضی) نے آپ (رضی) کو خرقہ ولایت پہنچایا اور فرمایا:

"اے عبد القادر (رضی) یہ خرقہ جناب سروک کائنات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔ انہوں نے خواجہ سن بصری (رضی) کو عطا فرمایا اور ان سے دست بدست بھجو گئے۔"

یہ خرقہ زیب بدن کر کے سیدنا غوث الاعظم (رضی) پر بیش از بیش انوار الہی کا نزول ہوا۔

شیخ ابوسعید مبارک (رضی) کو اپنے اس عظیم المرتبت مرید پر بے حد ناز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے خود انہیں اس شاگرد رشید کے مرتبہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ ایک دن سیدنا غوث الاعظم (رضی) ان کے پاس مسافر گانے میں بیٹھے تھے۔ کسی کام کیلئے آنکھ کرہا ہرگئے تو شیخ ابوسعید مبارک مخزوی (رضی) نے فرمایا:

"اس جوان کے قدم ایک دن تمام اولیاء اللہ کی گردان پر ہوں گے اور اس کے زمانے کے تمام اولیاء اس کے آئے اکساری کریں گے۔"

مندرجات تلقین و ارشاد

دنیا کے اسلام کی عمومی حالات

• ۱۹۷۰ء •

488ء میں جب سیدنا غوث الاعظم پیر بغداد تشریف لائے اس وقت دنیا کے اسلام طرح طرح کے فتنوں کی آمادگاہی ہوئی تھی۔ ایک طرف فتنہ خلق قرآن، اعتزال اور باطنیت کی تحریکیں مسلمانوں کیلئے خطرہ ایمان بھی ہوتی تھیں۔ دوسری طرف علائے نہ اور نام نہاد صوفی لوگوں کے دین و ایمان پر ڈاکڑاں رہے تھے۔ مرکز اسلام بغداد میں بدکاری، فسق، ریا کاری اور منافقت کا بازار گرم تھا۔ خلافت بغداد و بن زوال پڑی تھی۔ سلوقی آپس میں لڑ رہے تھے۔ جس سلطان کی حاقت بڑھ جاتی بغداد میں اسی کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا۔ عباسی خلیفہ دمہ مار سکتا تھا۔ باطنیہ تحریک کے پیروؤں نے ملک میں اور حرم بخار کا تھا۔ کسی اہل حق کی جان وعزت محفوظ نہیں تھی۔

جب سیدنا غوث الاعظم ڈبیر نے 496ء میں علوم کی تحریک کی تو باطنیوں کا فتنہ عروج پڑتا۔ یہاں تک کہ تجاج کے قافی بھی ان کی تحریکوں سے محفوظ نہیں تھے۔ دوسری طرف پہلی صلیبی جنگ کا آغاز ہو چکا تھا اور تنہ مسکن دنیا کی متحدة قوت نے عالم اسلام پر یاقار کردی تھی۔ یہ خلیفہ مستنصر بالله کا دور حکومت تھا جو 487ء سے 512ء تک رہا۔ اس خلیفہ کی بیدار مفرزی کی وجہ سے بغداد شہریاں کی حفاظت نہ ہٹا پر کوئون تھا اور یہی وقت تھا جب سیدنا غوث الاعظم پیر تھوڑی تعلق علم میں مشغول تھے۔ 496ء میں تحریک علوم کے بعد آپ پیر نے علاقیق و نیوی سے قطع تعلق کر لیا اور 521ء تک مجاہدات و ریاضات میں مشغول رہے۔ اس وقت دنیا کے اسلام کی سیاسی اہمیت میں کچھ کمی ہو گئی تھی لیکن عام لوگوں کا اخلاقی اتحاد اپنی کوئی پٹھنچ کا تھا۔ جو فتنے 488ء میں پنگاری تھے واب شعلہ بن چکے تھے۔ یہی وقت تھا جب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی پیر صلاح و تقویٰ سے آرامست، مزاج شریعت سے آشنا اور کتاب و سنت کے علوم سے مسلح ہو کر میدان جہاد میں اترے اور بحاس تلقین و ارشاد اور اجتماعات صلاح و بدایت کے ذریعے باطل کیخلاف جنگ کا آغاز کر دیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آله وسلم کی زیارت

• ۱۹۷۰ء •

مندرجات تلقین و ارشاد پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے 16 شوال 521ء ہفتہ کے دن دو پہر کے وقت آپ پیر نے خواب میں دیکھا کہ سرورِ کوئین صلی اللہ علیہ و آله وسلم تشریف لائے چیز اور فرماتے ہیں:

”اے عبد القادر! تم لوگوں کو گمراہی سے بچانے کیلئے وعظاً و نصیحت کیوں نہیں کرتے؟“

آپ پیر نے عرض کیا ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله وسلم! میں ایک بھی ہوں۔ عرب کے فصحا کے سامنے کیسے بولوں؟“

حضور صلی اللہ علیہ و آله وسلم نے ارشاد فرمایا ”پیا من کھولو۔“

آپ ہی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادی قیمل کی۔ سرو رکانات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا عابد دہن سات بار آپ ہی نے کے منہ میں ڈالا اور پھر حکم فرمایا:

”جاؤ قوم کو وعظ و نصیحت کرو اور ان کو اللہ کے راستے کی طرف بلاؤ۔“

پہلا وعظ

• ۱۰۰ •

خواب سے بیدار ہو کر آپ ہی نے ظہر کی نماز پڑھی اور وعظ کیلئے بیٹھ گئے۔ اس وقت بہت سے لوگ آپ ہی نے کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ ہی نے کچھ بحث کی۔ کیا یک شخصی حالت طاری ہوئی۔ آپ ہی نے دیکھا کہ باب فخر سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہ آپ ہی نے کے سامنے کھڑے ہیں اور فرمایا:

آپ ہی نے عرض کیا ”اہجان ایں سمجھرا گیا ہوں۔“

شیر خدا کرم اللہ وجہ نے فرمایا ”اپنا منہ کھولو۔“

آپ ہی نے اپنا منہ کھولا تو حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہ نے اپنا عابد دہن چھ بار آپ ہی نے کے منہ میں ڈالا۔

آپ ہی نے عرض کیا ”یا حضرت! آپ نے سات مرتبہ اپنے لعاب دہن سے مجھے کیوں نہیں مشرف فرمایا؟“

شیر خدا کرم اللہ وجہ نے فرمایا ”یہ بادی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاس اوب ہے۔“

یہ فرمائ کر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہ تشریف لے گئے اور آپ ہی نے وعظ کا آغاز کر دیا۔ لوگ آپ ہی نے کی قصاحت و بیان و بیان و بیان کر دیکھ رہے ہیں اور بڑے بڑے فصحائی زبانیں لٹک ہو گئیں۔

رجوع عام

• ۱۰۱ •

ابتداء میں آپ ہی نے درس و تدریس اور وعظ و بدایت کا سلسلہ اپنے مرشد جناب ابوسعید مبارک مخدومی ہی سید کے مدرسہ میں شروع کیا۔ سارا بغداد اور اطراف و اکناف کے لوگ موعظیات کے لیے بحق درحق آنَا شروع ہو گئے اور آپ ہی نے کی شہرت چند دنوں میں سارے عراق، شام، عرب اور تعمیم میں پھیل گئی۔ بحوم غلق کی وجہ سے مدرسے میں تلن و هرنے کی جگہ نہ رہتی اور لوگ مدرسے کے باہر شارع عام پر بیٹھ جاتے۔ آخر 528 حدیث میں قرب و جوار کے مکانات شامل کر کے مدرسہ کو وسیع کر دیا گیا۔ لیکن یہ وسیع و عریض عمارت بھی لوگوں کے لئے پناہ بحوم کا احاطہ نہ کر سکتی تھی لہذا آپ ہی نے کامبیر شہر سے باہر عین گاہ کے وسیع میدان میں رکھا جانے لگا۔ حاضرین مجلس کی تعداد بسا اوقات ستر ہزار تک اس سے بھی بڑا جاتی تھی۔

آپ ہی نے کے موعظ و خطبات قسم بند کرنے کیلئے ہر مجلس میں چار سو دوائیں ہوا کرتی تھیں اور وقاری ہر مجلس وعظ میں قرآن کریم کی تلاوت

کی کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی عالیہ شہرت دور روز مquamات سے شاگین کو آپ کی مجالس وعظ میں سمجھ لاتی تھی۔ آپ ﷺ عام طور پر ہفت میں تین بار وعظ فرمایا کرتے تھے، جمعۃ المبارک اور بدھ کی شام کو، ایک سوموار کی صبح کو۔ ان پر اثر مواعظ میں کا سلسلہ پورے چالیس برس یعنی 521ھ سے 561ھ تک جاری رہا۔

وعظ کی اثر انگیزی



سیدنا غوث الاعظم ﷺ کا وعظ حکمت و دانش کا ایک بخوبیں مارتا ہوا سمندر ہوتا تھا۔ اس کی تاثیر کیے عالم ہوتا تھا کہ لوگوں پر وجد کی کیفیت خاری ہو جاتی تھی۔ بعض لوگ جوش میں اسکر اپنے کپڑے پھاڑ دلتے تھے، بعض بے ہوش ہو جاتے تھے۔ کبی وقعداً یا ہوا کہ مجلس وعظ میں ایک دو آدمی غشی کی حالت میں واصل بحث ہو گئے۔ اکثر اوقات غیر مسلم بھی آپ ﷺ کی مجالس وعظ میں شرکت کرنے آتے۔ آپ کا وعظ سن کر انہیں کلمہ شہادت پڑھ لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہتا۔ جو گمراہ مسلمان آپ ﷺ کا وعظ سن لیتا صراحتاً مستقیم اختیار کر لیتا۔ مشہور ہے کہ آپ ﷺ کی مجلس وعظ کی اثر انگیزی سے حاضرین کے لباس اور نوپیال شعلہ فروزان ہن جاتیں اور شدت جذبات سے ان میں اندراب بپا ہو جاتا۔

آپ ﷺ کی آواز نبایت کر کر دار تھی ہے دو روزو یک بیٹھنے والے تمام لوگ یکساں سنتے تھے۔ جیبت کا یہ عالم تھا کہ دوران وعظ کسی کی مجال نہ تھی کہ بات کرے، تھوکے یا ادھر ادھر انہوں کر جائے۔ وعظ قدرے سرعت سے فرماتے تھے کیونکہ الہامات رو بانی کی یہ پناہ آمد ہوتی تھی۔ اس دور کے اکثر ہمارہ شاخ آپ ﷺ کی مجالس وعظ میں شریک ہوتے تھے۔ مجالس وعظ میں بکثرت کرامات آپ ﷺ سے ظاہر ہو گئیں۔ آپ ﷺ کے مواعظِ دلوں پر بکل کا اثر کرتے تھے۔ ان میں بیک وقت شوکت و عذبت بھی تھی اور دلاؤزی اور حلاوت بھی۔ آپ ﷺ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب خاص اور عارف کامل مکمل نور الہدی تھے اس لئے ہر وعظ سامنیں کے حالات و ضروریات کے مطابق ہوتا تھا۔ لوگ جب بغیر پوچھنے اپنے شہزادت کا جواب اور قلبی امراض کی شفا پاتے تو ان کو رحمانی سکون حاصل ہو جاتا تھا۔ آپ ﷺ کے مواعظِ حست کے الفاظ آج بھی دلوں میں ہزارت پیدا کردیتے ہیں اور ان میں بے مثال تازگی اور زندگی محسوس ہوتی ہے۔

محی الدین

سیدنا شیخ عبدالقدور جیلانی رضی اللہ عنہ کو دنیاۓ اسلام میں "محی الدین" کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا کارنامہ سبی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے احیائے اسلام کے لئے بے مثال جدوجہد فرمائی۔ مجلس وعظ ہو یا خاتمه کی خلوت، مدرسہ کے اوقات درس و تدریس ہوں یا منذر تلقین و ارشاد، ہر جگہ آپ رضی اللہ عنہ کی جدوجہد احیائے دین کے محور کے گرد گھومتی تھی۔

ایک دفعہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ "محی الدین" کے لقب سے کیسے مشہور ہوئے؟ آپ رضی اللہ عنہ جواب میں اپنا

ایک گلب مکافہ بیان فرمایا :

"ایک دن میں بغداد سے باہر گیا ہوا تھا۔ وہ اپنے آیا تو راستے میں ایک بیمار اور شدت حال شخص کو دیکھا جو ضعف والا غری کے سبب چلنے سے عاجز تھا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو کہنے کا آئے شیخ! مجھ پر اپنی توجہ کر اور اپنے دم سیحانہ سے مجھے قوت عطا کر۔" میں نے بارگاہ رب الحضرت میں اس کی صحبت یا بیان کے لئے دعا مانگی اور پھر اس پر دم کیا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس شخص کی لا خیری اور ناقہت یک لخت دور ہو گئی اور وہ تکرست و قوانا ہو کر انہوں کھڑا ہوا اور کہنے لگا "عبدال قادر! مجھے پہچانا؟" میں نے کہا "میں۔" وہ بولا میں تمہارے نام کا دین ہوں، ضعف کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے تیرے ذریعے سے مجھے حیات تازہ عطا کی ہے پس تو "مجی الدین" ہے اور اسلام کا مصلح اعظم ہے۔"

میں اس شخص کو چھوڑ کر بغداد کی جامع مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں ایک شخص نگلے پاؤں بھاگتا ہوا میرے پاس سے گذر اور بلند آواز سے پکارا "سیدی مجی الدین۔" میں حیران رہ گیا۔ پھر میں نے مسجد میں جا کر دو گانہ ادا کیا۔ جونہی میں نے سلام پھیرا میرے چاروں طرف لوگ انہوں درانیوں میں اور مجی الدین، مجی الدین کے فلک و گاف نمرے لگائے گئے۔ اس سے پہلے بھی کسی نے مجھے اس لقب سے نہیں پکارا تھا۔" یہ مکاٹھ توانی بجھ پر ہے لیکن اس حقیقت سے کسی صورت میں انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آپ یہی واقعی "مجی الدین" ثابت ہوئے۔ آپ یہی تو غرضی، بے قسمی، درود مندی، اخلاص، خشیت الہی، پر تاشیم فتحیت، پر اثر کام اور احیائے اسلام کی بے پناہ تڑپ کی بدولت دین حق کو حیات تازہ ملی اور آپ یہی کامیاب عظیم الشان کا راتنم نصف التہار کے آفتاب کی طرح رہیں ہے۔ راہ حق میں آپ یہی تو محیر العقول خدمات دیکھ کر انسان انگشت پدنداں رو جاتا ہے اور آپ یہی کام "مجی الدین" ہونا کسی دلیل کا محتاج نہیں رہتا۔

سیدنا غوث الاعظم ﷺ کا مرتبہ سلطان الفقر

سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی علیہ السلام انہیں سماں نوں پر "باز اشہب" اور زمین پر "مجی الدین" کے لقب سے مشہور ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ یہی کو "غوث الاعظم" کے لقب سے ملقب فرمایا۔ صوفیاً یا اولیاء کرام میں سب سے بلند مرتبہ اور مقام عارفین کو حاصل ہے۔ جو مقام اللہ پاک کی بارگاہ میں عارف کو حاصل ہوتا ہے کسی اور ولی کو حاصل نہیں ہوتا لیکن عارفین میں بھی بلند ترین مقام "سلطان الفقر" کا ہے۔ غوث الاعظم یعنی سلطان الفقر کوں مترجمہ پر فائز ہیں۔

سیدنا غوث الاعظم ﷺ کا قدم تمام اولیا کی گردان پر ہے

آپ یہی صورت ویرت میں جمال رحمت المعاجمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرتو تھے۔ ایک روز و عذ کے دوران آپ یہی کو حکم الہی ہوا اور اس

1۔ مرج سلطان الفقر سے متعلق باتیں کے لیے باب 10 "شان سلطان الفقر" ملاحظہ فرمائیں۔

کے تحت آپ نے ارشاد فرمایا قدریہ علی رقبۃ کلیٰ و قلی اللہ یعنی "سیر ای قدم تمام اولیا اللہ کی گردن پر ہے۔" اس وقت میسیون بلند پایہ مشائخ عظام آپ ہبھتوں کی محل میں حاضر تھے جن میں سے سے پہلے یہ فرمان سن کر حضرت شیخ علی بن الحنفیہ نے آپ ہبھتو کے قد مبارک کو اپنی گردن پر رکھنے کی سعادت حاصل کی اور پھر مجلس میں موجود تمام اولیا نے اپنی گرد میں جھکا دیں۔ یہی فرمان کائنات میں موجود تمام اولیا نے اوپسین و آخرین نے خدا اور اپنی گرد میں جھکا تے ہوئے کہا تھے یا شیخ ولیعین قال (اے شیخ آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر)۔

آپ ہبھتو کے اس مرتبے کا فیصلہ بارگاہ الہی میں ازال سے کر دیا گیا تھا اور اولیا کو اس کی اطلاع آپ ہبھتو کی ولادت سے قبل ہی دے دی گئی تھی۔ اس لیے کسی کی یہ بدگانی کہ آپ ہبھتو کا یہ قول نعمۃ اللہ تکمیر یا کسی نفسانی تحریک پڑھتی تھا، سراسر جہالت ہے کیونکہ آپ ہبھتو کے مقام ولایت پر تکمیر یا نفسانی خواہشات کی رُمق بھی موجود نہیں رہتی بلکہ اس مقام پر رَاذَ تَحْمِلُ الْفَقْرَ فَهُوَ اللَّهُ (جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے) کے مصادر اولیا نے کاملین کے وجود میں سوائے اللہ کے کچھ باقی نہیں رہتا۔ اس لیے یہ کام بھی ہندے کہ اپنا نہیں بلکہ اللہ کا تھا۔

قدریہ ہدیہ علی رقبۃ کلیٰ و قلی اللہ سے مراد صرف یہی نہیں کہ آپ ہبھتو کا مرتبہ تمام اولیا سے بلند تر ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ آپ ہبھتو کا طریقہ اور سلسلہ بھی تمام سلاسل طریقہ سے بلند تر ہے بلکہ تمام سلاسل اسی طریقہ سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس قول سے یہ بھی مراد ہے کہ سیدنا غوث الاعظم ہبھتو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے ولایت و فقر کے تمام خزانوں کے مالک اور مختار ہیں اور آپ ہبھتو کی اجازت اور مہربانی کے بغیر کوئی انسان ولایت اور فقر کے ادنیٰ مراتب کو بھی نہیں پا سکتا۔

سلسلہ سیروردیہ کے امام حضرت شیخ شہاب الدین سیروردی ہبھتو فرماتے ہیں "میں نے اپنے چچا سے پوچھا کہ اے چچا! آپ شیخ عبدال قادر جیلانی ہبھتو کا اس قدر کیوں ادب کرتے ہیں؟" انہوں نے فرمایا "میں ان کا ادب کیوں نہ کروں جبکہ اللہ نے ان کو تصرف کامل عطا فرمایا ہے۔ عالم ملکوت پر بھی ان کو فخر حاصل ہے۔ میرے کی تمام اولیا اللہ کے احوال ظاہری و باطنی پر ان کو اختیار دیا گیا ہے، جس کو چاہے روک لیں جس کو چاہیں پھوڑ دیں۔"

فرمان غوث الاعظم ہبھتو "قدریہ ہدیہ" کی اطاعت میں ان کے دور میں موجود اولیا اللہ نے توجہاں جہاں وہ موجود تھے، گردن جھکا لی اور دوسرے زمانوں کے دیگر اولیا کی ارواح مبارک نے روحانی طور پر آپ ہبھتو کی محل میں حاضر ہو کر آپ ہبھتو کے فرمان کی اطاعت کی۔ شیخ ابوحسن الشافعی ہبھتو "مجتن الاسرار" میں شیخ ابوسعید قیلوی ہبھتو کے حوالے سے مستند ولایت نقل کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

جب شیخ عبدال قادر جیلانی ہبھتو نے یہ ارشاد فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ہبھتو کے قلب پر جلی فرمائی اور آپ ہبھتو کے پاس رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ملائکہ مفترین کی جماعت کے ہاتھوں خلعت پہنچی ہے آپ ہبھتو نے تمام اولیا نے حقد میں وہ تنہرین کی موجودگی میں زیر بُن فرمایا۔ ظاہری حیات کے دور والے بزرگ اجسام کے ساتھ حاضر تھے اور اس جہاں سے رخصت ہو جانے والے ارواح کے ساتھ حاضر تھے۔ ملائکہ کرام اور رجال الغیب نے آپ ہبھتو کی محل کو گھرے میں لے رکھا تھا اور فضا میں صٹھیں بلند کر کھڑے تھے یہاں تک کہ آسمان کے کنارے ان کے اڑو حمام کی وجہ سے بھر گئے اور وہے زمین پر کوئی ایسا ولی نہ رہا جس نے گردن ش جھکائی ہو۔ (بہادر اسرار)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ہبھی اپنی کتاب "زبدۃ الاسرار" میں ارشاد گوئیہ قدموی ہلیہ علی رَحْمَةِ اللّٰهِ وَلِعَلٰی اللّٰهِ میں تمام اولیاً کرام کے، خواہ وہ گزرے زمانے کے ہوں یا آئے والے زمانے کے، شامل ہوتے کے متعلق لکھتے ہیں "اور یہ بات ثابت ہے کہ سیدنا غوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی ہبھی اپنے فرمان میں صادق اور مأمور من اللہ ہیں اور آپ ہبھی کا یہ فرمان اولیائے کرام کے ہر فرد کو شامل ہے۔ اس میں اہل زمان کی کوئی تخصیص نہیں۔ ویسے بھی تمام اہل زمان پر آپ ہبھی کی فضیلت مخفی طبیہ ہے۔" (زبدۃ الاسرار)

سلسلہ چشتیہ کے شیخ محمد اکرم صابری چشتی ہبھی کی معترض اور مختصر کتاب "افتباش الانوار" میں انہوں نے حضرت میمن الدین چشتی اجیری ہبھی کے حوالے سے سیدنا غوث الاعظم ہبھی کے ارشاد قدموی ہلیہ کی اطاعت میں تمام اولیاً حنفیین و متأخرین کے شمول کو ثابت کیا ہے۔ آپ ہبھی لکھتے ہیں "رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملائکہ متبرگین کی جماعت کے ہاتھوں اولیاً حنفیین کی موجودگی میں آپ ہبھی کوی خلعت پہنچائی۔ جو اولیاً کرام حیات ظاہری سے موجود تھے وہ اپنے اجسام کے ساتھ حاضر تھے اور جو وصال فرما چکے تھے وہ اپنی ارواح طیبہ کے ساتھ حاضر تھے۔" (افتباش الانوار) ۱

غوث الاعظم ہبھی کا سلسلہ فقر " قادری " ۲

سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی ہبھی کا سلسلہ فقر " قادری " ہے جو آپ ہبھی کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب ہے۔

ازواج واولاد ۳

آپ ہبھی نے چار شادیاں کیں جن سے آپ ہبھی کے ستائیں صاحزادے ہوئے۔ آپ ہبھی کے ستائیں صاحزادوں میں سے دس صاحزادوں کے نام ملتے ہیں جنہوں نے شہرت پائی اور انہی سے اولاد کا سلسلہ چلا جبکہ باقی صاحزادوں سے سن بلوغت تک پہنچنے سے پہلے ہی وصال فرمائے۔ یہ دس صاحزادے ہی آپ ہبھی کے خفا بھی ہوئے:

- 1- حضرت شیخ سید عبداللہ سیف الدین عبد الوہاب جیلانی ہبھی
- 2- حضرت سید ابو بکر تاج الدین عبد الرزاق جیلانی ہبھی
- 3- حضرت سید ابو عبد الرحمن عبد اللہ جیلانی ہبھی
- 4- حضرت سید ابو صالح ابراہیم جیلانی ہبھی
- 5- حضرت سید ابو الفرج سراج الدین عبد الجبار جیلانی ہبھی
- 6- حضرت سید ابو بکر شمس الدین عبد العزیز جیلانی ہبھی

۱- صفحہ 81، 82 مطابق اسلامی 1400ھ سلسلہ قادری کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں جسے ماذکور فرمائیں گے باپ 19 "سلسلہ قادری قادری"

- 7- حضرت سید ابو تصریحاء الدین موسی جیلانی
- 8- حضرت سید ابو عبدالرحمن شرف الدین علیسی جیلانی
- 9- حضرت سید ابو افضل محمد جیلانی
- 10- حضرت سید ابو زکریا یعنی جیلانی

تصنیفات

سیدنا غوث الاعظیم نے بے شمار کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ ہیئت کی تصنیفات فخر کے اسرار کا مخزن ہیں۔ ان تصنیفات کے مطالعہ سے مردہ تکوپ کو زندگی ملتی ہے۔ چند اہم تصنیفات جن کے ترجمہ و ملیاب ہیں، یہ ہیں:

- 1- الفتح رباني (خطبہ)
- 2- فتوح الغیب (متالات)
- 3- سرالاسرار (فتر)
- 4- المرسانۃ الغوشہ (فتر)
- 5- غنیۃ الطالبین (فتر)
- 6- دیوان غوشہ (قاری فرمایات)

وصال مبارک

علم و عرفان اور فخر کا یہ ماتحتاً 91 بر سر کی مریمیں 11 رجیع الثانی 561ھ (12 فروری 1166) شب بہتہ بعد از نماز عشا و ادائٹنے دارالبتا کو چلا گیا۔ آپ ہیئت کا مزار پاک آج بھی بغداد (عراق) میں مرچ خلائق ہے۔ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو آپ ہیئت کے عاشق گیارہوں شریف کا ٹم دلاتے ہیں اور آپ ہیئت کے یوم وصال گیارہ رجیع الثانی کو ہر ہی گیارہوں شریف کا ٹم اور آپ ہیئت کا عرس ہوتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان باخوؒ کی

سیدنا غوث الاعظیم حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی ہیئت سے محبت و عقیدت

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان باخوؒ کو غوث الاعظیم ہیئت سے محبت اور عشق تھا اور آپ ہیئں "شیخ ما" (میرے مرشد) فرماتے ہیں۔ آپ سیدنا شیخ عبدال قادر جیلانی ہیئت کے بارے میں فرماتے ہیں:

تم کات تقدرت سجاںی کی بد ذات محبوب ربانی ہی و تکیہ حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی قدس سرہ ہر روز اپنے پانچ ہزار طالبوں اور مریدوں میں سے تین ہزار کو فرمودیت میں غرق کر کے وحدانیت اللہ کے مشاہدہ میں مشغول کر دیتے کہ یہ تمین ہزار ادا ائمہ الفقیر فہم اللہ

کے مرائب پر چلتی جاتے۔ اور وہ زار کو مجلسِ محمدی میں داخل کر کے حضوری سے مشرف کر دیتے۔ (شیع العارفین)

❖ مرشد کو ایسا صاحب نظر ہونا چاہیے کہ جیسے میرے بھرپوری الدین ہیں جو ایک ہی نظر میں ہزاروں ہزار مریدوں اور طالبوں میں سے بعض کو معرفت اللہ میں غرق کر دیتے ہیں اور بعض کو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی (محلہ کی) حضوری سے مشرف کر دیتے ہیں۔ (شیع العارفین)

❖ اگر کسی کو کوئی مشکل چیز آجائے تو شیخ مجتی الدین کی طرف تین بار یہ کہہ کر جوئے کرے:

أَحْضِرُوا مِنْكُلَ الْأَزْوَاجِ الْمُقَدَّسَيْنَ وَالْمُنْتَهَى إِلَيْهِ يَا شَيْخَ عَبْدِ الْقَادِرِ جِيلَانِي حاضر شو

ترجمہ: یا شیخ عبد القادر جیلانی افرشتوں اور ارواح مقدسہ جو حق اور حی ہیں، کے ساتھ اپنی حاضری سے نوازیں۔

اور تین مرجبہ دل پر گلہ طیب کی ضرب لگائے تو اسی وقت ہیر صاحب (شیخ عبد القادر جیلانی) تحریف اکراں کی مد فرمائیں گے اور اس کی مشکل حل کریں گے۔ (شیع العارفین)

حضرت شیخ سلطان باحثو پیر سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی میٹنگ کی شان میں فرماتے ہیں:

- ❖ ۱۔ شیخ امت سرود بود آں شاه جیلانی
- ۲۔ سکندر می کند دعوی کہ ہستم چاکر آں شاه
- ۳۔ کلاہ داران ایں عالم گدایان گداۓ تو
- ۴۔ گدا سازی اگر خواہی بیک دم بادشاہان را
- ۵۔ گداۓ درگہست خاقان غلام حضرت قیصر
- ۶۔ ہائی شست بائیں علقت بائیں شوکت بائیں قدرت
- ۷۔ چے ناسوتی چے ملکوتی چے جمروتی چے لاھوتی
- ۸۔ حقیقت از توروش شد طریقت از تو گلشن شد
- ۹۔ ز پاش اصلیا سرودی ز بزم مصطفیٰ شیع
- ۱۰۔ دل خشتنی مرید او ہے میں لطف مرید او
- ۱۱۔ زیاب را شست شو باید ہے آب جنت الکوثر
- ۱۲۔ بزرگ و خور و مرد و زن مریدت شد یہد عالم
- ۱۳۔ تو شاو اولیا و اولیا محتاج درگہست
- ۱۴۔ مطیع حکم تو دیوان ملائک چوں پرمی بندہ
- ۱۵۔ چے عبد القادری قدرت چنان داری بیک لمح

- ۱۶۔ پر رحمت بحر الطافی پر شفتہ کان احسانی
بلطف خود رہائی ده ز گرداب پر یشانی
تو ہم از غایت احسان دو بخشی و درمانی
مرا جزا آستانت نیست اگر خوانی و گردانی
خلاصی ده ازیں محنت کے دارم صد پر یشانی
نظر رحمت کنی بر من توئی مختار سیحانی
عجب نہ یاد اگر ایں ذرا را خورشید گردانی
کہ پر شیراں شرف دار سگ درگاہ جیلانی
- ۱۷۔ پیدنیا دز عدن بخشی پر عجیبی جنت المادی
خدا آن دیگری تو معاذ آ دل پنیری تو
۱۸۔ جگدریشم درون خست دل اندر لطف تو بست
تر اچوں من ہزاراں بندہ ہا مستبد در عالم
۱۹۔ نہ دارم اندریں عالم بجز درد و غم و شدت
مخم سائل بھر تو نیست غم خوارم کہ گیرد وست
۲۰۔ فناۓ بندہ عائز قیادہ بر سر گویت
۲۱۔ سگ درگاہ میراں شو چو خواہی قرب ربانی
- ترجمہ:- شیخ عبدالقدار جیلانی رضی اللہ عنہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے شفیع ہیں۔ اللہ بزرگ و برتر نے انہیں کس قدر فرمی
قدرت عطا کی ہوئی ہے۔

- ۲۔ سکندر بھی آپ کا نام ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اقا طعن بھی آپ کے علم کے سامنے اپنی اعلیٰ کا اقرار کرتا ہے۔
۳۔ جہاں بھر کے تاجدار آپ کے (مرکے) گداوں کے بھی گدا ہیں۔ جہاں بھر کی تاجداری اور سلطانی صرف آپ ہی کو زیبا ہے۔
۴۔ اگر آپ چاہیں تو ایک لمحے میں بادشاہوں کو بھی گدا جائی سکتے ہیں اور گداوں کو ایک لمحہ میں باسانی بادشاہی سے نواز سکتے ہیں۔
۵۔ خاتماں آپ کی درگاہ کا گدا اور تیسر آپ کا غلام ہے۔ اے غوث ربانی! آپ کی عالیشان سلطانی کی کیا ہی بات ہے!
۶۔ آپ جیسی حشمت، عظمت، شوکت اور قدرت نہ کسی کی تھی اور نہ ہوگی اور نہ آپ کی مش کوئی دوسرا ہوگا۔
۷۔ آپ کی کیا عالیشان سلطانی ہے کہ سب آپ کے قدموں تک یہ چاہے کسی کی رسانی عالم ناسوت تک ہو یا ملکوت، جبروت یا الہوت تک۔
۸۔ حقیقت آپ سے روشن ہوئی اور طریقت آپ کی بدلت گھشن ہی۔ آپ نور حق کے سورج اور آسمان شریعت کے چاند ہیں۔
۹۔ آپ اصلیاً کھشن کے سرو اور بزم مصطفیٰ کی شمع ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھوں کی خندک اور محبوب بھائی آپ ہی ہیں۔
۱۰۔ اے دل! شیخ عبدالقدار جیلانی کا مرید ہو جا اور اس کے بعد ان کی مزید مہربانی دیکھ۔ ہر وقت انہیں پکارا اور (پھر دیکھ) کہ وہ کس قدر اوصاف
حمدہ کے مالک ہیں۔
۱۱۔ زبان کو جنت کے آب کوثر سے دھونا چاہیے اور پھر اس پاکی کو حاصل کرنے کے بعد زبان پر مجی الدین کا نام لانا چاہیے۔
۱۲۔ جہاں بھر کے بزرگ، بچے اور مرد و خواتین آپ کے مرید ہیں۔ خطاؤں کو معاف کرنا، نوازا، وین عطا کرنا اور جہاں بانی آپ کا وصف
ہے۔
۱۳۔ آپ اولیا کے سردار اور تمام اولیا آپ کی بارگاہ کے فتح ہیں۔ اس لیے تمام مشائخ آپ کی بارگاہ میں سرقربان کرنے اور آپ کی بارگاہ کی

در بانی پر نظر محسوس کرتے ہیں۔
۱۳۔ تمام فرشتے، دیو، پریاں اور انسان سب آپ کے حکم کے فرمانبردار ہیں اور آپ تمام بادشاہوں کے بادشاہ اور انسانوں اور جنوں کے امام ہیں۔

- ۱۴۔ اے عبد القادر! آپ اس قدر قدرت کے حامل ہیں کہ پوشیدہ خصوصتوں کو بھی اپنے کرم سے لمحہ بھر میں پورا فرمادیتے ہیں۔
۱۵۔ اپنی رحمت کے سبب آپ۔ بگرالطف اور شفقت کی بدولت مفع احسان ہیں۔ آپ دنیا میں دز عدن بخشنے ہیں اور عقبی میں جنت الماوی۔
۱۶۔ آپ کی دلچسپی اور ولپذیری ہی میرے لیے پناہ گاہ ہے لہذا اپنے لطف کی بدولت پریشانوں کے گرواب سے تجات والائیں۔
۱۷۔ میرا جگہ نازک اور باطن خستہ ہو چکا ہے لیکن دل اندر سے آپ کے لطف کا امیدوار ہے لہذا آپ احسان فرمائیے اور میرا اعلان کر کے دعا عطا فرمائیے۔
۱۸۔ آپ کے سامنے تو دنیا میں میرے جیسے ہزاروں بندے ہوں گے لیکن میرے پاس آپ کے آستانے کے علاوہ کچھ نہیں۔ چاہے رکھ لیں چاہے لوٹا دیں۔
۱۹۔ اس جہان میں میرے پاس دروغم اور مشکلات کے سوا کچھ نہیں لہذا جو سلکتوں پر بیشانیاں مجھے درپیش ہیں ان سے نجات عطا فرمائیں۔
۲۰۔ میں سوالی ہوں اور آپ کے سوا میرا کوئی غم خوار بھی نہیں جو میرا ہاتھ تھام لے۔ مجھ پر نظر رحمت فرمائیں کہ آپ یہ حق تعالیٰ کے خداونوں کے مقنار ہیں۔
۲۱۔ سر جھکائے یہ عاجز بندہ آپ کے کوچہ میں آن گرائے۔ اگر آپ اس ذرے کو خورشید بنادیں تو کوئی حیرت کی بات نہیں۔
۲۲۔ اگر تو قربِ ربِ بانی چاہتا ہے تو رگاہ میراں کا کتنا ہن جا کہ شاہ عبد القادر جیلانیؒ کی درگاہ کے کنے کا درجہ بھی شیروں سے بڑا ہ کر ہے۔ (کیدا التحید کا ان)

- ۱۔ چوں باشد هر میراں زندہ دین آں وزیرے مصلحتی روح الامین
۲۔ شاه عبد القادر است راہبر خدا دم بدم آنجا بجانست مصلحتی
۳۔ باخوان از غلامان مریدش خاک پا گوئی برد از غوث و قطب اولیا

ترجمہ: (۱) میراں شیخ عبد القادر جیلانیؒ کیوں نہ دین کو زندہ کرنے والے ہوں، وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزیر اور روح الامین ہیں۔
(۲) شاہ عبد القادر جیلانیؒ راہ خدا کے راہبر ہیں اور وہ ہر لمحہ باطنی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں ہوتے ہیں۔ (۳) باخوان کے مریدوں کے غلاموں کی خاک پا ہے اس لیے دیگر غوث و قطب اولیا سے بلند مرتبہ ہے۔ (کیدا التحید کا ان)

- * باخوان شد مریدش از غلامان بارگاہ فیض فضلش می دیاند از الـ
باخوان سگ درگاہ میراں فخر تر غوث و قطب زیر مرکب بار بر

ترجمہ: باخویر دیکھری شیخ عبدالقدار جیلانیؒ کی بارگاہ کاظم اور ان کا مرید ہے جو اپنے مریدوں کو اللہ کے فیض و فضل سے نوازتے ہیں۔ اے باخو!

درگاہ میراں کا کتا ہونا بھی باعث خوبی ہے اس لیے غوث و قطب بھی ان کی سواری بتانے پر ند کرتے ہیں۔ (لکھا التوحید کا ان)

جان لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب شبِ معراج اللہ کے حضور حاضر ہونے کے لیے تیار ہوئے تو حضرت پیر دیکھر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی گردان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں کے نیچے رکھ دی جس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردان پر ہوگا۔" (نو راہیہ کا ان)

شبِ معراج حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو تجراں تکلیل علیہ السلام بطور جلوہ ارتلے آپ کے آگے پا پیدا ہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں کی شش جہات سے نکل کر عرش سے بھی اور لا مکان میں قرب حق تعالیٰ کے اعلیٰ ترین مقام فنا فی اللہ ذات "قاب قسمیں" پر پہنچنے تو آپ نے اللہ کے حضور انتہائی حسین و جیل نور البدھی صورت فخر کو دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا "اے اللہ! یہ حسین صورت فخر کس کی ہے جسے بارگاہ الہی میں مشوق کا مرتبہ حاصل ہے؟" فرمایا "اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کے لیے خوش خبری ہے کہ یہ حسین صورت فخر مجی الدین شاہ عبدالقدار جیلانیؒ کی ہے جو آپ کی اور علی المرتضی کی حسینی و حسینی اولاد ہیں۔ فخر کا خطاب "فقریانہی کے فخر کی وجہ سے ہے۔" اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "الفَقْرُ فَخْرٌ وَالْفَقْرُ هُنْيٌ" فخر میرا خوبی ہے اور فخر مجھ سے ہے کیونکہ شاہ مجددی الدین میرے فخر سے ہیں اور مجھے ان پر فخر ہے۔"

کیا تو جانتا ہے مجی الدین شیخ عبدالقدار جیلانیؒ رضی اللہ عنہ کی حیات مبارک کے دوران اگر کوئی بغیر وضو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم مبارک اپنی زبان پر لاتا تو اس کا سرگردان سے جدا ہو جاتا تھا۔ درحقیقت یہ بھی ایک آزمائش تھی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ قرب الہی کے انتہائی مرتبہ پر تھے، سر ہادیم فقر میں ذوبے ہوئے تھے اور فخر کے پار گرانی کا وتد اسے انجاتا تک الحجاء ہوئے تھے۔ (نو راہیہ کا ان)

معراج کی شب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت پیر دیکھر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح مبارک کو دوران حضوری دست بیعت فرمائی کہ تعلیم و تلقین، حلم و معرفت، ارشاد و سر بلندی سے نواز اور اپنا قائم مقام مقرر کر کے "شاہ عبدالقدار" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ (نو راہیہ کا ان)

حضرت علی سلطان باخو یہیں پنجابی ایمات میں فرماتے ہیں:

بخار شریف و نجف کرایاں، سودا نے کتو سے خو
رتی عقل دی دے کرایاں، بخار غما ندا گھدو سے خو
بخار بھریا منزل چوکھری، اوڑک و نجف ہبتو سے خو
ذات صفات صحی کتو سے باخو، تاں بھال لمحو سے خو

بغداد شریف جا کر ہم نے نیا سو دا کیا اور عقل کے بدے سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی رض کے عشق اور ان کے بھروسہ فراق کے غنوں کا طوق نگلے میں ڈال لیا۔ حالانکہ عشق اور بھروسہ کا یہ استبردا شوار اور اس کی منزل بہت دور تھی لیکن سیدنا غوث الاعظم رض کی خلائی میں ہم منزل تک پہنچ گئے اور جب ہم نے ذات و صفات کی معرفت حاصل کر لی تب ہی وصالِ تعالیٰ الہی ہوئے۔

بغداد شہر دی کیا نشانی۔ اپنیاں لیاں چیراں خو
تن من میرا پر زے پر زے۔ جیوں درزی دیاں لیراں خو
انہیاں لیراں دی گل کسفی پا کے، رساں سنگ فتحراں خو
بغداد شہر دے بکھرے ملکاں پا غوڑے کرساں میراں میراں خو

بغداد شہر کی کیا نشانی ہے؟ وہاں "فقر" کے پڑیج راستے ہیں جن پر چلتے چلتے سیدنا غوث الاعظم رض کے بھروسہ فراق میں دل اور جسم زٹھی ہو چکے ہیں اور دن رات آپ کے بھروسہ فراق میں دل بیٹھا رہا تو پہاڑتا ہے۔ جسم اور روح درزی کے کئے ہوئے کپڑے کے کلووں کے مصادق پر زے پر زے ہیں۔ محبت اور فراق میں دل و جان کے ان بکھروں کا کافی پہن کر میں بغداد شہر کے "فقر" کے ساتھ مل جاؤں گا پھر شہر یا بغداد کی گلیوں میں وصال یا رکی بھیک مانگوں گا اور ایسی حالت میں وصال یا رہ میں امداد کے لیے غوث الاعظم حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی رض کوئی پکاروں گا۔

راتیں رتی نیند نہ آوے، وہاں رہے جیرانی خو
عارف دی گل عارف جانے، کیا جانے نفسانی خو
کر عبادت پچھوتا میں، تیری زیا گئی جوانی خو
حق حضور انہیاں نوں حاصل پا غوڑے، جیساں ملیا شاہ جیلانی خو

عشقِ محبوب میں رات کو نیند نہیں آتی اور دن بھی اسی طرح جیرانی اور پریشانی میں گزر جاتا ہے۔ عارف کی بات کو عارف ہی سمجھ سکتا ہے، افس پرست لوگوں کی سمجھ میں عارف کی بات نہیں آ سکتی۔ معرفتِ الہی کے حصول کی کوشش کروزند و وہ جوانی گزر جانے کے بعد اس کے نتائج جانے پر تجھے پیشیمانی ہوگی۔ حضور حنفی تعالیٰ (دیدارِ الہی) تو ان کو حاصل ہوتا ہے جن کے مرشد سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدال قادر جیلانی رض ہوتے ہیں۔

کن فریاد چیرا دیا چیرا، میں آ کھ سناؤں کیوں خو
تیرے چیبا مینوں ہور نہ کوئی، میں جیساں لکھ تینوں خو
پچھوں نہ کامنڈ بڈیا والے، قرتوں و حک نہ مینوں خو
میں ویچ ایڈ گناہ نہ ہوندے پا غوڑے، توں مٹھیں دوں کیوں خو

یا جیر ان چہر سیدنا غوث الاعظم ہی تو میری الحجۃ ذرا غور سے ہے! آپ ہی تو کے علاوہ اور کوئی ہے جس سے میں یہ عرض کروں۔ میرے چیزے تو لاکھوں آپ ہی تو کے در کے بھکاری ہیں لیکن آپ ہی تو جیسا فیضِ رسان تو زمانے میں اور کوئی نہیں ہے۔ آپ ہی تو سے اچا ہے کہ میرے گناہوں، ناطیوں اور خطاؤں پر توجہ نہ کریں اور نہ ہی مجھے اپنے در سے دھکاریں، میں آپ ہی تو کا در چھوڑ کر اور کہاں جاؤں گا۔ اگر میرے دامن میں اتنے گناہوں کا یو جھنڈہ ہوتا تو آپ ہی تو جیسا کریم اور حليم کے بھائی اور کیونکہ خطاؤں سے در گزر کرتا۔ یہ میرے گناہوں ہیں جن کی وجہ سے آپ ہی تو کی صفتِ حليم و کریم درست میں آتی ہے۔

کن فریاد ہی اس دیا ہی اس میری عرض شیش کن ذہر کے خو
ہیزا ازیما میرا وحی کرلاندے۔ حق پچھے نہ یہ جدے ذر کے خو
شاہ جیلانی محبوب بجانی۔ میری خبر یو جھٹ کر کے خو
ہیز جہاندا میران باخون اوہی کدمی لگدے تر کے خو

یا جیر ان چہر سیدنا غوث الاعظم! میری عرض اور الحجۃ ذرا غور سے ہے۔ میں راہ فقر میں اس منزل تک پہنچ گیا ہوں جہاں پہنچنے سے بڑے بڑے عاشق ذر تے اور خوف زدہ رہتے ہیں لیکن میں اس منزل پر گہرے سخنوں میں پہنچ گیا ہوں اور اگلی منزل کا راست نہیں مل رہا۔ یا شاہ جیلانی ہی تو! میری خبر گیری کیجیے اور مجھے اس آزمائش سے نکالیے کیونکہ اس جگہ پر آپ ہی تو کے علاوہ کوئی اور میری مد نہیں کر سکتا۔ اے ہخوا! نعمتیں اور افسردارہ نہ ہو۔ جن کے چہر سیدنا غوث الاعظم شاہ و میراں ہوں وہی تمام مشکلات کو طے کرتے ہوئے فقر کی آخری منزل إِذَا أَنْتُمُ الْفَقَرُ فَهُوَ لَهُ (جہاں فقر کی تکمیل ہوتی ہے وہی اللہ ہے) اپر پہنچ ہی جاتے ہیں۔

طالب غوث الاعظم والے، شالا کدے نہ ہوؤں ماندے خو
چیندے اندر عشق دی رتی، سدا رہن کرلاندے خو
عینوں شوق ملن دا ہووے، لے خوشیاں نت آندے خو
دو ہیں جہان انصیب تباہ مے باخون جیزے ذاتی احکام کاندے خو

سیدنا غوث الاعظم ہی تو کے طالب (مرید) کبھی کبھی پریشان نہیں ہوتے۔ جن کے اندر رتی بھر بھی عشقِ حق تعالیٰ ہو وہ ہمیشہ یہ اور یار کے لئے فریاد کرتے رہتے ہیں اور اس کے لئے برق اور بے چین رہتے ہیں۔ وہ محبوبِ حقیقی سے ملاقات کی خوشی میں راہ فقر میں آنے والی آزمائشیں اور مشکلات بھی بڑی خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔ دونوں جہانوں میں وہی یا نصیب ہیں جو ام الله ذات کا ذکر اور تصور کرتے ہیں۔

فقر بھی سیدنا غوث الاعظم ہی تو کا غلام ہے اور اس فقر کو آپ ہی تو کی خلائی پر فخر ہے اور ہمیشہ آپ ہی تو کی نگاہ و التفات کا ہی مقام رہا ہے کیونکہ آپ ہی تو کی نگاہ و کرم کے بغیر غلام کا وجود بے کار ہے۔

سلسلہ سروری قادری

تاریخ اسلام میں تمام اسلامی تحریکوں میں سے "سلالل تصوف" کی تحریک سب سے زیادہ مضبوط، محترم، دیرپا اور کامیاب رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق باطن میں ذات حق کے قرب و معرفت سے ہے جو سیدھا دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے۔ اسلام کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اسلام کا ظاہری حصہ شریعت اور بالغی حصہ طریقت ہے جو حقیقت اور معرفت تک رسائی کا راستہ ہے۔

وہی ان پر غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقدور جیلانیؒ فرماتے ہیں:

جان لے کر راجب (معرفت حق تعالیٰ) خالص توپ اور مرض نہ کامل کی تحقیقیں کے بغیر حاصل نہیں ہوتے جیسا کہ اللہ چارک و تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا:

وَالرَّمْهُ كُلِّهُ اللَّهُوَيْ (سورة الحج-26)

ترجمہ: اور ان ریتقوی کا کلمہ لازم کیا۔

اور وہ کلمہ **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** ہے بشرطیکہ یہ (کلمہ) کسی ایسے قلب سے اخذ کیا جائے جو صاحب تقویٰ کا ہو اور جس میں ذاتِ الہی کے سوا کچھ (موجود) نہ ہو۔ اس سے مراد وہ کلمہ نہیں جو عوام کی زبانوں پر ہے۔ بے شک (کلمہ) الفاظ ایک ہی ہے لیکن (باختی) معانی میں فرق پایا جاتا ہے۔ اور ہب توحید کا یہ بیچ زندہ دل (مرشد کام) سے اخذ کیا جائے تو یہ قلب کو زندہ کرتا ہے۔ وہ یہی بیچ کامل بیچ ہوتا ہے کیونکہ تاپس بیچ اگر نہیں سکتا اسی لیے کلمہ توحید کا نزول قرآن مجید میں دو مقتامات پر ہوا ہے۔ ایک کام اطلاق قول ظاہر پر ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِذَا قَتَلْتَ لَهُمْ أَلَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ (سورة العنكبوت - 35)

ترجمہ: جب ان سے کہا جاتا ہے لا إلہ إلّا اللہُ (کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) تو وہ تکبر کرتے ہیں۔

پس یہ کلمات عوام کے لفظ میں ہازل ہوئے ہیں۔

دوسرا (مخام پر کلر توحید) کا اطلاق علم حقیقی پر ہے جیسا کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا:

◆ فَاغْلِمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنِيْكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَيْنَ (سورہ الحجہ۔ ۱۹)

ترجمہ: پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جان لیں لا إلہ إلّا اللہُ (بے شکر اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) اور اپنے لیے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے گناہوں کے لیے مفترض طلب فرمائیں۔

پس اس آیت شریف کے نازل ہوئے کا مقصود خواص کی تلقین ہے۔ (سردار، فصل نمبر 5)

سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں راہِ معرفت کی درخواست پیش کی چنانچہ اس سلسلہ میں سیدنا غوث العظیم ﷺ فرماتے ہیں:

◆ سب سے پہلے جس نے حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام سے (اللہ کے) قرب کے لیے افضل اور آسان ترین راستے کی خواہش کی وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ پس حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے وحی کا انتشار فرمایا۔ جبراہیل علیہ السلام تشریف لائے اور کلر توحید تین مرتبہ تلقین کیا۔ پس حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے (اس کلر کی) اسی طرح ادا کیا جیسے جبراہیل علیہ السلام نے تلقین کیا تھا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تلقین کیا پھر تمام صحابہ کرام کے پاس جا کر سب کو تلقین کیا اور حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

◆ قُدْرَ جَعْنَامِ الْجِهَادِ الْأَضْعَرِ تَغُوَّذُ الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ

ترجمہ: ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوئتے ہیں۔

یعنی نفس سے جہاد۔ جیسا کہ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے بعض صحابہ کرام سے فرمایا:

◆ أَعْذِي أَعْذِرْ أَيْكَ تَفْسِكَ الْيَقِينَ يَمْنَى جَنَيْكَ

ترجمہ: تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلوؤں کے درمیان ہے۔

پس تم تب تک اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہیں پاسکتے جب تک تم اپنے وجود میں اپنے دشمنوں نفس امارہ، لوامدہ اور ملابہ کو فائدہ کر لیتے اور اخلاقی ذمہ دہیزیں اور زیادہ سوتے اور رسول گوئی کی محبت اور وحشت از عادات جیسے غصب، گھولی گھوچ، مار پیٹ، غصہ اور شیطانی صفات مثلاً تکبر، غصب، حسد، کینہ اور ان جنسی دوسری بدفنی اور قلبی بیماریوں سے پاک نہیں ہو جاتے۔ پس جب انسان ان (بری عادات و خواص) سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ گناہوں کی اصل سے پاک ہو جاتا ہے اور وہ پاکیزہ لوگوں اور توبہ کرنے والوں میں سے ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

◆ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوْبَةَ وَمُحِبُّ الْمُسْتَطَهِرِينَ (سورہ الحجہ۔ 222)

ترجمہ: بے شک اللہ تو پہ کرنے والوں اور پاکیزہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

جو شخص صرف ظاہری گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ (صرف) ظاہری طور پر (توبہ کرنے سے) اس آیت مبارکہ کے تحت نہیں آتا۔ وہ تاب ہے لیکن تواب ہر گز نہیں کیونکہ تواب مبالغہ کا صیغہ ہے جس سے مراد ہے خواص کی توبہ۔ جو صرف ظاہری گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ ایسے ہے جیسے (کوئی شخص) اپنی فصل سے خود رکھا اس کی صرف شاخیں کا تباہ ہو لیکن ان کو جزا سے نہ اکھاڑتا ہو، پس وہ رکھاں لازماً دوبارہ پہلے سے بھی زیادہ آگئی ہے۔ اور تواب یعنی گناہوں اور تمام اخلاقی ذمیہ سے (حقیقی) توبہ کرنے والے شخص کی مثال ایسے ہے جیسے رکھاں کو جزا سے اکھاڑ دیا جائے جو بعد میں شاذ و نادری آگئی ہے۔ پس توبہ خاص کے بعد تلقین مرشد تلقین پانے والے (حاب) کے قلب سے ماسوی اللہ ہر چیز کو منانے کے لیے آدھے کیونکہ جس نے کزوںے درخت کو نہ کانا اُس نے اس (کزوںے درخت) کی جگہ شیریں درخت کو نہ پایا۔ پس اے اہل بصیرت! اس سے محبت حاصل کروتا کہ تم فلاج پاؤ اور مقصود (اللہ تعالیٰ) کو حاصل کرو۔ (سرالسرار، فصل نمبر 5)

﴿ روایات میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں راہ فقر کے حصول کے لیے تلقین کی خواہش کا انعام ہمارا کیا۔ آپ کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ہمیں وہ راستہ بتائیے جو خدا تعالیٰ سے بہت قریب اور نہایت افضل اور سبل الوصول ہو۔ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا" اے علی! اخلوت اور تجہائی میں اپنے اللہ کے ذکر کی مدد ملت کیا کرو۔" آپ کرم اللہ وجہہ نے عرض کی "ہم کس طرح ذکر کریں؟" فرمایا" اپنی دونوں آنکھیں بند کر لواہر مجھ سے تین مرتبہ سنو اور پھر تم بھی تین مرتبہ سناؤ۔" پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آنکھیں بند کر کے بلند آواز سے تین مرتبہ کلہ طیبہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" پڑھا اور آپ کرم اللہ وجہہ نے سن۔ اسی طرح آپ کرم اللہ وجہہ نے آنکھیں بند کر کے تین مرتبہ کلہ طیبہ پڑھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سن۔ اس روز سے یہ کرسوفیا میں جاری ہو گیا۔ (رسیان التوبہ۔ شریف الانوار)

یعنی سب سے پہلے کلہ طیبہ کی باطنی و تحقیقی تلقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمائی اور توحید کی تعلیم دے کر مرتبہ وحدت پر پہنچایا۔

﴿ تصوف کی کتب سیر الاقباب، شریف الانوار الخ اور آئینہ تواریخ تصوف میں مذکول ہے کہ ایک روز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محل اقدس میں چاروں اصحاب کیا رہیں ہیں میئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا "ہم کو شب میان راج جو خرقہ فخر جناب رہائی سے عطا ہوا تھا وہ اگر آپ کو پہنچایا جائے تو اس کا حق کس طرح او اکریں گے؟" انہوں نے عرض کیا "یا حضرت میں صدق اختیار کروں گا۔" پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی سبی پوچھا، انہوں نے عرض کیا "میں عدل اختیار کروں گا۔" پھر بھی سوال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا، انہوں نے کہا "میں حیا اور قتل کروں گا۔" پھر جناب مرتضی کرم اللہ وجہہ سے بھی سوال کیا تو آپ کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا "اگر خرقہ فخر مجھے عطا ہو تو میں اس کے شکریہ میں پردو پوشی اختیار کروں گا، ا لوگوں کے عیب ذہن اپوں کا اور ان کی تقاضی سے درگزر کروں گا۔" اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت خوش ہو کر فرمایا "اے علی! جس طرح رضاۓ مولا و

رسانے میں (صلی اللہ علیہ و آله وسلم) تھی اسی طرح سے آپ نے جواب دیا ہے۔ پس یہ خرقہ آپ ہی کا حق ہے۔ ”اسی وقت آپ کرم اللہ و جہد کو خرقہ فخر پہنچایا اور بشارت دی ”تم شہنشاہ ولادیت ہو اور یہ مری تھام امت کے پیشواد ہو۔“ (سر ۱۰۷) (تابع، غریب انوار بنی تمیم قارئ غصوف) یہ شیک خود و روزگار عیوب پوشی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آله وسلم کی بہترین صفات ہیں۔ بقول میاں محمد بن حنفیش صاحب:

۹۔ پرده پوشی کم فقر وال میں طالب فقر احوال عیوب کے دے بچوں نہ سکاں ہر ہب تھیں شرماداں اور اگر امانت فقر کے وارث دو گزرا اور عیوب پوشی کی صفات سے متصف نہ ہو تو کسی طالب کو فقر کی راہ پر آگئے نہ بڑھا سکے کہ انسان خطاوں اور عیوب کا منع ہے۔ امانت فقر کے وارث کا ان صفات کا حامل ہوتا ہے زیادہ ضروری ہے تاکہ امت کو اپنے فقر پر چلا سکے۔

ایک اور روایت میں مذکول ہے کہ ایک روز حضرت جبراہیل علیہ السلام چار دن کاہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور کہا ”یہ جناب باری تعالیٰ نے تینجی ہیں کہ ان کو اپنے سر پر رکھیں۔“ حضور علی الصالوة والسلام نے پہلے یہ ترکی کاہ اپنے سر پر رکھی اور پھر وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھی، پھر دوسرے کی کاہ اپنے سر پر رکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پہنادی۔ پھر کاہ ستر کی سر پر رکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی پھر کاہ چھار ترکی خود زیر سر فرماد کر حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے سر پر اپنے مبارک ہاتھ سے رکھی اور فرمایا ”اے علی! مجھے حکم تھا کہ میں کاہ چھار ترکی تجھے پہناؤں، یہ تیری کاہ ہے، جس شخص کو تو اس کے لائق جانے کہ وہ اس کا حق بجا لے سکے گا اُس کو عطا کرنا۔“ (مسرالاولیا، شریف التواریخ، آئینہ قواریخ تصوف)

اس قول سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو وہ کلاہ امانت کے خور پر پہنائی گئی اور وہ ان کے توسط سے، ان کے حکم سے، ان کی مرشی سے آئے امت کو منتقل ہوتی ہے۔

حضرت جابر بن زيد سے روایت ہے کہ جب آیت شریف راتھما انت مُنذِدٌ وَ لَكُلٌ قوْمٌ هَادٍ (ال۱۶-۷) ترجمہ "اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ذرا نے والے اور جر قوم کے لیے راو راست دکھانے والے ہیں" نازل ہوئی تو آخر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے یہ مبارک پر ہاتھ در کر فرمایا "میں ذرا نے والا ہوں" اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "وو (کرم اللہ وجہہ) راہ بتانے والے ہیں اور ان سے مدایت بانے والے مدایت بائیں گے"

سورہ آل عمران کی آیت نمبر 31 قل ان کُلْ شَدٌ تُجْهِيْنَ اللَّهَ فَأَتَيْنَاهُنَّى لِجَهِيْنَ كُلُّ اللَّهُ (ترجمہ کردیجئیے کہ مسلمانوں کو اللہ سے محبت ہے تو میری ابیان کر جو حق تعالیٰ تھا۔ محبت کرے گا اور تم انہی کے محبوب بن جاؤ گے) میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابیان کا حکم دیا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے کہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابیان کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔ اس آیت کریمہ میں ابیان سے مراد ہی علیہ اصلاح و السلام کی صرف ظاہری ابیان نہیں ہے بلکہ باطنی ابیان بھی ضروری ہے۔ ظاہری ابیان سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری افعال و اعمال، حرکات و سکنات، لباس اور یو دو باش کی چیزوں ہے اور باطنی ابیان سے مراد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطنی کمالات چیزیں کہ مقام فنا فی اللہ بقا باشد، قرب و معرفت الہی، انوار و برکات و تجلیات، دید و رعشش الہی وغیرہ کا حصول ہے۔ چونکہ اسلام ساری

دنیا کے لیے ہے اور قیامت تک رہے گا اس لیے حق تعالیٰ نے اسلام کے ظاہری و باطنی فوپ و برکات کو تلقین قیامت جاری رکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ بھی وجہ ہے کہ ارباب باطن یعنی اولیاء اللہ کے وجود سے کبھی زمانہ خالی نہیں رہا اور نہ رہے گا۔ اسلام کی باطنی تعلیمات کا یہ تلقین سلسلہ طریقت و فقیر کی صورت میں ابتدائے اسلام سے جاری ہے اور بفضل حق تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔

جس طرح اپنے زمانے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام ظاہری اور باطنی تعلیمات، فوپ و برکات اور رشد و ہدایت کا منبع اور مصدر تھے اسی طرح آج بھی اور آج کے بعد قیامت تک بلکہ بعد قیامت بہشت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تمام روحانی فوپ و برکات کے منبع و مصدر رہیں گے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باطنی توجہات کے ساتھ ظاہری ہادی اور راهبر کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف کے ذریعے قیامت تک انجام پاتا رہے گا۔ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُوئُوا مَعَ الصِّدِّيقِينَ (سورۃ توبہ ۱۱۹)

ترجمہ: صدیقین کی صحبت اختیار کرو۔

اس آیت میں بھی صدیقین یعنی اولیاء اللہ کی صحبت اور ان سے تربیت کا حکم وارد ہوا ہے۔ قرآن حکیم میں مقرر ہیں حق کے مراتب اس ترتیب سے بیان کیے گئے ہیں ”أَنْيَادُ الصَّدِيقِينَ وَالشَّهِدَاءِ وَالصَّالِحِينَ۔“ سب سے بلند مرتبہ کے لوگ انبیاء علیہم السلام ہیں، ان کے بعد صدیقین، ان کے بعد شہداء اور ان کے بعد صالحین ہیں۔ صدیقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا ایمان عام لوگوں کی طرح تخلیق نہیں بلکہ تصدیقی ہوتا ہے۔ اس مقام یا اس مرتبہ کو قرآن حکیم نے حق ایشیں کہا ہے۔ اس سے اوپر ایک اور مرتبہ ہے جس میں سالک اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔ یہ مقام فقائی اللہ ہے۔ جب سالک یا طالب فنا کے بعد دوبارہ بقا کی حالت میں آتا ہے تو اسے بقا اندھہ کہا جاتا ہے۔ لہذا آیت مذکورہ کوئوں اور کیا ہے۔

کوئوں اسی صدیقین میں صدیقین سے وارباب رشد و ہدایت مراد ہیں جو مرتبہ فقائی اللہ سے گزر کر بقا باللہ ہو چکے ہیں اور اب تک قیامت وارشاوں پر فرض ہو چکا ہے۔

جبیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں باطن کی راہ کے لیے سب سے پہلے درخواست حضرت علی کرم اللہ وجہ نے پیش کی اس لیے آپ کرم اللہ وجہ اسی راوی معرفت اور سلسلہ تصوف و فقیر کے امام ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک وسیلہ بنئے۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنَّا مِنْ نَّيْتَةَ الْعِلْمِ وَعَلَىٰ تَابِعِها

ترجمہ: میں علم کا شہر ہوں اور میں اس کا دروازہ ہے۔

اگرچہ تمام اکابرین صحابہ کرام سے روحاںی فوپ و برکات اور رشد و ہدایت میں نہ ہے بلکہ ایک غرر صد تک جاری رہی ہیں جن سلسلہ تصوف کو حق تعالیٰ نے بھائے دوام کا درجہ عطا فرمایا ہے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلسلہ ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

سے جو روحاںی سلاسل جاری ہوئے ودجع ہو کر آج سلسلہ قشیدیہ کی شکل میں ظاہر ہیں اور باقی تین بڑے سلسلے یعنی سلسلہ قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ حضرت علی کرم اللہ وجہتے جاری ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہتے کے خلفا

حضرت علی کرم اللہ وجہتے کے چار خلفا تھے: حضرت امام حسن بن حسین، حضرت امام حسن بصری، حضرت امام حسن بصری و حضرت امام کیل بن حسین۔ ان کو تصوف میں چار ہجر ارشاد یا چار خلفا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان چار اکابرین سے پوجہ بڑے سلاسل جاری ہوئے اور جبکہ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحاںی نعمت سیدہ بین ان تمام سلاسل کے مشائخ کے ذریعے آج تک امت میں پھیلی آ رہی ہے۔

حضرت امام حسن بن حسین اور حضرت امام حسن بن حسین کا سلسلہ روحاںیت آنحضرت اہل بیت کے ذریعے ہر زمانے میں جاری رہا ہے یہاں تک کہ ہر بڑے اکابرین صوفیاً مثل حضرت فضیل بن عیاض، امام شافعی، امام ابو حنفی، حضرت بایزید بسطامیؒ نے آنحضرت اہل بیت سے روحاںی نیوش حاصل کیے اور بلند روحاںی مدارج تک رسائی حاصل کی۔

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے خلفا

حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے بہت سے خلفا تھے جن میں سے دو زیادہ مشہور ہیں، حضرت شیخ جبیبؒ، حضرت شیخ عبد الوحد بن زیدؒ، حضرت شیخ عبد الوحد بن زیدؒ، جن کے فیض تربیت سے تصوف کے پوجہ بڑے خانوادے (سلاسل) وجود میں آئے۔ حضرت شیخ عبد الوحد بن زیدؒ، حضرت شیخ عبد الوحد بن زیدؒ سے پائی خانوادے اور حضرت شیخ جبیبؒ، حضرت شیخ عبد الوحد بن زیدؒ سے خانوادے جاری ہوئے جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

1۔ **سلسلہ زیدیہ:** یہ سلسلہ حضرت عبد الوحد بن زیدؒ کے نام سے ہے۔ حضرت خواجہ عبد الوحد بن زیدؒ سے آخر عمر میں دو مریدوں کو خرقہ خلافت عطا فرمایا، حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ اور حضرت خواجہ ابو یعقوب السویؒؒ۔

2۔ **سلسلہ عیاضیہ:** یہ سلسلہ حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کے نام سے منسوب ہے اور آپؒ سے شروع ہوا۔

3۔ **سلسلہ ادھمیہ:** یہ سلسلہ حضرت خواجہ ابراء احمد بن ادھمؒ کے منسوب ہے جو حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔

4۔ **سلسلہ بیبریہ:** یہ سلسلہ حضرت خواجہ ابو ہمیرہ امین الدینؒ کے منسوب ہے شروع ہوا جو حضرت خواجہ خذیلہ عرضیؒ کے مرید و خلیفہ تھے اور وہ حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ کے مرید و خلیفہ تھے۔

5۔ **سلسلہ چشتیہ:** یہ سلسلہ حضرت خواجہ مشاہد علی دینوریؒ کے منسوب ہے شروع ہوا جو حضرت خواجہ ابو ہمیرہ امین الدینؒ کے مرید و خلیفہ

- تھے۔
- 6۔ **سلسلہ عجمیہ:** یہ سلسلہ حضرت خواجہ صبیب عجی بیہدہ سے منسوب ہے جو حضرت خواجہ حسن بصری بیہدہ کے مرید و خلیفہ تھے۔
 - 7۔ **سلسلہ طینوریہ:** یہ سلسلہ حضرت بائزید بسطامی بیہدہ سے منسوب ہے جن کا اصلی نام ابو طیمور تھا۔ خرقہ خلافت حضرت خواجہ عجیب عجی بیہدہ سے تھا۔
 - 8۔ **سلسلہ کرخیہ:** سلسلہ کرخیہ حضرت خواجہ معروف کرخی بیہدہ سے شروع ہوا۔ آپ حضرت دادو طائی بیہدہ کے مرید تھے جو حضرت جبیب عجی بیہدہ کے مرید و خلیفہ تھے۔
 - 9۔ **سلسلہ سقطیہ:** یہ سلسلہ حضرت خواجہ سری سقطی بیہدہ سے شروع ہوا جو خواجہ معروف کرخی بیہدہ کے مرید و خلیفہ تھے اور حضرت چنید بغدادی بیہدہ کے ماموں اور مرشد تھے۔
 - 10۔ **سلسلہ چنیدیہ:** یہ سلسلہ حضرت خواجہ چنید بغدادی بیہدہ سے منسوب ہے جو خواجہ سری سقطی بیہدہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ ان حضرات کے مراتب اس قدر بلند تھے کہ ان میں سے ہر ایک صاحب سلسلہ ہوا۔
 - 11۔ **سلسلہ گازرویہ:** یہ سلسلہ حضرت خواجہ ابو الحسن گازروی بیہدہ سے شروع ہوا جو گازرونی کے بادشاہ تھے۔ آپ تخت و تاج چھوڑ کر حضرت خواجہ عبداللہ حفیض بیہدہ کے مرید ہوئے جو حضرت رومی بیہدہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ حضرت رومی بیہدہ حضرت چنید بغدادی بیہدہ کے مرید تھے۔
 - 12۔ **سلسلہ طویسیہ:** اس سلسلہ کے بانی حضرت شیخ علاء الدین طویس بیہدہ تھے جو حضرت خواجہ وجہ الدین ابو حفص بیہدہ کے مرید و خلیفہ تھے جو خواجہ چنید بغدادی بیہدہ کے خلفاء میں سے تھے۔ یہ سلسلہ بعد میں اپنی پیچان قائم ندر کھا کا اور دوسرے سلاسل میں ضم ہو گیا۔
 - 13۔ **سلسلہ سہروردیہ:** یہ سلسلہ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی بیہدہ سے شروع ہوا جو شیخ وجہ الدین ابو حفص بیہدہ کے خلیفہ و مرید تھے اور وہ خواجہ چنید بغدادی بیہدہ کے خلفاء میں سے تھے۔
 - 14۔ **سلسلہ فردوسیہ:** اس سلسلہ کے مورث اعلیٰ حضرت شیخ نجم الدین کبری بیہدہ ہیں۔ آپ فردوسی کے اکابرین میں سے تھے اور شیخ ابو نجیب سہروردی بیہدہ کے خلیفہ و مرید تھے۔

پیران پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی

سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رض کی تشریف آوری سے قبل عالم اسلام انتشار اور خلفاشار کا شکار رہا۔ بہت سی اسلامی حکومتیں فتح میں ہو چکی تھیں اور جو باقی تھیں وہ اندر ولی خلفاشار کا شکار اور انگیار کے قلم و ستم کا نشانہ تھی ہوتی تھیں۔ یہ تو سیاسی انتشار تھا۔ ظاہری طور پر بھی مسلمان

بہت سے فرقوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ باطل نہ ہی فرقوں معتزل، شیعہ، مرجبیہ اور خوارج نام مختلف تحریکوں نے مسلمانوں کو ڈھنی انتشار میں جنملا کر رکھا تھا۔ مسلمان بے ممی مذاہدوں اور مناظرات میں اٹھ چکے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی کتاب نبیۃ الطالبین میں تہذیر (73) فرقوں کا ذکر فرمایا ہے جن میں ایک حق پر باقی سب گمراہ تھے۔ یہ تہذیر فرقے دس مسالک یا گروہوں سے وجود میں آئے تھے۔ دو دس مسالک یا گروہ یہ تھے: (۱) اہل سنت (۲) خوارج (۳) شیعہ (۴) معتزل (۵) مرجبیہ (۶) مشہد (۷) چمیہ (۸) ضراریہ (۹) نجاریہ (۱۰) کلابیہ۔ ان میں سے اہل سنت کا ایک ہی فرق تھا۔ خوارج کے پدرہ، معتزل کے چچہ، مرجبیہ کے بارہ، شیعہ کے بیس، مشہد کے تین، ضراریہ، کلابیہ، نجاریہ اور چمیہ کا ایک ایک فرق تھا۔ اس طرح کل تہذیر فرقے تھے۔

اوہر اہل باطن اور سلاسل کا حال اس سے بھی برا تھا۔ ان کے پاس بھی صرف ظاہری رہ گیا تھا اور صرف گلشنگوا اور ظاہری علم کی وجہ سے اہل باطن بنے پڑھے تھے۔ تحقیق و ارشاد کی مددوں پر بھی ناہل لوگ قابض تھے اور عوام کو گمراہ کر کے دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے تھے۔ اس سلسلہ میں بڑے بڑے گمراہ کن سلاسل رائج اور جاری ہو چکے تھے جو سب بدعتی اور منافق تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی کتاب "سرالاسرار" میں ان سلاسل کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے جو مندوب رحمۃ اللہ علیہ میں ہیں۔ ہم اس کتاب کی فصل نمبر 23 میں وہیں درج کر رہے ہیں:

❖

اہل تصوف کہلانے والے لوگ بارہ اقسام کے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ سنتی ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کے تمام احوال اور افعال شریعت اور طریقت کی موافقت میں ہوتے ہیں اور وہ اہل سنت والجماعت ہیں جن میں سے بخشش بخیر کسی حساب اور عذاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان میں سے بعض سے آسان سا حساب اور انہیں تحوزہ اساعذاب ہو گا اور وہ جہنم سے نکل کر جنت میں داخل ہوں گے اور وہ کافروں اور منافقوں کی طرح بہیش آگ میں نہیں رہیں گے۔ (اہل سنت والجماعت کے علاوہ) باقی سب بدعتی ہیں جن میں خلویہ، حالیہ، اولیائیہ، شمرانیہ، چنی، حوریہ، ابایہ، منکاسل، مقبلاہ، واقفیہ اور الہامیہ شامل ہیں۔

☆ خلویہ مذہب کے لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ خوبصورت عورت اور امرد (بے ریش ذمہ بارکے) کے بدن کی طرف دیکھنا حلال ہے۔ یہ لوگ رقص کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ (ان کے مذہب میں) یوسف لینا اور گلے لگانا جائز ہے اور یہ (عقیدہ) سراسر کثرہ ہے۔

☆ حالیہ (مذہب) کے لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ رقص اور تالیاں بجانا حلال ہے اور کہتے ہیں کہ مرشد کے لیے ایک حال ایسا بھی ہے کہ اس کے لیے شرعاً تعصیہ نہیں کرتی لیکن یہ بدعت ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہے۔

☆ اولیائیہ (مذہب) کے لوگ کہتے ہیں کہ جب بند و لا یت کے مقام پر ہجتی جاتا ہے تو اس سے تکالیف شرع ساقط ہو جاتی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ دنی سے افضل ہوتا ہے کیونکہ نبی کا علم جبرائیل کے واسطے ہے ہوتا ہے اور دنی کا علم بخیر کسی واسطے کے۔ یہ تاویل ان کی تخطیبے اور اس اعتقاد کے باعث وہ بلاک ہو گئے اور یہ عقیدہ بھی (سراسر) کفر ہے۔

☆ شمرانیہ (مذہب) کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ محبت قدیم ہے جس کے باعث اور ونوایتی ساقط ہو جاتے ہیں۔ (یہ لوگ) دف، ٹھپور اور دوسرے آلات کو حلال سمجھتے ہیں اور عورتوں سے کسی قسم کا فائدہ جائز نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ کافر ہیں اور ان کا خون جائز ہے۔

☆ جیسے (نہب) کے لوگ کہتے ہیں کہ جب بندہ محبت کے درج پر بھی جاتا ہے تو اس سے تکالیف شرعی ساقط ہو جاتی ہیں اور یہ لوگ اپنی شرمگاہوں کو نہیں وہاں پہنچتے۔

☆ حوریہ (نہب) کے لوگ حالیہ (نہب کے لوگوں) کی مانند ہیں لیکن یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جب ان پر حال وارد ہوتا ہے تو یہ حور سے بنداع کرتے ہیں اور جب ہوش میں آتے ہیں تو غسل کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ جماعت بولتے ہیں اور اس (عقیدہ) کے باعث بلاکت میں ہیں۔

☆ ابایحہ (نہب) کے لوگ وہ ہیں جو امر بالمعروف و نهى عن المکر کو ترک کرتے ہیں۔ حرام کو حلال اور خورتوں کو (اپنے لیے) ہر طرح سے جائز سمجھتے ہیں۔

☆ مذکوہ سلسلہ نہب کے لوگ کرب کو ترک کرتے اور ہر دروازے پر جا کر سوال کرتے ہیں۔ غالباً ہر طور پر تو یہ ترک دنیا کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اپنے اسی دعویٰ کے باعث یہ لوگ بلاکت کے گڑھ میں ہیں۔

☆ متجابله (نہب کے لوگ) وہ ہیں جو فاسقین والا بس پہنچتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ و تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الظُّنُنِ هَلَمْوًا فَلَمَسْكُمُ النَّارَ﴾ (سورة صور، 113)

ترجمہ: خالموں کی طرف میں جوں نہ رکھو ورنہ (جہنم کی) آگ تمہیں چھوٹے گی۔

حضرت علیہ الحمد والسلام نے فرمایا:

﴿مَنْ تَقْبِيَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ﴾

ترجمہ: جس نے کسی قوم کی مشاہدہ اختیار کی وہ اُنہی میں سے ہے۔

☆ واقفیہ (نہب) والے وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ غیر اللہ اللہ کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا اسی لیے انہوں نے معرفت کی طلب ترک کر دی اور اسی جماعت کی بنا پر وہ بلاک ہو گئے۔

☆ الہامیہ (نہب کے لوگ) وہ ہیں جو علم کو ترک کرتے ہیں اور تدریس سے منع کرتے ہیں۔ حکما کی متابعت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن حیات ہے اور اشعار طریقت کا قرآن ہیں۔ اسی عقیدے کے باعث وہ قرآن ترک کرتے ہیں اور اپنی اولاد کو بھی (یعنی) سکھاتے ہیں۔ یہ لوگ ورد (ذکر) ترک کرتے ہیں اور اس کے باعث بلاک ہو گئے۔

فتاہ میں اہل سنّت والجماعات کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کے باعث اہل جنہاً (اہل محبت) تھے اور وہ جنہاً پے بعد میں منتشر ہو کر طریقت کے مشائخ تک پہنچے جو کشیر سلاسل میں تقسیم ہو گئے۔ یہاں تک کہ اکثر سلاسل کمزور ہو کر ختم ہو گئے اور باقی رسمی طور پر بے معنی مشائخ کی صورت میں رہ گئے جن سے اہل بدعت کے گروہ پیدا ہو گئے جن میں سے بعض نے خود کو قلندری، بعض نے حیدری، بعض نے اوسمیہ سلسلہ سے اور بعض نے دیگر مسلمانوں سے منسوب کر لیا جن کی شرح طویل ہے۔ اہل فقہ اور صاحب ارشاد اس زمانے میں قلیل سے بھی کم ہیں۔ شاہدین، فقہا کو ان کے ظاہری میں حق سے اور صاحبان ارشاد کو ان کے باطن سے جانتے ہیں۔ اہل

ظاہر شریعت اور امر و حکم پر متعلق ہوتے ہیں جو کسی سے پوچھ دئیں۔ اہل باطن کو سلوک کا مشاہدہ بصیرت سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ مقتدی (مام) یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے ہیں۔ پھر ان کا سلوک (ان کے اہر) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بن جاتا ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت ہے، چاہے وہ روحانیت محل کے اعتبار سے جسمانی ہو یا روحانی کہ شیطان ان (حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت) کی مثل نہیں ہن سکتا۔ اور اس میں مریدین کے لیے ایک اشارہ ہے کہ وہ راوی سلوک پر اندھے ہیں جن کرنہ چاہیں اور یہ (اشارات) ان (جن بھائی) میں تمیز کرنے کے لیے وقیع علامات ہیں جن کا ادراک ان کے اہل کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ (جز الارض، ص 23)

آپ نے سیدنا غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریر سے اندازہ لگایا ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے وقت حالات کیا ہوں گے۔ اس گمراہ اور پرفتن دور میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ حبی الدین عبد القادر جیلانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امام الاولیاء کر بھیجا جنہوں نے ان تمام گمراہ بالحق سلاسل اور ظاہری مسالک کا خاتم کیا اور یوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے چلے آ رہے تمام سلاسل آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک میں مجمع ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خدا علان فرمادیا:

❖ قَدْ جِئْتُ هَذِهِ عَلَى رَقْبَةِ كُلِّ وَلَيِّ النَّوْ

ترجمہ: میرا یہ قدم تمام اولیا کی گردان پر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چار سلاسل جاری ہوئے: قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی۔ سلسلہ قادریہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا سلسلہ ہے جبکہ حضرت محبین الدین چشتی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عین حیات میں غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور فیض حاصل کر کے با ترتیب اپنے اپنے سلاسل یعنی سلسلہ چشتی اور سلسلہ سہروردی کی نئے سرے سے بنیاد رکھی۔ سبیں وجہ ہے کہ آج انہیں ہی اپنے سلسلہ کا بانی کہا جاتا ہے۔ سلسلہ نقشبندی کا آغاز یوں تھا حضرت ابو بکر صدیق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوتا ہے جنہوں نے اس سلسلہ کو عروج بخشادہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے حضرت سید امیر کمال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی ذات کا سبق حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تاریخ سال امام اللہ ذات قلب پر قش کرتے رہے مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ ایک روز اس کوشش میں اتنے وارفتہ ہوئے کہ جنگل کی طرف نکل گئے، وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے پوچھا "اے بہاؤ الدین! کیا کر رہے ہو؟" جواب دیا "قلب روشن نہیں ہو رہا اس لیے بے حد پریشان ہوں۔" انہوں نے کہا "تصور اس ذات کیا کرو۔" عرض کی "سولہ سال سے اسی کوشش میں ہوں مگر کامیابی نہیں ہو رہی۔" حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا "جاو جا کر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار پر عرض کرو، کام ہن جانے گا۔" چنانچہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزار غوث الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو کر اتنا کہی:

❖ یا وغیر عالم دتم مرا مگر دتم چنان مگر کے گوندست وغیر

ترجمہ: اے جہاں بھر کی وغیری کرنے والے! میری بھری وغیری فرمائیں اور اس شان سے وغیری فرمائیں جس کی بنا پر آپ کو وغیر کہا جاتا

ہے۔

اس پر سیدنا غوث العظیم شیخ عبدالقدیر جیلانی ہبھوتے اپنادا میں ہاتھا سم اللہ ذات کی گل میں ہزار بارک سے بھال کر فرمایا:

﴿ اے نقشبند عالم! نقشم ما پ بند نقشم چنل پ بند کہ گوندت نقشبند ﴾

ترجمہ: اے نقشبند عالم امیرے والائخش (ام ذات) جما اور ایسا ہما کہ رہتی دنیا تک لوگ تجھے نقشبند کے نام سے یاد کریں۔

اس کے ساتھ ہی حضرت بہاؤ الدین نقشبند ہبھوتے دل پر اسی ذات نقش ہو گیا اور آپ پکارائے:

﴿ بادشاہ ہر دو عالم، شاہ عبدالقدیر است سرور اولاد آدم، شاہ عبدالقدیر است ﴾

بر زمین و آسمان، جن و بشر ہم قدسیان ساخت در وزبان ہم، شاہ عبدالقدیر است

ترجمہ: دو جہانوں، اولاد آدم، زمین و آسمان کے تمام انسانوں، جنوں، فرشتوں اور تمام مخلوق کے بادشاہ و راجہنا حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی ہیں اور ہر ایک کی زبان پر آپ کا ہی ذکر ہے۔ (مکاتبات مادر فتحیہ اللہ قادر پوری۔ صفحہ 49 صفحہ 209)

آپ نے بھی از سر نوا پس سلسلہ کو منظہم کیا اور یہ سلسلہ آپ کے لقب سے ہی نقشبند یہ مشہور ہو گیا اور آج آپ کو ہی اس کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ لہذا حضرت بہاؤ الدین نقشبند ہبھوتے کو بھی فیض سیدنا غوث العظیم ہبھوتے ملابک قیامت تک فیض تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی مل گا لیکن ملے گا سیدنا غوث العظیم ہبھوتے کے وسط سے۔ یہ حقیقت ہے کہ جب تک سیدنا غوث العظیم حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی ہبھوتے کی منحوری حاصل نہ ہو تب تک کوئی ولی نہیں بن سکتا اور نہیں کوئی تھین و ارشاد کی مندرجہ فرمان ہو سکتا ہے۔

﴿ غوث العظیم در میان اولیا چون محمد در میان انبیا ﴾

یوں تو ہر طالب کے نزدیک اس کا سلسلہ اعلیٰ و اولیٰ ہوتا ہے لیکن قادری طریقہ کے منسلکین نے ہمیشہ قادری طریقہ کی برتری کا ہموئی زیادہ شد و مدد سے کیا ہے۔ اس کی حقیقت کچھ بھی ہو لیکن دو ہاتوں سے انکار ممکن نہیں، اول یہ کہ ہندوستان میں جن چار سلسلوں قادریہ، پشتی، سرور و یہاں اور نقشبندیہ کو تمام اولیا پر فضیلت حاصل ہے اسی طرح ان کے سلسلہ قادریہ کو دیگر سلسلہ پر فضیلت حاصل ہے۔ دوم یہ کہ آپ کے سلسلہ قادری کو "فتر" جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فخر ہے، کی بدولت بھی تمام سلاسل پر فضیلت حاصل ہے۔ فقر سے مراد دیدار الہی اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کی نعمت ہے جو کسی اور سلسلہ میں نہیں مل سکتی۔

سیدنا غوث العظیم ہبھوتے کا فیض روحانی لامحدود ہے۔ اس کے بارے میں آپ ہبھوتے کا فرمان ہے:

﴿ افْلَكْ هُنُوْشَ الْأَوْلَيْنَ وَ هُنْسَّا أَبْدَا عَلَى فَلَكِ الْعُلَى لَا تَغُرْبُ ﴾

ترجمہ: پیلوں کے آفتاب و شب گئے لیکن ہمارا آفتاب بلند ہوں کے آسمان پر بیسہر ہے گا اور بھی غروب نہ ہو گا۔

آنکاب سے مراد فیضان ہدایت و ارشاد ہے اور غروب ہونے سے مراد اس فیض کا بند ہوتا ہے جو کبھی نہ ہوگا۔

بعد میں آنے والوں نے آپ ﷺ کے اس دعویٰ کی تصدیق کی ہے اور وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی روحانی قوت کے تصرف اور اثر کا اقرار کیا ہے۔ یہاں ہم صرف دو حوالوں پر اتفاق کرتے ہیں جو شہرہ آفاق محدث و مفتک حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتب سے لیے گئے ہیں۔

شاہ صاحب بیہی نے "معات" میں جو ایک حافظ سے تصوف کی تاریخ ہے، یوس بیان فرمایا ہے:

﴿ حضرت علیؓؑ کے بعد اولیاً کرام اور اصحاب طریقت کا سلسلہ چتا ہے۔ ان میں سے سب سے زیاد قویٰ الاشیز رُگ جنہوں نے راوی جذب کو باحسن وجوہ طے کر کے نسبت اویسؓؑ کی اصل کی طرف رجوع کیا اور اس میں نہایت کامیابی سے قدم رکھا، وہ شیخ عبدالقدار جیلانیؓؑ کی ذات گرامی ہے۔ اسی بنا پر آپ ﷺ کے متعلق کہا گیا ہے کہ موصوف اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔ (معات) ﴾

اسی طرح "تحیمات" میں حضرت شیخ عبدالقدار جیلانیؓؑ کے بارے میں اپنا کشف اس طرح بیان کرتے ہیں:

﴿ إِنَّ الْقَيْنُونَ عَبْدَ الْقَادِيرِ لَهُ شَعْبَةٌ مِّنْ تَزْيَانِ فِي الْعَالَمِ وَ ذَلِكَ إِنَّهُ لَهَا تَمَاثُ صَارُّ تَهْبِيَّةَ الْهَلَّا الْأَعْلَى وَ اَنْظَبَعَ فِيَهُ الْوُجُودُ الشَّارِقُونَ كُلُّهُمْ ﴾

ترجمہ: حضرت شیخ عبدالقدار جیلانیؓؑ کے پرد جہان کو فیض پہنچانے کا شعبہ ہے۔ اسی لیے جب ان کا وصال ہوا تو ان کی روح ملائکی کی صورت اختیار کر گئی اور ان کا وجود تمام جہاں کے لیے فیض رسماں بن گیا۔ (تحیمات)

شانِ غوث الاعظم اور حضرت سلطان باحثو بیہیہ



سلسلہ سروری قادری کے عالی مرتبہ برگ حضرت سلطان باحثو بیہیہ جنہیں سلطان الفقر چشم، سید الکوئینین اور سلطان العارفین کا بلند مرتبہ حاصل ہے، نے اپنی کتب میں جا بجا سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقدار جیلانیؓؑ کی تعریف اور ان کے سلسلہ قادری کی عظمت و رفتہ کو بیان کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

﴿ طالبِ مولیٰ پیشو اپنی راہ ہے اور طلبِ دنیا بے چیز گراہ ہے۔ جو بیرونِ میدان شہسوار ہے اور اپنے مریدوں کو معرفت کر دگا رجشا ہے وہ ہوشیار ہے، اسی کے مرید لا تیق دیدار پر ودگار ہیں۔ پیر ہوتا ہیسا ہو کہ جیسے میرے پیر شاہِ الحدیث سلطان عبدالقدار جیلانیؓؑ ہیں جو روزانہ ہزار مریدوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری بخشنے ہیں اور وہاں سے انہیں سات سات مراتب دلواتے ہیں اور انہیں توحید باری تعالیٰ میں غرق کر کے اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہے ہیں۔ ان کے مرید غوث و قطب سے سبقت لے جاتے ہیں۔ إِنَّ أَوْلَيَّاَهُ اللَّهُ لَا يَمْنُونَ (وَكَفَلَ أَوْلَى اللَّهِ مِنْهُمْ) کا مصدقان بن کروہ مرتبہ نہیں اور نہ وہ کہنی دنیا کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

﴿ سُكِّ درگاہِ میراں شو چوں خواتی قریبِ ربانی کہ بر شیراں شرفِ داروں سُکِّ درگاہِ جیلانیؓؑ ﴾

ترجمہ: اگر تو قربِ بُنا نی کا طلبگار ہے تو درگاہِ میراں جو بُنا کا نہ جا کر ان کی درگاہ کے کٹوں کو شیر وں پر برتری حاصل ہے۔ (مکتوبات)

جس نے بھی غوثیت و قطبیت، درویشی و فقیری و اولیائی اور ولایت وہدایت کی دولت و نعمت و سعادت پائی سیدنا غوث الاعظم (علیہ السلام) کی بارگاہ سے پائی کیونکہ دونوں جہان کی چابی آپ بیٹھا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ جو آپ بیٹھا کامنگر ہوا وہ دونوں جہان میں مردو دہو کرا ملیں خبیث کی طرح پریشان ہوا۔ ہر مومن بندو خدا جو حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا امتی ہے یا امتی تھا یا غوث و قطب ولی اللہ ہے حضور غوث پاک کا مرید ہے۔ ان میں سے کوئی بھی حضور غوث پاک کی مریدی سے باہر نہیں۔ جو ان کی مریدی سے انحراف کرتا ہے وہ معرفت مولیٰ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے مراتب سلب ہو جاتے ہیں کیونکہ آپ کا خطاب ہی غوث التقیین و غوث الجن و الانس والملائکہ ہے۔ علّمکے لیے تو یہ اشارات و بشارت ہی کافی ہے کہ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے اپنا قدم مبارک آپ کی گروں پر رکھا اور تمام ارادوں فقراءِ فنا فی اللہ کی گردان پر حضرت مجی الدین شاہ عبدالقدار جیلانی سیف اللہ تعالیٰ غوث الجن و الانس والملائکہ کا قدم مبارک ہے۔ آپ کے بیٹے نے آپ سے عرض کی "آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔" آپ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کو لازم پڑا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈر دنے ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کوئی غرض رکھو، اپنی تمام حاجات کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دو کہ تمام فحیس اسی کے پاس ہیں۔ اس کے سوا کسی پر محروم نہ کرو، سب کچھ اسی سے مانگو، کسی کو اس کا شریک مت محیر ہو اور اپنی نظر اس کی توحید پر رکھو کہ اس کی توحید ہر چیز کو محیط ہے۔" آپ نے مرید فرمایا "میرے تمہارے اور تمام طفل کے درمیان اتنا بعد ہے کہ جتنا زیاد ہے وہ درمیان کے درمیان ہے لہذا مجھ کو کسی پر قیاس مت کرو اور نہ ہی کسی کو مجھ پر قیاس کرو۔" (مکتوبات کاں)

جس طرح حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام ختم الانبیا ہیں اسی طرح حضرت پیر دیکھیر شاہ محبی اللہ ہیں بیان زندہ جان و فور دین و صاحب حق ایقین عارف بالله و حتم الاولیاء و حتم افقر اور حتم المعرفت و حتم الولایت و حتم الہدایت و حتم الحنایت ہیں۔ آپ فائض برکاتِ تعالیٰ برکاتِ تعالیٰ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کے وزیر اور صاحب حضور ہیں۔ آپ بیٹھا کلید دو جہان ہیں اور ظاہر باطن میں دونوں جہان پر تصرف رکھتے ہیں۔ جو آدمی حیات و ممات میں ان جیسے مراتب کا دعویٰ کرتا ہے وہ جھوٹا کذاب ہے کہ میرے پیر شاہ محبی اللہ ہیں دنیا و آخرت دونوں جہان میں زندہ جان ہیں۔ وہ بھری جان ہیں بلکہ زدیک از جان ہیں۔ جو مرید اپنے پیر کو اپنی جان سے عزیز تر و قریب تر نہیں جانتا اسے مرید نہیں کہا جا سکتا، وہ محض پریشان ہے۔ حضرت پیر دیکھیر کا قدم شریعت پر ہے۔ شریعت ایک حرف ہے اور آپ کا شرف اسی حرف سے ہے۔ وہ حرف یسوع بن انسان الرَّجِیْعَ کا بُ ہے۔ جان لے کر بُناۓ اسلام ہے جس پر تمام مسلمانی استوار ہے۔ حضرت پیر دیکھیر کی کلید تصرفِ ابد الابد تک قائم ہے۔ آپ کے مرید عارف بالله اور صاحب کلید ہیں کہ قادری طریقے میں تلقید نہیں ہے۔ آپ کے مرید معیتِ حق تعالیٰ میں دائم صاحب استغراق عارف بالله ہیں۔ کوئی دوسرا خانوادہ و طریقہ قادری طریقے کی ابتداء کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر کوئی اس کا دعویٰ کرے تو وہ باطن کا کھونا اولاد فرون ہے۔ (مکتوبات)

تمکات قدرت بھائی کی بدولت عارف بالله محبوب ربانی پیر دیکھیر حضرت شاہ عبدالقدار جیلانی قدس سرہ العزیز اپنے دو رحیمات میں

ہر روز پانچ ہزار طالبیوں و مریدوں کو نظر و شرک سے نجات دلا کر فیض سے نوازتے رہے جن میں سے تین ہزار کو حضوری سے مشرف کر کے وحداتیت اللہ کے مشاہدات میں غرق کرتے رہے کہ ہر تین ہزار کو مرابتہ إذا قَدْ أَفْقَرْتُهُمْ اللَّهُ بِرَبِّنَجَاوَيْتَهُ اور دو ہزار کو مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل فرماتے۔ اس طریقے میں مرشد کامل باطنی توجہ اور اسم اللہ ذات مکمل طیب کے حاضرات اور ذکر کی ضرب سے حضوری عطا کرتا ہے۔ ذوق، حافظت، تصور اور تصرف کا یہ فیض طریقہ قادری میں سلسلہ در سلسلہ چلا آ رہا ہے اور قیامت تک نہ رکے گا۔ آفتاب کی مثل اس کی روشنی ہر دو جہان پر پھیتی اور اسے فیض یا ب کرنی رہے گی۔ (کعبہ التجدید کا ان)

❖ معرفت نظر، فنا، اقا، باطن صفا اور حقائق حق کی حقیقت کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو خود کو باطل سے نکال کر حق تک پہنچ چکا ہو۔ مگر ہزار اس ہزار طالبیوں اور مرشدوں میں سے کوئی ایک ایسا جامع سروری قادری ہوتا ہے جو وحدت اللہ جل شانہ میں دائیٰ خود پر غرق، مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ملزم اور حضرت شاہ عبدالقدار جیلانی کا تلامیم ہو۔ (کعبہ التجدید کا ان)

❖ حضرت پیر دیکھیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مادر زادوی تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود دست بیعت فرمایا۔ جب آپ ظاہری دست بیعت کرنے کے لیے کسی مرشد کی خلاف میں نکتہ اور مرشدوں کو طلب ناقص میں جتنا پائے تو اپنی باطنی توجہ سے انکی مقام طلب سے نکال کر مرشدی کے انتہائی مرتبہ پر پہنچا دیتے۔ مگر مرشد طالبیوں و مریدوں میں یہیں حضرت پیر دیکھیر طالبیوں کو منصب و مرتبہ مرشدی سے سرفراز فرمادیتے۔ تمام پیر و مرشد حضرت پیر دیکھیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طالب و مرید ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو بھی اپنے مرتبہ کے برابر نہ پایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے:

الآن کتنا تکان

ترجمہ: جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب ہے۔ (تو راہبی کا ان)

عظمت سلسلہ قادری اور حضرت سلطان باہو

سلطان العارفین حضرت سلطان باہو پیر سلسلہ قادری کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ اگر تو عاقل ہو شیار ہے تو من! اگر غافل ہے تو اپنے کافوں سے غفلت کی روئی باہر نکال دے، اگر عامل ہے تو احتساب کر، اگر کامل ہے تو مشاہدہ کر اور یہ نصیحت جو تھے بیان کی ہے اسے بھیٹھ پا درکھ۔ جان لے کر طریقہ قادری وہ راہ ہے جس میں حضرت شیخ گنجی الدین شاہ عبدالقدار جیلانی قدس سرہ العزیز اسرار الہی کے خزانے عطا کرتے ہیں اور ناقصوں کے وجود سے ریاست کا بو جھا نکھالیتے ہیں۔ قادری طریقہ تیز و حارہ تھی

تو اکی مانند ہے۔ جو شخص حضرت پیر دیکھیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طالب یا مرید سے دشمنی رکھتا ہے اس کا سرگردان سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ اگر حضرت پیر دیکھیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طالب مرید فرزند صالح ہو تو وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آسمیں میں رہتا ہے اور اگر طالب ہو تو آپ رضی اللہ

تعالیٰ عن اس کی آسمین میں رہتے ہیں۔ اگر کوئی حضرت پیر دشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طالب مرید فرزندوں کو تکلیف پہنچاتا ہے تو آپ آستین جھاڑ کر آزاد بندہ کی سات پشوتوں کو برپا کر دیتے ہیں۔ (اوراہدی کتاب)

ہر طریقہ خرق پوش ہے لیکن طریقہ قادری محبت و معرفت و توحید الہی کا دریا نوش ہے۔ ویگھر طریقہ میں سجادگی ہے لیکن طریقہ قادری میں مقام فقائی اللہ اور نبی سے آزادی ہے۔ ویگھر طریقہ میں قائم مقام اور جائشیں بنایا جاتا ہے لیکن طریقہ قادری میں معرفت و بدایت سے فقر کی اجتناب کرنے کا شکار ہے۔ ہر طریقہ میں جب و مختار ہے لیکن طریقہ قادری میں جمالی یا رکا مشاہدہ، حضوری اور شرف دیدار ہے۔ ویگھر طریقہ میں ورد و نظائف کی مشکتوں میں الجھایا جاتا ہے لیکن طریقہ قادری میں نفس کو ذمہ کر کے طالب کو وحدت میں غرق کر دیا جاتا ہے۔ ہر طریقہ میں تخلیدی طور پر جام کی طرح قیمتی سے طالب مرید کے بال کاٹے جاتے ہیں لیکن قادری طریقہ میں وجہ کے ذریعہ طالب کو میں ہمین مشاہدہ عطا کر کے مطلق توحید تک پہنچادیا جاتا ہے۔

ہر طریقہ مغلس و بر در سوال	قادری صاحب غنایت با وصال
من قادریم حاضریم با خدا	خالبان را میناهم مصطفیٰ

ترجمہ: ویگھر طریقہ کا بیرونی و کار (باطنی بطور پر) مغلس اور در در کا سوال ہے لیکن قادری طالب صاحب غنایت اور با وصال ہوتا ہے۔ میں حضوری خدا سے مشرف قادری فقیر ہوں اور طالبوں کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ دکھاتا ہوں۔

فقیر نے جو کچھ کہا ہے حساب سے کہا ہے نہ کہ حدس سے۔ (اوراہدی کتاب)

❖ دانہ بن اور آگاہ ہو جا کیونکہ زن مرید ہی اور مرشد اہل تقلید جو مشتمل تجام مریدوں کے بال کاٹتے ہیں بے شمار ہیں۔ مرشد کو قادری فقیر کی طرح ہونا چاہیے جو ایک ہی نظر میں طالب کو حضوری پختش کر عارف لکھار بنا دیتا ہے اور اس کے دل سے دنیا بینہ مردار کی محبت کی مجاہست کو کامل دیتا ہے۔ (اوراہدی کتاب)

❖ جان لے کر طریقہ قادری بادشاہ ہے اور دیگر تمام طریقے اس کی رعیت ہیں یا مثل فرمایہ در اس کے حکم کے تحت ہیں۔ طریقت اور سلوک کی ہر راوی کی پیشووار یا یا خاست ہے لیکن کامل قادری را وہ میں روز اول ہی دیدار و حضوری انوار اور قرب الہی کا شرف ہے۔ ایات:

سہروردی زان فقر آگاہ نیت	نقشبندی را ز فرش را نیت
--------------------------	-------------------------

خواجہ چشتی ریاضت را ہبر	بہر دنیا عز و جاه و سکم و زر
-------------------------	------------------------------

ابتدائے قادری را شد لقا	اجتنائے قادری با مصطفیٰ
-------------------------	-------------------------

ترجمہ: سلسلہ سہروردی اور نقشبندی را فخر سے ہا کل آگاہ نہیں اور چشتی سلسلہ میں را ہبڑا یا خاست ہے جس کا مقصد محض دنیا وی سیم وزرا اور عزت و جاہ کو پتا ہے۔ قادری سلسلہ کی ابتداء دیدار اہلی ہے اور اجتناب مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے:

﴿مَنْ سَكَنَ عَنِ الْحَكْمَةِ الْحُكْمُ فَهُوَ شَيْطَانٌ أَخْرَى﴾

ترجمہ: جو شخص حق بات کتبے سے خاموش رہا وہ گوناگون شیطان ہے۔

فقرہ نے جو کچھ بھی کہا وہ حساب سے کہا نہ کہ صد سے۔ (نو راہبی کا ان)

❖ اے جان غریز عقل و حکمت سے کام لے۔ راہ فخر و معرفت میں وہ قدم رکھے جو طریقت کی ابتداء انجمن سے واقف ہو اور پسے جھوٹے مرشد کی پرکھ کرنے کی توفیق رکھتا ہو۔ توفیق بھی چار قسم کی ہے: اول توفیق علم ہے جس کا عقل انسانی شعور سے ہے۔ دوم توفیق تصور اسم اللہ ذات ہے جس سے اہل حضور اول اللہ کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ سوم توفیق تہذیق جو ذکر قلبی کے انوار و تجلیات میں غرق ہو کر شرف دیدار ہونے سے حاصل ہوتی ہے اور باطن کو محصور کر دیتی ہے۔ چہارم توفیق تصور بالصرف ہے جس سے نفس فنا اور روح کو بتا حاصل ہو جاتی ہے اور طالب عارف خدا ہن کر انہی کی نظر میں منحصر ہو جاتا ہے۔ طریقت قادری کے مرشد کامل کے لیے فرض عین ہے کہ وہ بذریعہ تلقین طالب کو توفیق کے ان چاروں مراتب سے ضرور نوازے۔ (نو راہبی کا ان)

❖ جان لے کر دیگر ہر طریقے میں رنج کشی کی آفات ہیں لیکن طریقت قادری میں طالب کو پہلے ہی روز تصور ذات کے ذریعہ فی ان اللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ قادری سلسلہ آفتاب کی مانند ہے اور دیگر تمام سلاسل اس کے مقابل چائغ کی مثل ہیں۔ (نو راہبی کا ان)

❖ جان لے کر دیگر ہر طریقے میں طالب مرید کو ذکر قلب اور مراقبوں کے ذریعے کوشش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور مرشد کو توجہ باطنی کے لیے کشش کی حاجت ہوتی ہے لیکن طریقت قادری میں نہ کوشش کی احتیاج ہے نہ کشش کی۔ مرشد طالب کو تصور اسم اللہ ذات سے ایک ہی توجہ کے ساتھ حضوری میں پہنچا دیتا ہے۔ ایمیات:

﴿نَيْتَ كَشْشَ وَ نَيْتَ كَوْشَشَ ثُوابَ	غَرَقٌ فِي التَّوْحِيدِ فِي اللَّهِ لِيْ جَنَابَ
رَفَتَ نَفْسٍ وَ قَلْبٍ وَ رُوحٍ وَ هَمٍ هُوَا	غَرَقٌ فِي التَّوْحِيدِ يَنْمِ روَ خَدا

ترجمہ: قادری سلسلے میں نہ کشش کی ضرورت ہے نہ ثواب کے لیے کوشش کی۔ طالب بس غرق فی التوحید ہو کر اللہ کا بے جواب دیدار کرتا ہے۔ میں نفس و قلب و روح و ہم ہوں غرق فی التوحید یعنی رو خدا کا۔ (نو راہبی کا ان)

❖ کسی خانوادہ (سلسلہ) کی ابتداء تا قادری طریقے کی ابتداء تک بھی نہیں پہنچ سکتی خواہ تمام عمر ریاضت میں سرگردان رہے۔ قادری کی ابتداء لامکان اور فنا فی اللہ ہوتا ہے اور قادری کی ابتداء لامکان اور بقا باللہ ہوتا ہے۔ جو شخص فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مرتب پر نہیں پہنچا اسے نہ ابتداء حاصل ہے نہ ابتداء بلکہ وہ نفس کے تابع اور حس و ہوا میں جتنا ہے۔ سالہ سال کی ریاضت سے بہتر ہے مشاہدہ و صالح میں ایک دم مستغرق رہتا۔ (توفیق احمدیات)

❖ جان لو کر ہر طریقہ ظاہری و باطنی اعمال میں مصروف ہے لیکن قادری طریقہ میں ظاہری و باطنی اعمال قرب، معرفت، إلَّا اللَّهُ اول مجلس

محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری اور وصال پر بھی ہوتے ہیں۔ اس طریقے میں طالب کو ظاہری مراتب (مرشد کے) ظاہر سے ملتے ہیں اور قلب کے قلب سے روح کے روح سے، سر کے سر سے، مشاہدہ کے مشاہدہ سے، معرفت کے معرفت سے، نور کے نور سے قرب کے قرب سے، جمیعت کے جمیعت سے اور حضوری کے مراتب حضوری سے ملتے ہیں۔ یہ مراتب قادری طالبوں اور مریدوں کے لیے توحید نک پہنچ کی گلیڈ ہیں کہ ان کے ہاتھ میں جاؤانی گلیڈ (سروری قادری مرشد) ہے۔ قادری طالب تلقید سے ہرار بار استغفار کرتا ہے کیونکہ مقلد اور تلقیدی دونوں طریقے قادری میں نہیں آ سکتے کہ جیزوں کی کہاں محال کرو شہزاد کے زندگی میں۔ (کاہلۃ التوحید کا حکایت)

❖ قادری طالب مرید کے مراتب کسی دوسرے سلسلے والے ہرگز سلب نہیں کر سکتے کیونکہ قادری طالب مرید و مگر ہر طریقے پر غالب ہوتا ہے اور طریقۂ قادری اور فقرۂ قادری امر یا خداوندی میں سے ایک امر ہے اور اللہ تعالیٰ کا امر ہر چیز پر غالب ہے۔ ارشاد یا ری تعالیٰ ہے:

وَاللَّهُ شَاهِدٌ عَلَى أَمْرِهِ (سُورَةُ يُونُسُ - ۲۱) ◆

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اپنے امریں غائب ہے۔ (نور الدین کاں)

* هر کی بہر از گدائی در طلب قادری غالب بود با قرب رب
هر طریقہ می بود مثل چران وز آفتابش قادری صد نبور داغ
تر جس دیگر ہر طریقہ قادری مسلسلے کے درکا گدا ہے اور قادری سلسلہ قرب رب کے انتہائی مقام کی بدولت سب پر غالب ہے۔ ہر طریقہ چران کی
مثل ہے اور قادری طریقہ ایسا آفتاب ہے جس کے سامنے یستکتروں بخوار بھی شرمندہ ہیں۔ (اور الہمی کاں)

❖ جان لے کر عالم فاضل، بیخ و مشاگ، غوث و قطب اور فقیر و درویش کا مرتبہ حاصل کرنا آسان کام ہے لیکن حقیقی مومن و مسلمان ہونا اپنیاں دشوار ہے۔ طریقہ قدری کا خالب حقیقی مومن و مسلمان، صاحب سنت و جماعت، چاروں اصحاب کمار رضی اللہ عنہم اور پاک نعمتی مدحہب کا پیغمبر و کار، سلطن میں مست اور شریعت میں ہوشار ہوتا ہے۔ (نویں الہی کا ان)

جان لے کر طریقہ قادری ہر طریقہ پر قادر اور قوی ہے کیونکہ قادری کی ابتداء کو تمام طریقوں کی انتہا پر فتح حاصل ہے۔ (معنی الاسرار) *

کسی بھی دوسرے طریقہ والا خواہ تمام ہمراپن جان کو یا ضت اور مجیدہ میں خرف کر دے پھر بھی وہ قادری طریقہ کے اولیٰ مرتبہ کو کمی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ قادری کے لیے اس کا کھانا مجیدہ اور اس کا سونا مشاہدہ ہے۔ قادری طریقہ پر چلنے والوں کے لیے بھوک اور سیری، سونا اور جاگنا، مستی اور ہوشیاری، بونا اور خاموشی اختیار کرنا برادر ہیں۔ مخلوق بمحضی ہے کہ وہ ان سے بات کر رہے ہیں لیکن وہ اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شاہ حق الدین جیلانی قدس سرہ العزیز سے بات کر رہے ہوئے ہیں۔ وہ روئی اس جہان کی کھاتے ہیں لیکن کام اُس جہان کے کرتے ہیں۔ ان کی نظر، توجہ، گمان اور خیال، ہمیشہ وصال حضور کی طرف ہی ہوتے ہیں۔ پس ان کی حقیقت کو کوئی اندرھا اور پریشان حال شخص کیسے جان اور پہچان سکتا ہے۔ طریقہ قادری اختیار کرنے والے دونوں جہانوں پر امیر ہوتے ہیں کیونکہ وہ حقیقت میں تصور اسم اللہ سے فتنی اللہ عارف بالشدائد (کے مراجع تک پہنچ ہوئے) ہوتے ہیں۔ اس مرتبہ کے قادری کو زیر شیر، بادشاہ اور صاحب راز کہتے ہیں۔ (معنی الاسرار)

تمام سلاسل چراغ کی مانند ہیں ہے نفسانی، شیطانی، دنیاوی آفتوں اور باؤں کی ہوا بھاگتی ہے۔ لیکن سلسلہ قادریاً قتاب کی مانند ہے کیونکہ اسے مخالف ہواؤں کا ذریبیں۔ چراغ کی کیا مجال کر آفتاب کے سامنے چکے۔ (امراۃ قادری)

سلسلہ سروری قادری

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان بالخط ہبھی قادری سلسلہ کی دو شاخوں کا ذکر فرماتے ہیں، سروری قادری اور زادبی قادری۔ آپ ہبھی سروری قادری ہیں اور آپ ہبھی سے ہی سلسلہ سروری قادری کو رضیم میں عروج حاصل ہوا۔ آپ ہبھی سروری قادری کو ہی کامل قادری یا اصل قادری سلسلہ تعلیم کرتے ہیں۔ آپ ہبھی فرماتے ہیں:

طریقہ قادری بھی دو طرح کا ہے، ایک سروری قادری و سرزا زادبی قادری۔ صاحب تصور سروری قادری (مرشد) اسم اللہ ذات کے حاضرات سے طالب مولیٰ کو تعلیم و تلقین سے نوازتا ہے توہڑا اول ہی اس کا مرتب اپنے مرجب کے برابر کر دیتا ہے جس سے طالب لا بحث اور بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اس کی نظر حق پر رہتی ہے اور اس کی نظر میں سونا اور منی برابر ہو جاتے ہیں۔ دوسرا طریقہ زادبی قادری ہے جس میں طالب بارہ سال تک ایسی ریاضت کرتا ہے کہ اس کے پہیت میں کھانا تک فہیں جاتا۔ بارہ سال کے بعد حضرت پیر وغیرہ نظر فرماتے ہیں اور اسے سالک مجدوب یا مجزوب سالک کے مرتبہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ سروری قادری مجبویت کا مرتبہ ہے۔ (کعبہ التوجیہ بخاری)

زمان اور لامکان پر قدرت رکھنے والا طریقہ قادری ہے۔ سلسلہ قادری و حکم کا ہے۔ ایک زادبی قادری اور دوسرا سروری قادری۔ سروری قادری کیا ہے اور زادبی قادری کے کہتے ہیں؟ سروری قادری سلسلہ وہ ہے جس کے ذریعے یہ فقیر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله وسلم کی حضوری سے مشرف ہوا، انہوں نے اس فقیر کو اپنے دست اقدس پر بیعت فرمایا اور مسکرا کر فرمایا کہ غلق خدا کی رہنمائی میں بہت کرو۔ تلقین کے بعد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آله وسلم نے اس فقیر کو حضرت پیر وغیرہ شاہ مجددی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پرورد فرمادیا۔ حضرت پیر وغیرہ شاہ مجددی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بھی سرفراز فرمادی (ملحق خدا کو) تلقین کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ان کی نگاہ کرم سے میں نے جس طالب مولیٰ کو بھی ظاہر و باطن میں بزرگ اسم اللہ ذات اور اسم محمد صلی اللہ علیہ و آله وسلم کی راہ و کھلائی اسے ذکر اور مشقت میں ذائقے بغیر مجلس محمدی صلی اللہ علیہ و آله وسلم میں پہنچا دیا۔ پھر ان طالبان مولیٰ نے جدھر بھی دیکھا اجیس اسم اللہ ذات ای نظر آیا اور ان کے سامنے کوئی تجاپ اور پردہ باقی نہ رہا۔ سروری قادری را وغیرہ ہے اور کم جو حوصلہ نہیں ہے۔ بعض لوگوں (دیگر سلاسل کے ہاتھ مرشدوں) نے طالبان مولیٰ کو اسم اللہ کے اثرات کی تپش سے مارڈا۔ بعض اسم اللہ ذات کا پار برداشت نہ کر سکے اور جائز ہو گئے اور بعض مردود اور مرتد ہو گئے۔ (بین الفرق)

سروری قادری کامل کی ابتدا کیا ہے۔ کامل قادری اپنی نظر یا تصور اسم اللہ ذات یا ذکر کلمہ طیب کی ضرب یا باطنی توجہ سے طالب مولیٰ کو

معرفت الٰہی کے نور میں غرق کر دیتا ہے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں پہنچا دیتا ہے۔ یہ کامل قادری کا روزِ اقبال کا سبق ہے۔ جو یہ سبق نہیں پڑھاتا اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں پہنچتا تو، کامل قادری نہیں۔ اس کی مستحکم خاصیت ہے کہ یہ نکد قادری ہمیشہ نور، معرفت الٰہی اور وصال میں غرق ہوتا ہے۔ وصال بھی دو قسم کا ہوتا ہے، ایک وصال وہ جو جعلی الجام کے باعث ہے۔ دوسرے اس جعلی میں عمل غرق کا وصال۔ (محکم انترگاؤں)

پادرے کے قادری طریقہ بھی دو قسم کا ہے، ایک قادری زائدی طریقہ ہے جس میں طالبِ عوام کی نگاہ میں صاحبِ چاہدہ و صاحبِ ریاضت ہوتا ہے جو ڈر کر جہر سے دل پر ضریبِ لگاتا ہے، غور و فکر سے نفس کا محسوسہ کرتا ہے، درود و طائف میں مشغول رہتا ہے، راتیں قیام میں ٹھڑاتا ہے اور دن کو روزہ رکھتا ہے لیکن ہاطن کے مشاہدہ سے بے خبر قال (کھنکھل) کی وجہ سے صاحبِ حال ہمارا ہوتا ہے۔ دوسرے سروری قادری طریقہ ہے جس میں طالبِ قرب و وصال اور مشاہدہ و دیدار سے مشرف ہو کر شور یونہ حال رہتا ہے اور ایک ہی نظر سے طالبِ اللہ کو معیت حق تعالیٰ میں پہنچا دیتا ہے اور وصالی پر وردگار سے مشرف کر کے حقِ ائمین کے مراتب پر پہنچا دیتا ہے۔ ایسا ہی سروری قادری فقیر قابل اعتبار ہے کہ وہ قائلِ نفس ہوتا ہے اور کار رازِ حق میں پیشِ قدیمی کرنے والا سالار ہوتا ہے۔ (محکم انترگاؤں)

سروری قادری کی شان

• سروری قادری کی شان •

سلسلہ سروری قادری کو سروری قادری اس لیے کہا جاتا ہے کہ سرور کا نکات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت ہونا اور قادری کا مطلب ہے سیدنا غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اتباع کرنا یعنی ان کے طریقہ پر چنان۔ سلطان العارفین حضرت علیٰ سلطان باہمودیؒ نے فرماتے ہیں:

سروری قادری اسے کہتے ہیں جسے خود حضور علیٰ اصلوٰۃ والسلام دستِ بیعت فرماتے ہیں۔ اس کے وجود سے بدْ فتنی کی خوبی قائم ہو جاتی ہے اور اسے شرعِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیقی نصیب ہو جاتی ہے۔ (محکم انترگاؤں)

ایک اس مرتبہ کے بھی سروری قادری ہوتے ہیں جنہیں خاتم النبیین رسول رب العالمین سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مہربانی سے نواز کر ہاطن میں حضرت مجتی الدین شاہ عبدالقادر جیلانیؒ قدس سرہ اعزیز کے پروردگر دیں اور حضرت پیر دھنیبرؒ پر ہمہ بھی اسے اس طرح نوازتے ہیں کہ اسے خود سے جدا نہیں ہونے دیتے۔ (محکم انترگاؤں)

سروری قادری طریقہ میں رنج ریاضت، چلکشی، جبس دم، ابتدائی سلوک اور ذکر قفر کی بھنپیں ہرگز نہیں ہیں۔ یہ سلسلہ ظاہری درویشا نہ لباس اور رنگ و حنگ سے پاک ہے اور ہر قسم کے مشابکانہ طور طریقوں مثلاً عصا، تبع، جنپہ و ستار و غیرہ سے بیزار ہے۔ اس سلسلہ کی خصوصیت یہ ہے کہ مرشد پہلے تھی روز سلطان الاذکار خوکا ذکر اور تصویر اسم ذات اور مشتی مرقوم وجود یہ عطا کر کے طالب کو اپناتا پر پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ دوسرے سلاسل میں یہ سب کچھ نہیں ہے۔ اس لیے حضرت علیٰ سلطان باہمودیؒ نے فرماتے ہیں کہ سلسلہ سروری قادری کے طالب (مرید) کی ابتدا

دوسرے سلسل کی انجمنا کے برابر ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

سروری قادری اُسے کہتے ہیں جو زیر شیر پر سواری کرتا ہے اور غوث و قطب اُس کے ذیر بارہتے ہیں۔ سروری قادری طالبین اور مریدوں کو اللہ تعالیٰ کے کرم سے پہلے ہی روز یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے کہ ماہ سے ماہی تک ہر چیز ان کی لگاہ میں آ جاتی ہے۔ سروری قادری کی اصل حقیقت یہ ہے کہ سروری قادری فقیر ہر طریقے کے طالب کو عامل کامل مکمل مرتبے پر پہنچا سکتا ہے کیونکہ دیگر ہر طریقے کے عامل کامل درویش سروری قادری فقیر کے نزدیک ناقص و ناتمام ہوتے ہیں کہ دوسرے ہر طریقے کی انجمنا سروری قادری کی ابتداؤ بھی نہیں پہنچ سکتی خواہ کوئی عمر بھر محنت و ریاضت کے پتھر سے سر پھوڑتا پھرے۔ اس طریقہ کے عاشق و طالب دنیا سے تارک فارغ ہوتے ہیں کہ عارف و اصل ہونا سروری قادری طریقہ کا ابتدائی مرتبہ ہے۔ سروری قادری طریقہ کے طالبین اور مریدوں میں غوث و قطب اور ابادال و ادالت و قیامت تک کم نہ ہوں گے کیونکہ اس طریقہ میں ابتداؤ بجا ایک ہی ہے یعنی تصور اسم اللہ ذات کی تاثیر طالب کو کفر میں جتنا کیے بغیر تمام مراتب تک پہنچادیتی ہے۔ اس طریقہ کو شریعت سے پائیداری اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و تلقین سے اختصار حاصل ہے۔ یاد رہے کہ حضرت پیر دیگر مادرزادہ ولی اللہ، فقیر فنا فی اللہ، وزیر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عارف بالله معموق اللہ ہیں۔ انہیں پاگاہ رب الارباب سے پیر دیگر مجید الدین، بقا بالله قطب، فروانیت میں غوث اور وحدانیت میں غوث الاعظم کا خطاب اس لیے دیا گیا کہ آپ کے سروری قادری طالبین اور مریدوں کو پہلے ہی روز ایامِ عظیم (اسم اللہ ذات) عطا کر دیا جاتا ہے اور انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری بخش کرنا اب الاولیاء حبیب ہنا دیا جاتا ہے۔ اس طریقہ سے فیض یاب ہونے والے باطن سنائل تصدیق طالب مرید ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں۔

(محکمۃ التذکر)

سروری قادری مرشد

سروری قادری مرشد کے بارے میں حضرت علی سلطان یا ہخو یہیہ فرماتے ہیں:

سروری قادری مرشد جامع و محلہ ہوتا ہے۔ وہ باطن اور ظاہر میں ایسی کتاب ہوتا ہے جو طالبین کے لیے کتب الاتاب کا درجہ رکھتی ہے جس کے مطابع سے طالب فنا فی اللہ ہو جاتے ہیں اور اس ذات کو بے جواب دیکھتے ہیں۔

طالبان را ہر مطالب خوش نہما اعتقاد صدق خواں و ز دل صفا

ترجمہ: طالبان مولیٰ اگر اعتقاد، صدق اور دل کی پاکیزگی سے اس کتاب کو پڑھیں تو وہ ہر مقصود با آسانی پا لیتے ہیں۔ (کعبہ المیادین)

دنیا میں ایسے سروری قادری لا ایحتاج فقیر بہت ہی کم پائے جاتے ہیں جو دنیا و عربی سے بے نیاز صاحب بدایت و صاحب راز عنایت ہوتے ہیں، ایک ہی دن میں دونوں جہاں طے کر کے صاحب جو دو کرم ہو جاتے ہیں اور کشف و کرامات کو باعث تکمیل کر ان سے مطلق شرم و حیا کرتے ہیں کہ سروری قادری فقیر کی نظر وحدانیت اللہ پر ہوتی ہے، سروری قادری فقیر ایسا بادشاہ ہے جو معرفت الہی کے اسرار سے ہر وقت آگاہ

رہتا ہے۔ (محک الفقر کاں)

عارف کامل قادری ہر قدر تے قادر و ہر مقام حاضر

ترجمہ: عارف کامل قادری (صاحب مسکی مرشد کامل سروری قادری) ہر قدر تے قادر اور ہر مقام پر حاضر ہوتا ہے۔ (رسالہ وحی شریف)

سروری قادری مرشد بھی دو طرح کے ہوتے ہیں:

صاحب ام: صاحب ام صاحب ذکر ہے اور صاحب ام مقام فلق پر ہوتا ہے۔ صاحب ام مرشد کے مریدین ساری عمر اسی نقش کرنے میں گزار دیتے ہیں۔

صاحب مسکی: صاحب مسکی فتحر قنافی اللہ تعالیٰ بالله ہوتا ہے۔ امانت الہی، خلافت الہی کا حال اور انسان کامل کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور یہی مرشد کامل اکمل نور الہدی ہی ہے۔ ان کے مریدین کو اسم اللہ تعالیٰ ذات سے تصور شیخ حاصل ہوتا ہے۔ ایسے مرشد کے ہمارے میں سلطان العارفین فرماتے ہیں:

❖ فتحر عارف باللہ سے کہتے ہیں جو فنا فی اللہ، فنا فی الرسول، فنا فی الفخر اور فنا فی خلوق ہو۔ (میں الفخر)

صاحب ام اور صاحب مسکی کے ہمارے میں سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باخو یہیہ میں الفخر میں فرماتے ہیں:

❖ نفس اور زبان مخلوق ہیں۔ تکلیب، روح اور جسم بھی مخلوق ہیں جبکہ ام (محض) ذکر کرنے والا ہوتا ہے اور صاحب مسکی اللہ تعالیٰ کی ذات میں غرق ہوتا ہے۔ صاحب ام مقام مخلوق پر ہوتا ہے اور صاحب مسکی مقام غیر مخلوق پر ہوتا ہے۔ صاحب مسکی پر ذکر حرام ہے کیونکہ صاحب مسکی ظاہر اور باطن میں ہر وقت حضوری فنا فی اللہ میں مکمل طور پر غرق ہوتا ہے۔ (میں الفخر)

صاحب مسکی مرشد کی تعریف کرتے ہوئے سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باخو محک الفخر کاں میں فرماتے ہیں:

❖ اس راہ (الفخر) کا تعلق عرف (ثیرت، نام و ناموس) سے نہیں عرفان حق سے ہے، اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ مطلق مسکی فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ راوی معرفت مسکی کا تعلق گھنگو سے جس عطا نے الہی سے ہے، اللہ تعالیٰ جسے عطا کرتا ہے وہ عارف باللہ ہو جاتا ہے اور وہی اسے جانتا پہچانتا ہے۔

❖ مسکی آں کے باشد لازوالی ن آں جا ذکر و غیر ن وصالی
یوو غرض پہ وحدت میں وائی فنا فی اللہ شو بر تہانی

ترجمہ: مقام مسکی لازوال مقام ہے جہاں پر ذکر فخر اور وصال کی مزید گنجائش نہیں رہتی کیونکہ یہاں طالب میں وحدت میں غرق ہوتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر طالب اللہ فنا فی اللہ فتحر ہو جاتا ہے اور اس پر راز پہنچاں ظاہر ہو جاتا ہے۔ (محک الفخر کاں)

شجرہ فقر سلسلہ سروری قادری



سلسلہ سروری قادری کا شجرہ فقر اس طرح سے ہے:

- 1- حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- 2- حضرت علی کرم اللہ و جہہ
- 3- حضرت خواجہ سن بھری
- 4- حضرت شیخ حبیب عجمی ریسید
- 5- حضرت شیخ راؤ دطائی ریسید
- 6- حضرت شیخ معروف کرغچہ ریسید
- 7- حضرت شیخ مری سقطی ریسید
- 8- حضرت شیخ جنید بغدادی ریسید
- 9- حضرت شیخ جعفر ابوکمرشی ریسید
- 10- حضرت شیخ عبدالعزیز بن حرش بن اسد حسینی ریسید
- 11- حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد حسینی ریسید
- 12- حضرت شیخ محمد یوسف ابوالفرح طرطوی ریسید
- 13- حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن جعفر القرسی شیخ نکاری ریسید
- 14- حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزوی ریسید
- 15- غوث العظیم حضرت شیخ عبدالقدور جیلانی ریسید
- 16- حضرت شیخ تاج الدین ابو بکر سید عبدالرازاق جیلانی ریسید
- 17- حضرت شیخ سید عبدالجبار جیلانی ریسید
- 18- حضرت شیخ سید محمد صادق سعیدی ریسید
- 19- حضرت شیخ سید جم الدین برہان پوری ریسید
- 20- حضرت شیخ سید عبدالفتاح ریسید



- 21- حضرت شیخ سید عبدالستار
- 22- حضرت شیخ سید عبدالتقی
- 23- حضرت شیخ سید عبدالجلیل
- 24- حضرت شیخ سید عبدالرحمٰن جیلانی دہلوی
- 25- سلطان العارفین حضرت علی سلطان باحوبی
- 26- سلطان التارکین حضرت علی سلطان سید محمد عبد اللہ شاہ مدفن جیلانی
- 27- سلطان الصابرین حضرت علی سلطان پیر محمد عبد الغفور شاہ باقی قریشی
- 28- شہباز عارفان حضرت علی سلطان پیر سید محمد بہادر علی شاہ کاظمی المشهدی
- 29- سلطان الاولیاء حضرت علی سلطان محمد عبد العزیز
- 30- سلطان الفرشتم حضرت علی سلطان محمد اصغر علی
- 31- سلطان العاشقین حضرت علی سلطان محمد نجیب الرحمن مظلہ الاندلس

طریقہ قادری کا دشمن

•••••

سلطان العارفین حضرت علی سلطان باحوبی فرماتے ہیں:

❖ طریقہ قادری کا دشمن تین حکمتوں سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اول یہ کہ وہ راضھی و خارجی ہوتا ہے، دوسرا وہ ناقص، کاذب اور حاصلہ ہوتا ہے، تیسرا وہ مرد و اور منافق ہوتا ہے۔ (نو راہبی کلام)

دین و دنیا کا حکمران صرف سروری قادری

•••••

سلطان العارفین حضرت علی سلطان باحوبی فرماتے ہیں:

❖ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیں دین اور دنیا دونوں عطا ہوئے ہیں۔ یاد رکھو یہ مھن شیطانی مکروہ فریب اور نفسانی جریس ہوا ہے۔ دین اور دنیا دونوں صرف سروری قادری کو عطا ہوتے ہیں جس کے سبب وہ دونوں جہاں پر حکمران ہوتا ہے۔ (امرا قادری)

تمام سلاسل کی خلافت اور تمام سلاسل سے فیض

•••••

پادر ہے کہ مرشد ہو یا طالب، یا تو قادری ہوتا ہے یا چشتی، سروری اور نقشبندی۔ تمام سلاسل یا ایک سے زیادہ سلاسل سے حصول فیض یا خلافت

- کا جو دعویٰ کرتا ہے سلطان العارفین حضرت علی سلطان باخو یہ آسے کاذب کہتے ہیں۔ آپ ہمیں فرماتے ہیں:
- ❖ اگر کوئی شخص کہے کہ مجھے ہر طریقے کی خلافت حاصل ہے تو اس کی بات کا اعتبار نہ کرو کیونکہ اس حراثی کے بہت سے باپ ہیں، اس کی بات مخفی ایک گپ ہے۔ قادری لا بحاج نزیر ہے۔ خدا نہ کرے کہ قادری مرید اپنے طریقے کو چھوڑ کر کسی اور طریقے میں داخل ہو جائے۔ قادری مرید ہر طریقے پر غالب ہے۔ (سرار قادری)
 - ❖ بعض لوگ جسونے دھوئے کرتے ہیں کہ ہمیں ہر طریقے کی خلافت حاصل ہے۔ لیکن قادری طالب کو کسی اور طریقے کی طرف رجوع کرتے ہوئے صد ہزار بار حیا آتی ہے۔ ندوہ کسی دوسرے طریقے سے کوئی انتباہ کرتا ہے نہ واسطہ رکھتا ہے۔ (نو راہی کا ان)
 - ❖ بعض تکلید کرنے والے کہتے ہیں کہ انہیں ہر طریقے سے خلافت حاصل ہے جیسا کہ طریقہ تشبیہی، طریقہ سہروردی، طریقہ چشتی اور طریقہ قادری۔ ایسا کہنے والے کذاب ہیں۔ (فتح الاسرار)

جعلی و ناقص قادری مرشد

بعض ہقص سلسلہ قادری میں شامل ہو کر کسی جلد، وسیلہ، رشتہ یا سبی تحلیق کی بنابر خلافت حاصل کر لیتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ مریدوں کا ہجوم اکٹھا کرتے ہیں اور ان سے مال ہوتے ہیں۔ آپ کو ہر طرف اس طرح کے بے شمار نام نہاد قادری مرشد نظر آتے ہوں گے جن کا حقیقی سلسلہ قادری سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ حضرت علی سلطان باخو یہی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

- ❖ اکثر وساوس اور نفسانی خطرات میں گھرے ہوئے جاسوس شیطانی طالب کسی حیلے و سیلے سے قادری طریقے کی خلافت حاصل کر لیتے ہیں۔ اگرچہ ظاہر میں ان کا متصود مل جاتا ہے لیکن باطن میں وہ مرد ووہی رہتے ہیں۔ (نو راہی کا ان، تربیت سزا طریقہ باخو مردان یا زی)
- ❖ اکثر وساوسی شیطانی اور خطرات نفسانی میں گھرے ہوئے جاسوس قسم کے طالب حیلے بھانے سے قادری طریقے کی خلافت حاصل کر لیتے ہیں جس سے وہ ظاہر میں یا متصود نظر آتے ہیں لیکن باطن میں مرد ووہتے ہیں۔ (نو راہی کا ان، تربیت سیداں یا زی)
- ❖ بعض کسی جلد یا وسیلہ سے قادری (سلسلہ میں) خلافت حاصل کر لیتے ہیں، اس طرح ان کا ظاہری مقصود (حصول خلافت کی خواہش) تو حاصل ہو جاتا ہے لیکن باطن میں وہ مرد ووہی رہتے ہیں۔ (نو راہی کا ان، تربیت اخلاف کمین شاہد روہی، ناشر شیخ برادرزادہ احمد)
- ❖ بعض لوگ جاسوس کی طرح طریقہ قادری میں داخل ہو کر خلافت حاصل کر لیتے ہیں اور ذریعہ ایمت کی مسجد بنانے کر دام و گرانی پھیلا کر لوگوں کو کہتے ہیں کہ ہم ہر طریقے میں بیعت لینے کے مجاز ہیں۔ قادری کو صد حیا اور شرم آتی ہے کہ وہ مگر طریقوں میں منہ چھپائے اور ان کی آزلے۔ (نو راہی کا ان، تربیت نور محمد کا پیونی)

بعض اہل دوسرا اور خطراتِ نسائی میں گھرے لوگ جاسوں کی طرح کسی جملہ یا وسیله سے طریقہ قادری میں داخل ہو کر غافت حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ بظاہر پامتصود و کھانی دیتے ہیں جبکہ باطن میں مردود ہوتے ہیں۔ (کورال الدین کمال، ترجمہ فتحیہ محمد) سروری قادری سلسلہ معرفت کا سند رہے۔ جو اس سلسلہ میں داخل ہوتا ہے اور اسم اللہ ذات میں غوطہ لگاتا ہے وہ عارف ہو جاتا ہے۔ اگر قادری، خاص طور پر سروری قادری طریقہ کا مرید کسی دوسرے طریقہ میں چلا جائے تو وہ خواہ بانصیب ہی ہو، بے نصیب اور مردود ہو جاتا ہے۔ سروری قادری طالب کے لیے دوسرے طریقہ کی طرف رجوع کرنا گمراہی ہے۔ ہاں دوسرے سلاسل کے لوگ سلسلہ سروری قادری میں بیعت ہو سکتے اور رجوع کر سکتے ہیں یا سروری قادری صاحب اسم مرشد کے مرید صاحب مشنی سروری قادری مرشد کے بیعت ہو سکتے ہیں۔

شریعت

فقر اور فقر کے خلاف پروگرام لگانے کرنے والے نام نہاد "توحید پرست" اکٹھیریا الزام لگاتے ہیں کہ صوفیاً کرام ظاہری شریعت سے گریز اس ہوتے ہیں اور بعض تو انہیں تارک شریعت تھک قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ فقر اور فقر کی جدوجہد کی ابتداؤ ابتدا شریعت ہے اور انکے سلوک کا سارا انحصار تقویٰ پر ہے اور تقویٰ اسی دین کی اصل روح ہے۔

جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں:

✿ ما اذ قرآن بر گرفتم مفر را استخواش پیش سکاں اندختم

ترجمہ: ہم نے قرآن پاک سے اس کا اصل مفر اور حقیقت پائی جبکہ بہیاں دنیاوی کتون اور نفسانی شیطانی کام کرنے والوں کے آگے پھینک دیں۔

ہو سکتا ہے کہ یہ الزم اگانتے والوں نے استدراجی کیفیت کے حامل عالمین کے بارے میں یہ مشاہدہ کیا ہو اور انہیں فقیر کیجئے کہ فقر کے خلاف فتویٰ چاری کردیا ہو حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے بھی فقر کالملین گزرے ہیں وہ شریعت مطہرہ پرختی سے کار بند رہے۔ ہاں اگر مجذوبیت، قلندریت یا سکرو غیرہ کا غلبہ ہو جائے تو شیش عقل پاش پاش ہو جاتا ہے لیکن اس کی سزا شریعت نے منسُور حلاج جیسی رکھی ہے۔

فقر حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کی حقیقی ورش ہے اور شریعت محمدی کی اصل حقیقت را فقر پر چل کر ہی حاصل ہوتی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ حقیقی شریعت پر اس کی روح کے ساتھ اگر آج کوئی عمل ہے تو وہ صرف فخر اسی ہیں۔ اگر کوئی شریعت پر کار بند ہیں تو وہ فقیر ہیں ہو سکتا۔ الزم اگانتے والوں کو فقر اور نامنہاد عالمین میں لازمی طور پر امتیاز کر لینا چاہیے۔ حضرت حقیقی سلطان بالغور حضرت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ فقر کیا ہے؟ فقر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ورش ہے جس کی بنیاد اور ابتداء بھی شریعت ہے اور ابتداء بھی شریعت ہے۔ پختہ کامل مردو وہ

ہے جو کسی بھی حالت میں شریعت سے باہر ہرگز قدم نہ رکھے خواہ وہ اللہ کے تمام رازوی سے واقف اور یوم الست سے ہی سکر، مسی، قبض، بسط اور شوق و عشق کے احوال میں ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ شریعت سے باہر قدم رکھے گا تو اس کے تمام خاص مراتب سب کر لیے جائیں گے۔ (میں الفقر)

سلطان الفقر ششم حضرت حقیقی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦ شریعت مطہرہ کی مکمل پابندی، بیرونی اور ایجاد کے بغیر فقر کا کوئی مقام اور منزل حاصل نہیں ہو سکتی اور فقر کے تمام مدارج شریعت کی برکت سے حاصل ہوتے ہیں۔

♦ ہم نے جو بھی مرتبہ حاصل کیا شریعت پر چل کر حاصل کیا۔

♦ شریعت سے مراد دین کے علم ظاہر اور علم باطن کا آکھنا ہوتا ہے۔ جس کے پاس ایک علم ہے وہ اہل شریعت ہونے کا دعویٰ نہ کرے۔ حضرت حقیقی سلطان بالخور رحمۃ اللہ علیہ ساری زندگی سنت یہوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح کا رہندر ہے کہ زندگی بھر آپ سے ایک مستحب بھی فوت نہیں ہوا۔ آپ فرماتے ہیں:

♦ باختو ایں مراتب از شریعت یافت پیشوائے خود شریعت ساخت ترجمہ: باختو نے تمام مراتب شریعت کی بیرونی سے پائے اور اس نے شریعت کوئی اپنا پیشوائبا نیا ہے۔ آپ میں الفقر میں فرماتے ہیں:

♦ جان لے یہ کتاب جس کا نام ”میں الفقر“ رکھا ہے طالبانِ مولیٰ اور فقرا فی اللہ کی ہر خاص و عام مقام پر، خواہ وہ ابتدائی، متوسط یا انتہائی مقام ہو، رہنمائی کرتی ہے اور انہیں صراطِ مستقیم پر گامزن کر کے اللہ کے راز، مشاہدات، میں ذات تو حید کے انوار و قبلیات، علم الحقین، میں الحقین، حق الحقین اور ذات حق تعالیٰ سے محبت کے اعلیٰ مراتب تک لے جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ **كُنْتَ كُلُّاً فَلَيْلِيًّا فَأَحَبَبْتُ آنَّ أَغْرِقَ فَلَكَفَثَ الْخَلْقَ**

ترجمہ: میں ایک پوشیدہ خزانِ تھامیں نے چاہا کہ پچھا ناجاؤں اس لیے میں نے تھوڑکو پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ کی پیچان صرف وہ طالبانِ مولیٰ حاصل کرتے ہیں جو راہ حق پر رہت قدم رہتے ہیں اور کبھی شریعتِ محمدی کے غافِ عمل نہیں کرتے اور نہ ہی بدعت و استدراج کی گمراہ کرن راہ اختیار کرتے ہیں۔ (میں الفقر)

♦ ہر وہ راہ ہے شریعت روکر دے، کفر، شیطان، نفسانی خواہشات اور کمینی راہبردن دنیا کی راہ ہے۔ (میں الفقر)

♦ برد پلا عرش و کری باشریعت شاہراہ ہر مقامش خوش بدم بزم وحدت از اللہ ترجمہ: شریعت کی راہ پر چلتے ہوئے میں عرش اور کری سے بھی بلند مقامات پر جا پہنچا اور تمام مقامات کا مشاہدہ کرتے ہوئے وحدت کے راز کو اپنے معبود سے بلا واسطہ پالیا۔ (میں الفقر)

حضرتؑ سلطان باخو نے اپنی تمام کتب میں بے شمار مقامات پر شریعت مطہرہ کی بیروی پر زور دیا ہے اور بتایا ہے کہ شریعت مطہرہ کی مکمل بیروی اور ایمان کے بغیر سلوک و معرفت کا کوئی مقام اور منزل حاصل نہیں ہو سکتی اور فخر کے تمام مدارج شریعت کی برکت ہی سے ٹھے ہوتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:

جس نے بھی فخر پایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے پایا اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہی پایا۔ (حجۃ الفرقان)

مراتب دیدار علم دیدار شریعت (کی بیروی) سے حاصل ہوتے ہیں کیونکہ شریعت ہر علم کی روح، جان اور زندگی ہے جبکہ شریعت کی بیروی کے بغیر زندگی محض بے حیائی اور شرمندگی ہے۔ (امیر الکوین)

تمام مراتب شریعت محمدی کی بیروی سے حاصل ہوتے ہیں۔ (امیر الکوین)

شریعت شہر است آن دارالاکن

ترجمہ: شریعت ایسا شہر ہے جہاں امکن ہی امکن ہے۔ (امیر الکوین)

جز شریعت نیست رابہ معرفت اہل بدعت چوت باشد فر صفت

ترجمہ: شریعت کی بیروی کے علاوہ معرفت الہی کی کوئی راہ نہیں۔ اہل بدعت کیے معرفت حاصل کر سکتے ہیں، وہ تو گدھوں کی مانند ہیں۔ (امیر الکوین)

باخو سر راستی در شرع کوش از شریعت معرفت توحید نوش

ترجمہ: باخو اگر قورانی کاراز پانا چاہتا ہے تو شریعت کی بیروی کر کیونکہ شریعت کی بیروی سے ہی تو معرفت توحید کا دریا نوش کر سکتا ہے۔ (امیر الکوین)

فخر کی ابتدایہ ہے کہ بدن پر لباس شریعت پہنے اور احوال حقیقت سے واقف ہو کر معرفت میں غوطہ لگائے۔ (حفل بیدار)

جس راہ کو شریعت نے روکر دیا وہ کفر ہے۔ (حفل بیدار)

کتاب (اویسک شاہی) کا ہر ورق ایمان رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رہبری کرتا ہے۔ (اویسک شاہی)

عارف بالله وہ ہے جو اپنے ظاہر کو لباس شریعت سے پوری طرح آرائت رکھے اور صحیح و شام شریعت کو مد نظر رکھے۔ قرآن اور شریعت سے کوئی پچیز باہر نہیں ہے۔ (ملحق احادیث)

میں نے ہر مرتبے کو قرآن سے حاصل کیا اور قرآن پاک کو اپنا پیشو اور وسیلہ بنایا۔ (دیوار ہاشم)

سلطان العارفین حضرتؑ سلطان باخو حسنة اللہ علیہ بالغی تربیت کے دوران شریعت پر کار بند رہنے کے حقیقی سے پابند ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ طالب مولیٰ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

اے طالب مولیٰ! شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو حکم دیتی ہے اس کی فرمانبرداری اختیار کر۔ (دیوار ہاشم خود)



طالب صادق پر فرض میں ہے کہ وہ صحیح و شام شریعت کی بیرونی کرے اور جو شریعت حکم دے اس پر عمل کرے۔ جو کچھ شریعت اور قرآن کے خلاف ہے وہ نہیں، دنیا اور شیطان ہے۔ (بخاری)

جس راہ سے شریعت منع کرے وہ را کفر ہے۔ (کعبہ الرحمہ کا ان)

قریبی ابتداء بھی شریعت اور انتہا بھی شریعت ہے اور تارک شریعت قریبی خوشبو تک بھی نہیں بہتھی سکتا۔

باب 21

نفس

اللہ تعالیٰ نے انسانی نفس کو بڑا عجیب بنایا ہے۔ یہ خواہشات کی آمادگاہ ہے، ہر طرح کی بڑی خواہشات اور با غیان خیالات اسی میں پیدا ہوتے ہیں اور یہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے ادکامات کی نافرمانی پر ابھارتا ہے۔ یہی شہوت کے وقت حیوانوں جیسی حرکتیں کرتا ہے، غصہ میں درندوں کی طرح اٹھتا رہتہ کرتا ہے، مصیبت کے وقت بے صبروں کی طرح آہ و زاری کرتا ہے، جب بھوکا ہوتا ہے تو حال و تراجم کی تمیز کھو دیتا ہے اور جب سیر ہوتا ہے تو باغی، سرکش اور مخکر ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ انسان کا نفس کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا، انسان کو ہر وقت نئے فتوں میں جتنا کرنے کے درپے رہتا ہے۔ جو اپنے نفس پر قابو پایتا ہے وہی "وصال الہی" کی منزل تک پہنچتا ہے۔ نفس کا مرنا ہی ول کی حیات ہے لیکن اس کو مارنا بڑا ہی مشکل ہے۔

نفس انسانی بدن میں ایسا چور ہے جو انسان کو خدا کی طرف مل نہیں ہونے دیتا۔ نفس بندے اور خدا کے درمیان جواب اکبر ہے۔ انسانی وجود کے لئے نفس اور شیطان دو ایسی قومیں ہیں جو ہمیشہ فطرت انسانی کو گناہوں کی طرف لے جاتی ہیں اور صراط مستقیم سے بچتا ہیں۔ شیطان جب آدم علیہ السلام کو مجبود نہ کرنے کی وجہ سے لعنتی قرار پایا تو اس نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی دشمنی میں انسان کو مگر ادا کرنے کا بیڑا لٹھایا۔ جب آدم علیہ السلام کا بہت تیار ہو چکا تو شیطان نے حسد اور نفسانیت کی وجہ سے اس پر تھوک دیا۔ یہ تھوک حضرت آدم علیہ السلام کی ناف کے مقام پر جاڑی جس سے آدم کے وجود میں نفس کی بنیاد پڑی۔ نفس شیطان کا قدیمی تھیار ہے اور وہی آدم کے وجود میں نفس ہی کے سورپھے سے زبر مجرمے تیر چلا کر انسان کو مگر ادا کرتا رہتا ہے۔ لیکن اگر یہی نفس شیطان کے اثر سے لکل کرئی آدم کے کنڑوں میں آجائے تو اللہ اور بندے کے درمیان سے جواب اٹھ جاتا ہے۔

نفس کی چار اقسام یاد رجات ہیں۔ جوں جوں طالب ذکر اور تصور احتمال اللہ ذات میں ترقی کرتا جاتا ہے نفس کا ترکیہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اول نفس امارہ ہوتا ہے۔ اسے نفس امارہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہر وقت برائی کا امر کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ یوسف میں فرماتا ہے:

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَارَةٌ بِالسُّوءِ (سورة یوسف، 53)

ترجمہ: یہیک نفس امارہ برائی کا امر کرتا ہے۔

یہ نفس کفار، مشرکین، منافقین، فاسقین، طالبان دنیا اور فوج لوگوں کا ہوتا ہے۔ اگر اس کی اصلاح اور تربیت نہ کی جائے تو یہ اپنی سرگشی، بغاوت اور طغیانی میں ترقی کرتا ہے اور انسان سے حیوان، حیوان سے درندہ بلکہ مطلق شیطان بن جاتا ہے۔ ایسی حالت میں نفس کی بیماریاں لا علاج ہو جاتی ہیں۔ اگر نفس کی اصلاح اور نیک تربیت شروع ہو جائے تو وہ بتدریج اوصاف حمیدہ اختیار کرتا ہے اور باطن میں عالم ملکوت کی طرف ترقی کرتا ہے جہاں نفس امارہ سے اولاد ہو جاتا ہے۔ اولاد کے معنی ہیں ملامت کرنے والا۔ یعنی گناہ پر انسان کو اسکا نفس ملامت کرتا ہے اور پیشہ مانی دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید شیعی اور توفیق بالطی چونکہ نفس اولاد کے شامل حال رہتی ہے لہذا گناہ پر انسان کو شرمسار کرتا رہتا ہے۔ ایسے نفس کی موت، روزہ قیامت اور حساب کتاب وغیرہ ہر وقت یاد رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی روزہ قیامت کے ساتھ نفس امارہ کی بھی قسم اٹھاتا ہے:

لَا أُقْسِمُ بِبَيْوِهِ الْقِيمَةِ وَلَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ الْلَّوَاتِي (سورة القیمة، 1-2)

ترجمہ: خبردار ایں قسم کھاتا ہوں روزہ قیامت کی اور نیز قسم کھاتا ہوں نفس اولاد (گناہوں پر ملامت کرنے والے نفس) کی۔ اسکے بعد نفس کا جب مزید ترکیہ ہوتا ہے تو وہ اولاد سے ملہمہ ہو جاتا ہے اور ترقی کر کے عالم جبروت میں داخل ہوتا ہے۔ نفس ملہمہ گناہ کے ارتکاب سے پہلے انسان کو تائید شیعی سے الہام کرتا ہے کہ خبردار! اللہ تعالیٰ سے ذرا وہ گناہ سے باز آ جاؤ۔ ایسے نفس کی علامت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمائی ہے:

وَآتَاهُمْ خَافِقَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهُوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هُنَّ الْأَوَى (سورة الازمات، 41-40)

ترجمہ: اور یہیک جو شخص اللہ کے روبرو حساب کے لئے تکڑا ہونے سے ذرا اور اس نے اپنے نفس کو ہوا (خواہشات غصی) سے باز رکھا۔ پس ایسے شخص کا تھکانہ بے شک بہشت ہے۔

نفس ملہمہ انسان کو ارتکاب گناہ کے وقت تائید شیعی یا الہام کے ذریعے گناہوں اور غلط کاموں سے ڈراہتا اور روکتا ہے اور یہ الہام مختلف طریقوں سے ہوا کرتا ہے۔ بعض دفعہ اس کو صحیح دلیل اور خیال کے ذریعے گناہ سے روکتا ہے، بعض کو غیب سے بے صوت آوازاً ادا کرتا ہوتا ہے، بعض دفعہ خوفزدہ کیا جاتا ہے اور بعض دفعہ خواب کے ذریعے خبردار کیا جاتا ہے جس سے انسان کے دل میں خوف خدا موجز ان ہو جاتا ہے اور وہ گناہ سے باز آ جاتا ہے۔ اس کے بعد جب نفس باطن میں ترقی اور عروج حاصل کرتا ہے اور اس کا ترکیہ تکمل ہو جاتا ہے تو وہ عالم لاہوت میں پہنچ کر "نفس مسلمہ" ہو جاتا ہے۔ گویا اس اذلی راہبر شیطان سے نجات پا کر اپنی منزل حیات اور اپنے مقصد کو پالیتا ہے اور دارالامن تک

پہنچاتا ہے جو لاخف ولا تحزن (خوب نہم سے اس) کا مقام ہے۔ اسی مقام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ **اللَّا إِنْ أُولَئِيَّا لِلَّهِ لَا خُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (سورة الحج، آیہ 62)**

ترجمہ: بے مشک اولیٰ کرام کو نہ تو کوئی خوف ہوتا ہے اور نہ کوئی خوف۔

نفس مطہرہ والا سماں ک اللہ تعالیٰ کا دوست اور متبر بہن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ ایسے اہل نفس مطہرہ کے حق میں فرماتا ہے:

♦ **لَا يَكُنْ لَّهُ مُظْمَنٌ ۝ أَرْجُعِي إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَنْ طَهَيْتَ ۝ قَادْخُلُنَ فِي عَبْدِيَّتِي ۝ وَأَذْخُلْنَ حَنْجَنِي ۝ (سورة الحج، آیہ 30)**

ترجمہ: اے نفس مطہرہ! الوہ اللہ تعالیٰ کی طرف، ایسی حالت میں کہ وہ تجھ سے راضی ہے اور تو اس سے راضی ہے۔ پس میرے بندگان خاص کے حلقوں میں شامل اور میری بہشت (قرب وصال) میں داخل ہو جا۔

نفس کی یہ باطنی شخصیت بہت ارق اور اعلیٰ ہوتی ہے اور ایسا پاکیزہ نفس کامل اولیا اور انیما کا ہوتا ہے۔ تو کیلئے نفس کے یہ تمام مراتب اسم اللہ ذات کے ذکر و تصور اور مرشد کامل اکمل جامع نور الهدی کی نگاہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ظاہری عبادات سے نفس کا یہ سرتیدہ اور مقام ہرگز حاصل نہیں ہوتا خواہ ساری عمر زہد و عبادت سے کمر کبڑی ہو جائے اور انسان سوکھ کر کاٹا ہو جائے۔ بلکہ ظاہری عبادات کی کثرت سے تو نفس سرکشی اختیار کر کے تکہر و انا نیت کی گرفت میں آ جاتا ہے۔ ابھیں کی مثال آپ کے سامنے ہے۔

اولیٰ کرام نے اپنی تصنیفات میں نفس کے شرے محنوڑا رہنے کی تعلیم دی ہے اور نفس مطہرہ کے حصول پر زور دیا ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت علی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦ **نفس بندے اور خدا کے درمیان جا بے اکبر ہے۔ شیطان اسی کے درمیان انسان پر حمل آور ہوتا ہے۔ یہ انسانی بدن میں ایسا چور ہے جس کی پیچوان بھی عام انسانوں کے لئے ناممکن ہے۔ اس کو قابو میں لانا اور مارنا بہت مشکل ہے۔ اس کو اسم اللہ ذات کا تصور اور مرشد کامل اکمل کی نگاہ اسی مار سکتی ہے۔ ظاہری عبادات سے تو یہ مزید طاقتور ہو کر ریا کاری میں بنتا کر دیتا ہے۔**

♦ **نفس کی چار حادثیں ہیں: امارہ جو بروقت برائی، گناہ، بدی، انا نیت، ریا کاری اور تکبیر میں جتنا رہتا ہے اور اس حالت کا انسان کو احساس نہیں ہوتا۔ پھر جب مرشد کا اس کی نگرانی میں طالب اسم اللہ ذات کا تصور شروع کرتا ہے تو یہ امارہ سے لوامہ ہو جاتا ہے یعنی برائی کرنے کے بعد انسان پچھتا و محسوس کرتا ہے۔ اس کی تیسری حالت ملہمہ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس انسان کو برائی کے قریب جانے ہی نہیں دیتا اور آخری، ارق اور اعلیٰ حالت نفس مطہرہ کی ہے۔ یہ حالت انبیا کرام، اولیا اور صدیقین کو حاصل ہے یعنی نفس انسان اور اللہ کے درمیان سے بہت جاتا ہے اور کامل طور پر قابو میں آ جاتا ہے۔**

♦ **نفس کو مارنے کا واحد طریقہ تصور اور ذکر اسم اللہ ذات اور مرشد کامل کی نگاہ ہے۔**

سلطان العارفین حضرت ہنگی سلطان با عورتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ مقام شریعت میں نفس، نفس اپارہ (کے درجہ پر) ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اپنے دشمن نفس کو مار دو۔“ یا اللہ مجھے الکی آنکھوں عطا کر جس سے میں اس دشمن کو دیکھ سکوں اور پھر اسے مار دوں۔ مقام طریقت میں نفس کا دروس اور درجہ یعنی نفس اولاد ہوتا ہے۔ نفس اولاد کو نہ تے سے دور کرنا اور اس کی خواہشات کو پامال کر کے ہوا وہوں سے بالاتر ہو جا۔ مقام حقیقت میں نفس تیرے درجہ پر یعنی نفس ملہمہ ہوتا ہے۔ اسے عشق کی آگ اور اللہ کے ذکر سے موم کرتا کہ یہ مُؤْمِنُوْا قَبْلَ أَنْ تَمُوْتُوْا (مرنے سے پہلے مریا) کے مقام تک پہنچ جائے۔ مقام معرفت میں نفس چوتھے درجے پر یعنی نفس مطمئنہ ہوتا ہے۔ درحقیقت یہی نفس مطمئنہ مطیع، پر خلوص، اللہ کو واحد مانتے والا، خاص الحیس، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے رازوں کا حرم اور تمام خیر ما سوی اللہ سے توبہ کرتے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

✿ غُفرانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ التَّحْمِيدُ ۝ (سورة البقرة۔ 285)

ترجمہ: یا اللہ! ہم تجوہ سے مفترض طلب کرتے ہیں اور تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔

✿ نفس مطمئنہ کے مقام پر کیا چیز حاصل ہوتی ہے؟ لا مقام مشابہ فخر فانی اللہ۔ (میں انقر)

✿ نفس شہوت را بکش کلی ہوا تا ترا حاصل شو و احد خدا

ترجمہ: نفس کی خواہشات اور شہوات کو مکمل طور پر ختم کروئے تاکہ تجھے واحد ذات حق حاصل ہو جائے۔ (کلید انوجہہ کا ان)

✿ نفس کیا ہے، شیطان کیا ہے اور دنیا کیا ہے؟ نفس بادشاہ ہے، شیطان اس کا وزیر ہے اور دنیا ان دونوں کی ماں ہے جو ان کی پروردش کرتی ہے۔ (میں انقر)

✿ وجود میں نفس بادشاہ ہے اور شیطان اس کا مقرب وزیر ہے جو ہمیشہ مصلحت و منصوبہ بندی سے اذانیت کی تدبیر کرتے رہتے ہیں۔ (کلید انوجہہ کا ان)

✿ نفس غصے کی حالت میں درندہ اور گناہ کرتے وقت بچہ ہن جاتا ہے۔ نخت ملنے پر نفس فرعون ہن جاتا ہے، حکاوت کے وقت قارون، بھوک لکھنے پر دیوانہ کتا اور پیٹ بھر جائے تو یہ متکبر اور مغروف گدھا بن جاتا ہے۔ (میں انقر)

✿ دونوں جہان میں نفس سے زیادہ بڑی اور کمی چیز اور کوئی نہیں۔ جو آدمی معرفت الہی حاصل کر لیتا ہے، وہ نفس کو پاؤں تکے رو نہ کر اپنی ہستی کو منادیتا ہے۔ جو آدمی نفس کو اپنا دوست ہالیتا ہے وہ نفس کا قیدی ہن کر ہوا وہوں کی مستی میں غرق ہو جاتا ہے اور ہوا وہوں سے مغلوب ایسے نفس کو ”سرکش تو سن“ (من زور جوان گھوڑا) کہتے ہیں جس پر ہر وقت خود پسندی سوار رہتی ہے۔ غلق کی نظر میں تو وہ آدمی ہوتا ہے لیکن خالق کی نظر میں وہ خنزیر، گدھے، کتے اور بندر جیسا جیوان ہوتا ہے۔ صورت میں آدمی لیکن سیرت میں جیوان۔ ایسے جیوان سے بات کرنا مناسب نہیں۔ یوں کہیے کہ ایسا صاحب نفس جزا رشیطانوں سے بدتر ہے پس تو ایسے اہل نفس آدمی سے دوری اختیار کر۔ اللہ اس ما سوی اللہ ہوں۔ (انک

(انقر کا ان)

✿ نفس دلی چست دیج بس بزرگ بر مسلمان تائید مانند گرگ

ترجمہ: تو نفس کو کیا سمجھتا ہے؟ نفس ایک بہت بڑا ہے جو مسلمانوں پر بھیڑیے کی طرح جمع ہوتا ہے۔ (مکمل الفقیر کاوس)

✿ نفس کے تین حروف ہیں ان، ف، س۔ حرف ان سے نیت بد، نالائق، نام طلب (مال کی طلب کرنے والا)، ایمان کش، ہقص اور تاپسند۔ حرف اف سے فریب دینے والا، فکر پرورد، فضیحت پسند، فساد پر پا کرنے والا اور فاجر۔ حرف س سے لو ہے اور پتھر سے بھی زیادہ سخت، جو شیطان کے موافق اور رحمن کے خلاف ہوتا ہے۔ یہ حقیقت نفس امارہ کی ہے جو کافروں، منافقوں، کالمنوں، دنیاداروں اور کاذبوں کا ہوتا ہے۔ (کلیدiat حید کاوس)

✿ نفس مطمئنہ کے بھی تین تروف ہیں ان، ف، س۔ حرف ان سے نالائقین رات دن خوف خدا کے سبب رو نے والا، نبی (موممات) و بزرگ کرنے والا اور امر معروف کو اختیار کرنے والا، نام یعنی حلال رزق کھانے والا اور بے ریاطاعت کرنے والا جس کی بدولت ایمان کی سلامتی حاصل ہوتی ہے۔ ناصر اتو فیق یعنی یہے توفیق الہی سے مدد حاصل ہوئی ہو اور اللہ کی ذات میں مشغول ذکر و فکر کرنے والا اور اس کی معرفت، مرائق اور مشاہدہ میں غرق رہنے والا۔ جیسے ہی طالبِ نفس تو رالہی تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو وہ اہل نفس مطمئنہ ہو کر مغفور ہو جاتا ہے۔

♦ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (سرہ الحجہ، 7)

ترجمہ: اور اللہ بخشنده والا حرم فرمائے والا ہے۔

حرف ف سے نفس مطمئنہ کفر و اسلام کے درمیان فرق کرنے والا اور فخر دین ہوتا ہے۔ فرمانِ حق تعالیٰ ہے:

♦ ذلِكَ يَأْنَ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكُفَّارَ لَا مَوْلَى لَهُمْ ۝ (سرہ الحجہ، 11)

ترجمہ: یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ موتیں کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں۔

اہل نفس مطمئنہ حق ایقین کے مراتب کے حال ہوتے ہیں اور صاحبِ حق ایقین اسے کہتے ہیں جو حق کو اختیار کرے اور باطن کی طرف نظر نکرے۔

✿ الْإِسْلَامُ حَقٌّ وَالْكُفَّارُ باطِلٌ

ترجمہ: اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے۔

فقر اور معرفتِ الہی اسلام کی بنیاد ہیں جب کرولت دنیا کفر کی بنیاد ہے۔ بدعت کی جڑِ حب دنیا ہے اور بدایت کی جڑِ حبِ مولیٰ ہے۔ حرف س سے نفس مطمئنہ را درستی پر اللہ کے ساتھ مستغرق ہوتا ہے۔ ظاہری طور پر وہ بحمدِ میں مشغول ہوتا ہے جبکہ باطن میں فنا فی اللہ اور معبود کی ذات میں غرق ہوتا ہے۔ ان خصوصیات کا حامل نفس مطمئنہ صرف انبیا اور فقراء کا ہوتا ہے اور بہت کم صاحبِ ولایت اولیا کا۔ (کلیدiat حید کاوس)

✿ نفس مرکب مطمئنہ راز بر می رسائید حق پر توحید شر

ترجمہ: نفس مطمئنہ سواری ہے جو اسرار تک لے جاتا ہے اور حق تک پہنچا کر توحید کا ویدار عطا کرتا ہے۔ (کلیدiat حید کاوس)

حاصلہ نفس کے لیے اپنے آپ کو قاضی ہا اور اس کا فرائض کو ختم کرنے کے لیے غازی ہن جا۔ (مین انقر)

✿ نفس کے خلاف چلنے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ (مین انقر)

✿ اپنے نفس کو مارے بغیر کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے مشق کو نہیں پاس کا۔ (مین انقر)

✿ نفس تابع یاد ہے ای جان عزیز نفس را حلق چہ داند بے تیز

ترجمہ: اگر نفس تابع ہو جائے تو یہ جان سے عزیز دوست ہن جاتا ہے۔ نفس کی حقیقت کو حلق اور بے تیز لوگ کیا جائیں؟ (مین انقر)

✿ نفس راحت جادوائی را گزار تا شوی با حق تعالیٰ یاد غار

ترجمہ: اگر تو عیش پرست کو بیش کے لیے چھوڑ دے تو تو اللہ تعالیٰ کا سب سے اچھا دوست ہن جائے گا اور تیری سب آرزوئیں اللہ تعالیٰ پوری کر دے گا۔ (مین انقر)

✿ طالبِ مولیٰ کو چاہیے کہ دن رات ہر وقت، ہر لمحہ نفس کی مخالفت کرے اور کسی بھی وقت نفس سے عاشر نہ رہے کیونکہ نفس کافر ہے۔ (مین انقر)

حضرت علی سلطان باخو نے اپنی تعلیمات میں "تصور اسم اللہ ذات" کے ذریعے نفس مطمئن کے حصول پر زور دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

✿ تصور اسم اللہ ذات کی مشق کرنے سے وجود کے امداد نفس ایسے بیمار ہو جاتا ہے جیسے انسان کو خسرہ کی بیماری ہو۔ تصور اسم اللہ ذات کی مشق کی بدولت نفس کسی بھی حالت اور حال میں قرار اور آرام نہیں پاتا اور (بالآخر) فنا ہو جاتا ہے۔ تب یہ نافرمان نفس فرمانبردار ہن جاتا ہے اور رات دن غلام کی مثل حکم کے تابع رہتا ہے۔ (کلیدِ اتوحید کاں)

✿ ابتداء میں جس نفس کے وجود میں سرکش نفس اما رہ ہوتا ہے وہ تصور اسم اللہ ذات سے اولاد ہن جاتا ہے۔ اور پھر تصور اسم اللہ ذات (کی مشق) سے ملہسہ ہن جاتا ہے اور اسم اللہ ذات کی مشق سے ہی نفس مطمئن ہو جاتا ہے۔ (کلیدِ اتوحید کاں)

✿ جب اسم اللہ دل پر نقش ہو جاتا ہے تو اسم اللہ کی جگل دل پر غالب ہو جاتی ہے۔ اس جگل کے سوز سے نفس مظلوب ہو کر مر جاتا ہے اور قلب زندہ ہو جاتا ہے۔ (مین انقر)

حضرت علی سلطان باخو پنجابی ایجات میں فرماتے ہیں:

ایہو نفس اساوا بیلی، جو نال اسافے سدھا ھو

زادہ عالم آن توئے، جنتے لکڑا ویکھے تھدا ھو

جو کوئی اس دی کرے سواری، اس نام اللہ والقدھا ھو

راہ فقر دا مشکل باخو، گمراہ سیرا برڈھا ھو

یہ نفس اب مطمئن ہو کر ہمارا دوست اور ساتھی ہے، چکا ہے اور اب ہمارے ساتھ صراطِ مستقیم پر ہے۔ جبکہ اسی نفس نے "امارہ" کی حالت میں کئی عالموں، فاضلوں اور زادگوں کو خواہشات کا خلاص اور مال و دولت کا حریص بنایا ہے اور وہ جہاں سے مال و زر ملنے کی امید ہوتی ہے وہیں دین کے بد لے دنیا خرید لیتے ہیں۔ جس نے مرشد کامل سے اسم اللہ ذات حاصل کر لیا اور اس کا ذکر اور تصور اخلاص سے کیا اس کا نفس امارہ سے مطمئن ہو گی۔ فخر کے راستہ میں بڑے مشکل مراحل، منازل اور آزمائشیں ہیں۔ یہ کوئی اماں جی کا گھر میں پاکا پکایا طور ہے میں ہے کہ جسے آسانی سے کھایا جائے۔

جیوندے کی جان سار مویاں دی، سو جانے جو مردا ھو
قبراں دے ویچ آن نہ پانی، او تھے خرق لوزیندا گھر واخو
اک وجھوڑا ما پیو بھائیاں، دوجا عذاب قبر دا ھو
واہ نصیب انہاندا پاخو، جیہڑا ویچ حیاتی مردا ھو

زندہ لوگ مرنے والوں کے حالات کیا جائیں؟ یہ تو وہی جاتا ہے جو مر جاتا ہے۔ قبروں میں نہ تو کھانا ہے اور نہ پانی، وہاں اسم اللہ ذات کی متاع عظیم ہی کام آتی ہے۔ مرتب وقت ایک تو ان لوگوں کی جدائی کا غم ہوتا ہے جن سے دلی وابستگی ہوتی ہے اور دوسروں سے سب سے زیادہ خوف عذاب قبر کا ہوتا ہے۔ اصل عظمت تو ان کی بے جو مر نے سے پہلے مر جاتے ہیں اور اپنی ذات کو "ذات حقیقی" میں فنا کر کے حیات جاوہ والی حاصل کر لیتے ہیں۔

جاں تائیں خودی کریں خود انفسوں، تاں تائیں رب نہ پاویں ھو
شرط فنا نوں جائیں نہیں، تے نام فقیر رکھاویں ھو
موئے باجھ نہ سوہنڈی افنجی، آئیویں گل ویچ پاویں ھو
نام فقیر تند سوہندا پاخو، جد جیوندیاں مر جاویں ھو

اس بیت میں آپ طالبِ مولیٰ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب تک تم خود پرستی (انتیت) اور نفس پرستی سے کنارہ کشی احتیار نہیں کرو گے رب تعالیٰ کا وصال نصیب نہیں ہو گا۔ تعالیٰ اللہ کی شرط کو تم کھجتے نہیں ہو اور گلے میں درویشی کاشتخار لکائے فقیر بنے پھرتے ہو حالانکہ یہ مقام اپنی ذات کو فنا کے بغیر نہیں ملتا۔ حقیقی فقیر تو وہ ہوتے ہیں جو مر نے سے پہلے مر جاتے ہیں، فقیری تو صرف انہی کو زیبایا ہے۔

دل بازار تے منہ دروازہ، سینہ شہر دیسندرا ھو
روح سو دا گر نفس ہے راہیں، جیہڑا حق دا راہ مریندا ھو
جان تو زیمی ایہہ نفس نہ ماریں، تاں ایہہ وقت کھڑندا ھو
کردا ہے زایا ویبا پاخو، جان نوں تاک مریندا ھو

دل ایک بازار ہے جس میں حقیقت موجود ہے اور مذاق بازار تک پہنچنے کا دروازہ ہے۔ جس سے حقیقت تک رسائی ہوتی ہے اور سید ایک شہر ہے جس میں پوری کائنات پوشیدہ ہے۔ روح (راز تعالیٰ) اس شہر اور بازار حقیقت کی سو اگر ہے عرفیں ایسا خالم رہن ہے جو بھی اس بازار اور شہر تک پہنچنے سے پہلے ہی لوٹ لیتا ہے۔ اس نفس کو مارنا بہت ضروری ہے۔ جب تک نفس کا ترکیہ نہیں ہوگا تب تک یہ غفلت میں جلا کرے وقت ضائع کرتا رہے گا۔ یہ نفس راز حقیقت تک پہنچنے کے تینی محاذات ضائع کرتا ہے اور اسی طرح زندگی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

ذاتی نال نال ذاتی رہیا، سو کم ذات سدیوے خو
نفس ٹھیے نوں بخھ کرہاں، فہما فہم کجھے خو
ذات صفاتوں مہناں آؤے، جداں ذاتی شوق پیوے خو
نام فقیر تھاں وا پاخو، قبر جہاں وی جیوے خو

اپنی ذات کو منا کر ذات حقیقی میں فنا ہونے کے علاوہ سب مراتب کمتر ہیں۔ اس مقام تک رسائی کے لئے طالب مولیٰ کو چاہیے کہ اسم اللہ ذات کے تصور اور ذکر سے نگہ نفس کو قید کر لے۔ جس طالب کو ذات کا عشق اور شوق تھیب ہو جائے وہ صفات کی طرف دھیان پیش کرتا۔ اصل فقیر تو وہ ہوتا ہے جس کے ظاہری وصال کے بعد اس کی قبر حیات حاصل کر لیتی ہے اور لوگ اس قبر انور سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

صورت نفس امادہ وی، کوئی ستا گلر کالا خو
گوکے نوکے بھو یوے، منجے چب ن والا خو
کجھے پاسوں اندر بیٹھا، دل دے نال سنبالا خو
ایہہ بدیخت ہے وڈا ظالم پاخو، اللہ گرسی ٹالا خو

نفس امارہ کی صورت اور حالت اس سیاہ رنگ کے کتے کے بچھی کی طرح ہے جو ہر وقت بھوک کے مارے نوں نوں کرتا رہتا ہے اور کھانے پینے کو لذیذ نہ امکن کر رہتا ہے۔ یہ دل کے باہمیں جانب مود چلگا کر بیٹھا ہوا ہے اور جب موقع ملتا ہے (یعنی دل ذکر اللہ سے نافل ہتا ہے) محملہ شروع کر دیتا ہے۔ یہ نفس ایسا بدبخت اور ظالم ہے کہ اللہ پاک ہی اس کے شرے پھاستا ہے۔

گُن فیگُون چدوں فرمایا، آسائ وی کوئے ہاے خو
بکے ذات رب وی آہی، بکے جگ وق ذہنڈیا سے خو
بکے لامکان مکان اساؤ، بکے آن بہاں وق پھاے خو
نفس پلیت پلیت کیتی پاخو، کوئی اصل پلیت تاں ناے خو

جب رب تعالیٰ نے ”کن“ سمجھ کر کائنات کو تحقیق فرمایا تو ہم بھی ساتھی موجود تھے۔ ایک وقت تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذات ہمارے سامنے موجود تھی اور ایک یہ وقت ہے کہ ہم لباس بشر میں قید اسی ذات کو ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ کبھی ”لامکان“ میں ہمارا بسیر اتحا اور اب غصی



اجسام میں قید ہیں۔ تھاری ارواح کو نفس نے آلوہ اور نیا اک کر دیا ہے ورنہ ہم اصل میں تو ایسے نہیں ہیں۔
نفس معلمہ کی منزل تک رسائی کے لئے سب سے آسان اور بہترین راستہ ذکر و تصور امام اللہ ذات ہے بشرطکہ یہ کسی مرشد کا مل اکمل صاحب
مشی سے حاصل ہوا ہو۔

ترک دنیا

واضح ہو کہ عام طور پر مال و دولت کی فراوانی کو دنیا سمجھا جاتا ہے مگر دنیا کی تعریف یوں کی گئی ہے:

﴿ ہر دنیا کی یاد سے ہنا کر اپنی طرف مشغول یا متوجہ کر لے۔ ﴾

جیسا کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

『ما شغلَكَ عَنِ اللَّهِ فَقُوَّةٌ صَنْعُكَ』

ترجمہ: جو چیز بھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہنا کر اپنے ساتھ مشغول کر لے وہ تیرابت ہے۔

میرے مرشد پاک سلطان الفخر ششم حضرت حق سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

﴿ اگر تیرے پاس مال و دولت ہے لیکن حیرے دل میں اس کی محبت نہیں ہے اور تو اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بے دھڑک خرچ کرتا ہے تو یہ دنیا نہیں ہے۔ البتہ جب تو اس اب دنیا کو اپنی مجبوری بنا لے گا تو تیرے لے سب اس اب دنیا بن جائیں گے۔ جس تو دنیا میں رہتے ہوئے اس سے دامن پھا کر ایسے کل جا چیسے مرغایی پانی میں رہتے ہوئے بھی پانی میں غرق نہیں ہوتی اور دنیا سے اپنا نصیب اس طرح حاصل کر جیسے بکا پانی کے کنارے پر رہ کر اس کے اندر سے اپنا رزق حاصل کرتا ہے اور خود کو پانی میں غرق نہیں کرتا۔ تو کاروبار دنیا کر مگر اللہ کے لئے، دنیا کا رزق کھا مگر اللہ کیلئے، دنیا میں چل پھر مگر اللہ کیلئے۔ میں یہیں کہتا کہ تم جہاں بھر سے علیحدگی اختیار کرو الوالبتہ جو کام بھی کرو اس میں یاد خدا ہو، قلب اللہ کی طرف متوجہ ہو اور ہاتھ دنیا کے کام کی طرف۔ ﴿

﴿ ہر دنیا کی یاد سے ہنا کر اپنی طرف متوجہ کر لے دنیا ہے۔ ﴾

♦ ترک دنیا سے مراد ترک ہوں دنیا ہے یعنی دنیا سے باطنی لائقی کا نام ترک دنیا ہے اور اس کے بغیر معرفت الہی حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دنیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی۔

♦ دنیا سایہ کی، اندھے ہے۔ اگر آپ سورج کی طرف پیچھے کر لیں تو آپ کا سایہ آپ کے سامنے آجائے گا۔ اگر آپ اپنے سامنے کو پکڑنے کے لیے اس کی طرف بڑھیں گے تو وہ آپ کے چل پڑے گا اور آپ کے باخونہیں آئے گا لیکن اگر آپ اپنے سامنے کی طرف پیچھے کر لیں اور سورج کی طرف مند کر کے چل پڑیں تو سایہ آپ کے پیچھے بھاگنے لگے گا۔ بالکل اسی طرح اگر آپ اللہ سے منہ موڑ کر دنیا کی طرف چل پڑیں گے تو اسے پکونہیں سکیں گے لیکن اگر آپ دنیا سے منہ موڑ کر ارشاد کی طرف چل پڑیں گے تو دنیا آپ کے پیچھے بھاگنا شروع کر دے گی۔

♦ دنیا میں اس طرح رہ جس طرح کشتی پانی میں رہتی ہے۔ کشتی کو اپنا باطن سمجھا اور پانی کو دنیا۔ جب تک کشتی میں پانی داخل نہیں ہوتا کشتی غرق نہیں ہوتی اور جب پانی کشتی میں داخل ہو جاتا ہے تو کشتی غرق ہو جاتی ہے۔ بس تو کشتی کی مش ہے اور پانی دنیا کی مش۔ اپنے باطن کو دنیا اور اس کی محبت سے محفوظ رکھ۔

حضرت دامت السعیّد بخش علی بن عثمان البجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦ جس قدر آدمی دنیا سے بیزار ہوتا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق اسی قدر مضبوط ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ گھر بار، یہوی بچے چھوڑ کر بھگل میں جا بیٹھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دل میں دنیا کی محبت نہ ہو۔ دنیا میں رہے گرددنیا کا نہ ہے۔ یہے کمال درویشی۔ دریا کے اندر رہ کر دامن تزدہ ہونے دینا بڑی بہادری ہے۔ اگر کوئی دریا کے نزدیک بھی نہ جائے اور کہتا پھرے کہ میراد امن نہیں ہوا تو یہ کون سی بڑی بات ہے۔ صوفی کے تزویہ ترک دنیا سے ایسا ہی ترک دنیا مراد ہے۔ یہ ترک روحانی ہوتا ہے نہ کہ جسمانی۔ کمال یہ ہے کہ جسمانی طور پر حقوق میں رہے اور روحانی (باطنی) طور پر اس سے بیزار ہو۔ (کشف الحجب)

ترک دنیا کی اصطلاح کو ملنگرین اور ناقدرین تصوف و طریقت نے خوب اچھالا ہے اور اسے رہبانتی یا غیر اسلامی قرار دے کر رد کر دیا گیا ہے۔ دراصل صوفی کرام کے فلسفہ کے مطابق اس اصطلاح کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ صوفیا کرام کے فلسفہ کے مطابق ترک دنیا سے مراد اصل میں ترک ہوں دنیا ہے یعنی دنیا سے باطنی لائقی کا نام ترک دنیا ہے اور یہ اصطلاح آن کی خود ساختہ نہیں بلکہ انہوں نے اسے قرآن، حدیث سے حاصل کیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَمَا هُنَّا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوَ وَأَعْبُثُ^۱ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لِلَّهِ الْحَسِينُ لَوْمَعَكُلُونَ^۲ (سورہ الحکیم۔ 64)

ترجمہ: دنیا کی زندگی سوائے کھیل تماشا کے اور کچھ نہیں ہے۔ پہلے آخرت کا گھر ہی اصل زندگی ہے۔ کاش وہ اس کو سمجھ جائیں۔

♦ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعْبٌ وَلَهُوَ^۱ وَلَكُلَّ دَارَ الْآخِرَةِ حَيْثُ لِلَّذِينَ يَتَّقَوْنَ^۲ أَفَلَا تَنْعِقُلُونَ^۳ (سورہ الاعم۔ 32)

ترجمہ: دنیا کی زندگی تو ایک کھیل تماشا ہے اور آخرت کا گھر اہل تقویٰ کے لئے بہت بہتر ہے۔ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

✿ اَعْلَمُوا اَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَالْهُوَ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بِنِسْكَمْ وَتَكَافِرُ فِي الْاَمْوَالِ وَالاَوْلَادِ (urerhadid-20)

ترجمہ: جان لوک دنیا کی زندگی مخفی ابواب عجائب، آرائش اور آپس میں خیر اور خودستائی اور مال و اولاد میں کثرت طلب کرنے کے سوا کچھ نہیں۔

✿ رُبِّنِ اللَّٰهِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ الْإِنْسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَفَاطِينَ الْمُقْنَظَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمَسْوَمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرَبِ ۝ ذَلِكَ مَنَاعٌ لِلْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۝ وَاللَّٰهُ يَعْلَمُ هُنَّ الظَّالِمُونَ (urerhadid-14)

ترجمہ: لوگوں کے لئے عورتوں کی کشش، اولاد، جمع شدہ دولت کے خرافوں، سونے اور چاندی، شاندار گھوڑوں، چوبیوں اور بھیت سے (دینا کو) زینت دی گئی ہے۔ یہ سب دنیا کا کمال ہے۔ اللہ کے پاس ہی اصل محکماں ہے۔

حضرت علیہ السلام نے ہمیں دنیا کی محبت کو یمان کے لئے بہت بڑا فتنہ قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات مبارکہ ہیں:

✿ حُبُّ الدُّنْيَا أَنْكَلَ حَطِينَةً (urerhadid-5212)

ترجمہ: دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جگہ ہے۔

✿ الَّذِيَا امْلَأُوْنَهُ مَلْعُونُ مَا فِيهَا إِلَّا فِي تَحْرِيرِ اللَّٰهِ (urerhadid-4112)

ترجمہ: دنیا اور دنیا کے اندر جو کچھ ہے سب ملعون ہے سوائے ذکر اللہ کے۔

حضرت ابیر ہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

✿ الَّذِيَا يَبْغِيْنَ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةَ الْكَفِيرِ (urerhadid-7417)

ترجمہ: دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔

✿ الَّذِيَا امْتَاهَ وَغَيْشَهَا فِي وَاحِدَةِ الْمَلَامِ

ترجمہ: دنیا خواب ہے اور اس کی عیش و عشرت اہلام ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر یہ فرمایا:

✿ دنیا مدار ہے اور اس کے چاہئے والے کہتے ہیں۔

✿ دنیا گدھوں کی جنت ہے۔

✿ دنیا کے کامگیر ہے۔

✿ دنیا کی لذت خزر کا گوشت ہے۔

✿ دنیا کا عیش کافروں کا فخر ہے۔

✿ دنیا دل کی سیاہی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ پاک نے یہ اختیار دیا کہ وہ دنیا اور آخرت میں سے چاہیں پسند کر لیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے آخرت کو ترجیح دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے ”اگر میں توجہ کروں تو احد پھر بھی سونا ہن جائے لیکن نہیں دنیا منکو، نہیں۔“

ان آیات قرآنی اور احادیث مبارکہ سے ہدایت ہوتا ہے کہ فقرانے یا اصلاح خود ایجاد نہیں کی بلکہ عین حکم ربیٰ کے مطابق ہے اور نہ اسی فقر دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں میں نکل جانے کا حکم دیتے ہیں۔ ان کے نظریہ کے مطابق ترک دنیا سے مراد ترک ہوں دنیا ہے یعنی دنیا کی محبت دل سے کمال دی جائے کیونکہ جب تک دل سے دنیا کی ہوں اور محبت نہیں نکلے گی اللہ کی محبت نہیں آئے گی۔ اس لئے وصالِ الہی کے لئے دل سے دنیا اور دنیا کی اشیاء اور مکملوں کی محبت لکھانا ضروری ہے۔

حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

﴿حُبُّ الدُّنْيَا وَالَّذِينَ لَا يَسْعَانِ فِي قُلُوبِهِمْ وَأَحِبُّ كَلْمَاتَهُ وَالثَّارِ فِي إِلَاهٍ وَأَحِبُّ
تَرْجِمَة: کسی دل میں دنیا اور دنیا کی محبت اکٹھی نہیں رہ سکتیں جیسا کہ آگ اور پانی ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔
سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالغفار جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

❖ جس دل میں دنیا کی محبت ہے وہ اللہ سے محبوب ہے اور جس دل میں آخرت کی محبت ہے وہ اللہ تعالیٰ کے قرب سے محبوب ہے۔ جوں جوں تیرے دل میں دنیا کی محبت برحقی جائے گی توں توں تیرے دل میں آخرت کی محبت گھنٹی جائے گی اور جس قدر تیرے دل میں آخرت کی محبت برحقی جائے گی اسی قدر تیرے دل سے اللہ تعالیٰ کی محبت گھنٹی جائے گی۔ (الفتح اربابی، بخش 10)

حضرت ابو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ تو اللہ کو بھی چاہتا ہے اور کہیں دیا کو بھی۔ یہ بھل ایک خیال اور پاگل پن ہے۔ (مثنوی بعلی شاہ قلندر)

❖ شیخ فرید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ دنیا ایک پوشیدہ آگ ہے جس میں محبوب حقیقی کے عاشقوں کے ساپ بجل رہے ہیں۔

حضرت اگنی سلطان پاہنور رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تعلیمات میں ترک ہوں دنیا پر بہت زور دیا ہے۔ آپ دنیا کی تباہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ چاہو دنیا والی چیز پڑ دو و بلا می کند از ذکر و فخر حق چدا

ترجمہ: اسے باخشو! کیا تو جانتے ہے کہ دنیا کیا ہے؟ یہ پر درد آزمائش ہے جو ذکر، فخر اور حق سے جدا کردیتی ہے۔ (میں الفقر)

❖ دنیا والوں اور انہیا کرام اور لیا کرام میں فرق صرف ترک دنیا اور محبت دنیا کا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

❖ سونا، چاندنی، اوٹ، گھوڑے، نکل، گدھے، یا تھی، تو کر اور سپاہی ابو جہل اور یزید کا خزانہ اور لفکر تھے جبکہ صبر، شکر، ذکر، فخر، ذوق، شوق، محبت، عشق، نماز، روزہ، فقر و فاقہ، مسلمان و مومن صحابہ اور قرآن و حدیث حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام اور امامین پاک علیہم السلام کا خزانہ

اور انگریز تھے۔ فقار، دفع، دعویں، دفع اور سرتاونگی و ایجاد حکم اور زینی کی نوبت تھے۔ اذان اور ذکر اللہ کا بلند نغمہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور امام شافعی پاک علمیہم السلام کی نوبت تھے اور میں دنیا بھی نوبت اور بادشاہی باطل اور فتاہونے والی ہے لیکن وین محدث علیہ وآلہ وسلم کی نوبت اور بادشاہی کو بھائے۔ (بین النظر)

◆ چان لے ایسے دنیا کا مال ہی تھا جس نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے دشمنی اور جنگ کی تھی۔ اگر ابو جہل مغلس ہوتا تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے کام اکٹھا کرتا۔ حضرت امام حسن عسکریؑ اور حضرت امام حسین علیہما السلام کو دنیا نے ہی شہید کی۔ (عین المشرق)

جو سب سے پہلے دل میں سے حب دنیا کو باہر نہیں نکالتا وہ ہرگز اللہ کا قرب نہیں پاسکتا نہیں یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں پختہ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ہر پال اور قلب و قاب سے ذکر جاری ہوتا ہے۔ معرفت و فقیر خدا جو کہ اصل کامیابی ہے، اس تک اور وحدانیت و وصال تک ترک دنیا کے بغیر کوئی نہیں پختہ سکتا۔ (کلید اتوحید کلاں)

﴿ هر کے در مردار غریش کی شود دیدار او غیر اللہ ہر چہ باشد دفتر از دل بشو ترجمہ: جو مردار میں مشغول ہوئے دیدار کے حاصل ہو سکتا ہے ہو یہ اور کرنے کے لیے جو غیر اللہ تحریر دل میں ہے اسے ہوڑاں۔ (کلیات حجہ کاں) ﴾

◆ جان لے کر نفس امارہ، شیطان اور دنیا تینوں کا آپس میں لگتے جوڑ ہے۔ (اسرارِ قدری)

یعنی انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کرنے کیلئے ان تینوں نے محاوزہ بنا رکھا ہے۔

حضرت آنی سلطان بادھور حجت اللہ علیہ دنیا اور طالب دنیا کے بارے میں اپنی آٹھیف عین الفقر میں فرماتے ہیں:

طالب دنیا و حکمت سے خالی نہیں ہوتا، یا وہ منافق ہو گایا ریا کار۔ دنیا شیطان ہے اور طالب دنیا شیاطین ہیں۔ دنیا فتنہ فساد ہے اور طالب دنیا فتنہ اگلریں، دنیا تھاق ہے اور اس کے طالب منافق ہیں، دنیا حیض کا خون ہے اور طالب دنیا حاکم ہیں، دنیا جھوت ہے اور طالب دنیا جھوٹے ہیں، دنیا شرک ہے اور طالب دنیا مشرکین ہیں۔ دنیا جبٹ ہے اور طالب دنیا خبیث ہیں، دنیا لعنت ہے اور اس کے طالب لعنتی ہیں۔ جان لے کر دنیا کے مال کو جان سے عزیز وہ رکھتا ہے جو بے دین، بے عقل اور بے تمیز ہو۔ دنیا جہل ہے اور اس کے طالب جاہل ہیں۔ دنیا بد کار مورت اور فاجر ہے اور الٰہی دنیا اس کے شوہر دیوبخت ہیں جو پا شید و ظاہر اپنی ایہ مورت کو وہ سردار کے ساتھ جزا اور فناشی کرتے ہوئے و مکھتے ہیں۔ (مین المفتر)

♦ دنیا کیا جزیرے ہے؟ دنیا دوئی کا نام ہے۔ جو شخص دوئی اختیار کرتا ہے وہ خود کو شیطان کی راہ پر گام مزدیس کر لیتا ہے۔ (بین اقتدر)

جوہل دنیا کی محبت میں گرفتار ہو، شیطان کی تباہ کاریوں اور غلط رات میں پھنسا ہو، نفسانی خواہشات اور ہواویوں سے معمور ہو، اس پر اللہ تعالیٰ اتنی لٹکا و راحت نہیں ڈالتا۔ (جین انقر) *

حضرت علیہ السلام کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو شخص ہوا یے شہوت کو طلاق دے دیتا ہے وہ صاحبِ شوق ہو جاتا ہے۔ جو دنیا کو طلاق دے دیتا ہے وہ صاحبِ ذوق ہو جاتا ہے۔

جو شخص غیر ماسوئی اللہ کو طلاق دے دیتا ہے وہ صاحب اشتیاق مختار ہے اور جو ان سب بلااؤں سے خود کو پھالیتا ہے وہ حق (اللہ تعالیٰ) کے مشق میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ (جیل الفرق)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ”ترک دنیا تمام عبادات کی جڑ ہے اور حب دنیا تمام برائیوں کی جڑ ہے۔“ یہ بات حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک لگ بھگ ایک لاکھ چوتیس ہزار تمام تخفیروں نے لگا ہے اور تمام انجیانے ترک دنیا کا حکم دیا ہے، پھر تو ان سب کے خلاف چلنے کی خطا کیوں کرتا ہے؟ دنیا کے چار حروف ہیں: د، ن، ہ، و۔ حرف ”د“ سے دنیا کا کوئی دین نہیں، حرف ”ن“ سے دنیا نافرمان حق فرعون ہے، حرف ”ہ“ سے دنیا شیطان کی یاریگاہ ہے اور حرف ”و“ سے دنیا ظلم و آدم کش ہے۔ اسے احمد اور یحییٰ سے وہ آدمی تارک فارغ ہوتا ہے جو دین پر قائم رہتا ہے۔ دین کے بھی تین حروف ہیں: د، ن، و۔ حرف ”و“ سے دین معرفت کی آنکھ کو کھول کر مولیٰ کا دیوانہ و فریقت کرتا ہے جس سے بندہ طالب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنتا ہے، حرف ”ہ“ سے دین یاری کرتا ہے اور یاری کرتا ہے تمام مومن بھائیوں، اہل اسلام مسلمانوں اور تمام مومن مسلمانوں سے اور حرف ”ن“ سے دین نیت کو خالص کر کے اللہ سے اور یاری کرتا ہے فارغ ہوتا ہے جو دین پر قدر پہن لیتا ہے اور خدا سے صدق خاص و درست اعتقاد رکھ لیتا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے ”آے میرے فرشتو! میری دوستی میں میرا ایک بندہ دنیا نے مردار بھس و پلید سے الگ ہو گیا ہے۔“ تمام انجیاد اولیا و اتفاقی اور جملہ اہل اسلام کی ارواح اور انحرافہ ہزار عالم کی کل تخلوقات کو حکم ہوتا ہے ”تم سب میرے دوست کی زیارت و پیشوائی کے لیے جا کر اس کی ہمت پر آفرین کہو اور جو گذری و خاکساران لباس اُس نے پہن رکھا ہے ویسا ہی لباس تم بھی پہنو۔“ فقیر کو یہ مرابت ابتدائی میں پہلے ہی روز پختش دیتے جاتے ہیں۔

(حکم الفرق کا)

پس معلوم ہوا کہ دنیا پر یقین کرنا اور اُس سے یاری لگانا باعث ذات و رسوائی ہے کہ یقین دنیا سے دل میں حس پیدا ہوتی ہے اور حس پارگا و مولیٰ میں مطلق معصیت شیطانی و شرمندگی انفس ہے۔ عقیقی پر یقین عقیقی کی یاری بخشندا ہے کہ یقین عقیقی سے طاعت و تقویٰ پیدا ہوتے ہیں۔ اور طاعت و تقویٰ سے خوبصوری حق تعالیٰ نصیب ہوتی ہے۔ معرفت مولیٰ پر یقین اور اُس کی یاری سے ذوق، شوق، اشتیاق اور محبت مولیٰ پیدا ہوتی ہے۔ جب کوئی عالم دنیا کو اپنی گرفت میں لیتا ہے تو اُس سے فائدہ دین جاتا رہتا ہے کہ دنیا ایک مہلک زہر ہے، اسے تھوڑا اسایا جائے یا زیادہ، اس سے دین مرجاتا ہے۔ یا یہ کہ دنیا متاع شیطان ہے، ہر وہ دل جو متاع شیطان سے متعلق ہو جاتا ہے یا اُس کی محبت کا اسیر ہو جاتا ہے وہ مطلق شیطان کا گھر بن جاتا ہے۔ اسے علم سے کوئی دینی فائدہ نہیں پہنچتا کہ اُس پر لذات ہوائے نفس کا لذہ ہو جاتا ہے۔ (حکم الفرق کا)

حضرت حقیقی سلطان باہم تو خابی ایات میں فرماتے ہیں:

ایہہ دنیا ہن حیض پیتی۔ کتنی مل مل دھون ھو

دنیا کارن عالم فاضل۔ گوشے بہہ روؤن ھو

جندے گھر وچ نیوںتی دنیا، اوکھے جھوکر سوون خو
ہنہاں ترك دنیا تھیں کیمپ پا غلو، وابندی نکل کھلوون خو
یہ دنیا اسی طرح پلید اور ناپاک ہے جس طرح عمرت جیس کی حالت میں ناپاک ہوتی ہے۔ خواہ کتنا ہی پاکیزہ ہونے کی کوشش کرے، پاک نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جو حب دنیا میں بنتا ہوتا ہے اس کی کوئی عبادت و ریاضت قبول نہیں ہوتی۔ لکھتے ہی عالم فاضل دنیا اور اس کی الذات کو ریاضت اور چلنگ کی ذریعے ترك کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن کامیاب نہیں ہوتے۔ جس کے گھر میں جتنی زیادہ دولت اور من میں جتنی زیادہ دنیا کی محبت ہوتی ہے وہ اتنا ہی بے جیلن اور بے سکون ہوتا ہے۔ ایسے لوگ آرام کی نیزند بخشکل ہی سوتے ہیں کیونکہ مال کی حفاظت کی فکر انہیں ہو نہیں دیتی۔ آپ رب العالمین فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے متعدد حیات کو سمجھا اور خواہشات دنیا سے منہ موزل یا وہ اس جہان سے کامیاب و کامران گئے۔

الْشَّيْطَنُ يَرْتِكُّهُ شَيْءًا وَلِ مِيرَے جَدَ قَالُوا تَبَّلِي كُوكِيدِي خُو
خَبَّ وَطَنَ وَيِ نَالِبَ ہوئی، یَکَ پَلِ سَوَنَ نَدِ وَيِندِي خُو
قَبَرَ پَوَے تَمَنُو رَبِّنَ دُنِیَا، تو تَسَقَّتَ دَرَاهَ مَرِيَندِي خُو
عَاشْقَانَ مَوْلَ قَبُولَ نَدِ کِمِیَنَ پا غلو، قَوْزَے کَرَ کَرَ زَارِیاَنَ روَندِي خُو

روز اذل جب سے آنسٹ پریگم (کیا یہ تہارستے نہیں ہوں) سنابے اس وقت سے میری روح مسلسل قالُوا تَبَّلِی (جیکہ تو ہی ہمارت ہے) پاک رہی ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد بھی مجھ پر وطن (عالم لا ہوت) کی محبت اس قدر غالب ہے کہ ایک لمحہ بھی جیلن اور سکون نہیں ہے۔ اے رہنر دنیا! تھوڑ پر قبر نازل ہو کیونکہ تو حق تعالیٰ تک جانے کی راہ میں حائل ہے۔ یہ دنیا خواہ کتنی ہی رنگیں اور رکھیں کیوں نہ ہو جائے عاشقین ذات الہی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اپنی منزل وصال الہی تک پہنچتی ہی جاتے ہیں۔

اوھی اعنت دنیا تائیں، تے ساری دنیاواراں خو
جیس راہ صاحب دے خرچ نہ کیمپ، لیں غصب دیاں ماراں خو
پیوواں کولوں پڑ کوہاے، بھٹھے دنیا مکاراں خو
ہنہاں ترك دنیا کیمپ پا غلو، لیسن پاٹ بھاراں خو

آوھی اعنت دنیا پر اور ساری دنیا اور وہن پر ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کو چھوڑ کر دنیا اور خواہشات دنیا کی محبت میں بنتا ہیں۔ جنہوں نے دنیا، مال و دولت، جان اور اولا و اللہ کی رضا کے لئے خرچ نہ کیے وہ دنیا اور آخرت میں سخت مزاکے سُقُن ہیں۔ دنیا انسان کو اس قدر حرص وحدت میں بنتا کر دیتی ہے کہ باپ اپنے بیٹے تک کو اس کے لئے قتل کر دیتا ہے۔ اے مکار دنیا! اخدا کرے تجھے آگ لگ جائے۔ جو لوگ دنیا کی محبت ترك کر کے اللہ کی پاک محبت میں گھو ہو جاتے ہیں وہی آخرت میں کامیاب اور سرخرو ہوتے ہیں۔

نچے سائے رب صاحب والے نجھ نہیں خراصل ہی ہو
گندم دانا اسان بہتا چلایا، ہن گل پنچی وور ازل دی طو
چھاہی دے وچ میں پئی ترفاں، بلبل باغ مش دی طو
غیر والے حصیں سینے پا غلو، تاں رکھیے امید فضل دی طو

یہ کائنات اور تمام مخلوقات ذاتِ حق کے سوا کچھ نہیں ہے اور ذاتِ کثرت میں پوشیدہ ہو چکی ہے۔ تمام لوگ صرف اس ظاہر کو دیکھ رہے ہیں اور ان کو ذات کی خبر تک نہیں۔ یہ سب اس دانہ گندم کی وجہ سے ہے جس کو کھانے کے بعد انسانی صفات، ایکال، بشری جاں اور دنیا میں پھنس کر اس طرح بے چین، بے سکون اور مضطرب ہے جس طرح بلبل پھرے میں قید ہو کر ترپتی ہے۔ غیر اللہ کی محبت دل سے نکال کر ذاتِ حق تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے لیکن یہ بھی اللہ کے فضل و کرم کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

دنیا ڈھونڈن والے گئے، ور ور پھر جیرانی ہو
بڑی آتے ہوں تھاں دی، لڑیاں عمر وہانی ہو
عقل دے کوٹاہ سمجھ دے جان، پیون لوڑن پانی ہو
باجھوں ذکر رب دے پا غلو، کوڑی رام کہانی ہو

طالبان دنیا مال و دولت اور لذات دنیا کی خلاش میں دنیا بھر میں دوڑتے پھر رہے ہیں اور ان کے حصول کے لیے کتوں کی طرح ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں۔ ان کی تمام عمر کنوں کے حل کی طرح گزر جاتی ہے اور عقل کے ان جھوں کو اتنی خبر نہیں ہوتی کہ اللہ پاک انہیں رزق عطا فرماء رہا ہے اور ان کے رزق کا شامن ہے، انہیں اللہ کو چھوڑ کر دنیا کے چیਜیں بھاگنے کی ہر گز ضرورت نہیں۔ یقین ہے کہ اسم اللہ ذات کے ذکر کے بغیر اصل حقیقت حال تک راہنمائی اور رسائی ممکن نہیں اور زندگی یونہی فضول بھاگ دوڑ میں تمام ہوتی ہے۔

دنیا گھر منافق دے، یا گھر کافر دے سونہدی ہو
نقش نگار کرے بھیرے، زن خواب سمجھ مونہدی ہو
بجلی و انگوں کرے لٹکارے، سر دے اُتوں جھونڈی ہو
حضرت عیسیٰ دی سلسلہ و انگوں پا غلو، راہ و یہ دیاں نوں کونہدی ہو

دنیا ایک خوبصورت اور حسین لیکن مکار گورت ہے جس کے فریب کا شکار صرف دنیا دار منافق یا کافر ہی ہوتے ہیں۔ یہ اپنے فریب حسن اور بجلی کی سی جوانی سے سب کو اوت لیتی ہے اور اپنے مجھیں کو اسی طرح بلاک کرتی ہے جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں تمیں آدمیوں نے ایک سونے کی ایسٹ کے لئے ایک دوسرے کی جان لے لی تھی۔

قصداں طرح ہے کہ تمیں مسافروں کو سونے کی ایک ایسٹ مل گئی۔ ایک بازار سے کھانا لینے چلا گیا اور دو ایسٹ کی خفاقت کے لئے بھر

گئے۔ دونوں نے ساریں کی کہ جب وہ کھاتا لے کر واپس آئے گا تو اس کو قتل کر کے ایسٹ دونوں بانٹ لیں گے۔ کھاتا لانے والے کی نیت بھی خراب ہو گئی اور اس نے کھاتے میں زہر ملا دیا۔ جب واپس آیا تو اس کو دونوں نے قتل کر دیا اور وہ دونوں بھی زہر یا کھانا کھا کر مر گئے۔

دین تے دنیا سکیاں بھیتاں، تیوں عقل نہیں بھجیدا ھو
دونوں اسکے نکاح ویچ آون، شرع نہیں فرمیدا ھو
جو یوں اگ تے پانی تھاں اتنے ویچ، واسا نہیں کریدا ھو
دو یوں جہاںیں منحاں باٹھو، حیردا دعوے کوڑ کریدا ھو

دین حق (ظرف) اور دنیا دو ہجی بہنوں کی مثل ہیں۔ جس طرح دو حقیقی نہیں ایک مرد کے نکاح میں نہیں آتیں اور جس طرح آگ اور پانی اکٹھے نہیں ہو سکتے اسی طرح دین اور دنیا کو ایک دل میں اکھا نہیں کیا جا سکتا۔ جس نے بھی یہ جھوننا دعویٰ کیا وہ کذاب ہے اور وہ دونوں جہانوں میں خسارہ پانے والوں میں سے ہے۔

جان جان ذات نہ تھیوے باٹھو، تاں کم ذات سدیوے ھو
ذاتی ہال صفاتی نہیں، تاں تاں حق بھیوے ھو
اندر وی ھو باہر وی ھو، پاٹھو کتھے بھیوے ھو
بھیندے اندر خبہ دنیا باخھو، اوہ مول فقیر ن تھیوے ھو

حضرت اُنی سلطان بالحور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک تو صفات اور صفات کے نظاروں سے نظریں ہنگام ذات حق کی طرف متوجہ نہیں ہو گا اور اپنی ذات کو منا کر فنا فی خون نہیں ہو جائے گا تیر امر تک مکر رہے گا۔ اگر تیری منزل صفات نہیں ذات ہے تو ذات حق تعالیٰ تجھے مل جائے گی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وصال اللہ کے بعد اب تو میری حالت یہ ہو گئی ہے کہ مجھے اپنے ظاہر و باطن میں خون نظر آتا ہے اور میری ذات خونیں فنا ہو چکی ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ جس دل کے اندر دنیا کی رنی بھر بھی محبت ہو وہ کبھی بھی فتح نہیں ہو سکتا۔

خند چلایا طرف زمین دے، عرشوں فرش ہکایا ھو
گھر قیس ملایا دلیں نکالا، اسماں لکھیا جھوپی پالیا ھو
رہ نی دنیا نہ کر حیردا، ساڑا اتنے دل گھبرایا ھو
اسیں پر دلی ساڑا وطن دوراڑاحد، پاٹھو دم دم غم سوایا ھو

طالبِ مولیٰ کا اصل گھر تو عالمِ لاصوت ہے جہاں پر اس نے دیدارِ الہی کی خاطر دنیا اور عینی کو تھکرا دیا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تو ہماری تقدیر ہے جس نے ہمیں جلا وطنی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رکھا ہے اور ہمیں اپنے وطن اذلی عالمِ لاصوت سے عالمِ فلقان (ہسوس) میں لے آئی ہے۔ اے دنیا! ہمارا بیچھا چھوڑ دے اور ہمیں بخفہ نہ کر، ہمارا دل پسلے ہی فراق یا رہیں بے قرار اور بے جمیں ہے۔ ہم تو اس دنیا میں

پر دلگی ہیں اور ہمارا حصل وطن محبوب حقیقی کے پاس ہے جو بہت دور ہے۔ اس تک پہنچنے کی راہ میں بہت سے مصائب اور مشکل منازل ہیں جنہیں ہم نے دنیا کی محبت دل سے نکال کر عشق سے طے کرنا ہے۔ ہر لمحہ اس محبوب سے دوری کا فلم ہر ہفتائی چارہ ہے۔

اوہز جمل تے ماڑو یلا، جنتے جان اساوی آئی خو
جس کدھی توں ڈھاہ نہیں، اوہ آج ڈھنی گل ڈھانی خو
نیں جہاں دے وہ سرائدی، اوہ لکھ نہ سوندے راہی خو
ریت تے پانی جنتے ہوں اکٹھے باخو، اتحے بی نہ محمدی کائی خو

یہ دنیا خطرناک سمجھے جنگل اور خوفناک ویرانے کی مانند ہے جس میں زندگی گزارنی پڑ رہی ہے۔ اس دنیا کی مثال کسی کمزور دیوار کی طرح ہے جو کسی بھی وقت گرسنگی ہو۔ اور ہماری مثال تو اس آدمی کی طرح ہے جو کسی ندی کے کنارے لیٹتا ہوا اور اس ذرستے بیدار ہتا ہو کہ کہیں ہوتے ہوئے ندی میں نہ گر جائے۔ ریت اور پانی کو ملا کر کوئی مستقل بند نہیں باندھا جا سکتا، آخر پانی ریت کو بہا کر لے جائے گا۔ یہ دنیا بھی ریت کی طرح ہے جو ایمان کو بہا لے جاتی ہے۔ یہ قابل دنیا ریت کے بند کی طرح ہے جو باقی نہیں رہے گی۔

ایہ دنیا زن حیض پلیتی، ہرگز پاک نہ تھیوے خو
جیس فقر گھر دنیا ہو دے، لعنت اس دے جیوے خو
کب دنیا دی رب تھیس موڑے، دیلے فکر کجھے خو
س طلاق دنیا توں دیے باخو، بیکر حج پنچھوے خو

دنیا کی مثال اس حائفہ عورت کی ہے جو حیض کی حالت میں خواہ عشقی ہار عمل کر لے یا پاک ہونے کی کوشش کرے، پاک نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح یہ نہیں دنیا پاک دنیا بھی پاک نہیں ہو سکتی۔ جو دعویٰ تو فقر کا کرتا ہو یعنی گھر میں مال و محتاج دنیا جمع کر رکھا ہوا درد میں ان کی محبت رکھتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے کیونکہ دنیا اور دنیا وی مال و محتاج تو را فقر سے گراہ کر کے اپنی محبت میں بجلز لیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ طالب کو اس سے ہمیشہ پہنچا جائیے۔ جس طرح عورت کو تین طلاقیں دے دیں تو وہ شرعی طور پر حرام ہو جاتی ہے اور اس سے کوئی تعلق یا واسطہ باقی نہیں رہتا اسی طرح تو بھی دنیا سے پہنچا چڑا لے۔

الغرض جب تک دل کے اندر حسب دنیا، اللذات دنیا، خواہشات دنیا اور شکوہات دنیا موجود رہتی ہیں اس وقت تک دل کے اندر اللہ پاک کی محبت نہیں آ سکتی۔ جو دنیا اور اللہ پاک کی محبت کو دل کے اندر اکٹھا جمع کرنے کا دعویٰ کرتا ہے وہ کاذب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محبت اور عاشق دنیا کی طرف آنکھا خدا کر بھی نہیں دیکھتے خواہ پوری کائنات کی دولت ان کے سامنے ڈھیر کر دی جائے۔ دنیا اور غیر اللہ کی محبت کو دل سے نکال کر دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق کو بسالینا ہی کامیابی ہے اور یہ ذکر و تصور اسم اللہ ذات کے بغیر ناممکن ہے اور وہ بھی اگر کسی مرشد کا مل اکمل سرو روی قادری صاحب مسٹنی سے حاصل ہوا ہو۔

باب 23

ریا کاری

ریا کاری سے مراد دکھاوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کا اصل مقصد تو قرب و معرفت الہی کا حصول ہے تاکہ جو بھی عمل کیا جائے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے اور بندے کو اپنا قرب اور معرفت عطا کر دے۔ اگر اس مقصد میں لوگوں کے لئے دکھاوے اور شہرت کی نیت شامل ہو جائے تو وہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کیلئے نہ رہے گا اور اسے ریا کاری کہا جائے گا۔ عارفین کے نزدیک ریا کاری بہت بڑا گناہ اور جحاب ہے اور یہ شرک کے قریب ہے۔ اخلاص نیت سے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کیا گیا عمل ہی بارگاہ الہی میں قبول ہے۔ اعمال میں کوئی ذاتی اور نسانی غرض شامل ہو جائے یا ہل میں یہ احساس پوشیدہ ہو کہ لوگ نیک اور پر ہیز گارجھیں تو یہ عبادت اور اعمال ریا کاری کا شکار ہو جائیں گے اور اسی دکھاوے کی عبادت اللہ سے دور رہے جائے گی۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِزْقًا النَّاسُ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِالشُّوَّالَ لَا يَأْتُونَهُمُ الْآخِرُونَ وَمَنْ يَكُنْ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِيبًا فَسَاءٌ

قریبًا (سورہ الرٰس - 38)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور یہاں نہیں لاتے اللہ پر اور ن قیامت پر اور جس کا ساتھی شیطان ہو وہ کتنا بُرے اساتھی ہے۔

احادیث مبارکہ میں ریا کاری کو شرک اصراف کروایا گیا ہے:

⊗ عَنْ فَهْنُودِ بْنِ لَبِيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخْوَفُ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ الْأَضَعُونَ

قَالُوا مَا الْيَهُزُّ إِلَّا صَفَرٌ يَأْرَسُوْلَ اللَّهِ قَالَ أَلِيَاهُ (محدث 24030: ہجت)

ترجمہ: حضرت محمود بن الجین سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم لوگوں پر خوف ہے وہ ہے چھوٹا شرک۔" لوگوں نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! چھوٹا شرک کیا ہے؟" تو فرمایا "ریا کاری۔"

✿ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لیے دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کی "کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟" فرمایا "شرک غنی یعنی ایک آدمی نماز پڑھتے تو کسی شخص کو اپنی طرف دیکھتا ہوا دیکھ کر اپنی نماز اور سنوار لے۔" (ابن ماجہ 4204)

✿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آخری زمانے میں کچھ لوگ اپنے لفظ میں گے جو دنیا کو دین کے ذریعے طلب کریں گے۔ وہ لوگوں کے لئے بھیز کی کھال پہنیں گے (یعنی بھیز کی کھال میں بھیز یہ ہوں گے)۔ اپنی زندگی ظاہر کرنے کے لئے ان کی زبان میں شرک سے زیادہ میٹھی ہوں گی لیکن ان کے دل بھیز یوں کے دل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لیے فرمائے گا: کیا یہ لوگ میرے مہلت دینے سے بے خوف ہو گئے ہیں؟ کیا یہ لوگ مجھ پر جرمی ہو گئے ہیں؟ تو مجھ کو میری یہ قسم ہے کہ میں ضرور ضرور دن الوگوں پر ایسا لفظ سمجھوں گا جو عقل مند آدمی کو حیرانی میں ڈال دے گا۔" (ترمذی 2404: محدث)

✿ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو لوگوں کو سنانے اور دکھانے کے لئے کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے ویسا ہی بدل دے گا۔" (ابن ماجہ)

✿ حضرت شداد بن اویؓ سے روایت ہے کہ جس نے ریا کاری کرتے ہوئے نماز پڑھی یعنی اس نے شرک کا کام کیا، جس نے ریا کاری سے روزہ دکھابے شک اس نے شرک کا کام کیا اور جس نے ریا کاری کرتے ہوئے صدقہ دیا یا باشہ اس نے شرک کا کام کیا۔ (محدث)

✿ حضرت جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو سنانے کیلئے کرے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے سناؤ کرے گا اور جو دکھاوا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دکھاوا کرے گا۔"

✿ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ریا کا اولیٰ مرتبہ بھی شرک ہے۔ تمام بندوں میں خدا کے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہیں جو تقویٰ والے ہیں اور چھپے ہوئے ہیں۔ اگر وہ غائب ہوں تو انہیں کوئی خلاش نہ کرے (کہ ان کی کسی کام میں لوگوں کو ضرورت نہ ہو) اور گواہی دیں تو پہچانتے نہ جائیں۔ وہ لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چانغ ہیں۔" (طریقی، ساکم)

✿ حضور علیہ اصلوہ و السلام کا فرمان ہے "ریا کفر سے زیادہ بدی خصلت ہے۔"

✿ ریا کی حقیقت اور اقسام

ریا کی حقیقت یہ ہے کہ خود کو لوگوں کے سامنے پارسا اور نیک ظاہر کیا جائے تاکہ لوگ اس شخص کو زیور پار سائی سے آرائت۔ بھیں اور وہ ان میں

مقبول و ہر دلعزیز ہو جائے، لوگ اسے محترم و قابل تعلیم جانیں اور بنا کو عزت سے دیکھیں اور اسے اخلاقی نیک کا نمونہ خیال کریں۔ اس غرض سے وہ شخص ایسے اعمال اختیار کرتا ہے جو بظاہر پار سائل اور دینی ہرگز کی دلیل ہوتے ہیں پس انہی کی نمائش کو اپنے شعار بنالیتا ہے۔ ایسے اعمال کو پانچ اقسام پر تقسیم کیا جا سکتا ہے:

● پہلی قسم جسم و صورت سے متعلق ہے یعنی ظاہری و بدینی ہیئت و تکلیف ایسی بنا لیتا کہ نیک لوگوں کی طرح لگنے لگیں مثلاً چہرے کو کسی نہ کسی طریق سے زرد بنا لینا کہ لوگ سمجھیں رات بھر عبادت میں گزری ہے اور سویا بالکل نہیں یا اپنے آپ کو بالکل نجف وزرار سماں بنا لیتا کہ لوگ بھی خیال کریں کہ یہ فناہت و ضعف مجاہدہ و ریاضت ہی کا نتیجہ ہو گا۔ ہونتوں کو گزر گز کریا کسی اور طریقے سے نشک رکھنا تاکہ روزہ دار دکھانی دے۔ لوگوں کے سامنے گردن پہنچ کیے ہوئے چنان گویا حالت و جد طاری ہے۔ جب ان ہر بول کے نتیجے میں لوگوں کا خیال وہی مبن جاتا ہے جس کی ریا کار کو خواہش مبتدا ہوتی ہے یعنی خود کو نیک و پار ساتھ کرنا تو اس کے نفس کو بڑی راحت و سرست حاصل ہوتی ہے اور پھر وہ اکثر اسی حیلے میں نظر آتا ہے۔

● ریا کاری کی دوسری قسم لباس اور پہناؤ سے متعلق ہے یعنی عمل کے معاملہ میں تو صفر ہو لیکن اپاس کے ذریعے خود کو نیک ظاہر کرے مشاکھ درا، سخت اور غیر ملائم لباس پہننا یا چھوٹے، تلک اور پچھے پرانے کپڑے پہننا تاکہ اس پر زائد ہونے کا گمان گزرنے۔ کچھ لوگ صوفیان لباس اور اس کے ساتھ مصلی اور گذری لیے پھرتے ہیں تاکہ لوگ صوفی سمجھیں چاہے تصوف نام کی کوئی صفت سرے سے ان میں موجود نہ ہو۔ لباس کے انتبار سے ریا کاروں کے دو گروہ ہیں، ایک توہہ ہوتے ہیں جو اپنے حلقت اور عام لوگوں میں زائد و تحقیقی کھلوانے کیلئے بے قرار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بھیشہ سادہ، بوسیدہ اور عام سال لباس پہننے رکھتے ہیں کہ عام لوگوں میں نیک کھلوانے کا بینی طریقہ ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان کو موسم کے لحاظ سے ہونے یا گرم کپڑے پہننے کو کہیں یا کسی تقریب اور عید و غیرہ کے موقع کی مناسبت سے لباس پہننے کو کہا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا انہیں گناہ کرنے کو کہہ دیا ہے، یہ بات ان کو سخت ناگوار گزرتی ہے حالانکہ یہ کپڑے حلال ہیں اور ان کا پہننا ممنوع نہیں۔ لیکن اس کا کیا کہ یوں ان کی دکانِ زہد بند ہو جانے کا خدش احتیقہ ہوتا ہے اور لوگوں میں یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ یہ زائد درجہ زہد سے گزگیا ہے۔ دوسرًا اگر وہ ان لوگوں کا ہے جو عام کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کے زدوں یا بھی مقبولیت و ہر دلعزیزی کے متنالاشی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بوسیدہ اور پرانا لباس نہیں پہننے تاکہ حکمرانوں کے زدوں یا حقیر و بے وقت نہ کھبریں لیکن جبل و شوکت سے کام لینے سے خواہم کی نظر وہ میں گر جانے کا کھلا بھی لگا رہتا ہے اس لیے وہ ایسا لباس پہننے ہیں جو حقیقی تو ہو لیکن زیادہ زرق نہ ہوتا کہ خواہم اسے دیکھ کر ان کے زہد و پرہیز گاری کے قائل رہیں اور قیمت میں چونکہ وہ امراء کے لباس سے کسی طرح کم نہیں ہوتا اس لیے خواص اور حکمرانوں کو اظہار حقارت کا موقع نہیں مل سکتا۔ ایسے لوگوں کو اگر کہا جائے کہ سادہ لباس پہننے لوتویہ بات ان کیلئے نزع کی تکلیف سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے خواہ وہ (بہزادہ) لباس ان کے پہننے ہوئے لباس سے کم قیمت اور زیادہ اچھا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ انہیں تو یہک وقت اپنے آپ کو ایک طرف زادہ، نیک اور پرہیز گار غایت کرنا ہے تو دوسری طرف ریکس و صاحب حیثیت۔ شاید ایسے لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ مخلوق میں مقبولیت کی تھنا انہیں اللہ کے باب کتنا غیر مقبول ہنا

دے گی اور کیا بھب کر جانتے ہیں ہوں لیکن دل خوف خدا سے گھبرا تاہی نہ ہو۔

﴿ تیسری چیز جس میں ریا کاری سے کام لیا جاتا ہے وہ ہے گفتار یعنی طرزِ گفتگو۔ ہاتھیں بہت ہی دھمکے لیجے میں کرنا اور آواز بالکل آہست رکھنا تاکہ سخنے والوں کو سیکھ گمان گزرنے کے لئے دل میں وقار دین کا احساس اتنا گبرا ہے کہ آواز تک دب کر رہ گئی ہے۔ یہ لوگ ہر وقت صحیح پکڑے ذکر میں مصروف دکھائی دینے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور لوگوں کو یوں بلاتے رہتے ہیں کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ انہیں تو ذکر الٰہی سے کسی وقت فراغت نہیں ہوتی۔ ہو سکتا ہے کہ واقعی ذکر کرتے بھی ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ لوگوں کو یوں مکارانہ جنہش دینے کی بجائے کیا دل ہی دل میں ذکر کرنا ممکن نہیں؟ سوبات یہ ہے کہ ممکن ہے بلکہ دل میں ذکر کرنا احسن و افضل ہے لیکن پھر لوگوں کو کیسے پڑھے چلے گا کہ یہ حضرت ذکر بھی کیا کرتے ہیں احوالاً تکہ وہ یہ کام مصرف لوگوں کے رو بروہی کرتے ہیں ورنہ غلوت و تہائی میں ذکر کا کبھی خیال بھی ان کے دل سے نہیں گزتا۔ ان میں سے چند حضرات یوں بھی کرتے ہیں کہ صحابہ اور صوفی کے اقوال و روایات میں سے کچھ باتیں یاد کر لیتے ہیں اور لوگوں کے سامنے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ گویا حتم تصوف یا علم دین پر آج کسی کو عبور حاصل ہے تو بس انہیں ہی تو ہے۔ جگہ جگہ مختلف لوگوں کے سامنے اپنے محدود علم کو اس مکاری سے دہراتے رہتے ہیں کہ گویا ان کے پاس علم کا بھر بے اور آج زمانے میں ان کے علم و فضل کا جواب ہی کہاں ہے؟ اور کون ہے جس نے ان کی طرح لا تعداد بزرگان دین کی زیارت کی ہوا اور سیر و سیاحت میں ہرگز اڑی ہو!

﴿ چوتھی چیز عبادات ہیں جن میں ریا کاری سے کام لیا جاتا ہے مثلاً نماز کا وقت ہونے سے پہلے ہی لوگوں کے سامنے بڑے اہتمام سے نماز کی تیاری کرنے لگتے ہیں یا مسجد میں نماز کے وقت سے بھی پہلے یعنی کریم بھی جاتے ہیں تاکہ ہر آنے والا نمازی ان کے زہد کا مقابل ہو سکے۔ ایسا ریا کا نماز پڑھتے ہوئے اگر دور سے کسی کو آتا ہوا دیکھ لیتا ہے تو یہ اہتمام اور خشوع و خضوع سے نماز شروع کر دیتا ہے، گردن آجے کو بھک جاتی ہے اور رکوع، رکود اور قیام طویل تر ہو جاتے ہیں۔ صدق و خیرات کرنا ہو تو لوگوں کے سامنے دیتا ہے تاکہ خوب شکر ہو جائے۔ اسی طرح ہر عبادت میں اسی ہی تحدید و تماش کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

﴿ پانچوں اس ریا کارانہ عمل یہ ہے کہ لوگوں پر ظاہر کیا جاتا ہے کہ میرے شاگردوں، بیویوں کاروں یا مریدوں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور معتقدین کا تو کوئی شمار ہی نہیں۔ بڑے بڑے ریکس اور جاگیر وار مجھے سلام کرنے حاضر ہوتے ہیں اور اسے اپنے لیے باعث برکت و معاشرات تصور کرتے ہیں۔ مشاہی زمانہ میرا احترام کرتے ہیں اور مجھے بہت بڑا عالم سمجھتے ہیں، ہر اہم معاملے میں میری رائے کو فریقیت دی جاتی ہے۔ یہاں یہ امر مقابل ذکر ہے کہ تمیں و تفہیم کی طلب اگر ایسی چیزوں کے ذریعے کی جائے جن کا اعلق عبادات سے نہ ہو تو یہ مباح ہے کیونکہ اگر کوئی شخص اچھے کیہے زیرِ تن کرتا ہے تو یہ نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت ہے کیونکہ اس سے مقصود اظہار آراء تکلی و بحال ہوتا ہے نہ کہ پارسائی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص علم لغت، نحو، حساب اور طب وغیرہ کے بارے میں یا کسی بھی علم کے بارے میں جو دین اور عبادات سے متعلق نہ ہو، اپنی علمیت و فضیلت کا اظہار کرے تو یہ ریا ہوتے ہوئے بھی جائز ہے کیونکہ ریا ہوتی ہی طلب جاہ کے لئے ہے اور طلب جاؤ اگر حد سے نہ بڑھتے تو مباح ہے البتہ دین اور عبادات کے معاملے میں مطلق حرام ہے۔

حضرت علیہ اصلوٰۃ والسلام کا ارشاد یا کب ہے:

من طلبَ الْعِلْمِ لِلَّذِنِيَا فَهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِلْحَجَةِ فَهُوَ مُتَفَقٌ وَمَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ لِلْمُؤْمِنِ فَهُوَ مُسْلِمٌ

ترجمہ: جس نے دنیا کی نی طریقہ علم حاصل کیا وہ کافر ہے، جس نے جہت کی خاطر علم حاصل کیا وہ منافق ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے علم حاصل کیا وہ مسلمان ہے۔

سیدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ریاکار کے کپڑے صاف ہوتے ہیں مگر اس کا دل (باطن) بخوبی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی احاطت قلب (باطن) سے ہوتی ہے قلب (باطن) سے بخوبی۔ (الحق اربابی۔ مکالم ۵)

ریاکار اپنے عمل پر مغرور رہتا ہے۔ دن میں روزہ رکھتا ہے، راتوں کو شب بیداری کرتا ہے، موہا سونا کھانا پیتا ہے لیکن حقیقتاً ظاہر و باطن میں وہ اندر ہر سے میں تھی رہتا ہے اور اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھتا۔ (الحق اربابی)

اے ریاکار تمہرے اوپر افسوس ہے اتو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بکر و فریب نہ کر، اسے دھوکہ نہ دے۔ تو عمل کرتا ہے اور ظاہر کرتا ہے کہ اللہ کے لئے کیا ہے حالانکہ وہ مخلوق کیلئے ہوتا ہے۔ تو ان سے ریا و نفاق کرتا ہے، ان کے لئے چاپلوں اور خوشامد کرتا ہے اور اپنے رب کو بھلا دیتا ہے۔ مفتریب تو دنیا سے مغلس و محتاج ہو کر نکلا گا۔ سوچ، غور کر اے باطن کے مریض! اپنی دوا کرا اور اس کی دوا تجھے اولیٰ کرام کے پاس ملے گی۔ (الحق اربابی)

ریاکار (مناقف) صرف اعضاٰ نے ظاہری سے عمل کرتا ہے اور مومن قلب و اعضاٰ نے ظاہری دونوں سے عمل کرتا ہے، اس کا اول عمل قلب سے ہوتا ہے پھر دوسرے اعضا سے۔ مومن زندہ ہے اور منافق مردہ۔ مومن اللہ تعالیٰ کیلئے عمل کرتا ہے اور ریاکار منافق مخلوق کے لئے عمل کرتا ہے اور اس پر مخلوق سے مدح و عطا کا طالب ہوتا ہے۔ (الحق اربابی)

صاحب کشف الجوب دامت حکمہ بخش حضرت علی بھجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس منت کو اہل فتن اختیار کر لیں اس منت سے پر بیز بہتر ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت علی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کوئی کام یا عمل کرنے کا مقصد صرف دکھاوا یا شہرت کا حصول ہو اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کیلئے نہ ہو، مقصد صرف یہ ہو کہ لوگ یہک اور پر بیز گار بھیجیں تو یہ ریاکاری ہے۔ راہ حق سے ہٹانے کے لئے شیطان کے پاس ریاکاری کا حربہ بہت بڑے بڑے عابد زابد اس میں ہٹتا ہو جاتے ہیں۔ ریا کا مرض انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے اور اُس اس کا آکہ کاربن جاتا ہے، اسے ختم کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ یہ انسانی فطرت کی کمزوری ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس کی بزرگی اور سیکی کا شہرہ اور چرچا ہو جائے اور لوگ اسے نیک، عابد اور زابد بھیجیں۔ اگر یہ مرض مستقل صورت اختیار کر لے تو انسان بالکل ہی گمراہ ہو کر اپنے چہرے کا نور ہی گھومنٹھتا ہے جو اہل مشاہدہ سے پوچشیدہ نہیں رہ سکتا۔ جہاں

تک طلبِ موئی یا راهِ فخر کے سفر کا سوال ہے تو وہ بالکل ہی قائم ہو جاتا ہے کیونکہ ایک حدیث شریف میں اسے چھوٹا شرک قرار دیا گیا ہے اور شرک کرنے والے کا فخر سے کیا تعلق۔

حضرت گنی سلطان پا خود رحمت اللہ علیہ نے بھی اپنی تصانیف میں ریاکاری کے متعلق بہت سی آیات اور حادیث کا حوالہ دیا ہے اور ان میں کی نہ صحت کی ہے جن کا مقصد و صرف مال و دولت اکٹھا کرنا ہے۔ ایسے لوگ ظاہر و باطن دونوں لحاظ سے بیکار اور ناکار و ہوتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

❖ فخر کا دشمن خدا کا دشمن اور دنیا کو دوست رکھنے والا ہے اور دنیا کو دوست رکھنے والا صاحب ریا ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ”ریا کفر سے ختم ہے اور فخر آگ ہے۔“ (صحیح البخاری)

❖ علم و طرح کا ہے، اقل علم رحمانی جو اہل اطاعت کے لیے ہے اور ترک دنیا کا علم ہے۔ دو مضمون شیطانی جو اہل بدعت کے لیے ہے اور حکم دنیا، حرص، حسد اور کبر کا علم ہے۔ (ینبین الفتن)

❖ علام روزی رومی کمانے کی خاطر مال و دولت کے انتقامار میں رہتے ہیں جبکہ فتحِ دنیا اور اہل دنیا سے بیزار رہتا ہے۔ (ینبین الفتن) آپ اپنی تصانیف میں ان جعلی فخر اپنے ختم تحقیق کرتے ہیں جو صرف اس لئے زہد و تقویٰ اختیار کرتے ہیں کہ یا تو اس سے انہیں مالی فوائد حاصل ہوں یا شہرت۔ آپ فرماتے ہیں:

❖ ریاضتِ عامِ محض ریاکاری ہے جسے بعض لوگ خواہشاتِ نفس کے باعث رہنماءاتِ خلق اور شہرت و عزت کی خاطر کرتے ہیں۔ (لکھنؤلی و توحیدِ کائن)

درج ذیل پنجابی ایات میں آپ ان علم کا حال بیان کر رہے ہیں جو دنیاوی فوائد کے لئے علم حاصل کرتے اور پھر دنیا کو حاصل کرنے کیلئے اس کا استعمال کرتے ہیں۔

پڑھ پڑھ علم ملوک رجھاؤں، کیا ہو یا اس پڑھیاں ہو
ہرگز نکھن مول نہ آوے، پچھے دوڑھ دے کڑھیاں ہو
آکھ چندورا ہتھ کے آئیو ای، اس آگوری چنیاں ہو
کب دل خت رکھیں راضی باخواز لئیں عبادت و رہیاں ہو

کچھ لوگ اور علماء صرف حکمرانوں، امراء، رؤسائے اور حکومتی ایمکاروں کو خوش کرنے یا حکومت میں کوئی عہدہ پانے کے لئے علم حاصل کرتے ہیں، انہیں معرفتِ الہی اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ پونکہ ان کی نیت میں ہی کھوٹ ہوتا ہے اس لئے وہ علم کی کن، حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم رہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو علم کا مغز حاصل کرنے کی وجہ سے صرف ہڈیوں کو بھیجوار رہے ہیں۔ آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تو کسی ایسے صاحبِ ول فتحی کو جو وصالِ الہی پاچکا ہو، خوش اور راضی کر لے تو تجھے کئی بررسوں کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون، کرن عبادت دوہری ہو
اندر ججھی پئی ہوئے، تن من خبر تاں موری ہو
مولیٰ والی سدا سکھالی، دل توں لاو بخوری ہو
باخوار رب تمہاں نوں حاصل، جہاں جگ نہ کیتی چوری ہو

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نہ کسی مرشد کامل سے علم حقیقت (علم ہاٹن) حاصل کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پارگاہ سے تلقین و ارشاد کی اجازت ہوتی ہے بلکہ صرف شریعت کا علم ظاہر حاصل کر کے مشائخ کی مستند پر برآ جمان ہو جاتے ہیں اور لوگوں کو دکھانے کے لئے خوب عبادت دریافت کرتے ہیں۔ لیکن ان کے ہاٹن میں نفس اور شیطان نے سرگک بنا رکھی ہوتی ہے اور خود ان کا اپنا ایمان سلب ہو چکا ہوتا ہے جس کی انہیں خبر نکل نہیں ہوتی۔ اس لئے اے شیخ! تو اپنی آنکھوں سے غفلت کا پروہ اور دل سے زنگ اور سیاہی اتنا را اور حقیقت کو پانے کے لئے کسی مرشد کامل کا دامن پکڑ۔ کیونکہ وصال الہی تو ان کو حاصل ہوتا ہے جو راہ فخر میں عقل، چالاکی اور سکرہ فریب سے کام نہیں لیتے بلکہ دنیا سے منہ موز کرستھیت، خلوص تیت اور رضاۓ الہی کے مطابق راہ فخر پر گام زدن رہتے ہیں۔

پڑھ پڑھ علم ہزار کتاب، عالم ہوئے بھارے ہو
اک حرف عشق دا پڑھن نہ جان، بھتلے پھرن بچارے ہو
لکھ نگاہ بے عالم دیکھے، کے نہ کدمی چاہرے ہو
اک نگاہ بے عاشق دیکھے، لکھاں کروڑاں تارے ہو
عشق عقل وچ مزد بھاری، سے کوہاں دے پاڑے ہو
جہاں عشق خرید نہ کیتا باخنو، اوہ دو ہیں چہاں مارے ہو

بہت سے لوگ ہزاروں کتب کے مطالعے سے جید عالم تو ہن گے ہیں لیکن راہ عشق کا ایک حرف تک انہیں معلوم نہیں ہے اس لئے حقیقت سے دور ظاہری تاویلات میں لمحہ ہوئے ایک دوسرے سے جگہ رہے ہیں اور صراطِ مستقیم سے بکھلے ہوئے ہیں۔ اگر عالم کسی ایک طالب کی طرف لاکھ بار بھی نگاہ کرے تو اس کو معرفت حق تعالیٰ نہیں عطا کر سکتا، اس کے بر عکس عاشق (مرشد کامل) لاکھوں لوگوں کو ایک ہی نگاہ سے معرفت الہی میں غرق کر دیتا ہے۔ عشق و عقل کا تو آپس میں کوئی واسطہ نہیں ہے اور ان دونوں کے درمیان وسیع طیح حاصل ہے۔ جن لوگوں نے جان دہال کے عوض عشق حق کا سوداں کیا وہ دونوں جہاں توں میں ناکام و نامراہ ہو گئے۔

دل کالے گولوں من کالا چنگا، بے کوئی اس ٹوں جانے ہو
من کالا دل اچھا ہووے، تاں دل یار بچانے ہو

ایہ دل یار دے پچھے ہو وے۔ مٹاں یار وی کدی پچھانے ٹھو
سے عالم چوڑ میتاں مجھے ہاٹھو، جد لگے نیں دل نکانے ٹھو

انسان کو باطن میں برا، شقی القلب، منافق اور بدکروار نہیں ہوتا جائیے کیونکہ ایسے انسان کے بدلتے کے موقع بہت کم ہوتے ہیں۔ ہاں اگر انسان صرف ظاہری طور پر برآ ہو تو کبھی نہ کبھی راہ حق پر آ جاتا ہے کیونکہ وہ دل سے برآ نہیں ہوتا۔ پاک اور صاف دل ہی محبوب حقیقی کی پہچان اور معرفت حاصل کرتا ہے۔ ایسا دل رکھنے والا طالب استقامت کے ساتھ مرشد کامل کے دامن سے وابستہ رہتا ہے کہ شاید کبھی دریائے رحمت الہی جوش میں آ کر اس پر مہربانی کر دے۔ سینکڑوں عالم جو معرفت الہی کے حصول کے لئے مساجد میں زبدہ ریاضت میں مصروف تھے لیکن کامیاب نہ ہو سکے، پھر جیسے ہی عشق نے ان کے دل میں ڈیرا احمدیا تو مساجد چوڑ کر کسی عارف (مرشد کامل) کے ذریعہ سجدہ ریز ہو گئے۔

الغرض ریاکار کا کوئی عمل اور عبادت قبول نہیں ہوتی بلکہ یہی عمل اور عبادت اس کے لیے راندہ بارگاہ الہی ہونے کا باعث ہن جاتی ہے۔ خاص طور پر راہ فخر میں جو طالب ریاکاری میں بنتا ہو جاتا ہے وہ دین دنیا بلکہ دنلوں جہانوں میں رو سیاہ ہو جاتا ہے۔

باب 24

اخلاص نیت

نیت تمام اعمال کی بنیاد ہے، اس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَئِسْ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ قِيمًا أَخْطَأْتُمْ بِهِ لَوْلَا كُنْتُمْ قُلُوبَكُمْ (سورة الازف - 5)

ترجمہ: جو عمل غلطی کی بنیاد پر ہو جائے اس پر کوئی گناہ نہیں لیکن (اس پر ضرور گناہ ہو گا) جس کا ارادہ (یعنی نیت) تمہارے دلوں نے کیا ہو۔

فَلَمْ يَعْمَلْ عَلَى شَاكِلَتِهِ فَرِئِنْكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدِي سَبِيلًا (سورة النور - 84)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمادیجیے سب اپنی اپنی سوچ (نیت) کے مطابق اختیار کروہ طریقہ پر چل رہے ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا رب خوب جانتا ہے کہ سید گی راہ (صراحت مستحیر) پر کون ہے۔

احادیث نبوی میں بھی نیت کی اہمیت پر بہت زور دیا گیا ہے:

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الظَّنَّ أَلِ الْبَيِّنَاتِ وَإِنَّمَا إِلَّا كُلُّ أَخْرَجِي مَا تَوَمِي (بخاری 1، ترمذی 1547، ابن ماجہ 4227)

ترجمہ: اعمال کا ادارہ ارتیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْتَظِرُ إِلَى ضُورٍ كُمْ وَلَا أَخْنَالٍ كُمْ وَلَكِنْ يَنْتَظِرُ إِلَى قُلُوبَكُمْ (سلمان، م الج)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں کو دیکھتا ہے نہ تمہاری صورتوں کو بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دل یا قلب سے مراد باطن ہے۔ قرآن پاک میں جہاں دلوں کے اندھے ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد باطن کا مردہ یا اندھا ہونا ہے۔

راہ فقر میں نیت میں جس قدر اخلاص ہو گا اتنی تھی جلد منزل حاصل ہو گی۔ قرآن و حدیث میں بھی اسی طرف اشارہ ہے:

◆ **قُلْ إِنَّ أَمْرَكَ أَنْ آتَيْنَا اللَّهَ مُحْلِصَاتَهُ الدِّينَ** (سورۃ الزمر۔ ۱۱)

ترجمہ: فرمادیجیے کہ بے شک مجھے حکم ہوا ہے کہ اخلاص سے اللہ کی عبادت صرف اسی کے لئے کروں۔

◆ **فَادْعُوا اللَّهَ مُحْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَا تُغْرِيَ الْكُفَّارُونَ** (سورۃ ہم۔ ۱۴)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکاریں اگرچہ یہ کافروں کو تناہی برائیوں سے لگے۔

◆ **إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاغْبِرُوا اللَّهَ مُحْلِصَاتَهُ الدِّينَ** (سورۃ الزمر۔ ۲)

ترجمہ: پس ہم نے اس کتاب کو تمہاری طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے۔ پس اللہ کی عبادت کرو اور اسی کے لئے عبادت میں اخلاص پیدا کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

◆ اخلاص والوں کے لئے خوشخبری اور مبارکہ ہے جو بہادیت کے چیزوں میں، ان کے ذریعے تمام سیاہ فتنہ دور ہو جاتے ہیں۔ (نسانی)

◆ حضرت ابو اوریس خولانیؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "مُؤْمِنُ کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ بندہ اخلاص کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک خاص اللہ تعالیٰ کے لیے کیے ہوئے عمل پر اپنی تعریف کو ناپسند کرنے لگے (یعنی تعریف کی خوبیں درکھے اور نہ اسے پسند کرے)۔"

اخلاص ایک قلبی یقینیت اور مومن کا خاص ہے۔ اس کے متعلق حدیث مبارک ہے:

◆ حضرت سعیل بن سعد سعدهؓ سے مردہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مُؤْمِنُ کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور منافق کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے اور ہر ایک اپنی نیت پر عمل کرتا ہے۔ پس مومن جب کوئی عمل کرتا ہے تو اسکے دل میں نور بہوت پڑتا ہے۔" (طرانی: بیانی: جمیع الزوار، من محدثین عرب، جمیع)

◆ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا فرمان ہے "اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنے اعمال کا عوض نہ چاہے۔"

اخلاص دوستی بکرہ ہوتا ہے اور خاص طور پر اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط کرنے اور اس کا قرب حاصل کرنے کیلئے اخلاص لازم ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا خلاص بندہ نہیں بنے گا وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکے گا۔ راہ فقر میں ہر مقام اور منزل پر اخلاص کا ہونا لازم ہے ورنہ کوئی عمل بھی فائدہ نہ دے گا۔ اخلاص کا تو مطلب اسی خالص ہونا ہے اور خالص صرف طالب مولیٰ ہوتا ہے۔ اگر کسی بھی منزل پر اخلاص میں معمولی سی کی آجائے تو ساکن یا طالب کا سفر و پرورش پر رک جاتا ہے۔ بلے بلے طالب اپنے اعمال اور مرتباً کی محدود و نمائش کی وجہ سے اپنے مقام سے گر جاتے ہیں اور پھر زندگی بھر منزل حاصل نہیں ہوتی کیونکہ یہ ریا کاری کے زمرے میں آتا ہے۔ اخلاص کی سوٹی یہ ہے کہ جو بھی عمل کرنے لگیں

دل میں نیت موجود ہو کہ اس عمل کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔

شیطان اخلاص کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کی کوشش بھی ہوتی ہے کہ سماں کی نیت میں اخلاص پیدا نہ ہو اور اگر ہوتا تو وہ دل میں ہوس دال کر طالب یا سماں کو شہرت و دکھاوے کی طرف راغب کرے اور اس کی نیت کو آلوہ کر دے۔ اس شیطانی جال میں شخص جانے والا طالب بھلک کر تھوڑوں نیکش میں بھٹلا ہو جاتا ہے۔ ابتدائے حال میں جب بعض سماں کین پر اسرار الہی مکمل لگتے ہیں تو وہ انہیں ضبط نہیں کر سکتے اور اپنی پاکیزگی یا دلایت ظاہر کرنے کیلئے اس کا ذکر اور چرچاؤ گوں میں کرنے لگتے ہیں اسی لئے یہ سماں اسی مقام پر رُک جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی پیغمبرت اخلاص کے حصول میں بڑی معاون اور مددگار ہے۔ محبت کا تضاد یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی کیا جائے وہ معمود و محبوب حقیقی کو راضی کرنے کے لئے کیا جائے۔ جب نیت صرف محبوب کی رضا ہو جائے گی تو اس میں اخلاص بھی پیدا ہو جائے گا اور تھوڑوں نیکش یا ریا کا ری کی ٹھنڈائش باقی نہ رہے گی۔

＊
بیان چیریہ نا غوث الا غظم حضرت شیخ محبی الدین عبدالقدور جیلانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر، فکر اور عبادت میں اخلاص قبولیت کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بنیاد اخلاص پر ہے۔ ہم تو اخلاص سے اس کی عبادت کر۔

＊
داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں کہ اخلاص تب اسی پیدا ہوتا ہے جب محبت الہی میں خلوص ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ کوئی عمل، عمل نہیں ہوتا جب تک اس میں خلوص نہ ہو۔ یہ عمل کے ساتھ خلوص کو وہی نسبت ہے جو جسم کو روح کے ساتھ۔

＊
حضرت امام غزالی نے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اپنے اعمال کے اجر کا طالب نہ ہو اس لئے کہ جو شخص ثواب کی نیت یا عذاب کے خوف سے عبادت کرتا ہے اس کا اخلاص نکمل نہیں ہوتا کیونکہ اس نے تو اپنی بحدائقی کے لئے عبادت کی ہے۔

＊
حضرت ذواللون مصری فرماتے ہیں کہ اخلاص صرف صدق اور اخلاق پر مداومت سے تکمل ہوتا ہے، اسی طرح صدق بھی اخلاص اور اس پر مداومت کے بغیر نکمل نہیں ہوتا۔

＊
حضرت سعید بن معاز فرماتے ہیں کہ عمل کو عیوب سے اس طرح پاک و صاف نکال لینا اخلاص ہے جس طرح گور اور خون سے دودھ سکھنے کر نکال لیا جاتا ہے۔

＊
حضرت سعید بن جیزیر نے فرمایا کہ اخلاص یہ ہے کہ بندہ اپنی اطاعت اور عمل کو خالص اللہ کے لئے کرے اور اس کے عمل میں ریا کاری نہ ہو۔

＊
حضرت ابو الحسن بو شعبہ فرماتے ہیں کہ اخلاص وہ ہے جس کو نہ فرشتے لکھیں اور نہ شیطان اس کو گزارے اور نہ کسی انسان کو اس کی اطاعت ہو۔

＊
حضرت چنیدہ بخاری کا ارشاد ہے کہ اخلاص خدا اور بندے کے مابین ایک ایسا راز ہے جس سے نہ کوئی فرشتہ والف ہے کہ اس کو لکھ سکے اور نہ شیطان اس سے آگاہ ہے کہ بندے کو اخلاص سے روک سکے۔

حضرت خواجہ سن بصری فرماتے ہیں کہ جو صبر نہ کسی جزا کی خاطر ہونا پنی سلامتی کے لیے ہو، جو زہد نہ بہشت کی خواہش کیلئے اور نہ جنم کے عذاب کے خوف سے ہو، ان علامتوں کا نام اخلاص ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ آفات اعمال سے خاصی پانا اخلاص ہے۔

سید علی خواص فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن مومن کا نور اس کے اخلاص کے مطابق ہوگا اور یاد رکھ کر منافق مومن کے نور سے فائدہ نہ اٹھا سکے گا جیسے انہیاں کی نظر سے مستفیض نہیں ہو سکتا۔

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ سالک اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے اخلاص کو بھی ریانہ کرے۔ بعد اگر مجھے خبر پہنچ کر ابھی میرے پاس خلیفہ آرہا ہے پھر میں اس کے آنے کی خاطر اپنی داری کو اپنے باتحصہ درست کروں تو مجھے ذر ہے کہ میرا شمار منافقتوں میں ہو۔

حضرت مصین الدین حنفی کا فرمان ہے کہ اللہ والوں کی عادت محبت میں اخلاص کرنا ہے۔

خواجہ سیوطی کا ارشاد ہے کہ جب مومن صدق و اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ خاص مہربانیوں سے اس کی مدعا فرماتا ہے۔

شیخ سعدی نے فرمایا ہے کہ اس کی بہت پر قربان جو نیک کام اخلاص سے کرتا ہے۔

حضرت خواجہ بہباد الدین نخشبند نے فرمایا ہے کہ حقیقت اخلاص فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے کیونکہ جب تک بشریت غالب رہتی ہے اس وقت تک اخلاص کا حقیقی درجہ حاصل نہیں ہوتا۔

سلطان الفقر ششم حضرت علی سلطان محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

راہ حق میں نیت میں صدق اور اخلاص کا شامل ہونا ضروری ہے۔ نیت میں جس قدر صدق اور خلوص ہوگا اسی قدر وہ عمل مقبول ہوگا۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ”مومن کی نیت بہتر ہے اس کے عمل سے۔“

صدق اور اخلاص بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ جس نے ان کو پالیا اس نے گویا نفس کو قابو کر لیا اور جس نے نفس کو قابو کر لیا اس نے اللہ کو راضی کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

راوفقر میں نیت میں اخلاص کا ہونا رسول کا سفر مہمیوں میں طے کر دیتا ہے۔

طالب کو صدق میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثل ہونا چاہیے۔

سلطان العارفین حضرت علی سلطان باصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلب کے دو بنیادی اور اپنائی مراتب ہیں، ایک قلب غلیظ جو خطرات شیطانی و نفسانی اور حادثات دنیا کی پریشانیوں کے باعث تکملہ بیمار اور مریض ہوتا ہے اور تک دوا کے بغیر اور اللہ کی رحمۃ و معرفت کی لگاہ سے محروم رہتا ہے جب تک مکمل اخلاص کے ساتھ اللہ کی جانب

نہیں آتا۔ (کلید اتوسید کا ان)

محبت اور اخلاص کی راہ میں فقیر کو صادق، ثابت قدم اور اللہ تعالیٰ سے سچا اعتقاد رکھنے والا ہونا چاہیے۔ (مین انقر)

اگر کسی کو طاعت، ریاضت اور پارسائی سے حق حاصل ہوتا تو اپنیں کو ہوتا کہ اپنیں زائد، عابد اور صاحب طاعت تھا مگر اس میں کبرا اور اناپیدا ہو گئی جس سے وہ مردود ہو گی۔ اگر کسی کو علم اور فضیلت سے حق حاصل ہوتا تو بلعم باعور کو ہوتا کہ اس کے مدرسے میں ہر وقت بارہ ہزار دو اتنیں اور قلم قاف سے قاف تک (تمام علم) کی زیر دوز برکی حقیقت لکھنے میں مصروف رہتے تھے۔ اگر کسی کو مال و دولت سے حق حاصل ہوتا تو قارون کو حاصل ہوتا کہ اس کے خزانے تحت اڑی سے بھی بیچے تک فن تھے۔ اگر کسی کو خدائی کا دعویٰ کرنے سے حق حاصل ہوتا تو فرعون کو ہوتا کہ فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا اور دریائے نیل میں ڈوب کر بلاک ہو گیا۔ اگر کسی کو جہالت سے حق حاصل ہوتا تو ابو جہل کو ہوتا۔ حق تعالیٰ کا قرب پانا صرف اللہ تعالیٰ کی خالص محبت اور خلوص سے ممکن ہے۔ چنانچہ اسی محبت اور خلوص نے اصحاب کشف کے کئے کو کتوں کی نسل سے نکال کر آدمیوں کی صفائی شامل کر دیا۔ یہ اقتدر آن پاک میں بھی موجود ہے۔ ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

سَادِسُهُمْ كُلُّهُمْ رَجُلًا يَا لِغَيْبٍ (سورة النبی۔ 22)

ترجمہ: پھر ان کا کہتا ہے۔ یہ ان کا غایب سماں قیاس ہے۔

اگر تو آدم علیہ السلام کی اولاد ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں کتنے تو کمتر نہ ہو۔ (مین انقر)

حضرت علی سلطان باخو پنجابی بیت میں ارشاد فرماتے ہیں:

جے رب ناتیاں دھوتیاں ملدا ، تاں ملدا ڈوواں تھجیاں ھو

جے رب لمیاں والاں ملدا ، تاں ملدا بھیڈاں سسیاں ھو

جے رب راتیں جائیاں ملدا ، تاں ملدا کال گز چھیاں ھو

جے رب بھیاں ستیاں ملدا ، تاں ملدا دانداں خصیاں ھو

انہاں گلاں رب حاصل ناہیں پانچو ، رب ملدا ڈلاں تھجیاں ھو

اگر دیدار حق تعالیٰ پاک و صاف رہنے سے حاصل ہوتا تو مینڈ کوں اور مجھیوں کو حاصل ہوتا جو ہر وقت پانی میں رہتے ہیں، اگر بال بڑھانے سے حاصل ہوتا تو بھیڑ بکریوں کو حاصل ہوتا، اگر شب بیداری سے حاصل ہوتا تو کال گز چھیوں (ایک پرندہ جو رات کو جاتا ہے) کو حاصل ہوتا اور اگر بھروسہ رہنے سے یا نکاح نہ کرنے سے حاصل ہوتا تو خسی شدہ بیلوں کو حاصل ہوتا۔ لیکن ان تمام باتوں سے دیدار حق تعالیٰ حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ نعمت تو انہیں حاصل ہوتی ہے جن کی نیت صاف اور دل اخلاص سے معمور ہوتے ہیں۔

آپ اپنی کتاب عقل بیدار میں فرماتے ہیں:

پس اگر معرفت حق تعالیٰ کا مرتبہ ریاضت سے حاصل ہو جا تو شیطان معرفت الہی کے اعلیٰ مرتب پر فائز ہوتا، اگر علم سے ہو جا تو بلعم

باعور سب سے بڑھ جاتا، اگر جمالت سے ہوتا تو ابو جہل سب پروفیسٹ لے جاتا لیکن معرفت الہی کی اور ہنی بات اور علم سے حاصل ہوتی ہے اور وہ محبت و اخلاص ہے۔

حضرت علی سلطان پانچویں اخلاص لوگوں کو منزہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

طالبوں میں سب سے بدجنت، بے اخلاص اور بدکار وہ ہے جو آخر کار مرشدگی خدمت میں پے ادب اور مدغی ہو۔ خدمت کے سال،
سمینے اور دن گئے اور عمر پھر با ادب نہ رہے۔ (عقل بیدار)

میں حیران ہوتا ہوں ان لوگوں پر جو فتنہ (مرشد کا شہ) سے اخلاص رکھنے کی بجائے اُسے منافقت کے پھر مارتے ہیں۔

راونقہر میں کامیابی کیلئے اخلاص نیت بہت ضروری ہے۔ بختنا نیت میں صدق اور اخلاص ہو گا منزل اتنی ہی جلد حاصل ہو گی۔ جو شخصی طالب کی نیت میں فتور آتا ہے یا اخلاص میں کمی ہوتی ہے، وہ یقین کی منزل سے گرفتار ہے اور وہ ہیں پر اس کا سفر رک جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نکاد تو اس کے دل اور نیت پر ہوتی ہے، زبان اور عمل پر نہیں۔

تسلیم و رضا

فقر کا مرکز اور بھور تسلیم و رضائے الہی ہے۔ رضا کی اصل حقیقت یہ ہے کہ سالک (خالب) اس امر پر یقین کامل رکھ کر ہر چیز کی عطا یا منای اللہ کی مشیت اور رادہ ہے۔ دنیاوی معاملات ہوں یا راؤں سوک، طالبِ مولیٰ کے لیے بہتر نہیں ہے کہ جربات میں خوف اور امید کے مابین رہے۔ اطاعت کے وقت اللہ کے سامنے خوند کرے اور مصیبت کے وقت اس کے در سے مایوس نہ ہو جائے۔ بیت پریشانی، دکھا اور سکھ، سکون اور انحراب، آسانی اور سُچی، بیماری اور سخت، بمحک اور سیری الغرض ہر حالت میں اللہ پاک کی رضا پر راضی رہنا اور سر تسلیم ختم کرو جنابی اللہ پاک کی بارگاہ میں مقبول و منکور ہے۔ مقام رضا فخر کی منازل میں سے بہت بڑی منزل ہے اور مقام رضا کے بعدی باطن کے دو انتہائی اہم مقامات یعنی دیدارِ حق تعالیٰ اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک رسائی حاصل ہوتی ہے۔ ان دو اعلیٰ ترین مقامات سے پہلے تسلیم و رضا کا مقام آخری مقامات میں سے ہے اور یہی نفسِ مطمئن کا مقام بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ **لَيَأْتِهَا النَّفْسُ الْمُطْمِئِنَةُ أَرْجِعِي إِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً مَرْضِيَةً** (سرہ البر، 27-28)

ترجمہ: اے نفسِ مطمئن! اوت اپنے رب کی طرف، اس حالت میں کہ وہ تجھ سے راضی ہو گیا اور تو اس سے راضی ہو گیا۔
قرآن مجید میں بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ دیدارِ حق تعالیٰ ان لوگوں کو تھیب ہوتا ہے جو اللہ کی رضا کے سامنے سرتسلیم ختم کر دیتے ہیں۔

♦ **وَمَنْ أَخْسَنَ دِينًا لَّهُنَّ أَسْلَمُهُ وَجْهَهُ يَتُوَهَّمُوْ مُحْسِنُ** (سرہ النساء، 125)

ترجمہ: اور اس شخص سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے اپنا سراللہ کی رضا کے سامنے جھکا دیا، وہ محسن (مرتبہ احسان تک پہنچنے والا جنی اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے والا) ہے۔

♦ بَلِّيٌّ مِنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ يَلْوَوْهُ مُخْسِنٌ فَلَهُ أَجْرٌ إِعْنَدَرِيْهِ وَلَا حَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزُنُونَ (سورہ البقرہ۔ ۱۱۲)

ترجمہ: ہاں جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر تسلیم ختم کر دیا وہ محسن (مرتبہ احسان تک بخوبی والا یعنی اللہ تعالیٰ کا دیوار کرنے والا) ہے اور اس کیلئے اپنے رب کی طرف سے اجر ہے اور اس کیلئے نہ کچھ خوف ہے اور نہ کوئی غم۔

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ اور مقبول طرز عمل یہ ہے کہ ہر دم اور ہر لحظہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے سر تسلیم ختم رکھا جائے، بخت پر شکر اور مصیبہ میں صبر کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایمان صرف اس شخص کا مقبول اور منظور ہوتا ہے جو خلوص نیت سے اس کی رضا کے سامنے سر تسلیم ختم کر دیتا ہے اور اس کی خوشنودی اور رضا کی خاطر اپنی مرضی، منشا اور اختیار سے مستبردار ہو جاتا ہے۔ اس ختم میں جو تکالیف اور مصائب اس پر وارد ہوتے ہیں انہیں خوشی دل سے قبول کرتا ہے اور اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کر کے تسلیم و رضا کی را اختیار کرتا ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

﴿ لَا تَنْحِرْكُ ذَرْدَلًا يَأْكُلُ اللَّهُ ﴾

ترجمہ: اللہ کی رضا کے بغیر ذرہ بھی نہیں ہتا۔

غارفانِ الہی پر رضاۓ حق کا اس قدر نلبہ ہوتا ہے کہ انہیں شدید سے شدید تر حالات میں بھی کوئی ختم، دکھا اور تنکیف محسوس نہیں ہوتی یعنی "سر تسلیم ختم ہے جو مزاج یار میں آئے۔" اس مقام پر پہنچ کر اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خاص نور یعنی القاءِ الہی سے سرفراز کرتا ہے اور ان کو ہر لمحہ ایک نئی زندگی غیب سے عطا ہوتی ہے۔

♦ کشکان خنزیر تسلیم را ہر زمان از غیب جان دیگر است

ترجمہ: تسلیم و رضا کے خنزیر سے ذبح ہونے والوں کو ہر لمحہ غیب سے نئی زندگی ملتی رہتی ہے۔ (مین الفرق)

جن عارفین یا عاشقوں کی زندگی کا مقصد ہی رضاۓ الہی ہوتا ہے وہ حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے بیوی پر تمیں سال تک تبسم نہ آیا لیکن جب ان کا بیٹا فوت ہو گیا تو لوگوں نے خلاف معمول ان کو متسم دیکھا۔ پوچھا ”اے شیخ! یہ تبسم کرنے کا کون ساموئع ہے؟“ فرمایا ”مجھے یقین ہے کہ حق تعالیٰ میرے فرزند کی موت میں راضی تھا اس لئے میں نے بھی رضاۓ الہی کی خاطر تبسم کیا، جو اس کی خوشی وہی میری خوشی۔“

سیدنا غوث العظم حضرت شیخ محبی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

♦ نزولِ تقدیر کے وقت حق تعالیٰ پر اعتراض کرنا (یعنی اس کی رضا کے خلاف دل میں ذیال ادا) وہی، توحید، توکل اور اخلاص کی موت ہے۔ ایمان والا تقلب گئی، کیوں، کیسے کوئی جانتا، اس کا کام تو ”ہاں“ کرتا ہے (یعنی ختم تقدیر کی موافقت کرتا ہے اور پھر جو اس کے ساتھ رائے زنی نہیں کرتا)۔ نفس کی عادت ہے کہ نزاع کرے۔ (المقابیاتی۔ جلس ۱)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی قدر اور قضا پر راضی ہو کر صبر اختیار کرتا ہے اس کیلئے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار مد ہے اور آخرت میں بے شمار نعمت۔ (اللهم ارباب)

حضرت پاپیزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں تسلیم کے معاملے میں اس منزل پر پہنچ گیا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو (مری جگد) اعلیٰ علیین (فردوں بریں) میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جگدے دے اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اعلیٰ عالمین یعنی جہنم کے انتہائی تجھے درجے میں پہنچنک دے تو میں اس شخص سے بھی بڑا کر خدا سے راضی ہوں گا۔"

حضرت چنید بحدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "رضاء کے معنی اختیار کو چھوڑ دینے کے ہیں اور رضا یہ ہے کہ بلا کو نعمت سمجھو۔"

حضرت سید مجتبی معاویہ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا "کس طرح معلوم ہو کہ اللہ راضی ہے یا نہیں؟" فرمایا "تمہارا راضی ہونا اس کے راضی ہونے کی علامت ہے۔"

حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "رضاء یہ ہے کہ با تھک پاؤں کاٹ کر تختہ دار پر لٹکایا جائے تو بھی آہن کرے۔"

"تفسیر اسرار الفاتحہ" میں لفظ ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ سن بصری ہبھی، مالک بن دینار ہبھی، شیق ہبھی اور رابع بصری ہبھی ایک مجلس میں اکٹھے ہوئے۔ ان میں صدق کے موضوع پر گفتگو ہونے لگی۔ حضرت خواجہ سن بصری ہبھی نے فرمایا "وہ شخص طلب مولیٰ کے دعویٰ میں ہرگز صادق نہیں بے جواندگی طرف سے آنے والی تکلیف پر مہر نہیں کرتا۔" حضرت رابع بصری ہبھی نے یہ سن کر فرمایا "اس بات سے خودی کی بوآتی ہے، بات اس سے بہتر ہونی چاہیے۔" حضرت شیق ہبھی نے فرمایا "وہ شخص طلب مولیٰ کے دعویٰ میں صادق نہیں جو مولیٰ کی دی گئی تکلیف میں لذت محسوس نہیں کرتا۔" حضرت رابع بصری ہبھی نے فرمایا "اس بات سے بھی خود نمائی کی بوآتی ہے، اس سے بڑا کر کچھ کہنا چاہیے۔" مالک بن دینار نے فرمایا "وہ شخص طلب مولیٰ کے دعویٰ میں صادق نہیں بے جواندگی طرف سے دی گئی تکلیف پر اس کا شکر ادا نہیں کرتا۔" حضرت رابع بصری ہبھی نے فرمایا "وہ شخص طلب مولیٰ میں صادق نہیں جواندگی طرف سے دی گئی تکلیف کو اللہ کے مشاہدہ میں غرق ہو کر بھول نہیں جاتا۔" (میں الفقر)

علام اقبال فرماتے ہیں:

فقر و وق و شوق و تسلیم و رضاست
ما ائمہم این متاع مصطلیٰ س (خوبی)
ترجمہ: فقر و وق و شوق اور تسلیم و رضا کی راہ ہے اور حقیقت میں بھی متاع مصطلیٰ ہے جس کے ہم وارد ہیں۔
سلطان الفقر ششم حضرت سلطان محمد انصاری علی رحمۃ اللہ علیہ خودا پنے بارے میں فرماتے ہیں "ہم نے اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے دیدا اور رضا کے سوا کچھ نہیں مان لگا۔" آپ تسلیم و رضا کے متعلق فرماتے ہیں:

فخر کا مرکز اور محور تسلیم و رضا ہے الی ہے۔ مصیبت و پریشانی، دکھ اور سکھ، سکون اور انطراب، آسانی اور سخت، بھوک اور سیری، عزت اور ذلت، امیری اور غریبی، غرض ہر حال میں اللہ پاک کی رضا پر راضی رہنا اور سر تسلیم ثم رکھنا ہی اس کی بارگاہ میں مقیوم و مخلوق

ہے۔ جو خلوص نیت اور صدق سے اللہ تعالیٰ کی رضا کے سامنے تسلیم ہم کرتا ہے اور اس کی خوشنودی کی خاطر اپنی مرضی اور نشا سے دست بردار ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے جو اکالیف اور مصائب اس پر برداشت ہوتے ہیں انہیں خوشی دلی سے قبول کرتا ہے وہی دیدارِ الٰی کا حلق دار ہوتا ہے۔

طالبِ مولیٰ جب مقامِ رضا کی اختیار پذیری جاتا ہے تو قضا (تدریج) اس کے حوالے کر دی جاتی ہے۔

تو اپنی مرضی سے پیدائیں ہوا کہ ہر کام تیری مرضی اور نشا کے مطابق ہو۔

تلیم و رضا کی منزل سے گزر کر یہ دیدار کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

مرشدِ کامل اکمل کی اسم اللہ ذات کے ذریعہ طالب کی تربیت اس میں تسلیم و رضا کی عادت کو اتنا پختہ کر دیتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اور فعل پر پیار آتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باخور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

راہ تو کل اختیار کر کے صرف اللہ کے قرب پر راضی ہو جاؤ۔ (میں الفرق)

رزقِ دلجم کا ہے، ایک نفس کے خدام لوگوں کا رزق اور دوسرا اللہ کے محظوظ بندوں کا رزق جو اللہ انہیں خود پہنچاتا ہے۔ ہیں زیادہ مال بچ کرنا صرف بھیتِ نفس کی خاطر ہے اور خلق کا اعتبار اس بات پر ہے کہ پہلے مال و دولت بچ کر کے غنی ہو جائے اور بعد میں ہدایت کی راہ اختیار کی جائے۔ تجھے چاہیے کہ پہلے قلب سلیم حاصل کر اور پھر حق تسلیم کرتا کہ تجھے کن کن سے قربِ الٰی کے مراتب حاصل ہو جائیں۔ عاقلوں کے لیے بھی ایک بات کافی ہے۔ کامل انسان وہ ہے جو حق میں غرق ہو کر یہوں وچہار سے ماوراء ہو جاتا ہے۔ (نوالبدی کاں)

حضرت عجی سلطان باخور حمت اللہ علیہ اللہ کی رضا کی خاطر ساری عمر شہر شہر بلگر بلگر گھوم پھر کر فقر کا خزانہ لٹاتے رہے، اس کیسے آپ کو در در جانا پڑا۔ آپ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

﴿ نَفْسٌ رَا رسَادَكُمْ بِهِرَ ازْ خَدَا بِهِرَ دَرَےْ قَدِيْ زَنْمَ بِهِرَ ازْ خَدَا
ترجمہ: میں اپنے نفس کو رضاۓ الٰی کی خاطر رسوائی کرتا ہوں اور ہر در پر اللہ کی خاطر قدم رکھتا ہوں۔ (نوالبدی کاں)﴾

﴿ كُرْ بِ يَنْيَى حَالَ احْوَالَ ازْ قَبْرِ مِيشَوْ كَلْفَ زَيْرَ وَ بَا زَيْرَ
بعد ازاں بھرت خوری با غم تمام دل سلیم و گشت واخ شہر مقام
ترجمہ: اگر تو احوال قبر کو جان جائے تو تجھے پر زیر و زبر کی تمام حقیقتیں روشن ہو جائیں۔ بعد ازاں غم و اندہ وہ کے ساتھ تجھے بھرت حاصل ہو گی۔ پھر یہ تیر اقبال تسلیم و رضا اختیار کرے گا اور تجھے پر ہر مقام واخ شہر میں ہو جائے گا۔ (نوالبدی کاں)﴾

﴿ كُرْ تَرَا بِرَ سَرْ زَنْدَ سَرْ چِشَّ دَ خَدْمَتِي بِهِرَ ازْ خَدَا درویشَ بَ
ترجمہ: اگر درویش تیری سر زند بھی کرے تب بھی اپنا سر اس کی خدمت میں جھکائے رکھ۔ رضاۓ الٰی کی خاطر درویش کی خدمت کرنا ہر عمل سے افضل ہے۔ (نوالبدی کاں)﴾

❖ فلیق عظیم صاحب قلب سلیمان کا مرتبہ ہے جو حق کو تسلیم کر کے صراط مستقیم پر قائم رہتا ہے۔ یہی ان لوگوں کا راست ہے جن کو اللہ پاگ اپنے انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔ (وراہبدی کا اس)

﴿ خود پرستان را نے حاصل شد خدا خود پرستان را خداوند شد ہوا
ہرگز کردہ جان و از جان تن جدا آن باز دارو نفس را بیہر از خدا
ترجمہ: خود پرستوں کو بھی غاذیں ملتا کیونکہ انہوں نے نفسانی خواہشات کو اپنا معمود بنارکھا ہے۔ خدا ان کو ملا ہے جو اللہ کی خاطر اپنی جان پر بھی
بھکیل جاتے ہیں اور نفس کو اس کی خواہشات سے باز رکھتے ہیں۔ (الوار البدی کاں) ﴾

❖ جان لے کے بہت زیادہ علم حاصل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اسلام کے متعلق ضروری معلومات سے آگاہ ہونا، گناہوں سے باز رہنا، خدا تعالیٰ سے ذرتے رہنا، بحثِ الہی سے معرفت و توحید تک پہنچا اور ان کی تمام خواہشات سے خود کو نجات دلانا فرضِ حقیقی ہے۔ قدیم و عظیم صراطِ مستقیم پر گامزن ہو کر قلبِ سالم حاصل کرنا اور حق کو تسلیم کرنا ہی ذریعہ نجات ہے۔ (نوادردی بکاں)

﴿ پھر بھر از خدا وحدت نما می برد حاضر ترا با مصطفیٰ ﴾
ترجمہ: باخوت خدا کی رضا کی خاطر وحدت عطا کرتا ہے اس لیے تجھے مجھی مجلسِ محرومی صلی اللہ علیہ و آله وسلم کی حضوری میں پہنچا سکتا ہے۔ (بخاری و مسند)﴾

۹ پانچ بروار تیم و رضا دل سیمی گشت حاضر مصطفیٰ ترجمہ اے باخوا اسلام و رضا اختیار کر جس سے دل ساہتی حاصل کرے مجلسِ محبویِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری حاصل کرتا ہے۔ (کعبہ المکہ کاں)

۹ صبر کن صبر کے بزر صبر دو نیست چہ کند گر تسلیم و رضا ندارد پیش
ترجمہ: صبر کر کے صبر کے معاکوفی پارہ نہیں۔ اگر تسلیم و رضا اختیار نہیں کرو گے تو اسکے علاوہ کیا کرو گے؟ (مکار اتو یونہ کان)

۹ باہم رضا بر قضا غالب چو گروه
ز کرده از خدا هرگز ن لرزد
چها لرزد که قرب او تمام است
هر آن لرزد که ناقص عام خدم است
رضا قضی قضا در حکم به او
بجز حکمش ن گیرد جان از مو
ترجمہ: اے باہم! جب قضا پر رضا غالب آتی ہے تو وہ (طالبِ مولی) خدا کے امور سے ہرگز نہیں کامپتا۔ جسے اللہ کا کامل قرب حاصل ہو وہ کیوں
(ایک ذر سے) کاپنے بلکہ ناقص، عام اور خام اس (کے خوف) سے کامپتے ہیں۔ رضا قضی (کی میل) ہے اور قضا اس کے حکم کے ماتحت ہے اس
لیے اس کے حکم کے بغیر قضا ایک بال کی بھی جان نہیں لے سکتی۔ (کامیاب التوحید کمال)

مکش رو درہم از حکم قضا چه میکشی پردا
ترجمہ: حکم قضاست کیسا پردا؟ اس سے دوڑنے بھاگ۔ (کلیدی عجیب کائن)

جان لوکہ بندہ اپنی مرشی سے پیدائش ہوا کہ اس کا ہر کام اور خواہش اس کی مرشی کے موافق یوری ہو۔ (کپڑا تو جیکوں)

آپ بخوبی ایمیات میں فرماتے ہیں:

بُوْتِیٰ میں اوْگن ہارنی، لاج پچی گل اس دے خو
پڑھ پڑھ علم گرن تکبر، شیطان جیسے اوچھے مسدے خو
لکھاں نوں ہے تجو دوزخ دا، یک بت ہمشنوں رسدے خو
عاشقان دے گل پھری بھیشاں باخنو، گے محبوب دے گندے خو

میں بہت ہی بد نصیب، گناہ کار اور خطا کار ہوں لیکن مجھے خیر ہے کہ میرے گلے میں مرشد کی نلامی کی زنجیر ہے جو مجھے خوش بنت لوگوں کے گروہ میں شامل کروادے گا۔ بہت سے لوگ شیطان کی طرح اپنے علم پر بھر کی وجہ سے وصال حق تعالیٰ سے محروم ہیں اور لاکھوں لوگوں کو دوزخ کے عذاب کا خوف لاحق ہے لیکن کچھایے بھی ہیں جو بہشت کی نعمتوں کو تخلی کر دیتا اور حق تعالیٰ کے لئے تپ رہے ہیں۔ عاشق حقیقی تو بیش اپنے محبوب کی رضا کے سامنے سرتسلیم فلم کیے رہتے ہیں۔

جیوندیاں مر رہتا ہووے، تاں ولیں فتیراں ہیئے خو
بے کوئی سے گوڑ گوڑا، والیں ازوڑی ہیئے خو
بے کوئی کڈھے گ بلاں میئے، اس نوں جی جی کہیئے خو
گلا الہاہاں بھنڈی خواری، یار دے پاروں ہیئے خو
 قادر دے بھتھ ڈور اساذی باخنو، جیوں رکھے تیوں رہیئے خو

اگر مُؤْمِنُوا قَبْلَ أَنْ تَمْنَوْنَا (مرنے سے پہلے مر جاؤ) کا مقام حاصل کرنا ہے تو دنیا میں فتیر بن کر رہنا چاہیے۔ اگر کوئی کوڑا کر کر بھی اور پر چینگٹو اسے اسی طرح برداشت کرنا چاہیے جس طرح کوڑے کا ڈھیر اپنے اوپر مزید زندگی کو سہارتا رہتا ہے۔ اگر کوئی گالیاں نکالے اور بر ایجاد کہے تو ترکی پڑکی جواب دینے کی بجائے بڑی محبت اور پیار سے جی جی کہتے رہنا چاہیے۔ لفظ، طعن، بدناہی اور خواری اپنے یار کی خاطر برداشت کرنا ہی چرتے ہیں۔ ہم نے تو اپنی زندگی کی ڈوراپے مرشد کے ہاتھ میں دیتی ہے، اب ہیسے اس کی رضا ہواں پر راضی رہنا چاہیے۔

حفت شائیں مول نہ پڑھ دے، جو جا پہنے وچ ذاتی خو
علم و عمل انہاں وقق ہووے، جیزے اصلیٰ تے اثباتی خو
نال محبت نفس کٹھوئیں، سمجھن رضا وی کاتی خو
پیو داں طبق دے دے اندر پاٹھو، پا اندر وچ بھاتی خو

جو طالب وحدت ذات کے دریا میں غرق ہو چکے ہیں ان کو حمد و شاپرے حصے کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وردو وطن اکف کا ماء عادید ارجمند تعالیٰ ہے جو انہیں پہلے ہی حاصل ہے۔ حقیقی علم و عمل بھی اجی کا ورثہ ہے جو ازالی طالباں مولی ہیں۔ یہ لوگ تسلیم و رضاۓ الہی کی چھری سے اپنے نفس کو

ذبح کر کے راہ حقیقی کو پاچکے میں۔ اے طالب مولی! اپنے اندر دھیان کر اپوری کائنات (ارض و جہاں) تیرے دل کے اندر نہائی ہوئی ہے۔

عاشق ہوتو ہیں تے عشق کہا تو ہیں، دل رکھیں والگ پیازاں خو

لکھ لکھ بیدیاں تے بزار آلات ہے، کر جاتیں باش بیماراں خو

منصور ہجے پچک سولی دتے، جیسا رے واقف گل آسراراں خو

مجد یوں سر نہ چایے باخوت، توڑے کافر گہن بزاراں خو

اگر تو عاشق ہے اور عشق کی راہ میں کامیابی و کامرانی چاہتا ہے تو اپنے آپ کو قوی اور مضبوط رکھ۔ راہ عشق میں تو لاکھوں بدنا میاں اور ہزاروں صحنے

خوش خوشی برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ یہ کوئی آسان راہ نہیں ہے، یہاں تو منصور حلاج چیسے راہ حقیقی کے واقف کوئی سولی پر لکا دیا گیا تھا۔ اگر

ایک دفعہ مرشد کامل کی نلامی نصیب ہو جائے تو پھر سر کواں کے در سے ہٹنا نہیں چاہیے خواہ دنیا کافری کیوں نہ کہتی رہے۔

مرشد کامل کی اسم اللہ ذات کے تصور کے ذریعہ تربیت طالب مولی میں تسلیم و رضا کی عادت کو اتنا پختہ کر دیتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ

کے ہر حکم اور فعل پر بیمار آتا ہے۔

باب 26

توکل

اللہ پر بھروسا "توکل" کہلاتا ہے۔ اللہ پاک سے عشق کا تھنا ہے کہ اپنا ہر کام بلکہ اپنا آپ اللہ پاک کے پر دکر دیا جائے۔ توکل کو فخر کی جیاد سمجھا جاتا ہے۔ کامل مرشد کا پہلا سبق بھی سمجھی ہوتا ہے اور ایک طالب مولیٰ کی نشانی بھی سمجھی ہے کہ وہ متوكل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں بار بار اس طرف توجہ دلائی گئی ہے:

♦ انْ كُنْتُمْ أَمْنَتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَرْكُلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ۝ (سورة بیت المقدس - 84)

ترجمہ: اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم (واقعی) مسلمان ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام سے جب ساری قوم مخالفت اور عداوت کا اعلیما رکرتی ہے تو آپ فرماتے ہیں:

♦ فَعَلَ اللَّوْتَوْ تَكْلِفَ فَأَجْمَعُوا أَفْرَغُكُمْ (سورة بیت المقدس - 71)

ترجمہ: میرا تو اللہ پر توکل ہے تم سب اپنی تدبیریں کرلو۔

حضرت یعقوب علیہ السلام جب بنی ایمیں کو مصر بھیجنے لگتے ان کے بھائیوں سے عہد لیا اور عہد لیئے کے بعد فرمایا:

♦ إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا إِلَّوْ عَلَيْهِ تَوْكِلُتْ وَعَلَيْهِ فَلَيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ۝ (سورة بیت المقدس - 67)

ترجمہ: حکم تو اللہ کا ہے دوسرا کافی نہیں۔ میرا اسی پر توکل ہے اور متوكل لوگوں کو بھی اسی پر اعتماد کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّوْ (سورة آلہ - 79)

ترجمہ: چیز تم اللہ پر ہی توکل کرو۔

◆ اِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ (سورة آل عمران۔ 159)

ترجمہ: میں اللہ پر توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

◆ اِنَّ يَنْصُرُكُمْ اللَّهُ فَلَا يَعْلَمُ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلُكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ فَمَنْ يَغْرِيَهُ وَعَلَى اللَّهِ قَاتِلُوكُمْ الْمُؤْمِنُونَ (سورة آل عمران۔ 160)

ترجمہ: اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکے گا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ایسا ہے جو تمہاری مدد کرے اور مومنوں کو تو اللہ پر تکل کرنا چاہیے۔

◆ وَعَلَى اللَّهِ وَفَقَهُ تَكُلُّوا إِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ (سورة المائدہ۔ 23)

ترجمہ: اور اللہ پر توکل کرو اگر تم ایمان والے ہو۔

ہر معاملے میں اللہ پر توکل کرنا ہی ایمان کی نمائی ہے خصوصاً رزق کے معاملے میں۔ رزق کسی جگہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ رزق ہر جگہ عام ہے، جو جہاں ہواں کے حصے کا رزق اسے وہیں پہنچتی جاتا ہے۔ جو لوگ ایک مقام سے بھرت کر کے دوسرا جگہ چلتے جاتے ہیں اور صبر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے توکل کے باعث انہیں وہیں روزی پہنچائے کے اسباب پیدا فرمادیتا ہے جس طرح پرندوں اور جاتوروں کو اللہ تعالیٰ ہر جگہ روزی مہیا کر دیتا ہے۔ رزق حاصل کرنے کے لئے انسان کو اللہ پر توکل کرنا چاہیے۔ رزق کے معاملے میں متوجہ ہونے کے بارے میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ وَتَزَرْقُهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَجِدُهُسْ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسِيبٌ (سورة الطلاق۔ 3)

ترجمہ: اور اس کو اسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے گمان بھی نہ ہو۔ اور جس نے اللہ پر توکل کیا اس کے لیے اللہ کافی ہے۔

متوجہ شخص کو اللہ تعالیٰ ایسی جگہ سے رزق مہیا کر دیتا ہے جہاں سے اسے گمان نہیں ہوتا اس لئے جو رزق کے سلسلہ میں اللہ پر توکل کرتے ہیں ان کے لئے اللہ کافی ہے۔

◆ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرو، جیسے توکل کرنے کا حق ہے تو تمہیں پرندوں کی طرح روزی دی جائے کہ صحیح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پہیت بھر کر واپس آتے ہیں۔" (ابن ماجہ 307 & محدث 2344)

◆ حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "رزق بندے کو اس طرح خلاش کرتا ہے جیسے اس کی موت اسے خلاش کرتی ہے۔"

◆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر میرے بندے توکل کریں تو میں رات کو ان پر بارش برساوں اور دن میں ان پر سورج طلوع کرتا رہوں اور انہیں گرج کی آواز نہ سناؤں۔" (مسند امام احمد)

❖ حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور اسے بلامان رزق دیتا ہے۔" (کنز العمال)

❖ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے لڑکے! اللہ کے حقوق کی حفاظت کرو تو وہ تمہارے حقوق کی حفاظت کرے گا اور تم اسے سامنے پاؤ گے اور جو کچھ مانگنا ہو اللہ سے مانگو اور جب مدد و رکار ہو تو اس سے مدد اور جان لو کہ اگر تمام دنیا اس بات پر تکل جائے کہ کسی چیز کے ساتھ جسمیں لفظ پہنچائے تو نہیں پہنچا سکے گی مگر وہی جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ اور اگر تمام لوگ جسمیں کسی چیز کے ساتھ نقصان پہنچانے پر تکل جائیں تو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ قم انحصاری گئے اور دفتر خٹک ہو چکے ہیں۔" (اصحہ البذنی)

❖ جی ان ہی حضرت شیخ عبدال قادر جيلاني رضي الله عنـ نے فرمایا:

❖ تو اپنے رزق کے بارے میں فکر نہ کر کیونکہ رزق کو جتنا تو خلاش کرتا ہے اس سے زیادہ رزق تجھے خلاش کرتا ہے۔ جب تجھے آج کے دن کا رزق مل گیا تو آنے والے دن کے رزق کی فکر نہ کر جس طرح تو گزشتہ دن کو چھوڑ گیا کہ وہ دن گزر گیا، آنے والے دن کا تجھے معلوم نہیں کہ آتا ہے یا نہیں، اس لیے تو آج کے دن میں مشغول رہ۔ (الحق اربابی۔ مجلس 17)

❖ تو اپنے در بھار پر بھروسہ کر کیونکہ یہ تجھے عاجز اور ضعیف ہوادے گا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ (توکل) کر یہ تجھے قوی ہوادے گا اور تیری مدد کرے گا۔ تجھ پر اظف و کرم کی بارش بر سائے گا اور جہاں سے تیر اگمان بھی نہ ہو گا وہیں سے تیرے لیے فتوحات لائے گا۔ تیرے دل کو اتنی قوت عطا فرمائے گا کہ تجھے نہ دنیا کے آنے کی پرواہ ہو گی اور نہ اس کے چلے جانے کی اور نہ حقوق کی توجہ اور نہ بے رحمی کی پکھ پرواہ ہو گی۔ پس تو اس وقت سب سے قوی ہو جائے گا۔ لیکن جب تو اپنے مال و جاہ اور اہل و عیال اور اسہاب پر بھروسہ کرنے لگے گا تو اللہ تعالیٰ کے غصب کا اور ان چیزوں کے زوال کا شکار ہو جائے گا۔ (الحق اربابی۔ مجلس 42)

❖ سرکار رو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "ملعون ہے وہ شخص جس کا بھروسہ (توکل) اپنی جسمی حقوق پر ہو۔" کثرت کے ساتھ اس دنیا میں وہ لوگ ہیں جو اس لعنت میں شامل ہیں۔ حقوق میں ایک آدھہ ہی ایسا ہو گا جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر رکھتا ہے۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کیا اس نے مصبوط رسی کو پکڑ لیا اور جس نے اپنی جسمی حقوق پر بھروسہ کیا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مٹھی کو بند کرے اور پھر کھولے تو اسے ہاتھ میں پکھناظن آئے۔ (الحق اربابی۔ مجلس 45)

❖ توکل اسہاب کو قطع کر دینے اور سب کو چھوڑ دینے کا نام ہے۔ (الحق اربابی)

❖ حضرت سری سقطیؓ کا ارشاد ہے کہ قوت اور اختیار کو ترک کرنے کا نام توکل ہے۔

❖ حضرت ابن مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور اسکی تھاکے سامنے سرتسلیم شم کر دینے کا نام توکل ہے۔

❖ حضرت ہابیز یہ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اگر زمین و آسمان لو ہے کے ہن جائیں، اگر آسمان سے پانی نہ ہر سے اور اگر زمین

سے اناج پیدا نہ ہو تو بھی میں اپنے توکل سے نہ پھروں گا۔“

علام اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں، نلایی میں زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا (بالہیں) سلطان الفقیر ششم حضرت حقی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ توکل فقر کی بنیاد ہے۔ اللہ پاک سے عشق کا تقاضا ہے کہ اپنے ہر کام اللہ کے پروردگر دیا جائے، ظاہری طور پر تو کوشش کی جائے لیکن بالمنی طور پر اللہ پر توکل کر کے طالب اپنی مرضی سے دستبردار ہو جائے۔

✿ متوجہ طالب مولیٰ پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔ وہ ہر کام میں اللہ پر توکل اور بھروسہ کرتا ہے جس سے اللہ کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔
✿ متوكل طالب روزی معاش کی فکر نہیں کرتا۔ عام لوگوں کا رزق کوشش اور جدوجہد کے نتیجے میں ملتا ہے لیکن خواص کا رزق اللہ تعالیٰ مہیا کرتا ہے۔

حضرت حقی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ نے بھی توکل کو فقر کی بنیاد قرار دیا ہے۔ جو طالب متوجہ نہیں ہے وہ را فقر پر پائل نہیں ملتا۔ بلکہ آپ تو فقیر کے ہارے میں فرماتے ہیں:

✿ توکل اس کا نام ہے کہ ملک کے تمام خزانے اس (فقیر) کے بینے میں ہوں لیکن خود بالکل تارک ہو اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچائے۔
(عقل پیدار)

✿ توکل ایک نور ہے جو پانی کی مشی ہے اور فقرا اس سے سیراب ہوتے ہیں۔ توکل کا یہ پانی ان کے وجود کو کامل محنت اور جمعیت بخدا ہے۔ (کلیدiatو حیدر کا ان)

آپ فرماتے ہیں:

✿ روئے زمین پر کوئی ایسا ذی روح نہیں ہے جس کے رزق کا ضامن اللہ تعالیٰ نہ ہو۔ (سرارہ دری)

✿ راہ توکل اختیار کر کے صرف اللہ کے قرب پر راضی ہو جاؤ۔ (میں الفقیر)

✿ خواص کا رزق کسب اعمال سے آتا ہے اور خواص کا رزق معرفت حق، جو کہ لمبیل اور لازوال ہے، سے آتا ہے۔ متوكل روزی معاش کی فکر نہیں کرتا اور نہ ہی ریچ و خریف فصل کا منتظر ہوتا ہے کیونکہ جب (روز ازل) رزق لکھا جا پکھا تو قلم نوٹ گئی۔ مردوں آدمی کا رزق حرص ہے اور حرص کا پیٹ نہیں ہوتا اور نہ ہی حرص کرنے والا مال و دولت سے کسی بھی حال میں سیر ہوتا ہے کیونکہ وہ غلط راستے پر ہوتا ہے اور عارفین کا رزق یہ ہے کہ دن حق تعالیٰ کے وصال میں مستخرق رہتے ہیں اور رزق رات دن ان کے چھپے سرگردان اور پریشان رہتا ہے۔ اس حقیقت کو ناشائست، بے توکل، بے معرفت، بے عمل، بے داش، بے تمہب اور جاہل لوگ کیا جائیں! جیسا کہ کیفر کا رزق گورہ ہے اور وہ اسی میں خوش رہتا ہے اور عطاوار کا رزق عطر ہے وہ اس سے معطر ہوتا ہے۔ جو مولیٰ کی طلب میں ہو رزق اس کی طلب میں ہوتا ہے۔ (کلیدiatو حیدر کا ان)

﴿ رزق ہر چند اسباب تعلق دارد روز بیان اسباب ہائے مسب اُنگست ﴾

ترجمہ: اگرچہ رزق اسباب سے تعلق رکھتا ہے لیکن ان اسباب کو بھی روز بیان مسب نے پیدا فرمایا۔ (مکید انوجہہ کاں)

﴿ بہد عالم ز دل و جان بہب بست کر مکتر است آنکہ دل و جان بہب اُنگست ﴾

ترجمہ: تمام عالم دل و جان سے اسباب کے پیچھے بھاگ رہا ہے لیکن دل و جان سے مسب کی طرف جانے والے لوگ بہت کم ہیں۔ (مکید انوجہہ کاں)

﴿ رزق گر بر آدی عاشق نمی بودی چرا از زمین گندم گریبان چاک می آمد بروان ﴾

ترجمہ: رزق اگر انسان پر عاشق نہ ہو تو انہم زمین کا سید جیر کر باہر کوں آتی۔ (مکید انوجہہ کاں)

﴿ قسمت بھی چار چشم کی ہے فقر کی قسمت یہ ہے کہ وہ جو کچھ کھاتے پیتے ہیں اس سے ان کے وجود میں معرفت الہی کا نور پیدا ہوتا ہے، ان کا رزق توکل کی راہ سے آتا ہے۔ توکل اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جس ذریعے سے بھی رزق پہنچاتا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ رزق کب سے آتا ہے، بعض حصول رزق کے لیے علم پڑھتے ہیں اور بعض ظلم و تعدی سے غریبوں سے جھین کر رزق حاصل کرتے ہیں۔ الفرض فقر ہی ایک ایسی دولت ہے کہ جس میں سعادت و عزت و افتخار کے مراتب پائے جاتے ہیں۔ فقر کے مراتب عظیمی اللہ تعالیٰ اس صاحب عظمت کو عطا فرماتا ہے جو اس سے یکانہ ہو جاتا ہے، بیگانے تو فخر کا من بھی نہیں و کچھ پاتے۔ (محکم انفرکاں)

﴿ سن اے جان عزیز! میں تھوڑے مناطب ہوں کہ خدا سے برتر کوئی نہیں ہے۔ مخلوق رزق کو تلاش کرتی ہے اور فقر ارزق کو تلاش کرتے ہیں۔ مخلوق کی نظر سیم وزر پر رہتی ہے اور فقر کی نظر اپنے مولیٰ قادر اکبر پر رہتی ہے۔ خصوصیہ اصولہ و السلام کا فرمان ہے ”جو آدمی اللہ کی محبت میں مرا وہ شہید کی موت مرا۔“ طالبِ مولیٰ شہید ہے اور طالبِ دنیا طلبِ مولیٰ سے بے نصیب ہے۔ دلوں جہاں میں طلبِ مولیٰ جیسی پیاری و برتری چیز اور کوئی نہیں۔ (محکم انفرکاں) ﴾

سلطان العارفین حضرت ہنی سلطان یا گھوہ بنیانی ایات میں فرماتے ہیں:

﴿ عَلَىٰ يَخْرُجُ تَوْكِلٌ وَالٰٰ ۚ هُوَ مَرْدَانٌ تَرْبَيْهٖ خُوَّبٌ ۚ جَسْ ذَكْرٌ تَحِیْسٌ لَّكُمْ حَاصلٌ ہوَدےٖ ۚ اُسْ ذَكْرٌ تَحِیْسٌ نَّذَرِيَّهٖ خُوَّبٌ ۚ إِنَّ مَعَ الْعُشْرِ يُؤْتَرُ ۚ آیاٰ ۚ چَتْ أَسْهَلَ وَلَدَهٖ خُوَّبٌ ۚ اُوَدْ بَےٖ یَوْدَاهٖ درِگَاهٖ ہےٖ بَاخُوَّهٖ اُوَدَتَهٖ رَوَدَهٖ حَاصلٌ بَجْرَيْهٖ خُوَّبٌ ۚ ﴾

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل کر کے مردانہ وار راہ فقر پر چلانا چاہیے۔ جس دکھ کے بعد سکھ حاصل ہونا ہو اس دکھ کا سامنا کرتے ہوئے نہیں ذرنا چاہیے۔ قرآن پاک کے اس حکم کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہر تکلیف اور تغلیق کے ساتھ آرام اور آسانی شامل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بے نیاز اور بے پرواہ ہے۔ اس سے رورو کروصال طلب کرنا چاہیے۔

دلیال چھوڑ دجودوں، ہو بھیار فقیراً خو
بنخ توکل بھیجی اذوے پے خرچ نہ زیراً خو
روز روزی اڈ کھان بیٹھ جیس کردے نال ذخیراً خو
مولانا خرچ پہنچاوے باخو جو پتھر ویچ کیڑا خو

اس بیت میں سلطان العارفین حضرت اُنی سلطان بالحور حمت اللہ علیہ طالبِ مولیٰ سے مخاطب ہیں اور فرماتے ہیں کہ دنیوی ضروریات کے لئے قطعاً غم زدہ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق مقدر میں لکھ رکھا ہے وہ ضرور ملے گا۔ پرندے بھی تو اللہ تعالیٰ کے توکل پر اڑتے پھرتے ہیں اور روزی کا ایک ذرہ بھی اپنے ساتھ جیس اٹھائے پھرتے پھر بھی شام کو جب واپس آشیانوں کی طرف پلٹتے ہیں تو سر ہو کر لوٹتے ہیں اور ساتھ ذخیرہ کرنے کے لئے ایک دان بھی جیس لاتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک تزوہ رازق ہے جو پتھر کے اندر موجود کیڑے کو بھی رزق دیتا ہے۔

طالبِ مولیٰ کو ہر لمحہ، ہر کام اور ہر منزد پر اللہ تعالیٰ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔ پس بہتر ہے کہ طالبِ مولیٰ اپنا ہر معاملہ اللہ تعالیٰ کے پرداز کر دے اور خود کو درمیان سے بہادے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَاقْتُضِ أَكْرَمَهُ إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿سورة المؤمن - 44﴾

ترجمہ: میں اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے پرداز کرتا ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خبر گیری کرتا ہے۔

حضور قلب

حضور قلب یا حضوری کے معنی قلب کا ملک سے بہت کر جن تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔ حضور قلب کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی بلکہ دیا کا درجہ رکھتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ قُلْ أَفْلَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاةٍ يُمْلِئُونَ ۝ (سورة المؤمنون ۱-۲)

ترجمہ: فلاخ پا گئے وہ مومن جو اپنی نماز خشوع (حضور قلب) سے ادا کرتے ہیں۔

حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا ارشاد و مبارک ہے:

⊕ لاَصْلُوَةُ إِلَّا حَضُورُ الْقَلْبِ

ترجمہ: حضوری قلب کے بغیر تم اپنیں نہیں ہوتی۔

حضور قلب اسم اللہ ذات کے دائی ذکر و تصور اور مرشد کامل اکمل کی نگاہ سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہی ذریعہ ہے تو کہ نہ اور تصریف قلب کا جو حضوری قلب کے لیے بنیادی ضرورت ہیں۔ جب تک نفس نہیں مرتا، دل زندہ نہیں ہوتا اور جب تک دل زندہ نہ ہو حضور قلب ممکن نہیں ہے۔ کثرت ذکر و تصور اسم اللہ ذات اور مرشد کامل کی اور انی صحبت اختیار کرنے سے ایک وقت ایسا آتا ہے کہ طالب کو دائی حضور قلب حاصل ہو جاتا ہے اور پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ:

◆ فَإِنَّمَا تُولُوْنَا فَنَمَّ وَجْهَ اللَّهِ (سورة البقرہ ۱۱۵)

ترجمہ: پس تم جد ہر بھی دیکھو جسے تمہیں اللہ کا پیر وہی نظر آئے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

الضَّلُّوْدُ مِغَرَّاجُ الْمُؤْمِنِينَ

ترجمہ: نماز مونوں کے لئے معراج (دیدارِ الہی) ہے۔

اس حدیث مبارک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز مون کی معراج ہے مسلمان کی نہیں۔ مون کون ہے؟ اور مسلمان کون ہے؟ ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مال نبیت تقییم فرمائے تھے کہ کچھ اعرابی لوگ آئے جو نئے مسلمان ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی "آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم ہم بھی مومن ہیں، اس لئے ہم پر بھی عنایت فرمائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے مومنین پر فرمائے ہیں۔" ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب بھی نہ دیے پائے تھے کہ وہی کا نزول شروع ہو گیا:

♦ قَالَيَ الْكُفَّارُ أَقْنَى قُلْ لَكُمْ تُوْمِنُوا وَلَكُنْ قُلُّكُمْ أَشَلَّكُمْ وَلَكُمْ تَأْتِي دُخُلُ الْإِنْجَانَ فِي قُلُوبِكُمْ (سری ۱۷، بہارات۔ ۱۴)

ترجمہ: یہ اعرابی کہتے ہیں کہ ہم ایمان والے ہیں (یعنی مومن ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمادیں کہ تم ایمان والے نہیں ہو (یعنی تم نے ابھی صرف اقرار بالاسلام کیا ہے اور زبانی کم پڑھا ہے) بلکہ یہ کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔ ابھی تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا (یعنی تم ابھی تصدیق بالقلب کے مرتبہ پر نہیں پہنچے)۔

ایک مسلمان سے مومن بننے کے لیے حضور قلب ضروری ہے جس کے حصول کے بعد ہی تصدیق بالقلب کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ بے حضور قلب درحقیقت مردہ ہے، حضوری سے مشرف قلب ہی دونوں جہان میں باحیات اور کامیاب ہے۔ علام اقبال فرماتے ہیں:

♦ بے حضوری ہے تیری موت کا راز زندہ ہو تو تو بے حضور نہیں (بالہجہ)

علام اقبال فرماتے ہیں کہ تجھے کیسے حضور قلب حاصل ہو سکتا ہے جبکہ تیر اتو امام ہی بے حضور ہے۔

♦ تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے مرد اسکی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر! (بالہجہ)

حضور قلب والے امام یعنی مرشد کامل کو تلاش کرتا کہ تجھے محبوب حقیقی کے حضور کھڑا ہونے کا سرور حاصل ہو اور تو ایسا جہد و ادا کر سکے جو ہمارے ملک صاحبین کا خاصہ تھا کیونکہ:

♦ اسی کو آج ترستے ہیں نمبر و محاب (بالہجہ)

امام کیا ہے اور امامت کیا ہے؟ اس کے بارے میں علام اقبال فرماتے ہیں:

♦ تونے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
عن تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
جو تجھے حاضر و موجود سے چزار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام ہوں

زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
موت کے آئینے میں جھوکو دکھا کر زخم دوست
فتر کی سان چڑھا کر پھیٹکوار کرے (تسبیح)

دے کے احساس زیال تیرا بوجرمادے
حضرت علی سلطان باحضور حضرت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حضور قلب سے مراد ایسا قلب ہے جو ذکرِ الہی اور نورِ تجلیات ذات سے پر رہتا ہے اور خطراتِ شیطانی سے نجات حاصل کر پکا ہوتا ہے۔ ایسا صاحب قلب ہمیشہ باطن میں انجیما اور ادالیا سے طلاقات کرتا ہے۔ (کلیدِ توحید کائن)

♦ ولے با حضوری حکم پر طعام کہ ایں است معراج واصل تمام
ترجمہ: جس دل کو حضوری نصیب ہو جائے، اگر پر حکم بھی ہو تو وصال اور معراج کامل سے شرف ہوتا ہے۔ (محکمۃ الفرقان)

♦ بے حضوری ہر طریقت راہن راہن با حضوری طالبا حق در امن
ترجمہ: حضوری کے بغیر ہر راہ طریقت راہن ہے۔ حضوری ہی طالب حق کو امن و امان میں رکھتی ہے۔ (نورِ الہدی کائن)

♦ ہر کے دعوی کرد من ذاکر ۱۰۰ حد در ذکر باشد حضوری شد لقا
ترجمہ: ذاکرِ خدا ہونے کا دعوی وہی کرے جسے دوران ذکرِ حضوری اور لقاۓ الہی حاصل ہو۔ (نورِ الہدی کائن)

♦ این ذکر باشد حضوری از خدا بی حضوری نیست ذکر خود نہما
ترجمہ: ذکرِ وہی ہے جس سے حضوری خدا حاصل ہو جائے۔ جس ذکر سے حضوری حاصل نہ ہو وہ ذکرِ نہیں بلکہ خود نہما ہے۔ (نورِ الہدی کائن)

♦ حضوری طلب کن ذکر حضوری کسی این راہ نداند اہل از غروری
ترجمہ: تو وہ ذکر طلب کر جس سے تجھے حضوری نصیب ہو۔ جو اس راہ سے واقف نہیں وہ اہل غروری میں ہے۔ (نورِ الہدی کائن)

♦ از ذکر ڈاکر پ بند روئے خدا بی حضوری ذکر و فکر کی روا
ترجمہ: اس ذکر سے ذاکرِ روئے خدا کا نظارہ کرتے ہیں۔ جو ذکر و فکر بغیر حضوری کے ہو اس کا کیا فائدہ؟ (نورِ الہدی کائن)

حضرت عطا کرنے والا ذکر، ایم اللہ ذات کا ذکر و تصور اور مشق مرقوم وجود یہ ہے بشرطیکا سے عطا کرنے والا مرشد کامل اکمل ہو۔

حضرت علی سلطان باخوت فرماتے ہیں:

♦ ذکرِ ایم اللہ ذات نور ہے اور وسیلہ حضوری ہے۔ اسی طرح علم بھی نور ہے اور عالم (مرشد کامل) وسیلہ حضوری ہے۔ جو مرشد طالب کو پہلے ہی روزِ مراتب نورِ حضوریک نہیں پہنچاتا وہ ارشاد و بدایت کے لا اق نہیں۔ حضوری کا ابتدائی سبق مشق مرقوم وجود یہ ہے جس سے بے شک اللہ تعالیٰ و قوم کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے۔ مرشد کے دو مراتب ہیں۔ ظاہر میں شریعت اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قوی ہوتا ہے اور باطن میں بھی شریعت اور دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہتا ہے، ظاہر میں طالبوں کو ذکرِ ایم اللہ ذات میں مشغول کر کے باطن میں مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری میں پہنچا دیتا ہے۔ (نورِ الہدی کائن)



اس را وہ کوہ حضوری سے مشرف ہوتا ہے اور حضوری کی گواہ مرشد کی توجہ، تکاہ اور رفاقت ہے۔ (نور الہدی کا ان)



مرشد کامل پر فرضی ہمیں ہے کہ طالب کو سب سے پہلے مقامِ رجا و خوف، مقامِ کشفِ التبور اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کا مشاہدہ کروائے، اس کے بعد علمِ معرفت کی تلقین فرمائے۔ جو مرشد صرف قال و بیان سے کام لیتا ہے اور مشاہدہ نہیں کرواتا وہ خام اور ناتمام ہے۔ مرشد کامل طالب صادق کو ہرگز ذکر کار میں مشغول نہیں کرتا اسی مرافقہ، حاضر اور درود و تکالف کی راہ و کھاتا ہے بلکہ تصور و تصرفِ اسم اللہ ذات سے قربِ الہی کی حضوری میں پہنچ کر اللہ کا منظورِ نظر بنا دیتا ہے۔ (نور الہدی کا ان)

آپ پنجابی ایات میں فرماتے ہیں:

باجھ حضوری نہیں منتظری، توڑے پڑھن باعث صلاتاں ہو
روزے نظر نماز گزارن، توڑے جائیں ساریاں راتاں ہو
باجھوں قلب حضور نہ ہوئے، توڑے کڈھن سے زکاتاں ہو
باجھ قتا رب حاصل نہیں بانخون، تاں تاثیر جماعتاں ہو

سلطان العارفین حضرت علی سلطان بالحور حست اللہ علیہ اس بیت میں حدیث پاک لاصلوة إلا بحضور القلب "حضوری قلب کے بغیر نہیں ہوتی" کی شرح فرمادے ہیں کہ حضور حق تعالیٰ کے بغیر کوئی بھی عبادتِ مقبول پار گاہِ الہی نہیں ہے خواہ دن کو روزے رکھیں، رات بھر بیدارہ کر نوافل پڑھیں یا اذان، نمازوں کوڑا کرتے رہیں۔ ترکیہ نفس، تصفیہ قلب اور اپنی ذات کو فنا کے بغیر وصالِ حق تعالیٰ اور دیدارِ الہی حاصل نہیں ہوتا اور نہیں میں حضوری حاصل ہوتی ہے۔

درد اندر دا اندر سائزے، باہر کرائ تاں گھائل ہو
حال اسادا کیوں اوہ جان، جو دنیا تے مائل ہو
بھر سمندر عشقے والا، ہر دم ربندایا جائیں ہو
بپنچ حضور آسان نہ ہانجھ، اسال نام تیرے دے سائک ہو

رازِ عشق جو میرے دل میں پیساں ہے اس نے مجھے بے محنت اور بے قرار کر رکھا ہے۔ اگر اس کو ظاہر کر دوں تو ہو سکتا ہے کہ سویں پر چڑھا دیا جاؤں۔ عشقِ الہی کا سمندر ہر لمحہ میرے دل میں موجود رہتا ہے لیکن میرا یہ حال ان دنیا وار لوگوں کی بکھر سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پار گاہ کی حضوری تک رسائی اتنی آسان نہیں ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عشق کے سمندر کی تند و تجز م موجود کو میور کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

حضور قلب کے بغیر تمام عبادات ریا کاران ہیں۔ اگر صحیح معلوم ہے تو حضور قلب کیلئے کیوں کوشش نہیں کرتا؟ کیوں ریا کاران عبادات میں مصروف رہتا ہے؟ پہلے حضور قلب تک جانے والا راستہ جلاش کرتا کہ تیری عبادتِ مقبول پار گاہِ الہی ہو۔

باب 28

تکبر، فخر و غرور اور عجز و انکساری

عجز و انکساری را فتحر میں طالب مولیٰ کا اختیار ہے۔ اس کے مقابلہ میں شیطان کا اختیار تکبر اور فخر و غرور ہے جس سے وہ طالب مولیٰ کو گراہ کرتا ہے۔

تکبر

کبر اور عظمت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور کبریٰ ہی کی کوز بیا ہے۔ حدیث قدسی ہے:

• کبریٰ ہی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہجہ ہے۔ ان دلوں کے بارے میں جو کوئی مجھ سے زیاد کرے گا میں اسے توڑوں گا۔

تکبر یعنی اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر اور بڑا چانا ایک نہایت ہی مذموم خصلت ہے اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں سب سے بڑا ہے، اس کی ذات ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے۔ اس کے برادر نہ کوئی ہے اور نہ ہو سکتا ہے اس لیے کبریٰ ہی صرف اللہ تعالیٰ ہی کوز بیب دیتا ہے۔ اس کی بارگاہ میں اس کی مرغی اور رضا کے بغیر کسی کا کوئی ورچہ اور حقیقت نہیں۔ پورا گار ہر لحاظ سے کبیر ہے تو پھر انسان کا تکبر کرنا بے معنی ہے۔

شریعی لحاظ سے دوسروں کو تغیر بھیتھے ہوئے اپنے آپ کو برتر اور اعلیٰ تصور کرنا تکبر ہے کیونکہ مخلوق ہونے کے لحاظ سے سب یکسان اور مساوی ہیں۔ تکبر شیطانی صفت ہے کیونکہ شیطان نے تکبر ہی کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو جدہ کرنے سے انکار کیا تھا، اسی بنا پر وہ لھین اور

مردود ہوا۔ لہذا مذکور شیخ اسی طرح دین اور دنیا میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے اور لوگوں کی طرف سے لعنت کا حقدار تھہرتا ہے۔

حضرت قریبی سلطان پا خاور حجت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

◆ شہوت سے کیا گیا گناہ معاف ہو سکتا ہے مگر تکبر کی وجہ سے یہ کچھ گناہ کی معافی نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام کا گناہ شہوت کی وجہ سے اور انہیں کا گناہ تکبر کی وجہ سے تھا۔ (اسسرۃ دری)

راہ فقر میں طالب مولیٰ کے لیے اپنے آپ کو تکبر سے بچانا لازم ہے کیونکہ تکبر خشم ہو گا تو عاجزی و اکساری پیدا ہو گی جو راہ فقر میں کمی دی جیتی رکھتی ہے۔ عاجزی راہ فقر میں آنے والی مشکلات و خطرات میں قاعدہ بندی کا کام دیتی ہے۔ ہر طالب مولیٰ پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے اندر سے تکبر و انانیت کے تمام قلعوں کا خاتمہ کر کے عاجز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تکبر کی بہت مدد فرمائی ہے۔ قرآن مجید میں بے شمار آیات تکبر کے بارے میں ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جا رہا ہے:

ابیس کا تکبر

• ۱۰۰ ب ۰۰

♦ وَإِذْ قُلْتَ إِلَيْهِ كَوْنَكُو أَنْجُدُو الْأَدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسٌ لَّمْ يَكُنْ فِي الْأَنْجُونَ (سورہ بقرہ، 34)

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابیس نے نہ کیا۔ اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔

سورہ الاعراف میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے:

♦ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ لَّمْ صَوَرْنَكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمُلْكَ أَنْجُدُو الْأَدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسٌ لَّمْ يَكُنْ فِي الشَّعْدِينَ ○
قالَ مَا مَنْعَكَ أَلَا تَسْجُدُ إِذْ أَمْرَتُكَ قَالَ إِنَّا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْنَاهُ مِنْ تَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ○ قَالَ فَإِنَّكُمْ مِّنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكُمْ أَنْ تَكْبِرُ فِيهَا فَإِنْ خَرَجْتُمْ أَنَّكُمْ مِّنَ الظُّفَرِيَّةِ ○ قَالَ الظَّفَرِيُّ إِلَى يَوْمِ يُنْعَثُونَ ○ قَالَ إِنَّكُمْ مِّنَ الْمُنْتَرَقِينَ ○ قَالَ فِيمَا أَغْوَيْتُكُمْ لَا قَعْدَنَ لَهُمْ وَلَا اظْلَكَ الْمُسْتَقِيمَ ○ ثُمَّ لَأَرْتُهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا أَنْجَدَ أَكْلَاهُمْ شَكْرِينَ ○ قَالَ أَخْرُجْ مِنْهَا مَدْلُوْمًا مَدْخُورًا لَّمَنْ تَبَعَكَ مِنْهُمْ لَا مَلْعُونَ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَكْمَحُونَ ○ (سورہ الاعراف، 11-18)

ترجمہ: پہلیکہ ہم نے تمہیں یہ کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں۔ پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو۔ تو سب نے سجدہ کیا لیکن ابیس نے نہ کیا کیونکہ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ تھا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں سجدہ کرنے سے کس چیز نے روکا تھا جسکہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا تو وہ کہنے لگا ”میں اس (آدم) سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے مجھی سے۔“ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا ”یہاں سے نکل جا، مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا کہ یہاں رہ کر تکبر کرے کیونکہ اب تو ذلیلوں میں سے ہو گیا ہے۔“ اس پر ابیس نے کہا ”اے اللہ!

مجھے قیامت تک مہلت دے۔” تو اللہ تعالیٰ نے کہا جائیجے مہلت ہے۔ پھر شیطان نے کہا ”تو نے مجھے گراہ قرار دیا ہے لہذا میں راہ میں بیٹھوں گا تاکہ جن کی وجہ سے تو نے مجھے گراہ قرار دیا ہے اُنہیں بھی سیدھی راہ سے بنا دوں لہذا میں انسانوں کو راہ حق سے بہنانے کے لیے ان کے آگے ان کے پیچے، ان کے دائیں، ان کے باائیں سے آؤں گا (هر انسان کی کوئی نہ کمزوری ہوتی ہے، میں اس کوای کمزوری سے پکڑوں گا) اور ان میں سے اکثر لوگوں کو ناشکر بنا دوں گا۔“ اس پر اللہ نے کہا ”یہاں سے نکل جا کیونکہ تو انہا ہو گیا ہے۔ لہذا میں ان لوگوں کو جو تیرے کہنے پر چلیں گے، جہنم میں بھینک دوں گا۔“

ایک اور مقام پر شیطان کے تکبیر کو یوں بیان کیا گیا ہے:

♦ فَسَجَدَ الْمُلْكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّا إِلِيمِسْ ۝ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكُفَّارِ ۝ قَالَ يَا إِلِيمِسْ مَا مَنْعَكَ أَنْ تَسْجُدَ
يَا خَلَقَتِي بِيَدِكَ ۝ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالَمِينَ ۝ (سورة حم 73-75)

ترجمہ: تمام فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا مگر ایمیں نے انکا کیا اور تکبیر کی بنا پر کافروں میں سے ہو گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ اے ایمیں! تجھے سجدہ کرنے سے کس بات نے منع کیا تھا کہ اے سجدہ کرے جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنا لیا تھا مجھے میں تکبیر آ جیا کیونکہ تو تکبیر کرنے والوں میں سے ہی تھا۔

اور یوں ایمیں کو تکبیر نے اس کی اتر پیا پچھا س ہزار سالہ عبادات سے محروم کر دیا اور فرشتوں کے معلم کے عہدہ سے مزول کر کے رانہ درگاہ بنادیا۔

فرعون کا تکبیر

♦ فرعون کو بھی تکبیر ہی نے بردا دیا تھا۔ فرمان اُنہی ہے:

ثُمَّ بَعْثَنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُؤْسِى وَ هُرُونَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَ مَلَائِكَتِهِ يَا يَتَّبِعُنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَ كَانُوا قَوْمًا فَحْرِمِنْ ۝ (سورة طہ 74-75)

ترجمہ: پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) اور ہارون (علیہ السلام) کو فرعون اور اس کے امراء کے پاس شایاں دے کر بھجا تو انہوں نے تکبیر کیا کیونکہ وہ مجرم قوم تھے۔

فرعون اور اس کی قوم کو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی تو انہوں نے تکبیر کی بنا پر دعوت کو قبول نہ کیا۔ آخون کے تکبیر نے انہیں سندھر میں غرق کر دیا۔

قوم عاد کا تکبیر

قوم عاد نے بھی تکبیر کیا جس کی بنا پر وہ عذاب میں گرفتار ہوئے۔ ان کے متعلق فرمان اُنہی ہے:

♦ فَإِنَّمَا عَادٌ فَاسِئَةً كُبِيرًا فِي الْأَرْضِ يَغْتَرِرُ الْحَقَّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُ مِنَّا قُوَّةً أَوْلَئِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُ مِنْهُمْ قُوَّةً وَكَانُوا إِلَيْنَا يَمْهِلُونَ ○ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِبْحًا مَّا هُوَ فِي أَيَّامِ الْجَنَاحَاتِ لِتَذَكِّرُهُمْ عَذَابُ الْجَنَاحَاتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْرَى وَهُمْ لَا يُنْصَرُونَ ○ (سورہ نمایم، آیہ 15-16)

ترجمہ: قوم عاد نے زمین میں ناجائز تکمیر کیا اور کہا کہ تم سے زیادہ کوں طاقتور ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا تھا کہ اللہ جس نے انہیں ہذا یا ہذا کی تحریر کیا تو اس سے زیادہ قوت والا ہے اور وہ ہماری آئیوں کا انکار کرتے تھے۔ پس تم نے ان پر نبوست کے دنوں میں زور کی آندھی چلانی تاکہ وہ دنیا کی زندگی میں ذلیل کرنے والے عذاب کا مراچکھ لیں اور آخرت کا عذاب تو بہت ذات آمیز ہے اور ان کی کوئی بد نہیں کی جائے گی۔

تکبر کی اقسام

عبادت پر تکبر

غارفین اور فقر کے نزدیک عبادت پر فخر کرنا، مغرور ہونا یا تکمیر کرنا بہت بڑی بے وقوفی اور بھول ہے کیونکہ عبادت تو اللہ تعالیٰ نے قبول کرنی ہے، اس کی مرضی خواہ وہ قبول کرے یا رد کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ وَمَنْ يَسْتَكْفِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَخْسِرْ هُمْ إِلَيْهِ مُجْرِيَّا (سورہ النسا، آیہ 172)

ترجمہ: جو کوئی اللہ کی بندگی سے عار گھووس کرے اور تکمیر کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ایسے تمام لوگوں کو اپنی طرف جمع کرے گا۔

♦ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُوهُنَّ أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِنِي سَيَدِ الْخَلْقِونَ جَهَنَّمَ ذَجَرِيَّا (سورہ موم، آیہ 60)

ترجمہ: اور تمہارے رب نے کہا مجھے پکارو میں قبول کروں گا اور لوگوں میں سے وہ جو عبادت کی ہے اپنے تکمیر کرتے ہیں جنہیں عذاب دلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ کے فرشتے عبادت پر تکمیر نہیں کرتے۔ فرمان اُبی ہے:

♦ وَمَنْ عَذَّدَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَخِيُّونَ ○ (سورہ النبی، آیہ 19)

ترجمہ: جو فرشتے اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت پر تکمیر نہیں ہوتے اور نہیں اکتاتے ہیں۔

❖ شیخ مطرف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "اگر میں ساری رات سوتا رہوں اور صبح کو ہر اس اس دپر بیٹھاں انہوں تو یہ ہات مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں ساری رات نماز پڑھوں اور صبح کو اس عبادت پر غرور کروں۔"

❖ شیخ بشیر ابن منصور رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طویل نماز پڑھی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص ان کی اس طویل نماز سے بہت تجھب میں

ہے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اس شخص سے کہا "میری اس بھی نماز پر توجہ نہ کر۔ الحسنس نے رسول عبادت کی اور تجھے معلوم ہے اس کا کیا انجام ہوا۔"

علم پر تکبر

اگرچہ اللہ کے ہاں کسی قسم کا تکبر بھی قابل قبول نہیں لیکن علم پر تکبر تکبر کی بدترین قسم ہے کیونکہ یہ اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا جاہل ہے، اسی کی وجہ سے انسان حق کو قبول نہیں کرتا۔ حضرت عجی سلطان باخور حجۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جان لے کر شیطان کو سجدہ آدم سے لا آسجَدْ لِعَظِيمِ اللَّهِ (اللَّهُ كَوْنَتْ كَوْنَتْ جَاهِنْ) کے علم نے باز رکھا۔ یعنی علم اس کے لیے جاہل ہے اور وہ خدا تعالیٰ کا نافرمان ہو جیتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

العلم جناب اللہ الائمهؑ

ترجمہ: علم ہی اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا جاہل ہے۔

حضرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان سے مراد وہ علم ہے جس سے وجود میں کبر پیدا ہوتا ہے۔ کبر کے تین حروف ہیں ک، ب، و۔ حرف 'ک' سے کرامت چلی جاتی ہے، حرف 'ب' سے برکت چلی جاتی ہے اور حرف 'و' سے رحمت چلی جاتی ہے۔ (محفظ القرآن)

متکبر آدمی شیطان کا موسیٰ و مصاحب ہے چنانچہ شیطان دنیا بھر میں علم کہ بہت بڑا عالم فاضل مشہور ہے۔ (محفظ القرآن)

حضرت عجی سلطان باخور بخوبی ایات میں فرماتے ہیں:

حافظ پڑھ پڑھ کرن تکبر، ملاں گرن وڈیائی خو
ساداں ماںہ دے ہلاں وانگوں، پھرناں کتاباں چائی خو
جنتے پیکھن چنگا چوکھا، اوئتھے پڑھن کلام سوانی خو
دوئیں جہاں میں ٹھٹھے باخنو، جہاں کھادی وچھ کمائی خو

حافظ اپنے حفظہ قرآن پر اور علمائے غایہ اپنے علم پر تکبر میں بدلتا ہیں۔ یہ لوگ اپنے علم کو حصول دنیا کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جب کوئی اپنے مطلب کے مطابق دینی مسائل کا حل چاہتا ہے تو یہ لوگ مال و متاع کے بد لے دین کی حقیقت کو چھپا کر اور مختلف تاویلیں نکال کر لوگوں کو راہت سے گراہ کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے دنیا اور دولت کے بد لے میں اپنا علم و ایمان پیش دیا وہ دونوں جہاںوں میں رحمت حق تعالیٰ سے محروم رہ گئے۔

پڑھ پڑھ عالم گرن تکبر، حافظ گرن وڈیائی خو
گلیاں دے وچھ پھرنا نے، وتن کتاباں چائی خو

جنتے پکھن چنگا چوکھا، او تھے پڑھن کام سوانی خو
دو ہیں جہا نہیں سوئی ملٹھے باخون جہاں کھادی ویچ کمالی خو

حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ ان علماء اور حنفیوں کے روایہ پر حیرت کا انکھار فرمائے جو حصول علم کے بعد تکبیر میں بتلا ہو جاتے ہیں اور اپنے علم اور فضیلت کا ذہنڈہ راستہ رہتے ہیں۔ خود کو عالم قابل سمجھنے والے ان لوگوں کے ایمان کی یہ حالت ہے کہ ہر لمحہ مال و دولت کی خاطر علم کی حقیقت کو فروخت کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ پھر جب مال مل جائے تو طرح طرح کی تاویلیں گھر کر حق کو چھا لیتے ہیں۔ حکماء اور مال یا عبدہ دینے والے کی نشانے کے مطابق مسائل فتنہ کی شرح بیان کرتے ہیں۔ ایسے بے ضمیر حافظوں اور علم کو فروخت کرنے والے علماء و ائمہ جہانوں میں رو سیاہ اور خوار ہوں گے۔

اپنی ایک فارسی مشتوی میں آپ فرماتے ہیں:

• علم دیں را مفروش دلے دام گیر طالب دنیا کجا باشد فقیر
علم را قدرے ندارد زر طلب علم عالم چوت؟ دلی بہر زرب

ترجمہ: علم دین کو درہم دنیا کے بد لے مت بیچ کر دیا کام طالب دنیا کا ہے۔ طالب دنیا بھلا کہاں فقیر ہو سکتا ہے؟ طالب زر علم کی قدر نہیں جانتا۔ کیا تجھے معلوم ہے کہ عالم کے کہتے ہیں؟ حقیقی عالم وہ ہے جو طلب مولیٰ کے لیے علم حاصل کرتا ہے۔ (مکتوبات)

حسب و نسب پر تکبیر

• • • • •

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء اعلوم (جلد سوم) میں تحریر کرتے ہیں:

﴿ تکبیر کی ایک قسم اعلیٰ حسب و نسب والے کا اپنے سے کم نسب والے کو فقیر اور کم تصور کرنا ہے خواہ و علم و عمل اور تقویٰ میں اس سے بڑھ کریں گے۔ نسب کا تکبیر بعض لوگ اتنا زیادہ کرتے ہیں کہ جیسے دوسرے لوگ ان کے غلام ہیں، ان سے میں جوں رکھنے اور ان کے پاس بیٹھنے سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ موقع نسب کا یہ تفاخر ان کی زبان پر جاری رہتا ہے۔ دوسرے لوگوں کے بارے میں کہتے ہیں "ان کی کیا حاصل ہے؟ میں فلاں فلاں کا صاحب زادہ اور فلاں فلاں کا پوتا ہوں۔ ان جیسے کی کیا مجال کہ میرے سامنے بات بھی کر سکے یا میری طرف نہ آہ بلند کر کے دیکھ سکے"۔ نسب پر تکبیر فس کے اندر جیسی ہوئی ایک ایسی بیماری ہے کہ تقریباً سب اعلیٰ نسب والے اس میں بتلا ہوتے ہیں خواہ و عمل نیک بھت اور مغلنہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حالت اعتدال میں تو اسے ظاہر نہیں کرتے مگر غصہ اور غصب کے غلبے کے وقت ان کا نو عقل تاریک ہو جاتا ہے اور ان سے یہ بات ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔ (احیاء العلوم) ﴿

مدد و مدد میں حدیث شریف میں بھی اس عمل کی مذمت کی گئی ہے:

﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے باپ دادا

کے نام پر تکبیر (غفران) کرنا چھوڑ دیں ورنہ خدا ان کو نجاست کے کیزے سے بھی زیادہ ذمیل کر دے گا۔” (ابو ذر گرمی)

تکبیر کی دیگر اقسام

اس کے علاوہ تکبیر کی اور بھی بہت سی اقسام ہیں جن کو طوالت سے گریز کی خاطر بیان نہیں کیا جا رہا مثلاً عبدہ، رتبہ اور مرتبہ پر تکبیر، مال و دوامت، طاقت اور ادا و پر تکبیر، افتخار پر تکبیر، حسن و محنت پر تکبیر وغیرہ۔

تکبیر کی وجہ سے دعوت حق کو قبول نہ کرنا

دین حق اور صراط مستقیم کو بعض لوگ گروہ، فرقے، ممالک اور قومیں صرف دنیا کی کثرت، نشانی خواہشات، انا اور تکبیر کی بنا پر قبول نہیں کرتے اور دعوت دینے والوں کو جھلاتے ہیں۔ ان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَآتَاهَا الْيَتِيمَ كُفْرًا وَأَفْلَمَ تَكُونُ إِلَيْيَنِ تُكْلِيْلَهُ فَإِنَّكُلَّهُ لَهُ وَكُلُّهُ قَوْمًا فَلَمْ يَرْجِعُ مِلَّتَهُ (سورة الجاثیہ۔ 31)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے کفر کیا، کیا ان لوگوں کو ہماری آیات سنائی نہیں جاتی تھیں؟ اس کے باوجود انہوں نے تکبیر کیا اور تم مجرم قوم ہو۔

♦ أَفَكَلَّمَ أَجَانِحَ رَسُولِيْلَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُوْيَ آنَفُكُلَّهُ اسْتَكْبَرَ لَهُ فَقَرِيْنَاقَا كَلْبَشَهُ وَفِيْنَاقَا تَقْلِلُونَ (سورة البقرہ۔ 87)

ترجمہ: پھر جب کوئی رسول تمہارے پاس حق لا جائے تمہارے قس پسند نہ کرتے تھے تو تم نے تکبیر کیا، ایک گروہ نے اپنیا کو جھٹایا اور ایک گروہ قتل کر دیتا تھا۔

♦ إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ فَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ بِالْأُخْرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكَرٌ وَهُنَّ مُسْتَكْبِرُوْنَ (سورة الحجۃ۔ 22)

ترجمہ: تمہارا معبود (اللہ) واحد ہے پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل تکبیر ہیں اور وہ تکبیر میں بجا ہیں۔

♦ فَآمَّا الظَّفِينَ أَمْنُوا وَخَلُوْلُ الْصَّلِيْخِ فَيُؤْقِنُهُمْ أَجُوزَهُمْ وَبَزِيدَهُمْ قِنْ فَضْلِهِ وَآمَّا الْيَتِيمَ اسْتَكْفُوا وَاسْتَكْبَرُوا

فِيْعَذَابِهِمْ عَذَابًا أَلِيْعًا (سورة النہل۔ 173)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور نیک مل کرتے رہے ان کے لیے پورا اجر ہے بلکہ اللہ کے فضل سے کچھ زیاد دوہی ملے گا مگر جنہوں نے انکار کیا اور تکبیر کیا ان کے لیے عذاب الیم ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی تکبیر کی بہت مذمت کی گئی ہے:

♦ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”آدمی برادر اپنے نفس کی خواہش کے ساتھ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے تکبیریں میں لکھ لیا جاتا ہے اور پھر وہ انہی کے انجام تک پہنچ جاتا ہے۔“ (ترمذی)

♦ حضرت عبد اللہ ابن مسعود کا میان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جس کے دل میں راتی کے برادر بھی تکبیر ہو گا وہ جنت

میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔” (بنی امّہ 4173 ہندی 1999)

⊗ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تمہار گھستا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔“ (بخاری 5788)

⊗ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”جس شخص کے قلب میں رائی کے داد کے برابر بھی تکبر ہو گا خدا تعالیٰ اس کو من کے بل جہنم میں ڈالے گا۔“ (بیہقی)

⊗ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے ”جس شخص کے دل میں رائی کے داد کے برابر ایمان ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا اور جس شخص کے دل میں رائی کے داد کے برابر بھی تکبر ہے وہ جہنم میں نہ جائے گا۔“ (مسلم بیوادو)

تکبر ایسی روحانی بیماری ہے کہ اگر یہ رائی کے داد کے برابر بھی قلب میں جاگزین ہو جائے تو نہ کوئی نیک عمل قبول ہوتا ہے نہ کوئی عبادت۔ بلکہ انسان اللہ سے دور ہوتا جاتا ہے، اس کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اسے پیدا بھی نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے تکبر سے محظوظ نہ کر کے تکبر سے ملتی جلتی ایک اور قسمی بیماری فخر اور غرور ہے۔

فخر و غرور

اللہ تعالیٰ نے فخر و غرور سے بھتی سے منع کیا ہے اور اسے بہت ناپسند فرمایا ہے۔ اسلام میں تمام انسان برادر ہیں، کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ اس لیے اپنے حسب و نسب، اپنی قوم، اپنے قبیلہ، اپنی جماعت یا علم اور مال کی وجہ سے خود پر فخر کرنا درست نہیں۔ اپنے حسب و نسب، قبیلہ یا علم و مال پر فخر اور غرور کرنا معاشرے میں اونچی نیچی اور تعصب پیدا کرتا ہے جس کی بنا پر لڑائی جھلکے اور فتنے جنم لیتے ہیں۔

اہل فقر و لوگوں میں اپنی ذات کو ظاہر کرنے کو برائی بھتی ہیں چہ جا یہکہ اس پر فخر کیا جائے کیونکہ فخر سے تکبر و گھمنڈ کے راستے کھلتے ہیں۔ اس لیے اہل فقر کے لیے اپنے نسب یا کسی بھی چیز پر فخر کرنے بے معنی ہے۔ وہ صرف فقر کو ہی قرابت کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ طالبِ مولیٰ میں فخر کی بجائے بھتی عاجزی ہو گی اتنی جلدی فخر کی منازل آسان ہوں گی۔

فخر صرف اس صورت میں جائز ہے کہ دشمنان دین حق پر اپنی برتری، شان و شوکت اور طاقت کا اظہار کرنا مقصود ہو کیونکہ اس طرح کا فخر صحابہ کرام اور بزرگان سلف سے منقول ہے۔ لیکن اگر فخر فسانیت کے تحت ہو تو تکبر کے قریب ہے اور نہ موم ہے۔ عرفِ عام میں لوگ اسی مفہوم میں فخر اور غرور کا اظہار کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے بالکل پندرہ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ فُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (سورہ المدح - 23)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی مغرور اور فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔

◆ **إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ لَهُنَّا لَا لِلْفُورِ ۝ (سورة الداۤخِلَةٌ، آیہ ۳۶)**

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ مغرور اور فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔

◆ **لَمْ تَرَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَيَئِنُّو شَكْرُورٌ وَلَمَنْ أَذْفَنَهُ تَعْبَراً بَعْدَ هَذِهِ أَمْسَكَهُ لَيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي إِنَّهُ لَفَرِجٌ لِلْفُورِ ۝ (سورة الداۤخِلَةٌ، آیہ ۹-۱۰)**

ترجمہ: اگر ہم انسان کو دی ہوئی نعمت واپس لے لیں تو وہ نا امید اور ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر تکلیف کے بعد اسے آسانی عطا کر دیں تو وہ کہتا ہے کہ محبت سب سنتیاں دور ہو گئیں۔ یہ تکلیف و خوبی میں فخر کرنے والا ہے۔

◆ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ چار باتیں ہیری امت میں زمانہ جاہلیت کی ہیں:

1. حسب و شب میں فخر کرنا۔ 2. دوسروں کے نسب میں طعن کرنا۔ 3. میت پر توحہ کرنا۔ 4. بارش کوتاروں کی طرف منسوب کرنا۔ (احمد)

حضرت علیٰ سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تکبیر اور فخر و غرور و شیطان و فرعون و قارون ہے اور عاجزی و رکھ انبیاء و اولیاء ہے۔

◆ سن انبیاء نے کہا "میں نے اطاعت کی۔" آواز آئی "میں نے تجوہ پر احتہت کی۔" حضرت آدم علیہ السلام نے کہا "محبت ملکی ہو گئی۔" آواز آئی "میں نے معاف کر دی۔" (مین الفرق)

◆ غدر کے ساتھ کیا گیا گناہ، محبت کے ساتھ کی کتنی عبادت سے بہتر ہے۔ (مین الفرق)

آپ پنجابی بیت میں فرماتے ہیں:

پڑھیا علم تے وڈھی مغروری، عقل بھی گیا توبہاں خو
بچلا راہ ہدایت والا، نفع نہ کیتا ذوبہاں خو
سر دیباں ہے بزر ہتھ آوے، سودا بار نہ توہاں خو
وزیریں بازار محبت والے پاٹھو، کوئی راہبر لے کے سوہاں خو

سلطان الور قیم حضرت علیٰ سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ اس بیت میں اُن علا کا ذکر فرمائے ہیں جن میں علم حاصل کرنے کے بعد غرور، تکبیر اور اکڑ پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُن کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ علم ظاہر کے حصول کے بعد تو غرور، تکبیر اور خود پسندی میں بستگا ہو گیا ہے جس سے تیری عقل نے بھی تیر اساتھ چھوڑ دیا ہے۔ بجاۓ اس کے کہ علم حاصل کرنے سے تیری عقل میں اضافہ ہوتا اور تو صراطِ مستقیم کو پہچان لیتا تو تکبیر اور اتنا نیت کی وجہ سے انبیاء کی طرح اپنی مصلحت بھی گتوں میں بیٹھا ہے۔ علم اور عقل دونوں میں سے کسی نے تجوہ فائدہ نہیں دیا اور تو اسی تکبیر اور اتنا نیت کی وجہ سے ہدایت کی راہ (صراطِ مستقیم) سے گراہ ہو چکا ہے۔ اگر رہنے سے بزرگی ہاتھ آجائے تو اس سووے سے دریخ چیزیں کرنا

چاہیے لیکن مشق کے بازار میں مرشد کا مل کی راہبیری میں ہی داخل ہوتا چاہیے کیونکہ وہ اس راہ کا واقف ہوتا ہے اور راہبیر کے بغیر منزل نہیں ملتی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ فاری مثنوی میں فرماتے ہیں:

﴿ ای عالم نادان تو کہ در علم غروری
زدیک تو مجبود نہ ای بلکہ تو دوری
کشاف و بدایہ گرچہ تو سخوانی
تا خدمت خاصان لکھی تھے ندانی ﴾

ترجمہ: اے نادان عالم! تو اپے علم پر غرور کرتا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تو اللہ کے قریب نہیں بلکہ دور ہے۔ اگرچہ تو لے کشاف! اور بدایہ گرچہ رکھی ہیں لیکن جب تک خاصان خدا کی خدمت نہیں کرتا تب تک تو کسی بھی بات کی حقیقت کو نہیں جان سکتا۔ (تو راہبی کا اس)

عجز و انکساری

حضور علی اصلوٰۃ والسلام باعث تخلیق کائنات اور کائنات کے مالک اور مختار گھل ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنی منع اللہ کا مقام حاصل ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ یہی فرماتے "بنی اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔"

عاجزی و انکساری اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ترین صفات میں سے ہے۔ ہر لوگ نے عاجز اور حلیم بننے کی تعلیم دی ہے بلکہ اللہ کا متقرب ہونے کے باوجود خود کو تحریر، یقین اور سکم سے کم تر سمجھا ہے۔

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ اہل اللہ عجز کے ذریعے اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ اللہ پاک ہے جس نے اپنی معرفت کا راستہ سوائے عجز کے اور کوئی نہیں پھیرا لیا۔ (فوہات مکتب جلد دهم، باب بظہر) ﴾

﴿ مولا نار و تم فرماتے ہیں "اس رو میں نیچے جھکنا ترقی کرنا ہے۔" (مثنوی) ﴾

﴿ آپ ایک اور جگہ فرماتے ہیں "خود کو برآ کہہ۔ دوسرا کو کوٹک مت مار۔" (مثنوی) ﴾

سلطان الفرقہ ششم حضرت عجی سلطان محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۔ علام ابوالقاسم محمود خوارزمی المعروف علامہ زنجیری (المتوفی 538ھ) کی عربی تفسیر قرآن جو "تفسیر کشاف" کے نام سے معروف ہے۔ ۲۔ شیخ الاسلام برہان الدین امام ابوالحسن مرغیانی (المتوفی 593ھ) کی تصنیف جو ہدایہ البیتی کی شرح ہے۔ ۳۔ حدیث مبارکہ میں آیہ ہے کہ ایک رات حضور علی اصلوٰۃ والسلام اپنے کر گھر سے نکلے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ تجسس کے باعث ان کے تھاں کے تھاں میں جلی گئیں۔ دیکھا کر حضور علی اصلوٰۃ والسلام جنتِ الخلق میں جا کر بیٹھ گئے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے پلٹنے لگئیں تو حضور علی اصلوٰۃ والسلام نے ان کی آہنگ پا کر فرمایا "کون ہے؟" حضرت عائشہؓ نے عرض کی "میں عائش ہوں۔" فرمایا "کون عائش؟" عرض کی "ایوبؑ کی بیوی۔" فرمایا "کون یو بکرؑ؟" عرض کی "محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)" کا نام۔ "فرمایا "کون محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟" اس پر حضرت عائشہ صدیقہؓ ناموں ہو کر وہ اپس آگئی۔ حضور علی اصلوٰۃ والسلام کی واہی پر اس معاملہ پر بات ہوئی تو حضور علی اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا لیے "منع اللہ و قتل لا یستحقی قیوم ملک مُقرَّب و لا نَّبِي مُرْسَل ترجیح اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیرا ایسا وقت بھی ہے جس میں نہ کسی مغرب فرشتہ کی تھیں ہے اور نہ تھی مرسل کی۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے اپنی طرف عاجزی و اکساری کے ذریعہ راستے کھولے۔ عاجزی و اکساری را فظر میں آنے والی مشکلات اور آزمائشوں میں قلعہ بندی کا کام دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عاجزی سے آنے والا بھی غالباً وابہس نہیں جاتا۔ دیدار الیٰ، قنائی اللہ اور بقایا اللہ (قانی خو) کے مرابت عاجزی و اکساری سے حاصل ہوتے ہیں۔ عاجزی و اکساری اسم اللہ ذات کے تصور سے حاصل ہوتی ہے۔ ظاہری عبادات سے نفس مودہ ہو کر بخیر، انانتیت اور ریا کاری اختیار کرتا ہے۔ عاجزی و اکساری را فظر میں بہت برا انتہیار ہے جو طالب کوشی طافی و نفسانی حملوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اللہ کی بارگاہ میں جو جتنا بخیر اختیار کرتا ہے وہ اتنا ہی گبوب ہوتا ہے۔ فقراء کا ملین کی زبان مبارک ”کن“ کی زبان ہوتی ہے اور یہ زبان اوح محفوظ پر تحریر شدہ اذی نوشت لفظ یہ کو بھی بدلتی ہے لیکن عملی زندگی میں یہ لوگ اس قدر حلیم ہوتے ہیں کہ خود کو دنیا کے عام انسان کی سٹھ سے بھی یچھے لاتے ہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگ بھی ان کی مثال کی تنفس سے حلیم ہن جائیں اور عاجزی اور اکساری اپنی طبیعت کا خاصہ بنا لیں۔

حضرت عجی سلطان باخو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہر کے آمد در انا در نار شد خاکی آدم لا ام دیدار شد
ترجمہ: جو (شیطان) خود پرستی، انا اور تکبیر میں گرفتار ہوا وہ نار جہنم کا شکار ہو گیا لیکن آدم خاکی (جوانا سے محفوظ رہا اور گدا کرنے کے بعد عاجزی سے معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے بچک گیا) سزاوار دیدار ہو گیا۔

حضرت عجی سلطان باخو اپنے مرتبے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَإِنَّ اللَّهَ عَارِفٌ بِأَوْصَالِكُمْ رَبِّ الْجَنَّاتِ لَا يَرَى مَا لَا يَرَى
ترجمہ: میں قنائی اللہ اور بآوصال عارف ہوں۔ میں نے اپنی جستی سے فنا حاصل کر لی اس لیے لازوال ہو چکا ہوں۔ (کمیہ اتوحید کا اس)

فَمَنْ تَمَنَّدَ نَامَ مَنْ وَجَدَ غَرَقَ وَهَدَى إِلَمَ اللَّهُ يَرِيدُ
ترجمہ: جب نہ سیر نام باتی رہا و جو دب ایم اللہ ذات نے مجھے وحدت میں غرق کر دیا۔ (کمیہ اتوحید کا اس)

حضرت عجی سلطان باخو فرماتے ہیں کہ وصال الیٰ عاجزی و اکساری سے حاصل ہوتا ہے۔

إِنِّي أَنْزَلْتُ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ رَازِيَّاً مَنْ يَرِيدُ بَرَاهِيْنَ
ہر کس کے پہ درگاؤ تو آیدہ پہ نیاز محروم ز درگاؤ تو کی گردد باز

ترجمہ: اے اللہ امیر ایم رازی (غیری کامل) کے سیدہ میں ہے۔ تمیری رحمت کا دروازہ ہر کسی کے لیے کھلا ہے۔ جو تمیری بارگاہ میں عاجزی

سے آئے وہ تیری بارگاہ سے کیسے محروم جا سکتا ہے؟ (کلیداں جید کاں)

﴿ از خود گزر کن طالبا رو غرق نور احتیاطی نیست وصلش باحضور
ترجمہ: اے طالب! خود سے بھی نجات حاصل کر لے اور نور میں غرق ہو جا اور اپنی حضوری حاصل کر لے کہ تھے اسکے حاصل کی بھی حاجت نہ
رہے۔ (کلیداں جید کاں) ﴾

حضرت علی سلطان پاکخواجی ابیات میں فرماتے ہیں:

سو ہزار تھاں توں صدقے جیہے من نہ بولن پیکا ھو
لکھ ہزار تھاں توں صدقے جیہے گل کریدے ہمکا ٹھو
لکھ کروڑ تھاں توں صدقے جیہے نفس رکھیدے ہمکا ٹھو
نیل پدم تھاں توں صدقے پا خلق جیہے ہوون سونا سداون سکا خو

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمائے ہیں کہ میں ہزار بار ان طالبوں کے صدقے جاؤں جو راہ فقر میں پیش آنے والی مشکلات و مصائب پر صبر اور شکر کے
ساتھ ثابت قدم رہتے ہیں اور کوئی گھنیمیں کرتے۔ میں لاکھوں بار ان کے قربان جاؤں جو وحدے کے پکے ہیں اور جو باتیں ایک بار کہد دیتے
ہیں اس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ کروڑوں بار ان لوگوں پر واری اور صدقے جاؤں جو اپنے نفس کو قابو میں رکھتے ہیں اور اربوں بار ان کے
قربان جاؤں جو ہر وقت دیدار حق تعالیٰ میں غرق رہتے ہیں۔ وہ اپنے مرید قرب الہی کی بدولت سونے کی طرح ہوتے ہیں لیکن عاجزی و
اکشاری کی وجہ سے عموم میں ملکہ یعنی معمولی آدمی کی طرح رہتے ہیں اور اپنی بڑائی خاہر نہیں کرتے۔

عشق چھاندے ہدیں رچیا، اوہ رہندے چپ چپاتے ٹھو
لوں لوں دے ویچ لکھ ربانا، اوہ کردے ٹھنگی باتے ٹھو
اوہ کردے وضو اسم اعظم دار تے دریا وحدت ویق ناتے ٹھو
تمان قبول نمازاں پا خلق جمال یار پیچاتے ٹھو

عشق جن کے پورے وجود میں سراہیت کر چکا ہو ان کا تمام وجود خود عشق ہن جاتا ہے۔ وہ راز حقیقی سے واقف ہونے کے باوجود خاموش رہتے
ہیں حالانکہ ان کے لوں لوں میں لاکھوں زبانیں ہیں لیکن اس کے باوجود وہ گوئے بن کر رہتے ہیں۔ بات کرنی پڑے تو رک رک کر عاجزی
سے بات کرتے ہیں۔ وہ ایسے عاشق ہیں جو اسم اعظم سے وضو کرتے ہیں اور دریائے وحدت میں غوطہ زدن رہتے ہیں۔ نمازیں تو اسی وقت
قبول ہوتی ہیں جب اللہ تعالیٰ کی پیچان حاصل ہوتی ہے۔

میں کوئی بھی میرا دلبر سوہنا، میں کیوں اس نوں بھانوان خو
دیہرے اساؤے دڑوا ناہیں، پیچی لکھ دیلے پاتوان خو

نہ میں سوہنی نہ دولت پلے۔ میں کیونکر یار مناؤں ھو
ایہہ ذکھہ ہمیشائ رسمی ہاٹھو، روندی نہ مر جاؤں ھو

اعمال کے لحاظ سے میں سیاہ کار اور گناہ گار ہوں اور میرے پاس ایمان، تیک اعمال، اخلاص اور عشق کی دولت بھی نہیں ہے بلکہ میرے دل میں تو خواہ شات غص اور دنیا کا بسرا ہے۔ میرا مرشد جو کامل، اکمل، اعلیٰ، ارفع اور حسین ہے میں اُسے کیسے پسند آؤں؟ میں لاکھوں والے طبقتی ہوں لیکن وہ دل کے آنکھن میں آتا ہی نہیں ہے۔ نتویں خوبصورت ہوں اور نہ اسی میرے پاس دولت ہے پھر میں اپنے محبوب کو کیسے مناؤں؟ اپنے محبوب کو راضی نہ کرنے کا ذکھہ ہمیشہ رہے گا اور اسی غم میں روتے روتے کہیں مردہ جاؤں۔

وحدت دے دریا اچھے، جل تحفہ بھل رئے ھو
عشق دی ذات منیدے ناہن، سانگاں جمل پینے ھو
رنگ بھجوت ملیدے ڈھنے، سے جوان لکھنے ھو
میں قربان تجاں توں ہاٹھو، جیزیرے ہوندیاں بہت بینے ھو

اے طالب! دریائے وحدت حق تعالیٰ تو جوش میں آ کر اپنے کناروں سے باہر اچھل پڑا ہے۔ جن دلوں میں حق تعالیٰ کی ذرا سی بھی محبت موجود تھی وہ دل اس کی رحمت اور فضل سے سیراب ہو گئے ہیں لیکن کچھ ایسے اذلی بد نصیب ہیں جو عشق ذات کے ملنگر ہونے کی وجہ سے دریائے وحدت کے اس فینان سے محروم رہ گئے ہیں۔ وہ اپنی بد نیتی اور بد نصیبی کے زخم اور تپھیرے اس جہاں میں بھی کھا رہے ہیں اور آخرت میں بھی اسی حال میں ہوں گے۔ اس کے بر عکس پستکروں ایسے خوش نصیب ہیں جنہیں عشق ذات حاصل ہو گیا ہے اور وہ دنیا کے آرام و آسانش اور مال و متناغ کو قربان کر کے دریائے وحدت میں شامل ہو گئے ہیں۔ آپ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان عاشقان صادق کے قربان جاؤں جو عالیٰ بہت ہیں اور اللہ پاک کی پارگاہ میں مقام و مرتبہ پانے کے باوجود عاجزی و انکساری ان کی صیعت کا خاصہ ہے۔

عاجزی و انکساری را فقر میں بہت بڑا تھیا رہے ہو طالب کو شیطانی حملوں سے محفوظ رکھتا ہے جبکہ سکبر اور فخر و غور ایسی شیطانی صفات ہیں جو انسان کو راندہ درگاہ بنادیتیں ہیں۔

وفا اور قربانی

راہ فخر دراصل راہِ عشق ہے اور اس راہ میں کامیابی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک طالب اپنی ہر شے کو راہِ حق میں قربان نہیں کر دیتا۔ راہِ عشق میں ”وفا اور قربانی“ کا لئھا ضا بے کے وفا میں کبھی بھی غفرش ن آئے اور جب قربانی کا وقت آئے تو مندن موڑا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَنْ تَدْلُوا بِالْيَمَدْحُقِ تُنْتَفِعُوا بِمَا تَجْعَلُونَ (سورہ آل عمران - 92)

ترجمہ: تم اس وقت تک بڑا (ال تعالیٰ) کو نہیں پاسکتے جب تک اپنی محیوب ترین چیز اللہ کی راہ میں قربان نہ کرو۔ سب سے بڑی سنت راہِ حق میں گھر بار بنا دیتا ہے۔ اللہ پاک نے حضور علیہ اصلوۃ والسلام سے فرمایا:

فَلَا تَسْخِنُوا أَمْنِيَّهُ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يَبْأَسُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (سورہ النساء - 89)

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں سے کسی کو پناہی (دوسٹ) نہ بنا گیں جب تک کہ وہ راوندہ میں اپنا گھر بارہنے چھوڑ دیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلانِ ثبوت اور دعوتِ الی اللہ کے جواب میں جن صحابہ کرام نے لبیک کہا اور دل کی تصدیق کے ساتھ کہ طیب پڑھ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے، ان پر مصائب اور نکالیف کے پھراؤٹ پڑے۔ جو مومن غریب و ناوار اور غلام طبق سے تعلق رکھتے تھے ان پر پہلے روز سے تشدیکی بچکی چلا دی گئی۔ انہیں اتنی شدت سے جسمانی، روحانی اور مالی اذیتیں دی گئیں کہ انسان اس کا تصور کر کے ہی کاپ احتساب ہے۔ مگر آفرین ہے صحابہ کرام کی وفا اور قربانی پر کہ کسی قسم کا ظلم و تم ان کو نہ تو راہِ حق سے بنا

لَ الْكَرْمُ اشتعال کا صفاتی نام ہے: حقیقی "احسان کرنے والا"۔

سکا اور نبی حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام سے ان کی وفا میں کوئی کمی آئی۔

جو مومن معاشرہ میں ذی عزت اور صاحبِ حیثیت لوگ تھے ان کو تحریص و ترغیب کے ذریعے دینِ حق سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر اکسایا گیا۔ انہیں طرح طرح سے دنیاوی جاہ و مال کے لائق دیے گئے مگر جب ان کے پائے استھان میں ذرا سی بھی انفراد نہ آئی تو انہیں مختلف طریقوں سے ذرا یاد ہم کیا گیا۔ ان سے کاروباری اور معاشرتی میں جوں بند کر دیا گیا تھی کہ ایک دور ایسا آپ کے سارے اہل مکہ نے حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوچل ہائیکاٹ کرو دیا۔ متواتر تین سال تک مومنین کی یہ جماعت حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کی معیت میں "شعب ابی طالب" میں اہل مکہ کے سوچل ہائیکاٹ کا ٹکار رہی۔ لیکن قربان جائیے ان کے جذبے ایمانی پر کہختے سے مختلف تر حالات میں بھی ان کا ایمان مجزاً نہ ہوا۔ اہل مکہ کے قلم و تم نے ان کی یہ حالت کر دی تھی کہ:

معاش کے ذریعے چھوٹ گئے۔

غربت، مظلومی اور فاقہ کشی نے ان کے گھروں میں ذریعے ڈال لیے۔

عزیز و اقرب نے ساتھ چھوڑ دیا۔

جسمانی اذیتیں دی گئیں، گرم ریت اور کنلوں پر لٹایا گیا، رسیوں اور زنجیروں میں جکڑا گیا۔

قبيلہ میں سردار یاں اور مراتب چھمن گئے۔

مال و دولت جاتا رہا۔ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنیؓ جیسے صحابہ کرام نے اپنا تمام مال و م產業 اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔

پہلے جہش کی طرف اور پھر مدینہ کی طرف اپنا گھر یا رچھوڑ کر پھرست کرنا پڑی۔

ایک وقت ایسا بھی آیا کہ میدان جہاؤ میں باپ اپنے بیٹے اور بیٹا اپنے باپ سے نبرد آزماتا۔

یہ ساری نکالیف و مصائب صحابہ کرام کے جذبے ایمان اور حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام سے وفا کو مجزاً نہ کر سکے۔ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تربیت اس اندماز میں فرمائی کہ ان کے دلوں سے محبت الہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا ہر محبت کو نہ کردا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی راہ میں جو بھی چیز حاصل ہوئی صحابہ کرام نے کمال بے نیازی سے اسے اللہ کی راہ میں قربان کر دیا اور جب بھی اسلام کو قربانی کی ضرورت پڑی صحابہ کرام نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

وفا اور قربانی کی دوسری مثال واقعہ کر بائے:

سب کو معلوم ہے کہ امام کے ساتھ موت ہے تو زید کے پاس دنیا اور زندگی کا آرام ہے۔

امام کا ساتھ دے کر شہادت ملتی ہے تو زید کا ساتھ دے کر آسائش دنیا اور زندگی ملتی ہے۔

عقل کہتی ہے کہ امام حسینؑ کے ساتھ درہ کربے بھی کی موت ہے، عشق کہتا ہے کہ یہ "جاودا فی زندگی" کی ابتداء ہے۔

امام عالیٰ مقام کے تمام ساتھی، راوی عشق کے رائی، وفا کا حق ادا کرنے اور وقت قربانی "قربانی" کیلئے تیار ہیں۔ عشق کا بھی تقاضا ہے اور انہوں نے اس تقاضے کو کمال خوبی سے پورا کیا۔ وادہ امام آپ کو کیا عاشق ہے؟ ایسے عاشق تو کسی مرشد کو نہ ہے۔ ان کی شان، وفا اور قربانی ہی نہیں ہے۔ عشق کی اس پیغمبگی ہوئی بساط پر حکل ہار گئی۔ عشق قربان ہو کر بھی جیت گیا۔ عشق شہادت پا کر جاؤ داں ہو گیا اور قید ہو کر بھی سر بلند اور سرفراز رہا۔ حکل بظاہر فتح یا ب نظر آئی لیکن عشق نے اپنے دستور کے مطابق حکل کی اس فتح کے اندر ہی اپنی فتح رکھی ہوئی تھی۔ دل کے انہ ہے، نور بصیرت سے محروم اس فتح کا ادراک نہ کر سکے۔ عشق کی پیغمبگی وفا اور قربانی ہی کی بدولت تھی۔ کربلا میں عشق کا ایک مستقل باب تحریر کر دیا گیا اور عشق و کربلا کا پولی دامن کا ساتھ ہو گیا۔

۔ جہاں عشق ہو دیں گے کربلا

جو حالات اہل عشق کے لیے اس وقت تھے دیسے ہی آج بھی ہیں۔

حضرت علیٰ سلطان با خواستہ اللہ علیہ میں الفقر میں لکھتے ہیں:

❖ حضرت ابراہیم بن اوصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "جب تک تو اپنے بیٹوں کو تمہم اور اپنی بیویوں کو بیوہ نہیں کرو جانا خود کو سکتے کی طرح خاک میں نہیں ملاویتا، لئن تَذَلُّوا إِلَيْهِ حَتَّى تُنْفِقُوا مَا تَحْبُّونَ" (ترجمہ: تم اس وقت تک جو نہیں پاسکتے جب تک اپنی محبوب ترین چیز اللہ کی راہ میں قربان نہ کر دو) کا ورد کرتے ہوئے اپنے گھر بار کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرو جانا اور تَجْهِيْثُهُ وَ تَجْيِيْثُهُ (ترجمہ: اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں) کو ظاہر اور باطن میں اختیار کر کے رَجْهِيْهُ اللَّهُ تَعَالَى هُوَ وَ رَضْوَاعْنَهُ (ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے) کا مقام و مرتبہ حاصل نہیں کر لیتا تب تک تیرا یا رجائی تھوڑے کہاں راضی ہو گا؟ (میں الفقر)

سلطان الفقر ششم حضرت علیٰ سلطان محمد اعظم علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ راہ فقر راہ عشق ہے اور عشق قربانی کا طالب گار ہے۔ اس راہ میں اس وقت تک کامیابی حاصل نہیں ہوتی جب تک طالب اپنا سب کچھ اور ہرشے اللہ کی راہ میں قربان نہیں کرو جتا۔ اس سلسلہ میں طالب کو صحابہ کرام کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفا اور قربانی کی مشائیں سامنے رکھنی چاہیں کیونکہ طالب ان مولیٰ کے لئے یہ مشائیں مشعل راہ ہیں۔

❖ فقر کی ثبوت حاصل کرنے کے لئے اپنامال، جان اور گھر بار سب داؤ پر لگا دینا چاہیے پھر صد کی امید بھی نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی غم کرنا چاہیے۔

❖ جنہوں نے زندگی میں ہی اپنا سب کچھ مرشد کے حوالے کر دیا وہ حیات جاؤ دانی حاصل کر گئے اور اسی عشق و مسی میں زندگی گزار رہے ہیں۔

❖ قرب الہی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک انسان اپنا گھر بار را خدا میں قربان نہیں کرو جانا اور کائیں و مصائب میں مرشد کے

ساتھ و فامیں ذرا بھی کمی نہیں آتی۔

جو شخص معرفت فقر کے انتہائی درجے (وَسَالَ اللَّهُ بِرِّ قَدْمِ رَكْبَيْتَ بِهِ وَلَمْ تَأْلُوا إِلَيْهِ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا إِلَيْهِ أُجُوبُنَّ) کا مصداق بن جاتا ہے اور اپنا سب پکھرا دہ خدا میں صرف کر کے صفات کریں اختیار کر لیتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت گی سلطان با شور حمت اللہ علیہ، بخاطی ایمات میں فرماتے ہیں:

عاشقِ عشقِ ماہی دے کواؤں، بت پھر نہ ہمیہاں کھیوے ٹھو
جیس چیندیاں جان ماہی نوں دی۔ اوہ دو یہیں جہاں نیں جیوے ٹھو
شمع چڑائی جہاں دل روشن، اوہ کیوں بانی دیوے ٹھو
عقل فکر دی پہنچ د کائی پاخو، اوتھے فانی فہم کھیوے ٹھو

عاشق تو اپنے معشوق کے عشق میں جو ہیں، انہیں عشق کی اللہ نے مدھوش کر رکھا ہے۔ جن عاشقوں نے زندگی میں ہی اپنی جان محبوب (مرشد کامل) کے حوالے کر دی وہ زندہ دو جاوید ہو گئے۔ جن کے دلوں میں عشق اسم اللہہ ذات روشن ہو چکا ہے وہ کیوں دوسرے ذکر اذکار میں پڑیں؟ راہ فقر میں عقل کا کیا کام؟ مقام وحدت تک رسائی تو عقل کو فدا کر کے ہی حاصل ہوتی ہے۔

عاشق نیک صلاحیں لگدے، تاں کیوں آجاز دے گھر نوں ٹھو
بالِ ملواتا ہر ہوں والا، ش لاندے جان جگر توں ٹھو
جانِ جہاں سب بھل گیونس، پئی لوٹی ہوش صبر توں ٹھو
میں قربانِ جہاں توں پاخو، جہاں خونِ غنیماً ڈبر توں ٹھو

اگر عاشقوں نے لوگوں کے مشوروں پر عمل کرنا ہوتا تو وہ بھی اپنا گھر بار را حق میں قربان نہ کرتے اور دل میں عشق کی شمع کو روشن کر کے اپنی جان و جگہ کو نہ جلاتے رہتے۔ جب سے دیوار کی اللہ سے آشنا کی حاصل ہوئی ہے انہیں باقی سب بھول گیا ہے۔ میں ان کے قربان جاؤں جنہوں نے راہِ عشق میں سر بھی قربان کر دیا اور اپنا خون بھی محبوب کو بخش دیا۔

مال تے جان سب خرچ کرہاں، کریے خرید فقیری ٹھو
فقر کنوں ربِ حاصل ہووے، کیوں کریے دلگیری ٹھو
ذینا کارن دین و تجاون، کوڑی شنی پیری ٹھو
ترکِ دینا تھیں قادری کیمی پاخو، شاہ میراں دی میری ٹھو

فقیری جان اور مال کے بد لے خریدنا پڑتی ہے۔ اس لیے فقیری حاصل کرنے کی خاطر اپنا مال اور جان سب دا اور پر لگا دینا چاہیے اور پچھلے فقر سے اللہ تعالیٰ کی ذات حاصل ہوتی ہے اس لیے جان و مال جانے کا غم بھی نہیں کرنا چاہیے۔ ایسے کتاب اور شیخی خورناقص مرشد بھی موجود ہیں

جو مال و متاع کے حصول کے لئے لوگوں کو گمراہ کر کے دین و دنیا و نبؤ شائع کر رہے ہیں۔ ترک دنیا تو اصل میں قادری کرتے ہیں کیونکہ سیدنا غوث العظیم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سلطنت فخر کے شہنشاہ ہیں۔

وہدت وے دریا آچکے، بک دل صحی نہ کیتی خو
بک بُت خانے واصل ہوئے، بک پڑھ پڑھ رہے مستین خو
فاضل چھڈ فضیلت بیٹھے، عشق بازی جاں لیتی خو
ہرگز رب نہ ملدا باخنو، جنہاں تریٰ چورا نہ کیتی خو

دریائے وحدت تو کب کا موجز نہیں ہے، ایک تھوڑی ایسا بدنحیب ہے جس نے اس سے بغیر حاصل نہیں کیا۔ مساجد میں ورد و خائف سے پاکیزے گی قلب اور معرفت الہی حاصل نہیں ہوتی اس لئے وہاں حجامت و ریاضت کر کے بھی توجہاب میں رہے گا۔ معرفت الہی کے لئے کسی مرشد کامل کے درپر سرجھانا پڑے گا۔ مشق کی بازی کھیلتے ہوئے کافی فاضل اپنی فضیلت اور مرتبہ قربان کر پچے ہیں۔ یاد رکھ! دید اور حق تعالیٰ گھر بار لٹائے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔

وہ بھی سرتے فرض ہے میں وہ قول قالو اہلی دا کر کے خو
لوک جانے منتظر ہوئیاں، وہج وحدت دے دڑ کے خو
شوہ دیاں ماراں شوہ دنخ لیماں، عشق دا نسلک دھر کے خو
چیزند پیاں شوہ کے نہ پایا پاٹھو، جیس لدھا تیں مر کے خو

روز الاست قانون ایکیا کا جواہر کر کیا ہے اس پر ثابت قدم رہنا فرض ہے۔ اس لئے میں وحدت کے دریا میں داخل ہو کر اپنا اذن عہد نجاح رہا ہوں اور مجھے اس حالت میں دیکھ کر لوگ فخر مند ہو رہے ہیں۔ میں نے دریا کے وحدت میں تیرنے کے لیے عشق کو بنیاد اور اپنے ہون و تن کا حصہ بنایا ہے اور مجھے یقین ہے عشق مجھے دریا کے وحدت کی انتہائیک لے جائے گا۔ زندگی میں وصالی حق تعالیٰ حاصل نہیں ہوتا، اگر کسی نے پایا بھی ہے تو اپنا سب کچھ لانا کر، اپنے آپ کو فدا کر کے پایا ہے۔

ہسن دے کے روؤں یوئی۔ تینوں دنباں گس دلساں خو
غم بندے وی ایندیں یوپانی۔ جھینویں پانی یوچ پتاساں خو
سوڑی سامی سٹ گھنیں، پلت نہ گکیں پاساں خو
تینوں صاحب لیکھا منگی باضبو، رتی گھنٹ نہ ماساں خو

اے طالب خام! تو نے کائنات کی سب سے بڑی نعمت یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق کے بد لے پہنچی خوشی دنیا اور عاقبت کا روگ لے لیا ہے۔ بتا جچے پیشوروں اور تسلیکس نے دینی کو تو اپنا خسارے کا سودا کرے؟ حیری زندگی سے ہی کتنی، پتو ایسے گزر جائے گی مجھے پانی میں پتا سکھل جاتا

ہے اور جسے قبر کی نگل دیتا ریک کو نظری میں پچینک دیا جائے گا جہاں تو کروٹ بھی نہیں بدلتے گا۔ یعنی تمیرے ہاتھوں سے دین بھی گیا اور دینا بھی گئی۔ مالک حقیقی نجھ سے ایسا حساب لے گا جس میں ماش اور رتی (زورہ) بھر کی بخشی نہیں ہو گی اور جسے زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا پڑے گا۔

ہکی ہکی ہیز کلوں گل عالم گو کے، عاشقان لکھ لکھہ ہیز سبیری خو
جنتے ڈھمن رز من داخطرہ ہووے، کون چڑھے اس ہیزی خو
عاشق چڑھے ہاں صلاحاں دے۔ اونہاں تار کپروچ بھیزی خو
جنتے عشق پیامدہاں رتیاں دے باخشو، اوستھے عاشقان لذت سبیری خو

دنیا دراوج ایک ہی دکھ اور تکلیف سے ترپ انجنتے ہیں لیکن عاشق لامکھوں دکھ اور دراپے سینے میں چھپا کر بھی گکھ فریاد نہیں کرتے۔ عشق حقیقی کی کششی ایسی ہے جو ہر لمحہ خطرات اور طوفانوں سے گھری رہتی ہے اس لئے عام لوگ اس میں سوار ہونے سے کتراتے ہیں لیکن عاشق ذات ہر خطرے سے بے نیاز ہو کر اس میں سوار ہو جاتے ہیں۔ عشق کا ذرہ ذرہ بارگاہ حقیقی میں جواہرات اور موئیوں سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ اتنے قیمتی خزان کو حاصل کرنے کے لئے عاشق ہی اپنا سب کچھ دا پر لگاتے ہیں۔

قرب الہی اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک انسان اپنا گھر بارہ خدا میں قربان نہیں کر دیتا اور تکلیف و مصائب میں مرشد کے ساتھ وفا میں ذرا بھی کمی نہیں آتی۔

باب 30

تو فیق الہی

میرے مرشد پاک سلطان الفرشتم حضرت جنی سلطان محمد اصغر علیہ رحمت اللہ علیہ بھی شفر میا کرتے تھے:
 را فقر میں تو فیق الہی (فضل الہی) تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کی بنیاد ہے۔ طالب کے لئے ضروری ہے کہ بھی شرافت حق میں آگے بڑھنے کی کوشش کرے لیکن ہر کامیابی کو تو فیق الہی سمجھے۔ انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ ہمت اور کوشش کے عوض عدل و انصاف کی طلب کار ہوتی ہے
 مگر صادق طالب مولی خدا سے عدل نہیں فضل کی اچکارتا ہے۔
 را فقر میں کامیابی اللہ کے فضل اور کرم کے بغیر ممکن نہیں ہے لیکن اس کے فضل و کرم کے لئے بیت میں اخلاص کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔

را فقر را عشق ہے۔ عاشق عشق بس عشق کی ناطر کرتے ہیں۔ صلی میں کچھ مانگنا عشق کی فطرت نہیں۔ طالب تو اس را میں مقامات و درجات کا بھی طالب نہیں ہوتا۔ اسم اللہ ذات کا ذکر اور تصور بھی اللہ تک عینچنے کا بہانہ یا وسیلہ ہے اس لئے وہ اس کے عوض کسی بھی چیز کی امید اور خواہش ترک کر کے سب کچھ فضل زبانی پر چھوڑ دیتا ہے اور اللہ سے صرف لغت دیدار کا ہی طلب کار ہوتا ہے۔

حضرت یوبلی شاہ قلندر فرماتے ہیں:

﴿ نیستی آگاہ از لطف خدا چوں عاشق ہر زمان بند ترا ﴾
 ترجمہ: تو خدا کے لطف و کرم سے ن آشنا ہے، وہ ہر وقت عاشق کی طرح تجھے دیکھتا رہتا ہے۔

حضرت جنی سلطان باہور رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو طالب حق و قوم کے میں اعلم کا مطابع کر لیتا ہے وہ رسمی علوم کو پس فراموش کر دیتا ہے اور دونوں جہان سے دستبردار ہو جاتا ہے۔ علم میں سے میں دیکھتا ہے، میں بولتا ہے، میں کے ساتھ میں ہو جاتا ہے اور میں کی جستی میں لگا رہتا ہے۔ جو میں کو پالیتا ہے وہ علم میں کو اپنارہش، وسیلہ اور پیشواینا لیتا ہے۔ یہ مراثب توفیق ہیں۔ ارشاد و باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تَوْفِيقٌ إِلَّا بِاللَّهِ (سورة عود، 88)

ترجمہ: اور میری توفیق اللہ (کی مدد) سے ہے۔

توفیق قدرت الہی کا ایک نور ہے۔ قرب الہی کی توفیق سے وجود کی تحقیق حاصل ہوتی ہے۔ توفیق کی قوت سے اہل توفیق طالب اپنے وجود میں صورت نفس، صورت قلب، صورت روح اور صورت سر کے ساتھ ہمکام رہتا ہے۔ بعد ازاں وہ حق اختیار کر لیتا ہے اور بالکل کوچھ بوزدیدتا ہے۔
(دورہ بدھی کا ان)

اللہ کی راہ نظم میں ہے اور نہ جہالت میں بلکہ اللہ کی خالص محبت میں ہے۔ یہ راہ اسے نصیب ہوتی ہے جس کی روشنی توفیق الہی ہو۔
(میں انقدر)

مرشد کامل توفیق الہی کا دوسرا نام ہے۔ توفیق الہی کے بغیر کوئی بھی کام سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔ (میں انقدر)

سلطان الغفران حضرت حقیقی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ بھی مرشد کامل کوئی توفیق الہی کا متراوہ فرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں: راؤ فقر میں توفیق الہی اصل میں "مرشد کامل" کو کہتے ہیں۔ جب تک توفیق الہی شامل حال نہ ہو کوئی کام کا میابی سے ہمکار نہیں ہوتا۔
حضرت حقیقی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ بخاطب ایمیات میں فرماتے ہیں:

لوک قبر دا کرن چارہ، لہڈ بناون ڈیا خو
چکلی بھر منی دی پاس، کرن ڈیھر اچھا خو
دے درود گھر اس نوں وہجیں، کوکن شیرا شیرا خو
بے پرواد درگاہ رب دی ہاظتو نہیں فضل اس باجھ نیزا خو

تیرے مرنے کے بعد لوگ تیری قبر بنائے کرتے لحد میں اتاریں گے اور اس پر مٹی ڈال کر اونچا ساز ہیبر بنادیں گے۔ پھر درود و فاتحہ پڑھنے کے بعد گھروں کو چلنے جائیں گے اور کچھ عرصہ روکھوکر تجھے پا دکریں گے۔ یاد رکھ! اللہ تعالیٰ بے پرداہ اور بے نیاز ہے، اس کی بارگاہ میں اس کے فضل و کرم اور توفیق کے بغیر کوئی سرخونیں ہو سکتی۔

ناں میں سیر ناں پا چھٹا کی، ناں پوری سرسائی خو
ناں میں قولد ناں میں ماش، ہن گل رتیاں تے آئی خو

رُتَّی ہونوں وَنُجَّ رِتَّیاں خلاں، اوه وی پوری نای ھو
 تول وزن وَنُجَّ پورا ہوئی بانھو، جداں ہوئی فضل الہی ھو

اس بیت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت عاجزی اور انکساری سے فرماتے ہیں کہ میری ہستی تو کچھ بھی نہیں ہے، جو بھی ہے اللہ پاک کا فضل و کرم
 ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو نہایت خوبصورت مثالوں سے واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
 نہ تو میں سیر ہوں، نہ پاؤ نہ چھٹاںک اور نہ ہی سرساہی، تو لے یا ما شے کے برابر ہوں بلکہ اب تو بات ایک رتی تک ہٹھی چکی ہے۔ اگر میں
 رتی ہوتا تو رتیوں میں تولا جاتا، اب لگتا ہے رتی کے برابر بھی نہیں رہا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو جائے تو وزن مترerde معیار تک
 ہٹھی جاتا ہے اور منزلہ جاتی ہے۔
 یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ توفیق الہی (مرشد کامیں)، اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور انکی مدد شامل حال نہ ہو تو را و فقر میں کامیابی ناممکن ہے۔

باب 31

کلمہ طیب

کلمہ طیب ہی مسلمان ہونے کی نیاد ہے۔ جب کوئی صدقی دل سے کلمہ طیب پڑھ لیتا ہے تو تمام دنیوی بست قوڑ کر خالصتہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدتیت اور سالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کرتا ہے۔ ایمان کا حصول کلمہ طیب کے زبانی و قلمی اقرار میں ہے اور عرفانِ ذات کا حصول تصدیق باللقب سے کلمہ کی حقیقت تک پہنچنے میں ہے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام میں مال تجیمت تقسیم فرمادے تھے کہ کچھ اعرابی (یعنی) لوگ جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی "آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم بھی مومن ہیں، ہم پر بھی عنایت فرمائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے مومنین پر فرمادے ہیں۔" ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دینے بھی نہ پائے تھے کہ وحی کا نزول شروع ہو گیا:

◆ قَالَتِ الْأَغْرَابُ أَمَّنَا " قُلْ لَهُمْ تُؤْمِنُوا وَلِكُنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يُنْخَلُ الْإِنْتَنَ فِي قُلُوبِكُمْ " (سورہ بقرات - 14)

ترجمہ: یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سے فرمادیں کہ تم کبوہم اسلام لائے ہیں (یعنی زبانی کلمہ پڑھا ہے) اور ابھی ایمان تمہارے والوں میں داخل نہیں ہوا (یعنی تصدیق قلب کے مرتبہ پر نہیں پہنچے)۔ زبانی کلمہ پڑھنے والا مسلمان اور تصدیق قلب والا مومن ہے۔

حضرور علیہ اصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

◆ قَاتِلُونَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَعَالَى وَالْمُخْلَصُونَ قَلِيلًا

ترجمہ: (رسی اور دوامی خوب پر) کلمہ طیب پڑھنے والے تو کثیر ہیں مگر اخلاص سے کلمہ طیب پڑھنے والے بہت قلیل ہیں۔

✿ اَقْرَأْتُ بِاللِّسَانِ وَتَضَدَّيْتُ بِالْقُلْبِ

ترجمہ: اقرار زبان سے کرو اور تصدیق دل سے کرو۔

✿ جس شخص نے صدق دل (تصدیق قلب) سے کلمہ طیب پڑھا، اللہ اس پر دوزخ کی آگ حرام قرار دے دے گا۔ (بخاری 128)

✿ اَفْضَلُ النِّسَاءِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (ابن حجر، 3800)

ترجمہ: افضل ترین ذکر لا إله إلا الله ہے۔

کلمہ طیب پڑھنے کے تین درجے ہیں: بہتندی کا زبان سے کلمہ پڑھنا، متوسط کا تصدیق دل سے کلمہ طیب کا اقرار کرنا اور منحصری کا فنا فی اللہ بتانا باللہ ہو جانا ہے۔

جو شخص کلمہ طیب کے لا إله إلا الله کی حقیقت کو جان لیتا ہے اس سے دنیا اور آخرت کی کوئی چیز مخفی اور پوشیدہ نہیں رہتی۔ جو شخص لا إله کی کذ اور حقیقت کو پالیتا ہے اس پر ایاثات لا إله الله کے کل درجات محل جاتے ہیں اور فتح مدد و شوال اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا محروم راز ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محروم راز ہونا یہ ہے کلمہ طیب پڑھنے والا جس وقت چاہے اپنے آپ کو مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں لے جائے۔ جس شخص کے وجود میں کلمہ طیب تاثیر کرتا ہے اور اسے نفع دینے لگ جاتا ہے اس کی رگ رگ اور ریشے میں کلمہ طیب دریا کی طرح جاری ہو جاتا ہے اور وہ تو حیدر و رسالت کی کذ اور حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام تک پہنچنا مرشد کامل اکمل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ کلمہ طیب میں اسم اعظم اللہ، اللہ، لہ، ہو اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوشیدہ ہیں۔ مرشد کامل وہ ہے جو طالب کو کلمہ طیب میں پوشیدہ تو حیدر و رسالت کے اسرار سے واقف کرادے۔

سلطان الفقر ششم حضرتؑ سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✿ کلمہ طیب مسلمان ہونے کی بنیاد ہے۔ جب کوئی کلمہ طیب پڑھتا ہے تو وہ زبان سے اقرار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبد نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اس اقرار کے ساتھ ہی وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ تصدیق قلب (دیکھ کر) سے کلمہ پڑھنا خواص کا اور اس کی حقیقت تک پہنچ جانا اغار فیکن کا مرتبہ ہے۔

سلطان العارفین حضرتؑ سلطان باخو فرماتے ہیں:

✿ اگر کسی کو تصدیق دل حاصل نہیں تو اس کا شخص زبان سے لا إله إلا الله محمد و سوؤل اللہ کا اقرار کر لینا اسے کوئی فائدہ نہ دے گا۔
(میں اغفر)

✿ دنوفوں جہاں علم کی طے میں ہیں، علم کلمہ طیب لا إله إلا الله محمد و سوؤل اللہ کی طے میں ہے اور کلمہ طیب اسم اللہ ذات کی طے میں ہے۔ جو تصدیق دل سے کلمہ طیب کو اس کی کذ بختی ہوئے پڑھتا ہے اس سے کوئی شے اور علم قائمی و پوشیدہ نہیں رہتا۔ (ایم الکوئین)

جان لے کر کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ میں ایک خاص تاثیر ہے جو اس کے زبانی اقرار اور قلبی تصدیق میں پائی جاتی ہے۔ جب ذاکر کلمہ طیب کے وجود میں قلبی تصدیق کامل ہو جاتی ہے تو اس کے تمام وجود، جسم و جان میں کلمہ طیب کی تاثیر جاری ہو جاتی ہے جس سے اس کا نفس مر جاتا ہے اور وہ تمام انبیاء اولیا کی ارواح سے ملاقات و مصافی کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ یہ غرق فنا فی اللہ ذات فقیر کا مرتبہ ہے۔ چن کلمہ طیب کے اقرار کا انحراف تصدیق دل پر ہے اور تصدیق دل کا انحراف توفیق روح پر ہے۔ جس طالب کو تصدیق و توفیق نصیب ہو جاتی ہے وہ ولایت اولیا میں حضرت رابعہ بصری و حضرت بازیزید بسطامی کے مرتبے پر بیٹھ جاتا ہے ورنہ بھی زبانی کلمہ طیب پڑھنے والے یہ منافق تو بہت زیادہ ہیں۔ (معنی المقرن کاوس)

لَا إِلَهَ عِبَادَتْ ہے جس سے ہر جنم کے نقش کی لفی ہوتی ہے، لَا إِلَهَ بَلْ ذَاتْ میں مشابہہ اور الحی کا اثبات ہے جس سے ذات حق کا یقین کامل حاصل ہوتا ہے اور مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا اقرار سلامتی دین و ایمان اور اسلام درستی ہے۔ جو اونی اپنی عبادت جزاً کو عبادت گل تک پہنچاتا ہے اور اس کی عبادت جزاً کی میں ہاصل جاتی ہے تو اس پر نور اللہ کے تمام مقامات کھل جاتے ہیں، اسے یقین حاصل ہو جاتا ہے اور وہ مطلق اہل یقین ہو جاتا ہے۔ اصل یقین یا کلی حق کا مقام ہے جو بنہ دے کو باطل سے دور کرتا ہے۔ یہ یقین حق یقین کے مرتبے پر بیٹھتا ہے۔ (معنی المقرن کاوس)

کلمہ طیب کے تین درجات ہیں۔ پہلا درجہ لَا إِلَهَ ہے دوسرا درجہ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ہے۔ ہزاروں ہزار میں سے صرف چند لَا إِلَهَ تک پہنچتے ہیں، چند لَا إِلَهَ تک پہنچتے ہیں اور صرف چند ایک مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ تک پہنچتے ہیں۔ چن لَا إِلَهَ لفی اور فنا ہے۔ لَا إِلَهَ اثبات اور بقاء ہے۔ مرتبہ وقت لَا إِلَهَ کہنے سے تمام عمر کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں کلفی میں سب کچھ ختم ہو جاتا ہے، لَا إِلَهَ کہنے سے بنہ اثبات کے مرتبہ پر بیٹھ جاتا ہے اور مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کہنے سے مراثب انبیاء و نبیبری پر بیٹھ جاتا ہے۔ چن فتحبروں پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور مطلق محبوبیت کا م تمام ہے۔ (معنی المقرن)

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا ذکر کو دل کو صاف و روشن کرنے والا عمل ہے۔ اس ذکر کے شروع میں دل پر کلمہ طیب کی چیلی ضرب پر منہ سے دھوان لکھتا ہے، دوسری ضرب پر غلابت ذکر سے منہ سے بھل کی طرح آگ پہنچتی ہے اور تیسرا ضرب پر منہ سے چنگاریاں لکھتی ہیں۔ یہ ہے صحیح ذکر جہر۔ اس کے بعد جب ذکر خفیہ کیا جاتا ہے تو ذاکر کے وجود کا سارا گوشہ ریزہ ریزہ ہو کر جدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح کے ذکر جہر اور ذکر خفیہ سے آنکھوں سے خون جاری ہو جاتا ہے۔ مصنف کہتا ہے کہ اس فقیری والد و محترسماںی طرح کا ذکر خفیہ کیا کرتی تھیں اور ان کی آنکھوں سے خون جاری رہا کرتا تھا۔ ایسے ذاکر کو حضور امتحن فقیر کہتے ہیں۔ جس ذاکر کا ذکر جہر اور ذکر خفیہ اس معیار کا نہیں اسے ذاکر و ذکر خفیہ نہیں کہا جاسکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا ذکر کریں قیوم نہیں بلکہ بھی رسمی روایتی ذکر ہے۔

ذَاكِرَ رَا ذَاكِرَ بَاشَدَ ازَ الَّهِ ذَاكِرَ دَانِيْ جَسَتْ؟ وَحدَتْ خَاصَ رَاهِ
ترجمہ: ذاکروں کو بارگاہِ الحی سے توفیق ذکر حاصل ہوتی ہے۔ کیا تو جانتا ہے کہ ذکر کیا چیز ہے؟ ذکر و حدت حق کی خاص راہ ہے۔

اس قسم کے ذکر نہیں کی تا شیر سے ذا کر کے وجود سے کباب کی طرح جلے ہوئے گوشت کی لاداتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿أَفْضَلُ الدِّيْنِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ﴾

ترجمہ: افضل دین ذکر کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ہے۔

جس طرح آئینہ و شمشیر و غیرہ کو پکانے والی چیز فولاد ہے اسی طرح دلوں کو پکانے والی چیز کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا ذکر ہے۔ جس طرح نجاست کو صاف کرنے والی چیز پانی ہے اسی طرح دل کو پاک کرنے والی چیز کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا ذکر ہے۔ جس طرح تاریخی کو روشن کرنے والی چیز آفتاب و مہتاب ہے اسی طرح دل کو روشن کرنے والی چیز کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا ذکر ہے۔ اگر کوئی چاہے کہ اس کا دل مطلق روشن ضمیر، مثل آئینہ صفا، ہر دو جان نما اور ہاطن ضیا ہو جائے، ہاتھی ہی کوشش سے دل میں محبت و طلب اپنی پیدا ہو جائے اور کفر و نفاق و ریا و بیب و خصومت و غصب و غل و غش جیسے خسائل رذیل سے نجات مل جائے تو اسے معلوم ہوتا چاہے کہ ان سب چیزوں کو دل سے دور کرنے والی اور مقام حیرت و عبرت و تقویٰ و قرب اپنی تک پہنچانے والی چیز کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا ذکر ہے۔ یہی سورات ون، سوتے چاہتے، مسی و ہوشیاری میں ہر وقت اپنے دل کو کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کے ذکر میں مشغول رکھ۔ جس طرح ظاہر میں نماز کے لیے لباس کی پاکیزگی کی شرط ہے اسی طرح دل کی پاکیزگی کے لیے کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کا ذکر کر شرط ہے۔ ذکر کلمہ طیب کی تا شیر جب دل پر ہوتی ہے تو تمام دہمات و خطرات جیسے اوساف و میس و دل سے نکل جاتے ہیں اور غیریت کا تمام خس و خاشاک صاف ہو جاتا ہے کیونکہ ہر وقت دل میں ذکر کلمہ طیب کی جھاڑ و پھر تی رہتی ہے اور ہر گھری ایک نیا مشابہہ کھلا رہتا ہے۔ کلمہ طیب کے جس ذا کر کا دل اس طرح پاک ہو جائے وہ قائم المیل اور صائم الدہر ہو جاتا ہے، اس کی روح کو خلاص نصیب ہو جاتا ہے، وہ اپنے نشیش پر قبر بر ساتا ہے اور کسی وقت بھی ظاہری و باطنی عبادت سے خالی نہیں رہتا۔ (بُحُكْمَ الْقُرْآنِ)

✿

کلمہ طیب کو کثرت سے پڑھنا سنت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ جان لے کر آدمی کے وجود میں خطرات درفت کی مثل ہیں اور ذکر کلمہ طیب فولادی کلمہ اڑاکی کی مثل ہے۔ جب آدمی اس کلمہ اڑاکی سے خس و خاشاک اور درخت کاٹ کر وجود کی زمین کو صاف کر لیتا ہے تو یہ میں قسم دریزی کے قابل ہو جاتی ہے اور جب وہ گفرنگ کے بیلوں سے ذکر کے دل کو پہنچاتا ہے تو امید پیدا ہو جاتی ہے کہ اسے معرفت الہی کا سود و مدد حاصل ہو جائے گا اور نہ ان معاملات اور ذکر امام اللہ ذات کے بغیر تو زندگی شائع و بر باد ہے۔ آدمی خواہ عمر بھر نماز روزہ کرتا رہے، علم مسائل فتنہ پر رہتا رہے، زکوٰۃ مال دیتا رہے اور حج کرتا رہے ذکر کلمہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کے بغیر مسلمان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ (بُحُكْمَ الْقُرْآنِ)

✿

کلمہ طیب چار چیزوں کا متناقضی ہے۔ (۱) صدق۔ جس کے دل میں صدق نہیں وہ منافق ہے۔ (۲) احترام۔ جس کے دل میں کلمہ طیب کا احترام نہیں وہ فاسق ہے۔ (۳) حافظت تکب۔ جسے کلمہ طیب سے حافظت تکب نہیں وہ ریا کا رہے۔ (۴) تعظیم۔ جس کے دل میں کلمہ طیب کی تعظیم نہیں وہ بدعتی ہے۔ (بُحُكْمَ الْقُرْآنِ)

حضرت حنفی ایمیات میں فرماتے ہیں:

لکے دی کل تد بیوے، جداں کل لکے ونج کھولی خو
عاشق کل اوتحے پڑھدے، بخت نور نتی دی بولی خو
چودہ طبق لگے دے اندر، کیا چانے خافت بھولی خو
سانوں کلمہ ہر پڑھایا باخنو، چند جان اوسے توں گھولی خو

ہمیں کلمہ طیب کی کتنا اور حقیقت کا اور اس وقت ہوا جب ام اللہ ذات کی سمجھی نے دل کے قفل کو کھول دیا۔ چودہ طبقات کلمہ طیب کے اندر ہیں۔ اس رازِ حقیقت کو یہ انجان اوگ نہیں جانتے۔ عاشقان الہی کلمہ طیب کو اس کی کتنا کے ساتھ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پڑھتے ہیں جیسا ہر وقت انوارِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے دل کے اندر اس وقت کلمہ طیب کے انوار نے سرایت کیا جب ہمارے مرشد کامل نے ٹھاکر تحقیق فرمائی۔ اس احسانِ عظیم کے بعد ہماری جان اپنے مرشد کامل پر قربان ہو جس نے کلمہ طیب سے آگاہ کیا ہے۔

لکے دی کل تد بیوے، جداں مرشد لکھ دیا خو
ساری عمر ونج کفر دے جائی، بن مرشد دے دیا خو
شاہ علی شیر بھادر والگن، لکھ دیا کفر نوں سیا خو
دل صافی تاں ہووے باخنو، جاں کلہ لون لون ریا خو

ہمیں کلمہ طیب کی کتنا اور حقیقت سے جب آگاہی حاصل ہوئی جب ہمارے مرشد کامل نے ہمیں کلمہ پڑھایا اور کلمہ کی حقیقت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مثل کفر کو دل سے کاٹ کر پچینک دیا۔ مرشد کے بغیر کلمہ کی حقیقت سمجھی نہیں آ سکتی اور نہ تقدیم قلب حاصل ہو سکتی ہے اس لیے مرشد کی راہبری کے بغیر کلمہ پڑھتے رہنا ساری عمر کفر میں گزارنے کے متادف ہے۔ دل کی صفائی تب ہوتی ہے جب کلمہ طیب لوں لوں میں سرایت کر جاتا ہے۔

زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھدا، دل وا پڑھدا کوئی خو
بختے کلمہ دل وا پڑھیے، اوتحے ملے زبان تاں ڈھونی خو
دل وا کلمہ عاشق پڑھدے، کی جان یار گلوئی خو
ایہ کلمہ مینوں پیج پڑھایا باخنو، میں سدا سوہاگن ہوئی خو

زبانی کلمہ توہر کوئی پڑھ لیتا ہے لیکن قلبی تقدیم کے ساتھ کلمہ توہر کوئی کوئی پڑھتا ہے۔ جب عاشق کلمہ کی کتنا اور حقیقت کو اپنے اندر پالیتے ہیں تو پھر زبان بلانے کی ضرورت نہیں رہتی بس دیدار ہی رہ جاتا ہے۔ ایسا حقیقی کلمہ تو صرف عاشق ذات ہی پڑھتے ہیں۔ زبانی باتیں بنانے والے اس

کفر کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ مجھے تصدیق قلب کے ساتھ گلہ تو میرے مرشد کامل نے پڑھایا ہے اور میں دونوں جہانوں میں خوش بخت ہو گیا ہوں۔

کلمہ کروڑاں ہارے، دلی کینے سے رائیں خو
کلمہ نال بچائے دوزخ، جنچے آگ بنے آزگاں خو
کلمہ نال بہشتیں جاناں، جنتے نعمتِ نجح صباں خو
کلمہ جسی کوئی نعمت نہیں باخنو، اندر دو چیز سرائیں خو

کلمہ طیب کی حقیقت تک پہنچ کر سیکھوں طالبِ رازِ فقر کو پا گئے اور لاکھوں کروڑوں ولی اللہ بن گئے۔ کلمہ طیب کی حقیقت جس طالب کے اندر سراہیت کر جاتی ہے دوزخ بھی اس سے دور بھاگتی ہے۔ کلمہ یہی نہیں بہشت میں لے جائے گا جہاں میں و شام پروردگاری نعمتوں کی فراہمی ہے۔ کلمہ طیب جسی نعمت دونوں جہانوں میں اور کوئی نہیں ہے۔

کلمہ نال میں نالی دھونی، کلمہ نال دیاں خو
کلمہ میرا پڑھیا جنازہ، کلمہ گور سماں خو
کلمہ نال بہشتیں جاناں، کلمہ کرے عطاں خو
مزمنِ محالِ جہاں نوں پاھنچو، جہاں صاحب آپ بیانی خو

کلمہ طیب کا ذکر سر سے لے کر پاؤں تک میرے وجود کے اندر جاری ہو گیا ہے اور اس کے نور نے میری نس فس میں سراہیت کر کے مجھے پاکیزہ کر دیا ہے۔ اب تو یہ میری زندگی کا ساتھی ہیں چکا ہے اور میرے وجود کا حصہ ہے۔ اسی نے میرا جنازہ پڑھنا ہے، لیکن میری قبر کو روشن کرے گا اور سبیں مجھے بہشت میں لے جائے گا۔ وہ طالب کبھی بھی راہِ فقر سے واپس نہیں مرتے جن کو اللہ کے فضل و کرم سے راہِ فخر نصیب ہوتی ہے اور جن کو اللہ تعالیٰ خود اپنی طرف باتاتا ہے۔

ہور دوا ن دل دی گاری، کلمہ دل دی گاری ہم
کلمہ دُورِ زنجار کریدا، کلمہ میں اُتاری ہم
کلمہ بیڑے لعل جواہر، کلمہ بست پساري ہو
استھے اوتحے دو چیز جانیں باخنو، کلمہ دولتِ ساری ہو

کلمہ طیب کے علاوہ دل کے لئے کوئی اور دو امیر ب نہیں ہے۔ کلمہ ہی دل کا زنجار و رکر کے اسے آلاتوں سے پاک حفاف کرتا ہے۔ ایک طالب کے لئے بیڑے، لعل، جواہر ہمکہ ہر دولت کلمہ طیب ہی ہے۔ جس طرح پساریکی دکان میں تمام ادویہ موجود ہوتی ہیں اسی طرح کلمہ طیب میں روح اور بامن کی بیماریوں کی تمام دوائیں موجود ہیں۔ دونوں جہانوں میں سب سے بڑی دولت کلمہ طیب ہی ہے۔

کلے دی گل تداں پیو سے، جداں کلے دل توں پھریا ھو
بے درداں توں خبر ناں کوئی، درد منداں گل مڑھیا ھو
کفر اسلام دی گل تداں پیو سے، جداں بھن جگر وچ دزیا ھو
میں قربان تھاں توں باخواز جداں کلہ صحی کر پڑھیا ھو

ہمیں کلمہ طیب کی حقیقت کا تب پڑھ چلا جب اس کلمہ نے دل کے اندر پوشیدہ رازِ حقیقت سے آگاہ کیا۔ اس طرح تصدیق دل کے ساتھ کلمہ تو عاشقان ذات نے ہی پڑھا ہے۔ علماء اور دینداروں کو تو اس حقیقت کی خبر نہیں ہے۔ کفر و اسلام کا فرق بھی تب ہی آجھ میں آیا جب کلمہ کی حقیقت کو پایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان طالبانِ مولیٰ کے قربانِ جاؤں جنہوں نے تصدیق دل کے ساتھ کلمہ پڑھ کر اس کی حقیقت اور راز کو پایا ہے۔

کلمہ طیب کے زبانی اقرار اور پھر قلبی تصدیق سے دل میں موجود غیر اللہ کی محبت فنا ہو جاتی ہے اور شرک خارج ہو جاتا ہے جس کے بعد ہی حقیقت تو جید نہیں ہوتی ہے۔ خاص کی تو جید یہ ہے کہ دیدارِ حق تعالیٰ حاصل ہو جائے اور مجلسِ محضی صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیٰ حضوری حاصل ہو جائے اور خواص کی تو جید یہ ہے کہ بندہ تو جید میں غرق ہو کر ہم تن تو جید ہو جائے۔ اس کے بغیر ہو کچھ ہے سب کہانیاں قصے ہیں۔

فکر، تفکر اور مراقبہ

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ **أَوْلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِي آنفُسِهِمْ؟ مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا لِنُخْتَبِ وَآجِلٌ مُّسَمٌّ طَوَّافُ الْأَرْضِ** (سورة رم - 8)

ترجمہ: کیا انہوں نے اپنے اندر تکلف نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا اور جو کچھ ان میں ہے حق کے ساتھ اور مقررہ وقت تک،
بے شک اکثر لوگ لاقے الہی (دیواری) کو جھٹاتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ پاک نے دعوت غور و تکروی ہے کہ اپنے اندر تکلف اور غور و تکروی اور آسمانوں اور زمین میں کہ ان کے اندر جو
کچھ پیدا فرمایا گیا ہے، وہ حق ہے اور مقررہ مدت تک کے لیے ہے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

⊕ **تَفَكَّرُوا فِي أَيْتَهُ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي ذَاتِهِ**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی آیات (نشانیں) میں تکلف کرو مگر اس کی ذات میں تکرمت کرو۔

⊕ **تَفَكَّرُ السَّاعَةَ خَيْرٌ قُرْنَى عِبَادَةُ الْفَقَلَّيْنِ**

ترجمہ: گھری بھر کا تکلیر و توں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔

⊕ **الَّذِي كُرِّبَ لِلَّهِ فَكُرِّبَ كُصُوبُ الْكَلَبِ**

ترجمہ: فکر کے بغیر ذکر کرنے کو یا سچے کا بھونکنا ہے۔

کسی علم کو سمجھنے یا کسی چیز کو سمجھنے کے لئے جب ہم فکر کرتے ہیں تو ہمارے ذہن میں تجسس پیدا ہوتا ہے کہ اس چیز کی اصلیت کیا ہے؟ یہ کیوں اور کس لئے ہے؟ اگر چھوٹی سے چھوٹی بات میں بھی فکر کیا جائے تو اس چھوٹی سی بات کی بڑی اہمیت معلوم ہوتی ہے اور اگر کسی بڑی سے بڑی بات پر غور و فکر کیا جائے تو وہ بڑی بات غیر اہم اور فضول ہن جاتی ہے۔ فکر سے تمیں کسی شے کے بارے میں علم حاصل ہوتا ہے اور پھر فکر ہی کے ذریعہ اس علم میں حصی گھر ای پیدا ہوتی ہے اسی مناسبت سے اس چیز اور اس چیز کی صفات کے بارے میں ہم باخبر ہو جاتے ہیں۔ دنیا آج مادی اور سامنی ترقی کے جس مقام پر کھڑی ہے اس کی بنیاد غور و فکر ہی ہے۔ ہر ایجاد، دریافت، منطق اور اصول کے پیچے کسی سامنہ دان، فلسفی یا مشکل کا غور و فکر اور فکر موجود ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کا فرمان ہے:

﴿اصلِ عبادت سوچ﴾ (غور و فکر) ہے۔

علام اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

- ۱۔ فقر قرآن اختلاط ذکر و فکر را کامل ندیدم لہ ذکر
 - ۲۔ ذکر؟ ذوق و شوق را دلوں ادب کار جان است ایں ش کار کام و لب
 - ۳۔ خیزد از وے شعلہ ہائے سین سوز با مزان تو غنی سازد ہنوز (جادو ہاد)
- ترجمہ: (۱) فقر قرآن ذکر اور فکر کا بامہ اختلاط ہے۔ میں نے ذکر کے بغیر فکر کو کامل نہیں دیکھا (فکر سے مراد اپنی ذات کے اندر غور کرنا اور خود کی پہچان حاصل کرتا ہے جبکہ ذکر سے مراد کرام اللہ ذات ہے۔ جب طالب ان دونوں خصوصیات کا حاصل ہو جاتا ہے تو وہ صاحب فخر ہو جاتا ہے)۔
- (۲) ذکر کیا ہے؟ ذوق و شوق کو ادب سمجھانے کا نام ہے اور یہ روح کا کام ہے، حلق اور ہننوں کا کام نہیں۔ یعنی اقبال کے نزدیک ذکر و نہیں جو ہننوں یا زبان سے کیا جاتا ہے بلکہ ذکر سے مراد وہ ذکر ہے جو روح سے کیا جاتا ہے یعنی ذکر کرام اللہ ذات۔
- (۳) ذکر (ذکر کرام اللہ ذات) سے سین کو جلاویں والے (خشک کے) شعلہ اشختے ہیں لیکن تیر امراض ابھی تک اس ذکر سے موافقت نہیں رکھتا۔ گویا ذکر اللہ سے پیدا ہونے والی عشق کی آگ ماسوئی اللہ کو جلاوی اتی ہے لیکن تو ابھی اس مقام تک نہیں پہنچا۔

سلطان الفقر ششم حضرت اُنی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کسی علم یا چیز کو سمجھنے کے لئے جب ہم سوچ بچار کرتے ہیں تو اسے فکر، فکر یا غور و فکر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ دنیا آج مادی اور سامنی ترقی کے جس مقام پر کھڑی ہے اس کی بنیاد سامنہ دلوں کا مادیت میں غور و فکر ہی ہے۔ ہر ایجاد اور دریافت کے پیچے غور و فکر اور فکر پہنچا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی ذات کے اندر فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ فرمان حق تعالیٰ ہے اُنکو یہ تفکر واقعی آنفیسوہم (ترجمہ: کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے)۔ انسان جب اپنے اندر فکر کرتا ہے تو اس راستک بیٹھ جاتا ہے جس کے بارے میں حدیث قدیم ہے

الإنسان بِلِي وَأَكَبِرَةُ (ترجمہ: انسان بیلی را بے اور میں انسان کا راز ہوں)۔ جب انسان اس راز سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنا حرم راز بدلتا ہے۔ اس لئے فقرامن میں اور بنے بننے کے مجرمے میں جھائختے اور اپنے اندروائل ہونے کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ یاد رہے کہ مراقبہ بھی فکر اور تفکر ہی کا نام ہے۔ ابتدائی مراقبہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے ذہن کو اسم اللہ، ذات پر یکسو کیا جاتا ہے اور عارفین کا مراقبہ یہ ہے کہ کھلی آنکھوں سے ہر چیز کا نظارہ کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت پابزرید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے ”میں تمیں سال سبک اللہ تعالیٰ سے تجویز کام رہا اور لوگ یہ سمجھتے رہے کہ میں ان سے باقیں کر رہا ہوں۔“

مراقبہ اور تفکر میں فرق

مراقبہ تفکر ہی کی ایک قسم ہے لیکن مراقبہ اور تفکر میں فرق صرف یہ ہے کہ مراقبہ کے لیے خلوت میں آنکھیں بند کر کے قلب کو ایک نکتہ پر یکسو کرنا اور اس نکتے پر تفکر کرنا ضروری ہے۔ جب اس طریقہ سے تفکر پختہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ وہ راز عیاں کر دیتا ہے جس کے بارے میں تفکر کیا جا رہا ہوتا ہے۔ جبکہ فکر یا تفکر کے لیے خلوت کا ہوتا یا آنکھیں بند کرنا ضروری نہیں ہے۔ اس میں طالب ہر لمحہ ہر آن، تجھی میں، ہجوم میں، دنیا کے معاملات کے دوران بھی ایک ہی بات پر غور و فکر یا سوچ چکار کر رہا ہوتا ہے اور آہست آہست اللہ تعالیٰ اس پر وہ راز عیاں کرتا چلا جاتا ہے جس کے بارے میں وہ تفکر کرتا رہتا ہے۔ یعنی کھلی آنکھوں سے ہر شے کو دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے رازوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ یہ مراقبہ سے اعلیٰ مرتبہ ہے، آپ یوں کہ سکتے ہیں کہ مراقبہ ابتداء ہے اور تفکر انتہا ہے۔ مراقبہ یا تفکر دراصل وہ غور و فکر ہے جس سے انسان اپنی روح کا علم حاصل کرتا ہے۔ یہ علم حاصل ہونے کے بعد انسان اپنی روح اور روح کے اللہ سے تعلق کی حقیقت جان جاتا ہے۔ تفکر کا راستہ تفکر ہی کا راستہ ہے۔ تفکر سے اس راہ کے راز بخلتے چلے جاتے ہیں۔ اسی لیے طالب مولیٰ ہمیشہ تفکر میں گم رہتا ہے اور ہر لمحہ تفکر کے ذریعہ نی منزد حاصل کرتا ہے۔

مراقبہ

مراقبہ عربی لفظ رَأْقَبَہ سے مشتق ہے جس کے معنی گراہی کرنا، نگاہ رکھنا، نگہبانی کرنا وغیرہ کے ہیں۔ الْرَّقِيبُ اللہ کے ننانے اسماے دست میں سے ایک اسم ہے جس کے معنی نگہبان اور محافظ کے ہیں۔ اس لحاظ سے مراقبہ کے لغوی معنی نگہبانی کرنے کے ہیں۔ فقر و قصوف کی اصطلاح میں مراقبہ سے مراد قلب کا اللہ کی طرف یکسوئی سے متوجہ ہو جانا ہے تاکہ دل نبیر اللہ کے خیال اور قلب سے محفوظ رہے۔ درحقیقت مراقبہ دل کی ایک خاص یقینت کا نام ہے جس کے تحت بندے کے دل کی گراہی ہوتی رہتی ہے اور نفسانی اور شیطانی خطرات سے چککارا حاصل کیا جاتا ہے۔ ہر مراقبے کا مدعا اور منشایہ ہوتا ہے کہ غیر اللہ دل میں نہ آئے پائے۔ مراقبہ وہ ذریعہ خاص ہے جو طالب کو مولا تک پہنچا دیتا ہے۔ ایسے مراقبے کو مشاہدہ کا نام دیا جاتا ہے۔ حضرت گنی سلطان باہور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مراقبہ دل کی نگہبانی ہے جو اللہ کے رقب غیر حق کو دل میں نہیں آتے دیتا جیسا کہ نفسانی و شیطانی خطرات، (بالنی) مرض اور پریشانیں

اور جو کچھ غیر ماسوی اللہ ہے۔ مرافقِ حق تک پہنچاتے والے اور خاص مشاہدہ عطا کرنے والے عمل کو کہتے ہیں، مرافقِ نعمانی خیالات کو فتح کرنے کو کہتے ہیں۔ مرافقِ محبوب کی محبت کو کہتے ہیں، مرافقِ اللہ کے اسرار کے حرم ہونے، مجلسِ محمدی ﷺ کی حضوری پانے اور تجلیاتِ نورِ ذات کے علم سے واقفیت کو کہتے ہیں۔ (شیعیان)

مرافقہ میں انسان پر وحشی اسرار مکشف ہوتے ہیں۔ صاحبِ مرافقِ اللہ کے نور کا مشاہدہ کرتا ہے، اسے دیدارِ الہی انصیب ہوتا ہے۔ پھر وہ ایک لمحہ بھی تجلیاتِ ذات کے مشاہدہ اور دیدار سے نہیں رکتا خواہ ظاہر میں لوگوں سے ہاتھیت ہی کیوں نہ کرتا ہو اور دنیاوی زندگی میں مسروف کیوں نہ رہتا ہو، اسے باطن میں بھیش و انجی حضوری حاصل ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ سلطان بالخوارزمی فرماتے ہیں:

❖

مرافقِ اللہ تعالیٰ کی محبت کا نام ہے جو ممتوتو اقبال آن گھمتو تو اکے لازوال مقامِ قیوم میں استغراق کا رہنمای ہے، جو حضوری کے حال احوال اور سر اسرار کی سیر کر کے صاحبِ مشاہدہ بناتا ہے اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف کرتا ہے۔ (شیعیان)

مرافقہ میں استغراق کی کیفیت بظاہرِ خواب سے ملتی جلتی ہے اور عام طور پر احوال بھی یکساں ہوتے ہیں۔ البتہ خواب میں دل کی تنبیہی و حفاظت میں اس قدر راحتیاً نہیں رہتی اس لئے مرافقِ خواب سے زیادہ قوتی اور کمیں زیادہ غالب ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ سلطان بالخوارزمی اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖

خواب اور مرافقہ کے احوال ایک جیسے ہوتے ہیں البتہ مرافقہ خواب سے زیادہ غالب ہوتا ہے۔ خواب دیکھنے والا سور و فل اور اوپری آواز سن کر نیند سے بیدار ہو جاتا ہے لیکن اگر کسی پر مرافقہ غائب آجائے تو وہ نور وحدائیت ذات اور حضوری کے مقامات کے مشاہدہ میں اس قدر غرق ہو جاتا ہے کہ اگر اس حال میں صاحبِ مرافقہ کا سر اس کے تن سے جدا بھی کر دیا جائے تو اسے ہرگز خبر نہیں ہوتی۔ یہ معلوم ہوا مرافقہ موت کی مثل ہے، ایسے مرافقہ موت میں صاحبِ مرافقہ حضوری میں بالشوورہ کر جواب باصواب پاتا رہتا ہے۔ مراتبِ مرافقہ اور معرفتِ مرافقہ سے صاحبِ مرافقہ کو معرفتِ الہی حاصل ہوتی ہے اور وہ عارف باللہ بن کر نور سے سرفراز ہوتا ہے۔

❖

رَهْبَى اللَّهُ تَنَاهُ وَرَضَوْاعْنَةُ (سرہ ۲۰، آیت ۸)

ترجمہ: اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

اور وہ اللہ کی دوستی پر راضی رہتا ہے۔ ارشادِ پاری تعالیٰ ہے:

❖

ازْجِيْعَ إِلَى زَنِيْكَ زَرِيْضَيْهَ مَزِيْضَيْهَ فَادْخُلِيْ فِي عَنِيْدِيْقَ وَادْخُلِيْ جَنِيْقَ (سرہ ۳۰، آیت ۲۸)

ترجمہ: لوٹ اپنے رب کی طرف، وہ تجھے سے راضی ہوا اور تو اس سے راضی ہوا۔ یہ میرے بندوں میں شامل ہو کر میری جنت قرب میں آجائے۔ صاحبِ مرافقِ اللہ کے رازوں کا حرم ہوتا ہے۔ صاحبِ مرافقہ کی بیداری نیند کی مانند ہوتی ہے اور وہ نیند میں بھی بیدار اور بوشیار رہتا ہے۔ وہ مشاہدہ حقِ اللہ تعالیٰ کے سوانحِ کریم طرف دیکھنے سے ہزار بار استغفار کرتا ہے کیونکہ خدا پر وردہ بہت زیادہ غیرت مند ہوتے ہیں۔ حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا فرمان ہے:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَنِ الْغَيْرِ وَلَا يُحِبُّ الْغَيْرَةَ وَلِغَيْرِهِ حَرَمَ الْفَوَاحِشُ كَاهِرَةً هَا وَبَاطِنَهَا

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ غیر ہے اور غیرت کو پسند نہ کرتا ہے۔ اپنی غیرت کے جب اس لے تمام ظاہر و پاٹیدہ بے خیالی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔

مرافقہ کے ذریعے محبین اور محققین کو اللہ کی محبت، معرفت، ملاقات اور مجلس محمدی ﷺ کی حضوری کے مراتب نصیب ہوتے ہیں۔ مرافقہ کے ان مراتب سے مردہ دول والا مردود ہی محروم رہتا ہے جبکہ زندہ دول صاحب غیر ہو جاتا ہے۔ (شیعیان)

مرافقہ کا طریقہ یہ ہے کہ آنکھیں بند کر کے ذکر و فکر میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ یہ ذکر قلبی کلہ طیب کا بھی ہو سکتا ہے، کسی آیت یا اسم اللہ ذات کا بھی ہو سکتا ہے یا ننانوے اسماے حدت میں سے کسی اسم کا۔ ذکر کے ساتھ اسم اللہ ذات کا تصور کرنے بھی ضروری ہے۔ جب اس طریقہ سے باقاعدگی سے مرافقہ کیا جائے تو ذکر قفر اور تصور اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ پھر مرافقہ کو آنکھیں بند کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن مرافقہ وہی اور اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح مرشد عطا کرے۔ مرشد کی اجازت کے بغیر مرافقہ کرنا کاربے کا رہے۔

حضرت علی سلطان باخور حمد اللہ علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

مرافقہ کی بہت سی اقسام ہیں: مرافقہ ذکر فکر، مرافقہ حضور مذکور، مرافقہ فنا فی الشیخ، مرافقہ فنا فی خو، مرافقہ فنا فی فخر، مرافقہ فنا فی محمد ﷺ، مرافقہ فنا فی انفس، مرافقہ فنا فی تودہ اسماے باری تعالیٰ۔ (بین الفرق)

مرافقہ کا طریقہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

باطنی تحقیقات کی رو سے وہ مرافقہ کہ جس میں باطل شیطانی، خطرات نفسانی اور حادثات دنیا فانی سے پیدا ہونے والے وہماں نہ پائے جاتے ہوں اور ذکر و فکر و کلامات تسبیح کے ذریعے بالکل صحیح ہو، یہ ہے کہ جب طالب اللہ بالطن کی طرف متوجہ ہو کہ تصور اسم اللہ ذات سے مرافقہ شروع کرے تو اسے چاہیے کہ پہلے تین بار پسجع اللہ والرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، تین بار درود شریف، تین بار آیہ الکرسی، تین بار سلمہ قوْلًا مِنْ رَبِّهِ رَّحِيمِ، تین بار چاروں قل شریف، تین بار سورۃ فاتحہ، تین بار استغفار، تین بار کلہ تجدید اور تین بار کلہ طیب لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھ لے اور پھر اپنی نظر اسم اللہ ذات اور اسم مجھز پر لکھو۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر کے مجلس انجیاد اولیا اللہ اور معرفتِ الالہ کی نیت کر لے تو مرشد کامل بے شک اپنی رفاقت میں اسے حضور مجلس میں پہنچا دے گا۔ (محاسن المیں خود)

اپنی کتاب بحث الفقر (کاؤں) میں آپ نے مرافقہ کی تین منزلے بیان کی ہیں: پہلا مرافقہ مبتدی جس میں استغراق حاصل ہوتا ہے اور طالب روشن غمیب ہو جاتا ہے، دوسرا مرافقہ متوسط جس میں استغراق اس حد تک جا پہنچتا ہے کہ طالب ظاہر کے خواں سے بالکل یہ خبر ہو جاتا ہے اور تیسرا مرافقہ مثبتی جس میں تو وحدانیت ذات کے مشاہدہ میں غرق ہو جاتا ہے۔

مرافقہ کے باطنی فووض و برکات بیان کرتے ہوئے حضرت علی سلطان باخور فرماتے ہیں:

جب کوئی علم مرافقہ کا مطالعہ کرتا ہے تو سب سے پہلے اس کے دل میں اللہ کی محبت بڑھتی ہے۔ اس محبت سے اس پر سات مجلس مکمل

بیں جس میں وہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ علیہ السلام تک تمام انجیا کی ارواح کو دیکھتا ہے۔ یقین کے ساتھ حاصل ہونے والے علم مراقبہ کا یہ ابتدائی سبق ہے۔ مراقبہ اسم اللہ ذات مراقبہ کرنے والے کو مشاهدات حضوری عطاگر کے لاموت لا امکان نکل پہنچادیتا ہے۔ ذکر بُلگر کے دوران جس دم کرنے والا شخص مراقبہ کی قدرو قیمت نہیں جانتا وہ تو حیوانات کی مثل یوقوف، حیرت زدہ اور پریشان حال ہوتا ہے۔ مراقبہ کی مزید شرح یہ ہے کہ مراقبہ موت کے قریب ہے۔ جو شخص اسم اللہ ذات کے تصور میں مشغول ہو کرتا ہے مراقبہ کرتا ہے اسے مرتبہ موت کے تمام احوالات کا مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ (دوران مراقبہ) جان کی، قبر کی حقیقت، مکر و نکیر کے سوالات اور قیامت کے دن کی حساب گاہ کو دیکھ لیتا ہے اور سلامتی سے پل صراط سے گزر کر جنت میں چلا جاتا ہے۔ حور و قصور کا انکار و دیکھ کر پروردگار کے دیدار پر انوار سے مشرف ہو جاتا ہے۔ (مراقبہ کا حاصل یہ ہے کہ) اہل مراقبہ حقیقیتیں کے ساتھ اللہ کی ذات سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ (الشاعرین)

راہ سلوک میں جب طالب مختلف منازل ملے کرتا ہے تو اسے اپنی ہر منزل پر اسی منزل کی مناسبت سے مشاهدات حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت حقیقی سلطان باخث فرماتے ہیں:

◆ چار منازل پر چار قسم کا مراقبہ ہے۔ مراقبہ شریعت کا تعلق اطاعت، عبودیت اور مشاہدہ ناسوت سے ہے، مقامِ ناسوت پر صاحب مراقبہ جو بھی دیکھ دنیا دیکھتا ہے۔ دوسرا مراقبہ مقامِ ملکوت پر ہے جو درود و دو ظائف کے ذریعہ فرشتوں جیسی پاکی تن حاصل کرنے والوں اور ملکی صفات کے حاصل لوگوں کا مراقبہ ہے۔ وہ مراقبہ میں جو کچھ دیکھتے ہیں مقامِ ملکوت سے دیکھتے ہیں اور فرشتوں کی صفات سے متصف ہوتے ہیں۔ تیسرا مراقبہ اہل جبروت کا ہے جو اہل ذکر اللہ ہیں۔ وہ جو بھی مشاہدہ کرتے ہیں مقامِ جبروت سے کرتے ہیں اور جبراہیل علیہ السلام کو دیکھتے ہیں۔ چوتھا مراقبہ مقامِ لاموت کا ہے جو اہل معرفت کو حاصل ہے۔ انہیں جو بھی مشاہدہ ہوتا ہے مقامِ لاموت سے ہوتا ہے۔ پانچواں مراقبہ حضور غرق فنا فی اللہ ہے جو مقامِ روح بیت کا مراقبہ ہے۔ اس مراقبہ میں مشاہدہ ربویت و توحید اور حق تعالیٰ کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا۔ پس اسی مقام کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ کلَّ تَوْمِهُ فِي شَانِ ○ (سورہ الزلزال: 29)

ترجمہ: وہ (اللہ) ہر روز ایک نئی شان سے ظاہر ہوتا ہے۔

اور سبکی اس مقام کے صاحب مراقبہ کا مکان ہے۔ (بین المقرب)

آپ مزید ارشاد فرماتے ہیں:

◆ اگر طالب مراقبہ میں خود سے بیگانہ ہو جائے اور پھر مراقبہ سے باہر آ کر جو کچھ مراقبہ میں مشاہدہ کیا اسے پل بھر میں بھول جائے تو جان لے کر یہ سب الوہیت میں ذات کی طرف سے ہے۔ یہ مراتب اس عاشق دیوانے کے ہیں جو اپنی جان سے بیگانہ ہو کر پرانے کی طرح آگ میں جل رہا ہو۔ یہ بھی دریافت و درجہ کا مراقبہ ہے، ابھی (حباب کو) وحدت اور حق تعالیٰ سے یہاں تک نصیب نہیں ہوئی، وہ شانے پر بکھری زلفوں کی طرح (پریشان) ہے اور ابھی خام وہ تمام ہے۔ مراقبہ سمندر میں غوطہ لگانے والے غواص کی طرح ہونا چاہیے کہ ہر سانس کے ساتھ موتی نکال

لائے۔ (بین المثلث)

حضرت علی سلطان بالظہور اقبال کا ذکر کرتے ہوئے شیعیان العارفین میں فرماتے ہیں کہ مراقب سے اسرار الہی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ آپ سب سے اعلیٰ مراقب اسم اللہ ذات (اسم خود) کے مراقب کو قرار دیتے ہیں کیونکہ صرف اسی سے طالب اصوات امکان میں پہنچ کر دیدار الہی سے مشرف ہوتا ہے اور اسی مراقب سے طالب کو معراج حاصل ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

مراقب کے دوران جب (مراقب کرنے والا) اسم اللہ ذات کو دیکھتا ہے تو اسم اللہ ذات اسے میں ذات کے مقام پر پہنچا دیتا ہے اور وہ اپنے مطلوب کو اپنے ہی اندر دیکھ لیتا ہے۔ پھر وہ مراقب میں اس قدر غرق ہو جاتا ہے کہ اسے نہ ذکر، فکر یا درہ تباہ نہ دم قدم، نہ راحت، نہ قدر و فاقہ، نہ نفس و نہ اکتفہ، نہ حضور مذکور، نہ بحمد و وور، نہ قدر و قضا اور نہ حرص وہ واپس درجتے ہیں۔ جسیں وہ کس مقام پر پہنچا ہے اور اسے کیا یاد رہتا ہے؟ صرف ذوق، شوق اور محبت۔ عاشق جب اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا ہر کام بالکل مکمل ہو جاتا ہے۔ ذکر اور فکر اس پر حرام ہو جاتا ہے اور وہ جو بھی دیکھتا ہے خاص ہی دیکھتا ہے۔ (بین المثلث)

جو شخص خواب یا مراقب میں جنت میں داخل ہو کر جنت کا کھانا کھائے اور جنت کی نیم کا پانی پیے اور جو رو قصور کا تکارو دیکھتے تو خواب یا مراقب سے باہر آنے کے بعد اس تمام عمر کھانے پینے کی حاجت نہیں رہتی۔ بھوک اور پیاس کا احساس اس کے وجود سے ختم ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں میں زندگی بھر نہیں آتی اگرچہ وہ ظاہری طور پر سوتا ہوا نظر آتے۔ وہ ایک ہی وضو سے تمام عمر گزار دیتا ہے، اس کے وجود میں اس قدر رقت و توفیق پیدا ہوتی ہے کہ رات دن اس کا سرحدہ سے قارغ نہیں ہوتا اور وہ روز بروز طاقتور ہوتا جاتا ہے۔ باطلاہ وہ جو کچھ کھاتا پیتا ہے مخفی حقوق کی ملامت سے بچتے اور ان سے پوشیدہ رہنے کی غرض سے۔ موسم گرم اور موسم سرماں اس کے لیے برایہ ہو جاتے ہیں اور گرمی و مردی اسے کچھ مزہ نہیں دیتیں۔ یہ بھی خام اور ناقص درویش کے مراتب ہیں۔ نقیر و ان مراتب سے شرم اور حیا آتی ہے اور یہ مراتب تقریباً سے بہت دور ہیں کیونکہ ان کا تعلق خواہش نفس سے ہے۔ اس مرتبہ کی انجام یہ ہے کہ طالب مراقب یا خواب میں اتنا رہتے رب العالمین سے مشرف ہوتا ہے کہ ظاہری طور پر اس (ذات کے دیدار) کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ اس کے وجود میں معرفت توحید، ذکر و تصور اسم اللہ ذات اور طلب محبت سے اس قدر آگ پیدا ہوتی ہے کہ اس کی جلالت و غصب کے باعث وہ رات دن عبادت کے ذریعے نفس پر قبیر برہانے میں مشغول رہتا ہے۔ وجود پر شریعت کا لبادہ اور حتنا ہے اور ہمیشہ شریعت کی یاد رہی کرتا ہے اور کہتا ہے:

﴿تَفَكَّرُوا فِي نَعْمَائِهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي ذَرَائِهِ﴾

ترجمہ: اللہ کی نعمتوں میں تکر کر وہ اس کی ذات میں تکرنا نہ کرو۔ (کبیر انواع حکایات)

آپ نے اپنی مشہور زمان تصنیف اطیف میں الفقر میں مراقب کے سات مراتب بیان فرماتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

مراقب کے سات مراتب ہیں۔ پہلا جاہل کا مراقب جو جگل وہیاں میں بھکٹنے کی طرح ہے۔ دوسرا جاہل بدعت و سرہ کا مراقب جو وہ جاہل کے استدراج کی طرح ہے۔ تیسرا مراقب ذکر ہے جس میں مراقب کرنے والا ذکر کے مراتب سے گزر کر صاحب حال ہو جاتا ہے۔ چوتھا مراقب

صاحب فکر کا ہے جس کے احوال اہل فلکر کو نصیب ہوتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿تَفَكَّرُ الشَّاغِعَةِ خَلَوْهُمْ عَبَادَةُ الْقَلْمَانِ﴾

ترجمہ: ایک لمحے کا فلکر دنوں جہاں کی عبادت سے بہتر ہے۔

پانچوں مرافقہ کامل کمال ہے جس میں عرقان ذات کا مشاہدہ کر کے طالب عارف بالله ہو جاتا ہے۔ چھٹا مرافقہ مکمل ہے جس میں معارف الہ روح اللہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ساتواں مرافقہ فلکر لازوال ہے جو صاحب مرافقہ کو **إِذَا تَطَّعَ الْفَقَرِ فَهُوَ اللَّهُ** کے مقام پر پہنچا کر فنا فی اللہ اور عین ذات توحیدی وحدائیت میں غرق کر دیتا ہے۔ مرافقہ فلکر تمام عظیم تغیرات کے مرائقوں سے بہتر ہے کہ تمام تغیرات مولانا حضرت محمد رسول اللہ ملیک الدین ہیں اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فخر "فقر" ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿الْفَقَرُ فَقِيرٌ وَالْفَقْرُ مِيقٌ﴾

ترجمہ: فلکر میر اخیر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ (مین الفقر)

مرافقہ میں طالب کو مختلف مناظر بکثرت نظر آتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت گنی سلطان باحکومت اللہ علیہ نے اپنی تصانیف میں ان مناظر کی تشریح فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

❖ جس شخص کو نواب یا مرافقہ میں اہل کفار اور اہل زیارت نظر آئیں تو جان لو کہ اس پر مقام شخص کھلا ہوا ہے یا بھی بھک اس پر کفر کی ابتداء لاءہ بھی نہیں کھلی یا شیطان اسے ہر روز کفار کی مجلس دکھاتا ہے تاکہ طالب مولیٰ کا دل سرد ہو جائے اور وہ اللہ کی راہ سے رک جائے۔ اسے چاہیے کہ سونے سے پہلے اور مرافقہ کرتے وقت درود شریف اور لامحوں کو اپنا وردہ بنائے تاکہ خطرات اور وسوسے شیطانی ختم ہو جائیں اور اس کا ضمیر روشن ہو جائے۔ (مین الفقر)

❖ اگر کسی کو مرافقہ میں جانور، مال و جاہ، سونا چاندی نظر آئیں تو جان لو کہ یہ مرافقہ حیوانی ہے اور اس کا تعلق ناسوت سے ہے۔ ابھی وہ شخص طالب دنیا کے صحرائیں بھک رہا ہے اور اس پر ذکر اللہ کی تاشیم نہیں ہوئی۔ اس کا علاج یہ ہے کہ وہ طلب دنیا کو ترک کر کے دنوں جہانوں کی لذات سے نجات حاصل کر لے۔ اگر کسی کو مرافقہ کے دوران بہشت کی مثل باعث اور برائی، دریا کا پانی، سبزہ کی بہان، بلند دبارا مکانات اور محلات اور حور و قصور نظر آئیں تو جان لو کہ اس کے دل پر میل، کشافت اور زنگ لگا ہوا ہے جو مرشد کامل اکمل کی نگاہ کے بغیر صاف نہیں ہو سکتا۔ ابھی اس کے دل کے گرد خناس اور خرطوم موجود ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اس کا ذکر سلطانی بھی اصل نہیں ہے۔ خاص اور اصلی ذکر کی کیا پیچان ہے؟ خاص ذکر اللہ جس شخص کا درود زبان ہوا اس کی زبان سے ذکر اللہ، اللہ اور اس کے رسول کی بات اور اولیا کے سواؤ کوئی اور بات نہیں تھی۔ وہ اپنی آنکھ سے کسی غیر اور نامحمد کو نہیں دیکھتا کیونکہ نامحمد کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے اور اسے اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے شرم و حیا آتی ہے۔ (مین الفقر)

❖ مرافقہ سے پار قسم کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص ظاہر میں صحیح شام عبادت، ذکر فلکر اور مرافقہ میں مشغول رہتا ہے لیکن باطن میں اس

کا دل دنیا کی محبت میں ہوتا ہے وہ ظاہر باطن میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ سب ناسوتی، فانی اور جھوٹ ہے۔ جو شخص ظاہر اور باطن میں اللہ کے ذکر، تکفیر، عشق اور محبت میں جان صرف کر دیتا ہے وہ ظاہر اور باطن میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ سب توحید باری تعالیٰ کا مشاہدہ ہے۔ تیسرا قسم کا مشاہدہ اس شخص کا ہے جسے باطن اور ظاہر میں اللہ تعالیٰ کا خوف رہتا ہے، وہ جو بھی مشاہدہ کرتا ہے اس میں اہل جنت کو دیکھتا ہے۔ چوتھی قسم کا مشاہدہ ظاہر اور باطن میں تارک نماز اور اہل شرب کو ہوتا ہے۔ وہ مشاہدہ میں جو کچھ دیکھتا ہے وہ سراسر خواب و خیال، اس کے خالق نہیں اور زوال دلانے والے شیاطین کا شیطانی استدران ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

کل شیعی یتو جمع ای اصلہ

ترجمہ: ہر چیز اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ (عن الفرق)

صاحب مراقبہ کے مراتب بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:

جان لے کہ مراتب مراقبہ یہ ہیں کہ صاحب مراقبہ وائی حضوری میں رہتا ہے۔ مراقبہ کے کہتے ہیں؟ مراقبہ کے مراتب بہت ہی عظیم ہیں کیونکہ یہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی قدیم باطنی راہ پے جس میں بدایت اللہی اور صراط مستقیم ہے۔ صاحب مراقبہ کا مراقبہ اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک وہ تصور اسم اللہ ذات کے ساتھ مراقبہ میں داخل اور خارج نہ ہو۔ مراقبہ خاص انجام درجات کی اصل اور بنیاد ہے۔ صحیح مراقبہ وہ ہوتا ہے جس میں اسم اللہ ذات کے ساتھ ڈکر، ٹکر اور تحقیق کی جائے۔ صاحب مراقبہ باطن اور خواب میں جو بھی مشاہدہ کرتا ہے دراصل اللہ کی معرفت اور مجلسِ محمدی ﷺ دیکھتا ہے اور انہیا اولیاء اللہ کی مجلس میں ان سے ملاقات کرتا ہے۔ جو مراقبہ کے ذریعے یہ دو مراتب بطور دو گواہ حاصل نہیں کرتا اس کا مراقبہ غلط ہے بلکہ وہ مراقبہ سے کوئی راہ نہیں پاتا۔ مراقبہ ایسا نگہبان اور محافظ ہے جو نفس، شیطان اور دنیا کی پریشانیوں اور خطرات سے بچاتا ہے اور منزل بہ منزل، مقام پر مقام طے کردا ہے اور معرفتِ اللہ عزوجل جس غرق کر کے مجلسِ محمدی ﷺ تک پہنچا دیتا ہے۔ تحقیق کے طریقہ سے اس طرح کا صاحب مراقبہ جس وقت چاہتا ہے حضوری سے مشرف ہو جاتا ہے۔ عارف باللہ کا مراقبہ ثبوت سے مکمل ہوتا ہے اور اس کا باطن معمور ہوتا ہے جس پر اسے مبارک ہو۔ (حسن اطاعتین)

تکفیر

حضرت علیہ السلام پاٹھ تکفیر کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تکفیر کے چار حروف ہیں: ت، ف، هک، هر۔ حرف 'ت' سے ترک ہوا، حرف 'ف' سے فانے، حرف 'هک' سے کرامتِ روح اور حرف 'ہر' سے رازِ حق۔ جس تکفیر سے ترک ہوا وفا نے نفس نہ ہوا اور کرامتِ روح و رازِ حق واضح نہ ہو سکے اسے تکفیر نہیں کہا جاسکتا۔ صاحب تکفیر کی پیچان کیا ہے؟ یہ کہ وہ اپنے معبود کے اسم اللہ ذات میں تکفر کرتا ہے جس کی برکت سے اس سے کسی قسم کا گناہ سرزنشیں ہوتا اور وہ ہمیشہ راہ راست پر قائم رہتا ہے۔ صاحب تکفیر کی اور کیا نشانی ہے؟ یہ کہ وہ ہر دم ذکرِ اسم اللہ ذات میں غرق رہتا ہے جس سے اس کے دل میں کسی قسم کا نفاق باقی

نہیں رہتا اور وہ بھائیں صفا ہو جاتا ہے۔ صاحب تکریر کی مزید پہچان کیا ہے؟ یہ کہ صاحب تکریر اسم اللہ ذات کے ذکر میں غرق ہو کر ماسوی اللہ کے نقوش پر خط تفسیح کھینچ دیتا ہے۔ (محکم الفرقہ کا ان)

جب مرشد طالب اللہ کو اسم اللہ ذات کے تصور و ذکر کا تکریر بخواہتا ہے اور طالب اپنی خودی سے دست بردار ہو کر بے خود ہو جاتا ہے اور جب خواب نما تکلیر کے اس مرادی میں دنیا و عقیلی اور کونیں کی زیر و زبردست اس کے سامنے لائی جاتی ہے تو وہ اختیال اللہ میں پیش آنے والے اسم اللہ ذات کے انوار کو دونوں جہان سے بہتر سمجھتا ہے اور اس کے مقابلہ میں دونوں جہان کو کمتر سمجھتا ہے۔ یہاں پر اسم اللہ ذات کا غیر متحقق نور مغلوق انسان کو اپنی طرف اس شان سے سمجھتا ہے کہ اسے غیر ماسوی اللہ کی طرف جانے ہی نہیں دیتا۔ اس کا سارا اختیار چھین کر حق الحق خوار کے تابع کر دیتا ہے۔ امّنا وَ صَدَقْتَا لِيْهِنِّیْ هُنْ نَمَاءٌ اَوْ اَسَّ کَیْ تَصْدِيقَتِیْ کَی۔ جو آدمی اس بات کا انکار کرتا ہے وہ وحدت ربی کا انکار کرتا ہے۔ تکلیر اولیا اللہ کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ تکلیر کی صورت بزرگی ہی ہے اور آدمی کے وجود میں ایمان کی صورت اسم اللہ ذات کے نور کی ہے۔ اولیا اللہ جب انتقال کرتے ہیں تو ان کے ایمان کی صورت ان کے جسم سے باہر آ جاتی ہے اور انہیں جنائزہ کے ساتھ مل کر اپنا جنائزہ خود پر ہوتی ہے۔ عارفان الہی اور اولیا اللہ کے علاوہ ایمان کی اس صورت کو کوئی نہیں جانتا۔ جس روایت پاک کی صورت ایمان ایسی ہو اسے یوم حشر کے حساب کتاب کیا خطرہ؟ فرمان حق تعالیٰ ہے ”خُبْرَ دَارِ إِبْشِكَ اُولِيَ اللَّهِ بِرَبِّ كُوئي خوف ہے نَعَمْ۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر وقت تکلیر میں غرق رہتے تھے اور شجرۃ النور مغفور کی صورت میں ہر وقت معراج حضور سے شرف رہتے تھے۔ ان کی یہ یقینت غلق خداوندی میں مشہور ہے۔ عالم غیب کے ان عیارات میں شک نہ کر کے یہ راهِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نتیجہ ہیں۔ جوان میں شک کرے وہ کافر ہے۔ میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ جو آدمی ایمان اور صورت ایمان جو نور اسم اللہ ذات ہے، پر یقین نہیں رکھتا وہ شخص اپنے ایمان کو بر باد کرتا ہے اور وہ منافق و بے ایمان ہے۔ تکلیر کی شرح یہ بھی ہے کہ جب کوئی صاحب تکلیر غرق فنا فی اللہ کے انتہائی تکلیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ اسم اللہ ذات کی معیت میں داعیِ سلامتی کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے اور اس کی برکت سے دونوں جہان سلامت رہتے ہیں۔ (محکم الفرقہ کا ان)

تکلیر طلبِ مولیٰ کا مرتبہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ”گھری بھر کا تکلیر دونوں جہان کی عبادت سے افضل ہے۔“ (محکم الفرقہ کا ان)

تکلیر بھی تین قسم کا ہے: ابتدائی درجے کا تکلیر، درمیانے درجے کا تکلیر، انتہائی درجے کا تکلیر۔

ابتدائی درجے کا تکلیر ایک سال کی عبادت سے افضل ہے کہ اس میں صاحب تکلیر جب ذکر قلر شروع کرتا ہے تو ابتدائی میں اس پر شدید خوف موت طاری ہو جاتا ہے اور وہ موت کے خیال سے کسی وقت بھی فارغ نہیں ہوتا۔ حیات دنیا سے امید توڑ زیست ہے اور ہر دم ہر گھری خود کو مسافر گردانتا ہے۔

خاص خلوت خاد باشد قبور از جدائی ملک پ خالق حضور

عارفان را قبر از حق شد خبر شد وجود ذاکر عارف سر ب سر

ترجمہ: عارفوں کی قبریں ان کے لیے خاص خلوت گاہ ہوتی ہیں جہاں وہ حق سے جدا ہی اختیار کر کے معیت خالق اختیار کے رہتے ہیں۔ قبر عارفوں کو ذات حق کی آگاہی پختی ہے کہ قبر میں پہنچ کر عارف کا سارا وجود ذاکر بن جاتا ہے۔

عزرا نکل علیہ السلام عارفوں کے ان احوال سے بے خبر رہتے ہیں کہ اویا اللہ فقیر مرتے نہیں بلکہ وہ وائی حیات پا کر ہر وقت اسم اللہ ذات کے نور میں غرق رہتے ہیں۔ جس آدمی کو تصویر اسم اللہ ذات سے الگی زندگی نصیب ہو جاتی ہے وہ غرق تجلیات ہو کر فنا فی اللہ ذات ہو جاتا ہے اور ہر وقت خوف میں بکار رہتا ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا ہے ”جو جناب اعارف ہوتا ہے اتنا ہی عاجز ہوتا ہے۔“ یعنی وجہ ہے کہ عارف کبھی خوف کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی امید کی حالت میں۔ وہ غیر وغیرت سے کل کر ہر وقت حیرت میں ڈوبا رہتا ہے، اس کی وجہ حضوری حق کی وجہ سے ہوتی ہے۔

- ۱۔ ذکر غلر سیرے از اسرار حق زیر پائے ذاکرنش نہ طبق
- ۲۔ نظر بالا عرش تر نہ یک مقام ناظرے ہے ایں نظر ذاکر تمام
- ۳۔ هر کرا از دیدہ دل واز شد درمیان ذاکر اس شبیاز شد
- ۴۔ باخوا درمیان شیر و روپاہ دور تر شغال روپاہ را بود پس با نظر

ترجمہ: (۱) ذکر غلر سے اسرار حق کی وہیر نصیب ہوتی ہے کہ نو (۹) طبق ذاکر کے قدموں کے نیچے آجاتے ہیں۔ (۲) ذاکر کی نظر بالائے عرش پلی جاتی ہے جہاں سے نو (۹) طبق محض ایک مقام نظر آتے ہیں۔ جس ذاکر کو ایسی نظر حاصل ہو جائے وہ ذاکر کامل کہلاتا ہے۔ (۳) جس ذاکر کی چشم دل روشن ہو جاتی ہے وہ ذاکروں کا شبیاز کہلاتا ہے۔ (۴) اے باخوا! شیر و اومزی میں بڑا فرق ہے۔ گیدڑا و اومزی کی نظر ہمیشہ پختی پر رہتی ہے۔

درمیانے درجے کا تکڑہ ہے کہ جس سے ذکر سلطانی پیدا ہوتا ہے جسے سیر بر مشاہدہ فوراً اللہ مطلق رحمانی کہتے ہیں۔ اس تکڑے میں سب سے پہلے وہ ذکر کہلاتا ہے جس سے سات دلاکتوں کی پادشاہی با تھا آتی ہے۔ اس کے بعد ذکر سلطانی کہلاتا ہے جس کا ذاکر سلطان العارفین، سلطان ابوالصلین، سلطان التارکین، سلطان الصابرین، سلطان العالمین، سلطان العاملین، سلطان العاشقین اور سلطان الذکرین کہلاتا ہے۔ سلطان الذکرین کی ثانی کیا ہے؟ یہ کہ ذکر سلطانی مطلق عین العیانی (ذات حق کو بدیجا ب دیکھے) کا عمل ہے بلکہ یہ عالم اللہ تعالیٰ کی قدرت و سر جہانی ہے کہ سلطان الذکرین خطرات شیطانی اور وہمات انسانی سے فارغ ہوتا ہے کیونکہ اس ذکر کا تعلق روح سے ہے اور صاحب روح کو رنج و زحمت دیا بھی خوشنوار لگتی ہے اور وہ اس طرح خوش ہوتا ہے جس طرح بچے اور لڑکے مٹھائی و حلوا کھا کر خوش ہوتے ہیں۔ ایسے ذاکر کے دل کو مضبوط جزاولے دل کہتے ہیں۔ دل بھی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اہل محبت کا دل پیہاڑ کی مثل ہوتا ہے۔ وہ ہتا ہے نہ رہتا ہے۔ صد بیکین کا دل مضبوط جزاولے درخت کی مثل ہوتا ہے جو زمین شوق سے کبھی جدا نہیں ہوتا۔ عاشقوں کا دل درخت کے پتوں کی مثل ہوتا ہے جو عشق کی گرمی و حرارت اور باہ

خدا کے تجیزے کا کام کر کبھی بہت اور کبھی پوشیدہ ہوتا رہتا ہے۔ اس دل کی بہار وصال یاد رہتے ہے۔ بے یار بہار کس کام کی؟ جو دل ذکر اللہ کے شعل میں محو رہتا ہے وہ معیت پر درگاہ میں غرق رہتا ہے اور جو دل نجاست کفر سے آلوہ ہو کر مر جاتا ہے وہ اپنے گلے میں زنا پہنچ رہتا ہے۔ ایسے دلوں سے ہزار بار قوب استغفار۔ صاحب معرفت کے لیے ضروری ہے کہ وہ چشم معرفت حاصل کرے۔ ایسی آنکھ کہ جس کی بیانی اسرار الہی کا مشاہدہ کر کے باخدا ہو سکے۔ اگر چشم معرفت دیگر چیز ہے لیکن اس میں لوگوں کی دلداری کا پورا پورا اسلام ہے۔ عارف جس چیز کی طرف بھی دیکھتا ہے اس میں تو رالہی ہی دیکھتا ہے، وہ حسن غلط کوئی دیکھتا کہ حسن فتن پر نظر رکھنا گمراہی ہے۔ اے صاحب علم! معرفت الہی حاصل کرتا کہ معرفت تجھے گن فینکون کے مرتبے پر پہنچا دے۔ یہ پیش و تصریح اندیشہ ذکر سلطانی سے حاصل ہوتا ہے اور ذکر سلطانی اس ذکر کو کہتے ہیں جس میں تمام وجود ذکر اللہ سے معمور ہو جاتا ہے اور وجود کے اندر گمراہی اور گناہ کا عمل طفل ختم ہو جاتا ہے۔ ذکر سلطانی چار اذکار کا مجموعہ ہے یعنی ذکر زبان، ذکر قلب، ذکر روح اور ذکر بزر۔ ذکر سلطانی میں گھری بھر کا تقریب سال کی عبادت سے افضل ہے اگرچہ اس تقریب میں بھی فیرت، بھی حرمت، بھی جذب جالی اور بھی وجہ جانی کا غلبہ رہتا ہے۔ ان حالات میں صاحب مشاہدہ وصال کو خبر، اور بتا چاہیے کہ اس مقام پر غلبات ذکر اور انجائے سکر کی وجہ سے کفر و ترک و آنا کا غلبہ ہو جاتا ہے جس سے بعض طالب انتہا کی مستی میں گرفتار ہو کر ایمیں کی طرح راندو درگاہ ہو جاتے ہیں۔ اس راہ میں ثابت قدم رہنے کے لیے لازم ہے کہ صاحب تکری کی نظر ایم اللہ ذات اور حق ایقین کے مرتبے پر رہے۔

اجنبی درجے کا تکری ہے کہ جو فقیر چار اذکار یعنی تکری از جل، تکری بد، تکری نیا، تکری عقبی اور چار اذکار یعنی ذکر زبانی جو محض عادت ہے، ذکر قلبی جو ارادت ہے، ذکر سری جو سعادت ہے اور چار دلوں یعنی دم ناسوت، دم ملکوت، دم جبروت، دم لاخوت اور چار افسوس یعنی نفس امارہ، نفس ملجمہ، نفس اوام، نفس مطمئن اور چار مقامات یعنی مقام شریعت، مقام طریقت، مقام حقیقت اور مقام معرفت میں سے ہر مقام کوٹے کر کے پس پشت نہیں ڈال دیتا، ہر ایک کو جھانکیں دیتا، اپنا رخ نور اللہ کی طرف کر کے غرق فتنی اللہ، فتنی فنا، بقائی بقا اور مغفوری مغفور نہیں ہو جاتا اور مراتب قرب وصال حاصل کر کے میں یعنی صاحب حضور نہیں ہو جاتا اُسے فقیر نہیں کہا جا سکتا اک ابھی تک اس میں "هم اور میں" کی بوجہ میں ہوئی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿نَفْسَكَ عَذَّلُوكَ فِي جَنَّتِكَ﴾

ترجمہ: تیرے و جو دیں تیر افسوس ہی تیر ادھم ہے۔

بعض فقیروں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ساتھ پاہنڈ کر کے دونوں جہان کو ان کا غلام اور دنیا وہی دنیا کو ان کا پابوس (قد مر بھی کرنے والا) بناؤ نہیں ہیں اور انہیں ترک و توکل، توحید، صبر و شکر، معرفت اور ذکر و تکری الہی بخش دیتے ہیں جس سے وہ مستغثی ہو کر ہر وقت غرق باخدا رہ جتے ہیں۔ جس آدمی پر فخر و فاقہ (یعنی رزق کی قدر) غالب آ جاتا ہے اور اسے اپنا قیدی بنالیتا ہے تو اسے در بدر کا گدا بنا کر رسوایکرتا ہے اور وہ وصال حق سے محروم رہ جاتا ہے اس لیے اے مردین! فقر میں تکری کر کے فقر تو حیدر الہی کا نور ہے جو اسائے الہی کے ذکر سے دل کی گمراہیوں سے

طوع ہوتا ہے۔ (مکالمہ کاں)

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باشور حمت اللہ علیہ چلتی تکریب طالب پر ای حقیقت ہوتا ہے، کے حصول کے بارے میں فرماتے ہیں:

اجنبی تکریب پر بہنچنا بہت ہی مشکل کام ہے اس لیے تکریب اس راہ میں ایسے صاحب تکریب مرشد کا ہاتھ پکڑ جو کامل فقیر ہو۔ (مکالمہ کاں)

یہ یقین ہے کہ جب طالب صادق اور مرشد کامل اکمل فقیر صاحب تصرف اخلاص سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو اگر مرشد چاہے تو طالب کو باطن میں شرق تا مغرب تمام جہان اور تمام انسانوں پر تصرف عطا کرو، مجلسِ محمدی کی حضوری سے سرفراز فرمادے اور معرفت و فقر کے منصبِ ولادے۔ اس مرتبہ پر حیران نہ ہوا ورنہ شخص بنا کیونکہ صاحب باطن کے بغیر باطن حاصل نہیں ہوتا اور اس کے لیے طالب مرید کو بھی صادق ہونا چاہیے۔ سبیلِ تکریب اور تصرف دلوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

﴿تَفَكَّرُ السَّاعَةِ خَيْرٌ قِنْ عِبَادَةِ الْفَقَلَّتِي﴾

ترجمہ: گھری بھر کا تکریب دلوں جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔ (کلیدِ التوحید کاں)

جان لوک حب صاحب تصورِ اسم اللہ ذاتِ کلہ طیب کو ارتیب اسم اللہ ذات کے ساتھ پڑھتا ہے تو محبوب خدا ہمدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کی حضوری سے مشرف ہوتا ہے۔ جب وہ آنکھیں بند کر کے مراقبہ کے دوران اپنے ہاتھ میں تصورِ اسم اللہ ذات کی تکوار پکڑتا ہے تو اس تکوار سے وہ تمام عمر کے صغیر و بکیر و گناہوں کو قتل کر دیتا ہے اور شیطان و نفس، خناس و غریبوں اور تمام خطرات کو بھی قتل کر دیتا ہے گویا کہ وہ روزے زمین پر موجود اپنے تمام دشمنوں کو قتل کر دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

﴿تَفَكَّرُ السَّاعَةِ خَيْرٌ قِنْ عِبَادَةِ الْفَقَلَّتِي﴾

ترجمہ: گھری بھر کا تکریب دلوں جہان کی عبادت سے افضل ہے۔

پس ایسے وائی ذکر، کامل تکریب اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری والے مراقبہ کو تمام تکیوں کا مجموعہ کہتے ہیں جو کہ اس آیت کے مطابق ہے:

﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُدْلِهُنَّ الشَّيْطَانَ فَلَكَ ذُكْرٌ يَلْذُ كُلُّ فُقَرَاءِ ۝ (سورہ حمود، ۱۱۴)﴾

ترجمہ: بے شک تکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ ذکرین کے لیے ذکر ہے۔ (کلیدِ التوحید کاں)

جان لوک عالم فاضل صاحب فتنہ و فحش و حدیث اور صاحب تغیر کے مراتب، صاحب وردو و ظائف اور صاحب ذکر، تکریب اور صاحب تاثیر کے مراتب سے مختلف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں کیے جانے والے تکریب بدلت دل میں محبتِ الہی بڑھتی ہے اور حق تعالیٰ کے احسانات میں تکریب سے دل میں حیا بڑھتی ہے۔ اللہ کے وعدوں اور عہد میں تکریب سے دل میں خوفِ الہی بڑھتا ہے۔ حق تعالیٰ کی معرفت میں تکریب سے دل میں نورِ توحیدِ الہی بڑھتا ہے۔ علم اور عاداتِ قرآن مجید میں تکریب سے دل میں اعمالِ صالحہ کا شوق بڑھتا ہے۔ دنیا میں تکریب سے دل میں سیاہی جمع ہو جاتی ہے اور شیطانی منصوب بندی بڑھتی ہے۔ اس جہان میں دنیا اور اہل دنیا سے بدتر کوئی نہیں۔ وہ سب عجیب

اممیں جو اس بدر تر دنیا کو اللہ کے نام، دین محمدی اور فخر محمدی سے بستر کچتے ہیں۔ وہی شخص مومن و مسلمان ہے جو حق تعالیٰ کو اس کی قدرت کی بدولت غالب اور حاضر جانتے کا داعی فرض عظیم ادا کرتا ہے۔ فرض تمام فرائض سے عظیم تر ہے۔ اور تمام منتوں سے عظیم تر سنت محمدی یہ ہے کہ گھر پار اللہ کی راہ میں عرف کرو یا جائے تاکہ یہ عظیم و بزرگ سنت ادا ہو جائے۔ اس فرض و سنت کو اہل اللہ ہی ادا کرتے ہیں۔ (مکیدا احمد جید کا ان)

فکر سے حاصل ہونے والے وصال وحدت کے پارے میں حضرت علیؑ سلطان بالخوارزمیتے ہیں:

- ۱۔ فکر پر اوحام وحدت وہ رساند چہ مولیٰ و از خود رہد
- ۲۔ وحی امت سلطان فکر وزیر تذکر بود لشکر دل پذیر
- ۳۔ تجدُّد و تفردِ ہجن زادِ راد بہیں تو شہ وحشت شو میں شاہ
- ۴۔ چون وحشت رساند بعام وصال سنت عین گردو از صحبت کمال
- ۵۔ چون اوحام گردو یقین غیرِ من جہان بدل آید بتذیرِ من
- ۶۔ چون سلطان وحشت بیابد کمال بہر ساعت آید بدل صد بحال
- ۷۔ بدین وحشت خود را پو آراتی وصول حقیقت بخود یافتی

ترجمہ: ۱۔ اوحام کے ساتھ کیا گیا فکر طالبِ مولیٰ کو اس کی اپنی ذات سے رہائی دلا کر مولیٰ تک پہنچتا ہے اور وحدت عطا کرتا ہے۔ ۲۔ تیرے وجود میں وحشم سلطان ہے، فکر اس کا وزیر ہے اور ذکر تیرے دل پذیر لشکر کی طرح ہے۔ ۳۔ اگر تو تجدیہ و تفسیر کو ایسا زاد اور راه بنایتا ہے تو اس تو شہ کی بدولت تیر اوحام میں شاہ ہو جائے گا۔ ۴۔ جب تیر اوحام تجھے عالم وصال تک لے جائے گا تو تجھے اس صحبت کمال کی بدولت میں کے ساتھ میں کر دے گا۔ ۵۔ جب میرا وحشم یقین کمال کے مقام پر پہنچ گیا تو مجھے تمام جہان پر تصرف حاصل ہو گیا۔ ۶۔ جب سلطان وحشم تیرے دل میں کمال کو پہنچے گا تو تیرے دل میں ہر لمحہ بحالِ الہی کے سیکھوں جلوے ظاہر ہو گئے۔ ۷۔ جب تو وحشم کی طاقت حاصل کر لے گا تو تجھے وصالِ حق بھی حاصل ہو جائے گا۔ (مکیدا احمد جید کا، سلطان اوحام)

آپ پنجابی بیت میں فرماتے ہیں:

ذکر کنوں کر فکر ہمیشان، ایہہ لفظِ تکھنا تکواروں ھو
کذھن آئیں تے جان چلاوں، فکر گرن اسراروں ھو
ڈاکر سوئی جیزے فکر کماوں، بک پاک ناں فارغ یاروں ھو
فکر دا بھٹیا کوئی نہ جیوئے، پے نمہ چا پاڑوں ھو
حق دا کلر آنکھیں باخشو، رب رکھے فکر وی ماروں ھو

مغموم: اے طالب تو ذکر (اسم اللہ ذات) اور تکلیر کیا کر کیونکہ جب ذکر اور تکلیر آپس میں مل جاتے ہیں تو ان کی تاخیر تکوار سے بھی تیز ہوتی ہے۔ تکلیر سے ہی اللہ تعالیٰ کے اسرار اور بحید سے آشنا ہوتی ہے۔ اہل تکلیر جب اسرار الہی سے واقف ہوئے ہیں تو ان کے دل سے پروردہ اور پرسوڑ آپس نکلتی ہیں جو وساوس، خناس اور خواہشات دنیا کو جلا کر راکھ کر دیتی ہیں۔ اصل ذاکر توهہ ہیں جو اسم اللہ ذات کے ذکر کے ساتھ ساتھ تکلیر میں موجود ہیں اور ایک لمحہ بھی فارغ نہیں ہوتے۔ تکلیر سے وہ اسرار اور بحید اتنا ہوتے ہیں جو کسی اور ذرا بیدع سے ہو ہی نہیں سکتے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ تکلیر حق کیتھے رہنا چاہیے اور گمراہ کرنے والے تکلیر سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ حفوظ رکھے۔

گمراہ کرنے والے تکلیر کے بارے میں سلطان العارفین حضرت قمی سلطان باخور حمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے درویش اغور کر تیر اقفر غم حق سمجھاد کی خاطر ہونا چاہیے نہ کہ اولاد اور رزق کی خاطر کہ فرمان حق تعالیٰ ہے:

وَمَا مِنْ ذَاتٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رُزْقُهَا (سورہ حود۔ 6)

ترجمہ: زمین میں کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی روزی کا ذمہ خود اللہ نے انجام دکھا ہو۔

♦ تَحْنَى قَسْبَتَا بَيْتَنِفُّعْ مَعْيَثَتَنِفُّعْ فِي الْخَلْوَةِ الْذُّنُبِ أَوْ رَقَعَةَ يَقْضَهُنَّ فَوْقَ بَعْضِ ذَرَجَتٍ (سورہ الزرف۔ 32)

ترجمہ: ہم نے دنیا میں ان کی روزی تقسیم کر دی ہے اور بعض کو بعض پر فویت دے دی ہے۔

♦ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ كُلُّ الْقُوَّةِ الْمُتَّيَّنُ (سورہ الذین۔ 58)

ترجمہ: بے شک اللہ روزی دیتے والا اور زبردست قوت والا ہے۔

♦ وَفِي السَّمَاءِ رُزْقُكُمْ وَمَا تُؤْتَ عَدُوُنَ (سورہ الذین۔ 22)

ترجمہ: اور تمہاری روزی کا بنہدہ بست آسمانوں میں ہے جس کا وعدہ تم سے کیا گیا ہے۔

♦ وَكَائِنَ قَدْ ذَاتٌ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُهَا وَإِنَّهُ كَفَرَ وَهُوَ الشَّيْءُ الْغَيْبِيُّ (سورہ الحجۃ۔ 60)

ترجمہ: اور کتنے ہی جانور ہیں جو اپنی روزی اپنے ساتھ انداز کر نہیں چلتے کہ اللہ انہیں روزی دیتا ہے اور تمہیں بھی روزی دیتے والا اللہ ہی ہے، وہی ہے جو (سب کی) سنتا ہے اور (سب کے حالات کو) جانتا ہے۔ (عکس انفراد کا)

انسان دن رات دنیا بنانے کی قدر اور اس کے لیے سوچ و بچار (تکلیر) میں مصروف رہتا ہے۔ غفلت انسان کو عبادات شریعت کی طرف آئے گیں دینی اور جو عبادات شریعت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حادثہ قرآن) ایک ہفتھے کے ہیں وہ اسی میں مکن ہیں، اس سے آگے ہٹھے کے بارے میں سوچتے ہی نہیں۔ ظاہری عبادات اللہ تعالیٰ تک سوچنے کا راستہ ضرور ہیں لیکن منزل نہیں ہیں۔ جو جہاں پر ہے اسی مقام میں مکن اور غسلت کا شکار ہے۔ ہم اپنے بارے میں، اپنے بیوی بچوں، گھر بار، کار و بار، عزیز رشت داروں اور دوستوں کے بارے میں ہر لمحہ سوچتے اور غور و فکر کرتے رہتے ہیں، کیا ہم نے کبھی مقصد حیات کے بارے میں خور و فکر کیا ہے؟ چونکہ بندے کی زندگی کا مقصد اللہ کو پانا ہے اس لیے جو اس مقصد سے غافل رہے گا وہ ناکام و نامراد ہو جائے گا۔

حضرتؒ سلطان باخو فرماتے ہیں:

فرزند بندہ ایس خدا را غمیش تھوڑے تو کیسی کر بد ز خدا بندہ پروری

ترجمہ: تیر ایضاً اللہ کا بندہ ہے، تو اس کا غم نہ کر۔ تیری کیا حیثیت کہ خدا سے بہتر بندہ پروری کر سکے؟ (درالبدنی کا اس)

حضرتؒ سلطان باخو رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ مرافقہ اور تکلیر صرف ان طالبان مولیٰ کو فائدہ دیتا ہے جو ترکیہ نفس، تصفیہ قلب، تجدیہ روح اور تجلیہ ستر کی راہ پر چل پڑے ہوں اور دیدار حق تعالیٰ بھی مرافقہ اور تکلیر میں انہی کو حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ اہل دنیا کے لئے تو مرافقہ ایک فضائی تھیل ہے اور اہل حجاب کا مرافقہ یا تکلیر بے فائدہ اور گمراہ کرنے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے تکلیر سے محفوظ ارکھے۔

استقامت

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا رَبِّنَا اللَّهَ تَعَالَى أَسْتَقَامُوا تَدَبَّرُ عَلَيْهِمُ التَّابِعُكُمُ الْأَلَا تَحْمِلُنَّا وَ لَا تَخْرُنَّا وَ أَكْبَرُوا إِلَيْجَنَّةَ الْيَوْمِ كُنْتُمْ تُؤْخَذُونَ (سورہ حم ۴۷-۵۰)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر اس اقرار پر استقامت سے قائم رہے ان پر فرشتہ نازل ہوتے ہیں جو انہیں خوبخبری سناتے ہیں کہ تم آخوند کا خوف اور غم مت کرو بلکہ اس جنت کی خوشی مناؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

ثابت قدیمی یا استقامت را حق کی مشکلات اور آزمائشوں کو صبر و حوصلہ سے پار کرنے کی طاقت عطا کرتی ہے۔ یہ دین و دنیادنوں میں کامیابی کی بنیاد ہے۔ راہنما میں استقامت سے اپنے سفر کو باری رکھنا ہی بہت بڑی کامیابی ہے بلکہ اسے کرامت سے بھی بڑھ کر ماٹا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عشق میں جو اس مرد بن کر منزل کی جانب بڑھتے رہنا چاہیے اور مشکلات سے راہ سے ڈرنا یا گھرنا نہیں چاہیے۔ لوگ تو ایک مصیرت سے ڈرتے ہیں جب کہ عاشق حق تعالیٰ ہمداد خوشی بے شمار مصائب مول لے لیتا ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ راہ حق میں بے شمار خطرات ہیں، اپنی کشمکشی عشق کی طوفانی لہروں کے حوالے کر دیتا ہے۔

سلطان الفقر ششم حضرت حق سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

راہنما میں سب سے بڑی کرامت استقامت ہے۔

مستقل مراجی اور استقامت سے راہنما کی مشکلات اور آزمائشوں سے گزرتے ہوئے منزل مقصود پر پہنچا ہی سب سے بڑی کرامت



ہے۔

حضرت علی سلطان با مصوّر حضرت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

♦ راہ فقر میں استقامت اختیار کرنی چاہیے نہ کہ خواہ شاہ نس اور کرامت۔ کیونکہ استقامت مرتبہ خاص ہے اور کرامت مرتبہ جیش و نفاس ہے۔ (مین الفقر)

سیدنا غوث العظیم حضرت شیخ عبدالقدیر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "سرالسرار" میں فرماتے ہیں:

♦ پس ولی وہ بے جواب پنے حال میں فائی اور اللہ پاک کے مشاہدہ میں باقی ہو۔ ناسے اپنے نفس پر کوئی اختیار ہو اور اللہ کے سوا کسی کے ساتھ قرار ہو۔ اس کی تصدیق کرامت سے ہوتی ہے لیکن اسے پوشیدہ رکھا جاتا ہے اور ظاہر فیض کیا جاتا کہ اللہ کے راز کو ظاہر کرنا کفر ہے۔ مرصاد میں آیا ہے "تمام صاحب کرامات حجاب میں ہیں اور ان (مردانہ خدا) کے لیے کرامت خون جیش کی طرح ہے۔" پس ولی کے لیے ایسے ہزار مقامات ہیں جن میں سے سب سے پہلے کرامت کا مقام ہے۔ جو اس (تمام) سے گزر جاتا ہے وہ باقی مقامات حاصل کر لیتا ہے ورنہ کام ہو جاتا ہے۔ (سرالسرار)

یعنی کرامات راہ فقر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ سب سے بڑی کرامت استقامت اور مستغلِ هزاہی سے اس راہ پر پہنچ کر منزلِ مقصود تک پہنچنا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے:

♦ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّلَاحَتِ فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَحْتَمِلٍ (سورۃ البیت - 6)

ترجمہ: جو ایمان لائے اور ثابت قدم رہے ان کیلئے ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔

استقامت طالبِ مولیٰ کے عالی ہمت اور صادق ہونے کی نمائی ہے۔ راہ حق پر ثابت قدم نہ رہنے والا طالب یقیناً کم ہمت، خام اور اپنے شخص کے دعوے میں جھوٹا ہوتا ہے۔ اللہ کی طلب کرنا اور پھر راوی میں آنے والی ہر مشکل اور آزمائش سے گزر کروصالیٰ کی منزل تک پہنچنا جو اندر دل کا شیوه ہے اور اس راہ سے منہ موزٹا کم ظرفوں اور بڑی دلوں کا۔ حضرت علی سلطان با مصوّر فرماتے ہیں:

♦ راہ فقر میں اگر کوئی ثابت قدم رہتا ہے تو وہ صاحب رازِ حقیقی ہیں جاتا ہے۔ اگر کوئی اسم اللہ ذات سے برگشتہ ہو جاتا ہے اور ہمت و استقامت کو چھوڑ کر دنیا اور اہل دنیا کی طرف مراجعت کرتا ہے تو وہ مرتبہ شبہاری فقر اور راز فقر سے منہ موزٹا ہے، وہ گویا جمل ہے جس کی نظر مردار پر آگئی ہوئی ہے اس لیے وہ دونوں جہانوں میں ذمیں و خوار ہے اور اس کا دل دنیا سے بیرٹکیں ہوتا۔ (محک الفقر کاں)

حضرت علی سلطان با مصوّر حضرت اللہ علیہ بخوبی ایجاد میں فرماتے ہیں:

ثابت صدق تے قدم اگیرے۔ تائیں ربِ بھجوے خو

لؤں لؤں دے وق ذکر اللہ دار ہر دم بیا پڑھوے خو



ظاہر بالمن میں عیانی، خو خو بیا سنوے خو
نام فقیر تھاں دا باخو، قبر جہادی جیوے خو

وصال الہی تو جب ہی مکن ہے جب طالب مولیٰ اخلاص اور استقامت کے ساتھ را فقیر پر اپنا سفر جاری رکھے۔ اس کے لئے اون سے ذکر امام الہی ذات جاری ہو جائے اور ظاہر بالمن میں وہ مشاہدہ حق تعالیٰ میں غرق رہے۔ فقیر تو جب ہوتے ہیں کہ جن کی قبر انور سے بھی فیض کے چشمے چاری ہوں۔

جو ول منگے ہو دے ناہیں، ہوون ریبا پریرے خو
دوسٹ نہ دیوے ول دا دازو، عشق نہ واگاں پھیرے خو
اس میدان محبت دے ویج، ملدے تا تکھیرے خو
میں قربان تھاں توں باخو، جہاں رکھیا قدم اگیرے خو

اس بیت میں آپ رحمۃ اللہ علیہ را فقیر پر گامزن طالب کی بے چینی اور بے سکونی بیان فرمادی ہے جس جواب میں طالب کو پیش آتی ہے۔ ول میں دیدار کی جو خواہش ہے وہ ابھی پوری نہیں ہو رہی، نہ تو مرشد کی طرف سے کوئی مہربانی ہو رہی ہے اور نہ ہی ذات حقیقی کی طرف سے وصال کا کوئی پیغام آ رہا ہے۔ بے چینی، بے سکونی اور وصال یار کے لئے ترپ اور آگ مزید تیز ہو رہی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ان طالبان مولیٰ کے قربان جاؤں جو ان سب حالات اور را عشق میں آنے والے دیگر مصحاب کے باوجود واقعہ استقامت کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھتے ہیں اور آخرا کارپی منزل پا لیتے ہیں۔

سو زکنون تن سڑیا سارا، میں تے دکھاں ذیرے لائے خو
کوکل واںگ کوکیندی وتاں، تاں ونجن ون انسائے خو
بول پیچہا رُت ساون آئی، ممتاز مولی میش وسائے خو
ثابت صدق تے قدم اگوہاں باخو، دبت سکدیاں دوست ملائے خو

عشق کی آگ میرے جسم کو جلا چکی ہے اور فراق یار میں ول کے اندر ٹھوٹوں اور دکھوں کا گہرا گھاؤ ہے۔ دیدار کی پیاس بچانے کے لئے میں ہر طرف فریاد اور حیج و پکار کرتا پھر رہا ہوں۔ مرشد کامل کی طرف سے تو ”معرفت“ کا بادل آپ کا ہے لیکن میرے اعمال ہی پکھایے ہیں کہ یہ برس نہیں رہا۔ شاید آہ وزاری اور ذکر و مکر سے اس ساون کا آغاز ہو جائے۔ جو طالبان مولیٰ را فقیر پر استقامت سے چلتے رہتے ہیں وہی وصال الہی کی منزل تک پہنچتے ہیں۔

استقامت سے را فقیر پر سفر جاری رکھتے والے صادق طالب آزمائشوں اور امتحانات سے گزرتے ہوئے اپنی منزل تک پہنچتے ہی جاتے

ہیں۔

باب 34

مرتبہ فقانی الشیخ، فقانی اسم مُحَمَّد، فقانی اللہ

راہ فقر کے سفر میں طالبان مولیٰ کے تین مراتب ہوتے ہیں:

(۱) پہلا مرتبہ فقانی الشیخ ہے۔ جب طالب (مرید) شیخ (مرشد) کی صورت کا تصور کرتا ہے تو جس طرف نظر کرتا ہے اسے شیخ (مرشد) فقر آتا ہے۔

(۲) دوسرا مرتبہ فقانی اسم مُحَمَّد ہے۔ جب طالب صورت اسم مُحَمَّد کا تصور کرتا ہے تو جس طرف بھی دیکھتا ہے اسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آتی ہے۔

(۳) تیسرا مرتبہ فقانی اللہ کا مرتبہ ہے۔ جب طالب اسم اللہ ذات کا تصور کرتا ہے تو جس طرف بھی دیکھتا ہے اسے انوارِ اسم اللہ ذات کی تجلیات نظر آتی ہیں۔ ان تجلیات میں فنا ہو کر طالب اپنی خودی ختم کر دیتا ہے، اس کا نفس مر جاتا ہے اور وہ فقانی اللہ ہو جاتا ہے۔ اسے مرتبہ الامکان کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت عجی سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مریدوں کے تین مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ فقانی الشیخ ہے۔ جب شیخ کی صورت مرید کے تصور میں رہتی ہے تو وہ جس طرف بھی نظر کرتا ہے اسے شیخ کا تصرف ہی نظر آتا ہے۔ دوسرا مرتبہ فقانی اسم مُحَمَّد ہے۔ اس مرتبہ پر جب مرید کو صورت اسم مُحَمَّد کا تصور حاصل ہوتا ہے تو تمام ما سوئی اللہ اس کے وجود سے نکل جاتے ہیں۔ وہ جس طرف بھی دیکھتا ہے اسے مجلسِ محمدی سلیمانیہ ہی نظر آتی ہے۔ تیسرا مرتبہ فقانی اللہ ہے۔ جب مرید کو اسم اللہ ذات کا تصور حاصل ہو جاتا ہے تو اس کا نفس تکمل طور پر مر جاتا ہے۔ وہ جس طرف بھی دیکھتا ہے اسے اسم اللہ ذات کے انوار کی بے شمار تجلیات سے مشرف ہوتا ہے۔ اس مرتبہ کو لامکان کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو مکان اور مقام سے تشییہ دینا شرک اور کفر کا موجب

ہے۔ (شیعیان)

جان لے اقرب کے مراتب تین حتم کے ہیں جو تین حتم کے تصور سے حاصل ہوتے ہیں یعنی تصور فنا فی الشیخ، تصور فنا فی اسم مجدد اور تصور فنا فی اسم اللہ ذات۔ جان لے کر کل خلوقات کا ظہور نور مجدد سے ہوا اور نور محمد کا ظہور اللہ تعالیٰ کے قور سے ہوا۔ جو مرشد پہلے ہی روز طالب کی نوری صورت کو صورت توڑ حضرت محمد ﷺ سے ملا کر وحدانیت کے نوری، بحر روبیت میں عرق نہیں کرتا اسے مرشد نہیں کہا جا سکتا۔ کامل مرشد تو پہلے ہی روز اسم اللہ کا تصور عطا کرتا ہے جس سے طالب کا تزکیہ نفس، تصفیہ قلب، تجلیہ روح اور تجلیہ بزر ہوتا ہے اور یہ تمام یعنی نفس قلب، روح اور بزر نور ہن جاتے ہیں۔ جب یہ چاروں نور اکٹھے ہوتے ہیں تو یہ اپنی اصل (نور مجدد) کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:

کل شیعی ترجیح الی اضیله

ترجمہ: ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ (شیعیان)

اے طالب صادق! جان لے کر قرب کے تین حتم کے مراتب ہیں، جو تین تصوروں سے حاصل ہوتے ہیں۔ فنا فی الشیخ، فنا فی اسم اللہ ذات اور فنا فی اسم مجدد سروہ کا نات مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (کلید جنت)

اے طالب حقیقی! جان لے کر تمام خلوقات نور مجددی مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا ہوئی ہیں اور نور محمدی مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور نور الہی سے ہوا ہے۔ جو مرشد پہلے وہ طالب کو حضور مجددی مصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور وحدانیت اور دو ریائے ربویت میں مستخرق نہیں کرتا وہ مرشد کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسم اللہ ذات کے تصور سے پہلے ہی وہ طالب کے نفس کا تزکیہ نور قلب کا تصفیہ نور، روح کا تجلیہ نور اور بزر کا تجلیہ نور ہوتا ہے، چاروں مجودوں نور ایک اور مستحق ہو کر اصل (نور مجدد) کی طرف لوٹ آتے ہیں کیونکہ کل شیعی ترجیح الی اضیله یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ (کلید جنت)

دوسرے سال میں ابتدائی مرتبہ یعنی فنا فی الشیخ ہونے کے لیے تصور مرشد کا حکم دیا جاتا ہے۔ مرید مرشد کے تصور کا مرافقہ کرتا ہے اور ہر وقت مرشد کے تصور میں مگن رہتا ہے۔ مرشد کے تصور میں مسلسل محور ہنے کی وجہ سے اسے مرشد سے محبت ہو جاتی ہے، پھر یہ محبت عشق میں تبدیل ہو جاتی ہے اور اسے ہر طرف مرشد کا ہی تصور نظر آتا ہے۔ اس تصور میں شیطانی استدراج بھی ہو سکتا ہے کیونکہ سفر کے آغاز میں تو مرید کو پڑھ بھی نہیں ہوتا کہ میرا مرشد کامل ہے یا ناقص پھر بھی اسے مرشد کا تصور کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ مریدوں کی کثیر تعداد یا سجادگی بھی مرشد کے کامل ہونے کا ثبوت نہیں ہے بلکہ جس کے مرید زیادہ ہوں اسے مرشد کامل سمجھا جاتا ہے۔ اگر طالب ناقص مرشد کو کامل سمجھ کر اس کی صورت کا تصور کرتا رہے گا تو خواہ اسے مرشد کا تصور حاصل ہو بھی جائے وہ حقیقی مرتبہ فنا فی الشیخ پر نہیں پہنچ سکتا کیونکہ کامل مرشد فنا فی اللہ تعالیٰ بالله کے مرتبہ پر ہوتا ہے، صرف اسی کے مرید فنا فی الشیخ سے فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کے مراتب تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ مرشد کے کامل ہونے کے ثبوت کے لیے طالب کو اس حقیقت کا مشاہدہ کرو تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے ہونا ضروری ہے۔ بغیر کسی مشاہدہ کے ایک انسانی وجود تو کیا اسماے صفات میں بھی استدراج ہو سکتا ہے جیسا کہ حضرت سلطان بالخور حضرت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کن اللہ تعالیٰ کے اسمائے صفات (کا ذکر کرنے) سے استدراج ہو سکتا ہے لیکن اسم اللہ ذات (کے ذکر) میں استدراج کی کمی یا زیادتی کا خدشہ نہیں۔ (بین الفرق)

جو طالب مرشد ناقص اور ایسے شیاطین کے پچھر میں پھنس جاتے ہیں وہ ان کے تصور میں گم ہو کر خود کو فنا فی الشیخ سمجھتے ہیں جبکہ دو فنا فی الشیطان ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت قیس سلطان باحصور حسنة اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جان لے کر فنا فی الشیخ ایک عظیم الشان مرتب ہے۔ بعض ایسے احقر ہوتے ہیں جو فنا فی الشیطان کے مرتبے پر ہوتے ہیں (لیکن خود کو فنا فی الشیخ سمجھتے ہیں) اور بیشہ پریشانی میں بیٹھا رہتے ہیں۔ (نور الدین کاس)

مجھے تجھ بہتا ہے ان لوگوں پر جو دعویٰ تو کرتے ہیں فنا فی الشیخ ہونے کا مگر ہوتے ہیں فنا فی الشیطان کے مقام پر۔ وہوئی کرتے ہیں فنا فی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محمود مقام کا مگر ہوتے ہیں وہ مقام مردہ پر مردار و مردود۔ دعویٰ کرتے ہیں فنا فی اللہ کے آزاد مقام کا مگر جاپڑتے ہیں وہ مقام فتنہ مایہ فساد میں۔ (بیاناتی نور)

مجھے ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو جس دم کر کے ذکر کرتے ہیں اور اپنے مردار خود مرشد کا تصور کر جیں اور فنا فی الشیطان ہونے کو فنا فی الشیخ کے مرتبہ سے تشبیہ دیتے ہیں جبکہ (فنا فی الشیخ کا اصل مرتبہ یہ ہے کہ) صورت فنا فی الشیخ پل بھر میں مجلس محمدی کی حضوری اور معرفتِ الالہ تک پہنچا دیتی ہے۔ (کبیر التوحید کاں)

مجھے ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو مقام فنا فی الشیخ پر ہوتے ہیں لیکن وہ مقام فنا فی الشیطان پر ہوتے ہیں یعنی شیخ کی ظاہری صورت پرستی سے مست ہو جاتے ہیں اور حسن و سرو و میں مشغول رہ تھیں میں دم کشی کرتے ہیں۔ وہ دم جو ذکر (اسم اللہ ذات) سے اثبات میں آ جاتا ہے وہ دم اور ذکر وحدت ذات کی حضوری اور مشاہدہ میں لے جاتے ہیں اور مکمل طور پر توحید میں غرق کر دیتے ہیں۔ یہاں سرو و مقلد اور اہل تھیڈ (نقش مرشد کے مرد) ہرگز توحید میں غرق نہیں ہو سکتے خواہ ذکر دم کریں یا ذکر قلب، ذکر روح کریں خواہ ذکر شوق، ذکر محنتی کریں خواہ ذکر کرنا، ذکر سلطانی کریں خواہ ذکر قربانی، ذکر حامل کریں خواہ ذکر عہد، ذکر منور کریں خواہ ذکر وجہ، ذکر غرق کریں خواہ ذکر شوق، ذکر جالی کریں خواہ ذکر جمالی، ذکر مشاہدہ کریں خواہ ذکر حضوری، ذکر قرب کریں خواہ ذکر فلیذ کریں، ذکر حجی کریں خواہ ذکر قیوم، کوئی بھی ذکر اکر کو اثبات عطا نہیں کرتا جب تک اسے قرب اور حضوری سے معرفتِ الالہ اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف نہ کر دے۔ ذکر اسم اللہ ذات ذا کر کے وجود کو پاک و خالص کر کے نقش و شیطان کی نایا کی اور حاوی دنیا سے نجات دلا دیتا ہے اور حضوری میں پہنچا کر ذات رہاتی کے مشاہدہ کی بے پناہ لذت عطا کرتا ہے۔ جو ذکر اکران صفات کا حامل نہیں وہ جھونا اور مقلد ہے اور مکمل طور پر ریا کار ہے۔ ذا کر کو سرو دیار یا سے کیا سرو کار؟ جو اللہ کے پاک نام کا ذکر سرو اور بلند آوازوں سے کرتے ہیں اور تالیاں بجا تے ہیں وہ مطلق کافر ہو جاتے ہیں۔ (کبیر التوحید کاں)

کل باطینٰ مخالف لظاہرٰ فہمہ باطلٰ

ترجمہ: جو باطن ظاہر کے مخالف ہو وہ باطل ہے۔

حقیقی مرتبہ فنا فی الشیخ کا تعلق اسم اللہ ذات است، نور حضور، تجلیات کے مشاہدے اور مجلس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ فنا فی الشیطان کے مراتب سرا امر و موسوس، وہم اور خطرہ ہیں۔ لیکن فنا فی الشیطان بہت ہوتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہაقص، نفس پرست اور مفتر و رشیخ کے مرید ہوتے ہیں اور فنا فی الشیخ مرید (بہت کم ہوتے ہیں، یا لوگ) روشن ضمیر، شخص، لائق معرفت الہی، صاحب حضوری صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شریعت میں، ووشار ہوتے ہیں۔ (کید جنت)

❖ فنا فی الشیخ کے مراتب کا تعلق اسم اللہ ذات است سے ہے جس سے نور اور تجلیات کا مشاہدہ اور مجلس سرور کائنات صلوات اللہ علیہ کی حضوری حاصل ہوتی ہے اور طالب مُؤْمِنُوا قبیل آئین مُؤْمِنُوا کے مراتب پر پہنچ جاتا ہے۔ فنا فی الشیطان کے مراتب وہم و وہمات اور خطرات سے تعلق رکھتے ہیں جو ناقص، نفس پرست، مفتر و اور مست مرشد کے طالبوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ ایسے طالب اور شیخ بے شمار ہیں۔ (حسن العارفین)
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شیخ کامل اکمل (مرشد کامل اکمل) کیسے تلاش کیا جائے؟ تو اس کا آسان حل یہ ہے کہ جو مرشد کامل سروری قادری صاحب مسٹی ہوتا ہے وہ نہ تو اپنے طالبوں کو اپنی صورت کا تصور کرنے کے لیے کہتا ہے اور نہ ہی تصور فنا فی الشیخ کرتا ہے بلکہ بیعت کے پہلے روز ہی ذکر کے لیے سلطان الاذکار ندو، تصور اسم اللہ ذات اور مشق مرقوم وجود یہ عطا کر دیتا ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ سروری قادری طالب کی ابتداد و سرے سلسلوں کی اپنی کے برابر ہوتی ہے۔ یاد رکھیں راہ فقر میں مشکل ترین مرحلہ فنا فی الشیخ ہی ہے، اگر شیخ کامل ہے تو وہ پہلے ہی فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فنا فی اللہ ہو گا اس لیے اس کا طالب جب فنا فی الشیخ ہو جاتا ہے تو اسے دوسرے مراتب طے کرنے میں درجیں گے۔ اگر مرشد سروری قادری صاحب مسٹی نہ ہو تو ان تین مراتب کو طے کرتے کرتے سالہ سال لگ جاتے ہیں اور اگر مرشد ناقص ہو تو ان مراتب تک رسائی ناممکن ہے۔

مذکورہ غوشه میں غوث علی شاہ قلندر پانی پتی لکھتے ہیں کہ ان کو ایک صاحب ملے اور بتایا کہ ان کے تمام اطاائف جاری اور روشن ہو چکے ہیں۔
غوث علی شاہ قلندر پانی پتی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا فخر (دید ارو وصال الہی) حاصل ہوا؟ انہوں نے جواب دیا "تینیں" تو غوث علی شاہ نے کہا "پھر اطاائف جاری اور روشن کرنے کا کیا فائدہ؟" لیکن سروری قادری سلسلہ میں پہلے دن ہی فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کے مراتب تک پہنچنے کے لیے "تصور اسم اللہ ذات" عطا کر دیا جاتا ہے۔ اب یہ بھی سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت گنی سلطان پا خور حمدۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ کر کے کسی ناقص مرشد سروری قادری ہونے کا دعویٰ کرنے لگے ہیں یا کوئی وراثت کی وجہ سے سروری قادری کہلاتا ہے تو حاصل سروری قادری کی شناسی کیا ہے؟ اصل اور کامل سروری قادری مرشد صاحب مسٹی ہوتا ہے۔ جب صاحب مسٹی سروری قادری کامل مرشد کے عطا کے ہوئے اسم اللہ ذات کا تصور کیا جاتا ہے تو تصور اسم اللہ ذات سے تصور شیخ حاصل ہوتا ہے۔ یہ غیر فطری بات ہے۔ بمحض تصور تو آپ اسم اللہ ذات کا کرہے ہیں اس لیے تصور بھی اسم اللہ ذات کا ہی آنا چاہیے۔ تو اصل میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ پہلے اسم اللہ ذات کا ہی تصور آتا ہے جو بعد میں صورت شیخ میں بدل جاتا ہے۔ اسم اللہ ذات میں یہ کوئی شیطانی استدراج نہیں ہوتا اس لیے اس سے حاصل ہونے والا تصور شیخ یہ ثابت کرتا ہے کہ مرشد کامل اکمل اور صاحب مسٹی ہے۔ جبکہ صاحب اسی سروری قادری مرشد کے عطا کیے ہوئے اسی ذات سے مرشد کا

نہیں بلکہ صرف ام کا تصور حاصل ہوتا ہے۔ صاحبِ مسیحی مرشد کامل اگر چاہے تو پہلی منزل پر ہی فنا فی اللہ کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے اور وہی سروری قادری جامع نور البدی مرشد ہے جو اس قدر تصرف اور قوت رکھتا ہے۔ جس سروری قادری مرشد کے عطا یہ ہوئے ام اللہ ذات سے تصور شیخ حصل نہ ہو اور سالہاں سال تک طالب ام اللہ ذات کے تصور پر ہی رکارہے وہ مرشد ناقص اور نامکمل ہے۔ ام اللہ ذات کا تصور حاصل ہونا بھی اس کا کمال نہیں بلکہ ام اللہ ذات کے نور اور طالب کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ جب ام اللہ ذات سے صورت شیخ کا تصور حاصل ہو جاتا ہے تو اس سے حاصل ہونے والے مشاہدات کے بارے میں سلطان العارفین حضرت گنی سلطان باحضور حجۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

◆

جان لوک تصور شیخ بے حد کثرت سے کرنے سے وجود میں غیب اغیب سے ایک صورت نور پیدا ہوتی ہے جو کبھی لا إلہ إلا اللہ محمد

رسوؤل اللہو پڑھتے ہوئے ذکر اللہ میں مشغول ہوتی ہے، کبھی وہ صورت روز و شب تلاوت قرآن اور آیات حفظ کرنے میں مشغول ہوتی ہے اور کبھی علم فضیلت یہاں کرتی ہے اور نص و حدیث، تفسیر، مسائل فقہ اور فرض، واجب، منت، منتخب کے علم کے ذریعے سنت محمدی کو بجا لانے اور رب کے حضور پیش ہونے کے فرض آواب سکھاتی ہے، کبھی وہ صورت ذکر اللہ میں غرق ہوتی ہے اور کبھی وہ صورت وجود کے اندر بلند آواز سے بیرون ہو، یہ رہو، ہو الحق لیست فی الدّارَتِنَ الْأَهُو پکارتی ہے جو طالب کو سنائی دیتی ہے اور کبھی وہ ماضی، حال اور مستقبل کے احوال ایک ساتھ ہتاتی ہے۔ اکثر وہ صورت رات دن نماز میں مشغول رہتی ہے اور طاعت و بندگی سے کبھی بھی فارغ نہیں رہتی اور ہر لمحہ شریعت کی گلہداری کرتی ہے۔ اگر طالب سے کوئی خطا یا غیر شرعی امر واقع ہو جائے یا پھر کفر، شرک، بدعت یا کنہ کا کوئی جملہ اس کے منہ سے ادا ہو جائے تو وہ صورت نفس کو ملامت کرتے ہوئے محابہ کے لیے مغلوب کرتی ہے اور نفس سے کہتی ہے کہ پڑھو لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ عین اللہ کے سوا کوئی معبد و نہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

حدیث:

◆ منْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقُدِّمَ عَرْفَ رَبِّهِ ۝ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ إِلَفَنَاءٌ فَقُدِّمَ عَرْفَ رَبِّهِ بِإِلْبَقاءٍ

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا پس تحقیق اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا پس تحقیق اس نے اپنے رب کو بتاتے پہچانا۔

نفس فنا فی ایش کے مرائب پر پہنچ کر ہی خدا کو پہچانتا ہے۔ یہ صورت جب وجود میں غائب ہو جاتی ہے تو وجود گناہوں سے تائب ہو جاتا ہے۔ یہ صورت صرف صفائے قلب سے حاصل ہوتی ہے جو تصور ام اللہ ذات سے ہی ممکن ہے۔ اس صورت کی ابتداء س وقت ہوئی جب اللہ پاک نے (ارواح سے) فرمایا:

◆ أَلَّا تَبْرَئُنِي مِنْ قَاتِلِنِي (سری ۱۷۲)

ترجمہ: کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ (ارواح نے جواباً) کہا ہاں کیوں نہیں۔

یہ صورت نفس زیال کا رو سرزنش کرتی ہے تاکہ وہ خطاؤں اور سرکشی سے بازاً کر رہا راست پر آجائے۔ نفس کو پہچانا اور شیخ کی طرف سے ہونے

وائے الہام و پیغام کے ذریعے اس پر اعتماد کرنا بچوں کے (یعنی ابتدائی) مراتب ہیں کہ اس پیغام سے معرفت اور فتوح حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے (ایسا طالب) اس مرتبہ کے حصول پر مضر و نفع ہو۔ اللہ کے قرب اور تو رحمضوں کے مراتب اس سے بہت آگے ہیں جو شوق و سرور سے حاصل ہوتے ہیں اور باطن کو معمور کر کے بارگاہیں میں منظور کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

﴿أَوَلَئِنَّهُ فَدَّا فِي الشَّيْخِ بَغْدَةً فَتَأَذَّفَ فِي اللَّهِ﴾

ترجمہ: پہلا مرتبہ فنا فی الشیخ ہونا ہے اس کے بعد فنا فی اللہ کا مرتبہ ہے۔ (کلید اتو چینہ کاں)

◆ مرشد کو کامل ہونا چاہیے۔ عورتوں جیسی عادات اور نمہدوں جیسی صورت رکھنے والے بے شرع اور اہل بدعت ناقص مرشد کسی کام نہیں آتے۔ نفس پرست اور اپنی خواہشات کے تابع شخص مرشدی کے لائق نہیں۔ فنا فی الشیخ طالب جسے صورت شیخ کا تصور حاصل ہو چکا ہو، اگرگناہ کی طرف مائل ہو جائے تو صورت مرشد کا مل طالب اور گناہ کے درمیان مانع ہو کر اسے اس گناہ سے روک لیتی ہے اور اپنی پوری قوت سے اس کی شہوت اور نفسانی خواہشات کا غلبہ توڑ دیتی ہے۔

جب صاحب صورت فنا فی الشیخ طالب ہوتا ہے تو وہ صورت توفیق حق سے اس کی رفتی ہوتی ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے تو حبہ اور معرفت بالا اللہ میں غرق کر دیتی ہے۔ اگر صاحب صورت فنا فی الشیخ طالب مراقبہ کرتا ہے تو وہ صورت اس طالب کا ہاتھ پکڑ کر اسے مجلس سروکائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ میں لے جاتی ہے اور اس مجلس سے طالب کو منصب اور مراتب دلوائی ہے۔ یہ مراتب باطن صفاتی shaykh طالب کے ہیں۔

♦ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى (سر ہجڑا۔ 47)

ترجمہ: اور اس پر سلام ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔ (کلید اتو چینہ کاں، شیعہ الفقرا، کلید جنت)

♦ وہ صورت بیش درج ذیل تسبیح میں مصروف رہتی ہے:

سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا إِكْرَارٌ وَلَا حَوْلٌ وَلَا قُوَّةٌ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ ۝ سُبْحَانَ ذِي الْهَلْكَةِ وَالْمَلَكُوبُ سُبْحَانَ ذِي الْعَزَّةِ وَالْعَظِيمَةِ وَالْقُدْنَةِ وَالْكَنْتَرَيَا وَالْجَبَرُوبُ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَسِيِّ الْدَّرِيِّ لَا يَتَأْمُرُ وَلَا يَنْهَى
سُبُّوْخْ قُدُّوسْ رَبَّنَا وَرَبِّ الْمَلِكَةِ وَالرُّؤْجَ

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور سب تعریش اللہ کے لیے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کے پاس کوئی اختیار اور قوت نہیں، وہ سب سے اعلیٰ اور عظیم ہے۔ پاک ہے وہ ذات، ملک و ملکوت اسی کے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات، سب عزت، عظمت، ہیبت، قدرت، کہر یا نی اور بیرون اسی کے لیے ہے۔ پاک ہے وہ با دشاد جو بیوش سے زندہ ہے، جو نہ ہوتا ہے اور نہ اس کے لیے موت ہے۔ سب تعریفوں کے لائق اور سب سے پاک و نی ہے۔ وہ ہمارا تمام فرشتوں اور ارواح کا رب ہے۔

وہ صورت حاتم سے بڑھ کر گئی ہے اور اس قدر کامل اور کامل ہے کہ مشرق تا مغرب ہر سلطنت، تمام جن و انس، درندوں اور پرندوں، آب و خاک،

ہوا اور آگ کو اپنے بندوق تصرف میں لے آتی ہے جو کہ ملک سیاسی سے بہتر ہے۔ وہ صورت فنا فی الشیخ ان تمام مراتب تک پہنچنے میں پہنچاتی ہے اور منصب و مراتب والاتی ہے۔ یہ فنا فی الشیخ باطن صفات طالب کے مراتب ہیں۔ ایات:

- ۱۔ نیک خصلت فلق نیکو دل صفا
کان گرم و جود حکمت ہر پ کاری از خدا
- ۲۔ یک نظر با حق رساند شلق را رای نہ
طالبان زد حق یا بند خود نہ رانیست جا
- ۳۔ باخو باهم جلیس مرسلان و انبیا و اوصیا
غرق فی الله گشت فنا فی واعظی با مصطفیٰ
- ۴۔ نفس کافر قتل سازم مجرم آئم از ہوا
ایں عبادت جاؤ دانی بس ترا ای باخوا

ترجمہ: (۱) مرشد کامل نیک صفت، مہربان اور باطن صفات کا نئی ہوتا ہے۔ وہ کرم اور سخاوت کا نئی ہوتا ہے، اس کے ہر کام میں اللہ کی طرف سے حکمت ہوتی ہے۔ (۲) وہ (مرشد کامل) حکلوں کی رہنمائی کرتا ہے اور ایک ہی نظر میں حق تک پہنچا دیتا ہے۔ طالبان مولیٰ اس کے توسط سے حق کو پاتے ہیں لیکن اس مقام پر خود نہماں کی کوئی سمجھی نہیں۔ (۳) باخو انبیا، اوصیا اور رسولین کا ہم نشین ہے کیونکہ وہ فنا فی اللہ ہو چکا ہے اس لیے یہ مشھور علیٰ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر ہتا ہے۔ (۴) میں نے اپنے کافر نفس کو قتل کر دیا ہے اور خواہشات نفس سے بھی نجات حاصل کر لی ہے۔ اے باخو! یہ واعظی عبادت ہی تیرے لیے کافی ہے۔ (کلید احمد کاظم)

❖ مقام فنا فی الشیخ وہ ہے کہ جب طالب مولیٰ شیخ کی صورت کا تصور کرتا ہے تو اسی وقت صورت شیخ حاضر ہو کر طالب کا ہاتھ پکڑ کر مقام معرفت الہی یا مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لے جاتی ہے۔ ایسے شیخ کو بخشی و تمجیہت [زندگی دینے والا (قبہ کو) اور موت دینے والا (اہل کو)] کہتے ہیں۔ جب وہ مقام فنا فی امام مجدد پر پہنچاتا ہے تو بے شک جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارکہ میں ارواح صحابہ کرام نہایت لطف و کرم سے تشریف فرماتی ہوئی ہیں، صاحب تصور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "میرا تجھ پکڑا!" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست مبارک پکڑتے ہی دل معرفت الہی سے روشن اور منور ہو جاتا ہے جس سے انسان ارشاد کے لائق ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب تصور کو اپنی زبان مبارک سے فرماتے ہیں کہ "فلق خدا کی امداد کرو۔ پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے صاحب تصور خلق خدا کو تلقین و تعلیم دیتا ہے اور طالبوں کو مرید ہاتا ہے۔ (کلید است)

طالب مولیٰ کو چاہیے کہ شیخ پکڑتے وقت تحقیق کر لے کہ وہ سروری قادری صاحب مسٹی ہوا اور امام اللہ ذات کا ذکر، تصور اور مشق مرقوم وجود یہ عطا فرمائے۔ امام اللہ ذات شہری حروف یا سو نے سے لکھا ہوا ہونا چاہیے۔ اگر کچھ عرصہ تک امام اللہ ذات کے تصور سے تصور شیخ حاصل نہ ہو تو اسے شیخ کامل نہ سمجھیں۔

ج

تجھلی انوار حق کی تاثیر ہے جو اللہ پاک کے مقبول بندوں کے قلوب پر وارد ہوتی ہے جس سے وہ دیدارِ الٰہی کے درجہ پر پہنچتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دیدار کی ایجاد کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی تجلی فرمائی لیکن وہ برداشت نہ کر سکے اور بے ہوش ہو گئے جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت 143 میں بیان کیا گیا ہے۔ دیدارِ الٰہی کی یہ راہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت پر صراحت کی رات کھول دی تجلیاتِ الٰہی کو برداشت کرنے کی قوت بھی عطا فرمادی گئی۔ حضرت تجھی سلطان با خورحمت اللہ علیہ اپنی تصنیف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا:

❖ "اے موی؟ میں نے کہا تھا کہ آپ میں بروادشت کی طاقت نہیں ہے؟" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے موی (علیہ السلام)!" آپ پر نور کی جگلی ہوئی مگر آپ بے خود ہو کر بے ہوش ہو گئے اور میرا راز بھی فاش کر دیا۔ عمر آخوندی زمانہ میں میرے محبوب محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے دلوں پر میں ایسی تجلیات کا نور ہر روز ہزار بار نازل کروں گا مگر وہ ذرہ بھر بھی حد سے تجاوز نہیں کریں گے بلکہ خواہش اور فرماؤ کرس گے کہ:

اشتباقي و هجبي إلى الحبيب

ترجمہ: محبوب اللہ کے لیے میری محبت اور اشتپاں اب بھی قائم ہے۔ (مبن افقر)

حضرت سلطان بالخور حسته اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو لوگ اپنے اللہ ہیں وہ ہر وقت تحملیاتِ الٰہی میں رہتے ہیں۔ (محب المقرب کاں)

❖ الغرض اہل شریعت کے پھرے پر جملیٰ چمکتی ہے، اہل طریقت کے دل میں، اہل حقیقت کے مشاہدوں میں جبکہ اہل معرفت (فقر) کے سے قد مسک جملیٰ چمکتی ہے (وہ رات پا جگی ہوتے ہیں)۔ (میں انقر)

چمکی کیا ہے؟ حضرت گنی سلطان بالخور حمت اللہ علیہ جملیٰ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ جملیٰ روشنی (نور) کا نام ہے اور اسم اللہ ذات کے تصور سے دل پر ہزار باتیں جملیٰ اور روشنی ہیں جن سے دل اور بھی روشن اور بزرگار ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار بے چاب ہونے لگتا ہے۔ معرفت الہی کی بے چاب روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی ہو جو کہ روشنی ہے۔ اس مقام پر سب کچھ عین بعین و دھائی دیتا ہے۔

آپ تجلیات کی اقسام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ ذاتی جملیٰ اور بے اور اسم کی جملیٰ اور بے۔ حروف کی جملیٰ اور بے اور ربانیٰ جملیٰ اور بے۔ یعنی جملیٰ چار اقسام کی ہے، انہیں محض ذات کی عطا اور فیض کہا جاتا ہے۔ جو جملیٰ اسم اللہ ذات سے ظاہر ہوتی ہے وہ مطلق او حید و حدایت الہی ہے کا سے قرب و معرفت الہی کا نور کہا جاتا ہے۔ جو تجلیٰ اسمیٰ الہی سے دھائی دیتی ہے اسے تجلیٰ ذات کہتے ہیں نہ تجلیٰ صفات، بلکہ وہ دونوں سے تعلق رکھتی ہے۔ جو تجلیٰ آیات قرآن و حدیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ نفس کے خلاف جہاوا اکبر سے تعلق رکھتی ہے اور جو تجلیٰ تیس حروف تجلیٰ سے ظاہر ہوتی ہے اس تجلیٰ کو تقلب اللہوف (یعنی قلب کو کھونکے والی) کہا جاتا ہے۔ ہر ایک تجلیٰ تصور اسم اللہ ذات کی مشق اور تکرویقین سے ہلکتی ہے اور عین ذات کا دیدار عطا کرتی ہے اور طالب ان تجلیات کو دیکھنے سے آنکھیں بند کر لے تو وہ ناکمل رہتا ہے۔ (کلیداں تو حبکاں)

ان اقسام کی مزید شرح کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں

❖ تجلیٰ چودہ قسم کی ہوتی ہے اور چودہ مقامات پر ہوتی ہے۔ یاد ہے کہ ہر تجلیٰ اپنے آثار اور وجود پر پڑنے والے اثرات سے پہچانی جاتی ہے۔ تمام (روحانی) مقامات میں سے سخت ترین مقام مقام تجلیٰ ہے کیونکہ ہزاروں ہزار عارف، واسل، محقق، موحد، ذاکر اور طالب ان تجلیات کے دریا کے بھنور میں ڈوب کرایے بھکل کر کبھی بھی دوبارہ خیر و عافیت سے ساحل پر نہ پہنچ سکے۔ ان میں سے بعض مرتد ہو گئے، بعض شہرت میں پہنس گئے، بعض مشرک ہو گئے اور بعض بدعت اور استدراج کا فکار ہو گئے، بالآخر یہ سب دوزخ میں درجہ بدرجہ جاگرے۔

پہلی تجلیٰ شریعت ہے جس کا تعلق چشم ظاہر سے ہے اور (اس کے اڑ سے) آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے اس (کی حقیقت) کا معاملہ کرتی ہے اور یہ تجلیٰ پیشانی پر ظاہر ہوتی ہے۔ دوسری تجلیٰ طریقت ہے جس سے نور تقلب روشن ہو جاتا ہے۔ تیسرا تجلیٰ حقیقت ہے جس سے نور روح ظاہر ہوتا ہے۔ چوتھی تجلیٰ معرفت ہے جس سے نور سر ظاہر ہوتا ہے۔ پانچویں تجلیٰ عشق ہے جو اسرار الہی کا نور ہو یہا کرنی ہے۔ پچھتی تجلیٰ مرشد شیخ ہے جو مرشد سے محبت اور خلوص کا نور پیدا کرتی ہے۔ ساتویں تجلیٰ فخر ہے جس کے نور سے (طالب کا جو) غیر ما سوی اللہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ آٹھویں تجلیٰ فرشتوں کی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح یا ان کرنے کا نور پیدا ہوتا ہے۔ نویں تجلیٰ جن ہے جس سے جنون اور دیوانان پیدا ہوتا ہے۔ دسویں تیسرا تجلیٰ ہے جس سے شہوت اور ہواہوں پیدا ہوتی ہیں۔ گیر ہویں تجلیٰ شیطان ہے جس سے گناہ و معصیت (کی طرف رشتہ) پیدا ہوتی ہیں۔

بادھویں جگہ نہیں ہے جس سے نور بر قریب تر ہوتا ہے۔ تیرھویں جگہ ماتحت ہے جس سے نور پر پوچیدا ہوتا ہے (جس کی بدولت ہر چیز نظر آنے لگتی ہے)۔ چودھویں جگہ اسم اللہ، اسم اللہ، اسم اللہ، اسم ہو، ننانوے اسماے باری تعالیٰ، اسم فخر اور اسم جگہ کے برزخ کی ہے۔ ان کے ہر حرف سے چراغ اور شمع کی مانند رونم نور لکھتا ہے جس سے (طالب کا قلب) چندار ہو جاتا ہے۔ لیکن ان تمام مقامات تجلیات پر محشرنا اور غور نہیں کرتے چاہیے بلکہ آگے بڑھ جانا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿السَّكُونُ حَرَّ أَمْ عَلَىٰ فَلُؤْبِ الْأَوْبَاءِ﴾

ترجمہ: اولی اللہ کے دلوں پر سکون حرام ہے۔ (مین اتفق)

یہاں سکون سے مراد کسی ایک منزل یا مقام پر رُک جانا اور آگے ترقی کرنے سے رُک جانا ہے۔

جگہ قلب و باطن پر وارد ہونے والی تاثیر کا نام ہے جو قلب کو گھیر لیتی ہے۔ ظاہری دنیا کی کچھ چیزوں بھی انسان کے قلب کو اپنے اٹر کی گرفت میں لے لیتی ہیں۔ ان کی تاثیر کو تجلیات ظاہر کہتے ہیں اور ان کی دو اقسام ہیں، شیطانی اور نفسانی۔ سونا چاندی (مال و دولت) شیطانی جگہ ہے اور عورت نفسانی جگہ ہے۔ حضرتؐ سلطان باضور رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ یاد رکھ کر دو تجلیات ظاہر یعنی شیطانی اور نفسانی تجلیات بھی ہیں۔ مال و دولت کی جگہ شیطانی ہے اور عورت کی جگہ نفسانی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿النَّسَا آشِنَّا طَيْنَ خَلْقَنْ لَعَنَّهُ دِيَالِشُوْمَنْبَا وَ مِنْ شَرِّ الشَّيَاطِنِ﴾

ترجمہ: عورتیں ہمارے لیے شیاطین کی مثل بیہا کی گئی ہیں۔ میں ان عورتوں اور شیاطین کے شر سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (مین اتفق)

اس لفظ سے بنیادی طور پر تجلیات کی دو اقسام ہوئیں:

۱۔ انوار الہی کی تاثیر جنمیں نوری تجلیات کہتے ہیں۔

۲۔ شیطانی و نفسانی اشیا کی تاثیر جنمیں ناری تجلیات کہا جاتا ہے۔

حضرتؐ سلطان باضور فرماتے ہیں:

❖ ایک جگہ نوری ہے جو نور الہی، نور یعنی اللہ، نور قلب، نور روح، نور بزم، نور فرشتگان اور نور خاکی الہ اسلام سے ہوتی ہے۔ جب یہ سارے نور ظاہری و باطنی طور پر وجود میں جمع ہو جاتے ہیں تو جمعیت، ترک و توکل، صبر و تحکر، شوق، قیامت دل، توفیق اطاعت، ذکر و فکر، محبت، قیاد و تقدیر، محضرت الہی کا استغراق، ظاہر شریعت کا علم اور باطن کی وہ راہ حاصل ہوتی ہے جس کی کوئی حد نہیں ہے۔

دوسری جگہ ناری ہے اور یہ نس کی آگ ہے جس سے وجود میں غصہ، غصب، عداوت اور کینہ پیدا ہوتے ہیں۔ یہ شیطانی آگ ہے جس سے حرص، طمع، دنیا کی طلب اور گناہ جنم لیتے ہیں، جنمیت کی آگ ہے جس سے رہنمائی خلق، دنیاوی درجات میں ترقی، الہ دنیا کو تابع کرنا اور عالم غیب یعنی جن و دیو سے یک وجود ہونے کی خواہشات پیدا ہوتی ہیں حتیٰ کہ شراب پینے، اللہ تعالیٰ کے منع کردہ کام کرنے، بدعت

اختیار کرنے نہماز کو ترک کر دینے، حج و زکوٰۃ کو چوڑا کر مردوں ہو جانے اور کافروں سے اخلاق رکھنے کی نوبت آ جاتی ہے۔ جب ہر قسم کی ناری تجلیات کی یہ آگ وجود میں داخل ہو جاتی ہے تو وجود میں فرعونیت کے مراتب ظاہر ہو جاتے ہیں، دل سیاہ ہو جاتا ہے اور سکل و بدی کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ یہ ناری مقامات استدراج ہیں۔ یہاں تجھے جو کچھ دکھائی دے اس کا اعتبار نہ کر کے یہ سب خلاف شرع مردوں ہے، اس پر لعنت ہو۔

(پارسہ ابنی نور)

نوری تجھی انسانی وجود میں ذکر و تصور اسم اللہ ذات اور انکر سے پیدا ہوتی ہے اور اسی سے بڑھتی ہے۔ نوری تجلیات کے غالب آتے ہی وجود سے ہر قسم کی ناری تجلیات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسم اللہ ذات کے تصور و ذکر قلبی سے جوانوار پیدا ہوتے ہیں ان سے ساتوں اعضا نور مطلق بن جاتے ہیں اور ہر عضو سے نور پیدا ہوتا ہے۔ اسم اللہ ذات کے تصور کے نور سے معرفت الہی کے نور کا مشابہہ ہوئے لگتا ہے اور اسی نور سے ذات حق کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت تجھی سلطان با خود رحمتہ اللہ علیہ عین الفقر میں فرماتے ہیں:

❖ خاص الخالص تجھی وہ ہے جو اسم اللہ ذات کے حروف سے ظاہر ہوتی ہے۔ (بین القراء)

اسم اللہ ذات کے ذکر و تصور سے وارد ہونے والی خاص الخالص تجلیات اللہ کے صادق عاشقوں کو خود میں تجھی بنا دیتی ہیں۔ حضرت تجھی سلطان با خود فرماتے ہیں:

- ۱۔ تو میں تجھی او تجھی مجھے با سر تجھی تو شوی میں او
- ۲۔ نور ز نورش بھس شد ظہور ہر چہ بینی او ازو گشتہ نور
- ۳۔ آن نور تجھی کہ بموئی کوہ طور میں عایت است مرا حق ظہور
- ۴۔ با خود ہدم تقدم و ہم در کنار گر تو چشمی داشتی با حق کار

ترجمہ: (۱) تو خود میں تجھی ہے اس لیے کسی دوسرا جگہ تجھی کی تلاش نہ کر۔ جب تو نے تجھی کا راز پالیا تو تو خود میں تجھی ہن گیا۔ (۲) تمام نور ای (اللہ) کے نور سے ہیں اور اسی سے ظاہر ہوئے۔ جو کچھ نظر آتا ہے وہ اللہ کا نور ہی ہے۔ (۳) جس نور تجھی کو حضرت موسیٰ لبریل نے کوہ طور پر دیکھا تھا عایت حق تعالیٰ سے وہ تجھی میری اپنی اپنی ذات میں ظاہر ہے۔ (۴) با خود وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور قریب ہوتا ہے۔ اگر تیرے پاس دیکھنے والی آنکھ ہوتی تو تو بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتا۔ (میں انفر)

❖ قیامت کے دن جب عاشقوں کو مقام تجھی میں لا کر کھڑا کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا "اپنی آنکھیں کھولو۔" پس ان میں سے ہر ایک عاشق کو ہزار و سو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا اور اللہ فرمائے گا "میرا دیدار کرہ" اور ہر فقیر پر اپنی تجھی فرمائے گا۔ ہر یار جب اس فقیر پر تجھی ہوگی تو وہ ستر ہزار سال کے لیے بے ہوش ہو جائے گا۔ جب تجھی وہ ہوش میں آئے گا کہ گا ہل و من مُزِینٰ (کیا اور ہے؟)۔ اللہ تعالیٰ اس پر پھر تجھی فرمائے گا اور ہر دفعہ تجھی پر نے پر وہ ستر ہزار سال تک بے ہوش پر ار بے گا اور پھر بالآخر اپنے اصل مقام پر لوٹے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی تجھی فقیر فنا فی اللہ عاشقوں کا وجود ہے جو سے پاؤں تک تجھی سے پڑیں۔ چنانچہ اُنکل ہے کہ ایک روز حضرت رابعہ بصری

اویا اللہ کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے گھر تشریف فرمائیں، رات کا وقت ہوا تو گھر میں ہر طرف اندر ہر اچھیں گیا۔ آپ کے پاس ایک پیسہ بھی نہ تھا جس سے تبلیغ ہر یہا جائے کہ چان غریب ہو جائے۔ سب اویا ایک دوسرے کا چھونڈ کچھ سکنے کے باعث پریشان تھے۔ حضرت رابع بن بصری نے اپنی انجیلوں پر (اسم اللہ پر ذکر) دم کیا تو ان کی دو انجیلوں سے سورج کی مثل روشنی عمودوار ہوئی۔ تمام اویا اللہ حیران رہ گئے۔ پس معلوم ہوا کہ فقیر فنا فی اللہ کا وجود ہے۔ تن جملی ہوتا ہے کیونکہ فقیر میں ذات کے ساتھ ہم ذات ہوتا ہے اس لیے اس پر اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلیات (بروفت) روشن رہتی ہیں۔ (مین الفقر)

❖ فقیروں اور رویشوں کی جماعت کا خیر عشق کی مٹی اور انوارِ جملی سے گوندھا گیا ہے۔ (مین الفقر)

❖ در جملی ذات سلام بر بر سر ال ایں جملی ذات راہبر با خدا راہما
ترجمہ: میں جملی ذات میں جل کر مکمل طور پر اسرارِ الہی میں ڈھنل چکا ہوں۔ یہی جملی ذات راہبر ہن کرائد کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔ (کیدا تو یہ کاں)

❖ باخو از سرتاپا جملی گشت نوری من ازان نورم که نور از من ظہوری
ترجمہ: باخو سر سے پاؤں تک نوری جملی ہن چکا ہے۔ میں اسی کے نور سے ہوں کہ جس کا نور مجھ سے ظاہر ہے۔ (مین الفقر)

❖ دیدہ بیدار کے لاکن دیدار پاشد نکار جلوہ ذاتی ز ما گرو بکشاید
ترجمہ: تو دیدہ ارالہی کے لاکن آنکھیں لے آہم تجوہ پر جلوہ ذات کا انکار و کھول دیں گے۔
دیدار و دوست کے دوران پاک جھپکنا بھی غلط ہے۔ فقیروں کا وجود نور سے پڑ ہوتا ہے نہ کہ عام لوگوں کے وجود کی طرح جو پار عنان صر (آگ، ہوا، ڈین، مٹی) سے ہنا ہوابے۔ (مین الفقر)

آپ فرماتے ہیں:

❖ باخو! گر کنم شرح جملی را تمام رقم گردد دفترش از خاص و عام
ترجمہ: اے باخو! اگر میں جملی کی مکمل شرح بیان کروں تو اس کی خاص و عام قسموں کی تفصیل سے کمی کرتا ہیں بھرجا کیں۔ (مین الفقر)

تجلیات کی تمام اقسام میں سب سے طاقتور اور اثر انگیز جملی عشق حقیقی کی جملی ہے۔ آپ جملی خاص کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ خاص جملی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے دردست بیدار ہو۔ (مین الفقر)

یہی وہ درد ہے جو عاشق کو ترپا ترپا کر دیدار کی منزل بک لے جاتا ہے کیونکہ دیدار کے علاوہ سب منازل اور مقامات دھوکہ ہیں۔ دیدار الہی کے علاوہ سب کچھ مردار ہے۔ عاشق بھی ش طالب دیدار ہوتا ہے۔ یہی وہ منزل حیات ہے جس کی ترپ ہر طالب حن اور عاشق صادق کے دل میں موجود رہتی ہے اور اسے ہر لمحہ بے قرار، بے چین اور بے سکون رکھتی ہے۔

جمعیت

جمعیت کے لغوی معنی چیزوں کا ایک جگہ جمع ہوتا ہے۔ اصطلاحاً اشیا افرا و کا ابطور قوت ایک جگہ جمع ہونا جمیعت کہلاتا ہے جیسے کہ فوج کی جمیعت۔ جس قدر جمیعت زیادہ ہوگی اسی قدر قوت، اختیار اور تصرف زیادہ ہوگا۔ اطمینان اور سکون کو بھی جمیعت کہتے ہیں۔ حضرتؐ سلطان باخور حمت اللہ علیہ کی تعلیمات کے مطابق صاحب جمیعت اس طالب کو کہتے ہیں جسے مقام ازل، ابد، دنیا، عینی کے تمام مراتب، مقامات اور خزانوں پر تصرف حاصل ہو جائے اور یہ تمام مقامات و مراتب اس کے وجود میں جمع ہو جائیں۔ جس طرح ایک انسان اپنی زندگی میں جن تجربات سے گزرتا ہے اور جو جو علم حاصل کرتا ہے وہ سب اس کی شخصیت کا حصہ بن جاتے ہیں اسی طرح طالب مولیٰ قرب و دیدار انہی کے سفر میں جن جن مقامات سے گزرتا ہے اور کامل وصال حق تعالیٰ تک جو علم و معرفت حاصل کرتا ہے وہ سب اس کے وجود میں جمع ہو جاتے ہیں اور اسے ان پر تصرف بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ حضرتؐ سلطان باخور حمت میں جمیعت ”فَلَمَّا أَتَى اللَّهَ بِقَاتِلَةَ“ کے مقام کو مانتے ہیں یعنی طالب قرب و معرفت ذات کے تمام مراتب طے کر کے مقام رو بیت پر پہنچ جائے اور ”مَا لَكُمْ“ ہو جائے۔ اسی مقام کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ”بے شک اولیاً كَرَامَ كُونَتُو كُوئي غمَ ہوتا ہے اور نہ ہی خوف۔“ یہاں پر وہ سکون اور اطمینان کی نعمت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔

مقام جمیعت کے بارے میں حضرتؐ سلطان باخور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ جمیعت کے کہتے ہیں؟ جمیعت سے مراد ہے کہ ہر مطلوبہ چیز اور مرتبہ خواہ اس کا تعلق مرتبہ ذات سے ہو، سب درجات بغیر محنت و رنج کے پالیں اور تمام خزانوں اپنی پر تصرف حاصل کر لیں۔ (تو راہبی کیا)

❖ جو ہر جمیعت کی دونش نیاں ہیں کہ ظاہر میں (طالب) شریعت میں ہوشیار ہو اور بالطفی طور پر مراقبہ میں مشاہدہ کرو بیت سے مشرف ہو کر

جی انوار کے دیدار میں غرق ہو۔ (مس احادیث)

✿ جان لوک جمعیت کے پانچ حروف ہیں، ہر حرف ایک مقام کی نشاندہی کرتا ہے اور اس حرف کا تصور اس مقام کی تمام نعمتوں کا تصرف عطا کرتا ہے۔ صاحب جمعیت طالبِ مولیٰ جب ان پانچوں مقامات کو اپنے قبضہ اور تصرف میں لے آتا ہے تو اس کے دل میں نہ کوئی حاجت باقی رہتی ہے نہ کوئی افسوس۔ جو اسے جانتا ہے وہ اس سے بندھ جاتا ہے۔ مقام جمعیت تمام علوم کا جامع ہے کیونکہ اس میں حقِ الیوم ذات کی حقیقت کے تمام علوم پائے جاتے ہیں۔ وہ پانچ خزانے اور پانچ مقامات جن میں تمام نعمتوں کا تصرف پایا جاتا ہے، یہ ہیں: اذل مقام ازل اور اس کی نعمتوں اور خزانوں پر تصرف، دوم مقام ابد اور اس کی نعمتوں اور خزانوں پر تصرف، سوم مقام دنیا اور اس کی نعمتوں اور خزانوں پر تصرف، چوتھی زمین پر موجود دنیا کی نعمتوں اور اس کے تمام تصرفات کو اپنے ہاتھ میں لے آتا۔ چارم مقام عقبی اور اس کی نعمتوں اور خزانوں پر تصرف، پنجم مرتبہ جس کی نعمتوں خزانے اور اس کے تصرفات سب سے اعلیٰ ہیں، وہ بے حق تعالیٰ کا قریب وحدانیت حاصل کر کے فنا فی اللہ بنا شد ہو جانا۔ یہ تکملہ و کامل جمعیت ہے۔ (مس احادیث)

✿ جمعیت کے کہتے ہیں؟ جان لوک جمعیت کی شرح کے لیے بیشاد فاتحہ کار ہیں۔ تاہم جمعیت کی اساس اور مغز کو اس طرح سمجھا جائے کہ دودھ کے اندر تھوڑی لسی ڈال دی جائے تو دودھ جمعیت پکڑ لیتا ہے۔ دودھ کی اس جمعیت کو دی کہتے ہیں۔ جب دی کو بولو یا جاتا ہے تو اس میں سے بھسن نکلتا ہے اور جب بھسن کو آگ پر پکایا جاتا ہے تو دیسی گھنی نکلتا ہے۔ پس عارفین کے وجود میں بھی اس لازم ڈالت کا مجموعہ ہوتا ہے۔ میں غالباً نہیں کہتا کہ جمعیت قدرتِ الہی کی اطاعت اور اتفاقات کا الطیف لباس ہے جو معرفتِ الہی اور توہین سے تیار ہوتا ہے۔ جمعیت کا یہ لباس وہی پہن سکتا ہے جو ہمیشہ اللہ کی بارگاہ میں منکور اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری سے مشرف رہتا ہو۔ یہ طیف لباس جمعیت جو معرفت اور نور حضور سے بنتا ہے و جو دو کو مخمور کر دیتا ہے۔ جمعیت کا یہ لباس اس کو پہننا یا جاتا ہے جو مردار دنیا کی گندگی سے پاک ہو کر داغی بندگی اختیار کر لیتا ہے۔ بندگی ذکر کے ذریعے دل کو زندگی عطا کرتی ہے۔ مردوں کو خواطرات کا شکار ہوتے ہیں ان کے لیے ذکر بندگی نہیں بلکہ شرمندگی ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا مقام خواہش نہیں ہے اور عقبی مقام ہوں ہے اس لیے صاحب جمعیت کا ان دونوں مقامات سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ بس ما سوئی اللہ ہوں۔ (لکھدیۃ الحدیۃ کا ان)

✿ جمعیت کے مزید معنی یہ ہیں کہ انحرافِ ہزار عالم اور اس کی تمام مخلوقات قتل کی مثل ہیں اور جمعیت کلیدِ گل ہے۔ جیسے ہی جمعیت کی کلید گل جز کے قتل میں لگتی ہے تو تمام مراتبِ کوکھوں دیتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جمعیت اسمِ اللہ ذات کی گئنہ تک پہنچ جاتا ہے اسے مقامات ذات و صفات کے مشاہدہ اور کشف و کرامات کی ضرورت نہیں رہتی۔ جمعیت ایک نادر نور ہے جو دونوں جہان پر قادر ہوتا ہے۔ فنا فی اللہ نقیر صاحب جمعیت ہوتا ہے اور اس کے مراتب یہ ہیں کہ وہ اپنے نہیں پر امیر اور دشمن ضمیر ہوتا ہے، دونوں جہان نقیر کی قید اور غلامی میں ہوتے ہیں اور اس کی زبان پر بیشہ بات تحریم علم نقیر ہوتا ہے۔ جمعیت ایک نور ہے جس کی اصل توفیقِ الہی کی بدوات مغز معرفت اور توہید کی قصدِ ایقون پر مبنی ہے۔ وہ نور جمعیت جو غیر الغیب ہے، قلب میں آفتاب کی مثل طلوع ہو کر درشی کا فیض بخشا ہے اور اس قدر واضح ہوتا

ہے کہ دونوں جہاں کا نکارہ ناخن کی پشت پر نظر آتا ہے۔ (مجید التوجید بخاری)

سلطان العارفین حضرت حقیقی سلطان پا خور حمت اللہ علی صاحب جمیعت کے بارے میں فرماتے ہیں:

◆ صاحب جمیعت چاہے تو تمام عالم کو ایک دم میں فنا فی التوحید اور مشاہدہ مع اللہ میں غرق کر دے۔ جمال الہی کی حضوری کے نور میں سراسر جمیعت ہے اور حضور و جمال کی جدائی سراسر بے حصی، پریشانی، خطرات اور خام خیالی ہے۔ اس جمیعت سے علّمُ الانسان مانند یغلمُ (انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ پہلے نہ جانتا تھا) والا علم حاصل ہوتا ہے اور وَعِلْمٌ أَدْفَعَ الْأَنْهَىَ كُلَّهَا۔ (اور اس کو تمام اس کا علم عطا کیا) والعلم کی تاثیر سے انسان روشن ضمیر، صاحب نظیر اور افسوس پر حکمران ہو جاتا ہے، اسی وَعِلْمٌ لَدُلْيٌ کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

◆ وَعِلْمٌ لَهُ مِنْ لَدُلْيٌ عِلْمًا (سورۃ البقرہ، آیت 65)

ترجمہ: اور ہم نے اسے علم لَدُلْیٌ عطا کیا۔

پس معلوم ہوا کہ توریت، زبور، انجیل اور فرقان کے علوم تمام کے تمام اسم اللہ ذات کے تصور سے منکشف ہوتے اور عمل میں آتے ہیں۔ ایسے شخص کو تکمیلہ الرحمن اور عالم علم الاعیانی کہتے ہیں۔ (تفہیم البدایت)

باب 37

علم

دنیا میں تمام علوم، فلسفہ اور سائنس کی بنیاد مکمل و خرد پر ہے اور یہ سب عقل کے ذریعے ہی حاصل کیے جاتے ہیں۔ یہ تمام علوم کثرت کے دائرہ میں آتے ہیں اور انسانی عقل بھی صرف کثرت میں رہ کر ہی کام کر سکتی ہے۔ اسکے بر عکس، مالک کل کثرت سے مبڑا ہے، وہ وحدت، اصدقی صورت ہے لہذا اس سے متعلق علم یا روحانیت کی بھی وہی صورت ہے۔ کثرت کی دنیا میں مقید انسانی علم اور عقل اس تک نہیں پہنچ سکتی۔

عام لوگ عارفین کی تعلیمات کو عقل طور پر ایک حد تک ہی سمجھ سکتے ہیں کیونکہ مشاہدات حق پر منی یہ علم حق مکمل طور پر عقل کی گرفت میں نہیں آ سکتا۔ عام طور پر جب اللہ اور دین سے متعلق کسی حقیقت کو سمجھنے کے لیے عقل کا استعمال کیا جاتا ہے تو دائرہ عقل محدود ہونے کی وجہ سے اس سمجھنے میں نجک انظری کو زیادہ فعل حاصل ہوتا ہے۔ اس نجک انظری کا نتیجہ یہ لکھتا ہے کہ مذہبی راہنماؤں کے ہاتھوں علم دین پہنچ کا دھنہ دین جاتا ہے اور اللہ کی مخلوق میں تنفس پیدا کر کے بھلے اور فرد کا یاعث بنتا ہے۔ ولائل اور بحث و مباحث سے اپنے مسلک، فرقہ، گروہ اور جماعت کو دوسرا کے مسلک، فرقہ، گروہ اور جماعت سے برتر ثابت کیا جاتا ہے اور بعض لوگ حقیقی دین سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

عقلی بنیاد پر حاصل کیا گیا علم انفرادی سطح پر بھی کبھی کبھی حق کے حصول میں رکاوٹ بن جاتا ہے کیونکہ یہ انسان کے اندر جیپھی ہوئی انسانیت کو ابھارتا ہے جو تمام بشریوں کی جز ہے اور پھر یہ علم بندے اور اللہ کے درمیان بہت بڑے تجھاب کی صورت میں کھڑا ہو جاتا ہے۔

علم کی بے شمار اقسام ہیں لیکن بہترین علم وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے فانی ہے اور فانی کا علم بھی فانی ہے، بقا صرف اللہ کو ہے اور باقی کا علم حیات جاہدی ہے۔ اس لیے جو علم باقی کی پہچان اور معرفت نہ کرائے وہ جہالت ہے اور جو علم باقی تک لے جائے وہی علم حقیقی ہے۔

غارفین نے اپنی کتب میں بیویٹ علم کی اہمیت کو بیان کیا ہے اور علم حاصل کرنے پر زور دیا ہے۔ جہاں کہیں بھی علم کی رسم نظر آتی ہے وہاں علم بے مغز رہا ہے۔ علم ایک نور ہے اور علم ہی عقل کے اوپر پڑا ہوا ایک پرده بھی ہے۔ وہ علم جو حقیقت تک پہنچا دے وہ نور ہے اور جو حقیقت سے دور کر دے وہ علم عقل پر ایک پردوہ بن جاتا ہے جس کے بارے میں حدیث مبارکہ ہے:

العلمُ جَابُ اللَّهُ الْأَكْبَرُ

ترجمہ: علم ہی اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا جواب ہے۔

علم حضولی ۰۰۰۰۰۰۰۰

علم حضولی سے مراد وہ علم ہے جو عقل کے دائرہ کار میں رہ کر حاصل کیا جاتا ہے لیکن وہ تمام علوم جو ہم دیکھنے، سننے، سمجھنے اور سوچنے لیکن حواسِ شہر کے ذریعے اپنے اردوگرد سے حاصل کرتے ہیں یا وہ علم جو کسی مدرس، کالج، یونیورسٹی سے یا کتب پر کہ کر یا تحقیق کر کے حاصل کرتے ہیں۔

علم حضوری یا علمِ لدّنی ۰۰۰۰۰۰۰

علم حضوری یا علمِ لدّنی سے مراد وہ علم ہے جو عشقِ حقیقت سے حاصل ہوتا ہے۔ علمِ حق ہے جو مرشد اپنی زندگی اور توجہ سے طالب کے قلب پر دار دکرتا ہے۔ علم حضوری یا علمِ لدّنی ذکر، تکفیر، تذیر، مراقبہ، الہام، کشف اور حرم کسی بھی ذریعے سے عطا کیا جا سکتا ہے۔ اس علم میں کتب اور پڑھنے پڑھانے کا خلص نہیں ہے۔ اس قلب میں اللہ تعالیٰ کا نور چکلتا ہے اور وہ جو اسرار چاہتا ہے کھول دیتا ہے۔ اس علم کے حصول کا سب سے بڑا سیلہ اور ذریعہ مرشد کامل سرورِ قادری اور ذکر و تصویرِ اسم اللہ ذات ہے۔

علم حضولی وہ علم ہے جو انسان کو بذریعہ امور خارجی حاصل ہو جیسے کہ اپنے غیر کا علم جو بھی علم حضوری وہ علم ہے جو بذریعہ خارجی حاصل ہو جیسے کہ انسان کی اپنی ذات و صفات کا علم۔

غارفین کے نزدیک علم سے مراد علمِ حقیقت یا علمِ لدّنی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

عَلَمَ الْإِنْسَانَ مَا لَهُ يَعْلَمُ (سورة العنكبوت۔ ۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ پہلے نہ جانتا تھا۔

حضرت علیہ اصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

أَذْيَنِي مَا أَخْتَبَيَ زَيْنٌ

ترجمہ: مجھے جو کچھ بھی سکھایا میرے رب نے سکھایا۔

سورہ کہف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں

三

وَعَلِمْتُهُ مِنْ لَدُكَ أَعْلَمُ (سورة الکاف- 65)

ترجمہ اور ہم نے اسے علم لدی (علم اسرار یا علم حقیقت) عطا کیا۔

امام احمد رضا خاں بریلوی کے ترجمہ قرآن پاک میں اس آیت مبارکہ کے حوالی میں مولا ناصح الدین تحریر فرماتے ہیں:

⊗ مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خنزیر علیہ السلام نے اپنے لیے خاص فرمایا وہ علم باطن و علم مکاشفہ ہے اور یہ اہل کمال کے لیے ہاخت فضل ہے ان کی فضیلت اس چیز سے ہے جو ان کے سیدہ میں ہے یعنی علم باطن و علم اسرار، کیونکہ (اس علم کے حصول کے بعد) جو انعام حاد رہوں گے وہ "حکمت" سے ہوں گے اگرچہ ظاہر خلاف معلوم ہوں۔

بیان القرآن میں حوالہ اشرف علی تھا تو نے فرمایا "اس خاص علم سے مراد علم اسرار کو ہے۔"

حضرتؒ سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ ایک حضرت مولیٰ اکلیم اللہ علیہ السلام کی طرح علم خاہر کا نامانجہد ہوتا ہے جو کلیم اللہ تو ہوتا ہے گر اس کی نظر گناہ پر رہتی ہے۔ دوسرا حضرت خضر علیہ السلام کی طرح علم باطن کا نامانجہد ہوتا ہے جس کی نکاؤ باطن صحیح راہ پر ہوتی ہے۔ جو آدمی حضرت مولیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام چیسا علم نہیں رکھتا وہ معرفت الہی تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ (محی الفتن کار)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کے دو تجیلے حاصل کیے (یعنی دو قسم کا علم حاصل کیا)۔ ایک کو میں نے لوگوں میں پھیلایا اور اگر میں دوسرا سے علم کو پھیلایا تو میرا یہ زیرخہ کاٹ دیا جائے۔“ (بخاری شریف، تاب احمد)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم جلد چہارم میں اور شیخ محبی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات مکرہ جلد سوم میں حضرت علی بن حسین (مام زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک فرمان ورثج کیا ہے:

٩٦ يا رب جوهر علم لو ابوح به لقيل لي انت من يعيين العثنا

ولا ستعلن رجال مسلمون دهی یيون اقبح ما یأتونه حسنا

ترجمہ: علم کے بہت سے جواہر اور راز ایسے ہیں جن کو اگر میں ظاہر کر دوں تو اے میرے ربِ الوجہ کبھیں گے تم بت پرست ہو اور مسلمان میرے خون کو حالِ صحیح ہے اور میرے خون بہانے کے قیچی امر کو نیک خیال کر دیں گے۔

سیدنا حوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "سر الاسرار" میں علوم کی اقسام اس طرح بیان فرماتے ہیں:

❖ نبی اور ولی میں فرق یہ ہے کہ نبی کو عوام اور خواص دونوں (کی تربیت) کے لیے بھیجا جاتا ہے جو کہ مستقل بالذات ہوتا ہے جبکہ ولی مرشد کو صرف خواص (کی تربیت) کے لیے بھیجا جاتا ہے اور وہ مستقل بالذات نہیں ہوتا اور اسے ہر حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیگی کرنا ہوتی ہے۔ اگر وہ مستقل بالذات ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ حضور علی اصلوٰۃ والسلام نے (کامل اولیا کرام کے لیے) یہ تشبیہ فرمائی:

⊗ عَلَمَهُ أَنْفُعِي كَائِنِيَاَدِيَنِي إِسْرَائِيل

ترجمہ: میری امت کے علماء رہائی) ہی اسرائیل کے انہیا جیسے ہیں۔

یہ فرمان اس لیے کہ بنی اسرائیل کے انہیا ایک ہی نبی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی اپیال کرتے آئے اور کسی نبی شریعت (کو اتنے) کی بجائے آسی شریعت کی تجدید اور تکمیل کرتے رہے۔ اسی طرح اس امت کے وہ علماء جو اولیا میں سے ہیں، خواص (کی تربیت) کے لیے بھیجے جاتے ہیں تاکہ وہ (شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) اوامر و نوادی کی تجدید کریں اور امت کو (ان پر) عمل میں استحکام کیتا کریں۔ اصل شریعت جو کلب میں مقامِ معرفت ہے، کا تقدیر کریں اور ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم (یعنی باطنِ حکوم) سے باخبر کریں جیسا کہ اصحاب صدقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خبر دینے سے پہلے ہی معراج کے اسرار پر گلستانگو کر رہے تھے۔

پس وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس ولایت کا حامل ہوتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور باطن کا جزو ہے اور اس ولی کامل کے پاس امانت ہوتی ہے۔ اس سے مراد وہ عالم ہرگز نہیں جس نے صرف ظاہری علم حاصل کیا ہو کیونکہ اگر ایسے علام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے وارث بھی ہوں تو بھی ان کا رشتہ ذہبی الارحام کا سامابے۔ پس وارث کامل وہ ہوتا ہے جو حقیقی اولاد ہو اور جو باپ سے تمام عصی رشتہداروں کی نسبت زیادہ قریب ہو اور وہ ظاہر و باطن میں اپنے باپ کا سر ہو۔ اسی لیے حضور علیہ اصولۃ والسلام نے فرمایا:

⊗ إِنَّ مِنَ الْعِلْمِ كَهْنَةَ الْمَكْنُونِ لَا يَعْلَمُهُ إِلَّا أَنْعَلَمَهُ بِاللَّهِ تَعَالَى

ترجمہ: بے شک حلوم میں سے ایک حصہ پوشیدہ رکھا گیا ہے علماء ربائی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

پس جب علماء ربائی علم باطن کے متعلق گلستانگو کرتے ہیں تو اہل عزت اس کا انکار نہیں کرتے۔ سبھی (علم) وہ راز ہے جسے معراج کی رات حضور علیہ اصولۃ والسلام کے قلب مبارک کے تیک ہزار بیلوں میں سے سب سے گھرے بیلوں میں دیوبنت کیا گیا اور جسے اصحاب صدقہ اور مترین کے علاوہ عوام میں سے کسی پر بھی فاش نہیں کیا گیا۔ اسی راز کی برکت سے قیامت تک شریعت قائم رہے گی اور علم باطن ہی اس بزرگی طرف ہدایت دیتا ہے۔ پس ہاتھی تمام علوم اور معارف اس سرگردی حفاظت کے لیے چھالکا (کی مانند) ہیں اور جو علماء ظاہر ہیں ان میں سے بھی کچھ انہیا کے وارث ہیں جن میں سے بعض صاحب فرقہ اور بعض ذوی الارحام کی طرح ہیں۔ ان کے پرہر علم (یعنی باطنِ حکوم) کا چھالکا ہے جس کے ذریعے وہ موعظۃ حست سے دوسروں کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ دو مشاہنگی اہل مت جن کا سلسلہ تسلسل کے ساتھ بابِ علم حضرت علی کرم اللہ وجہ سے علم کے معنی (حضور علیہ اصولۃ والسلام) تک پہنچتا ہے، لوگوں کو حکمت سے اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں جیسا کہ اللہ

لے حدیث شریف العلماء اور تہذیبۃ الانہیاء کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۔ دو رشتہدار جن کا وارث میں حصہ قرآن و حدیث اور ایجاد میں مقرر رکھی گئی ہے۔ ۲۔ وہ حقیقی و ربانی اصحاب فرقہ ایشان کا حصہ تر آن و حدیث میں مقرر رکھا گیا ہے۔ ۳۔ دو رشتہدار جن کی صحبیت اور فدائیت کے نامے پر جن سے بخوبی باتے پر وادعہ میں صحت ہے۔ ۴۔ فرزند حقیقی بھرم راز، ول کا محروم، وہ طالب جو مرشدگی ذات میں نہیں ہو کر اس سے بکھانی اختیار کرتا ہے اور مرشد کے علم اسرار کا حقیقی وارث ہوتا ہے۔ ۵۔ یعنی وارث کامل ظاہر و باطن میں اپنے باپ (مرشد) کا حقیقی مظہر ہوتا ہے۔ ۶۔ وہ ورثہ جن کا میراث میں بھی حصہ قرآن و حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ ۷۔ اپنی صحت

تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

♦ **أَدْعُ إِلَيِّ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمُوعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالْقِوَافِيْ أَخْسَنِ (سورة النحل۔ 125)**

ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنے سے دعوت دو اور ان سے احسن طریقے سے بحث کرو۔

علامے ظاہر اور علامے باطن کا قول بنیادی طور پر تواکیٰ ہی ہے لیکن فروعات کے لاملاط سے غلط ہے۔ یہ تینوں معانی جو مندرجہ بالآخر میں جمع ہیں وہ (تینوں) حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کی ذات میں بھی جمع ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی ایک میں بھی اتنی حافظت نہیں کہ ان تینوں کا (یہ دفت) متحمل ہو سکے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے تین قسموں میں تقسیم فرمایا:

پہلی قسم (یعنی حکمت سے مراد) علم حال ہے جو ان (تینوں علم) کا مغز ہے اور یہ محدود (حالابان مولیٰ) کو عطا ہوتا ہے جس سے محدود (حالابان مولیٰ) کو بہت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

⊕ هَمَّةُ الرِّجَالِ تَفْلِعُ الْجَنَّابِ

ترجمہ: محدود (حالابان مولیٰ) کی بہت پہاڑوں کو (جزے) الکھاڑوں کی ہے۔

یہاں پہاڑ سے مراد بخت دلی ہے جو ان کی دعا اور عاجزی سے ختم ہو جاتی ہے جیسا کہ فرمان حق تعالیٰ ہے:

♦ **وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقُلْ أُوْيْ خَيْرًا كَيْرَوْا (سورة البقرہ۔ 269)**

ترجمہ: اور جسے حکمت عطا کی گئی پس بلاشبہ اسے خیر کشیر عطا ہوئی۔

دوسری قسم (علم ظاہر) مغز کا چھلکا ہے جو ان علامے ظاہر کو عطا ہوتا ہے جو عمدہ وعظ و نصیحت سے معرفت کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں جیسا کہ حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

⊕ الْعَالِمُ يَعْلَمُ بِالْعِلْمِ وَالْأَكْدِ وَالْمَجَاهِلُ يَعْلَمُ بِالظَّرِيبِ وَالْغَضِيبِ

ترجمہ: عالم علم اور ادب سے نصیحت کرتا ہے جبکہ جاہل مار پیٹ اور غصے سے نصیحت کرتا ہے۔

تیسرا قسم (مغز کے) چھلکے کا بھی چھلکا ہے اور اس سے مراد ظاہری عدل اور سیاست (کام) ہے جو حکمرانوں کو دیا جاتا ہے جس کی طرف اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے:

♦ **وَجَادِلْهُمْ بِالْقِوَافِيْ أَخْسَنِ (سورة النحل۔ 125)**

ترجمہ: اور ان سے احسن طریقے سے بحث کرو۔

یہ علم ان حکمرانوں کو دیا جاتا ہے جو نظام دین کی حافظت کے لیے قبرہ کا مظہر ہیں (ذکر کرہ و حکمرانوں کو)۔ ان (اکاوم شریعت کے نفاذ اور عدل و سیاست کے علوم) کی مثال اخروت کے سبز چھلکے کی ہے، علامے ظاہر (کے علم) کی مثال پکے چھلکے کی ہے اور علامے باطن (کے علم) کی مثال (اخروت کے) مغز

ل حکمت، موعظات سے دعوت، یعنی اور احسن طریقے سے بحث کرنے کے علم

کی ہے۔ انجی (علاء بہن) کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

﴿عَلَيْكُمْ يَمْجَدَّسَةُ الْعَلَيَّةِ وَإِنْتَبَاعُ كَلَامِ الْحَكْمَاءِ﴾

ترجمہ: تم پر علامی مجلس میں بیحتنا اور حکما کا کلام سننا لازم ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نور حکمت سے قلب (باہن) کو زندہ کرتا ہے جیسا کہ باش کے پانی سے مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

﴿كَلِمَةُ الْحُكْمَةِ ضَالَّةُ الْعَكِينِ أَخْذَهَا خَنِيفٌ وَجَدَّهَا﴾

ترجمہ: حکمت کی بات حکیم کی گشیدہ میراث ہے، وادا سے جہاں پاتا ہے، ہاں سے لے لیتا ہے۔

حومام کی زبان سے ادا ہوتے والا کلمہ لوح محفوظ سے نازل ہوتا ہے جو عالم جبروت میں ہے اور اس (کفر) کا تعلق درجات (کے حصول) سے ہے۔ واصلین حق کی زبان سے ادا ہوتے والا کلمہ عالم قرب (عالم الخوات) میں بغیر کسی واسطے کے زبان قدی سے لوح اکبر (یعنی مومن کے قلب) پر نازل ہوتا ہے پھر گلائی شیعی پرچم جمع ای اصلیہ ترجمہ: ”ہر چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔“ اسی لیے اہل تلقین (مرشدکار) کی طلب قلب کی حیات کے لیے فرض ہے۔ فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

﴿غَلَبَ الْعِلْمُ فِي رَبَّةٍ عَلَى كُلِّ مُشْلِمٍ وَمُشْلَمَةٍ﴾

ترجمہ: علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

اس سے مراد معرفت اور قرب کا علم ہے اور سوائے فرائض کے باقی ظاہری علم کی حاجت نہیں جیسا کہ فدق کا علم جس کی شروعت عبادت میں ہوتی ہے۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا اسی میں ہے کہ اس کے بندے (اس کے) قرب کی طرف بڑھیں اور درجات کی طرف متوجہ ہوں جیسا کہ فرمان حن تعالیٰ ہے:

◆ **فَلَمَّا آتَيْنَاكُمْ عَلَيْهَا أَجْرًا إِلَّا تَمَوَذَّكُ في الْقُرْبَانِ (سرہ الشوٰعی - 23)**

ترجمہ: آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرمادیں قرب کی محبت کے علاوہ میں آپ سے کچھا جریبیں مانگتا۔

ایک قول کے مطابق اس سے مراد علم قرب ہے۔ (سرہ اسرار، فصل نمبر 5)

❖ شیخ اکبر حجی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ بھی علم کی تین اقسام بیان فرماتے ہیں: ۱۔ علم عقل ۲۔ علم احوال ۳۔ علم اسرار۔

۱۔ علم عقل کی دو ہستمیں ہیں: (۱) ضروری اور بدیہی (۲) اکتسابی اور نظری۔ علم عقل کسی چیز یادیں میں خور و غور کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور اس کے حصول کی شرط یہ ہے کہ اس چیز یادیں کے اسباب اور اس کے امثال و مترادفات پر نظر ہو۔ اس علم کی پہچان یہ ہے کہ جس قدر اس کا

۲۔ ظاہر، واضح وہ علم جس میں خور و غور، دلیل یا ثبوت کی حاجت نہ ہو۔ خود بخود حاصل ہونے والا علم یہی کہ اپنے ارادہ کا حلم۔ حج عبادت سے مسائل کردہ حج بدیہی کا مقابل۔ وہ علم جس میں موجودات کے تصور سے بحث کی جاتی ہے۔

بیان پہیتا جائے گا، معانی کھلتے جائیں گے اور بحثدار سننے والے کے لیے زیادہ قابل قبول ہو جائے گا۔

2۔ علم احوال و علم ہے جو ذوق اور تجربے کے بغیر ہاتھ نہیں آتا۔ کوئی شخص مخفی عقل کے زور پر اس علم کی حدود و متعین نہیں کر سکتا اور نہیں اس کی معرفت پر کوئی دلیل قائم کی جاسکتی ہے۔ شہد کی محسوس، کریمی کی کڑاہت، جماعت کی اللہ ت اور وجہ حال کا علم اسی نوع سے ہے کہ تجربے اور ذوق کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

3۔ علم اسرار عقل سے ماوراء ایک علم ہے جسے روح القدس قلب پر القا کرتا ہے اور یہ علم انبیا اور اولیاء مخصوص ہے۔ اس کی دو فتحیں ہیں، قسم اول وہ علم ہے جو علم نظری کی مانند ہے جسے عقل سہار سکتی ہے، اس کا اور اس کر سکتی ہے مگر فکر و نظر کے ذریعے سے نہیں بلکہ خدا کے وہب و عطا سے۔ قسم دوم کے دو حصے ہیں ایک علم احوال سے مل جاتا ہے لیکن اس سے اشرف اور فضل ہے اور دوسرا حصہ علم اخبار کی نوع سے ہے جس میں قاعدے کے مطابق صدق اور کذب دونوں کا امکان پایا جاتا ہے جب تک کہ خبر دینے والے کی صداقت اور حصمت ثابت نہ ہو جائے جسے انہیاً نبیم السلام کی خبریں ہیں جن میں کذب کا ادنیٰ ساشایہ بھی نہیں۔ (توحیات کیم، مترجمہ نعمت جمشید، جلد اول)

سیدنا غوث العظیم حضرت شیخ عبدالقدوس جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "سرالاسرار" میں فرماتے ہیں:

＊ ہم پر نازل ہونے والا علم دو قسم کا ہے۔ ایک علم ظاہر اور دوسرا علم باطن یعنی علم شریعت اور علم معرفت۔ شریعت کا حکم ہمارے ظاہر پر ہے اور معرفت کا حکم ہمارے باطن پر۔ ان دونوں علوم کے بحق ہو جانے کا تجویز علم حقیقت ہے جیسا کہ درخت اور پتوں کے ملنے سے پہل حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ مَرْجَ الْبَخْرَنِيَّيْنِ يَلْتَقِيُّنِيْنِ ۝ بَيْتَهُمَا بَرَّأَنِيْنِ لَا يَتَعْلَمُنِيْنِ (۱۹-۲۰) (مسنون ۱۹-۲۰)

ترجمہ: وہ مندر اس (اللہ) نے اس طرح بھائے کہ باہم ایک نظر آتے ہیں لیکن ان کے درمیان ایک حد ہے جس سے وہ ملنے پاتے۔ صرف علم ظاہر سے حقیقت کو حاصل نہیں کیا جاسکتا اور نہی مقصود (اللہ تعالیٰ) کا وصال حاصل ہو سکتا ہے پس کامل عبادت وہ ہے جس میں دونوں علوم (علم ظاہر و علم حقیقت) جمع ہیں۔ (سرالاسرار)

جماعات میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

＊ وہ بزرگ جن کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریعت کی حفاظت کی استعداد ملی وہ دین کی ظاہری حیثیت کے محافظ بننے۔ یہ فتحا، محمد شیخ، تمازیوں اور قاریوں کی جماعت ہے۔ دین کے مخالفوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جسے خدا نے دین کی حقیقت کی حفاظت کی استعداد عطا فرمائی۔ ہر زمان میں اس گروہ کے بزرگ عوام انس کے مرجع رہے ہیں۔ ان کی پیچوں یہ ہوتی ہے کہ لوگوں میں ان کی رفتہ شان کا عام پرچار چاہوتا ہے۔ (نهادت)

حضرت بازیز یہ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۔ بخشش، فاہت ۲۔ اردو ہر ہند بخوان تصوف کی حقیقت اور اس کا فرقہ ہارن۔

تم لوگوں نے اپنا علم مردے نے مردے سے حاصل کیا ہے جبکہ ہم نے اپنا علم اس ذات سے حاصل کیا ہے جو حقیقت ہے۔

(تہذیبات شیعیان، جلد اول)

سلطان الفرقہ ششم حضرتؑ سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم باطن کے بغیر ظاہری علم پر توجہ اور زور سے جھکڑے پیدا ہوتے ہیں اور ان جھکڑوں کے باطن سے فرقہ بھٹم لیتے ہیں اور پھر یہ فرقہ حقوق میں نفرت پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں۔ ہر طرف فتنے اور ونگا فساد پھیل جاتا ہے۔ ہر فرقہ اپنے آپ کو حق پر اور برتر ثابت کرنے میں لگا رہتا ہے اور یوں لوگوں کو دین سے دور کر دیا جاتا ہے۔ علم باطن محبت، اخوت اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔

علم ایک نور ہے اور علم عقل کے اوپر پڑا ہوا ایک پروردہ بھی ہے۔ وہ علم جو حقیقت (اللہ) تک پہنچا دے وہ نور ہے اور جو حقیقت (اللہ) سے دور کرے اور امت میں فتنہ و فساد کا موجب بننے والے علم عقل پر پڑا ہوا جا ہے۔

علم حاصل کرتے وقت اگر نیت یہ ہو کہ دولت کا کر حرص وہوں کے تقاضوں کو پورا کیا جائے، اپنے فرقہ کو حق ثابت کیا جائے، امت کو گروہوں میں تقسیم کیا جائے اور اسے لڑایا جائے تو یہ مذموم علم ہے۔ اگر علم اللہ تعالیٰ کی پیچان، قرب اور عوام کی فلاح کے لئے حاصل کیا جائے تو یہ فضیلت بخش ہے۔

سلطان العارفین حضرتؑ سلطان یاحمور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علماب پوچھتے ہیں کہ فقیر کو واردات غبی کا علم کہاں سے حاصل ہوتا ہے؟ فقیر کہتا ہے کہ یہ استادِ حق قیونہ اللہ ہے۔ (عن انقر)

سلطان العارفین حضرتؑ سلطان یاحمور نے اپنی تصنیفات میں بھی علم کی اہمیت کا بار بار ذکر کیا ہے۔ آپ علم کی تفصیل میں نیت کی اہمیت کا ذکر بھی فرماتے ہیں۔ اگر علم اس لیے حاصل کیا جا رہا ہے کہ اس کی مدد سے دولت کا کریما کوئی سرکاری عبده حاصل کر کے حرص وہوں کے تقاضوں کو پورا کیا جائے تو یہ مذموم ہے اور اگر علم اللہ تعالیٰ کے قرب کیلئے حاصل کیا جائے تو یہ فضیلت بخش ہے۔ اس سے آدمی عارف اور عالم علم رو بوریت ہو جاتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصانیف میں فرماتے ہیں:

العلم علیہ علم المعاشرة و علم المکاشفة

ترجمہ: علم و فتنہ کے ہیں علم معاملہ اور علم مکاشفہ۔

پوچکہ علم مکاشفہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت فریب ہوتی ہے اس لیے یہی علم معاملات بھی ہے لیکن علم معاملات علم مکاشفات میں ہی پایا جاتا ہے کیونکہ اسم اللہ ذات کی مشق اور تصور سے کتب الاتکاب بے تجاذب ظاہر ہو جاتی ہے اور ہر ظاہری اور باطنی علم کے ساتھ کلمات الحق کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ (شیعیان)

پس علم بھی و فتنہ کا ہے۔ علم عارفیت اور علم عارفیت۔ علم عارفیت اللہ تعالیٰ کا علم ہے جو بندہ کو اللہ تعالیٰ کے دیوار کا طالب ہنا تا ہے جبکہ علم عارفیت مردار و نیا کا طالب ہنا تا ہے۔ حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا فرمان ہے:

﴿الَّذِي أَنْهَا مَنَامٌ وَعَيْنُكُمْ فِيهَا اخْتِلَافٌ﴾

ترجمہ: دنیا خواب ہے اور اس کی عیش و عشرت احتمام ہے۔

ایسا علم جو اللہ کے لیے اور نیک اعمال سمجھنے کی خاطر حاصل کیا جائے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے (قرب کے) مرتبہ تک پہنچاتا ہے اور جو علم دنیا کمائے کے لیے حاصل کیا جائے ابوجہل کا ہم نہیں بناتا ہے۔ (مین الفرق)

آپ نے علم کو دو حصوں یعنی علم ظاہر اور علم باطن میں تقسیم کر کے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ علم ظاہر سے علم فقہ، منطق یا وہ تمام علوم و فنون مراد ہیں جو بتی نوع انسان کے لیے کسی لحاظ سے بھی منفید ہیں اور علم باطن سے علم سلوک و تصوف یا علم معرفت و فقیر مراد ہے۔ فقیر کے لیے دونوں ضروری ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

❖ علم ظاہر ابتداء ہے اور علم باطن انتہا ہے۔ ان دونوں علوم کے بغیر مرتبہ عین تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ علم موئیں جان ہے۔ علم کے بغیر زہد کرنے والا شیطان ہے۔ (کلید الٹوحیہ کا اس)

فقیر علم ظاہری سے بے نیاز نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ انہیا کی تعلیم ہے۔ وہ فقیر جو علم ظاہری سے دوستی نہیں رکھتا وہ باطنی محسوس انہیا سے خارج ہو جاتا ہے اور کسی مرتبے کو نہیں پہنچتا۔ البتہ حضرت حقی سلطان باعور حمت اللہ علیہ علم باطن کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ علم باطن کی لیاقت حاصل ہو تو علم ظاہر کا حصہ بھی اس میں سے نکل آتا ہے کیونکہ ”.....غارف بالله اگرچہ ظاہری اور باطنی علم میں رکائیں رہتا۔“ (تفہیر)

اگر آدمی علم ظاہر تک اسی محدود رہے تو علم باطن سے محروم رہ جاتا ہے اور جو شخص نہ علم ظاہر سے بہرہ دو رہے اور نہ ہی علم تصوف سے آشنا ہے اسے فقر کے درجے سے نہیں بلکہ عام آدمیت کے درجے سے بھی گرا ہوا سمجھتا چاہیے۔

حضرت حقی سلطان باعور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ علم اواز مدد رہے اور ہر حال میں حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ جاہل فقیر گمراہ ہوتا ہے۔ علم موئیں جان ہے اور جاہل فقیر شیطان سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ علم ظاہر قابل ویان ہے اور علم باطن معرفت و صین وصال ہے۔ جہاں علم عیان ہو وہاں قابل ویان کی کیا ضرورت؟ جو نہ تصوف کے علم عیان سے واقف ہو اور نہ یہ علم فرائض، واجب، سنت، مستحب و مسائل فتنہ کا علم یا ان رکھتا ہو اسے فقیر نہیں کہا جا سکتا بلکہ وہ نفس و شیطان کی قید میں جکڑا ہوا حیوان ہے۔ (توراب الدین کا اس)

علم باطن سے قرب الہی کے درجات اور مشابدات و واردات کا علم مراد ہے اور یہ علم ظاہر کے بعد مرشد کامل اکمل کی رنگاہ و صحبت اور اخلاص فی العمل سے حاصل ہوتا ہے۔ حضرت حقی سلطان باشونے اخلاص فی العمل کے ذاویہ نظر سے بھی علم کے فضائل پر روشنی ڈالی ہے۔ علم کی فضیلت اکمل سے ہے اور جب علم اخلاص کے ساتھ پرشان استقلال و استقامت انسان کے عمل سے ظاہر ہو تو یہی فقر ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

❖ جو شخص عمر بھر علم اور عمل میں مصروف رہے وہی فقیر کامل ہے۔ (عجیب بیدار)

❖ جب علم (حقیق) کی بدولت عالم پر تواری راز اور انوار الہی نازل ہوتے ہیں اور جب موئیں کی زبان اور دل میں موافقت پیدا ہو جائے

سے اس کا دل اور زبان ایک ہو جاتے ہیں، اس وقت عشق کے انوار اس کے دل کو اپنے مکن بنالیتے ہیں۔ (میں انقدر)

❖ مرشد طالب کو دو علم کی بیانات اعطا کرتا ہے۔ ایک علم کی بیاناتم وزر، دوم علم کی بیانات صاحب نظر۔ یہ دو علم طالب انسان کے نصیب میں ہیں نہ کہ حیوان گاؤ خراس کے لائق ہیں۔ کیہیا سیم وزر اکیرہ ہے اور کیہیا نظر نظریہ کوئی نہ پرمیر فنا فی اللہ تھیہ ہے۔ اے طالب تو (ان دونوں میں سے) کون سالم کیا اختیار کرنا چاہتا ہے؟ تجھے کس علم کی بیانات پر اختیار ہے؟ کیونکہ اس طرح علم کی بیانات و حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے، ایک علم کی بیاناتم وزر مزدار اور دوسرا علم کی بیانات مشرف معرفت پروردگار۔ (دیدارِ بخش خود)

❖ علم موت (نَمُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا) کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ علم موت کے مطالعہ سے علم معرفت کے مطالعہ سے علم محبت، علم مشاہدہ، علم ضرر حضوری اور دیدارِ الہی حاصل ہوتا ہے۔ اس کو عین الحکم کہتے ہیں اور احیا العلوم دم بھی بھی ہے۔ اس علم کو عامِ بالله پڑھتا ہے جو نہ خل تھیل علم ہے، جو دوامِ مشرف دیدارِ الہی بدعت کا دشن اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوشیار ہوتا ہے۔ عاشقی، مدعوثی، محبوی و مرغوبی کی یہ راہ سلوک تصویر دیدار سے طے ہوتی ہے۔ لیکن یہ بات تینی ہے کہ جو طالب تصرفِ سیم وزر کی بیانات سے یہ رہنے ہو جائے وہ ہرگز عاشقی، مدعوثی کے سرتیک نہیں پہنچتا۔ (دیدارِ بخش خود)

❖ علم الحلم کی شرح جاننا حق و باطل جاننے کے لیے واقع ہوا ہے پس دیکھنا چاہیے کہ حق کیا ہے اور باطل کے کہتے ہیں؟ معرفت، فقر، جمیعت، قرب، مشاہدہ، نور ذات، تجلیاتِ حضوری، الہام کلام اللہ اور فنا فی اللہ کا حاصل کرنا حق ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَرَأَهُ الْبَاطِلُ (سرہ نبی، سورتِ ایک، 81)

ترجمہ: فرمادیجھی حق آیا اور باطل مٹ گیا۔

جو عالم بے معرفت ہے وہ نادان ہے اور جو لوگ مطالعہ میں ساری عمر بس کر دیتے ہیں وہ بھی نادان پچے ہیں۔ مرتب وفت ملک الموت کو دیکھ کر تمام علم بھول جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک حرف بھی یاد نہیں رہتا۔ تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ شیطان عالم ہے کوئی جاہل نہیں اور وہ تیری موت کے وقت تیرِ الہام سلب کرنے کے لیے تیرے ساتھ مقابله کرتا ہے۔ اس وقت عاقبتِ تیر کے لیے علم عین ہی مدد کرتا ہے جو اسِ اللہ تعالیٰ ذات کے تصور سے وجود نہیں پیدا ہوتا ہے۔ ذکر کا نور آگ سے زیادہ سخت ہے جو سر نہیں ہوتا اور شیطان کو جلاتا ہے پس وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُوَ الْمُحْمَدُ رَسُولُ اللَّهِ کی برکت سے بھاگ جاتا ہے۔ فضلِ الہی اور مرشدِ کامل کی لگاؤ سے ہوتا ہے۔ (تفہیم)

❖ عالم اسے کہتے ہیں جو عالم القلب، عالم الروح، عالم الاسرار، عالم النور الہدایت ہو۔ عارف باللہ ہر ہم کا عالم ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر علم سے مزید چودہ علم نکلتے ہیں پھر ان چودہ میں سے ہر ایک سے اکیس ہزار علوم مکشف ہوتے ہیں۔ جو شخص ان علوم میں سے ایک علم بھی حاصل کر لیتا ہے اسے عالم حکیم اور عارف کہتے ہیں۔ اسے عام و خاص سب جاہل معلوم ہونے لگتے ہیں کیونکہ ایسا عالم خاص الفاضل حکیم، صاحبِ قلب سلیمان اور بحقِ تسلیم ہوتا ہے۔ (اسرارِ قادری)

علم زبان کے حصول سے طالب عالم زبان بنتا ہے اسی طرح علم قاب کے حصول سے عالم قاب، علم روح کے حصول سے عالم روح، علم سر کے حصول سے عالم سر اور علم نفس کے حصول سے طالب عالم نفس بنتا ہے۔ یہ سب علم اور ان کے عالم معرفت تو حید مطلق کے علم سے دور بلکہ اہل تجاذب اور اہل تحدید ہیں۔ فقیر علم معرفت تو حید اور علم الہام کا سبق اللہ سے حاصل کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعَلِمَنَهُ مِنْ لِذَنْتِهِ عِلْمًا (سر، ۶۵)

ترجمہ: اور ہم نے اسے علم لد لی عطا کیا۔

عَلَمُ الْإِنْسَانِ مَا لَهُ يَغْلِظُ (سر، ۵)

ترجمہ: انسان کو وہ علم سمجھا جائے جو وہ پہلے نہ جانتا تھا۔

اور وہ ایسی جگہ سے علم حاصل کرتا ہے جس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ فقیر اللہ سے جو سبق پڑھتا ہے اسے یاد رکھتا ہے اور اس علم کی تکرار کر کے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضور علیہ اصلوۃ والسلام کے ساتھ دہرا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ علم جیت، علم معرفت، علم مشاہدہ، علم قرب، علم حضور، علم جمیلت، علم فنا، علم اعتماد، علم انبیاء، علم اقوار اور علم دیدار سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ یہ صراحتاً مستحیم ہے جو قبیل سلمیم والے کو نصیب ہوتا ہے جس سے طالب حق تسلیم کرنے والا ہو جاتا ہے۔ علم جو ہر ایمان ہے اور علم سے ہی طالب نفس، شیطان اور دنیا پر غالب آ سکتا ہے۔ یہ مراتب عالم کو نصیب ہوتے ہیں۔ جاہل دین کی راہ پر نہیں چل سکتا۔ ایسا عالم غیب جانئے والا اور ہر شے کو عیاں دیکھنے والا ہوتا ہے۔ (امیر الکوین)

جاننا چاہیے کہ جو بھی فقری راہ پر قدم رکھتے تو سب سے پہلے علم ظاہر و باطن سے خود کو آزمائے کیونکہ جاہل جب راہ فقر پر قدم رکھتا ہے تو وہ پاگل اور پریشان ہو کر رہتا ہے اور اس کا قلب ضبط ہو جانے کے باعث وہ دیوانہ ہو جاتا ہے۔ حضور علیہ اصلوۃ والسلام نے فرمایا:

وَمَنْ تَرَهُتْ بِغَنِيَّةِ عِلْمٍ فَهُوَ جُنُونٌ فِي أَخْرِ عُزُّهُ أَوْ مَاتَ كَافِرًا

ترجمہ: اور جو بغیر علم کے زہاد اختیار کرتا ہے وہ آخری عمر میں شیطان یا کافر ہو کر مرتا ہے۔ (امیر الکوین)

علم و قسم کے ہیں، علم ظاہر و علم باطن۔ عالم ظاہری علم حاصل کرنے کے بعد عالم انسان بنتے ہیں جبکہ علم باطن علم قلب ہے۔ جو کوئی مکمل معرفت تو حید ایسی حاصل کر کے علم باطن حاصل کرتا ہے اسے علم ظاہر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مطلب یہ کہ علم ظاہر و دل اور راہ راست (سر ایسا مستحیم) کے متعلق جانے اور نگہداشتی کے لیے ہے جبکہ راہ طریقت پر فرق علم باطن ہی ہے جو تو فقیر ایسی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے۔ جس میں طرح علم ظاہر (کی ایک حیثیت) ہے اسی طرح علم باطن (کی اپنی نظر و حیثیت) ہے۔ علم ظاہر نہ کسی مثل اور علم باطن کھانے کی مثل بے جس میں نہ کم ہو جاتا ہے۔ علم ظاہر جو اس کی مثل اور علم باطن آفتاب کی مثل ہے۔ علم ظاہر دو دل کی مثل اور علم باطن مکصن اور سمجھی کی مثل ہے۔ علم ظاہر جسم کی مثل اور علم باطن روح کی مثل ہے۔ علم ظاہر کھجوت کی مثل اور علم باطن غلے کی مثل ہے۔ علم ظاہر محنت کا متعلقہ ضمی ہے جس کے مطابع کے لیے تیس سال کا وقت درکار ہے جس کے بعد انسان تمام علم ظاہر حاصل کر کے عالم فاضل بن جاتا ہے۔ اگر مرشد کا مل ہو تو اسم اللہ ذات کی حضوری سے

علم باطن عطا کر کے ایک لمحہ میں وصال عطا کر دیتا ہے۔ علم باطن لا زوال ہے کیونکہ عالم باطن جب عالم ظاہر پر غالب آتا ہے تو اس کے بعد سے ایک ہی انظر میں علم ظاہر کو ایسے صاف کر دیتا ہے کہ عالم ظاہر کو حروفِ حقیقی بھی یاد نہیں رہتے۔ (ابیر اکونین)

بے معرفت عالم شیطان ہے اور جس کے وجود میں طلبِ الہی نہیں وہ حیوان ہے۔ (محکم الفتنہ کاوس)

◆ علم باطن پھو ملک علم ظاہر پھو شیر

کے بود بے شیر ملک کے بود بے بیج جنر ترجمہ: علم باطن مکھن کی مثل اور علم ظاہر دودھ کی مثل ہے۔ دودھ کے بغیر مکھن اور بیج کے بغیر بزرگی کیاں حاصل ہوتی ہے۔ (کیدا التوحید کاوس)

◆ علم بھی دو قسم ہے، ایک ظاہری علم ہے اور دوسرا باطنی علم ہے۔ ظاہری علم کا تعلق نفس سے ہے اور نفس کے پاس عقل جز ہے اور باطنی علم عارفان بالشکار علم ہے جس کا عقل روح سے ہے اور روح کے پاس عقل کل ہے۔ پس عالم روحانی تمام ملائے نفسانی پر غالب ہے۔ عالم نفسانی کو یہ قدرت کیاں کہ عالم روحانی کے سامنے دم مارے؟ کیونکہ نفسانی روحانی کی قید میں ہوتا ہے۔ پس عالم نفسانی اور عالم روحانی کے کہتے ہیں؟ عالم نفسانی وہ ہے جو اہل نفس، مرد و دل نہ سوتی اگوں کی صحبت میں رہتا ہے اور غفل ذکر اللہ سے غافل ہو کر معرفت الہی سے محروم اور باطنی صفائی سے بے خبر رہتا ہے۔ عالم روحانی وہ ہے جسے ہر نبی اللہ اور ہر ولی اللہ کی مجلس کی حضوری حاصل ہو، وہ عارف باللہ ہو اور باطن میں ہر مجلس کی صحیح خبر رکھتے ہو اور اس کا دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر و سُجَّع لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ میں مشغول رہتا ہو۔ لیکن عارف باللہ فتحی وہ ہے جو ظاہری و باطنی دونوں علوم کا عالم ہو کہ یہ دونوں علوم ساکن کے لیے بال و پر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (محکم الفتنہ کاوس)

◆ جان لے کر علم تین قسم کا ہے: علم دنیا، علم عقیل، علم مولی۔ علم دنیا سے مراتب دنیا نصیب ہوتے ہیں، آدمی باوشاہ بن جاتا ہے اور اس سے لوگوں کو عدل و انصاف ملتا ہے، علم عقیل سارے کام اعمال کے پاس ہے اور انہی سے پوچھا جائے گا کہ انہوں نے اس پر عمل بھی کیا یا نہیں۔ تیرا علم مولی ہے جو صحیح مراد بخش ہے۔ علم دنیا زینت دنیا ہے اور علم عقیل زینت عقیل ہے اور یہ سور و قصور و بہشت تک پہنچانے والا ہے۔ جب ان دونوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی طرف آنکھ آنکھ کر بھی نہیں دیکھا چاہیچے فرمائی تھی:

◆ تَمَّاً إِعْلَمُ الْمُعْزَى وَمَا ظَلَّفَ (سورہ ۱۷، آیت ۱۷)

ترجمہ: نہ پھری آپ کی لگاہ اور نہ حد سے بڑھی۔

یہ دونوں علوم اللہ اور بندے کے درمیان سب سے بڑا جواب ہیں۔ بندے اور اللہ کے درمیان بیاز کے پردے سے بھی باریک تر پر دہ ہے ہے چاک کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن اس کے لیے نگاہ مرشد عارف باللہ صاحب راز کی ضرورت ہے۔ فقیر اس لیے بے نیاز ہوتا ہے کہ اس کی نگاہ مراتب سے آگے (ذات حق پر) ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے ”فَتَرَكَ كُوئيَ اللَّهُ كُسْيَ حِيزَ كَيْ حاجَتَ نَهِيْسَ“، دونوں جہان میں مشکل ترین کام ”إِذَا أَتَمَ الْفَقْرُ فَهُوَ اللَّهُ“ (جب فقر متحمل ہوتا ہے وہی اللہ ہے) کے مراتب پر پہنچنا ہے۔ ان مراتب پر پہنچنا کوئی آسان کام نہیں کہ فتنہ میں اللہ تعالیٰ کے اسرار عظیم پائے جاتے ہیں۔ اللہ بس ماسوی اللہ ہوں۔ (محکم الفتنہ کاوس)

جان لے کر آدمی کے وجود سے حرص و حسد اور طمع و غرض جیسے عوچگانہ خصال ہرگز نہیں نکلتے۔ اس لیے عالم جو بچپن میں پڑھتے ہیں اور بعد میں بچوں کو پڑھاتے ہیں ان پر بھی بچوں کی صحبت کی تائید وارد ہو جاتی ہے اور بچوں کی عادت ہے کہ وہ اپنی ہر مطلوبہ چیز لے جھگٹ کر اور روپیت کر حاصل کرتے ہیں۔ پس عالم جو بچوں کے مراتب سے ہرگز نہیں کل کتے جب تک کہ وہ عارف باللہ بزرگوں کی صحبت اختیار کر کے مرتبہ بزرگی حاصل نہیں کر لیتے اور عارف باللہ کو بزرگی اللہ تعالیٰ کے بزرگ نام اللہ ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ علام اؤتوالعلم دَرْجَتُ (ترجمہ علم کے بہت ہرے درجے ہیں) کے مراتب حاصل کر لیتے ہیں لیکن فنا فی اللہ ذات کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے۔ (محکم الفتن کا ان)

۱۔ علم نہ علم است بر ارباب شاد

جادو است آں از پے تنیر شاد

۲۔ خواجہ پے سکرار نہی زان روو

تا شوش خونے کے پے سلطان روو

ترجمہ: (۱) علم سے مراد وہ علم ہرگز نہیں جو مراتب ارباب عز و جاه تک پہنچاتا ہے، ایسا علم تو محض جادو ہے جو باڈشاہوں کو مہر کرتا ہے۔ (۲) خواجه اس علم کو کثرت بخوار سے پڑھتے تو جب کہیں جا کر ہم شیخ شاہ کے قابل ہوتا ہے۔ (محکم الفتن کا ان)

علام کے سر پر علم کا نام ہے اور علم کے معنی ہیں جانا یعنی اپنے اس مقصد کو جاننا کہ انس کو طاعت حق کے تابع کرنا ہے اور یہ محض معرفت اللہ سے ہی ملکن ہے۔ جو آدمی علم کے معنی اس کے ملادہ بچھا اور سمجھتا ہے اسے علمائے عامل نہیں کہا جا سکتا۔ فقر کے سر پر فقر کا نام ہے اور فقر اللہ کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے سوابہ چیز پر خط شیخ کھجی دو۔ پس جانے (علم) اور نام اللہ (فقر) میں بڑا فرق ہے۔ (محکم الفتن کا ان)

۳۔ ای عالم نادان تو ک در علم غوری

زدیک تو معبدو نہ ای یلک تو دوری

کشاف و پایا گرچہ تو نکوانی

تا خدمت خاصان لکنی یق غانی

ترجمہ: اے نادان عالم اتو اپنے علم پر غور کرتا ہے بجد حقیقت یہ ہے کہ تو اللہ کے قریب نہیں بلکہ دور ہے۔ اگرچہ تو کشاف اور پایا گرچہ رکھی ہیں لیکن جب تک تو خاصان خدا کی خدمت نہیں کرتا تو کسی بھی بات کی حقیقت کو نہیں جان سکتا۔ (نور الہدی کا ان)

۴۔ ضروری علم وہ ہے کہ جس سے حضوری نصیب ہو یعنی وہ علم جو طالب اللہ کو اللہ تعالیٰ کے قریب وصال اور تو معرفت مولیٰ میں غرق کر دے۔ جو آدمی خدا پرستوں کی خدمت کرتا ہے وہ مخدوم بن جاتا ہے اور جو اولیا اللہ کا انکار کرتا ہے وہ فقر محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محروم ہو جاتا ہے۔ (محکم الفتن کا ان)

۵۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ”قیامت کے دن شدید ترین عذاب اُس شخص کو دیا جائے گا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا۔“ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ”جس نے علم تو زیادہ حاصل کیا مگر پر ہیز گاری میں اضافہ نہ کیا اُس نے اللہ تعالیٰ سے دوری اختیار کی۔“ جان لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے ”علم انجیا کے وارث ہیں۔“ اس سے مراد وہ علماء ہیں جنہوں نے امر معروف کے

۱۔ سورہ الجادل، آیت ۱۱ ع تفسیر کشاف (عربی) از عالم ابو القاسم محمود بن عمرو بن الحمد خوارزمی رختری۔ المرادف عالم زختری التوفی ۵۳۸ھ ع نقطہ نظر کی اہم ترین کتاب ہے جو عربی میں ہے۔ مصنف امام ابوالحسن علی بن ابی محمد بن عاصی المکرم رحمۃ اللہ علیہ التوفی ۵۹۷ھ

ساتھ دل و جان سے دوستی کی۔ اگر کسی قاضی یا مفتی یا طالم حاکم یا کسی خاتون ادہ کے کسی آدمی نے بدعت کو روارکھا، شرع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امر معروف سے برگشہ ہوا، مذکرات کو روارکھا اور شراب نوشی میں ملوث رہا تو وہ گویا دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر گیا۔ (عک الفائز کاں)

پنجابی ایات میں بھی سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باخواد علامے ظاہر کی حالت پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں جو مذہبی اور شرعی علوم میں تو ماہر ہیں مگر ان علوم کی روح اور حقیقت سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ ایسے لوگ قرآن کے حافظ ہیں، حدیث کے عالم ہیں مگر اس قدر علمیت کے باوجود دنیاوی مال و دولت، شہرت اور عہدوں کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں اور اپنے اس علم کو علم پروری اور مال و دولت کے حصول کا وسیلہ بنانے میٹھے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ لاکھوں کتابوں کے مطالعے بھی خواہشات اُنکی آگ بجھ جیسیں سکتی۔ درحقیقت صرف عارفین ہیں جنہوں نے اُنکی امارہ کو مار رکھا ہے اور اصل معنوں میں وہی عالم ہیں۔

الفَ اللَّهُ يَعْلَمُ مَا يَصْنَعُونَ فَإِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ لِئَلَّا هُوَ أَعْلَمُ
يَعْلَمُ مَا يَصْنَعُونَ فَإِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ لِئَلَّا هُوَ أَعْلَمُ
يَعْلَمُ مَا يَصْنَعُونَ فَإِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ لِئَلَّا هُوَ أَعْلَمُ
يَعْلَمُ مَا يَصْنَعُونَ فَإِنَّمَا يَنْهَا عَنِ الْمُنْكَرِ لِئَلَّا هُوَ أَعْلَمُ

تو نے اسم اللہ ذات کا ذکر مرشد کامل اکمل نور البدی کی رفاقت، راہبری اور اجازت کے بغیر کیا اور تو اس کا حافظ بھی بن چکا ہے مگر تیرا جواب دوئم ہوا کیونکہ یہ تجاذب تک دور نہیں ہو سکتا جب تک صاحب مسکنی مرشد کامل ذکر اور تصویر اسم اللہ ذات عطا نہ فرمائے اور پھر تصویر اسم اللہ ذات کے ذریعے راز پہاں سے پر وہ داشٹائے۔ تو نے ذکر اللہ کے ساتھ ساتھ مختلف دینی اور دنیاوی علوم پر مشتمل ہزاروں کتب میں بھی پڑھ ڈالی ہیں اور ان کتب کا تو عالم بھی ہو گیا ہے لیکن اس کے باوجود تیرا فنسٹ میں مرکا یعنی تو غص امارہ سے چھکا کارا حاصل کر کے نفسِ مطہرین کی منزل پہنچ چکی۔ بلکہ ان علوم کو حاصل کر کے تیری انسانی خواہشات میں اضافی ہی ہو جاتے اور اب تو نے ان علوم کو دنیا، دولت اور شہرت کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تیری نظر اور دل پر پڑے ہوئے پر وہ نہیں الحکم سکتا اور تو حق تعالیٰ کی پہچان میں ناکام رہا۔ یاد رکھ لنس انسانی جسم کے اندر چھپا ہوا ایک ایسا چور ہے جس کو مرشد کامل اکمل کی نگاہ ہی مار سکتی ہے۔

پڑھ پڑھ عالم گرن تکبر، حافظہ گرن وڈیائی خو
گلیاں دے وچ چھرن نہانے۔ وقت کتاب چائی خو
جتنے ویکھن چڑکنا چوکھا، اوتھے پڑھن کلام سوائی خو
دوہس چھانیں سوئی مٹھے باخشو، جھیاں کھاؤنی وچچ کمائی خو

حضرت عجی سلطان پا خور حضرت اللہ علیہ ان علماء اور حنفیوں کے روپ پر محنت کا اظہار فرمائے جو حصول علم کے بعد تکمیر میں جتنا ہو جاتے ہیں اور ایسے

علم اور فضیلت کا ذہن دوڑا پہنچتے رہتے ہیں۔ خود کو عالم فاضل سمجھتے والے ان لوگوں کے باطن اور ایمان کی یہ حالت ہے کہ ہر لمحہ مال و دولت کی نی طرف علم کی حقیقت کو فروخت کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں، پھر جب مال مل جائے تو طرح طرح کی تاویلیں بخرا کر حق کو چھپا لیتے ہیں اور حکمرانوں یا مال اور عہدہ دینے والے کی مٹا کے مطابق مسائل فتنہ کی شرح بیان کرتے ہیں۔ ایسے بے خبر حافظ اور علم کو فروخت کرنے والے علم دلوں جہانوں میں رو سیاہ اور خوار ہوں گے۔

اپنی ایک فارسی مشنوئی میں آپ فرماتے ہیں:

♣ علم دین را مفروش دے دام گیر طالب دنیا کجا باشد فقیر
علم را قدرت نہ دارد زر طلب علم عالم چیزت دانی ہر رب
ترجمہ: علم دین کو دراہم دنیا کے بد لے مت حق کہ یہ کام طالب دنیا کا ہے۔ طالب دنیا بھاکبھا فقیر ہو سکتا ہے؟ طالب زر علم کی قدر نہیں جانتا۔
کیا تجھے معلوم ہے کہ عالم کے کہتے ہیں؟ حقیقی عالم ہے جو طلب مولیٰ کے لیے علم حاصل کرتا ہے۔ (محض افتخار کوں)

پڑھ پڑھ علم ملوك رجھاؤں، کیا ہویا اس پڑھیاں خو
ہر گز نکھن مول نہ آوے، پڑھے دڈھ دے کڑھیاں خو
آکھ چندہ رہ جنھ کے آجھ ای، اس انگوری چھیاں خو
مک دل خست رکھیں راضی پا غلو لیں عبادت ورہیاں خو

یہ ظاہری علا اور تعلیم یافت اوگ سرف حکمرانوں کو خوش کرنے یا حکومت میں کوئی عہدہ پانے کے لیے علم حاصل کرتے ہیں، معرفت الہی یا اللہ تعالیٰ کی رضا ان کا مقصود نہیں ہے۔ چونکہ ان کی نیت میں یہی سکوت ہوتا ہے اس لئے یہ کبھی علم کی کہ اور حقیقت تک نہیں جانچی پاتے اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے محروم رہتے ہیں۔ یہ تو وہ اوگ ہیں جو علم کا مفروض حاصل کرنے کی وجہے ہمیوں کو بخیجوڑ رہتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تو کسی ایسے صاحب دل فتنہ کو جو وصال الہی پا پکا ہو، خوش اور راضی کر لے تو تجھے کوئی رسول کی عبادت کا ثواب ملے گا۔

پڑھیا علم تے وہی مغروری، عقل بھی گیا تکوبیاں خو
بھلا راہ ہدایت والا، نفع نہ کیتا دوہیاں خو
سر دیباں جے بزر جنھ آوے، سودا ہار نہ توبیاں خو
وڑیں بازار محبت والے ہامخوا، کوئی راہ ہر لے کے سوبھاں خو

سلطان الاعارفین حضرت علی سلطان بالحور رحمۃ اللہ علیہ اس بیت میں اُن علا کا ذکر فرمائے ہیں جن میں علم حاصل کرنے کے بعد غرور، تکبیر اور اکر پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اُن کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ علم ظاہر کے حصول کے بعد غرور، تکبیر اور خود پسندی میں بھتا ہو گیا ہے جس سے تیری عقل نے بھی تیرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ بجائے اس کے علم حاصل کرنے سے تیری عقل میں اضافہ ہوتا اور اُن صراطِ مستقیم کو پہچان

لیتا، تو تکبر اور انسانیت کی وجہ سے اپنی طرح اپنی مصلحت بھی گنوں بیٹھا ہے۔ علم اور عقل دونوں میں سے کسی نے تجھے فائدہ نہیں دیا اور تو اسی تکبر اور انسانیت کی وجہ سے ہدایت کی راہ (صراحت مُستحب) سے گمراہ ہو چکا ہے۔ اگر مردینے سے ستر الہی ہاتھ آجائے تو اس سودے سے دریغ نہیں کرنا چاہیے لیکن عشق کے بازار میں مرشد کامل کی راہبیری میں ہی داخل ہونا چاہیے کیونکہ وہ اس راہ کا واقف ہوتا ہے اور راہبیر کے بغیر منزل نہیں ملتی۔ فقرا کا علمیں اور عارفین بے خوف و خطر دنیا کے حلوم کی اصلاحیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ انسان کے دل اور رہنماد کا رخ علم حقیقت کی طرف موزتے ہیں جس سے وہ حق سے آگاہ ہو کر اور اس میں فنا ہو کر عرف قابن حق کا مستحق بن جاتا ہے۔

تخلیقِ خیر و شر

تخلیقِ خیر و شر کا نظریہ ہمیشہ اہل علم کے درمیان زیر بحث رہا ہے۔ خیر کی اپنی حقیقت ہے اور شر کی اپنی حقیقت۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی بے مقصد پیدا نہیں فرمایا۔ اگر شر نہ ہوتا تو خیر کی حقیقت یا خاتمت واضح نہ ہوتی۔ اس دنیا اور انسان کے وجود میں خیر اور شر کی جگہ ہی ہے جس میں کامیاب ہو کر ایک انسان ”انسان کامل“ بنتا ہے۔ اگر اس جگہ میں شر اس پر غالب آجائے تو وہ سر اپا شیطان، کافر، مشرک، منافق، نافرمان، مشکلبر، اپنی عبادت پر نازار، اپنے علم پر مغزرو، بدکار اور نافرمان ہے۔ اور اگر اس جگہ میں خیر اس پر غالب آجائے تو وہ سر اپا حسن ہے، اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف اور اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگا ہوا خیر کا نمائندہ ہوتا ہے۔ آپ اسے انسان کامل بھی کہ سکتے ہیں فتنیں کامل بھی، ہموم بھی، ہر دن کامل بھی، امام وقت بھی اور خیر کا علمبردار بھی۔

اقبال نے انسانی وجود میں جاری خیر و شر کی اسی جگہ کی طرف اشارہ کیا ہے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چاغ مصطفوی سے شراء بولسی (انگریز)

حضرتؐ سلطان باخور حضرت اللہ علیہ نے اپنی کتبہ کلیدِ جنت، کلیدِ التوحید کاں، خس العارفین اور حکم الغفر کاں میں تخلیقِ خیر و شر کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ تخلیقِ خیر و شر کے پارے میں اتنا تفصیلی ذکر آج تک کسی ولی، صوفی یا عارف نے یا انہیں فرمایا جتنا حضرتؐ سلطان باخور حضرت اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ آپ حضرت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اے عزیزِ اجان لے جب اللہ تعالیٰ نے کن قیکون کا اظہار کرنا چاہا تو فرمایا:

كُنْتَ كُلًا غَيْبًا فَأَخْبَيْتَ أَنَّ أَنْتَ رَفِيقَ الْقَلْقَلَةِ لَا يَعْرِفُ

ترجمہ: میں ایک پچھا ہوا خزانے تھا، میں نے چاہا کہ میں پیچانا جاؤں پس میں نے اپنی بیچان کی خاطر حقوق کو پیدا فرمایا۔ اس مقصد کی خاطر اللہ تعالیٰ نے ہائی طرف قبر اور جلالیت سے دیکھا تو نار شیطانی پیدا ہو گئی اور دائیں طرف کرم، لطف، جمیعت، رحمت، شفقت اور التفات سے دیکھا تو سورج سے زیادہ روشن نور محمدی پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کن فرمایا تو تمام حقوقات اور موجودات کی ارواح اللہ کے حکم سے مراتب بمراتب، جماعت جماعت، عف بعف اپنی اپنی جگہ پر اللہ کے سامنے متوجہ ہو کر ادب سے کھڑی ہو گئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

♦ **اللَّهُ أَكْبَرُ** ترجمہ: کیا میں تمہارا رب (یعنی تمہیں پانے والا) نہیں ہوں۔ (سورۃ الاعراف۔ 172)

تو تمام اونی اور اعلیٰ ارواح نے یک زبان ہو کر جواب دیا:

♦ **قَالُوا إِنَّ** ترجمہ: سب نے کہا بے شک (تو یہ ہمارا رب ہے)۔ (سورۃ الاعراف۔ 172)

اس اقرار ہیلی پر بعض ارواح توانی وقت پیشان ہو گئیں جو کہ کافروں، مشرکوں، منافقوں اور کاذبوں کی ارواح تھیں۔ اور بعض ارواح اللہ پر یعنی گھنکے جواب میں تملی کر کر بہت خوش اور سرور ہو گئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے ارواح! ماں گ بوجھ سے جو تمہارا ملک چاہتی ہوتا کہ میں تمہیں وہ عطا کر دوں۔" ان تمام ارواح نے عرض کی "یا اللہ! ہم تجھ سے جبھی کو مانگتے ہیں۔" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارواح کی بائیں طرف دنیا اور دنیا کی زینت کو پیش کیا تو خنزیر شیطان نمرود افس امارہ کی مدد سے اس دنیا میں داخل ہو گیا۔ جب شیطان دنیا میں پہنچا تو اس نے کاواز بلند چوٹیں بالائیں دیں (چوٹیں بالائیں سے مراد گرامی کے چیزیں شعبہ جات ہیں)۔ نو (9) حصہ ارواح شیطان کی ان خوش آواز اور بلند بالائیوں کو نکلنے کر شیطان کی راہ پر چل چکیں۔ شیطان کی چوٹیں بالائیں یہ ہیں:

1- خوش آواز شیطانی سرود (کامنا بجانا) کی بالائیں

2- حسن پرستی کی بالائیں

3- انسانیت اور ہوس کی مستی کی بالائیں

4- شراب نوشی (تماش آوازی) کی بالائیں

5- بدعت کی بالائیں

6- ترک نماز کی بالائیں

7- سرود و موسیقی کے آلات مثلاً طبرہ، رہاب و قانون و سرنا، دوف، ڈھول جیسے آلات کی بالائیں

8- دیگر نشاۃتی امور کی بالائیں

9- ترک جماعت کی بالائیں

10- غلطت کی بالائیں

- 11۔ سُجُب کی بائگ
- 12۔ ریا کی بائگ
- 13۔ حِسْ کی بائگ
- 14۔ حَدَد کی بائگ
- 15۔ کَبَرْ کی بائگ
- 16۔ نَفَاق کی بائگ
- 17۔ غَبَّةٌ کی بائگ
- 18۔ شَرَك کی بائگ
- 19۔ كَفْرُ کی بائگ
- 20۔ جَاهَاتُ کی بائگ
- 21۔ كَذَبُ کی بائگ
- 22۔ بَدْلَانِي کی بائگ
- 23۔ بَدْلَنِي کی بائگ
- 24۔ ضَعْ کی بائگ

جس شخص میں یہ صفات پائی جاتی ہیں وہ انہی ارواح میں سے ہے جنہوں نے شیطان کی بائگ سنی (اور اس کی راہ پر چل لٹک)۔ الآن کھانا کان ترجمہ: جیسا وہ (پسلے) تحاب بھی (ویسا) ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

♦ **الشَّيْطَانُ يَعُدُّ كُمُّ الْفَقْرِ وَأَنْهُرُ كُمُّ إِلْفَحَشَاءِ** (سورہ البقرہ: 268)

ترجمہ: شیطان تمہیں فقر سے ڈالتا ہے اور فواحش کا حکم دیتا ہے۔

جس نے شیطان سے تعلق رکھا اور اسکی ایجاد کی وہ دنیا کے مرائب پر پہنچا، دنیا کو پسند کیا اور اسی میں غرق ہو گیا۔ ان تو (۹) حصے ارواح کے علاوہ ایک حصہ ارواح اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے فرمایا "اے ارواح! اگر کوئی بوجھ سے جو تم مانگنا چاہتی ہو تو کہ میں تمہیں وہ عطا کروں۔" ان ایک حصے باقی رہنے والی ارواح نے عرش کی "یا اللہ! ہم تھے سے جبھی کو مانگتے ہیں۔" اس پر اللہ تعالیٰ نے ان ارواح کی دائیں طرف جنت، اس کی لذات اور تعزیت، حور و قصور اور تمام زیست و زیبائش ظاہر کی۔ ان ارواح میں سے تو (۹) حصے ارواح

جنت کی طرف چلی گئیں۔ سب سے پہلے جوارواح جنت میں داخل ہوئیں وہ حقی اور پرہیزگار لوگوں کی تھیں۔ وہاں انہوں نے بلند آواز سے تقویٰ کی باگ دی جسے سن کر (آن حصہ ارواح میں سے) باقی تھی ارواح جنت میں داخل ہو گئیں اور انہوں نے شریعت محمدی پر استقامت اختیار کر لی۔ چنانچہ یہ علماء، فضلا اور عالمین حقی کی ارواح تھیں جو ہر حالت میں تقویٰ پر قائم رہیں۔ باقی ایک حصہ ارواح اللہ تعالیٰ کے رو برو کھڑی رہیں۔ ان کے کافلوں نے دنیا کی باگ سنی اور نہیں جنت کی باگ۔ وہ اشتیاق الہی کی بدولت نور الہی میں غرق بقاۃ اللہ کے مرتبہ پر رہیں۔ یہ مجلس محمدی سلسلہ نبیوں کی متابعت اور حضوری رکھنے والے عارف باللہ فخر را کی ارواح تھیں جن کے پارے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر کافرمان تھے:

⊕ الفقير فقيرٌ و الفقرٌ يعني الدنيا حرام على ظالِبِ العُقُولِ و العقولي حرام على ظالِبِ الدُّنْيَا و الدُّنْيَا و العقولي حرام على ظالِبِ الْمَوْلَى و من له المولى فله الكل

ترجمہ: فقر میرا خیر ہے اور فقر مجھ سے ہے۔ دنیا طالب عقلي پر حرام ہے اور عقلي طالب دنیا پر حرام ہے اور دنیا و عقلی دونوں طالبِ مولیٰ پر حرام ہیں۔ ہے مولیٰ مل گیا اسے سب کچھ مل گیا۔ (ش العارفین بکبریہ دست بکیدا تو جیدا کاں بحکم الفرقان)

• إِنَّ عِبَادَتِي لَيْسَ لَكَ عَلَيَّ هُنْ سُلْطَانٌ (سورة البقرة، آية 42)

حضرت گنجی سلطان بالخور حمت اللہ علیہ خیر اور شر کو اعتبار کرنے کے ہارے میں فرماتے ہیں:

❖ جان لے اگرچہ مخد خیریہ و شیریہ و من اللہ تعالیٰ کی شرح یوں کرتے ہیں کہ خیر بھی اللہ کی طرف سے ہے اور شر بھی یہکن خیریہ و شیریہ و من اللہ تعالیٰ کی شرح یہ ہے کہ خیر اور شر دونوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ یاد رکھ کہ اللہ تعالیٰ نے خیر سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سلم اور سنت جماعت کو پیدا فرمایا ہے۔ سنت جماعت کے کہتے ہیں؟ سنت جماعت و دراہ ہے کہ جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے یاروں اور اصحاب نے اختیار کیا۔ جو لوگ اس را پر گامزن ہیں انہیں سنت جماعت کہتے ہیں لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هُمْدَ رَسُولُ اللَّهِ۔ اللہ تعالیٰ نے خیر سے اسلام، ذکر قل، معرفت، فقر، فیض، رحمت، فضل اور علم شریعت کو پیدا فرمایا اور شر سے کفر، شیطان، انفس امارہ اور دنیا کو پیدا فرمایا اور تجھے اختصار دیا کہ تو خیر کو طلب کر بائش کو۔ (محک الفتن کا ان)

قصہ مختصر ایڈ درست ہے کہ خیر اور شر اللہ تعالیٰ ہی کی تخلیق ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار دیا ہے کہ وہ ان دونوں میں سے جس کو مرہٹی اختیار کرے۔ اگر خیر کی طرف جائے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے فرش یا بہو گا اور اگر شر کی طرف جائے گا تو قبر و غصہ کا شکار ہو گا۔ اب فیصلہ انسان کے ہاتھوں میں سے کیونکہ اللہ کا اعلان ہے:

وَالَّذِينَ جَاهُوا فِي سَبِيلِنَا اللَّهِمَّ سَبِيلَنَا (سرہ الحجۃ۔ 69)

ترجمہ: جو لوگ ہماری طرف آنے کیلئے جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں، ہم انہیں اپنی طرف آنے کے راستے دکھائیتے ہیں۔ اگر عالم ارواح میں عبد است کو توڑنے کی لغزش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے عالم خلق کو تخلیق کر کے اس خطأ کو معاف کروانے کا ایک موقع دیا ہے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں اور دنیا و عرصہ کو فراموش کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں کیونکہ اس کا وعدہ ہے ”جو مجھے طلب کرتا ہے وہ مجھے پایتا ہے۔“

یقین

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَاعْيُدْ زَكَرْ خَلْقِ يَارِيتَكَ الْيَقِينُ (سورة بقرہ۔ ۹۹)

ترجمہ: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو جی کہ تمہیں یقین کامل نصیب ہو جائے۔

میرے مرشد پاک سلطان القرض ششم حضرت حقیقی سلطان محمد اصغر علی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی شرح میں فرمایا کرتے تھے کہ اس اللہ ذات کا ذکر اور تصور اس کثرت سے کرو کہ تمہیں یقین کامل (حق یقین) حاصل ہو جائے۔

یقین کے تین درجے ہیں: (1) علم یقین (2) میمن یقین (3) حق یقین

علم یقین

یہ یقین کا پہلا مرتبہ ہے اور علم یقین اس علم کو کہتے ہیں جو غور و فکر اور علمی و عقلی استدال سے حاصل کیا جائے۔ کسی چیز کا وجود ثابت کرنے کے لیے دنیا میں دو طریقے رائج ہیں، اول منطقی والاں اور دوم قانون شہادت۔ یہ یقین کا سب سے کترین درجہ ہے کیونکہ منطقی والا خواہ جس قدر بھی قوی ہوں ان سے کسی قدر یقین تو ہو جاتا ہے لیکن حقیقت پھر بھی سامنے نہیں آ سکتی۔ اسی طرح شہادت جس قدر صادق اور صحیح ہو شاہد کو تو حقیقت حال کا مشاہدہ ہو سکتا ہے لیکن اس سے سننے والے کے سامنے حقیقت نہیں آ سکتی۔ آسان الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ علم ہے جو کسی سے سن کر، چڑھ کر یا کسی کے والا اور جو اس نہ، لفظ یا غور و فکر سے حاصل ہو۔ ایک

بزرگ کا قول ہے کہ علم ایقین ترقی کی حالت کا نام ہے جیسے آج تک اس علم کے عالم ہونے کی وجہ سے فرقہ بازی عام ہے۔

عین الیقین

یقین کا درجہ مرتبہ ہے اور یہ وہ علم ہے جو بذریعہ کشف یا یاد است خود مشاہدہ کر کے حاصل کیا جاتا ہے یعنی سب کچھ صرف زبانی طور پر معلوم نہ ہو بلکہ آنکھوں سے دیکھا بھی جائے۔ میں کے لفظی معنی ہیں آنکھ اور عین ایقین سے مراد وہ علم جس پر دیکھ کر یقین کیا جائے۔ لیکن یاد رہے کہ جیسی بھی آنکھوں دیکھا بھی غلط ہو سکتا ہے اور اس میں شیطانی استدراج بھی ہو سکتا ہے۔ آنکھ ناقص مرشد اس مرتبہ پر ہوتے ہیں، استدران اور نقش و دنیا کے مشاہدات میں آ کر اپنے آپ کو صاحبِ کرامت سمجھتے ہیں اور مرشد بن کر لوگوں کو اپنی طرف بلانا شروع کر دیتے ہیں۔ لوگ بھی ان کے استدرانی مشاہدات میں آ کر ان کے ہاتھوں یقوف بن جاتے ہیں۔

حق الیقین

یقین کا یہ انتہائی مرتبہ اس علم سے حاصل ہوتا ہے جو اپنی جامیعت اور اہمیت میں لاثانی ہو، نہ صرف یہ کہ آنکھ سے نظر آئے بلکہ ذاتی تجربہ سے اس کی حقیقت بھی بھروسہ آ جائے۔ جب انسان کا آئینہ قلب اتنا صاف ہو جاتا ہے کہ مشاہدہ حقیقی میں کوئی شے رکاوٹ نہ رہے تو تمام جیبابات اور پردے انکھ جاتے ہیں اور وصالی الہی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ حق ایقین کا مقام ہے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ حق ایقین جمع الہمی بزرگان تو حید ہے۔ حضرت جنید بغدادی کا قول ہے ”حق ایقین وہ علم ہے جو انسان کو آنکھ کے ذریعے سے حقیقی کی صورت میں حاصل ہو اور وہ بھی خبروں کا اس طرح مشاہدہ کرے جس طرح وہ اپنی آنکھوں سے نظر آئے والی چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے اور غیر کی خبر دے بلکہ جو خبر دے وہ صدق پر منی ہو۔“ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا یہ کامل و مکمل درجہ ہے۔

ان تینوں مراتب کو ہم ایک مثال سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر آپ نے آگ کو جلاتے ہوئے نہیں دیکھا اور کوئی شخص آپ کو بتاتا ہے کہ آگ جلاتی ہے تو آپ کا آگ کے متعلق یہ یقین علم ایقین کے درجے کا ہوگا۔ کوئی شخص آپ کے سامنے آگ جلا کر دکھا دے تو آپ کا آگ کے متعلق علم عین ایقین (چشم دیہ) کا درجہ رکھے گا۔ یہ درجہ پہلے درجہ سے زیاد ہو تو یہ ہے لیکن حق ایقین کا درجہ یہ ہے کہ آپ آگ کو پھوکر جھومن کریں کہ واقعی اس کا کام جانا ہے تو یہ حق ایقین ہے۔ کشف الجوب میں حضرت واتا ہمیشہ بخش رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ علم ایقین علائے امت کا مقام ہے (یعنی وہ علم ایقین تک مدد و ہیں اور بیہاء علما سے مراد علائے حق ہیں جن کا علم حق درست ہے نہ کہ علائے ظاہر یا علائے سو) کیونکہ وہ ہی حق تعالیٰ کے احکام پر استقامت سے چھڑ جتے ہیں۔ عین ایقین عارفان الہی کا مقام ہے کہ وہ ہر وقت موت کے لیے مستعد رہتے ہیں (مُؤْتَوْا أَقْبَلَ أَنْ مُؤْتَوْا يَعْنِي موت کی موت سے دیوار الہی حاصل کر لیتے ہیں) اور حق ایقین دوستان الہی کی فنا کا وہ ہے کہ وہ ہی تمام موجودات سے اعراض کئے ہوئے ہیں۔ پس علم ایقین محنت و مجاہدہ سے حاصل ہوتا ہے اور عین ایقین محبت الہی سے حاصل ہوتا ہے اور حق

ایقین مشاہدہ حق سے حاصل ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک (علم ایقین) عام ہے، دوسرا (میں ایقین) خاص ہے اور تیسرا (حق ایقین) خاص الحاس ہے۔ ”(کشف الگھب)

سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باحکومت اللہ علیہ یقین کے ان درجات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ یقین ایک علم ہے کیونکہ عالم صاحب یقین اور جاہل (بے یقین ہونے کی طرف) بے دین ہوتا ہے۔ علم یقین تمیں قسم کا ہے اور اس کو تم نام دیے گئے ہیں۔ اول علم ایقین جس کی بنابر علام (ظاہری) علم سے یقین حاصل کرتے ہیں۔ دوم علم میں ایقین، جو مخدوشیت کا مرتبہ ہے۔ اس مرتبہ پر طالب صرف وہی مشاہدہ کرتا ہے جو ظاہری آنکھ سے نظر آتا ہے لیکن اپنے جسم و جان سے بے خبر رہتا ہے۔ وہ زیر وزیر کا مشاہدہ تو کرتا ہے لیکن خود سے انجان ہوتا ہے۔ سوم علم حق ایقین، جو مرتبہ محبوب و مرغوب کے عجائب پر پہنچاتا ہے جہاں طالبوں کو ان کا مطلوب حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ حق ایقین حق ہے اور حق تک پہنچاتا ہے۔ اس مرتبہ پر طالب حق سے حق کو دیکھتا اور پاتا ہے اور خود کو درمیان سے نکال کر فنا کر لیتا ہے۔ (عقل بیدار)

تمام اولیاء کرام نے مسلمانوں کو اللہ پر یقین کے ان مرتب پر درجہ درجہ چکنچکی کی تلقین کی ہے تاکہ ان کا ایمان درست اور کامل ہو۔ سینہ نما غوث العظیم حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

❖ محاسن کے بعد یقین کو لازم پکڑو کیونکہ یقین ایمان کی اصل ہے۔ بغیر یقین کے نفرض ادا کیے جائیں گے اور نہ یقین کے بغیر دنیا میں زبد کی جائے گا۔ (الحق اربابی)

❖ تم اسلام کی حقیقت حاصل کروتا کہ تم ایمان نکل کچی جاؤ پھر ایمان کو مٹھبٹی کے ساتھ پکڑے رہوتا کہ تم درجہ یقین تک پہنچ جاؤ۔ پس اس وقت تمہیں وہ چیزیں نظر آنے لگیں گی جو اس سے پہلے تم نے نہ کیجھی ہوئی گی اور وہ (یقین) تمہیں تمام اشیا کو حقیقی صورتوں میں دکھائے گا۔ خبر معاکنہ بن جائے گی۔ یقین قلب کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں لے جا کر کھڑا کرے گا اور سب پیزوں کو اسی کی طرف دکھائے گا۔ (الحق اربابی۔ جمل 49)

❖ جب تیرا ایمان یقین اور تیری معرفت علم بن جائے گی اس وقت تو خدائی کا رندہ ہی جائے گا۔ (الحق اربابی)

سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باحکومت اللہ علیہ یقین کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

❖ صدق کے معنی یہ یقین، اور یقین یقین سے حاصل ہوتا ہے۔ یقین خاص دینِ محمدی سے حاصل ہوتا ہے۔ یقین جیسیں کو جددہ ریز رکھتا ہے اور جو جدے کا تارک ہے، وہ شیطان ایمان نصیب ہے۔

❖ حضرت عجی سلطان باحکومت اللہ علیہ یقین کے متعلق کلیدات توحید کا اس میں فرماتے ہیں:

- | | | |
|----|--------------------------|-----------------------------|
| ۱۔ | عبادت حق پیر تا وقت مردن | یقین شد از یقین ایمان یہ دن |
| ۲۔ | یقین قرآن برو اعمال کروں | یقین آنت خود با حق پر دن |
| ۳۔ | یقین سرمایہ ایمان نورش | یقین با معرفت قرب حضورش |



- ۴۔ یقین از یک پر یک پر باشد
دوئی شیطان را از دل تراشد
- ۵۔ یقین دیده چشم خویش بیند
که صحبت عارفان باهم نشیند
- ۶۔ یقین از حق شود حق رازی الله
خطی در کش بگرد لاسوی الله
- ۷۔ یقین شد از یقین صاحب اجازت
یقین شد خضوری بے ریاضت
- ۸۔ کسی را شد یقین حق بحاصل
رسد حق یقین عرقان و اصل

ترجمہ: (۱) مرتب وقت تک حق تعالیٰ کی عبادت کر جس سے تجھے یقین حاصل ہوگا اور یقین ہی ایمان کی نمائت ہے۔ (۲) یقین قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے اور یقین خود کو خدا کے پروردگرنے کا نام ہے۔ (۳) یقین سرمایہ ایمان اور اس کا نور ہے۔ یقین ہی اللہ کی معرفت، قرب اور خضوری عطا کرتا ہے۔ (۴) یقین ایسا ہوتا چاہیے جیسے ایک بیٹے کو اپنے باپ کا ہوتا ہے اور یقین ہی دل سے شیطانی دوئی کو نکالتا ہے۔ (۵) یقین اپنی آنکھوں سے دید اور حق کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور یہ دید اور عارفین کی صحبت سے نصیب ہوتا ہے۔ (۶) حق پر یقین اسرار الہی کی طرف لے جاتا ہے اس لیے لاسوی الله ہر شے کی نظر کر دے۔ (۷) یقین بغیر ریاضت کے خضوری میں لے جاتا ہے لیکن یہ یقین کسی صاحب یقین کی اجازت (مرشد کامل اکمل) سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ (۸) جسے یقین حاصل ہوا سے حق مل جاتا ہے اور وہ حق یقین کے مراب پر چک کر حق تعالیٰ کی معرفت اور وصال پالیتا ہے۔ (کلید اتو جید کاؤن)

◆ اہل کفر اور اہل حرب، رافضیوں، غاریبوں اور منافقوں کو یقین حاصل نہیں ہوتا۔ یقین پا کی کا نام ہے اور اس کا تعلق حق سے ہے اور یہ خبیث لوگ قرآن، نص و حدیث اور سنی طریقہ و منہج جماعت کے مخالف ہیں۔ ان کا اعتبار باطل ہے کیونکہ فلیظ اور مردار پر اعتماد کرنا باطل ہے۔ جی کریم صلی اللہ علیہ و آله و سلم کی سنت جماعت کے یقین کا یہ عالم ہے کہ ان کے پاس ایک روز کی نقد ابھی نہ ہو اور کوئی انہیں ایک لاکھ سو نے کے سکدے دے تو بھی وہ اپنے یقین سے جیسی ٹلکیں گے کیونکہ دین محمدی کے طفیل انہیں معرفت مولیٰ سے آگاہی اور قرب اعلیٰ نصیب ہوتا ہے۔ (کلید اتو جید کاؤن)

◆ جان لو کہ یقین کے چار حروف ہیں ی، ق، می، ن۔ یقین کا حرف 'ی' حق سے یگانہ کرتا ہے۔ یقین کا حرف 'ق' قرب حق بخفاہ ہے۔ یقین کا حرف 'می' دوم یکتا بخیں کرتا ہے اور یقین کا حرف 'ن' نفس کو ہوا وہوس سے نیست و نابود کر دیتا ہے۔ یقین طالب مولیٰ کو متکل ہوادیتا ہے جیسا کہ کہا گیا:

◆ حُسْنَ اللَّهُ (سورۃ الرُّجُب - 129)

ترجمہ: اللہ ہی میرے لیے کافی ہے۔

◆ وَ كَفَى يَا دُنْدُو (سورۃ الرُّجُب - 39)

ترجمہ: اور اللہ ہی (اپنے بندوں کے لیے) کافی ہے۔ (کلید اتو جید کاؤن)

یقین قدرست خدا تعالیٰ کو ہر حال اور فعل میں حاضر جانے کا نام ہے۔ یقین ہدایت کا انتہائی مرتبہ ہے۔ صاحب ہدایت وحدت یقین کا یقین دین الہی کی دوستی میں پہاڑ کی مثل ہوتا ہے جو نہ حرکت کرتا ہے نہ رختا ہے اور نہ ہی لڑکھرا ہتا ہے۔ بے یقین، منافق، بے دین اور بدندہ بے لوگ شیطان الحسن کے تابع ہوتے ہیں جن کا یقین ریت کی مثل ہوتا ہے جو ایک حالت میں برقرار رہتی ہے۔ (کلیدiatو حجید کاں)

- | | | |
|----|---------------------------------|----------------------------|
| ۱۔ | یقین تصدیق دل اقرار ازش | یقین راہبر شود با فیض فضلش |
| ۲۔ | یقین پاکش تعلق روح وارو | چو پاکش شد یقین با روح آرو |
| ۳۔ | یقین باشد خلاف نفس واجم | یقین با زندگی دل ہست قائم |
| ۴۔ | یقین در دل نوش حق نظیرش | ز حق گرد یقین روشن خیرش |
| ۵۔ | با ٹھو یقین از س یقین و س مقامش | ز ہر سے یک شود ختنی تماش |

ترجمہ: (۱) یقین دل کی تصدیق اور ارزی اقرار کا نام ہے اور یقین اللہ کے فیض و فضل کی طرف راجه نامی کرتا ہے۔ (۲) یقین روح کی پاکیزگی سے تعلق رکھتا ہے، جیسے ہی روح پاکیزگی حاصل کرتی ہے وہ بے یقین ہو جاتی ہے۔ (۳) یقین بہیشش کے خلاف چلنے سے حاصل ہوتا ہے۔ یقین دل کی زندگی کے ساتھ قائم ہے۔ (۴) یقین حق کو دل پر قلش کر کے اللہ کا دیدار عطا کرتا ہے۔ حق پر یقین سے روشن خیری حاصل ہوتی ہے۔ (۵) اے با ٹھو! یقین کے تین مراتب اور مقامات (عم یقین، عین الحسن، حق الحسن) کو طے کرنے سے کامل یقین حاصل ہوتا ہے۔ جب یہ تینوں ایک ہو جاتے ہیں تو یقین کامل ہو جاتا ہے۔ (کلیدiatو حجید کاں)

کتاب دل سے تصدیق تلب آفتاب کی مثل طیوع ہوتی ہے جس کی بدولت وجود میں سے ظلمات اور بے یقینی ختم ہو جاتی ہے اور یقین یہ ہے کہ طالب ہر حادث یعنی صحت، بیماری، بحقیقتی و آسانی میں خدا تعالیٰ کے امور اور حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام کی ایتیاع کرے اور ہر گز اپنی حالت سے نہ پلے اور نہی خواہشات نفس کی طرف رجوع کرے۔ اور بے یقین ہی خدا کی طرف وسیلہ ہے جو زکر لاءالله إلٰهَ لِمَّا هُمْ بِهِ رَءُوفُونَ اللہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (کلیدiatو حجید کاں)

جان لوگ محبت، معرفت، طلبِ مولیٰ، ذکر قلقل، حضور مذکور، الہام، باطن، قرب الہی اور فوایقاب کی بنیاد یقین ہے۔ بیت:

اصل یقین است یقین گر شود کار تو از هفت فلك چ گزرو

ترجمہ: اصل پیغمبر یقین ہے، اگر یہ حاصل ہو جائے تو تیرا معامل ساتوں آسمانوں سے بھی آگے نکل جائے۔

مصنف کہتا ہے کہ لوگ ملاط کہتے ہیں کہنا تصویں اور خام لوگوں کو بھی ان کا یقین عرش و کرسی اور لوح و قلم کی طرف لے جاتا ہے بلکہ ان (ہقصوں) کا یقین انہیں معرفت اور وحدت الہی سے جدا کر دیتا ہے۔ صد یقین اور عارفین کا یقین یہ ہے کہ وہ مشاہدہ معرفت الہی اور مجلس محمدی کی دائی خشوری میں کمل خرق رہتے ہیں۔ (کلیدiatو حجید کاں)

جسے امام کان کا استغراق حاصل ہو جائے وہ حق کے علاوہ ہر شے بھول جاتا ہے۔ یہ فنا فی اللہ فقیر کے مراتب ہیں جو اس طرح خرق فنی

التوحید ہوتا ہے جیسے پھلی کوپانی میں ہی سکون حاصل ہوتا ہے یا جیسے کھانے میں نمک، آگ میں چنگاری یا دودھ میں پانی ملا ہوتا ہے۔ فقیر بھی اس طرح اللہ میں فقہ ہوتا ہے کہ وہ خدا ہوتا ہے نہ خدا سے جدا۔ اللہ ہیں ماسوی اللہ ہوں۔ ان مراتب کا حاصل فقیر اللہ کا ہے جاپ مشاہدہ کر کے حق الحقین کے مرتبہ پر فائز ہوتا ہے۔ ان مراتب کو اہل بدعت ہمیں اور بے دین کیا سمجھیں۔ (کیدا توحید کا ان)

۱۔ اصل یقین است یقین یار کن محروم اسرار خوبی از کہ کن

۲۔ اصل یقین است یقین مصطفیٰ اصل یقین است یقین مرتضیٰ

ترجمہ: (۱) یقین سے دوستی کر لے کیونکہ اصل چیز یقین ہے۔ اسی یقین کی بدوالات تو کس کے اسرار کا محروم ہو جائے گا۔ (۲) اصل یقین وہ ہے جو تجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت علی الرضاؑ کرم اللہ وجہ تک لے جائے اور ان کی پہچان عطا کرے۔ (مش العارفین)

❖ اصل یقین است بود با اصل هر کہ رسد با اصل حق وصل

ترجمہ: اصل یقین یہ ہے کہ اصل حقیقت تک پہنچا جائے اور جو اصل حقیقت تک پہنچ جائے وہ حق سے وصال پا یتا ہے۔ (کیدا توحید کا ان) بے یقین طالب کے متعلق حضرت جنی سلطان پاکھور حجت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

❖ جس طالب کو پیر و مرشد کے پاس جا کر بھی بزرگوں کی تلقین پر یقین نہ آئے اور نفس امار و اس کے وجود میں رقیب ہن کراس کی دشمنی پر کمر بستہ رہے تو سب لوگ اس کو راہ خدا سے محروم پر نصیب کہنے لگیں گے۔ دوست تو اس کے گھر میں ہے گرہ و انہا اس کو دیکھنے سے قاصر ہے۔ (عقل بیدار)

❖ جو طالب آواز روحاںی کا محروم ہو جاتا ہے وہ قرب ربانی سے الہام وصول کرتا ہے لیکن اگر اسے اسم اللہ ذات پر اعتبار نہ آئے اور نہ ہی وہ مرشد کے فرمان پر یقین کرے تو معلوم ہوا کہ وہ طالب خود پسند ہے جو خواہشات نفس کی قید میں ہے اور راہ صفاتیں پار ہا۔ ایسا طالب بے ادب و بے حیا بلکہ بے نصیب ہوتا ہے جو معرفت الہی سے محروم ہے۔ (ایم اکوین)

❖ اگر بے اخلاق اور بے یقین آدمی شب دروز دو گانہ ادا کرتا رہے تو وہ اپنی ذات کے لیے خود ہی حجاپ ہن جاتا ہے۔ کامل مرشد بالطفی توفیق کے طریقے سے مجلسِ محمدی (علیہ السلام) کی حضوری میں پہنچا دیتا ہے۔ اس حقیقت کو مرد و دل احمق کیے جان سکتا ہے اگرچہ وہ تمام عمر (کتابی) علم کے مطالعوں میں مصروف رہے۔ جان لوک مرد و دل اور مرتد طالب جو کسی حال میں بھی اس بات پر یقین نہ کرے، بھر و مرشد کے کہنے پر بھی معرفت اللہ وصال اور حضوری جمال پر اعتبار نہ کرے تو ایسے مرد و دل اور مرتد طالب کی بیماری کا علاج کیا ہے؟ ایسے بے یقین بے دین کی شفا حضوری سے مشرف لقا بادا ہوتے میں ہے۔ اگر وہ یقین کے ساتھ دیکھے گا تو اپنے حال پر قائم رہ کر صاحب وصال ہو جائے گا ورنہ جذب خورده ہو کر معرض زوال یا طلب دنیا یا زن مریدی یا نفس پرستی یا خود نمائی میں بنتا ہو جائے گا۔ راؤ فقر میں وہی شخص قدم رکھتا ہے جو اپنے بھر و مرشد کو اپنا وسیلہ اور یقین کو اپنا تو شہنشاہیتا ہے۔ (عقل بیدار)

ظاہر و باطن

جس طرح یہ ظاہری دنیا ہے اسی طرح ایک باطنی دنیا بھی ہے۔ اصل دنیا باطنی دنیا ہی ہے اور ظاہری دنیا اس باطنی دنیا کا اظہار ہے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ظاہری دنیا باطنی دنیا کا عکس اور سایہ ہے۔ ظاہری دنیا میں وقوع پذیر ہونے والا ہر عمل پہلے باطنی دنیا میں واقع ہوتا ہے اور پھر ظاہر ہوتا ہے۔

سلطان العارفین حضرت گنی سلطان بالغور حجۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ظاہر در حقیقت باطن کا اظہار ہے۔ ظاہری جہان قافی ہے اور نفسانی خواب دنیال کی مش ہے جبکہ باطنی روحاںی دنیا لازوال ہے اور اسے بھائے جاؤانی حاصل ہے۔ ان دونوں کے درمیان تعلق قائم کرنے والا علم حق شناس اور منصف قرآن ہے جس کے مطابق اعمال کی حقیقت اور ان کا ثواب احوال کے موافق ہوتا ہے۔ باطن حاصل ہے کہ اس میں صرفت اور وصال الہی ہے۔ اس کے بر عکس ظاہری دنیا سردی گرمی بہار و خزاں کے موسموں کی طرح بدلتی رہتی ہے۔ پس غیب (باطن) پر ایمان اناضولی ہے جو بے شک اداریب ہے۔ ارشاد پاری تعالیٰ ہے:

الْقَدَرُ ذِلِكَ الْكِتَابُ لَا رَبَّ لَهُ وَهُدًى لِلْمُرْسَلِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ (سورة البر، ۱-۳)

ترجمہ: القدار۔ (قرآن) وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، یہ کتاب متعین کوہدایت بخشی ہے جو غیب (باطن) پر ایمان رکھتے ہیں۔ بوخنس غیب اور صاحب باطن اولیاء اللہ اہل غیب کی غیبت و گلہ کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے حقیقی بھائی کا گوشہ کھاتا ہے۔ ایسا شخص مومن و مسلمان کیسے ہو سکتا ہے؟ (تور العبدی کاوس)

ظاہر کے کہتے ہیں اور باطن کیا ہے؟ ظاہر و باطن کا مکمل علم بلکہ کل ملحوظات کا تمام علم تفسیر قرآن کی طے میں ہے۔ اس طے کو صرف عام باللہ صاحب تائیر عارف ولی اللہ و شیخ حنفی رکھوں سکتا ہے کیونکہ وہ اہل نظر اور دلفوں جہاں پر امیر ہوتا ہے۔ (تو راہپن کا ان)

ظاہری اور باطنی دنیا یہ کی طرح انسان کا بھی ظاہر اور باطن ہے۔ انسان کی حقیقت اس کا باطن ہے اور اللہ کے ہاں انسان کا مقام و مرتبہ اس کے باطن کی بنیاد پر ہے؛ تو ہے۔ کوئی شخص ظاہر میں کتنا ہی بلند مرتبہ یا بڑا علم دین ہو، اگر اس کے باطن میں کفر ہو تو وہ اللہ کے ہاں کافری شمار ہو گا۔ حضرتؐ سلطان باخو فرماتے ہیں:

باطن کی قسم کا ہے اور ظاہر میں اعلیٰ مراتب حاصل کرنا اپنائی مشکل اور بلند بحثی و توفیق کا کام ہے۔ بعض کا باطن باطل و زندگی جبکہ ظاہر برحق تحقیق ہوتا ہے، بعض کا ظاہر باطل و زندگی اور باطن برحق تحقیق ہوتا ہے، بعض کا ظاہر و باطن باطل و زندگی ہوتا ہے اور بعض کا ظاہر و باطن برحق تحقیق ہوتا ہے۔ تمام مومن و مسیحی و کافر و کاذب و مشرک و منافق و ظالم کے مراتب کی بنیاد اپنی اقسام پر ہے۔ (تو راہپن کا ان)

اگر باطن درست نہیں تو ظاہری آرائی اور درستی شخص دکھاوا اور منافت ہے۔ طالب مولیٰ تک عارف باللہ کے مرتبے پر نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کا ظاہر و باطن درست اور کیا نہیں ہو جاتا۔ حضرتؐ سلطان باخو فرماتے ہیں:

جان لے جس طالب مرید قادری کا ظاہر و باطن ایک ہو جاتا ہے اسے رفاقت حق حاصل ہو جاتی ہے اور پھر وہ ظاہر و باطن میں کسی سے کوئی انتباہ نہیں کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ کامل قادری عارف باللہ بھیش ویدار سے مشرف رہنے والا ناظارہ میں اور صاحب حق ایقین ہوتا ہے، وہ انوار تو حید میں غرق ہو کر میں باعین دیدار میں مستغرق رہتا ہے۔ پس ایسے کامل قادری کو ذکر قتل، ورد و وظائف، مراقبہ و مکاشش سے کیا سروکار کہ وہ تو کامل یقین اور اعتبار کے ساتھ لا صوت لا مکان میں ساکن ہو کر باعین دیدار کرتا ہے۔ (تو راہپن کا ان)

طالب مولیٰ کے ظاہر و باطن کا ایک ہو جانا صرف سروری قادری مرشد کا مل اور اس کے عطا کر وہ ذکر و تصور اسم اللہ ذات میں ہے۔ حضرتؐ سلطان باخو فرماتے ہیں:

باطن کی قسم کا ہوتا ہے۔ بعض باطن بہت با توفیق ہوتے ہیں اور بعض باطن بہت با تحقیق ہوتے ہیں۔ ظاہری طریق شریعت کے دو گواہ ہیں، ایک دیکھنا اور دوسرا دیکھنے کے ساتھ ساتھ ملتا بھی۔ باطن کے بھی دو گواہ ہیں، پہلا علم تصوف جو مطابع اور ایک دوسرا سے گفتگو کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور دوسرا گواہ باعین دیدار ہے جس کی راہ مرشد رفیق دکھاتا ہے۔ بعض کا باطن دلیل با توفیق کے طریق سے دیدار کرتا ہے جس سے ان کا ظاہر و باطن کے موافق ہو جاتا ہے۔ بعض کے باطن کو دلیل کے طریق سے آگاہی اور نظر و لکھا حاصل ہوتی ہے جس سے ان کا ظاہر و باطن ایک ہو جاتا ہے۔ بعض کو طریق وہم و خیال کی توفیق سے معرفت و وصال الہی حاصل ہوتا ہے جس سے ان کا ظاہر و باطن ایک ہو جاتا ہے۔ بعض کا باطن طریق توجہ کی توفیق سے ظاہر کے مطابق ہو جاتا ہے۔ بعض کا ظاہر و باطن طریق الجام کی توفیق سے ظاہر کے موافق ہو جاتا ہے۔ بعض کا باطن طریق توجہ کی توفیق سے ظاہر کے مطابق ہو جاتا ہے۔ بعض کا ظاہر و باطن تصور اسم اللہ ذات کے طریق و توفیق سے ایک ہو جاتا ہے اور بعض کا حاضرات کی طیب لازم اللہ علیہ وآلہ و سلم بعد اصحاب کیا رضی

اللہ تعالیٰ عنہم، جملہ انجیاد و سل و جملہ اولیا و اصحاب و مجتهدین اور جملہ غوث و قطب کی مجلس کی حضوری کا شرف حاصل ہوتا ہے جہاں تلقین و ارشاد کے ذریعوں کا باطن پا تو فیض ہو کر ظاہر کے موافق ہو جاتا ہے۔ بعض کا باطن باعیاں ہوتا ہے اور صاحب عیاں کی نظر سے دونوں جہاں اور جو کچھ ان میں ہے، مخفی و پوشیدہ نہیں رہتا، پس ان کا ظاہر و باطن یکساں اور با تو فیض ہو جاتا ہے۔ بعض قرب الہی کی حضوری میں عرق فی اللہ ہوتے ہیں اور الہام کے ذریعے سے جواب یا صواب حاصل کرتے ہیں، وصال الہی کے ان بے شش و بے مثال مراتب کی توفیق سے ان کا ظاہر و باطن ایک ہو جاتا ہے۔ کوئین پر امیر فنا فی اللہ فقیر کا باطن روشن خیز ہوتا ہے اور اس کے ظاہر و باطن میں مکمل موافقت ہوتی ہے۔ ہر طرح کے باطن و ظاہر کا اس طرح با توفیق موافقت اختیار کرنا صرف مرشد قادری کی بخشش و عطا کے ذریعہ ممکن ہے کہ وہ حق کی طرف سے رفیق برحق اور باحق ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص باطن میں ہر چیز تحقیقاً دیکھے لیکن ظاہر میں اسے حاصل نہ کر سکے تو اس بے توفیق شخص کا کیا ملاحت ہے؟ اس کا ملاحت یہ ہے کہ وہ ہم مم البدل کا مطالعہ کرے کیونکہ علم الہم البدل سے ظاہر و باطن یکساں ہو جاتے ہیں۔ (نور الہدی کائن)

جاننا چاہیے کہ باطن تین قسم کا ہوتا ہے جس میں تین طرح کی توفیق اور تین طبقات کی تحقیق حاصل ہوتی ہے۔ اول: بعض کو باطن میں طبقات کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے اور وہ طبق پر طبق یعنی سات طبقات زمین، آٹو طبقات افلاؤں اور بالائے عرش ستراز مراتب جن میں ہر ایک مرتبہ دوسرے مرتبے سے ستر سالہ مسافت پر واقع ہے، پاک جھپٹنے میں ملے کر لیتے ہیں۔ یہ راہ اہل طبقات غوث و قطب کا درجہ ہے۔ فقر ان کمتر و حیرت مراتب کی جانب نظر تک نہیں کرتے کیونکہ ان مراتب کی بنیاد ہوا وہوس پر ہے اور یہ نفسانی خواہشات سے پر اور قرب الہی سے دور ہوتے ہیں۔ دوم: بعض کا باطن م تمام محمود اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری سے مشرف ہوتا ہے جہاں وہ تمام احوال سے ملاقات کرتے ہیں۔ سوم: بعض باطن عرق فی التوحید، نور حضور اور عین دیدار سے مشرف، فنا فی اللہ ذات ہوتے ہیں۔ یہی فقر کا انتہائی مرتبہ ہے جس کے متعلق حضور علیہ اصلوۃ والسلام کا فرمان ہے:

إِذَا نَّهَىَ الْفَقَرُ فَهُوَ اللَّهُ

ترجمہ: جب فقر مکمل ہو جاتے ہے پس وہی اللہ ہے۔ (نور الہدی کائن)

باب 41

غناہت

غناہت غناستے ہے۔ غنا کے بغیر ممکن تو غری، دولت مندی، بے نیازی اور بے پرواںی کے ہیں۔ اصطلاحاً غناستے مراد یہ ہے کہ کسی نعمت یا مقام و مرتبے کا حصول اس حد تک ہو جائے کہ مزید کی سنجائش رہے نہ طلب اور اسے حاصل کرنے والا نہ صرف اس سے سیر ہو جائے بلکہ بے نیاز بھی ہو جائے اور دوسروں کو عطا کرنے میں سفاوت کرے۔ راہ فخر میں غناہت سے مراد دنیا و عربی کی تمام نعمتوں اور مرتبوں سے دل کی سیری اور طہانتیت ہے۔ سلطان العارفین حضرت قمی سلطان ہالخور حجۃ اللہ علیہ نے اسے استغنا کے متراوٹ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿ خدا کے پاک بندوں کو حکومت میں غلامی میں زرہ کوئی اگر مخواڑ رکھتی ہے تو استغنا ۲﴾

امام غزہ ای احیا العلوم میں مستغنی کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

﴿ جس شخص کا یہ حال ہو کہ اگر پوری دنیا کے خزانے سمیت کراس کے دامن میں رکھ دیئے جائیں تو اسے ذرا نقصان نہ ہو (بطن طور پر)، اس لیے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ تمام خزانے اللہ کے ہیں اگرچہ اس کے قبضے میں ہیں۔ آنے والے اس کے پاس ہیں، بلکہ اگر دوسرے کے پاس چلے جائیں تو ان دونوں میں کوئی فرق نہ رہے۔ ایسا شخص مستغنی ہے کیونکہ وہ مال کے وجود اور عدم دونوں سے بے نیاز ہے۔ (احیا العلوم۔ جلد چارم)﴾

﴿ استغنا بڑی نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے دل کو زہمت دی ہے۔ جو دل کہ مال (اور مراتب) کی محبت میں مقید رہتا ہے، وہ غلام ہے اور جو اس سے مستغنی ہے وہ آزاد ہے۔ (احیا العلوم۔ جلد چارم)﴾

حضرت قمی سلطان ہالخور کی تعلیمات کے مطابق ایک طالب مولیٰ کے لیے غناہت کا حصول بہت ضروری ہے۔ اول وہ دنیا و عربی کی نعمتوں اور

مراتب سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو جائے کیونکہ قربت ہی وہ اللہ کی طرف اپنا سفر یکوئی سے جاری رکھے گا۔ پھر فقر کے سفر میں بھی ہر مقام قرب الہی پر دل کی سیری اور استغفار حاصل کرے اور اگلی منزل پر گہ مزن ہو۔ غنایت کے حصول کے بغیر سفر بھی ادھوار رہے گا اور طالب بھی کامل نہ ہو گا۔ جس طرح دنیاوی نعمتوں میں تو انگری حاصل کرنے کے لیے لگن اور جدوجہد کی ضرورت ہے اسی طرح را فقر میں بھی ہر مقام پر غنایت حاصل کرنے کے لیے لگن اور جدوجہد اور ساتھ تو فتنہ مرشد اور فضل الہی درکار ہے۔ طالب مولیٰ ہر مقام پر ہر آزمائش میں اپنا سو فیصد دے اور خود کو مشقِ الہی میں فرق کر دے تاکہ اس کے دل میں کوئی کٹکٹہ نہ رہ جائے، پھر فضلِ الہی پر نگاہ رکھے تو کامل مرشدگی مہربانی سے ضرور رہے۔ غنایت پر پہنچ جائے گا۔ حضرت علی سلطان باخور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

◆ بحمدِ ہدایتِ غنایت کی طے میں ہے۔ غنایت پاچ حصہ میں ہے: غنایت نفس، غنایت قلب، غنایت روح، غنایت سر اور غنایت نور ہے جمیعت کل کہتے ہیں۔ اسی کی بدولت اللہ کا انتہائی قرب اور حضوری حاصل ہوتی ہے۔ جیسے ہی طالب کو ہدایت اور غنایت نصیب ہوتی ہے تو حرص و طمع اور جتنے بھی ناشائستہ اوصاف ذمیہ ہیں وہ اس کے وجود سے نکل جاتے ہیں، ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس کھل جاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ غنایت حاصل نہ ہو وہ اللہ سے فتنہ کا شکوہ و دلکایت کرتا رہتا ہے جس کے باعث شرمندو و روسیا ہوتا ہے اور اللہ کی معرفت اور قرب سے گردد رہتا ہے۔ پہلے غنایت حاصل ہوتی ہے پھر ہدایت ملتی ہے۔ (عقل بیوار)

◆ غنایت کی پانچ اقسام ہیں اور مطلق غنی اسے کہتے ہیں جسے ان پانچ غنایت و پانچ خزانِ الہی کا تصرف حاصل ہوتا ہے اور وہ ان سے ہر قسم کی نعمت اور دولت حاصل کر سکتا ہے۔ جو خود کو مکمل طور پر اللہ کے سپرد کر دیتا ہے وہ ہر گز نہیں مرتا اور وہ توں جہاں کی زندگی کو یا لیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَأَقْوِظْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَصِيلُ بِالْعِتَادِ (سورہ ہم، 44)

ترجمہ: اور میں نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے کہ بے شک وہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔
پانچ غنایت کے پانچ مراتب جنم سے جمیعت و ہدایت حاصل ہوتی ہے درج ذیل ہیں:

پہلا مرتب غنایت یہ ہے کہ صاحبِ تصور اگر خاک پر نظر کرتا ہے تو وہ سہم وزبر بن جاتی ہے۔ ایسے صاحبِ نظر کے نزدیک خاک وزر برادر ہوتے ہیں۔ یہ مرتبہ غنایت توفیق ہدایت سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرا مرتبہ غنایت یہ ہے کہ دعوت قبور میں کامل عامل تصورِ اسمِ اللہِ ذات کی حاضرات سے کل حقوق کو اپنے سامنے حاضر کر لیتا ہے اور جو چاہتا ہے ان سے طلب کر لیتا ہے۔ غنایت کا یہ مرتبہ تحقیق ہدایت سے حاصل ہوتا ہے۔ تیسرا مرتبہ غنایت یہ ہے کہ تصورِ اسمِ اللہِ ذات سے باطن کی آنکھوں و شوش ہو جائے اور صاحبِ تصور پہاڑ پر موجود سنگ پارس کو اٹھالائے اور جس قدر چاہے اس سے فائدہ اٹھائے تاکہ اسے کسی کی حاجت نہ رہے۔ یہ مرتبہ غنایت طریق ہدایت سے حاصل ہوتا ہے۔ چوتھا مرتبہ غنایت یہ ہے کہ علم کیماں اکسر سے علم یکشیر کی قوت حاصل ہو جائے۔ یہ مرتبہ غنایت تصدیق ہدایت سے حاصل ہوتا ہے۔ پانچویں مرتبہ غنایت میں طالب کو ایسی نکاد حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ زمین کی تہہ میں موجود تمام ٹیکی خزانِ الہی کے متلائق جان لیتا ہے اور اس سے کوئی بھی چیز ٹھنڈی و پوشیدہ نہیں رہتی۔ یہ

مرتبہ غناہت بھی تصدیق ہدایت سے حاصل ہوتا ہے۔ جو مرشد طالب کو پہلے ہی روز یہ پانچ خزانے عطا نہیں کر دیتا وہ احمد ہے کہ خود کو مرشد کہلواتا ہے۔ اپیات:

◆ طابیِ احمد بود احمد صفت روز اول شد نصب معرفت
طابیِ عیین بود عیین صفت مردہ را زندہ کند با معرفت
ذکر مکر و غرق فی اللہ بی نیاز فم پادن لتو بود آواز راز

ترجمہ: احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طالب صفاتِ احمدی سے منصف ہوتا ہے اور پہلے ہی روز اسے معرفتِ احمدی حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت عیین علیہ السلام کا طالب عیین صفت ہوتا ہے اور معرفتِ احمدی سے مردہ دون کو زندہ کرتا ہے۔ فم پادن اللہ آواز راز ہے۔ اس کلام کی قوت رکھنے والا ذکر و فکر سے بے نیاز غرق فیانی اللہ ہوتا ہے۔

جسے مرتبہ غناہت حاصل ہو جاتا ہے اس پر فقر، معرفت، دیدار، ولایت، ہدایت اور جمیعت کی تمام را ایں کھل جاتی ہیں۔ مرتبہ سیری اور مرتبہ غناہت کے بغیر اختیار کیے جانے والا فقر فقر مکب (من کے بن گرانے والا فخر) کہلاتا ہے جس میں گرستی اور رومیا ہی ہے۔ فقر مکب اختیار کرنے والا ہمیشہ دلکایت دلگد کی حالت میں رہتا ہے۔ جو فقر کا گلہ کرتا ہے، دراصل خدا کا گلہ کرتا ہے اور جو خدا کا گلہ کرتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ ایسا شخص مردہ و اور مرتد ہوتا ہے۔ (نو والبدی کا ان)

غناہت کس طرح حاصل ہوتی ہے؟ اور صاحب غناہت کا مرتبہ کیا ہے؟ حضرت گنی سلطان بالحوزۃ العلی耶 فرماتے ہیں:

◆ دراصل مراتب دو ہیں، ایک مرتبہ انسان اور دوسرا صورت انسان و سیرت جیوان جو ہمیشہ بے جمیعت اور پریشان رہتے ہیں۔ پس جیوان انسان اور اشرف الانسان کن مراتب سے پہچانا جاتا ہے؟ انسان وہ ہے جو ہمیشہ مشرف ہے دیدار بسخان رہتا ہے۔ دنیا مردار کی طلب انسان کے لیے خطرات کا باعث ہے۔ مشاہدہ دیدار میں جمیعت ہے اور دنیا مردار کی طلب میں پریشانی و بے جمیعتی ہے۔ اس را کی اصل قرب و وصال احمدی ہے اور یہ راہ صاحب غناہت کی تظریف نگاہ سے حاصل ہوتی ہے اور صاحب غناہت دیدار عطا کرنے والے (مرشد کامل) کو کہتے ہیں۔

بیت:

◆ ہر کے می میند نماید او ترا این مرشدی توفیق دارد از خدا
ترجمہ: جو مرشد خود دیدار سے شرف ہوتا ہے وہ تھے بھی دیدار احمدی کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے کیونکہ اسے یہ توفیق بارگاہ احمدی سے حاصل ہوتی ہے۔
(نو والبدی کا ان)

◆ ہر کے خواہد معرفت وحدت خدا طلب کن از مرشدی گنج خدا
ترجمہ: جو بھی وحدت خدا کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ سب سے پہلے مرشد کامل سے غناہت کا خزانہ طلب کرے۔ (عقل بیور)
لے تریس الحمد لله کے حصر میں۔ حضرت عیین ان کلمات سے مردؤں کو زندہ کرتے تھے۔

باب 42

شہوات اور نفس کے امراض

سلطان العارفین حضرت عجی سلطان باخور رحمۃ اللہ علیہ اپنی اتصالیف میں بالطفی، قلبی یا روحانی امراض کا ذکر فرماتے ہیں مثلاً ہوا و ہوس، حسد، کیسہ، بغض، ریا کاری، جرس، لائی، طبع وغیرہ وغیرہ۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان بالطفی امراض کا سرسری ذکر کر کے گزر جاتے ہیں تفصیل میں نہیں جاتے۔ لیکن ان امراض کے طبیب (معالج) و اکثر کا ذکر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں اکثر فرمایا ہے۔ عین الفقر میں فرماتے ہیں "مرشد طبیب (معالج و اکثر) کی مشل ہوتا ہے، یعنی ان روحانی، قلبی اور بالطفی امراض کا ماہر (specialist) ہوتا ہے اور وہی ان کا علاج کر سکتا ہے۔ جب تک انسان کے اندر ایک بھی روحانی مرض موجود ہے اس کو معرفت ذات حق تعالیٰ حاصل نہیں ہو سکتی۔ تجھر، فخر و غرور اور ریا کاری کا ذکر گذشت ابواب میں گزر چکا ہے۔ دیگر بالطفی امراض کا ذکر قرآن و حدیث کی روشی میں کیا جا رہا ہے تاک طالب کی بھی میں اچھی طرح آجائے اور وہ ان بالطفی امراض سے بچنے کی کوشش کرے۔

ہوا و ہوس

ہوا کے معنی "خواہش" اور ہوس کے معنی "شہوت" کے ہیں۔ خواہشات نفس اور شہوات کو ہوا و ہوس کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس دنیا میں ہر کوئی خواہشات اور شہوات کا اسیر ہے۔ کوئی رزق میں فراشی چاہتا ہے، کوئی حسین محورت چاہتا ہے، کوئی اولاد چاہتا ہے، کوئی مال و دولت اور جائیداد میں اضافہ کا طلب گار ہے، کوئی عہدہ، عز و جاه اور شہرت چاہتا ہے اور اگر کوئی راونقر کا سافر ہے تو اپنی مرشی کے مطابق اس

راہ پر چلنا چاہتا ہے۔ اگر خواہشات یا شہوں کی حد سے تجاوز کر جائیں تو گناہ کے زمرے میں شمار ہوتی ہیں۔ راہ فقر میں جب یہ خواہشات نفس اور شہوں یا انس میں سے کوئی ایک خواہش بھی دل کے اندر تھہر جائے اور انسان ہر لمحہ اس خواہش نفس یا شہوں کے بارے میں ہی غور و تحریر (تکلیر) کرتا رہے اور اسی کو پورا کرنے میں مصروف عمل ہو جائے تو یہ خواہش اور شہوں اس کا معیوب دین جاتی ہے۔ ایسی خواہشات اور شہوں یعنی ہوا و ہوس سے نجات حاصل کرنا "ترزکیہ نفس" کہلاتا ہے۔

شہوں

خواہشات اور شہوں کی کثرت انسان کے لیے موجب تباہی ہے۔ ہر بر بادی کی بندی اسی نہ کسی شہوں یا حد سے بڑھی ہوئی خواہش پر ہوتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ دنیا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "دنیا کی چیزیں ہیں: کھانے کی، پینے کی، پہنچنے کی، سوار ہونے کی، شادی کرنے کی اور سوگھنٹنے کی۔ سب سے بہتر کھانے کی چیز شہد ہے اور وہ بھی کا لعاب ہے۔ پینے کی سب سے عمدہ چیز پانی ہے اور اس میں سب اچھے ہرے شریک ہیں۔ پہنچنے کی سب سے عمدہ چیز ریشم ہے اور وہ ایک کیڑے کا اپنے لعاب سے بنا ہوا ہے۔ سب سے بہتر سواری گھوڑے کی ہے اور اسی پر انسان کو قتل کیا جاتا ہے۔ شادی کے لیے عورت عمدہ چیز ہے، بخال مبارشت کے سوا کچھ نہیں۔ عورت کی سب سے عمدہ چیز (پھرے) کو ستوار اور سب سے بڑی چیز (فرج) کو چاہا جاتا ہے۔ سوگھنٹنے والی چیز وہ میں مشکل سب سے عمدہ ہوتا ہے اور یہ خون ہوتا ہے۔ بس کچھ لو دنیا اور اس کی چیزوں کی حقیقت کیا ہے۔" (احیاء العلوم جلد سوم)

اب ہم خواہشات نفس اور شہوں کی اقسام اور ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

شہوت معدہ

سب سے بیکلی شہوت شہوت معدہ یعنی کھانے پینے کی شہوں ہے اور اولاد آدم کا سب سے جدیک مرغی ہے۔ بھی مرغ ہے جو نکلو اتا ہے آدم کو جنت سے اور سبی مرغی تمام شہوں و خواہشات کا منبع ہے۔ اگر اس پر قابو پالیا جائے تو دیگر شہوں سے بھی جلد نجات حاصل ہو جاتی ہے اور ترزکیہ نفس کی منزل آسان ہو جاتی ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معدہ بدن کے لیے ایک حوض کی حیثیت رکھتا ہے جس سے رگس نکل کر سات اطراف کو جاتی ہیں، وہ سات نہروں کی مانند ہیں اور تمام خواہشات کا منبع بھی معدہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اگر جنت سے نکلا گیا تو اسی شہوت کی وجہ سے۔ پہیت کی شہوت دوسری تمام شہوں اور خواہشات کی جڑ ہے۔ جب پہیت کی شہوت پوری ہو جاتی ہے یعنی پہیت بھر جاتا ہے تو عورت کی شہوت پیدا ہوتی ہے اور آدمی کی طلب ہوتی ہے

کہ بہت سی عورتیں ہوں جن سے صحبت کر دیں۔ معاملہ تینیں پر نہیں رکتا کیونکہ آدمی کھانے اور جماع کی خواہش اس وقت تک پوری نہیں کر سکتا جب تک مال نہ ہو، تو اسی سبب سے مال کی حوصلہ پیدا ہوتی ہے اور مال سوائے جادو، حشمت اور کارہ بار کے حاصل نہیں ہوتا اور اس کے لیے لوگوں سے میل جوں رکھنا پڑتا ہے تو تینیں سے غصہ، حسد، تکبیر، ریا، غض، کینہ وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ محدث کا انسان پر حادی ہونا تمام گناہوں کی اصل بے اور محدث کو زیر کرنا تمام نگیوں کی اصل ہے۔ (ایضاً، الحدیث جلد ۴)

شہوں محدث کے تین درجات ہیں: اعتدال، تغزیط، افراط۔ اعتدال یہ ہے کہ انسان زندہ رہنے کے لیے کھانے نہ کھانے کے لیے زندہ رہے۔ بھوک رکھ کر کھانا کھانے اور صرف اتنا کھانے کہ غصہ نہ آئے اور زندگی کے کام خوش اسلوبی سے انجام دے سکے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

+ مَا مَلَأَ أَدْنَى وَعَاءَ شَرَّاً وَمَنْ يَظْهِرْ بِخَسْبِ إِبْرِيزِ أَدْمَرْ أَكْلَاثُ يُقْنَى صَلَبَةَ فَإِنْ كَانَ لَا مَحَاةَ فَنُلْكَلْ إِطْعَامَهُ وَ ثُلْكَلْ لِكَرَابَهُ وَ ثُلْكَلْ لِيَنْفِسِهِ (ترمذی 2380)

ترجمہ: کسی آدمی نے اپنے پیٹ سے بڑا کوئی برتن پر نہیں کیا۔ اسے چند لمحے کافی تھے جو اس کی بیٹھی کو سیدھا ہار کھسکیں۔ اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو پیٹ کا ایک تھاںی حصہ کھانے کے لیے، ایک تھاںی پانی پینے کے لیے اور ایک تھاںی سانس لینے کے لیے باقی رکھے۔ حدیث قدسی ہے ”اللہ تعالیٰ اس شخص پر کہ جس نے دنیا میں کھانا پینا کم کر دیا ہو، فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو کہ میں نے اس کو دنیا میں وافر کھانے پینے کو دیا لیکن اس نے عبر کیا اور اس کو ترک کر دیا۔ تم گواہ ہو کر جو لقہ وہ چھوڑے گا اس کے بدالے جنت میں درجات عطا کروں گا۔“

تغزیط یہ ہے کہ ہر وقت لذت یا اور علی تم کے کھانوں کی طلب میں رہے اور کھانے کے وقت اتنا پیٹ بھر کر کھانے کہ کھا کر احمدنا مشکل ہو جائے اس طرح عبادات اور راہ حق میں رکاوٹ ہو۔ افراط یہ ہے کہ اس کی سوچ کا محور اور زندگی کا مقصد ہی کھانا پینا ہو، ہر لمحے کھانے پینے یا اس کے بارے میں تفہیر میں مصروف رہتا ہو، کھانے کے لیے ہی کمائے اور دیگر ضروریات پس پشت ڈال کر تمام آمدن اچھا کھانے پر لگادے یعنی صرف کھانا ہی اس کی زندگی ہو۔

احادیث مبارکہ ہیں:

+ اللہ تعالیٰ کو مونا عالم پسند نہیں اس لیے کہ مونا اپنی غفلت اور کثرت غذا پر دلالت کرتا ہے اور یا امر عالم کے حق میں اچھا نہیں۔

+ قلب کو رہمنا اس لیے کہ قلب کبھی (فصل) کی طرح ہے اور پانی (کھانا) زیادہ ہونے سے وہ مت جاتی ہے۔

+ شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے، اس کے راستوں کو بھوک اور پیاس سے تخل کر دے۔

+ جو شخص ایک روٹی پر قیامت کرے گا وہ تمام شہوں سے قیامت کر لے گا۔

+ مرتبہ کے لفاظ سے قیامت کے دن وہ انسان افضل ہو گا جو دنیا میں کم کھانے اور اللہ کے بارے میں تفکر زیادہ کرے اور قیامت کے دن

اللہ کی بارگاہ میں مغضوب ترین انسان وہ ہو گا جو زیادہ کھاتا پڑتا ہو گا۔
 جو سر شکم بیٹھ کر سوئے اس کا دل سخت ہو جائے گا۔
 غُفر (تکر) انصاف عبادت ہے اور کم کھانا پوری عبادت ہے۔
 اون (سادہ بیاس) پہنچو، تیار ہو (موت کے لیے) اور آدمی سے پیٹ سک کھاؤ۔
 اللہ تعالیٰ اس عالم سے جو پیٹ بھر کر مندا ہوا ہو تو خپش رکھتا ہے۔
 پیٹ بھر کر کھانے سے برص پیدا ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مجھ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "کیا تجھے اس دنیا کی حقیقت دکھلوں؟" میں نے عرض کی "بھی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا تھوڑے پکڑ کر مجھے مدینہ کی ایک وادی میں لے گئے جہاں کوڈا اپر اتھا۔ اس میں گندگی، چیخھرے اور انسان کے سرکی بو سیدہ، بڈیاں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے ابو ہریرہ! یہ سر بھی تمہارے سروں کی طرح حریص تھے اور ان میں تمہاری طرح بہت سی آرزوں میں تھیں مگر آج یہ خالی بڈیاں بن چکی ہیں جن پر کھان نہیں رہی اور غفرنہ بیٹھی ہو جائیں گے۔ اور یہ گندگی ان کھانوں کے رنگ ہیں جنہیں انہوں نے کہا کر کھایا، آج لوگ ان سے منہ پھر کر گزرتے ہیں۔ اور یہ پرانے چیخھرے جو بھی ان کے مابوسات تھے آج ہواں کو ازاۓ پھرتی ہے۔ اور یہ ان کی سواریوں کی بڈیاں ہیں جن پر سوار ہو کر وہ شہروں شہروں گھوما کرتے تھے۔ جو دنیا کے انعام پر رونا پسند کرتا ہوا سے ضرور رونا چاہیے۔" حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں "پھر میں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت روئے۔"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "آسمان کے فرشتے اس کے پاس نہیں آتے جو پیٹ بھر کر کھائے۔"
 حضرت عبداللہ تسری رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے "علم و حکمت بحکم میں ہے اور معصیت اور جہالت پیٹ بھر کر کھانے میں ہے۔"
 شہوں جماع شہوں غذا سے پیدا ہوتی ہے اور پھر اس سے دوسری خواہشات اور شہوں جنم لیتی ہیں۔ کھانے کی شہوں کو حد احتدال پر رکھ کر باقی شہوں کو کم یا احتدال پر لایا جا سکتا ہے اور ایسا ہوتے ہی باطن کے دروازے سکھل جاتے ہیں۔

شہوں جماع

جب انسان کا پیٹ بھر جاتا ہے تو شہوں جماع پیدا ہوتی ہے۔ حضرت امام غزالیؓ فرماتے ہیں:
 انسان پر شہوں جماع دو فاائدوں کے لیے مسلط ہوئی۔ پہلا یہ کہ اس سے لذت حاصل کر کے جنت کی لذتوں کو یاد کرے کیونکہ یہ لذت اگر دیر پا ہوتی تو اجسام کی لذتوں میں سب سے زیادہ قوی ہوتی جس طرح کہ آگ تمام تکنیفوں سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ انسانوں کو سعادت اور جنت کی رغبت دلانا اور دوزخ سے ڈرانا لذت اور تکلیف محسوس کروائے بغیر ممکن نہیں۔ مثلاً جب کوئی دنیا میں لذت جماع کو عمدوں

پائے گا تو یقین کر لے گا کہ جنت کے لذالذ بھی اسی طرح کے ہوں گے اگرچہ وہ اس سے اعلیٰ ہوں گے۔ دوسرا فائدہ نسل کی بیان ہے۔ بظاہر یہ دو فائدے ہیں مگر اس میں آفات اتنی بڑی ہیں کہ آدمی اگر اس شہوت کو ضبطیاً اعتدال میں درکھے تو دین اور دنیا دونوں کو ضائع کر دے گا۔ (احیاء العلوم جلد سوم)

حضرت حدیثہ پیشوائی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوران خطبہ فرماتے سن "شراب گناہوں کو کثرت سے بچنے والی اور عورتیں شیطان کا جال ہیں۔" اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عورتوں کو پیچھے رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے رکھا ہے۔" آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک اور فرمان ہے "عورتیں شیطان کا جال ہیں۔ اگر شہوت (جماع) نہ ہوتی تو عورتوں کا مردوں پر قبضہ نہ ہوتا۔" (احیاء العلوم جلد سوم)

حضرت علی سلطان پا خور حمت اللہ علیہ کا فرمان ہے "عورتیں شیاطین ہیں جو تمیں گمراہ کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔" ان احادیث و اقوال کی شرح یہ ہے کہ اگر عورت را فقر میں رکاوٹ بنے اور بندے کو اللہ سے دور کر دے تو وہ شیطان ہے کیونکہ شیطان کا کہنا بھی ہے کہ عورت میرا احتیار ہے۔ جو عورت را حق پر نہ صرف خود پلے بلکہ را فقر میں مردی کی بھی معاون ہے اور شریعت مطہرہ پر عمل کرے وہ مومنہ ہے۔

ابو عیمان دراثی فرماتے ہیں "ابتدائے سلوک میں طالب کے لیے نکاح نہ کرنا بہتر ہے۔ جو شخص ابتدائے سلوک میں نکاح کرتا ہے وہ دنیا کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ میں نے کسی مردی کو نہیں دیکھا کہ نکاح کے بعد اس کا پلے جیسا حال رہا ہو۔ جو پیغمبر اللہ سے دور کرے چاہے یہو یا مال یا اولاد اس کو منحوس سمجھتا چاہیے۔" یعنی طالب جب تک کامل نہ ہو جائے اسے نکاح نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جب دل و دماغ پر عورت چھائے تو اللہ تعالیٰ کے قرب کی جانب کا راستہ رک جاتا ہے۔

شہوت جماع کے بھی تین درجے ہیں۔ اعتدال، تفریط اور افراط۔

اعتدال یہ ہے کہ اپنی ماں اور جسمانی حالت کے مطابق اس کو حاصل کرے۔ شریعت نے اگرچہ چار نکاح کی اجازت دی ہے لیکن اس کے ساتھ کچھ تحریک کی رکھی ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی ماں اور جسمانی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک سے زیادہ نکاح کرے۔ اگر صرف ایک یہوی کے اخراجات پورے اور حقوق زوجیت ادا کر سکتا ہو تو ایک اسی نکاح پر اکتفا کرے۔

تفریط یہ ہے کہ خواہش جماع یا عورت کی طلب دل میں اتنی بڑھ جائے کہ اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے اپنی ماں استطاعت اور جسمانی صحت کے بر عکس زیادہ نکاح کر لے اور پھر بچانے سکے بلکہ مردی پر بیشانیوں کا شکار ہو جائے۔

افراط یہ ہے کہ ہر وقت دل و دماغ پر عورت اور شہوت جماع سوار رہے حتیٰ کہ حال کا راستہ چھوڑ کر حرام (زنا) کا راستہ اختیار کرے۔ زنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت عذاب ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں زنا سے بچ کیونکہ زنا کے چھوپال ہیں، تین دنیا میں نازل ہوتے ہیں اور تین آخوند

میں نازل ہوں گے۔ دنیا کے تین دبال یہ ہیں:

1. خامد ان شرافت ختم ہو جاتی ہے۔ 2. رزق چاتا رہتا ہے۔ 3. دولت را اس ہو جاتی ہے۔

آخرت کے تین دبال یہ ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کا قہر و غصب۔ 2. حساب کتاب میں بھی۔ 3. داعی عذاب۔

حضرور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا فرمایا کہ ان کی تزکیب میں عقل رکھی، چوپائیں (جانوروں) کو پیدا فرمایا کہ ان کی تزکیب میں شہوت رکھی اور بنی آدم کو پیدا فرمایا کہ ان کی تزکیب میں عقل و شہوت دونوں کو داخل کیا۔ جس شخص کی عقل اس کی شہوت پر غالب آجائے وہ فرشتوں سے بھی اکمل و افضل ہے اور جس کی شہوت اس کی عقل پر غالب آجائے وہ حیوان اور چوپائیں سے بھی بدتر ہے۔"

حضرور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے "لوگوں زنا سے بچوں اس میں نہ دبال ہیں:

1- دین کی کمی 2- رزق کی کمی 3- عزیزوں سے جدا ہونے کا صدمہ 4- ختم و غصب 5- نیان کا نامہ 6- اہل ایمان کی ناراضگی 7- چہرے کی روشنی کا زوال 8- دعا کا قبول نہ ہونا 9- عبادت کا رد ہونا۔"

شہوں کی آفتوں میں سے ایک آفت عورت و مرد کا مشق ہے جسے آج کل عشق ہیئت کے برابر قرار دے دیا گیا ہے اور اسے پاکیزہ ہنا کر پہنچ کیا جا رہا ہے۔ یہ خلاف شریعت ہے اور اسی کے باعث بہت سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ اس شہوت کا منی نظر ہے یعنی یہ بدنظری سے پیدا ہوتی ہے۔ آدمی اگر ابتدائی میں احتیاط سے کام نہ لے تو سمجھو کر اس کے شکلخی میں پھنس گیا۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ آنکھ کو بچائے اور نظر کی حفاظت کرے۔ اگر کسی پر اتفاقاً نظر پر جائے تو دوسرا مرتبہ اس کو روکنا چاہیے کیونکہ اگر نظر کو زاد چھوڑ دیا تو پھر اس کو روکنا دشوار ہو گا۔ اس معاملہ میں انس کی مثال گھوڑے کی ہے کہ اگر وہ کسی غلط راہ کی طرف مز جائے تو فوراً انہا میں سکھنی کر اس کی ہاگ موز نا آسان کام ہے لیکن اگر وہ لگام سے آزاد ہو گیا تو پھر اس کی دم پکڑ کر اس کو روکنا دشوار ہو گا۔ پس نگاہ کو قابو کرنا چاہیے کیونکہ نگاہ کا بھکنا بھی زنا ہی کی ایک قسم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جسے زبر میں بجھایا گیا ہے۔

آنکھ بھی شرمگاہ کی طرح زنا کرتی ہے اور آنکھ کا زنا نظر ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی نظر کو بچائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی حلاوت نصیب فرمائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آنکھ کا زنا (شہوت سے) نگاہ کرنا ہے اور زبان کا زنا (شہوت سے) باتیں کرنا ہے اور قلب کا زنا ہے کہ وہ (شہوت سے) خواہش اور طلب کرتا ہے۔۔۔۔۔" (بخاری 6243)

ایک صحابی حضرت عثمان غنیؓ کے پاس ملاقات کے لیے گئے۔ راست میں انہوں نے ایک عورت دیکھی جس کے حسن کو انہوں نے

غور سے دیکھا۔ جب وہ حضرت عثمان غنیؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا "تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس آئے ہیں اور زنا کے آثار ان کی آنکھوں میں واضح ہیں۔" وہ صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان غنیؓ سے پوچھا "کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی وہی نازل ہوتی ہے؟" حضرت عثمان نے فرمایا "نہیں، مگر نورِ بصیرت اور مومن کی فراست باقی ہے۔"

لواطت بھی زنا کی بدترین قسم ہے قوم اوط پر اسی وجہ سے عذاب نازل ہوا تھا۔

جس قدر شہوت غالب ہو گی اسی قدر اس کی خلافت میں ثواب اور رتبہ زیادہ ہو گا۔ کوئی قوت اس شہوت سے بڑھ کر غالب نہیں، جو کوئی قلب میں اس سے بچ کر تاہے اور اس پر قابو پالیتا ہے اللہ پاک کی بارگاہ میں ایسے انسان کا رجہ بے حد اعلیٰ ہے۔

شہوں مال و وزر

کھانے اور جماع کی شہوات کو پورا کرنے کے لیے مال کی ضرورت ہے۔ اس طرح ان سے تیسرا فتنہ شہوں مال پیدا ہوتی ہے، پھر مال کی محبت دل میں جاگزیں ہو کر اللہ کی محبت کو نکالنے کا سبب بنتی ہے اور انسان اللہ کو بھلا کر مال کمانے میں دن رات مصروف ہو جاتا ہے۔ حرام حلال کی تحریک کو بینختا ہے اور پھر اس سے لائق اور طبع جنم لیتے ہیں۔ دنیا کی کسی بھی چیز خصوصاً مال کو ضرورت سے زیادہ حاصل کرنے کی خواہش کو لائی، طبع یا حرص کہا جاتا ہے۔ اہل دعیا میں کی جائز ضروریات کو رزق حلال سے پورا کرنا لائق، طبع یا حرص نہیں ہے بلکہ اس کا حکم تو اندھائی نے خود دیا ہے لیکن شریعت نے مال و دولت حاصل کرنے کی ایک حد مقرر کی ہے۔ اس حد کو بالائے طلاق رکھ کر اللہ کے ذکر اور یاد کو بھلا کر دول میں ہر وقت مال و دولت کو حاصل کرنے کی تراکیب سوچتے رہنا لائق، طبع اور حرص میں شامل ہو گا۔ لائی گھنٹ کسی بھی مقام پر مظہر نہیں ہوتا، وہ ہر لمحہ زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے اسباب کے بارے میں تفکر کرتا رہتا ہے۔ سورہ المائدۃ میں ہے:

♦ لَيَأْتِيَا الَّذِينَ أَمْنَوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَيْرُونَ (سورہ المائدۃ۔ ۹)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہاری اولاد و تھبیں ؎ کہ کہ اللہ سے غافل نہ کرو گیں۔ پس جو ایسا کرے گا، اسی خسارے میں رہے گا۔

❖ حضرت کعب بن عیاضؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ہر امت کے لیے آزمائش کی کوئی چیز ہوتی ہے اور میری امت کی آزمائش کی چیز مال ہے۔"

❖ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "عتریب تمہارے بعد ایک قوم آنے والی ہے جو دنیا کی خوش رنگ تعمیں کھائیں گے، خوش قدم گھوڑوں پر سوار ہوں گے، جسمیں ترین اور خوبصورتوں سے نکاح کریں گے اور بہترین رنگوں والے کپڑے پہنیں گے لیکن ان کے پیٹ کبھی نہیں بھریں گے اور ان کے دل کثیر دولت پر بھی قناعت نہیں کریں گے۔ وہ صحیح و شام دنیا کو میہود سمجھ کر اس کی عبادت کریں گے، اسے اپنارب بھیجیں گے، اس کے کاموں میں مگن اور اسی کی بیرونی پر گامزون رہیں گے۔ جو گھنٹ ان

لوگوں کے زمانہ کو پائے اسے محمد بن عبداللہ کی وصیت ہے کہ وہ انہیں سلام نہ کرے، بیماری میں ان کی عیادت نہ کرے، ان کے جہازوں میں شامل نہ ہو اور ان کے سرداروں کی عزت نہ کرے۔ جس شخص نے ایسا نہ کیا اس نے اسلام کو منانے میں ان سے تعاون کیا۔” (مامک) سلطان الفقرا (دوم) حضرت خواجہ سن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے ”خدا کی قسم! جو مال و وزر کو عزیز رکھے گا حق تعالیٰ اس کو ذلیل و خوار کرے گا۔“

مال کی کثرت انسان کو جادو و حشمت یعنی شہرت اور رجہ کی خواہش میں بختا کرتی ہے۔

شہر عز و جاه

مال کی کثرت انسان میں نجگ و ناموس، عز و جاه یا جادو و حشمت اور شہرت کی شہوت یا خواہش پیدا کرتی ہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”بہت سے لوگ تیک نامی، جادو و حشمت اور شانے خلق (لوگوں سے اپنی تحریف کروانا) کی طلب میں تباہ ہو گئے۔“ نجگ و ناموس، جادو و حشمت اور عز و جاه کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی قوت، دولت، حسن، برہنے یا کسی بھی خوبی کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو سخت کر لے، ان کے دل اس کے رعب و بد بے کے اسیر ہوں یعنی لوگوں پر اس کا تصرف ہو اور ہر جگہ اس کے چھپے ہوں۔

جب دل کسی کا تابع ہو جائے تو بدن اور مال بھی تابع ہو جائے ہیں لیکن جب تک آدمی کسی کے حق میں تیک اعتقاد رکھتا ہو اس وقت تک دل اس شخص کے تابع نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کی عظمت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ یہ تیک اعتقاد اس کمال کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو اس شخص میں موجود ہو مثلاً علم یا عبادت کی کثرت، اعلیٰ اخلاق، قوت اور رجہ یا کسی ایسی خوبی کے باعث جس کو لوگ اس شخص کا کمال اور بزرگی سمجھتے ہوں۔ پس جب دماغ اس کے کمال کا مترف ہو گیا تو اس کا سخت ہو گیا اور برضا و رغبت اس کا فرمائیدار بن گیا۔ جس طرح غلام اپنے آقا کا مطیع و فرمائیدار ہوتا ہے اسی طرح وہ شخص بھی اس صاحب عز و جاه کا مطیع، مرید اور غلام ہن کر رہتا ہے بلکہ غلام سے بڑھ کر غلام۔ غلام کی اطاعت تو جیر سے ہوا کرتی ہے لیکن اس کی اطاعت بخوبی ہوتی ہے۔ زبان سے اس کی تعریف کرتا ہے، اس کی خدمت بجا لاتا ہے اور اپنا مال اس پر قربان کرتا ہے۔

آدمی تو یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس ہر خوبی اور طاقت ہو، سارا جہاں اس کا سخت اور فرمائیدار بن جائے اور اس کے تصرف اور ارادے کے تحت آجائے لیکن ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ تمام موجودات و حجم پر مشتمل ہیں، ایک قسم تو ان موجودات کی ہے جو آدمی کے تصرف سے باہر ہیں جیسے آسمان، ستارے، ملائکہ، شیاطین اور دو تمام چیزیں جو زمین کے نیچے، دریاؤں کی گہرائی اور پیہاڑوں کے اندر ہیں۔ انسان چاہتا ہے کہ علم کے زور سے ان سب پر غالب آجائے یعنی اگر یہ سب موجودات اس کی قدرت کے تصرف میں نہیں آتے تو کم از کم اس کے علم ہی کے تصرف میں آ جائیں۔ اسی ہنار پر وہ چاہتا ہے کہ آسمان و زمین اور بحیرہ کے سب عجائب اس کو معلوم ہو جائیں۔ یہ بھی غلبہ کی آزو ہی ایک قسم ہے۔

موجودات کی دوسری قسم جن میں آدمی کے تصرف کر سکتا ہے روئے زمین پر موجود چیزیں ہیں جیسے جمادات، جمات اور حیوانات۔ آدمی

چاہتا ہے کہ یہ سب چیزیں اس کی ملک ہوں لیتھی اس کے تصرف میں آ جائیں تاکہ اس کو ان سب پر کمال قدرت اور غلبہ حاصل ہو اور یہ قدرت انسان کو بغیر مال و جاہ کے میسر نہیں آ سکتی۔ پھر جاہ کی آرزو اور محبت کا باعث اصلی یہی ہے۔ غلبہ مال اور طلب جاہ و شہمت ہی تمام فتوں کی جگہ ہے۔ جب یہ خواہش کسی قوم میں پیدا ہو جائے تو وہ قوم پوری دنیا کو ہبھم بنا دیتی ہے۔

⊗ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے ”مال و جاہ کی خواہش سے دل میں منافقت اس طرح پیدا ہوتی ہے جیسے پانی سے بزرہ آگ آتا ہے۔“ (بلطفی)

⊗ ایک اور ارشاد مبارک ہے ”جب کسی قوم پر دنیا کی دوست و سمع ہوئی تو اس میں بغرض وعداوت کا تجذیب دیا جائی۔“

⊗ خوبی مال اور حبہ جاہ و شہمت اور طلب نکل و ناموس بہت سی خواہشات اور بھی امراض مثلاً حسد، غصہ، تکبیر، یحیب، بخل، بغرض و کیدہ، ریا کاری، فخر و غرور، نجیبیت، جھوٹ، لاذق، طبع، بدگانی، بخش اور چکل خوری کو جنم دیتی ہے۔ اندازہ کریں کہ شہوت محدثہ سے شہوں جماعت نے جنم لیا، شہوں جماعت سے خوبی مال و خوبی نکل و ناموس اور ان سے نفس کے تمام امراض نے جنم لیا۔ یہ خواہشات یا شہوں اس کو ظاہر و باطن میں برپا کر دیتی ہیں بلکہ معاشرہ میں بھی بکارہ کا باعث بنتی ہیں۔ ان کا علاج تو زہد و ریاضت ہے لیکن آج کل کے مصروف دور میں زہد و ریاضت کا کسی کے پاس وقت نہیں۔ سلطان العارفین حضرت حقی سلطان بالخور رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے علاج کے لیے ایک آسان اور زود اثر فتح تجویز کیا ہے بشرطیکہ وہ تو کسی طبیب کامل (مرشد کامل) سے حاصل ہو اے۔ آپ فرماتے ہیں:

⊗ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا نفس اس کے تابع رہے اگرچہ وہ طرح طرح کے کھانے کھائے اور سونے سے بننے شاہانہ لباس پہنے، وہ حاویت دنیا سے امن پائے، معصیت شیطان سے نجات پائے اور خناس، خرطوم، وسوس اور خطرات نایو اور خاکستر ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ تصور اہم اللہ ذات کی مشق کرے اور اسے دل پر لپتش کرے۔ بے شک اس کا دل غنی ہو جائے گا اور وہ مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حضوری پائے گا۔ (کعبۃ التوجیہ کا وصیہ)

امراضِ نفس یا نفس کے ناسور

تکبیر، فخر و غرور اور یا کاری کا ذکر گزشتہ ابواب میں ہو چکا ہے۔ باقی نفسانی و باطنی یہاریوں کا ذکر کرتے ہیں:

حد

حد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی نعمت عطا کرے تو دوسرا شخص اس کا بڑا منانے اور اس نعمت کا زوال چاہے۔
حد وجود میں آنے والی چیلی یہاری ہے جس کا انہمار سب سے پہلے آسمان پر شیطان الحمین نے کیا۔ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے حد کیا

کہ ان کو "خلافت الہبیہ" کیوں ملی، اسی وجہ سے سرکش ہوا اور نافرمان ہو کر سجدہ نہ کیا۔ پس رائدہ دو رگاہ ہوا اور فرشتوں کے استاد عزازیل کے درجے سے گر کر اٹھیں اور شیطان اُصین بن گیا اور پہلا حاسد کہلا یا۔ زمین پر پہلا قتل یا گناہ بھی حسد کی وجہ سے ہوا۔ جب قاتل نے ہاتھیل کو قتل کیا تو اس کی وجہ حسد ہی تھا۔

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، جس پر چاہتا ہے اپنی ظاہری و باطنی فحشوں کی بارش کر دیتا ہے، اس کا رزق بے حساب کر دیتا ہے، فرمانبردار اولاد سے نوازتا ہے، بے مثال حسن عطا کر دیتا ہے، علم حق اس پر کھول دیتا ہے، سب سے بڑا انعام اپنا قرب عطا کرتا ہے اور دید اور الہی کی نعمت اس پر کھول دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، وہ جس پر چاہے کرے، اسے دل سے تسلیم کرنا ایمان ہے۔ دوسروں پر اللہ تعالیٰ کے انعامات دیکھ کر جانا اور اعتراض کرنا کہ اسے یہ نعمت کیوں حاصل ہے؟ مجھے کیوں نہیں ملی تو اس کے پاس بھی نہیں دستی چاہیے، حسد کہلاتا ہے اور یہ رضاۓ الہی کے خلاف ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ عطا کرے اس کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ اسے یہ نعمت نہ ملے کہاں کی داش مندی ہے؟ یہ تو سراسر اللہ تعالیٰ کے کاموں میں دخل اندازی اور اللہ تعالیٰ کے خلاف کھڑا ہوتا ہے۔ حسد اللہ تعالیٰ کو قطعاً پسند نہیں کیونکہ یہ دوسری قلبی یہاں کی وجہ بنتا ہے۔ اسی لیے اسے اسلام میں گناہ کہرہ قرار دیا گیا ہے۔

حداکیک ایسی باطنی بیماری ہے جو راه فقر کے سفر میں نہ صرف رکاوٹ پیدا کرتی ہے بلکہ بعض اوقات اس سفر کو ختم ہی کر دیتی ہے۔ راو فقر میں یہ بیماری خصوصاً اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی طالب دوسرے طالب سے سفر میں آگئے نکل جائے یا مرشد کسی طالب کی طرف سے توجہ ہٹا کر کوئی محبت دوسرے طالب کی طرف کرے۔ ایسے میں اگر پہلے طالب کے دل میں حسد پیدا ہو جائے تو وہ شیطان اور نسیم کی گرفت میں آ کر خود اٹھیں بن جاتا ہے۔ اس صورت میں مرشد بھی اس کے سر سے ہاتھ اٹھایتا ہے اور وہ طالب جب تک تہ بند کرے شیطان کے پیچے میں گرفتار رہتا ہے۔ اگر کوئی راہ فقر کا طالب بھی ہے اور ساتھ حسد بھی کرے تو یہ اس کے لیے بہت خطرناک ہے کیونکہ طالب مولیٰ تو رضاۓ الہی کا پابند ہوتا ہے اور رضاۓ الہی کے سامنے سر تسلیم ہم کرنے والے کا حسد سے کیا کام!

حداکیماں خطرناک مرض ہے کہ یہ سے بڑے جید علماء بھی اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اپنے ہم مرتبہ علماء کی قدر راتی اور عزت پر حسد کا شکار ہو جاتے ہیں۔ فقر اور اولیٰ کرامتو دنیا کے مال و دولت اور عز و جادہ دنیا پر لعنت بھیجتے ہیں اس لیے وہ کسی سے حسد نہیں کرتے بلکہ وہ ہر انسان کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ سبی صفت ان کو لوگوں میں ممتاز کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو عزت اور مرتبہ عطا کرتا ہے۔

حسد کی بجائے رشک کرنا بزری بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو کوئی نعمت عطا کر رکھی ہے تو اسے دیکھ کر یہ خواہش کرنا کہ اللہ یہ مجھے بھی عطا فرمائے رشک کہلائے گا اور یہ کوئی براہی نہیں ہے۔ لیکن رشک اس وقت حسد میں تبدیل ہو جاتا ہے جب وہ دوسرے کی نعمت کے زوال کی آرزو کرے کہ اللہ تعالیٰ اس سے یہ نعمت چھین لے اور مجھے عطا کر دے۔ مثال کے طور پر اگر کسی کے پاس حسن ہے تو یہ خواہش کرنا کہ اس سے حسن چھین جائے اور مجھے مغل جائے، اگر عزت ہے تو یہ خواہش کرنا کہ یہ ذلیل ہو جائے اور اس بھی عزت مجھے مغل جائے، اگر کسی کے پاس کوئی عہدہ ہے تو یہ خواہش رکھنا کہ یہ عہدہ مجھے مغل جائے اور اس سے چھین جائے، اگر راہ فقر میں کوئی طالب مرشد کے بہت قریب ہے اور

مرشد اس سے محبت کرتا ہے تو یہ آرزو کرنا کہ مرشد مجھے اپنے قریب کر لے اور اسے دور کروے تو یہ تمام امور شیعیان کی بجائے حسد کے زمرے میں آتے ہیں۔

قرآن مجید میں حسد کے بارے میں بہت وعید آتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُؤْتُهُنَّ كُمْ وَمِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِنَّ كُمْ كُفَّارًا أَخْسَدُهُنَّ وَمِنْ عِنْدِ أَنفُسِهِمْ وَمِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ
الْغَنْوَى فَاغْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَفْرَادٍ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ (سورہ بقرہ، 109)

ترجمہ: بہت سے اہل کتاب یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں ایمان لانے کے بعد پھر انکار کی طرف پہنچ دیں، یہ صرف حسد کی بنا پر ہے حالانکہ ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے۔ تو تم معاف کر دو اور درگز کرو بہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہرباتر قادر ہے۔

♦ أَمَّرْتُكُمْ لَمَّا كُنْتُمْ أَنْتُمْ إِلَيْهِ مُنْتَهٰى الْأَيْمَانِ أَنْ تَرْجِعُنِي إِلَيْهِمْ أَنْكِتُكُمْ وَأَنْتُمْ مُلْكُ عَظِيمٍ ○
(سورہ النساء، 54)

ترجمہ: کیا وہ لوگوں سے اس چیز پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کر رکھی ہے! ہم نے تو ابراہیم (علیہ السلام) کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بہت بڑا ملک دیا۔

پہلے دو گناہ، ایک آسمان پر اور ایک زمین پر، حسد کی وجہ سے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام فضیلت عطا فرمائی تو انہیں حسد کا شکار ہو گیا کہ جو فضیلت آدم کو ملی ہے وہ مجھے ملنی چاہیے تھی کیونکہ آدم میں سے بیدا ہوا ہے اور میری تحقیق آگ سے ہوئی ہے، آگ چونکہ میں سے افضل ہے اس لیے افضلیت میرا حق تھا۔ اسی حسد کی وجہ سے اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور حصین اور مردوں کو خبیرا۔

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

♦ وَإِذْ قُلْتَ لِلَّهِ مَا لَيْكَ أَنْجَدْتَ الْأَدْمَ قَسَدْجُولَ الْأَلَّ إِلَيْنِسْ قَالَ: أَنْجَيْتُ لِهِنَّ خَلْقَتُ طِينًا ○ (سورہ اسراء، 61-62)

ترجمہ: اور جب ہم نے آدم کو بحمد کرنے کے لیے فرشتوں کو حکم دیا تو انہیں کے علاوہ سب نے بحمدہ کیا۔ کہنے لگا میں اسے بحمد کروں چستے تو نے میں سے بیدا کیا ہے؟ اس نے پھر کہا کہ یہ وہی ہے جسے تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے، اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو میں یہندلوگوں کے سوا اس کی تمام اولاد کو بہکتا رکار ہوں گا۔

ذراغور کریں کہ انہیں کا یہ حساب تک جاری ہے کیونکہ اس نے مہلت مانگی تھی کہ وہ قیامت تک آدم علیہ السلام کی اولاد سے دشمنی کرے گا اور اسے بہکتا رکار ہے گا۔ زمین پر پہلے گناہ کی بنیاد پر گھنی حسد ہی تھا جب حضرت آدم کے بیٹے ہاشم نے اپنے بھائی ہاشم کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ وَاتَّلَ عَلَيْهِمْ نَبَأً أَبْعَنَى أَدْمَرَ بالْخَيْرِ إِذْ قَرَبَا فَزَبَانَا فَخُفْرِيلَ وَمِنْ أَحَدِهِنَا وَلَدٌ يُنْقَبَلُ مِنَ الْأُخْرِ قَالَ لَأَفْشِلَنَّكَ ○ قَالَ

إِنَّمَا يَتَّقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (سورة الحج، آية ٢٧)

ترجمہ: اور انہیں آدم کے بیٹوں کے حالات پر ہر کرشنا و جب و فتوں (ہابل اور قاتل) نے ایک ایک قربانی پیش کی تو ایک (ہابل) کی (قرہانی اللہ کی بارگاہ میں) قبول ہوئی اور ایک (ہابل) کی نہ ہوئی تو (ہابل) کبھی لگا کر میں مجھے قتل کر دوں گا تو اس (ہابل) نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ ہی کی قربانی قبول فرماتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علمایان فرماتے ہیں کہ حضرت حوا کے ہر حمل میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے۔ ایک حمل کے کادو مرے حمل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کیا جاتا تھا کیونکہ حضرت آدم کی اولاد کے سوا اس وقت کوئی اور انسان روئے زمین پر موجود تھا اس لیے نکاح ان کی اولاد کا ہی آپس میں ممکن تھا۔ البتہ ایک ہی حمل سے پیدا ہونے والا لڑکا لڑکی آپس میں بھائی بھائی ہوتے اور ان کا نکاح حرام تھا۔ اسی دستور کے مطابق حضرت آدم نے قاتل کا نکاح لیودا سے جو باتل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اور باتل کا نکاح اقیما سے جو قاتل کے ساتھ پیدا ہوئی تھی، کرن چاہا یعنی ہابل اس پر راضی نہ ہوا اور اپنی بیوی بین افیما کا طلبگار ہوا جو زیادہ خوبصورت تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے منع کر دیا۔ آخر فیصلہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کی جائے، جس کی قبول ہو وہ اقیما سے نکاح کر لے۔ باتل کی قربانی قبول ہوئی تو قاتل کے دل میں باتل کے خلاف حسد کی آگ بیڑک اٹھی جس کا انجام باتل کا قتل ہوا یعنی انسانی قتل کی ابتداء بھی حسد کی وجہ سے ہوئی۔

⊗ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حد سے پچھے کوئی نکاح نہیں کوایے کہا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔" (ابداؤ، 4903)

⊗ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم لوگ ایک دوسرے سے حسد مت کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی نیجت نہ کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی، بن کر رہو۔" (بخاری 6076)

⊗ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حد نکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بخحاد جاتا ہے جس طرح پانی آگ کو بخحاد جاتا ہے اور نماز موسیٰ کافور ہے اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔" (ابن ماجہ 4210)

⊗ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قریب ہے کہ نجک و سقی کفر ہو جائے اور قریب ہے کہ حد تقدیر پر غالب آجائے۔" (بیہقی)

اس حدیث کی شرح اس طرح ہے کہ ایک زمانہ ایسا ہو گا جب لوگ نجک و سقی اور غریبی کی وجہ سے اسلام کو چھوڑنے لگیں گے یا مسلمان حق کی طرف مائل نہیں ہوں گے اور اہل تقویٰ کی بجائے اہل دنیا کی عزت و تکریم کریں گے۔ حد تقدیر پر اس طرح غالب آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ اگر کسی کو کوئی نعمت عطا کر رہا ہے تو یہ اس کی تقدیر ہے جو اہل ہے لیکن حاصل یہ بات نہیں سمجھتا اور چاہتا ہے کہ وہ نعمت چھین لے۔ اس وجہ

سے وہ بہت سے کفری کام بھی کرتا ہے جیسے آج کل جادو ٹونکی وبا پھیل گئی ہے، یہ سب حسدی کی وجہ سے ہے۔

صحابہ کرام علیہم السلام نے بھی حسد کی سخت نہت مذمت فرمائی ہے:

﴿ حضرت عمر فاروقؓ پیر ہنزا کا قول ہے ”اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے پر اپنی کوئی نعمت پوری کرنا چاہے کر کے رہتا ہے تو وہ حاسد کتنا ہی حسد کیوں نہ کریں۔ ”

﴿ حضرت عثمان غنیؓ پیر ہنزا کا ارشاد مبارک ہے ”حاسد کو تمہاری خوشی سے افسوس ہوتا ہے، لیکن اس کے لیے کافی ہے یعنی جسمیں بدلتے لینے کی ضرورت نہیں وہ خود ہی اپنی آگ میں جلا رہے گا۔ ”

﴿ حضرت علیؓ کرم اللہ وجوہہ کا بیان ہے ”ایک دوسرے سے حسد کرو کیونکہ حسد ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو حن سے زیادہ کسی کی تعریف چاپلوں اور خوشامد ہے اور اختناق سے کم عاجزی یا حسد۔ ” حضرت علیؓ پیر ہنزا کا ایک اور قول ہے ”جسم کی صحت کا انحصار حسد کی کمی پر ہے۔ ”

حضرت علیؓ سلطان بالاخور حسنة اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ياد رکھ کر جن لوگوں کے دل میں حسد نہیں وہ مطلق الہی بہشت ہیں اور جن کے دل میں حسد ہے وہ اہل دوزخ سے بھی بدتر اہل زرثشت (آگ کی پستی کرنے والے) ہیں۔ (حدائق القرآن)

حاسد اپنا ہی دشمن

الغرض حاسد اپنے حسد کی وجہ سے خود ہی اقصان میں رہتا ہے۔ حاسد اگر اس حقیقت کو بھج جائے کہ دنیا و آخرت میں حسد ای کے لیے اقصان دو ہے اور جس سے وہ حسد کر رہا ہے اسے تو اس کے حسد سے فائدہ ہی فائدہ ہے تو وہ یقیناً حسد کرنا چھوڑ دے۔ حاسد کے لیے دنیاوی اقصان یہ ہے کہ وہ حسد کی وجہ سے ہمیشہ رنج و غم، عذاب و اضطراب اور بے چینی و بے قراری میں بھلا رہتا ہے۔ اسے ایک لمحے کے لیے بھی اس عذاب سے پچھکارا نصیب نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر لمحہ ہر لمحہ کوئی نہ کوئی نعمت کسی نہ کسی کو عطا کرتا رہتا ہے۔ جن سے وہ حسد کر رہا ہے اگر ان کو رنج و غم میں بھلا رکھنا چاہتا ہے تو اس میں خود کو گرفتار پائے گا۔ فرم حسد ایسا غم ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی غم نہیں ہو سکتا۔ غصب یہ کہ اپنے آپ کو اپنے دشمن (جس سے حسد کیا جا رہا ہے) کی وجہ سے خود ہی عذاب میں بھلا رکھا جائے جبکہ حسد کی وجہ سے اس کا کچھ بھی نہ بگذر رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت اس کے لیے مقدار کر دی ہے وہ تو خاص مدد کے لیے ہے جس سے قبل اس نعمت میں تبدیلی یا کمی ہوئی نہیں سکتی۔ اس نعمت کا وجود تو تقدیر الہی کا مرہون مدت ہے پھر تیرا حسد اس نعمت کو ختم یا کم کیسے کر سکتا ہے؟ غور کرو اس بیماری کا علاج تلاش کرو۔

غضہ

مخفی جذبات کے شدید اظہار کا نام غصہ ہے اور یہ دل و ماغ و دنہوں میں پیدا ہوتا ہے۔ غصہ کی اصل آگ ہے اور اس کی نسبت شیطان سے ہے کیونکہ شیطان کو آگ سے تجھیق کیا گیا اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے۔ آگ شدت، اضطراب اور بے قراری کی علامت ہے جبکہ مٹی کا وصف سکون ہے۔ جس پر غصہ حاوی ہو جاتا ہے شیطان اس پر غالب آ جاتا ہے اور اس کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ شیطان کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اس لیے جب غصہ آئے تو اس کو قابو میں رکھنا چاہیے۔

معلوم ہوتا چاہیے کہ غصہ انسان میں اس لیے پیدا کیا گیا کہ وہ اس کا بھیار ہن جائے تاکہ وہ اس کے ذریعے باطن کے مضرات اور خطرات کو دور کر سکے اور برائی کو بچل سکے جبکہ خواہش کو اس لیے پیدا کیا گیا کہ جو چیز احسن ہو اس کو اپنی طرف کھینچ لے۔ انسان کا ان دونوں چیزوں سے گریزنا ممکن ہے لیکن جب ان میں افراط پیدا ہو جاتی ہے تو وہ خطرناک ہے۔ غصہ آگ کی مانند ہے جو دل میں بھڑکتی ہے اور اس کا دھواں دماغ تک پہنچتا ہے جو عقل کے محل کو تاریک کر دیتا ہے تاکہ عقل کوئی اچھی اور ثابت بات نہ سوچ سکے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ ایک نار میں اتنا دھواں پیدا ہو جائے کہ اس کے اندر کچھ نظر نہ آئے۔ یہ بہت سی خرابی کی بات ہے کیونکہ اس حالت میں انسان جو کچھ کہے یا کرے گا بے سوچ کچھ کہے اور کرے گا پھر بعد میں اس پر پچھتا ہے گا۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ غصہ عقل کے حق میں شیطان ہے۔ اس کا بالکل کم ہو جانا بھی اچھا نہیں ہے کہ عزت اور دین کی ہدایت کے لیے قیال اور کافروں سے جنگ و جدال اسی جذبے کی بدلت ہو سکتا ہے۔ غصہ میں نہ افراط ہون تھی بلکہ اعتدال ہو اور عقل و دین کے حکم کے مطابق ہو۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ غصہ کو بالکل نیست وابود کیا جاسکتا ہے۔ ایسا خیال کرنا غلط ہے کیونکہ غصہ تو برائی کے خلاف ایک بھیار ہے جس سے گریزنا ممکن ہے۔ غصہ کا تابود ہونا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح ثبوت کا تابود ہوتا ناممکن ہے لیکن جس طرح ثبوت کی تسلیم کے حصول کی شریعت نے ایک حد مقرر کی ہے اور اگر خواہش اس سے آگے بڑھتے تو ضبط کرنے کا حکم ہے اسی طرح اگر غصہ جداً اعتدال سے گزرنے لگے اور عقل سلب ہونے کا خطرہ ہو تو غصہ کو یہی جانے یا برداشت کرنے کا حکم ہے۔ غصے کی حالت میں کیسے گئے فیصلے ہمیشہ غلط ہی ثابت ہوتے ہیں۔ غصہ کو اس طرح قابو میں رکھنا چاہیے کہ آپ سے باہر نہ ہو جائے اور عقل و شرع کے اندر رہے۔

راوی قرکے مسافروں کا ایک صفت یہ ہے کہ وہ غصے سے بچتے ہیں۔ ان کی اس عفت کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

♦ الَّذِينَ يُنْهَى فَوْنٌ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَاءِ وَالْكَظِيفِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (سورہ آل عمران، 134)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی راہ میں خوشحالی میں اور شکار میں (بھی) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو یہی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں اور اللہ

احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

ایک اور مقام پر غصے کے وقت معاف کرنے کے بارے میں فرمایا ہے:

وَالَّذِينَ يَجْتَبِيُونَ كَبِيرًا الْأَثْمَ وَالْفَوَاجِحُ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ □ (سورہ اشڑی۔ 37)

ترجمہ: اور وہ جو کبیر و گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں۔

عجب (خود پسندی)

عجب (خود پسندی) افس کی ایک ایسی یادگاری ہے جو انسان کی تمام خوبیوں کو زکیل کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں کوئی نکوئی کمال اور خوبی پیدا کر رکھی ہے۔ کوئی علم میں، کوئی حسن میں، کوئی زبد و تقویٰ میں یا اصحاب علمت ہوتا ہے مگر جب کوئی اپنی خوبی اور کمال کو خود اس حد تک پسند کرے کہ اس کے مقابلے میں اسے دوسروں کی خوبیاں نظرت آئیں تو یہ یادگاری عجب کہلاتی ہے۔ عجب کا مطلب اپنے آپ پر اتنا فریقہ ہونا ہے کہ اپنے سوا ہر شخص حقیر اور پست نظر آئے اور اپنے آپ کو ہی سب سے اعلیٰ تصور کرے۔ عجب سے افس میں خود نمائی کا جذبہ ہوتا ہے جو بعد میں تکبر بن جاتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آدمی بد کار کس وقت ہوتا ہے؟ فرمایا "جب اپنے آپ کو نیکو کار تصور کرے۔" ایسا تصور کرنا بھی خود پسندی ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "ہلاکت و بر بادی دو اشیا میں ہے۔ ایک خود پسندی دوسری نامیدی۔ تا امید انسان (اللہ تعالیٰ کی) طلب میں مستی کرتا ہے اور خود پسند خود کو طلب سے بے نیاز کرتا ہے۔"

عجب صفات ذمہ دہی میں سے ہے، اس کا جنم انسانی دل میں ہوتا ہے اور شیطان اسے پیدا کرنے میں پیش پیش ہوتا ہے۔ عجب میں غرور شامل ہوتا ہے جس کی وجہ سے راوی قرآن کا مسافر توفیق اللہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ پس جو نبی طالب سے توفیق اللہ کا با تحد الحداہ ہے وہ بر بادی میں پہنچتا ہونا شروع ہو جاتا ہے جو آخ رکار اس کے ذیل و خوار انجام کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ اس لیے قلب کو خود پسندی سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

عجب (خود پسندی) سے بچنے کی قرآن پاک میں بار بار ترغیب آئی ہے۔ غزوہ حسین کے موقع پر مسلمانوں کی تعداد کفار کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھی۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں میں عجب پیدا ہوا کہ آج کافروں میں ہمارا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں کی خود پسندی اچھی نہ گئی اور دوسرانی جنگ مغلکت کے آثار پیدا ہو گئے۔ مگر فوراً یہ مسلمانوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور ان میں عاجزی آئی تو مغلکت فتح میں بدل گئی۔ ارشاد ہماری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ نَصَرْتُكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنِ كَبِيرَةٍ وَلَيَهُمْ مُنِيبُونَ □ إِذَا أَجْبَثْتُكُمْ كُلَّمَا تُغْنِ عَشْكُمْ شَيْئًا وَظَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحَبَتْ ثُمَّ وَلَيَئْمَنُ مُنْذِرُ شَيْئًا □ (سورہ توبہ۔ 25)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کی، حسین کے دن جب تمہاری کثرت نے تم میں عجب پیدا کر دیا تو وہ تمہارے پکھ کام

نہ آیا۔ زمین و سچن ہونے کے باوجود تم پر بھگ ہو گئی پھر تم پیغامے کے پھر گئے۔

غزوہ بدر کے موقع پر قریش مکہ ہر جب کے ساتھ مکہ سے نکلے لیکن بدر کے میدان میں عبر تاک شکست کھانی۔ مدد و رحمہ میں آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس عمل سے بچنے کی ترغیب فرمادی ہے:

♦ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَظَرًا وَرَأَوْا إِلَيْهِ النَّاسَ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا يَعْمَلُونَ فَلَيَنْظِلُوا ۝

(سری ۱۰۷) (قال - ۴۷)

ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو اپنے گھروں سے اڑاتے ہوئے اور کھاتے ہوئے نکلے اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے۔ اللہ ہر کام کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

♦ زوار میں دہلی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خود پسندی ایسی رہی بلایے کہ اس سے حریس کے بہترین عمل بر باد ہو جاتے ہیں۔" (بیہقی)

♦ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اگر تم عناد کرو تو بھی مجھے تم سے ایک گناہ کا خطرہ تھی جس سے اس میں جتنا ہو جاؤ گے اور وہ بے عجب۔" (من المزار)

اگر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو کوئی نعمت عطا کرے مثلاً معلم، مال، حسن، شوق عبادت، حلب مولیٰ اور فقر اور وہ اس کے زائل ہو جانے یا اپنے جانے سے خوف کھائے اور ذرے کے کہیں یہ نعمت اس سے واپس نہ لے لی جائے تو ایسا شخص خود پسند نہیں ہوتا اور اگر ذرے نہیں نعمت کے بارے میں یہ خیال کر کے خوش ہو اور شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے جو اس نے مجھے عطا فرمائی ہے اور اسے اپنی صفت خیال نہ کرے تو ایسا شخص بھی خود پسند نہ ہو گا لیکن اگر اس نعمت کو اپنی صفت سمجھ کر اڑائے اور مغربو، ہوتو و خود پسند ہو گا۔

غرضیکہ بھبھ (اور خود پسندی) ایک فریب ہے جس میں انسان خود ہتھی اپنے آپ کو جتنا کر لیتا ہے اور دنیا اور آخرت میں انتصان اٹھاتا ہے۔

بغض اور کیفیتہ

کینہ کا مطلب دشمنی کو دل میں چھپا کر رکھنا ہے۔ پوشیدہ دشمن ظاہری دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ کسی کے خلاف دل میں انتقامی جذبہ رکھنا جبکہ وہ قصوردار بھی نہ ہو ایک طرح سے منافت ہے، سبی بیماری بغض اور کینہ کہلاتی ہے۔ یہ ایسی نفسانی بیماری ہے جس سے دین اور ایمان خراب ہو جاتا ہے، عبادت میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور دل کی پاکی جاتی رہتی ہے۔ راہ فخر میں تو یہ بیماری طالب کا سفری الا کردیتی ہے کیونکہ بغض و کینہ اس کو اللہ سے غافل کر دیتا ہے اور وہ وقت جو طالب کو تلاش حق میں یا عشق حق میں لگانا چاہیے وہ انتقام کے منصوبے سوچنے کی نذر ہو جاتا ہے۔ تزکیہ نفس کا مقصد ہی انسان کو بالطفی اور ظاہری ہر ایجمن سے پاک کرتا ہے اس لیے جو طالب دل میں بغض اور کینہ کو جگدے ہیے

رکھ کا اس کا ترزیہ کیسے ہوگا اور وہ راوی فخر کی منازل کیسے طے کرے گا؟ بعض اور کینہ شفقت، محبت، رحم اور خنوکی خدہ ہے۔ اگر دل سے بعض اور کینہ شفقت، محبت، رحم اور خنوکہ جذبہ پیدا ہو جائے گا۔ یہ بہت تجدیلی مرشد کامل کی محبت اور اسم اللہ ذات کے ذکر اور تصور سے حاصل ہوتی ہے۔

عموماً کینہ ان لوگوں میں زیادہ ہوتا ہے جو کسی کمزوری کی وجہ سے بدھ لینے کی طاقت نہ رکھتے ہوں اس لیے دل میں بعض کو فروغ دیتے رہتے ہیں۔ کینہ پرور بیش اتفاق کے لیے موقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ بعض اوقات تو اس کی شدت اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ دشمن کے ہر نے کے بعد اس کی اولاد سے بدھ لینے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

کینہ کی علامات یہ ہیں کہ کینہ پرور کو جس سے کینہ ہو گا اسے سلام کرنا چھوڑ دے گا اور جب غلبہ برداہ جائے گا تو اس کے سلام کا جواب بھی نہیں دے گا یہاں تک کہ اس کے ساتھ نہایت میں بھی شریک نہ ہوگا، اس کی خوش پر ٹکنیں اور اس کے غم پر خوش ہوگا، اسے حمارت کی نظر سے دیکھے گا، اس پر زبان دراز کرے گا اور غیبت، جھوٹ اور فحش کامی سے اس کے بھیدوں کو ظاہر کرے گا۔ حتیٰ کہ اس کے اقرباء بھی دشمنی رکھے گا اور اگر ان پر غلبہ پائے جائو تو کبھی معاف نہیں کرے گا، مارے گا یا ستائے گا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے گا۔

قرآن مجید میں کینہ اور بعض رکھنے والوں سے دور بنتے کی تاکید کی گئی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَعْذِّبُو بِظَاهَرَةٍ وَمَنْ حُكِمَ لَأَيُّهُنَّ كُمْ حَبَالًا١٠ وَكُوْنَا مَا عَنِتُّمْ قُدْرَتِي الْبُغْضَا٢٠ وَمِنْ
أَفْوَاهِهِ٣٠ وَمَا تَنْهَى٤٠ صُدُورُهُمْ أَكْبَرٌ٥٠ قُدْرَتِيَّنَا لَكُمُ الْأَيْمَانُ تُنْشَمُ تَعْقُلُونَ٦٠ (سورة آل عمران۔ 118)

ترجمہ: اے ایمان والوں غیروں کو اپنا حرم راز مت ہنا۔ یہ لوگ تمہاری بڑائی سے فائدہ اٹھانے میں کسر نہیں اٹھا رکھتے اور چاہتے ہیں کہ تمہیں ایسا اپنچھ۔ ان کے دل کا بعض ان کی زبانوں سے ظاہر ہو گیا ہے اور جوان کے سینوں میں چھپا ہے وہ اس سے بھی شدید ہے۔ تم نے تمہیں کھول کر بیان کر دیا ہے اگر تم عقل والے ہو۔

وَمَا نَقْمَدُ وَمَنْهُمْ أَلَا٧٠ أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ٨٠ (سورة بقریب۔ 8)

ترجمہ: ان کو مونوں سے اس بات کا کینہ تھا کہ اللہ پر ایمان لے آئے ہیں جو غالب اور قابلِ حمد ہے۔

وَلَيَرَنَّ دَنَقَ كَثِيرًا إِنَّهُمْ مَا أَنْوَلَ رَأْيَكَ مِنْ رَيْكَ طَغْيَاتٍ٩٠ كُفَّارٌ١٠ وَالْقَيَّاتٍ١١٢٠ يَهُمُ الْعَدَاةُ وَالْبُغْضَا١٣٠ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمةِ١٤٠
كُلُّمَا أَوْ قَدُّوا أَنَارَ اللَّهُزِيبَ أَطْفَأَهَا اللَّهُ١٥٠ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادُوا١٦٠ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ١٧٠ (سورة المائدہ۔ 64)

ترجمہ: اے محبوب (لعلی)! جو آپ پر آپ کے رہب کی طرف سے اتراء ہے اس سے ان میں شرارت اور انکار بڑھے گا اور ہم نے ان میں قیامت کی وعدات و بعض کو فروغ دے دیا ہے۔ جب وہ بڑائی کے لیے آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بخواہتا ہے اور زمین میں فساد کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قُدْرَتِكَانَتْ لَكُمْ أَسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذَا قَاتَلُوا مُنَكَّرٌ وَمَا تَغْيِلُونَ مِنْ ذُؤْنِ١٨٠

اللَّهُ أَنْفَرَنَا إِلَيْكُمُ الْعَدَاوَةَ وَبَدَأْتُمُ الْبَغْضَاءَ إِذَا حَلَّتِ الْمُؤْمِنُونَ إِلَيْكُمْ خَدَّةً (سورة الحج، آیہ ۲۷)۔

ترجمہ: بے شک تمہارے لیے (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کا اسودہ حدثہ بہترین ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور ان بتوں سے بیزار ہیں جنہیں تم اللہ کے سوا پا جئے ہو، ہم انہیں نہیں مانتے۔ ہم میں اور تم میں بیش کے لیے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک کہ تم ایک خدا پرایمان نہ لاد۔

ان احادیث مبارکہ میں بھی کینا اور بغض کی سخت مذمت اور ممانعت کی گئی ہے:

❶ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "تم لوگ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی غیرت نہ کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اللہ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔" (بخاری ثریف 8076)

❷ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "لوگوں کے اعمال اللہ کی بارگاہ میں ہر ہفتہ دو دفعہ پیش کیے جاتے ہیں یعنی پیر اور بھرات کے روز۔ لیکن ہر بندے کو پیش دیا جاتا ہے مساوی مشرک اور اس آدمی کے جواب نے بھائی کے ساتھ کہن رکھتا ہو۔" (مسلم ثریف 6546)

❸ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "شعبان کی پندرہ حویں شب میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو محنت کی نظر سے دیکھتا ہے اور سب کو پیش دیتا ہے لیکن کیدہ پر ورنیں پیش کرتا جاتا۔" (بیہقی)

بخل (سبجوی)

ضرورت کے مطابق مال خرچ نہ کرنا اور بچا بچا کر رکھنا بخل ہے اور بخل کرنے والے کو بخلیں (سبجوں) کہا جاتا ہے۔ بخل دل میں مال کی محبت کی شدت کی علامت ہے اور مال کی محبت ہی قرب اللہ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ مال کی محبت دل و دماغ کو اس طرح جکڑ لیتی ہے کہ اللہ کی طرف توجہ ہی نہیں جانے دیتی۔ بخل ہر وقت اسی خیال اور سوچ میں رہتا ہے کہ مال کو اس طرح حاصل کیا جائے اور کیسے بچایا جائے۔ بخل صافوں کی صفت ہے، حقیقتی اللہ کا حبیب ہوتا ہے اور بخل اللہ کا دشمن خواہ وہ زادہ عابدی کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے توں قول کر دیتا ہے۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ ہم لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ضرورت سے زیادہ رزق اور مال عطا کیا ہے وہ اپنی ذات پر، اہل خانہ پر، عزیز و اقرہب اور اللہ کی راہ میں خرچ کریں نہ کہ جمع کر کے رکھتے جائیں۔

دولت کو اکٹھا کرنا اور دولت کے ذمہ بکار دینا، اس میں بخل کو بظاہر بڑے فائدے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت یہ فائدے نہیں بلکہ نقصان ہیں۔ وہ سوچتا ہے کہ دولت جمع کرنے سے امیر ہو جائے گا اور عیش و عشرت کی زندگی بسرا کرے گا مگر اس کی بدجتنی یہ ہوتی ہے کہ وہ ساری زندگی دولت جمع کرتا رہتا ہے اور خود اپنے اوپر بھی خرچ نہیں کرتا حتیٰ کہ زندگی کی خواہ وہ زندگی کی محنت و مشقت سے اکٹھی

کی ہوئی دولت سے دوسرے عیش کرتے ہیں۔ بخشن مال کو اکٹھا کر لیتا ہے لیکن اس کا سکھا حاصل نہیں کر پاتا۔ بخشن اس کے لیے کافی دوسرے دکھنوں اور مصیبتوں کا سبب بھی ہوتا ہے۔ اس کی سوچ ہر وقت دولت کو اکٹھا کرنے پر مرکوز راتی ہے اس لیے وہ اسے اپنی اولاد اور عزیز و اقارب کی ضرروتوں اور خوبیوں پر بھی خرچ نہیں کرتا جس کی وجہ سے دوسرے اس سے دوسرے ہو جاتے ہیں۔ دولت جمع کرنے کی دھم میں حرام و حلال کی تیز بھی ختم ہو جاتی ہے اور جب وہ تاجارہ ذرائع سے دولت جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے تو مزید پریشانیوں میں گھر جاتا ہے۔ دولت کی کثرت تو دیے بھی پریشانیاں اور مصیبتوں لاتی ہے اور اگر حرام طریقے سے کمائی ہو تو مصیبتوں کی اجہا ہو جاتی ہے جیسے کہ بیماریاں، ناقص فرمان اور نالائق اولاد، بخشنے اور مقدمے وغیرہ۔

حق تو یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز کی محبت کو پس پشت ڈال کر اللہ کی محبت دل میں بسا کی جائے۔ مگر بخشن دولت سے محبت رکھتا ہے اور اس کے دل میں دولت دیانتے ڈیا لگایا ہوتا ہے اس لیے اس دل میں اللہ کی محبت کیسے آ سکتی ہے جیساں دولت کی محبت ہو۔ جس دل میں اللہ کی محبت آ جاتی ہے وہ دل حسادت کا گھر بن جاتا ہے اس لیے اللہ کے بندے بڑے بھی ہوتے ہیں۔ ان کا توکل اللہ کی ذات پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو عطا کرتا ہے۔ راہ فقر بخشن کی نہیں حسادت کی راہ ہے، اللہ تعالیٰ بخشن کو نہیں بلکہ بھی کو پسند کرتا ہے۔ حسادت کرنے سے مال میں برکت آتی ہے اور بخشن سے مال سے برکت اللہ جاتی ہے۔

بخشن شربے اور صفاتِ ذمہ و رذیلہ میں شامل ہے اس لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اسے ترک کرنے کا حکم دیتا ہے:

♦ وَلَا يَحْسِنُ الَّذِينَ يَتَخَلَّوْنَ بِمَا أَفْلَمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ تَلْهُوْنَ سُكُونًا مَا يَجِدُوا إِلَّا يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَيَوْمَ زِدَادِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ○ (سورة آل عمران۔ 180)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جو مال انہیں عطا فرمایا ہے، جو لوگ اس میں بخشن کرتے ہیں وہ بہرگز اس بخشن کو اپنے حق میں اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ بخشن تو ان کے لیے شربہ۔ وہ مال جس میں وہ بخشن کرتے ہیں قیامت کے دن اس کا طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا۔ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو والہ اس سے باخبر ہے۔

♦ هَلَّا كُمْ حُلَّا لَكُمْ دُعَوْنَ لِتُنْتَفِعُوا فِي سَمِيلِ اللَّهِ فَيُنْكَمُ مَنْ يَتَعَلَّمُ وَمَنْ يَتَعَلَّمَ فَإِنَّمَا يَتَعَلَّمُ عَنْ نَفْسِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ وَالنَّاسُ الْفُقَرَاءُ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبَدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ لَمْ لَا يَكُونُوا أَمْفَالَكُمْ ○ (سورة زمر۔ 38)

ترجمہ: خبردار اجنبی کو بدلایا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو سو تم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو بخشن کرتے ہیں اور جو کوئی بخشن کرے وہ اپنی جان پر بخشن کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہے اور تم مناج ہو۔ اگر تم مناج ہو تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم لے آئے گا اور وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

♦ إِلَيْنَ يَتَخَلَّوْنَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَغْلِ وَيَكْثُرُونَ مَا أَفْلَمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَغْتَلُدَا لِكُفَّارَنَ عَذَابًا مُّهِينًا ○ (سورة النساء۔ 37)

ترجمہ: جو لوگ بخشن کریں اور لوگوں کو بخشن کرنے کا حکم دیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھا کیں اور کافروں کے لیے

ہم نے دلت کا عذاب تیار کر کھا ہے۔

♦ **الَّذِينَ يَتَغْلُبُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبَغْلِيٌّ وَمَنِ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ** (سورہ حمد۔ 24)

ترجمہ: اور جو لوگ خوب بھی بخل کریں اور دوسروں کو بخل کرنے کا حکم دیں اور جو (احکامِ الہی سے) منہ پھیریں تو میکہ اللہ بے نیاز اور قابلِ حمد ہے۔

♦ **فُلْ لَوْ آنَتْهُمْ مُّنْلِكُوْنَ خَزَانِيْنَ رَمْخَوْرَبِيْنَ إِذَا لَأْمَسْكُتُمْ خَشِيَّةَ الْإِنْقَافِيْ طَ وَ كَانَ الْإِنْسَانُ قَنْوَرًا** (سورہ اسرائیل۔ 100)

ترجمہ: اے محظوظ (خوبی) فرمادیجیے کہ اگر تم میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوئے تو انہیں بھی خرچ ہونے کے خوف سے روک لیتے اور انسان بڑا ہی سمجھوں (بخل) ہے۔

♦ **فَاتَّقُوا اللَّهَ قَاتِلَتُهُمْ وَ اسْتَعْنُهُمْ وَ اسْتَغْنُوا أَطْبَعُوهُمْ وَ أَنْفَقُوا خَيْرًا لَا نَفْسَكُمْ وَ مَنِ يُوقَنُ شَيْخَ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** (سورہ انتکاب بن۔ 16)

ترجمہ: اللہ سے ذررو، سخنو اور اطاعت کرو اور (اللہ کی راویں) خرچ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ جو اپنے آپ کو بخل سے بچائے گا وہ فلاح پانے والوں میں سے ہو گا۔

قیمت کے دن بخلیوں کو شدید عذاب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ **الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَ عَدَدَةً ۝ يَحْسِبُ أَنَّ مَالَةَ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيَنْتَدَنَ فِي الْخَلْدَةِ** (سورہ الحجر، 4-2)

ترجمہ: (خرابی و جایہ ہے اس شخص کے لیے) جس نے مال جمع کیا اور اسے گھن کر کھا۔ وہ یہ گمان کرتا ہے کہ اس کی دولت ہمیشہ اسے زندہ رکھے گی۔ ہرگز نہیں ادا و ضرور حکمہ (یعنی جو اچھا کر دینے والی آگ) میں پھیک دیا جائے گا۔

♦ **وَ أَنَّمَنِ يَجِلُّ وَ اسْتَغْفِلُ ۝ وَ كَذَبَ بِالْحَسْنَىٰ ۝ فَسُلْطَنِيْرَ ذِلْلُغَزِيٰ ۝ وَ مَا يَغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَذَّىٰ** (سورہ الحمل۔ 11-18)

ترجمہ: جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہا اور اچھی بات کو بخالا یا پھیلایا ہے اس سے بہت جلاس کے لیے دشواری ہو گی۔ جب وہ ہلاکت میں پڑے گا تو اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔

♦ **وَ الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الدَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَيْمَرَهُمْ بَعْدَ اِيْتَمِ ۝ تَوْمَدْ يَخْنِي عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَشَكُوكِيْرِ بَهَا جَبَاهُمْ وَ جَنْتُوْبِهِمْ وَ ظَهُورُهُمْ هُذَا مَا كَذَبُتُمْ لَا نَفْسَكُمْ فَذَوْقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ** (سورہ توبہ۔ 34-35)

ترجمہ: اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور اللہ کی راویں میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خبر سنادیں۔ جس دن (ان کا جم شدہ) مال دوڑخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشا نہیں، کروٹوں اور فتحوں کو داغا چائے گا (اور ان سے کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے بخل سے جمع کیا اب اسے جمع کرنے کا مرد چکھو۔

احادیث مبارکہ میں بھی بخل کی بہت ندامت کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب بندے صحیح کرتے ہیں تو وہ فرشتہ نازل ہوتے ہیں، ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! اپنی راہ میں خرج کرنے والے کو اس کا اجر عطا فرم اور وہ سراکہتا ہے کہ اے اللہ! بخیل کے مال کو تکف فرمادے۔" (بخاری شریف)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وَخَلَتِينَ إِنَّمَا يُكْفَرُ مُؤْمِنٍ مَّنْ يَعْمَلْ بِهِ مَا يَنْهَا"

ستین، بخل اور بد خلقی۔" (ترمذی شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی ہی ہے جن کے جسم پر لوہے کی زردہ ہے اور ان کے باتحجہ چھاتیوں اور گرداؤں کے ساتھ پاندھدیے گئے ہیں۔ پس صدقہ کرنے والا جب صدقہ کرتا ہے تو اس کے ہاتھ کھل جاتے ہیں اور بخیل جب بخل کرتا ہے تو زردہ سکڑ جاتی ہے اور اس کے جلتے اپنی جگہ بخیل ہو جاتے ہیں۔"

(بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "خاتوت جنت کا ایک درخت ہے۔ جنی (جب خاتوت کرتا ہے تو) اس کی شاخیں پکڑ لیتا ہے اور یہ شاخیں اس کو جنت میں داخل کیے بغیر نہیں چھوڑ سکتیں۔ اسی طرح بخل بھی دوزخ کا ایک درخت ہے۔ پس بخیل (جب بخل کرتا ہے تو) اس کی شاخوں کو پکڑ لیتا ہے اور وہ شاخیں اس کو دوزخ میں داخل کیے بغیر نہیں چھوڑ سکتیں۔" (بیہقی)

بخیل ایسی باطنی یہاری ہے جو انسان کو اللہ سے اور انسانیت سے دور کر دیتی ہے اور بخیل انسان لوگوں کی نظر اور اللہ کی ناراضی کا شناختہ نہ تھا۔

غیبت اور بہتان

غیبت سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کی غیر موجودگی میں اسے ایسے نہ رے الغاذ یا القاب سے یاد کیا جائے یا اس کی نہ رائی اور بد خوبی کی جائے کہ اگر یہی اس کے سامنے کہا جائے تو وہ زد امنا نہ اور اس کے دل کو دکھ پہنچے۔ جو رہائی یا ان کی نگرانی ہو اگر وہ اس میں موجود ہو تو یہ غیبت ہے اور اگر اس میں وہ رہائی اور شخص موجود ہو تو یہ بہتان ہے۔ غیبت بہت مبکر باطنی یہاری ہے کیونکہ اس سے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہماری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْ سَمِعُوكُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا تَعْصِمُ الظُّنُونُ إِنَّمَا وَلَا يَعْصِمُونَا وَلَا يَغْتَبُونَا بَعْضُكُمْ بَعْضاً أَتَيْهُمْ
أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ وَمِنْتَافَكَرْ هَمْتَهُ وَأَتَقُولُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ تَوَاتِرَ رَجِنَمْ (سورة الجاثیۃ۔ ۱۲)

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے بارے میں تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشہ کھائے؟ (اگر کوئی ایسا کرے) تو تم ضرور غفرت کرو گے (غیر غایب نہ کرو) اور اللہ سے ذرہ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

⊗ حضرت ابو ہریرہؓ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب تم اپنے بھائی کی وہ (نایضندیہ) بات کو جو اس میں ہے تو تم نے اس کی غیبت کی اور جب دو بات کو جو اس میں نہیں ہے تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔" (مسلم)

⊗ حضرت علیؓ کرم اللہ وجوہ سے مردی ہے کہ حضور علیؓ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: غیبت سے پچھ کیونکہ غیبت کرنے والے پر پائی عذاب نازل ہوتے ہیں:

1۔ اس کے چہرے کی روتق جاتی رہتی ہے۔

2۔ اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

3۔ اس کی عبادت اس کے مدد پر ماری جاتی ہے۔

4۔ قیامت کے دن اس کا مناس کی پشت کی طرف ہو گا۔

5۔ قیامت کے دن وہ شخص فرعون اور شداد کے ساتھ و وزخ میں رہے گا۔

⊗ حضرت ابو ہریرہؓ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟" لوگوں نے عرض کیا "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔" فرمایا "اپنے بھائی (مسلمان) کا ایسے ذکر کرنا جو اسے نایضند ہو۔" عرض کی گئی "اگر وہ بڑی میرے بھائی میں موجود ہو جو کہ میں کہہ رہا ہوں؟" فرمایا "جو تم کہہ رہے ہو اگر اس میں وہ برائی موجود ہے تو غیبت ہوئی اور اگر وہ اس میں نہیں تو یہ اس پر بہتان ہے۔" (مسلم)

⊗ حضرت ابو عیید خدریؓ میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب مجھے معراج کی شب آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میرا اگز رائیے لوگوں پر ہوا کہ ان کے پہلوؤں سے گوشہ کا ناجاتا ہے جسے وہ لفڑی بنا بنا کر چلاتے ہیں اور انہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مجھے تم اپنے بھائی کا گوشہ کھاتے رہے ہو اسے بھی کھاؤ۔ میں نے پوچھایا کون لوگ ہیں؟ جبراً میں علیؓ السلام نے جواب دیا یہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی امت کے غیبت کرنے والے لوگ ہیں۔"

⊗ حضرت ابو ہریرہؓ میں روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "اے لوگو! جوز بان سے تو ایمان لائے ہو (یعنی بھی اقرار بالسان کیا ہے) لیکن ایمان تمہارے قلوب کے اندر داخل نہیں ہوا (یعنی تمدن قلب کے مرتبہ پر نہیں پہنچا) نہ مسلمانوں کی غیبت کرو اور نہ ان کے عیوب کی علاش میں رہو کیونکہ جو شخص ان کے عیوب کی علاش میں رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی علاش کرے گا اور اللہ تعالیٰ جس کے عیوب علاش کرے گا اسے اس کے گھر ہی کے اندر رسوایا کرو گا۔" (ابو داود)

جھوٹ

جھوٹ کا مطلب غلط بیان اور دروغ گوئی ہے یعنی بات اصل میں اس طرح نہیں ہوتی جس طرح بیان کی جاتی ہے۔ یہ بان اور عمل دونوں سے ممکن ہے۔ جھوٹ کی پیاری پہلے باطن میں جنم لینی ہے اور پھر زبان یا عمل اس کا اخبار کرتے ہیں۔ جھوٹ سے بے شمار ضریب برائیاں اور خرابیاں جنم لئیں ہیں اور یہ ام انباشت ہے۔ جھوٹ بولنے سے اللہ کی رحمت سے دوری ہوتی ہے اور جھوننا اللہ تعالیٰ کی لعنت کا شکار ہو جاتا ہے۔ جھوٹ بولنے والے کی روزی سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔ جھوٹ غم و فکر پیدا کرتا ہے، جھوٹ دل کو سیاہ کرتا ہے، جھوٹ سے گھر میں برکت ختم ہو جاتی ہے، جھوٹ سے غلط پیدا ہوتی ہے، جھوٹ سے نفاق، بھکرا، فساد، غرفت، بغض، کینہ اور منافر ت پھیلتی ہے۔

رواق قدر پر گامزن طالب مولیٰ کا اللہ تعالیٰ سے پہلا وعدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولے گا خواہ اس کے لیے کتنا ہی انتصان اٹھانا پڑے اور تکالیف برداشت کرنی پڑیں کیونکہ سچائی (حق) کے راستے پر چنان اگرچہ مشکل ہے لیکن کامیابی صرف سچائی کوئی حاصل ہوتی ہے۔ جھوٹ کو دنیا میں کبھی بھی عروج اور کامیابی نہیں ملی، آخر کار کامیابی حق کے ہی حصہ میں آتی ہے۔ جھوٹے شخص کو سب سے بڑا انتصان یہ ہوتا ہے کہ اللہ اس سے ہدایت الہمالیت ہے اور آخرت میں اسے دردناک عذاب دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْهَا عَنِ الْقَوْنَ هُوَ كُلُّ بَيْتٍ كَفَّارٌ ۝ (سورة الزمر۔ 3)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جھوٹے اور بائیکرے کو ہدایت نہیں دیتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْهَا عَنِ الْقَوْنَ هُوَ مُسْرِفٌ كُلُّ أَبٍ ۝ (سورة المؤمن۔ 28)

ترجمہ: بے شک اللہ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا توحد سے باہر نکلنے والا جھوٹا ہے۔

وَتَعِدُهُمْ الْقِيمَةُ تُرْسِي الظِّنَنَ كُلُّ بَيْتٍ عَلَى النَّوْجُونَهُمْ مُسْتَوْدَدُهُمْ فِي جَهَنَّمَ مَنْوَى يَلْمَسُ كُلُّ بَيْنَنَ ۝ (سورة الزمر۔ 60)

ترجمہ: جنہیں نے اللہ پر جھوٹ بولا قیامت کے دن ان کے چھرے سیاہ ہوں گے، کی ملکبڑوں کے لیے جنم کا نکاح کا فی نہیں ہے۔

فِي قُلُوبِهِمْ مَرْضٌ فَرَأَهُمُ اللَّهُ مَرْضًا وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ لَمَّا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ (سورة الاعران۔ 10)

ترجمہ: ان کے دلوں میں مرش ہے تو اللہ نے ان کے مرش میں اور اضافہ کر دیا ہے اور ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِنِي أَفْتَرِي عَلَى اللَّهِ كَيْنَاءٌ أَوْ كَذَّابٌ يَأْتِيهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْلِمُ الظَّالِمِينَ ۝ (سورة العنكبوت۔ 21)

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوننا بہتان باندھا اور اس کی آئیوں کو جھٹکایا؟ بے شک ظالم لوگ فلاں نہیں پائیں گے۔

حق کو چھپانا بھی جھوٹ کے زمرے میں ہی آتا ہے۔ یہودیوں کے متعلق روایت ہے کہ وہ حق کو چھپا کر تورات کی آیات کی محنتی تاویلات کیا

کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

♦ **الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَ أَنَّا نَعْلَمُهُمْ وَإِنَّ فِيْنَا مِنْهُمْ لَئِكْثَرُهُمُ الْجُحْدُ وَمُؤْمِنُوْنَ يَغْلِبُوْنَ**

(سورۃ البقرہ، 146)

ترجمہ: اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ بلاشبہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اور یقیناً انہیں میں سے ایک طبقہ جن کو جان بوجھ کر چھپا رہا ہے۔

♦ **لَا هُنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَنَا كُلُّهُمْ رَسُولُنَا يَأْتِيْنَاهُمْ كَذَّابِيْنَ إِنَّمَا كُلُّ شَفَاعَةٍ لِّلَّهِ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ**

ترجمہ: اسے اہل کتاب ابے تک تمہارے پاس ہمارے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے ہیں جو تمہارے لیے بہت سی اسی باتیں ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپائے رکھتے ہو۔

❖ حضرت ابو عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جھوٹ دراصل منافقت کا ہی ایک حصہ ہے۔"

(امید، علمہ جلد 3)

❖ حضرت ابو مکبر صدقی رضی اللہ عنہ سے مردی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جھوٹ سے بچ کیونکہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔"

(مسند احمد)

❖ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے بھی کافی ہے کہ وہ ہر سی نئی بات نوچ کر دے۔" (مسلم)

❖ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "صدق کو لازم کرو کیونکہ چھاؤ (صدق) حق کی طرف لے جاتی ہے اور حق جنت کا راستہ کھاتا ہے۔ آدمی برادر بھی بولتا رہتا ہے اور بھیج بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدق لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بچ کیونکہ جھوٹ بخوبی کی طرف لے جاتا ہے اور بخوبی جنم کا راستہ کھاتا ہے۔ آدمی برادر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں کذا بک لکھ دیا جاتا ہے۔" (مسلم)

❖ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کی بد نوکے باعث فرشتہ اس سے ایک میل پر ہے ہٹ جاتا ہے۔" (ترمذی)

❖ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "کوئی بندہ مومن ہوئی نہیں سکتا یہاں تک کہ بھی مذاق میں بھی جھوٹ بولن اور جھکڑا کرنا نہ پہنچوڑے اگرچہ وہ چاہی کیوں نہ ہو۔" (مسند احمد)

❖ حضرت ابو عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مومن ہر طرح کی خصلت پر پیدا ہو سکتا ہے مگر جھوٹ اور خیانت پر پیدا نہیں ہو سکتا۔" (مسند احمد)

راہ فقر پر صرف صدیق اور پچ طالب کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ جھوننا تو ولی اللہ بن ہی نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ حق ہے اور حق ہی کو پسند کرتا ہے اور پچ لوگوں کا تعلق حق سے ہوتا ہے۔ حق سے ہی اللہ کے بندے ظاہر ہوتے ہیں۔ جھوٹ بولنے والے کو اللہ کا بندہ کون کہتا ہے! اللہ تعالیٰ ہر طرح کے جھوٹ سے بچائے۔

بدگمانی

سوئے نہن یعنی بدگمانی "خناس" کے وہ سے سے پیدا ہونے والی ایسی بیماری ہے جس میں جلا شخص کا سکون قلب غارت ہو جاتا ہے۔ بدگمانی سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص بلاوجہ اپنے دل میں کسی دوسرے مسلمان بھائی کے بارے میں کسی ایسے گمان کو جگہ دے جو اس کی دیانت، شہرت، نیکی اور شرافت کے لیے سماں ہو اور جس کی ناپروط شخص مخصوص سے مجرم، صالح سے طالح اور خوش بخت سے بد بخت بن جائے۔ بدگمانی کے انہمار سے اس شخص کے خلاف کوئی ایسا طوفان بذیمتی جنم لے جس کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں اس کی پارسائی اور تقویٰ کی کوئی حیثیت نہ رہے۔

بدگمانی یا سوئے نہن بھاہر معمولی تی برائی یا مرض دکھائی دیتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ بہت سی خرابیوں کی اساس ہے۔ کسی بھی محرر، معاشرے، ادارے اور سوسائٹی کی تباہی میں بدگمانی بہت خطرناک کردار ادا کرتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَظَلَّنَّهُمْ ظَلَّنَ السَّوْءَ وَكُنْتُمْ قَوْمًا يُنَزَّلُوا﴾ (سورة الفتح - 12)

ترجمہ: تم نے ایک دوسرے کے بارے میں برا اگمان رکھا اور تم برباد ہونے والی ہی قوم تھے۔

قرآن مجید میں اللہ نے بڑے واضح انداز میں اس بیماری سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے:

﴿لَا إِيمَانَ لِلَّذِينَ أَقْتَلُوا أَجْتَبَيْوْا كُلَّ بَرَأٍ مِّنَ الظَّنِّ إِنَّمَا يَخْضُضُ الظَّنِّ إِلَّا هُنَّ﴾ (سورة الحج - 12)

ترجمہ: اے ایمان والو اگمان سے، بہت زیادہ کام نہ لیا کرو یقیناً بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

⊕ بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سے بے بیاد کوئی چیز نہیں۔ (مولانا م. اک)

بدگمانی کیوں پیدا ہوتی ہے؟ اس کی چند وجوہات ہیں۔ ایک وجہ جذبہ استیت یا شدید حساسیت ہے۔ بعض اوقات اسیں جن لوگوں سے بہت زیادہ محبت یا بہت زیادہ دلخیزی ہوتی ہے ان کی اونٹی اونٹی باتیں اور چھوٹے چھوٹے انعام سے بھی بدگمانی ہونے لگتی ہے اور ہم اپنے دشمنوں اور دوستوں کے متعلق ایسے جھوٹے فرضی خیالات قائم کر لیتے ہیں جن کا حقیقت اور حقیقی سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ بعض اوقات انسان فطری طور پر بدگمانی کے مرض کا شکار ہوتا ہے۔ اس کا آغاز معمولی باتوں سے ہوتا ہے مگر وقت رفتہ بہ عادت پختہ ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں متعلقہ فرد ایک طرح کا ذہنی مریض ہن جاتا ہے اور اس پر بدگمانی کے مرض کے بالکل اس طرح درے پڑتے ہیں جس طرح کسی پاگل اور

دیوانے شخص پر پاگل پن یا جنون کے اثرات طاری ہوتے ہیں۔ الغرض بدگمانی دوستی کو شفی اور دشمنی کو شدید دشمنی میں، محبت کو عداوت میں اور پیار کو شخص میں تبدیل کر دیتی ہے۔

بدگمانی کا منیج کچھ بھی ہو، شدت جذبات یا ذہنی مرض، بہر حال اس کے انسانی معاشرے پر انتہائی خوفناک اور مہلک اثرات ہوتے ہیں۔ ان بدگمانیوں کی وجہ سے ہستے ہستے گمراہ جاتے ہیں، قوموں کی زندگی میں اس کی وجہ سے تباہی اور بر بادی کے خوفناک طوفانِ المآتے ہیں اور اس کے راستے میں آنے والی ہر چیز تباہ و بر باد ہو جاتی ہے۔ بدگمانی کے نتیجے میں جنت نظریہ ماحدِ حبیل جنم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ بدگمانی کے بطن سے قوبہت، لوہ لگانا، شخص اور چھل خوری میں بدعادات جنم لئی ہیں اور عیوب تلاش کرنے کا سلسلہ ٹھیں لکھتا ہے۔

تجسس یا جاسوسی کرنا

جب گمان کو بے الگام چھوڑ دیا جاتا ہے تو بدگمانیاں غالب آنے لگتی ہیں اور تجسس، کریدنے، جاسوسی کرنے اور ٹوڈگانے کے ذریعہ دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کی بیماری جنم لیتی ہے۔ بدگمان شخص اپنی اصلاح سے نافل ہو کر ہر حدود سروں کے عیوب کی تلاش میں رہتا ہے۔ قرآن مجید میں ٹوڈگانے سے منع فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَا تجسُّسُوا وَلَا يغْتَبُّنَّ عَنْكُمْ بَغْضًا﴾ (سورہ الحجat، 12)

ترجمہ: اور ایک دوسرے کے ہاتھ میں تجسس نہ کیا کرو (ٹوڈگاؤ) اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

﴿اے لوگو! جو زبان سے ایمان لائے ہو (یعنی زبانی کلہ پڑھ کر مسلمان ہوئے ہو) مگر ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا (یعنی تصدیق بالقلب سے گل پڑھ کر موسیں نہیں ہوئے) مسلمانوں کے پوشیدہ معاملات کی ٹوہن لگایا کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے رازوں کے درپے ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اس کے درپے ہو جائے گا اور وہ اس کو اس کے گھر میں دسوا کر کے چھوڑے گا۔ (ابو داؤد)

﴿ٹوہ میں رہنے اور کان لگانے سے احتراز کرو۔ (موطاالام، ۱۸)

﴿جس نے مسلمان کی پرده پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اسکی پرده پوشی فرمائے گا۔

﴿جس نے کسی کا مخفی عیوب دیکھ لیا اور پھر اس پر پرده دال دیا تو یہ ایسا ہے جس طرح کسی نے زندہ در گور کی ہوئی پیچی کوہوت کے منہ سے بچا لیا۔ موسیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کی بجائے اپنا محا رسہ فس کرتا ہے اور اپنے عیوب اور گوتا ہیاں تلاش کر کے انہیں دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ میاں محمد بن خش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿نہ مے بندے نوں لختن کریاتے نہ البحان کوئی
جد میں اندر جھاتی پائی میرے توں زرائن کوئی

ترجمہ: میں بزرے انسان کی تلاش میں انکا تو دنیا میں مجھے کوئی زر انظر نہ آیا لیکن جب میں نے اپنے اندر جھاتا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مجھے سے برا

تو اس دنیا میں کوئی موجودی نہیں ہے۔
یاد رکھیں جو دوسروں کے عیوب تلاش کر کے ظاہر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عیوب سے پردہ اٹھا کر اسے ذلیل و خوار کر دیتا ہے۔

چغل خوری

بُدْمَانِی کے شکار آدمی کی سب سوچیں چونکہ دوسروں کو را بکھنے کے گرد گھومتی ہیں اس لیے اسے ہر وہ بات بھلی معلوم ہوتی ہے اور وہ شخص اچھا لگتا ہے جو اس کی سوچ کی تقویت کا باعث ہو اور اس کی ہاں میں ہاں ملائے۔ نہیں سے چغل خوری کو راہ ملتی ہے۔ چنانچہ چغل خور اپنی کسی رخش، مفاد یا حماقت کے تحت چغیاں لگائیں کہ بُدْمَانِی کا الاؤ تیز کرنے کے لیے لکڑیاں اور سلیں مہیا کرتا ہے۔ چغلی بہت تی مذموم عادت ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

◆ حَمَّازٌ قَسَّاءٌ يَتَنَيِّجُ مَنَاعٌ لِلْخَيْرِ مُغْتَدِيَ أَيْتِيمٌ غُلَلٌ بَعْدَ ذِلْكَ زَنِيمٌ ◆ (سورہ حم ۱۳-۱۱)

ترجمہ: (جو) طعن زدن غیب ہو (ہے اور) لوگوں میں فساد انگیزی کے لیے چغل خوری کرتا پھرتا ہے۔ (جو) بھلانگی کے کام سے روکنے والا بخش، حد سے بڑھنے والا سرکش (اور) سخت گنگہار ہے۔ (جو) بد مراجع ذریشت خوبی، مزید برآں بد اصل (بھی) ہے۔
حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ السلام فرمائے ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں "زنیم" سے مراد وہ شخص ہے جو ولد اڑنا ہو اور بات چھپاتا ہو۔
یعنی جو شخص بات مخفی نہیں رکھتا اور چغل خوری کرتا ہے اس کا فعل اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ولد اڑنا ہے کیونکہ فرمان الہی میں اسی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

◆ وَبِئْلٌ لَكُلُّ هُمَزَةٌ لَمَزَةٌ ◆ (سورہ الحیرہ ۱-۱)

ترجمہ: ہر اس شخص کے لیے بلا کست ہے جو (روبرو) طعن زدنی کرتی والا ہے (اور بھی پشت) غیب جوئی کرنے والا ہے۔
ایک تحریک کے مطابق اس آیت میں "همزة" سے مراد چغل خور ہے۔

حضرت حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

◆ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَمَامٌ ◆ (سلم 290)

ترجمہ: چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔

ملکولہ شریف کی حدیث نمبر 4823 میں اسی حدیث میں نمام کی بجائے قنات کا لفظ استعمال ہوا ہے اور قنات کے معنی بھی چغل خور یا چھپ کر با تیس سنے والے کے ہیں۔

◆ ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا "کیا تمہیں بدترین انسان کے بارے میں آگاہ نہ کروں؟"

صحابہ نے عرض کیا "جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وہ چھل خور لوگ ہیں جو پیارے دوستوں کے درمیان تفرقہ ادا دیتے ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر یہ فرمایا:

﴿ چھل خوری، بذریبانی اور بکبیر اندھت دھری و ناجائز طرف داری دوزخ میں لے جانے والے کام ہیں۔ ﴾

قیامت کے دن دوزخ چھل خور سب سے بدتر ہو گا جو ایک شخص کے پاس ایک چہرہ لے کر آتا ہے اور دوسرے کے پاس دوسرا چہرہ لے کر جاتا ہے۔ قیامت کے دن اس کی آگ کی دوزبانیں ہوں گی۔

﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "تم میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند وہ ہے جو اچھے اخلاق والہ، زم مزاج، تعاون کرنے والا، الفت اور محبت سے پیش آنے والا ہے اور تم میں سے بدترین اللہ تعالیٰ کے زد دیکھ وہ ہے جو چھل کرے، مسلمان بھائیوں میں تفریق پیدا کرے اور پاکباز لوگوں کی برائیاں ٹلاش کرے۔" ﴾

﴿ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عزت اور جلال کی تھم کھا کر فرمایا کہ آنحضرت کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے جن میں سے ایک چھل خور ہے۔

﴿ حضرت امام غزالیؒ مکافہۃ القلوب میں ایک روایت میں درج فرماتے ہیں کہ جب چھل خور کی اصلاحیت ظاہر ہو جائے تو وہ بتیم سے زیاد دوزخ میں اور سوا ہو جاتا ہے۔

چھل خور کا طریقہ

کسی کی نوہ لگا کر اور عیب کر یہ کہ اس میں خود اضافہ کر کے لوگوں کو بتاتا ہے اور ان کے ہوں میں نفرت پیدا کر کے بدلن کرتا ہے۔
فتیمیں کھا کھا کر لیقین دلاتا ہے۔

یاد رکھیں سب سے خطرناک ہے جو ہوتا ہے جس میں جھوٹ شامل کر دیا جائے یا واقعہ اور بات کا رن بدل دیا جائے۔ چھل خور کا یہ بھی طریقہ واردات ہوتا ہے۔

دوڑخا چھل خور وہ ہوتا ہے جو دو اشخاص یا دو گروہوں کے درمیان عداوت اس طرح ڈالتا ہے کہ دونوں طرف اسے اپنا دوست سمجھا جاتا ہے اور اس پر احتیار کیا جاتا ہے لیکن چھل خور اصل میں دونوں سے مغلص نہیں ہوتا، اس کا مقصد دونوں کی بنا ہی ہوتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں چھل خوری کا مرض اس قدر بڑھ چکا ہے کہ شاید یہ کوئی گھر اور خاندان اس کی ہلاکت آفرینی سے محفوظ ہو، ساس بھوکے اختلافات اور خاندانوں کے دیگر جھنڑے اور فساد ای مرض سے پیدا ہوتے ہیں۔ مرد حضرات بالعموم اور خواتین بالخصوص اس

روحانی مرض کا شکار ہوتی ہیں۔ گھروں، دفتروں، خاندانوں اور خصوصاً رہائش میں بدگمانی، عیب جوئی اور چھل خوری بہت خرامیاں پیدا کرتی ہے۔ راہ فقر کے سالکوں کو اس مرض سے زیادہ مبتداہ رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ شیطان (خواہ انسانی ٹھکل میں ہے یا جن کی ٹھکل میں) ان کو راحیت سے دور کرنے کی زیادہ کوشش کرتا ہے اور ان کو پریشان کر کے اور ان کی زندگیوں میں زہر گھول کرائے زیادہ سکون مانتا ہے۔

غفلت

انسان کا مقصد حیات اللہ تعالیٰ کی پیچان اور دیدارِ الہی ہے۔ اس مقصد سے بے توجہ اور لاپرواور ہنا غفلت ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی پیچان حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور اس سے بے خبر رہتا ہے وہ غافل ہے۔ راہ فقر میں غفلت بہت بڑی کوئی کوتا ہی ہے جس کی وجہ سے طالبِ مولیٰ حنفی تعالیٰ کی پیچان سے محروم رہتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا طالب ہوا سے غفلت سے نکل کر فرار اور فقر پر گامز نہ ہو جانا چاہیے کیونکہ جو طالبِ اللہ کو پیچانے اور پانے کے لیے کوشش اور جد و یہودیتیں کرے گا وہ اللہ کو کیسے پائے گا؟

غفلت مقصد حیات کی دشمن ہے، غفلت لذت آشنا کا جاہب ہے، غفلتِ ذوق و شوق میں رکاوٹ ہے، غفلت انسان کی آنکھوں پر پر وہ ذاں رکھتی ہے، غفلتِ مشیشِ حقیقی کی ترپ پیدا ہونے نہیں دیتی، غفلتِ جسم دل روشن نہیں ہونے دیتی، غفلت شیطان کا اہم تھیار ہے۔

آج کل غفلت نے انسان کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔ دن رات انسان دنیا بنا نے کے لیے سوچ و بچار (فکر) میں مصروف رہتا ہے۔ غفلت انسان کو عباداتِ شریعت کی طرف بھی آنے نہیں دیتی اور جو عباداتِ شریعت (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حلاوۃ قرآن) تک پہنچنے چکے ہیں وہ اسی میں ممکن ہیں، اس سے آگے بڑھنے کے بارے میں سوچنے نہیں۔ ظاہری عباداتِ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راست ضرور ہیں لیکن منزل نہیں ہیں۔ جو جہاں پر ہے اسی مقام پر گھن اور غفلت کا شکار ہے۔ ہم اپنے بارے میں، اپنے یوں پچھوں، گھر بار، کاروبار، عزیز رشتہ داروں اور دوستوں کے بارے میں ہر لوگ سوچتے اور غور و فکر کرتے رہتے ہیں لیکن کیا ہم نے کبھی مقصدِ حیات کے بارے میں فحور کیا ہے؟ کیونکہ بندے کی زندگی کا مقصدِ اللہ کو پانا ہے اس لیے اس مقصد سے غافل رہنا سب سے بڑی بدھیبی اور محرومی ہے۔ جو یہ مقصدِ حیات حاصل نہ کرے کا وہ دنیا سے ناکام و نامراود گیا۔

راہ فقر میں بڑے بڑے طالبِ مولیٰ ابتداء میں بڑی تیزی سے فقر کی منازل طے کر جاتے ہیں مگر پھر غفلت میں ایسے بنتا ہوتے ہیں کہ ایک ہی مقام پر بخوبی طالبِ محسوس کرے کہ وہ راہ فقر میں کسی منزل پر رک گیا ہے تو فوراً غور و فکر کرے اور اس عمل یا غلطی کا کھوچ لگائے جس کی وجہ سے رکاوٹ پیدا ہوئی ہے، اس کا تدارک کرے اور استقامت سے آپسے آہستہ آہستہ راہ فقر میں اپنا سفر جاری رکھے کیونکہ جلد بازی شیطان کا تھیار ہے مومن کا نہیں۔

الله تعالیٰ نے قرآن مجید میں غفلت پر انسانوں کو خود ارکرتے ہوئے فرمایا:

وَلَقَدْ ذَرَّا نَا بِيَهْتَهْ كُثُرًا قِنْ أَجْنَنْ وَالْأَنْسِ^{۱۷} لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ هَنَا وَلَهُمْ أَعْنَنْ لَا يَبْعَرُونَ هَنَا وَلَهُمْ

إذَا لَا يَسْتَهِنُونَ إِنَّا أُولَئِكَ كَلَّا لِغَارِمٍ بَلْ هُنَّ أَفْلَىٰ أُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ۝ (سورة العنكبوت، 179)

ترجمہ: ہم نے بہت سے انسانوں اور جنون کو دوزخ ہی کے لیے پیدا کیا ہے، وہ دل (ہم) رکھتے ہوئے بھی (حق کو) نہیں سمجھتے، وہ آنکھیں رکھتے ہیں (میں) ان سے (حقیقت) دیکھنیں سکتے، ان کے کان ہیں میکن وہ (حق بات) سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بیٹھے ہوئے۔ یہی لوگ غافل ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَأَطْهَرُوا إِلَيْهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اِيمَانِنَا غَافِلُونَ ۝ أُولَئِكَ مَا وُحِمَ

الثَّارِيْحَا كَانُوا اِيْكَسِبُونَ ۝ (سورة بیت الرّحمن، 7-8)

ترجمہ: بے شک جو لوگ اپنے امیں (دیواری) پر یقین نہیں رکھتے اور دنیاوی زندگی پر راضی ہو گئے اور مطمین ہیں، یہی لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہو رہے ہیں۔ انہیں ان کے اعمال سمیت دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَيْرُونَ ۝ (سورة النّور، 9)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارا مال اور تمہارا بچہ اولاد تمہیں ذکر اللہ سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کرے گا وہی انتصان انجانے والا ہو گا۔

وَإِذْ كُنْزَرَيْكَ فِي تَفْسِيرِ تَحْرِيْغًا وَجِيْفَةً وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقُوْلِ بِالْغُدْغُوْلِ وَالْأَصْدَالِ وَلَا تَكُنْ فِيْنَ الْغَافِلِيْنَ ۝ (سورة العنكبوت، 205)

ترجمہ: اور صبح و شام ذکر کرو اپنے رب کا دل میں، سانسوں کے ذریعہ، بغیر آواز نکالے، خفیہ طریقے سے، عاجزی کے ساتھ اور غافلیوں میں سے مت بنو۔

⊗ حضرت ابو موسیٰ اشتری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جو شخص ذکر اللہ کرتا ہے اور جو شخص نہیں کرتا اس کی مثال (باترتیب) از نہہ اور مردہ کی تی ہے۔" (بخاری 6407)

⊗ اسی حدیث کو حضرت علی سلطان پاٹھور حضرت اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

جو دم غافل سو دم کافر، ساتوں مرشد ایسہ پڑھایا خو

ترجمہ: جو سانس بھی ذکر اللہ سے غفلت میں لگا ہے کفر ہے۔ یہ بات ہمیں ہمارے مرشد نے سمجھائی ہے۔

طبع و حرص

انسان فطری طور پر حریص اور لاپچی ہے کیونکہ اس کی تخلیق میں یہ موجود ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے وہ اس سے مطمین نہیں ہوتا، ہر وقت مزید کی خواہش اس کے دل و دماغ پر چھائی رہتی ہے۔ حرص، لاچ یا طمع مال و دولت اور جائیداد کی بھی ہو سکتی ہے اور کھانے پینے، حسن، صحبت،



گھر، عورت، بیاس، حکومت یا عہدہ کی بھی ہو سکتی ہے۔ حرص پہلے قلب میں جا گزیں ہوتی ہے اور لاپتی انسان کے دل میں ان چیزوں کو زیادہ سے زیادہ اور بہتر سے بہتر صورت میں اور ہر چائز و ناجائز طریقے سے حاصل کرنے کی خواہش ؎ یہ وہ ایسا ہے۔ یہی خواہش اسے جائز سے ناجائز رائج کی طرف لے جاتی ہے اور مصائب میں جتنا کردیتی ہے۔

طمع کا مختلاف قناعت ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو عطا کیا اس پر راضی اور مطمئن ہو جانا۔ فقیر کے لیے قناعت لازم ہے۔ اسے چاہیے کہ ایک دن یا ایک ماہ سے زائد کا ابہام نہ کرے، اس سے زائد کی خواہش سے طویل امیدوں کی طرف راغب ہو گا تو قناعت ثابت ہو جائے گی اور حرص و طمع جاگ اٹھے گی۔ غنی وہ بے جواہ اللہ تعالیٰ کے دینے ہوئے رزق پر قناعت کرتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

﴿ طمع کا ترک کرنا فخر ہے اور لوگوں سے نامیدہ ہونا غافل ہو ہے۔ ﴾

جو شخص دوسروں کے مال و دولت سے کوئی امید نہیں رکھتا وہ سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ قناعت میں سکون اور بے نیازی ہے جبکہ طمع میں بے سکونی، بے چیزی اور پریشانی ہے۔ لائق، طمع اور حرص کی نہادت میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ وَ تَأْكُلُونَ الْمُرَاثَ أَكْلًا لَهَا ۝ وَ تَمْجِيئُونَ الْمَالَ حَتَّى يَجْعَلَهَا ۝ (سورہ الحج ۲۰-۲۱) ﴾

ترجمہ: بیواث کے مال کو غمین کی طرح کھا جاتے ہو اور مال کی محبت تم میں طمع کی طرح ہے۔

﴿ الْفَحْمُ الظَّمَالُ ۝ حَتَّى زُرْتُمُ الْمَقَابِلَةَ ۝ كَلَّا سُوفَ تَعْلَمُونَ ۝ (سورہ الحج ۳-۴) ﴾

ترجمہ: تمہیں مال کے لائق نے غالباً بنا رکھا یا یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچنے گئے۔ مفتریب تمہیں پڑھل جائے گا۔

طمع یا حرص شیطان کا بہت بڑا آرہ ہے جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو راہِ حق سے گراہ کرتا ہے۔ اس کا طریقہ واردات یہ ہے کہ پہلے وہ انسان کے دل میں کسی خواہش کو شدت سے ابھارتا ہے، جب یہ خواہش اس کے دل کو اپنے قبضے میں لے لیتی ہے تو اسے پورا کرنے کے لیے انسان اللہ کو بھلا کر رات دن ایک کر دیتا ہے۔

﴿ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "آدمی یوڑھا ہو جاتا ہے مگر اس کی دو چیزیں جوان رہتی ہیں، مال کی حرص اور عمر کی حرص۔" (بخاری شریف) ﴾

﴿ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "وچکنی اور پھسلا دینے وائی چیز جس پر عما کے قدم نہیں پھبر سکتے لائق ہے۔" (بخاری عمال) ﴾

﴿ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "بے شک تم حکومت کے لیے حریص ہو جاؤ گے۔" (بخاری شریف) ﴾

﴿ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جس شخص نے لائق، غصہ اور نکس کی ہی وجہ سے خود کو پھالا اس نے محاجات حاصل کر لی۔" مومن کا وقت اللہ کے بارے میں تھوڑ کرنے میں گزرتا ہے اور منافق کا سارا وقت حرص و لائق کی نذر رہ جاتا ہے۔ حرص اور لائق کو

حضرتؐ سلطان بالخور حمت اللہ علیہ نے راہ فقر کی بڑی رکاوٹ قرار دیا ہے کیونکہ فقر تو طلب دنیا و عینی کو چھوڑ کر طلب مولیٰ کا سفر ہے اور طلب دنیا و عینی سراسر جرس اور طمع ہے۔ جب تک طمع اور لائچی قلب میں جاگزیں رہتا ہے اسم اللہ ذات قدر نبی اللہ کا قرب و معرفت حاصل ہوتی ہے۔

حضرتؐ سلطان بالخور حمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس دل پر اللہ تعالیٰ کی نکا و رحمت نہیں ہوتی وہ دل سیاہی، گمراہی، جرس، حسد اور کبیر میں ملوث ہو جاتا ہے۔ اسی حسد کی وجہ سے قائل نے ہاتھیل کو قتل کر دیا تھا، جرس نے حضرت آدم کو گندم کا دانہ کھلا کر جنت سے انکو ادا یتحا اور کہرنے اٹھیں کو مرتبہ غلیظ و لغعنی (اس پر لعنت ہو) تک پہنچایا۔ جو دل ہوں کا گھر بن جاتا ہے وہ ہمیشہ جرس، حسد، کبیر، غرور اور ذلیل دنیا کی پریشانیوں میں گھر ا رہتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کا فرمان بے:

حُبُّ الدُّنْيَا وَ الْيَنِيْنِ لَا يَسْعَانِ فِي قَلْبٍ وَ اجِيدُ كَلْمَاءَ وَ التَّارِيْخِ إِلَاؤ وَ اجِيدُ

ترجمہ: کسی دل میں دین اور دنیا کی محبت اکٹھی نہیں رہ سکتیں ہیے کہ آگ اور پانی ایک برتن میں نہیں رہ سکتے۔ (ہمیں الفرق)

طمع، جرس، حسد، کبیر اور خواہشات نفس جہاب کی مانند ہیں۔ جوان کو احتیار نہیں کرتے وہ بے جواب اللہ کو دیکھتے ہیں اور بغیر کسی اعتراض کے اللہ سے کلام میں گور جتے ہیں جیسے موتی لڑی میں پروردیئے گئے ہوں۔ (کیدا تو چید کاں)

استفادہ کتب

1- قرآن مجید

2- تفاسیر قرآن مجید (جن کا حوالہ کتاب میں موجود ہے)

3- تفسیر روح البیان از شیخ محمد اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ و تفسیر مولانا فیض احمد ولی مرحوم و محفوظ

4- کتب احادیث

5- کتب احادیث قدسی

1- مرآۃ العارفین تصنیف لطیف سید الشبداء حضرت امام حسین

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مترجم	سال اشاعت	ناشر / اوارڈ
1	مرآۃ العارفین (ترجمہ و شرح)	سلطان الفتن جلیلی خیز مزخرین مختیث سروی قادری	2016ء	مذکور
2	ترجمہ مرآۃ العارفین	الله واللئے کی قومی دکان	درجن نجیب	مذکور
3	کنز العارفین شرح مرآۃ العارفین	میاں خادم حسین صوفی	1973ء	مذکور
4	مرقاۃ السالکین شرح مرآۃ العارفین	محمد فیض احمد ولی مرحوم	2007ء	راویہ مذکور

2. تصنیف غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مترجم	سال اشاعت	ناشر / اوارڈ
1	غوثیۃ الطائبین	مولانا محمد صدیق ہزاروی	1988ء	فرید بک شال لاہور سعیدی

- 2- سرالسرار**
2. مولانا محمد عبدالاحد قادری فروردی 2005ء قادری رضوی کتب خانہ لاہور
 - 1- احسن علی سروری قادری سلطان الفرقہ بیلکیشور ۱۴۵۱ھ/۲۰۱۶ء (مع عربی متن) ایکمینش
 - 2- مولانا حامد محمد مختار ایش باہار ۱۲ ربیع قصوری الاول ۱۴۲۳ھ قادری رضوی کتب خانہ لاہور
 - 3- سید امیر خان نیازی ستمبر ۲۰۰۳ء مکتبہ العارفین ۱۴۱۸ھ ایکمینش ایکوپیشن ناؤں (مع عربی متن)
 - 4- حافظ برکت علی قادری غوٹپہ کتب خانہ بیرون شاہ عالم گیٹ لاہور ۱۴۰۱ھ
 - 5- ظفر اقبال کلیار زاویہ بیلکیشور زلاہور سلطان الفرقہ بیلکیشور ۱۴۱۲ھ
- 3- (i) الرسالت الغوشہ ترجمہ و شرح مع عربی متن**
- 1- احسن علی سروری قادری الرسالت الغوشہ ترجمہ سلطان امیر حضرت خلام دیکھیر مارچ ۱۹۹۸ء غلام دیکھیر اکیدہ در پاہ سلطان باشو جنگ عربی متن القادری ناشاذ
 - 2- سید علاء الدین گیلانی البغدادی باہشم ۲۰۱۶ء در پا غوٹپہ شاہراہ المکیانی کوئٹہ تذکرہ قادریہ (مع رسالت الغوشہ صفحہ ۱۹۶-۱۶۷)
- 4- فتوح الغیب**
- 1- سید فاروق قادری فتوح الغیب اکتوبر ۲۰۰۲ء قادری رضوی کتب خانہ لاہور
 - 2- سید محمد فاروق القادری تصوف فاؤنڈیشن لاہور ائمہ اے
- 5- الفتح الربانی**
- 3- سکندر شاہ نوری بک ڈپلاہور ۱۹۷۸ء
 - 4- راجارشید محمود ایم اے عالمیں پر نظر لاہور درج نیں
 - 1- مولانا عبدالاحد قادری الفوض غوث بیزادانی قادری ۲۰۰۳ء قادری رضوی کتب خانہ لاہور (فوض غوث بیزادانی)
 - 2- نصیس اکیدہ کراچی درج نیں نصیس اکیدہ کراچی (مع عربی متن)

3۔ مولانا عاشق الہی
العارفین پبلکیشنز لاہور
(جعفری مسٹر)

3۔ تصنیف شیخ اکبر حجی الدین ابن عربی

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/ مترجم	سال اشاعت	ناشر/ ادارہ
1	قصوس الحکم	1۔ شرح مولانا عبد القدری صدیقی	درج نہیں	ذییر سنز لاہور
2	فتوات کلیہ (تین جلدیں)	2۔ محمد ریاض قادری (جز فصل اقصیٰ) (جعفری مسٹر)	2006ء	علم و عرفان پبلکیشنز لاہور
3	شجرۃ الکون	3۔ علی برادران تاجران کتب فیصل آباد صالح چشتی	1986ء	علی برادران تاجران کتب فیصل آباد

4۔ تصنیف جمیۃ الاسلام حضرت ابو حامد امام غزالی

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/ مترجم	سال اشاعت	ناشر/ ادارہ
1	کیمیائے سعادت	محمد شریف تنشیدی	1993ء	شیخ برادری لاہور
2	احیا العلوم (چار جلدیں)	مولانا محمد فیض احمد ایسی	درج نہیں	شیخ برادری لاہور
3	مرا شفتۃ اللذوب	حافظ محمد اسحاق لقر	2005ء	ذییر سنجھ پبلکیشنز روپنڈی
4	منہاج الزائدین	ابو ثواب سید محمد اسحاق	حوالی 2004ء	شیخ برادری لاہور شرح منہاج العابدین
5	حقیقت روح انسانی	مفتی شاہدین	2003ء	محب میں پبلکیشنز لاہور

5۔ تصنیف سلطان العارفین حضرت سلطان باحوبیہ

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/ مترجم	سال اشاعت	ناشر/ ادارہ
1	نور الہدی کلاں	1۔ طہ بہان سروری قادری (جعفری مسٹر)	2020ء	سلطان الفقرا پبلکیشنز 45/A، ایکسپریشن ایجنسیشن بلاک، وحدت روڈ لاہور

<p>2- سید امیر خان نیازی (معنی فارسی متن)</p> <p>3- کے۔ پی۔ نیم (معنی فارسی متن)</p> <p>4- نقیر بیرون محمد (فارسی۔ اردو)</p> <p>5- نور محمد کاظمی</p> <p>6- محمد قلیل مصطفیٰ اخوان</p> <p>7- الاطاف حسین شاہدروی</p> <p>8- احسن علی سروری قادری (معنی فارسی متن)</p> <p>9- نور الہدی خورد</p>	<p>امین خوشیہ فرزیہ حق باحث سلطان دربار عالیہ حضرت الی سلطان باحث جنگ</p> <p>حق باحومزمل کلشن راوی لاہور</p> <p>باقتم سعیدری شریف علی گلٹ ضلع چکوال</p> <p>عرقان منزل کاچی ڈیرہ امام علی خان</p> <p>شیعیہ برادری لاہور</p> <p>شیعیہ برادری لاہور</p> <p>سلطان افقر ہمکیہ ہمہ</p> <p>اسٹوڈیس ایجنسیشن ناؤن وحدت روڈ لاہور</p> <p>اللہو آلے کی قوی دکان لاہور</p>
<p>10-</p> <p>پروفیسر سلطان عائفہ حماد الرحمن</p> <p>سرداری قادری (معنی فارسی متن)</p> <p>2- گلظوط (فارسی)</p> <p>3- سید امیر خان نیازی (معنی فارسی متن)</p> <p>4- محمد علی چوائی</p> <p>5- حافظ محمد رمضان (مرحوم)</p> <p>6- عبدالرشید شاہ قادری</p> <p>7- اللہو آلے کی قوی دکان</p> <p>8- احسن علی سروری قادری (معنی فارسی متن)</p> <p>9- کے۔ پی۔ نیم (معنی فارسی متن)</p> <p>3- نقیر بیرون محمد (اردو۔ فارسی)</p>	<p>شیعیان اغاریہ</p> <p>سرداری قادری (معنی فارسی متن)</p> <p>بلضم شہزادہ عارف اسی سید بہادر علی شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ</p> <p>امین خوشیہ فرزیہ حق باحث سلطان دربار عالیہ حضرت الی سلطان باحث جنگ</p> <p>نمایہ ستر چلشڑ لاہور</p> <p>حاڈوں گور مضاف مر جم خلیفہ دربار حضرت سلطان باحث جنگ</p> <p>کتبہ سلطانیہ گھر منڈی ضلع کوئٹہ نالہ</p> <p>اللہو آلے کی قوی دکان لاہور</p> <p>سلطان افقر ہمکیہ ہمہ</p> <p>اسٹوڈیس ایجنسیشن ناؤن وحدت روڈ لاہور</p> <p>حق باحومزمل کلشن راوی لاہور</p> <p>نقیر بیرون محمد اخوان برقام سعیدری شریف علی گلٹ ضلع چکوال</p>
<p>11-</p> <p>احسن علی سروری قادری</p> <p>اللہو آلے کی قوی دکان</p> <p>1- احسن علی سروری قادری (معنی فارسی متن)</p> <p>2- کے۔ پی۔ نیم (معنی فارسی متن)</p> <p>3- نقیر بیرون محمد (اردو۔ فارسی)</p>	<p>محکم افقارا</p> <p>احسن علی سروری قادری</p> <p>اللہو آلے کی قوی دکان</p> <p>1- احسن علی سروری قادری (معنی فارسی متن)</p> <p>2- کے۔ پی۔ نیم (معنی فارسی متن)</p> <p>3- نقیر بیرون محمد (اردو۔ فارسی)</p>

<p>5- مجالستہ النبی</p> <p>1- سید امیر خان نیازی (مع فاری متن) باز اول 1996ء سلطان پاٹھ بھنگ تعمیر بر محمد اخوان، بمقام سندھی شریف تالہ گلگھ ضلع چکوال</p> <p>2- فتحیہ بر محمد</p>
<p>6- کلید التوحید خورہ</p> <p>1- احسن علی سروہی قادری (مع فاری متن) باز اول 1996ء سلطان القمر ہلکی پھر یکمئیش انکوکھن ناؤں و حدت روڈ لاہور تعمیر بر محمد اخوان، بمقام سندھی شریف تالہ گلگھ ضلع سلطان پاٹھ بھنگ</p>
<p>7- محک الفقر کالاں</p> <p>1- احسن علی سروہی قادری (مع فاری متن) باز اول 1989ء شیعی بر اوزلا لاہور سلطان القمر ہلکی پھر یکمئیش انکوکھن ناؤں و حدت روڈ لاہور العارفین ہلکی پھر لاہور</p>
<p>8- کلید التوحید کالاں</p> <p>1- احسن علی سروہی قادری (مع فاری متن) باز اول 1996ء حُجَّ بادھنzel گھنکش راوی لاہور الله واللئے کی قومی دکان لاہور شیعی بر اوزلاہور سلطان القمر ہلکی پھر یکمئیش انکوکھن ناؤں و حدت روڈ لاہور</p>
<p>2- کے پی نسیم (مع فاری متن) درخ نسیم الله واللئے کی قومی دکان شیعی بر اوزلاہور</p>
<p>3- فتحیہ بر محمد (فاری- اردو) چکوال</p>
<p>4- کے پی نسیم (مع فاری متن) درخ نسیم الله واللئے کی قومی دکان شیعی بر اوزلاہور</p>
<p>5- کے پی نسیم (مع فاری متن) درخ نسیم الله واللئے کی قومی دکان</p>
<p>6- محمد قلیل مصلحتی اخوان سلطان القمر ہلکی پھر یکمئیش انکوکھن ناؤں و حدت روڈ لاہور</p>
<p>7- سید امیر خان نیازی (مع فاری متن) اثاعت 2002ء سلطان پاٹھ بھنگ</p>
<p>8- فتحیہ بر محمد (فاری- اردو) چکوال</p>
<p>9- اشدہ واللئے کی قومی دکان درخ نسیم الله واللئے کی قومی دکان لاہور</p>

۹۔ میک انقر خورد	۹۔ کے بی نیم (مع ذہن)	جن با خونزیل گشناں راوی لاہور سلطان انقر ۱۴-۵/A	۲۰۰۰ء
۱۰۔ عین انقر	۱۔ پ و فیصل سلطان حافظہ حادا الرحمن	سروری قادری (مع ذہن) یکھنیشن ایکو کیشن ناؤں وحدت روڈ لاہور شیخ برادر لاہور	۲۰۲۰ء
۱۱۔ سلطان الوهم	۲۔ الاف حسین شاہزادی	شیخ برادر لاہور الورغین ۴/A	۱۹۹۸ء
۱۲۔ اسرار قادری	۳۔ سید امیر خان نیازی	یکھنیشن ایکو کیشن ناؤں وحدت روڈ لاہور درج نہیں	وکبر ۲۰۰۴ء
۱۳۔ نعم برہمن	۴۔ کے بی نیم (مع ذہن)	جن با خونزیل گشناں راوی لاہور الہوالے کی قومی دکان لاہور	۲۰۰۱ء
۱۴۔ قرب دیدار	۵۔ اللہ والے کی قومی دکان	سلطان انقر ۱۴-۵/A	درج نہیں
۱۵۔ کشف الاسرار	۶۔ فتح برہمن	پ و فیصل سلطان حافظہ حادا الرحمن فتح بر محمد حطی شریف حفصیل تد لٹک ضلع پچوال سلطان انقر ۱۴-۵/A	۲۰۲۰ء
۱۔ عین علی سروری قادری	۷۔ محسن فتحی	سلطان انقر ۱۴-۵/A	۱۹۹۹ء
۲۔ اللہ والے کی قومی دکان	۸۔ کے بی نیم (مع ذہن)	شیخ برادر لاہور پ و گری بوکس اردو بار ار لاہور	۱۹۵۲ء
۳۔ الاف حسین شاہزادی	۹۔ محسن فتحی	الورغین ۴/A	۱۹۹۶ء
۴۔ محمد شریف عارف نوری	۱۰۔ فاطمہ بان سروری قادری	شیخ برادر لاہور سلطان انقر ۱۴-۵/A	۱۹۹۴ء
۵۔ سید امیر خان نیازی	۱۱۔ فتح برہمن	شیخ برادر لاہور جن با خونزیل گشناں راوی لاہور	۲۰۱۰ء
۶۔ فتح برہمن	۱۲۔ کے بی نیم (مع ذہن)	شیخ برادر لاہور سلطان انقر ۱۴-۵/A	۲۰۰۴ء
۷۔ قرب دیدار	۱۳۔ محسن فتحی	شیخ برادر لاہور سلطان انقر ۱۴-۵/A	۱۹۹۸ء
۸۔ کشف الاسرار	۱۴۔ فاطمہ بان سروری قادری	شیخ برادر لاہور سلطان انقر ۱۴-۵/A	۲۰۱۷ء
۹۔ نعم برہمن	۱۵۔ محسن فتحی	شیخ برادر لاہور سلطان انقر ۱۴-۵/A	۲۰۰۵ء
۱۰۔ کشف الاسرار	۱۶۔ پ و فیصل سلطان حافظہ حادا الرحمن	شیخ برادر لاہور سلطان انقر ۱۴-۵/A	۲۰۱۸ء

16.	<p>دیدار بخش خورد</p> <p>ج۔ الطاف حسین شاہ دروی (معہ دہی متن)</p> <p>شیخ برادرزادہ امدادی لاہور</p> <p>درج نہیں</p>
17.	<p>امیر الکوئین</p> <p>۱۔ الطاف شاہ دروی (معہ دہی متن)</p> <p>۲۔ کے پی نیم (معہ دہی متن)</p> <p>۳۔ حسن علی سروری قادری (معہ دہی متن)</p> <p>۴۔ احمد سلطان افقر ہمکیشور کتبہ سلطان افقر ہمکیشور</p> <p>۵۔ محمد عباد رشید شاہ قادری کتبہ سلطان افقر ہمکیشور</p> <p>۶۔ سید امیر خان نیازی (معہ دہی متن)</p> <p>۷۔ اللہ والے کی قومی دکان لاہور اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۸۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان لاہور</p> <p>۹۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۱۰۔ سید امیر خان نیازی (معہ دہی متن)</p> <p>۱۱۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۱۲۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۱۳۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۱۴۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۱۵۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۱۶۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۱۷۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۱۸۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۱۹۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۲۰۔ شیخ برادرزادہ امدادی اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۲۱۔ کلید جنت</p>
18.	<p>رسالہ اور گنگ شاہی</p> <p>۱۔ پروفسر سلطان حافظ صادرا الرحمن سروری قادری (معہ دہی متن)</p> <p>۲۔ شیخ برادرزادہ امدادی کتبہ سلطان افقر ہمکیشور</p> <p>۳۔ کے پی نیم (معہ دہی متن)</p> <p>۴۔ اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۵۔ اکٹھ سلطان الطاف علی باخو ہمکیشور کون</p>
19.	<p>فضل اللقا</p> <p>محمد شریف عارف نوری</p>
20.	<p>عقل بیدار</p> <p>۱۔ حسن علی سروری قادری (معہ دہی متن)</p> <p>۲۔ شاہد قادری کتبہ سلطان افقر ہمکیشور</p> <p>۳۔ کے پی نیم (معہ دہی متن)</p> <p>۴۔ اللہ والے کی قومی دکان</p> <p>۵۔ سلطان باحوالیہ میں حق مزیں گوشن راوی لاہور</p>

-22	مشائخ العارفین	محمد شریف عارف	پروگریس سکس لاہور	1994ء
-23	تو فیں البدایت	محمد شریف عارف	پروگریس سکس لاہور	1993ء
-24	محبت الاسرار	1۔ محمد شریف عارف	پروگریس سکس لاہور	1993ء
-25	جامع الاسرار	2۔ کے نیم (مع فاری متن)	حق پا خو منزل گلشن راوی لاہور	
-26	حجۃ الاسرار	کے نیم (مع فاری متن)	حق پا خو منزل گلشن راوی لاہور	2003ء
-27	طرفة اعین	1۔ پروفیسر سلطان حافظہ الرحمن	سلطان الفرقہ جلیلیہ	2020ء
-28	ایات باھو (ترجمہ شرمن)	سروری قادری (مع فاری متن)	ایکٹھیشن ایجوکیشن ناؤن وحدت روڈ لاہور	14-5/A
-29	کی حرثی ایات باھو (ترجمہ شرمن)	احمد سعید بہمنی	شیر پردارہ لاہور	درجن تیس
-30	ھو دے بیت	الاطاف حسین شاہ بدروی	شیر پردارہ لاہور	فروہی 1996ء
-31	عکس باھو	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	ناشدہ جلیلیہ زیر یگل پارک لاہور	مارچ 1995ء
-32	کام سلطان باھو	ڈاکٹر نبی الرحمن	سائبون جلیلیہ جوہر آباد ضلع خوشاب	اپریل 2001ء
-33	عمل ایات سلطان باھو	محمد شریف صابر	سیدا جمل حسین بیموریل سوسائٹی لاہور	1996ء
-34	دیوان باھو (فارسی)	محمد شریف صابر	ادارہ تطہیم القرآن، اکوان ناؤن لاہور	ماрچ 2004ء
-35	دیوان باھو	ڈاکٹر سلطان الطاف علی	سلطان باھو اکیڈمی لاہور	2003ء
-36	نقش باھو	منظومہ ترجمہ قاری دیوان سعوی قریشی	لوگ ورث اسلام آباد	1996ء

6۔ تصنیف سلطان العاشقین حضرت سلطان محمد نجیب الرحمن (مصنف تصنیف ہذا)

نمبر شمار	نام کتاب	سال اشاعت	ناشر/ ادارہ
-1	رسالہ روحی شریف (مع فاری متن)	اپریل 2018	سلطان الفرقہ جلیلیہ

سلطان الفرقہ جلیلیہ
ایکٹھیشن ایجوکیشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
14-5/A

-2	شیعیان الفقر (باردوم)	2022	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-3	محققی آخر زمانی (باردوم)	2022	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-4	کلام مشائخ سروری قادری	جنوری 2021ء	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-5	حقیقت ام اللذات	2022	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-6	مرشد کاملِ اکمل	2022	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-7	سلطان باضو	2022	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-8	فقر اقبال	2022	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-9	فضائل اہل بیت و صحابہ کرام (قرآن و حدیث کی روشنی میں)	اگست 2020ء	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-10	خلفاء راشدین	نومبر 2020ء	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-11	حقیقت عید میلاد النبی	محی 2019ء	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-12	سوائج حیات سلطان التارکین حضرت شیخ سلطان سید محمد عبداللہ شاہ مدنی جیلانی	2022	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-13	سید الشہداء حضرت امام حسین اور پیر بدیت	اگست 2016ء	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-14	حقیقت محمد یہ	2022	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور
-15	حیات و تعلیمات سیدنا غوث الاعظم	ستمبر 2018ء	سلطان الفقر (بلکلیشور) 4-5/A، یکشین انجویشن ناؤن وحدت روڈ لاہور

-16	ایات بالکل	سلطان افقر ہبھیہر 14-5/A یکمین انبوذش ناؤن وحدت روڈ لاہور	2022
-17	حقیقت نماز	سلطان افقر ہبھیہر 14-5/A یکمین انبوذش ناؤن وحدت روڈ لاہور	2022
-18	حقیقت روزہ	سلطان افقر ہبھیہر 14-5/A یکمین انبوذش ناؤن وحدت روڈ لاہور	اکتوبر 2018
-19	حقیقت زکوٰۃ	سلطان افقر ہبھیہر 14-5/A یکمین انبوذش ناؤن وحدت روڈ لاہور	ماਰچ 2020
-20	حقیقت حج	سلطان افقر ہبھیہر 14-5/A یکمین انبوذش ناؤن وحدت روڈ لاہور	ماارچ 2020
-21	ترکیہ شیعیانی طریق	سلطان افقر ہبھیہر 14-5/A یکمین انبوذش ناؤن وحدت روڈ لاہور	اکتوبر 2018
-22	شیعیان کے ناسور	سلطان افقر ہبھیہر 14-5/A یکمین انبوذش ناؤن وحدت روڈ لاہور	محی 2019

7۔ دیگر کتب

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف امترجم	سال اشاعت	ناشر/ادارہ
-1	کشف الجوب	حضرت علی الحسیری داہم حنفی	1970ء	طبع اکیدی پچ سادہ شریف خلیج گرام
-2	انفاس العارفین	حضرت مولانا میاض رمضانی	2007ء	علم و عرقان ہبھیہر زادہ جوہر
-3	معالیٰ الحرم	حضرت جنید اخداوی	1998ء	ذخیرہ حمزہ لاہور
-4	انسان کامل	سید عبدالکریم الحبیلی	طبع چہارم 1980ء	شیعیان اکیدی کراپی
-5	طواہیں	حضرت مخصوص علی	2008ء	قصوف واؤنیش لارہور
-6	حقائق عنatsuوف	حضرت شیخ عبدالقدوس سی شاذی	2003ء	کتبداریہ لاہور
-7	عوارف العارف	حضرت شیخ محمد اکرم الازہری مترجم شیعیان صدقی	جنوری 2001ء	فرید یک ذپوری (اعظی)

- 8- **سر الجیب**
شاد حبیب اللہ قادری،
مترجم غلام رسول
درج نمبر: آستانہ عالیہ بغداد شریف تحریل عائیہ وال شاعر ممتاز
- 9- **اشراف عرب**
سید محمد جعفر بن قشی
درج نمبر: 1989ء
ملکوک مسعود جنڈہ پور سریخ لاہوری ملکی
- 10- **تواریخ آئینہ تصوف**
شاد محمد حسن صابری چشتی رامپوری بازیں ۱۴۲۴ھ
مکتب صابریہ قصور
- 11- **تاریخ مشائخ قادریہ**
پروفیسر محمد حسین آزاد قادری
درج نمبر: 2008ء
ورثائیں پر نظر لاهور
- 12- **تاریخ مشائخ قادریہ**
ڈاکٹر غلام سعییان احمد
(تین جلدیں)
کتب خانہ امجدیہ دہلی (انگلیا) 2001ء
- 13- **راہنمائے مزارات دہلی**
محمد عاصم القادری سنبھلی
2007ء
محمدی بک ذپوری دہلی (انگلیا)
- 14- **مزارات اولیاء دہلی**
محمد عالم شاہ فریضی
1927ء
فرید بک ذپوری دہلی (انگلیا)
- 15- **واقعات دارالحکومت دہلی**
بیش الدین احمد
(جلد دوہم)
ملکوک بخارب پیلک لاہوری لاهور 1337ھ/1918ء
- 16- **دہلی زیارات و آثارات**
سردار الحنفی
1337ھ/1918ء
ملکوک بخارب پیلک لاہوری لاهور
- 17- **مزارات اولیاء دہلی**
مولوی محمد عالم شاہ
1330ھ/1917ء
ملکوک بخارب پیلک لاہوری لاهور
- 18- **اولیائے ممتاز**
اویادعلیٰ گیلانی
طبع لاهور
ملکوک بخارب پیلک لاہوری لاهور
- 19- **اولیائے ممتاز**
بیش حسین ہائم
طبع لاهور
ملکوک بخارب پیلک لاہوری لاهور
- 20- **تذکرہ اولیائے ممتاز**
اقیاز حسین شاہ
طبع لاهور
کتب خانہ حاجی نیاز الدین بوہری گیت ممتاز
- 21- **راجہنمائے متamat مقدس**
مرزا آقابیگ عرف نواب مرزا
دارالحکومت دہلی
بیک دہلوی
ملکوک قیمیہ لاہوری درگاہ شریف ساہ حسروہ بریانہ (انگلیا)
- 22- **آثار دہلی**
طبع دہلی
ملکوک قیمیہ لاہوری درگاہ شریف ساہ حسروہ بریانہ (انگلیا)
- 23- **باغ سادات**
سید حسین شاہ فتوی بخاری
طبع لاهور
بازیں ۱۹۴۷ء
ملکوک تخت غلام محمد دہلی مٹھور احمد احمد شریف بریانہ

- | | | | |
|---------------------------------|------------------------------|--|---------------------|
| 24- تاریخ بزرگان دلیل | کلام مختار احمد سبز واری | مولوک قریبیہ لاہوری درگاہ شریف ساؤ تھرا بریانہ (انڈیا) | 1972ء، دہلی |
| 25- قائد الجہاد فی مناقب | علام محمد بن حنفی تاذقی | شیخ رہا اور ز لاہور | 2006ء |
| 26- خلاصۃ الماخوذ فی مناقب | امام محمد عبد اللہ یافعی | تصوف فاؤنڈیشن لاہور | 2008ء |
| 27- نزہۃ النظر الفائزی | ترجمہ سید محمد فاروق القادری | شیخ عبدالقدور | شیخ عبدالقدور |
| 28- تفرقۃ الی طرفی مناقب | سید عبدالقدار اربلی | قادری رضوی کتب خانہ لاہور | 2007ء |
| 29- بحثت الاسرار | ترجمہ مولانا محمد عبدالقدور | ترجمہ مولانا محمد عبدالقدور | شیخ رہا اور ز لاہور |
| 30- پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں | اشیخ سیدنا عبدالقدور | قادری رضوی کتب خانہ لاہور | 2007ء |
| 31- تذکرہ اولاد غوث عظیم | سید مظلوم حسین گیلانی | شیخ رہا اور ز لاہور | 2008ء |
| 32- مشنوی مولانا تاروم | مولانا جمال الدین رومنی | سینک میل ٹکنیکیٹر لاہور | نومبر 2005ء |
| 33- کتاب الروح | علماء حافظ ابن القیم | ادارہ گیاتریہ دری گولہ اشریف آزاد کشمیر | 2000ء |
| 34- تذکرۃ الاولیاء | حضرت فرید الدین عطاء | خدیجہ ٹکنیکیٹر لاہور | طبع چشم |
| 35- شرح اسماء الحشی | قاضی محمد سلیمان منصور پوری | ادارہ اسلامیات لاہور | درج نہیں |
| 36- الفقر فخری | سید ابوالفضل قلندر سہروردی | اور سینک میل ٹکنیکیٹر لاہور | مارس 2008ء |
| 37- سکینۃ الاولیاء | شیخ ادوار علیم | بر و گریسوں کس لاہور | محی 2000ء |

سفينة الاولیاء	-38	شہزادہ ارٹکلوہ	طبع دفترم 1986ء	پیلس اکیڈمی کراچی
تاریخ تصوف	-39	بروفسرویٹ سلم جشتی	درج نمبر	دارالکتاب لاہور
ذکرہ غوشه	-40	مشنویات غوث علی شاہ قائد قادری	درج نمبر	مشتق بک کارزار ایصل مارکیٹ لاہور
مشکل کشا	-41	سامنہ جشتی	بارہم	پہنچ سب خان فیصل آباد حوالی 1992ء
شہید ابن شہید	-42	سامنہ جشتی	1993ء	پہنچ سب خان فیصل آباد
خاصک نسائی	-43	سامنہ جشتی	1985ء	پہنچ سب خان فیصل آباد
البتول	-44	سامنہ جشتی	فروہی 2004ء	شیخ برادر زادہ لاہور
المنهج الیسوی	-45	ڈاکٹر طاہر القادری	اشاعت ششم	منهج القرآن و حجۃ الشہزادہ لاہور 2006ء
عرفان اللہ	-46	ڈاکٹر طاہر القادری	2006ء	منهج القرآن و حجۃ الشہزادہ لاہور
شیخ اکبر حبی الدین ابن عربی	-47	محمد فتح بلوچ	2006ء	مکتبہ تہمال لاہور
روحانیت اور اسلام	-48	پکستان واحد کالج سیال	1995ء	انپیسل ناشر انہیں جان کتب لاہور
سر ولہ وال	-49	حضرت شاہ سید محمد علی	1995ء	انپیسل ناشر انہیں جان کتب لاہور
عرفان (جلد اول)	-50	تو رمک کاچھی	1999ء	عرفان منزل کلاچی ذریہ اسماعیل خان
مخزن الاسرار	-51	تو رمک کاچھی	1999ء	عرفان منزل کلاچی ذریہ اسماعیل خان
حیات سروری	-52	عبدالمیری کلاچھی	2000ء	عرفان منزل کلاچی ذریہ اسماعیل خان
شیع جمال	-53	احمد سعید حمانی	1995ء	غلام و غیرہ اکیڈمی دربار سلطان پاٹھ جنگ
حقیقت ابدال و رجال	-54	احمد سعید حمانی	1993ء	غلام و غیرہ اکیڈمی دربار سلطان پاٹھ جنگ
غیب				
احوال و مقامات حضرت	-55	احمد سعید حمانی	باری جارم 1995ء	حضرت خلام و غیرہ اکیڈمی دربار حضرت سلطان پاٹھ جنگ
حقیقی سلطان باہم				

-56	سلطان العارفین حضرت سلطان باصقو (حیات و تصریفات)	امحمد سعید بدھانی	حضرت سلطان باصقو آئیہ می لاہور	ماہر 1995ء
-57	مناقب سلطانی	1. سلطان حامد علی، مترجم ارشد القادری	کتبہ سلطانی حکمران مذہبی گوجرانوالہ	درج نہیں
-58	مرآت سلطانی (باختہ مسکال)	ڈاکٹر سلطان اللافعلی	باختہ سلطانی حکمران مذہبی لاہور، جنگ	2006ء
-59	اسلام میں وسیلے کا تصور	محمد معراج الاسلام	اوراہ عرفان القرآن اخوان زادوں لاہور	درج نہیں
-60	دروز اسم اللہ	محمد معراج الاسلام	اوراہ عرفان القرآن اخوان زادوں لاہور	درج نہیں
-61	سیرت غوث العظیم	علامہ عبد الرحیم	قادری رضوی کتب خانہ لاہور	2006ء
-62	تذکرہ اولیائے جنگ	بدال زیری	جنگ اولیٰ اکینچی جنگ صدر	جنوری 2000ء
-63	تاریخ جنگ	بدال زیری	جنگ اولیٰ اکینچی جنگ صدر	2002ء
-64	واوی سون سکیسر (تاریخ تجدید ثبات)	محمد سردار خان اخوان	اضھصل ناشر انعام اخوان کتب لاہور	2002ء
-65	سیرت سیدنا امام حسین	امام ابن کثیر، مترجم عبد العاذ قادری	نوری کتب خانہ لاہور	2006ء
-66	حضرت سیدنا علی الرضا	ابوالعرفان حاجی شمس محمد حسین	کتبہ جمال دربار مارکیٹ لاہور	اگست 2003ء
-67	رابط شیخ	پیر عبد اللطیف خان	جنگ ہلیشہ ز لاہور	دسمبر 1996ء
-68	بیت اور اس کی تخلیل	پیر عبد اللطیف خان	جنگ ہلیشہ ز لاہور	محی 2000ء
-69	حضور قلب	پیر عبد اللطیف خان	جنگ ہلیشہ ز لاہور	درج نہیں
-70	دیوان منصور حلاج	مترجم مظفر اقبال	کتبہ دانیال	کتبہ دانیال

- 71 - (i) اسرارِ حقیقی
مکتوبات خواجہ فریب نواز حضرت
میمن الدین جعفری
درخ نہیں اللہ والے کی قومی دکان لاہور
نام حضرت قطب الدین بخاری را کی
- 71 - (ii) اسرارِ حقیقی
ایضاً اکبر بک سلیمانی
تموز 2004ء
مخلوک نجم اسد خان سروری قادری لاہور
مرحوب سید سالم الزمان باغی (انڈیا)
دہلوی (مخطوط)
- 72 - سید عبدالرحمٰن جیلانی
درباری مجدد عبدالغفور شاہ جنگ
سوائی عمری حضرت خواجہ
عبدالغفور شاہ رحمۃ اللہ علیہ
- 73 - ملغوظات پیر محمد عبد الغفور
شاد رحمۃ اللہ علیہ
ملفوظات پیر محمد عبد الغفور
74 - سیارہ ڈا جنگ
(غلقاً نے راشدین اور اولیاء کرام نمبر)
- 75 - کیات اقبال (فارسی)
کیات اقبال (اردو)
خطبات اقبال
76 - 77 - 78 - 79 - 80 - 81 - 82 -
- کلام حضرت خواجہ غلام فرجی
کلام حضرت بابا بخش شاہ
دیوان حافظ
مکتوبات مجددیہ

اور بہت سی تحریر، کتب احادیث، کتب اور رسائل جن کا خواہ کتاب کے اندر موجود ہے، سے استفادہ کیا گیا ہے۔

English Books

No.	Name of Books	Writer/Translator	Year	Publisher
1-	Sufism-The Soul of Islam	Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Muhammad Najib-ul-Rehman, Translated by Sultan Mohammad Abdullah Iqbal; Sabihaat Muneeza Nabi, Yasmin Khurshid Malik, Mrs. Ambreen Moghees Sarwari Qadri	2020	Sultan ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
2-	The Spiritual Guides of Sarwari Qadri Order	Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Muhammad Najib ul Rehman Translated by Yasmin Khurshid Malik Sarwari Qadri, Mrs. Ambreen Moghees Sarwari Qadri and Neen Tariq Sarwari Qadri	2015	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
3-	Kashf-ul-Asrar	Written by Sultan Bahau and translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2015	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
4-	Ganj-ul-Asrar	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2015	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
5-	Risala Rookhi Sharif	Written by Sultan Bahau Translated and exegesis by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2015	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
6-	Shams-ul-Arifeen	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2016	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
7-	Sultan-ul-Waham	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2016	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
8-	Ain-ul-Faqr	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2016	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
9-	Ameer-ul-Kautam	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2017	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
10-	Kaleed-ul-Tauheed Kalan	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2017	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
11-	Mohkum-ul-Fugara	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2017	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
12-	Qurb-e-Deedar	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2018	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
13-	Noor-ul-Huda Kalan	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2019	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
14-	Nur-ul-Huda Khurd	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2021	Sultan-ul-Faqi Publications, 45/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore

15.	Ganj-e-Deen	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2021	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
16.	Talmeez-ur-Rehman	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2021	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
17.	Ain-ul-Arifeen	Written by Sultan Bahau Translated by Mrs. Ambreen Moghees Sarwan Qadri	2021	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
18.	The Spiritual Reality of Prayer (Salat)	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman. Translated by Dr. Sajah Warisah Siewan Qadri	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
19.	The Spiritual Reality of Saum (Fast)	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman.	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
20.	The Spiritual Reality of Hajj	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman. Translated by Sofia Sultan Sarwari Qadri	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
21.	The Spiritual Reality of Zakat	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman. Translated by Neeyan Tariq Sarwari Qadri	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
22.	Sultan Bahau	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman. Translated by Mrs. Ambreen Moghees Siewan Qadri	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
23.	Imam Hussain and Yazid	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman. Translated by Yasmin Khurshid Malik Sarwan Qadri	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
24.	The Mohammedan Reality	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman. Translated by Yasmin Khurshid Malik Sarwan Qadri	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
25.	Celebration of Mawlid Al-Nabi	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman. Translated by Yasmin Khurshid Malik Sarwan Qadri	2021	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
26.	Purification of Innerself in Sufism	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman. Translated by Mohammad Abdullah Iqbal Sarwan Qadri	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
27.	The Prophetic Way of Purgation of Innerself in Sufism	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman. Translated by Zuhra Fatima Sarwan Qadri	2017	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore
28.	Sultan-ul-Faqr VI Sultan Mohammad Asghar Ali Life and Teachings	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Najib-ur-Rehman. Translated by Yasmin Khurshid Malik Sarwan Qadri	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wahdat Road, Lahore

29.	The Divine Reality of Ism-e-Allah Zaat	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Nazib ur Rehman. Translated by Sahibzadi Muneez Najib Sarwari Qadri	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wabdat Road, Lahore
30.	The Perfect Spiritual Guide	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Nazib ur Rehman. Translated by Sahibzadi Muneez Najib Sarwari Qadri	2016	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wabdat Road, Lahore
31.	Life History of Sultan-ul-Tareeqan Hazrat Sakhi Sultan Syed Mohammad Abdullah Shah Madni Jilani Rehmat-ul-Allah Alayh	Written by Sultan-ul-Ashiqeen Sultan Mohammad Nazib ur Rehman. Translated by Fatima Noor Sarwari Qadri	2017	Sultan-ul-Faqr Publications, 4-5/A Extension, Education Town, Wabdat Road, Lahore
32.	Hazrat Sultan Bahau Life and Work	Syed Ahmad Saeed Hamdani	2001	Nashad Publishers, Regal Plaza, Quetta



سلطان العارفین حضرتؑ سلطان بالخور حمدۃ اللہ علیہ نے فخر پر ایک سو چالیس کتب تصنیف فرمائیں۔ ایک دفعے ان فارقی اور ایمیات بالخود (باقابی) کے خلاصہ تمام کتب فارقی تحریر میں ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب طالبان مولیٰ کے لیے صراحتاً مستحق ہیں اور طالبان مولیٰ کے لیے راوی فخر میں محلی راجحیتی کے لیے غوریکی گئی ہیں۔ سلطان العارفین حضرتؑ سلطان بالخور حمدۃ اللہ علیہ کا اسلوب ستر عارفان ہے اور عارف کی تحریر میں ایک پہلو اخفا کا بھی ہوتا ہے تاکہ اسرار الہی ہاں ہوں پر خاہیز ہوں۔ اس لیے حضرتؑ سلطان بالخور حمدۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب میں فخر کے کسی ایک موضوع کو لے کر اس کے تمام پہلوؤں کا مکمل اور یہک وقت احادیث کیس کرتے۔ وہ یہ ملابس جس کی سمجھتے ہیں اس لیے جتنا ملابس سمجھتے ہیں وہ اس موضوع پر خاہیز خیال کر کے آگے ہو جاتے ہیں سکھ ایکجاہر خیال کریں اس لیے جتنا ملابس سمجھتے ہیں اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب کو درج میں ادا نے کی ضرورت ہے اور کسی دوسری کتاب یا جگہ پر اس موضوع پر ایکجاہر خیال فرماتے ہیں اس لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے اور ان پر عملی طور پر عمل کرنے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تمام کتب کو درج میں ادا نے کی ضرورت ہے۔

”شیخ الفقرا“ میں حضرتؑ سلطان بالخور حمدۃ اللہ علیہ کی تمام تعلیمات کو موضوعات کے لحاظ سے راوی کے مطابق صحیح کردہ باہمیہ ہے اور قرآن و حدیث اور دیگر عارفین اور فخر اکالیمین کی تعلیمات سے موازنہ کر کے ہاتھ کیا گیا ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات قرآن و حدیث کے میں مطابق ہیں اور مشاہدہ حق کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دو سلوك کا اس زمانہ میں کوئی ہاں نہیں۔

شیخ الفقرا فخر اور تصوف کی تعلیمات اور علومات کے مطابق تحریکیں ہیں۔

◆ کامل اور مکمل دوائیں جیات سلطان العارفین حضرتؑ سلطان بالخور حمدۃ اللہ علیہ

- | | |
|----------------------------|--------------------------|
| • اصطلاحات فخر | • انسان کامل |
| • فخر | • شان سلطان الفقرا |
| • علم | • سلسلہ صوریٰ قادری |
| • تخلیق فخر | • تکمیل |
| • طالب مولیٰ | • توحید |
| • عرفان | • الہام |
| • نیتن | • توفیق الہی |
| • تحریروہاں | • تک دیا |
| • خلایت | • کفر |
| • شہادت اور لکھ کے امر ارض | • رؤا کاری |
| | • رحمہ فخر اور مرادی |
| | • اخلاق |
| | • اخلاق بیت |
| | • تسبیح و حمد |
| | • فدائیں ایتھر خاصی اذکر |
| | • فدائیں ایتھر خاصی اذکر |
| | • تک |

☆ ☆ شیخ الفقرا فخر اور تصوف کا انسائیکلو پڈی ہے۔

☆ ☆ شیخ الفقرا آپ کو فخر اور تصوف کی ہزاروں کتب کے طالع سے بے یار کرے گی اور طالبان مولیٰ کے لیے راجحہ ہاتھ ہو گی۔

☆ ☆ شیخ الفقرا کا انگلش ترجمہ **Sufism - The Soul of Islam** کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

☆ ☆ یاد رہے شیخ الفقرا طالبان مولیٰ کے لیے مردی کی گئی ہے جو راوی فخر پر چھڑا چاہئے ہیں۔ یہ کتاب علمی راجحیتی کے لیے ہے تاکہ طالبان مولیٰ اس کے مطابق کے بعد عملی طور پر راوی فخر ایجتیہ رکھیں۔

ISBN: 978-999-2220-13-2



Rs: 2499

- www.sultan-ul-ashiqeen.com
- www.sultan-ul-ashiqeen.pk
- www.sultan-ul-faqr-publications.com
- E-mail: sultanaulfaqrpublications@tehreekdawatifaqr.com

شیخ الفقرا سلطان الفقرا سلطان الفقرا